نہج البلاغہ

ترجمہ و حواشی از

حضرت علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

امامیہ پبلیکیشنز پاکستان

نہج البلاغہ

خطبات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

ترجمہ و حواشی

حضرت علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

امامیہ پبلیکیشنز ۱۷۔ نور چیمبرز گنپت روڈ لاہور پاکستان

نام کتاب	نہج البلاغۃ
مترجم	علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہٗ
ناشر	امامیہ پبلیکیشنز
مطبع	زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
کتابت	مولوی محمد سعید
ہدیہ	۶۵ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد

فہرست مضامین ترجمہ نہج البلاغہ جلد اوّل

فہرست مضامین ترجمہ نہج البلاغہ جلد دوم

فہرست حکم ونصائح

تشریح طلب کلام

عرضِ ناشر

امامیہ پبلیکیشنز کی نئی پیشکش آپ کے فکر و نظر کی ہدایت کا سامان لیے آئی ہے۔ اس کی دو خصوصیات نمایاں ہیں ـــــــــ

اوّل تو یہ اس عظیم ہستی کے کلام دُر ہائے شہوار کی مالا ہے جس نے خانۂ خدا میں آنکھ کھولی اور افصح العرب رسول کی زبان چوس کر پروان چڑھا۔ جس کی قوتِ بدن اور قوتِ بیان نے اَسَدُ اللّٰہ اور لِسَانُ اللّٰہ کے لقب پائے ـــ مولائے متقین، امیر المومنین حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کا یہ کلام بلاشُبہ امام الکلام ہے۔ اس میں قرآن و حدیث کا اعجاز جھلکتا ہے۔ اس میں خدا کی معرفت اور رسول کی رسالت دمک رہی ہے۔ اس میں جنت کی نہروں کی روانی اور جہنم کی شعلہ سامانی نظر آتی ہے۔ اس میں فصاحت و بلاغت کی شیرینی، تشبیہات کی رنگینی، عابدوں کی عبادت، زاہدوں کی قناعت، انسان کی حقیقت، کائنات کی فطرت، فرشتوں کی معصومیت، شیطان کی شیطنت، دنیا کی فریب کاری اور آخرت کا یقین، غرض کہ ہر شے کی حقیقت کا انکشاف، الٰہیات کے ہر مسئلے اور کائنات کی ہر گتھی کا حل اس میں موجود ہے۔ یوں یہ انسان کے لیے ارشاد و ہدایت کا لازوال سرمایہ ہے۔

دوم اس کلام کا ترجمہ اس عظیم ادیب، جلیل خطیب، زاہد و عابد عالمِ دینی، پرتوِ اُسوۂ علیؑ، قائدِ ملت جعفریہ، علامہ مفتی جعفر حسین مجتہد اعلی اللہ مقامہٗ کے قلمِ حسن رقم کا شاہکار ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کلامِ علیؑ اگر اُردو زبان میں ہوتا تو شاید ایسا ہی ہوتا۔ یہ گویا مفتی صاحبؒ پر جناب امیرؑ کا فیضان تھا۔

اس ایڈیشن کی تیاری میں پروفیسر شاہ مُفخر عالم نے عربی متن کی تصیح کا کام سرانجام دیا اور گذشتہ ایڈیشن کی اغلاط کو درست اللہ تعالیٰ ان کی توفیقاتِ دینی میں اضافہ فرمائے۔

امید ہے کہ ہماری کوششوں کو دیکھتے ہوئے قارئین ادارے کی حوصلہ افزائی ـــــ اور راہنمائی فرمائیں گے۔

امامیہ پبلیکیشنز

پیش کش

بحضرت سید الاولیأ و امام الاتقیاء امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ آلاف التحیۃ والثنا

تیرے حضور شمع امامت لیے ہوئے
قدسی کھڑے ہیں دفترِ قدرت لیے ہوئے

میرے آقا! جہاں تیرے سامنے ملأ اعلیٰ کے رہنے والے عجز و نیاز سے سر بخم ہیں، وہاں مجھ ایسے تہی دامانِ علم کی یہ جرأت و جسارت حیرت انگیز ہے کہ وہ تیرے خوش آب لعل و جواہر کی صورت بگاڑ کر تیرے حضور پیش کرے۔ لیکن اس امید پر کہ کیا بعید ہے کہ تیری نگاہِ لطف و کرم اس ہدیۂ ناچیز کو شرفِ قبولیت بخشے، اسے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

باسمہ سبحانہ

حرفِ اوّل

نہج البلاغہ علوم و معارف کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جس کی اہمیت و عظمت ہر دور میں مسلّم رہی ہے اور ہر عہد کے علماء و ادباء نے اس کی بلند پائگی کا اعتراف کیا ہے۔ یہ صرف ادبی شاہکار ہی نہیں ہے، بلکہ اسلامی تعلیمات کا الہامی صحیفہ، حکمت و اخلاق کا سرچشمہ اور معارف ایمان و حقائق تاریخ کا ایک انمول خزانہ ہے، جس کے گوہر آبدار علم و ادب کے دامن کو زر نگار بنائے ہوئے ہیں اور اپنی چمک دمک سے جوہر شناسوں کو محوِ حیرت کئے ہوئے ہیں۔ افصح العرب کے آغوش میں پلنے والے اور آبِ وحی میں دُھلی ہوئی زبان چوس کر پروان چڑھنے والے نے بلاغتِ کلام کے وہ جوہر دکھائے کہ ہر سمت سے فوق الکلام المخلوق و تحت الکلام الخالق کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ یہ نثر اس دور کی نثر ہے جب عربوں کی طلاقت و جوشِ گفتاری صرف نظم تک محدود تھی۔ ریگزارِ عرب پر بستر لگا کے آزادی کی فضا میں پر بہار زندگی گزارنے والے فرزندانِ صحرا شعر و نظم اور تخیل و محاکات کے لازوال نقوش تو چھوڑ گئے مگر جہاں تک نثر کا تعلق ہے۔ ان کے جیب و دامن میں کوئی ایسا گوہرِ شاہوار نہ تھا جسے بطور تفاخر پیش کرتے اور اہلِ علم کو اپنے مقابلہ میں للکارتے۔ دامنِ اسلام میں اگرچہ قرآن کریم ایسا عربی نثر کا زندہ جاوید معجزہ موجود ہے مگر وہ اپنے قائل کی عظمت و جلالت اور اعجازی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے انسانی کلام کے مقابلہ میں نہیں لایا جاسکتا۔ اور پیغمبر ؐ کے اقوال و ارشادات ہیں تو وہ اگرچہ معنوی لحاظ سے وسیع اور ہمہ گیر ہیں مگر لفظی اعتبار سے اختصار بداماں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم ؐ کا ارشاد اوتیت جوامع الکلم اس کا شاہد ہے کہ آپ کم سے کم لفظوں میں زیادہ مطالب سمیٹ لیتے تھے اسی لیے آپ کو خطب و مکاتیب مختصر ہوتے تھے۔ رہی خلفاء کی نثر تو اس میں فطری حسنِ ادا اور طبعی سادگی کے بجائے بناوٹ اور تصنّع کا رنگ جھلکتا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انہیں مختصر سے مختصر تقریر کیلئے بھی خصوصی تیاری کی ضرورت ہوتی تھی اور اگر کہیں بغیر تیاری کے کھڑے ہو گئے تو ذہن میں قفل پڑ گئے زبان لڑکھڑانے لگی اور منہ سے ایک لفظ نہ نکال سکے۔ اگرچہ ملکی فتوحات کے سلسلہ میں ان کے "کارہائے نمایاں" نظر آتے ہیں مگر کسی علمی و ثقافتی مرکز کی سرپرستی یا کسی علمی تحریک میں گام فرسائی کہیں نام کو نظر نہیں آئی۔ یہ باب مدینۃ العلم ہی کی ذات تھی جس نے علم و حکمت کے بند دروازے کھولے، نطق و فصاحت کے پرچم لہرائے اور علمی ذوق کو پھر سے زندہ کیا باوجودیکہ آپ کا دور سکون و اطمینان سے یکسر خالی تھا اور ہوس اقتدار کی فتنہ سامانیوں نے اُسے اپنی

جولانگاہ بنا رکھا تھا اور شورش پسندوں نے خونِ عثمان کو ہوا دے کر آپ کو لڑائیوں میں الجھائے رکھنا ہی اپنے مقاصد کیلئے ضروری سمجھ لیا تھا مگر ان رات دن کی لڑائیوں اور چپقلشوں کے باوجود آپ نشرِ علوم و معارف کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کبھی تلواروں کی جھنکار اور خون کی بارش میں علم و حکمت کے رموز بتائے اور کبھی ذہنی الجھاؤ اور افکار کے ہجوم میں ارشاد و ہدایت کے فرائض انجام دیئے، چنانچہ اس مجموعہ کے خطب و مکاتیب میں دو چار خطبوں اور ایک آدھ خط کے علاوہ تمام تحریریں اسی دور کی تخلیق ہیں کہ جب آپ ظاہری خلافت پر ایک دن بھی اطمینان و دلجمعی سے نہ بیٹھ سکے تھے۔ یہ بلاغت کے رگ و پے میں سرایت کر جانے کا نتیجہ ہے کہ اس انتشار و پراگندگی خاطر کے باوجود نہ کلام میں انتشار و برہمی پیدا ہوتی ہے، نہ عبارت کے تسلسل و ہم آہنگی میں فرق آنے پاتا ہے اور ہر موقع پر اسلوبِ بیان کی یک رنگی اپنے خصوصی امتیازات کے ساتھ برقرار رہتی ہے۔

امیر المومنینؑ نے علمی حقائق کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے نشو و نما میں بھی پورا حصہ لیا اور عربی نثر کو نہ صرف حدِ کمال تک پہنچایا بلکہ فلسفیانہ نظر و فکر کو ادبی لطافتوں میں سمو کر ایک نئے طرزِ تحریر کی داغ بیل ڈالی جس کی اس زمانہ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ عرب تو خیر اس وقت میں منطقیانہ اندازِ استدلال سے روشناس ہی نہ تھے کہ اس دور میں اس کی مثال ڈھونڈھی جائے۔ آج بھی جب کہ نثر ترقی کے مدارج طے کر چکی ہے اور ادبی و فنی ارتقاء اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ چکا ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اگر کسی کلام میں معانی و بیان کی مناسبتیں اور تشبیہ و استعارہ کی لطافتیں پائی جاتی ہیں تو وہ حکمت و اخلاق کے تعلیمات سے تہی داماں ہے اور اگر کسی میں حکمت و اخلاق کے جوہر بھرے ہوئے ہیں تو طرزِ ادا کی شگفتگی اور رنگینی غائب ہے۔ فلسفہ و حکمت کے حقائق اور الٰہیات کے دقیق مسائل کو اس طرح بیان کرنا کہ کلام کی بلاغت، بیان کی ندرت اور طرزِ ادا کی لطافت میں کہیں جھول نہ آئے، بہت دشوار ہے، کیونکہ ہر فن کا ایک خاص لب و لہجہ خاص پیرایہ اور خاص طریقہ بیان ہوتا ہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ علمی مطالب ہیں نہ بلیغانہ تعبیرات کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ ان میں اعلیٰ معیار بلاغت کو باقی رکھا جا سکتا ہے، کیونکہ ٹھوس حقائق کی وادی اور ہے اور بلاغت کا پر بہار چمن اور ہے، چنانچہ ابن خلدون کو یہ کہنا پڑا کہ علماء و فقہا کی تحریروں میں فصاحت و بلاغت کو ڈھونڈھنا بیکار ہے، کیونکہ فقہی عبارتیں کلام و جدل کی تحریریں اور علمی و فنی تعبیریں اسلوبِ بلاغت سے میل نہیں کھاتیں۔
اہلِ فن کے ذہنوں میں جو مخصوص تعبیرات محفوظ ہوتی ہیں وہ انہیں کو دہرانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ اگر اپنے بیان میں شعریت لانا بھی چاہیں گے تو ہر پھر کے وہی لفظیں، وہی تعبیریں ہوں گی جو ان کی زبانوں پر چڑھ کر منجھ چکی ہیں۔ چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابوالقاسم ابن رضوان نے ایک دفعہ ابوالعباس ابن شعیب کے سامنے شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

لم ادر حین وقفت بالا طلال ؛ ؛ ما الفرق بین جدیدھا والبالی

(میں جب دوست کے کھلنڈروں کے پاس ٹھہرا تو نہ جان سکا کہ نئے اور پرانے کھلنڈروں میں کیا فرق ہے،

تو ابو العباس نے فوراً کہا کہ یہ کسی فقیہہ کا شعر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں یہ مشہور فقیہہ ابن النحوی کا شعر ہے مگر آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہوا۔ ابو العباس نے کہا اس میں لفظ ما الفرق ببانگ دہل پکار رہی ہے کہ میں کسی فقیہہ کی زبان سے نکلی ہوں۔ بھلا اس لفظ کو بلاغت اور اسلوبِ کلامِ عرب سے کیا واسطہ اور فقہی زبان کو شعر و سخن کی زبان سے کیا لگاؤ لیکن امیر المومنینؑ کے کلام کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ اس میں ادب کی سحر انگیزی اور علم و حکمت کی باریک نگاہی دونوں سمٹ کر جمع ہو گئی ہیں اور کسی پہلو میں بھی کمزوری کا شائبہ تک نہیں آنے پاتا۔ حضرت علیؑ ابن ابی طالب وہ پہلے مفکّر اسلام ہیں جنہوں نے خداوند عالم کی توحید اور اس کے صفات پر عقلی نقطۂ نظر سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں جو خطبات ارشاد فرمائے ہیں وہ علم الٰہیات میں نقش اوّل بھی ہیں اور حرف آخر بھی۔ ان کی بلند نظری و معنی آفرینی کے سامنے حکماء و متکلمین کی ذہنی رسائیاں ٹھٹھک کر رہ جاتی ہیں اور نکتہ رس طبیعتوں کو عجز و نارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے الٰہیاتی مسائل میں علم و دانش کے دریا بہائے ہیں ان کا سرچشمہ آپ ہی کے حکیمانہ ارشادات ہیں۔ یوں تو مخلوقات کی نیرنگیوں سے خالق کی صنعت آفرینیوں پر استدلال کیا ہی جاتا ہے، لیکن جس طرح امیر المومنینؑ دنیائے کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی اور پست سے پست مخلوق میں نقاش فطرت کی نقش آرائیوں کی تصویر کھینچ کر صانع کے کمال صنعت اور اس کی قدرت و حکمت پر دلیل قائم کرتے ہیں وہ ندرت بیانی و اعجاز کلامی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس موقع پر صرف طاؤس کی خوش خرامی اور اس کے پر و بال کی رنگینی و رعنائی ہی نظروں کو جذب نہیں کرتی، بلکہ چمگادڑ، ٹڈی اور چیونٹی ایسی روندی ہوئی اور ٹھکرائی ہوئی مخلوق کا دامن بھی فطرت کی فیاضیوں سے چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

ان خطبات و نگارشات میں مابعد الطبیعیاتی و نفسیاتی مسائل کے علاوہ اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اُصول عدل و داد خواہی کے حدود، حرب و ضرب کے ضوابط اور عمال و محصلین زکوٰۃ کے لیے ہدایات بھی نمایاں حیثیت رکھتی ہیں اور ایک ایسا مکمل و جامع دستور حکومت بھی ان صفحات کی زینت ہے جس کی افادیت اس ترقی یافتہ دور میں بھی مسلّم ہے کہ جب سیاست مدنی کے اصول اور جمہوری اور غیر جمہوری حکومتوں کے آئین منضبط ہو چکے ہیں یہ صرف نظریاتی چیز نہیں بلکہ ایک عملی لائحہ ہے جس پر مسلمانانِ عالم بڑی آسانی سے عمل پیرا ہو کر دنیوی و اخروی ارتقاء کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ سکتے ہیں۔

ان تحریروں میں ان علماء دنیا و فقہاء سُو کی فریب کاریوں سے بھی متنبہ کیا ہے کہ جنہیں علم سے تو کوئی لگاؤ ہوتا نہیں، مگر علماء کا روپ دھار کر مسندِ قضا پر بیٹھ جاتے ہیں اور علم و مشیخت کی دکان سجا کر دین فروشی کرتے ہیں۔

کہ ازیں خوب تر تجارت نیست

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نہج البلاغہ کے تعلیمات دنیوی تعمیر و ترقی میں سدِ راہ ہیں۔ بیشک امیر المومنینؑ اس ترقی و فراوانیٔ دنیا کے خواہاں نہ تھے، جو اسلام کی سادگی کو قیصری و کسروی رنگ میں رنگ دے، بلکہ اُن کا اصل مقصد ہمیشہ روحانی ترقی و اخلاقی بلندی رہا، لیکن اس کے ساتھ وہ رہبانیت کا درس نہ دیتے تھے؛ چنانچہ بصرہ میں جب عاصم

بن زیاد کے متعلق اس کے بھائی نے آپ سے گلہ کیا کہ وہ گھر بار اور زن و فرزند کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گیا ہے تو حضرت نے اسے بلایا اور سختی سے اُسے ڈانٹا کہ وہ اس ڈھونگ کو جلد ختم کرے اور دنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو۔ نہج البلاغہ میں جہاں جہاں ترک دنیا کی تعلیم ہے۔ اس سے اس قسم کی رہبانیت قطعاً مراد نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ انسان دنیوی سروسامان پر بھروسہ نہ کر بیٹھے کہ یہ صبح ہے تو شام نہیں، شام ہے تو صبح نہیں اور اس کی کامرانیوں اور دلفریبیوں میں کھو کر حیات بعد الممات سے غافل نہ ہو جائے۔ یہ مقصد نہیں کہ اس کی نعمتوں اور آسائشوں سے کلیتہً دستبردار ہو جائے۔ وہ انہیں حد اعتدال میں رہ کر استعمال کر سکتا ہے، البتہ دنیا کا بے اعتدالانہ استعمال جہاں اخلاقی تباہی کا پیش خیمہ اور روحانی زندگی کے لیے زہر ہلاہل بن جائے، کوئی اخلاقی رہنما اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

نہج البلاغہ اخلاقی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ اس کے مختصر جملے اور ضرب المثلیں اخلاقی شائستگی، خود اعتمادی، حق گوئی اور حقیقت شناسی کا بہترین درس دیتی ہیں۔ اس کے ایک ایک فقرہ میں قرآن و حدیث کی روح اور اسلام کی صحیح تعلیم مضمر ہے۔ جن لوگوں نے اموی و عباسی دور کی نغمہ بار و حسن پاش رنگینیوں سے اسلامی اخلاق کا اندازہ لگایا ہے وہ اسلام کی پاکبازانہ تعلیم اور اس کے بلند معیارِ اخلاق سے بیگانہ ہیں اور اس وقت تک بیگانہ رہیں گے جب تک اِس معلّمِ اسلام کے حکمت آگین کلام کے آئینہ میں اسلام کے خدوخال کو پہچاننے اور اس کے بلند پایہ اسرار و نکات تک پہنچنے کی کوشش نہ کریں گے۔ علامہ شریف رضی کا دنیائے علم و ادب پر بڑا احسان ہے کہ وہ ان جواہر ریزوں کو بڑی کاہش و کاوش اور تحقیق و جستجو سے جمع کرنے کے بعد نہج البلاغہ کے نام سے چھوڑ گئے جس کے بلند پایۂ حکم و معارف نے دنیا کی نظروں کو اپنی طرف موڑ لیا اور علامہ ممدوح کے دور سے لے کر اس وقت تک ہر مکتب خیال کے علماء و فضلاء نے اس کے مطالب و حقائق کو بقدر امکان واضح کرنے کے لیے اس کی شرحیں لکھیں جنکی تعداد سو سے کچھ ہی کم ہو گی، لیکن اردو دان طبقہ نہ اصل کتاب سے مستفید ہو سکتا ہے اور نہ شرحوں تک اسکی رسائی ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ ضروری تشریحات کے ساتھ اس کا صحیح اور سلیس اُردو میں ترجمہ ہو جائے۔ یوں تو اردو میں اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں مگر نیرنگ فصاحت کے علاوہ مکمل ترجمہ اس وقت تک منظرِ عام پر نہیں آیا۔

لیکن اس کے متعلق افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں بیشتر مواقع پر مطلب کچھ کا کچھ ہو گیا ہے مگر اُردو میں نقشِ اوّل ہونے کی وجہ سے اس کے فضلِ اقدمیّت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مانا کہ اصل کلام کے خصوصیات ترجمہ میں منتقل نہیں کیے جا سکتے اور آئینہ کے بالمقابل پھول رکھ کر اس کی پتیوں کی تہ میں لپٹی ہوئی خوشبو کی عکاسی ناممکن ہے کہ کوئی پھول کے عکس سے خوشبو سونگھنے کی توقع کرنے لگے مگر پھول کی شکل و صورت اور رنگ و روپ بھی نظر نہ آئے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ آئینہ ہی دھندلا ہے۔

ان حالات میں مَیں نے نہج البلاغہ کا ترجمہ پیش کرنے کی جرأت کی ہے ترجمہ جیسا کچھ بھی ہے آپ کے سامنے ہے۔ میری

کوشش تو یہی رہی ہے کہ میرے امکانی حدود تک ترجمہ صحیح ہو، لیکن میری کوشش کہاں تک بار آور ہوئی ہے اس کا اندازہ ارباب علم ہی کر سکتے ہیں، میرے صحیح سمجھنے یا کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ ترجمہ میں اصل کی لطافت و بلاغت اور علوئ نطق و فصاحت کے جوہر کو سمویا جا سکے تاہم

آبِ دریا را اگر نتواں کشید ، ہم بقدرِ تشنگی باید چشید

جو ہو سکتا ہے وہ ظاہر الفاظ کا ایک حد تک صحیح ترجمہ ہے چنانچہ اس کے لیے میں نے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ اب اس سے اگر تھوڑی بہت جھلک کلامِ امام کی سامنے آجائے تو وہی بہت ہے۔

گر بمعنی نہ رسی جلوۂ صورت چہ کم است

ترجمہ و حواشی کے سلسلے میں تاریخ و سیر اور رجال کی کتابوں کے علاوہ نہج البلاغہ کے متعدد تراجم و شروح بھی میرے پیشِ نظر رہے ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ ضروری نہیں ہے، البتہ جن شروح سے میں نے خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھایا ہے اور جا بجا ان کا حوالہ دے دیا ہے۔ ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) اعلام نہج البلاغہ۔ اس کے مصنف علی ابن الناصر ہیں جو جناب سید رضیؒ کے معاصر تھے۔ یہ نہج البلاغہ کی سب سے پہلی شرح ہے گو مختصر ہے، لیکن حل لغات و تشریح مطالب کے لحاظ سے بہت بلند پایہ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ لکھنؤ میں کتب خانہ جناب تقی صاحب اعلی اللہ مقامہ میں موجود ہے۔ وہیں سے اس کو حاصل کر کے دیکھا۔

(۲) شرح ابن میثم۔ شیخ کمال الدین میثم ابن علی ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ ہجری کی تصنیف ہے جو علماء امامیہ میں بڑی بلند شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی شرح معنی آفرینی و دقیقہ سنجی کے اعتبار سے بہت شہرت رکھتی ہے۔

(۳) شرح ابن ابی الحدید۔ ابو حامد عبدالحمید ابن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن ابی الحدید مدائنی بغدادی، متوفی ۶۵۵ ہجری کی تصنیف ہے۔ یہ علماء معتزلہ میں سے تھے۔ ان کی شرح شہرۂ آفاق ہے اور اہم مطالب پر مشتمل ہے اور مصر و ایران میں طبع ہو چکی ہے۔

(۴) درہ نجفیہ۔ الحاج میرزا ابراہیم خوئی شہید ۱۳۲۵ ہجری کی تصنیف ہے۔ شرح ابن میثم سے متاثر ہو کر لکھی ہے اور اس کے علمی مطالب کو اپنی کتاب میں قال الفاضل کہہ کر درج کرتے ہیں اور کہیں کہیں اُن کے نقطۂ نظر سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس میں لغوی تشریحات بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

(۵) منہاج البراعہ۔ سید حبیب اللہ خوئی متوفی حدود ۱۳۲۶ ہجری کی تصنیف ہے۔ یہ شرح بہت بسیط اور تفصیلی واقعات پر مشتمل ہے۔ اکثر مواقع پر ابن ابی الحدید سے اُلجھے ہیں اور کہیں کہیں ابن میثم پر تنقید بھی کی ہے۔ شرح عربی میں ہے اور فارسی زبان میں ترجمہ بھی ساتھ ساتھ ہے۔

تشکر و امتنان

میں اپنے بزرگ و محترم حضرت سید العلماء دام ظلّہ کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے میری عرضداشت ترجمہ و حواشی کے بیشتر اجزاء سماعت فرمانے کے بعد اس پر ایک بسیط و محققانہ مقدمہ تحریر فرمایا اور مختلف موارد پر اپنے زرّیں مشوروں سے رہنمائی فرمائی۔ خداوند عالم آپ کے فیوض و برکات کو تا دیر باقی و برقرار رکھے۔

الاحقر المذنب
جعفر حسین عفی اللہ عنہ

مُقدّمہ

حجۃ الاسلام سیّد العلماء مولانا سیّد علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین و آلہ الطیبین الطاھرین۔

نہج البلاغہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کا وہ مشہور ترین مجموعہ ہے جسے جناب سید رضی برادر شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ نے چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں مرتب فرمایا تھا۔ اس کے بعد پانچویں صدی کے پہلے عشرہ میں آپ کا انتقال ہوگیا ہے اور نہج البلاغہ کے انداز تحریر سے پتہ یہ چلتا ہے کہ انہوں نے طویل جستجو کے ساتھ درمیان میں خالی اوراق چھوڑ کر امیرالمومنینؑ کے کلام کو متفرق مقامات سے یکجا کیا تھا، جس میں ایک طویل مدت انہیں صرف ہوئی ہوگی اور اس میں اضافہ کا سلسلہ ان کے آخر عمر تک قائم رہا ہوگا، یہاں تک کہ بعض کلام جو کتاب کے یکجا ہونے کے بعد ملا ہے، اس کو تعجیل میں انہوں نے اس مقام کی تلاش کئے بغیر جہاں اسے درج ہونا چاہیئے تھا، کسی اور مقام پر شامل کر دیا ہے اور وہاں پر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کلام کسی اور روایت کے مطابق اس کے پہلے کہیں پر درج ہوا ہے۔ یہ اندازِ جمع و تالیف خود ایک غیر جانبدار شخص کے لئے یہ پتہ دینے کے واسطے کافی ہے کہ اس میں خود سید رضی کے ملکۂ انشاء اور قوتِ تحریر کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے صرف مختلف مقامات سے جمع آوری کر کے امیرالمومنین کے کلام کو یکجا کر دینے پر اکتفا کی ہے یہ پاشانی اور پریشانی جسے بحیثیت تالیف کے کتاب کا ایک نقص سمجھنا چاہیئے۔ مقامِ اعتبار میں اس پر اعتماد پیدا کرنے والا ایک جوہر ہوگیا ہے۔ انہوں نے مختلف نسخوں اور مختلف راویوں کی یادداشت کے مطابق نقل الفاظ میں اتنی احتیاط کی ہے کہ بعض وقت دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جاتا ہے کہ اس عبارت کے نقل کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا جب کہ ابھی ابھی ہم ایسی ہی عبارت پڑھ چکے ہیں جیسے ذم اہل بصرہ میں اس شہر کے غرقابی کے تذکرے میں اس کی مسجد کا نقشہ کھینچنے میں مختلف عبارات کبھی نعامۃ جاثمۃ اور کبھی کجؤجؤ طیر فی لجۃ بحر اور اس سے ملتے جلتے ہوئے اور الفاظ، یہ اس طرح کا اہتمام صحت نقل ایں ہے جیسے موجودہ زمانہ میں اکثر کتابوں کی عکسی تصویر شائع کی جاتی ہے جس میں اغلاطِ کتابت تک کی اصلاح نہیں کی جاتی اور صرف حاشیہ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ بظاہر یہ لفظ غلط ہے۔ صحیح اس طرح ہونا چاہیئے۔ دیکھنے والے کا دل تو ایسے مقام پر یہ چاہتا ہے کہ اصل عبارت ہی میں غلط کو کاٹ کر صحیح لفظ لکھ دی گئی ہوتی، مگر صحتِ نقل کے

اظہار کے لئے یہ صورت اختیار کی جایا کرتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں بعض جگہ تالیفِ عثمانی کے کاتب نے جو کتابت کی غلطیاں کردی تھیں جیسے لاذبحنہ میں لا کے بعد ایک الف جو یقیناً غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ لائے نافیہ نہیں، جس کے بعد اذبحنہ فعل آئے۔ بلکہ لام تاکید ہے، جس سے اذبحنہ فعل متصل ہے مگر اس قسم کے اغلاط کو بھی دور کرنا بعد کے مسلمانوں نے صحتِ نقل کے خلاف سمجھا۔ اس طرح املائے قرآن گویا ایک تعبدی شکل سے معین ہو گیا۔ بعض جگہ رحمۃ کی ت لمبی لکھی جاتی ہے۔ بعض جگہ جنّٰت بغیر الف کے لکھا جاتا ہے بعض جگہ یدعو ایسے فعل واحد میں بھی وہ الف لکھا ہوا ہے کہ جو جمع کے بعد غیر ملفوظی ہونے کے باوجود لکھا جایا کرتا ہے۔ ان سب خصوصیات کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے جس سے مقصود وثاقتِ نقل میں قوت پیدا کرنا ہے۔ اسی طرح علامہ سید رضی نے جس شکل میں جو فقرہ دیکھا اس کو درج کرنا ضروری سمجھا تاکہ کسی قسم کا تصرف کلام میں ہونے نہ پائے۔ یہ ایک روایتی پہلو ہے جو اس تصور کو بالکل ختم کر دیتا ہے، کہ یہ کتاب سید رضی رحمہ اللہ کی تصنیف کی حیثیت رکھتی ہو۔

دوسرا پہلو خطبوں کے درمیان کے ومنہا ۔ ومنہ ہیں، جس میں عموماً بعد کا حصہ قبل سے بالکل غیر مرتبط ہوتا ہے بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ قبل کا حصہ قبل بعثت سے متعلق ہے یا اوائل بعثت سے اور بعد کا حصہ بعد وفاتِ رسول ؐ سے متعلق ہے۔ یہ بھی دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جایا کرتا ہے۔ مگر اس سے بھی اس مقصد کو تقویت حاصل ہوتی ہے اگر سید رضی کا کلام ہوتا تو فطری طور پر اس میں تسلسل ہوتا یا اگر انہیں دو موضوعوں پر لکھنا ہوتا تو اسے وہ دو خطبوں میں مستقل طور پر تحریر کرتے، لیکن وہ کیا کرتے جب کہ انہیں کلام امیرالمومنین ہی کا انتخاب پیش کرنا تھا۔ اس لئے جہاں خطبہ کا پہلا جز دو مختلف موضوعوں سے متعلق ہے اور درمیان کا حصہ کسی وجہ سے وہ درج نہیں کر رہے ہیں تو نہ وہ اس کو کلام واحد بنا سکتے ہیں نہ مستقل دو خطبے بلکہ انہیں ایک ہی کلام میں ومنہا کے فاصلے قائم کرنا پڑتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ شکل بعض جگہ تو انتخاب کی وجہ سے ہوئی ہے اور بعض جگہ یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ سابق میں قلمی کتابوں کے سوا کوئی دوسری شکل مواد کے فراہم ہونے کی نہ ہوتی تھی اور قلمی کتابوں کے اکثر نسخے منحصر بفرد ہوتے تھے۔ اب اگر ان میں درمیان کا حصہ کرم خوردہ ہو گیا ہے یا اوراق ضائع ہو گئے ہیں یا رطوبت سے روشنائی پھیل جانے کی وجہ سے وہ ناقابلِ قرأت ہے تو علامہ سیّد رضی اس موقع پر درمیان کا حصہ نقل کرنے سے قاصر رہے ہیں اور حرص جمع و حفاظت میں انہوں نے اس کے مستقل یا بعد یا وسط کے وہ سطور تلاش کئے ہیں جو کسی مستقل مفاد کے حامل ہیں اور اس طرح درمیان کے حصوں میں انہوں نے ومنہا کہہ کر اس کے درج کرنے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔ یہ بھی ہے کہ اس وقت علم کا ایک بڑا ذخیرہ حفاظ و ادبار و محدثین کے سینوں میں ہوتا تھا۔ فرض کیجئے کسی اپنے استاد اور شیخ حدیث سے علامہ سیّد رضی نے کسی موقعہ کی مناسبت سے خطبہ کا ابتدائی حصہ سن لیا اور انہوں نے اسے فوراً قلم بند کر لیا، پھر دوسرے موقعہ پر انہوں نے ان کی زبان سے اسی خطبہ کے کچھ دوسرے فقرات سنے اور انہیں محفوظ کر لیا اور اتنا موقعہ نہ مل سکا کہ درمیانی اجزار ان سے دریافت کرکے

لکھتے۔ اس طرح انہوں نے اس کی خانہ پری و منہاج کے ذریعہ سے کی۔ یہ بھی اس کی دلیل قوی ہے کہ انہوں نے اصل کلام امیر المومنین کے ضبط و حفظ ہی کی کوشش کی ہے۔ قطعاً کوئی تصرف خود نہیں کرنا چاہا۔

تیسرا شاہد اس کا خود جناب رضی کے وہ مختصر تبصرے ہیں جو کہیں کہیں خطبوں کے بعد انہوں نے اس کلام کے متعلق اپنے احساسات و تاثرات کے اظہار پر مشتمل درج کر دیئے ہیں یا بعض جگہ کچھ الفاظ کی تشریح ضروری سمجھی ہے۔ ان تبصروں کی عبارت نے ان خطبوں سے متصل ہو کر ہر صاحب ذوق عربی دان کے لئے یہ اندازہ قطعی طور پر آسان کر دیا ہے کہ ان تبصروں کا انشا پرداز وہ ہرگز نہیں ہو سکتا، جو ان خطبوں کا انشا پرداز ہے۔ جس طرح خود علامہ رضی نے اپنی مایۂ ناز تفسیر حقائق التنزیل میں اعجاز قرآن کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ باوجودیکہ امیر المومنین کا کلام جو فصاحت و بلاغت میں مافوق البشر ہے مگر جب خود حضرت کے کلام میں کوئی قرآن کی آیت آجاتی ہے تو وہ اس طرح چمکتی ہے جس طرح سنگریزوں میں گوہر شاہوار بالکل اسی شکل سے اگرچہ علامہ سید رضی اپنے دور کے افصح زمانہ تھے اور ادب عربی میں معراج کمال پر فائز تھے مگر نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ کے کلام کے بعد جب ان کی عبارت آجاتی ہے تو ہر دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ اس کی نگاہ بلندیوں سے گر کر نشیب میں پہنچ چکی ہے، حالانکہ ان عبارتوں میں علامہ سید رضیؒ نے ادبیت صرف کی ہے اور اپنی حد بھر اپنی قابلیت دکھائی ہے۔ مگر سابق کلام کی بلندی کو ہر مطالعہ کرنے والے کے لئے ایک امر محسوس کی حیثیت سے ظاہر کر دیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا داخلی شاہد ہے۔ اس تصور کے غلط ہونے کا وہ علامہ سید رضی کا کلام ہو۔

چوتھا امر یہ ہے کہ جناب سید رضی اپنے دور کے کوئی گمنام شخص نہ تھے۔ وہ دینی و دنیوی دونوں قسم کے ذمہ دار منصبوں پر فائز تھے۔ یہ دور بھی وہ تھا جو مذہب و ملت کے علماء و فضلاء سے بھرا ہوا تھا۔ بغداد سلطنت عباسیہ کا دار السلطنت ہونے کی وجہ سے مرکز علم و ادب بھی تھا۔ خود سید رضی کے استاد شیخ مفید بھی نہج البلاغہ کے جمع و تالیف کے دور میں موجود تھے۔ اس لئے کہ جناب شیخ مفید علامہ سید رضی کی وفات کے بعد تک موجود رہے ہیں اور شاگرد کا انتقال استاد کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا، اور معاصرین کو تو ایک شخص کے متعلق الزامات کی تلاش رہتی ہے۔ پھر شریف رضیؒ سے تو خود حکومت وقت کو بھی مخاصمت پیدا ہو چکی تھی۔ اس محضر پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے جو فاطمیین مصر کے خلاف حکومت نے مرتب کیا تھا اور جس پر علامہ رضی کے بڑے بھائی اور ان کے والد بزرگوار تک نے حکومت کے تشدد کی بنا پر دستخط کر دیئے تھے۔ مگر علامہ سید رضی نے عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر اس پر دستخط سے انکار کر دیا تھا علاوہ اس کے کہ اس کردار کا شخص جو صداقت کو ایسے قوی ترین محرکات کے خلاف محفوظ رکھے اس طرح کی چھچھوری بات کر ہی نہیں سکتا کہ وہ ایک پوری کتاب خود لکھ کر امیر المومنین کی جانب منسوب کر دے جس کا غلط ہونا علماء عصر سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور اگر بالفرض وہ ایسا کرتے بھی تو اُن کے دور میں ان کے خلاف علماء وقت اور ارکان حکومت کی طرف سے اس الزام کو شدت سے اچھالا جاتا اور سخت سے سخت نکتہ چینی کی جاتی۔ حالانکہ ہمارے سامنے خود ان کے عصر کے علماء کی کتابیں اور ان کے بعد

کے کئی صدی تک کے مصنفین کے تحریرات موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں کمزور سے کمزور طریقہ پر بھی ان کے حالات زندگی میں اس قسم کے الزام کا عاید کیا جانا یا اس بارے میں ان پر کسی قسم کی نکتہ چینی کا ہونا موجود نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ صرف برہ بنائے جذبات نہج البلاغہ کے بعض مندرجات کو اپنے معتقدات کے خلاف پاکر کچھ متعصب افراد کی بعد کی کارستانی ہے جو انہوں نے نہج البلاغہ کو کلام سید رضی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ خود جناب سید رضی اعلیٰ اللہ مقامہ کے دور میں اس کے مندرجات کا کلام امیرالمؤمنین ہونا بلا تفریق فرقہ و مذہب ایک مسلم چیز تھی اور اسی لئے ان پر اس بارے میں کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکا۔

پانچواں امر یہ ہے کہ سید رضی اعلیٰ اللہ مقامہ کے قبل ایسا نہیں ہے کہ امیرالمؤمنین کے خطبوں کا کوئی نام و نشان عالم اسلامی میں نہ پایا جاتا ہو، بلکہ کتب تاریخ و ادب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مسلم الثبوت ذخیرہ بحیثیت خطب امیرالمؤمنین علیہ السلام کے سید رضی رحمہ اللہ کے قبل سے موجود تھا۔ چنانچہ مورخ مسعودی نے جو علامہ سید رضی سے مقدم طبقہ میں ہیں بلکہ ان کی ولادت کے قبل وفات پا چکے تھے۔ اس لئے کہ علامہ رضی کا دور شباب ہی میں ۴۰۶ھ میں انتقال ہوا ہے اور مسعودی کی وفات ۳۴۰ھ میں ہو چکی تھی، جس وقت سید رضی کے استاد شیخ مفید ہی نہیں بلکہ ان کے بھی استاد شیخ صدوق محمد بن علی ابن بابویہ قمی بھی زندہ تھے۔ مسعودی نے اپنی تاریخ مروج الذہب میں لکھا ہے کہ

والذی حفظ الناس عنه من خطبه فی سائر مقاماته اربعمائة خطبة و نیف وثمانون خطبة یوردها علی البدیهة تداول الناس ذالك عنه قولاً و عملاً

(مروج الذهب جلد ۲ صـ۳۳ طبع مصر)

لوگوں نے آپ (حضرت علی ابن ابی طالبؑ) کے جو خطبے مختلف موقعوں کے محفوظ کر لیے ہیں، وہ چار سو اسی سے کچھ زیادہ تعداد میں ہیں جنہیں آپ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا تھا جنہیں لوگوں نے نقل قول کے طور پر بھی بتواتر نقل کیا ہے اور اپنے خطب و مضامین میں ان کے اقتباسات وغیرہ سے بکثرت کام بھی لیتے رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ چار سو اسی سے کچھ اوپر خطبے اگر تمام و کمال یکجا کئے جائیں تو بلاشبہ نہج البلاغہ سے بڑی کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ جب یہ اتنا بڑا ذخیرہ سید رضی کی ولادت سے پہلے سے موجود تھا تو پھر علامہ سید رضی کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ اس ذخیرہ سے کام نہ لیں اور اپنی طرف سے نہج البلاغہ ایسی کتاب کو تحریر کر دیں۔ ایسا اس شخص کے لئے کیا جاتا ہے جو گمنام ہو اور جس کا کارنامہ کوئی موجود نہ ہو اور اس کے اخلاف یا منتسبین خواہ مخواہ اس کو نمایاں بنانے کیلئے اس کی جانب سے کوئی کارنامہ تصنیف کر دیں۔ صرف علامہ مسعودی کا یہ قول ہی اس ذخیرہ کے ثبوت کے لئے کافی تھا، جب کہ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ذخیرہ آثار قدیمہ کے طور پر کسی دور و دراز عجائب خانہ یا کسی ایک عالم کے متروکات میں شامل نہیں تھا جس تک رسائی کسی زحمت کی طلبگار ہوتی ہے بلکہ حفظ الناس اور تداول الناس کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ عموماً اہل علم کے ہاتھوں میں موجود اور متداول تھا۔ اس کے علاوہ دور عباسیہ کے یگانۂ روزگار کاتب عبدالحمید بن یحییٰ

متوفی ۱۳۲ھ کا یہ مقولہ علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں درج کیا ہے کہ

حفظت سبعین خطبة من خطب الاصلع ففاضت ثم فاضت

میں نے ستر خطبے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے از بر کئے ہیں جن کے فیوض و برکات میرے یہاں نمایاں ہیں۔

اس کے بعد ابن المقفع متوفی ۱۴۲ھ کا اعتراف ہے جسے علامہ حسن السندوبی نے اپنے ان حواشی میں، جو کتاب البیان والتبیین للجاحظ پر لکھے ہیں، وہ ابن مقفع کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الظاهرانه تخرج فی البلاغة علی خطب الامام علی ولذلك كان يقول شربت من الخطب ريا ولم اضبط لها رويا ففاضت ثم فاضت۔

غالباً ابن المقفع نے بلاغت میں امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے خطبوں سے استفادہ کیا تھا اور اسی بنا پر وہ کہتے تھے کہ میں نے خطبوں کے چشمہ سے سیراب ہو کر پیا ہے اور اسے کسی ایک طریقہ میں محدود نہیں رکھا ہے تو اس چشمہ کے برکات بڑھے اور ہمیشہ بڑھتے رہے۔

اس کے بعد ابن نباتہ متوفی ۳۷۴ھ یہ بھی سید رضی سے مقدم ہیں اور ان کا یہ قول ہے :۔

حفظت من الخطابة كنزا لا يزيده الانفاق الاسعة وكثرة حفظت مائة فصل من مواعظ علی ابن ابی طالب۔

میں نے خطابت کا ایک خزانہ محفوظ کیا ہے، جس سے جتنا زیادہ کام لیا جائے، پھر بھی اُس میں برکت زیادہ ہی ہوتی رہے گی۔ میں نے سو فصلیں علی ابن ابی طالب کے مواعظ میں سے یاد کی ہیں۔

ابن نباتہ کے اس قول کا بھی ابن ابی الحدید نے تذکرہ کیا ہے۔

رجال کشی میں ابوالصباح کنانی کے حالات میں لکھا ہے کہ زید ابن علی ابن الحسین کہ جو زید شہید کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ امامت میں ہوئی وہ برابر امیرالمومنین کے خطبوں کو سنا کرتے تھے۔

ابوالصباح کہتے ہیں كان يسمع منی خطب امیرالمومنين عليه السلام۔ یہ دوسری صدی ہجری کا ذکر ہے اور اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ایک ذخیرہ خطبوں کا اس وقت بھی موجود تھا۔ جو مسلّم طور پر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف نسبت رکھتا تھا۔

ان تمام مقامات پر بطور ارسال مسلمات خطب علی کہنا بتاتا ہے کہ اس زمانے میں اس بارے میں کوئی شک و شبہ بھی محسوس نہیں کیا جاتا تھا ورنہ جیسا کئی صدی بعد جب کچھ اغراض کی بنار پر مصنفین نے اس حقیقت کو مشکوک بنانا ضروری سمجھا تو المتنسوبة الی علی کہنے لگے۔ دورِ اول میں اس قسم کے شک و شبہ کے اظہار کرنے والی کوئی لفظ پائی نہیں جاتی۔

رجال کبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ زید ابن وہب جہنی متوفی حدود ۹۰ھ نے جو خود حضرت امیرالمومنین کے رواۃ احادیث میں سے ہیں، آپ کے خطبوں کو جمع کیا تھا اور اس کے بعد اور متعدد افراد ہیں، جنہوں نے سید رضی کے پہلے حضرت کے

خطب واقوال کو جمع کیا جیسے

(۱) ہشام ابن محمد ابن سائب کلبی متوفی ۱۴۶ھ ان کے جمع و تالیف کا ذکر فہرست ابن ندیم جزو ۷ صفحہ ۲۵۱ میں موجود ہے۔

(۲) ابراہیم ابن ظہیر فرازی، ان کا ذکر فہرستِ طوسی میں یوں ہے:

صنف کتبًا منها کتاب الملاحم و کتاب خطب علی علیہ السلام — متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ منجملہ ان کے کتاب الملاحم اور کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

اور رجال نجاشی میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔

(۳) ابو محمد مسعدہ ابن صدقہ عبدی۔ ان کے متعلق رجال نجاشی میں ہے

لہ کتب منها کتاب خطب امیر المومنین علیہ السلام — ان کے متعدد تصنیفات ہیں، جن میں سے ایک کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۴) ابو القاسم عبد العظیم ابن عبداللہ حسنی، جن کا مزار طہران سے تھوڑے فاصلہ پر شاہ عبد العظیم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے جمع کردہ خطبوں کا ذکر رجال نجاشی میں اس طرح ہے۔

لہ کتاب خطب امیر المومنین علیہ السلام — ان کی ایک کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۵) ابو الخیر صالح ابن ابی حماد رازی۔ یہ بھی امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ نجاشی میں ہے:

لہ کتب منها کتاب خطب امیر المومنین علیہ السلام — منجملہ آپ کی تالیفات کے کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۶) علی ابن محمد ابن عبداللہ مدائنی متوفی ۲۲۵ھ۔ انہوں نے حضرت کے خطبوں کو اور اُن مکاتیب کو جمع کیا، جو حضرت نے اپنے عمّال کو تحریر فرمائے تھے۔ اس کا ذکر معجم الادبا، یاقوت حموی جزو ۵ صفحہ ۳۱۳ میں ہے۔

(۷) ابو محمد عبد العزیز جلودی بصری متوفی ۳۳۰ھ کے تصانیف میں کتاب خطب علی، کتاب رسائل، کتاب مواعظ علی، کتاب خطب علی علیہ السلام فی الملاحم، کتاب دعاء علی موجود ہیں۔ جن کا تذکرہ شیخ طوسی نے فہرست میں اور نجاشی نے ان کے طویل تصنیفات کے ذیل میں اپنے رجال میں کیا ہے۔

(۸) ابو محمد حسن ابن علی ابن شعبہ حلبی متوفی ۳۲۰ھ نے اپنی مشہور کتاب تحف العقول (صفحہ ۱۲ طبع ایران) میں امیر المومنین کے کچھ کلمات امثال اور خطب کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے۔

اننا لو استغرقنا جمیع ما وصل الینا من خطبه و کلامه فی التوحید خاصة — اگر ہم وہ سب لکھنا چاہیں، جو ہم تک حضرت کے خطبے اور آپ کا کلام صرف توحید کے بارے میں پہنچا ہے علاوہ دوسرے

دون ماسواہ من المعانی لکان مثل جمیع ھذا الکتاب۔ موضوعات کے تو وہ پوری اس کتاب (نحف العقول) کے برابر ہوگا۔

اب مذکورہ بالا تفصیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی میں زید ابن وہب جہنی نے حضرت کے خطبوں کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ دوسری صدی میں عبدالحمید ابن یحییٰ کاتب اور ابن مقفّع کے دور میں وہ ذخیرہ مسلم طور پر موجود تھا اور اس صدی کے وسطی دور میں وہ خطبے پڑھے اور سنے جاتے تھے، جیساکہ زید شہید کے واقعہ سے ظاہر ہوا اور ادبا اس کو زبانی حفظ کرتے تھے، جیساکہ عبدالحمید اور ابن مقفّع کے تصریحات سے ظاہر ہوا۔

اور تیسری صدی میں متعدد مصنّفین نے جو جو خطبے ان تک پہنچے تھے، ان کو مدوّن کیا۔ ایسی صورت میں جناب سیّد رضی کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ ان تمام ذخیروں کو نظر انداز کر کے یہ دماغی کاوش و کاہش گوارا کریں کہ وہ از خود کلام امیرالمومنین کے نام سے کوئی چیز تصنیف کریں۔

چھٹا امر یہ ہے کہ ان تمام ذخیروں کے سابق سے موجود ہونے کے بعد ظاہر ہے کہ علامہ سیّد رضی کے لئے یہ تو قطعی ممکن نہیں تھا کہ وہ ان تمام ذخائر کو تلف کرا دیتے اور پھر اسی کی ترویج کرتے جو انہوں نے کلام امیرالمومنین قرار دیا تھا۔ یہ قطعی ناممکن تھا اگر وہ ذخیرہ کسی ایک مصنف کے پاس کسی ایک دُور و دراز جگہ ہوتا، تو یہ امکان بھی تھا، جیساکہ مشہور ہے۔ کہ شیخ ابوعلی سینا نے فارابی کے تمام مصنفات کو کسی شخص سے حاصل کر کے انہیں تلف کر دیا اور ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ یہاں یہ صورت قطعاً ناممکن تھی جب کہ وہ کلام ادبا کے سینوں میں محفوظ تھا۔ اطراف و اقطارِ عالم اسلامی میں منتشر تھا اور بہت سے مصنفین اس کی تدوین کر چکے تھے۔ پھر جبکہ سید رضی کی تصنیف کے ساتھ ان ذخائر کا موجود ہونا لازمی تھا تو اگر سید رضی کا جمع کردہ کلام اس ذخیرہ سے مختلف ہوتا یا اسلوب بیان میں اس سے جدا ہوتا تو وہ تمام ادبا زمانہ خطبائے روزگار، علمائے وقت جو اس کلام کو دیکھتے ہوئے، پڑھے ہوئے یا یاد کیے ہوئے تھے، صدائے احتجاج بلند کر دیتے، ان میں تلاطم ہو جاتا اور سید رضی تمام دنیا میں اس کی وجہ سے بدنام ہو جاتے۔ کم از کم کوئی ان کے ہم عصر ادبا میں سے اس کی تنقید ہی کرتا ہوا ایک کتاب ہی اس موضوع پر لکھ دیتا کہ امیرالمومنین کا جو کلام اب تک محفوظ رہا۔ یہ سید رضی کے جمع کئے ہوئے ذخیرہ سے مختلف ہے۔ خصوصاً جب وہ وجہ جو بعد میں ایک طبقہ کو اس باب میں انکار یا تشکیک کی موجب ہوئی، جس کی تفصیل کسی حد تک آئندہ درج ہو گی۔ وہ ایک مذہبی بنیاد تھی۔ یعنی یہ کہ نہج البلاغہ میں ان افراد کے بارے میں جنہیں سوادِ اعظم قابل احترام سمجھتا ہے۔ کچھ تعریضات یا انتقادی کلمات ہیں۔

ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ سلطنتِ عباسیہ کے دارالسلطنت میں لکھی گئی جو اہل سنت کا علمی مرکز تھا۔ اس وقت بڑے بڑے علماء، حفاظ، ادبا، خطبا، اہل سیر اور محدثین اہل سنت میں موجود تھے اور ان کا جم غفیر خاص بغداد میں موجود تھا اگر امیرالمومنین کے وہ خطبات جو ابن المقفّع، ابن نباتہ، عبدالحمید ابن یحییٰ، جاحظ اور دیگر مسلم الثبوت ادبا کے دور میں

موجود تھے، ان تعریفات سے خالی تھے اور اس قسم کے مضامین ان میں نہ تھے، بلکہ فطری طور پر اس صورت میں اس کے خلاف چیزوں پر انہیں مشتمل ہونا چاہیئے تھا، تو اس وقت کے اہل سنت کے علماء اس پر قیامت برپا کر دیتے اور اس کو اپنے مذہب کے خلاف ایک عظیم حملہ تصور کر کے پورے طور سے اس کا مقابلہ کرتے اور اس کی دھجیاں اڑا دیتے۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ کوئی دھیمی سی آواز بھی اس کے خلاف بلند نہیں ہوئی۔ یہ اس کا قطعی ثبوت ہے کہ سید رضی کے جمع کردہ مجموعہ میں کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ وہی تھا جو اس کے پہلے مضبوط و مدوّن، متداول و محفوظ رہا تھا۔ علماء قطعاً اس سے اجنبیت نہ رکھتے تھے بلکہ اس سے مانوس اور اس کے سننے کے اور یاد کرنے کے عادی تھے وہ اس ادبی ذخیرہ کو اس کی ادبی افادیت کے اعتبار سے سر آنکھوں پر رکھتے تھے اور اس تنگ نظری میں مبتلا نہ تھے کہ چونکہ اس میں کچھ چیزیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں۔ اس لیئے اس کا انکار کیا جائے یا اس سے اجنبیت برتی جائے۔

ساتواں امر یہ ہے کہ بہت سی کتابیں علامہ رضی کے قبل کی اس وقت بھی ایسی موجود ہیں، جن میں امیرالمؤمنین کے اکثر مواقع کے کلام یا خطبات کو کسی مناسبت سے ذکر کیا ہے، جیسے جاحظ متوفی ۲۵۵ھ کی البیان والتبیین، ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ کی عیون الاخبار و غریب الحدیث، ابن واضح یعقوبی متوفی ۲۷۸ھ کی مشہور تاریخ، ابو حنیفہ دینوری متوفی ۲۸۲ھ کی اخبار الطوال، ابوالعباس المبرد متوفی ۲۸۶ھ کی کتاب الکامل مشہور مورخ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کی تاریخ کبیر، ابن درید متوفی ۳۲۱ھ کی کتاب المجتنیٰ، ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ کی عقد الفرید، ثقۃ الاسلام کلینی متوفی ۳۲۹ھ کی مشہور کتاب کافی، مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کی تاریخ مروج الذہب، ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ کی کتاب اغانی، ابوعلی قالی متوفی ۲۵۶ھ کی کتاب النوادر، شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ کی کتاب التوحید اور اُن کے دوسرے جوامع حدیث، شیخ مفید رحمہ اللہ متوفی ۴۱۶ھ اگرچہ تاریخِ وفات کے اعتبار سے جناب رضی سے موخر ہیں مگر ان کے استاد ہونے کی وجہ سے طبقۃً مقدم ہیں۔ ان کی کتاب الارشاد اور کتاب الجمل۔ ان تمام کتابوں میں جو حضرت کے خطبے درج ہیں، ان کا جب مقابلہ علامہ سید رضی کے مندرجہ خطب اور اجزاء کلام سے کیا جاتا ہے تو اکثر تو وہ بالکل متحد ہوتے ہیں اور نہج البلاغہ میں ایسا درج شدہ کلام اگر کوئی ہے جو ان کتابوں میں درج نہیں ہے۔ یا ان کتابوں میں کوئی کلام ایسا ہے جو نہج البلاغہ میں مذکور نہیں ہے۔ تو اسلوبِ بیان اور اندازِ کلام، تسلسل و بلند آہنگی، جوش و حقائق نگاری کے لحاظ سے یقیناً متحد ہوتا ہے۔ جس میں کسی واقف عربیت کو شک نہیں ہو سکتا۔ امیرالمومنین کے اس کلام کا جو نہج البلاغہ میں درج ہے اس تمام کلام سے جو حضرت کی طرف نسبت دے کر اور دوسری کتابوں میں درج ہے۔ متحد الاسلوب ہونا پھر اس پہلو کے ضمیمہ کے ساتھ جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا کہ وہ خود سید رضی کے اس کلام سے جو نہج البلاغہ میں بطور مقدمہ یا بطور تبصرہ موجود ہے۔ بالکل مختلف ہونا ایک غیر جانبدار شخص کے لئے اس کا کافی ثبوت ہے کہ یہ واقعی امیرالمومنین ہی کا کلام ہے۔ جسے علامہ سیّد رضی نے صرف جمع کیا ہے۔

آٹھواں امر یہ ہے کہ خود علامہ سیّد رضی کے معاصرین یا ان سے قریب العہد متعدد لوگوں نے بطورِ خود بھی کلام امیرالمومنین

کے جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کیا ہے۔ جیسے ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ نے تجارب الامم میں، حافظ ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے حلیۃ الاولیاء میں، شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے جو شیخ مفید رحمہ اللہ سے تلمذ کی حیثیت سے علامہ رضی کے ہم طبقہ اور علم الہدےٰ سید مرتضیٰ کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے اور نیز سال وفات کے اعتبار سے ان سے ذرا موخر ہیں۔ اپنی کتاب، تہذیب اور کتاب الامالی میں، نیز عبدالواحد ابن محمد ابن عبدالواحد آمدی جو اسی عصر کے تھے اپنی مستقل کتاب غرر الحکم و درر الکلم جو امیرالمومنین کے مختصر کلمات پر مشتمل ہے اور مصر وصیدا اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے اور اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ نیز ابوسعید منصور ابن حسین آبی وزیر متوفی ۴۲۲ھ اپنی کتاب نزہۃ الادب و نثر الدرر میں جس کا ذکر کشف الظنون باب النون میں ہے اور قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قطاعی شافعی متوفی ۴۵۳ھ جن کی عظیم الشان کتاب اس موضوع پر دستور معالم الحکم کے نام سے ہے اور وہ مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ یہ سب تقریباً سید رضی کے معاصرین ہی ہیں۔ ان سب کی کاوشیں ہمارے سامنے موجود ہیں سوائے ابوسعید منصور کی کتاب کے جس کا کشف الظنون میں تذکرہ ہے۔ باقی سب کتابیں مطبوع و متداول ہیں۔ ان میں جو کلام مندرج ہے وہ بھی علامہ سید رضی کے درج کردہ کلام سے عیناً متحد یا اسلوب میں متفق ہی ہے پھر اگر سید رضی کی نسبت یہ تصور کیا جائے کہ انہوں نے خود اس کلام کو تصنیف کر دیا ہے تو ان تمام جامعین اور اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کرنے والے دوسرے افراد کو کیا کہا جائے گا۔ پھر ان کی نسبت بھی یہی تصور کرنا چاہیئے۔ جبکہ ان میں سے سب یا زیادہ افراد یقیناً جلالت شان اور ورع و تقویٰ وغیرہ میں علامہ سید رضی سے بالاتر نہیں ہوتے۔ اب اگر ان سب کی نسبت یہی خیال کیا جائے، تو خیر علامہ سید رضی تو اشعر الطالبیین تھے اور کتب سیر انہیں خود ادیب اور فصاحت و بلاغت میں معراج کمال پر ظاہر کرتی ہیں۔ مگر ان میں سے ہر شخص کی نسبت تو یہ تصور قطعی غلط ہے کہ وہ سب علامہ سید رضی ہی کے ادبی حیثیت سے ہم پایہ تھے۔ پھر ایسے مختلف المرتبہ اشخاص کی ذہنی کاوشوں اور قلمی ثمرات میں اتنا ہی فرق کیوں نہیں ہے، جو خود ان اشخاص کے مبلغ علمی میں یقینی طور پر پایا جاتا ہے۔ اشخاص کہ جو کلام کے جمع کرنے والے ہیں۔ ان میں آپس میں زمین و آسمان کا فرق اور کلام جو انہوں نے جمع کیا ہے وہ سب ایک ہی مرتبہ، ایک ہی شان کا اسے دیکھتے ہوئے سوائے ایسے شخص کے جو جان بوجھ کر حقیقت کے انکار کرنے پر تلا ہوا ہو اور کسی کو اس میں شک و شبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا کہ ان اشخاص کا کارنامہ صرف جمع و تالیف ہی ہے جس میں ان کے سلیقہ اور ذوق کا اختلاف فقط شانِ ترتیب اور عنوان تالیف میں نمودار ہوتا ہے، لیکن اصل کلام میں ان کی ذاتی قابلیت، ذہانت اور مبلغ علمی اور معیارِ ادبی کو ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔

نواں امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا افراد اگرچہ اپنے زمانۂ حیات کے کچھ حصوں میں علامہ سید رضی سے متحد ہیں مگر ان میں سے متعدد افراد کے سالِ وفات کو دیکھتے ہوئے یہ یقین ہے کہ ان کا زمانہ جمع و تالیف نہج البلاغہ سے موخر ہے اور اس کے بعد ایک ایسا طبقہ ہے جو بالکل علامہ رضی سے موخر ہی ہے۔ جیسے ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۵ھ، سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ

اور اس کے بعد بہت سے مصنفین۔ ظاہر ہے کہ علامہ رضی کی کتاب نہج البلاغہ گوشہ گمنامی میں اور ان لوگوں سے مخفی نہ تھی۔ ان لوگوں کا محرک اس جمع و تالیف پر صرف یہ تھا کہ علامہ سید رضی نے انتخاب سے کام لیتے ہوئے یا ماخذوں کی کمی سے یا ان نسخوں کے کرم خوردہ یا ناقص ہونے کی وجہ سے جو ان کے پاس تھے، بہت سے اجزاء کلام امیرالمومنین کے نقل نہیں بھی کئے تھے۔ اس لئے مصنفین کو مستدرک اور مستدرک در مستدرک کی ضرورت پڑتی رہی، جس کا سلسلہ ماضی قریب میں علامہ شیخ ہادی آل کاشف الغطاء تک جاری رہا۔ جنہوں نے مستدرک نہج البلاغہ تحریر فرمایا۔ جو نجف اشرف میں طبع ہو چکا ہے۔ اگر علامہ سید رضی کے قریب العہد یا ان کے بعد کے اہل قلم میں کسی کو بھی نہج البلاغہ کے مندرجہ کلمات و خطب میں یہ خیال ہوتا کہ یہ جناب سید رضی نے تصنیف کر کے اس میں شامل کر دیئے ہیں تو وہ سب بالخصوص معاصرین جو کسی رعایت کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتے، اپنی کتابوں کی وجہ تالیف میں اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے، کہ چونکہ اس کے قبل جو کتاب امیرالمومنین کے خطبوں پر مشتمل کہہ کر لکھی گئی ہے۔ اس میں آپ کا اصل کلام موجود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ساختہ و پرداختہ اور وضعی ہے۔ اس لئے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم آپ کا اصل کلام منظر عام پر لائیں۔ جب کہ ایسا نہیں ہوا اور یہ بالکل مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ان سب کے نزدیک علامہ سید رضی نے جو کلام جمع کیا، وہ بلاشبہ کلام امیرالمومنین کی حیثیت سے اس کے پہلے سے مدوّن و متداول تھا اور ان کو سیّد رضی سے شکایت صرف بعض خطبوں کو چھوڑ دینے یا احاطہ و استقصا نہ کرنے یا شان ترتیب و عنوان تالیف میں کسی مناسب تر صورت کو اختیار نہ کرنے ہی کی تھی، جس کے لئے انہوں نے بھی اس بارے میں کوشش ضروری سمجھی، جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور ممکن ہے کہ بعض مصنفین اب بھی کسی خاص ترتیب سے نہج البلاغہ کے مندرجہ خطب کو دیکھنے کے متمنی ہوں۔ یہ دوسری چیز ہے اور اصل کلام کے بارے میں کسی شک و شبہ کا رکھنا دوسری چیز ہے۔

دسواں امر یہ ہے کہ تلاش کی جاتی ہے تو نہج البلاغہ کے مندرجہ خطب و اقوال کا پتہ۔ اب بھی بعینہٖ الفاظہا نہج البلاغہ کے قبل تالیف شدہ کتابوں میں مل جاتا ہے اور جب کہ اکثر حصہ اس کا قبل کی کتابوں میں مندرج موجود ہے۔ تو تھوڑا سا حصہ اگر دستیاب نہ بھی ہو۔ تو ایک معتدل ذہن میں اس سے کوئی شک و شبہ پیدا نہیں ہو سکتا، جب کہ یہ معلوم ہے کہ دنیا میں مختلف حوادث کے ذیل میں کتابوں کے اتنے ذخیرے تلف ہوئے ہیں جو اگر موجود ہوتے تو یقیناً موجودہ ذخائر سے بدرجہا زیادہ ہوتے خود تاریخ نے کلام امیرالمومنین کے جن جمع شدہ ذخیروں کا پتہ علامہ سید رضی کے قبل ہم تک پہنچا دیا ہے۔ وہی سب اس وقت کہاں موجود ہیں؟ اس لئے اگر بعض مندرجات رائج الوقت کتابوں میں نہیں بھی ملتے تو ذہن یہی فیصلہ کرتا ہے کہ ان کتابوں میں موجود ہوں گے، جن تک ہمارا اس وقت دسترس نہیں ہے۔ نہج البلاغہ کے مندرجات کے ان حوالوں کو پہلے علامہ شیخ ہادی کاشف الغطاء نے مستدرک نہج البلاغہ کے اثنائے تالیف ہی میں مدارک نہج البلاغہ کے نام سے مرتب کیا تھا۔ جو غالباً مکمل شائع نہیں ہوا ہے اور ایک قابل قدر کوشش رامپور کے ایک سنّی فاضل عرشی صاحب

تے کی ہے، جو فاران کراچی میں مقالہ کی صورت میں شائع ہوئی ہے اور مزید تلاش کی جائے تو اس سلسلہ میں مزید کامیابی کا بھی امکان ہے۔

گیارھواں امر یہ ہے کہ محققین علمائے شیعہ کا رویہ دیکھا جائے تو وہ ہر اس کتاب یا مجموعہ کو جو معصومین میں سے کسی کی طرف منسوب ہو بلا چون و چرا صرف اس لئے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے کہ وہ معصومین کی جانب منسوب ہے۔ بلکہ وہ پوری فراخ حوصلگی کے ساتھ محققانہ فریضہ کو انجام دیتے ہوئے اگر وہ قابلِ انکار ہوتا ہے تو کھل کر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اگر مشکوک ہوتا ہے تو شک و شبہ کا اظہار کر دیا کرتے ہیں اور اس طرح بہت سے وہ ذخیرے جو کلامِ معصومین کے نام سے موجود ہیں۔ مقامِ اعتبار میں مختلف درجے اختیار کر چکے ہیں مثلاً دیوان امیرالمومنین بھی تو بطور کلام علی ہی رائج ہے مگر علماء شیعہ بلا رو رعایت اسے غلط سمجھتے ہیں۔ اس سے بالاتر ذرا درجہ تفسیر امام حسن عسکریؑ کا ہے۔ حالانکہ وہ شہرت میں تقریباً نہج البلاغہ سے کم نہیں ہے۔ اور شیخ صدوق ایسے بلند مرتبہ قدیم محدث نے اس پر اعتماد کیا ہے مگر اکثر علمائے شیعہ اسے تسلیم نہیں کرتے، یہاں تک کہ ہمارے قریبی دور کے محقق علامہ شیخ محمد جواد بلاغی نے ایک پورا رسالہ اس کے غلط ہونے کے اثبات میں لکھ دیا ہے۔ فقہ الرضا امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے مگر اس کے اعتبار اور عدم اعتبار کی بحث ایک مہتم بالشان علمی مسئلہ بن گئی ہے۔ جس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح جعفریات اور امام رضا علیہ السلام کا رسالہ ذہبیہ وغیرہ کوئی نقد و بحث سے نہیں بچا ہے۔ اس رویہ کے باوجود سید رضی کے بعد سے اس وقت تک کسی دور میں بھی کسی شیعہ عالم کا نہج البلاغہ کے خلاف آواز بلند نہ کرنا اور اس میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ کا اظہار نہ کرنا اس کا ثبوت قطعی ہے کہ ان سب کی نظر میں اس کی حیثیت ان تمام مجموعوں سے ممتاز اور جداگانہ ہے۔ نہج البلاغہ کے ہم پلہ اس حیثیت سے اگر کوئی کتاب ہے تو وہ صرف صحیفۂ کاملہ جو اسی طرح مسلّم طور پر امام زین العابدین علیہ السلام کے کلام کا مجموعہ ہے اور کوئی کتاب اس ذیل میں ان دونوں کے ہم مرتبہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ کا نتیجہ یہ ہے کہ علامہ سید رضی کے بعد تقریباً دو ڈھائی سو برس تک نہج البلاغہ کے خلاف کوئی آواز اٹھتے ہوئے معلوم نہیں ہوتی بلکہ متعدد علمائے اہل سنت نے اس کی شرحیں لکھیں جیسے ابوالحسن علی ابن ابی القاسم بیہقی متوفی ۵۶۵ھ امام فخر الدین متوفی ۶۰۶ھ۔ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۵ھ علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ۔ غالباً انہیں علمائے اہل سنت کے شرح وغیرہ لکھنے کا یہ نتیجہ تھا کہ عوام میں نہج البلاغہ کا چرچا پھیلا اور اس کے ان مضامین کے بارے میں جو خلفاء ثلاثہ کے بارے میں ہیں۔ اہل سنت میں بے چینی پیدا ہوئی اور اب آپس میں بحثیں شروع ہو گئیں اور اس کی وجہ سے علماء کو اپنے اصولِ عقائد سنبھالنے کے لئے اور عوام کو تسلی دینے کے لئے نہج البلاغہ کے بارے میں شکوک و شبہات اور رفتہ رفتہ انکار کی ضرورت پڑی، چنانچہ سب سے پہلے ابنِ خلکان متوفی ۶۸۱ھ نے اس کو مشکوک بنانے کی کوشش کی اور علامہ سید مرتضیٰ کے حالات میں یہ لکھا کہ:-

قد اختلف الناس فی کتاب نہج البلاغة المجموعة من کلام علی ابن ابی طالب هل هو جمعه او اخوه الرضی وقد قیل انه لیس من کلام علی ابن ابی طالب و انما الذی جمعه ونسبه الیه هو الذی وضعه والله اعلم

لوگوں میں کتاب نہج البلاغہ کے بارے میں جو امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے کلام کا مجموعہ ہے اختلاف ہے کہ وہ انہی (سید مرتضیٰ) کا جمع کردہ ہے یا ان کے بھائی سید رضی کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جناب امیر کا کلام ہی نہیں ہے، بلکہ جسے جامع سمجھا جاتا ہے، اس کی یہ تصنیف ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ امر بہت قابل لحاظ ہے کہ نہج البلاغہ کے بارے میں اختلافی آواز ڈھائی صدی کے بعد بھی نہج البلاغہ کے تالیف کے مرکز یعنی بغداد یا ملک عراق کے کسی شہر سے بلند نہیں ہوئی، بلکہ مغربی مملکت جہاں بنی امیہ کی سلطنت تھی اور قیروان و قرطبہ میں جس سلطنت کے زیر اثر علمار کی پرورش ہورہی تھی وہاں ابن خلکان مغربی کی زبان سے یہ آواز بلند ہورہی ہے ظاہر ہے کہ یہ لوگ جنہیں اختلاف الناس کہا جارہا ہے یہ مسلمان دارالخلافہ کے کوئی ذمہ دار افراد نہیں ہیں ورنہ اختلف العلماء، اختلف المحققون، اختلف الادباء ایسے وقیع الفاظ درج کئے جاتے بلکہ یہ الناس اموی سلطنت کے پروردہ مملکت مغربیہ کے سنی عوام ہیں جنہیں یہ خبر تک نہیں ہے کہ یہ کتاب سید رضی کی جمع کردہ ہے یا سید مرتضیٰ کی اور یہ جناب ابن خلکان کا تقیہ ہے کہ وہ خود اپنے اطلاعات کو جو اس کتاب اور اس کے جامع کے بارے میں یقیناً ان کو تھے، پیش نہیں کرتے بلکہ عوام کے جذبات کی تسلی کے لئے خود انہیں عوام کے اختلافات کی ترجمانی کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ اسے سید مرتضیٰ کا جمع کردہ کہتے ہیں اور بعض سید رضی کا اور خود ان کے ضمیر کا فیصلہ پہلے آجاتا ہے کہ جمع کرنے والا کوئی بھی ہو۔ لیکن ہے وہ کلام امیرالمومنین ہی کا اور پھر عوامی جذبات کو ٹھیس پہنچنے کے اندیشے سے وہ بعض ان متعصب مجہول الاسم والرسم اشخاص کے اس عذر کو جو اس کے مضامین کے تسلیم کرنے سے گریز کے لئے وہ مقام مناظرہ میں پیش کرتے تھے کہ ہم اسے کلام علی ہی تسلیم نہیں کرتے وہ قیل کہہ کے ذکر کر دیتے ہیں کہ بعض ایسا کہتے ہیں کہ یہ امیرالمومنین کا کلام ہے ہی نہیں بلکہ جس نے جمع کیا ہے اسی نے اس کو تصنیف کر دیا ہے۔ یہ خود قیل اس قول کے ضعف کے لئے کافی تھا لیکن خود ان کا ضمیر اس قیل سے چونکہ مطمئن نہیں ہے لہٰذا آخر میں واللہ اعلم کہہ کے وہ اس میں مزید شک و شبہ کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں۔ اس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ابن خلکان اس بارے میں اپنے فیصلہ کو ماحول کے دباؤ سے ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور وہ صرف عوام کی باہمی چہ میگوئیوں کا تذکرہ کر کے اپنا دامن بچائے جانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تشکیک کا علمی دنیا میں کوئی وزن ہی نہیں مانا جا سکتا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ اگرچہ علامہ ابن خلکان نے اپنے ضمیر کی تحریک سے بہت حد تک اپنے کو نہج البلاغہ کے انکار کی ذمہ داری سے بچایا تھا مگر ان کے ان الفاظ نے بعد والے میدان مناظرہ کے پہلوانوں کو آسانی سے

یہ داؤں بتا دیا کہ وہ نہج البلاغہ کے کلام امیر المومنین ہونے کا انکار کر دیں۔ چنانچہ اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی نے جو اپنے دور کے انتہائی متعصب شخص تھے۔ یہ جرأت کی کہ وہ اس شک کو یقین کا درجہ دے دیں اور انہوں نے سید مرتضیٰ کے حالات میں لکھ دیا کہ

من طالع کتابہ نھج البلاغۃ جزم بانہ مکذوب علی امیر المومنین ففیہ السب الصریح بل حط علی السیدین ابی بکر وعمر۔

جو شخص ان کی کتاب نہج البلاغہ کو دیکھے وہ یقین کر سکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کی طرف اس کی نسبت بالکل جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ اس میں کھلا سب وشتم اور ہمارے دونوں سرداروں ابو بکر و عمر کی تنقیص ہے۔

اب آپ ذرا اس عجیب رفتار کو دیکھئے کہ تالیف نہج البلاغہ سے دو ڈھائی سو برس بعد یعنی ابن خلکان کے عہد تک تو اختلاف یا شک و شبہ کا بھی نہج البلاغہ کے بارے میں پتہ نہیں چلتا۔ اس کے بعد ابن خلکان ملک مغرب میں بیٹھ کر عوام الناس کے اختلاف کا اس بارے میں اظہار کرتے ہیں کہ یہ سید مرتضیٰ کی جمع کردہ کتاب ہے یا سید رضی کی اور ایک ضعیف قول اس کا بیان کرتے ہیں کہ اس کی نسبت امیر المومنین کی جانب غلط ہے۔ اور پھر واللہ اعلم کہہ کر اس تغلیط کو مشکوک کرتے ہیں۔ یہ اس وقت جب کہ قرب عہد کی وجہ سے پھر بھی ذرائع اطلاع زیادہ ہو سکتے تھے اور اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی پہلے تو بیک گردش قلم اس اختلاف کو جو جامع کے بارے میں تھا، ختم کر کے اسے سید مرتضیٰ کا کارنامہ قرار دے دیتے ہیں اور پھر اس شک کو یقین کا درجہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ جو بھی نہج البلاغہ کا مطالعہ کرے وہ ایسا ہی یقین کرے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے وقت تک تین سو برس میں گویا کسی نے اس کتاب کا مطالعہ ہی نہ کیا تھا یا انہیں کوئی ایسی عینک مل گئی ہے جو اس کے پہلے کسی کے پاس نہ تھی اور اب وہ اسی عینک سے اپنے دور کے بعد ہر شخص کو نہج البلاغہ کے مطالعہ کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ عینک کیا ہے اسے خود اپنے آخر کلام میں درج کر دیتے ہیں۔ علمی حیثیت سے اصولِ روایت کے لحاظ سے تنقیدی قوانین کے پیشِ نظر انہیں چاہیئے تھا کہ اس کی نسبت غلط ہونے کے ثبوت میں امیر المومنین کا وہ مسلم کلام پیش کرتے جو سید رضی کے علاوہ دوسرے مستند ماخذوں سے ان کے نزدیک مسلم ہوتا اور وہ سید رضی کے مندرجہ مضامین سے مختلف ہوتا خود سید رضی کے زمانہ والے مصنفین کے انتقادات کا حوالہ دیتے کہ انہوں نے بھی اسے غلط قرار دیا ہے۔ اس تین سو برس کی مدت میں دوسرے علماء و ناقدین نے جو کچھ اس کی ردّو قدح کی ہوتی اسے پیش کرتے مگر ان کے جیب و دامن تحقیق میں کوئی ایسی سند موجود نہیں ہے ان کی دلیل اس نسبت کے یقینی طور پر جھوٹ ہونے کی صرف یہ ہے کہ اس میں ان کے دو سرداروں کی تنقیص ہے۔ کیا علمی دنیا میں اس دلیل کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے یہ بالکل ایسا ہے جیسے قرآن نازل ہونے کے چند صدی بعد کوئی طبقہ مشرکین کا قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے صرف اس لئے انکار کرے کہ اس میں ان کے الٰہہ کے خلاف تنقیص و مذمت کی آیتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حقیقت کو اپنے جذبات کا تابع بنا

کر اگر جانچا جائے، تو کوئی حقیقت باقی ہی نہیں رہ سکتی لو اتبع الحق اھوائھم لفسدت السموٰت والارض اس دروازہ کے کھل جانے کے بعد تمام اصولِ روایت و درایت معطل و بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر عقیدہ اور خیال کا انسان پھر ہر قوی سے قوی نص کو صرف اس بنا پر رَد کر دے گا۔ کہ وہ اس عقیدہ اور خیال کے خلاف ہے۔ جہاں تک خلفائے ثلاثہ کے مقابل میں شیعوں کے استدلال کا تعلق ہے وہ احادیثِ رسولؐ یہاں تک کہ صحاح ستہ میں درج شدہ اخبار و احادیث سے بھی اس میں تمسک کرتے ہیں اور نہج البلاغہ کے مندرجات سے کچھ کم وہ احادیثِ پیغمبرؐ سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ محتاط اور علمی اصول کے کسی حد تک پابند علماء اہلِ سنت کا یہ طریقہ رہا کہ وہ ان احادیث کے مضامین و مطالب کے تاویلوں سے ہمیشہ کام لیتے رہے اور بالکل ان احادیث کے انکار کی جرأت نہیں کی۔ مناظرانہ ضرورتوں سے انکار نصوص کا یہ رجحان جس کا مظاہرہ ذہبی نے کیا ہے یہ بڑھتے بڑھتے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے زمانہ میں یہاں تک آیا کہ شروع شروع عیسائی مبلغین سے مناظرہ میں انہیں وفاتِ مسیحؑ کے خیال کو پیش کرنے کی ضرورت پڑی۔ صرف اس جذبہ کے ماتحت کہ جناب عیسیٰؑ کی یہ ایک طرح کی فضیلت عیسائی پیش کرتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں، لہذا اس کو ختم کرنا چاہیئے۔ انہوں نے اس مناظرانہ ترکیب کو اصل قرار دیا اور پھر جو اسلامی نصوص اور متفق علیہ احادیث اس بارے میں تھے۔ ان سب کا انکار کر دیا اور آخر میں خود ان کے دعوائے مسیحت کے لئے ایک راستہ بن گیا۔ یہی جذبہ ترقی کر کے اب اہلِ قرآن کے ہاتھوں، جن کی نمائندگی طلوع اسلام وغیرہ کر رہے ہیں، یہاں تک پہنچا ہے کہ وہ یہ دیکھتے ہوئے کہ طبری اور دوسرے مفسرین اور مورّخین سب کے یہاں کچھ نہ کچھ شیعوں کے موافق باتیں موجود ہیں۔ اس لئے کلیتاً احادیث تفاسیر اور تواریخ کے اعتبار پر انہوں نے ضرب لگا دی ہے اور ان سب کے انکار کی یہی بنیاد ہے کہ ان لوگوں نے شیعوں کے موافق چیزیں درج کی ہیں۔ لہذا یہ سب جھوٹ ہے جو عمارت ایک غلط اساس پر قائم کی جاتی ہے، اس کا آخری انجام یہی ہوتا ہے۔ کاش، یہ لوگ حقیقت کو صرف حقیقت کے اعتبار سے دیکھتے اور پھر اپنے جذبات کو اس کے ماتحت لانے کی کوشش کرتے جو ایک عام مسلمان کا فریضہ ایمانی ہے چہ جائیکہ وہ افراد جو اپنے کو علماء اسلام قرار دیتے ہوں یا دنیا میں اس حیثیت سے متعارف ہوں۔

اس کے بعد کی صدیوں میں یہ دروازہ پاٹوں پاٹ کھل ہی گیا تھا۔ چنانچہ اب تو مناظرہ کے میدان کا یہ بہت ہی عام ہتھیار بن گیا کہ جب نہج البلاغہ کا کوئی کلام پیش ہو تو اسے غلط کہہ دیا جائے۔ اس کے بعد پھر موجودہ دور میں تو اور بھی بہت سے جذبات کار فرما ہو گئے ہیں۔ مثلاً تجدد پسند طبقے کا یہ رجحان کہ عورت ہر بات میں مرد کے برابر ہے، جب نہج البلاغہ کے مندرجات سے مجروح ہوتا ہے تو اس جذبہ کے تحفظ کے لئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ حضرت علی کا کلام نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں عورتوں کی تنقیص ہے اور موجودہ سائنس سے اس کے نظریات کو ٹکراتے ہوئے دیکھا جاتا ہے تو سائنس کو اصل قرار دے کر اس کا انکار کر دیا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی کا کلام ہو۔ یہ کبھی اس جذبہ کے ماتحت کہ اس میں ان علوم و فنون کی حقیقتوں کا اظہار ہے جسے بعد والے اپنے وقت کا کارنامہ سمجھتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ

یہ کلام بعد کی پیداوار ہے۔ اس لئے کہ اس وقت عرب میں یہ علوم و فنون تھے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ کسی ایک لفظ مثلاً سلطان بمعنی بادشاہ کو حادث قرار دے کر اس لفظ کے استعمال کو نہج البلاغہ میں اس کی دلیل بنایا جاتا ہے کہ یہ جناب امیر کی زبان سے نہیں نکل سکتا حالانکہ یہ سب باتیں صرف اپنی خواہشوں کے تکمیل کا ایک بہانہ ہیں اور اپنے مزعومات کو اصل قرار دے کر حقیقتوں کو ان کا تابع بنا لینے کا کرشمہ ہے۔ قرآن مجید میں درج شدہ حقائق کب ایسے ہیں جو اس وقت کے عربوں کو معلوم ہوں اور احادیثِ رسول کے بہت سے معارف کب اس وقت کی دنیا کو معلوم تھے جو باب مدینۃ العلم کے اقوال میں کچھ ایسے علوم و فنون کے انکشاف پر تعجب کیا جائے، جن کو اس وقت کی دنیا کی خبر نہ تھی۔ ہر لفظ جس کے لئے کسی قدیم عربی شعر کو سند میں پیش کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شعر سے پہلے اس کے ماخذ کا ہمیں علم نہیں ہوتا، ورنہ اس شعر کو ہم سند ہی قرار دینے کی کیوں زحمت محسوس کرتے تو کیا اس تصور کو حقیقت قرار دے کر کہ اس کے پہلے یہ لفظ کہیں نہیں ہے۔ ہم اس شعر کا انکار کر دیں گے یا صحیح طریقہ یہ ہوگا اور یہی اصول معمول بہ ہے کہ اس شعر میں اس لفظ کے وجود سے خود ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس لفظ کا زبانِ عرب میں رواج تھا۔ اسی طرح ہم آخر لفظ سلطان میں یہ اصول کیوں اختیار کرتے ہیں کہ ہم اپنے اس مزعومہ کو وحی منزل قرار دیں کہ یہ لفظ حادث ہے اور کلام عرب میں موجود نہ تھی۔ خود جناب امیر علیہ السلام کے کلام میں اس کا وارد ہونا اس کا ثبوت کیوں نہ ہو کہ یہ لفظ چاہے عام اکثریت کی زبان پر جاری نہ ہو۔ لیکن وہ کلیتہً مفقود نہیں تھی اور اس کا شاہد یہی کلام امیر المومنین کیوں قرار نہ پائے۔ پھر السلطان کو لفظی طور پر بمعنی ملک قرار دینے کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ وہ بمعنی مصدری یعنی حکومت و اقتدار اور غلبہ یقینی موجود تھا اور قرآن مجید میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں۔ ذریعۂ غلبہ ہونے ہی کی بنا پر دلیل کو سلطان کہا گیا ہے جس طرح اسی اعتبار سے اس کو حجت کہا جاتا ہے اور یہی معنی مصدری بعد میں اسمی شکل اختیار کر کے بمعنی ملک ہو گئے ہیں تو اس میں کیا دشواری ہے کہ اذا تغیر السلطان تغیر الزمان میں ہم السلطان کو حاکم کے معنی میں نہیں، بلکہ حکومت و اقتدار کے معنی میں لیں، جو ہماری زبان میں بھی بمعنی حاکم برابر رائج ہے۔ لفظی طور پر یہ معنی نہ کہیں کہ جب بادشاہ بدلتا ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے۔ بلکہ یہ معنی کہیں کہ جب اقتدار بدلتا ہے تو زمانہ میں بھی تغیر ہو جاتا ہے۔ نتیجہ وہی ایک ہے مگر وہ ہمارا مزعومہ بھی اگر ہمیں بہت عزیز ہو تو اس صورت میں محفوظ رہتا ہے۔ غرض یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں، جو کسی اصولِ روایت و درایت پر منطبق نہیں ہوتیں۔ خلفاء کے بارے میں نہج البلاغہ میں ہرگز کوئی ایسی سخت بات نہیں ہے جو دوسری کتابوں میں موجود نہ ہو اور جناب امیر علیہ السلام کے ان رجحانات کے مطابق نہ ہو، جو مسلم الثبوت حیثیت سے دوسرے کتب اہل سنت میں بھی موجود ہیں۔ ایسی صورت میں اس قسم کے الفاظ کا حضرت کی زبان پر آنا تو اس کا ثبوت ہے کہ وہ آپ کا کلام ہے۔ ہاں اگر آپ کے واقعی رجحانات کے خلاف اس میں الفاظ ملتے تو اس پر تو غور کرنے کی ضرورت ہوتی کہ وہ کس بناء پر ہیں یا انہیں کسی مجبوری کا نتیجہ قرار دینا پڑتا۔ جیسے بعض علماء کے خیال کے مطابق للہ بلاد فلان والا خطبہ یہی نوعیت رکھتا ہے مگر وہ کلام جو اپنے متکلم کے خیالات کا

نمایاں طور پر آئینہ بردار ہو اُسے تو کسی حیثیت سے اس متکلم کی طرف نسبت صحیح ماننے میں تامل کا کوئی سبب ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود ابن خلکان کے اس اظہار تذبذب اور ذہبی کے اس جسارت انکار کے پھر بھی منصف مزاج اور حقیقت پسند علماء و محققین بلا تفریق مذہب وملت نہج البلاغہ کے مندرجات کو کلام امیرالمومنین مانتے رہے اور اس کا اظہار کرتے رہے۔ جن میں سے کچھ افراد کا جو سر دست پیش نظر ہیں ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) علامہ شیخ کمال الدین محمد ابن طلحہ قریشی شافعی متوفی ۶۵۲ھ اپنی کتاب مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول میں جو لکھنؤ میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ علوم امیرالمؤمنین کے بیان میں لکھتے ہیں :۔

ورابعها علم البلاغة والفصاحة وكان فيها اماما لايشق غباره ومقدما لاتلحق اثاره ومن وقف على كلامه المرقوم الموسوم بنهج البلاغة صار الخبر عنده عن فصاحته عيانا والظن بعلو مقامه فيه ايقانا۔

چوتھے علم فصاحت و بلاغت آپ اس میں امام کا درجہ رکھتے تھے جن کے گرد قدم تک بھی پہنچنا ناممکن ہے اور ایسے پیش رو تھے جن کے نشان قدم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور جو حضرت کے اس کلام پر مطلع ہو جو نہج البلاغہ کے نام سے موجود ہے اس کے لئے آپ کی فصاحت کی سماعی خبر مشاہدہ بن جاتی ہے اور آپ کی بلندی کا مرتبہ اس باب میں گمان یقین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

النوع الخامس فى الخطب والمواعظ مما نقلته الرواة ودوته الثقات عنه عليه السلام قد اشتمل كتاب نهج البلاغة المنسوب اليه على انواع من خطبه ومواعظه الصادعة باوامرها ونواهيها المطلعة انوار الفصاحة والبلاغة مشرقة من الفاظها ومعانيها الجامعة حكم عيون علم المعانى والبيان على اختلاف اساليبها۔

پانچویں قسم ان خطب اور مواعظ کی شکل میں ہے جس کو راویوں نے بیان کیا ہے۔ اور ثقات نے حضرت سے ان کو نقل کیا ہے اور نہج البلاغہ کتاب جس کی نسبت حضرت کی طرف کی جاتی ہے۔ وہ آپ کے مختلف قسم کے خطبوں اور موعظوں پر مشتمل ہے، جو اپنے اوامر و نواہی کو مکمل طور پر ظاہر کرتے اور فصاحت و بلاغت کے انوار کو اپنے الفاظ و معانی سے تابندہ شکل میں نمودار کرتے اور فن معانی و بیان کے اصول اور اسرار کو اپنے مختلف انداز بیان میں ہمہ گیر صورت سے ظاہر کرتے ہیں۔

اس میں مندرجات نہج البلاغہ کو معتبر و ثقہ راویوں کے بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے یقینی طور پر کلام امیرالمومنین تسلیم کیا ہے۔ ایک جگہ جو منسوب کا لفظ ہے۔ اس سے کوئی غلط فہمی نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ بحیثیت مجموعی کتاب بشکل

کتاب سے متعلق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب امیرالمومنین کی جمع کردہ نہیں ہے۔ کتاب تو حقیقتاً سید رضی ہی کی ہے مگر عوام مجازی طور پر یا ناواقفیت کی بنار پر یونہی کہتے ہیں کہ یہ امیرالمومنین کی کتاب ہے۔ یہ نسبت اس کلام کے لحاظ سے دی جاتی ہے جو اس کتاب میں درج ہے اور اسی لئے اس محل پر علامہ ابن طلحہ نے منسوب کی لفظ صرف کی ہے۔ جو بالکل درست ہے اس سے اصل کلام کے بارہ میں ان کے وثوق واطمینان کو کوئی دھچکا نہیں پہنچتا۔

(۲) علامہ ابوحامد عبدالحمید ابن ہبۃ اللہ المعروف بابن ابی الحدید مدائنی بغدادی متوفی ۶۵۵ھ جنہوں نے اس کتاب کی مبسوط شرح لکھی ہے وہ حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل ذاتیہ میں فصاحت کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

اما الفصاحة فهو امام الفصحاء و سيد البلغاء وعن كلامه قيل دون كلام الخالق وفوق كلام المخلوقين ومنه تعلّم الناس الخطابة والكتابة۔

فصاحت کی آپ کا یہ عالم تھا کہ آپ فصحا کے امام اور اہلِ بلاغت کے سر گروہ ہیں، آپ ہی کے کلام کے متعلق یہ مقولہ ہے کہ وہ خالق کے کلام کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالا تر ہے اور آپ ہی سے دنیا نے خطابت و بلاغت کے فن کو سیکھا۔

اس کے بعد عبدالحمید بن یحیٰی اور ابن نباتہ کے وہ اقوال درج کئے گئے ہیں جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں پھر لکھا ہے:۔

ولما قال محقن ابن ابی محقن لمعاوية جئتك من عند اعيى الناس قال له ويحك كيف يكون اعيى الناس فوالله ماسنّ الفصاحة لقريش غيره ويكفى هٰذا الكتاب الذى نحن شارحوه دلالة على انه لا يجارى فى الفصاحة ولا يبارى فى البلاغة۔

اور جب محقن بن ابی محقن نے (خوشامد میں) معاویہ سے کہا کہ میں سب سے زیادہ گنگ شخص کے پاس سے آیا ہوں معاویہ نے کہا کہ وائے ہو تم پر وہ گنگ کیونکر کہے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ خدا کی قسم فصاحت کا راستہ قریش کو سوا ان کے کسی اور نے نہیں دکھایا ہے۔ اور یہی کتاب جس کی ہم شرح لکھ رہے ہیں اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ حضرت فصاحت میں وہ بلند درجہ رکھتے ہیں کہ کوئی آپ کے ساتھ نہیں چل سکتا اور بلاغت میں آپ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ مذکور دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں:۔

ان كثيرا من فصوله داخل فى باب المعجزات المحمدية لاشتمالها على الاخبار الغيبية وخروجها من وسع الطبيعة البشرية۔

اس کتاب کے اکثر مقامات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا معجزہ کہے جا سکتے ہیں اس لئے کہ وہ غیبی خبروں پر مشتمل ہیں اور انسانی طاقت کے حدود سے باہر ہیں۔

حالانکہ علامہ ابن ابی الحدید اپنے معتقدات میں جو شیعیت کے خلاف ہیں پورے راسخ ہیں اور اس لئے نہج البلاغہ میں جہاں جہاں ان کے معتقدات کے خلاف چیزیں ہیں۔ ان کو کافی زحمت درپیش ہوئی ہے مگر اس کے باوجود کسی ایک مقام پر بھی وہ اس شک وشبہ کا اظہار نہیں کرتے کہ یہ شاید امیرالمومنین کا کلام نہ ہو۔ بلکہ خطبہ شقشقیہ تک میں جو سب سے زیادہ ان کے جذبات کے خلاف مضامین پر مشتمل ہے وہ اس امر کو بقوت تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ہے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ضرور اور اس کے خلاف ہر تصور کو دلائل کے ساتھ رد کر دیتے ہیں۔ انہوں نے خطبہ کی شرح ہی میں کہا قدم المفضول علی الفاضل خدا نے (معاذاللہ) کسی مصلحت سے غیرافضل کو افضل پر مقدم کر دیا اور اسی طرح خطبہ شقشقیہ وغیرہ کے تشریحات میں انہوں نے اپنے معتقدات کا اظہار کر دیا ہے اور امیرالمومنین کے الفاظ کو معاذاللہ آپ کے بشری جذبات کا تقاضہ قرار دیا ہے یہ امور اس تصور کو ختم کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب میں اس شیعہ رئیس کی خوشامد مدنظر رکھی ہے جس کے نام پر انہوں نے یہ شرح معنون کی تھی۔ ابن العلقمی شیعہ ضرور تھے، مگر وہ سلطنت بنی عباس کے وزیر تھے اور یہ کتاب دولتِ عباسیہ کے سقوط سے پہلے ان کے دورِ وزارت میں لکھی گئی ہے۔ اول تو اگر خوشامد مدنظر ہوتی تو وزیر کے بجائے خود خلیفہ وقت کے جذبات کا لحاظ کرنا زیادہ ضروری ہوتا۔ دوسرے ظاہر ہے کہ سلطنتِ عباسیہ کے وزیر ہونے کی بنا پر خود ابن العلقمی بھی کھل کر ایسے شخص کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتے تھے جو حکومتِ وقت کے مذہب کے موافق کوئی بات کہے نہ وہ خود ہی ایسے جذبات کا علانیہ اظہار کرتے تھے۔ پھر اگر ان کی خوشامد ہی پیشِ نظر ہوتی تو ابن ابی الحدید اسی کتاب میں شیعیت کی رد کیوں کرتے اور خلافتِ ثلاثہ کو شروع سے لے کر آخر تک بقدرِ امکان مضبوط کرنے کی کوشش کس لئے کرتے۔ ان کا یہ طرزِ عمل صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں اپنے حقیقی خیالات اور جذبات کو برابر پیش نظر رکھا ہے۔ وہ اگر نہج البلاغہ کی صحت میں ذرا سا شک وشبہ کا بھی اظہار کر دیتے تو وہ اس سے زیادہ ابن العلقمی کے لئے تکلیف وہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جتنا خدا کی طرف اس غلط کام کو منسوب کرنا کہ وہ مفضول کو فاضل پر ترجیح دے دیتا ہے یا امیرالمومنین کے اقوال کو معاذاللہ نفسانیت پر محمول کرنا جو خطبہ شقشقیہ وغیرہ کی شرح میں انہوں نے لکھ ڈالا ہے بلکہ ایک شیعہ کے لئے ان الفاظ کے کلام امیرالمومنین ہونے سے انکار کر دینا اتنا صدمہ نہیں پہنچا سکتا اور حضرت علی ابن ابی طالب کی اتنی بڑی توہین نہیں ہے جتنا یہ تصور کرنا کہ حضرت نے معاذاللہ حقیقت کے خلاف صرف اپنی ذاتی رنجش کی بنا پر یہ الفاظ فرما دیئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہرگز ابن ابی الحدید کو ابن العلقمی کی کوئی خاطرداری اظہارِ خیالات میں پیش نظر نہ تھی اور اس کتاب پر ابن العلقمی نے اگر کوئی انعام دیا ہو تو یہ صرف اُن کے وسعتِ صدر اور وسعتِ نظر اور تحمل کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ایک مخالف مذہب کے ایک علمی کارنامے کی صرف علمی کارنامہ ہونے کی بنا پر قدر کی جو کہ ان کے خود عقائد وخیالات سے متضاد مضامین پر بھی مشتمل تھا۔ میرے خیال میں تو ابن ابی الحدید نے اپنی سنیت کو اس کتاب میں اتنا ضرورت سے زیادہ طشت از بام کیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی قسم کی رو رعایت کا تصور بھی پیدا ہونا

غلط ہے۔

(۳) ابو السعادات مبارک مجد الدّین ابنِ اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی مشہور کتاب نہایہ میں جو احادیث و آثار کے لغات کی شرح کے موضوع پر ہے۔ کثیر التعداد مقامات پر نہج البلاغہ کے الفاظ کو حل کیا ہے۔ ابن اثیر کی حیثیت فقط ایک عام لغوی کی نہیں ہے بلکہ وہ محدث بھی ہیں۔ اگر صرف ادبی اہمیت کے لحاظ سے ان کو ان الفاظ کا حل کرنا ہی ضروری تھا تو وہ اس کو نہج البلاغہ کا نام لکھ کر درج کرتے پھر واقعہ تو یہ ہے کہ اگر اس کو وہ کلامِ امیر المؤمنین سمجھتے ہی نہ، تو انہیں اس کتاب میں جو صرف احادیث اور آثار کے حل کے لئے لکھی گئی ہے، ان لغات کو جگہ ہی نہ دینا چاہیئے تھی، کیونکہ اصطلاحی طور پر اثر صرف صحابہ اور ممتاز تابعین کی زبان سے نکلے ہوئے اقوال کو کہتے ہیں۔ کسی متاخر عالم کی کتاب کے الفاظ نہ حدیث میں داخل ہیں اور نہ اثر ہیں۔ ان کا ان الفاظ کو جگہ دینا ہی اس کا ثبوت ہے کہ وہ اس کو سیّد رضی کا کلام نہیں سمجھتے۔ بلکہ کلامِ امیر المومنین قرار دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ ان لغات کو درج کرنے میں ہر مقام پر تصریحاً وہ حدیثِ علی کی لفظ کا استعمال کرتے ہیں۔ جیسے لغت جوی میں منہ حدیث علی یونہی فتق الاجواء وشق الارجاء میں زیادہ تر ان الفاظ کا تذکرہ حدیث علی کی لفظوں کے ساتھ ہے اور کہیں پر خطبة علی ہے، جیسے لغت لوط میں خطبة علی ولاطها بالبلة حتی لزبت ایک جگہ لغت ایم میں یہ الفاظ ہیں:۔ کلام علی مات قیمها وطال تایّمها۔ اسی طرح لغت اسل میں فی کلام علی کے الفاظ ہیں اور ایسے ہی دو ایک جگہ اور باقی تمام مقامات پر حدیث علی لکھا ہے اور جو مکاتیب کے الفاظ ہیں، انہیں کتاب علی کہہ کر درج کیا ہے۔ ان تمام مقامات کو استقصا کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب "نہج البلاغہ کا اسناد" میں درج کیا ہے جو امامیہ مشن لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

(۴) علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں واذا هوا فصحهم لسانًا علی ما یشهد به کتاب نهج البلاغة۔ حضرت سب سے زیادہ فصیح اللسان بھی تھے، جس کی گواہی کتاب نہج البلاغہ دے رہی ہے۔

(۵) جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ۔ انہوں نے بھی نہایہ کی طرح اپنی عظیم الشان کتاب لسان العرب میں مندرجہ الفاظ کو کلام علی کہتے ہوئے حل کیا ہے۔

(۶) علامہ علاء الدین قوشجی متوفی ۸۷۵ھ شرح تجرید میں قولِ محقق طوسی افصحهم لسانا کی شرح میں لکھتے ہیں علی ما یشهد به کتاب نهج البلاغة وقال البلغاء ان کلامه دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوق جس کی شاہد ہے آپکی کتاب نہج البلاغہ اور اہلِ بلاغت کا قول ہے کہ آپ کا کلام خالق کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔

(۷) محمد بن علی بن طبا طبا معروف بہ ابن طقطقی اپنی کتاب تاریخ الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں:۔

عدل ناس الی نهج البلاغة من کلام — بہت سے لوگوں نے کتاب نہج البلاغہ کی طرف توجّہ کی جو امیر المؤمنین

امیر المومنین علی ابن ابی طالب فانہ الکتاب الذی یتعلم منہ الحکم والمواعظ والخطب والتوحید والشجاعۃ والزہد وعلو الہمۃ و ادنیٰ فوائدہ الفصاحۃ والبلاغۃ۔

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ہے کیونکہ یہ وہ کتاب ہے کہ جس سے حکم اور مواعظ اور توحید اور زہد اور علو ہمت، ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اس کا سب سے ادنیٰ فیض فصاحت و بلاغت ہے۔

(۸) علامہ محدث ملا طاہر فتنی گجراتی، انہوں نے بھی مجمع بحار الانوار، نہایہ کی طرح احادیث و آثار کے لغات ہی کی شرح میں لکھی ہے اور انہوں نے بھی الفاظ نہج البلاغہ کو کلام امیر المومنین تسلیم کرتے ہوئے ان کی شرح کی ہے۔

(۹) علامہ احمد بن منصور کازرونی اپنی کتاب مفتاح الفتوح میں امیر المومنین کے حالات میں لکھتے ہیں۔

ومن تامل فی کلامہ وکتبہ وخطبہ ورسالاتہ علم ان علمہ لا یوازی علم احد وفضائلہ لا تشاکل فضائل احد بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومن جملتھا کتاب نہج البلاغۃ۔

جو حضرت کے کلام اور خطوط اور خطبوں اور تحریروں پر غور کی نگاہ ڈالے اسے معلوم ہوگا کہ حضرت کا علم کسی دوسرے کی علم کی طرح اور حضرت کے فضائل پیغمبرؐ کے بعد کسی دوسرے کے فضائل کے قبیل نہیں تھے۔ (یعنی بدرجہا زیادہ تھے) اور انہیں میں سے کتاب نہج البلاغہ ہے۔ (اس کے معنی یہ ہیں کہ مصنف کے پیش نظر یہ حقیقت تھی کہ حضرت کے کلام کا ذخیرہ نہج البلاغہ کے علاوہ بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے اور یہ صرف اس کا ایک جز ہے۔)

وایم اللہ لقد وقف دونہ فصاحۃ الفصحاء وبلاغۃ البلغاء وحکمۃ الحکماء۔

اور خدا کی قسم آپ کی فصاحت کے سامنے تمام فصحا کی فصاحت اور بلیغوں کی بلاغت اور حکماء روزگار کی حکمت مفلوج و معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۱۰) علامہ یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں افصح کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ومن اراد مشاھدۃ بلاغتہ ومسامعۃ فصاحتہ فلینظر الی نہج البلاغۃ ولا ینبغی ان ینسب ھذا الکلام البلیغ الی رجل شیعی۔

جو شخص آپ کی فصاحت کو دیکھنا اور آپ کی بلاغت کو سننا چاہتا ہو، وہ نہج البلاغہ پر نظر کرے اور ایسے فصیح و بلیغ کلام کو کسی شیعہ عالم کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے۔

(۱۱) علامہ شیخ احمد ابن المصطفےٰ معروف بہ طاشکبری زادہ اپنی کتاب شقائق نعمانیہ فی علماء دولۃ عثمانیہ قاضی قوام الدین یوسف کی تصانیف کی فہرست میں لکھتے ہیں:۔ وشرح نہج البلاغۃ للامام الہمام علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

(۱۲) مفتی دیار مصریہ علامہ شیخ محمد عبدہٗ متوفی ۱۳۲۳ھ جن کی اس سعی جمیل کے مشکور ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے مصر اور بیروت وغیرہ اہل سنت کے علمی مرکزوں کو نہج البلاغہ کے فیوض سے بہرہ مند بنانے کا سامان کیا اور وہاں کے باشندوں کو ان کے سبب سے اس جلیل القدر کتاب کا تعارف ہو سکا۔ انہوں نے نہج البلاغہ کو اپنے تفسیری حواشی کے ساتھ مصر میں چھپوایا۔

جس کے بہت سے ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں وہ اپنے اس مقدمہ میں جو شروع کتاب میں درج کیا ہے، اپنی اس دہشت وحیرت کا اظہار کرتے ہوئے جو نہج البلاغہ کے حقائق آگیں عبارات سے اُن پر طاری ہوئی ہے، تحریر کرتے ہیں:۔

كان يخيل الى فى كل مقام ان حروبا شبت و
غارات شنت وان للبلاغة دولة و للفصاحة
صولة وان الاوهام عرامة وللريب دعارة
وان جحافل الخطابة وكتائب الذرابة فى عقود
النظام وصفوف الانتظام تنافح بالصفيح
الابلج والقويم الاملج وتمتلج المهج برواضع
الحجج فتفل من دعارة الوساوس وتصيب
مقاتل الخوانس فما انا الا والحق منتصر والباطل
منكسر ومرج الشك فى خمود وهرج الريب
فى ركود وان مدبر تلك الدولة و باسل
تلك الصولة هو حامل لوائها الغالب امير
المؤمنين على بن ابى طالب بل كنت كلما
انتقلت من موضع الى موضع احس بتغير
المشاهد وتحول المعاهد فتارة كنت اجدنى
فى عالم يعمره من المعانى ارواح عاليه فى حلل
من العبارات الزاهية تطوف على النفوس الزاكية
وتدنو من القلوب الصافية توحى اليها رشادها
وتقوم منها منادها وتنفر بها عن مداحض
المزال الى جواد الفضل والكمال وطورا كانت
تنكشف لى الجمل عن وجوه باسرة وانياب
كاشرة وارواح فى اشباح النمور ومخالب النسور
قد تحفزت للوثاب ثم انقضت للاختلاب فخلبت
القلوب عن هواها واخذت الخواطر دون مرماها

ہر مقام پر (اس کے اثنائے مطالعہ میں) مجھے ایسا تصور ہو رہا تھا کہ
جیسے لڑائیاں چھڑی ہوئی ہیں۔ نبرد آزمائیاں ہو رہی ہیں۔ بلاغت کا
زور ہے اور فصاحت پوری قوت سے حملہ آور ہے۔ توہّمات شکست
کھا رہے ہیں۔ شکوک و شبہات پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ خطابت کے لشکر
صف بستہ ہیں۔ طلاقتِ لسان کی فوجیں شمشیر زنی اور نیزہ بازی
میں مصروف ہیں، وسوسوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور توہّمات
کی لاشیں گر رہی ہیں اور ایک دفعہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ بس حق
غالب آگیا اور باطل کی شکست ہو گئی اور شک و شبہ کی آگ بجھ
گئی اور تصورات باطل کا زور ختم ہو گیا اور اس فتح و نصرت کا سہرا
اس کے علمبردار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کے سر ہے۔
بلکہ اس کتاب کے مطالعہ میں جتنا جتنا میں ایک جگہ سے دوسری
جگہ منتقل ہوا۔ میں نے مناظرہ کی تبدیلی اور مواقف کے تغیّر کو محسوس
کیا۔ کبھی میں اپنے کو ایسے عالم میں پاتا تھا جہاں معانی کی بلند
روحیں خوشنما عبارتوں کے جامے پہنے ہوئے پاکیزہ نفوس کے گرد
چکر لگاتی اور صاف دلوں کے نزدیک آ کر انہیں سیدھے رستے
پر چلنے کا اشارہ کرتی اور نفسانی خواہشوں کا قلع قمع کرتی اور
لغزش مقامات سے متنفر بنا کر فضیلت و کمال کے راستوں کا سالک
بناتی ہیں اور کبھی ایسے جملے سامنے آ جاتے ہیں۔ جو معلوم ہوتا ہے
کہ تیوریاں چڑھائے ہوئے اور دانت نکالے ہوئے ہولناک شکلوں
میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور ایسی روحیں ہیں جو چیتوں کے پیکروں
میں اور شکاری پرندوں کے پنجوں کے ساتھ حملہ پر آمادہ ہیں اور
ایک دم شکار پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور دلوں کو اُن کے ہوا و ہوس کے
مرکزوں سے جھپٹ کر لے جاتے ہیں اور ضمیروں کو پست جذبات سے زبردستی

واغتالت فاسد الاهواء وباطل الاراء واحيانا
كنت اشهد ان عقلا نورانيا لايشبه خلقا جسدانيا
فصل عن الموكب الالهي واتصل بالروح الانساني
فخلعه عن غاشيات الطبيعة وسما به الى الملكوت
الاعلى ونما به الى مشهد النور الاجلى و
سكن به الى عمار جانب التقديس بعد استخلاصه
من شوائب التلبيس وآنات كانى اسمع خطيب
الحكمة ينادي باعلياء الكلمة واولياء امر
الامة يعرفهم مواقع الصواب ويبصرهم
مواضع الارتياب ويحذرهم مزلق الاضطراب
ويرشدهم الى دقائق السياسة ويهديهم طرق
الكياسة ويرتفع بهم الى منصات الرياسة و
يصعدهم شرف التدبير ويشرف بهم على حسن المصير۔

علیحدہ کر دیتے اور غلط خواہشوں اور باطل عقیدوں کا قلع قمع کر دیتے
ہیں اور بعض اوقات میں جیسے مشاہدہ کرتا تھا کہ ایک نورانی عقل جو
جسمانی مخلوق سے کسی حیثیت سے بھی مشابہ نہیں ہے۔ خداوندی بارگاہ
سے الگ ہوئی اور انسانی روح سے منتصل ہو کر اسے طبیعت کے
پردوں سے اور مادیت کے حجابوں سے نکال لیا اور اُسے عالمِ ملکوت
تک پہنچا دیا۔ اور تجلیاتِ ربانی کے مرکز تک بلند کر دیا اور لے
جا کر عالم قدس میں اس کو ساکن بنا دیا اور بعض لمحات میں
معلوم ہوتا ہے کہ حکمت کا خطیب صاحبانِ اقتدار اور قوم کے
اہل حل وعقد کو للکار رہا ہے اور انہیں صحیح راستے پر چلنے کی
دعوت دے رہا ہے اور ان کی غلطیوں پر متنبہ کر رہا ہے اور
انہیں سیاست کی باریکیاں اور تدبر و حکمت کے دقیق نکتے سمجھا
رہا ہے اور ان کی صلاحیتوں کو حکومت کے منصب اور تدبر و
سیاست کی اہلیت پیدا کر کے مکمل بنا رہا ہے۔

اس میں علامہ محمد عبدہٗ نے جس طرح یقینی طور پر اس کو کلام امیر المومنین تسلیم کیا ہے اسی طرح اس کے مضامین کی حقانیت
اور اس کے مندرجات کی سچائی کا اعتراف بھی کیا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب کے مضامین حق کی فتح اور باطل کی شکست
اور شکوک و اوہام کی فنا اور توہمات و وساوس کی بیخ کنی کا سبب ہیں اور وہ شروع سے آخر تک انسانی روح کے لئے روحانیت
و طہارت اور جلال و کمال کی تعلیمات کے حامل ہیں۔

علامہ محمد عبدہٗ کو نہج البلاغہ سے اتنی عقیدت تھی کہ وہ اِسے قرآنِ مجید کے بعد ہر کتاب کے مقابلہ میں ترجیح کا مستحق سمجھتے
تھے اور انہوں نے اپنا یہ اعتقاد بتایا ہے کہ جامعہ اسلامیہ میں اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونا اسلام کی ایک صحیح
خدمت ہے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ امیر المومنین ایسے بلند مرتبہ مصلح عالم کا کلام ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

ليس في اهل هذه اللغة الاقائل بان كلام
الامام علي بن ابي طالب هو اشرف الكلام
وابلغه بعد كلام الله تعالى وكلام نبيه واغزره
مادة وارفعه اسلوبا واجمعه لجلائل المعاني
فاجدر بالطالبين لنفائس اللغة والطامعين

اس عربی زبان والوں میں کوئی ایسا نہیں جو اس کا قائل
نہ ہو کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کا
کلام کلامِ خدا و کلامِ رسولؐ کے بعد ہر کلام سے بلند
تر زیادہ پُر معانی اور زیادہ فوائد کا حامل ہے۔ لہٰذا
زبانِ عربی کے نفیس ذخیروں کے طلاب کے لئے یہ

فی التدرج لمراقیها ان یجعلوا ھذا الکتاب اھم محفوظھم وافضل ماثورھم مع تفھم معانیہ فی الاغراض التی جاءت لاجلھا وتامل الفاظہ فی المعانی التی صیغت للدلالۃ علیھا لیصیبوا بذالك افضل غایۃ وینتھوا الی خیر نھایۃ۔

کتاب سب سے زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے اپنے محفوظات اور منقولات میں اہم درجہ پر رکھیں اور اس کے ساتھ ان معانی و مقاصد کے سمجھنے کی کوشش کریں، جو اس کتاب کے الفاظ میں مضمر ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ علامہ محمد عبدہٗ کی یہ کوشش پورے طور پر بار آور بھی ہوئی۔ ایسے تنگ نظری کے ماحول میں جب کہ علمی دنیا کا یہ افسوس ناک رویہ ہے کہ خود اہل سنت کی وہ کتابیں جو اہل بیت معصومین سے یا حضرت علی ابن ابی طالب سے متعلق ہیں۔ انہیں زیادہ تر ایران کے شیعی مطبعوں نے شائع کیا ہے۔ مگر مصر و بیروت وغیرہ کے علمی مرکزوں نے انہیں کبھی قابلِ اشاعت نہ سمجھا۔ مثلاً سبطِ ابن جوزی کتب سیر میں پورے علمی جلالت سے یاد کئے گئے ہیں مگر ان کی کتاب تذکرہ صرف اس لئے سوادِ اعظم کی بارگاہ میں درخورِ اعتنا نہیں سمجھی گئی کہ اس میں اہل بیت رسولؐ کے حالات زیادہ ہیں۔ اسی طرح حافظ نسائی کی خصائص وغیرہ مگر نہج البلاغہ اپنے تمام مندرجات کے باوجود جن سے سوادِ اعظم کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ پھر بھی مصر اور بیروت کے علمی حلقوں میں پوری پوری مقبولیت اور مرکزیت رکھتی ہے۔ اس کے مسلسل ایڈیشن شائع ہوتے ہیں اور مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصابوں میں داخل ہے۔ یہ صرف ہندوستان یا پاکستان کی مناظرانہ ذہنیت اور اس کی مسموم فضا ہے کہ یہاں کے مدارس میں اکثر اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا ہے جو خالص شیعی کتاب سے ہونا چاہیئے۔ علامہ شیخ محمد عبدہٗ نے نہ صرف اس کتاب پر حواشی لکھ دیئے اور اسے طبع کر دیا بلکہ وہ اپنی گفتگوؤں میں برابر اس کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ مجلہ الہلال مصر نے اپنی جلد نمبر ۳۵ کے شمارہ اوّل بابت نومبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۸۰، پر چار سوالات علمی طبقہ کی توجہ کے لئے شائع کئے تھے۔ جن میں پہلا سوال یہ تھا کہ:۔

ماھو الکتاب او الکتب التی طالعتموھا فی شبابکم فافادتکم وکان لھا اثر فی حیاتکم۔

وہ کون سی کتاب یا کتابیں ہیں، جن کا آپ نے دورِ شباب میں مطالعہ کیا تو انہوں نے آپ کو فائدہ پہنچایا اور ان کا آپ کی زندگی پر اثر پڑا۔

اس سوال کا جواب جو استاد شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق نے دیا ہے، وہ شمارہ دوم بابت دسمبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۱۵۰ پر شائع ہوا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں:۔

طالعت بارشاد الاستاذ المرحوم الشیخ محمد عبدہ دیوان الحماسۃ ونھج البلاغۃ

میں نے استاد مرحوم شیخ محمد عبدہ کی ہدایت سے دیوان حماسہ اور نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا۔

عبدالمسیح انطاکی نے بھی جن کی رائے اس کے بعد آئے گی، اس کا ذکر کیا ہے کہ علامہ محمد عبدہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ انشا پردازی کا درجہ حاصل کرو، تو امیر المومنین حضرت علی کو اپنا استاد بناؤ اور ان کے کلام کو اپنے لئے چراغ ہدایت قرار دو۔

موصوف کا یہ عقیدہ نہج البلاغہ کے متعلق کہ وہ تمام وکمال امیرالمومنین کا کلام ہے، اتنا نمایاں تھا کہ ان کے تمام شاگرد جوان کے بعد سے اب تک مصر کے بلند پایہ اساتذہ میں رہے، اس حقیقت سے واقف تھے۔ چنانچہ استاد محمد محی الدین عبدالحمید مدرس کلیۂ لغتِ عربیہ جامعۂ ازہر جن کے خود خیالات ان کی عبارت میں اس کے بعد پیش ہوں گے، اپنے شائع کردہ ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :۔

عسیت ان تسئال رأی الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ فی ذالک وھو الذی بعث الکتاب من مرقدہ ولم یکن احد اوسع منہ اطلاعًا ولا ادق تفکیرا او الجواب علیٰ ھٰذا التساؤل انا نعتقد انہ رحمہ اللہ کان مقتنعًا بان الکتاب کلہ للامام علی رحمہ اللہ۔

ممکن ہے تم اس بارے میں استاد امام شیخ محمد عبدہ کی رائے دریافت کرنا چاہتے ہو، جنہوں نے اس کتاب کو خواب گمنامی سے بیدار کیا اور ان سے بڑھ کر کوئی وسعتِ اطلاع اور اور باریکیٔ نگاہ میں مانا بھی نہیں جا سکتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو تمام وکمال امیرالمومنین کا کلام سمجھتے ہیں۔

علامہ محمد عبدہ کا یہ مقدمہ جس کے اقتباسات ہم نے درج کئے ہیں، خود دنیائے ادبیت میں کافی اہمیت رکھتا ہے چنانچہ سید احمد ہاشمی نے اپنی کتاب جواہر الادب حصہ اوّل میں صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸ پر اسے تمام وکمال درج کر دیا ہے اور اس پر عنوان قائم کیا ہے۔ وصف نھج البلاغۃ للامام المرحوم الشیخ محمد عبدہ المتوفی سنہ ۱۳۲۲ھ

(۱۳) ملک عرب کے مشہور مصنّف، خطیب اور انشار پرداز شیخ مصطفیٰ غلائینی استاذ التفسیر و الفقہ والآداب العربیہ فی الکلیۃ الاسلامیہ بیروت، اپنی کتاب اریج الزھر میں زیرِ عنوان نھج البلاغۃ واسالیب الکلام العربی ایک مبسوط مقالہ کے تحت میں تحریر کرتے ہیں :۔

من احسن ما ینبغی مطالعتہ لمن یتطلب الاسلوب العالی کتاب نھج البلاغۃ للامام علی رضی اللہ عنہ وھو الکتاب الذی انشأت ھٰذا المقال لاجلہ فان فیہ من بلیغ الکلام والاسالیب المدھشۃ و المعانی الرائقۃ و مناحی الموضوعات الجلیلۃ ما یجعل مطالعہ اذا ازاولہ مزاولۃ صحیحۃ بلیغا فی کتابتہ وخطابتہ ومعانیہ۔

بہترین چیز جس کا مطالعہ بلند معیار ادبی کے طلب گاروں کو لازم ہے۔ وہ امیرالمومنین علی علیہ السلام کی کتاب نہج البلاغہ ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس کے لئے خاص طور پر یہ مقدمہ لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں بلیغ کلام اور ششدر کر دینے والے طرزِ بیان اور خوش نما مضامین اور مختلف عظیم الشان مطالب ایسے ہیں کہ مطالعہ کرنے والا اگر ان کی صحیح مزاولت کرے تو وہ اپنی انشا پردازی اپنی خطابت اور اپنی گفتگو میں بلاغت کے معیار پر پورا اُتر سکتا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کتاب سے کثیر التعداد افراد بلکہ اقوام نے استفادہ کیا ہے۔ جن میں سے ایک کاتب الحروف

بھی ہے۔ میں ان تمام افراد کو جو عربی کے بلند اسلوبِ تحریر کے طالب اور کلام بلیغ کے جویا ہوں، اس کتاب کے حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

(۱۴) استاذ محمد کرد علی رئیس مجمع علمی دمشق نے الہلال کے چار سوالات کے جواب ہیں، جن میں سے تیسرا سوال یہ تھا کہ ماھی الکتاب التی تنصحون لشبان الیوم بقرأتہا۔ وہ کون سی کتابیں ہیں جن کے پڑھنے کی موجودہ زمانہ کے نوجوانوں کو آپ ہدایت کرتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں لکھا ہے:۔

اذا طلب البلاغة فی اتم مظاھرھا و الفصاحة التی لو تشبھھا عجمة فعلیك بنھج البلاغة دیوان خطب امیر المومنین علی بن ابی طالب و رسائله الی عماله یرجع الی فصل الانشاء والمنشئین فی کتابی۔ "القدیم والحدیث" طبع بمصر سنه ۱۹۲۵ء

اگر بلاغت کا اس کے مکمل ترین مظاہرات کے ساتھ مشاہدہ مطلوب ہو اور اس فصاحت کو جس میں ذرہ بھر بھی زبان کی کوتاہی شامل نہیں ہے۔ دیکھنا ہو تو تم کو نہج البلاغہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے، جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے خطب و مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب "القدیم والحدیث" مطبوعہ مصر ۱۹۲۵ء کی فصل الانشاء والمنشؤن دیکھنا چاہیئے۔

یہ جواب الہلال کی جلد نمبر پینتیس کے شمارہ نمبر ۵ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء میں صفحہ ۵۷۲ پر شائع ہوا ہے۔

(۱۵) استاذ محمد محی الدین المدرس فی کلیة اللغة العربیه بالجامع الازھر جنہوں نے نہج البلاغہ پر تعلیقات تحریر کئے ہیں اور علامہ شیخ محمد عبدہ کے حواشی برقرار رکھتے ہوئے بہت سے تحقیقات و شرح کا اضافہ کیا ہے اور ان حواشی کے ساتھ یہ کتاب مطبع استقامة مصر میں طبع ہوئی ہے۔ انہوں نے اس اڈیشن کے شروع میں اپنی جانب سے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ جس میں نہج البلاغہ کے استناد و اعتبار پر ایک سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے ضروری اجزاء یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔

و بعد فھذا کتاب نھج البلاغة وھو ما اختارہ الشریف الرضی ابو الحسن محمد بن الحسن الموسوی من کلام امیر المومنین علی بن ابی طالب الذی جمع بین دفتیه عیون البلاغة و فنونھا و تھیاءت به للناظر فیه اسباب الفصاحة ودنا منه قطافھا اذ کان کلام افصح الخلق بعد الرسول

یہ کتاب نہج البلاغہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کلام کا وہ انتخاب ہے جو شریف رضی ابو الحسن محمد بن حسن موسوی نے کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے، جو اپنے دامن میں بلاغت کے نمایاں جوہر اور فصاحت کے بہترین مرقعے رکھتی ہے اور ایسا ہونا ہی چاہیئے۔ کیونکہ وہ ایسے شخص کا کلام ہے۔ جو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد تمام خلق میں سب سے زیادہ فصیح البیان سب سے زیادہ قدرتِ کلام کا مالک اور قوتِ استدلال میں

صلى الله عليه وسلم منطقا واشدهم
اقتدارا وابرعهم حجة واملكهم
لغة يديرها كيف شاء الحكيم الذى
تصدر الحكمة عن بيانه والخطيب
الذى يملأ القلب سحر لسانه العالم
الذى تهيّأ له من خلاط الرّسول
وكتابة الوحى والكفاح عن الدين
بسيفه ولسانه منذ حداثته ما
لم يتهيّأ لاحد سواه هذا كتاب
نهج البلاغة وانا به حفى منذ
طراءة السن وميعة الشباب
فلقد كنت اجد والدى كثير القراءة
فيه وكنت اجد عمى الاكبر يقضى
معه طويل الساعات يردد عباراته
ويستخرج معانيها ويتقبل اسلوبه
وكان لهما من عظيم التاثير على
نفسى ما جعلنى اقفو اثرهما فاحله
من قلبى المحلّ الاوّل واجعله
سميرى الذى لا يمل وانيسى الذى
اخلو اليه اذا عزّ الانيس۔

زیادہ اور الفاظِ لغت عربی پر سب سے زیادہ قابو رکھنے
والا تھا کہ جس صورت سے چاہتا تھا، انہیں گردش دے
دیتا تھا اور وہ بلند مرتبہ حکیم جس کے بیان سے حکمت
کے سوتے پھوٹتے ہیں اور وہ خطیب جس کی جادو بیانی
دلوں کو بھر دیتی ہے۔ وہ عالم جس کے لئے پیغمبر خداؐ
کے ساتھ انتہائی روابط اور وحی کی کتابت اور دین
کی نصرت میں شمشیر و زبان دونوں سے جہاد کے
ابتدائی عمر سے وہ مواقع حاصل ہوئے۔ جو کسی
دوسرے کو ان کے سوا حاصل نہیں ہوئے یہ ہے کتاب
نہج البلاغہ! اور میں اپنے عنفوانِ شباب اور ابتدائے
عمر ہی سے اس کا گرویدہ رہا ہوں، کیونکہ میں اپنے والد
کو دیکھتا تھا کہ وہ اکثر اس کتاب کو پڑھتے تھے اور
اپنے بڑے چچا کو بھی دیکھتا کہ وہ گھنٹوں پڑھتے رہتے
اس کے معانی کو سمجھتے رہتے اور اس کے انداز بیان
پر غور کرتے رہتے اور ان دونوں بزرگواروں کا میرے
دل پہ اتنا بڑا اثر تھا، جس نے مجھے بھی ان کے نقش
قدم پر چلنے کے لئے مجبور کر دیا اور میں نے اس کتاب
کو اپنے قلب میں سب سے مقدم درجہ دے دیا۔
اسے اپنا مونس تنہائی قرار دیا جو ہمیشہ میرے لئے
وابستگی کا باعث ہے۔

اس کے بعد علامہؒ مذکور نے ان اشخاص کا ذکر کیا ہے، جن کا رجحان یہ ہے کہ وہ اسے شریف رضیؒ کا خود کلام قرار دیتے ہیں ان کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے موصوف رقمطراز ہیں، کہتے ہیں کہ سب سے اہم اسباب جو اس کتاب کے کلام امیرالمومنین نہ ہونے سے متعلق پیش کئے جاتے ہیں، صرف چار ہیں۔ پہلے یہ کہ اس میں اصحاب رسولؐ کی نسبت ایسے تعریضات ہیں، جن کا حضرت علی علیہ السلام سے صادر ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا خصوصاً معاویہ، طلحہ، زبیر، عمرو بن عاص اور ان کے اتباع کے بارے میں سب و شتم تک موجود ہے۔ دوسرے اس میں لفظی آرائش اور عبارت میں صنعت گری اس حد پر ہے، جو

حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں مفقود تھی۔ تیسرے اس میں تشبیہات و استعارات اور واقعات و مناظر کی صورت کشی اتنی مکمل ہے جس کا پتہ صدرِ اسلام میں اور کہیں نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ حکمت و فلسفہ کی اصطلاحیں اور مسائل کے بیان میں اعداد کا پیش کرنا، یہ باتیں اُس زمانہ میں رائج نہ تھیں۔ چوتھے اس کتاب کی اکثر عبارتوں سے علمِ غیب کے ادّعا کا پتہ چلتا ہے۔ جو حضرت علی ایسے پاکباز انسان کی شان سے بعید ہے۔

موصوف اِن خیالات کو رَد کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

خدا گواہ ہے کہ ہمیں ان اسباب میں سے کسی ایک میں اور ان سب میں مجموعی طور پر بھی کوئی واقعی دلیل، بلکہ دلیل نما شکل بھی اس دعوے کے ثبوت میں نظر نہیں آتی جو ان لوگوں کا مدعا ہے، بلکہ انہیں تو ایسے شکوک و شبہات کا درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا جو کسی حقیقت کے ماننے میں تھوڑا سا دغدغہ بھی پیدا کر سکتے ہوں اور جن کے رفع کرنے کی ضرورت ہو۔ پھر انہوں نے ایک ایک کر کے ہر بات کو رَد بھی کیا ہے۔ پہلی بات کے متعلق جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول ؐ کے بعد مسئلہ خلافت میں طرزِ عمل ہی ایسا اختیار کیا گیا، جس سے فطرتاً حضرت علی علیہ السلام کو شکایت ہونا ہی چاہیئے تھی اور آپ کی خلافت کے دور میں اہل شام نے آپ کے خلاف جو بغاوت کی، اُس سے آپ کو تکلیف ہونا ہی چاہیئے۔ ہر دور کے متعلق آپ کے جس طرح کے الفاظ ہیں وہ بالکل تاریخی حالات کے مطابق ہیں۔ اس لئے اس میں شک و شبہ کا کیا محل ہے۔

دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب کا سا مرتبہ فصاحت اور حکمت دونوں میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں تھا، تو پھر آپ کے کلام کی خصوصیتیں اس دَور میں کسی اور کے یہاں مل ہی کیونکر سکتی ہیں۔ رہ گیا سجع و قافیہ کا التزام، وُہ آپ کے یہاں اس طرح نہیں جس سے آورد ظاہر ہو یا معانی پر اس کا اثر پڑے اور اس حد تک قافیہ وغیرہ کا التزام اس دَور میں عموماً رائج ہیں۔

چوتھی دلیل کے جواب میں علاّمہ مذکور نے جو کہا ہے، وہ ہمارے مذہبی عقائد کے بے شک مطابق نہیں ہے۔ مگر وہ خود اُن کے نقطۂ نظر کا حامل ہے، وہ کہتے ہیں کہ جسے علمِ غیب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اُسے ہم فراست اور زمانہ کی نبض شناسی کا نتیجہ سمجھتے ہیں جو علی ایسے حکیم انسان سے بعید نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا، یہ جواب انہوں نے مادی ذہنیت کے مطابق دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر خدا کے دیئے ہوئے علمِ غیب کا مظاہرہ باعثِ انکار قرار دیا جائے، تو اکثر احادیث نبویہ بھی اس زد میں آ جائیں گی اور خدا کی طرف سے علمِ غیب کا مظاہرہ تو اکثر قرآن کی آیات سے نمودار ہی ہے۔ پھر قرآن کی آیتوں کا بھی انکار کرنا چاہیئے اور اگر علم الٰہی کی بناء پر ان آیات کو تسلیم کیا جائے تو اس کے عطا کردہ علم سے علی ایسے عالم ربانی کے کلام میں اس طرح کی باتوں کے تذکرہ پر بھی کسی حرف گیری کا موقع نہیں ہے۔

(۱۶) استاذ شیخ محمد حسن نائل المرصفی نے بھی نہج البلاغہ کی ایک شرح لکھی ہے، جو دار الکتب العربیہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے مقدمہ میں کلمۃ فی اللغۃ العربیہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں :۔

ولقد کان المجلی فی هذه الحلبة علی صلوات الله علیه وما حسبنی احتاج فی اثبات هذا الی دلیل اکثر من نهج البلاغة ذلک الکتاب الذی اقامه الله حجة واضحة علی ان علیاً رضی الله عنه قد کان احسن مثال حی لنور القرآن وحکمته وعلمه وهدایته واعجازه وفصاحته اجتمع لعلیؑ فی هذا الکتاب مالم یجتمع لکبار الحکماء وافذاذ الفلاسفة ونوابغ الربانیین من آیات الحکمة السامیة وقواعد السیاسة المستقیمة ومن کل موعظة باهرة وحجة بالغة تشهد له بالفضل وحسن الاثر خاض علي فی هذا الکتاب لجّة العلم والسیاسة والدین فکان فی کل هذه المسائل نابغة مبرزاً۔

اس میدان میں سب سے آگے حضرت علی ابن ابی طالب تھے۔ اور اس دعویٰ کا سب سے بڑا ثبوت نہج البلاغہ ہے، جسے اللہ نے ایک واضح حجت اس کی بنایا ہے کہ علی ابن ابی طالب قرآن کے نور اور حکمت اور علم اور ہدایت اور اعجاز اور فصاحت کی بہترین زندہ مثال تھے۔ اس میں حضرت علیؑ کی زبان سے اتنی چیزیں یکجا ہیں، جو بڑے حکماء اور یکتائے زمانہ فلاسفہ اور شہرۂ آفاق علمائے ربانیین ان سب کی زبانی ملا کر بھی یکجا نہیں ملتیں۔ حکمت کی بلند نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد حیرت خیز موعظہ اور موثر استدلال اس کتاب میں علی ابن ابی طالبؑ نے علم سیاست اور دین کے ہر دریا کی غواصی کی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ان میں سے ہر شعبہ میں یکتائے روزگار تھے۔

(۱۷) استاذ محمد الزہری الغمراوی جنہوں نے مرصفی کی مذکورہ بالا شرح پر ایک مقدمہ تحریر کیا ہے اس میں طبقات الفصحاء کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں:۔

ولم ینقل عن احد من اهل هذه الطبقات ما نقل عن امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه فقد اشتملت مقالاته علی المواعظ الزهدیة والمناهج السیاسیة والزواجر الدینیة والحکم النفیسة والآداب الخلقیة والدرر التوحیدیة والاشارات الغیبیة والردود علی الخصوم

ان تمام طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی وہ کارنامہ نقل ہو کر ہم تک نہیں پہنچا، جو امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کی زبانی پہنچا ہے۔ آپ کے مقالات زاہدانہ مواعظ، سیاسی مسلک اور دینی ہدایات، نفیس فلسفی بیانات، اخلاقی تعلیمات توحید کے جواہر، غیبی اشارات، مخالفین

والنصائح على وجه العموم وقد احتوى على غرر كلامه كرم الله وجهه كتاب نهج البلاغة الذى جمعه وهذبه ابو الحسن محمد بن طاهر المشهور بالشريف الرضى رحمه الله واثابه وارضاه۔

کی ردو قدح اور عمومی نصائح پر مشتمل ہے۔ اور آپ کے کلام کے روشن اقتباسات پر مشتمل کتاب نہج البلاغہ ہے۔ جسے ابوالحسن محمد ابن طاہر مشہور بہ شریف رضی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے۔

(۱۸) الاستاذ عبد الوهاب حموده استاذ الادب الحديث بكلية الآداب جامعة فواد الاول مصر نے اپنے مقالہ الآراء الاجتماعية فى نهج البلاغة میں جو رسالۃ الاسلام قاہرہ کے جلد ۳، عدد ۳ بابت ماہ رمضان ۱۳۷۰ھ مطابق جولائی ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ہے لکھا ہے کہ:۔

وقد اجتمع له رضى الله عنه فى كتاب نهج البلاغة ما يجتمع لكبار الحكماء وافذاذ الفلاسفة ونوابغ الربانيين من آيات الحكمة السامية، قواعد السياسة المستقيمة ومن كل موعظة باهرة وحجة بالغة وآراء اجتماعية، واسس حربية مما يشهد للامام بالفضل وحسن الاثر۔

حضرت علی ابن ابی طالب کی زبان سے کتاب نہج البلاغہ میں تن تنہا وہ تمام چیزیں اکٹھا ہوگئی ہیں جو اکابر علماء اور یکتائے روزگار فلاسفہ اور سربرآوردہ علمائے ربانیین سے مجموعی طور پر یکجا کی جاسکتی ہیں، بلند حکمت کی نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد اور ہر طرح کا حیرت خیز موعظہ اور موثر استدلال اور اجتماعی تصورات یہ سب امیرالمومنین کی فضیلت اور بہترین کارگزاری کا بیّن گواہ ہیں۔

(۱۹) علامہ ابو النصر پروفیسر بیروت یونیورسٹی نے اپنی کتاب علی بن ابی طالب کی فصل ۳۱ میں امیرالمومنین کے آثار عربی میں نہج البلاغہ کا ذکر کیا ہے اور اس ذیل میں لکھا ہے کہ یہ کتاب علی ابن ابی طالب کی عظیم شخصیت کی مظہر ہے۔

(۲۰) قاضی علی ابن محمد شوکانی صاحب نیل الاوطار نے اپنی کتاب "اتحاف الاکابر باسانید الدفاتر" طبع حیدرآباد (باب النون) میں نہج البلاغہ کے لئے اپنی سندِ متصل درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔ نهج البلاغه من كلام على رضى الله عنه۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا متعدد عیسائی محققین نے بھی اعتراف کیا ہے۔

(۱) عبد المسیح انطاکی صاحب جریدۂ "العمران" مصر، جنہوں نے امیرالمومنین کی سیرت میں اپنی مشہور کتاب "شرح قصیدۂ علویہ" تحریر کی ہے اور وہ مطبع رعمسیس فجالہ مصر میں شائع ہوئی ہے، وہ اس کے ص ۵۳ پر تحریر کرتے ہیں:۔

لاجدال ان سيدنا عليًّا امير المومنين هو امام الفصحاء واستاذ البلغاء واعظم

اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ سیدنا حضرت علی امیرالمومنین فصیحوں کے امام اور بلیغوں کے استاد اور عربی زبان میں خطبے

من خطب وكتب فی حرف اهل هٰذه
الصناعة الالباء وهذا کلام قد قیل فیه
بحق انه فوق کلام الخلق وتحت کلام
الخالق قال هٰذا کل من عرف فنون
الکتابة واشتغل فی صناعة التحبیر
والتحریر بل هو استاذ کتاب العرب و
معلمهم بلا مراء فما من ادیب لبیب
حاول اتقان صناعة التحریر الا وّ بین
یدیه القرآن ونهج البلاغة ذاک کلام
الخالق وهذا کلام اشرف المخلوقین و
علیهما یعوّل فی التحریر والتحبیر اذا اراد
ان یکون فی معاشر الکتبة المجیدین
ولعل افضل من خدم لغة قریش الشریف
الرضی الذی جمع خطب واقوال وحکم
ورسائل سیدنا امیر المومنین من
افواه الناس وامالیهم واصاب کل الاصابة
باطلاقه علیه اسم "نہج البلاغة" وما
هذا الکتاب الا صراطها المستقیم لمن
یحاول الوصول الیها من معاشر المتادّبین۔

اور کتابت کرنے والوں میں سب سے زیادہ عظیم المرتبت
ہیں اور یہ وہ کلام ہے، جس کے بارے میں بالکل صحیح
کہا گیا ہے کہ یہ کلام خلق سے بالا اور خالق کلام
سے نیچے ہے۔ یہ ہر اس شخص کا قول ہوگا جس
نے انشار پردازی کے فنون سے واقفیت حاصل
کی ہو اور تحریر کا مشغلہ رکھا ہو، بلکہ آپ بلاشبہ
تمام عرب انشار پردازوں کے استاد اور معلم ہیں کوئی
ادیب ایسا نہیں ہے جو تحریر کے فن میں کمال حاصل
کرنا چاہے، مگر یہ کہ اس کے سامنے قرآن ہوگا
اور نہج البلاغہ کہ ایک خالق کا کلام ہے اور دوسرا
اشرف المخلوقین کا اور انہیں پر اعتماد کرے گا۔
ہر وہ شخص جو چاہے گا کہ اچھے لکھنے والوں میں
اس کا شمار ہو، غالباً زبانِ عربی کی خدمت کرنے
والوں میں سب سے بڑا درجہ شریف رضیؔ کا ہے
جنہوں نے امیر المومنین کے یہ خطبے اور اقوال اور
حکیمانہ ارشادات اور خطوط لوگوں کے محفوظات
اور مخطوطات سے یکجا کئے ہیں، اور انہوں نے اس
کا نام "نہج البلاغہ" بھی بہت ٹھیک رکھا۔ بلاشبہ
یہ بلاغت کا صراط مستقیم ہے ہر اُس شخص کے لئے
جو اس منزل تک پہنچنا چاہے۔

اس کے بعد انہوں نے شیخ محمد عبدہٗ کی رائے بیان کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابراہیم یازجی نے جو اس آخری دور میں متفقہ طور پر عربی کے کامل انشا پرداز اور امام اساتذہ لغت مانے گئے ہیں، مجھ سے فرمایا کہ مجھے اس فن میں جو مہارت حاصل ہوئی ہے وہ صرف قرآن مجید اور نہج البلاغہ کے مطالعہ سے یہ دونوں عربی زبان کے وہ خزانہ عامرہ ہیں، جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

(۲) فواد افرام البستانی، استاذ الآداب العربیہ فی کلیۃ القدیس یوسف (بیروت) انہوں نے ایک سلسلہ تعلیمی کتابوں

کاروائع کے نام سے شروع کیا ہے، جس میں مختلف جلیل المرتبہ مصنفین کے آثار قلمی اور تصانیف سے مختصر انتخابات مصنف کے حالات، کمالات، کتاب کی تاریخی تحقیقات وغیرہ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مجموعوں کی صورت میں ترتیب دیئے ہیں اور وہ کیتھلک عیسائی پریس (بیروت) میں شائع ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ امیرالمومنین اور نہج البلاغہ سے متعلق ہے جس کے بارے میں مؤلف نے اپنے مقدمہ میں تحریر کیا ہے :۔

اننا نبدا ء الیوم بنشر منتخبات من نہج البلاغۃ للامام علی ابن ابی طالب اول مفکری الاسلام۔

ہم سب سے پہلے اس سلسلہ کی ابتدا کرتے ہیں کچھ انتخابات کے ساتھ نہج البلاغہ کے جو اسلام کے سب سے پہلے مفکر امام علی ابن ابی طالب کی کتاب ہے۔

اس کے بعد وہ سلسلہ شروع ہوا ہے جو سلسلہ روائع کی پہلی قسط ہے۔ اس کا پہلا عنوان ہے "علی ابن ابی طالب"۔ جس کے مختلف عناوین کے تحت میں امیرالمومنین کی سیرت اور حضرت کے خصوصیات زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ایک عیسائی کی تحریر ہوتے ہوئے پورے طور سے شیعی نقطۂ نظر کے موافق نہ سہی لیکن پھر بھی حقیقت و انصاف کے بہت سے جوہر اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ دوسرا عنوان ہے "نہج البلاغہ" اور اس کے ذیلی عناوین میں ایک عنوان ہے "جمعہ" دوسرا عنوان ہے "صحۃ نسبتہ" اس کے تحت میں لکھا ہے۔ "نہج البلاغہ" کے جمع و تالیف کو بہت زمانہ نہیں گذرا تھا کہ بعض اہل نظر اور مورخین نے اس کی صحت میں شک کرنا شروع کیا، ان کا پیشرو ابن خلکان ہے، جس نے اس کتاب کو اس کے جامع کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر صفدی وغیرہ نے اس کی پیروی کی اور پھر شریف رضی کے بسا اوقات اپنے دادا مرتضی کے لقب سے یاد کئے جانے کی وجہ سے بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا۔ اور وہ ان میں اور ان کے بھائی علی بن طاہر معروف بہ سید مرتضی متولد ۹۶۶ء متوفی ۱۰۴۴ء میں تفرقہ نہ سمجھ سکے اور انہوں نے نہج البلاغہ کے جمع کو ثانی الذکر کی طرف منسوب کر دیا۔ جیسا کہ جرجی زیدان نے کیا ہے اور بعض لوگوں نے جیسے مستشرق کلیمان نے یہ طرہ کیا کہ اصل مصنف کتاب کا سید مرتضیٰ ہی کو قرار دے دیا ہم جب اس شک کے وجوہ و اسباب پر غور کرتے ہیں تو وہ ہر پھر کے پانچ امر ہوتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے شک کے وہی اسباب تقریباً تحریر کئے ہیں جو اس کے پہلے محی الدین عبدالحمید شارح نہج البلاغہ کے بیان میں گذر چکے ہیں اور پھر انہوں نے ان وجوہ کو رد کر دیا۔

(۳) بیروت کے شہرۂ آفاق مسیحی ادیب اور شاعر پولس سلامہ اپنی کتاب "اول ملحمہ عربیہ عیدالغدیر" میں جو مطبعۃ النسر بیروت میں شائع ہوئی ہے صفحہ ۱۷، ۲۰، پر لکھتے ہیں۔

"نہج البلاغہ" مشہور ترین کتاب ہے، جس میں امام علی علیہ السلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کتاب سے بالاتر سوا قرآن کے اور کسی کتاب کی بلاغت نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد حسب ذیل اشعار نہج البلاغہ کی مدح میں درج کئے گئے ہیں:۔

ھذہ الکھف للمعارف باب مشرع من مدینۃ الاسرار

تنثر الدر فی کتاب مبین　　سفر نهج البلاغة المختار

هو روض من کل زهر جنی　　اطلعته السماء فی نوار

فیه من نظرة الورد العذاری　　والخزامی والفذ والجلنار

فی صفاء الینبوع یجری زلالا　　کوثر ارائقا بعید القرار

تلمح الشط والضفاف ولکن　　بالعجز العیون فی الاغوار

یہ معارف و علوم کا مرکز اور اسرار و رموز کا کھلا ہوا دروازہ ہے۔

یہ نہج البلاغہ کیا ہے، ایک روشن کتاب میں بکھرے ہوئے موتی

یہ چنے ہوئے پھولوں کا ایک باغ ہے جس میں پھولوں کی لطافت چشموں کی صفائی اور آبِ کوثر کی شیرینی جس نہر کی وسعت اور کنارے تو آنکھوں سے نظر آتے ہیں مگر تہہ تک نظریں پہنچنے سے قاصر ہیں۔

مذکورہ بالا ادبار، محدثین کے کلام سے نہج البلاغہ کی لفظی اور معنوی اہمیت بھی ضمناً ثابت ہو گئی ہے۔ اب اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اب رہ گیا ہمارے فنی اصول سے اس کتاب کا وہ درجہ جس اعتبار سے ہم اس سے استدلال کر سکتے ہیں تو مجموعی طور پر ہمارے نزدیک اس کتاب کے مندرجات کی نسبت امیرالمومنین کی جانب اسی حد تک ثابت ہے جیسے صحیفہ کاملہ کی نسبت امام زین العابدین کی جانب یا کتب اربعہ کی نسبت ان کے مصنفین کی طرف یا معلقات سبعہ کی نسبت ان کے نظم کرنے والوں کی جانب رہ گیا، خصوصی عبارات اور الفاظ میں سے ہر ایک کی نسبت اطمینان وہ اسلوب کلام اور اندازِ بیان سے وابستہ ہے اور ان مندرجات کی مطابقت کے اعتبار سے ہے۔ ان ماخذوں کے ساتھ جو صحیح طور پر ہمارے یہاں مسلّم الثبوت ہیں۔ اصطلاحی حیثیت سے قدماء کی تعریف کے مطابق جو صحت خبر کے لئے وثوق بالصدور کو کافی سمجھتے ہیں۔ ان شرائط کے بعد اس کا ہر جز صحیح کی تعریف میں داخل ہے اور متاخرین کی اصطلاح کے مطابق جو صحت کو باعتبار صفاتِ راوی قرار دیتے ہیں۔ نہج البلاغہ کے مندرجات کو مرسلات کی حیثیت حاصل ہے۔ مرسلات کی اہمیت ارسال کرنے والے کی شخصیت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ابنِ ابی عمیر اور بعض جلیل القدر اصحاب کے بارے میں علماء نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ ان تک جب خبر کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر ان کے آگے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کون راوی ہے۔ اس لئے کہ ان کا نقل کرنا خود اس کے اعتبار کی دلیل ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ مرسلات ابن ابی عمیر حکمِ مسند میں ہیں۔ اس بنا پر خود جناب سید رضی اعلی اللہ مقامہٗ کی جلالتِ قدر ضرور اسے عام مرسلات سے ممتاز کر دیتی ہے۔ پھر بھی مواعظ و تواریخ وغیرہ کا ذکر نہیں۔ جس میں عقیدہ و عمل ایسی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن مقام اعتقاد و عمل میں ہم نہج البلاغہ کے مندرجات کو اور ادلہ کے ساتھ جو اس باب میں موجود ہوں۔ اصولِ تعادل و تراجیح کے معیار پر جانچیں گے اور بعض موقعوں پر ممکن ہے جو مسندِ حدیث اس موضوع

میں موجود ہو اس پر نہج البلاغہ کی روایت کو ترجیح ہو جائے اور بعض مقاموں پر ممکن ہے تکافوُ ہو جائے اور بعض جگہ شاید ان دوسرے ادلہ کو ترجیح ہو جائے، لیکن اس سے نہج البلاغہ کی مجموعی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کا وزن اسی طرح برقرار رہتا ہے۔ جس طرح کافی کی بعض حدیثوں کو کسی وجہ سے نظر انداز کرنے کے بعد بھی کافی کا وزن مسلّم ہے۔

بہرصورت نہج البلاغہ کی علمی و ادبی و مذہبی اہمیت اور اس کے حقائق آگیں مضامین اور اخلاقی مواعظ کا وزن ناقابل انکار ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ سے صحیح فائدہ وہی افراد اٹھا سکتے ہیں کہ جو عربی زبان میں مہارت رکھتے ہوں۔ غیر عربی داں اس خزینۂ عامرہ سے فیض حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ اسی لئے ایرانی فضلاء و علماء کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اس کے فارسی ترجمے شائع کریں۔ چنانچہ متعدد ترجمے ایران میں اس کے شائع ہوتے رہے اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اُردو زبان میں ابھی تک نہج البلاغہ کا کوئی قابلِ اطمینان ترجمہ نہیں ہوا۔ بعض ترجمے جو شائع ہوئے، ان میں سے کسی میں اغلاط بہت زیادہ تھے۔ اور کسی میں عبارت آرائی نے ترجمہ کے حدود کو باقی نہیں رکھا، نیز حواشی میں کبھی خالص مناظرانہ انداز کی بہتات ہو گئی اور کبھی اختصار کی شدت نے ضروری مطالب نظر انداز کر دیئے۔ جناب مولانا مفتی جعفر حسین صاحب جو ہندوستان و پاکستان میں کسی تعارف کے محتاج نہیں اور اپنے علمی کمالات کے ساتھ بلندی سیرت اور سادگی معاشرت میں جن کی ذات ہندوستان و پاکستان میں ایک مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی یہ کوشش نہایت قابلِ قدر ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے مکمل ترجمہ اور شارحانہ حواشی کے تحریر کا بیڑا اٹھایا اور کافی محنت و عرق ریزی سے اس کام کی تکمیل فرمائی۔ بغیر کسی شک و شبہ کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب تک ہماری زبان میں جتنے ترجمے اس کتاب کے اور حواشی شائع ہوئے ہیں۔ ان سب میں اس ترجمہ کا مرتبہ اپنی صحت اور سلاست اور حسن اسلوب میں یقیناً بلند ہے اور حواشی میں بھی ضروری مطالب کے بیان میں کمی نہیں کی گئی اور زوائد کے درج کرنے سے احتراز کیا ہے۔ بلاشبہ نہج البلاغہ کے ضروری مندرجات اور اہم نکات پر مطلع کرنے کے لئے اس تالیف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ جس پر مصنّف ممدوح قابلِ مبارکباد ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ صاحبانِ ذوق ہر طبقہ کے اس کتاب کا ویسا ہی خیر مقدم کریں گے۔ جس کی وہ مستحق ہے۔ جزی اللہ مؤلّفہ فی الدارین خیرا۔

علی نقی النقوی

۲۴ ج ۲ سنہ ۱۳۷۵ ھ

جامع نہج البلاغہ

علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ کے مختصر سوانح حیات

سید علیہ الرحمہ کی زندگی کا ہر پہلو ان کے آباؤ اجداد کے کردار کا آئینہ دار اور اُن کی سیرت کا ہر رُخ ائمہ اطہار کی پاکیزہ زندگیوں کا نمونہ تھا۔ وہ اپنے علمی تبحر، علمی کمال، پاکیزگی اخلاق اور حسن سیرت و استغنار نفس کی دلآویز اداؤں میں اتنی کشش رکھتے تھے کہ نگاہیں ان کی خوبی و زیبائی پر جم کر رہ جاتی تھیں۔ اور دل اس ورثہ دار عظمت و رفعت کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

آپ کا نام محمد، لقب رضی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ۳۵۹ھ میں سرزمین بغداد میں پیدا ہوئے اور ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی۔ جو علم و ہدایت کا مرکز اور عزت و شوکت کا محور تھا۔

ان کے والد بزرگوار، ابواحمد حسین تھے جو پانچ مرتبہ نقابت آل ابی طالب کے منصب پر فائز ہوئے اور بنی عباس و بنی بویہ کے دَور حکومت میں یکساں عظمت و بزرگی کی نظر سے دیکھے گئے۔ چنانچہ ابونصر بہاؤ الدولہ ابن بویہ نے انہیں الطاہر الاوحد کا لقب دیا اور ان کی جلالتِ علمی و شرافت نسبی کا ہمیشہ پاس و لحاظ رکھا۔ ان کا خاندانی سلسلہ صرف چار واسطوں سے امامت کے سلسلہ زرین سے مل جاتا ہے جو اس شجرۂ نسب سے ظاہر ہے۔ ابواحمد حسین ابن موسیٰ ابن محمد ابن موسیٰ ابن ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظم۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۴۰۰ھ میں ستانوے برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور حائر حسینی میں دفن ہوئے۔ ابوالعلاء معری نے ان کا مرثیہ کہا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے:۔

انتم ذو والنسب القصیر فطولکم   باد علی الکبراء والاشراف

"تمہارے اور امام کے درمیان بہت تھوڑے سے وسائط حائل ہیں اور تمہاری بلندیاں اکابر و اشراف پر نمایاں ہیں۔"

آپ کی والدۂ معظمہ کی شرافت و بلندیِ مرتبت کی طرف آگے اشارہ ہوگا۔ یہاں پر صرف ان کا شجرۂ نسب درج کیا جاتا ہے فاطمہ بنت الحسین بن حسن الناصر ابن علی ابن حسن ابن علی ابن عمر ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب۔

ایسے نجیب و بلند مرتبت ماں باپ کی اخلاقی نگہداشت و حسن تربیت کے ساتھ آپ کو استاد و مربی بھی ایسے نصیب ہوئے جو اپنے وقت کے ماہرین باکمال اور ائمۂ فن مانے جاتے تھے۔ جن میں سے چند کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے۔

حسن ابن عبداللہ سیرافی: نحو و لغت و عروض و قوافی میں استادِ کامل تھے۔ کتاب سیبویہ کی شرح اور متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ سید نے بچپن میں ان سے قواعد نحو پڑھے اور انہی کے متعلق آپ کا مشہور نحوی لطیفہ ہے کہ ایک دن حلقۂ درس میں نحوی اعراب کی مشق کراتے ہوئے سید رضی سے پوچھا کہ اذا قلنا رایت عمر فما علامۃ نصب عمر "جب ہم رایت عمر کہیں تو اس میں علامتِ نصب کیا ہوگی؟" آپ نے برجستہ جواب دیا۔ "بغض علی" اس جواب پر سیرافی اور دوسرے لوگ ان کی ذہانت و طباعی پر دنگ رہ گئے۔ حالانکہ ابھی آپ کا سن دس برس کا بھی نہ تھا۔

---

[1] نصب علامت اعرابی ہے اور اس کے معنی ناصبیت کے بھی ہیں اور علامہ نے اس لفظ کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا

ابو اسحاق ابراہیم احمد ابن محمد طبری :۔ بڑے پایہ کے فقیہہ و محدث اور علم پرور و جوہر شناس تھے۔ سیدنے ان سے بچپن میں قرآن مجید کا درس لیا۔

علی ابن عیسٰی ربعی :۔ انہوں نے بیس برس ابو علی فارسی سے استفادہ کیا اور نحو میں چند کتابیں لکھی ہیں۔ سیدنے اِن سے ایضاح ابو علی اور عروض و قوافی کی چند کتابیں پڑھیں۔

ابو الفتوح عثمان ابن جنی :۔ علوم عربیہ کے بڑے ماہر تھے۔ دیوانِ متنبی کی شرح اور اصول وفقہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ سیدنے ان سے بھی استفادہ کیا۔

ابو بکر محمد ابن موسٰی خوارزمی :۔ یہ اپنے وقت میں مرجعِ درس اور صاحب فتویٰ تھے۔ سیدنے اِن سے بھی استفادۂ علمی کیا۔

ابو عبداللہ شیخ مفید علیہ الرحمہ :۔ سید رضی کے اساتذہ میں سب سے زیادہ بلند منزلت ہیں۔ علم و فقاہت اور مناظرہ و کلام میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تقریباً دو سو کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

ابن ابی الحدید نے معدا ابن فخار سے نقل کیا ہے کہ ایک رات شیخ مفید نے خواب دیکھا کہ جناب فاطمہ زہرا حسن اور حسین علیہما السلام کے ہمراہ مسجدِ کرخ میں تشریف لائیں اور ان سے خطاب کرکے فرمایا کہ اے شیخ میرے ان بچوں کو علم فقہ و دین پڑھاؤ۔ شیخ جب خواب سے بیدار ہوئے تو حیرت و استعجاب نے گھیر لیا اور ذہن خواب کی تعبیر میں الجھ کر رہ گیا۔ اسی عالم میں صبح ہوئی تو دیکھا کہ فاطمہ بنت الحسین کنیزوں کے جھرمٹ میں تشریف لا رہی ہیں اور ان کے دونوں بیٹے سید مرتضیٰ اور سید رضی ان کے ہمراہ ہیں۔ شیخ انہیں دیکھ کر تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب وہ قریب آئیں تو فرمایا، اے شیخ میں ان بچوں کو آپ کے سپرد کرنے آئی ہوں۔ آپ انہیں علمِ دین پڑھائیں۔ یہ سن کر رات کا منظر ان کی نظروں میں پھرنے لگا۔ مجسم تعبیر نگاہوں کے سامنے آگئی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُٹھ سے رات کا خواب بیان کیا، جسے سن کر سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔ شیخ نے اسی دن سے انہیں اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا اور انہوں نے بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر علم و فضل میں وہ بلند مقام حاصل کیا جس کی رفعت اپنوں ہی کو نظر نہ آتی تھی۔ بلکہ دوسرے بھی نظریں اٹھا کر دیکھتے رہ جاتے تھے۔

سید علیہ الرحمۃ علم و فضیلت میں یگانۂ روزگار ہونے کے ساتھ ایک بہترین انشاء پرداز اور بلند پایہ سخن طراز بھی تھے۔ چنانچہ ابو الحکیم خبری۔ نے آپ کے جواہر پاروں کو چار ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے، جو شوکتِ الفاظ، سلاستِ بیان، حسنِ ترکیب اور بلندیٔ اسلوب میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور پرکھنے والوں کی یہ رائے ہے کہ انہوں نے لوحِ ادب پر جو بیش بہا موتی ٹانکے ہیں، ان کے سامنے کلامِ عرب کی چمک دمک ماند پڑ گئی اور بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قریش بھر میں ان سے بہتر کوئی ادیب و سخن راں پیدا نہیں ہوا لیکن سید علیہ الرحمہ نے کبھی اسے اپنے لئے وجہ نازش و سرمایۂ افتخار نہیں سمجھا اور نہ ان کے دوسرے کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے ان کی طبع موزوں کی روانیوں کو اتنی اہمیت دی جا سکتی ہے کہ شعر و سخن کو ان کے لئے وجہ فضیلت سمجھ لیا جائے۔ البتہ انہوں نے اپنے مخصوص طرزِ نگارش میں جو علمی و تحقیقی نقش آرائیاں کی ہیں۔ ان کی افادیت و معنویت کا پایہ اتنا بلند ہے کہ انہیں سید کی بلندیٔ نظر کا معیار ٹھہرایا جا سکتا ہے اور ان کی تفسیر کے متعلق تو ابنِ خلکان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یتعذر وجود مثلہ"

اس کی مثل پیش کرنا دشوار ہے" انہوں نے اپنی مختصر سی عمر میں جو علمی و ادبی نقوش اُبھارے ہیں۔ وہ علم و ادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔ چنانچہ ان کی چند نمایاں تصنیفات یہ ہیں۔ حقائق التاویل۔ تلخیص البیان عن مجاز القرآن، مجازت الآثار النبویہ، خصائص الائمہ، حاشیہ خلاف الفقہاء، حاشیہ ایضاح وغیرہ۔ مگر ان تمام تصنیفات میں آپ کی تالیف کردہ کتاب نہج البلاغہ کا پایہ بلند ہے کہ جس میں امیرالمومنین کے خطبات و توقیعات اور حکم و نصائح کے انمول موتیوں کو ایک رشتہ میں پرو دیا ہے۔

سید ممدوح کے علمی خدوخال کو ان کی حمیّت و خودداری اور عالی ظرفی و بلند نظری نے اور بھی نکھار دیا تھا۔ انھوں نے زندگی بھر بنی بویہ کے انتہائی اصرار کے باوجود ان کا کوئی صلہ و جائزہ قبول نہیں کیا۔ اور نہ کسی کے زیر بارِ احسان ہو کر اپنی آن میں فرق اور نفس میں جھکاؤ آنے دیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ہاں فرزند کی ولادت ہوئی تو اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق ابو غالب فخر الملک وزیر بہاؤ الدولہ نے ایک ہزار دینار بھجوائے اور طبیعت شناس و مزاج آشنا ہونے کی وجہ سے یہ کہلوا بھیجا کہ یہ دایہ کے لئے بھیجے جا رہے ہیں۔ مگر آپ نے وہ دینار واپس کر دیئے اور یہ جواب دیا کہ ہمارے ہاں کا دستور نہیں ہے کہ غیر عورتیں ہمارے حالات پر مطلع ہوں، اس لئے دوسری عورتوں سے یہ خدمت متعلق نہیں کی جایا کرتی، بلکہ ہمارے گھر کی بڑی بوڑھیاں خود ہی اسے سرانجام دے لیا کرتی ہیں اور وہ اس کے لئے کوئی ہدیہ و اُجرت قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتیں۔

اسی عزتِ نفس و احساسِ رفعت نے انہیں سہارا دے کر جوانی ہی میں وقار و عظمت کی اس بلندی پر پہنچا دیا تھا کہ جو عمر طویل کی کارگزاریوں کی آخری منزل ہو سکتی ہے۔ ابھی ۲۱ سال کی عمر تھی کہ آلِ ابی طالب کی نقابت اور حجاج کی امارت کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس زمانہ میں یہ دونوں منصب بہت بلند سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً نقابت کا عہدہ تو اتنا ارفع و اعلیٰ تھا کہ نقیب کو حدود کے اجراء امور شرعیہ کے نفاذ، باہمی تنازعات کے تصفیہ اور اس قبیل کے تمام اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ اور اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہوتا تھا کہ وہ سادات کے نسب کی حفاظت اور ان کے اخلاق و اطوار کی نگہداشت کرے اور آخر میں تو ان کی نقابت کا دائرہ اتنا ہمہ گیر و وسیع ہو گیا تھا کہ مملکت کا کوئی شہر اس سے مستثنیٰ نہ تھا اور نقیب النقباء کے لقب سے یاد کئے جانے لگے تھے۔ مگر عمر کی ابھی سینتالیس منزلیں ہی طے کرنے پائے تھے کہ ۴۰۶ھ میں نقیب موت نے ان کے دروازے پر دستک دی اور یہ وجود گرامی ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے روپوش ہو گیا۔

لله عمرک من قصیر طاہر   ولرب عمر طال بالادناس

"تمہاری چھوٹی مگر پاک و پاکیزہ عمر کی خوبیوں کا کیا کہنا! اور بہت سی عمریں تو گندگیوں کے ساتھ بڑھ جایا کرتی ہیں۔"

اُن کے بڑے بھائی علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے جس وقت یہ روح فرسا منظر دیکھا تو تاب و توانائی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور درد و غم کی شدت سے بے قرار ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے جد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر آ کر بیٹھ گئے۔ چنانچہ نماز جنازہ ابو غالب فخر الملک نے پڑھائی۔ جس میں تمام اعیان و اشراف اور علماء و قضاۃ نے شرکت کی۔ اس کے بعد علم الہدیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی مشکلوں سے انہیں واپس لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کا مرثیہ ان کے قلبی تاثرات کا آئینہ دار ہے جس کا ایک شعر اُوپر درج کیا گیا ہے۔

دیباچہ

مؤلف نہج البلاغہ علّامہ شریف رضی علیہ الرحمہ

أما بعد حمد الله الذی جعل الحمد ثمناً لنعمائه۔ ومعاذاً من بلائه وسبيلاً الى جنانه وسبباً لزيادة احسانه والصلوة على رسوله نبی الرحمة، و امام الائمة، وسراج الامة۔ المنتخب من طينة الكرم وسلالة المجد الأقدم ومغرس الفخار المعرق، وفرع العلاء المثمر المورق۔ وعلى أهل بيته مصابيح الظلم، وعصم الامم۔ ومنار الدين الواضحة، ومثاقيل الفضل الراجحة صلّى الله عليهم اجمعين صلوة تكون ازاء لفضلهم ومكافاة لعملهم۔ و كفاء لطيب فرعهم و أصلهم۔ ما أنار فجر ساطع، وخوى نجم طالع۔ فانی كنت فی عنفوان السن، وغضاضة الغصن، ابتدأت بتاليف كتاب فی خصائص الأئمة عليهم السلام يشتمل على محاسن أخبارهم وجواهر كلامهم۔ حدانی عليه غرض ذكرته فی صدر الكتاب وجعلته

حمد و ستائش اُس اللہ کے لئے ہے، جس نے حمد کو اپنی نعمتوں کی قیمت، ابتلاؤں سے بچنے کا ذریعہ، جنت کا وسیلہ اور اپنے احسانات کے بڑھانے کا سبب قرار دیا ہے۔ درُود ہو اس کے رسولؐ پر جو نبیؐ رحمت، پیشواؤں کا پیشوا امت کا چراغ، دود مانِ شرافت کا انتخاب، قدیم ترین بزرگیوں کا نچوڑ، رگ و پے میں سمائے ہوئے فخر کی کھیتی، رفعت و بلندی کی برگ پوش و ثمر دار شاخ ہے اور آپ کے اہل بیت پر رحمت ہو جو تاریکیوں کے چراغ۔ امت کے لئے سامانِ حفاظت دین کے روشن مینار اور فضل و کمال کا بلند معیار ہیں۔ اللہ ان سب پر رحمت نازل کرے۔ ایسی رحمت جو ان کے فضل و کمال کے شایان، ان کے عمل و کردار کی جزا اور ان کی ذاتی و خاندانی پاکیزگی کے ہم پلہ ہو۔ جب تک صبح درخشاں لو دیتی رہے۔ اور جگمگاتے ستارے اُبھر کر ڈوبتے رہیں۔ میں نے اوائل عمر اور شاخِ جوانی کی شادابی میں آئمہ علیہم السلام کے حالات و خصائص میں ایک کتاب کی تالیف شروع کی تھی، جو ان کے نفیس واقعات اور ان کے کلام کے

أمام الكلام - وفرغت من الخصائص
التي تخص امير المومنين عليه السلام -
وعاقت عن اتمام بقية الكتاب
محاجزات الزمان ومماطلات الأيام
وكنت قد بوبت ما خرج من ذلك ابوابا
وفصلته فصولا فجاء في آخرها فصل
يتضمن محاسن ما نقل عنه عليه السلام
من الكلام القصير في الحكم والامثال
والآداب دون الخطب الطويلة و
الكتب المبسوطة - فاستحسن جماعة
من الأصدقاء والأخوان ما اشتمل
عليه الفصل المقدم ذكره معجبين
ببدائعه ومتعجبين من نواصعه
وسألوني عند ذلك أن أبدأ بتأليف
كتاب يحتوي على مختار كلام
مولانا امير المومنين عليه السلام
في جميع فنونه، ومتشعبات غصونه
من خطب وكتب ومواعظ وآداب
علما أن ذلك يتضمن من عجائب
البلاغة وغرائب الفصاحة وجواهر
العربية وثواقب الكلم الدينية و
الدنيوية ما لا يوجد مجتمعاً في
كلام ولا مجموع الأطراف في
كتاب اذ كان امير المومنين عليه
السلام مشرع الفصاحة وموردها

جواہر ریزوں پر مشتمل تھی۔ جس کا غرض تالیف میں نے
اسی کتاب کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس
میں وہ حصہ، جو امیرالمؤمنین علی صلوات اللہ علیہ
کے خصائص سے متعلق تھا۔ پایۂ تکمیل کو پہنچا، لیکن
زمانہ کی مزاحمتوں اور شب و روز کی رکاوٹوں نے بقیہ
کتاب پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دی۔ جتنا حصہ لکھا گیا
تھا۔ اُسے میں نے چند ابواب و فصول پر تقسیم کیا۔
چنانچہ اس کی آخری فصل حضرت سے منقول شدہ پند و
نصائح، حکم و امثلہ اور اخلاقیات کے حسین و مختصر
جملوں پر مشتمل تھی، مگر طویل خطبات اور بسیط خطوط
درج نہ تھے۔ احباب اور برادرانِ دینی کی ایک
جماعت نے اس کے لطیف و شگفتہ کلمات پر اظہار
تعجب و حیرت کرتے ہوئے فصلِ مذکور کے مندرجات
پسند کئے اور مجھ سے خواہشمند ہوئے، کہ میں
ایک ایسی کتاب ترتیب دوں، جو امیرالمؤمنین
علیہ السلام کے تمام اسالیب کلام اور اس
کے متفرق شعبوں پر حاوی ہو از قبیل خطبات و
خطوط نصائح و آداب وغیرہ، اس یقین کے ساتھ کہ
وہ فصاحت و بلاغت کے عجائب و نوادر، عربیت
کے گہر ہائے تابدار اور دین و دنیا کے متعلق درخشندہ
کلمات پر مشتمل ہوگی۔ جو نہ کسی کلام میں جمع اور نہ
کسی کتاب میں یکجا ہیں۔ چونکہ امیرالمومنین علیہ
السلام فصاحت کا سرچشمہ اور بلاغت کا مخرج و
منبع تھے۔ فصاحت و بلاغت کی چھپی ہوئی باریکیاں
آپ ہی سے ظاہر ہوئیں اور آپ ہی سے اسکے اصول

ومنشا البلاغة- ومولدها- ومنه علیه السلام ظهر مکنونها- و عنه اُخذت قوانینها- وعلیٰ امثلته حذا کل قائل خطیب، و بکلامه استعان کل واعظ بلیغ ومع ذلک فقد سبق و قصروا- وتقدم و تاخروا- ولأن کلامه علیه السلام الکلام الذی علیه مسحة من العلم الالٰھی وفیه عبقة من الکلام النبوی- فأجبتهم الی الابتداء بذلک عالما بما فیه من عظیم النفع ومنشور الذکر ومذخور الاجر- واعتمدت به اَن اُبین من عظیم قدر امیر المومنین علیه السلام فی هذه الفضیلة مضافة اِلی المحاسن الدثرة والفضائل الجمة- وانه علیه السلام انفرد ببلوغ غایتها عن جمیع السلف الاولین الذین انما یوثر علیهم منها القلیل النادر والشاذ الشارد- واَما کلامه فهو من البحر الذی لا یساجل والجم الذی لا یحافل- واَردت آن یسوغ لی التمثل فی الافتخار

و قواعد سیکھے گئے اور ہر خطیب و متکلم کو آپ کی مثالوں پر چلنا پڑا اور ہر واعظِ بلیغ نے آپ کے کلام سے خوشہ چینی کی- پھر بھی وہ آپ کے برابر کبھی نہیں آ سکے، اور سبقت و تقدم کا سہرا آپ کے سر رہا- اس لئے کہ آپ کا کلام وہ ہے، جس میں علمِ الٰہی کا پرتو اور کلام نبوی کی بوباس ہے چنانچہ اس فرمائش کو مَیں نے منظور کیا- یہ جانتے ہوئے کہ اِس میں نفع عظیم، نیک نامی اور ذخیرۂ اجر ہے- اس تالیف سے مقصود یہ ہے کہ میں امیر المؤمنین کی فنِ بلاغت میں رفعت و برتری کو ظاہر کروں جو آپ کی بے شمار خوبیوں اور ان گنت فضیلتوں کے علاوہ ہے اور یہ کہ آپ اس فضیلت کے مقامِ منتہا تک پہنچنے میں ان تمام سلف اوّلین میں یکتا ہیں جن کا کلام تھوڑا بہت پاشان و پریشان نقل کیا جاتا ہے- لیکن آپ کا کلام ایک ایسا اُمنڈتا ہوا دریا ہے، جس کے بہاؤ سے ٹکر نہیں لی جاسکتی اور اِتنی خوبیوں کا مجموعہ ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا- میرے لئے جائز و خوشگوار ہوگا کہ میں حضرت کی طرف اپنے نسبی استناد کی بنا پر فخر و ناز کرتے ہُوئے فرزوق کا شعر بطور مثل پیش کروں:

"یہ ہیں میرے آباؤ اجداد- اے جریر جب مجلسیں ہمیں ایک جا اکٹھا کریں تو ذرا اِن کی مثال تو لاؤ"

به عليه السلام بقول الفرزدق

اولئك آبائي فجئني بمثلهم
اذا جمعتنا يا جرير المجامع

ورأيت كلامه عليه السلام يدور على أقطاب ثلاثة: أولها الخطب والاوامر وثانيها الكتب والرسائل وثالثها الحكم والمواعظ. فأجمعت بتوفيق الله تعالى على الابتداء باختيار محاسن الخطب، ثم محاسن الكتب ثم محاسن الحكم والادب، مفردا لكل صنف من ذلك بابا ومفصلا فيه أوراقا لتكون مقدمة لاستدراك ما عساه يشذ عني عاجلا ويقع اليّ عاجلا. واذا جاء شيء من كلامه عليه السلام الخارج في أثناء حوار أو جواب سؤال أو غرض آخر من الاغراض في غير الانحاء التي ذكرتها وقررت القاعدة عليها نسبته الى أليق الابواب به وأشدها ملامحة لغرضه وربما جاء فيما أختاره من ذلك فصول غير متسقة، ومحاسن كلم غير منتظمة، لأني أورد النكت واللمع ولا أقصد التتالي والنسق. ومن عجائبه

میری نظر میں حضرت کا کلام تین بنیادی قسموں میں دائر ہے۔ اوّل خطبات و احکام، دوسرے مکتوبات و رسائل، تیسرے حکم و نصائح۔ میں نے بتوفیقِ ایزدی پہلے خطبات پھر حکم و آداب کے انتخاب کا ارادہ کیا ہے اور ہر صنف کے لئے الگ الگ باب تجویز کیا ہے اور ہر باب کے بعد درمیان میں چند اوراق سادہ چھوڑ دیئے ہیں تاکہ جو کلام مجھ سے چھوٹ جائے اور بعد میں ہاتھ آئے۔ اس کا اندراج ان میں ہو جائے اور ایسا کلام جو روز مرّہ کی گفتگو یا کسی سوال کے جواب میں یا کسی دوسرے مقصد کے لئے ہو، جو اقسام مذکورہ اور میرے قرار دادہ قاعدے سے خارج ہو۔ اُسے اس باب میں درج کر دیا جائے۔ جو اس کے لئے مناسب اور اس کے مقاصد سے اشبہ ہو میرے اس انتخاب میں کچھ فصلیں اور کلمے ایسے بھی آ گئے ہیں، جن کے نظم و ترتیب میں برہمی و انتشار ہے۔ چونکہ میں رُموز و دقائق اور درخشندہ کلمات کو صرف سمیٹ رہا ہوں۔ ربط و ترتیب نہیں ہے۔

امیرالمؤمنینؑ کے ان عجائب و خوارق میں کہ جن میں بلا شرکتِ غیرے آپ منفرد و یکتا ہیں۔ یہ ہے کہ آپ کے وہ کلمات جو زہد و پند، تذکیر و ارشاد اور زجر و توبیخ کے سلسلہ میں ہیں، جب فکر و تامّل کرنے والا ان میں وقت نظر اور غور و فکر سے کام لے اور دل سے یہ بات نکال

عليه السلام التي انفرد بها و
أمن المشاركة فيها أن كلامه عليه
السلام الوارد في الزهد والمواعظ
والتذكير والزواجر اذا تأمله
المتامل وفكر فيه المتفكر وخلع
من قلبه أنه كلام مثله ممن عظم
قدره ونفذ أمره وأحاط بالرقاب
ملكه لم يعترضه الشك في أنه
من كلام من لاحظ له في غير الزهادة
ولا شغل له بغير العبادة، قد قبع
في كسر بيت أو انقطع في سفح
جبل - لا يسمع الاحسه ولا
يرى الا نفسه - ولا يكاد يوقن
بأنه كلام من يتغمس في الحرب
مصلتا سيفه فيقط الرقاب و
يجدل الابطال ويعود به ينطف
دما ويقطر مهجا، وهو مع تلك
الحال زاهد الزهاد وبدل
الابدال وهٰذه من فضائله
العجيبة وخصائصه اللطيفة
التي جمع بها بين الاضداد، و
ألف بين الاشتات - وكثيرا ما
أذكر الاخوان بها واستخرج
عجبهم منها - وهي موضوع
للعبرة بها والفكرة فيها - وربما

ڈالے کہ یہ ارشادات اس ہستی کے ہیں جس کا مرتبہ
عظیم، جس کے احکام جاری و ساری، جس کی حکومت
ایک دنیا کی گردنوں پر محیط ہے، تو اسے قطعاً اس
میں شبہ نہ ہوگا کہ ایسے شخص کا کلام ہے، جو زہد و
تقویٰ کے علاوہ کسی شے سے بہرہ مند نہیں اور
اظہارِ عبودیّت کے سوا اس کا کوئی مشغلہ نہیں،
وہ کسی جھونپڑے کے گوشہ میں سر بگریباں یا کسی
پہاڑ کے دامن میں دنیا سے الگ تھلگ پڑا ہوا
ہے، جس کے کانوں میں اپنی حس و حرکت کے
علاوہ کوئی آواز نہیں پہنچتی اور اپنے سوا اسے
کوئی دکھائی نہیں دیتا بھلا کیونکر اُسے یقین آئے
گا کہ یہ اُس کا کلام ہے، جو تلوار سونت کر
جنگ کی گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے۔ تو گردنیں
کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور شہ زوروں کو زمین
پر پچھاڑ دیتا ہے اور تلوار لے کر اس طرح
پلٹتا ہے کہ اس سے لہو برستا ہوتا ہے اور
خونِ دل کی بوندیں ٹپک رہی ہوتی ہیں۔ اس
کے باوجود آپ زاہدوں میں ممتاز اور ولیوں
میں فائق تھے۔ یہ فضیلت آپ کی اُن عجیب
فضیلتوں اور لطیف خصوصیتوں میں شامل ہے
کہ جس کی وجہ سے آپ نے متضاد صفتوں کو سمیٹ
لیا اور بکھرے ہوئے کمالات کو پیوند لگا کر جوڑ دیا۔
اکثر برادرانِ دینی سے اس کا ذکر کرکے انہیں حیرت
و استعجاب میں ڈالتا ہوں۔ یہ عبرت کی جگہ اور تفکر
و تدبّر کا مقام ہے۔

جاء في أثناء هذا الاختيار اللفظ
المردد والمعنى المكرر والعذر
في ذلك أن روايات كلامه تختلف
اختلافا شديدا - فربما اتفق
الكلام المختار في رواية فنقل
على وجهه، ثم وجد بعد ذلك
في رواية أخرى موضوعا غير
وضعه الأول اما بزيادة مختارة
أو بلفظ أحسن عبارة، فتقتضي
الحال أن يعاد استظهارا للاختيار
وغيرة على عقائل الكلام - وربما
بعد العهد أيضا بما اختير أولا
فأعيد بعضه سهوا ونسيانا
لا قصدا واعتمادا - ولا أدعي
مع ذلك أني احيط بأقطار جميع
كلامه عليه السلام حتى لا
يشذ عني منه شاذ ولا يند ناد
بل لا أبعد أن يكون القاصر
عني فوق الواقع الي، والحاصل
في ربقتي دون الخارج من يدي
وما علي الا بذل الجهد وبلاغ
الوسع، وعلى الله سبحانه نهج
السبيل ورشاد الدليل ان شاء
الله -

ورأيت من بعد تسمية هذا

اس انتخاب میں کہیں کہیں الفاظ و مطالب
کا تکرار بھی ہو گیا ہے - جس کے لئے یہ عذر ہے-
کہ آپ کے کلام کی مختلف صورتوں سے روایت
کی گئی ہے تو کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک کلام
منتخب کو ایک روایت میں جس طرح پایا، اسی
طرح اسے نقل کر دیا پھر وہی کلام کسی اور روایت
میں دوسری وضع و صورت میں پایا گیا- یوں
کہ اس میں کچھ قابلِ انتخاب اضافہ تھا یا الفاظ کا
اسلوب و نہج زیادہ حسین و دلکش تھا- لہٰذا
صورتِ حال اس کی مقتضی ہوئی کہ انتخاب کے مقصد
کو زیادہ کامیاب بنانے کے لئے اور کلام نفیس و پاکیزہ
کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کا پھر
سے اعادہ کیا جائے- ایسا بھی ہوا ہے کہ جو کلام پہلے
نظر انتخاب میں آ چکا تھا- اس سے بعید العہد ہو جانے
کی وجہ سے اس کی تکرار ہو گئی- یہ بھول چوک کی وجہ
سے ہے- جس میں قصد و اختیار کو دخل نہیں تھا- مجھے یہ
دعویٰ نہیں کہ میں نے حضرت کا کلام ہر طرف سے سمیٹ
لیا ہے اور کوئی اکا دکا جملہ اور بھولا بھٹکا فقرہ بھی
چھوٹنے نہیں پایا بلکہ میں یہ بعید نہیں سمجھتا کہ جو مجھ
سے رہ گیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہو جو مجھ تک
پہنچا ہے اور جو میرے احاطۂ علم و تصرف میں ہے وہ
اس سے کہیں کم ہو، جو میرے دسترس سے باہر ہے
میرا کام جدوجہد اور بقدرِ وسعت سعی و کوشش کرنا ہے
یہ اللہ سبحانہ، کا کام ہے کہ وہ راہ سہل و آسان
کرے اور منزل کی طرف رہنمائی فرمائے- انشاء اللہ-

الکتاب بنهج البلاغة اذ كان
يفتح للناظر فيه أبوابها - ويقرب
عليه طلابها - فيه حاجة العالم
والمتعلم وبغية البليغ والزاهد
ويمضي في اثنائه من الكلام في
التوحيد والعدل وتنزيه الله
سبحانه وتعالى عن شبه الخلق
ماهو بلال كل غلة وجلاء
كل شبهة - ومن الله
سبحانه أستمد التوفيق و
العصمة وأتنجز التسديد و
المعونة ، وأستعيذه من خطأ
الجنان قبل خطاء اللسان ، و
من زلة الكلام قبل زلة القدم
وهو حسبي ونعم الوكيل -

اس جمع و انتخاب کے بعد میری رائے ہوئی کہ
اس کتاب کا نام نہج البلاغہ رکھا جائے - اس لئے کہ
یہ کتاب دیکھنے والے کے لئے بلاغت کے بند
دروازے کھولے گی - اور اس کے لئے راہ تلاش
قریب کرے گی - اس سے عالم و متعلم اپنی ضرورتیں
پوری کریں گے - اور صاحب بلاغت و تارک علائق
دُنیا اپنے مقاصد پائیں گے - اس کتاب میں توحید،
عدل اور خداوند عالم کے جسم و جسمانیت سے
منزّہ و مبرّا ہونے کے متعلق عجیب و غریب
کلام ملے گا ، جو ہر تشنگی کی سیرابی ، ہر مرض کی
شفا اور ہر شبہ کا دافع ہے ، میں اللہ سے توفیق
اور بے راہ روی سے بچاؤ کا طالب ہوں اور عمل
کی درستگی اور اعانت کا خواستگار ہوں اور لغزش
زبان سے پہلے لغزشِ دل و دماغ سے اور لغزشِ
قدم سے پہلے لغزشِ کلام سے پناہ مانگتا ہوں - وہی
میرے لئے کافی اور اچھا کارساز ہے -

لہ فرزدق کہ جس کا نام ہمام ابنِ غالب ہے ، قبیلۂ بنی دارم کا ایک فرد اور عرب کا نامور شاعر تھا - اس میں اور
عرب کے ایک دوسرے شاعر جریر ابن عطیہ میں ہمیشہ نوک جھونک رہا کرتی تھی اور ایک دوسرے کی ہجو اور باہمی مفاخرت ہی
میں اُن کی طبیعتوں کے جوہر کھلا کرتے تھے - چنانچہ فرزدق کا یہ شعر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں جریر
کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ میرے آباؤ اجداد تو وہ ہیں (جن کی خوبیوں کو تو سُن چکا ہے) اور اگر تیرے آباؤ اجداد میں
بھی کوئی ان جیسا ہوگزرا ہو ، تو کسی بھری محفل میں اس کا نام لو -
سید رضی علیہ الرحمہ اس شعر کو اپنے آباؤ اجداد کے لئے پیش کرتے ہوئے ہر شخص سے مخاطب ہیں کہ کوئی ان کی مثل و
نظیر لا سکتا ہو ، تو لائے - فرزدق کے شعر میں تو خطاب صرف جریر سے کیا گیا ہے - مگر یہاں اسے مثل کی صورت میں پیش
کرنے سے عمومیت اور ہمہ گیری پیدا ہوگئی ہے اور خطاب کسی فرد خاص سے نہیں رہا - بلکہ ہر شخص اپنے کو اس کا مخاطب قرار

دے سکتا ہے۔ اتنی عمومیت و وسعت کے باوجود فجئنی بمثلہ کا دعویٰ فاتوا بسورۃ من مثلہ کی طرح توڑا نہیں جاسکتا۔

سید رضی نے اس نسبت و امتیاز کی طرف ایسے مناسب محل پر اشارہ کیا ہے کہ اس سے زیادہ موزوں مقام دوسرا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جس ہستی پر افتخار مقصود ہے۔ اُس کی خوبیوں اور فضیلتوں کی طرف اشارہ ہوچکا ہے اور نگاہیں اس کے جمالِ عظمت سے خیرہ اور ذہن اس کے کمال رفعت سے متاثر ہوچکے ہیں۔ اب دلوں کو بآسانی اس فرد کی رفعت و بلندی کے آگے جھکایا جاسکتا ہے، جسے اس ذاتِ ممدوح سے نسبت ہو۔ لہٰذا سید کی بلاغت آشنا نظروں نے دل و دماغ کے رجحان کے موقعہ پر نگاہوں کو اُس طرف موڑا کہ وہ بھی اسی آفتاب جہاں تاب کی کرن ہیں، جس کی طغیانی نور سے آنکھیں چکاچوند ہوجاتی ہیں اور اسی شجرۂ طیبہ کے برگ و بار ہیں۔ جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اب کون ہے، جو اس نسبت و امتیاز سے متاثر ہوکر ان کے علو و رفعت کا قائل نہ ہوگا۔

من لم یکن علویا حین تنسبہ فمالہ فی قدیم الدھر مفتخر

لہ دنیا میں ایسے انسان خال خال ہی نظر آتے ہیں کہ جن میں ایک آدھ صفت کمال کے علاوہ کوئی اور بھی فضیلت نمایاں ہو۔ چہ جائیکہ تمام متضاد صفتیں کسی کے دامن میں جمع ہوجائیں کیونکہ ہر طبیعت میں ہر کمال کے پھلنے پھولنے اور ہر صفت کے اُبھرنے کی صلاحیت نہیں ہوا کرتی بلکہ ہر فضیلت ایک خاص طبیعت خاص اور ہر کمال ایک مزاج مخصوص رکھتا ہے، جو انہی اوصاف و کمالات سے سازگار ہوسکتا ہے، جو اس سے یکسانیت و ہمرنگی رکھتے ہوں اور جہاں ہم آہنگی کے بجائے تضاد کی سی صورت ہو، وہاں پر طبعی تقاضے روک بن کر کسی اور فضیلت کو اُبھرنے نہیں دیا کرتے مثلاً جود و سخا کا تقاضا یہ ہے کہ انسان میں رحمدلی و خدا ترسی کا ولولہ ہو، کسی کو فقر و افلاس میں دیکھے تو اُس کا دل کڑھنے لگے۔ اور دوسروں کے دکھ درد سے اس کے احساسات تڑپ اٹھیں اور شجاعت و نبرد آزمائی کا تقاضا یہ ہے کہ طبیعت میں نرمی و رحمدلی کے بجائے خونریزی و سفاکی کا جذبہ ہو۔ ہر گھڑی لڑنے اُلجھنے کے لئے تیار اور مرنے مارنے کے لئے آمادہ نظر آئے اور ان دونوں تقاضوں میں اتنا بُعد ہے کہ کرم کی تبسم ریزیوں میں شجاعت کے کڑے تیوروں کو سمویا نہیں جاسکتا۔ اور نہ حاتم سے شجاعت رستم کی امید اور نہ رستم سے سخاوتِ حاتم کی توقع کی جاسکتی ہے۔ مگر علی ابن ابی طالب کی طبیعت ہر فضیلت سے پوری مناسبت اور ہر کمال سے پورا لگاؤ رکھتی تھی اور کوئی صفتِ حسن و کمال ایسی نہ تھی، جس سے اُن کا دامن خالی رہا ہو، اور کوئی خلعتِ خوبی و جمال ایسا نہ تھا، جو ان کے قد و قامت پر راست نہ آیا ہو اور سخاوت و شجاعت کے متضاد تقاضے بھی ان میں پہلو بہ پہلو نظر آتے تھے۔ اگر وہ داد و دہش میں ابرِ باراں کی طرح برستے تھے تو پہاڑ کی طرح جم کر لڑتے اور دادِ شجاعت بھی دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے جود و کرم کی یہ حالت تھی کہ فقر و افلاس کے زمانے میں بھی جو دن بھر کی مزدوری سے کماتے تھے۔ اس کا بیشتر حصہ ناداروں اور فاقہ کشوں میں بانٹ دیتے تھے اور کبھی کسی سائل کو اپنے گھر سے ناکام واپس نہ جانے

دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر میدانِ جنگ میں دشمن نے تلوار مانگ لی تو آپ نے اپنے زورِ بازو پر بھروسا کرتے ہوئے تلوار اس کے آگے پھینک دی۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا　　مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اور ہمت و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ فوجوں کے ریلے آپ کے ثباتِ قدم کو جنبش نہ دے سکتے تھے اور ہر معرکہ میں فتح و کامرانی کا سہرا آپ کے سر رہتا تھا اور بہادر سے بہادر نبرد آزما بھی آپ کے مقابلے میں آکر اپنی جان کو صحیح و سالم بچا کر لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ابن قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے کہ؂ یصارع قط احد الاصرعہ۔ "جس سے بھڑے، اُسے پچھاڑے بغیر نہیں چھوڑا۔"

شجاعوں کی من چلی طبیعتیں سوچ بچار کی عادی نہیں ہوا کرتی اور نہ مصلحت بینی و مآل اندیشی سے انہیں کوئی لگاؤ ہوتا ہے۔ مگر آپ میں شجاعت کے ساتھ ساتھ سوجھ بوجھ کا مادہ بھی بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ چنانچہ امام شافعی کا قول ہے کہ:-

ما اقول فی شخص اجتمعت لہ ثلاثۃ مع ثلاثۃ لایجتمعن قط لاحد من بنی آدم الجود مع الفقر والشجاعۃ مع الرائے والعلم مع العمل۔ (فواتح میبذی فاتحہ ہفتم)

میں اُس ہستی کے بارے میں کیا کہوں، جن میں تین صفتیں ایسی تین صفتوں کے ساتھ جمع تھیں، جو کسی بشر میں جمع نہیں ہوئیں فقر کے ساتھ سخاوت، شجاعت کے ساتھ تدبر و رائے اور علم کے ساتھ عملی کارگزاریاں۔

اسی اصابتِ فکر و صحتِ رائے کا نتیجہ تھا کہ جب پیغمبرؐ کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کو تلوار اٹھانے کا مشورہ دیا۔ اور فوجوں کے فراہم کرنے کا وعدہ کیا، تو آپ نے ان کی رائے کو ٹھکرا دیا۔ حالانکہ ایسے موقعہ پر من چلے بہادروں کو ذرا سا سہارا بھی اُبھارنے کے لئے کافی ہوا کرتا ہے۔ مگر آپ کی طبع دُور اندیش نے فوراً یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ اگر اس وقت معرکۂ کارزار گرم ہو گیا۔ تو اسلام کی آواز تلواروں کی جھنکار میں دب کر رہ جائے گی۔ اور پھر کامیابی حاصل ہو بھی گئی تو کہنے میں یہی آئے گا کہ تلوار کے زور سے اس منصب کو حاصل کیا، ورنہ کوئی استحقاق نہ تھا۔ لہٰذا آپ نے تلوار کو روک کر ایک طرف اسلام کی حفاظت کا سروسامان کیا اور دوسری طرف اپنے حق کو خونریزیوں سے داغ دار نہ ہونے دیا۔

جہاں رگ و پے میں شجاعت کا خون دوڑ رہا ہو، اور سینہ میں غیظ و غضب کی چنگاریاں بھڑک رہی ہوں، وہاں ولولۂ انتقام کو دبا کر عفو و بخشش کا طرزِ عمل اختیار کرنا اور طاقت و اختیار کے ہوتے ہوئے درگذر سے کام لینا بڑی کٹھن آزمائش ہے مگر ایسے ہی موقعوں پر آپ کی سیرت کے جوہر نکھرا کرتے تھے اور دامنِ عفو کی پہنائیوں میں خون کے پیاسوں تک کے لئے گنجائش نکل آیا کرتی تھی۔ چنانچہ جنگِ جمل کے خاتمہ پر آپ نے ایک اعلان عام فرمایا کہ کسی پیٹھ پھرانے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور ہمارے دامن میں پناہ لینے والے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے اور مروان بن حکم اور عبداللہ بن زبیر ایسے دشمنوں کو بغیر انتقام و سرزنش

کے چھوڑ دیا اور ام المومنین کے ساتھ جو حسن سلوک کیا۔ وہ آپ کی شرافتِ نفس اور بلندی کردار کا بے نظیر نمونہ ہے کہ باوجود عناد و دشمنی کے کھلم کھلا مظاہروں کے آپ نے اُن کے شایانِ شان انتظامات کے ساتھ انہیں محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیا۔

انسان اپنی ذاتی رنجشوں کو اصولی اختلاف کا لباس پہنا کر نہ صرف دوسروں کو فریب دیا کرتا ہے بلکہ خود اپنے نفس کو بھی دھوکے میں رکھنے کی کوشش کیا کرتا ہے اور ایسے حالات میں ایسی نازک صورتیں بھی آجاتی ہیں کہ انسان ذاتی اور اصولی رنجش میں امتیاز کر کے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کر سکتا اور بآسانی ایک کو دوسرے میں سمو کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس نے حکمِ الٰہی کا امتثال کیا ہے اور ہوتا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے انتقامی جذبے کو بھی فرو کر لیا کرتا ہے۔ مگر امیرالمومنین کی حد شناس نظریں نہ کبھی فریب کھاتی تھیں اور نہ جان بوجھ کر اپنے کو فریب دیتی تھیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب دشمن کو پچھاڑ کر اُس کے سینے پر سوار ہوئے تو اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ بشری تقاضا تو یہ تھا کہ اشتعال بڑھ جاتا۔ ہاتھ کی حرکت تیز ہو جاتی۔ مگر مشتعل ہونے کے بجائے اُس کے سینہ سے اُتر آئے کہ کہیں اس عمل میں خواہش نفس کی آمیزش نہ ہو جائے۔ جب غصہ فرو ہو گیا، تو اسے قتل کیا۔

جنگ و پیکار اور زہد و ورع میں بھی کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ ایک سے ہمت و دلیری کا مظاہرہ ہوتا ہے اور ایک سے عجز و فرومانددگی ٹپکتی ہے۔ مگر آپ ان دونوں صفتوں کے اجتماع کا نادر نمونہ تھے کہ وقفِ دعا رہنے والے ہاتھوں کو مشغولِ کار زار بھی رکھتے تھے اور گوشۂ اعتکاف میں بیٹھنے کے ساتھ میدانِ جنگ کا بھی طواف کرتے تھے۔ چنانچہ لیلۃ الھریر کا وہ منظر تو انسانی عقلوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے کہ جب آپ نے گرد و پیش سے آنکھیں بند کر کے خونی ہنگاموں میں مصلّٰی بچھا دیا تھا اور سکونِ خاطر و اطمینان قلب سے نماز میں مشغول ہو گئے تھے اور تیر تھے کہ کبھی آپ کے سر کے اوپر سے اور کبھی دائیں سمت سے اور کبھی بائیں جانب سے سنسناتے ہوئے گذر رہے تھے۔ مگر آپ بغیر کسی خوف و ہراس کے ذکرِ خدا میں محو رہے اور جب فارغ ہوئے تو ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا اور پھر جس قیامت کا رَن پڑا ہے تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ عالم یہ تھا کہ ہر طرف ایسی چیخ و پکار اور بھگدڑ مچی ہوئی تھی کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ البتہ لحظہ بہ لحظہ آپ کی صدائے تکبیر فضا میں بلند ہو کر کانوں میں گونج اٹھتی تھی اور ہر تکبیر ایک دشمن کے لئے پیغامِ اجل لے کر آتی تھی۔ گننے والوں نے اِن تکبیروں کو شمار کیا، تو ان کی تعداد پانچ سو تئیس تھی۔

نبرد آزمائی و صف آرائی کے مشغلوں کے ساتھ علم و عرفان کا ذوق جمع نہیں ہوا کرتا مگر آپ رزم آرائیوں کے ساتھ علم و معارف کی محفلیں بھی آراستہ کرتے تھے اور خون کی ندیاں بہانے کے ساتھ حقائق و معارف کے سر چشموں سے کشتِ زارِ اسلام کی آبیاری بھی فرماتے تھے۔

جہاں علمی کمال ہو، وہاں عمل سے تہی دامانی نہ سہی مگر عملی کوتاہیوں میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا، لیکن آپ کے قدم علم و عمل کے میدان میں یکساں اٹھتے تھے۔ جیسا کہ امام شافعی کے قول میں اشارہ ہو چکا ہے۔

یونہی قول و عمل کی ہمنوائی کی مثالیں بھی کم ملتی ہیں۔ مگر آپ کا عمل پہلے ہوتا تھا اور قول بعد میں جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

ایھا الناس انی واللہ ما احثکم علی — اے لوگو! بخدا میں تمہیں کسی عمل کی دعوت نہیں دیتا۔ مگر یہ کہ تم

طاعة الا و اسبقكم اليها ولا انهاكم الا و اتناهى قبلكم عنها۔ — سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی چیز سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ پہلے اس سے اپنا دامن بچاتا ہوں۔

جہاں کسی زاہد و متورع انسان کا تصور ہوا۔ وہاں ایک شکنوں بھرا چہرہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے کیونکہ پرہیزگارانہ زندگی کے لئے خشک مزاجی و ترش رُوئی ایسا لازمی جزبن کر رہ گئی ہے کہ کسی پرہیزگار و پارسا کے ہونٹوں کے لئے مسکراہٹ کا تصور بھی جرم سمجھا جانے لگا ہے۔ مگر آپ کمال تقویٰ و پرہیز گاری کے باوجود ہمیشہ اس طرح دکھائی دیئے کہ شگفتہ مزاجی و خندہ روئی آپ کے خدوخال سے جھلکتی اور مسکراہٹ لبوں پر کھیلتی تھی اور کبھی خشک زاہدوں کی طرح تیوری پہ بل اور جبین پر شکن نہ آنے پاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب دنیا والوں کو آپ میں کوئی عیب نظر نہ آیا۔ تو اسی طبیعت کی لطافت کو عیب کی صورت میں پیش کیا جانے لگا اور درشت طبعی و تند خوئی کو حسن سمجھ لیا گیا۔

اگر انسان میں زندہ دلی و خوش طبعی کی جھلک ہو تو اس کا رُعب و دبدبہ دلوں سے اٹھ جایا کرتا ہے۔ مگر حضرت کے بشاش چہرے پر جلال و تمکنت کا یہ عالم تھا کہ نگاہیں ان کے سامنے اٹھ نہ سکتی تھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ معاویہ نے طنزاً یہ کہا کہ خُدا ابوالحسن پر رحم کرے۔ وہ ایک خوش مذاق آدمی تھے تو قیس ابن سعد نے کہا کہ

اما واللہ لقد کان مع تلك الفكاهة والطلاقة اهيب من ذی لبدتين قد مسه الطوی تلك هيبة التقوی ليس كما يهابك طغام اهل الشام۔ (مقدمہ ابن ابی الحدید) — خدا کی قسم وہ اس خوش مذاقی اور خندہ روئی کے باوجود بھوکے شیر سے بھی زیادہ پر ہیبت تھے۔ اور یہ ان کے تقویٰ کا رعب تھا نہ ویسا جیسا شام کے چند اوباش تمہارا رعب مانتے ہیں۔

جہاں سطوت و حکومت ہو وہاں حشم و خدم کے جھرمٹ تزک و احتشام کے پہرے اور کروفر کے سازو سامان نظر آیا کرتے ہیں۔ مگر آپ کا دورِ فرماں روائی انتہائی سادگی کا نمونہ تھا اور اہلِ عالم کی نگاہوں نے ہمیشہ تاج سروری کی جگہ بوسیدہ، عمامہ، حلۂ خسروی کے بجائے پیوند دار پیراہن اور مسند جہاں بانی کی جگہ فرش خاک ہی دیکھا نہ آپ نے کبھی شان و شکوہ کو پسند کیا اور نہ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کی نمائش گوارا کی۔ چنانچہ ایک موقعہ پر گھوڑے پر سوار ہو کر گزر رہے تھے کہ حرب ابن شرجیل گفتگو کرتا ہوا۔ آپ کے ہمرکاب ہو لیا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا ارجع فان مشی مثلك مع مثلی فتنة للوالی ومذلة للمؤمنين پلٹ جاؤ کیونکہ تم ایسے شخص کا یوں میرے ساتھ پیادہ پا چلنا والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت کا باعث ہے۔

غرض یہ وہ جامع شخصیت تھی جس میں مختلف و متضاد صفات سمٹ کر جمع ہو گئے تھے اور تمام محاسن اخلاق اپنی پوری تابندگیوں کے ساتھ جلوہ گر تھے۔ گویا ان کی ایک زندگی کئی زندگیوں کا مجموعہ اور ہر زندگی صفتِ کمال کا وہ نادر مرقع تھی۔ جس سے فضیلت کے بے داغ خدوخال اُبھر کر سامنے آتے تھے اور جس کے ہر کمال پر نظریں جم کر رہ جاتی تھیں۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

باب المختار من خطب امیر المؤمنین علیہ السلام و اوامرہ

امیر المؤمنین علیہ السلام کے منتخب خطبات و احکام کا باب

وَيَدْخُلُ فِي ذٰلِكَ الْمُخْتَارُ مِنْ كَلَامِهٖ الْجَارِي مَجْرَى الْخُطَبِ فِي الْمَقَامَاتِ الْمَحْضُورَةِ وَالْمَوَاقِفِ الْمَذْكُورَةِ وَالْخُطُوبِ الْوَارِدَةِ

اس باب میں آپ کی وہ گفتگوئیں بھی درج ہیں، جنہیں مختلف مجلسوں، معرکوں اور پیش آنیوالے حادثوں میں خطبوں کے انداز پر ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ فَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ ۱

(يَذْكُرُ فِيهَا ابْتِدَاءَ خَلْقِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَخَلْقِ اٰدَمَ)

(اس میں ابتدائے آفرینش زمین و آسمان اور پیدائش آدم کا ذکر فرمایا ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَا يَبْلُغُ مِدْحَتَهُ الْقَائِلُونَ - وَلَا يُحْصِي نَعْمَاءَهُ الْعَادُّونَ - وَلَا يُؤَدِّي حَقَّهُ الْمُجْتَهِدُونَ الَّذِي لَا يُدْرِكُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ وَلَا يَنَالُهُ غَوْصُ الْفِطَنِ الَّذِي لَيْسَ لِصِفَتِهٖ حَدٌّ مَحْدُودٌ وَلَا نَعْتٌ مَوْجُودٌ وَ لَا وَقْتٌ مَعْدُودٌ وَلَا اَجَلٌ مَمْدُودٌ فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهٖ وَنَشَرَ الرِّيَاحَ بِرَحْمَتِهٖ - وَوَتَّدَ بِالصُّخُورِ مَيَدَانَ اَرْضِهٖ - اَوَّلُ الدِّينِ مَعْرِفَتُهٗ وَكَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِيقُ بِهٖ - وَ كَمَالُ التَّصْدِيقِ بِهٖ تَوْحِيدُهٗ - وَ كَمَالُ تَوْحِيدِهِ الْاِخْلَاصُ لَهٗ - وَ كَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَهٗ نَفْيُ الصِّفَاتِ عَنْهُ لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ اَنَّهَا غَيْرُ الْمَوْصُوفِ وَشَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوفٍ

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے۔ نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اُس کے کمالِ ذات کی کوئی حد معین نہیں۔ نہ اس کے لئے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس (کی ابتدا) کے لئے کوئی وقت ہے، جسے شمار میں لایا جا سکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔ اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا، تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔ دین[1] کی ابتدا اس کی معرفت ہے۔ کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے، کمالِ تصدیق توحید ہے۔ کمالِ توحید تنزیہ و اخلاص ہے اور کمالِ تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اُس سے صفتوں کی نفی کی جائے۔ کیونکہ ہر صفت

أَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ - فَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ
سُبْحَانَهُ فَقَدْ قَرَنَهُ - وَمَنْ قَرَنَهُ
فَقَدْ ثَنَّاهُ وَمَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّأَهُ
وَمَنْ جَزَّأَهُ فَقَدْ جَهِلَهُ - وَمَنْ جَهِلَهُ
فَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ - وَمَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ
فَقَدْ حَدَّهُ - وَمَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ -
وَمَنْ قَالَ فِيمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ - وَمَنْ
قَالَ عَلَامَ فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ - كَائِنٌ
لَا عَنْ حَدَثٍ - مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمٍ
مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ - وَغَيْرُ
كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ - فَاعِلٌ لَا
بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَالْآلَةِ - بَصِيرٌ إِذْ لَا
مَنْظُورَ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ - مُتَوَحِّدٌ إِذْ لَا
سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَلَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ
أَنْشَأَ الْخَلْقَ إِنْشَاءً - وَابْتَدَأَهُ ابْتِدَاءً -
بِلَا رَوِيَّةٍ أَجَالَهَا - وَلَا تَجْرِبَةٍ اسْتَفَادَهَا
وَلَا حَرَكَةٍ أَحْدَثَهَا - وَلَا هَمَامَةِ نَفْسٍ
اضْطَرَبَ فِيهَا - أَحَالَ الْأَشْيَاءَ لِأَوْقَاتِهَا
وَلَأَمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا - وَغَرَّزَ غَرَائِزَهَا
وَأَلْزَمَهَا أَشْبَاحَهَا عَالِمًا بِهَا قَبْلَ ابْتِدَائِهَا
مُحِيطًا بِحُدُودِهَا وَانْتِهَائِهَا - عَارِفًا
بِقَرَائِنِهَا وَأَحْنَائِهَا - ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ
فَتْقَ الْأَجْوَاءِ وَشَقَّ الْأَرْجَاءِ وَسَكَائِكَ
الْهَوَاءِ - فَأَجْرَى فِيهَا مَاءً مُتَلَاطِمًا
تَيَّارُهُ ، مُتَرَاكِمًا زَخَّارُهُ - حَمَلَهُ عَلَى

شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے - اور ہر موصوف
شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے -
لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے -
اُس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور
جس نے اُس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا - اُس
نے دوئی پیدا کی جس نے دوئی پیدا کی - اُس نے اس
کے لئے جز بنا ڈالا اور جو اس کے لئے اجزاء کا قائل
ہوا وہ اس سے بے خبر رہا - اور جو اس سے بے خبر
رہا - اس نے اُسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اور جس نے
اسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اُس نے اُس کی حد بندی
کر دی اور جو اُسے محدود سمجھا - وہ اسے دوسری
چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا جس نے یہ کہا کہ
وہ کس چیز میں ہے اُس نے اُسے کسی شے کے ضمن
میں فرض کر لیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز پر
ہے - اُس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں - وُہ
ہے ، ہُوا نہیں - موجود ہے - مگر عدم سے وجود میں
نہیں آیا - وہ ہر شے کے ساتھ ہے ، نہ جسمانی اتصال
کی طرح ، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے ، نہ جسمانی دُوری
کے طور پر ، وہ فاعل ہے ، لیکن حرکات و آلات کا
محتاج نہیں ، وُہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب
کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی -
وہ یگانہ ہے - اس لئے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں
ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھو کر پریشان
ہو جائے - اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا - بغیر کسی
فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ

مِنَ الرِّيحِ الْعَاصِفَةِ، وَالزَّعْزَعِ
الْقَاصِفَةِ۔ فَأَمَرَهَا بِرَدِّهِ، وَسَلَّطَهَا
عَلَىٰ شَدِّهِ، وَقَرَنَهَا إِلَىٰ حَدِّهِ۔ الْهَوَاءُ
مِنْ تَحْتِهَا فَتِيقٌ، وَالْمَاءُ مِنْ
فَوْقِهَا دَفِيقٌ۔ ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ
رِيحًا اعْتَقَمَ مَهَبَّهَا وَأَدَامَ مُرَبَّهَا
وَأَعْصَفَ مَجْرَاهَا، وَأَبْعَدَ
مَنْشَاهَا۔ فَأَمَرَهَا بِتَصْفِيقِ الْمَاءِ
الزَّخَّارِ، وَإِثَارَةِ مَوْجِ الْبِحَارِ۔
فَمَخَضَتْهُ مَخْضَ السِّقَاءِ، وَ
عَصَفَتْ بِهِ عَصْفَهَا بِالْفَضَاءِ۔
تَرُدُّ أَوَّلَهُ إِلَىٰ آخِرِهِ، وَسَاجِيَهُ
إِلَىٰ مَائِرِهِ۔ حَتَّىٰ عَبَّ عُبَابُهُ،
وَرَمَىٰ بِالزَّبَدِ رُكَامُهُ فَرَفَعَهُ فِي
هَوَاءٍ مُنْفَتِقٍ، وَجَوٍّ مُنْفَهِقٍ۔
فَسَوَّىٰ مِنْهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جَعَلَ
سُفْلَاهُنَّ مَوْجًا مَكْفُوفًا وَعُلْيَاهُنَّ
سَقْفًا مَحْفُوظًا۔ وَسَمْكًا
مَرْفُوعًا۔ بِغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعَمُهَا۔ وَ
لَا دِسَارٍ يَنْظِمُهَا۔ ثُمَّ زَيَّنَهَا
بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ، وَضِيَاءِ الثَّوَاقِبِ،
وَأَجْرَىٰ فِيهَا سِرَاجًا مُسْتَطِيرًا،
وَقَمَرًا مُنِيرًا۔ فِي فَلَكٍ دَائِرٍ،
وَسَقْفٍ سَائِرٍ، وَرَقِيمٍ مَائِرٍ۔ ثُمَّ
فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ الْعُلَا۔

اٹھانے کی اُسے ضرورت پڑی ہو اور بغیر کسی حرکت کے
جسے اُس نے پیدا کیا ہو اور بغیر کسی ولولہ اور
جوش کے جس سے وہ بے تاب ہوا ہو۔ ہر چیز کو
اس کے وقت کے حوالے کیا۔ بے جوڑ چیزوں میں
توازن و ہم آہنگی پیدا کی۔ ہر چیز کو جُدا گانہ طبیعت
و مزاج کا حامل بنایا اور ان طبیعتوں کے لئے مناسب
صورتیں ضروری قرار دیں۔ وہ ان چیزوں کو ان کے
وجود میں آنے سے پہلے جانتا تھا۔ ان کی حد و نہایت
پر احاطہ کئے ہوئے تھا اور ان کے نفوس و اعضاء کو
پہچانتا تھا۔ پھر یہ کہ اُس نے کشادہ فضا، وسیع اطراف
و اکناف اور خلا کی وسعتیں خلق کیں اور ان میں ایسا
پانی بہایا جس کے دریائے مواج کی لہریں طوفانی اور
بحر زخار کی موجیں تہ بہ تہ تھیں اسے تیز ہوا اور تند
آندھی کی پشت پر لادا۔ پھر اُسے پانی کے پلٹانے کا
حکم دیا اور اُسے اس کے پابند رکھنے پر قابو دیا اور
اسے پانی کی سرحد سے ملا دیا۔ اس کے نیچے ہوا دُور
تک پھیلی ہوئی تھی اور اُوپر پانی ٹھاٹھیں مار رہا
تھا۔ پھر اللہ سُبحانہ نے اس پانی کے اندر ایک ہوا
خلق کی، جس کا چلنا بانجھ (بے ثمر) تھا اور اسے اس
کے مرکز پر قرار رکھا۔ اس کے جھونکے تیز کر دیئے
اور اس کے چلنے کی جگہ دُور و دراز تک پھیلا دی۔
پھر اس ہوا کو مامور کیا کہ وہ پانی کے ذخیرے کو
تھپیڑے دے اور بحر بے کراں کی موجوں کو اچھالے۔
اس ہوا نے پانی کو یُوں متھ دیا۔ جس طرح دہی کے
مشکیزے کو متھا جاتا ہے اور اسے ڈھکیلتی ہوئی تیزی

فَمَلَأَهُنَّ أَطْوَاراً مِّنْ مَلَائِكَتِهِ
مِنْهُمْ سُجُودٌ لَّا يَرْكَعُونَ، وَرُكُوعٌ
لَا يَنْتَصِبُونَ وَ صَافُّونَ لَا يَتَزَايَلُونَ
وَمُسَبِّحُونَ لَا يَسْأَمُونَ - لَا
يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعُيُونِ - وَلَا سَهْوُ
الْعُقُولِ - وَ لَا فَتْرَةُ الْأَبْدَانِ
وَ لَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ - وَمِنْهُمْ
أُمَنَاءُ عَلَى وَحْيِهِ، وَأَلْسِنَةٌ
إِلَى رُسُلِهِ، وَ مُخْتَلِفُونَ بِقَضَائِهِ
وَأَمْرِهِ - وَ مِنْهُمُ الْحَفَظَةُ
لِعِبَادِهِ وَ السَّدَنَةُ لِأَبْوَابِ
جِنَانِهِ - وَ مِنْهُمُ الثَّابِتَةُ فِي
الْأَرَضِينَ السُّفْلَى أَقْدَامُهُمْ
وَالْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَاءِ الْعُلْيَا
أَعْنَاقُهُمْ، وَ الْخَارِجَةُ مِنَ
الْأَقْطَارِ أَرْكَانُهُمْ، وَالْمُنَاسِبَةُ
لِقَوَائِمِ الْعَرْشِ أَكْتَافُهُمْ -
نَاكِسَةٌ دُونَهُ أَبْصَارُهُمْ -
مُتَلَفِّعُونَ تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ
مَضْرُوبَةٌ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَنْ
دُونَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ وَأَسْتَارُ
الْقُدْرَةِ - لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ
بِالتَّصْوِيرِ، وَلَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ
صِفَاتِ الْمَصْنُوعِينَ وَ لَا
يَحُدُّونَهُ بِالْأَمَاكِنِ وَ

سے چلی۔ جس طرح خالی فضا میں چلتی ہے اور پانی کے
ابتدائی حصے کو آخری حصے پر اور ٹھہرے ہوئے کو چلتے
ہوئے پانی پر پلٹانے لگی۔ یہاں تک کہ اس متلاطم پانی
کی سطح بلند ہو گئی اور وہ تہ بر تہ پانی جھاگ دینے لگا
اللہ نے وہ جھاگ کھلی ہوا اور کشادہ فضا کی طرف
اٹھائی اور اس سے ساتوں آسمان پیدا کئے۔ نیچے والے
آسمان کو رکی ہوئی موج کی طرح بنایا اور اوپر
والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت
میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی
حاجت تھی نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت پھر ان کو
ستاروں کی سج دھج اور روشن تاروں کی چمک دمک سے آراستہ
کیا اور ان میں ضوپاش چراغ اور جگمگاتا چاند رواں
کیا جو گھومنے والے فلک چلتی پھرتی چھت اور جنبش
کھانے والی لوح میں ہے۔ پھر خداوند عالم نے بلند آسمانوں
کے درمیان شگاف پیدا کئے اور ان کی وسعتوں کو طرح
طرح کے فرشتوں سے بھر دیا۔ کچھ ان میں سربسجود ہیں
جو رکوع نہیں کرتے، کچھ رکوع میں ہیں، جو سیدھے
نہیں ہوتے۔ کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ
نہیں چھوڑتے اور کچھ پاکیزگی بیان کر رہے ہیں جو اکتاتے
نہیں، نہ ان کی آنکھوں میں نیند آتی ہے۔ نہ ان کی
عقلوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے، نہ ان کے بدنوں
میں سستی و کاہلی آتی ہے نہ ان پر نسیان کی غفلت
طاری ہوتی ہے۔ ان میں کچھ تو وحی الٰہی کے امین، اس
کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کے لئے زبان حق اور
اس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے

لَا يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ۔

(صِفَةُ خَلْقِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ
حَزْنِ الْأَرْضِ وَ سَهْلِهَا، وَ
عَذْبِهَا وَ سَبَخِهَا، تُرْبَةً سَنَّهَا
بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ۔
وَ لَاطَهَا بِالْبَلَّةِ حَتَّى لَزَبَتْ۔ فَجَبَلَ
مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ أَحْنَاءٍ وَ
وُصُولٍ وَ أَعْضَاءٍ وَ فُصُولٍ،
أَجْمَدَهَا حَتَّى اسْتَمْسَكَتْ،
وَ أَصْلَدَهَا حَتَّى صَلْصَلَتْ
لِوَقْتٍ مَعْدُودٍ وَ أَمَدٍ
مَعْلُومٍ۔ ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا مِنْ
رُوحِهِ فَمَثُلَتْ إِنْسَانًا ذَا
أَذْهَانٍ يُجِيلُهَا - وَ فِكَرٍ
يَتَصَرَّفُ بِهَا، وَ جَوَارِحَ
يَخْتَدِمُهَا، وَ أَدَوَاتٍ يُقَلِّبُهَا۔
وَ مَعْرِفَةٍ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ
وَ الْبَاطِلِ وَ الْأَذْوَاقِ وَ الْمَشَامِّ
وَ الْأَلْوَانِ وَ الْأَجْنَاسِ مَعْجُونًا
بِطِينَةِ الْأَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ
وَ الْأَشْبَاهِ الْمُؤْتَلِفَةِ - وَ
الْأَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ وَ
الْأَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ۔ مِنَ الْحَرِّ
وَ الْبَرْدِ۔ وَ الْبَلَّةِ وَ الْجُمُودِ۔

والے ہیں، کچھ اس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے
دروازوں کے پاسبان ہیں، کچھ وہ ہیں، جن کے قدم زمین
کی تہ میں جمے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے پہلو اطراف
عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے شانے عرش
کے پایوں سے میل کھاتے ہیں۔ عرش کے سامنے
ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور اس کے نیچے اپنے
پروں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ اور ان میں اور دوسری
مخلوق میں عزت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے
حائل ہیں۔ وہ شکل و صورت کے ساتھ اپنے رب کا
تصور نہیں کرتے، نہ اس پر مخلوق کی صفتیں طاری
کرتے ہیں۔ نہ اسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے
ہیں۔ نہ اشباہ و نظائر سے اس کی طرف اشارہ
کرتے ہیں۔

(آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں فرمایا)

پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیریں و شورہ زار زمین
سے مٹی جمع کی، اسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف
ہو کر نتھر گئی اور تری سے اتنا گوندھا کہ اُس
میں لس پیدا ہو گیا۔ اس سے ایک ایسی صورت
بنائی، جس میں موڑ ہیں اور جوڑ، اعضا ہیں اور
مختلف حصے۔ اسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود تھم
سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ کھنکھنانے لگی۔ ایک
وقت معیّن اور مدت معلوم تک اُسے یونہی رہنے
دیا۔ پھر اس میں روح پھونکی، تو وہ ایسے انسان
کی صورت میں کھڑی ہو گئی جو قوائے ذہنی کو حرکت
دینے والا۔ فکری حرکات سے تصرف کرنے والا۔ اعضا

وَاسْتَأْدَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمَلَائِكَةَ وَدِيْعَتَهُ لَدَيْهِمْ وَعَهْدَ وَصِيَّتِهِ اِلَيْهِمْ فِي الْاِذْعَانِ بِالسُّجُوْدِ لَهُ وَالْخُشُوْعِ لِتَكْرِمَتِهِ فَقَالَ سُبْحَانَهُ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ اعْتَرَتْهُ الْحَمِيَّةُ وَغَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ وَتَعَزَّزَ بِخِلْقَةِ النَّارِ وَاسْتَهْوَنَ خَلْقَ الصَّلْصَالِ فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ النَّظِرَةَ اسْتِحْقَاقًا لِلسُّخْطَةِ وَاسْتِتْمَامًا لِلْبَلِيَّةِ وَاِنْجَازًا لِلْعِدَةِ - فَقَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ - ثُمَّ اَسْكَنَ سُبْحَانَهُ اٰدَمَ دَارًا اَرْغَدَ فِيْهَا عِيْشَتَهُ وَاٰمَنَ فِيْهَا مَحَلَّتَهُ، وَحَذَّرَهُ اِبْلِيْسَ وَعَدَاوَتَهُ - فَاغْتَرَّهُ عَدُوُّهُ نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ الْمُقَامِ وَمُرَافَقَةِ الْاَبْرَارِ - فَبَاعَ الْيَقِيْنَ بِشَكِّهِ وَالْعَزِيْمَةَ بِوَهْنِهِ - وَاسْتَبْدَلَ بِالْجَذَلِ وَجَلًا - وَبِالْاِغْتِرَارِ نَدَمًا - ثُمَّ بَسَطَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لَهُ فِيْ تَوْبَتِهِ وَلَقَّاهُ كَلِمَةَ

و جوارح سے خدمت لینے والا اور ہاتھ پیروں کو چلانے والا ہے اور ایسی شناخت کا مالک ہے۔ جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے۔ اور مختلف مزوں، بوؤں، رنگوں اور جنسوں میں فرق کرتا ہے۔ خود رنگا رنگ کی مٹی اور ملتی جلتی ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد خلطوں سے اس کا خمیر ہوا ہے۔ یعنی گرمی، سردی، تری خشکی کا پیکر ہے۔

پھر اللہ نے فرشتوں سے چاہا کہ وہ اُس کی سونپی ہوئی ودیعت ادا کریں اور اس کے پیمان وصیّت کو پورا کریں۔ جو سجدۂ آدم کے حکم کو تسلیم کرنے اور اُس کی بزرگی کے سامنے تواضع و فروتنی کے لئے تھا۔ اس لئے اللہ نے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اُسے عصبیت نے گھیر لیا۔ بدبختی اس پر چھا گئی۔ آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے اپنے کو بزرگ و برتر سمجھا۔ اور کھنکھناتی ہوئی مٹی کی مخلوق کو ذلیل جانا۔ اللہ نے اسے مہلت دی تا کہ وہ پورے طور پر غضب کا مستحق بن جائے اور (بنی آدم) کی آزمائش پایۂ تکمیل تک پہنچے اور وعدہ پورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے اس سے کہا کہ تجھے وقت معیّن کے دن تک کی مہلت ہے۔ پھر اللہ نے آدم کو ایسے گھر میں ٹھہرایا۔ جہاں ان کی زندگی کو خوش گوار رکھا۔ انہیں شیطان اور اس کی عداوت سے بھی ہوشیار کر دیا۔ لیکن ان کے دشمن نے ان کے جنت میں ٹھیرنے اور نیکو کاروں میں مل جل کر رہنے

بِرَحْمَتِهِ، وَوَعَدَهُ الْمَرَدَّ
إِلَى جَنَّتِهِ، وَأَهْبَطَهُ إِلَى
دَارِ الْبَلِيَّةِ، وَتَنَاسُلِ
الذُّرِّيَّةِ - وَاصْطَفَى سُبْحَانَهُ
مِنْ وُلْدِهِ أَنْبِيَاءَ أَخَذَ عَلَى
الْوَحْيِ مِيثَاقَهُمْ، وَعَلَى
تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَمَانَتَهُمْ
لَمَّا بَدَّلَ أَكْثَرُ خَلْقِهِ عَهْدَ
اللهِ إِلَيْهِمْ فَجَهِلُوا حَقَّهُ، وَ
اتَّخَذُوا الْأَنْدَادَ مَعَهُ - وَ
اجْتَالَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ عَنْ
مَعْرِفَتِهِ، وَاقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ
عِبَادَتِهِ - فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَهُ،
وَوَاتَرَ إِلَيْهِمْ أَنْبِيَاءَهُ لِيَسْتَأْدُوهُمْ
مِيثَاقَ فِطْرَتِهِ وَيُذَكِّرُوهُمْ
مَنْسِيَّ نِعْمَتِهِ - وَيَحْتَجُّوا عَلَيْهِمْ
بِالتَّبْلِيغِ - وَيُثِيرُوا لَهُمْ
دَفَائِنَ الْعُقُولِ وَيُرُوهُمُ
الْآيَاتِ الْمُقَدَّرَةَ مِنْ سَقْفٍ
فَوْقَهُمْ مَرْفُوعٍ، وَمِهَادٍ
تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ - وَمَعَايِشَ
تُحْيِيهِمْ وَآجَالٍ تُفْنِيهِمْ -
وَأَوْصَابٍ تُهْرِمُهُمْ وَأَحْدَاثٍ
تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ - وَلَمْ يُخْلِ
سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ

پر حسد کیا اور آخر کار انہیں فریب دے دیا۔ آدم
نے یقین کو شک اور ارادے کے استحکام کو کمزوری
کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ مسرت کو خوف سے بدل لیا۔
اور فریب خوردگی کی وجہ سے ندامت اٹھائی۔ پھر
اللہ نے آدم کے لئے توبہ کی گنجائش رکھی۔ انہیں
رحمت کے کلمے سکھائے، جنّت میں دوبارہ پہنچانے
کا اُن سے وعدہ کیا اور انہیں دارِ ابتلا و محلِ
افزائشِ نسل میں اُتار دیا۔ اللہ سبحانہ نے اُن کی
اولاد سے انبیاء چُنے۔ وحی پر اُن سے عہد و
پیمان لیا۔ تبلیغ رسالت کا انہیں امین بنایا۔ جبکہ
اکثر لوگوں نے اللہ کا عہد بدل دیا تھا۔ چنانچہ وُہ
اُس کے حق سے بے خبر ہو گئے۔ اوروں کو اُس کا
شریک بنا ڈالا۔ شیاطین نے اس کی معرفت سے
انہیں رو گرداں اور اس کی عبادت سے الگ کر
دیا۔ اللہ نے اُن میں اپنے رسول مبعوث کئے۔ اور
لگا تار انبیاء بھیجے تاکہ ان سے فطرت کے عہد و
پیمان پورے کرائیں۔ اُس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد
دلائیں۔ پیغامِ ربّانی پہنچا کر حجّت تمام کریں۔ عقل
کے دفینوں کو ابھاریں اور انہیں قدرت کی نشانیاں
دکھائیں۔ یہ سروں پر بلند بام آسمان، اُن کے نیچے
بچھا ہوا فرشِ زمیں، زندہ رکھنے والا سامانِ معیشت
فنا کرنے والی اجلیں، بوڑھا کر دینے والی بیماریاں
اور پے در پے آنے والے حادثات۔

اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ
پیغمبر یا آسمانی کتاب یا دلیلِ قطعی یا طریقِ روشن

مُرْسَلٍ، أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ۔ أَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ، أَوْ مَحَجَّةٍ قَائِمَةٍ رُسُلٌ لَا تُقَصِّرُ بِهِمْ قِلَّةُ عَدَدِهِمْ۔ وَلَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِينَ لَهُمْ۔ مِنْ سَابِقٍ سُمِّيَ لَهُ مَنْ بَعْدَهُ أَوْ غَابِرٍ عَرَّفَهُ مَنْ قَبْلَهُ۔ عَلَى ذَالِكَ نَسَلَتِ الْقُرُونُ۔ وَمَضَتِ الدُّهُورُ۔ وَسَلَفَتِ الْآبَاءُ وَخَلَفَتِ الْأَبْنَاءُ۔ إِلَى أَنْ بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِإِنْجَازِ عِدَتِهِ، وَتَمَامِ نُبُوَّتِهِ۔ مَأْخُوذًا عَلَى النَّبِيِّينَ مِيثَاقُهُ، مَشْهُورَةً سِمَاتُهُ، كَرِيمًا مِيلَادُهُ۔ وَأَهْلُ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُتَفَرِّقَةٌ۔ وَأَهْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ۔ وَطَرَائِقُ مُتَشَتِّتَةٌ بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِلّٰهِ بِخَلْقِهِ أَوْ مُلْحِدٍ فِي اسْمِهِ أَوْ مُشِيرٍ إِلَى غَيْرِهِ۔ فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ وَأَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ۔ ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

کے کبھی یونہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسول، جنہیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی۔ اُن میں کوئی سابق تھا، جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا۔ کوئی بعد میں آیا، جسے پہلا پہچنوا چکا تھا۔ اسی طرح مدتیں گذر گئیں۔ زمانے بیت گئے۔ باپ داداؤں کی جگہ پر اُن کی اولادیں بس گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ' نے ایفائے عہد و اتمام نبوّت کے لئے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا، جن کے علامات (ظہور) مشہور محل ولادت مبارک و مسعود تھا۔ اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جُدا جُدا خواہشیں متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں۔ یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اُس کے ناموں کو بگاڑ دیتے۔ کچھ اُسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے خداوند عالم نے آپ کی وجہ سے انہیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا اور آپ کے وجود سے انہیں جہالت سے چھڑایا۔ پھر اللہ سبحانہ' نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنے لقاؤ قرب کے لئے چُنا، اپنے خاص انعامات آپ کے لئے پسند فرمائے اور دارِ دنیا کی بود و باش سے آپ کو بلند تر سمجھا اور زحمتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپ کے رُخ کو موڑا اور دنیا سے باعزت آپ کو اٹھا لیا۔ حضرت تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے، جو انبیاء اپنی امتوں میں چھوڑتے جاتے

لِقَاءَهُ - وَرَضِيَ لَهُ مَا عِنْدَهُ
وَأَكْرَمَهُ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا وَرَغِبَ
بِهِ عَنْ مَقَارَنَةِ الْبَلْوَى - فَقَبَضَهُ
إِلَيْهِ كَرِيماً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَخَلَّفَ فِيكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْأَنْبِيَاءُ
فِي أُمَمِهَا إِذْ لَمْ يَتْرُكُوهُمْ
هَمَلاً - بِغَيْرِ طَرِيقٍ وَاضِحٍ -
وَلَا عَلَمٍ قَائِمٍ: كِتَابَ رَبِّكُمْ
فِيكُمْ مُبَيِّناً حَلَالَهُ وَحَرَامَهُ
وَفَرَائِضَهُ وَفَضَائِلَهُ وَنَاسِخَهُ
وَمَنْسُوخَهُ - وَرُخَصَهُ وَعَزَائِمَهُ
وَخَاصَّهُ وَعَامَّهُ - وَعِبَرَهُ
وَأَمْثَالَهُ - وَمُرْسَلَهُ وَمَحْدُودَهُ
وَمُحْكَمَهُ وَمُتَشَابِهَهُ -
مُفَسِّراً مُجْمَلَهُ وَمُبَيِّناً
غَوَامِضَهُ - بَيْنَ مَأْخُوذٍ
مِيثَاقُ عِلْمِهِ وَمُوَسَّعٍ عَلَى
الْعِبَادِ فِي جَهْلِهِ - وَبَيْنَ مُثْبَتٍ
فِي الْكِتَابِ فَرْضُهُ، وَمَعْلُومٍ فِي
السُّنَّةِ نَسْخُهُ، وَوَاجِبٍ فِي السُّنَّةِ
أَخْذُهُ - وَمُرَخَّصٍ فِي الْكِتَابِ تَرْكُهُ -
وَبَيْنَ وَاجِبٍ بِوَقْتِهِ - وَزَائِلٍ فِي
مُسْتَقْبَلِهِ - وَمُبَايَنٌ بَيْنَ مَحَارِمِهِ مِنْ
كَبِيرٍ أَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيرَانَهُ
أَوْ صَغِيرٍ أَرْصَدَ لَهُ غُفْرَانَهُ - وَبَيْنَ

آئے تھے - اس لیۓ کہ وہ طریق واضح و نشانِ محکم
قائم کئے بغیر یُوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں چھوڑتے
تھے - پیغمبرؐ نے تمہارے پروردگار کی کتاب تم میں
چھوڑی ہے - اس حالت میں کہ انہوں نے کتاب کے
حلال و حرام، واجبات و مستحبات، ناسخ و منسوخ
رخص و عزائم، خاص و عام، عبر و امثال، مقید و
مطلق، محکم و متشابہ کو واضح طور سے بیان کر دیا۔
مجمل آیتوں کی تفسیر کر دی۔ اس کی گتھیوں کو سلجھا
دیا۔ اس میں کچھ آیتیں وہ ہیں، جن کے جاننے کی پابندی
عائد کی گئی ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اگر اُس کے بندے
اُن سے ناواقف رہیں تو مضائقہ نہیں، کچھ احکام
ایسے ہیں جن کا وجوب کتاب سے ثابت ہے اور
حدیث سے اُن کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے اور
کچھ احکام ایسے ہیں، جن پر عمل کرنا حدیث کی رُو
سے واجب ہے لیکن کتاب میں اُن کے ترک کی
اجازت ہے - اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں۔
جن کا وجوب وقت سے وابستہ ہے۔ اور زمانۂ آئندہ میں
اُن کا وجوب برطرف ہو جاتا ہے۔ قرآن کے محرمات
میں بھی تفریق ہے - کچھ کبیرہ ہیں۔ جن کے لئے آتش جہنم
کی دھمکیاں ہیں اور کچھ صغیرہ ہیں جن کے لئے مغفرت
کے توقعات پیدا کئے ہیں۔ کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا
تھوڑا سا حصّہ بھی مقبول ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ
اضافہ کی گنجائش رکھی ہے۔

اسی خطبہ میں حج کے سلسلہ میں فرمایا: اللہ نے اپنے
گھر کا حج تم پر واجب کیا۔ جسے لوگوں کا قبلہ بنایا۔

مَقْبُولٍ فِي أَدْنَاهُ مُوَسَّعٍ فِي أَقْصَاهُ

مِنْهَا ذِكْرُ الْحَجِّ

وَفَرَضَ عَلَيْكُمْ حَجَّ بَيْتِهِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلَهُ قِبْلَةً لِلْأَنَامِ يَرِدُونَهُ وُرُودَ الْأَنْعَامِ وَيَأْلَهُونَ إِلَيْهِ وُلُوهَ الْحَمَامِ جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ عَلَامَةً لِتَوَاضُعِهِمْ لِعَظَمَتِهِ وَإِذْعَانِهِمْ لِعِزَّتِهِ وَاخْتَارَ مِنْ خَلْقِهِ سُمَّاعاً أَجَابُوا إِلَيْهِ دَعْوَتَهُ وَصَدَّقُوا كَلِمَتَهُ - وَوَقَفُوا مَوَاقِفَ أَنْبِيَائِهِ - وَتَشَبَّهُوا بِمَلَائِكَتِهِ الْمُطِيفِينَ بِعَرْشِهِ يُحْرِزُونَ الْأَرْبَاحَ فِي مَتْجَرِ عِبَادَتِهِ - وَيَتَبَادَرُونَ عِنْدَ مَوْعِدِ مَغْفِرَتِهِ - جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لِلْإِسْلَامِ عَلَماً وَلِلْعَائِذِينَ حَرَماً - فَرَضَ حَجَّهُ وَأَوْجَبَ حَقَّهُ وَكَتَبَ عَلَيْكُمْ وِفَادَتَهُ فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ -

جہاں لوگ اس طرح کھنچ کر آتے ہیں۔ جس طرح پیاسے حیوان پانی کی طرف اور اس طرح وارفتگی سے بڑھتے ہیں، جس طرح کبوتر اپنے آشیانوں کی جانب۔ اللہ جلّ شانہٗ نے اس کو اپنی عظمت کے سامنے ان کی فروتنی و عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا نشان بنایا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چن لئے جنہوں نے اس کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے کلام کی تصدیق کی وہ انبیاء کی جگہوں پہ ٹھیرے۔ عرش پر طواف کرنے والے فرشتوں سے مشابہت اختیار کی۔ وہ اپنی عبادت کی تجارت گاہ میں منفعتوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاہ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ نے اس گھر کو اسلام کا نشان پناہ چاہنے والوں کے لئے حرم بنایا ہے اس کا حج فرض اور ادائیگی حق کو واجب کیا ہے اور اس کی طرف راہ نوردی فرض کر دی ہے۔ چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ اللہ کا واجب الادا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانۂ کعبہ کا حج کریں، جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

---

[1] "دین کی اصل و اساس خداشناسی ہے" دین کے لغوی معنی اطاعت اور عرفی معنی شریعت کے ہیں۔ یہاں خواہ لغوی معنی مراد لئے جائیں یا عرفی دونوں صورتوں میں اگر ذہن کسی معبود کے تصور سے خالی ہو، تو نہ اطاعت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا کیونکہ جب کوئی منزل ہی سامنے نہ ہوگی، تو منزل کے رخ پر بڑھنے کے کیا معنی اور جب کوئی مقصد ہی پیش نظر نہ ہو گا تو اس کے لئے تگ و دو کرنے کا کیا مطلب! البتہ جب انسان کی عقل و فطرت اس کا رشتہ کسی مافوق الفطرت طاقت سے جوڑ دیتی ہے اور اس کا ذوق پرستاری و جذبۂ عبودیت اسے کسی معبود کے

آگے جھکا دیتا ہے تو وہ من مانی کر گزرنے کے بجائے اپنی زندگی کو مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے اور انہی پابندیوں کا نام دین ہے۔ جس کا نقطۂ آغاز صانع کی معرفت اور اس کی ہستی کا اعتراف ہے۔

معرفت کی بنیادی حیثیت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اس کے ضروری ارکان و شرائط بیان فرمائے ہیں اور عموماً افراد انسانی جن ناقص مراتب ادراک کو اپنی منزل آخر بنا کر قانع ہو جاتے ہیں۔ ان کے ناکافی ہونے کا اظہار فرمایا ہے اور اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ فطرت کے وجدانی احساس اور ضمیر کی راہنمائی سے یا اہلِ مذاہب کی زبان سُن کر اُس ان دیکھی ہستی کا تصور ذہن میں پیدا ہو جائے جو خدا کہی جاتی ہے۔ یہ تصور درحقیقت فکر و نظر کی ذمہ داری اور تحصیل معرفت کا حکم عائد ہونے کا عقلاً پیش خیمہ ہے لیکن تساہل پسند یا ماحول کے دباؤ میں اسیر ہستیاں اس تصور کے پیدا ہونے کے باوجود طلب کی زحمت گوارا نہیں کرتیں تو وہ تصور تصدیق کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ اس صورت میں وہ معرفت سے محروم ہو جاتی ہیں اور باوجودِ تصور، بمنزل تصدیق سے ان کی محرومی چونکہ بالاختیار ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس پر مواخذہ کی مستحق ہوتی ہیں۔ لیکن جو اس تصوّر کی تحریک سے متاثر ہو کر قدم آگے بڑھاتا ہے وہ غور و فکر ضروری سمجھتا ہے اور اس طرح دوسرا درجہ ادراک کا حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مخلوقات کی بوقلمونیوں اور مصنوعات کی نیرنگیوں سے صانع عالم کا کھوج لگایا جائے۔ کیونکہ ہر نقش نقاش کے وجود پر اور ہر اثر مؤثر کی کارفرمائی پر ایک ٹھوس اور بے لچک دلیل ہے۔ چنانچہ انسان جب اپنے گرد و پیش نظر دوڑاتا ہے، تو اسے ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی کہ جو کسی صانع کی کارفرمائی کے بغیر موجود ہو گئی ہو۔ یہاں تک کہ کوئی نقش قدم بغیر راہرو کے اور کوئی عمارت بغیر معمار کے کھڑی ہوتے ہوئے نہیں دیکھتا، تو کیونکر یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ فلک نیلگوں اور اس کی پہنائیوں میں آفتاب و ماہتاب کی تجلیاں اور یہ زمین اور اس کی وسعتوں میں سبزہ و گل کی رعنائیاں بغیر کسی صانع کی صنعت طرازی کے موجود ہو گئی ہوں گی۔ لہٰذا موجوداتِ عالم اور نظمِ کائنات کو دیکھنے کے بعد کوئی انسان اس نتیجہ تک پہنچنے سے اپنے دل و دماغ کو نہیں روک سکتا کہ اس جہانِ رنگ و بو کا کوئی بنانے سنوارنے والا ہے۔ کیونکہ تہی دامانِ وجود سے فیضان وجود نہیں ہو سکتا اور نہ عدم سے وجود کا سرچشمہ پھوٹ سکتا ہے۔ قرآن نے اس استدلال کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے "افی اللّٰہ شك فاطر السمٰوٰت والارض" کیا اللہ کے وجود میں شک ہو سکتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن یہ درجہ بھی ناکافی ہے۔ جبکہ اس کی تصدیق میں غیر کی الوہیت کے عقیدہ کی آمیزش ہو۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کی ہستی کا اقرار وحدت و یگانگت کے اعتراف کے ساتھ ہو۔ بغیر اس کے خدا کی تصدیق مکمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جس کے ساتھ اور بھی خدا مانے جائیں گے۔ وہ ایک نہیں ہوگا اور خدا کے لیے ایک ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک سے زائد ہونے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس کائنات کو ان میں سے ایک نے پیدا کیا ہے یا سب

نے مل جل کر اگر ایک نے پیدا کیا ہے۔ تو اس میں کوئی خصوصیت ہونا چاہیئے ورنہ اس ایک کو بلاوجہ ترجیح ہوگی جو عقلاً باطل ہے، اور اگر سب نے مل جل کر بنایا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دوسروں کی مدد کے بغیر اپنے امور کی انجام دہی نہ کر سکتا ہوگا یا ان کی شرکت و تعاون سے بے نیاز ہوگا۔ پہلی صورت میں اس کا محتاج و دست نگر ہونا اور دوسری صورت میں ایک فعل کے لئے کئی ایک مستقل فاعلوں کا کارفرما ہونا لازم آئیگا اور یہ دونوں صورتیں اپنے مقام پر باطل کی جا چکی ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ سارے خداؤں نے حصہ رسدی مخلوقات کو آپس میں بانٹ کر ایجاد کیا ہے تو اس صورت میں تمام ممکنات کی ہر واجب الوجود سے یکساں نسبت نہ رہے گی، بلکہ صرف اپنے بنانے والے ہی سے نسبت ہوگی۔ حالانکہ ہر واجب کو ہر ممکن سے اور ہر ممکن کو ہر واجب سے یکساں نسبت ہونا چاہیئے۔ کیونکہ تمام ممکنات اثر پذیری میں اور تمام واجب الوجود اثر اندازی میں ایک سے مانے گئے ہیں۔ تو اب اسے ایک مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ متعدد خالق ماننے کی صورت میں کسی چیز کے موجود ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے کے لئے تباہی و بربادی ضروری قرار پاتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے اس دلیل کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے۔ لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے تو یہ زمین و آسمان دونوں تباہ و برباد ہو جاتے۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسے ہر نقص و عیب سے پاک سمجھا جائے اور جسم و صورت، تمثیل و تشبیہ، مکان و زمان، حرکت و سکون اور عجز و جہل سے منزہ مانا جائے۔ کیونکہ اس باکمال و بے عیب ذات میں نہ کسی نقص کا گزر ہو سکتا ہے نہ اس کے دامن پر کسی عیب کا دھبہ ابھر سکتا ہے اور نہ اس کو کسی کے مثل و مانند ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں وجوب کی بلندیوں سے اتار کر امکان کی پستیوں میں لے آنیوالی ہیں۔ چنانچہ قدرت نے توحید کے پہلو بہ پہلو اپنی تنزیہ و تقدیس کو بھی جگہ دی ہے۔

(۱) قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد ٥	کہہ دو کہ اللہ یگانہ ہے۔ اس کی ذات بے نیاز ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہم پلہ ہے۔
(۲) لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير۔	اس کو نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں، البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور باخبر ہے۔
(۳) فلا تضربوا لله الامثال ان الله يعلم وانتم لا تعلمون۔	اللہ کے لئے مثالیں نہ گڑھ لیا کرو۔ بے شک اصل حقیقت کو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔
(۴) ليس كمثله شيء وهو السميع البصير۔	کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے، وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

پانچواں درجہ یہ ہے جس سے معرفت مکمل ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں صفتوں کو الگ سے نہ سمویا جائے کہ ذات احدیت میں دوئی کی جھلک پیدا ہو جائے اور توحید اپنے صحیح مفہوم کو کھو کر ایک تین اور تین ایک کے چکر میں پڑ جائے۔ کیونکہ اسکی ذات

جوہر و عرض کا مجموعہ نہیں کہ اس میں صفتیں اس طرح قائم ہوں جس طرح پھول میں خوشبو اور ستاروں میں چمک بلکہ اس کی ذات خود صفتوں کا سرچشمہ ہے اور وہ اپنے کمالاتِ ذاتی کے اظہار کے لئے کسی توسط کی محتاج نہیں ہے اگر اسے عالم کہا جاتا ہے۔ تو اس بناء پر کہ اس کے علم کے آثار نمایاں ہیں اور اگر اسے قادر کہا جاتا ہے تو اس لئے کہ ہر ذرہ اس کی قدرت و کارفرمائی کا پتہ دے رہا ہے اور سمیع و بصیر کہا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ کائنات کی شیرازہ بندی اور مخلوقات کی چارہ سازی دیکھے اور سنے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مگر ان صفتوں کی نمود اس کی ذات میں اس طرح نہیں ٹھہرائی جا سکتی، جس طرح ممکنات میں کہ اس میں علم آئے تو وہ عالم ہو اور ہاتھ پیروں میں توانائی آئے تو وہ قادر و توانا ہو کیونکہ صفت کو ذات سے الگ ماننے کا لازمی نتیجہ دُوئی ہے اور جہاں دُوئی کا تصور ہوا وہاں توحید کا عقیدہ رخصت ہوا۔ اسی لئے امیرالمومنین علیہ السلام نے زائد بر ذات صفات کی نفی فرما کر صحیح توحید کے خدوخال سے آشنا فرمایا ہے اور دامن وحدت کو کثرت کے دھبوں سے بدنما نہیں ہونے دیا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے لئے کوئی صفت تجویز ہی نہیں کی جا سکتی کہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہو، جو سلبی تصورات کے بھیانک اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں حالانکہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس کی صفتوں کے آثار سے چھلک رہا ہے اور مخلوقات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ جاننے والا ہے۔ قدرت والا ہے۔ سننے اور دیکھنے والا ہے اور اپنے دامن ربوبیت میں پالنے والا اور سایۂ رحمت میں پروان چڑھانے والا ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی ذات میں الگ سے کوئی ایسی چیز تجویز نہیں کی جا سکتی کہ اسے صفت سے تعبیر کرنا صحیح ہو۔ کیونکہ جو ذات ہے وہی صفت ہے اور جو صفت ہے وہی ذات ہے۔ اسی مطلب کو امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ کی زبانِ فیض ترجمان سے سماعت فرمایئے اور پھر مذاہب عالم کے عقیدہ توحید کو اس کی روشنی میں دیکھئے اور پرکھئے کہ توحید کے صحیح مفہوم سے روشناس کرانے والی فردیں کون تھیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

لم یزل ربنا عزوجل والعلم ذاتہ ولا معلوم والسمع ذاتہ ولا مسموع والبصر ذاتہ ولا مبصر والقدرة ذاتہ ولا مقدور فلما احدث الاشیاء وکان المعلوم وقع العلم منہ علی المعلوم والسمع علی المسموع والبصر علی المبصر والقدرة علی المقدور۔

(توحید صدوق)

ہمارا خدائے بزرگ و برتر ہمیشہ سے عینِ علم رہا۔ حالانکہ معلوم ابھی کتم عدم میں تھا۔ اور عین سمع و بصر رہا، حالانکہ نہ کسی آواز کی گونج بلند ہوئی تھی اور نہ کوئی دکھائی دینے والی چیز تھی اور عین قدرت رہا حالانکہ قدرت کے اثرات کو قبول کرنے والی کوئی شے نہ تھی۔ پھر جب اس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اور معلوم کا وجود ہوا تو اس کا علم معلومات پر پوری طرح منطبق ہوا خواہ وہ سنی جانے والی صدائیں ہوں یا دیکھی جانے والی چیزیں ہوں اور مقدور کے تعلق سے اس کی قدرت نمایاں ہوئی۔

یہ وہ عقیدہ ہے، جس پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے مگر سواد اعظم نے اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور ذات و صفات

میں علیحدگی کا تصور پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ شہرستانی نے تحریر کیا ہے کہ

قال ابو الحسن الباری تعالیٰ عالم بعلم قادر بقدرۃ حی بحیاۃ مرید بارادۃ متکلم بکلام سمیع بسمع بصیر ببصر۔ (کتاب الملل والنحل ص۴۲)

ابو الحسن اشعری کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ علم، قدرت، حیات، ارادہ، کلام اور سمع و بصر کے ذریعہ عالم، قادر، زندہ، مرید متکلم اور سمیع و بصیر ہے۔

اگر صفتوں کو اس طرح زائد بر ذات مانا جائے گا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ صفتیں ہمیشہ سے اس میں ہوں گی یا بعد میں طاری ہوئی ہوں گی۔ پہلی صورت میں جتنی اس کی صفتیں مانی جائیں گی اتنے ہی قدیم اور ماننا پڑیں گے، جو قدامت میں اس کے شریک ہوں گے۔ تعالی اللہ عما یشرکون اور دوسری صورت میں اس کی ذات کو محل حوادث قرار دینے کے علاوہ یہ لازم آئے گا کہ وہ ان صفتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نہ عالم ہو، نہ قادر نہ سمیع ہو اور نہ بصیر اور یہ عقیدہ اساسی طور پر اسلام کے خلاف ہے۔

۲ قرآن مجید کے احکام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں حلال و حرام کا بیان ہے، جیسے "احل اللہ البیع و حرم الربوا۔ اللہ نے خرید و فروخت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے" اس میں فرائض و مستحبات کا ذکر ہے۔ جیسے فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما و قعودا و علیٰ جنوبکم فاذا اطمانتم فاقیموا الصلوٰۃ (جب نماز (خوف) ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کو یاد کرو اور جب (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ، تو پھر (معمول کے مطابق) نماز پڑھا کرو) نماز فرض ہے اور دوسرے اذکار مستحب ہیں۔ اس میں ناسخ و منسوخ بھی ہیں۔ ناسخ جیسے عدۂ وفات میں اربعۃ اشھر و عشرا (چار مہینے دس دن) اور منسوخ جیسے متاعاً الی الحول غیر اخراج جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدۂ وفات ایک سال ہے۔ اس میں مخصوص مواقع پر حرام چیزوں کے لئے رخصت و اجازت بھی ہے جیسے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ اگر کوئی شخص بحالت مجبوری (حرام چیزوں میں سے کچھ کھا لے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، در اں صورتیکہ حدود شریعت کو توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا نہ چاہتا ہو" اس میں اٹل احکام بھی ہیں جیسے لا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ چاہیئے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے" اس میں خاص و عام بھی ہیں۔ خاص وہ کہ جس کے لفظ میں وسعت ہو اور معنی مقصود کا دائرہ محدود ہو جیسے وانی فضلتکم علی العلمین اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے" اس سے عالمین سے صرف انہی کا زمانہ ہے اگرچہ لفظ تمام جہانوں کو شامل ہے اور عام وہ ہے جو اپنے معنی میں پھیلاؤ رکھتا ہو۔ جیسے واللہ بکل شیئٍ علیم " اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" اس میں عبرتیں اور مثالیں بھی ہیں۔ عبرتیں جیسے فاخذہ اللہ نکال الاٰخرۃ والاولیٰ ان فی ذلک لعبرۃ لمن یخشیٰ " خدا نے اسے دنیا و آخرت کے عذاب میں دھر لیا۔ جو اللہ سے ڈرے اس کے لیے اس میں عبرت کا سامان ہے" اور مثالیں جیسے مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل جنۃ انبتت سبع سنابل فی

کل سنبلۃ مائۃ حبۃ "جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس بیج کی سی ہے۔ جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں" اس میں مطلق و مقید ہیں۔ مطلق وہ کہ جس میں کسی قسم کی تقیید و پابندی نہ ہو۔ جیسے واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ۔ اس موقعہ کو یاد کرو کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم کوئی سی گائے ذبح کرو" اور مقید وہ کہ جس میں تشخص و قیود کی پابندی ہو۔ جیسے انہ یقول انھا بقرۃ لاذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو۔ جو نہ ہل میں جوتی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتوں کو سینچا گیا ہو" اس میں محکم و متشابہہ بھی ہیں۔ محکم وہ کہ جس میں کوئی گنجلک نہ ہو جیسے ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر" بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے" اور متشابہہ وہ کہ جس کے معنی اُلجھے ہوئے ہوں جیسے الرحمٰن علی العرش استویٰ "جس کے ظاہر مفہوم سے یہ توہم بھی ہوتا ہے کہ وہ جسمانی طور سے عرش پر برقرار ہے۔ لیکن مقصود غلبہ و تسلّط ہے۔ اس میں بعض احکام مجمل ہیں جیسے اقیموا الصلوٰۃ نماز قائم کرو" اس میں گہرے مطالب بھی ہیں جیسے وہ آیات کہ جن کے متعلق قدرت کا ارشاد ہے کہ لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ان کی تاویل کو اللہ اور رسول اور علم کی گہرائیوں میں اترے ہوئے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ پھر ایک دوسرے عنوان سے تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری ہے جیسے فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ۔ اس بات کو جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں" اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری نہیں ہے جیسے الم وغیرہ اور اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جو سنّتِ پیغمبر سے منسوخ ہو گئے ہیں۔ جیسے واللاتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم فاشھدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفاھن الموت تمہاری عورتوں میں سے جو بدچلنی کی مرتکب ہوں، ان کی بدکاری پر اپنے آدمیوں میں سے چار کی گواہی لو۔ اور اگر وہ گواہی دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ موت ان کی زندگی ختم کر دے" یہ سزا اوائل اسلام میں تھی۔ لیکن بعد میں شوہر دار عورتوں کے لئے اس حکم کو حکمِ رجم سے منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جن سے سنت پیغمبر منسوخ ہو گئی۔ جیسے فول وجھک شطر المسجد الحرام چاہیئے کہ تم اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو" اس سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو صرف مقررہ وقت پر واجب ہوتے ہیں اس کے بعد ان کا وجوب باقی نہیں رہتا۔ جیسے اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے، تو ذکر الٰہی کی طرف جلدی سے بڑھو" اس میں حرام کردہ چیزوں کی تفریق بھی قائم کی گئی ہے۔ جیسے گناہوں کا صغیرہ و کبیرہ ہونا۔ صغیرہ جیسے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ایمان والوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور کبیرہ جیسے ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا" جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا" اس میں ان اعمال کا بھی ذکر ہے، جنہیں تھوڑا سا بجا لانا بھی کفایت کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بجا لانے کی بھی گنجائش ہے۔ جیسے فاقرؤا ما تیسر من القرآن "جتنا باسانی قرآن پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو"

خطبہ ۲

ومن خطبة له عليه السلام بعد انصرافه من صفين

أحمده استتماما لنعمته واستسلاما لعزته - واستعصاما من معصيته - وأستعينه فاقة إلى كفايته إنه لا يضل من هداه - ولا يئل من عاداه ولا يفتقر من كفاه فإنه أرجح ما وزن وأفضل ما خزن - وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له شهادة ممتحنا إخلاصها معتقدا مصاصها نتمسك بها أبدا ما أبقانا وندخرها لأهاويل ما يلقانا فإنها عزيمة الإيمان - وفاتحة الإحسان ومرضاة الرحمن - ومدحرة الشيطان وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أرسله بالدين المشهور - والعلم المأثور والكتاب المسطور والنور الساطع - والضياء اللامع - والأمر الصادع - إزاحة للشبهات واحتجاجا بالبينات وتحذيرا بالآيات - وتخويفا بالمثلات والناس في فتن انجذم فيها حبل الدين وتزعزعت سواري اليقين واختلف النجر وتشتت الأمر - وضاق المخرج وعمي المصدر فالهدى خامل والعمى

صفین سے پلٹنے کے بعد فرمایا

اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں، اس کی نعمتوں کی تکمیل چاہنے اس کی عزت و جلال کے آگے سر جھکانے اور اس کی معصیت سے حفاظت حاصل کرنے کے لئے اور اس سے مدد مانگتا ہوں اس کی کفایت و دستگیری کا محتاج ہونے کی وجہ سے۔ جسے وہ ہدایت کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا، جسے وہ دشمن رکھے، اسے کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا، جس کا وہ کفیل ہو، وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا یہ (حمد اور طلب امداد) وہ ہے جس کا ہر وزن میں آنے والی چیز سے پلّہ بھاری ہے اور ہر گنج گراں مایہ سے بہتر و برتر ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے ایسی گواہی جس کا خلوص پرکھا جا چکا ہے اور جس کا نچوڑ بغیر کسی شائبے کے دل کا عقیدہ بن چکا ہے۔ زندگی بھر ہم اسی سے وابستہ رہیں گے اور اسی کو پیش آنے والے خطرات کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے۔ یہی گواہی ایمان کی مضبوط بنیاد اور حسن عمل کا پہلا قدم اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ اور شیطان کی دوری کا سبب ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں۔ جنہیں شہرت یافتہ دین، منقول شدہ نشان، لکھی ہوئی کتاب، ضوفشاں نور، چمکتی ہوئی روشنی اور فیصلہ کن امر کے ساتھ بھیجا تاکہ شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے اور دلائل (کے زور) سے حجت تمام کی جائے۔ آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے اور عقوبتوں سے خوف زدہ کیا جائے (اس وقت حالت یہ تھی کہ) لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جہاں دین کے بندھن شکستہ، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے، نکلنے کی راہیں تنگ و تاریک تھیں،

شامل، عصی الرحمن ونصر الشیطان
وخذل الإیمان فانهارت دعائمه،
وتنکرت معالمه ودرست سبله،
وعفت شرکه۔ اطاعوا الشیطن
فسلکوا مسالکه، ووردوا مناهله، بهم
سارت اعلامه۔ وقام لواؤه فی
فتن داستهم باخفافها ووطئتهم
باظلافها وقامت علی سنابکها فهم
فیها تائهون حائرون جاهلون
مفتونون فی خیر دار وشر جیران
نومهم سهود وکحلهم دموع۔ بأرض
عالمها ملجم وجاهلها مکرم
(ومنها یعنی آل النبی علیه السلام)
هم موضع سره ولجأ أمره وعیبة
علمه وموئل حکمه وکهوف
کتبه وجبال دینه بهم أقام
انحناء ظهره وأذهب ارتعاد
فرائصه (ومنها یعنی قوما
آخرین) زرعوا الفجور وسقوه
الغرور۔ وحصدوا الثبور لا
یقاس بآل محمد صلی الله علیه
وآله من هذه الأمة أحد و
لا یسوی بهم من جرت نعمتهم
علیه أبدا۔ هم أساس الدین و
عماد الیقین إلیهم

ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ (کھلے خزانوں) اللہ
کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جا رہی تھی ایمان
بے سہارا تھا۔ چنانچہ اس کے ستون گر گئے۔ اس کے نشان
تک پہچاننے میں نہ آتے تھے۔ اس کے راستے مٹ مٹا
گئے، اور شاہراہیں اُجڑ گئیں، وہ شیطان کے پیچھے لگ
کر اس کی راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اُتر
پڑے۔ انہی کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے
لگے تھے۔ ایسے فتنوں میں جو انہیں اپنے سموں سے
روندتے اور اپنے کھروں سے کچلتے تھے۔ اور اپنے
پنجوں کے بل مضبوطی سے کھڑے ہوئے تھے۔ تو وہ
لوگ ان میں حیران و سرگرداں، جاہل و فریب خوردہ
تھے۔ ایک ایسے گھر میں جو خود اچھا، مگر اس کے بسنے والے
بُرے تھے۔ جہاں نیند کے بجائے بیداری اور سرمے کی جگہ
آنسو تھے۔ اس سرزمین پر عالم کے منہ میں لگام تھی اور
جاہل معزز و سرفراز تھا (اسی خطبہ کا ایک حصہ جو اہل
بیت نبی سے متعلق ہے) وہ سرِ خدا کے امین اور اس
کے دین کی پناہ گاہ ہیں۔ علمِ الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے
مرجع ہیں۔ کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ
ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا
اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دور کی (اسی خطبہ
کا ایک حصہ جو دوسروں سے متعلق ہے) انہوں نے
فسق و فجور کی کاشت کی غفلت و فریب کے پانی سے
اسے سینچا اور اس سے ہلاکت کی جنس حاصل کی۔ اس
اُمت میں کسی کو آلِ محمدؐ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جن
لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں۔

يَفِيْءُ الْغَالِيْ وَ بِهِمْ يَلْحَقُ التَّالِيْ وَ لَهُمْ خَصَائِصُ حَقِّ الْوِلَايَةِ وَفِيْهِمُ الْوَصِيَّةُ وَالْوِرَاثَةُ الْاٰنَ اِذْ رَجَعَ الْحَقُّ اِلٰى اَهْلِهٖ وَ نُقِلَ اِلٰى مُنْتَقَلِهٖ۔

وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آ کر ملنا ہے۔ حقِ ولایت کی خصوصیات انہی کے لئے ہیں اور انہی کے بارے میں "پیغمبرؐ کی" وصیت اور انہی کے لئے (نبی کی) وراثت ہے۔ اب یہ وقت وہ ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آیا اور اپنی صحیح جگہ پر منتقل ہو گیا۔

۱؎ لوح محفوظ میں۔

۲؎ اچھے گھر سے مراد مکہ اور برے ہمسایوں سے مراد کفار قریش ہیں۔

۳؎ اہلبیت پیغمبرؐ کے متعلق فرماتے ہیں کہ دنیا کی کسی فرد کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کی بلندیٔ درجات میں کسی کو اُن کا ہم پایہ سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ دنیا ان کے احسانات کی گراں باریوں میں دبی ہوئی ہے اور انہی سے نعمتِ ہدایت پا کر اُخروی نعمتوں کی مستحق ہوئی ہے۔ وہ دین کی اساس و بنیاد اور اس کی زندگی و بقا کا سہارا ہیں۔ وہ علم و یقین کے ایسے محکم ستون ہیں کہ شک و شبہات کے طوفانوں کا دھارا موڑ سکتے ہیں اور افراط و تفریط کی راہوں میں وہ درمیانی راستہ ہیں کہ اگر کوئی غلو و افراط کی حد تک پہنچ جائے یا کوتاہی و تفریط میں پڑ جائے تو وہ جب تک پیچھے ہٹ کر یا آگے بڑھ کر اس جادۂ اعتدال پر نہیں آئے گا۔ اسلام کی راہ پر آ ہی نہیں سکتا اور انہی میں تمام وہ خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو امامت و قیادت میں ان کے حق کو فائق قرار دیتی ہیں۔ لہٰذا ان کے علاوہ کسی کو امت کی سرپرستی و نگہبانی کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ پیغمبر نے انہی کو اپنا وصی و وارث ٹھہرایا۔ وصیت و وراثت کے متعلق شارح معتزلی نے لکھا ہے کہ امیرالمومنینؑ کی وصایت میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ وراثت سے نیابت و جانشینی کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ وراثتِ علمی مراد ہے۔ اگرچہ فرقہ امامیہ اس سے خلافت و نیابت ہی مراد لیتا ہے اگر بقول ان کے وراثت سے وراثتِ علمی مراد لی جائے۔ جب بھی وہ اپنے مقصد میں کامراں ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے، کیونکہ اس معنی کی رو سے بھی نیابتِ پیغمبر کا حق کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ جب کہ یہ امر مسلّم ہے کہ خلافت کے لئے سب سے بڑی ضرورت علم کی ہے۔ اس لئے کہ خلیفۃ الرسول کے اہم ترین فرائض میں سے مقدموں کا فیصل کرنا، شریعت کے مسائل حل کرنا، مشکل گتھیوں کو سلجھانا اور شرعی حدود کا اجراء کرنا ہے۔ اگر نائب رسُول کے فرائض میں سے ان چیزوں کو الگ کر دیا جائے تو اس کی حیثیت صرف ایک دنیوی حکمران کی رہ جاتی ہے۔ اسے دینی اقتدار کا مرکز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ لہٰذا یا تو حکومت کو خلافت سے الگ رکھئے یا جو رسُول کے علم کا وارث ہو، اسے ہی خلافت کے منصب کا اہل سمجھئے۔

ابن ابی الحدید کی یہ تشریح اس صورت میں قابلِ لحاظ ہو بھی سکتی تھی۔ جب یہ فقرہ اکیلا آپ کی زبان پر آیا ہوتا

لیکن اس موقعہ کو دیکھتے ہوئے کہ وہ خلافتِ ظاہری کے تسلیم ہونے کے بعد کہا گیا ہے کہ اور پھر اسی کے بعد اذ رجع الحق الیٰ اھلہٖ کا فقرہ موجود ہے۔ ان کی یہ تشریح بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے بلکہ وصایت سے بھی کوئی اور وصیت نہیں بلکہ وہ نیابت وخلافت ہی کی وصیت مراد معلوم ہوتی ہے اور وراثت بھی نہ وراثتِ مالی اور نہ وراثتِ علمی، جس کے بیان کا یہ کوئی موقعہ نہیں بلکہ حقِ امامت کی وراثت ہے جو صرف بربنائے قرابت نہیں بلکہ بربنائے اوصافِ کمال ان کے لئے منجانب اللہ ثابت تھی۔

خطبہ (۳)

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهِيَ الْمَعْرُوْفَةُ بِالشِّقْشِقِيَّةِ أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ أَبِيْ قُحَافَةَ وَإِنَّهٗ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّيْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰى - يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْقٰى إِلَيَّ الطَّيْرُ فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا وَطَفِقْتُ أَرْتَائِيْ بَيْنَ أَنْ أَصُوْلَ بِيَدٍ جَذَّاءَ أَوْ أَصْبِرَ عَلٰى طَخْيَةٍ عَمْيَاءَ يَهْرَمُ فِيْهَا الْكَبِيْرُ - وَيَشِيْبُ فِيْهَا الصَّغِيْرُ وَيَكْدَحُ فِيْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰى يَلْقٰى رَبَّهٗ فَرَأَيْتُ أَنَّ الصَّبْرَ عَلٰى هَاتَا أَحْجٰى فَصَبَرْتُ وَفِي الْعَيْنِ قَذًى وَفِي الْحَلْقِ شَجًا أَرٰى تُرَاثِيْ نَهْبًا حَتّٰى مَضَى الْأَوَّلُ لِسَبِيْلِهٖ فَأَدْلٰى بِهَا إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَهٗ (ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْأَعْشٰى)

شَتَّانَ مَا يَوْمِيْ عَلٰى كُوْرِهَا وَيَوْمُ حَيَّانَ أَخِيْ جَابِرٍ

یہ خطبہ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے

خدا کی قسم! فرزندؓ ابو قحافہ نے پیراہنِ خلافت پہن لیا حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے میں وہ (کوہِ بلند ہوں) جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس سے بھیانک تیرگی پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرینِ عقل نظر آیا۔ لہٰذا میں نے صبر کیا۔ حالانکہ آنکھوں میں (غبارِ اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم و رنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابنِ خطاب کو دے گیا۔ (پھر حضرتؑ نے بطورِ تمثیل اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا۔)

کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو

فيا عجبا بينا هو يستقيلها في حياته
إذ عقدها لآخر بعد وفاته لشد ما تشطرا
ضرعيها فصيرها في حوزة
خشناء يغلظ كلامها ويخشن
مسها ويكثر العثار فيها - و
الاعتذار منها فصاحبها كراكب
الصعبة إن أشنق لها خرم و
إن أسلس لها تقحم فمني
الناس لعمر الله بخبط وشماس
وتلون واعتراض فصبرت على
طول المدة وشدة المحنة حتى
إذا مضى لسبيله جعلها في جماعة
زعم أني أحدهم فيا لله وللشورى
متى اعترض الريب في مع الأول
منهم حتى صرت أقرن إلى هذه
النظائر لكني أسففت إذ أسفوا
وطرت إذ طاروا - فصغى رجل
منهم لضغنه ومال الآخر لصهره
مع هن وهن إلى أن قام ثالث
القوم نافجا حضنيه بين نثيله
ومعتلفه وقام معه بنو
أبيه يخضمون مال الله خضمة
الإبل نبتة الربيع إلى أن انتكث
فتله وأجهز عليه عمله وكبت
به بطنته فما راعني إلا والناس

حیان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا"۔ تعجب ہے کہ وہ
زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا۔ لیکن اپنے
مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کیلئے استوار کرتا گیا۔
بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو
آپس میں بانٹ لیا۔ اس نے خلافت کو ایک سخت و درشت
محل میں رکھ دیا جس کے چرکے کاری تھے۔ جس کو چھو کر بھی
درشتی محسوس ہوتی تھی۔ جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا
اور پھر عذر کرنا تھا۔ جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسا ہے
جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اس کی
منہ زوری سے) اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہو
جاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہو جائیگا) اور اگر
باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں
پڑ جائے گا۔ اس کی وجہ سے بقائے ایزد کی قسم! لوگ کجروی،
سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔ میں
نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا۔ یہاں تک
کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا، اور خلافت[۴] کو ایک جماعت میں
محدود کر گیا۔ اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔
اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے
سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق و فضیلت
میں کب شک تھا جو اب ان لوگوں میں میں بھی شامل کر لیا
گیا ہوں۔ مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین
کے نزدیک پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں
اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح
پرواز کروں (یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت سے نباہ
کرتا رہوں[۵]۔ ان میں سے ایک شخص تو کینہ و عناد کی وجہ

كَعُرْفِ الضَّبُعِ إِلَيَّ يَنْثَالُونَ عَلَيَّ
مِنْ كُلِّ جَانِبٍ حَتَّى لَقَدْ وُطِئَ
الْحَسَنَانِ وَ شُقَّ عِطْفَايَ مُجْتَمِعِينَ
حَوْلِي كَرَبِيضَةِ الْغَنَمِ فَلَمَّا
نَهَضْتُ بِالْأَمْرِ نَكَثَتْ طَائِفَةٌ
وَمَرَقَتْ أُخْرَى وَ قَسَطَ آخَرُونَ
كَأَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوا كَلَامَ
اللهِ حَيْثُ يَقُولُ: تِلْكَ الدَّارُ
الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا
يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا
فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ،
بَلَى وَ اللهِ لَقَدْ سَمِعُوهَا وَ
وَعَوْهَا وَلَكِنَّهُمْ حَلِيَتِ الدُّنْيَا
فِي أَعْيُنِهِمْ وَ رَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا
أَمَا وَ الَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَأَ
النَّسَمَةَ لَوْ لَا حُضُورُ الْحَاضِرِ
وَ قِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ
وَمَا أَخَذَ اللهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَنْ
لَا يُقَارُّوا عَلَى كِظَّةِ ظَالِمٍ وَلَا
سَغَبِ مَظْلُومٍ لَأَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلَى
غَارِبِهَا وَ لَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَأْسِ
أَوَّلِهَا وَ لَأَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ
أَزْهَدَ عِنْدِي مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ
(قَالُوا) وَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ
مِنْ أَهْلِ السَّوَادِ عِنْدَ بُلُوغِهِ

سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ
باتوں کی وجہ سے اِدھر جھک گیا۔ یہانتک کہ اس قوم کا تیسرا
شخص پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور
اس کے ساتھ اس کے بھائی بند اٹھ کھڑے ہوئے جو اللہ
کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصلِ ربیع کا
چارہ چرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آگیا۔ جب اس کی
بٹی ہوئی رسّی کے بَل کُھل گئے اور اس کی بداعمالیوں نے
اس کا کام تمام کر دیا۔ اور شکم پُری نے اسے مُنہ کے بل گرا
دیا۔ اس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کر دیا
جو میری جانب بجّو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگاتار
بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کُچلے
جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے
تھے وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے
ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود جب میں امرِ خلافت کو لے
کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین
سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا۔ گویا انہوں
نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ "یہ آخرت کا گھر ہم نے
ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا)
بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ اور اچھا انجام
پرہیزگاروں کے لئے ہے۔" ہاں ہاں خدا کی قسم! ان لوگوں
نے اس کو سنا تھا اور یاد کیا تھا۔ لیکن ان کی نگاہوں میں
دنیا کا جمال کھب گیا اور اس کی سج دھج نے انہیں لبھا
دیا۔ دیکھو اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور
ذی روح چیزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی
اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو گئی

إِلَى هٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ خُطْبَتِهِ فَنَاوَلَهُ كِتَابًا فَأَقْبَلَ يَنْظُرُ فِيهِ۔

قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَطْرَدْتَ خُطْبَتَكَ مِنْ حَيْثُ أَفْضَيْتَ فَقَالَ هَيْهَاتَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَاللّٰهِ مَا أَسِفْتُ عَلَى كَلَامٍ قَطُّ كَأَسَفِي عَلَى هٰذَا الْكَلَامِ أَنْ لَا يَكُونَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلَغَ مِنْهُ حَيْثُ أَرَادَ (قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي هٰذِهِ الْخُطْبَةِ كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَإِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ يُرِيدُ أَنَّهُ إِذَا شَدَّدَ عَلَيْهَا فِي جَذْبِ الزِّمَامِ وَهِيَ تُنَازِعُهُ رَأْسَهَا خَرَمَ أَنْفَهَا وَإِنْ أَرْخَى لَهَا شَيْئًا مَعَ صُعُوبَتِهَا تَقَحَّمَتْ بِهِ فَلَمْ يَمْلِكْهَا يُقَالُ أَشْنَقَ النَّاقَةَ إِذَا جَذَبَ رَأْسَهَا بِالزِّمَامِ فَرَفَعَهُ وَشَنَقَهَا أَيْضًا ذَكَرَ ذٰلِكَ ابْنُ السِّكِّيتِ فِي إِصْلَاحِ الْمَنْطِقِ وَإِنَّمَا قَالَ

ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے۔ کہ وہ ظالم کی شکم پُری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کے اوّل کو سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابلِ اعتنا پاتے۔

لوگوں کا بیان ہے کہ جب حضرت خطبہ پڑھتے ہوئے اس مقام تک پہنچے تو ایک عراقی باشندہ آگے بڑھا اور ایک نوشتہ حضرت کے سامنے پیش کیا، آپ اسے دیکھنے لگے۔ جب فارغ ہوئے تو ابنِ عباس نے کہا یا امیرالمومنینؑ آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا۔ وہیں سے اس کا سلسلہ آگے بڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے ابن عباس یہ تو شقشقہ (گوشت کا وہ نرم لوتھڑا، جو اونٹ کے منہ سے مستی و ہیجان کے وقت نکلتا ہے) تھا جو ابھر کر دب گیا۔

ابن عباس کہتے تھے کہ مجھے کسی کلام کے متعلق اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا اس کلام کے متعلق اس بنا پر ہوا کہ حضرت وہاں تک نہ پہنچ سکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے علامہ رضی کہتے ہیں کہ خطبے کے ان الفاظ کراکب الصعبة ان اشنق لها خرم و ان اسلس لها تقحم سے مراد یہ ہے کہ سوار جب مہار کھینچنے میں ناقہ پر سختی کرتا ہے تو اس کھینچا تانی میں اس کی ناک زخمی ہو جاتی ہے اور اگر اس کی سرکشی کے باوجود باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اسے کہیں نہ کہیں گرا دیگی اور اس کے قابو سے باہر ہو جائے گی۔ اشنق الناقة اس وقت بولا جاتا ہے۔ جب سوار باگوں کو کھینچ کر اس کے

أَشْنَقَ لَهَا وَلَمْ يَقُلْ أَشْنَقَهَا لِأَنَّهُ جَعَلَهُ فِي مُقَابَلَةِ قَوْلِهِ أَسْلَسَ لَهَا فَكَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنْ رَفَعَ لَهَا رَأْسَهَا بِمَعْنَى أَمْسَكَهُ عَلَيْهَا بِالزِّمَامِ۔

سر کو اُوپر کی طرف اٹھائے اور اسی طرح اشنق الناقہ استعمال ہوتا ہے۔ ابن سکیت نے اصلاح المنطق میں اس کا ذکر کیا ہے حضرت نے اشنقہا کے بجائے اشنق لہا استعمال کیا ہے۔ چونکہ آپ نے یہ لفظ اسلس لہا کے بالمقابل استعمال کیا ہے۔ اور سلاست اسی وقت باقی رہ سکتی تھی جب ان دونوں لفظوں کا نہج استعمال ایک ہو۔ گویا حضرت نے ان اشنق لہا کو ان رفع لہا کی جگہ استعمال کیا ہے یعنی اس کی باگیں اُوپر کی طرف اٹھا کر روک رکھے۔

لہ یہ خطبہ، خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم اور امیرالمؤمنین علیہ السلام کے مشہور ترین خطبات میں سے ہے۔ جسے آپ نے مقام رحبہ میں ارشاد فرمایا۔ اگرچہ بعض متعصب و تنگ نظر افراد نے اس کے کلام علی ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے سید رضی کی طرف منسوب کر کے ان کی مسلمہ امانت و دیانت پر حرف رکھا ہے مگر حقائق پسند علماء نے اس کی صحت سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ انکار کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ جب کہ خلافت کے معاملہ میں امیرالمؤمنین کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی ہوئی چیز نہیں ہے کہ اس قسم کے تعریضات کو بعید سمجھا جائے اور پھر جن واقعات کی طرف اس خطبہ میں ارشادات کئے گئے ہیں۔ تاریخ انہیں اپنے دامن میں محفوظ کئے ہوئے ہے۔ اور بے کم و کاست ایک ایک حرف کی تصدیق اور ایک ایک جملہ کی ہمنوائی کرتی ہے تو جن واقعات کو مورخ کی زبانِ قلم بیان کر سکتی ہے وہی واقعات امیرالمؤمنین کی نوک زبان پر آ جائیں تو اس سے انکار کی کیا وجہ اور پیغمبر کے بعد جن نامساعد حالات سے آپ کو دوچار ہونا پڑا، اگر ان کی یاد سے کام و دہن تلخ ہو جائیں تو اس میں حیرت و استعجاب ہی کیا ہے؟ بے شک اس سے بعض شخصیتوں کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے اور ان سے عقیدت و ارادت کو بھی دھچکا لگتا ہے۔ مگر اس کے کلام امیرالمؤمنین ہونے سے انکار کر دینے سے اسے سنبھالا نہیں جا سکتا۔ جب تک اصل واقعات کا تجزیہ کر کے حقیقت کی نقاب کشائی نہ کی جائے۔ ورنہ محض اس بنا پر کہ اس میں چونکہ بعض افراد کی تنقیص ہے اس کے کلام امیرالمؤمنین ہونے سے انکار کر دینا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ جب کہ اس قسم کے تعریضات دوسرے ادبا و مورخین نے بھی نقل کئے ہیں۔ چنانچہ عمرو ابن بحر جاحظ نے امیرالمؤمنین کے ایک خطبے کے یہ الفاظ بھی درج کئے ہیں جو خطبہ شقشقیہ کی کسی نکتہ چینی سے وزن میں کم نہیں ہیں۔

سبق الرجلان وقام الثالث کالغراب همه بطنه یا ویحه لوقص جناحاه وقطع راسه لکان خیرا له۔ (کتاب البیان والتبیین جزاول ص۱۷۱ مطبع علمیه مصر)

وہ دونوں گذر گئے اور تیسرا کوّے کے مانند اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کی ہمتیں پیٹ تک محدود تھیں۔ کاش اس کے دونوں پر کتر دیئے ہوتے اور اس کا سر کاٹ دیا جاتا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا۔

لہٰذا یہ خیال کہ یہ سید رضی کا گڑھا ہوا ہے۔ دُور از حقیقت اور عصبیت و جنبہ داری کا نتیجہ ہے۔ اور اگر یہ انکار کسی تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہے تو اسے پیش کرنا چاہیئے ورنہ اس قسم کی خوش فہمیوں میں پڑے رہنے سے حقائق اپنا رُخ نہیں بدلا کرتے اور نہ ناک بھوں چڑھانے سے قطعی دلائل کا زور دب سکتا ہے

اب ہم ان علماء محدثین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس کے کلام امیرالمومنین ہونے کی صراحت کی ہے تاکہ اس کی تاریخی اہمیت واضح ہو جائے۔ ان علماء میں کچھ وہ ہیں۔ جن کا دور سید رضی سے بیشتر تھا اور کچھ ان کے ہم عصر ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ان کے بعد آئے اور اپنے اپنے سلسلۂ سند سے اسے روایت کیا ہے۔

(۱) ابن ابی الحدید معتزلی تحریر کرتے ہیں کہ ہم سے ہمارے استاد مصدق ابن شبیب واسطی نے فرمایا کہ میں نے اس خطبہ کو شیخ ابو محمد عبداللہ ابن احمد سے کہ جو ابن خشاب کے نام سے مشہور ہیں پڑھا اور جب اس مقام پر پہنچا کہ (جہاں ابن عباس نے اس خطبہ کے نامکمل رہ جانے پر اظہارِ افسوس کیا ہے) تو ابن خشاب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں ابن عباس سے افسوس کے کلمات سنتا تو اُن سے ضرور کہتا کہ کیا آپ کے چچیرے بھائی کے جی میں ابھی کوئی حسرت رہ گئی ہے جو انہوں نے پوری نہ کی ہو۔ انہوں نے تو رسول کے علاوہ نہ اگلوں کو چھوڑا ہے نہ پچھلوں کو۔ جو کہنا چاہتے تھے سب کہہ ڈالا۔ اب افسوس کاہے کا، کہ وہ اتنا نہ کہہ سکے جتنا کہنا چاہتے تھے۔ مصدق کہتے ہیں کہ ابن خشاب بڑے زندہ دل اور خوش مذاق تھے۔ میں نے کہا کیا آپ کا بھی یہ خیال ہے کہ یہ گڑھا ہوا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے تو اس کے کلام امیرالمومنین ہونے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا یہ کہ تم مصداق ابن شبیب ہو۔ میں نے کہا کہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ رضی کا کلام ہے۔ فرمایا کہ بھلا رضی یا کسی اور میں یہ دم کہاں اور یہ انداز بیان کہاں۔ ہم نے رضی کی تحریریں دیکھی ہیں اور ان کے طرزِ نگارش و اندازِ تحریر سے آگاہ ہیں۔ کہیں بھی ان کا کلام اس کلام سے میل نہیں کھاتا اور میں تو اسے ان کتابوں میں دیکھ چکا ہوں کہ جو سید رضی کے پیدا ہونے سے دو سو برس پہلے لکھی ہوئی ہیں، اور جانی پہچانی ہوئی تحریروں میں میری نظر سے گزر چکا ہے کہ جن کے متعلق میں جانتا ہوں کہ وہ کن علماء اور کن ادباء کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت رضی تو کیا۔ ان کے باپ ابو احمد نقیب بھی پیدا نہ ہوئے تھے۔

(۲) پھر تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو اپنے شیخ ابو القاسم بلخی (متوفی ۳۱۷ھ) کی تصنیفات میں دیکھا ہے یہ مقتدر باللہ[1] کے عہدِ حکومت میں بغداد کی جماعت معتزلہ کے امام تھے اور مقتدر کا دور رضی کے پیدا ہونے سے بہت پہلے تھا۔

(۳) پھر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو ابو جعفر ابن قبہ کی کتاب الانصاف میں دیکھا ہے۔ یہ ابو القاسم بلخی کے شاگرد اور فرقہ امامیہ کے متکلمین میں سے تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۶۹)

(۴) ابن میثم بحرانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ ایسا دیکھا ہے جس پر مقتدر باللہ کے وزیر

---

[1] مقتدر باللہ کی حکومت ۲۹۵ھ سے ۳۲۰ھ تک قائم رہی۔

ابوالحسن علی ابن محمد ابن الفرات (متوفی ۳۱۲ھ) کی تحریر تھی۔

(۵) علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے شیخ قطب الدین راوندی کی تصنیف منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ سے اس سلسلۂ سند کو نقل کیا ہے۔

عن الحافظ ابی بکر ابن مردویہ الاصفہانی عن سلیمان ابن احمد الطبرانی عن احمد ابن علی الابار عن اسحاق ابن سعید ابی سلمۃ الدمشقی عن خلید ابن دعلج عن عطاء ابن ابی رباح عن ابن عباس۔

حافظ[۱] ابوبکر ابن مردویہ اصفہانی نے سلیمان[۲] ابن احمد طبرانی سے اُس نے احمد ابن علی ابار سے اور اُس نے اسحاق ابن سعید ابوسلمہ دمشقی سے اور اس نے خلید ابن علج سے اور اس نے عطا ابن رباح سے اور اس نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔ (بحار الانوار ج ۸ ص ۱۶۱)

(۶) علامہ مجلسی نے اس کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ یہ خطبہ ابوعلی جبائی (متوفی ۳۰۳ھ) کے مصنفات میں بھی ہے۔

(۷) علامہ مجلسی نے اسی استناد کے سلسلے میں تحریر کیا ہے۔

ان القاضی عبد الجبّار الذی ھو من متعصبی المعتزلۃ قد تصدی فی کتاب المغنی لتاویل بعض کلمات الخطبات ومنع دلالتھا علی الطعن فی خلافۃ من تقدم علیہ ولم ینکر استناد الخطبۃ الیہ۔

قاضی عبد الجبار[۳] جو متعصب معتزلی تھے۔ اپنی کتاب مغنی میں اس خطبہ کے بعض کلمات کی توجیہہ و تاویل کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے خلفا پر کوئی زد نہیں پڑتی مگر اس کے کلام امیرالمؤمنین ہونے سے انکار نہیں کرتے۔

(۸) ابوجعفر محمد ابن علی ابن بابویہ متوفی ۳۸۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

حدثنا محمد ابن ابراھیم ابن اسحاق الطالقانی قال حدثنا عبدالعزیز ابن یحیی الجلودی قال حدثنا ابوعبداللہ احمد ابن عمار ابن خالد قال حدثنا یحیی ابن الحمید الحمانی قال حدثنا عیسی ابن راشد عن علی ابن حذیفۃ عن عکرمۃ عن ابن عباس

(علل الشرائع باب ۱۲، معانی الاخبار باب ۲۲)

ہم سے محمد بن ابراہیم ابن اسحاق طالقانی نے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے عبد العزیز[۴] ابن یحییٰ جلودی نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے ابوعبداللہ ابن عمار بن خالد نے بیان کیا اور اُس نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ[۵] ابن عبد الحمید حمانی نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ ابن راشد نے اور اس نے علی ابن حذیفہ سے اور اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا۔

---

[۱] ابوبکر ابن مردویہ کا سن وفات ۴۱۶ھ ہے۔ [۲] سلیمان ابن احمد طبرانی کا سالِ وفات ۳۶۰ھ ہے [۳] قاضی عبد الجبار ابن احمد سن وفات ۴۱۵ھ ہے [۴] عبد العزیز جلودی کا سن وفات ۳۳۲ھ ہے [۵] یحییٰ ابن عبد الحمید کا سن وفات ۳۲۸ھ ہے۔

(۹) پھر ابنِ بابویہ اس سلسلہ سند کو درج کرتے ہیں۔

حدثنا محمد ابن علی ماجیلویہ عن عمہ محمد ابن ابی القاسم عن احمد ابن ابی عبد اللہ البرقی عن ابیہ عن ابن عمیر عن ابان ابن عثمان عن ابان ابن تغلب عن عکرمۃ عن ابن عباس۔

ہم سے محمد ابنِ علی ماجیلویہ نے اس نے اپنے چچا محمد ابن ابی القاسم سے اس نے احمد ابن ابی عبداللہ برقی سے اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابن عمیر سے اس نے ابان ابن عثمان سے اس نے ابان ابن تغلب اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابنِ عباس سے اسے روایت کیا ہے۔

(۱۰) حسن ابن عبداللہ ابن سعید العسکری ۳۸۲ھ نے کہ جو اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں اس خطبہ کی توضیح و تشریح کی ہے جسے ابنِ بابویہ نے علل الشرائع اور معانی الاخبار میں درج ہے۔

(۱۱) سید نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

وقد نقلها صاحب کتاب الغارات مسندۃ باسانیدھم وتاریخ الفراغ من ذلك الکتاب یوم الثلثا لثلثۃ عشر خلون من شوال سنۃ خمسۃ وخمسین وثلثمأۃ وھذہ السنۃ التی ولد فیھا المرتضیٰ الموسوی ھو اکبر من اخیہ الرضی (انوار النعمانیہ)

صاحب کتاب الغارات و ابو اسحاق ثقفی نے اپنے سلسلہ سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے فراغت کی تاریخ ۱۳ شوال ۳۵۵ھ روز سہ شنبہ ہے اور اسی سال سید مرتضیٰ موسوی پیدا ہوئے۔ اور یہ اپنے بھائی سید رضی سے عمر میں بڑے تھے۔

(۱۲) سید علی ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتاب الغارات سے اس سلسلہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

قال حدثنا محمد قال حدثنا حسن ابن علی الزعفرانی قال حدثنا محمد ابن زکریا القلابی قال حدثنا یعقوب ابن جعفر بن سلیمان عن ابیہ عن جدہ عن ابن عباس (ترجمہ طرائف ص ۲۰۲)

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد نے اور اس نے حسن ابنِ علی زعفرانی سے اور اس نے محمد ابن زکریا قلابی سے اور اس نے یعقوب ابن جعفر ابنِ سلیمان سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابنِ عباس سے روایت کیا ہے۔

(۱۳) شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ تحریر فرماتے ہیں:۔

قال اخبرنا الحفار قال حدثنا ابو القاسم الدعبلی قال حدثنا ابی قال حدثنا

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حفار نے اور اس نے ابو القاسم دعبلی سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے

اخی دعبل قال حدثنا محمّد ابن سلامۃ الشامی عن زرارۃ ابن اعین عن ابی جعفر محمّد ابن علی عن ابن عبّاس (امالی شیخ الطائفہ ص۲۳۷)

بھائی دعبل سے اور اس نے محمد ابن سلامہ شامی سے اور اس نے زرراہ ابن اعین سے اور اُس نے ابو جعفر محمد ابن علی سے اور انہوں نے ابنِ عباس سے اسے روایت کیا ہے۔

(۱۴) شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ کو جو جناب سید رضی کے استاد تھے۔ اس خطبہ کے سلسلہ سند کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

روی جماعۃ من اھل النقل من طرق مختلفۃ عن ابن عباس (ارشاد ص۱۳۵)

رواۃ حدیث کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابنِ عباس سے روایت کیا ہے۔

(۱۵) علم الہدیٰ سیّد مرتضیٰ کہ جو سیّد مرتضیٰ کے بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب شافی ص۲۹۲ پر اسے درج کیا ہے۔

(۱۶) ابو منصور طبرسی علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں:۔

روی جماعۃ من اھل النقل من طرق مختلفۃ عن ابن عباس قال کنت عند امیر المومنین بالرحبۃ فذکرت الخلافۃ وتقدم من تقدم علیہ فتنفس الصعداء ثم قال۔ (احتجاج ص۱۰۱)

رواۃ کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابنِ عباس سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں مقامِ رحبہ میں امیر المؤمنین کے پاس موجود تھا کہ خلافت کا اور ان لوگوں کا کہ جو آپ سے پہلے خلیفہ گزرے تھے ذکر چھیڑا تو آپ نے آہ بھری اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

(۱۷) عبدالرحمٰن ابن جوزی تحریر کرتے ہیں:۔

اخبرنا بہا شیخنا ابو القاسم الانباری باسنادہ عن ابن عباس قال لما بویع امیر المومنین ناداہ رجل من الصف وھو علی المنبر ما الذی ابطأ بک الی الآن فقال بدیہا (تذکرہ خواص الامۃ ص۷۳)

ہمارے شیخ ابو القاسم انباری نے اپنے سلسلہ سند سے کہ جو ابن عباس تک منتہی ہوتا ہے۔ اس خطبہ کو ان ہم سے نقل کیا فرمایا کہ جب امیر المومنینؑ کی بیعت ہو چکی تو آپ منبر پر رونق افروز تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ امیر المومنین آپ خاموش کیوں بیٹھے رہے تو آپ نے برجستہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

(۱۸) قاضی احمد شہاب خفاجی استشہاد کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں:۔

وفی کلام امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ بینا ھو یستقیلھا فی حیاتہ اذ عقدھا لآخر بعد وفاتہ۔ (شرح درۃ الغواص ص۱۷)

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں وارد ہوا ہے کہ تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے دستبردار ہونا چاہتا تھا، لیکن مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسروں کے لئے مضبوط کرتا گیا۔

(۱۹) شیخ علاؤالدولہ احمد ابن محمد السمنانی تحریر کرتے ہیں :-

امیر المومنین وسید العارفین علی رضی اللہ عنہ وسلام السلام علیہ حیث قال فی الخطبۃ الغراء تلک شقشقۃ ہدرت

امیر المومنین سید العارفین علی علیہ السلام نے اپنے ایک درخشاں خطبے میں فرمایا ہے تلک شقشقۃ ہدرت۔

(العروۃ لاہل الخلوۃ والجلوۃ ص۴ قلمی کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ)

(۲۰) ابوالفضل میدانی نے لفظ شقشقیہ کے ذیل میں لکھا ہے :-

لامیر المومنین علی خطبۃ تعرف بالشقشقیۃ (مجمع الامثال ص۳۲۳)

امیر المومنین علی کا ایک خطبہ خطبۂ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۲۱) نہایہ میں ابنِ اثیر جزری نے پندرہ مقامات پر اس خطبہ کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے اس کے کلام امیرالمومنین ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

(۲۲) شیخ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحارالانوار میں انہی الفاظ کے معانی لکھتے ہوئے منہ حدیث علی کہہ کر اس کے کلام امیرالمومنین ہونے کی توثیق کی ہے۔

(۲۳) ابوالفضل ابن منظور نے لسان العرب جلد ۱۲ صفحہ ۵۴ میں فی حدیث علی فی خطبۃ لہ تلک شقشقۃ ہدرت ثم قرت کہہ کر اس کے کلام علی ابن ابی طالب ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

(۲۴) فیروز آبادی نے قاموس میں لفظ شقشقہ کے ذیل میں لکھا ہے :-

والخطبۃ الشقشقیۃ العلویۃ لقولہ لابن عباس لما قال لہ لو اطردت مقالتک من حیث افضیت یا ابن عباس تلک شقشقۃ ہدرت ثم قرت۔

خطبہ شقشقیہ حضرت علیؑ کا کلام ہے، جسے شقشقیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب ابنِ عباس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنے کلام کا سلسلہ وہاں سے شروع کریں جہاں تک آپ نے اُسے پہنچایا تھا تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس اب کہاں وہ تو ایک شقشقہ یعنی ایک ولولہ وجوش تھا جو اُبھرا اور تھم گیا۔

(۲۵) صاحب منتہی الارب تحریر کرتے ہیں "خطبہ شقشقیہ علوی است، منسوب بہ علی کرم اللہ وجہہٗ"

(۲۶) مفتی مصر شیخ محمد عبدہٗ نے اسے کلام امیرالمومنین تسلیم کرتے ہوئے اس کی شرح کی ہے۔

(۲۷) محمد محی الدین عبدالحمید المدرس فی کلیۃ اللغۃ العربیہ (جامع الازہر) نے نہج البلاغہ پر حواشی تحریر کئے ہیں اور اس کے پہلے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں تمام ایسے خطبوں کو جن میں تعریضات پائے جاتے ہیں۔ امیرالمومنین کا کلام تسلیم کیا ہے۔ ان مستند شہادتوں اور ناقابلِ انکار گواہیوں کے بعد کیا اس کی گنجائش ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ امیرالمومنین

کا کلام نہیں اور سید رضی نے خود گھڑ لیا ہے۔

۵ امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کے سریر آرائے خلافت ہونے کو بطور استعارہ خلافت کا لبادہ اوڑھ لینے سے تعبیر کیا ہے اور یہ ایک عام استعارہ ہے۔ چنانچہ جب حضرت عثمان کو خلافت سے دستبردار ہونے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا لا انزع قمیصا قمصنیه الله میں اس قمیص کو نہیں اتاروں گا، جو اللہ نے مجھے پہنا دی ہے۔ بیشک امیرالمومنینؑ نے اس قمیص پہنانے کی نسبت اللہ کی طرف نہیں دی ہے بلکہ خود ان کی طرف دی ہے کیونکہ ان کی خلافت باتفاق کل منجانب اللہ نہ تھی بلکہ بطور خود تھی۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ فرزند ابوقحافہ نے زبردستی جامۂ خلافت پہن لیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ خلافت

"جامہ بود کہ بر قامت من دوختہ بود"

اور اس میں میری وہی حیثیت تھی جو چکی میں کیلی کی ہوتی ہے کہ نہ تو اس کے بغیر وہ اپنے محور پر قائم رہ سکتی ہے اور نہ اس کا کوئی مصرف ہی باقی رہ جاتا ہے۔ یونہی میں خلافت کا مرکزی نقطہ تھا کہ اگر میں نہ ہوتا تو اس کا تمام نظام اپنے محور سے ہٹ جاتا اور میں ہی تھا جو اس کے نظم و ضبط کا محافظ بن کر ہر آڑے وقت پر صحیح رہنمائی کرتا تھا۔ میرے سینہ سے علم کے دھارے امنڈتے تھے۔ جو ہر گوشہ کو سیراب کرتے تھے اور میرا پایا اتنا بلند تھا کہ طائرِ فکر بھی وہاں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ مگر دنیا والوں کا ذوقِ جہانبانی میرے حق کے لئے سنگِ راہ بن گیا۔ اور مجھے گوشۂ عزلت اختیار کرنا پڑا۔ چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرے پھیلے ہوئے تھے اور بھیانک ظلمتیں چھائی ہوئی تھیں، بچے بوڑھے ہو گئے اور بوڑھے قبروں میں پہنچ گئے۔ مگر یہ صبر آزما دور ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ میں برابر اپنی آنکھوں سے اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھتا رہا اور جامِ خلافت کے دست بدست گردش کرنے کا منظر میری نظروں کے سامنے رہا۔ لیکن میں صبر کے تلخ گھونٹ پیتا رہا۔ اور بے سروسامانی کی وجہ سے ان کی دراز دستیوں کو نہ روک سکا۔

خلیفۃ الرسول کی ضرورت اور اس کا طریق تعین

پیغمبرِ اسلامؐ کے بعد ایک ایسی ہستی کا وجود ناگزیر تھا جو امت کا شیرازہ بکھرنے نہ دے اور شریعت کو تبدیل و تحریف اور ان لوگوں کی دستبرد سے بچائے رکھے، جو اسے توڑ مروڑ کر اپنی خواہشوں کے مطابق ڈھال لینا چاہتے ہوں۔ اگر اس کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا جائے تو پھر پیغمبرؐ کے بعد ان کی نیابت و جانشینی کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دینے کے کوئی معنی نہیں رہتے کہ ان کی تجہیز و تکفین پر سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع کو مقدم سمجھ لیا جائے اور اگر اس کی ضرورت ثابت ہے تو کیا پیغمبرؐ کو بھی اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس تھا یا نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکے کہ انہیں اس کی ضرورت یا عدمِ ضرورت کا احساس ہوتا تو پیغمبرؐ کے ذہن کو ارتداد کی فتنہ انگیزیوں اور بدعتوں کی کار فرمائیوں کی خبر دینے کے باوجود ان کی روک تھام کی فکر و تدبیر سے خالی سمجھ لینا عقل و بصیرت سے محرومی کی سب سے بڑی دلیل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ احساس تو تھا مگر مصلحت کی بنا پر اسے غیر طے شدہ چھوڑ جانے پر مجبور تھے، تو اس صورت میں اس

مصلحت کو زیرِ نقاب رہنے کے بجائے کھُل کر سامنے آنا چاہیئے ورنہ بے وجہ خاموشی فرائض نبوّت میں کوتاہی سمجھی جائے گی اور اگر کوئی مانع تھا تو اس مانع کو پیش کرنا چاہیئے، ورنہ اسے تسلیم کیجئے کہ جس طرح آپ نے دین کا کوئی شعبہ ادھورا نہیں چھوڑا۔ اسے بھی ناتمام نہیں رہنے دیا اور ایک ایسا لائحہ عمل تجویز فرما دیا کہ جس کے بروئے کار لانے سے دین دوسروں کی دستبرد و استیلا سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ لائحہ عمل اور طریق کار کیا تھا۔ اگر اجماع امت کو پیش کیا جائے تو اس کے وقوع پذیر ہونے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اجماع میں ایک ایک فرد کا اتفاق رائے ضروری ہوتا ہے اور انسانی طبائع کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ایک نقطۂ نظر پر متفق ہو جائیں اور نہ ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ جہاں ایسے موادر پر اختلاف کی کوئی آواز نہ اٹھی ہو تو پھر کیونکر ایک ایسی بنیادی ضرورت کو ایک ناممکن الوقوع امر سے وابستہ کیا جا سکتا ہے کہ جس پر اسلام کے مستقبل کا انحصار اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا دارومدار ہو لہٰذا نہ عقل اس معیار کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے اور نہ نقل ہی اس سے ہمنوا ہے چنانچہ قاضی عضدالدّین نے مواقف میں تحریر کیا ہے۔

فاعلوا ان ذلك لا یفتقر الی الاجماع اذ لم یقم علیه دلیل من العقل والسمع۔

تمہیں جاننا چاہیئے کہ خلافت کا انعقاد اجماع پر منحصر نہیں، کیونکہ اس پر کوئی عقلی و نقلی دلیل قائم نہیں ہو سکی۔

بلکہ مدعیان اجماع نے بھی جب یہ دیکھا کہ تمام راویوں کا متفق ہونا مشکل ہے تو اقلیت کے اختلاف کو نظر انداز کر کے اکثریت کے اتفاق کو اجماع کے قائم مقام ٹھہرا لیا، لیکن اس صورت میں بھی اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ حق و ناحق اور جائز و ناجائز وسائل کا زور اکثریت کا دھارا ادھر موڑ دیتا ہے کہ جہاں نہ شخصی فضیلت ہوتی ہے اور نہ ذاتی قابلیت جس کے نتیجہ میں اہل افراد دبکے پڑے رہ جاتے ہیں اور نااہل افراد اُبھر کر سامنے آ جاتے ہیں تو جہاں صلاحیتیں پھڑ پھڑا کر رہ جائیں اور ذاتی غرضیں روک بن کر کھڑی ہو جائیں وہاں کسی صحیح شخصیت کے انتخاب کی کیونکر توقع کی جا سکتی ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تمام رائے دینے والے ایسے افراد ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی رائے آزاد اور بے لاگ ہے۔ نہ ان میں کوئی صاحب غرض ہے نہ کسی کی رو رعایت رکھتا ہے تو بھی یہ کہاں ضروری ہے کہ اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہو اور وہ بھٹک کر غلط راہ پر آ ہی نہ سکے، جب کہ مشاہدہ بتا رہا ہے کہ اکثریت نے تجربہ کے بعد خود اپنے فیصلوں کو غلط بھی ٹھہرایا ہے تو اگر اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہی ہوتا ہے تو اس کے پہلے فیصلہ کو غلط ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اس کو غلط قرار دینے کا فیصلہ بھی اسی کا فیصلہ ہے۔ ان دریں حالات اگر خلیفہ و جانشین کا غلط انتخاب ہو گیا تو اس غلطی کے مہلک نتائج کا کون ذمہ دار ہو گا۔ اور اسلام کی ہیئت اجتماعیہ کی تباہی و بربادی کا مظلمہ کس کی گردن پر آئے گا اور پھر انتخاب کی ہنگامہ آرائیوں اور شورش انگیزیوں میں جو خونریزی و فساد برپا ہو گا وہ کس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ جب کہ بزمِ ادب آموز کے بیٹھنے والوں کو بھی دیکھا جا چکا ہے کہ وہ باہم آویزیوں سے نہ بچ سکے تو کسی اور کا دامن کیا بچ سکتا ہے۔

اگر ان مفاسد سے بچنے کے لئے اہل حل و عقد پر یہ چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنی صوابدید سے کسی ایک کو منتخب کر لیں، تو یہاں

بھی وہی انتشار و کشمکش کی صورت پیش آئے گی۔ کیونکہ انسانی طبیعتوں کا یہاں بھی ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ انہیں ذاتی اغراض کی سطح سے بلند قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب کہ یہاں تصادم اور ٹکراؤ کے اسباب اور زیادہ قوی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے سب نہیں تو اکثر خود اس منصب کے اُمیدوار ہوں گے اور اپنی کامیابی کے لئے حریف کو زک پہنچانے کی کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھیں گے اور جس طرح بن پڑے گا اس کی راہ میں روڑے اٹکائیں گے جس کا لازمی نتیجہ باہم آویزی و فتنہ انگیزی ہوگا۔ تو جس اختلاف و کشمکش سے بچنے کے لئے یہ صورت پیدا کی گئی تھی۔ اس سے بچاؤ نہ ہو سکے گا اور امت کسی صحیح فرد تک پہنچنے کے بجائے دوسروں کے ذاتی مفاد کا آلۂ کار بن کر رہ جائے گی اور پھر یہ کہ اہل حل و عقد کا معیار کیا ہوگا؟ وہی جو ہر زمانہ میں آ رہا ہے کہ جس نے چند ہوا خواہ جمع کر لئے اور کسی اجتماع میں چند مخصوص پُر جوش لفظیں دہرا کر ہلڑ مچوا دیا وہ اُبھر کر اہل حل و عقد کی صف میں آ گیا۔ یا صلاحیتوں کو بھی پرکھا جائے گا۔ اگر صلاحیتوں کو جانچنے اور پرکھنے کا ذریعہ یہی رائے عامہ ہے تو پھر وہی الجھنیں اور کشمکشیں یہاں بھی پیدا ہو جائیں گی، جن سے بچنے کے لئے یہ راہ اختیار کی گئی تھی اور اگر کوئی اور معیار ہے تو اس پر ان کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے بجائے خود اس کی صلاحیت کو کیوں نہ پرکھ لیا جائے کہ جسے اس منصب کا اہل سمجھا جا رہا ہے اور پھر یہ کہ کتنے اہل حل و عقد کا فیصلہ سند سمجھا جائے گا، تو یہاں بھی معمول کے مطابق جو ایک دفعہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے سند بن گیا۔ اور جتنے اہل حل و عقد نے کبھی کوئی فیصلہ کیا تھا وہ تعداد حجت بن گئی۔ چنانچہ قاضی عضدالدین تحریر فرماتے ہیں:۔

بل الواحد والاثنان من اهل الحل والعقد كاف لعلمنا ان الصحابة مع صلابتهم في الدين اكتفوا بذلك كعقد عمر لابي بكر وعقد عبد الرحمٰن لعثمان (شرح مواقف صفحہ ۳۵۲)

بلکہ اہل حل و عقد میں سے ایک دو فردوں کا کسی کو نامزد کر لینا کافی ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے جو دین کے سختی سے پابند تھے، اسی پر اکتفا کی۔ جیسا کہ عمر نے ابوبکر کو اور عبدالرحمٰن ابن عوف نے عثمان کو منتخب کر لیا۔

لیجئے یہ ہے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع کی کارگزاری اور بزم شوریٰ کی گرم بازاری کہ ایک ہی شخص کے کارنامہ کا نام اجماع اور ایک ہی فرد کی کارفرمائی کا نام شوریٰ رکھ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا تھا کہ اجماع ایک آدھ ہی کی رائے کا نام ہوا کرتا ہے جسے بھولے بھالے عوام کے سر منڈھ دیا جاتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اجماع و شوریٰ کا رنگ چڑھائے بغیر علانیہ حضرت عمر کو نامزد کر کے اجماع کی پابندی کثرت رائے کے معیار اور شورائی طریق انتخاب کو نظر انداز کر دیا اور حضرت عائشہ کے نزدیک بھی خلافت کو امت یا چند مخصوص افراد کی رائے پر چھوڑ دینا فتنہ و فساد کو دعوت دینے کے ہم معنی تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عمر کو بستر مرگ پر یہ پیغام بھجوایا۔

لاتدع امة محمد بلا راع استخلف عليهم ولاتدعهم هملا فاني اخشى عليهم الفتنة۔ (کتاب الامامت والسیاست صفحہ ۲۰)

اُمّت محمدؐ کو بغیر کسی پاسبان کے نہ چھوڑ جائیے۔ اس پر کسی کو خلیفہ مقرر کرتے جائیے اور اسے بے مہار نہ چھوڑیئے۔ کیونکہ اس صورت میں مجھے اس کے متعلق فتنہ و شر کا اندیشہ ہے۔

جب انتخاب اہل حل وعقد کا طریقہ بھی کامیاب نہ ہُوا تو اُسے بھی ختم کر دیا گیا اور صرف "ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند" معیار بن کر رہ گیا یعنی جو دوسروں کو اپنے اقتدار کی گرفت اور تسلط کے بندھن میں جکڑ لے، وُہی خلیفہ برحق اور جانشین پیغمبر ہے۔ یہ تھے وُہ خود ساختہ اصول جن کے سامنے پیغمبر کے وہ تمام ارشادات جو انہوں نے دعوتِ عشیرہ، شبِ ہجرت، غزوۂ تبوک تبلیغ سورۂ برأت اور غدیر خم کے موقع پر فرمائے تھے۔ یکسر فراموش کر دیئے جاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ جب تینوں خلافتیں ایک فرد ہی کی رائے سے طے پاتی ہیں اور اس ایک فرد کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جاتا ہے تو پھر کس دلیل کی بنا پر پیغمبر سے یہ حق سلب کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی کی تعیین خود فرما دیتے جب کہ تمام نزاعوں کے سدِّ باب کا یہی ایک ذریعہ ہو سکتا تھا کہ وُہ خود اُسے طے کر کے بعد میں پیدا ہونے والے خلفشاروں سے اُمت کو محفوظ کر جاتے اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اس کا فیصلہ چھوڑنے سے اُسے بچا لے جاتے جو نفسانی خواہشوں میں اُلجھے ہوئے اور خود غرضیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور یہی وہ صحیح طریق کار ہے جسے نہ صرف عقل کی تائید حاصل ہے۔ بلکہ پیغمبر کے صریحی ارشادات بھی اس کی حمایت میں ہیں۔

۳؎ حیان ابن سمین یمامہ میں قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار اور صاحب قلعہ و سپاہ تھا۔ جابر اس کے چھوٹے بھائی کا نام ہے اور اعشیٰ کہ جس کا اصلی نام میمون ابن قیس ہے۔ اُس کی بزم ناؤ نوش میں ندیم و مصاحب کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کے انعام و اکرام سے خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کرتا تھا اس شعر میں اس نے اپنی پہلی زندگی کا موجودہ زندگی سے تقابل کیا ہے کہ کہاں وہ دن کہ جب رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا اور کہاں یہ دن جو حیان کی مصاحبت میں آرام اور چین سے گزر رہے ہیں۔ امیرالمؤمنینؑ کے اس شعر کو بطور تمثیل لانے کا مقصد عموماً یہ سمجھا گیا ہے کہ اپنے اس دُکھ بھرے زمانے کا مقابلہ اُس زمانہ سے کریں جو پیغمبرؐ کے دامانِ عاطفت میں گزرتا تھا اور ہر طرح کے غل وغش سے پاک اور روحانی سکون کا سر و سامان لیئے ہوئے تھا۔ لیکن محل تمثیل اور نیز بمضمونِ شعر پر نظر کرتے ہوئے یہ مقصود ہو تو بعید نہیں ہے کہ برسرِ اقتدار افراد زمانۂ رسول میں بے وقعتی اور موجودہ حالت میں ان کے اقتدار و اختیار کا فرق دکھلایا جائے۔ یعنی ایک وقت وُہ تھا کہ رسولؐ کے زمانے میں میرے سامنے اُن کی بات بھی نہ پوچھی جاتی تھی اور اب یہ دَور آیا ہے کہ یہ امورِ مسلمین کے واحد مالک بنے ہوئے ہیں۔

۴؎ جب حضرت عمر ابو لؤلؤ کے ہاتھ سے زخمی ہُوئے اور دیکھا کہ اس کاری زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے تو آپ نے انتخاب خلیفہ کے لیئے ایک مجلسِ شوریٰ تشکیل دی۔ جس میں علی ابن ابی طالب، عثمان ابن عفان، عبدالرحمٰن ابن عوف، زبیر ابن عوام، سعد ابن ابی وقاص اور طلحہ ابنِ عبیداللہ کو نامزد کیا اور ان پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ ان کے مرنے کے بعد تین دن کے اندر اندر اپنے میں سے ایک کو خلافت کے لئے منتخب کریں اور یہ تینوں دن امامت کے فرائض صہیب انجام دیں۔ ان ہدایات کے بعد ارکانِ شوریٰ میں سے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے متعلق جو خیالات رکھتے ہوں ان کا اظہار فرماتے جائیں تا کہ ان کی روشنی میں قدم اٹھایا جائے اس پر آپ نے فرداً فرداً ہر ایک کے متعلق اپنی زریں رائے کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سعد کے متعلق کہا کہ وُہ درشت خُو اور تند مزاج ہیں اور عبدالرحمٰن اس امت کے فرعون ہیں اور زبیر خوش ہوں تو مومن اور غصہ میں ہوں تو کافر اور طلحہ

غرور ونخوت کا پتلا ہیں۔ اگر انہیں خلیفہ بنایا گیا تو خلافت کی انگوٹھی اپنی بیوی کے ہاتھ میں پہنا دیں گے اور عثمان کو اپنے قوم قبیلہ کے علاوہ کوئی دوسرا نظر ہی نہیں آتا۔ رہے علی تو وہ خلافت پر ریجھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ ایک وہی ایسے ہیں جو خلافت کو صحیح راہ پر چلائیں گے۔ مگر اس اعتراف کے باوجود آپ نے مجلس شوریٰ کی تشکیل ضروری سمجھی اور اس کے انتخاب ارکان اور طریق کار میں وہ تمام صورتیں پیدا کر دیں کہ جس سے خلافت کا رُخ ادھر ہی بڑھے مدھر آپ موڑنا چاہتے تھے چنانچہ تھوڑی بہت سمجھ بوجھ سے کام لینے والا باآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ اس میں حضرت عثمان کی کامیابی کے تمام اسباب فراہم تھے۔ اس کے ارکان کو دیکھئے تو ان میں ایک حضرت عثمان کے بہنوئی عبدالرحمٰن ابن عوف ہیں۔ اور دوسرے سعد ابن ابی وقاص ہیں جو امیرالمومنین سے کینہ وعناد رکھنے کے علاوہ عبدالرحمٰن کے عزیز وہم قبیلہ بھی ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی حضرت عثمان کے خلاف تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تیسرے طلحہ ابن عبیداللہ تھے، جن کے متعلق علامہ محمد عبدہٗ حواشی نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں۔

وَقد یکفی فی میلہ الی عثمان انحرافہ عن علی لانہ تیمی وقد کان بین بنی ھاشم وبنی تیم مواجد لمکان الخلافۃ فی ابی بکر۔

طلحہ حضرت عثمان کی طرف مائل تھے اور مائل ہونے کی یہی وجہ کیا کم ہے کہ وہ حضرت علی سے منحرف تھے کیونکہ یہ تیمی تھے اور ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے کے سبب سے بنی تیم و بنی ہاشم میں رنجشیں پیدا ہو چکی تھیں۔

رہے زبیر تو یہ اگر حضرت کا ساتھ دیتے بھی تو ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی۔ طبری وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ اس موقع پر مدینہ میں موجود نہ تھے۔ لیکن ان کی عدم موجودگی حضرت عثمان کی کامیابی میں سدِ راہ نہ تھی بلکہ وہ موجود بھی ہوتے جیسا کہ شوریٰ کے موقعہ پر پہنچ گئے تھے اور انہیں امیرالمومنین کا ہمنوا بھی سمجھ لیا جائے جب بھی حضرت عثمان کی کامیابی میں کوئی شبہ نہ تھا کیونکہ حضرت عمر کے ذہنِ رسا نے طریقِ کار یہ تجویز کیا تھا کہ :-

فان رضی ثلاثۃ رجلا منہم وثلاثۃ رجلا منہم فحکموا عبداللہ بن عمر فای الفریقین حکم لہ فلیختاروا رجلا منہم فان لو یرضوا بحکم عبداللہ ابن عمر فکونوا مع الذین فیہم عبدالرحمٰن ابن عوف و اقتلوا الباقین ان رغبوا عما اجتمع

اگر تین ایک پر اور تین ایک پر رضامند ہوں تو اس صورت میں عبداللہ ابن عمر کو ثالث بناؤ۔ جس فریق کے متعلق وہ حکم لگائے۔ وہی فریق اپنے میں سے خلیفہ کا انتخاب کرے اور اگر وہ عبداللہ ابن عمر کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوں تو تم اس فریق کا ساتھ دو جس میں عبدالرحمٰن ابن عوف ہو، اور دوسرے لوگ اگر اس سے اتفاق نہ کریں تو انہیں اس متفقہ

۱؎ حضرت عثمان کی والدہ اردی بنت کریز پہلے عقبہ ابن ابی معیط کے عقد میں تھیں۔ جس سے ایک لڑکی ام کلثوم پیدا ہوئی جو عبدالرحمٰن سے بیاہی گئی۔

علیہ الناس۔ (طبری ج ۳ ص ۲۹۴) فیصلے کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے قتل کر دو۔
اس مقام پر عبداللہ ابن عمر کے فیصلہ پر نارضامندی کے کیا معنی جب کہ انہیں یہ ہدایت کر دی جاتی ہے کہ وہ اسی گروہ کا ساتھ دیں جس میں عبدالرحمٰن ہوں۔ چنانچہ عبداللہ کو حکم دیا کہ:۔

یاعبداللہ ابن عمران اختلف القوم فکن مع الاکثروان کانوا ثلاثۃ وثلاثۃ فاتبع الحزب الذی فیہ عبدالرحمٰن (طبری ج ۳ ص ۲۶۵)

اے عبداللہ اگر قوم میں اختلاف ہو تو تم اکثریت کا ساتھ دینا اور اگر تین ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو تم اس فریق کا ساتھ دینا جس میں عبدالرحمٰن ہوں۔

اس فہمائش سے اکثریت کی ہمنوائی سے بھی یہی مراد ہے کہ عبدالرحمٰن کا ساتھ دیا جائے کیونکہ دوسری طرف اکثریت ہو ہی کیونکر سکتی تھی۔ جب کہ ابوطلحہ انصاری کی زیر قیادت پچاس خونخوار تلواروں کو حزب مخالف کے سروں پر مسلط کر کے عبدالرحمٰن کے اشارۂ چشم و ابرو پر جھکنے کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ امیرالمؤمنین کی نظروں نے اسی وقت بھانپ لیا تھا کہ خلافت حضرت عثمان کی ہو گئی۔ جیسا کہ آپ کے اس کلام سے ظاہر ہے جو ابن عباس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

قال عدلت عنا قال وما علمک قال قرن بی عثمان وقال کونوا مع الاکثر فان رضی رجلان رجلا ورجلان رجلا فکونوا مع الذین فیھم عبدالرحمٰن ابن عوف فسعد لایخالف ابن عمہ وعبدالرحمٰن صھر عثمان۔ (طبری ج ۳ ص ۲۹۴)

خلافت کا رخ ہم سے موڑ دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا کہ میرے ساتھ عثمان کو بھی لگا دیا ہے اور یہ کہا کہ اکثریت کا ساتھ دو اور اگر دو ایک پر اور دو ایک پر رضامند ہوں تو تم ان لوگوں کا ساتھ دو جن میں عبدالرحمٰن بن عوف ہو۔ چنانچہ سعد تو اپنے چچیرے بھائی عبدالرحمٰن کا ساتھ دیگا اور عبدالرحمٰن تو عثمان کا بہنوئی ہوتا ہی ہے۔

بہرحال حضرت عمر کی رحلت کے بعد حضرت عائشہ کے حجرہ میں یہ اجتماع ہوا، اور دروازہ پر ابوطلحہ انصاری پچاس آدمیوں کے ساتھ شمشیر بکف آکھڑا ہوا، طلحہ نے کارروائی کی ابتدا کی اور سب کو گواہ بنا کر کہا کہ میں اپنا حق رائے دہندگی حضرت عثمان کو دیتا ہوں۔ اس پر زبیر کی رگِ حمیت پھڑکی (کیونکہ ان کی والدہ حضرت کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں) اور انہوں نے اپنا حق رائے دہندگی علی ابن ابی طالب کو سونپ دیا۔ پھر سعد ابن ابی وقاص نے اپنا حق رائے دہندگی عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا اب مجلس شوریٰ کے ارکان صرف تین رہ گئے۔ جن میں سے عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں اس شرط پر اپنے حق سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہوں کہ آپ دونوں (علی ابن ابی طالب اور عثمان ابن عفان) اپنے میں سے ایک کو منتخب کرلینے کا حق مجھے دے دیں یا آپ میں سے کوئی ایک دستبردار ہو کر یہ حق لے لے۔ یہ ایک ایسا جال تھا جس میں امیرالمؤمنین کو ہر طرف سے جکڑ لیا گیا تھا کہ یا تو اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں یا عبدالرحمٰن کو اپنی من مانی کارروائی کرنے دیں پہلی صورت آپ کے لئے ممکن ہی نہ تھی کہ حق سے دستبردار ہو کر عثمان یا عبدالرحمٰن کو منتخب کریں۔ اسلئے آپ اپنے حق پر جمے رہے اور عبدالرحمٰن نے اپنے کو اس سے

الگ کر کے یہ اختیار سنبھال لیا اور امیر المومنین سے مخاطب ہو کر کہا ابایعك علی كتاب الله و سنة رسول الله وسيرة الشيخين ابی بکر و عمر میں اس شرط پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا سنت رسول اور ابو بکر اور عمر کی سیرت پر چلیں۔ آپ نے کہا بل علی كتاب الله وسنة رسول الله واجتهاد رائی نہیں بلکہ میں اللہ کی کتاب رسول کی سنت اور اپنے مسلک پر چلوں گا۔ تین مرتبہ دریافت کرنے کے بعد جب یہی جواب ملا تو حضرت عثمان سے مخاطب ہو کر کہا کیا آپ کو یہ شرائط منظور ہیں ان کے لئے انکار کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔ انہوں نے ان شرائط کو مان لیا اور ان کی بیعت ہو گئی۔ جب امیر المؤمنین نے اپنے حق کو یوں پامال ہوتے دیکھا تو فرمایا:۔

ليس هذا اول يوم تظاهرتم فيه علينا فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون والله ما وليت عثمان الا ليرد الامر اليك (طبری ج ۳ ص ۲۹۷)

یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر زیادتی کی ہو اب صبرِ جمیل کے علاوہ کیا چارہ ہے اور جو باتیں تم کرتے ہو اس پر اللہ ہی مددگار ہے۔ خدا کی قسم! تم نے عثمان کو اس امید پر خلافت دی ہے کہ وہ اسے کل تمہارے حوالہ کر جائے۔

ابن ابی الحدید نے شوریٰ کے واقعات کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہو گئی تو امیر المومنین نے عبد الرحمٰن اور عثمان کو مخاطب کر کے کہا دق الله بینکما عطر منشم خدا تمہارے درمیان عطرِ منشم[1] چھڑکے اور تمہاری ایک دوسرے سے بن نہ آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے سخت دشمن ہو گئے اور عبد الرحمٰن نے مرتے دم تک حضرت عثمان سے بات چیت کرنا گوارا نہ کی اور بسترِ مرگ پر بھی انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شوریٰ اسی کا نام ہے جو چھ آدمیوں میں منحصر ہو اور پھر تین میں اور آخر میں ایک ہی فرد میں منحصر ہو کر رہ جائے اور کیا انتخاب خلافت کے لئے سیرتِ شیخین کی شرط حضرت عمر کی طرف سے تھی یا عبد الرحمٰن نے امیر المومنین اور خلافت کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنے کے لئے پیش کی تھی حالانکہ اول نے خلیفہ ثانی کو نامزد کرتے وقت یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ تمہیں میری سیرت پر چلنا ہو گا۔ تو اس کا یہاں پر کیا محل تھا۔

بہر صورت امیر المومنین نے فتنہ و فساد کو روکنے اور حجت تمام کرنے کے لئے اس میں شرکت گوارا فرمائی تاکہ ان کے ذہنوں پر قفل پڑ جائیں اور یہ نہ کہتے پھریں کہ ہم تو انہی کے حق میں رائے دیتے مگر خود انہوں سے شوریٰ سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیں موقع نہ دیا کہ ہم آپ کو منتخب کرتے۔

۵ عہد ثالث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے برسرِ اقتدار آتے ہی بنی امیہ کی بن آئی اور انہوں نے بیت المال کو

---

[1] منشم ایک عورت کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں حنوط وغیرہ بیچا کرتی تھی۔ اس وجہ سے جب قبائل عرب آپس میں لڑتے تھے تو بطور مثل کہا جاتا تھا ان پر عطرِ منشم چھڑکو یعنی وہ چیز کہ جس سے میت کو خوشبو دی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب یہ لڑ بھڑ کر ختم ہو جائیں گے ان کے لئے کفن و حنوط تیار رکھو۔ (المعارف)

لوٹنا شروع کر دیا اور جس طرح چوپائے خشک سالیوں کے بعد ہرا بھرا سبزہ دیکھ لیں تو اُسے پامال کر کے چھوڑتے ہیں یونہی یہ اللہ کے مال پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور اُسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ آخر اس خود پروری اور خویش نوازی نے انہیں وہ روزِ بد دکھایا کہ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں تلواروں کی زد پر رکھ لیا اور سب کھایا پیا اگلوا لیا۔

اس دور میں جس طرح کی بے عنوانیاں ہوئیں ان پر کسی مسلمان کا دل دکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جلیل القدر صحابہ تو گوشوں میں پڑے ہوں، عزت اُن پر چھائی ہوئی ہو، افلاس انہیں گھیرے ہوئے ہو اور بیت المال پر تسلط ہو تو بنی اُمیہ کا، عہدوں پر چھائے ہوئے ہوں تو انہیں کے نوخیز و ناتجربہ کار افراد، مسلمانوں کی مخصوص ملکیتوں پر قبضہ ہو تو ان کا، تمام چراگاہوں میں چوپائے چریں تو ان کے محلات تعمیر ہوں تو ان کے باغات لگیں تو ان کے اور کوئی دردمندان بے اعتدالیوں کے خلاف زبان ہلائے تو اس کی پسلیاں توڑ دی جائیں اور کوئی اس سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ زکوٰۃ و صدقات جو فقرا اور مساکین کا حق تھا اور بیت المال جو مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھا اس کا مصرف کیا قرار دیا گیا تھا وہ ذیل کے چند نمونوں سے ظاہر ہے۔

(۱) حکم ابن عاص کو کہ جسے رسولؐ نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا، نہ صرف سنتِ رسول بلکہ سیرتِ شیخین کی بھی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُسے مدینہ واپس بلوا لیا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے (معارف ابن قتیبہ ص۹۴)

(۲) ولید ابن عقبہ کو کہ جسے قرآن نے فاسق کہا ہے مسلمانوں کے مال میں سے ایک لاکھ درہم دیئے (عقد الفرید ج ۳ ص۹۴)

(۳) مروان ابن حکم سے اپنی بیٹی ابان کی شادی کی تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے دیئے (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)

(۴) حارث ابن حکم سے اپنی بیٹی عائشہ کا عقد کیا تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے اسے عطا فرمائے (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص۳۹)

(۵) ابوسفیان ابن حرب کو لاکھ درہم دیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۳۹)

(۶) عبداللہ ابن خالد کو چار لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ص۸۴)

(۷) مال افریقہ کا خمس (پانچ لاکھ دینار) مروان کی نذر کر دیا۔ (معارف ص۸۴)

(۸) فدک کہ جسے صدقۂ عام کہہ کر پیغمبرؐ کی قدسی صفات بیٹی سے روک لیا گیا تھا، مروان کو عطائے خسروانہ کے طور پر دے دیا۔ (معارف ابن قتیبہ ص۸۴)

(۹) بازارِ مدینہ میں بہزور ایک جگہ تھی جسے رسولؐ نے مسلمانوں کے لئے وقف عام قرار دیا تھا۔ حارث ابنِ حکم کو بخش دی۔ (معارف ص۸۴)

(۱۰) مدینہ کے گرد جتنی چراگاہیں تھیں اُن میں بنی اُمیہ کے علاوہ کسی کے اونٹوں کو چرنے کی اجازت نہ تھی (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص۳۹)۔

(۱۱) مرنے کے بعد ایک لاکھ پچاس ہزار[1] دینار اور دس لاکھ درہم آپ کے ہاں نکلے۔ جاگیروں کا کچھ ٹھکانا نہیں، صرف چند ایک جاگیروں کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ دینار تھا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ (مروج الذہب جلد ۱ ص۴۳۵)

---

[1] دینار سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے ہوتا ہے۔ (منتہی الارب)

(۱۲) مرکزی شہروں پر آپ ہی کے عزیز و اقارب حکمران تھے۔ چنانچہ کوفہ پر ولید ابن عقبہ حاکم تھا۔ مگر جب اس نے شراب کے نشہ میں چُور ہو کر صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی، تو لوگوں کے شور مچانے پر اُسے معزول تو کر دیا۔ مگر اس کی جگہ پر سعید ابن عاص ایسے فاسق کو مقرر کر دیا۔ مصر پر عبداللہ ابن ابی سرح شام پر معاویہ ابنِ ابی سفیان اور بصرہ پر عبداللہ ابنِ عامر آپ کے مقرر کردہ حکمران تھے۔ (مروج الذہب جلد ا صفحہ ۴۲۵)

خطبہ ۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَاءِ وَ تَسَنَّمْتُمُ الْعَلْيَاءَ وَبِنَا أَنْفَجَرْتُمْ عَنِ السَّرَارِ وُقِرَ سَمْعٌ لَمْ يَفْقَهِ الْوَاعِيَةَ وَكَيْفَ يُرَاعِي النَّبْأَةَ مَنْ أَصَمَّتْهُ الصَّيْحَةُ رُبِطَ جَنَانٌ لَمْ يُفَارِقْهُ الْخَفَقَانُ مَا زِلْتُ أَنْتَظِرُ بِكُمْ عَوَاقِبَ الْغَدْرِ. وَ أَتَوَسَّمُكُمْ بِحِلْيَةِ الْمُغْتَرِّينَ سَتَرَنِي عَنْكُمْ جِلْبَابُ الدِّينِ وَ بَصَّرَنِيكُمْ صِدْقُ النِّيَّةِ - أَقَمْتُ لَكُمْ عَلَى سَنَنِ الْحَقِّ فِي جَوَادِّ الْمَضَلَّةِ، حَيْثُ تَلْتَقُونَ وَ لَا دَلِيلَ وَتَحْتَفِرُونَ وَلَا تُمِيهُونَ. اَلْيَوْمَ أُنْطِقُ لَكُمُ الْعَجْمَاءَ ذَاتَ الْبَيَانِ عَزَبَ رَأْيُ امْرِئٍ تَخَلَّفَ عَنِّي مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيتُهُ لَمْ يُوجِسْ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ

ہماری وجہ سے تم نے (گمراہی) کی تیرگیوں میں ہدایت کی روشنی پائی اور رفعت و بلندی کی چوٹیوں پر قدم رکھا، اور ہمارے سبب سے اندھیری راتوں کو اندھیاریوں سے صبح (ہدایت) کے اُجالوں میں آ گئے۔ وہ کان بہرے ہو جائیں جو چلانے والے کی چیخ پکار کو نہ سنیں، بھلا وہ کیونکر میری کمزور اور دھیمی آواز کو سن پائیں گے جو اللہ و رسولؐ کی بلند بانگ صداؤں کے سننے سے بھی بہرے رہ چکے ہوں، ان دلوں کو سکون و قرار نصیب ہو، جن سے خوفِ خدا کی دھڑکنیں الگ نہیں ہوتیں میں تم سے ہمیشہ غدر و بیوفائی ہی کے نتائج کا منتظر رہا اور فریب خوردہ لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ کے ساتھ تمہیں بھانپ لیا تھا۔ اگرچہ دین کی نقاب نے مجھ کو تم سے چھپائے رکھا۔ لیکن میری نیت کے صدق و صفا نے تمہاری صورتیں مجھے دکھا دی تھیں۔ میں بھٹکانے والی راہوں میں تمہارے لئے جادۂ حق پر کھڑا تھا۔ جہاں تم ملتے ملاتے تھے مگر کوئی راہ دکھانے والا نہ تھا۔ تم کنواں کھودتے تھے مگر پانی نہیں نکال سکتے تھے۔ آج میں نے اپنی اس خاموش زبان کو جس میں بڑی بیان کی قوت ہے، گویا کیا ہے اس شخص کی رائے کے لئے دوری ہو، جس نے مجھ سے کنارہ کشی کی جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے کبھی اس میں شک و شبہ نہیں کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی

خِيفَةً عَلَى نَفْسِهِ أَشْفَقَ مِنْ غَلَبَةِ الْجُهَّالِ وَدُوَلِ الضَّلَالِ الْيَوْمَ تَوَاقَفْنَا عَلَى سَبِيلِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ مَنْ وَثِقَ بِمَاءٍ لَمْ يَظْمَأْ۔

جان کے لئے خوف کا لحاظ کبھی نہیں کیا۔ بلکہ جاہلوں کے غلبہ اور گمراہی کے تسلط کا ڈر تھا (اسی طرح میری اب تک کی خاموشی کو سمجھنا چاہیئے) آج ہم اور تم حق و باطل کے دوراہے پر کھڑے ہوئے ہیں جسے پانی کا اطمینان ہے وہ پیاس نہیں محسوس کرتا۔ اسی طرح میری موجودگی میں تمہیں میری قدر نہیں۔

؎ حضرت موسیٰؑ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب ان کے مقابلے میں جادوگر بلائے گئے اور انہوں نے رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک کر اپنا سحر دکھایا تو آپ ڈرنے لگے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:۔

یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعٰی فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسٰی قلنا لاتخف انک انت الاعلی۔

موسیٰؑ کو یوں محسوس ہوا کہ وہ دوڑ رہی ہیں جس سے وہ جی میں ڈرے۔ ہم نے کہا کہ موسیٰؑ تم کوئی اندیشہ نہ کرو۔ یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔

امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے خوف کھانے کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ چونکہ رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ کی طرح دوڑتے دیکھ رہے تھے۔ اس لئے انہیں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو اور وہ اس سبب سے خائف ہو گئے ہوں بلکہ ان کے ڈرنے کا سبب یہ خیال تھا کہ کہیں دنیا والے ان شعبدہ بازیوں سے متاثر ہو کر گمراہی میں نہ پڑ جائیں اور ان نظر بندیوں سے باطل کی بنیادیں مستحکم نہ ہو جائیں۔ چنانچہ موسیٰؑ کو یہ کہ ڈھارس نہیں دی جاتی کہ تمہاری جان محفوظ ہے۔ بلکہ یہ کہا گیا کہ تم ہی غالب رہو گے۔ اور تمہارا ہی بول بالا ہو گا۔ چونکہ انہیں اندیشہ حق کے دب جانے اور باطل کے ابھر آنے کا تھا نہ اپنی جان کے جانے کا کہ حق کی فتح و کامرانی کے بجائے حفظِ جان کی انہیں تسلی دی جاتی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خوف یہی ہے کہ کہیں دنیا والے ان لوگوں (طلحہ و زبیر وغیرہ) کی فریب کاریوں کے پھندے میں نہ پھنس جائیں اور حق سے منہ موڑ کر ضلالت و گمراہی میں نہ جا پڑیں۔ ورنہ مجھے اپنی جان کی کبھی پروا نہیں ہوئی۔

خطبہ ۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَخَاطَبَهُ الْعَبَّاسُ وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ فِي أَنْ يُبَايِعَا لَهُ بِالْخِلَافَةِ)۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی تو عباس اور ابوسفیان ابن حرب نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں جس پر حضرت نے فرمایا۔

أَيُّهَا النَّاسُ شُقُّوا أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ وَعَرِّجُوا عَنْ طَرِيقِ الْمُنَافَرَةِ وَضَعُوا عَنْ تِيجَانِ الْمُفَاخَرَةِ أَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ أَوِ اسْتَسْلَمَ فَأَرَاحَ هٰذَا مَاءٌ آجِنٌ وَلُقْمَةٌ يَغَصُّ بِهَا آكِلُهَا۔ وَمُجْتَنِي الثَّمَرَةِ لِغَيْرِ وَقْتِ إِينَاعِهَا كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ أَرْضِهِ فَإِنْ أَقُلْ يَقُولُوا حَرَصَ عَلَى الْمُلْكِ وَإِنْ أَسْكُتْ يَقُولُوا جَزِعَ مِنَ الْمَوْتِ هَيْهَاتَ بَعْدَ اللَّتَيَّا وَالَّتِي وَاللّٰهِ لَابْنُ أَبِي طَالِبٍ آنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْيِ أُمِّهِ بَلْ انْدَمَجْتُ عَلَى مَكْنُونِ عِلْمٍ لَوْ بُحْتُ بِهِ لَاضْطَرَبْتُمْ اضْطِرَابَ الْأَرْشِيَةِ فِي الطَّوِيِّ الْبَعِيدَةِ۔

اے لوگو! فتنہ وفساد کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر اپنے کو نکال لے جاؤ۔ تفرقہ و انتشار کی راہوں سے اپنا رخ موڑ لو۔ فخر ومباہات کے تاج اتار ڈالو۔ صحیح طریقۂ عمل اختیار کرتے ہیں۔ کامیاب وہ ہے جو اٹھے تو پر وبال کے ساتھ اٹھے اور نہیں تو (اقتدار کی کرسی) دوسروں کے لئے چھوڑ بیٹھے اور اس طرح خلق خدا کو بدامنی سے راحت میں رکھے۔ (اس وقت طلب خلافت کے لیے کھڑا ہونا) یہ ایک گندلا پانی اور ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلوگیر ہو کر رہے گا۔ پھلوں کو ان کے پکنے سے پہلے چننے والا ایسا ہے جیسے دوسروں کی زمین میں کاشت کرنے والا۔ اگر بولتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیوی سلطنت پر مٹے ہوئے ہیں اور چپ رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے۔ افسوس اب یہ بات جب کہ میں ہر طرح کے نشیب و فراز دیکھے بیٹھا ہوں۔ خدا کی قسم ابوطالب کا بیٹا موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ البتہ ایک علم پوشیدہ میرے سینے کی تہوں میں لپٹا ہوا ہے کہ اسے ظاہر کر دوں تو تم اسی طرح پیچ و تاب کھانے لگو جس طرح گہرے کنوؤں میں رسیاں لرزتی اور تھرتھراتی ہیں۔

٭ ٭ ٭

لہ جب پیغمبر اکرمؐ کی وفات ہوئی ہے تو ابوسفیان مدینہ میں موجود نہ تھا۔ واپس آرہا تھا کہ راستہ میں اس المناک حادثہ کی اطلاع ملی۔ فوراً پوچھنے لگا کہ مسلمانوں کی امارت وقیادت کس کو ملی ہے اسے بتایا گیا کہ لوگوں نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ یہ سن کر عرب کا مانا ہوا فتنہ پرداز سوچ میں پڑ گیا اور آخر ایک تجویز لے کر عباس ابن عبدالمطلب کے پاس آیا اور کہا کہ دیکھو ان لوگوں نے دھاندلی مچا کر خلافت ایک تیمی کے حوالے کر دی اور بنی ہاشم کو ہمیشہ کے لئے اس سے محروم کر دیا اور یہ اپنے بعد بنی عدی کے ایک درشت خو تند مزاج کو ہمارے سروں پر مسلط کر جائے گا۔ چلو علی ابن ابی طالب سے کہیں کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑیں اور اپنا حق لینے کے لیے میدان میں اتر آئیں۔ چنانچہ وہ عباس کو ہمراہ لے کر حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائیں۔ میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی مخالفت کے لئے اٹھا تو میں مدینہ کے گلی کوچوں کو سواروں اور پیادوں

سے بھر دوں گا۔ امیر المومنین کے لیے یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ وہ اپنے کو پیغمبر کا صحیح وارث و جانشین سمجھتے تھے اور ابوسفیان ایسا جتھے قبیلے والا امداد کے لیے آمادہ کھڑا تھا۔ صرف ایک اشارہ کافی تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑکنے لگتے، مگر امیر المومنین ؑ کے تدبر و اصابت رائے نے مسلمانوں کو فتنہ سے بچا لیا اور آپ کی دُور رس نظروں نے بھانپ لیا کہ یہ قبائلی تعصب اور نسلی امتیاز کو اُبھار کر آپس میں لڑوانا چاہتا ہے تاکہ اسلام میں ایک ایسا زلزلہ آئے جو اس کی بنیاد تک کو ہلا دے، لہٰذا آپ نے اس کی رائے کو ٹھکرا کر اُسے سختی سے جھڑکا اور اس موقع پر یہ کلمات ارشاد فرمائے جن میں لوگوں کو فتنہ انگیزیوں اور بیجا سر بلندیوں سے روکا ہے اور اپنا موقف یہ بتایا ہے کہ میرے لیے دو ہی صورتیں ہیں یا تو جنگ کے لیے اٹھ کھڑا ہوں یا اپنے حق سے دستبردار ہو کر ایک گوشہ میں چپکے سے بیٹھ جاؤں۔ اگر جنگ کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو کوئی یار و مددگار دکھائی نہیں دیتا کہ ان ابھرنے والے فتنوں کو دبا سکوں۔ اب یہی چارۂ کار ہے کہ خاموشی سے وقت کا انتظار کروں یہاں تک کہ حالات ساز گار ہوں۔

اس موقع پر امیر المومنین کی خاموشی مصلحت بینی و دُور اندیشی کی آئینہ دار تھی، کیونکہ ان حالات میں اگر مدینہ مرکز جنگ بن جاتا تو اس کی آگ تمام عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ مہاجرین و انصار میں جو رنجش و چپقلش کی ابتدا ہو چکی تھی وہ بڑھ کر اپنی انتہا کو پہنچتی۔ منافقین کی ریشہ دوانیاں اپنا کام کرتیں اور اسلام کی کشتی ایسے گرداب میں جا پڑتی کہ اس کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ اس لیے امیر المومنین ؑ نے دکھ سہے، کڑیاں جھیلیں، مگر ہاتھوں کو جنبش نہیں دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبر ؐ نے مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کیں، مگر صبر و استقلال کو چھوڑ کر لڑنے الجھنے کے لیے تیار نہ ہوئے، چونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر اس وقت جنگ چھڑ گئی تو اسلام کے پھلنے پھولنے کی راہیں بند ہو جائیں گی، البتہ جب پشت پر اتنے اعوان و انصار ہو لیے کہ جو کفر کی طغیانیوں کو دبانے اور فتنوں کو کچلنے کی طاقت رکھتے تھے تو دشمن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح امیر المومنین ؑ پیغمبر ؐ کی سیرت کو مشعل راہ بناتے ہوئے تلوار کی قوت اور دست و بازو کے زور کا مظاہرہ نہیں کرتے، چونکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے یار و مددگار اٹھ کھڑا ہونا کامرانی و کامیابی کے بجائے شورش انگیزی و زیاں کاری کا سبب بن جائے گا۔ اس لیے اس موقع کے لحاظ سے طلب امارت کو ایک گندلے پانی اور گلے میں پھنس جانے والے لقمہ سے تشبیہ دی، چنانچہ جن لوگوں نے چھینا جھپٹی کر کے اس لقمہ کو چھین لیا تھا اور ٹھونس ٹھانس کر اسے نگل لینا چاہا، اُن کے گلے میں بھی یہ لقمہ اٹک کر رہ گیا نہ نگلتے بنتی تھی اور نہ اگلتے بنتی تھی، یعنی نہ تو وہ اسے سنبھال سکتے تھے جیسا کہ ان لغزشوں سے ظاہر ہے جو اسلامی احکام کے سلسلے میں کھائی جاتی تھیں اور نہ یہ پھندا اپنے گلے سے اتارنے کے لیے تیار ہوتے تھے۔ پھر اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر میں ان ناساز گار حالات میں خلافت کے ثمر نارسیدہ کو توڑنے کی کوشش کرتا تو اس سے باغ بھی اجڑتا اور میرے ہاتھ بھی کچھ نہ آتا۔ جیسے کہ ان لوگوں کی حالت ہے کہ غیر کی زمین میں کھیتی تو کر بیٹھے مگر نہ اس کی

حفاظت کر سکے نہ جانوروں سے اُسے بچا سکے۔ نہ وقت پر پانی دے سکے اور نہ اس سے کوئی جنس حاصل کر سکے، بلکہ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کہتا ہوں کہ اس زمین کو خالی کرو تا کہ اس کا مالک خود کاشت کرے اور خود نگہداشت کرے تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ کتنے حریص اور لالچی ہیں اور چپ رہتے ہیں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ میں کس موقعہ پر ڈرا اور کب جان بچا کر میدان سے بھاگا، جبکہ ہر چھوٹا بڑا معرکہ میری بے جگری کا شاہد اور میری جرأت وہمت کا گواہ ہے جو تلواروں سے کھیلے اور پہاڑوں سے ٹکرائے وہ موت سے نہیں ڈرا کرتا۔ میں تو موت سے اتنا مانوس ہوں کہ بچہ ماں کی چھاتی سے بھی اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ سنو! میرے چپ رہنے کی وجہ وہ علم ہے جو پیغمبرؐ نے میرے سینے میں ودیعت فرمایا ہے۔ اگر ابھی سے اسے ظاہر کر دوں تو تم سراسیمہ و مضطرب ہو جاؤ گے، کچھ دن گزرنے دو تو تم خود میری خاموشی کی وجہ جان لوگے اور دیکھ لو گے کہ اسلام کے نام پر کیسے کیسے لوگ اس مسند پر آئیں گے اور کیا کیا تباہیاں مچائیں گے۔ میری خاموشی کا یہی سبب ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، ورنہ بے وجہ خاموشی نہیں۔

خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید

۲؎ موت کے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھے اتنی محبوب ہے کہ بچے اپنی ماں کی آغوش میں اپنے سرچشمۂ غذا کی طرف ہمک کر بڑھنا اتنا محبوب نہیں ہوتا، کیونکہ ماں کی چھاتی سے بچے کا اُنس ایک طبعی تقاضے کے زیرِ اثر ہوتا ہے اور طبعی تقاضے سن کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں، چنانچہ زمانۂ رضاعت کا محدود عرصہ گزارنے کے بعد جب اس کی طبیعت پلٹا کھاتی ہے تو جس سے مانوس رہتا ہے پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے، لیکن لقائے پروردگار سے انبیاءؑ و اولیاء کا اُنس عقلی و روحانی ہوتا ہے اور عقلی و روحانی تقاضے بدلا نہیں کرتے اور ان میں ضعف و انحطاط آیا کرتا ہے، چونکہ موت لقائے پروردگار کا ذریعہ اور اس منزل کا پہلا زینہ ہے۔ اس لیے موت سے بھی ان کی شیفتگی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس کی سختیاں ان کے لیے راحت کا ساز و سامان اور اس کی تلخیاں ان کے کام و دہن کے لیے لذت اندوزی کا سر و سامان بن جایا کرتی ہیں اور اس سے ان کا اُنس ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ پیاسے کا کنوئیں سے اور بھٹکے ہوئے مسافر کا منزل سے، چنانچہ امیر المومنینؑ جب ابنِ ملجم کے قاتلانہ حملے سے مجروح ہوئے تو فرمایا کہ "

میں موت کا چشمہ لگاتار ڈھونڈ رہا تھا کہ اس کے گھاٹ پر آ پہنچا اور اسی منزل کی طلب و تلاش میں تھا کہ اسے پالیا اور نیکوکاروں کے لیے اللہ کے یہاں کی نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر کیا ہو سکتا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کا بھی ارشاد ہے کہ لیس للمومن راحۃ دون لقاء اللہ لقائے ربانی کے علاوہ مومن کیلئے کہیں پر راحت کا سر و سامان نہیں ہے۔

خطبہ ۶

و من کلام لہ علیہ السلام لما جب آپ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ طلحہ و زبیر کا پیچھا نہ

أُشير اليه بان لا يتبع طلحة والزبير ولا يرصد لهما القتال -

وَاللهِ لَا أَكُونُ كَالضَّبُعِ تَنَامُ عَلَىٰ طُولِ اللَّدْمِ. حَتّٰى يَصِلَ إِلَيْهَا طَالِبُهَا. وَيَخْتِلَهَا رَاصِدُهَا وَلٰكِنِّي أَضْرِبُ بِالْمُقْبِلِ إِلَى الْحَقِّ الْمُدْبِرَ عَنْهُ وَبِالسَّامِعِ الْمُطِيعِ الْعَاصِيَ الْمُرِيبَ أَبَدًا حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَيَّ يَوْمِي فَوَاللهِ مَا زِلْتُ مَدْفُوعًا عَنْ حَقِّي مُسْتَأْثَرًا عَلَيَّ مُنْذُ قَبَضَ اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا۔

کریں اور انؑ سے جنگ کرنے کی نہ ٹھان لیں تو آپ نے فرمایا -

خدا کی قسم میں اس بجو کی طرح نہ ہوں گا جو لگاتار کھٹکھٹائے جانے سے سوتا ہوا بن جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا طلب گار (شکاری) اس تک پہنچ جاتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھنے والا اس پر اچانک قابو پا لیتا ہے بلکہ میں تو حق کی طرف بڑھنے والوں اور گوش بر آواز اطاعت شعاروں کو لیکر ان خطاؤ شک میں پڑنے والوں پر اپنی تلوار چلاتا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت کا دن آجائے۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ نے اپنے رسولؐ کو دنیا سے اٹھایا۔ برابر دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا -

---

جب امیرالمومنینؑ نے طلحہ و زبیر کے عقب میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اُنھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ان سے آپ کو کوئی گزند پہنچے تو اس کے جواب میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ جن کا ماحصل یہ ہے "کہ میں کب تک اپنا حق چھنتا ہوا دیکھتا رہوں گا اور خاموش بیٹھا رہوں گا۔ اب تو جب تک میرے دم میں دم ہے، میں ان سے لڑوں گا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گا اور انہیں یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ میں بجّو کی طرح بآسانی ان کے قابو آجاؤنگا۔" ضبع کے معنی بجّو کے ہیں۔ اس کی کنیت ام عامر اور ام طریق ہے اور اسے حضاجر بھی کہا جاتا ہے۔ حضاجر حضجر کی جمع ہے جس کے معنی بیٹو کے ہوتے ہیں، لیکن جب جمع کی صورت میں اسے استعمال کیا جائے تو اس سے بجّو مراد لی جاتی ہے، کیونکہ یہ ہر چیز نگل جاتا ہے اور جو پاتا ہے ہڑپ کر جاتا ہے گویا اس میں کئی ایک پیٹ جمع ہو گئے ہیں جو بھرنے میں نہیں آتے اور اسے نعثل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بڑا سیدھا سادھا اور بڑا بیوقوف جانور ہوتا ہے۔ اگر کسی کی انتہائی حماقت دکھانا مقصود ہو تو یہ کہا جاتا ہے "فلان احمق من الضبع" فلاں تو بجو سے بھی زیادہ بیوقوف ہے؛ چنانچہ اس کی حماقت اس کے بآسانی شکار ہو جانے ہی سے ظاہر ہے کہ شکاری اس کے بھٹ کے گرد گھیرا ڈال لیتا ہے اور لکڑی سے یا پیر سے زمین کو تھپتھپاتا ہے اور چپکے سے کہتا ہے "اطرقی ام طریق خاصری ام عامر"؛ اے بجّو اپنے سر کو جھکا لے، اے بجّو چھپ جا۔ اس جملہ کو دہرانے اور زمین کو تھپتھپانے سے وہ بھٹ کے ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر شکاری کہتا ہے "ام عامر لیست فی وجادھا ام عامر نائمة" بھلا وہ اپنے بھٹ میں کہاں وہ تو کسی گوشہ میں سویا پڑا ہو گا۔" یہ سن کر

وہ ہاتھ پیر پھیلا دیتا ہے اور سوتا ہوا بن جاتا ہے اور شکاری اس کے پیروں میں پھندا ڈال کر اسے باہر کھینچ لیتا ہے اور یہ بزدلوں کی طرح بغیر مقابلہ کئے اس کے قابو میں آجاتا ہے۔

خطبہ ۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ لِأَمْرِهِمْ مِلَاكًا وَاتَّخَذَهُمْ لَهُ أَشْرَاكًا فَبَاضَ وَفَرَّخَ فِي صُدُورِهِمْ وَدَبَّ وَدَرَجَ فِي حُجُورِهِمْ۔ فَنَظَرَ بِأَعْيُنِهِمْ وَنَطَقَ بِأَلْسِنَتِهِمْ فَرَكِبَ بِهِمُ الزَّلَلَ وَزَيَّنَ لَهُمُ الْخَطَلَ فِعْلَ مَنْ قَدْ شَرِكَهُ الشَّيْطَانُ فِي سُلْطَانِهِ وَنَطَقَ بِالْبَاطِلِ عَلَى لِسَانِهِ۔

انہوں نے اپنے ہر کام کا کرتا دھرتا شیطان کو بنا رکھا ہے اور اس نے ان کو اپنا آلہ کار بنا لیا ہے۔ اس نے ان کے سینوں میں انڈے دیئے ہیں اور بچے نکالے ہیں اور انہی کی گود میں وہ بچے رینگتے اور اچھلتے کودتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے تو ان کی آنکھوں سے، اور بولتا ہے تو ان کی زبانوں سے۔ اس نے انہیں خطاؤں کی راہ پر لگایا ہے اور بری باتیں سجا کر ان کے سامنے رکھی ہیں جیسے اس نے انہیں اپنے تسلط میں شریک بنا لیا ہو اور انہیں کی زبانوں سے اپنے کلام باطل کے ساتھ بولتا ہو۔

ل منافقین کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ لوگ شیطان کے رفیق کار اور اس کے معین و مددگار ہیں اور اس نے بھی ان سے اتنی راہ و رسم پیدا کر لی ہے کہ انہی کے ہاں ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور انہی کے سینوں کو اپنا آشیانہ بنا لیا ہے۔ یہیں پر وہ انڈے بچے دیتا ہے اور وہ بچے بغیر کسی جھجک کے ان کی گودیوں میں اچھل کود مچاتے ہیں یعنی ان کے دلوں میں شیطانی وسوسے جنم لیتے ہیں اور وہیں پر فروغ پاتے اور پروان چڑھتے ہیں۔ نہ ان کے لیے کوئی روک ٹوک ہے نہ کسی قسم کی بندش اور وہ اس طرح ان کے خون میں رچ گیا اور روح میں بس گیا ہے کہ دوئی کے پردے اٹھ چکے ہیں۔ اب آنکھیں ان کی ہیں اور نظر اس کی۔ زبان ان کی ہے اور قول اس کا۔ جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم" شیطان اولادِ آدم کے رگ و پے میں خون کی جگہ دوڑتا ہے" یعنی جس طرح خون کی گردش نہیں رکتی یوں ہی اس کی وسوسہ اندازیوں کا سلسلہ رکنے نہیں پاتا اور وہ انسان کو اس کے سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے برابر برائیوں کی طرف کھینچ کر لاتا ہے اور اس طرح اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے کہ ان کا ہر قول و عمل ہو بہو اس کے قول و عمل کی تصویر بن جاتا ہے جن کے سینے ایمان کی ضیا باریوں سے جگمگا رہے ہیں وہ ان وسوسوں کی روک تھام کرتے ہیں اور کچھ ان کی پذیرائی کے لیے ہر وقت آمادہ و مستعد رہتے ہیں اور وہی لوگ ہیں جو اسلام کی نقاب اوڑھ کر کفر کو فروغ دینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

خطبہ ۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَعْنِي بِهِ الزُّبَيْرَ فِي حَالٍ اقْتَضَتْ ذٰلِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ قَدْ بَايَعَ بِيَدِهِ وَلَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهِ ۔ فَقَدْ أَقَرَّ بِالْبَيْعَةِ وَادَّعَى الْوَلِيجَةَ فَلْيَأْتِ عَلَيْهَا بِأَمْرٍ يُعْرَفُ وَإِلَّا فَلْيَدْخُلْ فِيمَا خَرَجَ مِنْهُ ۔

یہ کلام زبیرؓ کے متعلق اس وقت فرمایا جب کہ حالات اسی قسم کے بیان کے مقتضی تھے۔

وہ ایسا ظاہر کرتا ہے کہ اس نے بیعت ہاتھ سے کر لی تھی مگر دل سے نہیں کی تھی۔ بہرصورت اس نے بیعت کا تو اقرار کر لیا۔ لیکن اس کا یہ ادعا کہ اس کے دل میں کھوٹ تھا تو اُسے چاہیئے کہ اس دعویٰ کے لئے کوئی دلیل واضح پیش کرے ورنہ جس بیعت سے منحرف ہوا ہے اُس میں واپس آئے۔

لہ جب زبیر ابن عوام نے امیرالمومنین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد بیعت شکنی کی تو وہ اس کے لئے کبھی یہ عذر کرتے تھے کہ مجھے بیعت کے لئے مجبور کیا گیا تھا اور مجبوری کی بیعت کوئی بیعت نہیں ہوا کرتی اور کبھی یہ فرماتے تھے کہ یہ تو صرف دکھاوے کی بیعت تھی۔ میرا دل اس سے ہمنوا نہ تھا۔ گویا کہ وہ خود ہی اپنی زبان سے اپنے ظاہر و باطن کے مختلف ہونے کا اعتراف کر لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ عذر ایسا ہی ہے جیسے کوئی اسلام لانے کے بعد منحرف ہو جائے اور سزا سے بچنے کے لئے یہ کہدے کہ میں نے صرف زبان سے اسلام قبول کیا تھا۔ دل سے نہیں مانا تھا تو ظاہر ہے کہ یہ عذر مسموع نہیں ہو سکتا اور نہ اس ادعا کی بنا پر وہ سزا سے بچ سکتا ہے۔ اگر انہیں یہ شبہ تھا کہ حضرت کے اشارے پر عثمان کا خون بہایا گیا ہے تو یہ شبہ اُس وقت بھی دامن گیر ہونا چاہیئے تھا کہ جب اطاعت کے لئے حلف اٹھایا جا رہا تھا اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھ رہا تھا یا یہ کہ اب توقعات ناکام ہوتے ہوئے نظر آئے اور کہیں اور سے اُمید کی جھلکیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔

حضرت نے مختصر سی لفظوں میں ان کے دعویٰ کو یوں باطل کیا ہے کہ جب وہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہاتھ سے بیعت کی تھی تو پھر جب تک بیعت کے توڑنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔ انہیں بیعت پر برقرار رہنا چاہیئے اور اگر بقول ان کے کہ دل اس سے ہم آہنگ نہ تھا تو اس کے لئے انہیں کوئی واضح ثبوت پیش کرنا چاہیئے۔ لیکن دلی کیفیات پر تو کوئی دلیل لائی نہیں جا سکتی تو وہ اس کے لئے دلیل کہاں سے لائیں گے اور دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں۔

خطبہ ۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَقَدْ أَرْعَدُوا وَأَبْرَقُوا ، وَمَعَ هٰذَيْنِ

لہ وہ رعد کی طرح گرجے اور بجلی کی طرح چمکے۔ مگر ان دونوں باتوں کے باوجود بزدلی ہی دکھائی اور ہم جب تک دشمن پر

اِلَّا مِنَ الْفَشَلِ وَ لَسْنَا نُرْعِدُ حَتّٰی نُوْقِعَ۔ وَلَا نُسِیْلُ حَتّٰی نُمْطِرَ۔

ٹوٹ نہیں پڑتے گرجتے نہیں اور جب تک (عملی طور پر) برس نہیں لیتے (لفظوں کا) سیلاب نہیں بہاتے۔

لہ اصحاب جمل کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ خوب گرجتے گونجتے دندناتے ہوئے اٹھے مگر جب رن پڑا تو تنکوں کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئے۔ کہاں تو وہ زمین و آسمان کے قلابے ملاتے کہ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے اور کہاں یہ بودا پن کہ میدان چھوڑتے بنی اور اپنی کیفیت یہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لڑائی سے پہلے نہ دھمکیاں دیا کرتے ہیں اور نہ شیخیاں بگھارا کرتے ہیں اور نہ خواہ مخواہ کا ہلڑ مچا کر دشمن کو مرعوب کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ بہادروں کا یہ وتیرہ نہیں ہوتا کہ وہ ہاتھ کے بجائے زبان سے کام لیں۔ چنانچہ آپ نے اس موقعہ پر اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ ایاکم وکثرۃ الکلام فانہ فشل زیادہ باتیں بنانے سے اجتناب کرو۔ کیونکہ یہ بزدلی کی علامت ہے۔

خطبہ ۱۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ جَمَعَ حِزْبَهٗ وَاسْتَجْلَبَ خَيْلَهٗ وَرَجِلَهٗ وَاِنَّ مَعِيْ لَبَصِيْرَتِيْ مَا لَبَّسْتُ عَلٰى نَفْسِيْ وَلَا لُبِّسَ عَلَيَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَاُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا اَنَا مَاتِحُهٗ لَا يُصْدِرُوْنَ عَنْهُ وَلَا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ۔

شیطان نے اپنے گروہ کو جمع کر لیا ہے اور اپنے سوار و پیادے سمیٹ لئے ہیں۔ میرے ساتھ یقیناً میری بصیرت ہے، نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا۔ خدا کی قسم میں ان کے لئے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا۔ جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں۔ انہیں ہمیشہ کے لئے نکلنے یا (نکل کر) پھر واپس آنے کا کوئی امکان ہی نہ ہوگا۔

لہ جب طلحہ و زبیر بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور حضرت عائشہ کی ہمراہی میں بصرہ کو روانہ ہوئے، تو حضرت نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو ایک طویل خطبہ کے اجزاء ہیں۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اس خطبہ میں شیطان سے مراد شیطان حقیقی بھی لیا جا سکتا ہے اور معاویہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ در پردہ معاویہ ہی طلحہ و زبیر سے ساز باز کر کے امیر المومنینؑ سے لڑنے کے لئے آمادہ کر رہا تھا لیکن شیطان حقیقی مراد لینا موقع و محل کے اعتبار سے مناسب اور زیادہ واضح ہے۔

خطبہ ۱۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ لَمَّا أَعْطَاهُ الرَّايَةَ يَوْمَ الْجَمَلِ)

جب جنگ جمل میں عَلم اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو دیا، تو اُن سے فرمایا:۔

تَزُولُ الْجِبَالُ وَلَا تَزُلْ - عَضَّ عَلَى نَاجِذِكَ أَعِرِ اللهَ جُمْجُمَتَكَ تِدْ فِي الْأَرْضِ قَدَمَكَ إِرْمِ بِبَصَرِكَ أَقْصَى الْقَوْمِ وَغُضَّ بَصَرَكَ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِ اللهِ سُبْحَانَهُ -

پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اپنے دانتوں کو بھینچ لینا۔ اپنا کاسۂ سر اللہ کو عاریت دے دینا۔ اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا۔ لشکر کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت و طاقت سے) آنکھوں کو بند کر لینا اور یقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

محمدؒ بن حنفیہ

امیرالمومنینؑ کے صاحبزادے تھے اور مادری نسبت سے انہیں ابنِ حنفیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی والدۂ گرامی کا نام خولہ بنت جعفر تھا، جو قبیلہ بنی حنیفہ کی نسبت سے حنفیہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ جب اہلِ یمامہ کو زکوٰۃ کے روک لینے پر مرتد قرار دے کر قتل و غارت کیا گیا اور ان کی عورتوں کو کنیزوں کی صورت میں مدینہ لایا گیا، تو ان کے ساتھ آپ بھی واردِ مدینہ ہوئیں۔ جب ان کے قبیلہ والے اس پر مطلع ہوئے تو وہ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خواہش کی کہ وہ انہیں کنیزی کے داغ سے بچا کر ان کی خاندانی عزت و شرافت کو بچائیں۔ چنانچہ حضرت نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور بعد میں ان سے عقد کیا اور محمد کی ولادت ہوئی۔

بیشتر مورخین نے ان کی کنیت ابوالقاسم تحریر کی ہے۔ چنانچہ صاحبِ استیعاب نے ابوراشد ابنِ حفص زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے صحابہ زادوں میں سے چار ایسے افراد دیکھے ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمدؐ اور کنیت ابوالقاسم تھی۔ (۱) محمدؐ ابنِ حنفیہ (۲) محمدؐ ابن ابوبکر (۳) محمدؐ ابنِ طلحہ (۴) محمدؐ ابنِ سعد۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ محمدؐ ابنِ طلحہ کا نام اور کنیت پیغمبرؐ نے رکھی تھی اور واقدی نے لکھا ہے کہ محمدؐ ابنِ ابی بکر کا نام اور کنیت عائشہ نے تجویز کی تھی۔ بظاہر پیغمبرِ اکرمؐ کا محمدؐ ابنِ طلحہ کے لئے اس نام اور کنیت کو جمع کر دینا درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس کو امیرالمومنینؑ کے ایک فرزند کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور وہ محمدؐ ابنِ حنفیہ تھے۔ چنانچہ ابنِ خلکان نے محمدؐ ابنِ حنفیہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے۔

اما كنيته بابي القاسم فيقال انها رخصة من رسول الله صلى الله عليه واله وسلم

لیکن ان کی کنیت ابوالقاسم اس بنا پر تھی جو کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی اجازت تھی کہ

وانہ قال لعلی سیولد لک بعدی غلام وقد نحلتہ اسمی وکنیتی ولا تحل لاحد من امتی بعدہٗ۔
(وفیات الاعیان ج ۱ ص ۴۴۹)

آپ نے علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ میں نے اسے اپنا نام اور اپنی کنیت عطا کی ہے اور اس کے بعد میری امت میں سے کسی کے لئے اس کنیت اور نام کو جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔

اس قول کے پیشِ نظر کیونکر یہ صحیح سمجھا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس نام اور کنیت کو کسی اور کے لئے بھی جمع کر دیا ہوگا۔ جب کہ خصوصی اجازت کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو اور پھر بعض لوگوں نے ابن طلحہ کی کنیت ابوالقاسم کے بجائے ابوسلیمان تحریر کی ہے جس سے ہمارے مسلک کو مزید تائید حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہی محمد ابن ابی بکر کی کنیت اگر اس بناء پر تھی کہ ان کے بیٹے کا نام قاسم تھا جو فقہائے مدینہ میں سے تھے تو حضرت عائشہ کے یہ کنیت تجویز کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر نام کے ساتھ ہی کنیت تجویز کر دی تھی تو بعد میں محمد بن ابی بکر نے اس چیز کو کیونکر گوارا کر لیا ہوگا۔ جب کہ امیرالمومنین کے زیرِ سایہ پرورش پانے کی وجہ سے پیغمبرؐ کا یہ ارشاد ان سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور پھر یہ کہ اکثر لوگوں نے ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن لکھی ہے جس سے ابوراشد کے قول کو ضعف پہنچتا ہے۔

ان لوگوں کی کنیت کا ابوالقاسم ہونا تو درکنار خود ابن حنفیہ کی بھی یہ کنیت ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ ابن خلکان نے امیرالمومنینؑ کے اس فرزند سے کہ جس کے لئے پیغمبرؐ نے یہ خصوصیت قرار دی ہے۔ محمد ابن حنفیہ ہی کو مراد لیا ہے۔ مگر علامہ مامقانی تحریر کرتے ہیں کہ:۔

ھذا التطبیق من ابن خلکان اشتباہ وانما المراد بالذکر الذی یولد لعلی ولا یحل لغیرہ الجمع بین اسمہ و کنیتہ ھو الحجۃ المنتظر اروحنا فداہ دون محمد ابن حنفیۃ ابا القاسم غیر مسلم وانما ذکرہ بعض العامۃ غفلۃ عن المراد بالولد المذکور بالنبوی۔

اس حدیث کو محمد ابن حنفیہ پر منطبق کرنے میں ابنِ خلکان کو اشتباہ ہوا ہے، کیونکہ امیرالمومنین کے اس فرزند سے مراد کہ جس کے علاوہ کسی اور کے لئے نام اور کنیت کو جمع کرنا جائز نہیں ہے وہ حضرت حجت (اروحنا فداہ) ہیں نہ محمد ابن حنفیہ اور نہ ان کی کنیت ابوالقاسم ثابت ہے۔ بلکہ اہل سنت نے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غافل رہنے کی بناء پر اس سے محمد ابن حنفیہ کو مراد لے لیا ہے۔

٭

بہر حال محمد ابن حنفیہ صلاح و تقویٰ میں نمایاں زہد و عبادت میں ممتاز، علم و فضل میں بلند مرتبہ اور باپ کی شجاعت کے ورثہ دار تھے۔ جمل و صفین میں ان کے کارناموں نے ان کی شجاعت و بے جگری کی ایسی دھاک عرب پر بٹھا دی تھی کہ اچھے اچھے شاہزور آپ کے نام سے کانپ اٹھتے تھے اور امیرالمومنین کو بھی ان کی ہمت و شجاعت پر ناز تھا اور ہمیشہ معرکوں میں انہیں آگے آگے رکھتے تھے۔ چنانچہ شیخ بہائی علیہ الرحمہ نے کشکول میں تحریر کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب انہیں جنگوں میں پیش پیش رکھتے

تھے اور حسن وحسین علیہما السلام کو معرکوں میں پیش قدمی کی اجازت نہ دیتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ ھو ولدی وھما ابنا رسول اللہؐ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ دونوں رسولؐ کے بیٹے ہیں اور جب ایک خارجی نے ابن حنفیہ سے یہ کہا کہ علیؑ تمہیں جنگ کے شعلوں میں دھکیل دیتے تھے اور حسن وحسینؑ کو بچالے جاتے تھے تو آپ نے کہا کہ انا یمینہ وھما عیناہ فھو یدفع عن عینیہ بیمینہ۔ میں ان کا دست وبازو تھا اور وہ دونوں بمنزلہ آنکھوں کے تھے اور وہ ہاتھ سے آنکھوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں لکھا ہے کہ یہ ابنِ حنیفہ کا جواب نہیں بلکہ خود امیرالمؤمنین کا ارشاد ہے کہ جب جنگِ صفین میں محمدؒ نے شکوہ آمیز لہجے میں آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو میرا ہاتھ ہے اور وہ میری آنکھیں ہیں لہٰذا ہاتھ کو آنکھوں کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امیرالمؤمنین نے محمدؒ ابن حنفیہ کو یہ جواب دیا ہوگا اور بعد میں کسی نے محمدؒ ابن حنفیہ سے اس چیز کا ذکر کیا ہوگا تو انہوں نے اس جواب کو پیش کر دیا ہوگا کہ اس سے زیادہ بلیغ جواب ہو نہیں سکتا اور اس جملہ کی بلاغت سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ یہ پہلے علی ابن ابی طالب کی زبانِ بلاغت ترجمان ہی سے نکلا ہے کہ جسے بعد میں محمد ابن حنفیہ نے اپنا لیا ہے۔ اس لئے یہ دونوں روائتیں صحیح سمجھی جاسکتی ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں۔ بہرصورت آپ عہد ثانی میں پیدا ہوئے اور عبدالملک ابنِ مروان کے دورِ حکومت میں ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ سنہ وفات بعض نے ۸۰ھ اور بعض نے ۸۱ھ لکھا ہے اور محل وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے مدینہ بعض نے ایلہ اور بعض نے طائف تحریر کیا ہے۔

۲ جب جنگِ جمل میں محمدؒ ابن حنفیہ کو میدان کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا کہ بیٹا کوہ عزم وثبات بن کر دشمن کے سامنے اس طرح جم جاؤ کہ تمہیں فوج کے ریلے جنبش نہ دے سکیں اور دانت پیس کر دشمن پر حملہ کرو، کیونکہ دانت پر دانت جما لینے سے سر کے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے تلوار کا وار اُچٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ عضوا علی النواجذ فانہ انبا للسیوف عن الھام۔ دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلوار کی دھار سر سے اچٹ جاتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ بیٹا اپنا سر اللہ کو عاریت دے دو، تاکہ اس حیاتِ فانی کے بدلے حیاتِ باقی حاصل کر سکو۔ کیونکہ عاریت دی ہوئی چیز کے واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا جان سے بے نیاز ہو کر لڑو، اور یوں بھی اگر خیال جان میں اٹکا رہے گا تو مہلکوں میں قدم رکھنے سے ہچکچاؤ گے۔ جس سے تمہاری شجاعت پر حرف آئے گا۔ اور دیکھو اپنے قدموں کو ڈگمگانے نہ دو، کیونکہ قدموں کی لغزش سے دشمن کی ہمت بڑھ جایا کرتی ہے اور اکھڑے ہوئے قدم حریف کے قدم جما دیا کرتے ہیں اور آخری صفوں کو اپنا مطمع نظر بناؤ تاکہ دشمن تمہارے عزم کی بلندیوں سے مرعوب ہو جائیں اور ان کی صفوں کو چیر کر نکل جانے میں تمہیں آسانی ہو اور ان کی نقل وحرکت بھی تم سے مخفی نہ رہے اور دیکھو ان کی کثرت کو نگاہ میں نہ لانا ورنہ حوصلہ پست اور ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اس جملہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اس طرح آنکھیں پھاڑ کر نہ دیکھنا کہ ہتھیاروں کی چمک دمک نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دے اور دشمن اس سے فائدہ اٹھا کر وار کر بیٹھے اور اس چیز کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو کہ فتح وکامرانی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم اگر اللہ نے تمہاری مدد

کی تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ لہٰذا مادی اسباب پر بھروسا کرنے کے بجائے اُس کی تائید و نصرت کا سہارا ڈھونڈو۔

خطبہ ۱۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ! لَمَّا أَظْفَرَهُ اللهُ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ وَقَدْ قَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ وَدِدْتُ أَنَّ أَخِي فُلَانًا كَانَ شَاهِدَنَا لِيَرَى مَا نَصَرَكَ اللهُ بِهِ عَلَى أَعْدَائِكَ فَقَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَهَوَى أَخِيكَ مَعَنَا؟ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ شَهِدَنَا وَلَقَدْ شَهِدَنَا فِي عَسْكَرِنَا هٰذَا أَقْوَامٌ فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاءِ سَيَرْعَفُ بِهِمُ الزَّمَانُ وَيَقْوَى بِهِمُ الْإِيمَانُ۔

جب خداوندِ عالم نے آپ کو جمل والوں پر غلبہ عطا کیا تو اُس موقعہ پر آپ کے ایک صحابی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا فلاں بھائی بھی یہاں موجود ہوتا تو وہ بھی دیکھتا کہ اللہ نے کیسی آپ کو دشمنوں پر فتح و کامرانی عطا فرمائی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تمہارا بھائی ہمیں دوست رکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے پاس موجود تھا بلکہ ہمارے اس لشکر میں وہ اشخاص بھی موجود تھے جو ابھی مردوں کی صلب اور عورتوں کے شکم میں ہیں۔ عنقریب زمانہ انہیں ظاہر کرے گا اور اُن سے ایمان کو تقویت پہنچے گی۔

---

[1] اگر کوئی شخص اسباب و ذرائع کے ہوتے ہوئے کسی عملِ خیر میں کوتاہی کر جائے، تو یہ کوتاہی و بے التفاتی اس کی نیت کی کمزوری کی آئینہ دار ہوگی۔ اگر عمل میں کوئی مانع سدِ راہ ہو جائے یا زندگی وفا نہ کرے جس کی وجہ سے عمل تشنۂ تکمیل رہ جائے تو اس صورت میں انما الاعمال بالنیات کی بنا پر اللہ اُسے اجر و ثواب سے محروم نہ کرے گا۔ کیونکہ اس کی نیت تو ہر حال عمل کے بجالانے کی تھی، لہٰذا کسی حد تک وہ ثواب کا مستحق بھی ہوگا۔

عمل میں تو ممکن ہے کہ ثواب سے محرومی ہو جائے اس لئے کہ عمل میں ظاہر داری و ریاکاری ہو سکتی ہے۔ مگر نیت تو دل کی گہرائیوں میں مخفی ہوتی ہے۔ اس میں نہ دکھاوا ہو سکتا ہے نہ اس میں ریا کا شائبہ آسکتا ہے۔ وہ خلوص و صداقت اور کمالِ صحت کی جس حد پر ہوگی اسی حد پر رہے گی خواہ عمل کسی مانع کی وجہ سے نہ ہو سکے بلکہ اگر موقع و محل کے گزر جانے کی وجہ سے نیت و ارادہ کی گنجائش نہ بھی ہو، لیکن دل میں ایک تڑپ اور ولولہ ہو تو انسان اپنے قلبی کیفیات کی بنا پر اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے گا۔ اسی چیز کی طرف امیر المؤمنین نے اس خطبہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ اگر تمہارے بھائی کو ہم سے محبت تھی، تو وہ ان لوگوں کے ثواب میں شریک ہوگا۔ جنہوں نے ہماری معیت میں جامِ شہادت پیا ہے۔

خطبہ ۱۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
فِي ذَمِّ أَهْلِ الْبَصْرَةِ۔
كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْأَةِ۔ وَأَتْبَاعَ الْبَهِيمَةِ۔ رَغَا فَأَجَبْتُمْ۔ وَعُقِرَ فَهَرَبْتُمْ أَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ وَعَهْدُكُمْ شِقَاقٌ وَدِينُكُمْ نِفَاقٌ وَمَاءُكُمْ زُعَاقٌ وَالْمُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مُرْتَهَنٌ بِذَنْبِهِ وَالشَّاخِصُ عَنْكُمْ مُتَدَارَكٌ بِرَحْمَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَأَنِّي بِمَسْجِدِكُمْ كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ قَدْ بَعَثَ اللهُ عَلَيْهَا الْعَذَابَ مِنْ فَوْقِهَا وَمِنْ تَحْتِهَا وَغَرِقَ مَنْ فِي ضِمْنِهَا۔
(وَفِي رِوَايَةٍ) وَايْمُ اللهِ لَتَغْرَقَنَّ بَلْدَتُكُمْ حَتَّى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَسْجِدِهَا كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ۔ أَوْ نَعَامَةٍ جَاثِمَةٍ (وَفِي رِوَايَةٍ) كَجُؤْجُؤِ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ۔
(وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى) بِلَادُكُمْ أَنْتَنُ بِلَادِ اللهِ تُرْبَةً أَقْرَبُهَا مِنَ الْمَاءِ وَأَبْعَدُهَا مِنَ السَّمَاءِ وَبِهَا تِسْعَةُ أَعْشَارِ الشَّرِّ۔ أَلْمُحْتَبِسُ فِيهَا بِذَنْبِهِ وَالْخَارِجُ بِعَفْوِ اللهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى قَرْيَتِكُمْ هٰذِهِ قَدْ

اہلِ بصرہ کی مذمت میں

تم ایک عورت کی سپاہ اور ایک چوپائے کے تابع تھے۔ وہ بلبلایا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق و عہد شکن ہو۔ تمہارے دین کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ تمہاری سرزمین کا پانی تک شور ہے تم میں اقامت کرنے والا گناہوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے اور تم میں سے نکل جانیوالا اپنے پروردگار کی رحمت کو پا لینے والا ہے۔ وہ (آنیوالا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ جبکہ تمہاری مسجد یوں نمایاں ہوگی جس طرح کشتی کا سینہ درآنحالیکہ اللہ نے تمہارے شہر پر اس کے اوپر اور اس کے نیچے سے عذاب بھیج دیا ہوگا۔ اور وہ اپنے رہنے والوں سمیت ڈوب چکا ہوگا۔

(ایک اور روایت میں یوں ہے) خدا کی قسم تمہارا شہر غرق ہو کر رہے گا۔ اس حد تک کہ اس کی مسجد کشتی کے اگلے حصے یا سینے کے بل بیٹھے ہوئے شتر مرغ کی طرح گویا مجھے نظر آ رہی ہے۔ (ایک اور روایت میں اس طرح ہے) جیسے پانی کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔

(ایک اور روایت میں اس طرح ہے) تمہارا شہر اللہ کے سب شہروں سے مٹی کے لحاظ سے گندا اور بدبودار ہے یہ (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان سے دور ہے۔ برائی کے دس حصوں میں سے نو حصے اس میں پائے جاتے ہیں جو اس میں آ پہنچا وہ اپنے گناہوں میں اسیر ہے اور جو اس سے چل دیا، عفو الٰہی! اسکے شریک حال رہا۔ گویا میں اپنی آنکھوں سے اس بستی کو دیکھ رہا ہوں کہ سیلاب نے اسے

طَبَّقَهَا الْمَآءُ حَتّٰى مَا يُرٰى مِنْهَا إِلَّا شُرَفُ الْمَسْجِدِ كَأَنَّهٗ جُؤْجُؤُ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ۔

اس حد تک ڈھانپ لیا ہے کہ مسجد کے کنگروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے سمندر کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔

لہ ابن میثم لکھتے ہیں کہ جب جنگِ جمل ختم ہوگئی، تو اس کے تیسرے دن حضرت نے بصرہ کی مسجد جامع میں صبح کی نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر مصلّٰی کی دائیں جانب دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اہل بصرہ کی پستی اخلاق اور ان کی سبکی عقل کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے دوسروں کے بھڑکانے پر بھڑک اٹھے اور ایک عورت کے ہاتھوں میں اپنی کمان سونپ کر اونٹ کے پیچھے لگ گئے۔ اور بیعت کے بعد پیمان شکنی کی اور دورُخی کر کے اپنی پست کرداری و بد باطنی کا ثبوت دیا۔ اس خطبہ میں عورت سے مراد حضرت عائشہ اور چوپائے سے مراد وہ اُونٹ ہے کہ جس کی وجہ سے بصرہ کا معرکہ کارزار جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہوا۔

اس جنگ کی داغ بیل یوں پڑی کہ جناب عائشہ باوجودیکہ حضرت عثمان کی زندگی میں ان کی سخت مخالفت کیا کرتی تھیں اور محاصرہ میں ان کو چھوڑ کر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئی تھیں اور اس اعتبار سے ان کے قتل میں ان کا کافی ہاتھ تھا جس کی تفصیل آئندہ مناسب موقعوں پر آئے گی۔ مگر جب آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف پلٹتے ہوئے عبداللہ ابن ابی سلمہ سے یہ سنا کہ عثمان کے بعد علی ابن ابی طالب خلیفہ تسلیم کر لئے گئے ہیں تو بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا" لیت ان ھٰذہ انطبقت علی ھذہ ان تم الامر لصاحبك ردونی ردونی اگر تمہارے ساتھی کی بیعت ہو گئی ہے تو کاش یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے مجھے اب مکہ ہی کی طرف جانے دو۔" چنانچہ آپ نے مکہ کی واپسی کا تہیہ کر لیا اور فرمانے لگیں " قتل واللہ عثمان مظلوما واللہ لاطلبن بدمہ۔ خدا کی قسم عثمان مظلوم مارے گئے اور میں ان کے خون کا انتقام لے کر رہوں گی۔ عبداللہ ابن ابی سلمہ نے جب یوں زمین و آسمان بدلا ہوا دیکھا تو حیرت سے کہا کہ یہ آپ کیا فرما رہی ہیں۔ آپ تو فرمایا کرتی تھیں " اقتلوہ نعثلا فقد کفر" اس نعثل کو قتل کر دو یہ بے دین ہو گیا" آپ نے فرمایا میں کیا سب ہی لوگ یہ کہا کرتے تھے مگر چھوڑ ان باتوں کو جو میں اب کہہ رہی ہوں وہ سنو۔ وہ زیادہ بہتر اور قابل توجہ ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ پہلے تو ان سے توبہ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور پھر اس کا موقع دیئے بغیر انہیں قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس پر ابن ابی سلمہ نے آپ سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھے۔

فمنك البداء ومنك الغیر ومنك الرّیاح ومنك المطر

آپ ہی نے پہل کی اور آپ ہی نے (مخالفت کے) طوفان باد و باراں اٹھائے اور اب آپ ہی اپنا رنگ بدل رہی ہیں۔

لہ فیروز آبادی نے قاموس میں لکھا ہے کہ نعثل کے معنی نر بجو اور بوڑھے احمق کے ہوتے ہیں اور مدینہ میں ایک یہودی اس نام کا تھا اور ایک دراز ریش شخص بھی تھا جس سے حضرت عثمان کو تشبیہ دی جاتی تھی۔

وانت امرت بقتل الامام　　وقلت لنا انہ قد کفر!

آپ ہی نے خلیفہ کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا کہ وہ بے دین ہو گئے ہیں

فھبنا اطعناک فی قتلہ　　وقاتلہ عندنا من امر

ہم نے مانا کہ آپ کا حکم بجا لاتے ہوئے یہ قتل ہمارے ہاتھوں سے ہوا مگر اصلی قاتل تو ہمارے نزدیک وہ ہے جس نے اس کا حکم دیا ہو۔

ولم یسقط السقف من فوقنا　　ولم ینکسف شمسنا والقمر

(سب کچھ ہو گیا مگر) نہ آسمان ہمارے اوپر پھٹا، اور نہ چاند سورج کو گہن لگا۔

وقد بایع الناس ذا تدرء　　یزیل الشبا ویقیم الصعر

اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی جو قوت وشکوہ سے دشمنوں کو ہنکانے والا ہے۔ تلواروں کی دھاروں کو قریب پھٹکنے نہیں دیتا اور گردن کشوں کے بل نکال دیتا ہے۔

ویلبس للحرب اثوابھا　　وما من وفی مثل من قد غدر

اور لڑائی کے پورے سازو سامان سے آراستہ رہتا ہے اور وفا کرنے والا غدار کے مانند نہیں ہوا کرتا۔

بہرحال جب آپ انتقامی جذبے کو لے کر مکہ پہنچیں، تو حضرت عثمان کی مظلومیت کے چرچے کر کے لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ابھارنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ ابن عامر حضرمی نے اس آواز پر لبیک کہی جو حضرت عثمان کے عہد میں مکہ کا والی رہ چکا تھا اور ساتھ ہی مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور دوسرے بنی امیہ ہم نوا بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ادھر طلحہ ابن عبداللہ اور زبیر ابن عوام بھی مدینہ سے مکہ چلے آئے۔ یمن سے یعلی ابن منبہ جو دور عثمان میں وہاں کا حکمران تھا آپہنچا اور بصرہ کا سابق حکمران عبداللہ ابن عامر ابن کریز بھی پہنچ گیا اور آپس میں ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کر کے منصوبہ بندی میں لگ گئے جنگ تو بہرحال طے تھی مگر رزم گاہ کی تجویز میں فکریں لڑ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ کی رائے تھی کہ مدینہ ہی کو تاخت و تاراج کا نشانہ بنایا جائے مگر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اہل مدینہ سے نپٹنا مشکل ہے اور کسی جگہ کو مرکز بنانا چاہیئے آخر بڑی رد و کد اور سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ بصرہ کی طرف بڑھنا چاہیئے۔ وہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہمارا ساتھ دے سکیں۔ چنانچہ عبداللہ ابن عامر کی بے پناہ دولت اور یعلی ابن منبہ کی چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹوں کی پیش کش کے سہارے تین ہزار کی فوج ترتیب دے کر بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں معمولی سی رکاوٹ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے ام المومنین نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک مقام پر آپ نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی تو ساربان سے پوچھ لیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے۔ اس نے کہا کہ حواب یہ نام سنتے ہی پیغمبرؐ کی تنبیہ یاد آگئی کہ انہوں نے ایک دفعہ ازواج سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا لیت شعری ایتکن تنبحھا کلاب الحوأب۔ "کچھ پتہ تو چلے کہ تم میں کون ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے"۔ چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ ازواج کے پردے میں میں ہی مخاطب تھی تو اونٹ کو تھپکی دے کر بٹھایا اور سفر کو ملتوی کر دینے کا ارادہ کیا مگر ساتھ والوں کی وقتی سیاست

نے بگڑے کام کو سنبھال لیا۔ عبداللہ ابن زبیر نے قسم کھا کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ مقام حوأب نہیں۔ طلحہ نے بھی اس کی تائید کی اور مزید تشفی کے لئے وہاں کے پچاس آدمیوں کو بلوا کر اس پر گواہی بھی دلوا دی۔ اب جہاں پوری قوم کا اجماع ہو وہاں ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی، آخر انہی کی جیت ہوئی اور ام المومنین پھر اسی جوش و خروش کے ساتھ آگے چل پڑیں۔

جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی، تو اس میں ام المومنین کی سواری دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جاریہ ابن قدامہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے ام المومنین قتل عثمان تو ایک مصیبت تھی ہی لیکن اس سے کہیں یہ بڑھ کر مصیبت ہے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر بیٹھ کر نکل کھڑی ہوں اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دامن عزت و حرمت چاک کر ڈالیں۔ بہتر یہی ہے کہ واپس پلٹ جائیں۔ مگر جب حوأب کا واقعہ عناں گیر نہ ہو سکا اور وقرن فی بیوتکن اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھی رہو۔ کا حکم زنجیر پا نہ بن سکا تو اُن آوازوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے سنی ان سنی کر دی۔

جب اس لشکر نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو والیٔ بصرہ عثمان ابن حنیف فوج کا ایک دستہ لے کر ان کی روک تھام کے لئے بڑھے۔ جب آمنا سامنا ہوا تو دونوں فریقوں نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے، جب دونوں طرف سے اچھی خاصی تعداد میں آدمی مارے گئے تو حضرت عائشہ نے اپنے اثر سے کام لے کر بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اور فریقین اس قرارداد پر صلح کے سلئے آمادہ ہو گئے کہ جب تک امیر المومنین علیہ السلام خود آنہیں آجاتے۔ موجودہ نظم و نسق میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور عثمان ابن حنیف اپنے منصب پر بحال رہیں۔ مگر دو ہی دن گزرنے پائے تھے کہ انہوں نے سارے عہد و پیمان توڑ کر عثمان ابن حنیف پر شبخون مارا۔ اور چالیس بے گناہوں کو مار ڈالا اور عثمان ابن حنیف کو زدو کوب کرنے کے بعد ان کی داڑھی کا ایک ایک بال نوچ ڈالا اور اپنی حراست میں لے کر بند کر دیا۔ پھر بیت المال پر حملہ کیا اور اُسے لوٹنے کے ساتھ بیس آدمی وہیں قتل کر ڈالے اور پچاس آدمیوں کو گرفتار کرنے کے بعد تہ تیغ کیا، پھر غلہ کے انبار پر دھاوا بول دیا جس پر بصرہ کے ایک ممتاز سربرآوردہ بزرگ حکیم ابن جبلہ تڑپ اٹھے۔ اور اپنے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور عبداللہ ابن زبیر سے کہا کہ اس غلہ میں سے کچھ اہل شہر کے لئے بھی رہنے دیا جائے آخر ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے تم نے ہر طرف خونریزی و غارت گری کا طوفان مچا رکھا ہے اور عثمان ابن حنیف کو قید میں ڈال دیا ہے۔ خدا کے لئے ان تباہ کاریوں سے باز آؤ۔ اور عثمان ابن حنیف کو چھوڑو کیا تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں ابن زبیر نے کہا کہ یہ خونِ عثمان کا بدلہ ہے۔ آپ نے کہا جن لوگوں کو قتل کیا گیا ہے کیا وہ عثمان کے قاتل تھے خدا کی قسم اگر میرے پاس اعوان و انصار ہوتے تو میں ان مسلمانوں کے خون کا بدلہ ضرور لیتا۔ جنہیں تم لوگوں نے ناحق مار ڈالا ہے۔ ابن زبیر نے جواب دیا کہ نہ تو ہم اس غلہ میں سے کچھ دیں گے اور نہ عثمان ابن حنیف کو چھوڑا جائے گا۔ آخر ان دونوں فریق میں لڑائی کی ٹھن گئی۔ مگر چند آدمی اتنی بڑی فوج سے کیونکر نپٹ سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم ابن جبلہ اور ان کے بیٹے اشرف ابن حکیم اور ان کے بھائی رعل ابن جبلہ اور ان کے قبیلہ کے ستر آدمی مار ڈالے گئے۔ غرضکہ ہر طرف مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی، نہ کسی کی جان محفوظ تھی اور نہ کسی کی عزت و مال کے بچاؤ کی کوئی صورت تھی۔

جب امیرالمومنین کو بصرہ کی روانگی کی اطلاع دی گئی تو آپ اس پیش قدمی کو روکنے کے لیئے ایک فوج کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے اس عالم میں کہ ستر بدری اور چار سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ آپ کے ہمرکاب تھے۔ جب مقام ذی۔قار پر پہنچ کر منزل کی تو حسن علیہ السلام اور عمار ابن یاسر کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعری کی رخنہ اندازیوں کے باوجود وہاں کے سات ہزار تبرد آزما کھڑے ہوئے اور امیرالمومنین کی فوج میں مل گئے۔ یہاں سے فوج کو مختلف سپہ سالاروں کی زیر قیادت ترتیب دے کر دشمن کے تعاقب میں چل پڑے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو سب سے پہلے انصار کا ایک دستہ سامنے آیا جس کا پرچم ابوایوب انصاری کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد ہزار سواروں کا ایک اور دستہ نمودار ہوا جس کے سپہ سالار خزیمہ بن ثابت انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ نظر پڑا جس کا علم ابوقتادہ ابن ربعی اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر ایک ہزار بوڑھے اور جوانوں کا جمگھٹا دکھائی دیا۔ جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان چمک رہے تھے۔ چہرے پر خشیت الٰہی کے نقاب پڑے ہوئے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا جلال کبریا کے سامنے موقف حساب میں کھڑے ہیں۔ ان کا سپہ سالار سبز گھوڑے پر سوار سفید لباس میں ملبوس اور سر پر عمامہ باندھے۔ باآواز بلند قرآن کی تلاوت کرتا جا رہا تھا یہ حضرت عمار ابن یاسر تھے۔ پھر ایک دستہ نظر آیا جس کا علم قیس ابن سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا پھر ایک فوج دیکھنے میں آئی، جس کا قائد سفید لباس پہنے اور سر پہ سیاہ عمامہ باندھے تھا اور خوش جمال اتنا کہ نگاہیں اس کے گرد طواف کر رہی تھیں، یہ عبداللہ ابن عباس تھے۔ پھر اصحاب پیغمبر کا ایک دستہ آیا جس کے علمبردار قثم ابن عباس تھے تو پھر چند دستوں کے گزرنے کے بعد ایک انبوہ کثیر نظر آیا۔ جس میں نیزوں کی یہ کثرت تھی کہ ایک دوسرے میں گتھے جا رہے تھے اور رنگا رنگ کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ ان میں ایک بلند و بالا علم امتیازی شان لیئے ہوئے تھا اور اس کے پیچھے جلال و عظمت کے پہروں میں ایک سوار دکھائی دیا۔ جس کے بازو بھرے ہوئے اور نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں، اور ہیبت و وقار کا یہ عالم تھا کہ کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب تھے جن کے دائیں بائیں حسن اور حسین علیہما السلام تھے اور آگے آگے محمد ابن حنفیہ پرچم فتح و اقبال لیئے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے اور پیچھے جوانان بنی ہاشم، اصحاب بدر اور عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب تھے۔ جب یہ لشکر مقام زاویہ پہ پہنچا تو امیرالمومنین گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور چار رکعت نماز پڑھنے کے بعد خاک پہ رخسار رکھ دیئے۔ اور جب سر اٹھایا تو زمین آنسوؤں سے تر تھی اور زبان پہ یہ الفاظ تھے۔ اے آسمان و زمین اور عرش بریں کے پروردگار! یہ بصرہ ہے اس کی بھلائی سے ہمارا دامن بھر اور اس کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھ۔

پھر یہاں سے آگے بڑھ کر میدان جمل میں اتر پڑے کہ جہاں حریف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے حضرت نے سب سے پہلے اپنے لشکر میں اعلان فرمایا کہ دیکھو کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھائے اور نہ لڑائی میں پہل کرے۔ یہ فرما کر فوج مخالف کے سامنے آئے اور طلحہ و زبیر سے کہا کہ تم عائشہ سے خدا اور رسولؐ کی قسم دے کر پوچھو کہ کیا میں خون عثمان سے بری الذمہ نہیں ہوں اور جو کچھ تم ان کے

متعلق کہا کرتے تھے کیا میں بھی وہی کچھ کہا کرتا تھا اور کیا میں نے تم کو بیعت کے لئے مجبور کیا تھا یا تم نے خود اپنی رضا مندی سے بیعت کی تھی؟ طلحہ تو ان باتوں پر چراغ پا ہونے لگے۔ مگر زبیر نرم پڑ گئے، اور حضرت اس گفتگو کے بعد پلٹ آئے اور مسلم مجاشعی کو قرآن دے کر ان کی طرف بھیجا۔ تاکہ انہیں قرآن مجید کا فیصلہ سنائیں۔ مگر ان لوگوں نے دونوں کو تیروں کی ضد پر رکھ لیا اور اس مرد باخدا کا جسم چھلنی کر دیا۔ پھر عمار یاسر تشریف لے گئے تاکہ انہیں سمجھائیں بجھائیں اور جنگ کے نتائج سے آگاہ کریں۔ مگر ان کی باتوں کا جواب بھی تیروں سے دیا گیا۔ ابھی تک امیرالمومنین نے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی وجہ سے دشمن کے حوصلے بڑھتے گئے اور وہ لگاتار تیر برساتے رہے۔ آخر چند جانبازوں کے دم توڑنے سے امیرالمومنین کی فوج میں بدکھلاہٹ سی پیدا ہوئی اور کچھ لوگ چند لاشیں لے کر آپ کے سامنے آئے اور کہا کہ یا امیرالمومنین آپ ہمیں لڑنے کی اجازت نہیں دیتے اور وہ ہمیں چھلنی کئے دے رہے تھے۔ بھلا کب تک ہم اپنے سینوں کو خاموشی سے تیروں کا ہدف بناتے رہیں گے اور ان کی زیادتیوں پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ اس موقعہ پر حضرت کے تیور بدلے، مگر ضبط و حلم سے کام لیا اور اسی حالت میں بے زرہ و سلاح اٹھ کر دشمن کی فوج کے سامنے آئے اور پکار کر کہا کہ زبیر کہاں ہے۔ پہلے تو زبیر سامنے آنے سے ہچکچائے، مگر جب دیکھا کہ امیرالمومنین کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو وہ سامنے بڑھ کر آئے۔ حضرت نے فرمایا کیوں اے زبیر تمہیں یاد ہے کہ ایک دفعہ رسولؐ نے تم سے کہا تھا کہ "یا زبیر انك تقاتل علیا و انت له ظالم" اے زبیر تم علی سے ایک دن جنگ کرو گے اور ظلم و زیادتی تمہاری طرف سے ہوگی۔ زبیر نے کہا کہ ہاں فرمایا تھا، تو آپ نے کہا پھر کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ذہن سے اتر گیا تھا اور اگر پہلے سے یاد آگیا ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ فرمایا اچھا اب تو یاد آگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں اور یہ کہہ کر وہ سیدھے ام المومنین کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ میں تو واپس جا رہا ہوں ام المومنین نے کہا کہ اس کی وجہ؟ کہا ابوالحسن نے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلا دی ہے۔ میں بے راہ ہو چکا تھا مگر اب راہ پر آگیا ہوں اور کسی قیمت پر بھی علی ابن ابی طالب سے نہیں لڑوں گا۔ ام المومنین نے کہا کہ تم اولاد عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں اور یہ کہہ کر باگیں موڑ لیں۔ بہرصورت یہی غنیمت ہے کہ ارشاد پیغمبرؐ کا کچھ تو پاس و لحاظ کیا ورنہ مقام جواب پر تو رسولؐ کی بات یاد آجانے کے باوجود وقتی تاثر کے علاوہ کوئی دیرپا اثر نہیں لیا گیا تھا۔ بہرحال جب امیرالمومنین اس گفتگو کے بعد پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ دشمنوں نے فوج کے داہنے اور بائیں حصے پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ بس اب حجت تمام ہو چکی ہے۔ میرے بیٹے محمدؐ کو بلاؤ، وہ حاضر ہوئے تو فرمایا بیٹا اب حملہ کر دو۔ محمدؐ نے سر جھکایا اور علم لے کر میدان کی طرف بڑھے۔ مگر تیر اس کثرت سے آ رہے تھے کہ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ امیرالمومنین نے یہ دیکھا تو پکار کر کہا کہ محمدؐ آگے کیوں نہیں بڑھتے، کہا کہ بابا تیروں کی بوچھار میں آگے بڑھنے کا کوئی راستہ بھی ہو، بس اتنا توقف فرمائیے کہ تیروں کا ذرا زور تھم جائے۔ فرمایا کہ نہیں تیروں اور سنانوں کے اندر گھس کر حملہ کرو۔ ابن حنفیہ کچھ آگے بڑھے۔ مگر تیراندازوں نے اس طرح گھیرا ڈالا کہ قدم روک لینے پڑے۔ یہ دیکھ کر امیرالمومنین کی جبین پر شکن آئی اور آگے بڑھ کر تلوار کا دستہ محمدؐ کی پشت پر مارا اور

فرمایا "ادرکک عرق من امک" یہ مادری رگ کا اثر ہے۔ اور یہ کہہ کر علم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور آستینوں کو چڑھا کر اس طرح حملہ کیا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فوج دشمن میں تہلکہ مچ گیا جس صف کی طرف مڑے وہی صف خالی تھی اور جدھر کا رُخ کیا لاشے تڑپتے ہوئے اور سر گھوڑے کے سموں سے لنڈھکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ جب صفوں کو تہ و بالا کر کے پھر اپنے مرکز کی طرف پلٹ آئے تو ابن حنفیہ سے فرمایا کہ دیکھو بیٹا اس طرح سے جنگ کی جاتی ہے اور یہ کہہ کر پھر علم انہیں دیا۔ فرمایا کہ اب بڑھو، محمدؑ انصار کا ایک دستہ لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔ دشمن بھی نیزے ہلاتے ہوئے اور برچھیاں تولتے ہوئے آگے نکل آئے۔ مگر شیر دل باپ کے جری بیٹے نے سب پرے الٹ دیئے اور دوسرے جانباز مجاہدوں نے بھی میدان کارِ زار کو لالہ زار بنا دیا اور کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

اِدھر سے بھی جاں نثاری کا حق پوری طرح ادا کیا جا رہا تھا۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ مگر اونٹ کے گرد پروانہ وار جان دیتے رہے اور بنی ضبہ کی تو یہ حالت تھی کہ اونٹ کی نکیل تھامنے پر ہاتھ کہنیوں سے کٹ رہے تھے اور سینے چھد رہے تھے۔ مگر زبانوں پر موت کا یہ ترانہ گونجتا تھا۔

الموت احلیٰ عندنا من العسل نحن بنو ضبة اصحاب الجمل

ہمارے نزدیک موت شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ ہم ہیں جو بنو ضبہ اونٹ کے رکھوالے۔

نحن بنوا الموت اذا الموت نزل ننعیٰ ابن عفان باطراف الاسل

ہم موت کے بیٹے ہیں۔ جب موت آئے۔ ہم ابن عفان کی سنانی نیزوں کی زبانی سناتے ہیں۔

ردوا علینا شیخنا ثم بجل

ہمیں ہمارا سردار واپس پلٹا دو (دیسے کا ویسا) اور بس

ان بنی ضبہ کی پست کرداری اور دین سے بے خبری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے جسے مدائنی نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شخص کا کان کٹا ہوا دیکھا تو اس سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں جمل کے میدان میں کشتوں کا منظر دیکھ رہا تھا کہ ایک زخمی نظر آیا، جو کبھی سر اٹھاتا تھا اور کبھی زمین پر دے مارتا تھا۔ میں قریب ہوا تو اس کی زبان پر دو شعر تھے۔

لقد اوردتنا حومة الموت امنا فلم تنصرف الا ونحن رواء

ہماری ماں نے ہمیں موت کے گہرے پانی میں ڈھکیل دیا اور اس وقت تک پلٹنے کا نام نہ لیا جب تک ہم چھک کر سیراب نہ ہو لیے۔

اطعنا بنی تیم لشقوة جدنا وما تیم الا اعبد واماء

ہم نے شومیٔ قسمت سے بنی تیم کی اطاعت کر لی، حالانکہ ان کے مرد غلام اور ان کی عورتیں کنیزیں ہیں۔

میں نے اس سے کہا کہ اب شعر پڑھنے کا کون سا موقع ہے۔ اللہ کو یاد کرو اور کلمۂ شہادت پڑھو، یہ کہنا تھا کہ اُس نے مجھے

غصہ کی نظروں سے دیکھا اور ایک سخت قسم کی گالی دے کر کہا کہ تو مجھ سے کہتا ہے کہ میں کلمہ پڑھوں اور آخری وقت میں ڈر جاؤں اور اب بے صبری کا مظاہرہ کروں یہ سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور مزید کچھ کہنا سننا مناسب نہ سمجھا اور پلٹنے کا ارادہ کیا۔ جب اُس نے جانے کے لئے مجھے آمادہ پایا تو کہا کہ ٹھہرو تمہاری خاطر اسے پڑھ لیتا ہوں۔ لیکن مجھے سکھا دو۔ میں اُسے کلمہ پڑھانے کے لیے قریب ہوا تو اس نے کہا اور قریب آؤ، مَیں اور قریب ہُوا تو اُس نے میرا کان دانتوں میں دبا لیا اور اُس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اُسے جڑ سے نہ کاٹ لیا۔ میں نے سوچا کہ اس مرتے ہوئے پر کیا ہاتھ اٹھاؤں اسے لعن طعن کرتا ہُوا پلٹنے کے لئے تیار ہوا تو اس نے کہا کہ ایک بات اور سن لو۔ میں نے کہا کہ وُہ بھی سنا لو تاکہ تمہیں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔ اس نے کہا کہ جب اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پوچھے کہ یہ کان کس نے کاٹا ہے تو کہنا کہ عمرو ابن الہلب ضبی نے کہ جو ایک ایسی عورت کے بھرّے میں آگیا تھا جو امیر المومنین بننا چاہتی تھی۔ بہر صورت جب تلواروں کی کوندتی ہوئی بجلیوں نے ہزاروں کے خرمنِ ہستی کو بھسم کر دیا اور بنی ازد و بنی ضبہ کے سینکڑوں آدمی نکیل پکڑنے پر کٹ مرے تو حضرت نے فرمایا اعقروا الجمل فانہ شیطان۔ اس اونٹ کو پے کرو۔ یہ شیطان ہے اور یہ کہہ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ چاروں طرف سے الامان والحفیظ کی صدائیں آنے لگیں۔ جب اونٹ کے قریب پہنچے تو اشتر نخعی سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو اسے پے کرو۔ چنانچہ اشتر نے ایسا بھرپور ہاتھ چلایا کہ وہ بلبلاتا ہُوا سینہ کے بل زمین پر گرا، اور اونٹ کا گرنا تھا کہ فوجِ مخالف میں بھگدڑ مچ گئی اور جنابِ عائشہ کا ہودج یکہ و تنہا رہ گیا۔ اصحاب امیرالمؤمنین نے بڑھ کر سنبھالا اور محمد ابنِ ابی بکر نے امیرالمومنین کے حکم سے حضرت عائشہ کو صفیہ بنت حارث کے مکان پہ پہنچا دیا۔ ۱۰ جمادی الثانیہ ۳۶ھ کو یہ معرکہ ظہر کے وقت شروع ہُوا اور اسی دن شام کو ختم ہوگیا۔ اس میں امیرالمومنین کے بائیس ہزار کے لشکر میں سے ایک ہزار ستر اور دوسری روایت کی بنا پر پانچ سو افراد شہید ہوئے اور ام المومنین کے تیس ہزار کے لشکر میں سے سترہ ہزار، دوسرے قول کی بنار پر بیس ہزار کام آئے اور پیغمبرؐ کے اِس ارشاد کی پُوری تصدیق ہوگئی کہ "لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ" وہ قوم کبھی کامرانی کا منہ نہیں دیکھ سکتی، جس کی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو (کتاب الامامت والسیاست، مروج الذہب، عقد الفرید، تاریخ طبری)

لہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ امیرالمومنین کی اس پیشین گوئی کے مطابق بصرہ دو دفعہ غرقاب ہُوا۔ ایک دفعہ قادر باللہ کے دَور میں اور ایک دفعہ قائم بامر اللہ کے عہدِ حکومت میں اور غرق ہونے کی بالکل یہی صورت تھی کہ شہر تو زیرِ آب تھا اور مسجد کے کنگرے جیسے کوئی پرندہ سینہ ٹیکے بیٹھا ہو۔

خطبہ ۱۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مِثْلِ ذٰلِكَ۔

یہ بھی اہلِ بصرہ کی مذمت میں ہے

اَرْضُكُمْ قَرِيْبَةٌ مِنَ الْمَآءِ بَعِيْدَةٌ

تمہاری زمین (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان

مِنَ السَّمَاءِ خَفَّتْ عُقُوْلُكُمْ وَسَفِهَتْ حُلُوْمُكُمْ فَاَنْتُمْ غَرَضٌ لِنَابِلٍ وَ أُكْلَةٌ لِاٰكِلٍ وَ فَرِيْسَةٌ لِصَائِلٍ۔

سے دور ہے۔ تمہاری عقلیں سبک اور دانائیاں خام ہیں تم ہر تیر انداز کا نشانہ۔ ہر کھانے والے کا لقمہ اور ہر شکاری کی صید افگنیوں کا شکار ہو۔

خطبہ ۱۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْمَا رَدَّهٗ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَطَائِعِ عُثْمَانَ

وَاللّٰهِ لَوْ وَجَدْتُهٗ قَدْ تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَاءُ وَمُلِكَ بِهِ الْاِمَاءُ لَرَدَدْتُهٗ فَاِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً۔ وَمَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ اَضْيَقُ۔

حضرت عثمان کی عطا کردہ جاگیریں جب مسلمانوں کو پلٹا دیں، تو فرمایا۔

خدا کی قسم! اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آتا جو عورتوں کے مہر اور کنیزوں کی خریداری پر صرف کیا جا چکا ہوتا تو اسے بھی واپس پلٹا لیتا۔ چونکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے میں وسعت ہے اور جسے عدل کی صورت میں تنگی محسوس ہو اُسے ظلم کی صورت میں اور زیادہ تنگی محسوس ہو گی۔

خطبہ ۱۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا بُوْيِعَ بِالْمَدِيْنَةِ۔

ذِمَّتِيْ بِمَا اَقُوْلُ رَهِيْنَةٌ۔ وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ۔ اِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعِبَرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْمَثُلَاتِ حَجَزَتْهُ التَّقْوٰى عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ اَلَا وَ اِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْ عَادَتْ كَهَيْئَتِهَا يَوْمَ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَتُبَلْبَلُنَّ بَلْبَلَةً وَلَتُغَرْبَلُنَّ غَرْبَلَةً وَلَتُسَاطُنَّ سَوْطَ الْقِدْرِ حَتّٰى يَعُوْدَ اَسْفَلُكُمْ اَعْلَاكُمْ

جب مدینہ میں آپ کی بیعت ہوئی تو فرمایا:۔

میں اپنے قول کا ذمہ دار اور اس کی صحت کا ضامن ہوں۔ جس شخص کو اس کے دیدۂ عبرت نے گذشتہ عقوبتیں واضح طور سے دکھا دی ہوں، اسے تقویٰ شبہات میں اندھا دھند کودنے سے روک لیتا ہے۔ تمہیں جاننا چاہیئے کہ تمہارے لئے وہی ابتلا آت پھر پلٹ آئے ہیں، جو رسولؐ کی بعثت کے وقت تھے۔ اس ذات کی قسم جس نے رسول کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا۔ تم بُری طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے اور اس طرح چھانٹے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے اور اس طرح خلط ملط کئے جاؤ گے جس طرح (چمچے سے ہنڈیا)

وَأَعْلَاكُمْ أَسْفَلَكُمْ وَلَيَسْبِقَنَّ سَابِقُوْنَ
كَانُوا قَصَّرُوا۔ وَلَيُقَصِّرَنَّ سَبَّاقُوْنَ
كَانُوا سَبَقُوا وَاللّٰهِ مَا كَتَمْتُ وَشْمَةً
وَّلَا كَذَبْتُ كِذْبَةً۔ وَلَقَدْ نُبِّئْتُ
بِهٰذَا الْمَقَامِ وَهٰذَا الْيَوْمِ۔ أَلَا وَ
إِنَّ الْخَطَايَا خَيْلٌ شُمُسٌ حُمِلَ عَلَيْهَا
أَهْلُهَا وَخُلِعَتْ لُجُمُهَا فَتَقَحَّمَتْ
بِهِمْ فِي النَّارِ، أَلَا وَإِنَّ التَّقْوٰى
مَطَايَا ذُلُلٌ حُمِلَ عَلَيْهَا أَهْلُهَا
وَأُعْطُوا أَزِمَّتَهَا فَأَوْرَدَتْهُمُ
الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّبَاطِلٌ وَّلِكُلٍّ أَهْلٌ
فَلَئِنْ أَمِرَ الْبَاطِلُ لَقَدِيمًا فَعَلَ وَ
لَئِنْ قَلَّ الْحَقُّ فَلَرُبَّمَا وَلَعَلَّ وَ
لَقَلَّمَا أَدْبَرَ شَيْءٌ فَأَقْبَلَ أَقُوْلُ إِنَّ فِي
هٰذَا الْكَلَامِ الْأَدْنٰى مِنْ مَوَاقِعِ
الْإِحْسَانِ مَا لَا تَبْلُغُهُ مَوَاقِعُ
الْاِسْتِحْسَانِ۔ وَإِنَّ حَظَّ الْعَجَبِ
مِنْهُ أَكْثَرُ مِنْ حَظِّ الْعُجْبِ بِهٖ وَفِيْهِ
مَعَ الْحَالِ الَّتِيْ وَصَفْنَا زَوَائِدُ
مِنَ الْفَصَاحَةِ لَا يَقُوْمُ بِهَا لِسَانٌ
وَلَا يَطَّلِعُ فَجَّهَا إِنْسَانٌ وَلَا يَعْرِفُ
مَا أَقُوْلُ إِلَّا مَنْ ضَرَبَ فِيْ هٰذِهِ
الصِّنَاعَةِ بِحَقٍّ وَجَرٰى فِيْهَا عَلٰى
عِرْقٍ (وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُوْنَ)
وَمِنْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ:

یہاں تک کہ تمہارے ادنٰی اعلیٰ اور اعلیٰ ادنیٰ ہو جائیں گے
جو پیچھے تھے آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے رہتے تھے
وہ پیچھے چلے جائیں گے۔ خدا کی قسم میں نے کوئی بات پردے
میں نہیں رکھی، نہ کبھی کذب بیانی سے کام لیا۔ مجھے اس
مقام اور اس دن کی پہلے ہی سے خبر دی جا چکی ہے۔ معلوم
ہونا چاہیئے کہ گناہ اس سرکش گھوڑوں کے مانند ہیں جن پر
ان کے سواروں کو سوار کر دیا گیا ہو اور باگیں بھی ان کی اتار
دی گئی ہوں اور وہ لے جا کر انہیں دوزخ میں پھاند
پڑیں اور تقویٰ رام کی ہوئی سواریوں کے مانند ہے جن
پر ان کے سواروں کو سوار کیا گیا ہو۔ اس طرح کہ باگیں ان کے
ہاتھ میں دے دی گئی ہوں اور وہ انہیں (باطمینان) لے
جا کر جنت میں اتار دیں۔ ایک حق ہوتا ہے اور ایک باطل
اور کچھ حق والے ہوتے ہیں، کچھ باطل والے۔ اب اگر باطل
زیادہ ہو گیا تو یہ پہلے بھی بہت ہوتا رہا ہے اور اگر حق کم ہو
گیا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ
اس کے بعد باطل پر چھا جائے۔ اگرچہ ایسا کم ہی ہوتا ہے
کہ کوئی چیز پیچھے ہٹ کر آگے بڑھے۔ علامہ رضی فرماتے ہیں
کہ اس مختصر سے کلام میں واقعی خوبیوں کے اتنے مقام ہیں
کہ احساس خوبی کا اس کے تمام گوشوں کو پا نہیں سکتا اور
اس کلام سے حیرت و استعجاب کا حصہ پسندیدگی کی مقدار سے
زیادہ ہوتا ہے۔ اس حالت کے باوجود جو ہم نے بیان کی ہے
اس میں فصاحت کے اتنے بے شمار پہلو ہیں کہ جن کے بیان
کرنے کا یارا نہیں، نہ کوئی انسان اس کی عمیق گہرائیوں تک
پہنچ سکتا ہے۔ میری اس بات کو وہی جان سکتا ہے جس نے
اس فن کا پورا پورا حق ادا کیا ہو، اور اس کے رگ و ریشہ سے

شُغِلَ مَنِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ أَمَامَهُ سَاعٍ سَرِيعٌ نَجَا وَطَالِبٌ بَطِيءٌ رَجَا وَمُقَصِّرٌ فِي النَّارِ هَوَى الْيَمِينُ وَالشِّمَالُ مَضَلَّةٌ وَالطَّرِيقُ الْوُسْطَى هِيَ الْجَادَّةُ. عَلَيْهَا بَاقِي الْكِتَابِ وَآثَارُ النُّبُوَّةِ وَمِنْهَا مَنْفَذُ السُّنَّةِ وَإِلَيْهَا مَصِيرُ الْعَاقِبَةِ هَلَكَ مَنِ ادَّعَى وَخَابَ مَنِ افْتَرَى مَنْ أَبْدَى صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ وَكَفَى بِالْمَرْءِ. جَهْلاً أَنْ لَا يَعْرِفَ قَدْرَهُ وَلَا يَهْلِكُ عَلَى التَّقْوَى سِنْخُ أَصْلٍ وَلَا يَظْمَأُ عَلَيْهَا زَرْعُ قَوْمٍ. فَاسْتَتِرُوا فِي بُيُوتِكُمْ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَالتَّوْبَةُ مِنْ وَرَائِكُمْ وَلَا يَحْمَدُ حَامِدٌ إِلَّا رَبَّهُ وَلَا يَلُمْ لَائِمٌ إِلَّا نَفْسَهُ.

واقف ہو اور جاننے والوں کے سوا کوئی ان کو نہیں سمجھ سکتا۔

اِسی خطبے کا ایک حصّہ یہ ہے

جس کے پیشِ نظر دوزخ و جنت ہو، اس کی نظر کسی اور طرف نہیں اٹھ سکتی، جو تیز قدم دوڑنے والا ہے، وہ نجات یافتہ ہے اور جو طلب گار ہو، مگر سست رفتار اُسے بھی توقع ہو سکتی ہے۔ مگر جو (ارادۃً) کوتاہی کرنے والا ہو، اُسے تو دوزخ ہی میں گرنا ہے۔ دائیں بائیں گمراہی کی راہیں ہیں اور درمیانی راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس راستے پر اللہ کی ہمیشہ رہنے والی کتاب اور نبوت کے آثار ہیں۔ اسی سے شریعت کا نفاذ و اجراء ہوا۔ اور اسی کی طرف) آخرکار بازگشت ہے۔ جس نے (غلط) ادعا کیا وہ تباہ و برباد ہوا اور جس نے افتراء باندھا، وہ ناکام و نامراد رہا۔ جو حق کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ تباہ ہو جاتا ہے۔[1] اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ وہ اپنی قدر و منزلت کو نہ پہچانے وہ[2] اصل و اساس، جو تقویٰ پر ہو، برباد نہیں ہوتی اور اس کے ہوتے ہوئے کسی قوم کی کشت (عمل) بے آب و خشک نہیں رہتی۔ تم اپنے گھر کے گوشوں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرو، توبہ تمہارے عقب میں ہے۔ حمد کرنے والا صرف اپنے پروردگار کی حمد کرے اور بھلا بُرا کہنے والا اپنے ہی نفس کی ملامت کرے۔

٭ ٭ ٭

[1] بعض نسخوں میں من ابدی صفحتہ للحق ھلک کے بعد "ھند جھلۃ الناس" بھی مرقوم ہے۔ اس بنار پر اس جملہ کے یہ معنی ہوں گے کہ جو حق کی خاطر کھڑا ہو وہ جاہلوں کے نزدیک تباہ و برباد ہوتا ہے۔

[2] عظمت و جلالِ الٰہی سے دل و دماغ کے متاثر ہونے کا نام تقویٰ ہے جس کے نتیجے میں انسان کی روح خوف و خشیت الٰہی سے معمور ہو جاتی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عبادت و ریاضت میں سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ناممکن ہے کہ دل میں اس کا خوف بسا ہو اور اس کا اظہار انسان کے افعال و اعمال سے نہ ہو اور عبادت و نیاز مندی سے چونکہ نفس

کی اصلاح اور روح کی تربیت ہوتی ہے لہذا جوں جوں عبادت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نفس کی پاکیزگی بڑھتی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں تقویٰ کا اطلاق کبھی خوف و خشیت پر کبھی بندگی اور نیازمندی پر اور کبھی پاکیزگی قلب و روح پر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ فایای فاتقون میں تقویٰ سے مراد خوف ہے اور اتقوا اللہ حق تقاتہ میں تقویٰ سے مراد عبادت و بندگی ہے اور من یخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون میں تقویٰ سے مراد پاکیزگیٔ نفس اور طہارتِ قلب ہے۔

احادیث میں تقویٰ کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں۔ پہلا درجہ یہ کہ انسان واجبات کی پابندی اور محرمات سے کنارہ کشی کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ مستحبات کی بھی پابندی کرے اور مکروہات سے بھی دامن بچا کر رہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ شبہات میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے حلال چیزوں سے بھی ہاتھ اٹھالے۔ پہلا درجہ عوام کا، دوسرا درجہ خواص کا اور تیسرا درجہ خاص الخواص کا ہے۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے ان تینوں درجوں کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔

لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا واٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ثم اتقوا واٰمنوا ثم اتقوا و احسنوا واللہ یحب المحسنین۔

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اعمال بجالائے ان پر جو وہ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس میں کچھ گناہ نہیں۔ جب انہوں نے پرہیزگاری اختیار کرلی اور ایمان لے آئے اور نیک کام کئے، پھر پرہیزگاری کی اور ایمان لے آئے پھر پرہیزگاری کی اور اچھے کام کئے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

٭ ٭ ٭

امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ اسی عمل کے لئے جماؤ ہے۔ جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو اور وُہی کشتِ عمل پھلے پھولے گی۔ جسے تقویٰ کے پانی سے سینچا گیا ہو، کیونکہ عبادت وہی ہے جس میں احساسِ عبودیت کارفرما ہو، جیسا کہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے:۔

افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ ورضوان خیر ام من اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جہنم۔ کیا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ جو اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے۔

چنانچہ ہر وہ اعتقاد جس کی اساس علم و یقین پر نہ ہو، اُس عمارت کے مانند ہے جو بغیر بنیاد کے کھڑی کی گئی ہو۔ جس میں ثبات و قرار نہیں ہو سکتا اور ہر وہ عمل جو بغیر تقویٰ کے ہو، اُس کھیتی کے مانند ہے جو آبیاری کے نہ ہونے کی وجہ سے سُوکھ جائے۔

خطبہ ۱۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ صِفَةِ مَنْ يَّتَصَدّٰى لِلْحُكْمِ بَيْنَ الْاُمَّةِ

ان لوگوں کے بارے میں جو امت کے فیصلے چکانے کے لئے مسند قضا پر بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ وہ اُس کے اہل

وَ لَيْسَ لِذٰلِكَ بِأَهْلٍ۔
إِنَّ أَبْغَضَ الْخَلَائِقِ إِلَى اللّٰهِ
رَجُلَانِ رَجُلٌ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَى
نَفْسِهِ فَهُوَ جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ
السَّبِيْلِ مَشْغُوْفٌ بِكَلَامِ بِدْعَةٍ
وَ دُعَاءِ ضَلَالَةٍ فَهُوَ فِتْنَةٌ لِمَنِ
افْتَتَنَ بِهِ ضَالٌّ عَنْ هَدْيِ مَنْ
كَانَ قَبْلَهُ مُضِلٌّ لِمَنِ اقْتَدٰى
بِهِ فِيْ حَيَاتِهِ وَ بَعْدَ وَفَاتِهِ
حَمَّالٌ خَطَايَا غَيْرِهِ۔ رَهْنٌ
بِخَطِيْئَتِهِ وَرَجُلٌ قَمَشَ جَهْلًا
مُوْضِعٌ فِيْ جُهَّالِ الْأُمَّةِ عَادٍ
فِيْ أَغْبَاشِ الْفِتْنَةِ عَمٍ بِمَا فِيْ
عَقْدِ الْهُدْنَةِ قَدْ سَمَّاهُ أَشْبَاهُ
النَّاسِ عَالِمًا۔ وَ لَيْسَ بِهِ بَكَّرَ
فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَا قَلَّ مِنْهُ
خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ حَتّٰى إِذَا ارْتَوٰى
مِنْ آجِنٍ۔ وَاكْتَنَزَ مِنْ غَيْرِ طَائِلٍ
جَلَسَ بَيْنَ النَّاسِ قَاضِيًا ضَامِنًا
لِتَخْلِيْصِ مَا الْتَبَسَ عَلٰى غَيْرِهِ
فَإِنْ نَزَلَتْ بِهِ۔ إِحْدَى الْمُبْهَمَاتِ
هَيَّأَ لَهَا حَشْوًا رَثًّا مِنْ رَأْيِهِ
ثُمَّ قَطَعَ بِهِ۔ فَهُوَ مِنْ لَبْسِ
الشُّبُهَاتِ فِيْ مِثْلِ نَسْجِ الْعَنْكَبُوْتِ
لَا يَدْرِيْ أَصَابَ أَمْ أَخْطَأَ فَإِنْ

نہیں ہوتے۔
تمام[1] لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو
شخص ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر
دیا ہو (یعنی اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب
کرلی) جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا بدعت کی
باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر مٹا ہوا ہے۔ وہ اپنے
ہواخواہوں کے لئے فتنہ اور سابقہ لوگوں کی ہدایت سے
برگشتہ ہے۔ وہ تمام ان لوگوں کے لئے جو اس کی زندگی میں
یا اس کی موت کے بعد اس کی پیروی کریں، گمراہ کرنے والا
ہے۔ وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے اور
خود اپنی خطاؤں میں جکڑا ہوا ہے اور دوسرا شخص وہ
ہے جس نے جہالت کی باتوں کو (اِدھر اُدھر سے) بٹور لیا ہے۔
وہ اُمت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اور فتنوں
کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی
کے فائدوں سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ چند انسانی شکل و صورت
سے ملتے جلتے ہوئے لوگوں نے اُسے عالم کا لقب دے
رکھا ہے۔ حالانکہ وہ عالم نہیں وہ ایسی (بے سود) باتوں
کے سمیٹنے کے لئے منہ اندھیرے نکل پڑتا ہے جن کا نہ ہونا
ہونے سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس گندے پانی
سے سیراب ہو لیتا ہے اور لایعنی باتوں کو جمع کر لیتا ہے
تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں پر مشتبہ
رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے اگر کوئی
الجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے
سے اس کے لئے بھرتی کی فرسودہ دلیلیں مہیا کر لیتا ہے
اور پھر اس یقین پر بھی کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ شبہات کے

أَصَابَ خَافَ أَنْ يَّكُوْنَ قَدْ أَخْطَأَ وَ
إِنْ أَخْطَأَ رَجَا أَنْ يَّكُوْنَ قَدْ أَصَابَ
جَاهِلٌ خَبَّاطُ جَهَالَاتٍ عَاشٍ رَكَّابُ
عَشَوَاتٍ لَمْ يَعَضَّ عَلَى الْعِلْمِ
بِضِرْسٍ قَاطِعٍ يُذْرِي الرِّوَايَاتِ
إِذْ رَاءَ الرِّيْحِ الْهَشِيْمَ لَا مَلِيءٌ
وَاللّٰهِ بِإِصْدَارِ مَا وَرَدَ عَلَيْهِ وَ
لَا هُوَ أَهْلٌ لِمَا فُوِّضَ إِلَيْهِ لَا يَحْسَبُ
الْعِلْمَ فِي شَيْءٍ مِمَّا أَنْكَرَهُ وَلَا
يَرَى أَنَّ مِنْ وَرَاءِ مَا بَلَغَ مَذْهَبًا
لِغَيْرِهِ وَإِنْ أَظْلَمَ عَلَيْهِ أَمْرٌ اكْتَتَمَ
بِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهِ
تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَائِهِ
الدِّمَاءُ وَتَعِجُّ مِنْهُ الْمَوَارِيْثُ
إِلَى اللّٰهِ أَشْكُوْا مِنْ مَعْشَرٍ يَعِيْشُوْنَ
جُهَّالًا وَ يَمُوْتُوْنَ ضُلَّالًا لَيْسَ
فِيْهِمْ سِلْعَةٌ أَبْوَرُ مِنَ الْكِتَابِ
إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ وَلَا سِلْعَةٌ
أَنْفَقُ بَيْعًا وَلَا أَغْلَى ثَمَنًا
مِنَ الْكِتَابِ إِذَا حُرِّفَ عَنْ
مَوَاضِعِهِ وَلَا عِنْدَهُمْ أَنْكَرُ
مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَلَا أَعْرَفُ
مِنَ الْمُنْكَرِ۔

الجھاؤ میں پھنسا ہوا ہے۔ جس طرح مکڑی خود ہی اپنے جالے
کے اندر۔ وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اس نے صحیح حکم دیا ہے یا
غلط۔ اگر صحیح بات بھی کہی ہو، تو اسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ
کہیں غلط نہ ہو۔ اور غلط جواب ہو تو اسے یہ توقع رہتی ہے
کہ شاید یہی صحیح ہو، وہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل اور
اپنی نظر کے دُھندلاپن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی
سواریوں پر سوار ہے۔ نہ اُس نے حقیقت علم کو پرکھا نہ اس
کی تہ تک پہنچا۔ وہ روایات کو اس طرح درہم و برہم کرتا ہے
جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو۔ خدا کی قسم! وہ ان مسائل
کے حل کرنے کا اہل نہیں جو اس سے پُوچھے جاتے ہیں۔ اور
نہ اس منصب کے قابل ہے جو اسے سپُرد کیا گیا ہے جس
چیز کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ کوئی قابل اعتنا علم ہی
نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے۔ اس کے
آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے اور جو بات
اس کی سمجھ میں نہیں آتی اسے پی جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی جہالت
کو خود جانتا ہے۔ (ناحق بہائے ہوئے) خُون اس کے
ناروا فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں اور غیر مستحق افراد
کو پہنچی ہوئی میراثیں چلا رہی ہیں۔ اللہ ہی سے شکوہ ہے
اُن لوگوں کا جو جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مرجاتے
ہیں۔ ان میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں جب
کہ اُسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا پیش کرنے کا حق ہے
اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز
نہیں۔ اس وقت جب کہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال
کیا جائے۔ ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور
برائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں۔

لہ امیرالمومنین نے دو قسم کے لوگوں کو اللہ کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق قرار دیا ہے۔ ایک وہ جو سرے سے اصول عقائد ہی میں گمراہ ہیں اور گمراہی کی نشرو اشاعت میں لگے رہتے ہیں اور دوسرے وہ جو قرآن و سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس و رائے سے احکام گڑھ لیتے ہیں اور اپنے مقلدین کا ایک حلقہ پیدا کر کے ان میں خود ساختہ شریعت کی ترویج کرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کی گمراہی و کجروی صرف اُن کی ذات تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ ان کی ضلالت کا بویا ہوا بیج برگ و بار لاتا ہے اور ایک تناور شجر کی صورت اختیار کر کے گمراہوں کو ہمیشہ اپنے سایہ میں پناہ دیتا رہتا ہے اور یہ گمراہی بڑھتی ہی رہتی ہے اور چونکہ اس گمراہی کے اصل بانی یہی لوگ ہوتے ہیں۔ اس لیے دوسروں کی گمراہی کا بوجھ بھی انہی کے سر لادا جائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ ولیحملن اثقالھم و اثقالامع اثقالھم۔ یہ لوگ اپنے (گناہوں) کا بوجھ تو یقیناً اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ (جنہیں گمراہ کیا ہے) ان کے بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑیں گے۔

خطبہ ۱۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِي الْفُتْيَا تَرِدُ عَلَى أَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِي حُكْمٍ مِنَ الْأَحْكَامِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِرَأْيِهِ ثُمَّ تَرِدُ تِلْكَ الْقَضِيَّةُ بِعَيْنِهَا عَلَى غَيْرِهِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِخِلَافِهِ ثُمَّ يَجْتَمِعُ الْقُضَاةُ بِذَلِكَ عِنْدَ الْإِمَامِ الَّذِي اسْتَقْضَاهُمْ فَيُصَوِّبُ آرَاءَهُمْ جَمِيعاً وَإِلَهُهُمْ وَاحِدٌ وَنَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ وَكِتَابُهُمْ وَاحِدٌ أَفَأَمَرَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى بِالِاخْتِلَافِ فَأَطَاعُوهُ أَمْ نَهَاهُمْ عَنْهُ فَعَصَوْهُ أَمْ أَنْزَلَ اللَّهُ دِيناً نَاقِصاً فَاسْتَعَانَ بِهِمْ عَلَى إِتْمَامِهِ أَمْ كَانُوا شُرَكَاءَ لَهُ فَلَهُمْ أَنْ يَقُولُوا وَعَلَيْهِ

فتاویٰ میں علماء کے مختلف الآرا ہونے کی مذمت میں فرمایا:۔

جب[1] ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لئے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے۔ پھر وہی مسئلہ بعینہ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انہیں قاضی بنا رکھا ہے تو وہ سب کی رایوں کو صحیح قرار دیتا ہے۔ حالانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے۔ (انہیں غور تو کرنا چاہیئے) کیا اللہ نے انہیں اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کر کے اس کا حکم بجالاتے ہیں یا اُس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اور ان سے تکمیل کے لئے ہاتھ بٹانے کا خواہشمند

أَنْ يَرْضَى أَمْ أَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ دِيْنًا تَامًّا فَقَصَّرَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ عَنْ تَبْلِيْغِهٖ وَأَدَائِهٖ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ وَفِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَذَكَرَ أَنَّ الْكِتَابَ يُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَأَنَّهٗ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَأَنَّ الْقُرْاٰنَ ظَاهِرُهٗ أَنِيْقٌ وَبَاطِنُهٗ عَمِيْقٌ لَا تَفْنٰى عَجَائِبُهٗ وَلَا تَنْقَضِيْ غَرَائِبُهٗ وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلَّا بِهٖ۔

ہوا تھا یا یہ کہ اللہ کے شریک تھے کہ انہیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو، اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضامند رہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اتارا تھا مگر اس کے رسولؐ نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی۔ اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصّے بعض حصّوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا، تو تم اس میں کافی اختلاف پاتے اور یہ کہ اس کا ظاہر خوش نما اور باطن گہرا ہے۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ ظلمت (جہالت) کا پردہ اسی سے چاک کیا جاتا ہے۔

لہ یہ مسئلہ محلِ نزاع ہے کہ جس چیز پر شرع کی رو سے کوئی قطعی دلیل قائم نہ ہو۔ آیا واقع میں اس کا کوئی حکم ہوتا بھی ہے یا نہیں ابوالحسن اشعری اور ان کے استاد ابو علی جبائی کا مسلک یہ ہے کہ اللہ نے اس کے لئے کوئی حکم تجویز ہی نہیں کیا بلکہ ایسے موارد میں تشریع و حکم کا اختیار مجتہدین کو سونپ دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید سے جسے حرام ٹھہرالیں اُسے واقعی حرام قرار دے دیا جائے گا۔ اور جسے حلال کر دیں، اُسے واقعی حلال سمجھ لیا جائے گا اور اگر کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ تو پھر جتنی ان کی رائے ہوں گی اتنے احکام بنتے چلے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کا نقطۂ نگاہ حکم واقعی کا ترجمان ہوگا۔ مثلاً اگر ایک مجتہد کی رائے یہ ٹھہری کہ نبیذ حرام ہے اور دوسرے مجتہد کی رائے یہ ہوئی کہ نبیذ حلال ہے تو وہ واقع میں حلال بھی ہوگی اور حرام بھی۔ یعنی جو اُسے حرام سمجھے اس کے لئے پینا ناجائز ہے اور جو حلال سمجھ کر پیئے اُس کے لئے پینا جائز ہے۔ چنانچہ شہرستانی اس تصویب کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

فمن الاصولیین من صار الیٰ ان لاحکم للہ تعالیٰ فی الوقائع المجتھد فیھا حکما

اصولیین کا ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد کیا جاتا ہے، اُن کے لئے جواز و عدم جواز اور حلال و

بعینه قبل الاجتهاد من جواز وحظر وحلال وحرام وانما حکم اللہ تعالیٰ ما ادی الیہ اجتہاد المجتہد فان ھذا الحکم منوط بھذا السبب فان لم یوجد السبب یثبت الحکم وعلیٰ ھذا المذہب کل مجتہد مصیب فی الحکم۔ (کتاب الملل والنحل ص۹۸)

حرام کے اعتبار سے کوئی طے شدہ حکم نہیں ہوتا، بلکہ جو مجتہد کی رائے ہوتی ہے، وہی خدا کا حکم ہوتا ہے۔ کیوں کہ حکم کا قرار پانا ہی اس پر موقوف ہے کہ وہ کسی مجتہد کے نظریئے سے طے ہو۔ اگر یہ چیز نہ ہوگی تو حکم بھی ثابت نہ ہوگا۔ اور اس مسلک کی بناء پر ہر مجتہد اپنی رائے میں درست ہوگا۔

اس صورت میں مجتہد کو خطا سے اس لئے محفوظ سمجھا جاتا ہے کہ خطا تو وہاں متصور ہوا کرتی ہے۔ جہاں کوئی قدم واقع کے خلاف اُٹھے اور جہاں کوئی واقع ہی نہ ہو وہاں خطا کے کیا معنی اس کے علاوہ اس صورت میں بھی مجتہد سے خطا کا امکان نہ ہوگا کہ جب یہ نظریہ قائم کر لیا جائے کہ مجتہدین کی آئندہ جتنی رائے ہونے والی تھیں اللہ نے اُن سے باخبر ہونے کی بنا پر پہلے ہی سے اتنے احکام بنا رکھے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہر رائے حکمِ واقعی کے مطابق ہی پڑتی ہے یا یہ کہ اس نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ مجتہدین کی رایوں کو ان طے شدہ احکام سے باہر نہ ہونے دے گا، یا کہ بر سبیلِ اتفاق ان میں سے ہر ایک کی رائے ان احکام میں سے کسی ایک نہ ایک حکم سے بہر صورت موافقت کرے گی۔

لیکن فرقہ امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ نے نہ کسی کو شریعت سازی کا حق دیا ہے اور نہ کسی چیز کے حکم کو مجتہد کی رائے کے تابع ٹھہرایا ہے اور نہ آراء کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک ہی چیز کے لئے واقع میں متعدد احکامات بنائے ہیں۔ البتہ جب مجتہد کی حکمِ واقعی تک رسائی نہیں ہونے پاتی تو تلاش و تفحص کے بعد جو نظریہ اس کا قرار پاتا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے اور اس کے مقلدین کے لئے کفایت کر جاتا ہے۔ لیکن اس کی حیثیت صرف حکمِ ظاہری کی ہوتی ہے جو حکمِ واقعی کا بدل ہے اور ایسی صورت میں حکمِ واقعی کے چھوٹ جانے پر وہ معذور قرار پا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے اور اس کی تہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی۔ مگر اس پر کیا اختیار کہ درِ شاہوار کے بجائے خالی صدف ہی اس کے ہاتھ لگے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اسے موتی سمجھیں اور موتی کے بھاؤ بکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا اس کی بھی آدھی قیمت لگا دے تاکہ نہ اس کی محنت اکارت جائے اور نہ اس کی ہمت ٹوٹنے پائے۔

اگر اس تصویب کے اصول کو مان لیا جائے تو پھر ہر فتویٰ کو درست اور ہر قول کو صحیح ماننا پڑے گا۔ جیسا کہ میبذی نے فواتح میں لکھا ہے۔

"حق دریں مسئلہ مذہب اشعری است پس تواند بود کہ مذاہب متناقضہ ہمہ حق باشند زنہار در شانِ علماء گمان بد مبرو زبان بطعن ایشاں مکشا"

جب متضاد نظریئے اور مختلف فتوے تک صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں تو حیرت ہے کہ بعض نمایاں افراد کے اقدامات کو

خطائے اجتہادی سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب کہ مجتہد کے لئے خطا کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر عقیدہ تصویب صحیح ہے تو امیر شام اور ام المومنین کے اقدامات درست ماننا پڑیں گے اور اگر ان کے اقدامات غلط سمجھے جاتے ہیں تو تسلیم کیجئے کہ اجتہاد ٹھوکر بھی کھا سکتا ہے اور تصویب کا عقیدہ غلط ہے اور یہ اپنے مقام پر طے ہوتا رہے گا کہ ام المومنین کے اجتہاد میں انوثیت تو سدِ راہ نہیں ہوتی یا امیر شام کا یہ اجتہاد تھا یا کچھ اور۔ بہر صورت یہ تصویب کا عقیدہ خطاؤں کو چھپانے اور غلطیوں پر حکمِ الٰہی کی نقاب ڈالنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا تاکہ نہ مقصد برآریوں میں روک پیدا ہو، اور نہ من مانی کارروائیوں کے خلاف کوئی زبان کھول سکے۔ امیرالمومنین نے اس خطبہ میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ کی راہ سے کٹ کر اور وحی الٰہی کی روشنی سے آنکھیں بند کر کے قیاس ورائے کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیے مارتے رہتے ہیں اور دین کو افکار و آرا کی آماجگاہ بنا کر نت نئے فتوے دیتے رہتے ہیں اور اپنے جی سے احکام گڑھ کر اختلافات کے شاخسانے چھوڑتے رہتے ہیں اور پھر تصویب کی بناء پر تمام مختلف و متضاد احکام کو اللہ کی طرف سے سمجھ لیتے ہیں۔ گویا ان کا ہر حکم وحی الٰہی کا ترجمان ہے کہ نہ ان کا کوئی حکم غلط ہو سکتا ہے اور نہ کسی موقعہ پر وہ ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اس مسلک کے رد میں فرماتے ہیں کہ

(۱) جب اللہ ایک، کتاب ایک اور رسولؐ ایک ہے، تو پھر دین بھی ایک ہی ہونا چاہیئے اور جب دین ایک ہے تو ایک ہی چیز کے لئے مختلف و متضاد احکام کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ حکم میں تضاد اس صورت میں ہوا کرتا ہے کہ جب حکم دینے والا پہلا حکم بھول چکا ہو، یا اس پر غفلت یا مدہوشی طاری ہو گئی ہو، یا جان بوجھ کر ان بھول بھلیوں میں رکھنا چاہتا ہو اور اللہ و رسولؐ ان چیزوں سے بلند تر ہیں۔ لہٰذا اس اختلاف کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ اختلافات اُن لوگوں کے خیالات و آراء کا نتیجہ ہیں کہ جنہوں نے قیاس آرائیوں سے دین کے نقوش کو مسخ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

(۲) اللہ نے یا تو اُن اختلافات سے منع کیا ہو گا یا اختلاف پیدا کرنے کا حکم دیا ہو گا۔ اگر حکم دیا ہے تو وہ کہاں اور کس مقام پر ہے اور ممانعت کو سننا چاہو تو قرآن کہتا ہے قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ان کو کہو کہ کیا اللہ نے تمہیں اجازت دے دی ہے یا تم اللہ پر افتراء کرتے ہو۔ یعنی ہر وہ چیز جو بحکمِ خدا نہ ہو وہ افترا ہے اور افتراء ممنوع و حرام ہے اور افترا پردازوں کے لئے عقبیٰ میں نہ فوز و کامرانی ہے نہ فلاح و بہبود۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ۝

جو تمہاری زبانوں پر جھوٹی باتیں چڑھی ہوئی ہیں۔ انہیں کہا نہ کرو اور نہ اپنی طرف سے حکم لگایا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو اور جو افترا پردازیاں کرتے ہیں وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار نہ ہوں گے۔

(۳) اگر اللہ ہی نے دین کو نا تمام رکھا ہے تو ادھورا چھوڑنے کی یہ وجہ ہو گی کہ اس نے اپنے بندوں سے یہ چاہا ہو گا کہ وہ شریعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں، اور شریعت سازی میں اس کے شریک ہوں تو یہ عقیدہ سراسر شرک ہے۔

اگر اس نے دین کو مکمل اتارا ہے تو پھر پیغمبر نے اس کے پہنچانے میں کوتاہی کی ہوگی تاکہ دوسروں کے لئے اس میں قیاس ورائے کی گنجائش رہے تو معاذ اللہ یہ پیغمبر کی کمزوری اور انتخاب قدرت پر بدنما دھبہ ہوگا۔

(۴) اللہ سبحانہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کو اٹھا نہیں رکھا اور ہر ایک چیز کو کھول کر بیان کر دیا ہے، تو پھر قرآن سے ہٹ کر جو حکم تراشا جائے گا وہ شریعت سے باہر ہوگا اور اس کی اساس علم و بصیرت اور قرآن وسنت پر ہو گی۔ بلکہ اپنی ذاتی رائے اور اپنا ذاتی فیصلہ ہوگا۔ جس کا دین و مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں سمجھا جا سکتا۔

(۵) قرآن دین کا مبنیٰ و ماخذ اور احکام شریعت کا سرچشمہ ہے۔ اگر احکام شریعت مختلف اور جدا جدا ہوتے تو پھر اس میں بھی اختلاف ہونا چاہیئے تھا اور اس میں اختلاف ہوتا تو یہ اللہ کا کلام نہ رہتا اور جب یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر شریعت کے احکام مختلف ہو ہی نہیں سکتے کہ تمام مختلف و متضاد نظریوں کو صحیح سمجھ لیا جائے اور قیاسی فتوؤں کو اس کا حکم قرار دے دیا جائے۔

خطبہ ۱۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ!
قَالَهُ لِلْأَشْعَثِ ابْنِ قَيْسٍ وَهُوَ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ يَخْطُبُ فَمَضَى فِي بَعْضِ كَلَامِهِ شَيْءٌ اعْتَرَضَهُ الْأَشْعَثُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هٰذِهِ عَلَيْكَ لَا لَكَ فَخَفَضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ ثُمَّ قَالَ:

مَا يُدْرِيكَ مَا عَلَيَّ مِمَّا لِي عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَلَعْنَةُ اللَّاعِنِينَ حَائِكٌ ابْنُ حَائِكٍ مُنَافِقُ بْنُ كَافِرٍ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَسَرَكَ الْكُفْرُ مَرَّةً وَالْإِسْلَامُ أُخْرَى فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَالُكَ وَلَا حَسَبُكَ وَإِنَّ امْرَأً دَلَّ عَلَى قَوْمِهِ السَّيْفَ وَسَاقَ إِلَيْهِمُ الْحَتْفَ لَحَرِيٌّ أَنْ يَمْقُتَهُ

امیرالمومنین علیہ السلام منبرِ کوفہ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اشعث ابنِ قیس نے آپ کے کلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یا امیرالمومنین یہ بات تو آپ کے حق میں نہیں بلکہ آپ کے خلاف پڑتی ہے۔ تو حضرت نے اُسے نگاہِ غضب سے دیکھا اور فرمایا:۔

تجھے کیا معلوم کہ کون سی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف جاتی ہے۔ تجھ پر اللہ کی پھٹکار اور لعنت کرنے والوں کی تو جولاہے کا بیٹا جولاہا اور کافر کی گود میں پلنے والا منافق ہے۔ تو ایک دفعہ کافروں کے ہاتھوں میں اور ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا۔ لیکن تجھ کو تیرا مال اور حسب اس عار سے نہ بچا سکا اور جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے اور اس کی طرف موت کو دعوت اور ہلاکت کا بلاوا دے، وُہ اسی قابل ہے کہ قریبی اس سے نفرت

الْأَقْرَبُ وَلَايَأْمَنُهُ الْأَبْعَدُ۔

کریں اور دور والے بھی اس پر بھروسہ نہ کریں۔

اقول یرید (علیہ السلام) انہ اسر فی الکفر مرۃ وفی الاسلام مرۃ واما قولہ (علیہ السلام) دل علی قومہ السیف فاراد بہ حدیثا کان للاشعث مع خالد بن ولید بالیمامۃ غر فیہ قومہ ومکربھم حتی اوقع بھم خالد وکان قومہ بعد ذلک یسمونہ عرف النار وھو اسم للغادر عندھم۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک دفعہ کفر کے زمانہ میں اور ایک دفعہ اسلام کے زمانہ میں اسیر کیا گیا تھا۔ رہا حضرت کا یہ ارشاد کہ جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے، تو اس سے اِس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو اشعث کو خالد ابنِ ولید کے مقابلہ میں یمامہ میں پیش آیا تھا کہ جہاں اس نے اپنی قوم کو فریب دیا تھا اور اُن سے چال چلی تھی۔ یہاں تک کہ خالد نے ان پر حملہ کر دیا اور اس واقعہ کے بعد اس کی قوم والوں نے اس کا لقب عرف النار رکھ دیا اور یہ ان کے محاورہ میں غدار کے لئے بولا جاتا ہے۔

اشعث[لہ] ابنِ قیس کندی

اس کا اصل نام معدیکرب اور کنیت ابو محمد ہے۔ مگر اپنے بالوں کی پراگندگی کی وجہ سے اشعث (پراگندہ مُو) کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ جب بعثت کے بعد یہ اپنے قبیلہ سمیت مکہ آیا تو پیغمبرؐ نے اسے اور اس کے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی لیکن یہ سب منہ موڑ کر چلتے ہوئے۔ اور ایک بھی اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہُوا۔ اور جب ہجرت کے بعد اسلام کے قدم جم گئے اور اس کا پرچم لہرانے لگا اور اطراف و جوانب کے وفد جوق در جوق مدینہ آنا شروع ہوئے تو یہ بھی بنی کندہ کے ایک وفد کے ہمراہ پیغمبر کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا۔ صاحبِ استیعاب لکھتے ہیں کہ یہ پیغمبرؐ اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں کہ جب اسے اسیر کر کے مدینہ لایا گیا تو پھر کے اسلام قبول کیا مگر اس وقت بھی اس کا اسلام صرف دکھاوے کا تھا۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہٗ نے حاشیہ نہج البلاغہ پر تحریر کیا ہے کہ

کان الاشعث فی اصحاب علی کعبد اللہ ابن ابی ابن سلول فی اصحاب رسول اللہ کل منھما راس النفاق فی زمنہ۔

جس طرح عبد اللہ ابنِ ابی ابنِ سلول اصحابِ رسولؐ میں تھا۔ ویسا ہی اشعث علی ابنِ ابی طالب کی جماعت میں تھا اور یہ دونوں اپنے اپنے عہد میں چوٹی کے منافق تھے۔

جنگِ یرموک میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابنِ قتیبہ نے المعارف میں اسے کانوں کی فہرست میں درج کیا ہے اور حضرت ابوبکر کی بہن ام فروہ بنتِ ابی قحافہ جو پہلے ایک ازدی کے نکاح میں اور پھر تیم داری کے عقد میں تھیں۔ تیسری دفعہ

اسی اشعث سے بیاہی گئیں۔جن سے تین لڑکے محمد، اسماعیل اور اسحاق پیدا ہوئے۔کتبِ رجال میں لکھا ہے کہ یہ بھی ایک آنکھ سے معذور تھیں۔ابن ابی الحدید نے ابوالفرج سے یہ عبارت نقل کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قتل امیرالمومنین کی سازش میں برابر کا شریک تھا۔

وقد کان ابن ملجم اتی الاشعث فی هذه اللیلة فخلا به فی بعض نواحی المسجد ومر بهما حجر ابن عدی فسمع الاشعث وهو یقول ابن ملجم النجاء النجاء حاجتك فقد فضحك الصبح قال له حجر قتلته یا اعور وخرج مبادرا الی علی علیه السلام وقد سبقه ابن ملجم وضربه واقبل حجر والناس یقولون قتل امیرالمؤمنین۔

شب ضربت ابن ملجم اشعث ابن قیس کے پاس آیا اور دونوں علیحدگی میں مسجد کے ایک گوشہ میں جاکر بیٹھ گئے۔ کہ اُدھر سے حجر ابن عدی کا گذر ہوا، تو انہوں نے سُنا کہ اشعث ابن ملجم سے کہہ رہا ہے کہ بس اب جلدی کرو، ورنہ پو پھوٹ کر تمہیں رسوا کر دے گی۔حجر نے یہ سنا تو اشعث سے کہا کہ اے کانے تو علی کے قتل کا سر و سامان کر رہا ہے اور پھر تیزی سے علی ابن ابی طالب کی طرف گئے۔مگر جب امیرالمومنین ؑ کو نہ پاکر پلٹے تو ابن ملجم اپنا کام کر چکا تھا، اور لوگ کہہ رہے تھے کہ امیرالمومنین قتل کر دیئے گئے۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۹)

اُس کی بیٹی جعدہ نے حضرت امام حسن ؑ کو زہر دے کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا۔چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے کہ:۔

ان امرأته جعدة بنت اشعث الکندی سقته السم وقد کان معاویة دس الیها انك ان احتلت فی قتل الحسن وجهت بمائة الف درهم وزوّجتك یزید۔ (مروج الذهب ج ۲ ص ۵۰)

آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کندی نے آپ کو زہر دیا اور معاویہ نے اس سے یہ ساز باز کی تھی کہ اگر تم کسی طریقہ سے حسن کو زہر دے دو۔ تو میں تمہیں ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تمہارا عقد کر دوں گا۔

اس کا بیٹا محمد ابن اشعث کوفہ میں حضرت مسلم کو فریب دینے اور کربلا میں خون سید الشہدا بہانے میں شریک تھا مگر ان سب باتوں کے باوجود بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راویانِ حدیث میں سے ہے۔

۵؎ جنگِ نہروان کے بعد مسجد کوفہ میں تحکیم کی بدعنوانیوں کے سلسلہ میں حضرت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیرالمومنین آپ نے پہلے تو ہمیں اس تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا ہمیں نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح اور مناسب تھی۔حضرت نے یہ سن کر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا ھذا جزاء من ترک العقدة جو ٹھوس رائے کو چھوڑ دیتا ہے۔اُسے ایسا ہی خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔یعنی یہ تمہارے کرتوت کا پھل ہے جو تم نے حزم و احتیاط کا دامن چھوڑ کر تحکیم کے مان لینے پر اصرار کیا تھا۔مگر اشعث اس سے یہ سمجھا کہ حضرت اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ

میری یہ حیرانی و سرگردانی تحکیم کے مان لینے کا نتیجہ ہے۔ لہذا بول اُٹھا کہ یا امیرالمومنین اس سے تو آپ ہی کی ذات پر حرف آتا ہے جس پر حضرت نے بگڑ کر فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور تم کیا جانو کہ کون سی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف پڑتی ہے۔ تم جولاہے اور جولاہے کے بیٹے اور کافر کی گود میں پروان چڑھنے والے منافق ہو۔ تم پر اللہ کی اور ساری دنیا کی لعنت ہو۔ شارحین نے امیرالمومنین کے اشعث کو حائک (جولاہا) کہنے کی چند وجہیں لکھی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اور اس کا باپ اپنے اکثر اہل وطن کی طرح کپڑا بننے کا دھندا کرتے تھے۔ اس لئے اس کے پیشہ کی پستی و دنایت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اسے جولاہا کہا ہے یوں تو یمنیوں کے پیشے اور بھی کئی تھے۔ مگر زیادہ دھندا ان کے ہاں یہی ہوتا تھا چنانچہ خالد ابن صفوان نے ان کے پیشوں کا تعارف کراتے ہوئے پہلے اسی پیشے کا ذکر کیا ہے۔

ما عسی ان اقول لقوم کانوا بین ناسج برد ودابغ جلد وسائس قرد وراکب عرد دل علیھم ھد ھد واغرقتھم فارۃ وملکتھم امرأۃ۔

(البیان والتبیین ج ۱ صفحہ ۱۳۰)

میں اس قوم کے بارے میں کیا کہوں کہ جن میں صرف کپڑا بننے والے، چمڑا رنگنے والے، بندر نچانے والے اور گدھے پر سوار ہونے والے ہی ہوتے ہیں۔ ہُدہُد نے ان کا ٹھکانا بتایا۔ ایک چوہیا نے انہیں غرق کر دیا۔ اور ایک عورت نے ان پر حکومت کی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حیاکت کے معنی جھوم کر اور بل کھا کر چلنے کے ہیں اور یہ چونکہ غرور اور تکبر کی وجہ سے شانے مٹکا کر اور بل کھا کر چلتا تھا۔ اس بنا پر اسے حائک فرمایا۔

تیسری وجہ یہ ہے اور یہی زیادہ نمایاں اور واضح ہے کہ اس کی حماقت و دنایت ظاہر کرنے کے لئے اسے جولاہا کہا ہے چونکہ ہر دنی و فرومایہ کو مثل کے طور پر جولاہا کہہ دیا جاتا ہے۔ ان کے فہم و فراست کا یہی عروج کیا کم تھا کہ ان کی حماقتیں ضرب المثل بن چکی تھیں جب کہ کسی خصوصی امتیاز کے بغیر کوئی چیز ضرب المثل کی حیثیت حاصل نہیں کیا کرتی کہ امیرالمومنین نے بھی اسکی توثیق فرمادی کہ جس کے بعد کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ جو اللہ و رسول کے خلاف جوڑ توڑ کرے اور افترا پردازیوں کے جال بنے کہ جو صرف منافق ہی کا شیوہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وسائل الشیعہ میں ہے کہ:۔

ذکر الحائک عند ابی عبد اللہ انہ ملعون فقال انما ذلک الذی یحوک الکذب علی اللہ ورسولہ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے حائک کے ملعون ہونے کا ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ و رسولؐ پر افترا باندھتا ہے۔

لفظِ حائک کے بعد لفظ منافق ارشاد فرمایا ہے اور دونوں میں واو عطف کا بھی فاصلہ نہیں رکھا تا کہ دونوں کے قریب المعنی ہونے پر روشنی پڑے اور پھر اس نفاق و حق پوشی کی بنا پر اسے اللہ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مستحق

ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون۔

وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی نشانیوں اور رہنمائیوں کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے کتاب میں انہیں کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ تم کفر میں بھی اسیری کی ذلت سے نہ بچ سکے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان رسوائیوں نے تمہارا پیچھا نہ چھوڑا اور تمہیں اسیر بنا لیا گیا۔ چنانچہ کفر کی حالت میں اس کی اسیری کی صورت یہ ہوئی کہ جب اس کے باپ قیس کو قبیلہ بنی مراد نے قتل کر ڈالا، تو اس نے بنی کندہ کے جنگ آزماؤں کو جمع کیا اور انہیں تین ٹولیوں میں بانٹ دیا۔ ایک ٹولی کی باگ ڈور خود سنبھالی اور دوسری دو ٹولیوں پر کبش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم کو سردار مقرر کیا اور بنی مراد پر حملہ کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا۔ مگر بدبختی جو آئی تو بنی مراد کے بجائے بنی حارث ابن کعب پر حملہ کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم قتل کر دیئے گئے۔ اور اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ آخر تین ہزار اونٹ فدیہ کے دے کر ان سے جان چھڑائی۔ امیرالمومنین کے ارشاد فما فداك من واحدۃ منھما مالك ولاحسبك (تجھے تیرا مال وحسب ان دونوں گرفتاریوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ چھڑا سکا) میں فدیہ سے مراد حقیقی فدیہ نہیں ہے کیونکہ وہ فدیہ دے کر ہی آزاد ہوا تھا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسے مال کی فراوانی اور کنبہ میں توقیر و سربلندی اس عار سے نہ بچا سکی اور وہ اسیری کی ذلتوں سے اپنا دامن محفوظ نہ رکھ سکا۔

اس کی دوسری اسیری کا واقعہ یہ ہے کہ جب پیغمبر اسلام نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حضرموت کے علاقہ میں بغاوت پھیل گئی جسے فرو کرنے کے لئے حضرت ابوبکر نے وہاں کے حاکم زیاد ابن لبید کو لکھا ہے کہ وہ ان لوگوں سے بیعت لے اور ان سے زکوٰۃ وصدقات وصول کرے۔ چنانچہ جب زیاد ابن لبید قبیلہ بنی عمرو ابن معاویہ کے ہاں زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے گیا تو شیطان ابن حجر کی ایک اونٹنی جو بڑی خوب صورت اور مضبوط ڈیل ڈول کی تھی اُسے پسند آ گئی۔ اس نے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ شیطان اسے دینے پر رضامند نہ ہوا، اور کہا کہ اسے رہنے دیجئے اور اس کے بدلہ میں کوئی اور اونٹنی لے لیجئے مگر زیاد نہ مانا۔ شیطان نے اپنے بھائی عداء ابن حجر کو اپنی حمایت کے لئے بلایا۔ اس نے بھی آکر کہا سنا مگر زیاد اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اور کسی صورت میں اونٹنی سے ہاتھ اٹھانے پر آمادہ نہ ہوا۔ آخر ان دونوں بھائیوں نے مسروق ابن معدیکرب سے فریاد کی۔ چنانچہ مسروق نے بھی اپنا زور لگایا کہ کسی طرح زیاد اس اونٹنی کو چھوڑ دے مگر اس نے صاف صاف انکار کر دیا۔ جس پر مسروق کو جوش آیا اور اس نے بڑھ کر اونٹنی کھول لی اور شیطان کے حوالہ کر دی۔ زیاد اس پر بھڑک اٹھا اور اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور مرنے مارنے کے لئے تل گیا۔ ادھر بنی لبید بھی مقابلہ کے لئے اکٹھا ہو گئے۔ مگر زیاد کو شکست نہ دے سکے، بلکہ بُری طرح اس کے ہاتھوں پٹے۔ عورتیں چھنوائیں اور مال ومتاع لٹوایا۔ آخر جو بچے کھچے رہ گئے تھے وہ اشعث کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اشعث نے اس شرط پر کمک کا

وعدہ کیا کہ اسے اس علاقہ کا حکمران مان لیا جائے۔ ان لوگوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور باقاعدہ اس کی رسم تاجپوشی بھی ادا کر دی۔ جب یہ اپنا اقتدار منوا چکا تو ایک فوج کو ترتیب دے کر زیاد سے لڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ ادھر حضرت ابوبکر نے مہاجر ابن اُمیّہ والیٔ یمن کو لکھ رکھا تھا کہ وہ ایک دستہ لے کر زیاد کی مدد کو پہنچ جائے۔ چنانچہ مہاجر فوجی دستہ لئے آ رہا تھا کہ اس کا سامنا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر تلواریں سونت لیں اور مقام زرقان میں معرکہ کارزار گرم کر دیا۔ مگر نتیجہ میں اشعث میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ قلعہ بخیر میں قلعہ بند ہو گیا۔ دُشمن ایسے نہ تھے جو پیچھا چھوڑ دیتے انہوں نے قلعہ کے گرد محاصرہ ڈال دیا۔ اشعث نے سوچا کہ وہ اس بے سروسامانی کے عالم میں کب تک قلعہ میں محصور رہ سکتا ہے۔ رہائی کی کوئی ترتیب کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ چپکے سے ایک رات قلعہ سے باہر نکلا، زیاد اور مہاجر سے جا کر ملا اور اُن سے یہ ساز باز کی کہ اگر اسے اور اُس کے گھر کے نو آدمیوں کو امان دے دی جائے تو قلعہ کا دروازہ کھلوا دے گا۔ انہوں نے اس شرط کو مان لیا اور اس سے کہا کہ ان کے نام لکھ کر ہمیں دے دو۔ اس نے نو نام لکھ کر ان کے حوالے کر دیئے اور اپنی روایتی دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نام اس فہرست میں بھول گیا۔ ادھر یہ طے کرنے کے بعد اپنی قوم سے جا کر یہ کہا کہ میں تمہارے لئے امان حاصل کر چکا ہوں۔ اب قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے۔ جب دروازہ کھولا گیا تو زیاد کی فوج ان پر ٹوٹ پڑی۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو امان کا وعدہ کیا گیا تھا۔ زیاد کی سپاہ نے کہا کہ غلط، اشعث نے صرف اپنے گھر کے دس آدمیوں کے لئے امان چاہی تھی۔ جن کے نام ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ غرضکہ آٹھ سو آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا گیا اور کئی عورتوں کے ہاتھ قلم کئے گئے اور حسب معاہدہ نو آدمیوں کو چھوڑ دیا گیا۔ مگر اشعث کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور آخر یہ طے پایا کہ اسے حضرت ابوبکر کے پاس بھیج دیا جائے وہی اس کا فیصلہ کریں گے۔ آخر ایک ہزار قیدی عورتوں کے ساتھ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ راستے میں اپنے، بیگانے، عورتیں، مرد سب اُس پر لعنت کرتے جاتے تھے اور عورتیں اسے غدار کہہ کر پکار رہی تھیں۔ اور جو اپنی قوم پر تلوار چلا دے اس سے زیادہ غدار ہو بھی کون سکتا ہے۔ بہر صورت جب یہ مدینہ پہنچا تو حضرت ابوبکر نے اسے رہا کر دیا اور اسی موقع پر ام فروہ سے اس کا عقد ہوا۔

خطبہ ۲۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَإِنَّكُمْ لَوْ عَايَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ لَجَزِعْتُمْ وَ وَهِلْتُمْ وَ سَمِعْتُمْ وَ أَطَعْتُمْ. وَلٰكِنْ مَحْجُوبٌ عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوا. وَ قَرِيبٌ مَا

جن چیزوں کو تمہارے مرنے والوں نے دیکھا ہے اگر تم بھی دیکھ لیتے تو گھبرا جاتے اور سراسیمہ اور مضطرب ہو جاتے اور (حق کی بات) سنتے اور اس پر عمل کرتے۔ لیکن جو انہوں نے دیکھا ہے وہ ابھی تم سے پوشیدہ ہے اور قریب ہے کہ وہ پردہ اٹھا دیا جائے۔ اگر تم چشمِ بینا و گوشِ شنوا رکھتے ہو تو تمہیں

يُطْرَحُ الْحِجَابُ وَلَقَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ اَبْصَرْتُمْ وَ أُسْمِعْتُمْ إِنْ سَمِعْتُمْ وَ هُدِيتُمْ إِنِ اهْتَدَيْتُمْ بِحَقٍّ أَقُوْلُ لَكُمْ لَقَدْ جَاهَرَتْكُمُ الْعِبَرُ وَ زُجِرْتُمْ بِمَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ وَ مَا يُبَلِّغُ عَنِ اللّٰهِ بَعْدَ رُسُلِ السَّمَآءِ اِلَّا الْبَشَرُ

سنایا اور دکھایا جا چکا ہے اور ہدایت کی طلب ہے تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ عبرتیں تمہیں بلند آواز سے پکار چکی ہیں، اور دھمکانے والی چیزوں سے تمہیں دھمکایا جا چکا ہے۔ آسمانی رسولوں (فرشتوں) کے بعد بشر ہی ہوتے ہیں جو تم تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح میری زبان سے جو ہدایت ہو رہی ہے۔ درحقیقت اللہ کا پیغام ہے جو تم تک پہنچ رہا ہے۔

خطبہ ۲۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَاِنَّ الْغَايَةَ أَمَامَكُمْ وَ إِنَّ وَرَاءَكُمُ السَّاعَةَ تَحْدُوْكُمْ تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ اٰخِرُكُمْ (أَقُوْلُ إِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ لَوْ وُزِنَ بَعْدَ كَلَامِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَبَعْدَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِكُلِّ كَلَامٍ لَمَالَ بِهٖ رَاجِحًا وَبَرَزَ عَلَيْهِ سَابِقًا فَأَمَّا قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا فَمَا سُمِعَ كَلَامٌ أَقَلُّ مِنْهُ مَسْمُوْعًا وَلَا أَكْثَرُ مَحْصُوْلًا وَمَا أَبْعَدَ غَوْرَهَا مِنْ كَلِمَةٍ وَأَنْقَعَ نُطْفَتَهَا مِنْ حِكْمَةٍ وَقَدْ نَبَّهْنَا فِيْ كِتَابِ الْخَصَائِصِ عَلٰى عِظَمِ قَدْرِهَا وَشَرَفِ جَوْهَرِهَا۔

تمہاری منزل مقصود تمہارے سامنے ہے۔ موت کی ساعت تمہارے عقب میں ہے، جو تمہیں آگے کی طرف لے چل رہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو تاکہ آگے بڑھنے والوں کو پا سکو۔ تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جا رہا ہے۔ (کہ یہ بھی ان تک پہنچ جائیں) سید رضی فرماتے ہیں کہ کلام خدا و رسولؐ کے بعد جس کلام سے بھی ان کلمات کا موازنہ کیا جائے تو حسن و خوبی میں اُن کا پلّہ بھاری رہے گا اور ہر حیثیت سے بڑھے چڑھے رہیں گے اور آپ کا یہ ارشاد کہ تخففوا تلحقوا اس سے بڑھ کر تو کوئی جملہ سننے ہی میں نہیں آیا جس کے الفاظ کم ہوں اور معنی بہت ہوں۔ اللہ اکبر! کتنے اس کلمہ کے معنی بلند اور اس حکمت کا چشمہ صاف و شفاف ہے اور ہم نے اپنی کتاب خصائص میں اس فقرے کی عظمت اور اس کے معنی کی بلندی پر روشنی ڈالی ہے۔

خطبہ ۲۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

معلوم ہونا چاہیئے کہ شیطان نے اپنے گروہ کو بھڑکانا

أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ ذَمَّرَ
حِزْبَهُ وَاسْتَجْلَبَ جَلَبَهُ لِيَعُودَ
الْجَوْرُ إِلَى أَوْطَانِهِ وَيَرْجِعَ الْبَاطِلُ
إِلَى نِصَابِهِ وَاللّٰهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ
مُنْكَرًا وَلَا جَعَلُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ نِصْفًا
وَإِنَّهُمْ لَيَطْلُبُونَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوهُ وَ
دَمًا هُمْ سَفَكُوهُ۔ فَلَئِنْ كُنْتُ شَرِيكَهُمْ
فِيهِ فَإِنَّ لَهُمْ لَنَصِيبَهُمْ مِنْهُ وَلَئِنْ
كَانُوا وَلُوهُ دُونِي فَمَا التَّبِعَةُ إِلَّا
عِنْدَهُمْ وَإِنَّ أَعْظَمَ حُجَّتِهِمْ لَعَلَى
أَنْفُسِهِمْ يَرْتَضِعُونَ أُمًّا قَدْ فَطَمَتْ
وَيُحْيُونَ بِدْعَةً قَدْ أُمِيتَتْ يَا
خَيْبَةَ الدَّاعِي مَنْ دَعَا وَإِلَامَ
أُجِيبَ وَإِنِّي لَرَاضٍ بِحُجَّةِ اللّٰهِ
عَلَيْهِمْ۔ وَعِلْمِهِ فِيهِمْ فَإِنْ
أَبَوْا أَعْطَيْتُهُمْ حَدَّ السَّيْفِ۔ وَ
كَفَى بِهِ شَافِيًا مِنَ الْبَاطِلِ وَ
نَاصِرًا لِلْحَقِّ وَمِنَ الْعَجَبِ بَعْثُهُمْ
إِلَيَّ أَنْ أَبْرُزَ لِلطِّعَانِ وَأَنْ أَصْبِرَ
لِلْجِلَادِ هَبِلَتْهُمُ الْهَبُولُ لَقَدْ كُنْتُ
وَمَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ وَلَا
أُرْهَبُ بِالضَّرْبِ وَ
إِنِّي لَعَلَى يَقِينٍ مِنْ رَبِّي
وَغَيْرِ شُبْهَةٍ
مِنْ دِينِي۔

شروع کر دیا اور اپنی فوجیں فراہم کر لی ہیں تاکہ ظلم اپنی انتہا
کی حد تک اور باطل اپنے مقام پر پلٹ آئے۔ خدا کی قسم!
انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے
میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق
کا مطالبہ کرتے ہیں، جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور
اس خون کا عوض چاہتے ہیں، جسے انہوں نے خود بہایا ہے
اب اگر اس میں مَیں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان
کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وُہی اس کے مرتکب ہوئے
ہیں، مَیں نہیں تو پھر اُس کی سزا صرف انہی کو بھگتنا چاہیئے
جو سب سے بڑی دلیل وہ میرے خلاف پیش کریں گے وہ انہی
کے خلاف پڑے گی۔ وہ اس ماں کا دودھ پینا چاہتے ہیں
جس کا دودھ منقطع ہو چکا ہے۔ اور مری ہوئی بدعت کو
پھر سے زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ اُف کتنا نامراد یہ جنگ کے لئے
پکارنے والا ہے۔ یہ ہے کون جو للکارنے والا ہے، اور کس
مقصد کے لئے اس کی بات کو سنا جا رہا ہے اور میں تو اس
سے خوش ہوں کہ ان پر اللہ کی حجت تمام ہو چکی ہے اور ہر
چیز اس کے علم میں ہے۔ اگر ان لوگوں نے اطاعت سے انکار
کیا، تو میں تلوار کی باڑ ان کے سامنے رکھ دوں گا جو باطل
سے شفا دینے اور حق کی نصرت کے لئے کافی ہے۔ حیرت ہے
کہ وہ مجھے یہ پیغام بھیجتے ہیں کہ مَیں نیزہ زنی کے لئے میدان
میں اتر آؤں، اور تلواروں کی جنگ کے لئے جمنے پر تیار رہوں۔
رونے والیاں اُن کے غم میں روئیں۔ مَیں تو ہمیشہ ایسا رہا کہ جنگ
سے مجھے دھمکایا نہیں جا سکا اور شمشیر زنی سے خوفزدہ نہیں کیا
جا سکا اور میں اپنے پروردگار کی طرف سے یقین کے درجہ پر فائز ہوں
اور اپنے دین کی حقانیت میں مجھے کوئی شک نہیں ہے۔

لہ جب امیرالمومنین علیہ السلام پر قتل عثمان کی تہمت لگائی گئی تو اس غلط الزام کی تردید میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں الزام رکھنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ انتقام کی رٹ لگانے والے یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ تنہا میں ہی قاتل ہوں اور اس میں کوئی اور شریک نہ تھا اور نہ یہ کہہ کر سامنے کے واقعات کو جھٹلا سکتے ہیں کہ وہ خود اس سے بے تعلق تھے، تو پھر اس انتقام کے لئے مجھے ہی کیوں آگے دھر لیا ہے۔ میرے ساتھ اپنے کو بھی شریک کریں اور اگر میں اس سے بری الذمہ ہوں تو وہ تو خود اپنی برائت ثابت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس پاداش سے اپنے کو کیوں الگ کرتے ہیں۔

حقیقت امر یہ ہے کہ مجھے مُوردِ الزام ٹھہرانے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ میں اُن سے وُہی روش اختیار کروں جس کے یہ عادی رہ چکے ہیں۔ لیکن ان کو مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا چاہیئے کہ میں سابقہ دور کی بدعتوں کو پھر سے زندہ کروں۔ رہا جنگ کا سوال تو میں نہ اس سے کبھی ڈرا ہوں اور نہ اب خائف ہوں۔ میری نیت کو اللہ جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ انتقام کا سہارا لے کر کھڑے ہونے والے ہی ان کے خون سے ہاتھ رنگنے والے ہیں۔ چنانچہ تاریخ اس سے ہمنوا ہے کہ جن لوگوں نے اشتعال دلا کر اُن کی موت کا سر و سامان کیا تھا اور جنازہ پر پتھر برسوا کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے تک سے مانع ہوئے تھے وہ وُہی لوگ تھے، جو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں طلحہ ابنِ عبید اللہ۔ زبیر ابنِ عوام اور اُم المومنین عائشہ کا نام سرِ فہرست نظر آتا ہے اور دونوں موقعوں پر ان کی کوششیں نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں۔

چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں :۔

روی الناس الذین صنّفوا فی واقعة الدار ان طلحة کان یوم قتل عثمان مقنعا بثوب قد استتر عن اعین النّاس یرمی الدار بالسهام۔

جن لوگوں نے قتلِ عثمان کے سلسلے میں واقعات تحریر کئے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے قتل کے دن طلحہ کی یہ حالت تھی کہ وہ لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لئے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے حضرت عثمان کے گھر پر تیر بارانی کر رہے تھے۔

اور اس سلسلہ میں زبیر کے خیالات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :۔

ورووا ایضا ان الزبیر کان یقول اقتلوه فقد بدل دینکم فقالوا ان ابنك یحامی عنه بالباب فقال ما اکره ان یقتل عثمان ولو یدی بابنی ان عثمان لجیفة علی الصراط غدا۔

مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ زبیر یہ کہتے تھے کہ عثمان کو قتل کر دو۔ اُس نے تمہارا دین ہی بدل ڈالا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کا بیٹا تو ان کے دروازے پر کھڑا ہوا اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ خواہ میرا بیٹا ہی پہلے کام آ جائے۔ مگر عثمان قتل کر دیا جائے۔ یہ تو کل پل صراط پر مُردار کی صورت میں پڑا ہو گا۔

(شرح ابن ابی الحدید۔ ج ۲ ص ۴۰۴)

اور ام المومنین کے متعلق ابنِ عبدربہ لکھتے ہیں کہ :۔

دخل المغيرة ابن شعبة على عائشة فقالت يا ابا عبد الله لو رأيتني يوم الجمل قد انفذت النصل هودجي حتى وصل بعضها الى جلدي قال لها المغيرة وودت والله ان بعضها قتلك قالت يرحمك الله و لم تقول هٰذا قال لعلها تكون كفارة فى سعيك لعثمان ۔

(عقد الفريد ج ۳ ص ۸۷)

مغیرہ ابن شعبہ حضرت عائشہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ! کاش تم جمل کے موقعہ پر میری حالت دیکھتے کہ کس طرح تیر میرے ہودج کو چیرتے ہوئے نکل رہے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ تو میرے جسم سے ٹکرا جاتے تھے مغیرہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا تھا کہ ان میں سے ایک آدھ تیر آپ کا خاتمہ کر دیتا۔ آپ نے کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے یہ کیسی بات کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ اس لیے کہ حضرت عثمان کے خلاف جو آپ نے تگ و دو کی تھی اس کا کچھ تو کفارہ ہو جاتا۔

خطبہ ۲۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ كَقَطَرَاتِ الْمَطَرِ إِلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنْ زِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ لِأَخِيهِ غَفِيرَةً فِي أَهْلٍ أَوْ مَالٍ أَوْ نَفْسٍ فَلَا تَكُونَنَّ لَهُ فِتْنَةً فَإِنَّ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ مَا لَمْ يَغْشَ دَنَاءَةً تَظْهَرُ فَيَخْشَعُ لَهَا إِذَا ذُكِرَتْ وَتُغْرَى بِهَا لِئَامُ النَّاسِ كَانَ كَالْفَالِجِ الْيَاسِرِ الَّذِي يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ تُوجِبُ لَهُ الْمَغْنَمَ وَيُرْفَعُ بِهَا عَنْهُ الْمَغْرَمُ وَكَذَلِكَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ الْبَرِيءُ مِنَ الْخِيَانَةِ يَنْتَظِرُ مِنَ اللَّهِ إِحْدَى

ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہوتا ہے، اسے لے کر فرمانِ قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرات لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے اہل و مال و نفس میں فراوانی و وسعت پائے تو یہ چیز اس کے لئے کبیدگی خاطر کا سبب نہ بنے جب تک کوئی مرد مسلمان کسی ایسی ذلیل حرکت کا مرتکب نہیں ہوتا کہ جو ظاہر ہو جائے، تو اس کے تذکرہ سے اسے آنکھیں نیچی کرنا پڑیں اور جس سے ذلیل آدمیوں کی جرأت بڑھے۔ وہ اس کامیاب جواری کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے مرحلے پر ہی ایسی جیت کا متوقع ہوتا ہے، جس سے اُسے فائدہ حاصل ہو اور پہلے نقصان ہو بھی چکا ہے، تو وُہ دور ہو جائے۔ اسی طرح وہ مسلمان جو بد دیانتی سے پاک دامن ہو، دو اچھائیوں میں سے ایک کا منتظر رہتا ہے۔

الْحُسْنَيَيْنِ إِمَّا دَاعِيَ اللهِ فَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لَهُ وَإِمَّا رِزْقَ اللهِ فَإِذَا هُوَ ذُو أَهْلٍ وَمَالٍ وَمَعَهُ دِينُهُ وَحَسَبُهُ إِنَّ الْمَالَ وَالْبَنِينَ حَرْثُ الدُّنْيَا وَالْعَمَلَ الصَّالِحَ حَرْثُ الْآخِرَةِ وَقَدْ يَجْمَعُهُمَا اللهُ لِأَقْوَامٍ فَاحْذَرُوا مِنَ اللهِ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ وَاخْشَوْهُ خَشْيَةً لَيْسَتْ بِتَعْذِيرٍ۔ وَاعْمَلُوا فِي غَيْرِ رِيَاءٍ وَلَا سُمْعَةٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَعْمَلْ لِغَيْرِ اللهِ يَكِلْهُ اللهُ لِمَنْ عَمِلَ لَهُ نَسْأَلُ اللهَ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَمُعَايَشَةَ السُّعَدَاءِ وَمُرَافَقَةَ الْأَنْبِيَاءِ۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَسْتَغْنِي الرَّجُلُ وَإِنْ كَانَ ذَا مَالٍ عَنْ عَشِيرَتِهِ وَدِفَاعِهِمْ عَنْهُ بِأَيْدِيهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ وَهُمْ أَعْظَمُ النَّاسِ حِيطَةً مِنْ وَرَائِهِ وَأَلَمُّهُمْ لِشَعَثِهِ وَأَعْطَفُهُمْ عَلَيْهِ عِنْدَ نَازِلَةٍ إِذَا نَزَلَتْ بِهِ وَلِسَانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ اللهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُورِثُهُ غَيْرَهُ۔

(وَمِنْهَا)

أَلَا لَا يَعْدِلَنَّ أَحَدُكُمْ عَنِ الْقَرَابَةِ يَرَى بِهَا الْخَصَاصَةَ أَنْ يَسُدَّهَا بِالَّذِي لَا يَزِيدُهُ إِنْ أَمْسَكَهُ وَلَا يَنْقُصُهُ إِنْ

یا اللہ کی طرف سے بلاوا آئے تو اس شکل میں اللہ کے یہاں کی نعمتیں ہی اس کے لئے بہتر ہیں اور یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے (دُنیا کی) نعمتیں حاصل ہوں تو اس صورت میں اس کے مال بھی ہے اور اولاد بھی اور پھر اس کا دین اور عزتِ نفس بھی برقرار رہے۔ بیشک مال و اولاد دنیا کی کھیتی اور عمل صالح آخرت کی کشتِ زار ہے اور بعض لوگوں کے لئے اللہ ان دونوں چیزوں کو یکجا کر دیتا ہے۔ جتنا اللہ نے ڈرایا ہے اتنا اس سے ڈرتے رہو اور اتنا اس سے خوف کھاؤ کہ تمہیں عذر نہ کرنا پڑے۔ عمل بے ریا کرو اس لئے کہ جو شخص کسی اور کے لئے عمل کرتا ہے۔ اللہ اُس کو اسی کے حوالہ کر دیتا ہے ہم اللہ سے شہیدوں کی منزلت نیکوں کی ہمدمی اور انبیاء کی رفاقت کا سوال کرتے ہیں۔

اے لوگو! کوئی شخص بھی اگرچہ وہ مالدار ہو اپنے قبیلہ والوں اور اس امر سے کہ وہ اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے اس کی حمایت کریں بے نیاز نہیں ہو سکتا اور وہی لوگ سب سے زیادہ اس کے پشت پناہ اور اس کی پریشانیوں کو دُور کرنے والے اور مصیبت پڑنے کی صورت میں اس پر شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ اللہ جس شخص کا سچّا ذکرِ خیر لوگوں میں برقرار رکھتا ہے۔ تو یہ اس مال سے کہیں بہتر ہے۔ جس کا وہ دوسروں کو وارث بنا جاتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزء یہ ہے۔

دیکھو تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے قریبیوں کو فقر و فاقہ میں پائے تو ان کی احتیاج کو اس امداد سے

أَهْلَكَهُ وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ
فَإِنَّمَا تُقْبَضُ مِنْهُ عَنْهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ
وَتُقْبَضُ مِنْهُمْ عَنْهُ أَيْدٍ كَثِيرَةٌ وَ
مَنْ تَلِنْ حَاشِيَتُهُ يَسْتَدِمْ مِنْ قَوْمِهِ
الْمَوَدَّةَ (أَقُولُ الْغَفِيرَةُ هٰهُنَا الزِّيَادَةُ
وَالْكَثْرَةُ مِنْ قَوْلِهِمْ لِلْجَمْعِ الْكَثِيرِ
الْجَمُّ الْغَفِيرُ وَالْجَمَّاءُ الْغَفِيرُ وَ
يُرْوَى عَفْوَةً مِنْ أَهْلٍ أَوْ مَالٍ. وَ
الْعَفْوَةُ الْخِيَارُ مِنَ الشَّيْءِ يُقَالُ
أَكَلْتُ عَفْوَةَ الطَّعَامِ أَيْ خِيَارَهُ وَ
مَا أَحْسَنَ الْمَعْنَى الَّذِي أَرَادَهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بِقَوْلِهِ. وَمَنْ
يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ إِلَى
تَمَامِ الْكَلَامِ فَإِنَّ الْمُمْسِكَ
خَيْرَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ إِنَّمَا يُمْسِكُ
نَفْعَ يَدٍ وَاحِدَةٍ فَإِذَا احْتَاجَ إِلَى
نُصْرَتِهِمْ وَاضْطَرَّ إِلَى مُرَافَدَتِهِمْ
قَعَدُوا عَنْ نَصْرِهِ وَتَثَاقَلُوا عَنْ صَوْتِهِ
فَمُنِعَ تَرَافُدَ الْأَيْدِي الْكَثِيرَةِ وَ
تَنَاهُضَ الْأَقْدَامِ الْجَمَّةِ.

دُور کرنے میں پہلو تہی نہ کرے جس کے روکنے سے یہ کچھ
بڑھ نہ جائے گا اور صرف کرنے سے اس میں کچھ کمی نہ
ہوگی، جو شخص اپنے قبیلے کی اعانت سے ہاتھ روک لیتا
ہے۔ تو اس کا تو ایک ہاتھ رکتا ہے لیکن وقت پڑنے
پر بہت سے ہاتھ اُس کی مدد سے رُک جاتے ہیں جو شخص
نرم خو ہو وہ اپنی قوم کی محبت ہمیشہ باقی رکھ سکتا ہے
شریف رضی فرماتے ہیں کہ یہاں پر غفیرۃ کے معنی کثرت و
زیادتی کے ہیں اور یہ عربوں کے قول الجم الغفیر اور الجماء
الغفیر (اژدہام) سے ماخوذ ہے اور بعض روایتوں میں
غفیرہ کے بجائے عفوہ ہے اور عفوہ کسی شے کے عمدہ
اور منتخب حصہ کو کہتے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے اکلت عفوۃ
الطعام یعنی میں نے منتخب اور عمدہ کھانا کھایا۔ ومن
یقبض یدہ عن عشیرتہ (تا آخر کلام) کے متعلق فرماتے
ہیں کہ اس جملہ کے معنی کتنے حسین و دلکش ہیں۔ حضرت کی
مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے قبیلہ سے حُسنِ سلوک نہیں کرتا
تو اُس نے ایک ہی ہاتھ کی منفعت کو روکا۔ لیکن جب اُن
کی امداد کی ضرورت پڑے گی۔ اور ان کی ہمدردی و اعانت
کے لئے لاچار و مضطر ہوگا تو وُہ اِن سے بہت سے بڑھنے
والے ہاتھوں اور اٹھنے والے قدموں کی ہمدردیوں اور
چارہ سازیوں سے محروم ہو جائے گا۔

خطبہ ۲۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ!
وَلَعَمْرِي مَا عَلَيَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ
وَخَابَطَ الْغَيَّ مِنْ إِدْهَانٍ وَلَا إِيهَانٍ

مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں حق کے خلاف چلنے والوں
اور گمراہی میں بھٹکنے والوں سے جنگ میں کسی قسم کی رُو رعایت
اور سستی نہیں کروں گا۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو

فَاتَّقُوا اللّٰہَ عِبَادَ اللّٰہِ وَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ مِنَ اللّٰہِ وَامْضُوْا فِی الَّذِیْ نَهَجَهُ لَکُمْ وَ قُوْمُوْا بِمَا عَصَبَهُ بِکُمْ فَعَلِیٌّ ضَامِنٌ لِّفَلْجِکُمْ آجِلًا وَاِنْ لَّمْ تُمْنَحُوْهُ عَاجِلًا۔

اور اس کے غضب سے بھاگ کر اُس کے دامنِ رحمت میں پناہ لو، اللہ کی دکھائی ہُوئی راہ پر چلو اور اُس کے عائد کردہ احکام کو بجا لاؤ (اگر ایسا ہو تو) علی تمہاری نجاتِ اُخروی کا ضامن ہے۔ اگرچہ دُنیوی کامرانی تمہیں حاصل نہ ہو۔

خطبہ ۲۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَقَدْ تَوَاتَرَتْ عَلَيْهِ الْاَخْبَارُ بِاسْتِيْلَاءِ اَصْحَابِ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْبِلَادِ وَقَدِمَ عَلَيْهِ عَامِلَاهُ عَلَى الْيَمَنِ وَهُمَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ وَسَعِيْدُ بْنُ نَمْرَانَ لَمَّا غَلَبَ عَلَيْهِمَا بُسْرُ بْنُ اَبِیْ اَرْطَاةَ فَقَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْمِنْبَرِ ضَجِرًا بِتَثَاقُلِ اَصْحَابِهٖ عَنِ الْجِهَادِ وَ مُخَالَفَتِهِمْ لَهٗ فِی الرَّاْیِ فَقَالَ۔

جب امیر المومنینؑ کو پے در پے یہ اطلاعات ملیں کہ مُعاویہ کے اصحاب (آپ کے مقبوضہ) شہروں پر تسلط جما رہے ہیں اور یمن کے عامل عبید اللہ ابنِ عباس اور سپہ سالارِ لشکر سعید ابنِ نمران بسر ابن ابی ارطات سے مغلوب ہو کر حضرت کے پاس پلٹ آئے تو آپ اپنے اصحاب کی جہاد میں سُستی اور رائے کی خلاف ورزی سے بددل ہو کر منبر کی طرف بڑھے اور فرمایا۔

مَا هِیَ اِلَّا الْكُوْفَةُ اَقْبِضُهَا وَ اَبْسُطُهَا اِنْ لَّمْ تَكُوْنِیْ اِلَّا اَنْتِ تَهُبُّ اَعَاصِيْرُكِ فَقَبَّحَكِ اللّٰهُ۔ (وَتَمَثَّلَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ):

یہ عالم ہے اِس کوفہ کا، جس کا بندوبست میرے ہاتھ میں ہے (اے شہرِ کوفہ) اگر تیرا یہی عالم رہا کہ تجھ میں آندھیاں چلتی رہیں، تو خُدا تجھے غارت کرے۔ پھر آپ نے شاعر کا یہ شعر بطورِ تمثیل پڑھا۔

لَعَمْرُ اَبِيْكَ الْخَيْرِ يَا عَمْرُو اِنَّنِیْ
عَلٰى وَضَرٍ مِّنْ ذَا الْاِنَاءِ قَلِيْلِ

اے عمرو! تیرے اچھے باپ کی قسم، مجھے تو اس برتن سے تھوڑی سی چکناہٹ ہی ملی ہے (جو برتن کے خالی ہونے کے بعد اس میں لگی رہ جاتی ہے)

(ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اُنْبِئْتُ بُسْرًا قَدِ اطَّلَعَ الْيَمَنَ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَظُنُّ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ سَيُدَالُوْنَ

مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ بسر یمن پر چھا گیا ہے۔ بخدا میں تو اب اُن لوگوں کے متعلق یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ وہ عنقریب سلطنت و دولت کو تم سے ہتیا لیں گے، اس لئے کہ وہ (مرکزِ) باطل پر متحد و یکجا ہیں اور تم اپنے (مرکزِ) حق سے پراگندہ و

مِنْكُمْ بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلٰى بَاطِلِهِمْ وَ
تَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ وَ بِمَعْصِيَتِكُمْ
إِمَامَكُمْ فِي الْحَقِّ وَطَاعَتِهِمْ إِمَامَهُمْ
فِي الْبَاطِلِ وَبِأَدَائِهِمُ الْأَمَانَةَ إِلٰى
صَاحِبِهِمْ وَخِيَانَتِكُمْ وَبِصَلَاحِهِمْ فِي
بِلَادِهِمْ وَفَسَادِكُمْ فَلَوِ ائْتَمَنْتُ
أَحَدَكُمْ عَلٰى قَعْبٍ لَخَشِيتُ أَنْ يَذْهَبَ
بِعِلَاقَتِهِ. اَللّٰهُمَّ إِنِّي قَدْ مَلِلْتُهُمْ
وَمَلُّونِي وَسَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُونِي فَأَبْدِلْنِي
بِهِمْ خَيْرًا مِنْهُمْ وَأَبْدِلْهُمْ بِي شَرًّا
مِنِّي أَللّٰهُمَّ مُثْ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ الْمِلْحُ
فِي الْمَاءِ. أَمَا وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ لِي بِكُمْ
أَلْفَ فَارِسٍ مِنْ بَنِي فِرَاسِ بْنِ غَنْمٍ

هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ أَتَاكَ مِنْهُمْ!
فَوَارِسُ مِثْلُ أَرْمِيَةِ الْحَمِيمِ!

ثُمَّ نَزَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمِنْبَرِ.

أَقُولُ الْأَرْمِيَةُ جَمْعُ رَمِيٍّ وَ
هُوَ السَّحَابُ وَالْحَمِيمُ هٰهُنَا
وَقْتُ الصَّيْفِ وَإِنَّمَا خَصَّ الشَّاعِرُ
سَحَابَ الصَّيْفِ بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُ
أَشَدُّ جُفُولًا وَ أَسْرَعُ خُفُوفًا
لِأَنَّهُ لَا مَاءَ فِيهِ وَإِنَّمَا يَكُونُ
السَّحَابُ ثَقِيلَ السَّيْرِ لِامْتِلَائِهِ
بِالْمَاءِ وَ ذٰلِكَ لَا يَكُونُ فِي الْأَكْثَرِ
إِلَّا زَمَانَ الشِّتَاءِ وَ إِنَّمَا

منتشر۔ تم امرِ حق میں اپنے امام کے نافرمان اور وہ باطل میں
بھی اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ وہ اپنے ساتھی
(معاویہ) کے ساتھ امانت داری کے فرض کو پورا کرتے ہیں
اور تم خیانت کرنے سے نہیں چوکتے۔ وہ اپنے شہروں میں
امن بحال رکھتے ہیں اور تم شورشیں برپا کرتے ہو میں
اگر تم میں سے کسی کو لکڑی کے ایک پیالے کا بھی امین
بناؤں تو یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ اس کے کنڈے کو توڑ کر
لے جائے گا۔ اے اللہ وہ مجھ سے تنگ دل ہو چکے
ہیں اور میں اُن سے۔ وہ مجھ سے اُکتا چکے ہیں اور میں
اُن سے۔ مجھے اُن کے بدلے میں اچھے لوگ عطا کر اور
میرے بدلے میں انہیں کوئی اور بُرا حاکم دے۔ خدایا ان
کے دلوں کو اس طرح (اپنے غضب سے) پگھلا دے جس
طرح نمک پانی میں گھول دیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم میں
اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ تمہارے بجائے میرے
پاس بنی فراس ابن غنم کے ایک ہی ہزار سوار ہوتے ایسے
(جن کا وصف شاعر نے یہ بیان کیا ہے کہ) اگر تم کسی
موقعہ پر انہیں پکارو، تو تمہارے پاس ایسے سوار
پہنچیں جو تیز روی میں گرمیوں کے ابر کے مانند ہیں
اس کے بعد حضرت منبر سے نیچے اُتر آئے۔

سیّد رضی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس شعر میں
لفظ ارمیہ رمی کی جمع ہے، جس کے معنی ابر کے ہیں اور
حمیم کے معنی یہاں پر موسم گرما کے ہیں اور شاعر نے گرمیوں
کے ابر کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ سریع السیر اور تیز
رفتار ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پانی سے خالی
ہوتا ہے اور ابر سست گام اس وقت ہوتا ہے جب اس

أَرَادَ الشَّاعِرُ وَصْفَهُمْ بِالسُّرْعَةِ إِذَا دُعُوْا وَالْإِغَاثَةِ إِذَا اسْتُغِيْثُوْا وَالدَّلِيْلُ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُهٗ هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ أَتَاكَ مِنْهُمْ۔

میں پانی بھرا ہوا ہو اور ایسے ابر (ملکِ عرب میں) عموماً سردیوں میں اُٹھتے ہیں۔ اس شعر سے شاعر کا مقصود یہ ہے کہ انہیں جب مدد کے لئے پکارا جاتا ہے اور ان سے فریاد رسی کی جاتی ہے تو وہ تیزی سے بڑھتے ہیں اور اس کی دلیل شعر کا پہلا مصرع ہے۔ هنالك لو دعوت اتاك منهم (اگر تم پکارو تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔

ل جب تحکیم کے بعد معاویہ کے قدم مضبوطی سے جم گئے تو اس نے اپنا دائرہ سلطنت وسیع کرنے کے لئے امیرالمومنین کے مقبوضہ شہروں پر قبضہ جمانے کی تدبیریں شروع کر دیں اور مختلف علاقوں میں اپنی فوجیں بھیج دیں تاکہ وہ جبر و تشدد سے امیرِ شام کے لئے بیعت حاصل کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بسر ابن ابی ارطاۃ کو حجاز روانہ کیا جس نے حجاز سے لے کر یمن تک ہزاروں بے گناہوں کے خون بہائے، قبیلوں کے قبیلے زندہ آگ میں جلا دیئے اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو قتل کیا یہاں تک کہ عبیداللہ ابنِ عباس والیِ یمن کے دو کمسن بچوں قثم اور عبدالرحمٰن کو ان کی ماں حوریہ بنت خالد کے سامنے ذبح کر دیا۔

امیرالمومنین کو جب اس کی سفاکیوں اور خونریزیوں کا علم ہوا تو آپ نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ کرنا چاہا مگر پیہم جنگ آزمائیوں کی وجہ سے لوگ جنگ سے جی چھوڑ بیٹھے تھے اور سرگرمی کے بجائے بددلی ان میں پیدا ہو چکی تھی۔ حضرت نے جب ان کو جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے دیکھا تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انہیں حمیت و غیرت دلائی ہے، اور دشمن کی باطل نوازیوں اور ان کے مقابلے میں ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کر کے انہیں جہاد پر اُبھارا ہے۔ آخر جاریہ ابن قدامہ نے آپ کی آواز پر لبیک کہی، اور دو ہزار کے لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کا پیچھا کر کے اسے امیرالمومنین کے مقبوضات سے نکال باہر کیا۔

خطبہ ۲۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَذِيْرًا لِّلْعَالَمِيْنَ وَأَمِيْنًا عَلَى التَّنْزِيْلِ۔ وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلٰى شَرِّ دِيْنٍ وَفِيْ شَرِّ دَارٍ، مُنِيْخُوْنَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام جہانوں کو (ان کی بداعمالیوں سے) متنبہ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب اُس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے۔ کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود و باش رکھتے تھے تم گدلا پانی پیتے اور موٹا جھوٹا کھاتے تھے، ایک دوسرے کا خون بہاتے اور رشتہ قرابت قطع کیا کرتے تھے

وَحَيَّاتٍ صُمٍّ تَشْرَبُونَ الْكَدِرَ وَ تَأْكُلُونَ الْجَشِبَ وَ تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَ تَقْطَعُونَ أَرْحَامَكُمْ الْأَصْنَامُ فِيكُمْ مَنْصُوبَةٌ وَ الْآثَامُ بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ۔ (وَمِنْهَا) فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي مُعِينٌ إِلَّا أَهْلُ بَيْتِي فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ وَ أَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذَىٰ وَ شَرِبْتُ عَلَى الشَّجَى۔ وَصَبَرْتُ عَلَى أَخْذِ الْكَظَمِ وَعَلَى أَمَرَّ مِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ (وَمِنْهَا) وَلَمْ يُبَايِعْ حَتَّى شَرَطَ أَنْ يُؤْتِيَهُ عَلَى الْبَيْعَةِ ثَمَنًا فَلَا ظَفِرَتْ يَدُ الْبَائِعِ وَخَزِيَتْ أَمَانَةُ الْمُبْتَاعِ فَخُذُوا لِلْحَرْبِ أُهْبَتَهَا وَ أَعِدُّوا لَهَا عُدَّتَهَا فَقَدْ شَبَّ لَظَاهَا وَعَلَا سَنَاهَا وَاسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ فَإِنَّهُ أَدْعَى إِلَى النَّصْرِ۔

تمہارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چپٹے ہوئے تھے

اسی خطبہ کا ایک حصّہ یہ ہے :۔
میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا، تو مجھے اپنے اہل بیت کے علاوہ کوئی اپنا معین و مددگار نظر نہ آیا۔ میں نے انہیں موت کے مُنہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی، حلق میں پھندے تھے مگر میں نے غم و غصہ کے گھونٹ پی لئے اور گلوگرفتگی کے باوجود حنظل سے زیادہ تلخ حالات پر صبر کیا۔

اسی خطبہ کا ایک جزء یہ ہے[1]۔ اس نے اس وقت تک معاویہ کی بیعت نہیں کی۔ جب تک یہ شرط اس سے منوا نہ لی کہ وہ اس بیعت کی قیمت ادا کرے اس بیعت کرنے والے کے ہاتھوں کو فتح و فیروز مندی نصیب نہ ہو اور خریدنے والے کے معاہدے کو ذلت و رسوائی حاصل ہو (لو اب وقت آگیا کہ) تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اس کے لئے سازوسامان مہیا کر لو۔ اس کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں اور لپٹیں بلند ہو رہی ہیں اور جامۂ صبر پہن لو، کہ اِس سے نصرت و کامرانی حاصل ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

---

[1] حضرت نے نہروان کی طرف متوجہ ہونے سے قبل ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس کے تین ٹکڑے یہ ہیں۔ پہلے ٹکڑے میں بعثت سے قبل جو عرب کی حالت تھی۔ اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور دوسرے حصّے میں رسول ؐ کی رحلت کے بعد جن حالات نے آپ کو گوشۂ عزلت میں بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور تیسرے حصّے میں مُعاویہ اور عمرو بن عاص کے درمیان جو قول و قرار ہوا تھا اس کا ذکر کیا ہے۔ اس باہمی معاہدہ کی صورت یہ تھی کہ جب امیرالمؤمنین نے جریر ابنِ عبداللہ بجلی کو بیعت لینے کے لئے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اس نے جریر کو جواب دینے کے بہانے روک لیا اور اس دوران میں اہل شام کو ٹٹولنا شروع کیا کہ وہ کہاں تک اس کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ جب اُن کو خونِ عثمان کے انتقام پر اُبھار کر اپنا ہمنوا بنا لیا تو اپنے بھائی عتبہ ابنِ ابی سفیان سے مشورہ کیا۔ اُس نے رائے دی کہ اگر اس کام میں عمرو ابنِ عاص کو ساتھ ملا

لیا جائے تو وہ اپنی سوجھ بوجھ سے بہت سی مشکلوں کو آسان کر سکتا ہے لیکن وہ یوں ہی تمہارے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی منہ مانگی قیمت حاصل نہ کرے گا۔ اگر تم اس کے لئے تیار ہو تو وہ تمہارے لئے بہترین مشیر و معاون ثابت ہوگا۔ معاویہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عمرو ابن عاص کو بلا کر اس سے گفتگو کی اور آخر یہ طے پایا کہ وہ حکومت مصر کے بدلے میں امیرالمومنین کو موردِ الزام ٹھہرا کر قتل عثمان کا انتقام لے گا اور جس طرح بن پڑے گا معاویہ کے شامی اقتدار کو متزلزل نہ ہونے دے گا۔ چنانچہ ان دونوں نے معاہدہ کی پابندی کی اور اپنے قول و قرار کو پوری طرح نباہا۔

خطبہ ۲۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَتَحَهُ اللهُ لِخَاصَّةِ أَوْلِيَائِهِ وَ هُوَ لِبَاسُ التَّقْوَى وَدِرْعُ اللهِ الْحَصِينَةُ وَ جُنَّتُهُ الْوَثِيقَةُ فَمَنْ تَرَكَهُ رَغْبَةً عَنْهُ أَلْبَسَهُ اللهُ ثَوْبَ الذُّلِّ وَ شَمِلَهُ الْبَلَاءُ وَ دُيِّثَ بِالصَّغَارِ وَالْقَمَاءِ وَ ضُرِبَ عَلَى قَلْبِهِ بِالْأَسْدَادِ وَ أُدِيلَ الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْيِيعِ الْجِهَادِ وَ سِيمَ الْخَسْفَ وَ مُنِعَ النَّصَفُ أَلَا وَ إِنِّي قَدْ دَعَوْتُكُمْ إِلَى قِتَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَيْلًا وَّ نَهَارًا وَّ سِرًّا وَّ إِعْلَانًا وَّ قُلْتُ لَكُمْ اُغْزُوهُمْ قَبْلَ أَنْ يَغْزُوكُمْ فَوَاللهِ مَا غُزِيَ قَوْمٌ وَقَطُّ فِي عُقْرِ دَارِهِمْ إِلَّا ذَلُّوا فَتَوَاكَلْتُمْ وَ تَخَاذَلْتُمْ حَتّٰى شُنَّتْ عَلَيْكُمُ الْغَارَاتُ وَ مُلِكَتْ عَلَيْكُمُ الْأَوْطَانُ وَ هٰذَا أَخُو غَامِدٍ

جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لئے کھولا ہے۔ یہ پرہیزگاری کا لباس اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے جو اس سے پہلو بچاتے ہوئے اُسے چھوڑ دیتا ہے۔ خدا اُسے ذلت و خواری کا لباس پہنا اور مصیبت و ابتلا کی ردا اوڑھا دیتا ہے اور ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ اور مدہوشی و غفلت کا پردہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے اور جہاد کو ضائع و برباد کرنے سے حق اس کے ہاتھ سے لے لیا جاتا ہے۔ ذلت اُسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے روک لیا جاتا ہے۔ میں نے اس قوم سے لڑنے کے لئے رات بھی اور دن بھی علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی تمہیں پکارا اور للکارا، اور تم سے کہا کہ قبل اس سے کہ وہ جنگ کے لئے بڑھیں تم ان پر دھاوا بول دو۔ خدا کی قسم جن افراد قوم پر ان کے گھروں کے حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے۔ وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پر ٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد سے پہلو بچانے لگے۔ یہاں تک کہ تم پر غارت گریاں ہوئیں اور تمہارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔ اسی بنی غامد کے آدمی (سفیان ابن عوف) ہی

وَقَدْ وَرَدَتْ خَيْلُهُ الْأَنْبَارَ وَ قَدْ
قَتَلَ حَسَّانَ ابْنَ حَسَّانَ الْبَكْرِيَّ وَ
أَزَالَ خَيْلَكُمْ عَنْ مَسَالِحِهَا وَ لَقَدْ
بَلَغَنِي أَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ يَدْخُلُ
عَلَى الْمَرْأَةِ الْمُسْلِمَةِ وَ الْأُخْرَى
الْمُعَاهَدَةِ فَيَنْتَزِعُ حِجْلَهَا وَ قُلُبَهَا وَ
قَلَائِدَهَا وَرِعَاثَهَا مَا تَمْتَنِعُ مِنْهُ إِلَّا
بِالْاِسْتِرْجَاعِ وَالْاِسْتِرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفُوا
وَافِرِينَ مَا نَالَ رَجُلًا مِنْهُمْ كَلْمٌ وَلَا
أُرِيقَ لَهُمْ دَمٌ فَلَوْ أَنَّ امْرَأً مُسْلِمًا
مَاتَ مِنْ بَعْدِ هَذَا أَسَفًا مَا كَانَ بِهِ
مَلُومًا بَلْ كَانَ بِهِ عِنْدِي جَدِيرًا
فَيَا عَجَبًا وَاللهِ يُمِيتُ الْقَلْبَ وَ
يَجْلِبُ الْهَمَّ مِنِ اجْتِمَاعِ هَؤُلَاءِ
الْقَوْمِ عَلَى بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقِكُمْ عَنْ
حَقِّكُمْ فَقُبْحًا لَكُمْ وَ تَرَحًا حِينَ
صِرْتُمْ غَرَضًا يُرْمَى يُغَارُ عَلَيْكُمْ وَ
لَا تُغِيرُونَ وَتُغْزَوْنَ وَلَا تَغْزُونَ وَ
يُعْصَى اللهُ وَتَرْضَوْنَ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ
بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي أَيَّامِ الصَّيْفِ قُلْتُمْ
هَذِهِ حَمَارَّةُ الْقَيْظِ أَمْهِلْنَا يُسَبَّخْ عَنَّا
الْحَرُّ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ
فِي الشِّتَاءِ قُلْتُمْ هَذِهِ صَبَارَّةُ الْقُرِّ
أَمْهِلْنَا يَنْسَلِخْ عَنَّا الْبَرْدُ كُلُّ هَذَا
فِرَارًا مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ۔

کو دیکھ لو کہ اس کی فوج کے سوار (شہر) انبار کے اندر پہنچ
گئے اور حسان ابنِ حسان بکری کو قتل کر دیا اور تمہارے محافظ
سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا اور مجھے تو یہ اطلاعات بھی
ملی ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمان اور ذمی عورتوں
کے گھروں میں گھس جاتا تھا اور ان کے پیروں سے کڑے
(ہاتھوں سے کنگن) اور گلو بند اور گوشوارے اتار لیتا تھا
اور ان کے پاس اس سے حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ
آتا تھا۔ سوا اس کے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
کہتے ہوئے صبر سے کام لیں یا خوشامدیں کر کے اس سے
رحم کی التجا کریں۔ وہ لدے پھندے ہوئے پلٹ گئے
نہ کسی کے زخم آیا نہ کسی کا خون بہا۔ اب اگر کوئی مسلمان
ان سانحات کے بعد رنج و ملال سے مر جائے تو اُسے ملامت
نہیں کی جا سکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیئے۔
العجب ثم العجب خدا کی قسم ان لوگوں کا باطل پر ایکا
کر لینا اور تمہاری جمعیت کا حق سے منتشر ہو جانا۔ دل
کو مردہ کر دیتا ہے اور رنج و اندوہ بڑھا دیتا ہے تمہارا
بُرا ہو۔ تم غم و حزن میں مبتلا رہو۔ تم تو تیروں کا از خود نشانہ
بنے ہوئے ہو، تمہیں ہلاک و تاراج کیا جا رہا ہے مگر تمہارے
قدم حملے کے لئے نہیں اٹھتے۔ وہ تم سے لڑ بھڑ رہے ہیں
اور تم جنگ سے جی چراتے ہو۔ اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی
ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو۔ اگر گرمیوں میں تمہیں ان کی طرف
بڑھنے کے لئے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ انتہائی شدت
کی گرمی کا زمانہ ہے۔ اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا زور ٹوٹ
جائے۔ اور اگر سردیوں میں چلنے کے لئے کہتا ہوں تو تم یہ
کہتے ہو کہ کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے، اتنا ٹھہر جائیے کہ سردی

فَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ مِنَ السَّيْفِ أَفَرُّ. يَا أَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَلَا رِجَالَ حُلُوْمُ الْأَطْفَالِ وَعُقُوْلُ رَبَّاتِ الْحِجَالِ لَوَدِدْتُ أَنِّيْ لَمْ أَرَكُمْ وَلَمْ أَعْرِفْكُمْ. مَعْرِفَةٌ وَاللّٰهِ جَرَّتْ نَدَمًا وَأَعْقَبَتْ سَدَمًا قَاتَلَكُمُ اللّٰهُ لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِيْ قَيْحًا وَشَحَنْتُمْ صَدْرِيْ غَيْظًا. وَجَرَّعْتُمُوْنِيْ نُغَبَ التَّهْمَامِ أَنْفَاسًا. وَأَفْسَدْتُّمْ عَلَيَّ رَأْيِيْ بِالْعِصْيَانِ وَالْخِذْلَانِ حَتّٰى قَالَتْ قُرَيْشٌ إِنَّ ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ وَلٰكِنْ لَا عِلْمَ لَهٗ بِالْحَرْبِ.

کا موسم گزر جائے۔ یہ سب سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے باتیں ہیں۔ جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو تو پھر خدا کی قسم! تم تلواروں کو دیکھ کر اُس سے کہیں زیادہ بھاگو گے۔ اے مَردوں کی شکل و صورت والے نامردو! تمہاری عقلیں بچّوں کی سی، اور تمہاری سمجھ حجلہ نشین عورتوں کے مانند ہے۔ میں تو یہی چاہتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا، نہ تم سے جان پہچان ہوتی۔ ایسی شناسائی جو ندامت کا سبب اور رنج و اندوہ کا باعث بنی ہے۔ اللہ تمہیں مارے، تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے۔ اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے مجھے غم و حزن کے جرعے پے در پے پلائے، نافرمانی کر کے میری تدبیر و رائے کو تباہ کر دیا۔ یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ علی ہے تو مردِ شجاع۔ لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں۔

لِلّٰهِ أَبُوْهُمْ وَهَلْ أَحَدٌ مِّنْهُمْ أَشَدُّ لَهَا مِرَاسًا وَأَقْدَمُ فِيْهَا مَقَامًا مِّنِّيْ لَقَدْ نَهَضْتُ فِيْهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعِشْرِيْنَ، وَهَا أَنَا ذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّيْنَ وَلٰكِنْ لَا رَأْيَ لِمَنْ لَا يُطَاعُ.

اللہ اُن کا بھلا کرے، کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزاولت رکھنے والا اور میدانِ وغا میں میرے پہلے سے کارنمایاں کئے ہوئے ہو، میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب کے لئے اٹھ کھڑا ہوا، اور اب تو ساٹھ سے اوپر ہو گیا ہوں، لیکن اُس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔

لہ جنگِ صفین کے بعد معاویہ نے ہر طرف کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا تھا اور امیرالمومنین کے مقبوضہ شہروں پر جارحانہ اقدامات شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہیت، انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لئے سفیان ابنِ عوف غامدی کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ پہلے تو ہیت پہنچا، مگر اسے خالی پا کر انبار کی طرف بڑھ نکلا۔ یہاں پر امیرالمومنین کی طرف سے پانچ سو سپاہیوں کا ایک دستہ حفاظت کے لئے مقرر تھا۔ مگر وہ معاویہ کے اس لشکر جرار کو دیکھ کر جم نہ سکا صرف

سو آدمی اپنے مقام پر جمے رہے اور انہوں نے جہاں تک ممکن تھا، ڈٹ کر مقابلہ بھی کیا۔ مگر دشمن کی فوج نے مل کر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کے بھی قدم اکھڑ گئے اور رئیس لشکر حسان ابن حسان بکری تیس آدمیوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔ جب میدان خالی ہو گیا، تو دشمنوں نے پوری آزادی کے ساتھ انبار کو لوٹا اور شہر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

امیر المومنین کو جب اس حملہ کی اطلاع ملی، تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو دشمن کی سرکوبی کے لئے ابھارا، اور جہاد کی دعوت دی مگر کسی طرف سے صدائے "لبیک" بلند نہ ہوئی، تو آپ پیچ و تاب کھاتے ہوئے منبر سے نیچے اتر آئے، اور اسی عالم میں پیادہ پا دشمن کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا، تو ان کی غیرت و حمیت بھی جوش میں آئی، اور وہ بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔ جب وادی نخیلہ میں پہنچ کر حضرت نے منزل کی، تو ان لوگوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا، اور باصرار کہنے لگے کہ یا امیر المومنین آپ پلٹ جائیں۔ ہم فوج دشمن سے نپٹ لینے کے لئے کافی ہیں۔ جب ان لوگوں کا اصرار حد سے بڑھا، تو آپ پلٹنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور سعید ابن قیس آٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ادھر روانہ ہو گئے۔ مگر سفیان ابن عوف کا لشکر جا چکا تھا اور سعید ابن قیس بے لڑے واپس آئے۔ جب سعید کوفہ پہنچے، تو ابن ابی الحدید کی روایت کی بنا پر حضرت رنج و اندوہ کے عالم میں باب السدہ پر آ کر بیٹھ گئے اور ناسازی طبیعت کی وجہ سے یہ خطبہ لکھ کر اپنے غلام سعد کو دیا کہ وہ پڑھ کر سنا دے۔ مگر مبرد نے ابن عائشہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ مقام نخیلہ میں ایک بلندی پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا، اور ابن میثم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

خطبہ ۲۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اَدْبَرَتْ وَاٰذَنَتْ بِوَدَاعٍ. وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدْ اَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ اَلَا وَاِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ. وَغَدًا السِّبَاقُ وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَالْغَايَةُ النَّارُ اَفَلَا تَائِبٌ مِّنْ خَطِيْٓئَتِهٖ قَبْلَ مَنِيَّتِهٖ؟ اَلَا عَامِلٌ لِّنَفْسِهٖ قَبْلَ يَوْمِ بُؤْسِهٖ؟ اَلَا وَاِنَّكُمْ فِيْٓ اَيَّامِ اَمَلٍ مِّنْ وَّرَآئِهٖ اَجَلٌ فَمَنْ عَمِلَ فِيْٓ اَيَّامِ اَمَلِهٖ قَبْلَ حُضُوْرِ

دنیا نے پیٹھ پھرا کر اپنے رخصت ہونے کا اعلان اور منزل عقبیٰ نے سامنے آ کر اپنی آمد سے آگاہ کر دیا ہے۔ آج کا دن تیاری کا ہے، اور کل دوڑ کا ہو گا۔ جس طرف آگے بڑھنا ہے، وہ تو جنت ہے اور جہاں کچھ اشخاص (اپنے اعمال کی بدولت بلا اختیار) پہنچ جائیں گے، وہ دوزخ ہے کیا موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا کوئی نہیں اور کیا اس روز مصیبت کے آنے سے پہلے عمل (خیر) کرنے والا ایک بھی نہیں، تم امیدوں کے دور میں ہو جس کے پیچھے موت کا ہنگام ہے۔ تو جو شخص موت سے پہلے ان امیدوں کے دنوں میں عمل کر لیتا ہے۔ تو یہ عمل اس کے لئے

أَجَلِهٖ فَقَدْ نَفَعَهٗ عَمَلُهٗ وَلَمْ يَضْرُرْهُ
أَجَلُهٗ، وَمَنْ قَصَّرَ فِيْ اَيَّامِ اَمَلِهٖ قَبْلَ حُضُوْرِ
اَجَلِهٖ فَقَدْ خَسِرَ عَمَلُهٗ ۔ وَضَرَّهٗ اَجَلُهٗ۔
اَلَا فَاعْمَلُوْا فِي الرَّغْبَةِ كَمَا تَعْمَلُوْنَ
فِي الرَّهْبَةِ ۔ اَلَا وَاِنِّيْ لَمْ اَرَ كَالْجَنَّةِ
نَامَ طَالِبُهَا وَلَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا
اَلَا وَاِنَّهٗ مَنْ لَّا يَنْفَعُهُ الْحَقُّ يَضُرُّهُ
الْبَاطِلُ وَمَنْ لَّا يَسْتَقِيْمُ بِهِ الْهُدٰى
يَجُرُّ بِهِ الضَّلَالُ اِلَى الرَّدٰى ۔ اَلَا وَ
اِنَّكُمْ قَدْ اُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ ۔ وَدُلِلْتُمْ
عَلَى الزَّادِ وَاِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ
عَلَيْكُمُ اتِّبَاعُ الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ تَزَوَّدُوْا
فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تُحْرِزُوْنَ بِهٖ اَنْفُسَكُمْ
غَدًا ۔ (اَقُوْلُ) اِنَّهٗ لَوْ كَانَ كَلَامٌ يَاْخُذُ
بِالْاَعْنَاقِ اِلَى الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَ
يَضْطَرُّ اِلٰى عَمَلِ الْاٰخِرَةِ لَكَانَ هٰذَا
الْكَلَامَ ۔ وَكَفٰى بِهٖ قَاطِعًا لِعَلَائِقِ
الْاٰمَالِ ۔ وَقَادِحًا زِنَادَ الْاِتِّعَاظِ وَ
الْاِزْدِجَارِ ۔ وَمِنْ اَعْجَبِهٖ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ
السَّلَامُ (اَلَا وَاِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ
وَغَدًا السِّبَاقُ ۔ وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَ
الْغَايَةُ النَّارُ) فَاِنَّ فِيْهِ مَعَ فَخَامَةِ
اللَّفْظِ وَعِظَمِ قَدْرِ الْمَعْنٰى وَصَادِقِ
التَّمْثِيْلِ وَوَاقِعِ التَّشْبِيْهِ سِرًّا عَجِيْبًا
وَمَعْنًى لَطِيْفًا وَهُوَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

سُود مند ثابت ہوتا ہے اور موت اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی
اور جو شخص موت سے قبل زمانہ اُمید و آرزو میں کوتاہیاں
کرتا ہے، تو وہ عمل کے اعتبار سے نقصان رسیدہ رہتا ہے
اور موت اس کے لئے پیغامِ ضرر لے کر آتی ہے۔ لہٰذا
جس طرح اس وقت جب ناگوار حالات کا اندیشہ ہو،
نیک اعمال میں منہمک ہوتے ہو، ویسا ہی اس وقت بھی
نیک اعمال کرو۔ جب کہ مستقبل کے آثار مسرت افزا محسوس
ہو رہے ہوں۔ مجھے جنّت ہی ایسی چیز نظر آتی ہے جس
کا طلب گار سویا پڑا ہو اور جہنم ہی ایسی شے دکھائی دیتی
ہے۔ جس سے دُور بھاگنے والا خوابِ غفلت میں محو ہو
جو حق سے فائدہ نہیں اٹھاتا، اسے باطل کا نقصان و ضرر
اٹھانا پڑے گا۔ جس کو ہدایت ثابت قدم نہ رکھے اسے
گمراہی ہلاکت کی طرف کھینچ لے جائے گی۔ تمہیں کوچ
کا حکم مل چکا ہے۔ اور زادِ راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے
مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ دو ہی چیزوں
کا خطرہ ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے
اُمیدوں کا پھیلاؤ۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے۔ اس سے
اتنا زاد لے لو، جس سے کل اپنے نفسوں کو بچا سکو۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ اگر کوئی کلام گردن پکڑ کر زہد
دنیوی کی طرف لانے والا اور عملِ اخروی کے لئے مجبور
مضطر کر دینے والا ہو سکتا ہے تو وہ کلام ہے جو امیدوں
کے بندھنوں کو توڑنے اور وعظ و سرزنش سے اثر پذیری
کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے کافی ووافی ہے اس
خطبے میں یہ جملہ: "الاوان الیوم المضمار وغدا السباق
السبقة الجنة والغایة النار" تو بہت ہی عجیب و

(وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَالْغَايَةُ النَّارُ) فَخَالَفَ بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ لِاخْتِلَافِ الْمَعْنَيَيْنِ وَلَمْ يَقُلِ السَّبَقَةُ النَّارُ كَمَا قَالَ۔ اَلسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ لِاَنَّ الْاِسْتِبَاقَ اِنَّمَا يَكُونُ اِلیٰ اَمْرٍ مَحْبُوْبٍ وَّغَرَضٍ مَّطْلُوْبٍ وَهٰذِهٖ صِفَةُ الْجَنَّةِ وَلَيْسَ هٰذَا الْمَعْنیٰ مَوْجُوْدًا فِي النَّارِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا فَلَمْ يَجُزْ اَنْ يَقُوْلَ وَالسَّبَقَةُ النَّارُ بَلْ قَالَ وَالْغَايَةُ النَّارُ لِاَنَّ الْغَايَةَ يَنْتَهِيْ اِلَيْهَا مَنْ لَا يَسُرُّهُ الْاِنْتِهَآءُ اِلَيْهَا وَمَنْ يَسُرُّهُ ذٰلِكَ فَصَلَحَ اَنْ يُعَبَّرَ بِهَا عَنِ الْاَمْرَيْنِ مَعًا فَهِيَ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ كَالْمَصِيْرِ وَالْمَآلِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ (قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ) وَلَا يَجُوْزُ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اَنْ يُّقَالَ فَاِنَّ سَبْقَتَكُمْ "بِسُكُوْنِ الْبَآءِ" اِلَى النَّارِ فَتَاَمَّلْ ذٰلِكَ فَبَاطِنُهٗ عَجِيْبٌ وَغَوْرُهٗ بَعِيْدٌ لَطِيْفٌ وَكَذٰلِكَ اَكْثَرُ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ) وَقَدْ جَآءَ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى (وَالسُّبْقَةُ الْجَنَّةُ) بِضَمِّ السِّيْنِ۔ وَالسُّبْقَةُ عِنْدَهُمْ اِسْمٌ لِمَا يُجْعَلُ لِلسَّابِقِ اِذَا سَبَقَ مِنْ مَالٍ اَوْ عَرَضٍ وَالْمَعْنَيَانِ مُتَقَارِبَانِ لِاَنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ جَزَآءً عَلٰى فِعْلِ الْاَمْرِ الْمَذْمُوْمِ وَاِنَّمَا يَكُوْنُ جَزَآءً عَلٰى فِعْلِ

غریب ہے۔ اس میں لفظوں کی جلالت، معنی کی بلندی، سچی تمثیل اور صحیح تشبیہہ کے ساتھ عجیب اسرار اور باریک نکات ملتے ہیں۔ حضرت نے اپنے ارشاد السبقۃ الجنۃ و الغایۃ النار میں بمعنی مقصود کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے دو جدا گانہ لفظیں "السبقۃ والغایۃ" استعمال کی ہیں۔ جنت کے لئے لفظ "سبقۃ" (بڑھنا) فرمائی ہے اور جہنم کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کی۔ کیونکہ سبقت اس چیز کی طرف کی جاتی ہے جو مطلوب و مرغوب ہو۔ اور یہ بہشت ہی کی شان ہے اور دوزخ میں مطلوبیت و مرغوبیت کہاں کہ اسکی جستجو و تلاش میں بڑھا جائے۔ (نعوذ باللہ منہا) چونکہ السبقۃ النار کہنا صحیح و درست نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لئے والغایۃ النار فرمایا اور غایت صرف منزل منتہا کو کہتے ہیں۔ اس تک پہنچنے والے کو خواہ رنج کوفت ہو یا شادمانی و مسرت۔ یہ ان دونوں معنوں کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتا ہے، بہرصورت اسے مصیر و مآل (بازگشت) کے معنی میں سمجھنا چاہیئے۔ اور ارشادِ قرآنی ہے "قل تمتعوا فان مصیرکم الی النار۔ (کہو کہ تم دنیا سے اچھی طرح حظ اٹھا لو، آخر تو تمہاری بازگشت جہنم کی طرف ہے) یہاں مصیرکم کی بجائے سبقتکم کہنا کسی طرح صحیح و درست نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس میں غور و فکر کرو اور دیکھو کہ اس کا باطن کتنا عجیب اور اس کا گہراؤ لطافتوں کو لئے ہوئے کتنی دُور تک چلا گیا ہے اور حضرت کا بیشتر کلام اسی انداز پر ہوتا ہے اور بعض روایتوں میں السبقۃ بضم سین بھی آیا ہے اور سبقۃ اس مال و متاع کو کہتے ہیں جو آگے نکل جانے والے کے لئے بطورِ انعام رکھا جاتا ہے، بہرصورت

الْاَمْرِ الْمَحْمُوْدِ ۔

دونوں کے معنی قریب قریب یکساں ہیں۔ اس لئے کہ معاوضہ وانعام کسی قابلِ مذمت فعل پر نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی اچھے اور لائقِ ستائش کارنامے کے بدلے ہی میں ہوتا ہے۔

خطبہ ۲۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اَيُّهَا النَّاسُ الْمُجْتَمِعَةُ اَبْدَانُهُمْ الْمُخْتَلِفَةُ اَهْوَآؤُهُمْ. كَلَامُكُمْ يُوْهِي الصُّمَّ الصِّلَابَ وَ فِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيْكُمُ الْاَعْدَآءَ. تَقُوْلُوْنَ فِي الْمَجَالِسِ كَيْتَ وَ كَيْتَ فَاِذَا جَآءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ حِيْدِيْ حَيَادِ. مَا عَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ وَلَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ. اَعَالِيْلُ بِاَضَالِيْلَ وَسَاَلْتُمُوْنِي التَّطْوِيْلَ دِفَاعَ ذِي الدَّيْنِ الْمَطُوْلِ ۔ لَا يَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيْلُ. وَلَا يُدْرَكُ الْحَقُّ اِلَّا بِالْجِدِّ اَيَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِكُمْ تَمْنَعُوْنَ وَ مَعَ اَيِّ اِمَامٍ بَعْدِيْ تُقَاتِلُوْنَ. اَلْمَغْرُوْرُ وَاللّٰهِ مَنْ غَرَرْتُمُوْهُ. وَ مَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ وَاللّٰهِ بِالسَّهْمِ الْاَخْيَبِ وَمَنْ رَمٰى بِكُمْ فَقَدْ رَمٰى بِاَفْوَقَ نَاصِلٍ اَصْبَحْتُ وَاللّٰهِ لَا اُصَدِّقُ

اے وہ لوگو جن کے جسم یکجا اور خواہشیں جدا جدا ہیں تمہاری باتیں تو سخت پتھروں کو بھی نرم کر دیتی ہیں، اور تمہارا عمل ایسا ہے کہ جو دشمنوں کو تم پر دندان آز تیز کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اپنی مجلسوں میں تو تم کہتے پھرتے ہو کہ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے اور جب جنگ چھڑ ہی جاتی ہے، تو تم اس سے پناہ مانگنے لگتے ہو۔ جو تم کو مدد کے لئے پکارے اس کی صدا بے وقعت اور جس کا تم جیسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہو۔ اس کا دل ہمیشہ بے چین ہے۔ حیلے حوالے ہیں غلط سلط اور مجھ سے جنگ میں تاخیر کرنے کی خواہشیں ہیں۔ جیسے نادہند مقروض اپنے قرض خواہ کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذلیل آدمی ذلت آمیز زیادتیوں کی روک تھام نہیں کر سکتا اور حق تو بغیر کوشش کے نہیں ملا کرتا۔ اس گھر کے بعد اور کون سا گھر ہے۔ جس کی حفاظت کرو گے اور میرے بعد اور کس امام کے ساتھ ہو کر جہاد کرو گے ۔ خدا کی قسم جسے تم نے دھوکا دے دیا ہو اس کے فریب خوردہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور جسے تم جیسے لوگ ملے ہوں تو اس کے حصہ میں وہ تیر آتا ہے جو خالی ہوتا ہے اور جس نے تم کو (تیروں کی طرح) دشمنوں پر پھینکا ہو، اس نے گویا ایسا تیر پھینکا ہے، جس کا سوفار ٹوٹ چکا ہو اور پیکان بھی شکستہ ہو۔ خدا کی قسم! میری کیفیت

تَوَلِّيْكُمْ. وَلَا اَطْمَعُ فِيْ نَصْرِكُمْ وَلَا اُوْعِدُ الْعَدُوَّ بِكُمْ، مَا بَالُكُمْ؟ مَا دَوَآؤُكُمْ؟ مَا طِبُّكُمْ؟ اَلْقَوْمُ رِجَالٌ اَمْثَالُكُمْ اَقَوْلًا بِغَيْرِ عِلْمٍ. وَ غَفْلَةً مِنْ غَيْرِ وَرَعٍ. وَ طَمَعًا فِيْ غَيْرِ حَقٍّ.

تو اب یہ ہے کہ نہ میں تمہاری کسی بات کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمہاری نصرت کی آس مجھے باقی رہی ہے، اور نہ تمہاری وجہ سے دشمن کو جنگ کی دھمکی دے سکتا ہوں۔ تمہیں کیا ہو گیا، تمہارا مرض کیا ہے اور اس کا چارہ کیا ہے اس قوم (اہل شام) کے افراد بھی تو تمہاری ہی شکل و صورت کے مرد ہیں، کیا باتیں ہی باتیں رہیں گی۔ جانے بوجھے بغیر اور صرف غفلت و مدہوشی ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری کے بغیر (بلندی کی) حرص ہی حرص ہے۔ مگر بالکل ناحق۔

[1] جنگ نہروان کے بعد معاویہ نے ضحاک ابن قیس فہری کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ اطرافِ کوفہ میں اس مقصد سے بھیجا کہ وہ اُن نواحی میں شورش و انتشار پھیلائے، اور جسے پائے اُسے قتل کر دے اور جہاں تک ہو سکے قتل و غارت کا بازار گرم کرے تاکہ امیرالمومنین سکون و اطمینان سے نہ بیٹھ سکیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد کو سرانجام دینے کے لئے روانہ ہوا، اور بے گناہوں کے خون بہاتا ہوا، اور ہر طرف تباہی مچاتا ہوا مقام ثعلبیہ تک پہنچ گیا۔ یہاں پر حجاج کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور پھر مقام قطقطانہ پر صحابیٔ رسولؐ عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے عمرو ابن عمیس اور ان کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیا اور یونہی ہر جگہ وحشت و خونخواری شروع کر دی۔ امیرالمومنینؑ کو جب ان غارت گریوں کا علم ہوا، تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لئے بلایا تاکہ ان درندگیوں کی روک تھام کی جائے۔ مگر لوگ جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے نظر آئے۔ آپ ان لوگوں کی سست قدمی و بددلی سے متاثر ہو کر منبر پر تشریف لے گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کو غیرت دلائی ہے کہ وہ بزدلوں کی طرح جنگ سے بچنے کی کوشش نہ کریں، اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جوانمردوں کی طرح اُٹھ کھڑے ہوں، اور غلط سلط حیلے حوالوں سے کام نہ لیں۔ آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ دشمن کی سرکوبی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مقام تدمر پر اُسے جا لیا۔ ابھی دونوں فریق میں معمولی سی جھڑپ ہوئی تھی کہ رات کا اندھیرا پھیلنے لگا، اور وہ صرف انیس آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ امیرالمومنینؑ کی فوج میں سے بھی دو آدمیوں نے جام شہادت پیا۔

خطبہ ۳۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فِيْ مَعْنٰى قَتْلِ عُثْمَانَ.

لَوْ اَمَرْتُ بِهٖ لَكُنْتُ قَاتِلًا.

قتل عثمان کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا:۔

اگر میں ان کے قتل کا حکم دیتا، تو البتہ ان کا قاتل ٹھہرتا اور اگر اُن کے قتل سے (دوسروں کو) روکتا تو اُن کا معاون و

أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِرًا غَيْرَ أَنَّ مَنْ نَصَرَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ خَذَلَهُ مَنْ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ . وَمَنْ خَذَلَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ نَصَرَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي وَأَنَا جَامِعٌ لَكُمْ أَمْرَهُ اسْتَأْثَرَ فَأَسَاءَ الْأَثَرَةَ . وَجَزِعْتُمْ فَأَسَأْتُمُ الْجَزَعَ وَلِلّٰهِ الْحُكْمُ وَاقِعٌ فِي الْمُسْتَأْثِرِ وَالْجَازِعِ .

مددگار ہوتا (میں بالکل غیر جانبدار رہا) لیکن حالات ایسے تھے کہ جن لوگوں نے اُن کی نصرت و امداد کی، وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم ان کی نصرت نہ کرنے والوں سے بہتر ہیں، اور جن لوگوں نے ان کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا وہ نہیں خیال کرتے کہ ان کی مدد کرنے والے ہم سے بہتر و برتر ہیں۔ میں حقیقتِ امر کو تم سے بیان کئے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے (اپنے عزیزوں کی) طرف داری کی، تو طرف داری بُری طرح کی، اور تم گھبرا گئے، تو بُری طرح گھبرا گئے اور (ان دونوں فریق) بے جا طرف داری کرنے والے، گھبرا اُٹھنے والے کے درمیان اصل فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔

لہ حضرت عثمان اسلامی دور کے پہلے اموی خلیفہ ہیں جو یکم محرم ۲۴ھ میں ستر برس کی عمر میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور بارہ برس تک مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں سے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں قتل ہو کر حش کوکب میں دفن ہوئے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عثمان کا قتل ان کی کمزوریوں اور ان کے عمّال کے سیاہ کارناموں کا نتیجہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان متفقہ طور پر ان کے قتل پر آمادہ اور ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتے اور ان کے گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ کوئی ان کی حمایت و مدافعت کے لئے کھڑا نہ ہوتا۔ مسلمان یقیناً ان کے سن و سال ان کی بزرگی و وقار اور شرفِ مصاحبت کا پاس و لحاظ کرتے مگر ان کے طور طریقوں نے فضا کو اس طرح بگاڑ رکھا تھا کہ کوئی ان کی ہمدردی و پاسداری کے لئے آمادہ نظر نہ آتا تھا۔ پیغمبرؐ کے برگزیدہ صحابیوں پر جو ظلم و ستم ڈھایا گیا تھا، اس نے قبائل عرب میں ان کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑا رکھی تھی۔ ہر شخص پیچ و تاب کھا رہا تھا اور ان کی خودسری و بے راہروی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوذر کی توہین و تذلیل اور جلاوطنی کے سبب سے بنی غفار اور ان کے حلیف قبائل، عبداللہ ابن مسعود کو بے دردی سے پٹوانے کی وجہ سے بنی ہذیل اور ان کے حلیف بنی زہرہ، عمار ابن یاسر کی پسلیاں توڑ دینے کے باعث بنی مخزوم اور اُن کے حلیف قبیلے اور محمد ابن ابی بکر کے قتل کا سر و سامان کرنے کی وجہ سے بنی تیم کے دلوں میں غصہ کا ایک طوفان موجزن تھا۔ دوسرے شہروں کے مسلمان بھی ان کے عمّال کے ہاتھوں سے نالاں تھے کہ جو دولت کی سرشاریوں اور بادۂ عشرت کی سرمستیوں میں جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے، اور جسے چاہتے تھے پامال کر کے رکھ دیتے تھے، نہ انہیں مرکز کی طرف سے عتاب کا ڈر تھا، اور نہ کسی بازپرس

کا اندیشہ۔ لوگ ان کے پنجۂ استبداد سے نکلنے کے لئے پھڑ پھڑاتے تھے مگر کوئی ان کے کرب و اذیت کی صدائیں سننے کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ نفرت کے جذبات اُبھر رہے تھے، مگر انہیں دبانے کی کوئی فکر نہ کی جاتی تھی، صحابہ بھی اُن سے بددل ہو چکے تھے۔ کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے، کہ امنِ عالم تباہ، نظم و نسق تہ و بالا اور اسلامی خدوخال مسخ کئے جا رہے ہیں۔ نادار و فاقہ کش سُوکھے ٹکڑوں کو ترس رہے ہیں اور بنی امیہ کے ہاں ہُن برس رہا ہے۔ خلافت شکم پُری کا ذریعہ اور سرمایہ اندوزی کا وسیلہ بن کر رہ گئی ہے۔ لہٰذا وہ بھی اُن کے قتل کے لئے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ بلکہ انہی کے خطوط و پیغامات کی بنا پر کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ مدینہ میں آ جمع ہوئے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمان نے معاویہ کو تحریر کیا کہ:۔

امّا بعد فانّ اھل المدینۃ کفروا و خلعوا الطّاعۃ ونکثوا البیعۃ فابعث الیّ من قبلک من مقاتلۃ اھل الشام علیٰ کلّ صعب وذلول۔ (طبری ج ۳۔ ص ۴۰۲)

واضح ہو کہ اہل مدینہ کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت سے منہ پھیر لیا ہے اور بیعت توڑ ڈالی ہے۔ تم شام کے لڑنے بھڑنے والوں کو تند و تیز سواریوں کو میری طرف بھیجو۔

مُعاویہ نے اس خط کے پہنچنے پر جو طرز عمل اختیار کیا، اس سے بھی صحابہ کی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ طبری نے اس کے بعد لکھا ہے کہ:۔

فلمّا جاء معاویۃ الکتاب تربص بہ وکرہ اظھار مخالفۃ اصحاب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم وقد علم اجتماعھم۔

جب معاویہ کو یہ خط ملا، تو اس نے توقف کیا اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلّم کھلاّ مخالفت کو بُرا جانا چونکہ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ وُہ ان کی مخالفت پر یکجہتی سے متفق ہیں۔

ان واقعات کے پیش نظر حضرت عثمان کے قتل کو وقتی جوش اور ہنگامی جذبہ کا نتیجہ قرار دے کر چند بلوائیوں کے سر تھوپ دینا، حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے۔ جبکہ ان کی مخالفت کے تمام عناصر مدینہ ہی میں موجود تھے اور باہر سے آنے والے تو ان کی آواز پر اپنے دُکھ درد کی چارہ جوئی کے لئے جمع ہوئے تھے۔ جن کا مقصد صرف اصلاح حال تھا، نہ قتل و خونریزی۔ اگر اُن کی داد فریاد سُن لی جاتی، تو اس خون خرابے تک کبھی نوبت نہ پہنچتی۔ مگر ہُوا یہ کہ جب اہلِ مصر حضرت عثمان کے دُودھ شریک بھائی عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر مدینہ کی طرف بڑھے اور شہر کے قریب وادئ ذی خشب میں پڑاؤ ڈال دیا۔ تو ایک شخص کے ہاتھ خط بھیج کر حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ ان کے مظالم مٹائے جائیں۔ موجودہ روش کو بدلا جائے۔ اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے۔ مگر آپ نے جواب دینے کی بجائے۔ اُس شخص کو گھر سے نکلوا دیا اور ان کے مطالبہ کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا، جس پر وہ لوگ اس غرور و طغیان کے خلاف آواز بلند کرنے کے لئے شہر کے اندر داخل ہُوئے اور لوگوں سے حکومت

کی تمرانیوں کے ساتھ اس طرزِ عمل کا بھی شکوہ کیا۔ اِدھر کوفہ اور بصرہ کے بھی سینکڑوں آدمی اپنے شکوے شکایات لے کر بیٹھ آئے ہوئے تھے۔ جو ان سے ہمنوا ہو کر اہلِ مدینہ کی پشت پناہی پر آگے بڑھے، اور حضرت عثمان کو پابندِ مسکن بنا دیا۔ مگر ان کے لئے مسجد میں آنے جانے کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ لیکن انہوں نے پہلے ہی جمعہ میں جو خطبہ دیا۔ اس میں ان لوگوں کو سخت الفاظ میں بُرا بھلا کہا اور ملعون تک قرار دیا۔ جس پر لوگوں نے مشتعل ہو کر ان پر سنگریزے پھینکے جس پر بے حال ہو کر منبر سے نیچے گر پڑے اور چند دنوں کے بعد ان کے مسجد میں آنے جانے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔

جب حضرت عثمان نے اس حد تک حالات بگڑے ہوئے دیکھے، تو بڑی لجاجت سے امیر المومنینؑ سے خواہش کی کہ وہ ان کے لئے چھٹکارے کی کوئی سبیل کریں اور جس طرح بن پڑے ان لوگوں کو متفرق کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کس قرار داد پر انہیں جانے کے لئے کہوں جب کہ ان کے مطالبات حق بجانب ہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس کا اختیار آپ کو دیتا ہوں۔ آپ ان سے جو بھی معاہدہ کریں گے۔ میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ حضرت مصریوں سے جا کر ملے اور اُن سے بات چیت کی۔ اور وہ اس شرط پر واپس پلٹ جانے کے لئے آمادہ ہو گئے کہ تمام مظالم مٹائے جائیں۔ اور ابن ابی سرح کو معزول کر کے اس کی جگہ محمد ابن ابی بکر کو مقرر کیا جائے۔ امیر المومنین نے پلٹ کر حضرت عثمان کے سامنے ان کا مطالبہ رکھا جسے انہوں نے بغیر کسی پس و پیش کے مان لیا اور یہ کہا کہ ان تمام مظالم سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کچھ مہلت ہونا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا جو چیزیں مدینہ سے متعلق ہیں اُن میں مہلت کے کوئی معنی نہیں۔ البتہ دوسری جگہوں کے لئے اتنا وقفہ دیا جاسکتا ہے کہ تمہارا پیغام وہاں تک پہنچ سکے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مدینہ کے لئے بھی تین دن کی مہلت ہونی چاہیئے۔ حضرت نے مصریوں سے بات چیت کرنے کے بعد اسے بھی منظور کر لیا۔ اور ان کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے لی، اور وہ لوگ حضرت کے کہنے سے منتشر ہو گئے۔ کچھ محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مصر کو چلے گئے اور کچھ لوگ وادی ذی خشب میں آکر ٹھہر گئے، اور یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اس واقعہ کے دوسرے دن مروان نے حضرت سے کہا کہ خیر یہ لوگ تو چلتے بنے، مگر دوسرے شہروں سے آنے والوں کی روک تھام کے لئے آپ ایک بیان دیں تاکہ وہ ادھر کا رُخ نہ کریں اور اپنی اپنی جگہ پر مطمئن ہو کر بیٹھے رہیں۔ اور وہ بیان یہ ہو کہ کچھ لوگ مصر کے جھوٹے سچ باتیں سن کر مدینہ میں جمع ہو گئے تھے اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ وہ جو سنتے تھے غلط تھا، تو وہ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ حضرت عثمان ایسا صریح جھوٹ بولنا نہ چاہتے تھے۔ مگر مروان نے کچھ ایسا چکمہ دیا کہ وہ آمادہ ہو گئے اور مسجد نبویؐ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:۔

ان ھٰؤلاءِ القوم من اھل مصر کان بلغھم عن امامھم امر فلما تیقنوا انہ باطل ما بلغھم عنہ رجعوا الی بلادھم۔ (طبری ج ۳۔ ص ۳۹۵)

ان مصریوں کو اپنے خلیفہ کے متعلق کچھ خبریں ملی تھیں اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط اور بے سرو پا تھیں تو وہ اپنے شہروں کی طرف پلٹ گئے۔

یہ کہنا تھا کہ مسجد میں ایک ہُلڑ مچ گیا اور لوگوں نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ اے عثمان! توبہ کرو، اللہ سے ڈرو، یہ کیا

جھوٹ کہہ رہے ہو۔ حضرت عثمان اس ہڑبونگ میں سٹپٹا کر رہ گئے اور توبہ کرتے ہی بنی۔ چنانچہ قبلہ کی طرف رُخ کر کے اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائے اور پھر گھر پلٹ آئے۔

امیر المومنین ؑ نے غالباً اسی واقعہ کے بعد حضرت عثمان کو یہ مشورہ دیا کہ تم سابقہ لغزشوں سے کھلم کھلا توبہ کرو، تاکہ یہ شورشیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔ ورنہ کل کو کہیں اور کے لوگ آ گئے تو پھر مجھے چمٹو گے کہ تمہاری گلو خلاصی کراؤں۔ چنانچہ انہوں نے مسجدِ نبوی میں خطبہ دیا۔ جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کی اور آیندہ محتاط رہنے کا عہد کیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ جب میں منبر سے اُتروں تو تمہارے نمائندے میرے گھر پر آئیں۔ میں تمہاری شکایتوں کا ازالہ کروں گا اور تمہارے مطالبے پورے کروں گا۔ جس پر لوگوں نے آپ کے اس اقدام کو بہت سراہا اور بڑی حد تک دلی کدورتوں کو آنسوؤں سے دھو ڈالا۔ یہاں سے فارغ ہو کر جب دولت سرا پر پہنچے، تو مروان نے کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔ مگر حضرت عثمان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ مانع ہوئیں اور مروان سے مخاطب ہو کر کہا کہ خدا کے لئے تم چپ رہو، تم کوئی ایسی ہی بات کہو گے جو ان کے لئے موت کا پیش خیمہ بن کر رہے۔ مروان نے بگڑ کر کہا کہ تمہیں ان معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ تم اس کی بیٹی ہو جسے مرتے دم تک وضو کرنا بھی نہ آیا۔ نائلہ نے جھلا کر کہا کہ تم غلط کہتے ہو اور بہتان باندھتے ہو میرے باپ کو کچھ کہنے سے پہلے ذرا اپنے باپ کا حلیہ بھی دیکھ لیا ہوتا۔ اگر ان بڑے میاں کا خیال نہ ہوتا تو پھر وہ سُناتی کہ لوگ کانوں پر ہاتھ رکھتے اور ہر بات میں میری ہاں میں ہاں ملاتے۔ حضرت عثمان نے جب بات بڑھتے دیکھی، تو انہیں روک دیا۔ اور مروان سے کہا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ مروان نے کہا کہ یہ آپ مسجد میں کیا کہہ آئے ہیں اور کیسی توبہ کر آئے ہیں۔ میرے نزدیک تو گناہ پر اڑے رہنا آپ کی اس توبہ سے ہزار درجہ بہتر تھا۔ کیونکہ گناہ خواہ کس حد تک بڑھ جائیں، اُن کے لئے توبہ کی گنجائش رہتی ہے۔ اور مارے باندھے کی توبہ کوئی توبہ نہیں ہوتی۔ کہنے کو تو آپ کہہ آئے ہیں۔ مگر اس صلائے عام کا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ دروازے پر لوگوں کے ٹھٹھ لگے ہوئے ہیں۔ تو اب آگے بڑھیئے اور پورا کیجئے اُن کے مطالبات کو۔ حضرت عثمان نے کہا کہ خیر میں جو کہہ آیا سو کہہ آیا۔ اب تم ان لوگوں سے نپٹ لو۔ میرے بس کا یہ روگ نہیں کہ میں انہیں نپٹاؤں۔ چنانچہ مروان آپ کا ایماء پا کر باہر آیا اور لوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو؟ کیا دھاوا بولنے کا ارادہ ہے یا لوٹ مار کا قصد ہے؟ یاد رکھو کہ تم بآسانی ہمارے ہاتھوں سے اقتدار نہیں چھین سکتے اور یہ خیال دلوں سے نکال ڈالو کہ تم ہمیں دبا لو گے۔ ہم کسی سے دب کر رہنے والے نہیں ہیں۔ یہاں سے مُنہ کالا کرو، خدا تمہیں رسوا و ذلیل کرے۔

لوگوں نے یہ بگڑے ہوئے تیور اور بدلا ہوا نقشہ دیکھا تو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے امیر المومنین ؑ کے ہاں پہنچے، اور انہیں ساری روئیداد سنائی جسے سن کر حضرت مارے غصّے کے پیچ و تاب کھانے لگے اور اسی وقت اُٹھ کر عثمان کے ہاں گئے اور اُن سے کہا کہ "واہ سبحان اللہ"! کیا مسلمانوں کی درگت بنائی ہے۔ تم نے ایک بے دین و بد کردار کی خاطر دین سے بھی ہاتھ اٹھا لیا اور عقل کو بھی جواب دے دیا۔ آخر تمہیں کچھ تو اپنے وعدے کا پاس و لحاظ

ہونا چاہیئے تھا۔ یہ کیا مروان کے اشارے پر آنکھ بند کرکے چل پڑو۔ یاد رکھو کہ وہ تمہیں ایسے اندھے کنوئیں میں پھینکے گا۔ کہ پھر اس سے نکل نہ سکوگے۔ تم تو مروان کی سواری بن گئے ہو کہ وہ جس طرح چاہے تم پر سواری گانٹھ لے، اور جس غلط راہ پر چاہے تمہیں ڈال دے۔ آئندہ سے میں تمہارے معاملہ میں کوئی دخل نہ دوں گا اور نہ لوگوں سے کچھ کہوں سنوں گا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔

اتنا کہہ سن کر حضرت تو واپس ہوئے، اور نائلہ کی بن آئی۔ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ مَیں نہ کہتی تھی کہ مروان سے پیچھا چھڑائیے ورنہ وہ ایسا کلنک کا ٹیکہ لگائے گا کہ مٹائے نہ مٹے گا، بھلا اس کے کہنے پر کیا چلنا کہ جو لوگوں میں بے آبرو اور نظروں سے گرا ہوا ہو۔ علیؑ ابن ابی طالب کو منائیے ورنہ یاد رکھئے کہ بگڑے ہوئے حالات کا بنانا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ مروان کے اختیار میں ہے۔ حضرت عثمان اس سے متاثر ہوئے اور امیرالمومنین کے پیچھے آدمی بھیجا۔ مگر حضرت نے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ خود حضرت عثمان کے گرد گو محاصرہ نہ تھا۔ مگر حیا زنجیر پا تھی، کون سامنہ لے کر گھر سے باہر نکلتے۔ مگر نکلے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لہذا رات کے پردے میں چپکے سے نکلے اور امیرالمومنین کے ہاں جا پہنچے اور اپنی بے بسی اور لاچاری کا رونا رویا۔ عذر معذرت بھی کی، وعدے کی پابندی کا یقین بھی دلایا۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ تم مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے بھرے مجمع میں ایک وعدہ کرتے ہو، تو اس کا ایفا یوں ہوتا ہے کہ جب لوگ تمہارے ہاں پہنچتے ہیں تو انہیں بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور گالیاں تک دی جاتی ہیں۔ جب تمہارے قول و قرار کی یہ صورت ہے جسے دنیا دیکھ چکی ہے تو کس بھروسے پر میں آئندہ کے لئے تمہاری کسی بات پر اعتماد کروں۔ اب مجھ سے کوئی توقع نہ رکھو۔ میں تمہاری طرف سے کوئی ذمہ داری اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں۔ راستے تمہارے سامنے کھلے ہوئے ہیں جو راستہ چاہو اختیار کرو، اور جس دھڑے پر چاہو چلو۔ اس بات چیت کے بعد حضرت عثمان پلٹ آئے اور الٹا امیرالمومنین کو موردِ الزام ٹھہرانا شروع کر دیا کہ ان کی شہ پر یہ ہنگامے اُٹھ رہے ہیں، اور سب کچھ کر سکنے کے باوجود کچھ نہیں کرتے۔

اِدھر تو یہ کا جو حشر ہوا سو ہوا۔ اب دوسری طرف کی سنیئے کہ جب محمد ابن ابی بکر حجاز کی سرحد طے کرکے دریائے قلزم کے کنارے مقام ایلہ تک پہنچے تو لوگوں کی نظریں ایک ناقہ سوار پر پڑیں جو اپنی سواری کو اس طرح بگٹٹ دوڑائے لئے جا رہا تھا جیسے دشمن اس کے تعاقب میں ہوں۔ ان لوگوں کو اس پر کچھ شبہ ہوا، تو اُسے بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں حضرت عثمان کا غلام ہوں۔ پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ مصر کا۔ پوچھا کہ کس کے پاس جا رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ میں والیٔ مصر کے پاس۔ لوگوں نے کہا کہ والیٔ مصر تو ہمارے ہمراہ ہیں، تم کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے ابن ابی سرح کے پاس جانا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی خط وغیرہ بھی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کہ کس مقصد سے جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ نہیں معلوم۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی جامہ تلاشی لینا چاہیئے چنانچہ تلاشی لی گئی مگر اس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ کنانہ بن بشر نے کہا، کہ ذرا اس کا مشکیزہ تو دیکھو۔ لوگوں نے کہا کہ چھوڑو، بھلا پانی میں خط کہاں ہو۔

سکتا ہے! کنانہ نے کہا کہ تم کیا جانو کہ یہ لوگ کیا کیا چالیں چلا کرتے ہیں۔ چنانچہ مشکیزہ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں سیسے کی ایک نلکی تھی، جس میں خط رکھا ہوا تھا۔ جب کھول کر پڑھا گیا تو فرمانِ خلافت یہ تھا کہ "جب محمد ابن ابی بکر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تمہارے پاس پہنچے، تو اُن میں سے فلاں کو قتل کرو، فلاں کے ہاتھ کاٹو اور فلاں کو جیل میں ڈالو، اور اپنے عہدہ پر برقرار رہو۔ یہ پڑھ کر سب پر سناٹا چھا گیا، اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اب آگے بڑھنا موت کے منہ میں جانا تھا، چنانچہ اس غلام کو ساتھ لے کر سب مدینہ کی طرف پلٹ پڑے اور وہاں پہنچ کر وہ خط صحابہ کے مجمع کے سامنے رکھ دیا۔ اس واقعہ کو جس نے سُنا، انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا اور کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو حضرت عثمان کو بُرا نہ کہہ رہا ہو۔ اس کے بعد چند صحابہ ان لوگوں کے ہمراہ حضرت عثمان کے ہاں پہنچے اور وہ خط اُن کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا کہ اس خط پر مُہر کس کی ہے؟ کہا کہ میری۔ پوچھا کہ یہ تحریر کس کی ہے؟ کہا کہ میرے کاتب کی۔ پوچھا یہ غلام کس کا ہے؟ کہا کہ میرا۔ پوچھا کہ یہ سواری کس کی ہے؟ کہا کہ حکومت کی۔ پوچھا کہ یہ بھیجا کس نے ہے؟ فرمایا کہ اس کا مجھے علم نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ! سب کچھ آپ کا اور آپ کو یہ تک پتہ نہ چلنے پائے کہ یہ کس نے بھیجا ہے! جب آپ اتنے ہی بے بس ہیں، تو چھوڑ دیجئے خلافت کو اور الگ ہو جائے تاکہ کوئی ایسا شخص آئے جو مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال کر سکتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس پیراہن کو اتار دوں جو اللہ نے مجھے پہنایا ہے۔ البتہ توبہ کیے لیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ توبہ کی بھلی کہی۔ اس کی مٹی تو اسی دن خراب ہو گئی تھی جب آپ کے دروازے پر مروان آپ کی ترجمانی کر رہا تھا اور رہی سہی کسر اس خط نے نکال دی ہے۔ اب ہم ان بھرّوں میں آنے والے نہیں ہیں۔ خلافت کو چھوڑیے اگر آپ کے بھائی بند ہمارے سدِراہ ہوئے تو ہم انہیں روکیں گے اور اگر لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے تو ہم بھی لڑیں گے۔ نہ ہمارے ہاتھ شَل ہیں اور نہ ہماری تلواریں کُند ہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور انصاف کے علمبردار ہیں تو مروان کو ہمارے حوالہ کیجئے تاکہ ہم اس سے باز پرس کریں کہ وہ کس کے بل بوتے پر خط لکھ کر مسلمانوں کی عزیز جانوں سے کھیلنا چاہ رہا ہے۔ مگر آپ نے اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور مروان کو اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جس پر لوگوں نے کہا کہ پھر یہ خط بھی آپ ہی کے حکم سے لکھا گیا ہے۔

بہرصورت سدھرے ہوئے حالات پھر سے بگڑ گئے، اور انہیں بگڑنا ہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ مطلوبہ مدت کے گزر جانے کے باوجود ہر چیز جوں کی توں تھی اور رائی برابر بھی اِدھر سے اُدھر نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ توبہ کا انجام دیکھنے کے لیے وادی ذی خشب میں جو لوگ ٹھہرے ہوئے تھے، وہ بھی پھر سیلاب کی طرح بڑھے، اور مدینہ کی گلیوں میں پھیل گئے اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے اُن کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

انہی محاصرہ کے دنوں میں پیغمبرؐ کے ایک صحابی نیار ابنِ عیاض نے حضرت عثمان سے بات چیت کرنا چاہی اور اُن

کے ہاں پہنچ کر انہیں پکارا۔ جب انہوں نے اُوپر سے جھانک کر دیکھا تو آپ نے کہا کہ اے عثمان! خدا کے لئے اس خلافت سے دست بردار ہو جاؤ، اور مسلمانوں کو اس خون خرابے سے بچاؤ۔ ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان کے آدمیوں میں سے ایک نے انہیں تیر کا نشانہ بنا کر جان سے مار ڈالا۔ جس پر لوگ بھڑک اُٹھے اور پکار کر کہا کہ نیار کا قاتل ہمارے حوالہ کرو مگر حضرت عثمان نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے ایک مددگار کو تمہارے حوالے کر دوں۔ اس سینہ زوری نے آگ میں ہوا کا کام کیا اور لوگوں نے جوش میں آ کر ان کے گھر کے دروازے کو آگ لگا دی۔ اور اندر گھسنے کے لئے آگے بڑھے کہ مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور مغیرہ ابن اخنس اپنے اپنے جتھوں کے ہمراہ محاصرہ کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے اور دروازے پر کشت و خون شروع ہو گیا۔ لوگ گھر کے اندر گھسنا چاہتے تھے۔ مگر انہیں دھکیل دیا جاتا تھا۔ اتنے میں عمرو ابن حزم انصاری نے کہ جن کا مکان حضرت عثمان کے مکان سے متصل تھا۔ اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا اور للکار کر کہا کہ آؤ ادھر سے بڑھو۔ چنانچہ محاصرہ کرنے والے اس مکان کے ذریعہ کاشانۂ خلافت کی چھت پر پہنچ گئے اور وہاں سے گھر کے صحن میں اُتر کر تلواریں سونت لیں۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی کہ حضرت عثمان کے گھر والوں کے علاوہ اُن کے ہوا خواہ اور بنی امیہ مدینہ کی گلیوں میں بھاگ کھڑے ہوئے، اور کچھ اُم حبیبہ کے گھر میں جا چھپے اور جو رہ گئے وہ حضرت عثمان کا حق نمک ادا کرتے ہوئے ان کے ساتھ قتل ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء و تاریخ طبری)

آپ کے قتل پر مختلف شعراء نے مرثیے کہے۔ سرِدست ابوہریرہ کے مرثیہ کا ایک شعر پیش نظر ہے ؎

للناس ھم ولی فی الیوم ھمان   فقد الجراب وقتل الشیخ عثمان

"لوگوں کو تو آج کے دن صرف ایک صدمہ ہے، لیکن مجھے برابر کے دو صدمے ہیں ایک حضرت عثمان کے قتل ہونے کا، اور دوسرا اپنے تھیلے کے کھو جانے کا"

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد امیر المؤمنین کا موقف واضح ہو جاتا ہے کہ نہ آپ اس جماعت کا ساتھ دے رہے تھے جو ان کے قتل پر اُبھار رہی تھی، اور نہ اس گروہ میں لائے جا سکتے ہیں کہ جو ان کی حمایت و مدافعت پر کھڑا ہوا تھا۔ بیشک جہاں تک حالات اجازت دیتے رہے، وُہ ان کے بچاؤ کی صورتیں انہیں سمجھاتے رہے اور جب یہ دیکھا کہ جو کہا جاتا ہے، وُہ عملاً کیا نہیں جاتا، تو آپ اپنا دامن بچا کر الگ ہو گئے۔

جب دونوں فریق کو دیکھا جاتا ہے تو جن لوگوں نے حضرت عثمان کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا تھا، ان میں اُم المومنین عائشہ اور روایاتِ جمہور کے مطابق عشرہ مبشرہ بقیہ اہلِ شوریٰ، انصار و مہاجرین اوّلین اصحاب بدر اور دیگر ممتاز و جلیل القدر افراد نظر آتے ہیں اور دوسری طرف بارگاہِ خلافت کے چند غلام اور بنی امیہ کی چند فردیں دکھائی دیتی ہیں۔ اگر مروان و سعید ابن عاص جیسے لوگوں کو مہاجرین اوّلین پر فوقیت نہیں دی جا سکتی، تو پھر ان کے عمل کو بھی ان کے طرزِ عمل پر فوقیت دینا مشکل ہو گا اور اگر اجماع مخصوص موارد ہی کے لئے حجت نہیں ہے، تو پھر صحابہ کی اس زبردست اتفاق رائے پر انگشت نمائی مشکل ہو گی۔

خطبہ ۳۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -
لِابْنِ الْعَبَّاسِ لَمَّا أَرْسَلَهُ إِلَى الزُّبَيْرِ يَسْتَفِيئُهُ إِلَى طَاعَتِهِ قَبْلَ حَرْبِ الْجَمَلِ :- لَا تَلْقَيَنَّ طَلْحَةَ فَإِنَّكَ إِنْ تَلْقَهُ تَجِدْهُ كَالثَّوْرِ عَاقِصًا قَرْنَهُ يَرْكَبُ الصَّعْبَ وَيَقُولُ هُوَ الذَّلُولُ - وَلٰكِنِ الْقَ الزُّبَيْرَ فَإِنَّهُ أَلْيَنُ عَرِيكَةً فَقُلْ لَهُ يَقُولُ لَكَ ابْنُ خَالِكَ : عَرَفْتَنِي بِالْحِجَازِ وَأَنْكَرْتَنِي بِالْعِرَاقِ فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا (أَقُولُ هُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَوَّلُ مَنْ سُمِعَتْ مِنْهُ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ أَعْنِي فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا -

جب جنگِ جمل شروع ہونے سے پہلے حضرت نے ابن عباس کو زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وُہ انھیں اطاعت کی طرف پلٹائیں، تو اس موقعہ پر اُن سے فرمایا۔
طلحہ سے ملاقات نہ کرنا۔ اگر تم اس سے ملے، تو تم اس کو ایک ایسا سرکش بیل پاؤگے۔ جس کے سینگ کانوں کی طرف مڑے ہوئے ہوں۔ وہ منہ زور سواری پر سوار ہوتا ہے اور پھر کہتا یہ ہے کہ یہ رام کی ہوئی سواری ہے بلکہ تم زبیر سے ملنا اس لئے کہ وہ نرم طبیعت ہے اور اس سے یہ کہنا کہ تمہارے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے کہ تم حجاز میں تو مجھ سے جان پہچان رکھتے تھے اور یہاں عراق میں آکر بالکل اجنبی بن گئے۔ آخر اس تبدیلی کا کیا سبب ہے۔
علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا آخری جملہ "فما عدا مما بدا" جس کا مطلب یہ ہے کہ اس تبدیلی کا کیا سبب ہُوا، سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے سنا گیا ہے۔

خطبہ ۳۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -
أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا قَدْ أَصْبَحْنَا فِي دَهْرٍ عَنُودٍ وَزَمَنٍ كَنُودٍ يُعَدُّ فِيهِ الْمُحْسِنُ مُسِيئًا - وَيَزْدَادُ الظَّالِمُ فِيهِ عُتُوًّا - لَا تَنْتَفِعُ بِمَا عَلِمْنَا - وَلَا نَسْأَلُ عَمَّا جَهِلْنَا - وَلَا نَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتَّى تَحُلَّ بِنَا - فَالنَّاسُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَصْنَافٍ : مِنْهُمْ مَنْ لَا

اے لوگو! ہم ایک ایسے کج رفتار زمانہ اور ناشکر گذار دُنیا میں پیدا ہُوئے ہیں کہ جس میں نیکوکار کو خطاکار سمجھا جاتا ہے، اور ظالم اپنی سرکشی میں بڑھتا ہی جاتا ہے۔ جن چیزوں کو ہم جانتے ہیں، اُن سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جن چیزوں کو نہیں جانتے، انہیں دریافت نہیں کرتے اور جب تک مصیبت آ نہیں جاتی، ہم خطرہ محسوس نہیں کرتے۔ (اس زمانے کے) لوگ چار طرح کے ہیں۔ کچھ وہ ہیں، جنہیں مفسدہ انگیزی سے مانع صرف ان کے نفس کا بے وقعت

يَمْنَعُهُ الْفَسَادَ إِلَّا مَهَانَةُ نَفْسِهِ
وَ كَلَالَةُ حَدِّهِ وَ نَضِيضُ وَفْرِهِ وَ
مِنْهُمُ الْمُصْلِتُ لِسَيْفِهِ ۔ وَالْمُعْلِنُ
بِشَرِّهِ وَالْمُجْلِبُ بِخَيْلِهِ وَرَجِلِهِ۔ قَدْ
أَشْرَطَ نَفْسَهُ وَأَوْبَقَ دِينَهُ لِحُطَامٍ
يَنْتَهِزُهُ۔ أَوْ مِقْنَبٍ يَقُودُهُ أَوْ مِنْبَرٍ
يَفْرَعُهُ۔ وَلَبِئْسَ الْمَتْجَرُ أَنْ تَرَى
الدُّنْيَا لِنَفْسِكَ ثَمَنًا وَمِمَّا لَكَ عِنْدَ
اللّٰهِ عِوَضًا وَمِنْهُمْ مَنْ يَّطْلُبُ الدُّنْيَا
بِعَمَلِ الْآخِرَةِ وَلَا يَطْلُبُ الْآخِرَةَ
بِعَمَلِ الدُّنْيَا قَدْ طَامَنَ مِنْ شَخْصِهِ
وَقَارَبَ مِنْ خَطْوِهِ وَشَمَّرَ مِنْ
ثَوْبِهِ وَزَخْرَفَ مِنْ نَفْسِهِ لِلْأَمَانَةِ
وَاتَّخَذَ سِتْرَ اللّٰهِ ذَرِيعَةً إِلَى
الْمَعْصِيَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ أَبْعَدَهُ
عَنْ طَلَبِ الْمُلْكِ ضُئُولَةُ نَفْسِهِ۔
وَانْقِطَاعُ سَبَبِهِ فَقَصَرَتْهُ
الْحَالُ عَلَى حَالِهِ فَتَحَلَّى بِاسْمِ
الْقَنَاعَةِ وَتَزَيَّنَ بِلِبَاسِ
أَهْلِ الزَّهَادَةِ وَلَيْسَ مِنْ
ذٰلِكَ فِي مَرَاحٍ وَلَا مَغْدًى۔
وَبَقِيَ رِجَالٌ غَضَّ أَبْصَارَهُمْ
ذِكْرُ الْمَرْجِعِ وَأَرَاقَ دُمُوعَهُمْ
خَوْفُ الْمَحْشَرِ فَهُمْ بَيْنَ شَرِيدٍ
نَادٍّ۔ وَخَائِفٍ مَقْمُوعٍ ۔ وَ

ہونا، ان کی دھار کا کند ہونا۔ اور اُن کے پاس مال کا کم
ہونا ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں جو تلواریں سونتے ہوئے علانیہ شر
پھیلا رہے ہیں اور اُنہوں نے اپنے سوار اور پیادے جمع
کر رکھے ہیں۔ صرف کچھ مال بٹورنے کسی دستہ کی قیادت
کرنے، یا منبر پر بلند ہونے کے لئے انہوں نے اپنے نفسوں
کو وقف کر دیا ہے اور دین کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے کتنا
ہی بُرا سودا ہے کہ تم دُنیا کو اپنے نفس کی قیمت اور اللہ
کے یہاں کی نعمتوں کا بدل قرار دے لو۔ اور کچھ لوگ وہ
ہیں جو آخرت والے کاموں سے دُنیا طلبی کرتے ہیں اور
یہ نہیں کرتے کہ دنیا کے کاموں سے بھی آخرت کا بنانا مقصود
رکھیں۔ یہ اپنے اُوپر بڑا سکون و وقار طاری رکھتے ہیں۔
آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہیں اور دامنوں کو اُوپر کی طرف
سمیٹے رہتے ہیں اور اپنے نفسوں کو اس طرح سنوار لیتے
ہیں کہ لوگ انہیں امین سمجھ لیں۔ یہ لوگ اللہ کی پردہ پوشی
سے فائدہ اٹھا کر اس کا گناہ کرتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں
جنہیں اُن کے نفسوں کی کمزوری اور ساز و سامان کی نافراہمی
ملک گیری کے لئے اٹھنے نہیں دیتی۔ ان حالات نے انہیں
ترقی و بلندی حاصل کرنے سے درماندہ و عاجز کر دیا ہے۔
اس لئے قناعت کے نام سے انہوں نے اپنے آپ کو
آراستہ کر رکھا ہے اور زاہدوں کے لباس سے اپنے کو سج لیا
ہے۔ حالانکہ انہیں ان چیزوں سے کسی وقت کبھی کوئی لگاؤ
نہیں رہا۔ اس کے بعد تھوڑے سے وہ لوگ رہ گئے جن کی
آنکھیں آخرت کی یاد اور حشر کے خوف سے جھکی ہوئی ہیں
اور ان سے آنسو رواں رہتے ہیں۔ اُن میں کچھ تو وہ ہیں۔
جو دُنیا والوں سے الگ تھلگ تنہائی میں پڑے ہیں۔

سَاكِتٍ مَكْعُومٍ - وَ دَاعٍ مُخْلِصٍ وَ ثَكْلَانَ مُوجَعٍ - قَدْ أَخْمَلَتْهُمُ التَّقِيَّةُ وَ شَمِلَتْهُمُ الذِّلَّةُ فَهُمْ فِي بَحْرٍ أُجَاجٍ - أَفْوَاهُهُمْ ضَامِزَةٌ وَ قُلُوبُهُمْ قَرِحَةٌ - وَ قَدْ وَعَظُوا حَتَّى مَلُّوا وَ قُهِرُوا حَتَّى ذَلُّوا - وَ قُتِلُوا حَتَّى قَلُّوا - فَلْتَكُنِ الدُّنْيَا فِي أَعْيُنِكُمْ أَصْغَرَ مِنْ حُثَالَةِ الْقَرَظِ وَ قُرَاضَةِ الْجَلَمِ - وَ اتَّعِظُوا بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ - قَبْلَ أَنْ يَتَّعِظَ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ - وَ ارْفُضُوهَا ذَمِيمَةً فَإِنَّهَا قَدْ رَفَضَتْ مَنْ كَانَ أَشْغَفَ بِهَا مِنْكُمْ -

(أَقُولُ) هٰذِهِ الْخُطْبَةُ رُبَّمَا نَسَبَهَا مَنْ لَا عِلْمَ لَهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَ هِيَ مِنْ كَلَامِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِي لَا يُشَكُّ فِيهِ - وَ أَيْنَ الذَّهَبُ مِنَ الرَّغَامِ وَ الْعَذْبُ مِنَ الْأُجَاجِ وَ قَدْ دَلَّ عَلَى ذٰلِكَ الدَّلِيلُ الْخِرِّيتُ وَ نَقَدَهُ النَّاقِدُ الْبَصِيرُ عَمْرُو بْنُ بَحْرٍ الْجَاحِظُ فَإِنَّهُ ذَكَرَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ فِي كِتَابِ الْبَيَانِ وَ التَّبْيِينِ وَ

اور کچھ خوف و ہراس کے عالم میں ذلتیں سہہ رہے ہیں، اور بعض نے اس طرح چپ سادھ لی ہے کہ گویا ان کے منہ باندھ دیئے گئے ہیں۔ کچھ خلوص سے دعائیں مانگ رہے ہیں کچھ غم زدہ و درد رسیدہ ہیں جنہیں خوف نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھا دیا ہے اور خستگی و درماندگی اُن پر چھائی ہوئی ہے، وہ ایک شور دریا میں ہیں۔ (کہ باوجود پانی کی کثرت کے پھر وہ پیاسے ہیں) ان کے منہ بند اور دل مجروح ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو اتنا سمجھایا، بجھایا، کہ وہ اکتا گئے اور اتنا ان پر جبر کیا گیا کہ وہ بالکل دب گئے اور اتنے قتل کیے گئے کہ ان میں (نمایاں) کمی ہو گئی۔ اس دُنیا کو تمہاری نظروں میں کیکر کے چھلکوں اور اُن کے ریزوں سے بھی زیادہ حقیر و پست ہونا چاہیئے اور اپنے قبل کے لوگوں سے تم عبرت حاصل کر لو۔ اس سے قبل کہ تمہارے حالات سے بعد والے عبرت حاصل کریں اور اس دُنیا کی بُرائی محسوس کرتے ہوئے اس سے قطع تعلق کرو۔ اس لئے کہ اُس نے آخر میں ایسوں سے قطع تعلق کر لیا جو تم سے زیادہ اس کے والہ و شیدا تھے۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اپنی لاعلمی کی بناء پر اس خطبہ کو معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہے جس میں کبھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، بھلا سونے کی مٹی سے کیا نسبت اور شیریں پانی کو شور پانی سے کیا ربط۔ چنانچہ اس وادی میں راہ دکھانے والے ماہر فن اور پرکھنے والے با بصیرت عمرو ابن بحر جاحظ نے اس کی خبر دی ہے، اور اپنی کتاب "البیان والتبیین" میں اس کا ذکر کیا ہے اور اُن لوگوں کا بھی ذکر کیا

ذَكَرَ مَنْ نَسَبَهَا إِلَى مُعَاوِيَةَ ثُمَّ قَالَ هِيَ بِكَلَامِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَشْبَهُ وَ بِمَذْهَبِهِ فِي تَصْنِيفِ النَّاسِ وَبِالْأَخْبَارِ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْقَهْرِ وَالْإِذْلَالِ وَ مِنَ التَّقِيَّةِ وَالْخَوْفِ أَلْيَقُ قَالَ وَمَتَى وَجَدْنَا مُعَاوِيَةَ فِي حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ يَسْلُكُ فِي كَلَامِهِ مَسْلَكَ الزُّهَّادِ وَمَذَاهِبَ الْعُبَّادِ

ہے، جنہوں نے اسے معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے اس کے بعد کہا ہے کہ یہ کلام علی علیہ السلام کے کلام سے ہُوبہُو ملتا جلتا ہے اور اس میں جو لوگوں کی تقسیم اور اُن کی ذلت وپستی اور خوف وہراس کی حالت بیان کی ہے، یہ آپ ہی کے مسلک سے میل کھاتی ہے۔ ہم نے تو کسی حالت میں بھی معاویہ کو زاہدوں کے انداز اور عابدوں کے طریقہ پر کلام کرتے ہوئے نہیں پایا۔

خطبہ ۳۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ!
عِنْدَ خُرُوجِهِ لِقِتَالِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْعَبَّاسِ، دَخَلْتُ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذِي قَارٍ وَهُوَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ فَقَالَ لِي مَا قِيمَةُ هٰذِهِ النَّعْلِ فَقُلْتُ لَا قِيمَةَ لَهَا، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللهِ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ إِمْرَتِكُمْ إِلَّا أَنْ أُقِيمَ حَقًّا أَوْ أَدْفَعَ بَاطِلًا ثُمَّ خَرَجَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ۔

اميرالمومنين جب اہلِ بصرہ سے جنگ کے لئے نکلے تو عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں مقام ذی قار میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا تو دیکھا کہ آپ اپنا جوتا ٹانک رہے ہیں۔ (مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابن عباس اس جوتے کی کیا قیمت ہوگی؟) میں نے کہا کہ اب تو اس کی کچھ بھی قیمت نہ ہوگی، تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پیشِ نظر حق کا قیام اور باطل کا مٹانا نہ ہو تو تم لوگوں پر حکومت کرنے سے یہ جوتا مجھے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں میں یہ خطبہ دیا۔

إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَابًا وَلَا يَدَّعِي نُبُوَّةً۔ فَسَاقَ النَّاسَ حَتَّى بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ وَبَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ فَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ وَاطْمَأَنَّتْ صَفَاتُهُمْ۔ أَمَا وَاللهِ إِنْ كُنْتُ لَفِي سَاقَتِهَا حَتَّى تَوَلَّتْ

اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس وقت بھیجا کہ جب عربوں میں نہ کوئی کتاب (آسمانی) کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعوے دار۔ آپ نے ان لوگوں کو ان کے (صحیح) مقام پر اُتارا، اور نجات کی منزل پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ اُن کے سارے خم جاتے رہے اور حالات محکم واستوار ہو گئے۔ خدا کی قسم! میں بھی ان لوگوں میں تھا جو اس صورتِ حال میں انقلاب پیدا کر رہے تھے۔ یہاں

بِحَذَافِيرِهَا مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبُنْتُ وَإِنَّ مَسِيرِيْ هٰذَا لِمِثْلِهَا فَلَأَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰى يَخْرُجَ الْحَقُّ مِنْ جَنْبِهٖ مَالِيْ وَلِقُرَيْشٍ. وَاللّٰهِ لَقَدْ قَاتَلْتُهُمْ كَافِرِيْنَ وَلَأُقَاتِلَنَّهُمْ مَفْتُوْنِيْنَ. وَإِنِّيْ لَصَاحِبُهُمْ بِالْأَمْسِ كَمَا أَنَا صَاحِبُهُمُ الْيَوْمَ.

تک کہ انقلاب مکمل ہو گیا۔ میں نے (اس کام میں) نہ کمزوری دکھائی نہ بزدلی سے کام لیا۔ اور اب بھی میرا اقدام ویسے ہی مقصد کے لئے ہے تو سہی جو میں باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں۔ مجھے قریش سے وجہ نزاع ہی اور کیا ہے۔ خدا کی قسم! میں نے تو ان سے جنگ کی، جبکہ وہ کافر تھے اور اب بھی جنگ کروں گا جبکہ وہ باطل کے ورغلانے میں آچکے ہیں اور جس شان سے میں کل اُن کا مدِمقابل رہ چکا ہوں، ویسا ہی آج ثابت ہونگا۔

خطبہ ۳۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي اسْتِنْفَارِ النَّاسِ إِلٰى أَهْلِ الشَّامِ.

أُفٍّ لَّكُمْ لَقَدْ سَئِمْتُ عِتَابَكُمْ أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ عِوَضًا. وَبِالذُّلِّ مِنَ الْعِزِّ خَلَفًا. إِذَا دَعَوْتُكُمْ إِلٰى جِهَادِ عَدُوِّكُمْ دَارَتْ أَعْيُنُكُمْ كَأَنَّكُمْ مِنَ الْمَوْتِ فِيْ غَمْرَةٍ وَمِنَ الذُّهُوْلِ فِيْ سَكْرَةٍ يُرْتَجُ عَلَيْكُمْ حَوَارِيْ فَتَعْمَهُوْنَ فَكَأَنَّ قُلُوْبَكُمْ مَأْلُوْسَةٌ فَأَنْتُمْ لَا تَعْقِلُوْنَ. مَا أَنْتُمْ لِيْ بِثِقَةٍ سَجِيْسَ اللَّيَالِيْ وَمَا أَنْتُمْ بِرُكْنٍ يُّمَالُ بِكُمْ وَلَا زَوَافِرُ عِزٍّ يُّفْتَقَرُ إِلَيْكُمْ مَا أَنْتُمْ إِلَّا كَإِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا. فَكُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ انْتَشَرَتْ مِنْ اٰخَرَ.

لوگوں کو اہل شام سے آمادۂ جنگ کرنے کے لئے فرمایا:

حیف ہے تم پر، میں تو تمہیں ملامت کرتے کرتے بھی اُکتا ہوں کیا تمہیں آخرت کے بدلے دنیوی زندگی اور عزت کے بدلے ذلت ہی گوارا ہے؟ جب تمہیں دشمنوں سے لڑنے کے لئے بلاتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومنے لگ جاتی ہے کہ گویا تم موت کے گرداب میں ہو اور جان کنی کی غفلت اور مدہوشی تم پر طاری ہے میری باتیں جیسے تمہاری سمجھ ہی میں نہیں آتیں، تو تم ششدر رہ جاتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے تمہارے دل و دماغ پر دیوانگی کا اثر ہے کہ تم کچھ عقل سے کام نہیں لے سکتے۔ تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے اپنا اعتماد کھو چکے ہو۔ نہ تم کوئی قوی سہارا ہو کہ تم پر بھروسہ کرکے دشمنوں کی طرف رُخ کیا جائے۔ اور نہ تم عزت و کامرانی کے وسیلے ہو، کہ تمہاری ضرورت محسوس ہو، تمہاری مثال تو اُن اونٹوں کی سی ہے۔ جن کے چرواہے گم ہو گئے ہوں،

لَبِئْسَ لَعَمْرُ اللهِ سَعْرُ نَارِ الْحَرْبِ
أَنْتُمْ تُكَادُوْنَ وَلَا تَكِيْدُوْنَ وَتُنْتَقَصُ
أَطْرَافُكُمْ فَلَا تَمْتَعِضُوْنَ لَا يُنَامُ
عَنْكُمْ وَأَنْتُمْ فِيْ غَفْلَةٍ سَاهُوْنَ
غُلِبَ وَاللهِ الْمُتَخَاذِلُوْنَ وَأَيْمُ اللهِ
إِنِّيْ لَأَظُنُّ بِكُمْ أَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغَى
وَاسْتَحَرَّ الْمَوْتُ قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ
ابْنِ أَبِيْ طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّأْسِ
وَاللهِ إِنَّ امْرَأً يُمَكِّنُ عَدُوَّهُ
مِنْ نَفْسِهِ يَعْرُقُ لَحْمَهُ وَيَهْشِمُ
عَظْمَهُ۔ وَيَفْرِيْ جِلْدَهُ لَعَظِيْمٌ
عَجْزُهُ ضَعِيْفٌ مَا ضُمَّتْ عَلَيْهِ
جَوَانِحُ صَدْرِهِ أَنْتَ فَكُنْ
ذَاكَ إِنْ شِئْتَ فَأَمَّا أَنَا
فَوَاللهِ دُوْنَ أَنْ أُعْطِيَ ذٰلِكَ
ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِيَّةِ۔

تَطِيْرُ مِنْهُ فَرَاشُ الْهَامِ وَ
تَطِيْحُ السَّوَاعِدُ وَالْأَقْدَامُ وَ
يَفْعَلُ اللهُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا يَشَاءُ۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ لِيْ عَلَيْكُمْ حَقًّا
وَلَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ
فَالنَّصِيْحَةُ لَكُمْ۔ وَتَوْفِيْرُ فَيْئِكُمْ
عَلَيْكُمْ وَتَعْلِيْمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوْا
وَتَأْدِيْبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوْا۔ وَ
أَمَّا حَقِّيْ عَلَيْكُمْ فَالْوَفَاءُ

اگر انہیں ایک طرف سے سمیٹا جائے، تو دوسری طرف سے تتر بتر ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم تم جنگ کے شعلے بھڑکانے کے لئے بہت برے ثابت ہوئے ہو۔ تمہارے خلاف سب تدبیریں ہوا کرتی ہیں اور تم دشمنوں کے خلاف کوئی تدبیر نہیں کرتے۔ تمہارے (شہروں کے) حدود (دن بہ دن) کم ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر تمہیں غصہ نہیں آتا۔ وہ تمہاری طرف سے کبھی غافل نہیں ہوتے، اور تم ہو کہ غفلت میں سب کچھ بھولے ہوئے ہو۔ خدا کی قسم ایک دوسرے پر ٹالنے والے ہارا ہی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں تمہارے متعلق یہی گمان رکھتا ہوں کہ اگر جنگ زور پکڑ لے اور موت کی گرم بازاری ہو، تو تم ابن ابی طالب سے اس طرح کٹ جاؤ گے، جس طرح بدن سے سر (کہ دوبارہ پلٹنا ممکن ہی نہ ہو) جو شخص کہ اپنے دشمن کو اس طرح اپنے پر قابو دے دے کہ وہ اس کی ہڈیوں سے گوشت تک اتار ڈالے، اور ہڈیوں کو توڑ دے، اور کھال کو پارہ پارہ کر دے، تو اس کا عجز انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور سینے کی پسلیوں میں گھرا ہوا (دل) کمزور و ناتواں ہے۔ اگر تم ایسا ہونا چاہتے ہو تو ہوا کرو۔ لیکن میں تو ایسا اس وقت تک نہ ہونے دوں گا، جب تک مقام مشارف کی (تیز دھار) تلواریں چلا نہ لوں کہ جس سے سر کی ہڈیوں کے پرخچے اڑ جائیں، اور بازو اور قدم کٹ کٹ کر گرنے لگیں۔ اس کے بعد جو اللہ چاہے، وہ کرے۔

اے لوگو! ایک تو میرا تم پر حق ہے، اور ایک تمہارا مجھ پر حق ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی پیش نظر رکھوں اور بیت المال سے تمہیں پورا پورا حصہ دوں اور تمہیں تعلیم دوں تاکہ تم جاہل نہ رہو اور اس طرح تمہیں تہذیب سکھاؤں،

بِالْبَيْعَةِ وَالنَّصِيْحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَالْمَغِيْبِ وَالْاِجَابَةُ حِيْنَ اَدْعُوْكُمْ وَالطَّاعَةُ حِيْنَ اٰمُرُكُمْ۔	جس پر تم عمل کرو اور میرا تم پر یہ حق ہے کہ بیعت کی ذمہ داریوں کو پورا کرو، اور سامنے اور پسِ پشت خیر خواہی کرو، جب بلاؤں تو میری صدا پر لبیک کہو، اور جب کوئی حکم دوں تو اس کی تعمیل کرو۔

٭ ٭ ٭

لہ یہ جملہ ایسی علیحدگی کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جس کے بعد پھر مل بیٹھنے کی کوئی آس نہ رہے۔ صاحب درہ نجفیہ نے اس کی توجیہ میں چند اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) ابنِ ورید کا قول یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح سَر بدن سے کٹ جاتا ہے، تو پھر اُس کا جڑنا ناممکن ہوتا ہے۔ یُونہی تم ایک دفعہ ساتھ چھوڑنے کے بعد پھر مجُھ سے نہ مل سکو گے۔

(۲) مفضل کا قول ہے کہ راس (سَر) ایک شخص کا نام تھا اور شام کا ایک گاؤں "بیت الراس" اسی کے نام پر ہے یہ شخص اپنا گھر بار چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا، اور پھر پلٹ کر اپنے گاؤں میں نہ آیا۔ جس سے یہ کہاوت چل نکلی، کہ تم تو یُوں گئے، جس طرح راس گیا تھا۔

(۳) ایک معنی یہ ہیں کہ جس طرح سر کی ہڈیوں کے جوڑ الگ الگ ہو جائیں تو پھر آپس میں جڑا نہیں کرتے، یُونہی تم مجھ سے کٹ کر پھر نہ جڑ سکو گے۔

(۴) یہ بھی کہا گیا ہے کہ جُملہ "انفرجتم عنی راساً" (یعنی تم پورے طور پر مجھ سے الگ ہو جاؤ گے) کے معنی میں ہے۔ شارح معتزلی نے یہ معنی قطب الدین راوندی کی شرح سے نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ راس جب کلیتہً کے معنی میں آتا ہے، تو اس پر الف لام داخل نہیں ہوا کرتا۔

(۵) اس کے یہ معنی بھی کئے جاتے ہیں کہ تم مجھ سے اس طرح دامن چھڑا کر چلتے بنو گے، جس طرح کوئی سر بچا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک آدھ معنی اور بھی کہے گئے ہیں مگر بعید ہونے کی وجہ سے انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے اس کا استعمال حکیم عرب اکثم ابنِ صیفی نے اپنے بچوں کو اتفاق و اتحاد کی تعلیم دیتے ہوئے کیا۔ چنانچہ اس کا قول ہے کہ:۔

یا بنی لا تنفرجوا عند الشدائد انفراج الرأس فانکم بعد ذلک لا تجتمعون۔	بیٹو! سختی کے وقت ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جانا، ورنہ پھر کبھی ایک جگہ جمع نہ ہو سکو گے۔

خطبہ ۳۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ التَّحْكِيمِ۔

تحکیم[1] کے بعد فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَإِنْ أَتَى الدَّهْرُ بِالْخَطْبِ الْفَادِحِ وَالْحَدَثِ الْجَلِيلِ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَيْسَ مَعَهُ إِلٰهٌ غَيْرُهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

(ہر حالت میں) اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے۔ گو زمانہ (ہمارے لیے) جانکاہ مصیبتیں اور صبر آزما حادثے لے آیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا و لاشریک ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے عبدؐ اور رسولؐ ہیں۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُورِثُ الْحَيْرَةَ وَتُعْقِبُ النَّدَامَةَ۔ وَقَدْ كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ فِي هٰذِهِ الْحُكُومَةِ أَمْرِي وَنَخَلْتُ لَكُمْ مَخْزُونَ رَأْيِي لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيرٍ أَمْرٌ فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُخَالِفِينَ الْجُفَاةِ وَالْمُنَابِذِينَ الْعُصَاةِ۔ حَتَّى ارْتَابَ النَّاصِحُ بِنُصْحِهِ۔ وَضَنَّ الزَّنْدُ بِقَدْحِهِ فَكُنْتُ أَنَا وَإِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ أَخُو هَوَازِنَ۔

(تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ) مہربان، باخبر اور تجربہ کار ناصح کی مخالفت کا ثمرہ، حسرت و ندامت ہوتا ہے، میں نے اس تحکیم کے متعلق اپنا فرمان سُنا دیا تھا، اور اپنی قیمتی رائے کا نچوڑ تمہارے سامنے رکھ دیا تھا۔ کاش کہ "قصیر" کا حکم مان لیا جاتا۔ لیکن تم تو تند خو مخالفین اور عہد شکن نافرمانوں کی طرح انکار پر تُل گئے۔ یہاں تک کہ ناصح خود اپنی نصیحت کے متعلق سوچ میں پڑ گیا، اور طبیعت اُس چقماق کی طرح بُجھ گئی کہ جس نے شعلے بھڑکانا بند کر دیا ہو میری اور تمہاری حالت شاعر بنی ہوازن کے اس قول کے مطابق ہے۔

أَمَرْتُكُمْ أَمْرِي بِمُنْعَرَجِ اللِّوَى
فَلَمْ تَسْتَبِينُوا النُّصْحَ إِلَّا ضُحَى الْغَدِ

میں نے مقام منعرج اللوی (ٹیلے کا موڑ) پر تمہیں اپنے حکم سے آگاہ کیا (گو اس وقت تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا) لیکن دُوسرے دن کی چاشت کو میری نصیحت کی صداقت دیکھ لی۔

---

[1] جب اہل عراق کی خونریز تلواروں سے شامیوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور لیلۃ الہریر کے تابڑ توڑ حملوں نے اُن کے حوصلے پست اور ولولے ختم کر دیئے تو عمرو بن عاص نے معاویہ کو یہ چال سُوجھائی کہ قرآن کو نیزوں پر بلند کر کے اُسے حکم ٹھہرانے کا نعرہ

لگایا جائے۔ جس کا اثر یہ ہوگا کہ کچھ لوگ جنگ کو رکوانا چاہیں گے اور کچھ جاری رکھنا چاہیں گے اور ہم اس طرح ان میں پھوٹ ڈلوا کر جنگ کو دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کرا سکیں گے۔ چنانچہ قرآن نیزوں پر بلند کئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند سر پھروں نے شور و غوغا مچا کر تمام لشکر میں انتشار و برہمی پیدا کر دی، اور سادہ لوح مسلمانوں کی سرگرمیاں فتح کے قریب پہنچ کر دھیمی پڑ گئیں اور بے سوچے سمجھے پکارنے لگے کہ ہمیں جنگ پر قرآن کے فیصلے کو ترجیح دینا چاہیئے۔

امیرالمومنینؑ نے جب قرآن کو آلۂ کار بنتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے لوگو! اس مکر و فریب میں نہ آؤ۔ یہ صرف شکست کی روسیاہیوں سے بچنے کے لئے چال چل رہے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ایک کی سیرت کو جانتا ہوں۔ نہ یہ قرآن والے ہیں، اور نہ دین و مذہب سے انہیں کوئی لگاؤ ہے۔ ہمارے جنگ کرنے کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ یہ لوگ قرآن کو مانیں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ خدا کے لئے ان کی فریب کاریوں میں نہ آؤ۔ عزم و ہمت کے ولولوں کے ساتھ آگے بڑھو اور دم توڑتے ہوئے دشمن کو ختم کر کے دم لو۔ مگر باطل کا پُر فریب حربہ چل چکا تھا، لوگ طغیان و سرکشی پر اتر آئے۔ سعد ابن فدکی تمیمی اور زید ابن حصین طائی دونوں بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھے، اور امیرالمومنین سے کہا کہ اے علی! اگر آپ نے قرآن کی آواز پر لبیک نہ کہی، تو پھر ہم آپ کا وہی حشر کریں گے جو عثمان کا کیا تھا۔ آپ فوراً جنگ ختم کرائیں اور قرآن کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ حضرتؑ نے بہت سمجھانے بجھانے کی کوشش کی، لیکن شیطان قرآن کا جامہ پہنے ہوئے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے ایک نہ چلنے دی۔ اور ان لوگوں نے امیرالمومنین کو مجبور کر دیا کہ وہ کسی کو بھیج کر مالک اشتر کو میدانِ جنگ سے واپس لوٹائیں۔ حضرتؑ نے لاچار ہو کر یزید ابن ہانی کو مالک کے بلانے کے لئے بھیجا۔ مالک نے جب یہ حکم سنا تو وہ چکرا سے گئے اور کہا کہ ان سے کہیے کہ یہ موقعہ مورچہ سے الگ ہونے کا نہیں ہے۔ کچھ دیر توقف فرمائیں تو میں نوید فتح لے کر حاضرِ خدمت ہوتا ہوں۔ یزید ابن ہانی نے پلٹ کر یہ پیغام دیا تو لوگوں نے غل مچایا کہ آپ نے چپکے سے انہیں جنگ پر جمے رہنے کے لئے کہلوا بھیجا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ مجھے اس کا موقعہ کہاں ملا ہے کہ میں علیحدگی میں اسے کوئی پیغام دیتا۔ جو کچھ کہا ہے تمہارے سامنے کہا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ اسے دوبارہ بھیجیں اور اگر مالک نے آنے میں تاخیر کی، تو پھر آپ اپنی جان سے ہاتھ دھو لیں۔ حضرتؑ نے ہانی کو پھر روانہ کیا اور کہلوا بھیجا کہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ جس حالت میں ہو فوراً آؤ۔ چنانچہ ہانی نے مالک سے جا کر کہا کہ تمہیں فتح عزیز ہے یا امیرالمومنین کی جان! اگر ان کی جان عزیز ہے، تو جنگ سے ہاتھ اٹھاؤ اور ان کے پاس پہنچو۔ مالک فتح کی کامرانیوں کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حسرت و اندوہ لئے ہوئے حضرتؑ کی خدمت میں پہنچے، وہاں ایک ہڑبونگ مچا ہوا تھا۔ آپ نے لوگوں کو بہت برا بھلا کہا۔ مگر حالات اس طرح پلٹا کھا چکے تھے کہ انہیں سدھارا نہ جا سکتا تھا۔

اب یہ طے پایا کہ دونوں فریق میں سے ایک ایک حَکَم منتخب کر لیا جائے تاکہ وہ قرآن و سنت کے مطابق خلافت کا فیصلہ کریں۔ معاویہ کی طرف سے عمرو ابن عاص قرار پایا، اور حضرتؑ کی طرف سے لوگوں نے ابو موسیٰ اشعری کا نام پیش کیا۔ حضرتؑ نے اس غلط انتخاب کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم نے تحکیم کے بارے میں میرا حکم نہیں مانا، تو اتنا تو کرو کہ اس (ابو موسیٰ) کو حَکَم نہ بناؤ۔

یہ بھروسے کا آدمی نہیں ہے۔ یہ عبداللہ ابن عباس ہیں، یہ مالک اشتر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لو۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور اسی کے نام پر اَڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا جو چاہو کرو۔ اور وہ دن دُور نہیں ہے کہ اپنی بے راہ رویوں پر اپنے ہاتھ کاٹو گے۔

حکمین کی نامزدگی کے بعد جب عہد نامہ لکھا جانے لگا، تو علی ابنِ ابی طالب کے نام کے ساتھ امیرالمومنین لکھا گیا۔ عمرو ابنِ عاص نے کہا کہ اس لفظ کو مٹا دیا جائے۔ اگر ہم انہیں امیرالمومنین سمجھتے ہوتے، تو یہ جنگ ہی کیوں لڑی جاتی۔ حضرت نے پہلے تو اُسے مٹانے سے انکار کیا اور جب وہ کسی طرح نہ مانے، تو اسے مٹا دیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ حدیبیہ کے واقعہ سے بالکل ملتا جلتا ہے کہ جب کفار اس پہ اَڑ گئے تھے کہ پیغمبرؐ کے نام کے ساتھ رسول اللہ کی لفظ مٹا دی جائے اور پیغمبرؐ نے اُسے مٹا دیا۔ اس پر عمرو ابن عاص نے بگڑ کر کہا کہ کیا آپ ہمیں کفار کی طرح سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں کس دن ایمان والوں سے لگاؤ رہا ہے، اور کب اُن کے ہمنوا رہے ہو؟ بہرصورت اس قرارداد کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور ان دونوں حکموں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے لوگوں کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ جب اس کے اعلان کا وقت آیا، تو عراق اور شام کے درمیان مقام دومۃ الجندل میں اجتماع ہُوا اور یہ دونوں حَکَم بھی مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سنانے کے لئے پہنچ گئے۔ عمرو ابن عاص نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے ابو موسیٰ سے کہا کہ میں آپ پر سبقت کرنا سوءِ ادب سمجھتا ہُوں۔ آپ سِن و سال کے لحاظ سے بزرگ ہیں لہٰذا پہلے آپ اعلان فرمائیں۔ چنانچہ ابُو موسیٰ آننے میں آگئے اور جھُومتے ہوئے مجمع کے سامنے آکھڑے ہُوئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے مُسلمانو! ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ کو معزُول کر دیا جائے اور انتخابِ خلافت کا حق مسلمانوں کو دیدیا جائے، وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں (اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے) اب عمرو ابنِ عاص کی باری آئی اور اُس نے کہا کہ اے مسلمانو! تم نے سن لیا ہے کہ ابوُ موسیٰ نے علی ابنِ ابی طالب کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی اِس سے متفق ہُوں۔ رہا معاویہ تو اُس کے معزول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا مَیں اسے اس جگہ پر نصب کرتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ ہر طرف شور مچ گیا۔ ابو موسیٰ بہت چیخے چلاّئے کہ یہ دھوکا ہے فریب ہے اور عمرو ابنِ عاص سے کہا کہ تم نے چالبازی سے کام لیا ہے اور تمہاری مثال اس کتے کی سی ہے کہ جس پر کچھ لاد دو۔ جب ہانپے گا، چھوڑ دو جب ہانپے گا۔ عمرو ابنِ عاص نے کہا کہ تمہاری مثال اُس گدھے کی سی ہے، جس پر کتابیں لدی ہوں۔ غرض عمرو ابنِ عاص کی چالاکی کام کر گئی اور معاویہ کے اُکھڑے ہوئے قدم پھر سے جم گئے۔

یہ تھا اس تحکیم کا مختصر سا خاکہ جس کی اساس قرآن و سنّت کو قرار دیا گیا تھا۔ مگر کیا یہ قرآن و سنّت کا فیصلہ تھا، یا اُن فریب کاریوں کا نتیجہ کہ جو دنیا والے ہمیشہ اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے کام میں لایا کرتے ہیں۔ کاش کہ تاریخ کے ان اوراق کو مستقبل کے لئے مشعلِ راہ بنایا جائے، اور قرآن و سنت کو آڑ بنا کر حصولِ اقتدار کا ذریعہ اور دنیا طلبی کا وسیلہ نہ بننے دیا جائے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کو جب تحکیم کے اس افسوس ناک نتیجہ کی اطلاع ملی، تو آپ منبر پر تشریف لائے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کے لفظ لفظ سے آپ کا اندوہ و قلق جھلک رہا ہے اور ساتھ ہی آپ کی صحت، فکر و نظر، اصابتِ رائے اور دُور رس بصیرت پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

لے یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کسی نصیحت کرنے والے کی بات ٹھکرا دی جائے اور بعد میں پچھتایا جائے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حیرہ کے فرمانروا جذیمہ ابرش نے جزیرہ کے تاجدار عمرو ابن ظرب کو قتل کر دیا جس کے بعد اس کی بیٹی زبار جزیرہ کی حکمران قرار پائی۔ اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے باپ کے انتقام لینے کی یہ تدبیر کی کہ جذیمہ کو پیغام بھیجا کہ میں تنہا امور سلطنت کی انجام دہی نہیں کر سکتی۔ اگر تم مجھے اپنے حبالۂ عقد میں لے کر میری سرپرستی کرو تو میں شکر گزار ہوں گی۔ جذیمہ اس پیش کش پر پھولا نہ سمایا، اور ہزار سوار ہمراہ لے کر جزیرہ جانے کیلئے آمادہ ہو گیا۔ اس کے غلام قصیر نے بہت سمجھایا بجھایا کہ یہ دھوکا اور فریب ہے۔ اس خطرے میں اپنے آپ کو نہ ڈالیے مگر اس کی عقل پر ایسا پردہ پڑا ہوا تھا کہ اُس کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ زبار نے اپنی رفاقت کے لئے اپنے باپ کے قاتل ہی کو کیوں منتخب کیا ہے۔ بہرصورت یہ چل کھڑا ہُوا۔ اور جب حدودِ جزیرہ میں پہنچا تو گو زبار کا لشکر استقبال کے لیے موجود تھا، مگر نہ اُس نے کوئی خاص آؤ بھگت کی، نہ پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر قصیر کا پھر ماتھا ٹھنکا، اور اُس نے جذیمہ سے پلٹ جانے کو کہا۔ مگر منزل کے قریب پہنچ کر آتشِ شوق اور بھڑک اُٹھی تھی۔ اُس نے پرواہ نہ کی اور قدم بڑھا کر شہر کے اندر داخل ہو گیا، وہاں پہنچتے ہی قتل کر ڈالا گیا۔ قصیر نے یہ دیکھا تو کہا لو کان یطاع لقصیر امر (کاش قصیر کی بات مان لی ہوتی) اور اس وقت سے یہ مثل چل نکلی۔

لے شاعر بنی ہوازن سے مراد دُرید ابن صمہ ہے اور یہ شعر اس نے اپنے بھائی عبداللہ ابن صمہ کے مرنے کے بعد کہا۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ اپنے بھائی کے ہمراہ بنی بکر ابن ہوازن پر حملہ آور ہوا اور اُن کے بہت سے اونٹ ہنکا لایا۔ واپسی پر جب مقام منعرج اللوی میں سستانے کا ارادہ کیا تو درید نے کہا کہ یہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے دشمن ٹوٹ پڑے۔ مگر عبداللہ نہ مانا اور وہاں ٹھہر گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا صبح ہوتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا اور عبداللہ کو وہیں پر قتل کر دیا۔ دُرید کے بھی زخم آئے۔ لیکن وہ بچ نکلا اور اُس کے بعد چند اشعار کہے ان میں سے ایک شعر یہ ہے جس میں اس کی رائے کے ٹھکرا دیئے جانے سے جو تباہی آئی تھی اُس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خطبہ ۳۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِیْ تَخْوِيْفِ اَهْلِ النَّهْرَوَانِ:
فَاَنَا نَذِيْرٌ لَّكُمْ اَنْ تُصْبِحُوْا صَرْعٰى

اہلِ نہروان کو اُن کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا:۔
میں تمہیں متنبہ کر رہا ہوں کہ تم لوگ اس نہر کے موڑوں اور اس نشیب کی ہموار زمینوں پر قتل ہو ہو کر گرے ہوئے ہوگے۔

بِأَثْنَاءِ هٰذَا النَّهْرِ وَبِأَهْضَامِ هٰذَا الْغَائِطِ عَلٰى غَيْرِ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا سُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ مَعَكُمْ قَدْ طَوَّحَتْ بِكُمُ الدَّارُ۔ وَاحْتَبَلَكُمُ الْمِقْدَارُ۔ وَقَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ هٰذِهِ الْحُكُوْمَةِ۔ فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُخَالِفِيْنَ الْمُنَابِذِيْنَ۔ حَتّٰى صَرَفْتُ رَأْيِيْ إِلٰى هَوَاكُمْ۔ وَأَنْتُمْ مَعَاشِرُ أَخِفَّاءُ الْهَامِ۔ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ وَلَمْ آتِ لَا أَبَا لَكُمْ بُجْرًا وَلَا أَرَدْتُ لَكُمْ ضُرًّا۔

اس عالم میں کہ نہ تمہارے پاس اللہ کے سامنے (عذر کرنے کے لیے) کوئی واضح دلیل ہوگی نہ کوئی روشن ثبوت۔ اس طرح کہ تم اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے اور پھر قضائے الٰہی نے تمہیں اپنے پھندے میں جکڑ لیا۔ میں نے تو تمہیں پہلے ہی اس تحکیم سے روکا تھا۔ لیکن تم نے میرا حکم ماننے سے مخالف پیمان شکنوں کی طرح انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ (مجبوراً) مجھے بھی اپنی رائے کو ادھر موڑنا پڑا جو تم چاہتے تھے۔ تم ایک ایسا گروہ ہو جس کے افراد کے سر عقلوں سے خالی، اور فہم و دانش سے عاری ہیں۔ خدا تمہارا برا کرے میں نے تمہیں نہ کسی مصیبت میں پھنسایا ہے، نہ تمہارا برا چاہا تھا۔

۱؎ جنگِ نہروان کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تحکیم کی قرارداد کے بعد امیرالمومنینؑ کوفہ کی طرف پلٹ رہے تھے، تو جو لوگ تحکیم کے منوانے میں پیش پیش تھے، یہ کہنے لگے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو حکم ٹھہرانا کفر ہے، اور معاذاللہ امیرالمومنینؑ تحکیم کو مان کر کافر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے "لاحکم الا للہ" (حکم اللہ کے لئے مخصوص ہے) کو غلط معنی پہنا کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور امیرالمومنینؑ سے کٹ کر کوفہ کے قریب مقامِ حروراء میں ڈیرے ڈال دیئے۔ امیرالمومنینؑ کو ان ریشہ دوانیوں کا علم ہوا تو آپ نے صعصعہ ابنِ صوحان اور زیاد ابنِ نضر حارثی کو ابنِ عباس کے ہمراہ ان کی طرف روانہ کیا اور بعد میں خود اُن کی قیام گاہ تک تشریف لے گئے، اور انہیں سمجھا بجھا کر منتشر کر دیا۔

جب یہ لوگ کوفہ پہنچے تو یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ امیرالمومنینؑ نے تحکیم کے معاہدہ کو توڑ ڈالا ہے اور وہ پھر سے شامیوں کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہیں۔ حضرت کو معلوم ہوا تو آپ نے اس کی تردید فرمائی جس پر یہ لوگ فتنہ انگیزی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بغداد سے بارہ میل کے فاصلہ پر نہر کے نشیبی حصہ میں کہ جسے "نہروان" کہا جاتا ہے پڑاؤ ڈال دیا۔

ادھر امیرالمومنینؑ تحکیم کا فیصلہ سن کر سپاہِ شام سے لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور خوارج کو تحریر کیا کہ حکمین نے کتاب و سنت کے بجائے خواہشِ نفسانی سے کام لیتے ہوئے جو فیصلہ کیا ہے وہ ہمیں منظور نہیں۔ لہٰذا ہم نے اُن سے لڑنے کی ٹھان لی ہے۔ تم بھی ہمارا ساتھ دو تاکہ دشمن کی سرکوبی کی جائے۔ مگر خوارج نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ نے جب تحکیم مان لی تھی، تو آپ ہمارے نزدیک کافر ہو گئے تھے۔ اب اگر آپ اپنے کفر کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کریں تو ہم اس معاملہ میں غور

کریں گے اور سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت نے اُن کے جواب سے سمجھ لیا کہ ان کی سرکشی و گمراہی بہت شدید ہو گئی ہے اب ان سے کسی قسم کی امید رکھنا بیکار ہے۔ لہٰذا آپ نے انہیں نظر انداز کر کے شام کی طرف کوچ کرنے کے لئے وادیٔ نخیلہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جب لشکر ترتیب دیا جا چکا، تو حضرت کو معلوم ہوا کہ لشکر کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پہلے اہلِ نہروان سے نپٹ لیں اور بعد میں شام کا رُخ کریں۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ ابھی ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، پہلے شام کی طرف بڑھو، اور پھر انہیں دیکھ لیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے ہر حکم کے لیے بدل و جان حاضر ہیں۔ خواہ اِدھر چلیے یا اُدھر چلیئے لیکن ابھی لشکر نے حرکت نہ کی تھی، کہ خوارج کی شورش انگیزیوں کی خبریں آنے لگیں اور معلوم ہوا کہ انہوں نے عامل نہروان عبداللہ ابن خباب اور ان کی کنیز کو اس بچے سمیت جو اس کے شکم میں تھا، ذبح کر ڈالا ہے۔ اور بنی طے کی تین عورتوں اور ام سنان صیداویہ کو بھی قتل کر دیا ہے۔ امیر المومنین نے حارث ابن مرہ کو تحقیقِ حال کے لیے روانہ کیا۔ لیکن یہ بھی اُن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب ان کی شورش انگیزیاں اس حد تک بڑھ گئیں، تو انہیں جھنجھوڑنا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ لشکر نے نہروان کا رُخ کر لیا، اور وہاں پہنچ کر حضرت نے انہیں کہلوا بھیجا کہ جن لوگوں نے عبداللہ ابن خباب اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا ہے۔ انہیں ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اُن سے خون کا قصاص لیں۔ مگر اُن لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم سب نے مل کر اُن کو مارا ہے، اور ہمارے نزدیک تم سب کا خون مباح ہے۔ اس پر بھی امیر المومنین نے جنگ میں پہل نہ کی۔ بلکہ حضرت ابو ایوب انصاری کو پیغامِ امن دے کر اُن کی طرف بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے پکار کر اُن سے کہا کہ جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آجائے گا یا اس جماعت سے کٹ کر کوفہ یا مدائن چلا جائے گا، اس کے لئے امان ہے اور اُس سے کوئی باز پُرس نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ فروہ ابن نوفل اشجعی نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس بنیاد پر امیر المومنینؑ سے آمادۂ پیکار ہوئے ہیں اور یہ کہہ کر پانچ سو آدمیوں کے ساتھ الگ ہو گئے اور یونہی لوگ گروہ در گروہ چھٹنا شروع ہو گئے اور کچھ لوگ امیر المومنینؑ سے آملے، جو لوگ باقی رہ گئے اُن کی تعداد چار ہزار تھی۔ (اور طبری کی روایت کی بنا پر دو ہزار آٹھ سو تھی۔ یہ لوگ کسی صورت میں دعوتِ حق کی پکار سننے کے لئے تیار نہ تھے اور مرنے مارنے پر اُتر آئے تھے۔ حضرت نے اپنی فوج کو پہل کرنے سے روک رکھا تھا۔ مگر خوارج نے کمانوں میں تیر جوڑ لئے اور تلواروں کی نیامیں توڑ کر پھینک دیں۔ حضرتؑ نے اس موقعہ پر بھی جنگ کے ہولناک نتائج اور اس کے انجام بد سے انہیں آگاہ کیا، اور یہ خطبہ بھی اسی زجر و توبیخ کے سلسلہ میں ہے لیکن وُہ اس طرح جوش میں بھرے بیٹھے تھے کہ یک لخت سپاہِ امیر المومنین پر ٹوٹ پڑے۔ یہ حملہ اتنا بے پناہ تھا کہ پیادوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ لیکن پھر اس طرح جمے کہ تیر و سنان کے حملے انہیں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے اور دیکھتے ہی دیکھتے خوارج کا اس طرح صفایا کیا کہ نو آدمیوں کے علاوہ کہ جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی تھی، ایک متنفس بھی زندہ نہ بچا۔ امیر المومنین کے لشکر میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہوئے۔ یہ جنگ ۹ صفر ۳۸ھ میں واقع ہوئی۔

خطبہ ۳۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَجْرِي مَجْرَى الْخُطْبَةِ:
فَقُمْتُ بِالْأَمْرِ حِينَ فَشِلُوا - وَتَطَلَّعْتُ حِينَ تَقَبَّعُوا - وَنَطَقْتُ حِينَ تَعْتَعُوا وَمَضَيْتُ بِنُورِ اللّٰهِ حِينَ وَقَفُوا - وَكُنْتُ أَخْفَضَهُمْ صَوْتاً وَّأَعْلَاهُمْ فَوْتاً - فَطِرْتُ بِعِنَانِهَا وَاسْتَبْدَدْتُ بِرِهَانِهَا كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْقَوَاصِفُ - وَلَا تُزِيْلُهُ الْعَوَاصِفُ لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ فِيَّ مَهْمَزٌ وَلَا لِقَائِلٍ فِيَّ مَغْمَزٌ - اَلذَّلِيْلُ عِنْدِي عَزِيْزٌ حَتّٰى آخُذَ الْحَقَّ لَهُ - وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيْفٌ حَتّٰى اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ رَضِيْنَا عَنِ اللّٰهِ قَضَاءَهُ وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ أَمْرَهُ - أَتَرَانِي أَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ.
وَاللّٰهِ لَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ فَلَا أَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي وَإِذَا الْمِيْثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي -

میں نے اس وقت اپنے فرائض انجام دیئے جبکہ اور سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جراُت نہ رکھتے تھے۔ اور اُس وقت سر اٹھا کر سامنے آیا۔ جب کہ دوسرے گوشوں میں چھپے ہوئے تھے اور اُس وقت زبان کھولی جبکہ دوسرے گنگ نظر آتے تھے اور اس وقت نورِ خدا (کی روشنی) میں آگے بڑھا، جبکہ دوسرے زمین گیر ہو چکے تھے، گو میری آواز ان سب سے دھیمی تھی۔ مگر سبقت و پیش قدمی میں میں سب سے آگے تھا۔ میرا اس تحریک کی باگ تھامنا تھا، کہ وہ اڑ سی گئی۔ اور میں صاف تھا جو اس میدان میں بازی لے گیا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ جسے نہ تند ہوائیں جنبش دے سکتی ہیں، اور نہ تیز جھکڑ اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں۔ کسی کے لیے بھی مجھ میں عیب گیری کا موقع اور حرف گیری کی گنجائش نہ تھی۔ دبا ہُوا میری نظروں میں طاقتور رہے۔ جب تک کہ میں اس کا حق دلوا نہ دوں اور طاقت ور میرے یہاں کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے دوسرے کا حق دلوا نہ لوں۔ ہم قضائے الٰہی پر راضی ہو چکے ہیں اور اُسی کو سارے امور سونپ دیئے جائیں۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ پر جھوٹ باندھتا ہوں۔ خدا کی قسم میں وہ ہوں جس نے سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کی، تو اب آپؐ پر کذب تراشی میں کس طرح پہل کروں گا۔ میں نے اپنے حالات پر نظر کی، تو دیکھا کہ میرے لیے ہر قسم کی بیعت سے اطاعتِ رسولؐ مقدم تھی اور اُن سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا جوا میری گردن میں تھا۔

خطبہ ۳۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَإِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبْهَةُ شُبْهَةً لِأَنَّهَا تُشْبِهُ الْحَقَّ فَأَمَّا أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ فَضِيَاؤُهُمْ فِيهَا الْيَقِينُ وَدَلِيلُهُمْ سَمْتُ الْهُدَى وَأَمَّا أَعْدَاءُ اللّٰهِ فَدُعَاؤُهُمْ فِيهَا الضَّلَالُ وَدَلِيلُهُمُ الْعَمَى. فَمَا يَنْجُو مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهُ وَلَا يُعْطَى الْبَقَاءَ مَنْ أَحَبَّهُ.

شبہ کو شبہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حق سے شباہت رکھتا ہے، تو جو دوستانِ خدا ہوتے ہیں، اُن کے لئے شبہات (کے اندھیروں) میں یقین اُجالے کا اور ہدایت کی سمت رہنما کا کام دیتی ہے۔ اور جو دشمنانِ خدا ہیں وُہ ان شبہات میں گمراہی کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں، اور کوری و بے بصری ان کی رہبر ہوتی ہے۔ موت وہ چیز ہے کہ ڈرنے والا اُس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا اور ہمیشہ کی زندگی چاہنے والا ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔

خطبہ ۳۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مُنِيتُ بِمَنْ لَا يُطِيعُ إِذَا أَمَرْتُ وَلَا يُجِيبُ إِذَا دَعَوْتُ. لَا أَبَا لَكُمْ مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ رَبَّكُمْ. أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ وَلَا حَمِيَّةٌ تُحْمِشُكُمْ أَقُومُ فِيكُمْ مُسْتَصْرِخًا وَأُنَادِيكُمْ مُتَغَوِّثًا فَلَا تَسْمَعُونَ لِي قَوْلًا. وَلَا تُطِيعُونَ لِي أَمْرًا حَتّٰى تَكَشَّفَ الْأُمُورُ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَاءَةِ فَمَا يُدْرَكُ بِكُمْ ثَارٌ وَلَا يُبْلَغُ بِكُمْ مَرَامٌ دَعَوْتُكُمْ إِلَى نَصْرِ إِخْوَانِكُمْ فَجَرْجَرْتُمْ جَرْجَرَةَ الْجَمَلِ الْأَسَرِّ. وَتَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النِّضْوِ الْأَدْبَرِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ مِنْكُمْ جُنَيْدٌ مُتَذَائِبٌ ضَعِيفٌ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ.

میرا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جنہیں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں۔ بلاتا ہوں، تو آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ تمہارا بُرا ہو۔ اب اپنے اللہ کی نصرت کرنے میں تمہیں کس چیز کا انتظار ہے۔ کیا دین تمہیں ایک جگہ اکٹھا نہیں کرتا اور غیرت و حمیت تمہیں جوش میں نہیں لاتی؟ میں تم میں کھڑا ہو کر چلاتا ہوں اور مدد کے لئے پکارتا ہوں، لیکن تم نہ میری کوئی بات سنتے ہو، نہ میرا کوئی حکم مانتے ہو یہاں تک کہ ان نافرمانیوں کے بُرے نتائج کھل کر سامنے آجائیں۔ نہ تمہارے ذریعے خون کا بدلا لیا جا سکتا ہے، نہ کسی مقصد تک پہنچا جا سکتا ہے۔ میں نے تم کو تمہارے ہی بھائیوں کی مدد کے لئے پکارا تھا۔ مگر تم اُس اونٹ کی طرح بلبلانے لگے جس کی ناف میں درد ہو رہا ہو؟ اور اس لاغر کمزور شتر کی طرح ڈھیلے پڑ گئے۔ جس کی پیٹھ زخمی ہو۔ پھر میرے پاس تم لوگوں کی ایک چھوٹی سی متزلزل و کمزور فوج آئی۔ اس عالم

(اَقُوْلُ) قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَذَآئِبٌ اَیْ مُضْطَرِبٌ مِنْ قَوْلِهِمْ تَذَآءَبَتِ الرِّيْحُ اَیِ اضْطَرَبَ هُبُوْبُهَا۔ وَ مِنْهُ يُسَمَّى الذِّئْبُ ذِئْبًا لِاضْطِرَابِ مِشْيَتِهٖ۔

ہیں کہ گویا اُسے اس کی نظروں کے سامنے موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں جو لفظ "متذائب" آیا ہے، اس کے معنی مضطرب کے ہیں۔ جب ہوائیں بل کھاتی ہوئی چلتی ہیں، تو عرب اس موقعہ پر "تذائبت الریح" بولتے ہیں اور بھیڑیئے کو بھی ذئب اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی چال میں ایک اضطرابی کیفیت ہوتی ہے۔

لہ معاویہ نے مقام عین التمر پر دھاوا بولنے کے لئے دو ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ نعمان ابن بشیر کی سرکردگی میں بھیجا۔ یہ جگہ کوفہ کے قریب امیرالمومنین کا ایک دفاعی مورچہ تھی۔ جس کے نگران مالک ابن کعب ارحبی تھے۔ گو ان کے ماتحت ایک ہزار جنگجو افراد تھے۔ مگر اس موقعہ پر صرف سو آدمی وہاں موجود تھے۔ جب مالک نے حملہ آور لشکر کو بڑھتے دیکھا تو امیرالمومنین کو کمک کے لئے تحریر کیا۔ جب امیرالمومنین کو یہ پیغام ملا ہے، تو آپ نے لوگوں کو اُن کی امداد کے لئے کہا، مگر صرف تین سو آدمی آمادہ ہوئے۔ جس سے حضرت بہت بددل ہوئے اور انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضرت خطبہ دینے کے بعد جب مکان پر پہنچے، تو عدی ابن حاتم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا امیرالمومنین میرے ہاتھ میں بنی طے کے ایک ہزار افراد ہیں اگر آپ حکم دیں تو انہیں روانہ کر دوں؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دشمن کے سامنے ایک ہی قبیلہ کے لوگ پیش کئے جائیں۔ تم وادیٔ نخیلہ میں جا کر لشکر بندی کرو۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو جہاد کی دعوت دی، تو بنی طے کے علاوہ ایک ہزار اور جنگ آزما جمع ہو گئے۔ یہ ابھی کوچ کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ مالک ابن کعب کا پیغام آ گیا کہ اب مدد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم نے دشمن کو مار بھگایا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مالک نے عبداللہ ابن حوزہ کو قرظہ ابن کعب اور مخنف ابن سلیم کے پاس دوڑا دیا تھا کہ اگر کوفہ سے مدد آنے میں تاخیر ہو تو یہاں سے بروقت امداد مل سکے۔ چنانچہ عبداللہ دونوں کے پاس گیا مگر قرظہ سے کوئی امداد نہ مل سکی۔ البتہ مخنف ابن سلیم نے پچاس آدمی عبدالرحمٰن ابن مخنف کے ہمراہ تیار کئے، جو عصر کے قریب وہاں پہنچے۔ اس وقت تک یہ دو ہزار آدمی مالک کے سو آدمیوں کو پسپا نہ کر سکے تھے۔ جب نعمان نے ان پچاس آدمیوں کو دیکھا، تو یہ خیال کیا کہ اب ان کی فوجیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ لہٰذا وہ میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مالک نے ان کے جاتے جاتے بھی عقب سے حملہ کر کے ان کے تین آدمیوں کو مار ڈالا۔

خطبہ ۴۰

وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ فِی الْخَوَارِجِ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَھُمْ "لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ" قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَلِمَۃُ حَقٍّ یُرَادُ بِھَا الْبَاطِلُ۔ نَعَمْ اِنَّہٗ لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ۔ وَلٰکِنْ ھٰؤُلَاءِ یَقُوْلُوْنَ لَا اِمْرَۃَ اِلَّا لِلّٰہِ۔ وَاِنَّہٗ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ یَعْمَلُ فِیْ اِمْرَتِہِ الْمُؤْمِنُ وَیَسْتَمْتِعُ فِیْھَا الْکَافِرُ۔ وَیُبَلِّغُ اللّٰہُ فِیْھَا الْاَجَلَ۔ وَیُجْمَعُ بِہِ الْفَیْءُ، وَیُقَاتَلُ بِہِ الْعَدُوُّ۔ وَتَاْمَنُ بِہِ السُّبُلُ وَیُؤْخَذُ بِہٖ لِلضَّعِیْفِ مِنَ الْقَوِیِّ حَتّٰی یَسْتَرِیْحَ بَرٌّ وَّیُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔

(وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا سَمِعَ تَحْکِیْمَھُمْ قَالَ) حُکْمَ اللّٰہِ اَنْتَظِرُ فِیْکُمْ (وَقَالَ) اَمَّا الْاِمْرَۃُ الْبَرَّۃُ فَیَعْمَلُ فِیْھَا التَّقِیُّ۔ وَاَمَّا الْاِمْرَۃُ الْفَاجِرَۃُ فَیَتَمَتَّعُ فِیْھَا الشَّقِیُّ اِلٰی اَنْ تَنْقَطِعَ مُدَّتُہٗ وَتُدْرِکَہٗ مَنِیَّتُہٗ۔

جب آپؑ نے خوارج کا قول لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ (حکم اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے) سُنا تو فرمایا:۔

یہ جملہ تو صحیح ہے مگر جو مطلب وہ لیتے ہیں، وہ غلط ہے۔ ہاں بیشک حکم اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے، مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ لوگوں کے لئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا (اگر اچھا ہوگا تو) مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کرسکے گا۔ اور (بُرا ہوگا تو) کافر اس کے عہد میں لذائذ سے بہرہ اندوز ہوگا۔ اور اللہ اس نظامِ حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا۔ اسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج وغنیمت) جمع ہوتا ہے، دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پُرامن رہتے ہیں، اور قوی سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے، یہاں تک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہوکر) راحت پائے، اور بُرے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب آپ نے تحکیم کے سلسلے میں (ان کا قول) سُنا، تو فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں حکم خدا ہی کا منتظر ہوں۔ پھر فرمایا کہ اگر حکومت نیک ہو تو اس میں متقی و پرہیزگار اچھے عمل کرتا ہے اور بُری حکومت ہو تو اس میں بدبخت لوگ جی بھر کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کا زمانہ ختم ہوجائے اور موت انہیں پالے۔

۞ ۞ ۞

خطبہ ۴۱

وَمِنْ خُطْبَۃٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ

وفائے عہد اور سچائی دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے،

إِنَّ الْوَفَاءَ تَوْأَمُ الصِّدْقِ وَلَا أَعْلَمُ جُنَّةً أَوْقَى مِنْهُ ـ وَلَا يَغْدِرُ مَنْ عَلِمَ كَيْفَ الْمَرْجِعُ وَلَقَدْ أَصْبَحْنَا فِي زَمَانٍ قَدِ اتَّخَذَ أَكْثَرُ أَهْلِهِ الْغَدْرَ كَيْسًا وَنَسَبَهُمْ أَهْلُ الْجَهْلِ فِيهِ إِلَى حُسْنِ الْحِيلَةِ مَا لَهُمْ قَاتَلَهُمُ اللهُ قَدْ يَرَى الْحُوَّلُ الْقُلَّبُ وَجْهَ الْحِيلَةِ وَدُونَهُ مَانِعٌ مِنْ أَمْرِ اللهِ وَنَهْيِهِ فَيَدَعُهَا رَأْيَ عَيْنٍ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا ، وَيَنْتَهِزُ فُرْصَتَهَا مَنْ لَا حَرِيجَةَ لَهُ فِي الدِّينِ ـ

اور میرے علم میں اس سے بڑھ کر حفاظت کی اور کوئی سپر نہیں جو شخص اپنی بازگشت کی حقیقت جان لیتا ہے۔ وہ کبھی غداری نہیں کرتا۔ مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں نے غدر و فریب کو عقل و فراست سمجھ لیا ہے، اور جاہلوں نے ان کی (چالوں) کو حسن تدبیر سے منسوب کر دیا ہے۔ اللہ انہیں غارت کرے انہیں کیا ہو گیا ہے۔ وہ شخص جو زمانے کی اونچ نیچ دیکھ چکا ہے اور اس کے ہیر پھیر سے آگاہ ہے وہ کبھی کوئی تدبیر اپنے لئے دیکھتا ہے، مگر اللہ کے اوامر و نواہی اس کا راستہ روک کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اس حیلہ و تدبیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اس پر قابو پانے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اور جسے کوئی دینی احساس سدِ راہ نہیں ہے وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھالے جاتا ہے۔

خطبہ ۴۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَانِ : اتِّبَاعُ الْهَوَى وَطُولُ الْأَمَلِ ـ فَأَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ ـ وَأَمَّا طُولُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي الْآخِرَةَ ـ أَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَذَّاءَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ اصْطَبَّهَا صَابُّهَا أَلَا وَإِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ وَلِكُلٍّ مِنْهُمَا بَنُونَ ـ فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ ، وَلَا تَكُونُوا أَبْنَاءَ الدُّنْيَا

اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی، اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے، جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا تیزی سے جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ مگر اتنا ہے کہ جیسے کوئی انڈیلنے والا برتن کو انڈیلے تو اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے اور آخرت کا ادھر رخ لئے ہوئے آ رہی ہے اور دنیا و آخرت ہر ایک والے خاص آدمی ہوتے ہیں۔ تو تم فرزند آخرت بنو، اور ابناء دنیا نہ بنو۔ اس لئے کہ ہر بیٹا روزِ قیامت اپنی ماں سے منسلک ہو گا۔ آج عمل

فَإِنَّ كُلَّ وَلَدٍ سَيُلْحَقُ بِأُمِّهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ۔ (أَقُوْلُ) اَلْحَذَّآءُ السَّرِيْعَةُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّرْوِيْهِ جَذَّآءَ بِالْجِيْمِ وَالذَّالِ أَيْ اِنْقَطَعَ دَرُّهَا وَخَيْرُهَا۔

کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہو گا، عمل نہ ہو سکے گا۔

علامہ رضی کہتے ہیں کہ اَلْحَذَّا کے معنی تیز رو کے ہیں اور بعض نے الجذاء روایت کیا ہے۔ (اس روایت کی بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ دنیا کی لذتوں کا سلسلہ جلد ختم ہو جائیگا۔

خطبہ ۴۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَقَدْ أَشَارَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهٗ بِالْاِسْتِعْدَادِ لِلْحَرْبِ بَعْدَ إِرْسَالِهٖ جَرِيْرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ إِلٰى مُعَاوِيَةَ۔

إِنَّ اسْتِعْدَادِيْ لِحَرْبِ أَهْلِ الشَّامِ وَجَرِيْرٌ عِنْدَهُمْ إِغْلَاقٌ لِلشَّامِ وَصَرْفٌ لِأَهْلِهٖ عَنْ خَيْرٍ إِنْ أَرَادُوْهُ۔ وَلٰكِنْ قَدْ وَقَّتُّ لِجَرِيْرٍ وَقْتًا لَا يُقِيْمُ بَعْدَهٗ إِلَّا مَخْدُوْعًا أَوْ عَاصِيًا۔ وَالرَّأْيُ عِنْدِيْ مَعَ الْأَنَاةِ فَأَرْوِدُوْا وَلَا أَكْرَهُ لَكُمُ الْإِعْدَادَ۔

وَلَقَدْ ضَرَبْتُ أَنْفَ هٰذَا الْأَمْرِ وَعَيْنَهٗ۔ وَقَلَّبْتُ ظَهْرَهٗ وَبَطْنَهٗ۔ فَلَمْ أَرَ لِيْ إِلَّا الْقِتَالَ أَوِ الْكُفْرَ بِمَا جَآءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ إِنَّهٗ قَدْ كَانَ عَلَى الْأُمَّةِ وَالٍ أَحْدَثَ أَحْدَاثًا وَأَوْجَدَ لِلنَّاسِ مَقَالًا فَقَالُوْا ثُمَّ

جب امیر المومنین نے جریر ابن عبداللہ بجلی کو معاویہ کے پاس (بیعت لینے کے لئے) بھیجا، تو آپ کے اصحاب نے آپؑ کو جنگ کی تیاری کا مشورہ دیا جس پر آپ نے فرمایا:۔

میرا جنگ کے لئے مستعد و آمادہ ہونا جب کہ جریر ابھی وہیں ہے۔ شام کا دروازہ بند کرنا ہے اور وہاں کے لوگ بیعت کا ارادہ بھی کریں، تو انہیں اس ارادہ خیر سے روک دینا ہے بے شک میں نے جریر کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ ٹھہرے گا۔ تو یا ان سے فریب میں مبتلا ہو کر یا (عمداً) سرتابی کرتے ہوئے صحیح رائے کا تقاضا صبر و توقف ہے۔ اس لئے ابھی ٹھہرے رہو۔ البتہ اس چیز کو میں تمہارے لئے برا نہیں سمجھتا کہ (درپردہ) جنگ کا ساز و سامان کرتے رہو۔

میں نے اس امر کو اچھی طرح سے پرکھ لیا ہے اور اندر باہر سے دیکھ لیا ہے۔ مجھے تو جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ یا یہ کہ رسولؐ کی دی ہوئی خبروں سے انکار کر دوں۔ حقیقت یہ ہے (مجھ سے پہلے) اس امت پر ایک ایسا حکمران تھا، جس نے دین میں بدعتیں پھیلائیں، اور لوگوں کو زبانِ طعن کھولنے کا موقعہ دیا (پہلے تو) لوگوں نے اسے باتی

نَقَمُوا فَغَيَّرُوا۔

کہا سنا، پھر اس پر بگڑے، اور آخر سارا ڈھانچہ بدل دیا۔

خطبہ ۴۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ لَمَّا هَرَبَ مَصْقَلَةُ بْنُ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِيُّ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَكَانَ قَدِ ابْتَاعَ سَبْيَ بَنِي نَاجِيَةَ مِنْ عَامِلِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَأَعْتَقَهُمْ فَلَمَّا طَالَبَهُ بِالْمَالِ خَاسَ بِهٖ وَهَرَبَ إِلَى الشَّامِ۔

(جب[1] مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی معاویہ کے پاس بھاگ گیا)۔ چونکہ اس نے حضرت کے ایک عامل سے بنی ناجیہ کے کچھ اسیر خریدے تھے۔ جب امیر المومنینؑ نے اس سے قیمت کا مطالبہ کیا، تو وہ بددیانتی کرتے ہوئے شام چلا گیا۔ جس پر آپ نے فرمایا:

قَبَّحَ اللّٰهُ مَصْقَلَةَ۔ فَعَلَ فِعْلَ السَّادَةِ ، وَفَرَّ فِرَارَ الْعَبِيْدِ۔ فَمَا أَنْطَقَ مَادِحَهٗ حَتّٰى أَسْكَتَهٗ۔ وَلَا صَدَّقَ وَاصِفَهٗ حَتّٰى بَكَّتَهٗ۔ وَلَوْ أَقَامَ لَأَخَذْنَا مَيْسُوْرَهٗ وَانْتَظَرْنَا بِمَالِهٖ وُفُوْرَهٗ۔

خدا مصقلہ کا بُرا کرے، کام تو اس نے شریفوں کا سا کیا، لیکن غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔ اس نے مدح کرنے والے کا منہ بولنے سے پہلے ہی بند کر دیا اور توصیف کرنے والے کے قول کے مطابق اپنا عمل پیش کرنے سے پہلے ہی اسے خاموش کر دیا۔ اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم اس سے اتنا لے لیتے، جتنا اس کے لئے ممکن ہوتا، اور بقیہ کے لئے اس کے مال کے زیادہ ہونے کا انتظار کرتے۔

---

[1] تحکیم کے بعد جب خوارج نے سر اٹھایا، تو ان میں سے بنی ناجیہ کا ایک شخص خریت ابنِ راشد لوگوں کو بھڑکانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا، اور ایک جتھے کے ساتھ مار دھاڑ کرتا ہوا مدائن کے رخ پر چل پڑا۔

امیر المومنین نے اس کی روک تھام کے لئے زیاد ابن حفصہ کو ایک سو تین آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ جب مدائن میں دونوں فریق کا آمنا سامنا ہوا، تو تلواریں لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہوتے پائی تھی کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا، اور جنگ روک دینا پڑی۔ جب صبح ہوئی تو زیاد کے ساتھیوں نے دیکھا کہ خوارج کے پانچ لاشے پڑے ہیں اور خود میدان چھوڑ کر جا چکے ہیں یہ دیکھ کر زیاد اپنے آدمیوں کے ساتھ بصرہ کی طرف چل پڑا۔ تو وہاں سے معلوم ہوا کہ خوارج اہواز کی طرف چلے گئے ہیں۔ زیاد نے سپاہ کی قلت کی وجہ سے قدم روک لئے اور امیر المومنینؑ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت نے زیاد کو واپس بلوا لیا اور معقل ابن قیس ریاحی کو دو ہزار نبرد آزماؤں کے ہمراہ اہواز کی طرف روانہ کیا، اور والیٔ بصرہ عبداللہ ابنِ عباس کو تحریر فرمایا کہ بصرہ کے دو ہزار شمشیر زن معقل کی کمک کے لئے بھیج دو۔ چنانچہ بصرہ کا دستہ

بھی اُن سے اہواز میں جا ملا۔ اور یہ پوری طرح منظم ہو کر دشمن پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن خریت اپنے لاؤ لشکر کو لے کر رامہرمز کی پہاڑیوں کی طرف چل دیا۔ یہ لوگ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے آگے بڑھے، اور اُن پہاڑیوں کے قریب اُسی کو آلیا۔ دونوں نے اپنے اپنے لشکر کی صف بندی کی، اور ایک دوسرے پر حملے شروع کر دیئے۔ اس جھڑپ کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج کے تین سو ستر آدمی میدان میں کھیت رہے، اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ معقل نے اپنی کارگذاری، اور دشمن کے فرار کی امیرالمومنینؑ کو اطلاع دی تو حضرتؑ نے تحریر فرمایا کہ ابھی تم ان کا پیچھا کرو اور اس طرح انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دو، کہ پھر سر اٹھانے کا اُن میں دم نہ رہے۔ چنانچہ اس فرمان کے بعد وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھے، اور بحرِ فارس کے ساحل پر اُسے پا لیا کہ جہاں اُس نے لوگوں کو بہلا پھسلا کر اپنا ہمنوا بنا لیا تھا، اور ادھر اُدھر سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اچھی خاصی جمعیت بہم پہنچا لی تھی۔ جس وقت معقل وہاں پر پہنچے تو آپ نے پہلے امان کا جھنڈا بلند کیا اور اعلان کیا کہ جو لوگ ادھر اُدھر سے جمع ہو گئے ہیں، وُہ الگ ہو جائیں اُن سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ چھٹ گئے اس نے انہی کو منظم کیا، اور جنگ چھیڑ دی۔ مگر کوفہ و بصرہ کے سرفروشوں نے تیغ زنی کے وُہ جوہر دکھائے کہ دیکھتے ہی دیکھتے باغیوں کے ایک سو ستر آدمی مارے گئے، اور خریت سے نعمان ابن صہبان نے دو دو ہاتھ کئے اور آخر اُسے مار گرایا جس کے گرتے ہی دشمن کے قدم اُکھڑ گئے، اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد معقل نے ان کی قیام گاہوں میں جتنے مرد، عورتیں اور بچے پائے انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ ان میں جو مسلمان تھے اُن سے بیعت لے کر انہیں رہا کر دیا۔ اور جو مرتد ہو گئے تھے انہیں اسلام قبول کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ ایک بوڑھے نصرانی کے علاوہ سب نے اسلام قبول کر کے رہائی پائی اور بوڑھے کو قتل کر دیا گیا۔ اور جن بنی ناجیہ کے عیسائیوں نے اس شورش انگیزی میں حصہ لیا تھا۔ انہیں اُن کے اہل و عیال سمیت کہ جن کی تعداد پانچ سو تھی اپنے ہمراہ لے لیا۔ اور جب معقل اردشیر خرہ (ایران کا ایک شہر) پہنچے تو یہ قیدی وہاں کے حاکم مصقلہ ابن ہبیرہ کے سامنے چیخے چلائے، اور گڑگڑا کر اُس سے التجائیں کیں کہ ان کی رہائی کی کوئی صورت کی جائے۔ مصقلہ نے ذہل ابن حارث کے ذریعے معقل کو کہلوایا کہ ان اسیروں کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ معقل نے اسے منظور کیا، اور پانچ لاکھ درہم میں وُہ اسیر اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور اس سے کہا کہ ان کی قیمت جلد از جلد امیرالمومنینؑ کو بھیج دو۔ اس نے کہا میں پہلی قسط ابھی بھیج رہا ہوں، اور بقیہ قسطیں بھی جلد بھیج دی جائیں گی۔ جب معقل امیرالمومنینؑ کے پاس پہنچے، تو یہ سارا واقعہ اُن سے بیان کیا۔ حضرتؑ نے اس اقدام کو سراہا اور کچھ دنوں تک قیمت کا انتظار کیا۔ مگر مصقلہ نے ایسی چُپ سادھ لی کہ گویا اس کے ذمّہ کوئی مطالبہ ہی نہیں ہے۔ آخر حضرتؑ نے ایک قاصد اس کی طرف روانہ کیا اور اُسے کہلوا بھیجا کہ یا تو قیمت بھیجو، یا خود آؤ۔ وُہ حضرتؑ کے فرمان پر کوفہ آیا، اور قیمت طلب کرنے پر دو لاکھ درہم پیش کر دیئے اور بقایا مطالبہ سے بچنے کے لئے معاویہ کے پاس چلا گیا، جس نے اُسے طبرستان کا حاکم بنا دیا۔ حضرتؑ کو جب اس کا علم ہوا، تو آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے کہ اگر وہ ٹھہرا رہتا

توہم مال کی وصولی میں اس سے رعایت کرتے اور اس کی مالی حالت درست ہونے کا انتظار کرتے۔ لیکن وہ تو ایک نمائشی کارنامہ دکھا کر غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔ ابھی اُس کی بلند حوصلگی کے چرچے شروع ہی ہوئے تھے کہ زبانوں پر اس کی دنائت و پستی کے تذکرے آنے لگے۔

خطبہ ۴۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَقْنُوطٍ مِّنْ رَحْمَتِهٖ وَلَا مَخْلُوٍّ مِّنْ نِّعْمَتِهٖ۔ وَلَا مَايُوسٍ مِّنْ مَّغْفِرَتِهٖ وَلَا مُسْتَنْكَفٍ عَنْ عِبَادَتِهِ الَّذِيْ لَا تَبْرَحُ مِنْهُ رَحْمَةٌ۔ وَلَا تُفْقَدُ لَهٗ نِعْمَةٌ۔ وَالدُّنْيَا دَارٌ مُنِيَ لَهَا الْفَنَاءُ وَلِاَهْلِهَا مِنْهَا الْجَلَاءُ وَهِيَ حُلْوَةٌ خَضْرَاءُ وَقَدْ عَجِلَتْ لِلطَّالِبِ وَالْتَبَسَتْ بِقَلْبِ النَّاظِرِ۔ فَارْتَحِلُوْا مِنْهَا بِاَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ۔ وَلَا تَسْاَلُوْا فِيْهَا فَوْقَ الْكَفَافِ وَلَا تَطْلُبُوْا مِنْهَا اَكْثَرَ مِنَ الْبَلَاغِ۔

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس کی رحمت سے نا اُمیدی نہیں اور جس کی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں۔ نہ اس کی مغفرت سے کوئی مایوس ہے، نہ اس کی عبادت سے کسی کو عار ہو سکتا ہے، اور نہ اس کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہے، اور نہ اس کی نعمتوں کا فیضان کبھی رُکتا ہے۔ دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے لئے فنا طے شدہ امر ہے۔ اور اس کے بسنے والوں کے لئے یہاں سے بہرصورت نکلنا ہے۔ یہ دنیا شیریں و شاداب ہے۔ اپنے چاہنے والے کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور دیکھنے والے کے دل میں سما جاتی ہے، جو تمہارے پاس بہتر سے بہتر توشہ ہو سکے۔ اُسے لے کر دنیا سے چل دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس دنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ نہ چاہو، اور جس سے زندگی بسر ہو سکے اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرو۔

خطبہ ۴۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ عِنْدَ عَزْمِهٖ عَلَى الْمَسِيْرِ اِلَى الشَّامِ۔

جب شام کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا، تو یہ کلمات فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ

اے اللہ! مَیں سفر کی مشقت اور واپسی کے اندوہ اور اہل و مال کی بدحالی کے منظر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں رفیق اور بال بچوں کا محافظ ہے سفر و حضر

فِي السَّفَرِ وَ أَنْتَ الْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ وَلَا يَجْمَعُهُمَا غَيْرُكَ لِأَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَا يَكُونُ مُسْتَصْحَبًا وَالْمُسْتَصْحَبُ لَا يَكُونُ مُسْتَخْلَفًا۔ (أَقُولُ) وَابْتِدَاءُ هٰذَا الْكَلَامِ مَرْوِيٌّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، وَقَدْ قَفَّاهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَبْلَغِ كَلَامٍ وَتَمَّمَهُ بِأَحْسَنِ تَمَامٍ مِنْ قَوْلِهٖ لَا يَجْمَعُهُمَا غَيْرُكَ إِلَى آخِرِ الْفَصْلِ۔

کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا، کیونکہ جسے پیچھے چھوڑا جائے وہ ساتھی نہیں ہو سکتا، اور جسے ساتھ لیا جائے اُسے پیچھے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا ابتدائی حصہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے۔ امیر المومنینؑ نے اس کے آخر میں بلیغ ترین جملوں کا اضافہ فرما کر اسے نہایت احسن طریق سے مکمل کر دیا ہے، اور وہ اضافہ (سفر و حضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا) سے لے کر آخر کلام تک ہے۔

خطبہ ۴۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فِي ذِكْرِ الْكُوفَةِ۔

كَأَنِّي بِكِ يَا كُوفَةُ تُمَدِّيْنَ مَدَّ الْأَدِيمِ الْعُكَاظِيِّ تُعْرَكِيْنَ بِالنَّوَازِلِ وَتُرْكَبِيْنَ بِالزَّلَازِلِ۔ وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهٗ مَا أَرَادَ بِكِ جَبَّارٌ سُوْءًا إِلَّا ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِشَاغِلٍ وَرَمَاهُ بِقَاتِلٍ

❖ ❖ ❖

اے کوفہ! یہ منظر گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ مجھے اس طرح سے کھینچا جا رہا ہے جیسے بازار عکاظ[1] کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کو اور مصائب و آلام کی تاخت و تاراج سے تجھے کچلا جا رہا ہے۔ اور شدائد و حوادث کا تو مرکب بنا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جو ظالم و سرکش تجھ سے برائی کا ارادہ کرے گا۔ اللہ اُسے کسی مصیبت میں جکڑ دے گا۔ اور کسی قاتل کی زد پر لے آئے گا۔[2]

---

[1] زمانۂ جاہلیت میں ہر سال مکّہ کے قریب ایک بازار لگتا تھا جس کا نام عکاظ تھا۔ جہاں زیادہ تر کھالوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے چمڑے کو اس کی طرف نسبت دی جاتی تھی۔ خرید و فروخت کے علاوہ شعر و سخن کی محفلیں بھی جمتی تھیں۔ اور عرب اپنے کارنامے سُنا کر دادِ تحسین حاصل کرتے تھے۔ مگر اسلام کے بعد اس کا نعم البدل حج کے اجتماع کی صورت میں حاصل ہو جانے کی وجہ سے وہ بازار سرد پڑ گیا۔

[2] امیر المومنینؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ جن لوگوں نے کوفہ میں اپنی قہرمانی

قوتوں کے بل بوتے پر ظلم و ستم ڈھائے تھے۔ ان کا انجام کتنا عبرت ناک ہوا۔ اور اُن کی ہلاکت آفرینیوں نے ان کے لئے ہلاکت کے کیا کیا سروسامان کئے۔ چنانچہ زیاد ابن ابیہ کا حشر یہ ہوا کہ جب اُس نے امیر المومنین کے خلاف ناسزا کلمات کہلوانے کے لئے خطبہ دینا چاہا۔ تو اچانک اُس پر فالج گرا اور پھر وہ بستر سے نہ اٹھ سکا۔ عبید اللہ ابن زیاد کی سفاکیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوڑھ میں مبتلا ہو گیا، اور آخر خون آشام تلواروں نے اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حجاج ابن یوسف کی خونخواریوں نے اسے یہ روزِ بد دکھلایا کہ اس کے پیٹ میں سانپ پیدا ہو گئے۔ جس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر اُس نے جان دی۔ عمر ابن ہبیرہ مبروص ہو کر مرا۔ خالد قسری نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور بُری طرح مارا گیا۔ مصعب ابن زبیر اور یزید ابن مہلب بھی تیغوں کی نذر ہوئے۔

خطبہ ۴۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْمَسِيْرِ اِلَى الشَّامِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيْلٌ وَّغَسَقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجْمٌ وَّخَفَقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَفْقُوْدِ الْاِنْعَامِ۔ وَلَا مُكَافَاِ الْاِفْضَالِ۔

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ مُقَدِّمَتِيْ وَاَمَرْتُهُمْ بِلُزُوْمِ هٰذَا الْمِلْطَاطِ حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ اَمْرِيْ۔ وَقَدْ اَرَدْتُّ اَنْ اَقْطَعَ هٰذِهِ النُّطْفَةَ اِلٰى شِرْذِمَةٍ مِّنْكُمْ مُّوَطِّنِيْنَ اَكْنَافَ دِجْلَةَ فَاُنْهِضَهُمْ مَعَكُمْ اِلٰى عَدُوِّكُمْ وَاَجْعَلَهُمْ مِنْ اَمْدَادِ الْقُوَّةِ لَكُمْ۔

اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے جب بھی رات آئے اور اندھیرا پھیلے، اور اللہ کے لئے تعریف و توصیف ہے جب بھی ستارہ نکلے اور ڈوبے اور اس اللہ کے لئے مدح و ستائش ہے کہ جس کے انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے اور جس کے احسانات کا بدلہ اُتارا نہیں جا سکتا۔

(آگاہ رہو کہ) میں نے فوج کا ہراول دستہ آگے بھیج دیا ہے اور اُسے حکم دیا ہے کہ میرا فرمان پہنچنے تک اس دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالے رہے اور میرا ارادہ ہے کہ اس پانی کو عبور کر کے اس چھوٹے سے گروہ کے پاس پہنچ جاؤں جو اطراف دجلہ (مدائن) میں آباد ہے، اور اسے بھی تمہارے ساتھ دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑا کروں اور انہیں تمہاری کمک کے لئے ذخیرہ بناؤں۔

اَقُوْلُ يَعْنِيْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمِلْطَاطِ هٰهُنَا السَّمْتَ الَّذِيْ اَمَرَهُمْ بِلُزُوْمِهٖ وَهُوَ شَاطِئُ الْفُرَاتِ وَيُقَالُ ذٰلِكَ اَيْضًا لِشَاطِئِ الْبَحْرِ، وَاَصْلُهٗ مَا اسْتَوٰى

علامہ رضی کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس مقام پر ملطاط سے وہ سمت مراد لی ہے جہاں انہیں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ سمت کنارہ فرات ہے اور ملطاط کنارہ دریا کو کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اصلی معنی

مِنَ الْأَرْضِ وَيَعْنِي بِالنُّطْفَةِ مَاءَ الْفُرَاتِ، وَهُوَ مِنْ غَرِيبِ الْعِبَارَاتِ وَعَجِيبِهَا۔

ہموار زمین کے ہیں، اور نطفہ (صاف و شفاف پانی) سے آپ کی مراد آبِ فرات ہے اور یہ عجیب و غریب تعبیرات میں سے ہے۔"

لہ جب امیر المومنینؑ نے صفین کے ارادہ سے وادیٔ نخیلہ میں پڑاؤ ڈالا، تو ۵ شوال ۳۷ھ بروز چہار شنبہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں حضرت نے جس ہراول دستے کا ذکر کیا ہے، اُس سے وہ بارہ ہزار افراد مراد ہیں جو زیاد ابنِ نضر اور شریح ابنِ ہانی کے زیرِ قیادت صفین کی طرف روانہ فرمائے تھے۔ اور مدائن کے جس چھوٹے سے گروہ کا ذکر کیا ہے، وہ بارہ سو افراد کا ایک جتھا تھا جو آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

خطبہ ۴۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بَطَنَ خَفِيَّاتِ الْأُمُورِ۔ وَدَلَّتْ عَلَيْهِ أَعْلَامُ الظُّهُورِ۔ وَامْتَنَعَ عَلَى عَيْنِ الْبَصِيرِ۔ فَلَا عَيْنُ مَنْ لَمْ يَرَهُ تُنْكِرُهُ۔ وَلَا قَلْبُ مَنْ أَثْبَتَهُ يُبْصِرُهُ۔ سَبَقَ فِي الْعُلُوِّ فَلَا شَيْءَ أَعْلَى مِنْهُ۔ وَقَرُبَ فِي الدُّنُوِّ فَلَا شَيْءَ أَقْرَبُ مِنْهُ۔ فَلَا اسْتِعْلَاؤُهُ بَاعَدَهُ عَنْ شَيْءٍ مِنْ خَلْقِهِ۔ وَلَا قُرْبُهُ سَاوَاهُمْ فِي الْمَكَانِ بِهِ۔ لَمْ يُطْلِعِ الْعُقُولَ عَلَى تَحْدِيدِ صِفَتِهِ۔ وَلَمْ يَحْجُبْهَا عَنْ وَاجِبِ مَعْرِفَتِهِ۔ فَهُوَ الَّذِي تَشْهَدُ لَهُ أَعْلَامُ الْوُجُودِ عَلَى إِقْرَارِ قَلْبِ ذِي الْجُحُودِ

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی گہرائیوں میں اُترا ہوا ہے۔ اُس کے ظاہر و ہویدا ہونے کی نشانیاں اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔ گو دیکھنے والے کی آنکھ سے وہ نظر نہیں آتا۔ پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اُسے مخلوقات سے دُور کر دیا ہے، اور نہ اس کے قرب نے اسے دوسروں کی سطح پر لا کر اُن کے برابر کر دیا ہے۔ اُس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حد و نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کے لئے اُن کے آگے پردے بھی حائل نہیں کئے۔ وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اس طرح اس کی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے والے کا دل

تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الْمُشَبِّهُوْنَ بِهٖ وَالْجَاحِدُوْنَ لَهٗ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں اور اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

خطبہ ۵۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّمَا بَدْءُ وُقُوْعِ الْفِتَنِ اَهْوَآءٌ تُتَّبَعُ وَاَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ، يُخَالَفُ فِيْهَا كِتَابُ اللّٰهِ وَيَتَوَلّٰى عَلَيْهَا رِجَالٌ رِجَالًا عَلٰى غَيْرِ دِيْنِ اللّٰهِ۔ فَلَوْ اَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ مِزَاجِ الْحَقِّ لَمْ يَخْفَ عَلَى الْمُرْتَادِيْنَ۔ وَلَوْ اَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنْ لَبْسِ الْبَاطِلِ انْقَطَعَتْ عَنْهُ اَلْسُنُ الْمُعَانِدِيْنَ وَلٰكِنْ يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ وَمِنْ هٰذَا ضِغْثٌ فَيُمْزَجَانِ۔

فَهُنَالِكَ يَسْتَوْلِي الشَّيْطَانُ عَلٰى اَوْلِيَآئِهٖ وَيَنْجُو الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ الْحُسْنٰى۔

فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ نئے ایجاد کردہ احکام کہ جن میں قرآن کی مخالفت کی جاتی ہے اور جنہیں فروغ دینے کے لئے کچھ لوگ دینِ الٰہی کے خلاف باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو جاتے ہیں تو اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا، تو وہ ڈھونڈنے والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق باطل کے شائبہ سے پاک و صاف سامنے آتا، تو عناد رکھنے والی زبانیں بھی بند ہو جائیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ اِدھر سے لیا جاتا ہے اور کچھ اُدھر سے اور دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر شیطان اپنے دوستوں پر چھا جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں جن کے لئے توفیقِ الٰہی اور عنایتِ خداوندی پہلے سے موجود ہو۔

خطبہ ۵۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

لَمَّا غَلَبَ اَصْحَابُ مُعَاوِيَةَ اَصْحَابَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى شَرِيْعَةِ الْفُرَاتِ بِصِفِّيْنَ وَمَنَعُوْهُمْ مِنَ الْمَآءِ۔

قَدِ اسْتَطْعَمُوْكُمُ الْقِتَالَ فَاَقِرُّوْا

جب صفین میں معاویہ کے ساتھیوں نے امیر المومنینؑ کے اصحاب پر غلبہ پا کر فرات کے گھاٹ پر قبضہ جما لیا اور پانی لینے سے مانع ہوئے تو آپؑ نے فرمایا:

وہ[1] تم سے جنگ کے لقمے طلب کرتے ہیں، تو اب یا تو تم ذلت اور اپنے مقام کی پستی و حقارت پر سر تسلیم خم کر دو۔

عَلٰى مَذَلَّةٍ . وَتَأْخِيْرِ مَحَلَّةٍ - اَوْ رَوُّوا السُّيُوْفَ مِنَ الدِّمَآءِ تَرْوَوْا مِنَ الْمَآءِ فَالْمَوْتُ فِيْ حَيَاتِكُمْ مَقْهُوْرِيْنَ وَالْحَيَاةُ فِيْ مَوْتِكُمْ قَاهِرِيْنَ - اَلَا وَاِنَّ مُعَاوِيَةَ قَادَ لُمَةً مِّنَ الْغُوَاةِ وَعَمَّسَ عَلَيْهِمُ الْخَبَرَ حَتّٰى جَعَلُوْا نُحُوْرَهُمْ اَغْرَاضَ الْمَنِيَّةِ -

یا تلواروں کی پیاس خون سے بجھا کر اپنی پیاس پانی سے بجھاؤ اُن سے دب جانا جیتے جی موت ہے اور غالب آ کر مرنا بھی جینے کے برابر ہے۔ مُعاویہ گم کردہ راہ سرپھروں کا ایک چھوٹا سا جتھا لیے پھرتا ہے اور واقعات سے انہیں اندھیرے میں رکھ چھوڑا ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے سینوں کو موت (کے تیروں) کا ہدف بنا لیا ہے۔

ے امیرالمومنینؑ ابھی صفین میں پہنچے نہ تھے کہ معاویہ نے گھاٹ کا راستہ بند کرنے کے لئے دریا کے کنارے چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) آدمیوں کا پہرہ لگا دیا۔ تاکہ شامیوں کے علاوہ کوئی وہاں سے پانی نہ لے سکے۔ جب امیرالمومنین کا لشکر وہاں پر اترا تو اس گھاٹ کے علاوہ آس پاس کوئی گھاٹ نہ تھا کہ وہاں سے پانی لے سکتے اور اگر تھا، تو اونچے اونچے ٹیلوں کو عبور کر کے وہاں تک پہنچنا دشوار تھا۔ حضرت نے صعصعہ ابن صوحان کو معاویہ کے پاس بھیجا، اور اُسے کہلوایا کہ پانی سے پہرا اُٹھا لیا جائے مگر معاویہ نے اس سے انکار کیا۔ ادھر امیرالمومنینؑ کا لشکر پیاسا پڑا تھا۔ حضرت نے یہ صورت دیکھی، تو فرمایا کہ اٹھو اور تلواروں کے زور سے پانی حاصل کرو۔ چنانچہ ان تشنہ کاموں نے تلواریں نیاموں سے کھینچ لیں اور تیر کمانوں میں جوڑ لئے۔ اور مُعاویہ کی فوجوں کو درہم و برہم کرتے ہوئے دریا کے اندر تک اُتر گئے اور ان پہرہ داروں کو مار بھگایا اور خود گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔

اب حضرت کے اصحاب نے بھی چاہا کہ جس طرح معاویہ نے گھاٹ پر قبضہ جما کر پانی کی بندش کر دی تھی، ویسا ہی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ برتاؤ کیا جائے، اور ایک شامی کو بھی پانی نہ لینے دیا جائے، اور ایک ایک کو پیاسا تڑپا کر مارا جائے۔ مگر امیرالمومنین نے فرمایا کہ کیا تم بھی وہی جاہلانہ قدم اٹھانا چاہتے ہو جو ان شامیوں نے اٹھایا تھا؟ ہرگز کسی کو پانی سے نہ روکو۔ جو چاہے پیئے اور جس کا جی چاہے لے جائے۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کی فوج کا دریا پر قبضہ ہونے کے باوجود کسی کو پانی سے نہیں روکا، اور ہر شخص کو پانی لینے کی پوری پوری آزادی دی گئی۔

خطبہ ۵۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

اَلَا وَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَصَرَّمَتْ وَ اٰذَنَتْ بِوَدَاعٍ وَّتَنَكَّرَ مَعْرُوْفُهَا . وَ اَدْبَرَتْ حَذَّآءَ . فَهِيَ تَحْفِزُ بِالْفَنَآءِ

دنیا اپنا دامن سمیٹ رہی ہے، اور اس نے اپنے رخصت ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس کی جانی پہچانی ہوئی چیزیں اجنبی ہو گئیں اور وہ تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی ہے اور اپنے رہنے والوں کو فنا کی طرف بڑھا رہی ہے۔ اور

سُكَّانَهَا وَتَحْدُو بِالْمَوْتِ جِيرَانَهَا وَ
قَدْ أَمَرَّ مِنْهَا مَا كَانَ حُلْوًا - وَكَدِرَ
مِنْهَا مَا كَانَ صَفْوًا - فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا
إِلَّا سَمَلَةٌ كَسَمَلَةِ الْإِدَاوَةِ - أَوْ جُرْعَةٌ
كَجُرْعَةِ الْمَقْلَةِ - لَوْ تَمَزَّزَهَا الصَّدْيَانُ
لَمْ يَنْقَعْ - فَأَزْمِعُوا عِبَادَ اللهِ الرَّحِيلَ
عَنْ هٰذِهِ الدَّارِ الْمَقْدُورِ عَلَى أَهْلِهَا
الزَّوَالُ - وَلَا يَغْلِبَنَّكُمْ فِيهَا الْأَمَلُ
وَلَا يَطُولَنَّ عَلَيْكُمْ فِيهَا الْأَمَدُ - فَوَاللهِ
لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِينَ الْوُلَّهِ الْعِجَالِ -
وَدَعَوْتُمْ بِهَدِيلِ الْحَمَامِ وَجَأَرْتُمْ
جُؤَارَ مُتَبَتِّلِ الرُّهْبَانِ - وَخَرَجْتُمْ
إِلَى اللهِ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ
الْتِمَاسَ الْقُرْبَةِ إِلَيْهِ فِي ارْتِفَاعِ
دَرَجَةٍ عِنْدَهُ أَوْ غُفْرَانِ سَيِّئَةٍ
أَحْصَتْهَا كُتُبُهُ، وَحَفِظَهَا رُسُلُهُ
لَكَانَ قَلِيلًا فِيمَا أَرْجُو لَكُمْ مِنْ
ثَوَابِهِ وَأَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ عِقَابِهِ،
وَاللهِ لَوِ انْمَاثَتْ قُلُوبُكُمُ انْمِيَاثًا
وَسَالَتْ عُيُونُكُمْ مِنْ رَغْبَةٍ إِلَيْهِ
أَوْ رَهْبَةٍ مِنْهُ دَمًا ثُمَّ عُمِّرْتُمْ
فِي الدُّنْيَا مَا الدُّنْيَا بَاقِيَةٌ مَا جَزَتْ
أَعْمَالُكُمْ وَلَوْ لَمْ تُبْقُوا شَيْئًا مِنْ
جُهْدِكُمْ أَنْعُمَهُ عَلَيْكُمُ الْعِظَامَ وَ
هُدَاهُ إِيَّاكُمْ لِلْإِيمَانِ -

اپنے پڑوس میں بسنے والوں کو موت کی طرف دھکیل رہی
ہے۔ اس کے شیریں (مزے) تلخ اور صاف و شفاف (لمحے)
مکدّر ہو گئے ہیں۔ دنیا سے بس اتنا باقی رہ گیا ہے، جتنا برتن
میں تھوڑا سا بچا یا پانی، یا ناپ تلا ہوا جرعۂ آب، کہ پیاسا
اگر اُسے پیئے، تو اس کی پیاس نہ بجھے۔ خدا کے بندو! اس
دارِ دُنیا سے کہ جس کے رہنے والوں کے لئے زوال امرِ مسلّم
ہے۔ نکلنے کا تہیّہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آرزوئیں تم پر
غالب آ جائیں، اور اس (چند روزہ زندگی) کی مدّت کو
دراز سمجھ بیٹھو۔ خدا کی قسم اگر تم اُن اونٹنیوں کی طرح فریاد
کرو، جو اپنے بچّوں کو کھو چکی ہوں، اور ان کبوتروں کی
طرح نالہ و فغاں کرو۔ (جو اپنے ساتھیوں سے الگ ہو
گئے ہوں، اور اُن گوشہ نشین راہبوں کی طرح چیخو چلّاؤ
جو گھر بار چھوڑ چکے ہوں، اور مال اور اولاد سے بھی اپنا
ہاتھ اٹھا لو۔ اس غرض سے کہ تمہیں بارگاہِ الٰہی میں تقرب
حاصل ہو۔ درجہ کی بلندی کے ساتھ اس کے یہاں یا اُن
گناہوں کے معاف ہونے کے ساتھ جو صحیفۂ اعمال میں درج
اور کراماً کاتبین کو یاد ہیں، تو وہ تمام بے تابی، اور نالہ
فریاد اُس ثواب کے لحاظ سے جس کا میں تمہارے لئے
اُمیدوار ہوں۔ اور اس عقاب کے اعتبار سے جس کا مجھے
تمہارے لئے خوف و اندیشہ ہے، بہت ہی کم ہوگی۔ خدا
کی قسم! اگر تمہارے دل بالکل پگھل جائیں، اور تمہاری
آنکھیں اُمید و بیم سے خون بہانے لگیں اور پھر رہتی دُنیا
تک (اسی حالت میں) جیتے بھی رہو، تو بھی تمہارے اعمال
اگرچہ تم نے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی ہو، اس کی نعماتِ عظیم کی
بخشش اور ایمان کی طرف راہنمائی کا بدلہ نہیں اُتار سکتے۔

خطبہ ۵۳

(وَمِنْهَا) فِي ذِكْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَصِفَةِ الْأُضْحِيَةِ۔

وَمِنْ تَمَامِ الْأُضْحِيَةِ اسْتِشْرَافُ أُذُنِهَا وَسَلَامَةُ عَيْنِهَا۔ فَإِذَا سَلِمَتِ الْأُذُنُ وَالْعَيْنُ سَلِمَتِ الْأُضْحِيَةُ وَتَمَّتْ۔ وَلَوْ كَانَتْ عَضْبَاءَ الْقَرْنِ تَجُرُّ رِجْلَهَا إِلَى الْمَنْسَكِ۔

(قَالَ الرَّضِيُّ وَالْمَنْسَكُ هٰهُنَا الْمَذْبَحُ)۔

اس میں عید قربان اور اُن صفتوں کا ذکر کیا ہے، جو گوسفند قربانی میں ہونا چاہئیں۔

قربانی کے جانور کا مکمل ہونا یہ ہے کہ اس کے کان اُٹھے ہُوئے ہوں (یعنی کٹے ہوئے نہ ہوں) اور اس کی آنکھیں صحیح وسالم ہوں۔ اگر کان اور آنکھیں سالم ہیں تو قربانی بھی سالم اور ہر طرح سے مکمل ہے، اگرچہ اُس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں۔ اور ذبح کی جگہ تک اپنے پیر کو گھسیٹ کر پہنچے (علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں منسک سے مراد ذبح کی جگہ ہے)۔

خطبہ ۵۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِكْرِ الْبَيْعَةِ۔ فَتَدَاكُّوا عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ يَوْمَ وِرْدِهَا قَدْ أَرْسَلَهَا رَاعِيهَا وَخُلِعَتْ مَثَانِيهَا حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ أَوْ بَعْضُهُمْ قَاتِلُ بَعْضٍ لَدَيَّ۔ وَقَدْ قَلَّبْتُ هٰذَا الْأَمْرَ بَطْنَهُ وَظَهْرَهُ۔ فَمَا وَجَدْتُنِي يَسَعُنِي إِلَّا قِتَالُهُمْ أَوِ الْجُحُودُ بِمَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ مُعَالَجَةُ الْقِتَالِ أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مُعَالَجَةِ الْعِقَابِ۔ وَمَوْتَاتُ الدُّنْيَا أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مَوْتَاتِ الْآخِرَةِ۔

وُہ اس طرح بے تحاشا میری طرف لپکے جس طرح پانی پینے کے دن وہ اُونٹ ایک دوسرے پر ٹوٹتے ہیں کہ جنہیں ان کے ساربان نے پیروں کے بندھن کھول کر کھلا چھوڑ دیا ہو۔ یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یا تو مجھے مار ڈالیں گے۔ یا میرے سامنے ان میں سے کوئی کسی کا خون کرے گا۔ میں نے اس امر کو اندر باہر سے اُلٹ پلٹ کر دیکھا، تو مجھے جنگ کے علاوہ کوئی صورت نظر نہ آئی، یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کے لائے ہوئے احکام سے انکار کر دوں۔ لیکن آخرت کی سختیاں جھیلنے سے مجھے جنگ کی سختیاں جھیلنا سہل نظر آیا، اور آخرت کی تباہیوں سے دنیا کی ہلاکتیں میرے لئے آسان نظر آئیں۔

خطبہ ۵۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.
وَقَدِ اسْتَبْطَأَ أَصْحَابُهُ إِذْنَهُ لَهُمْ فِي الْقِتَالِ بِصِفِّيْنَ.
أَمَّا قَوْلُكُمْ أَكُلَّ ذٰلِكَ كَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ فَوَاللّٰهِ مَا أُبَالِي دَخَلْتُ إِلَى الْمَوْتِ أَوْ خَرَجَ الْمَوْتُ إِلَيَّ. وَأَمَّا قَوْلُكُمْ شَكًّا فِي أَهْلِ الشَّامِ فَوَاللّٰهِ مَا دَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْمًا إِلَّا وَأَنَا أَطْمَعُ أَنْ تَلْحَقَ بِي طَائِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِي وَتَعْشُوَ إِلَى ضَوْئِي وَذٰلِكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْتُلَهَا عَلَى ضَلَالِهَا وَإِنْ كَانَتْ تَبُوْءُ بِآثَامِهَا.

صفین میں حضرتؑ کے اصحاب نے جب اذنِ جہاد دینے میں تاخیر پر بے چینی کا اظہار کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

تم لوگوں کا یہ کہنا یہ پس و پیش کیا اس لئے ہے کہ میں موت کو ناخوش جانتا ہوں اور اس سے بھاگتا ہوں، تو خدا کی قسم! مجھے ذرا پروا نہیں کہ میں موت کی طرف بڑھوں یا موت میری طرف بڑھے اور اس طرح تم لوگوں کا یہ کہنا کہ مجھے اہلِ شام سے جہاد کرنے کے جواز میں کچھ شبہ ہے تو خدا کی قسم! میں نے جنگ کو ایک دن کے لئے بھی التوا میں نہیں ڈالا، مگر اس خیال سے کہ ان میں سے شاید کوئی گروہ مجھ سے آ کر مل جائے، اور میری وجہ سے ہدایت پا جائے اور اپنی چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری روشنی کو بھی دیکھ لے اور مجھے یہ چیز گمراہی کی حالت میں انہیں قتل کر دینے سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ اگرچہ اپنے گناہوں کے ذمہ دار بہر حال یہ خود ہوں گے۔

⁂ ⁂ ⁂

خطبہ ۵۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ.
وَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نَقْتُلُ آبَاءَنَا وَأَبْنَاءَنَا وَإِخْوَانَنَا وَأَعْمَامَنَا. مَا يَزِيْدُنَا ذٰلِكَ إِلَّا إِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا وَمُضِيًّا عَلَى اللَّقَمِ وَصَبْرًا عَلَى مَضَضِ الْأَلَمِ وَجِدًّا فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ. وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا وَالْآخَرُ مِنْ عَدُوِّنَا

ہم (مسلمانوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ ہو کر اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا۔ اطاعت اور راہِ حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور کرب و الم کی سوزشوں پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی کوشش بڑھ جاتی تھیں۔ (جہاد کی صورت یہ تھی کہ) ہم میں کا ایک شخص اور فوج دشمن کا کوئی سپاہی دونوں مردوں کی طرح آپس میں بھڑتے تھے اور جان لینے کے

يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ الْفَحْلَيْنِ يَتَخَالَسَانِ أَنْفُسَهُمَا أَيُّهُمَا يَسْقِي صَاحِبَهُ كَأْسَ الْمَنُونِ. فَمَرَّةً لَنَا مِنْ عَدُوِّنَا. وَ مَرَّةً لِعَدُوِّنَا مِنَّا. فَلَمَّا رَأَى اللّٰهُ صِدْقَنَا أَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ وَأَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ حَتَّى اسْتَقَرَّ الْإِسْلَامُ مُلْقِيًا جِرَانَهُ. وَمُتَبَوِّئًا أَوْطَانَهُ. وَلَعَمْرِي لَوْ كُنَّا نَأْتِي مَا أَتَيْتُمْ مَا قَامَ لِلدِّينِ عَمُودٌ وَلَا اخْضَرَّ لِلْإِيمَانِ عُودٌ وَ أَيْمُ اللّٰهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَمًا وَلَتُتْبِعُنَّهَا نَدَمًا.

لئے ایک دوسرے پر جھپٹے پڑتے تھے، کہ کون اپنے حریف کو موت کا پیالہ پلاتا ہے۔ کبھی ہماری جیت ہوتی تھی، اور کبھی ہمارے دشمن کی۔ چنانچہ جب خداوند عالم نے ہماری (نیتوں کی) سچائی دیکھ لی۔ تو اس نے ہمارے دشمنوں کو رسوا و ذلیل کیا، اور ہماری نصرت و تائید فرمائی، یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی جگہ پر جم گیا، اور اپنی منزل پر برقرار ہوگیا۔ خدا کی قسم! اگر ہم بھی تمہاری طرح کرتے تو نہ کبھی دین کا ستون گڑتا۔ اور نہ ایمان کا تنا برگ و بار لاتا۔ خدا کی قسم! تم اپنے کئے کے بدلے میں (دودھ کے بجائے) خون دوہوگے۔ اور آخر تمہیں ندامت و شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

لہ جب محمد ابن ابی بکر شہید کر دیئے گئے، تو معاویہ نے عبداللہ ابن عامر حضرمی کو بصرہ کی طرف بھیجا تاکہ اہل بصرہ کو پھر سے قتل عثمان کے انتقام کے لئے آمادہ کرے۔ چونکہ بیشتر اہالی بصرہ اور خصوصاً بنی تمیم کا طبعی رجحان حضرت عثمان کی طرف تھا چنانچہ وہ بنی تمیم ہی کے ہاں آکر فروکش ہوا۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ والئ بصرہ عبداللہ ابن عباس، زیاد ابن عبید کو قائم مقام بنا کر محمد ابن ابی بکر کی تعزیت کے لئے کوفہ گئے ہوئے تھے۔

جب بصرہ کی فضا بگڑنے لگی، تو زیاد نے امیرالمومنین کو تمام واقعات سے اطلاع دی۔ حضرت نے کوفہ کے بنی تمیم کو بصرہ کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے چپ سادھ لی اور کوئی جواب نہ دیا۔ امیرالمومنین نے جب اُن کی اس کمزوری و بے حمیتی کو دیکھا، تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ ہم تو پیغمبرؐ کے زمانہ میں یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ہمارے ہاتھوں سے قتل ہونے والے ہمارے ہی بھائی بند اور قریبی عزیز ہوتے ہیں۔ بلکہ جو حق سے ٹکراتا تھا ہم اُس سے ٹکرانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے، اور اگر ہم بھی تمہاری طرح غفلت و بے عملی کی راہ پر چلتے تو نہ دین کی بنیادیں مضبوط ہوتیں، اور نہ اسلام پروان چڑھتا۔ چنانچہ اس جھنجھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعین ابن ضبیعہ تیار ہوئے۔ مگر وہ بصرہ پر پہنچ کر دشمنوں کی تلواروں سے شہید ہوگئے۔ پھر حضرت نے جاریہ ابن قدامہ کو بنی تمیم کے پچاس افراد کے ساتھ روانہ کیا۔ انہوں نے اپنے قوم قبیلے کو سمجھانے بجھانے کی سر توڑ کوششیں کیں مگر وہ راہِ راست پر آنے کے بجائے گالم گلوچ اور دست درازی پر اُتر آئے، تو جاریہ نے زیاد اور بنی ازد کو اپنی مدد کے لئے پکارا۔ ان کے پہنچتے ہی ابن حضرمی اپنی جماعت کو لے کر نکل آیا۔ دونوں طرف سے کچھ دیر تک تلواریں چلتی رہیں،

آخر ابن حضرمی ستر آدمیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہُوا۔ اور سبیل سعدی کے گھر میں پناہ لی۔ جاریہ کو جب کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ توانہوں نے اس کے گھر میں آگ لگوادی۔ جب آگ کے شعلے بلند ہُوئے، تو وہ سراسیمہ ہو کر بچنے کے لئے ہاتھ پیر مارنے لگے۔ مگر فرار میں کامیاب نہ ہو سکے، کچھ دیوار کے نیچے دب کر مر گئے اور کچھ قتل کر دیئے گئے۔

خطبہ ۵۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَصْحَابِهٖ :- أَمَا إِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ رَجُلٌ رَحْبُ الْبُلْعُوْمِ مُنْدَحِقُ الْبَطْنِ يَأْكُلُ مَا يَجِدُ وَيَطْلُبُ مَا لَا يَجِدُ فَاقْتُلُوْهُ وَلَنْ تَقْتُلُوْهُ۔ أَلَا وَإِنَّهٗ سَيَأْمُرُكُمْ بِسَبِّيْ وَالْبَرَاءَةِ مِنِّيْ۔ فَأَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِيْ فَإِنَّهٗ لِيْ زَكَاةٌ وَلَكُمْ نَجَاةٌ۔ وَأَمَّا الْبَرَاءَةُ فَلَا تَتَبَرَّأُوْا مِنِّيْ فَإِنِّيْ وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَسَبَقْتُ إِلَى الْإِيْمَانِ وَالْهِجْرَةِ۔

٭ ٭ ٭

اپنے اصحاب سے فرمایا :-

میرے بعد جلد ہی تم پر ایک ایسا شخص مسلط ہو گا جس کا حلق کشادہ، اور پیٹ بڑا ہو گا، جو پائے گا۔ نگل جائے گا۔ اور جو نہ پائے گا، اُس کی اُسے ڈھونڈ لگی رہے گی (بہتر تو یہ ہے کہ) تم اُسے قتل کر ڈالنا۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ تم اُسے ہرگز قتل نہ کرو گے۔ وہ تمہیں حکم دے گا کہ مجھے بُرا کہو اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ جہاں تک بُرا کہنے کا تعلق ہے، مجھے بُرا کہہ لینا۔ اس لئے کہ یہ میرے لئے پاکیزگی کا سبب اور تمہارے لئے (دُشمنوں سے) نجات پانے کا باعث ہے۔ لیکن (دل سے) بیزاری اختیار نہ کرنا اس لئے کہ مَیں (دین) فطرت پر پیدا ہُوا ہوں اور ایمان و ہجرت میں سابق ہوں۔

لہ اس خطبہ میں جس شخص کی طرف امیر المومنینؑ نے اشارہ کیا ہے۔ اس سے بعض نے زیاد ابن ابیہ، بعض نے حجاج ابن یوسف اور بعض نے مغیرہ ابن شعبہ کو مراد لیا ہے۔ لیکن اکثر شارحین نے اس سے معاویہ مراد لیا ہے، اور یہی صحیح ہے، کیونکہ جو اوصاف حضرتؑ نے بیان فرمائے ہیں، وہ اس پر پورے طور سے صادق آتے ہیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے مُعاویہ کی زیادہ خوری کے متعلق لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ اُسے بُلوا بھیجا، تو معلوم ہوا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ پھر دوبارہ سہ بارہ آدمی بھیجا، تو یہی خبر لایا۔ جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "اللھم لا تشبع بطنہ" (خدایا اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرنا) اس بددُعا کا اثر یہ ہُوا کہ جب کھاتے کھاتے اکتا جاتا تھا تو کہنے لگتا تھا۔ "ارفعوا فو اللہ ما شبعت ولکن مللت و تعبت" دستر خوان بڑھاؤ۔ خدا کی قسم میں کھاتے کھاتے عاجز آ گیا ہوں، مگر پیٹ ہے کہ بھرنے ہی میں

نہیں آتا۔ یونہی امیر المومنینؑ پر سب و شتم کرنا اور اپنے عاملوں کو اس کا حکم دینا تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور منبر پر ایسے الفاظ کہے جاتے تھے، کہ جن کی زد میں اللہ و رسول بھی آجاتے تھے۔ چنانچہ ام المومنین ام سلمہؓ نے معاویہ کو لکھا:۔ " انکم تلعنون اللہ و رسولہ علی منابرکم و ذلک انکم تلعنون علی ابن ابی طالب و من احبہ و انا اشہد ان اللہ احبہ و رسولہ۔ (عقد الفرید ج ۳ صد ۱۳۱) تم اپنے منبروں پر اللہ اور اس کے رسولؐ پر لعنت کرتے ہو۔ وہ یوں کہ تم علیؑ ابن ابی طالب اور انہیں دوست رکھنے والوں پر لعنت کرتے ہو، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ کو اللہ بھی دوست رکھتا تھا اور اس کا رسولؐ بھی"۔

خدا عمر ابن عبد العزیز کا بھلا کرے کہ جس نے اسے بند کر دیا، اور خطبوں میں سب و شتم کی جگہ اس آیت کو رواج دیا۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ینھی عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم بہ لعلکم تذکرون۔

اللہ تمہیں انصاف اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور لغو باتوں برائیوں اور ستم کاریوں سے روکتا ہے۔ اللہ اس سے تمہیں نصیحت کرتا ہے شاید کہ تم سوچ بچار سے کام لو"۔

حضرت نے اس کلام میں اس کے قتل کا حکم اس بناء پر دیا کہ پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے:۔

اِذَا رَاَیْتُمْ مُعَاوِیَۃَ عَلٰی مِنْبَرِیْ فَاقْتُلُوْہُ۔

جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو، تو اسے قتل کر دو"۔

خطبہ ۵۸

وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔
(کَلَّمَ بِہِ الْخَوَارِجَ)

آپؑ کا کلام خوارج کو مخاطب فرماتے ہوئے:۔

اَصَابَکُمْ حَاصِبٌ وَّلَا بَقِیَ مِنْکُمْ اٰبِرٌ۔ اَبَعْدَ اِیْمَانِیْ بِاللّٰہِ وَ جِھَادِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَشْھَدُ عَلٰی نَفْسِیْ بِالْکُفْرِ۔ لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ فَاَوْبُوْا شَرَّ مَاٰبٍ۔ وَارْجِعُوْا عَلٰی اَثَرِ الْاَعْقَابِ۔ اَمَا اِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ ذُلًّا شَامِلًا وَّسَیْفًا قَاطِعًا وَّاَثَرَۃً یَّتَّخِذُھَا الظّٰلِمُوْنَ فِیْکُمْ سُنَّۃً۔

تم پر سخت آندھیاں آئیں اور تم میں کوئی اصلاح کرنے والا باقی نہ رہے۔ کیا میں اللہ پر ایمان لانے اور رسولؐ اللہ کے ساتھ ہو کر جہاد کرنے کے بعد اپنے اوپر کفر کی گواہی دے سکتا ہوں؟ پھر تو میں گمراہ ہو گیا، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہا۔ تم اپنے (پرانے) بدترین ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی ایڑیوں کے نشانوں پر پیچھے کی طرف پلٹ جاؤ۔ یاد رکھو کہ تمہیں میرے بعد چھا جانے والی ذلت اور کاٹنے والی تلوار سے دوچار ہونا ہے، اور ظالموں کے اس وتیرے سے سابقہ پڑنا ہے کہ وہ تمہیں محروم کر کے ہر چیز اپنے لئے مخصوص کر لیں۔

ا؎ تاریخ شاہد ہے کہ امیرالمومنینؑ کے بعد خوارج کو ہر طرح کی ذلتوں اور خواریوں سے دوچار ہونا پڑا، اور جب بھی انہوں نے فتنہ انگیزی کے لئے سر اٹھایا، تو تلواروں اور نیزوں پر دھر لئے گئے۔ چنانچہ زیاد ابن ابیہ، عبیداللہ ابن زیاد، مصعب ابن زبیر، حجاج ابن یوسف اور مہلب ابن ابی صفرہ نے انہیں صفحہ ہستی سے نابود کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ خصوصاً مہلب نے انیس برس تک ان کا مقابلہ کرکے ان کے سارے دم خم نکال دیئے اور ان کی تباہی و بربادی کو تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیا۔

طبری نے لکھا ہے کہ مقام سلی سلبری میں جب دس ہزار خوارج جنگ و قتال کے لئے سمٹ کر جمع ہو گئے، تو مہلب نے اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ سات ہزار خارجیوں کو تہ تیغ کر دیا اور بقیہ تین ہزار کرمان کی طرف بھاگ کر جان بچا سکے۔ لیکن والئ فارس عبیداللہ ابن عمر نے جب ان کی شورش انگیزیاں دیکھیں، تو مقام سابور میں انہیں گھیر لیا اور ان میں کافی تعداد وہیں پر ختم کر دی اور جو بچے کھچے رہ گئے، وہ پھر اصفہان و کرمان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے وہاں سے پھر جتھا بنا کر بصرہ کی راہ سے کوفہ کی طرف بڑھے، تو حارث ابن ابی ربیعہ اور عبدالرحمٰن ابن مخنف نے چھ ہزار جنگ آزماؤں کو لے کر ان کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور عراق کی سرحد سے انہیں نکال باہر کیا یوں ہی تابڑ توڑ حملوں نے ان کی عسکری قوتوں کو پامال کرکے رکھ دیا اور آبادیوں سے نکال کر صحراؤں اور جنگلوں میں خاک چھاننے پر مجبور کر دیا اور بعد میں بھی جب کبھی جتھا بنا کر اٹھے تو کچل کر رکھ دیئے گئے۔

(قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَلَا يَبْقٰى مِنْكُمْ اٰبِرٌ يُرْوٰى بِالْبَاءِ وَالرَّاءِ مِنْ قَوْلِهِمْ رَجُلٌ اٰبِرٌ لِلَّذِيْ يَأْبُرُ النَّخْلَ اَيْ يُصْلِحُهٗ وَيُرْوٰى اٰثِرٌ وَهُوَ الَّذِيْ يَأْثُرُ الْحَدِيْثَ اَيْ يَرْوِيْهِ وَيَحْكِيْهِ وَهُوَ اَصَحُّ الْوُجُوْهِ عِنْدِيْ. كَاَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا يَبْقٰى مِنْكُمْ مُخْبِرٌ. وَيُرْوٰى اٰبِزٌ بِالزَّايِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ الْوَاثِبُ وَالْهَالِكُ اَيْضًا يُقَالُ لَهٗ اٰبِزٌ)

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد لَا يَبْقٰى مِنْكُمْ اٰبِرٌ (تم میں کوئی اصلاح کرنے والا نہ رہے) میں لفظ آبر "ب" اور "ر" کے ساتھ روایت ہوا ہے اور یہ عربوں کے قول رَجُلٌ اٰبِرٌ سے لیا گیا ہے جس کے معنی خرما کے درختوں کے چھانٹنے والے اور ان کی اصلاح کرنے والے کے ہیں۔ اور ایک روایت میں آثِرٌ ہے اور اس کے معنی خبر دینے والے اور اقوال نقل کرنے والے کے ہیں میرے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ گویا حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تم میں کوئی خبر دینے والا نہ بچے۔ اور ایک روایت میں آبِزٌ زائے معجمہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس کے معنی کودنے والے کے ہیں اور ہلاک ہوتے والے کو بھی آبِزٌ کہا جاتا ہے۔

خطبہ ۵۹

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمَ عَلٰى حَرْبِ الْخَوَارِجِ۔ وَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهُمْ قَدْ عَبَرُوْا جِسْرَ النَّهْرَوَانِ۔

جب آپؑ نے خوارج سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو آپ سے کہا گیا کہ وہ نہروان کا پُل عبور کرکے ادھر جا چکے ہیں، تو آپؑ نے فرمایا:۔

مَصَارِعُهُمْ دُوْنَ النُّطْفَةِ وَ اللّٰهِ لَا يُفْلِتُ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ وَّ لَا يَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشَرَةٌ۔

ان کے گرنے کی جگہ تو پانی کے اسی طرف ہے۔ خدا کی قسم! ان میں سے دس بھی بچ کر نہ جا سکیں گے، اور تم میں سے دس بھی ہلاک نہ ہوں گے۔

يَعْنِىْ بِالنُّطْفَةِ۔ مَاءَ النَّهْرِ وَهُوَ اَفْصَحُ كِنَايَةٍ عَنِ الْمَاءِ وَاِنْ كَانَ كَثِيْرًا جَمًّا)

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں نطفہ سے مراد نہر (فرات) کا پانی ہے اور پانی کے لئے یہ بہترین کنایہ ہے چاہے پانی زیادہ بھی ہو۔

وَلَمَّا قُتِلَ الْخَوَارِجُ فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلَكَ الْقَوْمُ بِاَجْمَعِهِمْ (قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَلَّا وَاللّٰهِ اِنَّهُمْ نُطَفٌ فِيْۤ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَقَرَارَاتِ النِّسَاءِ. كُلَّمَا نَجَمَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُهُمْ لُصُوْصًا سَلَّابِيْنَ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْهِمْ) لَا تَقْتُلُوا الْخَوَارِجَ بَعْدِيْ فَلَيْسَ مَنْ طَلَبَ الْحَقَّ فَاَخْطَاَهٗ كَمَنْ طَلَبَ الْبَاطِلَ فَاَدْرَكَهٗ (يَعْنِىْ مُعَاوِيَةَ وَاَصْحَابَهٗ)

جب خوارج مارے گئے تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ابھی تو وہ مردوں کی صلبوں اور عورتوں کے شکموں میں موجود ہیں[1]۔ جب بھی ان میں کوئی سردار ظاہر ہوگا، تو اُسے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اُن کی آخری فردیں چور اور ڈاکو ہو کر رہ جائیں گی۔

انہی خوارج کے متعلق فرمایا:۔ میرے بعد خوارج کو قتل نہ کرنا۔ اس لئے کہ جو حق کا طالب ہو اور اُسے نہ پا سکے وہ ویسا نہیں ہے کہ جو باطل ہی کی طلب میں ہو اور پھر اُسے بھی پا لے۔ سید رضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد معاویہ اور اس کے ساتھی ہیں۔

---

[1] اس پیشین گوئی کو فراست و ثاقب نظری کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ دُوررس نظریں فتح و شکست کا اندازہ تو لگا سکتی ہیں اور جنگ کے نتائج کو بھانپ لے جا سکتی ہیں، لیکن دونوں فریق کے مقتولین کی صحیح صحیح تعداد سے آگاہ کر دینا اُن کی حدُودِ پرواز سے باہر ہے۔ یہ اُسی کی باطن بین نگاہیں حکم لگا سکتی ہیں کہ جو غیب کے پردے اُلٹ کر آنے والے منظر کو

اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ اور علمِ امامت کی چھوٹ مستقبل کے صفحہ پر ابھرنے والے نقوش اس کو دکھا رہی ہو چنانچہ اس وارثِ علمِ نبوت نے جو فرمایا تھا وُہی ہُوا، اور خوارج میں سے نو آدمیوں کے علاوہ سب کے سب موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے جن میں سے دو عمان کی طرف دو سجستان کی طرف دو کرمان کی طرف اور دو جزیرہ کی طرف بھاگ گئے اور ایک یمن میں تل موزن چلا آیا، اور آپ کی جماعت میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہو گئے، جن کے نام یہ ہیں۔

روبہ ابن دبر بجلی، سعید ابن خالد سبیعی، عبداللہ ابن حماد احبنی، فیاض ابن خلیل ازدی، کیسوم ابن سلمہ جہنی، عبید ابن عبید خولانی، جمیع ابن جعشم کندی، حبیب ابن عاصم اسدی،

۲ے امیرالمومنین کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بحرف پُوری ہوئی اور خوارج میں جو سردار بھی اُٹھا، تلواروں پر دھر لیا گیا۔ چنانچہ اُن کے چند سرداروں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو بُری طرح موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

نافع ابن ازرق:۔ خوارج کا سب سے بڑا گروہ ازارقہ اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ مسلم ابن عبیس کے لشکر کے مقابلہ میں سلامہ باہلی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

نجدہ ابن عامر:۔ خوارج کا فرقہ نجدات اسی کی طرف منسوب ہے۔ ابو فدیک خارجی نے اسے قتل کروا دیا۔

عبداللہ ابنِ اباض:۔ فرقہ اباضیہ اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ عبداللہ ابن محمد ابن عطیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابو بیہس ہیصم ابنِ جابر:۔ فرقہ بیہسیہ اس کی طرف منسوب ہے۔ عثمان ابنِ حبان والیٔ مدینہ نے پہلے اس کے ہاتھ پیر کٹوائے اور پھر اُسے قتل کر دیا۔

عروہ ابن اُدیّہ:۔ معاویہ کے عہد حکومت میں زیاد نے اسے قتل کیا۔

قطری ابن فجاءۃ:۔ طبرستان کے علاقہ میں جب سفیان ابن ابرد کی فوج کا اس کے لشکر سے ٹکراؤ ہُوا تو سورہ ابن ابجر دارمی نے اُسے قتل کیا۔

شوذب خارجی:۔ سعید ابن عمرو حرشی کے مقابلہ میں مارا گیا۔

حوثرہ ابن وداع اسدی:۔ بنی طے کے ایک شخص کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

مستورد ابن عرفہ:۔ معاویہ کے عہد میں معقل ابنِ قیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

شبیب ابن یزید خارجی:۔ دریا میں ڈوب کر مرا۔

عمران ابن حرب سراسی:۔ جنگ دولاب میں مارا گیا۔

زحاف ابن طائی:۔ بنو طاحیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

زبیر ابنِ علی سلیطی:۔ عتاب ابنِ ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

علی ابنِ بشیر:۔ اسے حجاج نے قتل کروایا۔

عبیداللہ ابن بشیر:۔ مہلب ابن ابی صفرہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

عبداللہ ابن الماحوز:۔ جنگ دولاب میں مارا گیا۔

عبیداللہ ابن الماحوز:۔ عتاب ابن ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابو الوازع:۔ مقبرہ بنی یشکر میں ایک شخص نے اس پر دیوار گرا کر اسے ختم کر دیا۔

عبیداللہ ابن یحییٰ کندی:۔ مروان ابن محمد کے عہد میں ابن عطیہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

ملے قتل خوارج سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ امیرالمومنینؑ کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آپ کے بعد تسلط و اقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہو گا جو جہاد کے موقعہ و محل سے بے خبر ہوں گے، اور صرف اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے تلواریں چلائیں گے۔ اور یہ وہی لوگ تھے کہ جو امیرالمومنین کو برا سمجھنے اور برا کہنے میں خوارج سے بھی بڑھے چڑھے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو خود گم کردہ راہ ہوں۔ انہیں دوسرے گمراہوں سے جنگ و قتال کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اور نہ جان بوجھ کر گمراہیوں میں پڑے رہنے والے اس کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ بھولے سے بے راہ ہو جانے والوں کے خلاف صف آرائی کریں۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ کا یہ ارشاد واضح طور سے اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے۔ کہ خوارج کی گمراہی جان بوجھ کر نہ تھی۔ بلکہ شیطان کے بہکائے میں آ کر باطل کو حق سمجھنے لگے، اور اسی پر اڑ گئے اور معاویہ اور اس کی جماعت کی گمراہی کی یہ صورت تھی کہ انہوں نے حق کو حق سمجھ کر ٹھکرایا اور باطل کو باطل سمجھ کر اپنا شعار بنائے رکھا۔ اور دین کے معاملہ میں ان کی بیباکیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ نہ انہیں غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے، اور نہ ان پر خطائے اجتہادی کا پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ جب کہ وہ علانیہ دین کے حدود کو توڑ دیتے تھے۔ اور اپنی رائے کے سامنے پیغمبرؐ کے ارشاد کو درخور اعتنا نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ پیغمبرؐ کے صحابی ابو الدرداء نے معاویہ کے ہاں سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال دیکھا، تو فرمایا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ "ان الشارب فیھما لتجرجر فی جوفہ نار جھنم" چاندی اور سونے کے برتنوں میں پینے والے کے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے بھپکے اٹھیں گے۔" تو معاویہ نے کہا کہ " اما انا فلا اری بذلك باسا۔ لیکن میری رائے میں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اسی طرح زیاد ابن ابیہ کو اپنے سے ملا لینے کے لئے قول پیغمبر کو ٹھکرا کر اپنے اجتہاد کو کارفرما کرنا۔ منبر رسولؐ پر اہل بیت رسول کو برا کہنا حدود شرعیہ کو پامال کرنا، بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنا۔ اور ایک فاسق کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر کے زندقہ و الحاد کی راہیں کھول دینا، ایسے واقعات ہیں کہ انہیں کسی غلط فہمی پر محمول کرنا حقائق سے عمداً چشم پوشی کرنا ہے۔

خطبہ ۶۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ جب آپؑ کو اچانک قتل کئے جانے سے خوف دلایا

لَمَّا خُوِّفَ مِنَ الْغِيلَةِ ،- وَإِنَّ عَلَيَّ مِنَ اللّٰهِ جُنَّةً حَصِينَةً فَإِذَا جَاءَ يَوْمِي انْفَرَجَتْ عَنِّي وَأَسْلَمَتْنِي، فَحِينَئِذٍ لَا يَطِيشُ السَّهْمُ وَلَا يَبْرَأُ الْكَلْمُ -

گیا، تو آپ نے فرمایا، مجھ پر اللہ کی ایک محکم سپر ہے۔ جب موت کا دن آئے گا، تو وہ مجھے موت کے حوالے کر کے مجھ سے الگ ہو جائے گی۔ اس وقت نہ تیر خطا کرے گا اور نہ زخم بھر سکے گا۔

خطبہ ۶۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

اَلَا وَإِنَّ الدُّنْيَا دَارٌ لَا يُسْلَمُ مِنْهَا إِلَّا فِيهَا - وَلَا يُنْجىٰ بِشَيْءٍ كَانَ لَهَا ابْتُلِيَ النَّاسُ بِهَا فِتْنَةً فَمَا اَخَذُوهُ مِنْهَا لَهَا اُخْرِجُوا مِنْهُ وَحُوسِبُوا عَلَيْهِ - وَمَا اَخَذُوهُ مِنْهَا لِغَيْرِهَا قَدِمُوا عَلَيْهِ وَاَقَامُوا فِيهِ - فَاِنَّهَا عِنْدَ ذَوِي الْعُقُولِ كَفَيْءِ الظِّلِّ بَيْنَا تَرَاهُ سَابِغًا حَتّٰى قَلَصَ ، وَزَائِدًا حَتّٰى نَقَصَ -

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا ایسا گھر ہے کہ اس کے (عواقب) سے بچاؤ کا ساز و سامان اسی میں رہ کر کیا جا سکتا ہے کہ کسی ایسے کام سے جو صرف اسی دنیا کی خاطر کیا جائے، نجات نہیں مل سکتی۔ لوگ اس دنیا میں آزمائش میں ڈالے گئے ہیں۔ لوگوں نے اس دنیا سے جو دنیا کے لئے حاصل کیا ہوگا۔ اُس سے الگ کر دیئے جائیں گے۔ اور اُس پر اُن سے حساب لیا جائے گا۔ اور جو اس دنیا سے آخرت کے لئے کمایا ہوگا۔ اُسے آگے پہنچ کر پالیں گے اور اسی میں رہیں سہیں گے۔ دنیا عقلمندوں کے نزدیک ایک بڑھتا ہوا سایہ ہے۔ جسے ابھی بڑھا ہوا اور پھیلا ہوا دیکھ رہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھٹ کر اور سمٹ کر رہ گیا۔

خطبہ ۶۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ وَبَادِرُوا اٰجَالَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ - وَابْتَاعُوا مَا يَبْقىٰ لَكُمْ بِمَا يَزُولُ عَنْكُمْ - وَتَرَحَّلُوا فَقَدْ جُدَّ بِكُمْ - وَاسْتَعِدُّوا لِلْمَوْتِ فَقَدْ اَظَلَّكُمْ - وَكُونُوا قَوْمًا

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور موت سے پہلے اپنے اعمال کا ذخیرہ فراہم کر لو، اور دنیا کی فانی چیزیں دے کر باقی رہنے والی چیزیں خرید لو۔ چلنے کا سامان کرو کیونکہ تمہیں تیزی سے لے جایا جا رہا ہے اور موت کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ وہ تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ تمہیں ایسے لوگ ہونا چاہیئے۔ جنہیں پکارا گیا، تو وہ جاگ اُٹھے اور یہ

صِيحَ بِهِمْ فَانْتَبَهُوا۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ
الدُّنْيَا لَيْسَتْ لَهُمْ بِدَارٍ فَاسْتَبْدَلُوا
فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا
وَلَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى ۔ وَمَا بَيْنَ
أَحَدِكُمْ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ إِلَّا
الْمَوْتُ أَنْ يَنْزِلَ بِهِ۔ وَإِنَّ غَايَةً
تَنْقُصُهَا اللَّحْظَةُ وَتَهْدِمُهَا السَّاعَةُ
لَجَدِيرَةٌ بِقِصَرِ الْمُدَّةِ ۔ وَإِنَّ غَائِبًا
يَحْدُوهُ الْجَدِيدَانِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ
لَحَرِيٌّ بِسُرْعَةِ الْأَوْبَةِ وَإِنَّ
قَادِمًا يَقْدُمُ بِالْفَوْزِ أَوِ الشِّقْوَةِ
لَمُسْتَحِقٌّ لِأَفْضَلِ الْعُدَّةِ ۔ فَتَزَوَّدُوا
فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تَحْرِزُونَ
بِهِ أَنْفُسَكُمْ غَدًا فَاتَّقَى عَبْدٌ
رَبَّهُ ۔ نَصَحَ نَفْسَهُ وَقَدَّمَ
تَوْبَتَهُ وَغَلَبَ شَهْوَتَهُ فَإِنَّ
أَجَلَهُ مَسْتُورٌ عَنْهُ وَأَمَلَهُ
خَادِعٌ لَهُ ۔ وَالشَّيْطَانُ مُوَكَّلٌ
بِهِ يُزَيِّنُ لَهُ الْمَعْصِيَةَ لِيَرْكَبَهَا
وَيُمَنِّيهِ التَّوْبَةَ لِيُسَوِّفَهَا حَتَّى
تَهْجُمَ مَنِيَّتُهُ عَلَيْهِ أَغْفَلَ مَا
يَكُونُ عَنْهَا فَيَالَهَا حَسْرَةً عَلَى
ذِي غَفْلَةٍ أَنْ يَكُونَ عُمُرُهُ عَلَيْهِ
حُجَّةً ۔ وَأَنْ تُؤَدِّيَهُ أَيَّامُهُ إِلَى
شِقْوَةٍ ۔ نَسْأَلُ اللهَ سُبْحَانَهُ أَنْ يَجْعَلَنَا

جان لینے پر کہ دُنیا ان کا گھر نہیں ہے، اُسے (آخرت سے)
بدل لیا ہو۔ اس لیئے کہ اللہ نے تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا۔
اور نہ اس نے تمہیں بے قید و بند چھوڑ دیا ہے۔ موت
تمہاری راہ میں حائل ہے۔ اس کے آتے ہی تمہارے لئے
جنت ہے یا دوزخ ہے۔ وہ مدتِ حیات جسے ہر گزرنے
والا لحظہ کم کر رہا ہو اور ہر ساعت اس کی عمارت کو ڈھا
رہی ہو، کم ہی سمجھی جانے کے لائق ہے اور وہ مُسافر
جسے ہر نیا دن اور ہر نئی رات (لگاتار) کھینچے لئے جا رہے
ہوں، اس کا منزل تک پہنچنا جلد ہی سمجھنا چاہیئے۔ اور وہ
عازم سفر جس کے سامنے ہمیشہ کی کامرانی یا ناکامی کا سوال
ہے۔ اس کو اچھے سے اچھا زاد مہیا کرنے کی ضرورت ہے
لہذا اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اتنا توشۂ آخرت
لے لو، جس کے ذریعہ کل اپنے نفسوں کو بچا سکو جس کی
صورت یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ سے ڈرے۔ اپنے نفس
کے ساتھ خیر خواہی کرے (مرنے سے پہلے) توبہ کرے اپنی
خواہشوں پر قابو رکھے۔ چونکہ موت اس کی نگاہ سے
اوجھل ہے۔ اور امیدیں فریب دینے والی ہیں اور شیطان
اس پر چھایا ہوا ہے، جو گناہوں کو سج کر اُس کے سامنے
لاتا ہے کہ وہ اس میں مبتلا ہو اور توبہ کی ڈھارس بندھاتا
رہتا ہے کہ وُہ اسے تعویق میں ڈالتا رہے۔ یہاں تک کہ
موت غفلت و بیخبری کی حالت میں اس پر اچانک ٹوٹ پڑتی
ہے۔ واحسرتا! کہ اس غافل و بیخبر کی مدتِ حیات ہی
اس کے خلاف ایک حجت بن جائے، اور اس کی زندگی کا
انجام بدبختی کی صورت میں ہو۔ ہم اللہ سبحانہ، سے سوال
کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمہیں ایسا کر دے، کہ (دنیا کی نعمتیں

فَإِيَّاكُمْ مِمَّنْ لَا تُبْطِرُهُ نِعْمَةٌ وَلَا تُقَصِّرُ بِهِ عَنْ طَاعَةِ رَبِّهِ غَايَةٌ۔ وَلَا تَحُلُّ بِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ نَدَامَةٌ وَلَا كَآبَةٌ۔

سرکش و متمرد نہ بنا سکیں اور کسی منزل پر اطاعتِ پروردگار سے درماندہ و عاجز نہ ہوں اور مرنے کے بعد نہ شرمساری اٹھانا پڑے، اور نہ رنج و غم سہنا پڑے۔

خطبہ ۶۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ!

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَسْبِقْ لَهُ حَالٌ حَالًا۔ فَيَكُونَ اَوَّلًا قَبْلَ اَنْ يَكُونَ اٰخِرًا۔ وَيَكُونَ ظَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَكُونَ بَاطِنًا كُلُّ مُسَمًّى بِالْوَحْدَةِ غَيْرُهُ قَلِيلٌ۔ وَكُلُّ عَزِيزٍ غَيْرُهُ ذَلِيلٌ۔ وَكُلُّ قَوِيٍّ غَيْرُهُ ضَعِيفٌ۔ وَكُلُّ مَالِكٍ غَيْرُهُ مَمْلُوكٌ۔ وَكُلُّ عَالِمٍ غَيْرُهُ مُتَعَلِّمٌ وَكُلُّ قَادِرٍ غَيْرُهُ يَقْدِرُ وَيَعْجِزُ۔ وَكُلُّ سَمِيعٍ غَيْرُهُ يَصَمُّ عَنْ لَطِيفِ الْاَصْوَاتِ وَيُصِمُّهُ كَبِيرُهَا وَيَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعُدَ مِنْهَا۔ وَكُلُّ بَصِيرٍ غَيْرُهُ يَعْمٰى عَنْ خَفِيِّ الْاَلْوَانِ وَلَطِيفِ الْاَجْسَامِ وَكُلُّ ظَاهِرٍ غَيْرُهُ غَيْرُ بَاطِنٍ وَكُلُّ بَاطِنٍ غَيْرُهُ غَيْرُ ظَاهِرٍ۔ لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهُ لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ۔ وَلَا تَخَوُّفٍ مِنْ عَوَاقِبِ زَمَانٍ۔ وَلَا اسْتِعَانَةٍ عَلٰى نِدٍّ مُثَاوِرٍ۔ وَلَا شَرِيكٍ مُكَاثِرٍ وَلَا ضِدٍّ مُنَافِرٍ۔ وَلٰكِنْ خَلَائِقُ مَرْبُوبُونَ۔ وَعِبَادٌ دَاخِرُونَ

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اوّل اور باطن ہونے سے پہلے ظاہر رہا ہو۔ اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا، وہ قلت و کمی میں ہوگا۔ اس کے سوا ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک، اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے اس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے۔ اور کبھی عاجز اور اُس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اُسے بہرا کر دیتی ہیں اور دُور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہو سکتا اور کوئی باطن اُس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اُسے کوئی خطرہ تھا یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اترانے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مدِ مقابل کے خلاف اسے مدد حاصل کرنا تھی، بلکہ یہ ساری مخلوق اسی قبضے میں ہے اور سب اُس کے عاجز و ناتواں بندے ہیں۔ وہ دوسری

لَمْ يَحْلُلْ فِي الْأَشْيَاءِ فَيُقَالَ هُوَ فِيهَا كَائِنٌ. وَلَمْ يَنْأَ عَنْهَا فَيُقَالَ هُوَ مِنْهَا بَائِنٌ لَمْ يَؤُدْهُ خَلْقُ مَا ابْتَدَأَ وَلَا تَدْبِيرُ مَا ذَرَأَ وَلَا وَقَفَ بِهِ عَجْزٌ عَمَّا خَلَقَ. وَلَا وَلَجَتْ عَلَيْهِ شُبْهَةٌ فِيمَا قَضَى وَقَدَّرَ. بَلْ قَضَاءٌ مُتْقَنٌ وَعِلْمٌ مُحْكَمٌ وَأَمْرٌ مُبْرَمٌ الْمَأْمُولُ مَعَ النِّقَمِ وَالْمَرْهُوبُ مَعَ النِّعَمِ.

چیزوں میں سمایا ہوا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ اُن کے اندر ہے اور نہ اُن چیزوں سے دُور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ ہے۔ ایجادِ خلق اور تدبیرِ عالم نے اُسے خستہ و درماندہ نہیں کیا۔ اور نہ (حسب منشاء) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اُسے دامن گیر ہوا ہے اور نہ اُسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے۔ بلکہ اُس کے فیصلے مضبوط، علم محکم اور احکام قطعی ہیں۔ مصیبت کے وقت بھی اُسی کی آس رہتی ہے۔ اور نعمت کے وقت بھی اُس کا ڈر لگا رہتا ہے۔

خطبہ ٦٤

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَانَ يَقُولُهُ لِأَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَيَّامِ صِفِّينَ.

مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ اسْتَشْعِرُوا الْخَشْيَةَ وَتَجَلْبَبُوا السَّكِينَةَ. وَعَضُّوا عَلَى النَّوَاجِذِ فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهَامِ وَأَكْمِلُوا اللَّأْمَةَ وَقَلْقِلُوا السُّيُوفَ فِي أَغْمَادِهَا قَبْلَ سَلِّهَا وَالْحَظُوا الْخَزْرَ وَاطْعُنُوا الشَّزْرَ وَنَافِحُوا بِالظُّبَا وَصِلُوا السُّيُوفَ بِالْخُطَا. وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللهِ وَمَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ. فَعَاوِدُوا الْكَرَّ وَاسْتَحْيُوا

صفین کے دنوں میں اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔

اے گروہِ مسلمین! خوفِ خدا کو اپنا شعار بناؤ۔ اطمینان و وقار کی چادر اوڑھ لو۔ اور اپنے دانتوں کو بھینچ لو۔ اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جایا کرتی ہیں۔ زرہ کی تکمیل کرو۔ (یعنی اس کے ساتھ خود، جوشن بھی پہن لو) اور تلواروں کو کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جلا لو۔ اور دشمن کو ترچھی نظروں سے دیکھتے رہو اور دائیں بائیں (دونوں طرف) نیزوں کے وار کرو، اور دشمن کو تلواروں کی باڑ پر رکھ لو۔ اور تلواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ۔ اور یقین رکھو کہ تم اللہ کے رُو برُو، اور رسولؐ کے چچازاد بھائی کے ساتھ ہو۔ بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو۔ اس لئے کہ یہ پشتوں تک کے لئے ننگ و عار اور روزِ محشر جہنم کی آگ کا باعث ہے۔ خوشی سے اپنی

مِنَ الْفَرِّ فَإِنَّهُ عَارٌ فِي الْأَعْقَابِ۔ وَنَارٌ يَوْمَ الْحِسَابِ۔ وَ طِيبُوا عَنْ أَنْفُسِكُمْ نَفْسًا۔ وَامْشُوا إِلَى الْمَوْتِ مَشْيًا سُجُحًا وَ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّوَادِ الْأَعْظَمِ۔ وَالرِّوَاقِ الْمُطَنَّبِ۔ فَاضْرِبُوا ثَبَجَهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ كَامِنٌ فِي كِسْرِهِ۔ قَدْ قَدَّمَ لِلْوَثْبَةِ يَدًا وَ أَخَّرَ لِلنُّكُوصِ رِجْلًا فَصَمْدًا صَمْدًا حَتّٰى يَنْجَلِيَ لَكُمْ عَمُودُ الْحَقِّ (وَ أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ)۔

جانیں اللہ کو دے دو اور پُر اطمینان رفتار سے موت کی جانب پیش قدمی کرو، اور (شامیوں کی) اس بڑی جماعت اور طنابوں سے کھنچے ہوئے خیمے کو اپنے پیش نظر رکھو، اور اس کے وسط پر حملہ کرو، اس لئے کہ شیطان اُسی کے ایک گوشے میں چھپا بیٹھا ہے۔ جس نے ایک طرف تو حملے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف بھاگنے کے لئے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے۔ تم مضبوطی سے اپنے ارادے پر جمے رہو۔ یہاں تک کہ حق (صبح کے) اجالے کی طرح ظاہر ہو جائے۔ (نتیجہ میں) تم ہی غالب ہو، اور خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال کو ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا۔

خطبہ ۶۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى الْأَنْصَارِ۔

قَالُوا لَمَّا انْتَهَتْ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْبَاءُ السَّقِيفَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا قَالَتِ الْأَنْصَارُ؟ قَالُوا قَالَتْ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَيْهِمْ بِأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَصّٰى بِأَنْ يُحْسَنَ إِلَى مُحْسِنِهِمْ وَ يُتَجَاوَزَ عَنْ مُسِيئِهِمْ. قَالُوا وَمَا فِي هٰذَا مِنَ الْحُجَّةِ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ کی خبریں امیرالمومنین تک پہنچیں، تو آپ نے دریافت فرمایا کہ انصار کیا کہتے تھے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک ہم میں سے امیر ہو جائے اور ایک تم میں سے حضرت نے فرمایا کہ:۔

"تم نے یہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ انصار میں جو اچھا ہو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور جو بُرا ہو اس سے درگذر کیا جائے۔" لوگوں نے کہا کہ اس میں اُن کے خلاف کیا ثبوت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر حکومت و امارت

عَلَيْهِمْ) فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ كَانَتِ الْإِمَارَةُ فِيْهِمْ لَمْ تَكُنِ الْوَصِيَّةُ بِهِمْ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. فَمَاذَا قَالَتْ قُرَيْشٌ؟ قَالُوْا احْتَجَّتْ بِاَنَّهَا شَجَرَةُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ احْتَجُّوْا بِالشَّجَرَةِ وَاَضَاعُوا الثَّمَرَةَ۔

اُن کے لئے ہوتی۔ تو پھر اُن کے بارے میں دوسروں کو وصیت کیوں کی جاتی۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ قریش نے کیا کہا؟ لوگوں نے کہا کہ انہوں نے شجرۂ رسول سے ہونے کی وجہ سے اپنے استحقاق پر استدلال کیا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ انہوں نے شجرہ ایک ہونے سے تو استدلال کیا، لیکن اس کے پھلوں کو ضائع و برباد کر دیا۔

لہ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انصار کے مقابلے میں مہاجرین کی سب سے بڑی دلیل اور وجہ کامرانی یہی چیز تھی کہ قریش چونکہ پیغمبر کے ہم قوم و ہم قبیلہ ہیں، لہذا ان کے ہوتے ہوئے کوئی غیر خلافت کا حقدار نہیں ہو سکتا اور اسی بناء پر انصار کا جم غفیر تین مہاجرین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو تیار ہو گیا اور وہ نسلی امتیاز کو پیش کر کے خلافت کی بازی جیتنے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ مورخ طبری واقعات سقیفہ کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں، کہ جب انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے اجتماع کیا، تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور ابو عبیدہ ابن جراح بھی سن گن پا کر وہاں پہنچ گئے۔ اس موقعہ کے لئے حضرت عمر نے پہلے سے کچھ سوچ لیا تھا۔ جسے کہنے کے لئے اُٹھے، مگر حضرت ابوبکر نے انہیں روک دیا، اور کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمد و ثناء اور مہاجرین کی ہجرت اور سبقت ایمانی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:۔

فهم اول من عبد الله فی الارض و آمن بالله و بالرسول، وهم اولیاءه وعشیرته واحق الناس بهذا الامر من بعده ولا ینازعهم ذلك الا ظالم۔

(طبری ج ۲ - صـ ۴۵۷)

یہ وہی ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے زمین میں اللہ کی پرستش کی، اور سب سے پہلے اللہ و رسول پر ایمان لائے۔ یہی پیغمبر کے دوست اور ان کے کنبہ والے ہیں اور یہی سب سے زائد خلافت کے حقدار ہیں۔ جو ان سے ٹکرائے گا۔ وہ ظالم ہو گا۔"

جب حضرت ابوبکر اپنا بیان ختم کر چکے، تو حباب ابن منذر کھڑے ہوئے اور انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے گروہ انصار تم اپنی باگ ڈور دوسروں کے ہاتھ میں نہ دو۔ دُنیا تمہارے سایہ میں بس رہی ہے۔ تم عزت و ثروت والے اور قبیلے جتھے والے ہو۔ اگر مہاجرین کو بعض چیزوں میں تم پر فضیلت ہے۔ تو تمہیں بھی بعض چیزوں میں ان پر فوقیت حاصل ہے تم نے انہیں اپنے گھروں میں پناہ دی۔ تم اسلام کے بازوئے شمشیر زن ہو۔ تمہاری وجہ سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا۔ تمہارے شہروں میں آزادی سے اللہ کی نمازیں قائم ہوئیں۔ تم تفرقہ و انتشار سے اپنے کو بچاؤ اور اپنے حق پر یک جہتی سے جمے

رہو، اور اگر مہاجرین تمہارا حق تسلیم نہ کریں، تو پھر ان سے کہو کہ ایک امیر تم میں سے ہو گا، اور ایک امیر ہم میں سے ہوگا۔

حباب یہ کہہ کر بیٹھے ہی تھے، کہ حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:۔

هيهات لا يجتمع اثنان فی قرن واللہ لا ترضی العرب ان يؤمروكم ونبيها من غيركم ولكن العرب لا تمتنع ان تولی امرها من كانت النبوة فيهم وولی امورهم ولنا بذالك علی من ابی من العرب الحجة الظاهرة والسلطان المبين من ذا ينازعنا سلطان محمد وامارته ونحن اولياءه وعشيرته الا مدل بباطل او متجانف لاثم او متورط فی هلكة۔

(طبری ج ۲ - ص ۴۵۷)

ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک زمانہ میں دو (حکمران) جمع ہو جائیں۔ خدا کی قسم! عرب اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ تمہیں امیر بنائیں۔ جب کہ نبیؐ تم میں سے نہیں ہے۔ البتہ عرب کو اس میں ذرا پس و پیش نہ ہو گا کہ وہ خلافت اس کے حوالے کریں کہ جس کے گھرانے میں نبوت ہو۔ اور صاحب امر بھی انہی میں سے ہو۔ اور انکار کرنے والے کے سامنے اس سے ہمارے حق میں کھلم کھلا دلیل اور واضح بُرہان لائی جا سکتی ہے۔ جو ہم سے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سلطنت و امارت میں ٹکرائے گا، وہ باطل کی طرف جھکنے والا، گناہ کا مرتکب ہونے والا، اور ورطۂ ہلاکت میں گرنے والا ہے۔"

حضرت عمر کے بعد حباب پھر کھڑے ہوئے اور انصار سے کہا کہ دیکھو! اپنی بات پر ڈٹے رہو، اور اس کی اور اس کے ساتھیوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ یہ تمہارے حق کو دبانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے، تو انہیں اپنے شہروں سے نکال باہر کرو۔ اور خلافت کو سنبھال لو۔ بھلا تم سے زیادہ اس کا کون حق دار ہو سکتا ہے۔ حباب خاموش ہوئے، تو حضرت عمر نے انہیں سخت سُست کہا۔ اُدھر سے بھی کچھ تلخ کلامی ہوئی، اور بزم کا رنگ بگڑنے لگا۔ ابو عبیدہ نے جب یہ دیکھا، تو انصار کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے دھڑے پر لانے کے لئے کہا کہ اے گروہِ انصار! تم وہی لوگ ہو، جنہوں نے ہمیں سہارا دیا، ہماری ہر طرح کی مدد امداد کی۔ اب اپنی روش کو نہ بدلو۔ اور اپنے طور طریقوں کو نہ چھوڑو۔ مگر انصار ان باتوں میں نہ آئے، اور وہ سعد کے علاوہ کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہ تھے۔ اور ان کی طرف لوگ بڑھا ہی چاہتے تھے، کہ سعد کے قبیلہ کا ایک آدمی بشیر خزرجی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ بے شک ہم نے جہاد میں قدم اٹھایا، دین کو سہارا دیا۔ مگر اس سے ہماری غرض صرف اللہ کی رضامندی اور اس کے رسول کی اطاعت تھی۔ ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم تفوق جتلائیں، اور خلافت میں جھگڑا کریں۔ ان محمدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من قريش وقومه احق به و اولی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قریش میں سے تھے۔ لہٰذا اُن کی نیابت و وراثت کا حق بھی انہی کی قوم کو پہنچتا ہے۔" بشیر کا یہ کہنا تھا کہ انصار میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کا مقصد بھی یہی تھا۔ چونکہ وہ اپنے کنبہ کے ایک آدمی کو اس طرح بڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا، لہٰذا مہاجرین نے انصار کے اس افتراق سے پُورا پُورا فائدہ اٹھایا اور حضرت عمر اور ابو عبیدہ نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کا تہیا کر لیا۔ ابھی وہ

بیعت کے لئے بڑھے ہی تھے کہ بشیر نے سب سے پہلے بڑھ کر اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر رکھ دیا، اور پھر حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے بیعت کی۔ اور پھر بشیر کے قوم قبیلے والے بڑھے اور بیعت کی اور سعد ابن عبادہ کو پیروں تلے روند کر رکھ دیا۔

امیرالمومنینؑ اس موقعہ پر پیغمبرؐ کے غسل و کفن میں مصروف تھے۔ بعد میں جب سقیفہ کے اجتماع کے متعلق سُنا اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ مہاجرین نے اپنے کو پیغمبرؐ کا قوم وقبیلہ کہہ کر انصار سے بازی جیت لی ہے تو یہ لطیف جملہ فرمایا کہ شجرہ ایک ہونے سے دلیل لائے ہیں اور اس کے پھلوں کو ضائع کر دیا ہے کہ جو پیغمبرؐ کے اہلبیت ہیں۔ یعنی اگر شجرۂ رسولؐ سے ہونے کی بنا پر ان کا حق مانا گیا ہے۔ تو جو اس شجرۂ رسالت کے پھل ہیں۔ وہ کیونکر نظر انداز کئے جا سکتے ہیں۔ حیرت ہے کہ حضرت ابوبکر جو ساتویں پشت پر، اور حضرت عمر جو نویں پشت پر رسولؐ سے جا کر ملتے ہیں وہ تو پیغمبرؐ کا قوم وقبیلہ بن جائیں۔ اور جو ابن عم تھا اس کے بھائی ہونے سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔

خطبہ ۶۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
لَمَّا قُلِّدَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ مِصْرَ فَمُلِكَتْ عَلَيْهِ فَقُتِلَ.
وَقَدْ أَرَدْتُ تَوْلِيَةَ مِصْرَ هَاشِمَ بْنَ عُتْبَةَ وَلَوْ وَلَّيْتُهُ إِيَّاهَا لَمَا خَلَّى لَهُمُ الْعَرْصَةَ وَلَا أَنْهَزَهُمُ الْفُرْصَةَ. بِلَا ذَمٍّ لِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَلَقَدْ كَانَ إِلَيَّ حَبِيباً وَكَانَ لِي رَبِيباً.

محمد ابن ابی بکر کو جب حضرتؑ نے مصر کی حکومت سپرد کی۔ اور نتیجہ میں ان کے خلاف غلبہ حاصل کر لیا گیا اور وہ قتل کر دیئے گئے، تو حضرت نے فرمایا:۔
میں نے تو چاہا تھا کہ ہاشم ابن عتبہ کو مصر کا والی بناؤں، اور اگر اُسے حاکم بنا دیا ہوتا، تو وہ کبھی دشمنوں کے لئے میدان خالی نہ کرتا، اور نہ انہیں مہلت دیتا۔ اس سے محمد ابن ابی بکر کی مذمت مقصود نہیں۔ وہ تو مجھے بہت محبوب اور میرا پروردہ تھا۔

لہ محمد ابن ابی بکر کی والدہ گرامی اسماء بنت عمیس تھیں۔ جن سے امیرالمومنین نے حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد عقد کر لیا تھا۔ چنانچہ محمد نے آپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی اور آپ ہی کے طور طریقوں کو اپنایا۔ امیرالمومنین بھی انہیں بہت چاہتے تھے اور بمنزلہ اپنے فرزند کے سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے "مُحَمَّدٌ ابْنِي مِنْ صُلْبِ أَبِي بَكْرٍ" محمد میرا بیٹا ہے اگرچہ ابوبکر کی صلب سے ہے۔" سفر حجۃ الوداع میں پیدا ہوئے اور ۳۸ھ میں اٹھائیس برس کی عمر میں شہادت پائی۔

امیرالمومنینؑ نے مسند خلافت پر آنے کے بعد قیس ابن سعد ابن عبادہ کو مصر کا حکمران منتخب کیا تھا مگر کچھ حالات ایسے

پیدا ہوگئے کہ انہیں معزول کر کے محمدّ ابن ابی بکر کو وہاں کا والی مقرر کرنا پڑا۔ قیس ابن سعد کی روش یہاں پر بھی کہ وہ عثمانی گروہ کے خلاف متشددانہ قدم اٹھانا مصالح کے خلاف سمجھتے تھے۔ مگر محمدّ کا رویّہ اس سے مختلف تھا۔ انہوں نے ایک مہینہ گزارنے کے بعد انہیں کہلوا بھیجا، کہ اگر تم ہماری اطاعت نہ کرو گے، تو تمہارا یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اس پہ ان لوگوں نے ان کے خلاف ایک محاذ بنا لیا اور چپکے چپکے ریشہ دوانیاں کرتے رہے۔ مگر تحکیم کی قرارداد کے بعد پر پُرزے نکالے اور انتقام کا نعرہ لگا کر شر و فساد پھیلانے لگے اور مصر کی فضا کو مکدّر کر کے رکھ دیا۔ امیرالمومنین؏ کو جب ان بگڑے ہوئے حالات کا علم ہُوا۔ تو آپؑ نے مالک ابن حارث اشتر کو مصر کی امارت دے کر ادھر روانہ کیا تاکہ وہ مخالف عناصر کو دبا کر نظم و نسق کو بگڑنے نہ دیں۔ مگر اموی کارندوں کی دسیسہ کاریوں سے نہ بچ سکے اور راستے ہی میں شہید کر دیئے گئے اور مصر کی حکومت محمدّ ہی کے ہاتھوں میں رہی۔

ادھر تحکیم کے سلسلہ میں عمرو ابن عاص کی کارکردگی نے معاویہ کو اپنا وعدہ یاد دلایا۔ چنانچہ اُس نے چھ ہزار جنگ آزما اُس کے سپرد کر کے مصر پہ دھاوا بولنے کے لئے اُسے روانہ کیا۔ محمد ابن ابی بکر نے جب دشمن کی بڑھتی ہوئی یلغار کو دیکھا۔ تو امیرالمومنین؏ کو کمک کے لئے لکھا۔ حضرت نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمیوں کو جمع کرو۔ میں مزید کمک تمہارے لئے روانہ کیا چاہتا ہوں۔ چنانچہ محمدّ نے چار ہزار آدمیوں کو اپنے پرچم کے نیچے جمع کیا، اور انہیں دو حصّوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک حصّہ اپنے ساتھ رکھا، اور ایک حصّہ کا سپہ سالار بشر بن کنانہ کو بنا کر دشمن کی روک تھام کے لئے آگے بھیج دیا۔ جب یہ فوج دشمن کے سامنے پڑاؤ ڈال کر اُتر پڑی، تو اُن کی مختلف ٹولیوں نے ان پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ جنہیں یہ اپنی جرأت و ہمت سے روکتے رہے آخر معاویہ ابن خدیج کندی نے پوری فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مگر ان سرفروشوں نے تلواروں سے منہ نہ موڑا، اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس شکست کا اثر یہ ہُوا کہ محمدّ ابن ابی بکر کے ساتھی ہراساں ہو گئے۔ اور اُن کا ساتھ چھوڑ کر چلتے بنے۔ محمد نے جب اپنے کو اکیلا پایا، تو بھاگ کر ایک خرابے میں پناہ لی، مگر دشمنوں کو ایک شخص کے ذریعہ اُن کا پتہ مل گیا اور انہوں نے اس حالت میں اُنہیں آلیا کہ یہ پیاس سے قریب بہ ہلاکت پہنچ چکے تھے۔ محمدّ نے پانی کی خواہش کی تو ان سنگدلوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا، اور اسی تشنگی کے عالم میں انہیں شہید کر دیا اور ان کی لاش کو ایک مردہ گدھے کے پیٹ میں رکھ کر جلا دیا۔

کوفہ سے مالک ابن کعب ارحبی دو ہزار آدمیوں کو لے کر نکل چکے تھے، مگر اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی دُشمن مصر پر قبضہ کر چکا تھا۔

خطبہ ۶۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا:۔

فِي ذَمِّ اَصْحَابِهِ۔
كَمْ اُدَارِيْكُمْ كَمَا تُدَارَى الْبِكَارُ
الْعَمِدَةُ۔ وَالثِّيَابُ الْمُتَدَاعِيَةُ۔ كُلَّمَا
حِيْصَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّكَتْ مِنْ
اٰخَرَ كُلَّمَا اَطَلَّ عَلَيْكُمْ مَنْسِرٌ
مِنْ مَنَاسِرِ اَهْلِ الشَّامِ اَغْلَقَ كُلُّ
رَجُلٍ مِنْكُمْ بَابَهُ وَانْجَحَرَ انْجِحَارَ
الضَّبَّةِ فِي جُحْرِهَا وَالضَّبُعِ فِي
وِجَارِهَا۔ اَلذَّلِيْلُ وَاللهِ مَنْ
نَصَرْتُمُوْهُ۔ وَمَنْ رُمِيَ بِكُمْ فَقَدْ
رُمِيَ بِاَفْوَقَ نَاصِلٍ۔ وَاِنَّكُمْ
وَاللهِ لَكَثِيْرٌ فِي الْبَاحَاتِ قَلِيْلٌ
تَحْتَ الرَّايَاتِ۔ وَاِنِّيْ لَعَالِمٌ
بِمَا يُصْلِحُكُمْ وَيُقِيْمُ اَوَدَكُمْ
وَلٰكِنِّيْ لَا اَرٰى اِصْلَاحَكُمْ
بِاِفْسَادِ نَفْسِيْ۔ اَضْرَعَ اللهُ
خُدُوْدَكُمْ وَاَتْعَسَ جُدُوْدَكُمْ
لَا تَعْرِفُوْنَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ
الْبَاطِلَ۔ وَلَا تُبْطِلُوْنَ الْبَاطِلَ
كَاِبْطَالِكُمُ الْحَقَّ۔

کب تک میں تمہارے ساتھ ایسی نرمی اور رُورعایت
کرتا رہوں گا۔ جیسی اُن اونٹوں سے کی جاتی ہے۔ جن کی
کوہانیں اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہوں اور اُن پھٹے پُرانے
کپڑوں سے کہ جنہیں ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف
سے پھٹ جاتے ہیں۔ جب بھی شامیوں کے ہراول دستوں
میں سے کوئی دستہ تم پر منڈلاتا ہے، تو تم سب کے سب
(اپنے گھروں) کے دروازے بند کر لیتے ہو اور اس طرح
اندر دبک جاتے ہو جس طرح گوہ اپنے سُوراخ میں اور
بجو اپنے بھٹ میں جس کے تمہارے ایسے مددگار ہوں۔
اسے تو ذلیل ہی ہونا ہے اور جس پر تم (تیر کی طرح)
پھینکے جاؤ تو گویا اُس پر ایسا تیر پھینکا گیا جس کا
سوفار بھی شکستہ، اور پیکان بھی ٹوٹا ہُوا ہے۔ خدا
کی قسم (گھروں کے) صحن میں تو تم بڑی تعداد میں نظر
آتے ہو۔ لیکن جھنڈوں کے نیچے تھوڑے سے۔ میں اچھی
طرح جانتا ہوں کہ کس چیز سے تمہاری اصلاح، اور کس
چیز سے تمہاری کجروی کو دُور کیا جا سکتا ہے لیکن میں اپنے
نفس کو بگاڑ کر تمہاری اصلاح کرنا نہیں چاہتا۔ خدا تمہارے
چہروں کو بے آبرو کرے، اور تمہیں بدنصیب کرے جیسی
تم باطل سے شناسائی رکھتے ہو، ویسی حق سے تمہاری
جان پہچان نہیں اور جتنا حق کو مٹاتے ہو۔ باطل اتنا تم سے
نہیں دبایا جاتا۔

* * *

خطبہ ۶۸

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سُحْرَةِ
الْيَوْمِ الَّذِيْ ضُرِبَ فِيْهِ۔

آپ نے یہ کلام شب ضربت کی سحر کو فرمایا:۔
مَیں بیٹھا ہوا تھا، کہ میری آنکھ لگ گئی۔ اتنے میں

مَلَكَتْنِي عَيْنِي وَ أَنَا جَالِسٌ فَسَنَحَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَاذَا لَقِيتُ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ الْأَوَدِ وَاللَّدَدِ فَقَالَ ادْعُ عَلَيْهِمْ، فَقُلْتُ أَبْدَلَنِي اللهُ بِهِمْ خَيْرًا مِنْهُمْ وَأَبْدَلَهُمْ بِي شَرًّا لَهُمْ مِنِّي۔

(يَعْنِي بِالْأَوَدِ الْاِعْوِجَاجَ وَبِاللَّدَدِ الْخِصَامَ وَهٰذَا مِنْ أَفْصَحِ الْكَلَامِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سامنے جلوہ فرما ہوئے، میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے آپ کی اُمت کے ہاتھوں کیسی کیسی کجرویوں اور دشمنیوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تم اُن کے لئے بددعا کرو تو میں نے (صرف اتنا) کہا، کہ اللہ مجھے ان کے بدلے میں اُن سے اچھے لوگ عطا کرے، اور ان کو میرے بدلے میں کوئی بُرا (امیر) دے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ اَوَد کے معنی ٹیڑھا پن اور لدد کے معنی دشمنی وعناد کے ہیں اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔

خطبہ ۶۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

فِي ذَمِّ أَهْلِ الْعِرَاقِ۔

أَمَّا بَعْدُ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ فَإِنَّمَا أَنْتُمْ كَالْمَرْأَةِ الْحَامِلِ حَمَلَتْ فَلَمَّا أَتَمَّتْ أَمْلَصَتْ وَمَاتَ قَيِّمُهَا وَطَالَ تَأَيُّمُهَا وَوَرِثَهَا أَبْعَدُهَا أَمَا وَاللهِ مَا أَتَيْتُكُمْ اخْتِيَارًا وَلٰكِنْ جِئْتُ إِلَيْكُمْ سَوْقًا وَلَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تَقُولُونَ عَلِيٌّ يَكْذِبُ۔ قَاتَلَكُمُ اللهُ فَعَلَى مَنْ أَكْذِبُ۔ أَعَلَى اللهِ؟ فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِهِ۔ أَمْ عَلَى نَبِيِّهِ؟ فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ۔ كَلَّا وَاللهِ وَلٰكِنَّهَا لَهْجَةٌ غِبْتُمْ عَنْهَا

اہل عراق کی مذمت میں فرمایا:۔

اے اہلِ عراق! تم اُس حاملہ عورت کے مانند ہو جو حاملہ ہونے کے بعد حمل کے دن پورے کرے، تو مرا ہوا بچہ گرا دے اور اس کا شوہر بھی مر چکا ہو، اور رنڈاپے کی مدت بھی دراز ہو چکی ہو اور (قریبی نہ ہونے کی وجہ سے) دُور کے عزیز ہی اس کے وارث ہوں۔ بخدا میں تمہاری طرف بخوشی نہیں آیا، بلکہ حالات سے مجبور ہو کر آ گیا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ علیؑ کذب بیانی کرتے ہیں۔ خدا تمہیں ہلاک کرے (بتاؤ) میں کس پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔ کیا اللہ پر! تو میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں یا اُس کے نبی پر؟ تو میں سب سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں! بلکہ وہ ایک ایسا اندازِ کلام تھا جو تمہارے سمجھنے کا نہ تھا اور نہ تم میں اس کے سمجھنے کی

وَلَمْ تَكُونُوْا مِنْ اَهْلِهَا۔ وَيْلُمِّهٖ كَيْلًا بِغَيْرِ ثَمَنٍ لَوْ كَانَ لَهٗ وِعَآءٌ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ۔

اہلیت تھی، خدا تمہیں سمجھے۔ میں تو بغیر کسی عوض کے (علمی جواہر ریزے) ناپ ناپ کر دے رہا ہوں۔ کاش کہ ان کے لئے کسی کے ظرف میں سمائی ہوتی۔ (ٹھہرو) کچھ دیر بعد تم بھی اس کی حقیقت کو جان لو گے۔

٭ ٭ ٭

لہ تحکیم کے بعد جب عراقیوں نے معاویہ کے تابڑ توڑ حملوں کا جواب دینے میں سستی و بددلی کا مظاہرہ کیا، تو ان کی مذمت و توبیخ کے سلسلے میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صفین کے موقعہ پر ان کی فریب خوردگی اور جنگ سے دستبرداری کی طرف اشارہ کیا ہے اور اُن کی حالت کو اس عورت سے تشبیہ دی ہے جس میں یہ پانچ وصف ہوں۔ (۱) وہ حاملہ ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ لڑنے بھڑنے کی پوری پوری صلاحیت و استعداد رکھتے تھے۔ اُس بانجھ عورت کی مانند نہ تھے، کہ جس سے کوئی اُمید نہیں رکھی جا سکتی۔ (۲) مدتِ حمل پوری کر چکی ہو۔ یعنی تمام کٹھن اور دشوار گزار منزلوں کو طے کر کے فتح و کامرانی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ (۳) از خود حمل کو ساقط کر دیا ہو یعنی فتح کے قریب پہنچ کر صلح پر اُتر آئے، اور دامنِ مراد بھرنے کے بجائے نامرادیوں کو سمیٹ لیا (۴) اس کے رنڈاپے کی مدت دراز ہو، یعنی ان کی حالت ایسی ہو گئی۔ جیسے ان کا کوئی سرپرست و نگران نہ ہو اور وہ بے والی و وارث بھٹک رہے ہوں (۵) بیگانے اس کے وارث ہوں۔ یعنی اہلِ شام ان کے املاک پر قبضہ و تسلط جما رہے ہیں کہ جو ان سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے۔

خطبہ ۷۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ،
عَلَّمَ فِيْهَا النَّاسَ الصَّلٰوةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

اس میں آپؑ نے لوگوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر صلوات بھیجنے کا طریقہ بتایا ہے۔

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ۔ وَدَاعِمَ الْمَسْمُوْكَاتِ وَجَابِلَ الْقُلُوْبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا اجْعَلْ شَرَآئِفَ صَلَوٰتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ۔ وَالْفَاتِحِ لِمَا

اے اللہ! اے فرشِ زمین کے بچھانے والے اور بلند آسمانوں کو (بغیر سہارے کے) روکنے والے دلوں کو اچھی اور بُری فطرت پر پیدا کرنے والے۔ اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے۔ اپنے عبد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے۔ اور بند (دلوں کے) کھولنے والے اور

اَلْخَلْقِ۔ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَ الدَّافِعِ جَیْشَاتِ الْاَبَاطِیْلِ وَالدَّامِغِ صَوْلَاتِ الْاَضَالِیْلِ۔ کَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ قَائِمًا بِاَمْرِکَ مُسْتَوْفِزًا فِیْ مَرْضَاتِکَ غَیْرَ نَاکِلٍ عَنْ قُدُمٍ۔ وَلَا وَاہٍ فِیْ عَزْمٍ۔ وَاعِیًا لِوَحْیِکَ حَافِظًا لِعَہْدِکَ۔ مَاضِیًا عَلٰی نَفَاذِ اَمْرِکَ۔ حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسَ الْقَابِسِ وَ اَضَاءَ الطَّرِیْقَ لِلْخَابِطِ وَ ھُدِیَتْ بِہِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ۔ وَ اَقَامَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَیِّرَاتِ الْاَحْکَامِ۔ فَھُوَ اَمِیْنُکَ الْمَاْمُوْنُ وَ خَازِنُ عِلْمِکَ الْمَخْزُوْنِ وَشَہِیْدُکَ یَوْمَ الدِّیْنِ وَ بَعِیْثُکَ بِالْحَقِّ۔ وَرَسُوْلُکَ اِلَی الْخَلْقِ۔ اَللّٰھُمَّ افْسَحْ لَہٗ مَفْسَحًا فِیْ ظِلِّکَ وَاجْزِہٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَیْرِ مِنْ فَضْلِکَ۔ اَللّٰھُمَّ اَعْلِ عَلٰی بِنَاءِ الْبَانِیْنَ بِنَاءَہٗ وَ اَکْرِمْ لَدَیْکَ مَنْزِلَتَہٗ۔ وَ اَتْمِمْ لَہٗ نُوْرَہٗ وَاجْزِہٖ مِنِ ابْتِعَاثِکَ لَہٗ مَقْبُوْلَ الشَّھَادَۃِ وَ مَرْضِیَّ الْمَقَالَۃِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ وَ خُطَّۃٍ فَصْلٍ۔ اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ فِیْ بَرْدِ الْعَیْشِ وَقَرَارِ النِّعْمَۃِ وَ مُنَی الشَّھَوَاتِ وَ اَھْوَاءِ

حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے، باطل کی طغیانیوں کو دبانے والے، اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے جیسا اُن پر (ذمہ داری کا) بوجھ عائد کیا گیا تھا، اس کو انہوں نے اٹھایا اور تیری خوشنودیوں کی طرف بڑھنے کے لئے مضبوطی سے جم کر کھڑے ہو گئے۔ نہ آگے بڑھنے سے مُنہ موڑا، نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔ وہ تیری وحی کے حافظ اور تیرے پیمان کے محافظ تھے اور تیرے حکموں کے پھیلانے کی دھن میں لگے رہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے روشنی ڈھونڈنے والے کے لئے شعلے بھڑکا دیئے، اور اندھیرے میں بھٹکنے والے کے لئے راستہ روشن کر دیا۔ فتنوں فسادوں میں سرگرمیوں کے بعد دلوں نے آپؐ کی وجہ سے ہدایت پائی۔ انہوں نے راہ دکھانے والے نشانات، قائم کئے۔ روشن و تابندہ احکام جاری کئے۔ وہ تیرے امینؐ، معتمد اور تیرے علم مخفی کے خزینہ دار تھے اور قیامت کے دن تیرے گواہ اور تیرے پیغمبرؐ برحق اور خلق کی طرف فرستادہ رسولؐ تھے۔ خدایا ان کی منزل کو اپنے زیرِ سایہ وسیع و کشادہ بنا۔ اور اپنے فضل سے انہیں دگنے حسنات عطا کر خداوندا تمام بنیاد قائم کرنے والوں کی عمارت پر اُن کی بنا کردہ عمارت کو فوقیت عطا کر اور انہیں باعزت مرتبے سے سرفراز کر اور اُن کے نور کو پورا پورا فروغ دے اور انہیں رسالت کے صلہ میں شہادت کی قبولیت و پذیرائی اور قول و سخن کی پسندیدگی عطا کر جب کہ آپ کی باتیں سراپا عدل اور فیصلے حق و باطل کو چھانٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بھی ان کے ساتھ خوش گوار و پاکیزہ زندگی اور منزلِ نعمات میں یکجا کر اور مرغوب و دل پسند خواہشوں

اللَّذَّاتِ وَ رَخَاءِ الدَّعَةِ وَ مُنْتَهَى الطُّمَأْنِينَةِ وَ تُحَفِ الْكَرَامَةِ۔

اور لذتوں اور آسائش و فارغ البالی اور شرف و کرامت کے تحفوں میں شریک بنا۔

خطبہ ۷۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

قَالَهُ لِمَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ بِالْبَصْرَةِ

قَالُوْا أُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ أَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِلَى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَلَّمَاهُ فِيْهِ فَخَلَّى سَبِيْلَهُ۔ فَقَالَا لَهُ يُبَايِعُكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَوَلَمْ يُبَايِعْنِي بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ لَا حَاجَةَ لِي فِي بَيْعَتِهِ إِنَّهَا كَفٌّ يَهُوْدِيَّةٌ۔ لَوْ بَايَعَنِي بِكَفِّهِ لَغَدَرَ بِسَبَّتِهِ أَمَا إِنَّ لَهُ إِمْرَةً كَلَعْقَةِ الْكَلْبِ أَنْفَهُ۔ وَ هُوَ أَبُو الْأَكْبُشِ الْأَرْبَعَةِ وَ سَتَلْقَى الْأُمَّةُ مِنْهُ وَ مِنْ وُلْدِهِ يَوْمًا أَحْمَرَ۔

جمل کے موقعہ پر جب مروان بن حکم کو گرفتار کیا گیا تو اس نے حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام سے خواہش کی، کہ وہ امیرالمومنینؑ سے اس کی سفارش کریں، چنانچہ ان دونوں حضراتؑ نے امیرالمومنینؑ سے اس سلسلہ میں بات چیت کی، اور حضرتؑ نے اسے رہا کر دیا۔ پھر دونوں شہزادوں نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ یہ آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔ تو حضرت نے اس کے متعلق فرمایا:۔

کیا اس نے عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی؟ اب مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں۔ یہ یہودی قسم کا ہاتھ ہے۔ اگر ہاتھ سے بیعت کرے گا، تو ذلیل طریقے سے توڑ بھی دے گا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بھی اتنی دیر کہ کتا اپنی ناک چاٹنے سے فارغ ہو۔ حکومت کرے گا اور اس کے چار بیٹے بھی حکمران ہوں گے اور امت اس کے اور اس کے بیٹوں کے ہاتھوں سے سختیوں کے دن دیکھے گی۔

لہ مروان ابن حکم حضرت عثمان کا بھتیجا اور داماد تھا۔ اور اکہرا جسم اور لمبا قد ہونے کی وجہ سے خیطِ باطل (باطل کا ڈورا) کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ عبدالمالک ابن مروان نے جب عمرو ابن سعید اشدق کو قتل کر دیا، تو اس کے بھائی یحیٰی ابن سعید نے کہا:۔

غدرتم بعمرو یا بنی خیط باطل ۔۔۔ و مثلکم یبنی البیوت علی الغدر

" اے خیطِ باطل کی اولاد تم نے عمرو سے غداری کی اور تمہارے ایسے لوگ غداری کی ہی بنیادوں پر اپنے اقتدار کی عمارتیں

کھڑی کیا کرتے ہیں۔"

اس کا باپ "حکم" گو فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لے آیا تھا۔ مگر اس کے طور طریقے ایسے تھے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے انتہائی اذیت کا باعث ہوتے تھے۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے اس پر اور اس کی اولاد پر لعنت کی، اور فرمایا کہ "ویل لامتی من صلب ھذا" (اسد الغابہ) یعنی اس کی اولاد کے ہاتھوں میری امت تباہی کے دن دیکھے گی۔" آخر پیغمبرؐ نے اس کی بڑھتی ہوئی سازشوں کے پیش نظر اسے مدینہ سے وادیٔ وج (طائف میں ایک جگہ ہے) کی طرف نکلوا دیا، اور مروان بھی اس کے ساتھ چلتا بنا۔ اور پھر پیغمبرؐ نے زندگی بھر ان دونوں کو مدینہ نہ آنے دیا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بھی ایسا ہی کیا لیکن حضرت عثمان نے اپنے عہد میں ان دونوں کو واپس بلوا لیا اور مروان کو تو اس عروج پر پہنچایا کہ گویا خلافت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے اور پھر اس کے حالات اس طرح سازگار ہوئے کہ معاویہ ابن یزید کے مرنے کے بعد خلیفۃ المسلمین بن گیا لیکن ابھی نو مہینے اٹھارہ دن ہی حکومت کرتے ہوئے گزرے تھے کہ ۳ رمضان ۶۵ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں قضا نے اس طرح آ گھیرا کہ اس کی بیوی اس کے منہ پر تکیہ رکھ کر بیٹھ گئی اور اس وقت تک الگ نہ ہوئی، جب تک اس نے دم نہ توڑ دیا۔

اس کے جن چار بیٹوں کی طرف امیر المومنینؑ نے اشارہ کیا، وہ عبد الملک ابن مروان کے چار بیٹے: ولید، سلیمان، یزید اور ہشام ہیں کہ جو عبد الملک کے بعد یکے بعد دیگرے تخت خلافت پر بیٹھے اور اپنی خونچکاں داستانوں سے صفحات تاریخ رنگین کر گئے۔ اور بعض شارحین نے خود اس کے صلبی بیٹے مراد لئے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں: عبد الملک، عبد العزیز، بشر اور محمد۔ ان میں سے عبد الملک تو خلیفہ ہو گیا اور عبد العزیز مصر کا، بشر عراق کا اور محمد جزیرہ کا والی قرار پایا۔

خطبہ ۷۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمَّا عَزَمُوْا عَلٰى بَيْعَةِ عُثْمَانَ.

لَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّيْ اَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَيْرِيْ. وَ وَاللّٰهِ لَاُسْلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ اُمُوْرُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا جَوْرٌ اِلَّا عَلَيَّ خَاصَّةً اِلْتِمَاسًا لِاَجْرِ ذٰلِكَ وَ فَضْلِهٖ، وَ زُهْدًا فِيْمَا تَنَافَسْتُمُوْهُ مِنْ زُخْرُفِهٖ وَ

جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کا ارادہ کیا، تو آپ نے فرمایا:۔

تم جانتے ہو کہ مجھے اوروں سے زیادہ خلافت کا حق پہنچتا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک مسلمانوں کے امور کا نظم و نسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم و جور کا نشانہ بنتی رہے گی۔ میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا۔ تاکہ (اس صبر پر) اللہ سے اجر و ثواب طلب کروں اور اس زیب و زینت اور آرائش کو ٹھکرا دوں جس

رہ بیرجہ۔

پر تم مٹے ہوئے ہو۔

خطبہ ۷۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
لَمَّا بَلَغَهُ اتِّهَامُ بَنِي أُمَيَّةَ لَهُ بِالْمُشَارَكَةِ فِي دَمِ عُثْمَانَ۔

أَوَلَمْ يَنْهَ أُمَيَّةَ عِلْمُهَا بِي عَنْ قَرْفِي أَوَمَا وَزَعَ الْجُهَّالَ سَابِقَتِي عَنْ تُهَمَتِي. وَلَمَا وَعَظَهُمُ اللهُ بِهِ أَبْلَغُ مِنْ لِسَانِي أَنَا حَجِيجُ الْمَارِقِينَ وَخَصِيمُ الْمُرْتَابِينَ وَعَلَى كِتَابِ اللهِ تُعْرَضُ الْأَمْثَالُ وَبِمَا فِي الصُّدُورِ تُجَازَى الْعِبَادُ۔

جب آپؑ کو معلوم ہوا کہ بنی اُمیہ قتلِ عثمان میں شرکت کا الزام آپ پر رکھتے ہیں تو ارشاد فرمایا:۔

میرے متعلق سب کچھ جاننے بوجھنے نے بنی امیہ کو مجھ پر افترا پردازیوں سے باز نہیں رکھا۔ اور نہ میری سبقتِ ایمانی اور دیرینہ اسلامی خدمات نے ان جاہلوں کو اتہام لگانے سے روکا اور جو اللہ نے (کذب و افترا کے متعلق) انہیں پند و نصیحت کی ہے۔ وہ میرے بیان سے کہیں بلیغ ہے۔ میں (ان) بے دینوں پر حجت لانے والا اور (دین میں) شک و شبہ کرنے والوں کا فریق مخالف ہوں اور قرآن پر پیش ہونا چاہیئے تمام مشتبہ باتوں کو اور بندوں کو جیسی اُن کی نیت ہوگی ویسا ہی پھل ملے گا۔

خطبہ ۷۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
رَحِمَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ حُكْمًا فَوَعَى. وَدُعِيَ إِلَى رَشَادٍ فَدَنَا. وَأَخَذَ بِحُجْزَةِ هَادٍ فَنَجَا. رَاقَبَ رَبَّهُ. وَخَافَ ذَنْبَهُ. قَدَّمَ خَالِصًا وَعَمِلَ صَالِحًا۔ اكْتَسَبَ مَذْخُورًا وَاجْتَنَبَ مَحْذُورًا۔ رَمَى غَرَضًا وَأَحْرَزَ عِوَضًا كَابَرَ هَوَاهُ كَذَّبَ

خدا اس شخص پر رحم کرے، جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سُنا، تو اُسے گرہ میں باندھ لیا۔ ہدایت کی طرف اُسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا۔ صحیح راہبر کا دامن تھام کر نجات پائی۔ اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا، اور گناہوں سے خوف کھایا۔ عمل بے ریا پیش کیا۔ نیک کام کئے۔ ثواب کا ذخیرہ جمع کیا۔ بُری باتوں سے اجتناب برتا۔ صحیح مقصد کو پالیا۔ اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ اُمیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری

مُنَاهُ۔ جَعَلَ الصَّبْرَ مَطِيَّةَ نَجَاتِهٖ وَ التَّقْوٰى عُدَّةَ وَفَاتِهٖ رَكِبَ الطَّرِيْقَةَ الْغَرَّآءَ، وَلَزِمَ الْمَحَجَّةَ الْبَيْضَآءَ اِغْتَنَمَ الْمَهَلَ وَبَادَرَ الْاَجَلَ وَتَزَوَّدَ مِنَ الْعَمَلِ۔

بنا لیا۔ موت کے لئے تقویٰ کا ساز و سامان کیا۔ روشن راہ پر سوار ہُوا۔ حق کی شاہراہ پر قدم جمائے۔ زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا۔ موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا زاد ساتھ لیا۔

خطبہ ۷۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ بَنِیْ اُمَيَّةَ لَيُفَوِّقُوْنَنِیْ تُرَاثَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَفْوِيْقًا وَاللّٰهِ لَئِنْ بَقِيْتُ لَهُمْ لَاَنْفُضَنَّهُمْ نَفْضَ اللَّحَّامِ الْوِذَامَ التَّرِبَةَ (وَيُرْوٰى التُّرَابَ الْوَذِمَةَ وَهُوَ عَلَى الْقَلْبِ) قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيُفَوِّقُوْنَنِیْ اَیْ يُعْطُوْنَنِیْ مِنَ الْمَالِ قَلِيْلًا كَفُوَاقِ النَّاقَةِ وَهُوَ الْحَلْبَةُ الْوَاحِدَةُ مِنْ لَبَنِهَا وَالْوِذَامُ جَمْعُ وَذَمَةٍ وَهِیَ الْحُزَّةُ مِنَ الْكَرِشِ اَوِ الْكَبِدِ تَقَعُ فِی التُّرَابِ فَتُنْفَضُ۔

بنی اُمیہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورثہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں۔ خُدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا، تو انہیں اس طرح جھاڑ پھینکوں گا، جس طرح قصائی خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے سے مٹی جھاڑ دیتا ہے۔

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے، الوذام التربة خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے کے بجائے التراب الوذمه (مٹی جو گوشت کے ٹکڑے میں بھر گئی ہو) آیا ہے۔ یعنی صفت کی جگہ موصوف اور موصوف کی جگہ صفت رکھ دی گئی ہے اور لیفوقوننی سے حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ مجھے تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں۔ جس طرح اونٹنی کو ذرا سا دوہ لیا جائے، اور پھر تھنوں کو اُس کے بچے کے منہ سے لگا دیا جائے تا کہ وہ دوہے جانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اور وذام وذمه کی جمع ہے جس کے معنی اوجھری یا جگر کے ٹکڑے کے ہیں جو مٹی میں گر پڑے، اور پھر مٹی اُس سے جھاڑ دی جائے۔

خطبہ ۷۶

وَمِنْ كَلِمَاتٍ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَدْعُوْ بِهَا۔

امیر المومنین علیہ السلام کے دُعائیہ کلمات

اے اللہ! تو ان چیزوں کو بخش دے، جنہیں تو

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ۔ فَاِنْ عُدْتُ فَعُدْ عَلَیَّ بِالْمَغْفِرَۃِ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَّفْسِیْ وَلَمْ تَجِدْ لَہٗ وَفَآءً عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا تَقَرَّبْتُ بِہٖ اِلَیْکَ بِلِسَانِیْ ثُمَّ خَالَفَہٗ قَلْبِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ رَمَزَاتِ الْاَلْحَاظِ وَ سَقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ وَ شَھَوَاتِ الْجَنَانِ وَ ھَفَوَاتِ اللِّسَانِ۔

مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف پلٹوں، تو تُو اپنی مغفرت کے ساتھ پلٹ۔ بارِ الٰہا! جس عمل خیر کے بجا لانے کا میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا، مگر تُو نے اُسے پورا ہوتے ہوئے نہ پایا، اُسے بھی بخش دے۔ میرے اللہ! زبان سے نکلے ہوئے وہ کلمے، جن سے تیرا تقرب چاہا تھا۔ مگر دل اُن سے ہمنوا نہ ہو سکا۔ اُن سے بھی در گزر کر۔ پروردگار! تو آنکھوں کے (طنزیہ) اشاروں اور ناشائستہ کلموں اور دل کی (بُری) خواہشوں اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کر دے۔

خطبہ ۷۷

وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

قَالَہٗ لِبَعْضِ اَصْحَابِہٖ لَمَّا عَزَمَ عَلَی الْمَسِیْرِ اِلَی الْخَوَارِجِ فَقَالَ لَہٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنْ سِرْتَ فِیْ ھٰذَا الْوَقْتِ خَشِیْتُ اَنْ لَّا تَظْفَرَ بِمُرَادِکَ مِنْ طَرِیْقِ عِلْمِ النُّجُوْمِ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:۔

اَتَزْعَمُ اَنَّکَ تَھْدِیْ اِلَی السَّاعَۃِ الَّتِیْ مَنْ سَارَ فِیْھَا صُرِفَ عَنْہُ السُّوْٓءُ وَ تُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَۃِ الَّتِیْ مَنْ سَارَ فِیْھَا حَاقَ بِہِ الضُّرُّ؟ فَمَنْ صَدَّقَ بِھٰذَا فَقَدْ کَذَّبَ الْقُرْاٰنَ وَاسْتَغْنٰی عَنِ الْاِسْتِعَانَۃِ بِاللّٰہِ فِیْ نَیْلِ الْمَحْبُوْبِ وَدَفْعِ الْمَکْرُوْہِ۔ وَتَبْتَغِیْ فِیْ قَوْلِکَ لِلْعَامِلِ بِاَمْرِکَ اَنْ یُّوْلِیَکَ الْحَمْدَ دُوْنَ رَبِّہٖ

جب آپ نے جنگ خوارج کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا، تو ایک شخص نے کہا کہ:۔ یا امیر المومنین اگر آپ اس وقت نکلے تو علم نجوم کی رُو سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران نہیں ہو سکیں گے۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ:۔

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس گھڑی کا پتہ دیتے ہو کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اس کے لئے کوئی بُرائی نہ ہو گی اور اس لمحے سے خبردار کرتے ہو، کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اسے نقصان درپیش ہو گا۔ تو جس نے اسے صحیح سمجھا، اس نے قرآن کو جھٹلایا اور مقصد کے پانے اور مصیبت کے دُور کرنے میں اللہ کی مدد سے بے نیاز ہو گیا، تم اپنی ان باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ جو تمہارے کہے پر عمل کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے گُن گائے۔ اس لئے کہ تم نے اپنے

لِاَنَّكَ بِزَعْمِكَ اَنْتَ هَدَيْتَهٗ اِلَى السَّاعَةِ الَّتِيْ نَالَ فِيْهَا النَّفْعَ وَاَمِنَ الضُّرَّ (ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ)۔

خیال میں اس ساعت کا پتہ دیا، کہ جو اس کے لئے فائدہ کا سبب، اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ بنی۔ (پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا) :۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِيَّاكُمْ وَ تَعَلُّمَ النُّجُوْمِ اِلَّا مَا يُهْتَدٰى بِهٖ فِيْ بَرٍّ اَوْ بَحْرٍ فَاِنَّهَا تَدْعُوْا اِلَى الْكَهَانَةِ وَ الْمُنَجِّمُ كَالْكَاهِنِ وَالْكَاهِنُ كَالسَّاحِرِ وَالسَّاحِرُ كَالْكَافِرِ وَالْكَافِرُ فِي النَّارِ سِيْرُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ۔

اے لوگو! نجوم کے سیکھنے سے پرہیز کرو، مگر اتنا کہ جس سے خشکی اور تری میں راستے معلوم کر سکو۔ اس لئے کہ نجوم کا سیکھنا کہانت اور غیب گوئی کی طرف لے جاتا ہے اور منجم حکم میں مثل کاہن کے ہے اور کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر مثل کافر کے ہے، اور کافر کا ٹھکانا جہنم ہے۔ بس اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہو۔

لہ جب امیرالمومنینؑ نے خوارج کی شورشوں کو دبانے کے لئے نہروان کا ارادہ کیا، تو عفیف ابن قیس نے آپ سے عرض کیا کہ یہ ساعت اچھی نہیں ہے، اگر آپؑ اس وقت روانہ ہوئے تو فتح و ظفر مندی کے بجائے شکست و ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ مگر حضرت نے اس کی بات کو در خورِ اعتنا نہ سمجھا اور اُسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اور نتیجہ میں خوارج کو ایسی شکستِ فاش ہوئی کہ اُن کے چار ہزار جنگجوؤں میں سے صرف نو آدمی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے، اور باقی کا صفایا ہو گیا۔

امیرالمومنینؑ نے نجوم کے غلط و نادرست ہونے پر تین طرح سے استدلال فرمایا ہے۔ پہلے یہ کہ اگر منجم کی باتوں کو درست مان لیا جائے، تو قرآن کو جھٹلانا پڑے گا۔ کیونکہ منجم ستاروں کو دیکھ کر غیب میں چھپی ہوئی چیزوں کے جاننے کا ادعا کرتا ہے، اور قرآن یہ کہتا ہے کہ :۔

قل لا يعلم من فی السموات والارض الغيب، الا الله۔

آسمان و زمین کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

دوسرے یہ کہ وہ اپنے زعم ناقص میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ مستقبل کے حالات سے مطلع ہو کر اپنے نفع و نقصان کو جان سکتا ہے، تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اس سے مدد چاہنے میں اپنے کو بے نیاز سمجھے گا۔ اور یہ اللہ سے بے اعتنائی اور اس کے مقابلہ میں خود اعتمادی ایک طرح کا زندقہ و الحاد ہے۔ جو اللہ سے اس کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی مقصد میں کامیاب ہو گا تو اس کامیابی کو اپنے علم کا نتیجہ قرار دے گا۔ جس سے وہ اللہ کے بجائے خود اپنے نفس کو سراہے گا۔ اور اس سلسلہ میں جن کی راہنمائی کرے گا۔ اُن سے بھی یہی چاہے گا کہ وہ اللہ کے شکر گزار ہونے کے بجائے اس کے شکر گزار ہوں۔ یہ تمام چیزیں فنِ نجوم میں اس حد تک مداخلت سے نہیں روکتیں، جس حد تک نجوم کی تاثیر کو منجاب

اللہ دواؤں کے طبعی اثر کے قبیل سے مانا جائے۔ جس میں قدرتِ الٰہی پھر بھی موانع پیدا کر کے سدِّ راہ ہو سکتی ہے۔ ہمارے اکثر علمائے اسلام جو علم نجوم میں مہارت حاصل کئے ہوئے تھے، وہ اسی بنا پر صحیح ہے کہ وہ اس کے نتائج کو قطعی نہ سمجھتے تھے۔

خطبہ ۷۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعْدَ حَرْبِ الْجَمَلِ فِىْ ذَمِّ النِّسَآءِ۔

مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ النِّسَآءَ نَوَاقِصُ الْاِيْمَانِ نَوَاقِصُ الْحُظُوْظِ نَوَاقِصُ الْعُقُوْلِ فَاَمَّا نُقْصَانُ اِيْمَانِهِنَّ فَقُعُوْدُهُنَّ عَنِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ فِىْ اَيَّامِ حَيْضِهِنَّ وَاَمَّا نُقْصَانُ عُقُوْلِهِنَّ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ كَشَهَادَةِ الرَّجُلِ الْوَاحِدِ وَاَمَّا نُقْصَانُ حُظُوْظِهِنَّ فَمَوَارِيْثُهُنَّ عَلَى الْاَنْصَافِ مِنْ مَوَارِيْثِ الرِّجَالِ فَاتَّقُوْا شِرَارَ النِّسَآءِ وَكُوْنُوْا مِنْ خِيَارِهِنَّ عَلٰى حَذَرٍ وَّلَا تُطِيْعُوْهُنَّ فِى الْمَعْرُوْفِ حَتّٰى لَا يَطْمَعْنَ فِى الْمُنْكَرِ۔

جنگِ جمل سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں کی مذمت میں فرمایا:۔

اے[1] لوگو! عورتیں ایمان میں ناقص، حصوں میں ناقص اور عقل میں ناقص ہوتی ہیں۔ نقصِ ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ ایام کے دَور میں نماز اور روزہ انہیں چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور ناقص العقل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے اور حصّہ و نصیب میں کمی یوں ہے کہ میراث میں ان کا حصّہ مردوں سے آدھا ہوتا ہے۔ بُری عورتوں سے ڈرو۔ اور اچھی عورتوں سے بھی چوکنا رہا کرو۔ تم اُن کی اچھی باتیں بھی نہ مانو تاکہ آگے بڑھ کر وہ بری باتوں کے منوانے پر نہ اتر آئیں۔

---

[1] یہ خطبہ جنگِ جمل کی تباہ کاریوں کے بعد ارشاد فرمایا، اور چونکہ اس جنگ کی ہلاکت آفرینیاں ایک عورت کے حکم پر آنکھ بند کر کے چل پڑنے کا نتیجہ تھیں۔ اس لئے اس میں ان کے فطری نقائص اور اُن کے وجوہ و اسباب کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ان کی پہلی کمزوری یہ ہے کہ انہیں ہر مہینہ میں چند دنوں کے لئے نماز و روزہ سے دستبردار ہونا پڑتا ہے اور یہ اعمال سے علیحدگی ان کے ایمان کے نقص کی دلیل ہے۔ اگرچہ ایمان کے حقیقی معنی تصدیقِ قلبی و اعتقادِ باطنی کے ہیں۔ مگر بطور مجاز عمل و کردار پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چونکہ اعمال ایمان کا آئینہ ہوتے ہیں، لہٰذا اعمال کو بھی ایمان کا جزو قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام علی ابن موسیٰ الرضا سے مروی ہے کہ:۔

ان الایمان ھو التصدیق بالقلب والاقرار باللسان والعمل بالارکان۔

ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار، اور اعضا سے عمل کرنے کا نام ہے۔

دوسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی فطری استعداد عقلی تصرفات کو پورے طور سے قبول کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے میدانِ عمل کی وسعت ہی کے لحاظ سے فطرت نے اُن کو قوائے عقلیہ دیئے ہیں۔ جو حمل، ولادت، رضاعت، تربیتِ اولاد اور امورِ خانہ داری میں ان کی رہنمائی کر سکیں اور اسی ذہنی و عقلی کمزوری کی بناء پر ان کی گواہی کو مرد کی گواہی کا درجہ نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے:۔

واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتن ممن ترضون من الشھدآء ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخریٰ ۰

اپنے مردوں میں سے جنہیں تم گواہی کے لئے پسند کرو دو مردوں کی گواہی لیا کرو، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اگر ایک بھول جائے گی تو اُن میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے گی۔

تیسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصۂ میراث سے نصف ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:۔

یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔

خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا۔"

اس سے عورت کی کمزوری کا پتہ یوں چلتا ہے کہ میراث میں اس کا حصہ نصف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کفالت کا بار مرد پر ہوتا ہے۔ تو جب مرد کی حیثیت ایک کفیل و نگران کی قرار پائی، تو نگرانی و سرپرستی کی محتاج صنف اپنی کمزوری کی خود آئینہ دار ہوگی۔

ان کی فطری کمزوریوں کی طرف اشارہ کرنے کے بعد ان کی اندھا دھند پیروی اور غلط اطاعت کے مفاسد کا ذکر کرتے ہیں کہ بُری بات تو خیر بُری ہوتی ہی ہے۔ اگر وہ کسی اچھی بات کے لئے بھی کہیں، تو اسے اس طرح انجام نہیں دینا چاہیئے کہ انہیں یہ خیال ہونے لگے کہ یہ ان کی خاطر اور رضاجوئی کے لئے بجا لائی گئی ہے۔ بلکہ اس طرح کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اس اچھے کام کو اس کے اچھا ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے اس میں ان کی خواہش و رضامندی کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور اگر ان کو یہ وہم بھی ہو گیا کہ اس میں ان کی خوشنودی کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو وہ ہاتھ پکڑتے ہوئے پہنچہ پکڑنے پر اُتر آئیں گی۔ اور یہ چاہنے لگیں گی، کہ اُن کی ہر بُری سے بُری بات کے آگے سر جھکا یا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ تباہی و بربادی ہوگا۔ امیرالمومنین علیہ السلام کے اس ارشاد کے متعلق علامہ محمد عبدہٗ تحریر کرتے ہیں کہ:۔

ولقد قال الامام قولا صدقتہ التجارب فی الاحقاب المتطاولۃ۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ طویل صدیوں کے تجربے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔"

خطبہ ۷۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
اَيُّهَا النَّاسُ الزَّهَادَةُ قِصَرُ الْاَمَلِ۔ وَالشُّكْرُ عِنْدَ النِّعَمِ۔ وَالْوَرَعُ عِنْدَ الْمَحَارِمِ فَاِنْ عَزَبَ ذٰلِكَ عَنْكُمْ فَلَا يَغْلِبِ الْحَرَامُ صَبْرَكُمْ۔ وَلَا تَنْسَوْا عِنْدَ النِّعَمِ شُكْرَكُمْ فَقَدْ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ بِحُجَجٍ مُسْفِرَةٍ ظَاهِرَةٍ وَكُتُبٍ بَارِزَةِ الْعُذْرِ وَاضِحَةٍ۔

اے لوگو! امیدوں کو کم کرنا، نعمتوں پر شکر ادا کرنا، اور حرام چیزوں سے دامن بچانا ہی زہد و ورع ہے۔ اگر (دامن اُمید سمیٹنا) تمہارے لئے مشکل ہو جائے تو اتنا ہو کہ حرام تمہارے صبر و شکیب پر غالب نہ آ جائے اور نعمتوں کے وقت شکر کو بھول نہ جاؤ۔ خداوند عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں کے ذریعے تمہارے لئے حیل و حجت کا موقع نہیں رہنے دیا۔

خطبہ ۸۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
فِيْ صِفَةِ الدُّنْيَا۔
مَا اَصِفُ مِنْ دَارٍ اَوَّلُهَا عَنَاءٌ وَاٰخِرُهَا فَنَاءٌ۔ فِيْ حَلَالِهَا حِسَابٌ۔ وَفِيْ حَرَامِهَا عِقَابٌ مَنِ اسْتَغْنٰى فِيْهَا فُتِنَ۔ وَمَنِ افْتَقَرَ فِيْهَا حَزِنَ۔ وَمَنْ سَاعَاهَا فَاتَتْهُ۔ وَمَنْ قَعَدَ عَنْهَا وَاتَتْهُ وَمَنْ اَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ۔ وَمَنْ اَبْصَرَ اِلَيْهَا اَعْمَتْهُ۔
(اَقُوْلُ وَاِذَا تَاَمَّلَ الْمُتَاَمِّلُ قَوْلَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ وَجَدَ تَحْتَهٗ مِنَ الْمَعْنَى الْعَجِيْبِ وَالْغَرَضِ الْبَعِيْدِ مَا لَا تُبْلَغُ غَايَتُهٗ، وَلَا يُدْرَكُ

میں اس دارِ دنیا کی حالت کیا بیان کروں کہ جس کی ابتداء رنج اور انتہا فنا ہو۔ جس کے حلال میں حساب اور حرام میں سزا و عقاب ہو۔ یہاں کوئی غنی ہو تو فتنوں سے واسطہ، اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے جو دنیا کے لئے سعی و کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اُس کی دنیوی آرزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں۔ اور جو کوشش سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے۔ دُنیا خود ہی اس سے سازگار ہو جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کو عبرتوں کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہے، تو وہ اُس کی آنکھوں کو روشن و بینا کر دیتی ہے، اور جو صرف دنیا ہی پر نظر رکھتا ہے۔ تو وُہ اُسے کورنا بینا بنا دیتی ہے۔

(علامہ رضی کہتے ہیں کہ اگر کوئی غور و فکر کرنے والا حضرت کے اس ارشاد "من ابصر بها بصرته" جو اس دنیا کو عبرت حاصل کرنے کے لئے دیکھے، تو وہ اس میں

غَوْرُهٗ وَلَا سِيَّمَا إِذَا قُرِنَ إِلَيْهِ قَوْلُهٗ: وَمَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ - فَإِنَّهٗ يَجِدُ الْفَرْقَ بَيْنَ أَبْصَرَ بِهَا أَبْصَرَ إِلَيْهَا وَاضِحًا نَيِّرًا وَّعَجِيبًا بَاهِرًا -

عجیب و غریب معنی اور گہرے مطالب پائے گا کہ نہ اس کی انتہا تک پہنچ اور نہ اس کے گہراؤ تک رسائی ہو سکتی ہے خصوصًا اس کے ساتھ یہ جملہ ومن ابصر الیها اعمتہ اور جو صرف دنیا کو دیکھتا رہے، تو وہ اس سے آنکھوں کی روشنی چھین لیتی ہے۔" بھلا ملایا جائے تو ابصر بہا اور ابصر الیہا میں واضح فرق محسوس کرے گا اور حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی)۔

لہ دنیا کی ابتدا مشقت اور انتہا ہلاکت ہے۔" یہ جملہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے جسے قرآن نے لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ (ہم نے انسان کو تعب و مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے) کے لفظوں میں پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کے دورِ حیات کی کروٹیں شکم مادر کی تنگنائیوں سے لے کر فضائے عالم کی وسعتوں تک کہیں بھی سکون و قرار سے ہمکنار نہیں ہوتیں۔ جب زندگی سے آشنا ہوتا ہے، تو وہ اپنے کو ایک ایسے تیرہ و تار زندان میں جکڑا ہوا پاتا ہے کہ جہاں نہ ہاتھ پیروں کو جنبش دے سکتا ہے، اور نہ پہلو بدل سکتا ہے۔ اور جب ان جکڑ بندیوں سے چھٹکارا پا کر دنیا میں آتا ہے تو مختلف صعوبتوں کے دَور سے اسے گریز کرنا پڑتا ہے۔ ابتدا میں نہ زبان سے بول سکتا ہے کہ اپنے دُکھ دَرد کو بیان کر سکے، اور نہ اعضا و جوارح سکت رکھتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ صرف اس کی دبی ہوئی سسکیاں اور اشکوں کی روانیاں ہی اس کی ضروریات کا اظہار اور اس کے رنج و قلق کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس دَور کے گزرنے کے بعد جب تعلیم و تربیت کی منزل میں قدم رکھتا ہے، تو بات بات پر ڈانٹ ڈپٹ کی آوازیں اس کا خیر مقدم کرتی ہیں۔ ہر وقت خوف زدہ اور سہما ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جب اس دورِ محکومیت سے نجات پاتا ہے تو اہل و عیال کی بندشوں اور معاش کی فکروں میں گھر جاتا ہے۔ جہاں کبھی ہم پیشہ رقیبوں سے چپقلش، کبھی دشمنوں سے ٹکراؤ، کبھی حوادث زمانہ کا مقابلہ، کبھی بیماریوں کا حملہ اور کبھی اولاد کا صدمہ اُسے درپیش رہتا ہے، یہاں تک کہ بڑھاپا لاچاریوں اور بے بسیوں کے پیغام لے کر آ پہنچتا ہے اور آخر دل میں حسرت و اندوہ لئے ہوئے اس جہانِ فانی کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔

پھر اس دنیا کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ اس کی حلال چیزوں میں حساب کی موشگافیاں اور حرام چیزوں میں عقاب کی سختیاں ہیں جس سے خوشگوار لذتیں بھی اس کے کام و دہن میں تلخی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر اس دنیا میں مال و دولت کی فراوانی ہو تو انسان ایک ایسے چکر میں پڑ جاتا ہے کہ جس سے راحت و سکون کو کھو بیٹھتا ہے اور اگر تنگدستی و ناداری ہو تو دولت کے غم میں گھلا جاتا ہے، اور جو اس دنیا کے لئے تگ و دَو میں لگا رہتا ہے۔ اس کی آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ایک

اُمید برآتی ہے، تو دوسری آرزو کو پورا کرنے کی ہوس دامن گیر ہوتی ہے۔ اس دنیا کی مثال سایہ کی طرح ہے کہ اگر اُس کے پیچھے دوڑو وہ آگے بھاگتا ہے۔ اور اگر اس سے دامن چھڑا کر پیچھے بھاگو تو وہ پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ یُونہی جو اس دُنیا کے پیچھے نہیں دوڑتا، تو وہ خود اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو حرص و ہوس کے پھندوں کو توڑ کر بے جا دنیا طلبی سے دست کش ہو جاتا ہے۔ دُنیا اُسے بھی حاصل ہوتی ہے اور وُہ اس سے محروم نہیں کر دیا جاتا۔ لہذا جو شخص دُنیا کی سطح سے بلند ہو کر دنیا کو دیکھے اور اس کے احوال و واردات سے عبرت حاصل کرے۔ اور اس کی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں سے صانع عالم کی قدرت، تدبیر و حکمت اور رحمت و رأفت اور اُس کی رُبُوبیت کا پتہ لگائے، تو اُس کی آنکھیں روشن و بینا ہو جائیں گی۔ اور جو شخص صرف دُنیا کی رنگینیوں میں کھویا رہتا ہے اور اُس کی آرائشوں پر مَر مٹتا ہے، تو وہ دیدۂ دل کی روشنی کھو کر اس کی اندھیاریوں ہی میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسی لئے قدرت نے ایسی نظروں سے دُنیا کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔

لاتمدن عینیك الی ما متعنا به
ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا
لنفتنهم فیه۔

کچھ لوگوں کو ہم نے زندگانی دنیا کی شادابی سے
بہرہ مند کیا ہے تاکہ اُن کو اس سے آزمائیں۔ تم
اس متاعِ دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔

خطبہ ۸۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَ تُسَمّٰى بِالْغَرَّآءِ وَ هُوَ مِنَ الْخُطَبِ
الْعَجِيْبَةِ۔

اس خطبہ کا نام خطبہ غراء ہے جو امیرالمومنین علیہ السلام کے عجیب و غریب خطبوں میں شمار ہوتا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَا بِحَوْلِهٖ۔ وَ دَنَا بِطَوْلِهٖ۔ مَانِحِ كُلِّ غَنِيْمَةٍ وَ فَضْلٍ۔ وَ كَاشِفِ كُلِّ عَظِيْمَةٍ وَ اَزْلٍ اَحْمَدُهٗ عَلٰى عَوَاطِفِ كَرَمِهٖ وَ سَوَابِغِ نِعَمِهٖ۔ وَ اُوْمِنُ بِهٖ اَوَّلًا بَادِيًا۔ وَ اَسْتَهْدِيْهِ قَرِيْبًا هَادِيًا۔ وَ اَسْتَعِيْنُهٗ قَاهِرًا قَادِرًا۔ وَ اَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ كَافِيًا نَاصِرًا۔ وَ اَشْهَدُ

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو اپنی طاقت کے اعتبار سے بلند، اپنی بخشش کے لحاظ سے قریب ہے۔ ہر نفع و زیادتی کا عطا کرنے والا، اور ہر مصیبت و ابتلا کا دُور کرنے والا ہے۔ میں اُس کے کرم کی نوازشوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بنا پر اس کی حمد و ثناء کرتا ہوں میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ چونکہ وہ اوّل و ظاہر ہے اور اس سے ہدایت چاہتا ہوں۔ چونکہ وہ قریب تر اور ہادی ہے اور اس سے مدد چاہتا ہوں، چونکہ وُہ قادر و توانا ہے اور اُس پر بھروسہ کرتا ہوں، چونکہ وہ ہر طرح

أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ أَرْسَلَهٗ لِإِنْفَاذِ أَمْرِهٖ وَإِنْهَاءِ عُذْرِهٖ، وَتَقْدِيْمِ نُذُرِهٖ۔

أُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِيْ ضَرَبَ لَكُمُ الْأَمْثَالَ وَوَقَّتَ لَكُمُ الْآجَالَ۔ وَأَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ وَأَرْفَغَ لَكُمُ الْمَعَاشَ، وَأَحَاطَكُمْ بِالْإِحْصَاءِ وَأَرْصَدَ لَكُمُ الْجَزَاءَ۔ وَآثَرَكُمْ بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ وَالرِّفَدِ الرَّوَافِغِ۔ وَأَنْذَرَكُمْ بِالْحُجَجِ الْبَوَالِغِ۔ وَأَحْصَاكُمْ عَدَدًا۔ وَوَظَّفَ لَكُمْ مُدَدًا فِيْ قَرَارِ خِبْرَةٍ وَدَارِ عِبْرَةٍ أَنْتُمْ مُخْتَبَرُوْنَ فِيْهَا وَمُحَاسَبُوْنَ عَلَيْهَا فَإِنَّ الدُّنْيَا رَنِقٌ مَشْرَبُهَا رَدِغٌ مَشْرَعُهَا۔ يُوْنِقُ مَنْظَرُهَا وَيُوْبِقُ مَخْبَرُهَا۔ غُرُوْرٌ حَائِلٌ۔ وَضَوْءٌ آفِلٌ وَظِلٌّ زَائِلٌ۔ وَسِنَادٌ مَائِلٌ حَتّٰى إِذَا أَنِسَ نَافِرُهَا۔ وَاطْمَأَنَّ نَاكِرُهَا قَمَصَتْ بِأَرْجُلِهَا۔ وَقَنَصَتْ بِأَحْبُلِهَا۔ وَأَقْصَدَتْ بِأَسْهُمِهَا وَأَعْلَقَتِ الْمَرْءَ أَوْهَاقَ الْمَنِيَّةِ قَائِدَةً لَهٗ إِلٰى ضَنْكِ الْمَضْجَعِ۔ وَوَحْشَةِ الْمَرْجِعِ۔ وَمُعَايَنَةِ الْمَحَلِّ وَثَوَابِ الْعَمَلِ وَكَذٰلِكَ الْخَلَفُ يَعْقُبُ السَّلَفَ

کی کفایت و اعانت کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عبد و رسولؐ ہیں جنہیں احکام کے نفاذ اور حجت کے اتمام اور عبرتناک واقعات پیش کر کے پہلے سے متنبہ کر دینے کے لئے بھیجا۔

خدا کے بندو! میں تمہیں اُس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جس نے تمہارے (سمجھانے کے لئے) مثالیں پیش کیں اور تمہاری زندگی کے اوقات مقرر کئے۔ تمہیں (مختلف) لباسوں سے ڈھانپا اور تمہارے رزق کا سامان فراواں کیا۔ اُس نے تمہارا پورا جائزہ لے رکھا ہے اور تمہارے لئے جزا مقرر کی ہے اور تمہیں اپنی وسیع نعمتوں اور فراخ عطیوں سے نوازا اور مؤثر دلیلوں سے تمہیں متنبہ کر دیا ہے۔ وہ ایک ایک کر کے تمہیں گن چکا ہے اور اس مقام آزمائش و محلِّ عبرت میں اُس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں اس میں تمہاری آزمائش ہے اور اس کی درآمد و برآمد پر تمہارا احساب ہوگا۔ اس دُنیا کا گھاٹ گندلا اور سیراب ہونے کی جگہ کیچڑ سے بھری ہوئی ہے۔ اس کا ظاہر خوشنما، اور باطن تباہ کن ہے۔ یہ ایک مٹ جانے والا دھوکا، غروب ہو جانے والی روشنی، ڈھل جانے والا سایہ اور جھکا ہوا ستون ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا اس سے دل لگا لیتا ہے اور اجنبی اُس سے مطمئن ہو جاتا ہے، تو یہ اپنے پیروں کو اٹھا کر زمین پر دے مارتی ہے اور اپنے جال میں پھانس لیتی ہے اور اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیتی ہے اور اُس کے گلے میں موت کا پھندا ڈال کر تنگ و تار قبر اور وحشت ناک منزل تک

لَا تُقْلِعُ الْمَنِيَّةُ اخْتِرَامًا وَلَا يَرْعَوِي
الْبَاقُونَ اجْتِرَامًا۔ يَحْتَذُونَ مِثَالًا
وَيَمْضُونَ أَرْسَالًا إِلَى غَايَةِ الْاِنْتِهَاءِ
وَصَيُّورِ الْفَنَاءِ حَتَّى إِذَا تَصَرَّمَتِ
الْأُمُورُ وَتَقَضَّتِ الدُّهُورُ وَأَزِفَ
النُّشُورُ أَخْرَجَهُمْ مِنْ ضَرَائِحِ
الْقُبُورِ وَأَوْكَارِ الطُّيُورِ۔ وَأَوْجِرَةِ
السِّبَاعِ۔ وَمَطَارِحِ الْمَهَالِكِ سِرَاعًا
إِلَى أَمْرِهِ۔ مُهْطِعِينَ إِلَى مَعَادِهِ۔
رَعِيلًا صُمُوتًا قِيَامًا صُفُوفًا
يَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي
عَلَيْهِمْ لَبُوسُ الِاسْتِكَانَةِ۔ وَضَرَعُ
الِاسْتِسْلَامِ وَالذِّلَّةِ۔ قَدْ ضَلَّتِ
الْحِيَلُ۔ وَانْقَطَعَ الْأَمَلُ وَهَوَتِ
الْأَفْئِدَةُ كَاظِمَةً۔ وَخَشَعَتِ
الْأَصْوَاتُ مُهَيْنِمَةً وَأَلْجَمَ الْعَرَقُ
وَعَظُمَ الشَّفَقُ وَأُرْعِدَتِ الْأَسْمَاعُ
لِزَبْرَةِ الدَّاعِي إِلَى فَصْلِ الْخِطَابِ
وَمُقَايَضَةِ الْجَزَاءِ وَنَكَالِ الْعِقَابِ۔
وَنَوَالِ الثَّوَابِ۔ عِبَادٌ مَخْلُوقُونَ
اقْتِدَارًا۔ وَمَرْبُوبُونَ اقْتِسَارًا وَ
مَقْبُوضُونَ احْتِضَارًا۔ وَمُضَمَّنُونَ
أَجْدَاثًا۔ وَكَائِنُونَ رُفَاتًا وَمَبْعُوثُونَ
أَفْرَادًا۔ وَمَدِينُونَ جَزَاءً وَمُمَيَّزُونَ
حِسَابًا۔ قَدْ أُمْهِلُوا فِي طَلَبِ الْمَخْرَجِ وَ

لے جاتی ہے کہ جہاں سے وہ اپنا ٹھکانا (جنت یا دوزخ)
دیکھ لے، اور اپنے کئے کا نتیجہ پالے۔ بعد میں آنے والوں
کی حالت بھی اگلوں کی سی ہے۔ نہ موت کانٹ چھانٹ سے
منہ موڑتی ہے اور نہ باقی رہنے والے گناہ سے باز آتے
ہیں۔ باہم ایک دوسرے کے طور طریقوں کی پیروی کرتے
ہیں اور یکے بعد دیگرے منزلِ منتہا و مقامِ فنا کی طرف
بڑھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تمام معاملات ختم ہو
جائیں گے، اور دنیا کی عمر تمام ہو جائے گی، اور قیامت
کا ہنگام آجائے گا۔ تو اللہ سب کو قبر کے گوشوں، پرندوں
کے گھونسلوں، درندوں کے بھٹوں اور ہلاکت گاہوں سے
نکالے گا۔ گروہ در گروہ، صامت و ساکت، ایستادہ
وصف بستہ امرِ الٰہی کی طرف بڑھتے ہوئے اور اپنی جائے
بازگشت کی جانب دوڑتے ہوئے، نگاہِ قدرت ان پر
حاوی اور پکارنے والے کی آواز ان سب کے کان میں
آتی ہوئی ہوگی۔ وہ ضعف و بے چارگی کا لباس پہنے
ہوئے ہوں گے اور عجز و بے کسی کی وجہ سے ذلت اُن پر
چھائی ہوئی ہوگی۔ حیلے اور ترکیبیں غائب اور امیدیں
منقطع ہو چکی ہوں گی۔ دل مایوسانہ خاموشیوں کے ساتھ
بیٹھتے ہوں گے۔ آوازیں دب کر خاموش ہو جائیں گی۔
پسینہ منہ میں پھندا ڈال دے گا۔ وحشت بڑھ جائے
گی۔ اور جب انہیں آخری فیصلہ سنانے، عملوں کا معاوضہ
دینے، اور عذاب و عقوبت اور اجر و ثواب کے لئے بلایا
جائے گا، تو پکارنے والے کی گرجدار آواز سے کان لرز
اٹھیں گے۔ یہ بندے اُس کے اقتدار کا ثبوت دینے
کے لئے وجود میں آئے ہیں۔ اور غلبہ و تسلط کے ساتھ ان

هُدُوا سَبِيلَ الْمَنْهَجِ۔ وَعُمِّرُوا مَهَلَ
الْمُسْتَعْتِبِ وَكُشِفَتْ عَنْهُمْ سُدَفُ الرِّيَبِ
وَخُلُّوا لِمِضْمَارِ الْجِيَادِ۔ وَرَوِيَّةِ الْاِرْتِيَادِ
وَاَنَاةِ الْمُقْتَبِسِ الْمُرْتَادِ فِیْ مُدَّةِ الْاَجَلِ
وَمُضْطَرَبِ الْمَهَلِ۔ فَيَا لَهَا اَمْثَالًا
صَائِبَةً۔ وَمَوَاعِظَ شَافِيَةً لَوْ صَادَفَتْ
قُلُوْبًا زَاكِيَةً۔ وَاَسْمَاعًا وَاعِيَةً۔ وَ
اٰرَاءً عَازِمَةً وَاَلْبَابًا حَازِمَةً۔ فَاتَّقُوا
اللّٰهَ تَقِيَّةَ مَنْ سَمِعَ فَخَشَعَ وَاقْتَرَفَ
فَاعْتَرَفَ وَوَجِلَ فَعَمِلَ وَحَاذَرَ فَبَادَرَ۔
وَاَيْقَنَ فَاَحْسَنَ وَعُبِّرَ فَاعْتَبَرَ۔ وَحُذِّرَ
فَازْدَجَرَ وَاَجَابَ فَاَنَابَ۔ وَرَجَعَ فَتَابَ
وَاقْتَدٰى فَاحْتَذٰى۔ وَاُرِیَ فَرَاٰى
فَاَسْرَعَ طَالِبًا وَنَجَا هَارِبًا فَاَفَادَ
ذَخِيْرَةً وَاَطَابَ سَرِيْرَةً۔ وَعَمَّرَ
مَعَادًا۔ وَاسْتَظْهَرَ زَادًا۔ لِيَوْمِ رَحِيْلِهٖ
وَوَجْهِ سَبِيْلِهٖ۔ وَحَالِ حَاجَتِهٖ۔ وَ
مَوْطِنِ فَاقَتِهٖ وَقَدَّمَ اَمَامَهٗ لِدَارِ
مُقَامِهٖ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ جِهَةَ
مَا خَلَقَكُمْ لَهٗ۔ وَاحْذَرُوْا مِنْهُ كُنْهَ مَا
حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهٖ وَاسْتَحِقُّوْا مِنْهُ
مَا اَعَدَّ لَكُمْ بِالتَّنَجُّزِ لِصِدْقِ مِيْعَادِهٖ
وَالْحَذَرِ مِنْ هَوْلِ مَعَادِهٖ۔

وَمِنْهَا جَعَلَ لَكُمْ اَسْمَاعًا لِتَعِیَ
مَا عَنَاهَا۔ وَاَبْصَارًا لِتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا

کی تربیت ہوئی ہے۔ نزع کے وقت اُن کی روحیں قبض
کر لی جاتی ہیں اور قبروں میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔
(جہاں) یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور (پھر) قبروں سے
اکیلے اُٹھائے جائیں گے اور عملوں کے مطابق جزا پائیں
گے اور سب کو الگ الگ حساب دینا ہوگا۔ انہیں
دنیا میں رہتے ہوئے گلو خلاصی کا موقع دیا گیا تھا۔
اور سیدھا راستہ بھی دکھایا جا چکا تھا، اور اللہ کی خوشنودی
حاصل کرنے کے لئے مہلت بھی دی گئی تھی۔ شک و
شبہات کی تاریکیاں اِن سے دُور کر دی گئی تھیں۔ اور
اس مدتِ حیات و آماجگاہ عمل میں انہیں کھلا چھوڑ
دیا گیا تھا تاکہ آخرت میں دوڑ لگانے کی تیاری اور
سوچ بچار سے مقصد کی تلاش کر لیں اور اتنی مہلت
پائیں، جتنی فوائد کے حاصل کرنے اور اپنی آئندہ منزل
کا سامان کرنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ کتنی ہی صحیح مثالیں
اور شفا بخش نصیحتیں ہیں بشرطیکہ انہیں پاکیزہ دل اور
سننے والے کان اور مضبوط رائیں اور ہوشیار عقلیں نصیب
ہوں۔ اللہ سے ڈرو، اس شخص کے مانند جس نے نصیحت
کی باتوں کو سُنا تو جھک گیا۔ گناہ کیا تو اس کا اعتراف
کیا ڈرا، تو عمل کیا۔ خوف کیا تو نیکیوں کی طرف بڑھا
قیامت کا یقین کیا، تو اچھے اعمال بجا لایا۔ عبرتیں دلائی
گئیں، تو اس نے عبرت حاصل کی اور خوف دلایا گیا تو
بُرائیوں سے رُک گیا۔ اور (اللہ کی پکار پر) لبیک کہی، تو
پھر اس کی طرف رُخ موڑ لیا۔ اور اس کی طرف توبہ و انابت
کے ساتھ متوجہ ہوا (اگلوں کی) پوری پوری پیروی کی اور حق
کے دکھائے جانے پر اُسے دیکھ لیا۔ ایسا شخص طلب حق

وَ اَشْلَاءً جَامِعَةً لِاَعْضَائِهَا۔ مُلَائِمَةً لِاَحْنَائِهَا فِیْ تَرْكِیْبِ صُوَرِهَا وَمُدَدِ عُمُرِهَا بِاَبْدَانٍ قَائِمَةٍ بِاَرْفَاقِهَا وَقُلُوْبٍ رَائِدَةٍ لِاَرْزَاقِهَا فِیْ مُجَلِّلَاتِ نِعَمِہٖ وَمُوْجِبَاتِ مِنَنِہٖ وَ حَوَاجِزِ عَافِيَتِہٖ۔ وَ قَدَّرَ لَكُمْ اَعْمَارًا سَتَرَهَا عَنْكُمْ وَ خَلَّفَ لَكُمْ عِبَرًا مِنْ اٰثَارِ الْمَاضِیْنَ قَبْلَكُمْ مِنْ مُسْتَمْتَعِ خَلَاقِهِمْ وَ مُسْتَفْسَحِ خَنَاقِهِمْ اَرْهَقَتْهُمُ الْمَنَایَا دُوْنَ الْاٰمَالِ وَشَذَّبَهُمْ عَنْهَا تَخَرُّمُ الْاٰجَالِ۔ لَمْ یَمْهَدُوْا فِیْ سَلَامَةِ الْاَبْدَانِ، وَ لَمْ یَعْتَبِرُوْا فِیْ اُنُفِ الْاَوَانِ۔ فَهَلْ یَنْتَظِرُ اَهْلُ بَضَاضَةِ الشَّبَابِ اِلَّا حَوَانِیَ الْهَرَمِ۔ وَ اَهْلُ غَضَارَةِ الصِّحَّةِ اِلَّا نَوَازِلَ السَّقَمِ۔ وَ اَهْلُ مُدَّةِ الْبَقَاءِ اِلَّا اٰوِنَةَ الْفَنَاءِ مَعَ قُرْبِ الزِّیَالِ وَ اُزُوْفِ الْاِنْتِقَالِ وَ عَلَزِ الْقَلَقِ۔ وَ اَلَمِ الْمَضَضِ وَ غُصَصِ الْجَرَضِ۔ وَ تَلَفُّتِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِنُصْرَةِ الْحَفَدَةِ وَ الْاَقْرِبَاءِ وَ الْاَعِزَّةِ وَ الْقُرَنَاءِ۔ فَهَلْ دَفَعَتِ الْاَقَارِبُ اَوْ نَفَعَتِ

کے لئے سرگرم عمل رہا، اور دُنیا کے بندھنوں سے) چھوٹ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اُس نے اپنے لئے ذخیرہ فراہم کیا، اور باطن کو پاک وصاف رکھا، اور آخرت کا گھر آباد کر لیا۔ سفرِ آخرت اور اُس کی راہِ نوردی کے لئے اور احتیاج کے مواقع اور فقر فاقہ کے مقامات کے پیشِ نظر اس نے زاد اپنے ہمراہ بار کر لیا ہے۔ اللہ کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض وغایت کے پیشِ نظر اُس سے ڈرتے رہو، اور جس حد تک اُس نے تمہیں ڈرایا ہے۔ اُس حد تک اُس سے خوف کھاتے رہو، اور اس سے اس کے سچے وعدے کا ایفار چاہتے ہوئے اور ہولِ قیامت سے ڈرتے ہوئے اُن چیزوں کا استحقاق پیدا کرو، جو اُس نے تمہارے لئے مہیا کر رکھی ہیں۔

اسی خطبہ میں کے یہ بھی الفاظ ہیں:۔ اس نے تمہارے لئے کان بنائے تاکہ ضروری اور اہم چیزوں کو سن کر محفوظ رکھیں، اور اس نے تمہیں آنکھیں دی ہیں تاکہ وہ کوری و بے بصری سے نکل کر روشن وضیاء بار ہوں اور جسم کے مختلف حصے جن میں سے ہر ایک میں بہت سے اعضاء ہیں جن کے پیچ وخم اُن کی مناسبت سے ہیں اپنی صورتوں کی ترکیب اور عمر کی مدتوں کے تناسب کے ساتھ ساتھ ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنے ضروریات کو پورا کر رہے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ ہیں بہم پہنچی غذائے روحانی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں، علاوہ دیگر بڑی نعمتوں اور احسان مند بنانیوالی بخششوں اور سلامتی کے حصاروں کے اور اس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں جنہیں تم سے مخفی رکھا ہے اور گذشتہ لوگوں کے حالات و واقعات سے تمہارے لئے عبرت اندوزی کے مواقع

النَّوَاحِبُ وَقَدْ غُوْدِرَ فِيْ مَحَلَّةِ
الْاَمْوَاتِ رَهِيْنًا ۔ وَفِيْ ضِيْقِ
الْمَضْجَعِ وَحِيْدًا ۔ قَدْ هَتَكَتِ
الْهَوَامُّ جِلْدَتَهٗ وَ اَبْلَتِ
النَّوَاهِكُ جِدَّتَهٗ ۔ وَ عَفَتِ
الْعَوَاصِفُ آثَارَهٗ ۔ وَ مَحَا
الْحَدَثَانُ مَعَالِمَهٗ وَ صَارَتِ
الْاَجْسَادُ شَحِبَةً بَعْدَ بَضَّتِهَا
وَالْعِظَامُ نَخِرَةً بَعْدَ قُوَّتِهَا
وَالْاَرْوَاحُ مُرْتَهَنَةً بِثِقَلِ
اَعْبَائِهَا مُوْقِنَةً بِغَيْبِ اَنْبَائِهَا
لَا تُسْتَزَادُ مِنْ صَالِحِ عَمَلِهَا
وَلَا تُسْتَعْتَبُ مِنْ سَيِّئِ
زَلَلِهَا اَوَلَسْتُمْ اَبْنَاءَ الْقَوْمِ
وَالْاٰبَاءَ وَاِخْوَانَهُمْ وَالْاَقْرِبَاءَ
تَحْتَذُوْنَ اَمْثِلَتَهُمْ ۔ وَتَرْكَبُوْنَ
قِدَّتَهُمْ وَتَطَؤُوْنَ جَادَّتَهُمْ
فَالْقُلُوْبُ قَاسِيَةٌ عَنْ حَظِّهَا
لَاهِيَةٌ عَنْ رُشْدِهَا سَالِكَةٌ
فِيْ غَيْرِ مِضْمَارِهَا ۔ كَاَنَّ
الْمَعْنِيَّ سِوَاهَا وَ كَاَنَّ
الرُّشْدَ فِيْ اِحْرَازِ دُنْيَاهَا ۔
وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَجَازَكُمْ عَلَى
الصِّرَاطِ وَ مَزَالِقِ دَحْضِهٖ ۔
وَ اَهَاوِيْلِ زَلَلِهٖ ۔ وَتَارَاتِ

باقی رکھ چھوڑے ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنے حظ و نصیب سے
لذت اندوز تھے اور کھلے بندوں آزاد پھرتے تھے۔ کس طرح
اُمیدوں کے بر آنے سے پہلے موت نے انہیں جا لیا اور عمر کے
ہاتھ نے انہیں اُن امیدوں سے دُور کر دیا۔ اس وقت انہوں
نے کچھ سامان نہ کیا کہ جب بدن تندرست تھے، اور اس وقت
عبرت و نصیحت حاصل نہ کی کہ جب جوانی کا دَور تھا۔ کیا یہ
بھرپور جوانی والے کمر جھکا دینے والے بڑھاپے کے منتظر
ہیں اور صحت کی تر و تازگی والے ٹوٹ پڑنے والی بیماریوں
کے انتظار میں ہیں۔ اور یہ زندگی والے فنا کی گھڑیاں دیکھ
رہے ہیں؟ جب چل چلاؤ کا ہنگام نزدیک اور کوچ قریب
ہوگا اور (بستر مرگ پر) قلق و اضطراب کی بے قراریاں اور
سوز و تپش کی بے چینیاں، اور لعاب دہن کے پھندے
ہونگے اور عزیز و اقارب اور اولاد و احباب سے مدد کے لئے
فریاد کرتے ہوئے اِدھر اُدھر کروٹیں بدلنے کا وقت آگیا ہو
گا، تو کیا قریبیوں نے موت کو روک لیا، یا رونے والیوں
کے (رونے نے) کچھ فائدہ پہنچایا۔ اُسے تو قبرستان میں
قبر کے ایک تنگ گوشے کے اندر جکڑ باندھ کر اکیلا چھوڑ
دیا گیا ہے۔ سانپ اور بچھوؤں نے اس کی جلد کو چھلنی کر
دیا ہے۔ اور (وہاں کی) پامالیوں نے اس کی تر و تازگی
کو فنا کر دیا ہے۔ آندھیوں نے اس کے آثار مٹا ڈالے
اور حادثات نے اس کے نشانات تک محو کر دیئے۔ تر و تازہ
جسم لاغر و پژمردہ ہو گئے۔ ہڈیاں گل سڑ گئیں اور رُوحیں
(گناہ کے) بارِ گراں کے نیچے دبی پڑی ہیں اور غیب کی خبروں
پر یقین کر چکی ہیں۔ لیکن ان کے لئے اب نہ اچھے عملوں
میں اضافہ کی کوئی صورت، اور نہ بداعمالیوں سے توبہ کی کچھ

أَهْوَالِهِ. فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ تَقِيَّةَ ذِي لُبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ قَلْبَهُ، وَأَنْصَبَ الْخَوْفُ بَدَنَهُ، وَأَسْهَرَ التَّهَجُّدُ غِرَارَ نَوْمِهِ، وَأَظْمَأَ الرَّجَاءُ هَوَاجِرَ يَوْمِهِ، وَظَلَفَ الزُّهْدُ شَهَوَاتِهِ، وَأَوْجَفَ الذِّكْرُ بِلِسَانِهِ، وَقَدَّمَ الْخَوْفَ لِأَمَانِهِ، وَتَنَكَّبَ الْمَخَالِجَ عَنْ وَضَحِ السَّبِيلِ، وَسَلَكَ أَقْصَدَ الْمَسَالِكِ إِلَى النَّهْجِ الْمَطْلُوبِ وَلَمْ تَفْتِلْهُ فَاتِلَاتُ الْغُرُورِ وَلَمْ تَعْمَ عَلَيْهِ مُشْتَبِهَاتُ الْأُمُورِ. ظَافِرًا بِفَرْحَةِ الْبُشْرَى وَرَاحَةِ النُّعْمَى فِي أَنْعَمِ نَوْمِهِ وَآمَنِ يَوْمِهِ قَدْ عَبَرَ مَعْبَرَ الْعَاجِلَةِ حَمِيدًا وَقَدَّمَ زَادَ الْآجِلَةِ سَعِيدًا وَبَادَرَ مِنْ وَجَلٍ. وَأَكْمَشَ فِي مَهَلٍ وَرَغِبَ فِي طَلَبٍ وَذَهَبَ عَنْ هَرَبٍ وَرَاقَبَ فِي يَوْمِهِ غَدَهُ وَنَظَرَ قُدُمًا أَمَامَهُ فَكَفَى بِالْجَنَّةِ ثَوَابًا وَنَوَالًا. وَكَفَى بِالنَّارِ عِقَابًا وَوَبَالًا. وَكَفَى بِاللّٰهِ مُنْتَقِمًا وَنَصِيرًا وَكَفَى بِالْكِتَابِ حَجِيجًا وَخَصِيمًا.

گنجائش ہے۔ کیا تم انہی مر مٹنے والوں کے بیٹے، باپ، بھائی اور قریبی نہیں ہو۔ آخر تمہیں بھی تو ہو بہو انہی کے سے حالات کا سامنا کرنا اور انہی کی راہ پر چلنا ہے، اور انہی کی شاہراہ پر گزرنا ہے۔ مگر دل اب بھی حظ و سعادت سے بے رغبت، اور ہدایت سے بے پروا ہیں اور غلط میدان میں جا رہے ہیں۔ گویا ان کے علاوہ کوئی اور مراد و مخاطب ہے، اور گویا ان کے لئے دنیا سمیٹ لینا ہی صحیح راستہ ہے۔ یاد رکھو کہ تمہیں گزرنا ہے صراط پر اور وہاں کی ایسی جگہوں پر جہاں قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں اور پیر پھسل جاتے ہیں، اور قدم قدم پر خوف و دہشت کے خطرات ہیں۔ اللہ سے اس طرح ڈرو، جس طرح وہ مردِ زیرک و دانا ڈرتا ہے کہ جس کے دل کو (عقبیٰ کی) سوچ بچار نے اور چیزوں سے غافل کر دیا ہو اور خوف نے اُس کے بدن کو تعب و کلفت میں ڈال دیا ہو، اور نمازِ شب نے اس کی تھوڑی بہت نیند کو بھی بیداری سے بدل دیا ہو۔ اور اُمیدِ ثواب میں اس کے دن کی تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزرتی ہوں اور زہد و ورع نے اس کی خواہشوں کو روک دیا ہو۔ اور ذکرِ الٰہی سے اُس کی زبان ہر وقت حرکت میں ہو۔ خطروں کے آنے سے پہلے اس نے خوف کھایا ہو اور کٹی پھٹی راہوں سے بچتا ہوا سیدھی راہ پر ہو لیا ہو، اور راہِ مقصود پر آنے کے لئے سیدھا راستہ اختیار کیا ہو، نہ خوش فریبیوں نے اس میں پیچ و تاب پیدا کیا ہو، اور نہ مشتبہ باتوں نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہو۔ بشارت کی خوشیوں اور نعمت کی آسائشوں کو پا کر میٹھی نیند سوتا ہے، اور امن چین سے دن گزارتا ہے۔ وہ دنیا کی عبور گاہ

أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ الَّذِي أَعْذَرَ بِمَا أَنْذَرَ، وَاحْتَجَّ بِمَا نَهَجَ. وَحَذَّرَكُمْ عَدُوًّا نَفَذَ فِي الصُّدُورِ خَفِيًّا، وَنَفَثَ فِي الْآذَانِ نَجِيًّا، فَأَضَلَّ وَأَرْدَى، وَوَعَدَ فَمَنَّى، وَزَيَّنَ سَيِّئَاتِ الْجَرَائِمِ، وَهَوَّنَ مُوبِقَاتِ الْعَظَائِمِ. حَتَّى إِذَا اسْتَدْرَجَ قَرِينَتَهُ، وَاسْتَغْلَقَ رَهِينَتَهُ، أَنْكَرَ مَا زَيَّنَ، وَاسْتَعْظَمَ مَا هَوَّنَ، وَحَذَّرَ مَا أَمَّنَ.

(وَمِنْهَا فِي صِفَةِ خَلْقِ الْإِنْسَانِ)

أَمْ هٰذَا الَّذِي أَنْشَأَهُ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ، وَشُغُفِ الْأَسْتَارِ، نُطْفَةً دِهَاقًا وَعَلَقَةً مُحَاقًا. وَجَنِينًا وَرَاضِعًا، وَوَلِيدًا وَيَافِعًا. ثُمَّ مَنَحَهُ قَلْبًا حَافِظًا وَلِسَانًا لَافِظًا. وَبَصَرًا لَاحِظًا. لِيَفْهَمَ مُعْتَبِرًا وَيُقَصِّرَ مُزْدَجِرًا. حَتَّى إِذَا قَامَ اعْتِدَالُهُ وَاسْتَوَى مِثَالُهُ نَفَرَ مُسْتَكْبِرًا وَخَبَطَ سَادِرًا. مَاتِحًا فِي غَرْبِ هَوَاهُ، كَادِحًا سَعْيًا لِدُنْيَاهُ فِي لَذَّاتِ طَرَبِهِ، وَ

سے قابلِ تعریف سیرت کے ساتھ گذر گیا، اور آخرت کی منزل پر سعادتوں کے ساتھ پہنچا۔ (وہاں کے) خطروں کے پیشِ نظر اس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا اور اچھائیوں کے لئے اس وقفۂ حیات میں تیز گام چلا۔ طلبِ آخرت میں دلجمعی و رغبت سے بڑھتا گیا اور برائیوں سے بھاگتا رہا اور آج کے دن کل کا خیال رکھا اور پہلے سے اپنے آگے کی ضرورتوں پر نظر رکھی۔ بخشش و عطا کے لئے جنت اور عقاب و عذاب کے لئے دوزخ سے بڑھ کر کیا ہوگا، اور انتقام لینے اور مدد کرنے کے لئے اللہ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے اور سند و حجت بن کر اپنے خلاف سامنے آنے کے لئے قرآن سے بڑھ کر کیا ہے؟ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے ڈرانے والی چیزوں کے ذریعے عذر تراشی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی، اور سیدھی راہ دکھا کر حجت تمام کر دی ہے اور تمہیں اُس دشمن سے ہوشیار کر دیا ہے جو چپکے سے سینوں میں نفوذ کر جاتا ہے اور کانا پھوسی کرتے ہوئے کانوں میں پھونک دیتا ہے۔ چنانچہ وہ گمراہ کر کے تباہ و برباد کر دیتا ہے اور وعدے کر کے طفل تسلیوں سے ڈھارس بندھائے رکھتا ہے۔ (پہلے تو) بڑے سے بڑے جرموں کو سنوار کر سامنے لاتا ہے اور بڑے بڑے مہلک گناہوں کو ہلکا اور سبک کر کے دکھاتا ہے۔ اور جب بہکائے ہوئے نفس کو گمراہی کے ڈھرے پر لگا دیتا ہے اور اسے اپنے پھندوں میں اچھی طرح جکڑ لیتا ہے تو جسے سجایا تھا اس کو برا کہنے لگتا ہے، اور جسے ہلکا اور سبک دکھایا تھا اس کی گراں باری و اہمیت بتاتا ہے۔ اور جس سے مطمئن اور بے خوف کیا تھا۔ اس سے ڈرانے لگتا ہے۔ (اسی خطبے کا ایک جز یہ ہے کہ جس میں

بَدَوَاتِ أَرَبِهِ، لَا يَحْتَسِبُ رَزِيَّةً، وَلَا يَخْشَعُ تَقِيَّةً، فَمَاتَ فِي فِتْنَتِهِ غَرِيرًا، وَعَاشَ فِي هَفْوَتِهِ يَسِيرًا، لَمْ يُفِدْ عِوَضًا، وَلَمْ يَقْضِ مُفْتَرَضًا - دَهَمَتْهُ فَجَعَاتُ الْمَنِيَّةِ فِي غُبَّرِ جِمَاحِهِ، وَسَنَنِ مِرَاحِهِ - فَظَلَّ سَادِرًا، وَبَاتَ سَاهِرًا فِي غَمَرَاتِ الْآلَامِ - وَطَوَارِقِ الْأَوْجَاعِ وَالْأَسْقَامِ، بَيْنَ أَخٍ شَقِيقٍ، وَوَالِدٍ شَفِيقٍ - وَدَاعِيَةٍ بِالْوَيْلِ جَزَعًا - وَلَادِمَةٍ لِلصَّدْرِ قَلَقًا - وَالْمَرْءُ فِي سَكْرَةٍ مُلْهِيَةٍ، وَغَمْرَةٍ كَارِثَةٍ، وَأَنَّةٍ مُوجِعَةٍ، وَجَذْبَةٍ مُكْرِبَةٍ - وَسَوْقَةٍ مُتْعِبَةٍ، ثُمَّ أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ مُبْلِسًا، وَجُذِبَ مُنْقَادًا سَلِسًا، ثُمَّ أُلْقِيَ عَلَى الْأَعْوَادِ رَجِيعَ وَصَبٍ، وَنِضْوَ سَقَمٍ، تَحْمِلُهُ حَفَدَةُ الْوِلْدَانِ، وَحَشَدَةُ الْإِخْوَانِ، إِلَى دَارِ غُرْبَتِهِ، وَمُنْقَطَعِ زَوْرَتِهِ، حَتَّى إِذَا انْصَرَفَ الْمُشَيِّعُ، وَرَجَعَ الْمُتَفَجِّعُ، أُقْعِدَ فِي حُفْرَتِهِ نَجِيًّا

انسان کی پیدائش کا بیان ہے)۔

یا پھر اسے دیکھو، جسے (اللہ نے) ماں کے پیٹ کی اندھیاریوں اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا۔ جو ایک (جراثیم حیات) سے چھلکتا ہوا نطفہ اور بے شکل و صورت منجمد خون تھا۔ (پھر انسانی خط و خال کے سانچے میں ڈھل کر) جنین بنا اور (پھر) طفل شیرخوار اور (پھر حد رضاعت سے نکل کر) طفل (نوخیز) اور (پھر) پورا پورا جوان ہوا۔ اللہ نے اسے نگہداشت کرنے والا دل اور بولنے والی زبان اور دیکھنے والی آنکھیں دیں تاکہ عبرت حاصل کرتے ہوئے کچھ سمجھے بوجھے اور نصیحت کا اثر لیتے ہوئے برائیوں سے باز رہے مگر ہوا یہ کہ جب اس (کے اعضا) میں توازن اور اعتدال پیدا ہو گیا اور اس کا قد و قامت اپنی بلندی پر پہنچ گیا تو غرور و سرمستی میں آ کر (ہدایت سے) بھڑک اٹھا، اور اندھا دھند بھٹکنے لگا۔ اس طرح کہ رندی و ہوس ناکی کے ڈول بھر بھر کے کھینچ رہا تھا اور نشاط و طرب کی کیفیتوں اور ہوس بازی کی تمناؤں کو پورا کرنے میں جان کھپائے ہوئے تھا۔ نہ کسی مصیبت کو خاطر میں لاتا تھا۔ نہ کسی ڈر اندیشے کا اثر لیتا تھا۔ آخر انہی شوریدگیوں میں غافل و مدہوش حالت میں مر گیا اور جو تھوڑی بہت زندگی تھی اسے بیہودگیوں میں گزار گیا۔ نہ ثواب کمایا نہ کوئی فریضہ پورا کیا۔ ابھی وہ باقی ماندہ سرکشیوں کی راہ ہی میں تھا کہ موت لانے والی بیماریاں اس پر ٹوٹ پڑیں کہ وہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا اور اس نے رات اندوہ و مصیبت کی کلفتوں اور درد و آلام کی سختیوں میں جاگتے ہوئے اس طرح گزار دی کہ وہ حقیقی بھائی، مہربان باپ، بے چینی سے فریاد کرنے والی ماں اور بے قراری

لِبَهْتَةِ السُّؤَالِ وَ عَثْرَةِ الْإِمْتِحَانِ وَ أَعْظَمُ مَا هُنَالِكَ بَلِيَّةً نُزُولُ الْحَمِيمِ وَ تَصْلِيَةُ الْجَحِيمِ وَ فَوْرَاتُ السَّعِيرِ وَ سَوْرَاتُ الزَّفِيرِ - لَا فَتْرَةٌ مُرِيحَةٌ - وَلَا دَعَةٌ مُزِيحَةٌ - وَلَا قُوَّةٌ حَاجِزَةٌ وَلَا مَوْتَةٌ نَاجِزَةٌ - وَلَا سِنَةٌ مُسْلِيَةٌ بَيْنَ أَطْوَارِ الْمَوْتَاتِ وَعَذَابِ السَّاعَاتِ إِنَّا بِاللهِ عَائِذُونَ -

عِبَادَ اللهِ أَيْنَ الَّذِينَ عُمِّرُوا فَنَعِمُوا وَ عُلِّمُوا فَفَهِمُوا وَ أُنْظِرُوا فَلَهَوْا - وَ سُلِّمُوا فَنَسُوا أُمْهِلُوا طَوِيلًا - وَمُنِحُوا جَمِيلًا وَ حُذِّرُوا أَلِيمًا - وَ وُعِدُوا جَسِيمًا إِحْذَرُوا الذُّنُوبَ الْمُوَرِّطَةَ وَ الْعُيُوبَ الْمُسْخِطَةَ -

أُولِي الْأَبْصَارِ وَ الْأَسْمَاعِ وَ الْعَافِيَةِ وَ الْمَتَاعِ - هَلْ مِنْ مَنَاصٍ أَوْ خَلَاصٍ ؟ أَوْ مَعَاذٍ أَوْ مَلَاذٍ ؟ أَوْ فِرَارٍ أَوْ مَحَارٍ أَمْ لَا فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ أَمْ أَيْنَ تُصْرَفُونَ ؟ أَمْ بِمَاذَا تَغْتَرُّونَ

سے سینہ کوٹنے والی بہن کے سامنے سکرات کی مدہوشیوں اور سخت بدحواسیوں اور دردناک چیخوں اور سانس اکھڑنے کی بے چینیوں اور نزع کی درماندہ کر دینے والی سختیوں میں پڑا ہوا تھا۔ پھر اُسے کفن میں نامرادی کے عالم میں لپیٹ دیا گیا اور وہ بڑے چپکے سے بلا مزاحمت دوسروں کی نقل و حرکت کا پابند رہا۔ پھر اُسے تختے پر ڈالا گیا۔ اس عالم میں کہ وہ محنت و مشقت سے خستہ حال، اور بیماریوں کے سبب سے نڈھال ہو چکا تھا۔ اسے سہارا دینے والے نوجوانوں، اور تعاون کرنے والے بھائیوں نے کاندھا دے کر پردیس کے گھر تک پہنچا دیا کہ جہاں میل ملاقات کے سارے سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں اور جب مشایعت کرنیوالے اور مصیبت زدہ (عزیز و اقارب) پلٹ آئے، تو اُسے قبر کے گڑھے میں اٹھا کر بٹھا دیا گیا۔ فرشتوں کے سوال و جواب کے واسطے سوال کی دہشتوں اور امتحان کی ٹھوکریں کھانے کے لئے اور پھر وہاں کی سب سے بڑی آفت کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی اور جہنم میں داخل ہونا ہے اور دوزخ کی لپٹیں، اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تیزیاں ہیں اس میں راحت کے لئے کوئی وقفہ ہے اور نہ سکون و راحت کے لئے کچھ دیر کے لئے بچاؤ ہے۔ نہ روکنے والی کوئی قوت ہے، اور نہ اب سکون دینے والی موت، نہ تکلیف کو بھلا دینے کے لئے نیند، بلکہ وہ ہر وقت قسم قسم کی موتوں اور گھڑی گھڑی کے (نت نئے) عذابوں میں ہوگا۔ ہم اللہ ہی سے پناہ کے خواستگار ہیں۔

اللہ کے بندو! وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں عمریں دی گئیں تو وہ نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہے اور انہیں بتایا گیا

وَإِنَّمَا حَظُّ أَحَدِكُمْ مِنَ
الْأَرْضِ ذَاتِ الطُّولِ وَ
الْعَرْضِ۔ قِيدُ قَدِّهِ
مُتَعَفِّرًا عَلَى خَدِّهِ الْآنَ
عِبَادَ اللهِ وَالْخِنَاقُ
مُهْمَلٌ وَالرُّوحُ مُرْسَلٌ
فِي فَيْنَةِ الْإِرْشَادِ وَ
رَاحَةِ الْأَجْسَادِ وَبَاحَةِ
الِاحْتِشَادِ وَمَهَلِ
الْبَقِيَّةِ۔ وَأُنُفِ
الْمَشِيَّةِ۔ وَإِنْظَارِ
التَّوْبَةِ وَانْفِسَاحِ
الْحَوْبَةِ قَبْلَ الضَّنْكِ
وَالْمَضِيقِ وَالرَّوْعِ وَ
الزُّهُوقِ وَقَبْلَ قُدُومِ
الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ وَ
إِخْذَةِ الْعَزِيزِ الْمُقْتَدِرِ۔
وَفِي الْخَبَرِ أَنَّهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا
خَطَبَ بِهٰذِهِ الْخُطْبَةِ
اقْشَعَرَّتْ لَهَا الْجُلُودُ
وَبَكَتِ الْعُيُونُ وَرَجَفَتِ
الْقُلُوبُ۔ وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يُسَمِّي
هٰذِهِ الْخُطْبَةَ الْغَرَّاءَ۔

تو وہ سب کچھ سمجھ گئے اور وقت دیا گیا تو انہوں نے وقت غفلت میں گزار دیا، اور صحیح وسالم رکھے گئے تو اس نعمت کو بھول گئے۔ انہیں لمبی مہلت دی گئی تھی، اچھی اچھی چیزیں بھی انہیں بخشی گئی تھیں، دردناک عذاب سے انہیں ڈرایا بھی گیا تھا اور بڑی چیزوں کے ان سے وعدے بھی کیے گئے تھے۔ (تو اب تم ہی) ورطۂ ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں اور اللہ کو ناراض کرنے والی خطاؤں سے بچتے رہو۔

اے چشم و گوش رکھنے والو! اے صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے؟ یا کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا ہے؟ بھاگ نکلنے کا موقع یا پھر دُنیا میں پلٹ کر آنے کی کوئی صورت ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں بھٹک رہے ہو، اور کدھر کا رُخ کئے ہوئے ہو، یا کن چیزوں کے فریب میں آگئے ہو؟ حالانکہ اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے قد بھر کا ٹکڑا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بل پڑا ہوگا۔ یہ ابھی غنیمت ہے خدا کے بندو، جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا ہے اور رُوح بھی آزاد ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی راحت اور مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقایا مہلت، اور از سرِ نو اختیار سے کام لینے کے مواقع، اور توبہ کی گنجائش، اور اطمینان کی حالت میں قبل اس کے کہ تنگی و ضیق میں پڑ جائے اور خوف و اضمحلال اس پر چھا جائے اور قبل اس کے کہ موت آجائے، اور قادر و غالب کی گرفت اُسے جکڑ لے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ تو بدن لرزنے لگے، رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اور دل کانپ اُٹھے۔ بعض لوگ اس خطبہ کو خطبۂ غرا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

٭ ٭ ٭

لہ خداوندِ عالم نے ہر جاندار کو قدرتی لباس سے آراستہ کیا ہے جو سردی اور گرمی میں اس کے لئے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی کو پروں میں ڈھانپ رکھا ہے۔ اور کسی کو اُونی لبادے اُڑھا دیئے ہیں۔ مگر انسانی شعور کی بلندی اور اس کی شرم و حیا کا جوہر دُوسری مخلوقات سے امتیاز چاہتا ہے۔ لہذا اس کے امتیاز کو برقرار رکھنے کے لئے اسے تن پوشی کے طریقے بتائے گئے۔ اسی فطری تقاضے کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت آدمؑ کے بدن سے لباس اتروا لیا گیا، تو انہوں نے جنت کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کر لی جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے:۔

فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سوأتهما وطفقا يخصفن عليهما من ورق الجنة

جب ان دونوں نے درخت (کے پھل) کو چکھا تو اُن کے لباس اُتر گئے، اور بہشت کے پتوں کو جوڑ کر اپنے اُوپر ڈھانپنے لگے۔

یہ اس عتاب کا نتیجہ تھا، جو ترکِ اولیٰ کی وجہ سے ہوا تھا۔ تو جب لباس کا اُتروانا عتاب کا اظہار ہے تو اس کا پہنانا لطف و احسان ہو گا۔ اور یہ چونکہ انسان کے لئے مخصوص ہے، اس لئے بخصوصیت سے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

سلہ مقصد یہ ہے کہ خداوندِ عالم تمام مرنے والوں کو محشور کرے گا۔ خواہ وہ درندوں کا لقمہ، اور گوشت خور پرندوں کی غذا بن کر اُن کے جزوِ بدن ہو چکے ہوں۔ اس سے ان حکماء کی رد مقصود ہے کہ جو المعدوم لا یعاد (اعادہ معدوم محال ہے) کی بناء پر معادِ جسمانی کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز فنا ہو کر معدوم ہو جائے، وہ بعینہ دوبارہ پلٹ نہیں سکتی۔ لہذا کائنات کے مٹ جانے کے بعد کسی چیز کا دوبارہ پلٹ کر آنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ عقیدہ درست نہیں کیونکہ اجزاء کا منتشر و پاشاں ہو جانا اُن کا نابود ہو جانا نہیں ہے کہ ان کے دوبارہ ترکیب پا کر یکجا ہونے کو اعادۂ معدوم سے تعبیر کیا جائے۔ بلکہ متفرق و پراگندہ اجزاء کسی نہ کسی شکل و صورت میں موجود رہتے ہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں یہ اعتراض کچھ وزن رکھتا ہے کہ جب ہر شخص کو بعینہ اپنے اجزاء کے ساتھ محشور ہونا ہے تو درصورتیکہ ایک انسان دوسرے انسان کو نگل چکا ہو گا، اور ایک کے اجزائے بدن دوسرے کے اجزائے بدن بن چکے ہوں گے، تو ان دونوں کو انہی کے اجزائے بدن کے ساتھ کیوں کر پلٹانا ممکن ہو گا۔ جب کہ اس سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی کا رُونما ہونا ضروری ہے۔

اس کا جواب متکلمین نے یہ دیا ہے کہ بدن میں کچھ اجزاء اصلی ہوتے ہیں، اور کچھ اجزاء غیر اصلی۔ اصلی اجزاء ابتدائے عمر سے آخر عمر تک قائم و برقرار رہتے ہیں اور اُن میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور حشر و نشر کا تعلق انہی اصلی اجزاء سے ہے کہ جن کے پلٹا لینے سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی پیدا نہ ہو گی۔

خطبہ ٨٢

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ[1]

فِيْ ذِكْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ :- عَجَبًا لِّابْنِ النَّابِغَةِ يَزْعُمُ لِأَهْلِ الشَّامِ أَنَّ فِيَّ دُعَابَةً وَأَنِّيْ امْرُؤٌ تِلْعَابَةٌ أُعَافِسُ وَأُمَارِسُ لَقَدْ قَالَ بَاطِلًا وَنَطَقَ آثِمًا أَمَا وَشَرُّ الْقَوْلِ الْكَذِبُ إِنَّهٗ لَيَقُوْلُ فَيَكْذِبُ - وَيَعِدُ فَيُخْلِفُ - وَيَسْأَلُ فَيُلْحِفُ وَيُسْأَلُ فَيَبْخَلُ - وَيَخُوْنُ الْعَهْدَ - وَيَقْطَعُ الْإِلَّ فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْحَرْبِ فَأَيُّ زَاجِرٍ وَّآمِرٍ هُوَ - مَا لَمْ تَأْخُذِ السُّيُوْفُ مَآخِذَهَا فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ أَكْبَرُ مَكِيْدَتِهٖ أَنْ يَّمْنَحَ الْقَوْمَ سَبَّتَهٗ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَيَمْنَعُنِيْ مِنَ اللَّعِبِ ذِكْرُ الْمَوْتِ وَإِنَّهٗ لَيَمْنَعُهٗ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ نِسْيَانُ الْآخِرَةِ وَإِنَّهٗ لَمْ يُبَايِعْ مُعَاوِيَةَ حَتّٰى شَرَطَ لَهٗ أَنْ يُّؤْتِيَهٗ أَتِيَّةً وَّيَرْضَخَ لَهٗ عَلٰى تَرْكِ الدِّيْنِ رَضِيْخَةً -

عمرو ابنِ عاص کے بارے میں :-

نابغہ کے بیٹے پر حیرت ہے کہ وہ میرے بارے میں اہل شام سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ مجھ میں مسخرہ پن پایا جاتا ہے اور میں کھیل وتفریح میں پڑا رہتا ہوں۔ اُس نے غلط کہا اور کہہ کر گنہگار ہُوا۔ یاد رکھو کہ بدترین قول وُہ ہے جو جھوٹ ہو، اور وُہ خود بات کرتا ہے، تو جھوٹی اور وعدہ کرتا ہے تو اُس کے خلاف کرتا ہے۔ مانگتا ہے تو لپٹ جاتا ہے اور خود اس سے مانگا جائے تو اس میں بخل کرجاتا ہے وہ پیمان شکنی اور قطع رحمی کرتا ہے۔ اور جنگ کے موقعہ پر بڑی شان سے بڑھ بڑھ کر ڈانٹتا اور حکم چلاتا ہے مگر اُسی وقت تک کہ تلواریں اپنی جگہ پر زور نہ پکڑ لیں۔ اور جب ایسا وقت آتا ہے، تو اس کی بڑی چال یہ ہوتی ہے کہ اپنے حریف کے سامنے عُریاں ہو جائے۔ خُدا کی قسم! مجھے تو موت کی یاد نے کھیل کُود سے باز رکھا ہے اور اُسے عاقبت فراموشی نے سچ بولنے سے روک دیا ہے۔ اُس نے معاویہ کی بیعت یوں ہی نہیں کی، بلکہ پہلے اس سے یہ شرط منوالی کہ اُسے اس کے بدلے میں صلہ دینا ہوگا، اور دین کے چھوڑنے پر ایک ہدیہ پیش کرنا ہوگا۔

---

[1] "فاتح مصر" عمرو ابن عاص نے اپنی عریانی کو سپر بنا کر جو جوانمردی دکھائی تھی، اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب میدانِ صفین میں امیرالمومنین علیہ السلام سے اور اس سے مڈبھیڑ ہوئی تو اس نے تلوار کی زد سے بچنے کے لئے اپنے کو برہنہ کردیا۔ امیرالمومنین نے اس کی اس ذلیل حرکت کو دیکھا تو منہ پھیر لیا، اور اس کی جان بخشدی۔ عرب کے شاعر فرزدق نے اس کے متعلق کہا ہے ؎

لاخیر فی دفع الاذی بمذلة   کما ردھا یوما بسوأته عمرو

"کسی ذلیل حرکت کے ذریعے گزند کو دُور کرنے میں کوئی خوبی نہیں۔ جس طرح عمرو نے ایک دن برہنہ ہو کر اپنے سے گزند کو دُور کیا۔

عمرو کو اس قسم کی دنی حرکتوں میں بھی اجتہادِ فکر نصیب نہ تھا۔ بلکہ اُن میں بھی دوسروں ہی کا مقلد تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ حرکت کی تھی، وہ طلحہ ابن ابی طلحہ تھا۔ جس نے اُحد کے میدان میں امیرالمومنین کے سامنے برہنہ ہو کر اپنی جان بچائی تھی، اور اُسی نے دوسروں کو بھی یہ راستہ دکھا دیا تھا۔ چنانچہ عمرو کے علاوہ بسر ابن ابی ارطاۃ نے بھی حضرتؑ کی تلوار کی زد پر آکر یہی حرکت کی۔ اور جب یہ کارِ نمایاں دکھانے کے بعد معاویہ کے پاس گیا، تو اس نے عمرو ابنِ عاص کے کارنامے کو بطور سند پیش کر کے اس کی خجالت کو مٹانے کے لئے کہا:۔

لا علیك یا بسر ارفع طرفك فلا تستحی فلك بعمرو اسوۃ۔

اے بسر! کوئی مضائقہ نہیں۔ اب یہ لجانے شرمانے کی بات کیا رہی جبکہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے۔

خطبہ ۸۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ الْاَوَّلُ لَاشَیْءَ قَبْلَهٗ وَ الْاٰخِرُ لَا غَايَةَ لَهٗ۔ لَا تَقَعُ الْاَوْهَامُ لَهٗ عَلٰى صِفَةٍ وَلَا تَعْقِدُ الْقُلُوْبُ مِنْهُ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ وَلَا تَنَالُهُ التَّجْزِئَةُ وَالتَّبْعِيْضُ وَلَا تُحِيْطُ بِهِ الْاَبْصَارُ وَالْقُلُوْبُ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے۔ وہ اوّل ہے اس طرح کہ اس کے پہلے کوئی چیز نہیں۔ وہ آخر ہے۔ یوں کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کی کسی صفت سے وہم و گمان باخبر نہیں ہو سکتے، نہ اس کی کسی کیفیت پر دلوں کا عقیدہ جم سکتا ہے، نہ اس کے اجزاء ہیں کہ اس کا تجزیہ کیا جا سکے اور نہ قلب و چشم اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

(وَمِنْهَا) فَاتَّعِظُوْا عِبَادَ اللّٰهِ بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ۔ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاٰيِ السَّوَاطِعِ وَازْدَجِرُوْا بِالنُّذُرِ الْبَوَالِغِ وَانْتَفِعُوْا بِالذِّكْرِ وَ الْمَوَاعِظِ۔ فَكَاَنْ قَدْ عَلِقَتْكُمْ

اس خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے:۔

خدا کے بندو! مفید عبرتوں سے پند و نصیحت اور کھلی ہوئی دلیلوں سے عبرت حاصل کرو۔ اور مؤثر خوف دہانیوں سے اثر لو۔ اور مواعظ و اذکار سے فائدہ اٹھاؤ۔ کیونکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ موت کے پنجے تم میں گڑ چکے ہیں۔

مَخَالِبُ الْمَنِيَّةِ۔ وَانْقَطَعَتْ مِنْكُمْ عَلَائِقُ الْاُمْنِيَّةِ۔ وَ دَهَمَتْكُمْ مُفْظِعَاتُ الْاُمُوْرِ وَ السِّيَاقَةُ اِلَى الْوِرْدِ الْمَوْرُوْدِ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَّ شَهِيْدٌ۔ سَائِقٌ يَسُوْقُهَا اِلٰى مَحْشَرِهَا وَ شَاهِدٌ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا۔

(وَمِنْهَا فِيْ صِفَةِ الْجَنَّةِ)

دَرَجَاتٌ مُتَفَاضِلَاتٌ۔ وَ مَنَازِلُ مُتَفَاوِتَاتٌ۔ لَا يَنْقَطِعُ نَعِيْمُهَا وَلَا يَظْعَنُ مُقِيْمُهَا وَلَا يَهْرَمُ خَالِدُهَا وَ لَا يَبْأَسُ سَاكِنُهَا۔

اور تمہاری اُمید و آرزو کے تمام بندھن ایکدم ٹوٹ چکے ہیں۔ سختیاں تم پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ اور (موت کے) چشمہ پر کہ جہاں اُترا جاتا ہے، تمہیں کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے اور ہر نفس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہوتا ہے اور شہادت دینے والا۔ ہنکانے والا اسے میدانِ حشر تک ہنکا کر لے جائے گا۔ اور گواہ اس کے عملوں کی شہادت دے گا۔

اسی خطبے کا یہ جزٗ جنّت کے متعلق ہے۔ اس میں ایک دوسرے سے بڑھے چڑھے ہوئے درجے ہیں اور مختلف معیار کی منزلیں ہیں، نہ اس کی نعمتوں کا سلسلہ ٹوٹے گا، نہ اس میں ٹھہرنے والوں کو وہاں سے کوچ کرنا ہے اور نہ اس میں ہمیشہ کے رہنے والوں کو بوڑھا ہونا ہے اور نہ اس میں بسنے والوں کو فقر و ناداری سے سابقہ پڑنا ہے۔

خطبہ ۸۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَدْ عَلِمَ السَّرَائِرَ۔ وَخَبَرَ الضَّمَائِرَ وَلَهُ الْاِحَاطَةُ بِكُلِّ شَيْءٍ۔ وَالْغَلَبَةُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَالْقُوَّةُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ۔ فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُ مِنْكُمْ فِيْ اَيَّامِ مَهَلِهٖ قَبْلَ اِرْهَاقِ اَجَلِهٖ وَ فِيْ فَرَاغِهٖ قَبْلَ اَوَانِ شُغُلِهٖ۔ وَ فِيْ مُتَنَفَّسِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّؤْخَذَ بِكَظَمِهٖ وَلْيُمَهِّدْ لِنَفْسِهٖ وَ قَدَمِهٖ

وہ دل کی نیّتوں اور اندر کے بھیدوں کو جانتا پہچانتا ہے۔ وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر شئے پر چھایا ہوا ہے، اور ہر چیز پر اس کا زور چلتا ہے تم میں سے جسے کچھ کرنا ہو۔ اُسے موت کے حائل ہونے سے پہلے مہلت کے دنوں میں اور مصروفیت سے قبل فرصت کے لمحوں میں اور گلا گھٹنے سے پہلے سانس چلنے کے زمانہ میں کر لینا چاہیئے۔ وہ اپنے لئے اور اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے سامان کا تہیّا کر لے، اور اس گذرگاہ سے منزل اقامت کے لئے زاد فراہم کرتا جائے۔ اے لوگو! اللہ

وَلْيَتَزَوَّدْ مِنْ دَارِ ظَعْنِهِ لِدَارِ إِقَامَتِهِ. فَاللهَ اللهَ أَيُّهَا النَّاسُ فِيمَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهِ وَ اسْتَوْدَعَكُمْ مِنْ حُقُوقِهِ. فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً وَلَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى وَ لَمْ يَدَعْكُمْ فِي جَهَالَةٍ وَلَا عَمًى. قَدْ سَمَّى آثَارَكُمْ وَعَلِمَ أَعْمَالَكُمْ وَكَتَبَ آجَالَكُمْ. وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمُ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْءٍ وَ عَمَّرَ فِيكُمْ نَبِيَّهُ أَزْمَاناً حَتَّى أَكْمَلَ لَهُ وَلَكُمْ فِيمَا أَنْزَلَ مِنْ كِتَابِهِ دِينَهُ الَّذِي رَضِيَ لِنَفْسِهِ وَأَنْهَى إِلَيْكُمْ عَلَى لِسَانِهِ مَحَابَّهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَمَكَارِهَهُ وَنَوَاهِيَهُ وَأَوَامِرَهُ. فَأَلْقَى إِلَيْكُمُ الْمَعْذِرَةَ وَاتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ. وَقَدَّمَ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ وَأَنْذَرَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ. فَاسْتَدْرِكُوا بَقِيَّةَ أَيَّامِكُمْ وَاصْبِرُوا لَهَا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّهَا قَلِيلٌ فِي كَثِيرِ الْأَيَّامِ الَّتِي تَكُونُ مِنْكُمْ فِيهَا الْغَفْلَةُ وَالتَّشَاغُلُ عَنِ الْمَوْعِظَةِ وَلَا تُرَخِّصُوا لِأَنْفُسِكُمْ فَتَذْهَبَ بِكُمُ الرُّخَصُ

نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حفاظت تم سے چاہی ہے اور جو حقوق تمہارے ذمے کئے ہیں، اُن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ، نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور نہ اُس نے تمہیں بے قید و بند جہالت و گمراہی میں کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اُس نے تمہارے کرنے اور نہ کرنے کے اچھے بُرے کام تجویز کر دیئے اور (پیغمبرؐ کے ذریعے) سکھا دیئے ہیں۔ اُس نے تمہاری عمریں لکھ دی ہیں، اور تمہاری طرف ایسی کتاب بھیجی ہے۔ جس میں ہر چیز کا کھلا کھلا بیان ہے اور اپنے نبیؐ کو زندگی دے کر مدتوں تم میں رکھا، یہاں تک کہ اُس نے اپنی اُتاری ہوئی کتاب میں اپنے نبیؐ کے لئے اور تمہارے لئے اس دین کو جو اُسے پسند ہے کامل کر دیا۔ اور اُن کی زبان سے اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال (کی تفصیل) اور اپنے اوامر و نواہی تم تک پہنچائے۔ اُس نے اپنے دلائل تمہارے سامنے رکھ دیئے، اور تم پہ اپنی حجت قائم کر دی اور پہلے سے ڈرا دھمکا دیا۔ اور (آنے والے) سخت عذاب سے خبردار کر دیا۔ تو اب تم اپنی زندگی کے بقیہ دنوں میں (پہلی کوتاہیوں کی) تلافی کرو اور اپنے نفسوں کو اُن دنوں (کی کلفتوں) کا متحمل بناؤ۔ اس لئے، کہ یہ دن تو ان دنوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں، جو تمہاری غفلتوں میں بیت گئے، اور وعظ و پند سے بے رُخی میں کٹ گئے۔ اپنے نفسوں کے لئے جائز چیزوں میں بھی ڈھیل نہ دو، ورنہ یہ ڈھیل تمہیں ظالموں کی راہ پر ڈال دے گی۔ اور (مکروہات میں بھی) سہل انگاری سے کام نہ لو، ورنہ یہ نرم روی اور بے پرواہی تمہیں معصیت

فِيهَا مَذَاهِبَ الظُّلُمَاتِ وَلَا تُدَاهِنُوا
فَيَهْجُمَ بِكُمُ الْإِدْهَانُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ :-
عِبَادَ اللّٰهِ إِنَّ أَنْصَحَ النَّاسِ لِنَفْسِهٖ
أَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهٖ وَإِنَّ أَغَشَّهُمْ لِنَفْسِهٖ
أَعْصَاهُمْ لِرَبِّهٖ وَالْمَغْبُونُ مَنْ غَبَنَ
نَفْسَهٗ وَالْمَغْبُوطُ مَنْ سَلِمَ لَهٗ دِيْنُهٗ
وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ وَالشَّقِيُّ
مَنِ انْخَدَعَ لِهَوَاهُ وَغُرُوْرِهٖ وَ
اعْلَمُوْا أَنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَ
مُجَالَسَةَ أَهْلِ الْهَوٰى مَنْسَاةٌ
لِلْإِيْمَانِ ۔ وَمَحْضَرَةٌ لِلشَّيْطَانِ
جَانِبُوا الْكَذِبَ فَإِنَّهٗ مُجَانِبٌ
لِلْإِيْمَانِ ۔ الصَّادِقُ عَلٰى شَرَفِ
مَنْجَاةٍ وَكَرَامَةٍ ۔ وَالْكَاذِبُ
عَلٰى شَفَا مَهْوَاةٍ وَمَهَانَةٍ ۔ وَلَا
تَحَاسَدُوْا فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ
الْإِيْمَانَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ
وَلَا تَبَاغَضُوْا فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ وَ
اعْلَمُوْا أَنَّ الْأَمَلَ يُسْهِي الْعَقْلَ وَ
يُنْسِي الذِّكْرَ فَاكْذِبُوا الْأَمَلَ فَإِنَّهٗ
غُرُوْرٌ وَصَاحِبُهٗ مَغْرُوْرٌ ۔

کی طرف دھکیل کر لے جائے گی۔

اللہ کے بندو! لوگوں میں وُہی سب سے زیادہ اپنے نفس کا خیر خواہ ہے، جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہے اور وُہی سب سے زیادہ اپنے نفس کو فریب دینے والا ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ گنہ گار ہے۔ اصلی فریب خوردہ وہ ہے جس نے اپنے نفس کو فریب دے کر نقصان پہنچایا۔ اور قابلِ رشک وغبطہ وہ ہے جس کا دین محفوظ رہا، اور نیک بخت وُہ ہے جس نے دوسروں سے پند و نصیحت کو حاصل کر لیا اور بدبخت وہ ہے جو ہوا و ہوس کے چکر میں پڑ گیا اور یاد رکھو! کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور ہوس پرستوں کی مصاحبت ایمان فراموشی کی منزل اور شیطان کی آمد کا مقام ہے، جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ وہ ایمان سے الگ چیز ہے۔ راست گفتار نجات اور بزرگی کی بلندیوں پر ہے، اور دروغ گو پستی و ذلت کے کنارے پر ہے باہم حسد نہ کرو۔ اس لئے کہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ اور کینہ و بغض نہ رکھو۔ اس لئے کہ یہ (نیکیوں کو) چھیل ڈالتا ہے، اور سمجھ لو کہ آرزوئیں عقلوں پر سہو کا، اور یادِ الٰہی پر نسیان کا پردہ ڈال دیتی ہیں۔ اُمیدوں کو جھٹلاؤ۔ اس لئے کہ یہ دھوکا ہیں، اور اُمیدیں باندھنے والا فریب خوردہ ہے۔

خطبہ ۸۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ :
عِبَادَ اللّٰهِ إِنَّ مِنْ أَحَبِّ عِبَادِ اللّٰهِ إِلَيْهِ عَبْدًا

اللہ کے بندو! اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وُہ بندہ محبوب ہے جسے اُس نے نفس کی خلاف ورزی

أَعَانَهُ اللّٰهُ عَلٰى نَفْسِهٖ فَاسْتَشْعَرَ
الْحُزْنَ وَ تَجَلْبَبَ الْخَوْفَ فَزَهَرَ
مِصْبَاحُ الْهُدٰى فِيْ قَلْبِهٖ وَ
أَعَدَّ الْقِرٰى لِيَوْمِهِ النَّازِلِ بِهٖ
فَقَرَّبَ عَلٰى نَفْسِهِ الْبَعِيْدَ وَ هَوَّنَ
الشَّدِيْدَ ـ نَظَرَ فَأَبْصَرَ ـ وَ ذَكَرَ
فَاسْتَكْثَرَ وَارْتَوٰى مِنْ عَذْبٍ
فُرَاتٍ سَهُلَتْ لَهٗ مَوَارِدُهٗ
فَشَرِبَ نَهَلًا وَ سَلَكَ سَبِيْلًا
جَدَدًا قَدْ خَلَعَ سَرَابِيْلَ
الشَّهَوَاتِ وَ تَخَلّٰى مِنَ الْهُمُوْمِ
إِلَّا هَمًّا وَاحِدًا انْفَرَدَ بِهٖ
فَخَرَجَ مِنْ صِفَةِ الْعَمٰى وَ
مُشَارَكَةِ أَهْلِ الْهَوٰى ، وَصَارَ
مِنْ مَفَاتِيْحِ أَبْوَابِ الْهُدٰى
وَمَغَالِيْقِ أَبْوَابِ الرَّدٰى ـ قَدْ
أَبْصَرَ طَرِيْقَهٗ ـ وَ سَلَكَ سَبِيْلَهٗ
وَ عَرَفَ مَنَارَهٗ ـ وَ قَطَعَ غِمَارَهٗ
اِسْتَمْسَكَ مِنَ الْعُرٰى بِأَوْثَقِهَا
وَ مِنَ الْحِبَالِ بِأَمْتَنِهَا ـ فَهُوَ مِنَ
الْيَقِيْنِ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ
قَدْ نَصَبَ نَفْسَهٗ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ فِيْ
أَرْفَعِ الْأُمُوْرِ مِنْ إِصْدَارِ كُلِّ
وَارِدٍ عَلَيْهِ ـ وَ تَصْيِيْرِ كُلِّ
فَرْعٍ إِلٰى أَصْلِهٖ مِصْبَاحُ ظُلُمَاتٍ

کی قوت دی ہے۔ جس کا اندرونی لباس حزن اور بیرونی جامہ
خوف ہے (یعنی اندوہ و ملال اُسے چمٹا رہتا ہے، اور خوف
اس پر چھایا رہتا ہے)۔ اس کے دل میں ہدایت کا چراغ
روشن ہے اور آنے والے دن کی مہمانی کا اس نے تہیہ
کر رکھا ہے۔ (موت کو) جو دُور ہے اُسے وُہ قریب
سمجھتا ہے، اور سختیوں کو اپنے لئے آسان سمجھ لیا ہے۔
دیکھتا ہے، تو بصیرت و معرفت حاصل کرتا ہے (اللہ کو)
یاد کرتا ہے، تو عمل کرنے پر تُل جاتا ہے۔ (وہ اس سرچشمہ
ہدایت کا) شیریں و خوشگوار پانی پی کر سیراب ہوا ہے جس
کے گھاٹ تک (اللہ کی رہنمائی سے) وہ بآسانی پہنچ گیا
ہے۔ اُس نے پہلی ہی دفعہ چھک کر پی لیا ہے اور ہموار
راستے پر چل پڑا ہے شہوتوں کا لباس اتار پھینکا ہے
(دُنیا کے) سارے اندیشوں سے بے فکر ہو کر صرف ایک
ہی دھن میں لگا ہوا ہے۔ وُہ گمراہی کی حالت اور ہوس
پرستوں کی ہوس رانیوں میں حصّہ لینے سے دُور رہتا ہے
وہ ہدایت کے ابواب کھولنے اور ہلاکت و گمراہی کے
دروازے بند کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس نے اپنا راستہ
دیکھ لیا ہے اور اُس پر گامزن ہے۔ (ہدایت کے) مینار
کو پہچان لیا ہے، اور دھاروں کو طے کر کے اس تک پہنچ
گیا ہے۔ محکم وسیلوں اور مضبوط سہاروں کو تھام لیا ہے
وہ یقین کی وجہ سے ایسے اجالے میں ہے جو سورج کی
چمک دمک کے مانند ہے۔ وُہ صرف اللہ کی خاطر سب سے اونچے
مقصد کو پُورا کرنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا ہے کہ ہر مشکل کو
جو اُس کے سامنے آئے، مناسب طور سے حل کر دے، ہر
فرع کو اس کے اصل و ماخذ کی طرف راجع کرے۔ وہ تاریکیوں

كَشَّافُ عَشَوَاتٍ۔ مِفْتَاحُ مُبْهَمَاتٍ
دَفَّاعُ مُعْضِلَاتٍ دَلِيلُ فَلَوَاتٍ
يَقُولُ فَيُفْهِمُ وَ يَسْكُتُ فَيَسْلَمُ
قَدْ أَخْلَصَ اللّٰهَ فَاسْتَخْلَصَهُ
فَهُوَ مِنْ مَعَادِنِ دِينِهِ۔ وَ أَوْتَادِ
أَرْضِهِ۔ قَدْ أَلْزَمَ نَفْسَهُ الْعَدْلَ
فَكَانَ أَوَّلُ عَدْلِهِ نَفْيَ الْهَوٰى عَنْ
نَفْسِهِ يَصِفُ الْحَقَّ وَ يَعْمَلُ بِهِ لَا
يَدَعُ لِلْخَيْرِ غَايَةً إِلَّا أَمَّهَا وَ لَا
مَظِنَّةً إِلَّا قَصَدَهَا۔ قَدْ أَمْكَنَ
الْكِتَابَ مِنْ زِمَامِهِ فَهُوَ قَائِدُهُ
وَ إِمَامُهُ يَحُلُّ حَيْثُ حَلَّ ثَقَلُهُ
وَ يَنْزِلُ حَيْثُ كَانَ مَنْزِلُهُ۔ وَ آخَرُ
قَدْ تَسَمّٰى عَالِمًا وَ لَيْسَ بِهِ
فَاقْتَبَسَ جَهَائِلَ مِنْ جُهَّالٍ، وَ
أَضَالِيلَ مِنْ ضُلَّالٍ۔ وَ نَصَبَ
لِلنَّاسِ شَرَكًا مِنْ حَبَائِلِ غُرُورٍ وَ
قَوْلِ زُورٍ۔ قَدْ حَمَلَ الْكِتَابَ عَلٰى
آرَائِهِ۔ وَ عَطَفَ الْحَقَّ عَلٰى أَهْوَائِهِ
يُؤْمِنُ النَّاسَ مِنَ الْعَظَائِمِ وَ
يُهَوِّنُ كَبِيرَ الْجَرَائِمِ۔ يَقُولُ
أَقِفُ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ وَ فِيهَا وَقَعَ
وَ يَقُولُ أَعْتَزِلُ الْبِدَعَ وَ بَيْنَهَا
اضْطَجَعَ۔ فَالصُّورَةُ صُورَةُ
إِنْسَانٍ۔ وَ الْقَلْبُ قَلْبُ حَيَوَانٍ

میں روشنی پھیلانے والا، مشتبہ باتوں کو حل کرنے والا، اُلجھے
ہوئے مسئلوں کو سلجھانے والا، گنجلکوں کو دور کرنے
والا، اور لق و دق صحراؤں میں راہ دکھانے والا ہے۔
وُہ بولتا ہے تو پوری طرح سمجھا دیتا ہے اور کبھی چُپ
ہو جاتا ہے۔ اس وقت جب چپ رہنا ہی سلامتی کا ذریعہ
ہے۔ اُس نے ہر کام اللہ کے لئے کیا، تو اللہ نے بھی اُسے
اپنا بنا لیا ہے۔ وہ دین خدا کا معدن، اور اس کی زمین
میں گڑی ہوئی میخ کی طرح ہے۔ اس نے اپنے لئے عدل
کو لازم کر لیا ہے چنانچہ اس کے عدل کا پہلا قدم خواہشوں
کو اپنے نفس سے دُور رکھنا ہے۔ حق کو بیان کرتا ہے
تو اس پر بھی عمل کرتا ہے۔ کوئی نیکی کی حد ایسی نہیں جس
کا اُس نے ارادہ نہ کیا ہو، اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ
جہاں نیکی کا امکان ہو، اور اس نے قصد نہ کیا ہو۔ اُس نے
اپنی باگ ڈور قرآن کے ہاتھوں میں دیدی ہے۔ وُہی اُس کا
رہبر اور وُہی اُس کا پیشوا ہے جہاں اُس کا بارِ گراں اُترتا
ہے۔ وہیں اُس کا سامان اترتا ہے اور جہاں اُس کی منزل
ہوتی ہے وہیں یہ بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیتا ہے۔ (اس
کے علاوہ) ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی)
اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اُس نے
جاہلوں اور گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے
اور لوگوں کے لئے مکر و فریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں
کے جال بچھا رکھے ہیں۔ قرآن کو اپنی رائے پر، اور حق کو
اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔ بڑے سے بڑے جرموں کا خوف
لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم
کرتا ہے۔ کہتا تو یہ ہے کہ میں شبہات میں توقف کرتا ہوں حالانکہ انہی میں

لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدٰى فَيَتَّبِعَهٗ ـ وَلَا بَابَ الْعَمٰى فَيَصُدَّ عَنْهُ فَذٰلِكَ مَيِّتُ الْاَحْيَاۤءِ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ـ وَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ـ وَالْاَعْلَامُ قَآئِمَةٌ ـ وَالْاٰيَاتُ وَاضِحَةٌ ـ وَالْمَنَارُ مَنْصُوْبَةٌ فَاَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ ـ بَلْ كَيْفَ تَعْمَهُوْنَ وَ بَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ وَ هُمْ اَزِمَّةُ الْحَقِّ وَاَعْلَامُ الدِّيْنِ وَاَلْسِنَةُ الصِّدْقِ فَاَنْزِلُوْهُمْ بِاَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْاٰنِ وَرِدُوْهُمْ وُرُوْدَ الْهِيْمِ الْعِطَاشِ ـ

اَيُّهَا النَّاسُ خُذُوْهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ يَمُوْتُ مَنْ مَاتَ مِنَّا وَلَيْسَ بِمَيِّتٍ ـ وَ يَبْلٰى مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَ لَيْسَ بِبَالٍ فَلَا تَقُوْلُوْا بِمَا لَا تَعْرِفُوْنَ فَاِنَّ اَكْثَرَ الْحَقِّ فِيْمَا تُنْكِرُوْنَ وَاَعْذِرُوْا مَنْ لَا حُجَّةَ لَكُمْ عَلَيْهِ وَ اَنَا هُوَ ـ اَلَمْ اَعْمَلْ فِيْكُمْ بِالثَّقَلِ الْاَكْبَرِ وَ اَتْرُكْ فِيْكُمُ الثَّقَلَ الْاَصْغَرَ وَرَكَزْتُ فِيْكُمْ رَايَةَ الْاِيْمَانِ وَوَقَفْتُكُمْ عَلٰى حُدُوْدِ

پڑا ہوا ہے۔ اس کا قول یہ ہے کہ میں بدعتوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں، حالانکہ انہی میں اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے صورت تو اس کی انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا سا۔ نہ اسے ہدایت کا دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک آسکے۔ اور نہ گمراہی کا دروازہ پہچانتا ہے کہ اس سے اپنا رُخ موڑ سکے۔ یہ تو زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔ اب تم کہاں جا رہے ہو، اور تمہیں کدھر موڑا جا رہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند، نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں، اور تمہیں کہاں بہکایا جا رہا ہے اور کیوں اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمہارے نبیؐ کی عترت تمہارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو، وہیں انہیں بھی جگہ دو، اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سرچشمۂ ہدایت پر اُترو۔

اے لوگو! خاتم النبیینؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سنو کہ (انہوں نے فرمایا) ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مُردہ نہیں ہے۔ اور ہم میں سے (جو بظاہر مر کر) بوسیدہ ہو جاتا ہے، وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا۔ جو باتیں تم نہیں جانتے، ان کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو۔ اس لئے کہ حق کا بیشتر حصہ انہیں چیزوں میں ہوتا ہے کہ جن سے تم بیگانہ و ناآشنا ہو (جس شخص کی تم پر حجت تمام ہو) اور تمہاری کوئی حجت اس پر تمام نہ ہو، اسے معذور سمجھو، اور وہ میں ہوں۔ کیا میںؑ نے تمہارے سامنے

الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ. وَأَلْبَسْتُكُمُ
الْعَافِيَةَ مِنْ عَدْلِي وَفَرَشْتُكُمُ
الْمَعْرُوفَ مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي
وَأَرَيْتُكُمْ كَرَائِمَ الْأَخْلَاقِ
مِنْ نَفْسِي فَلَا تَسْتَعْمِلُوا
الرَّأْيَ فِيمَا لَا يُدْرِكُ قَعْرَهُ
الْبَصَرُ وَلَا يَتَغَلْغَلُ إِلَيْهِ
الْفِكَرُ.

(وَمِنْهَا) حَتَّى يَظُنَّ
الظَّانُّ أَنَّ الدُّنْيَا مَعْقُولَةٌ
عَلَى بَنِي أُمَيَّةَ تَمْنَحُهُمْ
دَرَّهَا وَتُورِدُهُمْ صَفْوَهَا
وَلَا يُرْفَعُ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ
سَوْطُهَا وَلَا سَيْفُهَا. وَكَذَبَ
الظَّانُّ لِذَلِكَ بَلْ هِيَ مَجَّةٌ
مِنْ لَذِيذِ الْعَيْشِ يَتَطَعَّمُونَهَا
بُرْهَةً ثُمَّ
يَلْفِظُونَهَا
جُمْلَةً.

ثقلِ اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا، اور ثقل اصغر (اہل بیتؑ)[1]
کو تم میں نہیں رکھا۔ میں نے تمہارے درمیان ایمان کا
جھنڈا گاڑا۔ حلال و حرام کی حدیں بتائیں اور اپنے
عدل سے تمہیں عافیت کے جامے پہنائے اور اپنے
قول و عمل سے حسن سلوک کا فرش تمہارے لئے بچھا دیا
اور تم سے ہمیشہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔
جس چیز کی گہرائیوں تک نگاہ نہ پہنچ سکے، اور فکر
کی جولانیاں عاجز رہیں۔ اس میں اپنی رائے کو کار
فرما نہ کرو۔

اسی خطبہ کا ایک جزو بنی امیہ کے متعلق ہے:۔

یہاں تک کہ گمان کرنے والے یہ گمان کرنے لگیں
گے، کہ بس اب دُنیا بنی اُمیہ ہی کے دامن سے بندھی
رہے گی اور انہیں ہی اپنے سارے فائدے بخشتی رہے
گی، اور انہیں ہی اپنے صاف چشمہ پر سیراب ہونے
کے لئے اتارتی رہے گی، اور اس اُمت کی (گردن
پر) ان کی تلوار اور (پشت پر) اُن کا تازیانہ ہمیشہ
رہے گا۔ جو یہ خیال کرے گا، غلط خیال کرے گا
بلکہ یہ تو زندگی کے مزوں میں سے چند شہد کے قطرے
ہیں۔ جنہیں کچھ دیر تک وہ چُوسیں گے، اور پھر سارے
کا سارا تھوک دیں گے۔

---

[1] پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی فرد کی زندگی ختم نہیں ہوتی اور ظاہری موت سے ان کے مرگ و حیات میں شعور زندگی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگرچہ اس زندگی کے احوال و واردات کے سمجھنے سے انسانی شعور عاجز ہے۔ مگر ماورائے محسوسات کتنی ہی حقیقتیں ایسی ہیں، جن تک انسان کا شعور و ادراک نہیں پہنچ سکتا۔ کون بتا سکتا ہے کہ قبر کے تنگ گوشے میں کہ جہاں سانس بھی نہیں لی جا سکتی

کیونکہ منکر نکیر کے سوالات کا جواب دیا جا سکے گا۔ یونہی شہدائے راہِ خدا کہ جو نہ حس و حرکت رکھتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں اُن کی زندگی کا مفہوم کیا ہے۔ گو ہمیں وہ بظاہر مُردہ نظر آتے ہیں۔ مگر قرآن ان کی زندگی کی شہادت دیتا ہے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون۔

جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے، انہیں مُردہ نہ کہنا بلکہ وہ جیتے جاگتے ہیں۔ مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

دوسرے مقام پر ان کی زندگی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:۔

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ہ

جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، انہیں مردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، اور اپنے پروردگار کے ہاں سے روزی پاتے ہیں۔

جب عام شہدائے راہِ خدا کے بارے میں قلب و زبان پر پہرہ بٹھا دیا گیا ہے کہ نہ انہیں مُردہ کہا جائے اور نہ انہیں مردہ سمجھا جائے، تو وہ معصوم ہستیاں کہ جن کی گردنیں تلوار کے لئے اور کام و دہن زہر کے لئے وقف ہو کر رہ گئے تھے کیونکر زندۂ جاوید نہ ہوں گے۔

پھر ان جسموں کے متعلق فرمایا ہے کہ امتدادِ زمانہ سے ان میں کہنگی و بوسیدگی کے آثار پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ وُہ اسی حالت میں رہتے ہیں جس حالت میں شہید ہوتے ہیں اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ مادی ذرائع سے ہزار ہا برس کی محفوظ کی ہوئی میتیں اس وقت تک موجود ہیں۔ تو جب مادی اسباب سے یہ ممکن ہے، تو کیا قادرِ مطلق کے احاطۂ قدرت سے یہ باہر ہے کہ جن کی موت میں زندگی کے احساسات ودیعت کر دیئے ہوں اُن کے جسموں کو تغیر و تبدل سے محفوظ رکھے؟ چنانچہ شہدائے بدر کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

زملوھم بکلومھم و دمائھم فانھم یحشرون یوم القیامۃ و اوداجھم تشخب دماء۔

انہیں انہی زخموں اور خون کی روانیوں کے ساتھ لپیٹ دو۔ کیونکہ جب یہ قیامت میں محشور ہونگے تو ان کے رگہائے گلو سے خون ابلتا ہو گا۔

۲؎ ثقلِ اکبر سے مراد قرآن، اور ثقلِ اصغر سے اہلِ بیت علیہم السلام مراد ہیں۔ جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد انی تارک فیکم الثقلین میں لفظ ثقلین سے قرآن و اہل بیتؑ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کے چند وجوہ ہیں۔ (پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تعلیماتِ قرآن و سیرتِ اہلِ بیتؑ پر عمل پیرا ہونا عموماً طبائع پر ثقیل و گراں گزرتا ہے، اس لئے انہیں ثقلین سے تعبیر فرمایا ہے۔ (دوسری وجہ یہ ہے کہ "ثقل" کے معنی سامانِ مسافر کے ہوتے ہیں۔ جس کے محل احتیاج ہونے کی وجہ سے اس کی ہر وقت حفاظت کی جاتی ہے اور چونکہ قدرت نے انہیں قیامت تک باقی و برقرار رکھ ان کی حفاظت کا سرو سامان کیا ہے، اس لئے انہیں ثقلین کہا گیا ہے۔ یا یہ کہ پیغمبرؐ نے راہ پیمائے جادۂ

آخرت ہونے کے وقت انہیں اپنا متاعِ بے بہا قرار دے کر امت سے ان کی حفاظت چاہی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اُن کی نفاست و گرانقدری کے پیشِ نظر انہیں ثقلین سے یاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ ثقل کے معنی نفیس اور پاکیزہ شے کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابنِ حجرؒ مکی نے تحریر کیا ہے:۔

سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم القرآن وعترتہ الثقلین لان الثقل کل نفیس خطیر مصون وھذان کذلک اذ کل منھما معدن للعلوم اللدنیہ والاسرار والحکم العلیۃ والاحکام الشرعیۃ ولذا حث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاقتداء والتمسک بھم والتعلم منھم ثم احق من یتمسک بہ منھم وامامھم وعالمھم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ لما قدمناہ من مزید علمہ ودقائق مستنبطہ۔ (صواعق محرقہ ص۹۰)

پیغمبرؐ نے قرآن اور اپنی عترت کا نام ثقلین رکھا ہے کیونکہ ثقل ہر نفیس، عمدہ اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں، اور یہ دونوں ایسے ہی تھے۔ ان میں سے ہر ایک علم لدنی کا گنجینہ اور بلند پایہ اسرار و حکم اور احکام شرعیہ کا مخزن ہے۔ اسی لئے پیغمبرؐ نے ان کی اقتدار اور ان کے دامن سے وابستگی اور اُن سے تحصیلِ علوم کے لئے اُمت کو آمادہ کیا، اور ان میں سے تمسک کئے جانے کے زیادہ حقدار امام و عالم آلِ محمدؐ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ آپؑ کی اس علمی فراوانی اور استنباط میں وقت پسندی کی بناء پر کہ جس کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔

پیغمبرؐ اکرم نے چونکہ مقامِ تعبیر میں کتاب کی نسبت اللہ کی جانب دی ہے اور عترت کی نسبت اپنی طرف، اس لئے حفظِ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اُسے اکبر اور اصغر سے تعبیر فرمایا ہے۔ ورنہ مقامِ تمسک میں اہمیت کے لحاظ سے دونوں یکساں اور تعمیرِ اخلاق میں افادیت کے لحاظ سے ناطق کا درجہ صامت پر مقدم ہونے کی گنجائش انکار نہیں ہے۔

خطبہ ۸۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْصِمْ جَبَّارِي دَهْرٍ قَطُّ إِلَّا بَعْدَ تَمْهِيلٍ وَرَخَاءٍ. وَلَمْ يَجْبُرْ عَظْمَ أَحَدٍ مِّنَ الْأُمَمِ إِلَّا بَعْدَ أَزْلٍ وَبَلَاءٍ وَفِي دُونِ مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ عَتْبٍ وَمَا اسْتَدْبَرْتُمْ مِنْ خَطْبٍ مُعْتَبَرٌ. وَمَا كُلُّ ذِي قَلْبٍ بِلَبِيبٍ. وَ

اللہ نے زمانے کے کسی سرکش کی گردن نہیں توڑی جب تک کہ اُسے مہلت و فراغت نہیں عطا کر دی، اور کسی اُمت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک اُسے شدت و سختی اور ابتلاء اور آزمائش میں ڈال نہیں لیا جو مصیبتیں تمہیں پیش آنے والی اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو ان سے کم بھی عبرت اندوزی کے لئے کافی ہیں۔ ہر صاحب دل عاقل نہیں ہوتا اور نہ ہر کان رکھنے والا گوش شنوا،

لَا كُلُّ ذِی سَمْعٍ بِسَمِيعٍ - وَلَا كُلُّ نَاظِرٍ بِبَصِيرٍ - فَيَا عَجَبِي وَمَالِيَ لَا أَعْجَبُ مِنْ خَطَاءِ هٰذِهِ الْفِرَقِ عَلَى اخْتِلَافِ حُجَجِهَا فِي دِيْنِهَا - لَا يَقْتَصُّوْنَ أَثَرَ نَبِيٍّ - وَلَا يَقْتَدُوْنَ بِعَمَلِ وَصِيٍّ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِغَيْبٍ - وَلَا يَعِفُّوْنَ عَنْ عَيْبٍ - يَعْمَلُوْنَ فِي الشُّبُهَاتِ وَيَسِيْرُوْنَ فِي الشَّهَوَاتِ - اَلْمَعْرُوْفُ فِيْهِمْ مَا عَرَفُوْا - وَالْمُنْكَرُ عِنْدَهُمْ مَا أَنْكَرُوْا - مَفْزَعُهُمْ فِي الْمُعْضِلَاتِ إِلَى أَنْفُسِهِمْ - وَتَعْوِيْلُهُمْ فِي الْمُبْهَمَاتِ عَلَى آرَائِهِمْ كَأَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِنْهُمْ إِمَامُ نَفْسِهِ قَدْ أَخَذَ مِنْهَا فِيْمَا يَرٰى بِعُرًى ثِقَاتٍ وَ أَسْبَابٍ مُحْكَمَاتٍ -

اور نہ ہر آنکھ والا چشم بینا رکھتا ہے۔ مجھے حیرت ہے۔ اور کیوں نہ حیرت ہو، ان فرقوں کی خطاؤں پر جنہوں نے اپنے دین کی حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں۔ جو نہ نبی کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں، نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں۔ مشکوک و مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے اور اپنی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں۔ جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں اُن کے نزدیک بس وہ اچھی ہے اور جس بات کو وہ بُرا جانیں ان کے نزدیک بس وہ بُری ہے۔ مشکل گتھیوں کو سلجھانے کے لئے اپنے نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسا کر لیتے ہیں۔ گویا ان میں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے۔ اور اس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے۔ اس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اسے قابل اطمینان وسیلوں اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے۔

خطبہ ۸۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

أَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَ طُوْلِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ وَاعْتِزَامٍ مِنَ الْفِتَنِ وَانْتِشَارٍ مِنَ الْأُمُوْرِ - وَتَلَظٍّ مِنَ الْحُرُوْبِ وَالدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّوْرِ ظَاهِرَةُ الْغُرُوْرِ عَلٰى حِيْنِ اصْفِرَارٍ مِنْ وَرَقِهَا وَإِيَاسٍ مِنْ ثَمَرِهَا - وَ

اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رُکا ہوا تھا۔ اور ساری اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں۔ فتنے سر اٹھا رہے تھے۔ سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ دنیا بے رونق و بے نور تھی اور اس کی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں۔ اس وقت اس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے نا امیدی تھی۔ پانی زمین

اغْوِرَارًا مِنْ مَائِهَا۔ قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدٰی۔ وَظَهَرَتْ اَعْلَامُ الرَّدٰی۔ فَهِیَ مُتَجَهِّمَةٌ لِاَهْلِهَا عَابِسَةٌ فِیْ وَجْهِ طَالِبِهَا ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ۔ وَطَعَامُهَا الْجِیْفَةُ۔ وَشِعَارُهَا الْخَوْفُ وَدِثَارُهَا السَّیْفُ۔ فَاعْتَبِرُوْا عِبَادَ اللّٰهِ۔ وَاذْكُرُوْا تِیْكَ الَّتِیْ اٰبَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ بِهَا مُرْتَهَنُوْنَ وَعَلَیْهَا مُحَاسَبُوْنَ۔ وَلَعَمْرِیْ مَا تَقَادَمَتْ بِكُمْ وَلَا بِهِمُ الْعُهُوْدُ۔ وَلَا خَلَتْ فِیْمَا بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمُ الْاَحْقَابُ وَالْقُرُوْنُ وَمَا اَنْتُمُ الْیَوْمَ مِنْ یَوْمٍ كُنْتُمْ فِیْ اَصْلَابِهِمْ بِبَعِیْدٍ وَاللّٰهِ مَا اَسْمَعَهُمُ الرَّسُوْلُ شَیْئًا اِلَّا وَهَا اَنَا ذَا الْیَوْمَ مُسْمِعُكُمُوْهُ وَمَا اَسْمَاعُكُمُ الْیَوْمَ بِدُوْنِ اَسْمَاعِهِمْ بِالْاَمْسِ وَلَا شُقَّتْ لَهُمُ الْاَبْصَارُ وَلَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْاَفْئِدَةُ فِیْ ذٰلِكَ الْاَوَانِ اِلَّا وَقَدْ اُعْطِیْتُمْ مِثْلَهَا فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ وَاللّٰهِ مَا بَصُرْتُمْ بَعْدَهُمْ شَیْئًا جَهِلُوْهُ۔ وَلَا اُصْفِیْتُمْ بِهٖ وَحُرِمُوْهُ وَلَقَدْ نَزَلَتْ بِكُمُ الْبَلِیَّةُ جَائِلًا خِطَامُهَا رِخْوًا بِطَانُهَا۔ فَلَا یَغُرَّنَّكُمْ مَا اَصْبَحَ فِیْهِ اَهْلُ الْغُرُوْرِ۔ فَاِنَّمَا هُوَ ظِلٌّ مَمْدُوْدٌ اِلٰی اَجَلٍ مَعْدُوْدٍ۔

بس تہ نشین ہو چکا تھا۔ ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے ہلاکت و گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے اور دنیا والوں کے سامنے کڑے تیوروں سے اور تیوری چڑھائے ہوئے نظر آ رہی تھی۔ اس کا پھل فتنہ تھا۔ اور اس کی غذا مُردار تھی۔ اندر کا لباس خوف اور باہر کا پہناوا تلوار تھا خدا کے بندو! عبرت حاصل کرو۔ اور ان (بداعمالیوں) کو یاد کرو۔ جن (کے نتائج) میں تمہارے باپ، بھائی جکڑے ہوئے ہیں۔ اور جن پر ان سے حساب ہونے والا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! تمہارا زمانہ ان کے زمانہ سے زیادہ پیچھے نہیں ہے اور نہ تمہارے اور ان کے درمیان صدیوں اور زمانوں کا فاصلہ ہے۔ ابھی تم اس دن سے زیادہ دور نہیں ہوئے کہ جب اُن کی صلبوں میں تھے۔ خدا کی قسم! جو باتیں رسولؐ نے ان کے کانوں تک پہنچائیں۔ وہی باتیں میں تمہیں آج سُنا رہا ہوں۔ اور جتنا انہیں سنایا گیا تھا، اس سے کچھ کم تمہیں نہیں سنایا جا رہا ہے۔ اور جس طرح اس وقت ان کی آنکھیں کھولی گئی تھیں۔ اور دل بنائے گئے تھے۔ ویسی ہی آنکھیں اور ویسے ہی دل اس وقت تمہیں دیئے گئے ہیں۔ خدا کی قسم! ان کے بعد تمہیں کوئی ایسی نئی چیز نہیں بتائی گئی ہے، جس سے وہ نا آشنا رہے ہوں اور کوئی خاص چیز نہیں دی گئی ہے جس سے وہ محروم تھے ہاں ایک ایسی مصیبت تمہیں پیش آ گئی ہے (جو اس اونٹنی کے مانند ہے) جس کی نکیل جھول رہی اور تنگ ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ (جو کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھائے گی) دیکھو! ان فریب خوردہ لوگوں کے ٹھاٹھ باٹھ تمہیں ورغلا نہ دیں۔ اس لیے کہ یہ ایک پھیلا ہوا سایہ ہے۔ جس کا وقت محدود ہے۔

خطبہ ۸۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوْفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ. وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ. اَلَّذِيْ لَمْ يَزَلْ قَائِمًا دَائِمًا اِذْ لَا سَمَآءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ. وَلَا حُجُبٌ ذَاتُ اَرْتَاجٍ وَلَا لَيْلٌ دَاجٍ. وَلَا بَحْرٌ سَاجٍ. وَلَا جَبَلٌ ذُوْ فِجَاجٍ. وَلَا فَجٌّ ذُوْ اعْوِجَاجٍ. وَلَا اَرْضٌ ذَاتُ مِهَادٍ وَلَا خَلْقٌ ذُوْ اِعْتِمَادٍ. ذٰلِكَ مُبْتَدِعُ الْخَلْقِ وَوَارِثُهٗ وَاِلٰهُ الْخَلْقِ وَرَازِقُهٗ. وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ دَآئِبَانِ فِيْ مَرْضَاتِهٖ يُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيْدٍ وَيُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيْدٍ. قَسَمَ اَرْزَاقَهُمْ. وَاَحْصٰى اٰثَارَهُمْ وَاَعْمَالَهُمْ وَعَدَدَ اَنْفَاسِهِمْ وَخَآئِنَةَ اَعْيُنِهِمْ. وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ مِنَ الضَّمِيْرِ وَمُسْتَقَرَّهُمْ وَمُسْتَوْدَعَهُمْ مِنَ الْاَرْحَامِ وَالظُّهُوْرِ اِلٰى اَنْ تَتَنَاهٰى بِهِمُ الْغَايَاتُ. هُوَ الَّذِيْ اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهٗ عَلٰى اَعْدَآئِهٖ فِيْ سَعَةِ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو نظر آئے بغیر جانا پہچانا ہوا ہے اور سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اس وقت بھی دائم و برقرار تھا جب کہ نہ برجوں والا آسمان تھا نہ بلند دروازوں والے حجاب تھے، نہ اندھیری راتیں، نہ ٹھہرا ہوا سمندر، نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ، نہ آڑی ترچھی پہاڑی راہیں اور نہ یہ بچھے ہوئے فرشوں والی زمین نہ کس بل رکھنے والی مخلوق تھی وہی مخلوقات کو پیدا کرنے والا، اور اس کا وارث ہے اور کائنات کا معبود اور ان کا رازق ہے۔ سورج اور چاند اس کی منشاء کے مطابق (ایک ڈھرے پر) بڑھے جانے کی سرتوڑ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ جو ہر نئی چیز کو فرسودہ اور دور کی چیزوں کو قریب کر دیتے ہیں اس نے سب کو روزی بانٹ رکھی ہے۔ وہ سب کے عمل و کردار اور سانسوں کے شمار تک کو جانتا ہے۔ وہ چوری چھپے نظروں اور سینے کی مخفی نیتوں اور صلب میں ان[1] کے ٹھکانوں اور شکم میں ان کے سونپے جانے کی جگہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ ان کی عمریں اپنی حد و انتہا کو پہنچ جائیں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ رحمت کی وسعتوں کے باوجود اس کا عذاب دشمنوں پر سخت ہے اور عذاب کی سختیوں کے باوجود دوستوں کے لیے اس کی رحمت وسیع ہے۔ جو اُسے دبانا چاہے اس پر قابو پا لینے والا، اور جو اس سے ٹکر لینا چاہے اسے تباہ و برباد کرنے والا، اور جو اس کی

رَحْمَتِهٖ وَاتَّسَعَتْ رَحْمَتُهٗ لِاَوْلِيَآئِهٖ فِيْ شِدَّةِ نِقْمَتِهٖ قَاهِرُ مَنْ عَازَّهٗ وَمُدَمِّرُ مَنْ شَاقَّهٗ وَمُذِلُّ مَنْ نَاوَاهُ وَغَالِبُ مَنْ عَادَاهُ - وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ - وَمَنْ سَأَلَهٗ اَعْطَاهُ وَمَنْ اَقْرَضَهٗ قَضَاهُ وَمَنْ شَكَرَهٗ جَزَاهُ -

عِبَادَ اللّٰهِ زِنُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُوْزَنُوْا - وَحَاسِبُوْهَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تُحَاسَبُوْا - وَتَنَفَّسُوْا قَبْلَ ضِيْقِ الْخِنَاقِ - وَانْقَادُوْا قَبْلَ عُنْفِ السِّيَاقِ وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ لَمْ يُعَنْ عَلٰى نَفْسِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ لَهٗ مِنْهَا وَاعِظٌ وَزَاجِرٌ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مِنْ غَيْرِهَا زَاجِرٌ وَّلَا وَاعِظٌ -

مخالفت کرے، اُسے رسوا و ذلیل کرنے والا، اور جو اُس سے دشمنی برتے اُس پر غلبہ پانے والا ہے۔ جو اس پر بھروسہ کرتا ہے، وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور جو کوئی اُس سے مانگتا ہے۔ اُسے دے دیتا ہے اور جو اسے قرضہ دیتا ہے، (یعنی اُس کی راہ میں خرچ کرتا ہے) وہ اُسے ادا کرتا ہے۔ جو شکر کرتا ہے، اسے بدلہ دیتا ہے۔ اللہ کے بندو! اپنے نفسوں کو تولے جانے سے پہلے تول لو۔ اور محاسبہ کیے جانے سے قبل خود اپنا محاسبہ کر لو۔ گلے کا پھندا تنگ ہونے سے پہلے سانس لے لو، اور سختی کے ساتھ ہنکائے جانے سے پہلے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ جسے اپنے نفس کے لیے یہ توفیق نہ ہو کہ وہ خود اپنے کو وعظ و پند کرلے اور برائیوں پر متنبہ کر دے تو پھر کسی اور کی بھی پند و توبیخ اس پر اثر نہیں کر سکتی۔

خطبہ ۸۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ - تُعْرَفُ بِخُطْبَةِ الْاَشْبَاحِ وَهِيَ مِنْ جَلَآئِلِ خُطَبِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ سَاَلَهٗ سَآئِلٌ اَنْ يَّصِفَ اللّٰهَ حَتّٰى كَاَنَّهٗ يَرَاهُ عِيَانًا فَغَضِبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِذٰلِكَ -

یہ خطبہ اشباح کے نام سے مشہور ہے اور امیر المومنین علیہ السّلام کے بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے اسے ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا جس نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ خلاق عالم کے صفات کو اس طرح بیان فرمائیں کہ ایسا معلوم ہو جیسے ہم اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت غضب ناک ہو گئے اور فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يَفِرُهُ الْمَنْعُ

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے کہ جو فیض و عطا کے

وَالْجُمُودُ وَلَا يُكْدِيهِ الْإِعْطَاءُ وَ
الْجُودُ - إِذْ كُلُّ مُعْطٍ مُنْتَقِصٌ سِوَاهُ -
وَكُلُّ مَانِعٍ مَذْمُومٌ مَا خَلَاهُ - وَ
هُوَ الْمَنَّانُ بِفَوَائِدِ النِّعَمِ - وَعَوَائِدِ
الْمَزِيدِ وَالْقِسَمِ عِيَالُهُ الْخَلْقُ - ضَمِنَ
أَرْزَاقَهُمْ وَقَدَّرَ أَقْوَاتَهُمْ وَنَهَجَ
سَبِيلَ الرَّاغِبِينَ إِلَيْهِ وَالطَّالِبِينَ
بِمَا لَدَيْهِ - وَلَيْسَ بِمَا سُئِلَ بِأَجْوَدَ وَ
مِنْهُ بِمَا لَمْ يُسْأَلْ - الْأَوَّلُ الَّذِي
لَمْ يَكُنْ لَهُ قَبْلٌ فَيَكُونَ شَيْءٌ قَبْلَهُ
وَالْآخِرُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ بَعْدٌ فَيَكُونَ
شَيْءٌ بَعْدَهُ - وَالرَّادِعُ أَنَاسِيَّ الْأَبْصَارِ
عَنْ أَنْ تَنَالَهُ أَوْ تُدْرِكَهُ - مَا اخْتَلَفَ
عَلَيْهِ دَهْرٌ فَيَخْتَلِفَ مِنْهُ الْحَالُ -
وَلَا كَانَ فِي مَكَانٍ فَيَجُوزَ عَلَيْهِ
الْإِنْتِقَالُ وَلَوْ وَهَبَ مَا تَنَفَّسَتْ
عَنْهُ مَعَادِنُ الْجِبَالِ وَضَحِكَتْ
عَنْهُ أَصْدَافُ الْبِحَارِ مِنْ فِلِزِّ
اللُّجَيْنِ وَالْعِقْيَانِ وَنُثَارَةِ
الدُّرِّ وَحَصِيدِ الْمَرْجَانِ مَا
أَثَّرَ ذَلِكَ فِي جُودِهِ - وَلَا
أَنْفَدَ سَعَةَ مَا عِنْدَهُ وَلَكَانَ
عِنْدَهُ مِنْ ذَخَائِرِ الْإِنْعَامِ مَا
لَا تُنْفِدُهُ مَطَالِبُ الْأَنَامِ لِأَنَّهُ
الْجَوَادُ الَّذِي لَا يَغِيضُهُ سُؤَالُ.

روکنے سے مال دار نہیں ہو جاتا اور جود و عطا سے کبھی
عاجز و قاصر نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس کے سوا ہر دینے
والے کے یہاں داد و دہش سے کمی واقع ہوتی ہے اور
ہاتھ روک لینے پر اسے برا سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ فائدہ بخش
نعمتوں اور عطیوں کی فراوانیوں اور روزیوں (کی تقسیم)
سے ممنونِ احسان بنانے والا ہے۔ ساری مخلوق اس کا کنبہ
ہے۔ اس نے سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ اس
نے اپنے خواہش مندوں اور اپنی نعمت کے طلب گاروں
کے لیے راہ کھول دی ہے۔ وہ دستِ طلب کے نہ بڑھنے
پر بھی اتنا ہی کریم ہے جتنا طلب و سوال کا ہاتھ بڑھنے پر۔
وہ ایسا اول ہے جس کے لیے کوئی قبل ہے ہی نہیں کہ
کوئی شے اس سے پہلے ہو سکے، اور ایسا آخر ہے جس
کے لیے کوئی بعد ہے ہی نہیں تاکہ کوئی چیز اس کے بعد
فرض کی جا سکے۔ وہ آنکھ کی پتلیوں کو (دور ہی سے) روک
دینے والا ہے کہ وہ اسے پا سکیں یا اس کی حقیقت معلوم
کر سکیں۔ اس پر زمانہ کے مختلف دور نہیں گزرتے کہ اس
کے حالات میں تغیر و تبدل پیدا ہو، وہ کسی جگہ میں نہیں
ہے کہ اس کے لیے نقل و حرکت صحیح ہو سکے۔ اگر وہ چاندی
اور سونے جیسی نفیس دھاتیں کہ جنہیں پہاڑوں کے معدن
(لمبی لمبی) سانسیں بھر کر اچھال دیتے ہیں۔ اور بکھرے ہوئے
موتی اور مرجان کی کٹی ہوئی شاخیں کہ جنہیں دریاؤں کی
سیپیاں کھکھلا کر ہنستے ہوئے اگل دیتی ہیں، بخش دے
تو اس سے اس کے جود و عطا پر کوئی اثر نہیں پڑتا
اور نہ اس کی دولت کا ذخیرہ اس سے ختم ہو سکتا ہے
اور اس کے پاس پھر بھی انعام و اکرام کے اتنے ذخیرے

السَّآئِلِيْنَ وَلَا يُبْخِلُهٗ اِلْحَاحُ
الْمُلِحِّيْنَ - فَانْظُرْ اَيُّهَا السَّآئِلُ
فَمَا دَلَّكَ الْقُرْاٰنُ عَلَيْهِ مِنْ
صِفَتِهٖ فَائْتَمَّ بِهٖ - وَاسْتَضِئْ
بِنُوْرِ هِدَايَتِهٖ - وَمَا كَلَّفَكَ
الشَّيْطَانُ عِلْمَهٗ مِمَّا لَيْسَ فِى
الْكِتٰبِ عَلَيْكَ فَرْضُهٗ وَلَا فِىْ
سُنَّةِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ وَاَئِمَّةِ الْهُدٰى اَثَرُهٗ
فَكِلْ عِلْمَهٗ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ - فَاِنَّ
ذٰلِكَ مُنْتَهٰى حَقِّ اللّٰهِ عَلَيْكَ -
وَاعْلَمْ اَنَّ الرَّاسِخِيْنَ فِى الْعِلْمِ
هُمُ الَّذِيْنَ اَغْنَاهُمْ عَنِ اقْتِحَامِ
السُّدَدِ الْمَضْرُوْبَةِ دُوْنَ الْغُيُوْبِ
اَلْاِقْرَارُ بِجُمْلَةِ مَا جَهِلُوْا تَفْسِيْرَهٗ
مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوْبِ فَمَدَحَ اللّٰهُ
اعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا
لَمْ يُحِيْطُوْا بِهٖ عِلْمًا - وَ سَمّٰى
تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيْمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ
الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهٖ رُسُوْخًا
فَاقْتَصِرْ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا تُقَدِّرْ
عَظَمَةَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰى قَدْرِ
عَقْلِكَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ
هُوَ الْقَادِرُ الَّذِىْ اِذَا ارْتَمَتِ
الْاَوْهَامُ لِتُدْرِكَ مُنْقَطَعَ قُدْرَتِهٖ

موجود رہیں گے، جنہیں لوگوں کی مانگ ختم نہیں کر سکتی
اس لیے کہ وہ ایسا فیاض ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا
مفلس نہیں بنا سکتا اور گڑگڑا کر سوال کرنے والوں کا حد
سے بڑھا ہوا اصرار بخل پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ اے (اللہ کی
صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا
تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (ان میں)، تم اس کی پیروی کرو
اور اسی کے نور ہدایت سے کسب ضیا کرتے رہو اور جو
چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنت پیغمبرؐ و آئمہ
ہدیٰ میں ان کا نام و نشان ہے اور صرف شیطان نے
اس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے۔ اس کا علم اللہ
ہی کے پاس رہنے دو، اور یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری
حد ہے۔ اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ
وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں میں چھپی ہوئی ساری چیزوں
کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور ان پر اعتقاد رکھتے) ہیں
اگرچہ ان کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انہیں
غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں دراانہ گھسنے سے بے
نیاز بنائے ہوئے ہے۔ اور اللہ نے اس بات پر
ان کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطۂ علم سے باہر
ہوتی ہے، اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے
ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے
کی تکلیف نہیں دی، اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی
کا نام رسوخ رکھا ہے۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنے
عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ
بناؤ، ورنہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار
پائے گا۔"

وَحَاوَلَ الْفِكْرُ الْمُبَرَّأُ مِنْ خَطَرَاتِ
الْوَسَاوِسِ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ فِیْ عَمِيْقَاتِ
غُيُوْبِ مَلَكُوْتِهٖ وَ تَوَلَّهَتِ الْقُلُوْبُ
اِلَيْهِ لِتَجْرِیَ فِیْ كَيْفِيَّةِ صِفَاتِهٖ
وَغَمَضَتْ مَدَاخِلُ الْعُقُوْلِ فِیْ
حَيْثُ لَا تَبْلُغُهُ الصِّفَاتُ لِتَنَاوُلِ
عِلْمِ ذَاتِهٖ رَدَعَهَا وَ هِیَ تَجُوْبُ
مَهَاوِیَ سُدَفِ الْغُيُوْبِ مُتَخَلِّصَةً
اِلَيْهِ سُبْحَانَهٗ فَرَجَعَتْ اِذْ جُبِهَتْ
مُعْتَرِفَةً بِاَنَّهٗ لَا يُنَالُ بِجَوْرِ الْاِعْتِسَافِ
كُنْهُ مَعْرِفَتِهٖ وَلَا تَخْطُرُ بِبَالِ اُوْلِی
الرَّوِيَّاتِ خَاطِرَةٌ مِّنْ تَقْدِيْرِ جَلَالِ
عِزَّتِهِ الَّذِیْ ابْتَدَعَ الْخَلْقَ عَلٰى غَيْرِ
مِثَالٍ امْتَثَلَهٗ وَلَا مِقْدَارٍ احْتَذٰى
عَلَيْهِ مِنْ خَالِقٍ مَّعْبُوْدٍ كَانَ قَبْلَهٗ۔
وَاَرَانَا مِنْ مَلَكُوْتِ قُدْرَتِهٖ وَعَجَائِبِ
مَا نَطَقَتْ بِهٖ اٰثَارُ حِكْمَتِهٖ،
وَاعْتِرَافِ الْحَاجَةِ مِنَ الْخَلْقِ اِلٰى
اَنْ يُّقِيْمَهَا بِمِسَاكِ قُوَّتِهٖ مَا دَلَّنَا
بِاضْطِرَارِ قِيَامِ الْحُجَّةِ لَهٗ عَلٰى
مَعْرِفَتِهٖ وَ ظَهَرَتْ فِی الْبَدَآئِعِ الَّتِیْ
اَحْدَثَهَا اٰثَارُ صَنْعَتِهٖ وَاَعْلَامُ حِكْمَتِهٖ
فَصَارَ كُلُّ مَا خَلَقَ حُجَّةً لَّهٗ وَدَلِيْلًا
عَلَيْهِ وَاِنْ كَانَ خَلْقًا صَامِتًا فَحُجَّتُهٗ
بِالتَّدْبِيْرِ نَاطِقَةٌ۔ وَدَلَالَتُهٗ عَلَى الْمُبْدِعِ

وہ ایسا قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی
انتہا معلوم کرنے کے لیے وہم اپنے تیر چلا رہا ہو اور
فکر ہر طرح کے وسوسوں کے ادھیڑ بن سے آزاد ہو کر
اس کے قلمرو مملکت کے گہرے بھیدوں پر آگاہ ہونے
کے درپے ہو اور دل اس کی صفتوں کی کیفیت سمجھنے
کے لیے والہانہ طور پر دوڑ پڑے ہوں اور ذاتِ
الٰہی کو جاننے کے لیے عقلوں کی جستجو و تلاش کی راہیں
حدِّ بیان سے زیادہ دور تک چلی گئی ہوں تو اللہ اس
وقت جب وہ غیب کی تیرگیوں کے گڑھوں کو عبور
کر رہی ہوتی ہیں۔ ان سب کو ناموں کے ساتھ پلٹا
دیتا ہے۔ چنانچہ جب اس طرح منہ کی کھا کر پلٹتی ہیں
تو انہیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسی بے راہ روی
سے اس کی معرفت کا کھوج نہیں لگایا جا سکتا اور نہ
فکر پیماؤں کے دلوں میں اس کی عزت کے تمکنت
و جلال کا ذرا سا شائبہ آ سکتا ہے۔ وہ وہی ہے کہ
جس نے مخلوقات کو ایجاد کیا بغیر اس کے کہ کوئی مثال
اپنے سامنے رکھتا اور بغیر اس کے کہ اپنے سے پہلے
کسی اور خالق و معبود کی بنائی ہوئی چیزوں کا چربہ اتارتا
اس نے اپنی قدرت کی بادشاہت اور ان عجیب
چیزوں کے واسطہ سے کہ جن میں اس کی حکمت و
دانائی کے آثار (منہ سے) بول رہے ہیں اور مخلوق
کے اس اعتراف سے کہ وہ اپنے رکے تھمنے میں اس
کے سہارے کی محتاج ہے۔ ہمیں وہ چیزیں دکھائی ہیں
کہ جنہوں نے قہراً دلیل قائم ہو جانے کے دباؤ سے
اس کی معرفت کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور ان

قَائِمَةٌ. وَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ شَبَّهَكَ بِتَبَايُنِ أَعْضَاءِ خَلْقِكَ. وَتَلَاحُمِ حِقَاقِ مَفَاصِلِهِمُ الْمُحْتَجِبَةِ لِتَدْبِيرِ حِكْمَتِكَ. لَمْ يَعْقِدْ غَيْبَ ضَمِيرِهِ عَلَى مَعْرِفَتِكَ وَلَمْ يُبَاشِرْ قَلْبَهُ الْيَقِينُ بِأَنَّهُ لَا نِدَّ لَكَ وَكَأَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ تَبَرُّءَ التَّابِعِينَ مِنَ الْمَتْبُوعِينَ إِذْ يَقُولُونَ. تَاللهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ. كَذَبَ الْعَادِلُونَ بِكَ إِذْ شَبَّهُوكَ بِأَصْنَامِهِمْ وَنَحَلُوكَ حِلْيَةَ الْمَخْلُوقِينَ بِأَوْهَامِهِمْ. وَجَزَّءُوكَ تَجْزِئَةَ الْمُجَسَّمَاتِ بِخَوَاطِرِهِمْ وَقَدَّرُوكَ عَلَى الْخِلْقَةِ الْمُخْتَلِفَةِ الْقُوَى بِقَرَائِحِ عُقُولِهِمْ. وَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ سَاوَاكَ بِشَيْءٍ مِنْ خَلْقِكَ فَقَدْ عَدَلَ بِكَ. وَالْعَادِلُ بِكَ كَافِرٌ بِمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ مُحْكَمَاتُ آيَاتِكَ وَنَطَقَتْ عَنْهُ شَوَاهِدُ حُجَجِ بَيِّنَاتِكَ. وَأَنَّكَ أَنْتَ اللهُ الَّذِي لَمْ تَتَنَاهَ فِي الْعُقُولِ فَتَكُونَ فِي مَهَبِّ فِكْرِهَا مُكَيَّفاً وَلَا فِي رَوِيَّاتِ خَوَاطِرِهَا فَتَكُونَ مَحْدُوداً مُصَرَّفاً.

(وَمِنْهَا) قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَأَحْكَمَ تَقْدِيرَهُ وَدَبَّرَهُ فَأَلْطَفَ تَدْبِيرَهُ

کی پیدا کردہ عجیب و غریب چیزوں میں اُس کی صنعت کے نقش و نگار اور حکمت کے آثار نمایاں اور واضح ہیں۔ چنانچہ ہر مخلوق اس کی ایک حجت اور ایک برہان بن گئی ہے۔ چاہے وہ خاموش مخلوق ہو۔ مگر اللہ کی تدبیر و کارسازی کی ایک بولتی ہوئی دلیل ہے اور ہستیٔ صانع کی طرف اس کی راہنمائی ثابت و برقرار ہے میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ جس نے تجھے تیری ہی مخلوق سے ان کے اعضاء کے الگ الگ ہونے اور تیری حکمت کی کارسازیوں سے گوشت و پوست میں ڈھکے ہوئے ان کے جوڑوں کے سروں کے ملنے میں تشبیہ دی۔ اس نے اپنے چھپے ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اس کے دل کو یہ یقین چھو بھی نہیں گیا کہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ گویا اس نے پیروکاروں کا یہ قول نہیں سُنا جو اپنے مقتداؤں سے بیزاری چاہتے ہوئے یہ کہیں گے کہ "خدا کی قسم! ہم تو قطعاً ایک کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ جب ہم سارے جہاں کے پالنے والے کے برابر تمہیں ٹھہرایا کرتے تھے۔" وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں کے برابر سمجھ کر اپنے بتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اپنے وہم میں تجھ پر مخلوقات کی صفتیں جڑ دیتے ہیں اور اپنے خیال میں اس طرح تیرے حصے بخرے کرتے ہیں، جس طرح مجسم چیزوں کے جوڑ بند الگ الگ کئے جاتے ہیں۔ اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق تجھے مختلف قوتوں والی مخلوقات پر قیاس کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری مخلوق

وَوَجَّهَهُ لِوِجْهَتِهِ . فَلَمْ يَتَعَدَّ حُدُودَ مَنْزِلَتِهِ وَلَمْ يُقَصِّرْ دُونَ الْانْتِهَاءِ إِلَى غَايَتِهِ وَلَمْ يَسْتَصْعِبْ إِذْ أُمِرَ بِالْمُضِيِّ عَلَى إِرَادَتِهِ . وَكَيْفَ وَإِنَّمَا صَدَرَتِ الْأُمُورُ عَنْ مَشِيئَتِهِ . الْمُنْشِئُ أَصْنَافَ الْأَشْيَاءِ بِلَا رَوِيَّةِ فِكْرٍ آلَ إِلَيْهَا وَلَا قَرِيحَةِ غَرِيزَةٍ أَضْمَرَ عَلَيْهَا وَلَا تَجْرِبَةٍ أَفَادَهَا مِنْ حَوَادِثِ الدُّهُورِ وَلَا شَرِيكٍ أَعَانَهُ عَلَى ابْتِدَاعِ عَجَائِبِ الْأُمُورِ فَتَمَّ خَلْقُهُ وَأَذْعَنَ لِطَاعَتِهِ وَأَجَابَ إِلَى دَعْوَتِهِ وَلَمْ يَعْتَرِضْ دُونَهُ رَيْثُ الْمُبْطِئِ وَلَا أَنَاةُ الْمُتَلَكِّئِ فَأَقَامَ مِنَ الْأَشْيَاءِ أَوَدَهَا . وَنَهَجَ حُدُودَهَا وَلَاءَمَ بِقُدْرَتِهِ بَيْنَ مُتَضَادِّهَا . وَوَصَلَ أَسْبَابَ قَرَائِنِهَا وَفَرَّقَهَا أَجْنَاساً مُخْتَلِفَاتٍ فِي الْحُدُودِ وَالْأَقْدَارِ وَالْغَرَائِزِ وَالْهَيْئَاتِ بَدَايَا خَلَائِقَ أَحْكَمَ صُنْعَهَا وَفَطَرَهَا عَلَى مَا أَرَادَ وَابْتَدَعَهَا .

(وَمِنْهَا فِي صِفَةِ السَّمَاءِ) وَنَظَمَ بِلَا تَعْلِيقٍ رَهَوَاتِ فُرَجِهَا . وَلَاحَمَ صُدُوعَ انْفِرَاجِهَا وَوَشَّجَ

میں سے کسی کے برابر جانا اُس نے تیرا ہمسر بنا ڈالا۔ اور تیرا ہمسر بنانے والا تیری کتاب کی محکم آیتوں کے مضامین اور اُن حقائق کا جنہیں تیری طرف کے روشن دلائل واضح کر رہے ہیں منکر ہے تو وہ اللہ ہے کہ عقلوں کی حد میں گھر نہیں سکتا کہ اِن کی سوچ بچار کی زد پہ آکر کیفیات کو قبول کرلے اور نہ ان کے غور و فکر کی جولانیوں میں تیری سمائی ہے کہ تو محدود ہو کر اُن کے فکری تصرّفات کا پابند بن جائے۔

اِسی خُطبہ کا ایک حصّہ یہ ہے۔

اس نے جو چیزیں پیدا کیں۔ ان کا ایک اندازہ رکھا مضبوط و مستحکم، اور ان کا انتظام کیا۔ عمدہ و پاکیزہ، اور انہیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی آخری منزل کی حدوں سے آگے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک پہنچنے میں کوتاہی کی۔ جب انہیں اللہ کے ارادے پہ چل پڑنے کا حکم دیا گیا، تو انہوں نے سرتابی نہیں کی اور وہ ایسا کر ہی کیوں کرسکتی تھیں۔ جب کہ تمام امور اسی کی مشیئت و ارادہ سے صادر ہوتے ہیں وہ گوناگوں چیزوں کا موجد ہے بغیر کسی سوچ بچار کی طرف رجوع کئے اور بغیر طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر کسی تجربہ کے کہ جو زمانہ کے حوادث سے حاصل کیا ہو اور بغیر کسی شریک کے کہ جو ان عجیب و غریب چیزوں کی ایجاد میں اس کا معین و مددگار رہا ہو چنانچہ مخلوق (بن باکر) مکمل ہوگئی اور اس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکا دیا اور دوڑ کر

بَيْنَهَا وَبَيْنَ أَزْوَاجِهَا۔ وَذَلَّلَ لِلْهَابِطِينَ بِأَمْرِهِ وَالصَّاعِدِينَ بِأَعْمَالِ خَلْقِهِ حُزُونَةَ مِعْرَاجِهَا۔ نَادَاهَا بَعْدَ إِذْ هِيَ دُخَانٌ۔ فَالْتَحَمَتْ عُرَى أَشْرَاجِهَا۔ وَفَتَقَ بَعْدَ الِارْتِتَاقِ صَوَامِتَ أَبْوَابِهَا۔ وَأَقَامَ رَصَدًا مِنَ الشُّهُبِ الثَّوَاقِبِ عَلَى نِقَابِهَا وَأَمْسَكَهَا مِنْ أَنْ تَمُورَ فِي خَرْقِ الْهَوَاءِ بِأَيْدِهِ وَأَمَرَهَا أَنْ تَقِفَ مُسْتَسْلِمَةً لِأَمْرِهِ وَجَعَلَ شَمْسَهَا آيَةً مُبْصِرَةً لِنَهَارِهَا وَقَمَرَهَا آيَةً مَمْحُوَّةً مِنْ لَيْلِهَا فَأَجْرَاهُمَا فِي مَنَاقِلِ مَجْرَاهُمَا وَقَدَّرَ سَيْرَهُمَا فِي مَدَارِجِ دَرَجِهِمَا لِيُمَيِّزَ بَيْنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِهِمَا۔ وَلِيُعْلَمَ عَدَدُ السِّنِينَ وَالْحِسَابُ بِمَقَادِيرِهِمَا ثُمَّ عَلَّقَ فِي جَوِّهَا فَلَكَهَا۔ وَنَاطَ بِهَا زِينَتَهَا مِنْ خَفِيَّاتِ دَرَارِيِّهَا وَمَصَابِيحِ كَوَاكِبِهَا وَرَمَى مُسْتَرِقِي السَّمْعِ بِثَوَاقِبِ شُهُبِهَا وَأَجْرَاهَا عَلَى أَذْلَالِ تَسْخِيرِهَا مِنْ ثَبَاتِ ثَابِتِهَا وَمَسِيرِ سَائِرِهَا وَ

اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھی۔ نہ کسی دیر کرنے والے کی سی سست رفتاری دامن گیر ہوئی اور نہ کسی حیل حجت کرنے والے کی سی سستی اور ڈھیل حائل ہوئی اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھا پن کو سیدھا کر دیا اور ان کی حدیں معین کر دیں۔ اور اپنی قدرت سے ان متضاد چیزوں میں ہم رنگی و ہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے (بدنوں سے) جوڑ دیئے اور انہیں مختلف جنسوں پر بانٹ دیا۔ جو اپنی حدوں، اندازوں، طبیعتوں اور صورتوں میں جدا جدا ہیں۔ یہ نوایجاد مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اس نے مضبوط کی ہے اور اپنے ارادے کے مطابق اسے بنایا اور ایجاد کیا۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے آسمان کے وصف میں:-

اس نے بغیر (کسی چیز سے) وابستہ کئے اس کے شگافوں کے نشیب و فراز کو مرتب کر دیا اور اس کے دراڑوں کی کشادگیوں کو ملا دیا اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ دیا اور اس کے احکام کو لے کر اترنے والوں اور خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے والوں کے لیے اس کی بلندیوں کی دشوار گزاری کو آسان کر دیا ابھی وہ آسمان دھوئیں ہی کی شکل میں تھے کہ اللہ نے انہیں پکارا تو (فوراً) ان کے تسموں کے رشتے آپس میں متصل ہو گئے۔ اس نے ان کے بند دروازوں کو بستہ ہونے کے بعد کھول دیا اور ان کے سوراخوں پہ پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے نگہبان کھڑے کر دیئے اور

هُبُوْطِهَا وَ صُعُوْدِهَا وَ نُحُوْسِهَا
وَ سُعُوْدِهَا وَ مِنْهَا فِيْ صِفَةِ
الْمَلَآئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ثُمَّ
خَلَقَ سُبْحَانَهٗ لِإِسْكَانِ سَمٰوَاتِهٖ
وَ عِمَارَةِ الصَّفِيْحِ الْأَعْلٰى مِنْ
مَلَكُوْتِهٖ خَلْقًا بَدِيْعًا مِنْ مَلَآئِكَتِهٖ
مَلَأَ بِهِمْ فُرُوْجَ فِجَاجِهَا ـ وَحَشَا
بِهِمْ فُتُوْقَ أَجْوَائِهَا وَ بَيْنَ
فَجَوَاتِ تِلْكَ الْفُرُوْجِ زَجَلُ
الْمُسَبِّحِيْنَ مِنْهُمْ فِيْ حَظَائِرِ
الْقُدْسِ وَ سُتُرَاتِ الْحُجُبِ وَ
سُرَادِقَاتِ الْمَجْدِ ـ وَوَرَاءَ ذٰلِكَ
الرَّجِيْجِ الَّذِيْ تَسْتَكُّ مِنْهُ
الْأَسْمَاعُ سُبُحَاتُ نُوْرٍ تَرْدَعُ
الْأَبْصَارَ عَنْ بُلُوْغِهَا ـ فَتَقِفُ
خَاسِئَةً عَلٰى حُدُوْدِهَا ـ أَنْشَأَهُمْ
عَلٰى صُوَرٍ مُخْتَلِفَاتٍ وَ أَقْدَارٍ
مُتَفَاوِتَاتٍ ـ أُوْلِيْ أَجْنِحَةٍ تُسَبِّحُ
جَلَالَ عِزَّتِهٖ لَا يَنْتَحِلُوْنَ مَا ظَهَرَ
فِي الْخَلْقِ مِنْ صَنْعَتِهٖ ـ وَ لَا
يَدَّعُوْنَ أَنَّهُمْ يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا
مِمَّا انْفَرَدَ بِهٖ ـ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُوْنَ
لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ
يَعْمَلُوْنَ ـ جَعَلَهُمْ فِيْمَا هُنَالِكَ
أَهْلَ الْأَمَانَةِ عَلٰى وَحْيِهٖ وَ

انہیں اپنے زور سے روک دیا کہ کہیں وہ ہوا کے
پھیلاؤ میں اِدھر اُدھر نہ ہو جائیں اور انہیں مامور کیا کہ
وہ اس کے حکم کے سامنے سر جھکائے ہوئے اپنے
مرکز پر ٹھہرے رہیں۔ اس نے فلک کے سورج کو دن کی
روشن نشانی اور چاند کو رات کی دھندلی نشانی قرار دیا
ہے۔ اور انہیں ان کی منزلوں پر چلایا ہے اور ان
کی گزرگاہوں میں ان کی رفتار مقرر کر دی ہے تاکہ ان
کے ذریعہ سے شب و روز کی تمیز ہو سکے اور انہی کے
اعتبار سے برسوں کی گنتی اور (دوسرے) حساب
جانے جا سکیں۔ پھر یہ کہ اس نے آسمانی فضا میں اس
فلک کو آویزاں کیا اور اس میں اس کی آرائش کے
لیے ننھے ننھے موتیوں ایسے تارے اور چراغوں کی طرح
چمکتے ہوئے ستارے آویزاں کیے اور چوری چھپے
کان لگانے والوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے تیر
چلائے اور ستاروں کو اپنے جبر و قہر سے ان کے
ڈھرے پر لگایا کہ کوئی ثابت رہے اور کوئی سیار
کبھی اتار ہو۔ اور کبھی ابھار اور کسی میں نحوست ہو اور
کسی میں سعادت ۔"

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے فرشتوں کے وصف میں

پھر اللہ سبحانہ نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور
اپنی مملکت کے بلند طبقات کو آباد کرنے کے لیے فرشتوں
کی عجیب و غریب مخلوق پیدا کی ان سے آسمان کے وسیع
راستوں کا گوشہ گوشہ بھر دیا اور اس کی فضا کی وسعتوں
کا کونا کونا چھلکا دیا اور ان وسیع اطراف کی پہنا یوں

حَمَّلَهُمْ إِلَى الْمُرْسَلِينَ وَدَائِعَ
أَمْرِهِ وَنَهْيِهِ ۔ وَعَصَمَهُمْ مِنْ
رَيْبِ الشُّبُهَاتِ فَمَا مِنْهُمْ زَائِغٌ
عَنْ سَبِيلِ مَرْضَاتِهِ ۔ وَأَمَدَّهُمْ
بِفَوَائِدِ الْمَعُونَةِ ۔ وَأَشْعَرَ
قُلُوبَهُمْ تَوَاضُعَ إِخْبَاتِ السَّكِينَةِ
وَفَتَحَ لَهُمْ أَبْوَابًا ذُلُلًا إِلَى
تَمَاجِيدِهِ ۔ وَنَصَبَ لَهُمْ مَنَارًا
وَاضِحَةً عَلَى أَعْلَامِ تَوْحِيدِهِ
لَمْ تُثْقِلْهُمْ مُوصِرَاتُ الْآثَامِ ۔ وَ
لَمْ تَرْتَحِلْهُمْ عُقَبُ اللَّيَالِي وَ
الْأَيَّامِ ۔ وَلَمْ تَرْمِ الشُّكُوكُ
بِنَوَازِعِهَا عَزِيمَةَ إِيمَانِهِمْ وَ
لَمْ تَعْتَرِكِ الظُّنُونُ عَلَى مَعَاقِدِ
يَقِينِهِمْ وَلَا قَدَحَتْ قَادِحَةُ
الْإِحَنِ فِيمَا بَيْنَهُمْ ۔ وَلَا سَلَبَتْهُمُ
الْحَيْرَةُ مَا لَاقَ مِنْ مَعْرِفَتِهِ
بِضَمَائِرِهِمْ وَمَا سَكَنَ مِنْ
عَظَمَتِهِ وَهَيْبَةِ جَلَالَتِهِ فِي
أَثْنَاءِ صُدُورِهِمْ وَلَمْ تَطْمَعْ
فِيهِمُ الْوَسَاوِسُ فَتَقْتَرِعَ بِرَيْنِهَا
عَلَى فِكْرِهِمْ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ فِي
خَلْقِ الْغَمَامِ الدُّلَّحِ وَفِي عِظَمِ
الْجِبَالِ الشُّمَّخِ وَفِي قَتْرَةِ الظَّلَامِ
الْأَيْهَمِ وَمِنْهُمْ مَنْ خَرَقَتْ

ہیں تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں قدس و پاکیزگی کی
چار دیواریوں اور عظمت کے گہرے حجابوں اور بزرگی
وجلال کے سراپردوں میں گونجتی ہیں اور اس گونج کے
پیچھے جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں، تجلیات نور کی
اتنی فراوانیاں ہیں کہ جو نگاہوں کو اپنے تک پہنچنے سے
روک دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ ناکام و نامراد ہو کر اپنی جگہ
پر ٹھہری رہتی ہیں۔ اللہ نے ان (فرشتوں) کو جدا جدا
صورتوں اور الگ الگ پیمانوں پر پیدا کیا ہے۔ وہ
بال و پر رکھتے ہیں اور اس کے جلال و عزت کی تسبیح
کرتے رہتے ہیں۔ اور مخلوق میں جو اس کی صنعتیں اُجاگر
ہوئی ہیں، انہیں اپنی طرف نسبت نہیں دیتے اور نہ
یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی شے کو پیدا کر سکتے
ہیں کہ جس کے پیدا کرنے میں وہ منفرد و یکتا ہے۔ بلکہ وہ
اس کے معزز بندے ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اس
سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے کہنے پر چلتے ہیں
اللہ نے انہیں وہاں اپنی وحی کا امانتدار اور اپنے
اوامر و نواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی طرف
بھیجا ہے اور شک و شبہات کے خدشوں سے انہیں
محفوظ رکھا ہے۔ تو ان میں سے کوئی بھی اس کی رضاجوئی
کی راہ سے کترانے والا نہیں۔ اور اس نے اپنی
توفیق و اعانت سے ان کی دستگیری کی، اور خضوع و
خشوع کی عجز و شکستگی سے اُن کے دلوں کو ڈھانپ
دیا ہے اور تسبیح و تقدیس کی سہولتوں کے دروازے
ان کے لیے کھول دیئے ہیں اور اپنی توحید کے
نشانیوں پر ان کے لیے روشن مینار نصب کیے ہیں

أَقْدَامُهُمْ تُخُومَ الْأَرْضِ السُّفْلَى۔
فَهِيَ كَرَايَاتٍ بِيضٍ قَدْ نَفَذَتْ
فِي مَخَارِقِ الْهَوَاءِ۔ وَ تَحْتَهَا
رِيحٌ هَفَّافَةٌ تَحْبِسُهَا عَلَى
حَيْثُ انْتَهَتْ مِنَ الْحُدُودِ
الْمُتَنَاهِيَةِ۔ قَدِ اسْتَفْرَغَتْهُمْ
أَشْغَالُ عِبَادَتِهِ وَ وَصَلَتْ
حَقَائِقُ الْإِيمَانِ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ
مَعْرِفَتِهِ۔ وَ قَطَعَهُمُ الْإِيقَانُ بِهِ
إِلَى الْوَلَهِ إِلَيْهِ وَ لَمْ تُجَاوِزْ
رَغَبَاتُهُمْ مَا عِنْدَهُ إِلَى مَا عِنْدَ
غَيْرِهِ۔ قَدْ ذَاقُوا حَلَاوَةَ
مَعْرِفَتِهِ وَ شَرِبُوا بِالْكَأْسِ
الرَّوِيَّةِ مِنْ مَحَبَّتِهِ وَ تَمَكَّنَتْ
مِنْ سُوَيْدَاءِ قُلُوبِهِمْ وَ شِيجَةُ
خِيفَتِهِ فَحَنَوْا بِطُولِ الطَّاعَةِ
اعْتِدَالَ ظُهُورِهِمْ۔ وَ لَمْ يُنْفِدْ
طُولُ الرَّغْبَةِ إِلَيْهِ مَادَّةَ
تَضَرُّعِهِمْ وَ لَا أَطْلَقَ عَنْهُمْ
عَظِيمُ الزُّلْفَةِ رِبَقَ خُشُوعِهِمْ
وَ لَمْ يَتَوَلَّهُمُ الْإِعْجَابُ فَيَسْتَكْثِرُوا
مَا سَلَفَ مِنْهُمْ۔ وَ لَا تَرَكَتْ
لَهُمُ اسْتِكَانَةُ الْإِجْلَالِ نَصِيباً
فِي تَعْظِيمِ حَسَنَاتِهِمْ۔ وَ لَمْ
تَجْرِ الْفَتَرَاتُ فِيهِمْ عَلَى طُولِ

نہ گناہوں کی گرانباریوں نے انہیں دبا رکھا ہے، نہ
شب و روز کی گردشوں نے ان پر (سواری کے لیے)
پالان ڈالے ہیں اور نہ شکوک و شبہات نے ان کے ایمان
کے استحکام پر تیر چلائے ہیں اور نہ ان کے یقین کی پختگیوں
پر (اوہام و) ظنون نے دھاوا بولا ہے۔ اور نہ ان
کے درمیان کبھی کینہ و حسد کی چنگاریاں بھڑکی ہیں۔ اور نہ
حیرانی و سراسیمگی ان کے دلوں میں سرایت کی ہوئی معرفت
اور ان کے سینے کی تہوں میں جمی ہوئی عظمت خداوندی
و ہیبت جلال الٰہی کو چھین سکی ہے۔ نہ کبھی وسوسوں نے
ان پر دندان آز تیز کیا ہے، کہ ان کے فکروں کو زنگ
و تکدر سے آلودہ کر دیں۔ ان میں کچھ وہ ہیں جو اللہ کے
پیدا کردہ بوجھل بادلوں اور اونچے پہاڑوں کی بلندیوں
اور گھٹا ٹوپ اندھیروں کی سیاہیوں کی صورتوں میں ہیں
اور ان میں کچھ وہ ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ کی
حدوں کو چیر کر نکل گئے ہیں۔ تو وہ سفید جھنڈوں کے
مانند ہیں جو فضا کی وسعت کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ
گئے ہیں۔ اور ان پھریروں کے آخری سرے تک ایک
ہلکی ہوا چل رہی ہے جو انہیں روکے ہوئے ہے۔
ان فرشتوں کو عبادت کی مشغولیتوں نے ہر چیز سے
بے فکر بنا دیا۔ اور ایمان کے ٹھوس عقیدے ان
کے لیے اللہ کی معرفت کا وسیلہ بن گئے ہیں اور
یقین کامل نے اوروں سے ہٹا کر اسی سے اُن
کی لو لگا دی ہے۔ اللہ کی طرف کی نعمتوں کے
سوا کسی غیر کے عطا و انعام کی انہیں خواہش ہی نہیں
ہوتی۔ انہوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے

دُؤُوبِهِمْ وَلَمْ تَغِضْ رَغَبَاتُهُمْ
فَيُخَالِفُوا عَنْ رَجَاءِ رَبِّهِمْ
وَلَمْ تَجِفَّ لِطُولِ الْمُنَاجَاةِ
أَسَلَاتُ أَلْسِنَتِهِمْ وَلَا
مَلَكَتْهُمُ الْأَشْغَالُ فَتَنْقَطِعَ
بِهَمْسِ الْجُؤَارِ إِلَيْهِ أَصْوَاتُهُمْ
وَلَمْ تَخْتَلِفْ فِي مَقَاوِمِ
الطَّاعَةِ مَنَاكِبُهُمْ۔ وَلَمْ
يَثْنُوا إِلَى رَاحَةِ التَّقْصِيرِ
فِي أَمْرِهِ رِقَابَهُمْ وَلَا تَعْدُو
عَلَى عَزِيمَةِ جِدِّهِمْ بَلَادَةُ
الْغَفَلَاتِ وَلَا تَنْتَضِلُ فِي
هِمَمِهِمْ خَدَائِعُ الشَّهَوَاتِ
قَدِ اتَّخَذُوا ذَا الْعَرْشِ ذَخِيرَةً
لِيَوْمِ فَاقَتِهِمْ۔ وَيَمَّمُوهُ
عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ إِلَى
الْمَخْلُوقِينَ بِرَغْبَتِهِمْ لَا
يَقْطَعُونَ أَمَدَ غَايَةِ عِبَادَتِهِ
وَلَا يَرْجِعُ بِهِمُ الِاسْتِهْتَارُ
بِلُزُومِ طَاعَتِهِ إِلَّا إِلَى
مَوَادَّ مِنْ قُلُوبِهِمْ غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ
مِنْ رَجَائِهِ وَمَخَافَتِهِ۔
لَمْ تَنْقَطِعْ أَسْبَابُ الشَّفَقَةِ
مِنْهُمْ۔ فَيَنُوا فِي جِدِّهِمْ
وَلَمْ تَأْسِرْهُمُ الْأَطْمَاعُ

ہیں اور اس کی محبت کے سیراب کرنے والے جام سے
سرشار ہیں۔ اور ان کے دلوں کی تہ میں اس کا خوف
جڑ پکڑ چکا ہے، تو انہوں نے لمبی چوڑی عبادتوں
سے اپنی سیدھی کمریں ٹیڑھی کر لی ہیں اور ہمہ وقت اسی
کی طلب میں لگے رہنے کے باوجود ان کے تضرع و
عاجزی کے ذخیرے ختم نہیں ہوتے اور قرب الہٰی کی
بلندیوں کے باوجود خوف و خشوع کے پھندے اُن
(کے گلے) سے نہیں اُترتے۔ نہ ان میں کبھی خود پسندی
پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ خیال
کرنے لگیں اور نہ جلال پروردگار کے سامنے ان کے
عجز و انکسار نے یہ موقع آنے دیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں
کو بڑا سمجھ سکیں۔ ان میں مسلسل تعب اٹھانے کے باوجود
بھی سستی نہیں آنے پاتی، اور نہ ان کی طلب و رغبت
میں کبھی کمی پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنے پالنے والے کے
توقعات سے روگرداں ہو جائیں اور نہ مسلسل مناجاتوں
سے ان کی زبان کی نوکیں خشک ہوتی ہیں اور نہ کبھی ایسا
ہوا ہے کہ وہ دوسرے اشغال کی وجہ سے تضرع و زاری
کی آوازوں کو دھیما کر لیں اور نہ عبادت کی صفوں میں ان
کے شانے آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اور نہ وہ آرام
و راحت کی خاطر اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کر
کے اپنی گردنوں کو ادھر سے ادھر کرتے ہیں نہ اُن کی
کوششوں کے عزم پر غفلت کی نادانیاں حملہ آور ہوتی
ہیں، اور نہ ان کی (بلند) ہمتوں میں فریب دینے والے
وسوسوں کا گزر ہوتا ہے۔ انہوں نے احتیاج کے
دن کے لیے صاحب عرش کو اپنا ذخیرہ بنا رکھا

فَيُؤْثِرُوا وَشِيكَ السَّعْيِ
عَلَى اجْتِهَادِهِمْ - وَلَمْ
يَسْتَعْظِمُوا مَا مَضَى مِنْ
أَعْمَالِهِمْ - وَلَوِ اسْتَعْظَمُوا
ذٰلِكَ لَنَسَخَ الرَّجَاءُ مِنْهُمْ
شَفَقَاتِ وَجَلِهِمْ - وَلَمْ
يَخْتَلِفُوا فِي رَبِّهِمْ بِاسْتِحْوَاذِ
الشَّيْطَانِ عَلَيْهِمْ - وَلَمْ يُفَرِّقْهُمْ
سُوءُ التَّقَاطُعِ - وَلَا تَوَلَّاهُمْ
غِلُّ التَّحَاسُدِ - وَلَا شَعَبَتْهُمْ
مَصَارِفُ الرِّيَبِ وَلَا
اقْتَسَمَتْهُمْ أَخْيَافُ الْهِمَمِ
فَهُمْ أُسَرَاءُ إِيمَانٍ - لَمْ
يَفُكَّهُمْ مِنْ رِبْقَتِهِ زَيْغٌ وَ
لَا عُدُولٌ وَلَا وَنًى وَلَا
فُتُورٌ - وَلَيْسَ فِي أَطْبَاقِ
السَّمَاءِ مَوْضِعُ إِهَابٍ إِلَّا
وَعَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْ
سَاعٍ حَافِدٌ - يَزْدَادُونَ عَلَى
طُولِ الطَّاعَةِ بِرَبِّهِمْ عِلْمًا
وَتَزْدَادُ عِزَّةُ رَبِّهِمْ فِي
قُلُوبِهِمْ عِظَمًا -

(وَمِنْهَا) فِي صِفَةِ الْأَرْضِ
وَدَحْوِهَا عَلَى الْمَاءِ كَبَسَ
الْأَرْضَ عَلَى مَوْرِ أَمْوَاجٍ

ہے، اور جب دوسرے لوگ مخلوقات کی طرف اپنی
خواہشوں کو لے کر بڑھتے ہیں تو یہ بس اُسی سے لو لگاتے
ہیں۔ وہ اس کی عبادت کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے انہیں
عبادت کا والہانہ شوق (کسی اور طرف لے جانے کے
بجائے) ان کی قلبی امید و بیم کے ان ہی سرچشموں کی طرف
لے جاتا ہے، جن کے سوتے کبھی موقوف نہیں ہوتے خوف
کھانے کے دجوہ ختم نہیں ہوئے کہ وہ اپنی کوششوں میں
سستی کریں اور نہ دنیا کے طمعوں نے انہیں جکڑ
رکھا ہے کہ وہ دنیا کے لیے وقتی کوششوں کو اپنی
اس جد و جہد پر ترجیح دیں اور نہ انہوں نے اپنے
سابقہ اعمال کو کبھی بڑا سمجھا ہے، اور اگر بڑا سمجھتے
تو پھر امیدیں خوف خدا کے اندیشوں کو ان (کے صفحۂ
دل) سے مٹا دیتیں۔ اور نہ شیطان کے ورغلانے سے
ان میں باہم اپنے پروردگار کے متعلق کبھی کوئی اختلاف
پیدا ہوا، اور نہ ایک دوسرے سے کٹنے (اور بگاڑ
پیدا کرنے) کی وجہ سے پراگندہ و متفرق ہوئے،
اور نہ آپس میں حسد رکھنے کے سبب سے ان
کے دلوں میں کینہ و بغض پیدا ہوا اور نہ شک و شبہات
میں پڑنے کی وجہ سے تتر بتر ہوتے۔ اور نہ پست
ہمتیوں نے ان پر کبھی قبضہ کیا۔ وہ ایمان کے پابند
ہیں، انہیں اس کے بندھنوں سے کجی، روگردانی
سستی یا کاہلی نے کبھی نہیں چھڑایا۔ سطح آسمان پر کھال
کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی سجدہ کرنے
والا فرشتہ یا تیزی سے تگ و دو کرنے والا ملک
نہ ہو، پروردگار کی اطاعت کے بڑھنے سے ان کے

مُسْتَفْحِلَةٍ۔ وَلُجَجِ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ تَلْتَطِمُ أَوَاذِيُّ أَمْوَاجِهَا وَتَصْطَفِقُ مُتَقَاذِفَاتُ أَثْبَاجِهَا وَتَرْغُو زَبَدًا كَالْفُحُولِ عِنْدَ هِيَاجِهَا۔ فَخَضَعَ جِمَاحُ الْمَاءِ الْمُتَلَاطِمِ لِثِقَلِ حَمْلِهَا وَسَكَنَ هَيْجُ ارْتِمَائِهِ إِذْ وَطِئَتْهُ بِكَلْكَلِهَا۔ وَذَلَّ مُسْتَخْذِيًا إِذَا تَمَعَّكَتْ عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا فَأَصْبَحَ بَعْدَ اصْطِخَابِ أَمْوَاجِهِ سَاجِيًا مَقْهُورًا۔ وَفِي حَكَمَةِ الذُّلِّ مُنْقَادًا أَسِيرًا۔ وَسَكَنَتِ الْأَرْضُ مَدْحُوَّةً فِي لُجَّةِ تَيَّارِهِ۔ وَرَدَّتْ مِنْ نَخْوَةِ بَأْوِهِ وَاعْتِلَائِهِ وَشُمُوخِ أَنْفِهِ وَسُمُوِّ غُلَوَائِهِ وَكَعَمَتْهُ عَلَى كِظَّةِ جَرْيَتِهِ فَهَمَدَ بَعْدَ نَزَقَاتِهِ وَلَبَدَ بَعْدَ زَيَفَانِ وَثَبَاتِهِ فَلَمَّا سَكَنَ هِيَاجُ الْمَاءِ مِنْ تَحْتِ أَكْنَافِهَا وَحَمْلِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ الْبُذَّخِ عَلَى أَكْتَافِهَا فَجَّرَ يَنَابِيعَ الْعُيُونِ مِنْ عَرَانِينِ أُنُوفِهَا۔ وَفَرَّقَهَا فِي سُهُوبِ بِيدِهَا وَأَخَادِيدِهَا وَعَدَّلَ حَرَكَاتِهَا بِالرَّاسِيَاتِ مِنْ جَلَامِيدِهَا وَذَوَاتِ الشَّنَاخِيبِ

علم میں زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت کی عظمت و جلالت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے

" جس میں زمین اور اس کے پانی پر بچھائے جانے کی کیفیت بیان فرمائی ہے"۔

(اللہ نے) زمین کو تہ و بالا ہونے والی مہیب لہروں اور بھرپور سمندروں کی انتھاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اٹھتی تھیں اور اس طرح پھین دے رہی تھیں جس طرح مستی و ہیجان کے عالم میں نر اونٹ۔ چنانچہ اس متلاطم پانی کی طغیانیاں زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرو ہو گئیں، اور جب اس نے اپنا سینہ اس پر ٹیک کر اسے روندا تو سارا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا اور جب اپنے شانے ٹکا کر اس پر لوٹی، تو وہ ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ رام ہو گیا۔ کہاں تو اس کی موجیں دندنا رہی تھیں کہ اب عاجز و بے بس ہو کر تھم گیا، اور ذلت کی لگاموں میں اسیر ہو کر مطیع ہو گیا، اور زمین اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن پھیلا کر ٹھہر گئی اور اس کے اٹھلانے اور سر اٹھانے کے غرور اور تکبر سے ناک اوپر چڑھانے اور بہاؤ میں تفوق و سربلندی دکھانے کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس کی روانی کی بے اعتدالیوں پر ایسے بند باندھے کہ وہ اچھلنے کودنے کے بعد (بالکل بے دم) ہو کر ٹھہر گیا

الشُّمِّ مِنْ صَيَاخِيْدِهَا ۔ فَسَكَنَتْ
مِنَ الْمَيَدَانِ لِرُسُوْبِ الْجِبَالِ فِيْ
قِطَعِ اَدِيْمِهَا ۔ وَ تَغَلْغُلِهَا
مُتَسَرِّبَةً فِيْ جَوْبَاتِ خَيَاشِيْمِهَا
وَرُكُوْبِهَا اَعْنَاقَ سُهُوْلِ الْاَرَضِيْنَ
وَجَرَاثِيْمِهَا وَ فَسَحَ بَيْنَ الْجَوِّ
وَبَيْنَهَا ۔ وَ اَعَدَّ الْهَوَآءَ مُتَنَسَّمًا
لِسَاكِنِهَا ۔ وَ اَخْرَجَ اِلَيْهَا اَهْلَهَا
عَلٰى تَمَامِ مَرَافِقِهَا ثُمَّ لَمْ يَدَعْ
جُرُزَ الْاَرْضِ الَّتِيْ تَقْصُرُ مِيَاهُ
الْعُيُوْنِ عَنْ رَوَابِيْهَا وَلَا تَجِدُ
جَدَاوِلُ الْاَنْهَارِ ذَرِيْعَةً اِلٰى
بُلُوْغِهَا حَتّٰى اَنْشَاَلَهَا نَاشِئَةَ
سَحَابٍ تُحْيِيْ مَوَاتَهَا وَتَسْتَخْرِجُ
نَبَاتَهَا ۔ اَلَّفَ غَمَامَهَا بَعْدَ
افْتِرَاقِ لُمَعِهٖ وَتَبَايُنِ قَزَعِهٖ
حَتّٰى اِذَا تَمَخَّضَتْ لُجَّةُ الْمُزْنِ
فِيْهِ ۔ وَالْتَمَعَ بَرْقُهٗ فِيْ كُفَفِهٖ وَ
لَمْ يَنَمْ وَمِيْضُهٗ فِيْ كَنَهْوَرِ
رَبَابِهٖ وَ مُتَرَاكِمِ سَحَابِهٖ
اَرْسَلَهٗ سَحًّا مُتَدَارِكًا ۔ قَدْ اَسَفَّ
هَيْدَبُهٗ ، تَمْرِيْهِ الْجَنُوْبُ دِرَرَ
اَهَاضِيْبِهٖ وَ دُفَعَ شَآبِيْبِهٖ ۔ فَلَمَّا
اَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بَوَانِيْهَا ،
وَ بَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ مِنَ

اور جست و خیز کی سرمستیاں دکھا کر تھم گیا۔ جب اس کے
کناروں کے نیچے پانی کی طغیانی کا زور و شور سکون
پذیر ہوا۔ اور اس کے کاندھوں پر اونچے اونچے
اور چوڑے چکلے پہاڑوں کا بوجھ لدگیا، تو (اللہ نے)
اس کی ناک کے بانسوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے
جنہیں دور دور دراز جنگلوں اور کھدے ہوئے گڑھوں
میں پھیلا دیا۔ اور پتھروں کی مضبوط چٹانوں اور بلند
چوٹیوں والے پتھریلے پہاڑوں سے اس کی حرکت
میں اعتدال پیدا کیا۔ چنانچہ اس کی سطح کے مختلف حصّوں
میں پہاڑوں کے ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی
تہ میں گھس جانے اور اس کے ہموار حصّوں کی بلندیوں اور
پست سطحوں پر سوار ہو جانے کی وجہ سے اس کی
تھرتھراہٹ جاتی رہی اور اللہ نے زمین سے لے کر
فضائے بسیط تک پھیلاؤ اور وسعت رکھی اور اس میں
رہنے والوں کو سانس لینے کو ہوا مہیا کی اور اس میں بسنے
والوں کو ان کی تمام ضروریات کے ساتھ ٹھہرایا، پھر اس نے
چٹیل زمینوں کو کہ جن کی بلندیوں تک نہ چشموں کا پانی پہنچ
سکتا ہے اور نہ نہروں کے نالے وہاں تک پہنچنے کا کوئی
ذریعہ رکھتے ہیں۔ یونہی نہیں رہنے دیا، بلکہ ان کے لیے
ہوا پر اٹھنے والی گھٹائیں پیدا کیں جو مردہ زمین میں زندگی
کی لہریں دوڑا دیتی ہیں۔ اور اس سے گھاس پات اگاتی
ہیں، اس نے ابر کی بکھری ہوئی چمکیلی ٹکڑیوں اور پراگندہ
بدلیوں کو ایک جا کر کے ابر محیط بنایا، اور جب اس
کے اندر پانی کے ذخیرے حرکت میں آگئے اور اس کے
کناروں میں بجلیاں تڑپنے لگیں اور برق کی چمک سفید ابروں کی

الْعِبْءِ الْمَحْمُوْلِ عَلَيْهَا أَخْرَجَ بِهٖ مِنْ هَوَامِدِ الْأَرْضِ النَّبَاتَ وَ مِنْ زُعْرِ الْجِبَالِ الْأَعْشَابَ فَهِيَ تَبْهَجُ بِزِيْنَةِ رِيَاضِهَا وَ تَزْدَهِيْ بِمَآ أُلْبِسَتْهُ مِنْ رَيْطِ أَزَاهِيْرِهَا وَ حِلْيَةِ مَا سُمِطَتْ بِهٖ مِنْ نَاضِرِ أَنْوَارِهَا وَ جَعَلَ ذٰلِكَ بَلَاغًا لِلْأَنَامِ وَ رِزْقًا لِلْأَنْعَامِ وَ خَرَقَ الْفِجَاجَ فِيْ آفَاقِهَا وَ أَقَامَ الْمَنَارَ لِلسَّالِكِيْنَ عَلٰى جَوَآدِّ طُرُقِهَا فَلَمَّا مَهَدَ أَرْضَهُ وَ أَنْفَذَ أَمْرَهُ اخْتَارَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خِيَرَةً مِنْ خَلْقِهٖ وَ جَعَلَهُ أَوَّلَ جِبِلَّتِهٖ وَ أَسْكَنَهُ جَنَّتَهُ وَ أَرْغَدَ فِيْهَا أُكُلَهُ، وَ أَوْعَزَ إِلَيْهِ فِيْمَا نَهَاهُ عَنْهُ - وَ أَعْلَمَهُ أَنَّ فِي الْإِقْدَامِ عَلَيْهِ التَّعَرُّضَ لِمَعْصِيَتِهٖ . وَ الْمُخَاطَرَةَ بِمَنْزِلَتِهٖ فَأَقْدَمَ عَلٰى مَا نَهَاهُ عَنْهُ مُوَافَاةً لِسَابِقِ عِلْمِهٖ فَأَهْبَطَهُ بَعْدَ التَّوْبَةِ لِيَعْمُرَ أَرْضَهُ بِنَسْلِهٖ وَ لِيُقِيْمَ الْحُجَّةَ بِهٖ عَلٰى عِبَادِهٖ . وَ لَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ أَنْ قَبَضَهُ مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ

تہوں اور گھنے بادلوں کے اندر مسلسل جاری رہی تو اللہ نے انہیں موسلا دھار برسنے کے لیے بھیج دیا۔ اس طرح کہ اس کے پانی سے بھرے ہوئے بوجھل ٹکڑے زمین پر منڈلا رہے تھے اور جنوبی ہوائیں انہیں مسل مسل کر برسنے والے مینہ کی بوندیں اور ایک دم ٹوٹ پڑنے والی بارش کے جھالے برسا رہی تھیں۔ جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پیروں سمیت زمین پر ٹیک دیا اور پانی کا سارا لدا لدایا بوجھ اس پر پھینک دیا، تو اللہ نے اُفتادہ زمینوں سے سرسبز کھیتیاں اگائیں اور خشک پہاڑوں پر ہرا بھرا سبزہ پھیلا دیا زمین بھی اپنے مرغزاروں کے بناؤ سنگار سے خوش ہو کر جھومنے لگی اور ان شگوفوں کی اوڑھنیوں سے جو اسے اوڑھا دی گئی تھیں اور ان شگفتہ و شاداب کلیوں کے زیوروں سے جو اُسے پہنا دیئے گئے تھے اترانے لگی۔ اللہ نے ان چیزوں کو لوگوں کی زندگی کا وسیلہ اور چوپاؤں کا رزق قرار دیا ہے اور اسی نے زمین کی سمتوں میں کشادہ راستے نکالے ہیں، اور اس کی شاہراہوں پر چلنے والوں کے لیے روشنی کے مینار نصب کیے ہیں۔

جب اللہ نے فرشِ زمین بچھا لیا اور اپنا کام پورا کر لیا تو آدم علیہ السّلام کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کر لیا اور انہیں نوعِ انسانی کی فردِ اوّل قرار دیا۔ اور انہیں اپنی جنّت میں ٹھہرایا جہاں دل کھول کر ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور جس سے منع کرنا تھا۔ اس سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا، اور یہ بتا دیا تھا۔ اُس کی طرف قدم بڑھانے میں عدول حکمی کی آلائش ہے اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ لیکن

حُجَّةَ رُبُوبِيَّتِهِ - وَ يَصِلُ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلَى أَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ أَنْبِيَائِهِ، وَ مُتَحَمِّلِي وَ دَائِعِ رِسَالَاتِهِ قَرْناً فَقَرْناً حَتَّى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ حُجَّتُهُ، وَ بَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهُ وَ نُذُرُهُ وَ قَدَّرَ الْأَرْزَاقَ فَكَثَّرَهَا وَ قَلَّلَهَا. وَ قَسَّمَهَا عَلَى الضِّيقِ وَ السَّعَةِ فَعَدَلَ فِيهَا لِيَبْتَلِيَ مَنْ أَرَادَ بِمَيْسُورِهَا وَ مَعْسُورِهَا. وَ لِيَخْتَبِرَ بِذَلِكَ الشُّكْرَ وَ الصَّبْرَ مِنْ غَنِيِّهَا وَ فَقِيرِهَا. ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِهَا عَقَابِيلَ فَاقَتِهَا، وَ بِسَلَامَتِهَا طَوَارِقَ آفَاتِهَا، وَ بِفُرَجِ أَفْرَاحِهَا غُصَصَ أَتْرَاحِهَا. وَ خَلَقَ الْآجَالَ فَأَطَالَهَا وَ قَصَّرَهَا وَ قَدَّمَهَا وَ أَخَّرَهَا. وَ وَصَلَ بِالْمَوْتِ أَسْبَابَهَا. وَ جَعَلَهُ خَالِجاً لِأَشْطَانِهَا وَ قَاطِعاً لِمَرَائِرِ أَقْرَانِهَا. عَالِمُ السِّرِّ مِنْ ضَمَائِرِ الْمُضْمِرِينَ وَ نَجْوَى الْمُتَخَافِتِينَ. وَ خَوَاطِرِ رَجْمِ الظُّنُونِ، وَ عُقَدِ عَزِيمَاتِ

جس چیز سے انہیں روکا تھا۔ انہوں نے اسی کا رُخ کیا جیسا کہ پہلے ہی سے اس کے علم میں تھا۔ چنانچہ توبہ کے بعد انہیں جنت سے نیچے اتار دیا، تاکہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد کرے اور ان کے ذریعے بندوں پر حجت پیش کرے اللہ نے آدمؑ کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیّت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں۔ اور بندوں کے لیے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں، اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ وُہ حجت (پوری طرح) تمام ہو گئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطۂ اختتام کو پہنچ گیا اس نے روزیاں مقرر کر رکھی ہیں (کسی کے لیے) زیادہ اور (کسی کے لیے) کم اور اس کی تقسیم میں کہیں تنگی رکھی ہے اور کہیں فراخی اور یہ بالکل عدل کے مطابق تھا اس طرح کہ اس نے جس جس صورت سے چاہا امتحان لیا ہے۔ رزق کی آسانی یا دشواری کے ساتھ اور مال دار اور فقیر کے شکر اور صبر کو جانچا ہے۔ پھر اس نے رزق کی فراخیوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرے اور اس کی سلامتیوں میں نت نئی آفتوں کے وغدغے اور فراخی و وسعت کی شادمانیوں کے ساتھ غم و غصہ کے گلوگیر پھندے بھی لگا رکھے ہیں۔ اس نے زندگی کی (مختلف) مدتیں مقرر کی ہیں، کسی کو زیادہ اور کسی کو کم، کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کر دیا ہے اور ان مدتوں کی رسیوں کی موت سے گرہ

الْيَقِيْنِ۔ وَ مَسَارِقِ اِيْمَاضِ
الْجُفُوْنِ، وَ مَا ضَمِنَتْهُ اَكْنَانُ
الْقُلُوْبِ وَ غَيَابَاتُ الْغُيُوْبِ، وَ
مَا اَصْغَتْ لِاسْتِرَاقِهٖ مَصَائِخُ
الْاَسْمَاعِ، وَ مَصَائِفِ الذَّرِّ
وَ مَشَاتِي الْهَوَامِّ وَ رَجْعِ الْحَنِيْنِ
مِنَ الْمُوْلَهَاتِ وَ هَمْسِ الْاَقْدَامِ
وَ مُنْفَسَحِ الثَّمَرَةِ مِنْ وَلَائِجِ
غُلُفِ الْاَكْمَامِ، وَ مُنْقَمَعِ الْوُحُوْشِ
مِنْ غِيْرَانِ الْجِبَالِ وَ اَوْدِيَتِهَا
وَ مُخْتَبَاِ الْبَعُوْضِ بَيْنَ سُوْقِ
الْاَشْجَارِ وَ اَلْحِيَتِهَا، وَ مَغْرَزِ
الْاَوْرَاقِ مِنَ الْاَفْنَانِ، وَ مَحَطِّ
الْاَمْشَاجِ مِنْ مَسَارِبِ الْاَصْلَابِ
وَ نَاشِئَةِ الْغُيُوْمِ وَ مُتَلَاحِمِهَا
وَ دُرُوْرِ قَطْرِ السَّحَابِ فِيْ
مُتَرَاكِمِهَا۔ وَ مَا تَسْفِي الْاَعَاصِيْرُ
بِذُيُوْلِهَا وَ تَعْفُوا الْاَمْطَارُ
بِسُيُوْلِهَا وَ عَوْمِ بَنَاتِ الْاَرْضِ
فِيْ كُثْبَانِ الرِّمَالِ، وَ مُسْتَقَرِّ
ذَوَاتِ الْاَجْنِحَةِ بِذُرٰى
شَنَاخِيْبِ الْجِبَالِ وَ تَغْرِيْدِ ذَوَاتِ
الْمَنْطِقِ فِيْ دَيَاجِيْرِ الْاَوْكَارِ
وَ مَا اَوْعَبَتْهُ الْاَصْدَافُ، وَ
حَضَنَتْ عَلَيْهِ اَمْوَاجُ الْبِحَارِ

لگا دی ہے اور وہ موت ان کو کھینچے لیے جاتی ہے اور
ان کے مضبوط رشتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیے دیتی ہے۔
وہ بھید چھپانے والوں کی نیتوں، کھسر پھسر کرنے
والوں کی سرگوشیوں، ظنوں اور بے بنیاد خیالوں، دل
میں جمے ہوئے یقینی ارادوں، پلکوں (کے نیچے) لنکھیوں
کے اشاروں، دل کی تہوں اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی
ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور (ان آوازوں کا سننے والا
ہے) جن کو کان لگا کر سننے کے لیے کانوں کے سوراخوں
کو جھکنا پڑتا ہے اور چیونٹیوں کے موسم گرما کے مسکنوں اور
حشرات الارض کے موسم سرما بسر کرنے کے مقاموں سے
آگاہ ہے اور پسر مردہ عورتوں کے (درد بھرے) نالوں کی
گونج اور قدموں کی چاپ کا سننے والا ہے اور سبز پتیوں
کے غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشوونما
پانے کی جگہوں اور پہاڑوں کی کھوؤں اور ان کے نشیبوں میں
وحشی جانوروں کی پناہ گاہوں اور درختوں کے تنوں اور
ان کے چھلکوں میں مچھروں کے سر چھپانے کے سوراخوں
اور شاخوں میں پتیوں کے پھوٹنے کی جگہوں اور صلب
کی گذرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں اور زمین سے اٹھنے
والے ابر کے ٹکڑوں اور آپس میں جڑے ہوئے بادلوں
اور تہ بہ تہ جمے ہوئے ابروں سے ٹپکنے والے بارش
کے قطروں سے باخبر ہے۔ اور ریگ (بیابان) کے ذرّے
جنہیں بادگولوں نے اپنے دامنوں سے اڑایا ہے اور
وہ نشانات جنہیں بارشوں کے سیلابوں نے مٹا ڈالا
ہے اس کے علم میں ہیں، اور ریت کے ٹیلوں پر زمین
کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سربلند پہاڑوں کی چوٹیوں

وَ مَا غَشِيَتْهُ سُدْفَةُ لَيْلٍ أَوْ
ذَرَّ عَلَيْهِ شَارِقُ نَهَارٍ. وَ مَا
اعْتَقَبَتْ عَلَيْهِ أَطْبَاقُ الدَّيَاجِيرِ
وَ سُبُحَاتُ النُّورِ. وَ أَثَرِ كُلِّ
خَطْوَةٍ. وَ حِسِّ كُلِّ حَرَكَةٍ وَ
رَجْعِ كُلِّ كَلِمَةٍ. وَ تَحْرِيكِ كُلِّ
شَفَةٍ، وَ مُسْتَقَرِّ كُلِّ نَسَمَةٍ
وَ مِثْقَالِ كُلِّ ذَرَّةٍ، وَ هَمَاهِمِ
كُلِّ نَفْسٍ هَامَّةٍ. وَ مَا عَلَيْهَا مِنْ
ثَمَرِ شَجَرَةٍ، أَوْ سَاقِطِ وَرَقَةٍ
أَوْ قَرَارَةِ نُطْفَةٍ أَوْ نُقَاعَةِ دَمٍ
وَ مُضْغَةٍ. أَوْ نَاشِئَةِ خَلْقٍ
وَ سُلَالَةٍ. لَمْ تَلْحَقْهُ فِي ذٰلِكَ
كُلْفَةٌ. وَ لَا اعْتَرَضَتْهُ فِي حِفْظِ
مَا ابْتَدَعَهُ مِنْ خَلْقِهِ عَارِضَةٌ
وَ لَا اعْتَوَرَتْهُ فِي تَنْفِيذِ الْأُمُورِ
وَ تَدَابِيرِ الْمَخْلُوقِينَ مَلَالَةٌ وَ
لَا فَتْرَةٌ. بَلْ نَفَذَ فِيهِمْ
عِلْمُهُ وَ أَحْصَاهُمْ عَدُّهُ، وَ وَسِعَهُمْ
عَدْلُهُ، وَ غَمَرَهُمْ فَضْلُهُ مَعَ
تَقْصِيرِهِمْ عَنْ كُنْهِ مَا هُوَ أَهْلُهُ.
اَللّٰهُمَّ أَنْتَ أَهْلُ الْوَصْفِ
الْجَمِيلِ وَ التَّعْدَادِ الْكَثِيرِ
إِنْ تُؤَمَّلْ فَخَيْرُ مَأْمُولٍ، وَ إِنْ
تُرْجَ فَخَيْرُ مَرْجُوٍّ. اَللّٰهُمَّ وَ

پر بال و پر رکھنے والے طائروں کے نشیمنوں اور گھونسلوں
کی اندھیاریوں میں چہچہانے والے پرندوں کے نغموں
کو جانتا ہے اور جن چیزوں کو سیپیوں نے سمیٹ رکھا
ہے اور جن چیزوں کو دریا کی موجیں اپنے پہلو کے نیچے
دبائے ہوئے ہیں اور جن کو رات (کی تاریک چادروں)
نے ڈھانپ رکھا ہے اور جن پر دن کے سورج نے اپنی
کرنوں سے نور بکھیرا ہے اور جن پر کبھی ظلمت کی تہیں جم
جاتی ہیں اور کبھی نور کے دھارے بہہ نکلتے ہیں پہچانتا
ہے۔ وہ ہر قدم کا نشان، ہر چیز کی حس و حرکت، ہر لفظ
کی گونج، ہر ہونٹ کی جنبش، ہر جاندار کا ٹھکانا، ہر ذرے
کا وزن اور ہر جی دار کی سسکیوں کی آواز اور جو کچھ بھی
اس زمین پر ہے، سب اس کے علم میں ہے۔
وہ درختوں کا پھل ہو یا ٹوٹ کر گرنے والا پتہ، یا نطفے
یا منجمد خون کا ٹھکانا اور لوتھڑا یا (اس کے بعد) بننے
والی مخلوق اور پیدا ہونے والا بچہ (ان چیزوں کے
جاننے میں) اسے کلفت و تعب اٹھانا نہیں پڑی اور نہ
اسے اپنی مخلوق کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ درپیش ہوئی
اور نہ اسے اپنے احکام کے چلانے اور مخلوقات کا
انتظام کرنے سے سستی اور تھکن لاحق ہوئی بلکہ اس کا علم
تو ان چیزوں کے اندر تک اترا ہوا ہے اور ایک ایک
چیز اس کے شمار میں ہے۔ اس کا عدل ہمہ گیر، اور اس
کا فضل سب کے شامل حال ہے، اور اس کے ساتھ
وہ اس کے شایان شان حق کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔
اے خدا! تو ہی توصیف و ثنا اور انتہائی درجہ تک
سراہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر تجھ سے آس لگائی

قَدْ بَسَطْتَ لِي فِيمَا لَا أَمْدَحُ بِهِ
غَيْرَكَ، وَلَا أُثْنِي بِهِ عَلَى
أَحَدٍ سِوَاكَ وَلَا أُوَجِّهُهُ إِلَى
مَعَادِنِ الْخَيْبَةِ وَمَوَاضِعِ الرِّيبَةِ
وَعَدَلْتَ بِلِسَانِي عَنْ مَدَائِحِ
الْآدَمِيِّينَ وَالثَّنَاءِ عَلَى
الْمَرْبُوبِينَ الْمَخْلُوقِينَ اَللّٰهُمَّ
وَلِكُلِّ مُثْنٍ عَلَى مَنْ أَثْنَى عَلَيْهِ
مَثُوبَةٌ مِنْ جَزَاءٍ أَوْ عَارِفَةٌ مِنْ
عَطَاءٍ۔ وَقَدْ رَجَوْتُكَ دَلِيلًا
عَلَى ذَخَائِرِ الرَّحْمَةِ وَكُنُوزِ
الْمَغْفِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ وَهٰذَا مَقَامُ
مَنْ أَفْرَدَكَ بِالتَّوْحِيدِ الَّذِي
هُوَ لَكَ وَلَمْ يَرَ مُسْتَحِقًّا لِهٰذِهِ
الْمَحَامِدِ وَالْمَمَادِحِ غَيْرَكَ وَ
بِي فَاقَةٌ إِلَيْكَ لَا يَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا
إِلَّا فَضْلُكَ وَلَا يَنْعَشُ مِنْ خَلَّتِهَا
إِلَّا مَنُّكَ وَجُودُكَ فَهَبْ لَنَا فِي
هٰذَا الْمَقَامِ رِضَاكَ وَأَغْنِنَا عَنْ
مَدِّ الْأَيْدِي إِلَى سِوَاكَ إِنَّكَ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

جائے، تو تو دلوں کی بہترین ڈھارس ہے اور اگر تجھ سے
اُمیدیں باندھی جائیں، تو تو بہترین سرچشمۂ امید ہے۔ تو
نے مجھے ایسی قوّت بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے
علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں، اور میں
اپنی مدح کا رُخ کبھی ان لوگوں کی طرف نہیں موڑنا چاہتا
جو نا امیدیوں کا مرکز اور بدگمانیوں کے مقامات ہیں۔ تو
نے میری زبان کو انسانوں کی مدح اور پروردہ مخلوق کی
تعریف و ثنا سے ہٹا لیا ہے۔ بار الٰہا! ہر ثناء گستر
کے لیے اپنے ممدُوح پر انعام و کرام اور عطا و بخشش
پانے کا حق ہوتا ہے۔ اور میں تجھ سے امید لگائے
بیٹھا ہوں یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے
خزانوں کا پتہ دینے والا ہے۔ خدایا! یہ تیرے
سامنے وُہ شخص کھڑا ہے جس نے تیری توحید و یکتائی
میں تجھے منفرد مانا ہے اور ان ستائشوں اور تعریفوں
کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا۔ میری احتیاج تجھ
سے وابستہ ہے۔ تیری ہی بخششوں اور کامرانیوں سے
اس کی بے نوائی کا علاج ہو سکتا ہے۔ اور اس کے
فقر و فاقہ کو تیرا ہی جود و احسان سہارا دے سکتا ہے
ہمیں تو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں بخش دے اور دوسروں
کی طرف دستِ طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دے
تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

---

[1] اس خطبہ کا نام "خطبۂ اشباح" ہے۔ اشباح شبح کی جمع ہے، جس کے معنی ڈھانچے کے ہوتے ہیں، چونکہ اس میں ملائکہ اور مختلف قسم کے پیکروں کا تذکرہ ہے۔ اس لیے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے۔
مسعدہ ابن صدقہ عبدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرتؑ سائل کے سوال پر برہم ہوئے

تو مسجدِ کوفہ میں ایک جمِ غفیر کے سامنے یہ خطبہ دیا۔ سائل پر برہم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا سوال تکلیفِ شرعی سے غیر متعلق اور حدودِ امکان سے باہر تھا۔

ﻟﮯ خداوندِ عالم رزق کا ضامن اور روزی کا کفیل ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔

وما من دآبۃ الا علی اللہ رزقھا۔ زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کا ذمہ اللہ نے نہ لیا ہو

لیکن اس کے ضامن رزق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سب کے لیے زندگی و معیشت کے سروسامان مہیا کر دیئے ہیں۔ اور جنگلوں، پہاڑوں، دریاؤں، معدنوں اور زمین کی وسعتوں میں سب کا حصّہ یکساں رکھا ہے اور ہر ایک کو ان سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا ہے۔ اس کے انعامات کسی ایک سے مخصوص نہیں ہیں اور نہ اس کے رزق کا دروازہ کسی کے لیے بند ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

کلّا نمدّ ھٰؤلآءِ وھٰؤلآءِ من عطآءِ ربّک وما کان عطآءُ ربّک محظورًا۔ ہم ان کی اور ان کی تمہارے پروردگار کی بخششوں سے مدد کرتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی کے لیے بند نہیں۔"

٭ ٭ ٭

اب اگر کوئی تن آسانی و سہولت پسندی کی وجہ سے ان چیزوں کو حاصل نہ کرے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے، تو ایسا نہیں کہ گھر بیٹھے روزی پہنچ جایا کرے۔ اس نے تو زمین پر گوناگوں نعمتوں کے خوان چن دیئے ہیں۔ لیکن انہیں حاصل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ سمندر کی تہ میں موتی بکھیر دیئے ہیں۔ لیکن انہیں نکالنے کے لئے غوطہ زنی کی حاجت ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں لعل و جواہر بھر دیئے ہیں۔ لیکن کوہ کنی کے بغیر ان تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ زمین میں نمو کے خزانے موجود ہیں۔ مگر تخم پاشی کے بغیر ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ دنیا میں چوطرفہ رزق کے انبار بکھرے ہوئے ہیں سفر کی مشقتوں کے بغیر انہیں سمیٹا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے۔"

فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ۔ زمین کے اطراف و جوانب میں چلو پھرو، اور اس کا رزق کھاؤ۔

اس کے رازق ہونے کے یہ معنی نہیں کہ نہ کد و کاوش کرنا پڑے نہ تلاشِ معاش میں گھر سے نکلنا پڑے اور خود بخود روزی پہنچ جایا کرے۔ بلکہ رازق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے زمین میں نشو و نما کی صلاحیت پیدا کی۔ روئیدگی کے لیے بادل برسائے۔ پھل، سبزیاں، اور غلے پیدا کیے۔ یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہے۔ لیکن ان کا حاصل کرنا سعی و عمل سے وابستہ ہے۔ جو جد و جہد کرے گا۔ وہ اپنی کوشش و ریاضت کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوگا اور جو اپنی کوشش سے ہاتھ اٹھا لے گا، وہ اپنی سستی و کوتاہی کے نتائج سے دوچار ہوگا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ انسان کو وہی حاصل ہوتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے

نظامِ قدرت اسی پر قائم ہے کہ بوؤ اور کاٹو، اور بوئے بغیر روئیدگی کی امید رکھنا، اور کیے بغیر نتائج کی آس لگانا غلط ہے اعضاؤ جوارح ہیں ہی اسی لیے کہ انہیں برسرِ عمل رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت باری تعالیٰ کا جناب مریم علیہا السلام سے خطاب ہے

وَهُزِّيٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۔ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا ۔

"تم خرمے کے درخت کا تنہ اپنی طرف ہلاؤ تم پر پکے ہوئے خرمے گریں گے، انہیں کھاؤ اور (چشمے کا پانی) پیو، اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔"

قدرت نے حضرت مریم علیہا السّلام کے لیے کھانے پینے کا سامان مہیّا کر دیا۔ لیکن ایسا نہیں کیا کہ خرموں کو درخت سے اتار کر ان کی جھولی میں ڈال دیا ہو۔ کیونکہ جہاں تک رزق کے پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ اسی کا کام ہے۔ اس لیے درخت کو سرسبز و شاداب کیا، اس میں پھل لگائے اور پھلوں کو پختہ کر دیا۔ لیکن جب انہیں اتارنے کی نوبت آتی ہے، تو قدرت دخل نہیں دیتی۔ صرف حضرت مریمؑ کو ان کا کام یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو ہلائیں، اور اپنے رزق کو حاصل کریں۔

اگر اس کی رازقیت کے یہی معنی ہیں کہ جو دیتا ہے وہی دیتا ہے اور جو ملتا ہے اسی کی طرف سے ملتا ہے" تو پھر انسان جو کچھ بھی کھائے کمائے گا، اور جس طرح بھی حاصل کرے گا، وہ اس کے لیے حلال ہی ہوگا۔ خواہ چوری سے حاصل ہو یا رشوت سے ظلم سے حاصل ہو یا غصب سے۔ کیونکہ یہ اللہ کا فعل اور اس کا دیا رزق ہوگا۔ جس میں انسان کے اختیار کا کچھ دخل نہ ہوگا اور جہاں کوئی چیز اختیار کے حدود سے باہر ہو اس کے لیے حلال و حرام کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس سے کسی قسم کی بازپرس ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں بلکہ اس سے حلال و حرام کا تعلق ہوتا ہے، تو پھر اسے انسانی اعمال سے متعلق ہونا چاہیئے تاکہ اس سے پوچھا جا سکے کہ اس نے حلال طریقہ سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ سے البتہ جہاں اس نے اکتسابِ رزق کی قوتیں ہی نہیں دیں، وہاں رزق رسانی کا ذمہ خود لیا ہے۔ چنانچہ شکمِ مادر میں جنین کے لیے غذا کے پہنچانے کا سروسامان کیا، جو اس کی ضرورت اور احتیاج کے مطابق اسے ملتا رہتا ہے۔ لیکن جب یہی بچہ کارگاہ ہستی میں قدم رکھتا ہے اور ہاتھ پیر ہلانے کی سکت اس میں آ جاتی ہے، تو پھر منہ ہلائے بغیر اپنے سرچشمۂ رزق سے غذا حاصل نہیں کر سکتا۔

ئے کائناتِ ہستی کے نظم و نسق میں جس طرح نتائج کے ترتب کو انسانی کارگذاریوں سے وابستہ کیا ہے جس سے قوت عمل باطل نہیں ہوتی، اسی طرح ان مساعی کی کامیابی و ناکامی کو اپنی مشیّت کا پابند بھی بنایا ہے تاکہ انسان اپنی طاقتِ عمل پر بھروسہ کر کے خالق کو نہ بھول جائے۔ یہی جبر و تفویض کے درمیان امر بین الامرین کا نقطہ ہے۔ چنانچہ جس طرح تمام کائنات میں قدرت کا ہمہ گیر اور محکم قانون کام کر رہا ہے، اس طرح رزق کی پیداوار اور اس کی تقسیم بھی تدبیر و تقدیر دونوں کی کارفرمائی کے ساتھ اس کے ٹھہرائے ہوئے اندازے کے مطابق ہوتی ہے جو انسانی نتائج عمل کے تناسب اور پھر اس کی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی وجہ سے کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ۔ اب چونکہ سامانِ معیشت کا وہی خالق و موجد ہے اور اکتسابِ رزق کی قوتیں اسی کی بخشی ہوئی ہیں، اس لیے رزق کی کمی و بیشی کی نسبت اسی کی طرف دی گئی ہے کہ اس نے سعی و عمل کے اختلاف اور

مصالح عباد کے پیشِ نظر رزق کے الگ الگ معیار اور مختلف پیمانے مقرر کئے ہیں۔ کہیں افلاس ہے اور کہیں خوش حالی کہیں تکلیف ہے اور کہیں راحت، کوئی مسرت و اطمینان کے گہوارے میں جھول رہا ہے، اور کوئی فقر و ناداری کی سختیاں جھیل رہا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے :-

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

اللہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے، اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بے شک وُہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السّلام نے خطبہ ۲۳ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اما بعد فان الامر ینزل من السماء الی الارض الی کل نفس بما قسم لها من زیادة او نقصان۔

ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہے اسے لے کر فرمانِ قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے۔

چنانچہ جس طرح بارش کے فیضان کا ایک نظم و انضباط ہے کہ سطح سمندر سے بخارات اٹھیں اور پانی کے ذخیرے اٹھائے ہوئے فضا میں گھنگور گھٹا کی صورت میں پھیل جائیں اور قطرہ قطرہ کر کے اس طرح ٹپکیں کہ قطروں کے تار بندھ جائیں اور میدانی زمینوں اور بلند ٹیلوں کی رگوں اور ریشوں کو سیراب کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں اور جہاں نشیب ہو، پانی کے خزانے جمع کرتے رہیں تاکہ پیاسے آ کر پئیں، جانور سیراب ہوں، اور سوکھی زمینوں کی اس سے آبیاری ہو۔ یونہی اللہ سبحانہ نے زندگی و معیشت کے تمام سروسامان مہیا کر رکھے ہیں۔ لیکن اس کی بخشش کا ایک مقررہ اندازہ ہے جس میں ذرّہ برابر فرق نہیں پڑتا چنانچہ ارشادِ قدرت ہے :-"

وان من شیء الا عندنا خزآئنه وما ننزله الا بقدرٍ معلومٍ۔

کوئی چیز ایسی نہیں جس کے (بھرپور) خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔ لیکن ہم ہر چیز کو مقررہ پیمانے پر بھیجتے ہیں۔

اگر انسان کی بڑھتی ہوئی طمع و حرص کے پیمانے چھلکنے لگیں، تو جس طرح بارش کی فراوانی، روئیدگی اور شادابی کے بجائے فصلیں تباہ کر دیتی ہے، یونہی سامانِ معیشت و ضروریاتِ زندگی کی کثرت، انسان کو اللہ سے بے نیاز اور بغاوت و سرکشی پر آمادہ کر دے چنانچہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے۔

ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدرٍ ما یشآء انه بعباده خبیرٌ بصیرٌ۔

اگر خدا اپنے بندوں کی روزی میں فراخی کر دے، تو وُہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں۔ وُہ تو ایک اندازے پر جس کے لیے جتنا چاہتا ہے بھیجتا ہے اور وُہ اپنے بندوں (کی مصلحتوں) سے واقف اور ان پر نظر رکھتا ہے۔

❖ ❖ ❖

اور اگر رزق میں کمی کر دے تو جس طرح بارش کا رک جانا زمین کو بنجر اور چوپاؤں کو ہلاک کر دیتا ہے، یونہی ذرائعِ رزق کی بندش سے انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے اور زندگی و معیشت کا کوئی سروسامان باقی نہ رہے چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے :"

امن ھذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ۔ اگر خدا اپنی روزی کو روک لے، تو کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے۔

لہٰذا اس حکیم و دانا نے ایک متناسب و معتدل طریقہ پر نظام رزق جاری کیا ہے اور رزق و روزی کی اہمیت ظاہر کرنے اور ایک کو دوسرے سے مرتبط رکھنے کے لیے رزق کی تقسیم میں تفرقے پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ تفرقہ اور غیر مساویانہ تقسیم کبھی خود انسانی مساعی کے اختلاف کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی نظام عالم کے مجموعی مفاد اور اس کی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی بنا پر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اگر فقیر و احتیاج میں نادار کے صبر و استقلال کا امتحان لیا ہے تو ثروت و دولت میں دولتمند کے شکر اور ادائیگی حقوق کی کڑی آزمائش ہے کہ وہ فقرا و مساکین کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں، ناداروں اور فاقہ کشوں کی خبر لیتا ہے یا نہیں، اور پھر جہاں دولت ہوگی، طرح طرح کے خطرات بھی پیدا ہوں گے۔ کبھی مال و جاہ۔ نادار کے لیے خطرہ ہوگا کبھی فقر و افلاس کا کھٹکا ہوگا۔

چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ جو دولت کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو زیادہ مطمئن اور خوش پاتے ہوں گے ان کے نزدیک یہ بے سر و سامانی اور بے مائیگی اس دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہوگی جو ان کے آرام و اطمینان کو چھین لے اور کبھی یہی دولت جسے انسان جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے اس کے جان جانے کا سبب بن جاتی ہے پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب تک دولت نہ تھی، اخلاق محفوظ تھے۔ سیرت بے داغ تھی اور ادھر مال و دولت کی فراوانی ہوئی کہ اخلاق تباہ ہو گئے کردار بگڑ گیا۔ اب شراب کا دور بھی ہے، مہوشوں کا جمگھٹا بھی ہے نغمہ و سرود کی بزم بھی ہے اس صورت میں دولت کا نہ ہونا ہی ایک نعمت تھا۔ لیکن انسان اللہ کی مصلحت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے چیخ اٹھتا ہے اور وقتی تکلیف سے متاثر ہو کر شکوہ شکایت پر اتر آتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کتنی برائیوں سے اس کا دامن بچا رہا ہے کہ جو دولت کے ہونے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی تھیں۔ لہٰذا دولت اگر راحت کی کفیل ہے تو فقر اخلاق کا نگہبان ہے۔"

لے امیر المومنینؑ نے جس اعجازی بلاغت کے ساتھ خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے پر روشنی ڈالی ہے اور جن پر شکوہ لفظوں کے ساتھ اس کے علم کی ہمہ گیری کی تصویر کھینچی ہے، وہ منکر کے ذہن کو بھی متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:۔

لو سمع ھذا الکلام ارسطوطالیس القائل بانہ تعالیٰ لا یعلم الجزئیات لخشع قلبہ وقف شعرہ واضطراب فکرہ الا تری ما علیہ من الرواء والمھابۃ والعظمۃ والفخامۃ والمتانۃ والجزالۃ مع ما قد اشرب من الحلاوۃ والطلاوۃ واللطف

اگر ارسطاطالیس کو جو خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہے اس کلام کو سنے، تو اس کا بھی دل جھک جائے۔ رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے کیا اس کلام کی آب و تاب دبدبہ و طنطنہ، شکوہ و جلال اور متانت و پختگی تم نہیں دیکھتے اور ان اوصاف کے علاوہ اس میں شیرینی ۔ بیباقی، رنگینی لطافت اور سلاست کے جوہر نمایاں ہیں۔ مجھے تو

والسلاسة لا اری کلاما یشبہ ھذا الا ان یکون کلام الخالق سبحانہ فان ھذا الکلام نبعة من تلك الشجرة وجدول من ذلك البحر وجذوة من تلك النار۔

کوئی کلام اس سے ملتا جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر کوئی کلام اس سے میل کھاتا ہے تو وہ خالق کلام کا کلام ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے، جب کہ یہ اسی شجر کی بلند شاخ، اسی دریا کی جدول اور اسی تجلّی کا پرتو ہے۔

جن لوگوں نے صرف اُسے عالم کلیات مانا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ جزئیات میں تغیر و تبدّل ہوتا رہتا ہے لہٰذا اسے عالم جزئیات ماننے کی صورت میں اس کے علم کو بھی متغیر ماننا پڑے گا، اور علم چونکہ عین ذات ہے لہٰذا ذات بھی تغیرات کی آماجگاہ بن جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حادث قرار پاکر اپنی قدامت کو کھو بیٹھے گا۔ مگر یہ ایک ظاہر فریب مغالطہ ہے اس لیے کہ تغیر معلوم سے تغیر علم اس وقت لازم آتا ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ اسے ان تغیرات کا علم نہیں اور اگر تمام تغیر و تبدل کی صورتیں اس کے سامنے آئینہ ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ تغیر معلومات سے اس کے علم کو بھی تغیر پذیر سمجھ لیا جائے جب کہ یہ تغیر صرف معلوم تک محدود ہے اور علم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

خطبہ ۹۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا اُرِيْدَ عَلَى الْبَيْعَةِ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ۔

جب قتل عثمان کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:۔

دَعُوْنِيْ وَالْتَمِسُوْا غَيْرِيْ فَاِنَّا مُسْتَقْبِلُوْنَ اَمْرًا لَّهٗ وُجُوْهٌ وَّاَلْوَانٌ ـ لَا تَقُوْمُ لَهُ الْقُلُوْبُ وَلَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُوْلُ وَاِنَّ الْاٰفَاقَ قَدْ اَغَامَتْ وَالْمَحَجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ ـ وَاعْلَمُوْا اَنِّيْ اِنْ اَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا اَعْلَمُ وَلَمْ اُصْغِ اِلٰى قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ ـ وَاِنْ تَرَكْتُمُوْنِيْ فَاَنَا كَاَحَدِكُمْ وَلَعَلِّيْ اَسْمَعُكُمْ وَاَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوْهُ اَمْرَكُمْ ـ وَاَنَا

مجھے چھوڑ دو، اور (اس خلافت کے لیے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو۔ ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رُخ اور کئی رنگ ہیں۔ جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ عقلیں اسے مان سکتی ہیں (دیکھو افق عالم پر گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، راستہ پہچاننے میں نہیں آتا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر میں تمہاری اس خواہش کو مان لوں تو تمہیں اس راستے پر لے چلوں گا۔ جو میرے علم میں ہے اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا۔ اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں اور ہو سکتا ہے کہ جسے تم اپنا

لَكُمْ وَزِيْرًا خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّيْ اَمِيْرًا۔

امیر بناؤ اس کی میں تم سے زیادہ سنوں اور مانوں اور میرا (تمہارے دنیوی مفاد کے لیے) امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے۔"

٭ ٭ ٭

لہ جب حضرتِ عثمان کے قتل ہو جانے سے مسندِ حکومت خالی ہوئی تو مسلمانوں کی نظریں امیر المومنینؑ کی طرف اٹھنے لگیں جن کی سلامت روی، اصول پرستی اور سیاسی بصیرت کا اس طویل مدت میں انہیں بڑی حد تک تجربہ ہو چکا تھا چنانچہ متفقہ طور پر آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کے لیے اس طرح ٹوٹ پڑے، جس طرح بھولے بھٹکے مسافر دور سے منزل کی جھلک دیکھ کر اس کی سمت لپک پڑتے ہیں جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے:"

فغشى النّاس عليًّا فقالوا نبايعك فقد ترى ما نزل بالاسلام وما ابتلينا به من ذوى القربى۔

(طبری ج ۵، ص ۱۵۶)

لوگ امیر المومنینؑ پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹ رہی ہیں، اور پیغمبرؐ کے قریبیوں کے بارے میں ہماری کیسی آزمائش ہو رہی ہے۔"

مگر امیر المومنینؑ نے ان کی خواہش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر ان لوگوں نے شور مچایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ اے ابوالحسنؑ آپ اسلام کی تباہی پر نظر نہیں کرتے، فتنہ و شر کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہیں دیکھتے کیا آپ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے پھر بھی حضرت نے آمادگی کا اظہار نہ فرمایا کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبر کے بعد جو ماحول بن گیا تھا۔ اس کے اثرات دل و دماغ پر چھائے ہوتے ہیں۔ طبیعتوں میں خود غرضی و جاہ پسندی جڑ پکڑ چکی ہے ذہنوں پر مادیت کے غلاف چڑھ چکے ہیں۔ اور حکومت کو مقصد بر آریوں کا ذریعہ قرار دینے کی عادت پڑ چکی ہے۔ اب خلافتِ الٰہیہ کو بھی مادیت کا رنگ دے کر اس سے کھیلنا چاہیں گے۔ ان حالات میں ذہنیتوں کو بدلنے اور طبیعتوں کے رخ موڑنے میں لوہے لگ جائیں گے۔ ان تاثرات کے علاوہ یہ مصلحت بھی کارفرما تھی کہ ان لوگوں کو سوچ سمجھ لینے کا موقعہ دے دیا جائے تاکہ کل اپنے مادی توقعات کو ناکام ہوتے دیکھ کر یہ نہ کہنے لگیں کہ یہ بیعت وقتی ضرورت اور ہنگامی جذبہ کے زیر اثر ہو گئی تھی اس میں سوچ بچار سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ جیسا کہ خلافتِ اوّل کے متعلق حضرت عمر کا یہی نظریہ تھا جو ان کے اس قول سے ظاہر ہے:۔

ان بيعة ابى بكر كانت فلتة وقى الله شرها فمن عاد الى مثلها فاقتلوه۔

(تاریخ الخلفاء ص ۶۷)

ابوبکر کی خلافت بے سوچے سمجھے ہو گئی۔ مگر اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا۔ اب اگر کوئی ایسا کرے تو اسے قتل کر دینا۔

غرض جب اصرار حد سے بڑھا، تو اس موقع پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ اگر تم مجھے دنیاوی

مقاصد کے لیے چاہتے ہو تو میں تمہارا آلۂ کار بننے کے لیے تیار نہیں مجھے چھوڑ دو اور اس مقصد کے لیے کسی اور کو منتخب کرلو جو تمہارے توقعات پورے کرسکے۔ تم میری سابقہ سیرت کو دیکھ چکے ہو کہ میں قرآن و سنت کے علاوہ کسی کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار نہیں اور نہ حکومت کے لیے اپنے اصول سے ہاتھ اٹھاؤں گا۔ اگر تم کسی اور کو منتخب کروگے تو میں ملکی قوانین و آئین حکومت کا اتنا ہی خیال کروں گا جتنا ایک پرامن شہری کو کرنا چاہیئے میں نے کسی مرحلہ پر شورش بپا کر کے مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کو پراگندہ و منتشر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ جس طرح مصالح عامہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیشہ صحیح مشورے دیتا ہوں، اب بھی دریغ نہ کروں گا اور اگر تم مجھے اسی سطح پر رہنے دو، تو یہ چیز تمہارے دینوی مفاد کے لیے بہتر ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں میرے ہاتھوں میں اقتدار نہیں ہوگا کہ تمہارے دنیوی مفادات کے لیے سدراہ بن سکوں، اور تمہاری من مانی خواہشوں میں روڑے اٹکاؤں اور اگر یہ ٹھان چکے ہو کہ میرے ہاتھوں پر بیعت کئے بغیر نہ رہوگے تو پھر یاد رکھو کہ چاہے تمہاری پیشانیوں پر بل آئے اور چاہے تمہاری زبانیں میرے خلاف کھلیں میں تمہیں حق کی راہ پر لے چلنے پر مجبور کردوں گا۔ اور حق کے معاملہ میں کسی کی رورعایت نہیں کروں گا۔ اس پر بھی اگر بیعت کرنا چاہتے ہو تو [illegible] شوق پورا کرلو۔

امیرالمومنینؑ نے ان لوگوں کے بارے میں جو نظریہ قائم کیا تھا۔ بعد کے واقعات اس کی پوری پوری تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے ذاتی اغراض و مقاصد کے پیش نظر بیعت کی تھی۔ جب انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو بیعت توڑ کر الگ ہوگئے اور بے بنیاد الزامات تراش کر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

خطبہ ۹۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ. فَأَنَا فَقَأْتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِيَجْتَرِئَ عَلَيْهَا أَحَدٌ غَيْرِي بَعْدَ أَنْ مَاجَ غَيْهَبُهَا وَاشْتَدَّ كَلَبُهَا فَاسْأَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ، وَلَا عَنْ فِئَةٍ تَهْدِي

اے لوگو! میں نے فتنہ و شر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں۔ اور جب اس کی تاریکیاں (موجوں کی طرح) تہ و بالا ہو رہی تھیں اور (دیوانے کتوں کی طرح) اس کی دیوانگی زوروں پر تھی، تو میرے علاوہ کسی ایک میں جرأت نہ تھی کہ وہ اس کی طرف بڑھتا اب (موقعہ ہے) جو چاہو مجھؑ سے پوچھ لو۔ پیشتر اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم اس وقت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصے کی جو بات مجھ سے پوچھو گے میں بتا دوں گا۔ اور کسی ایسے گروہ کے متعلق دریافت کروگے کہ جس نے سو کو

مِائَةً وَتُضِلُّ مِائَةً إِلَّا أَنْبَأْتُكُمْ
بِنَاعِقِهَا وَقَائِدِهَا وَسَائِقِهَا، وَ
مُنَاخِ رِكَابِهَا وَمَحَطِّ رِحَالِهَا.
وَمَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَهْلِهَا قَتْلًا وَيَمُوتُ
مِنْهُمْ مَوْتًا. وَلَوْ فَقَدْتُمُونِي. وَ
نَزَلَتْ بِكُمْ كَرَائِهُ الْأُمُورِ وَ
حَوَازِبُ الْخُطُوبِ لَأَطْرَقَ
كَثِيرٌ مِنَ السَّائِلِينَ وَفَشِلَ
كَثِيرٌ مِنَ الْمَسْئُولِينَ. وَذٰلِكَ
إِذَا قَلَّصَتْ حَرْبُكُمْ وَشَمَّرَتْ
عَنْ سَاقٍ، وَضَاقَتِ الدُّنْيَا
عَلَيْكُمْ ضِيقًا تَسْتَطِيلُونَ مَعَهُ
أَيَّامَ الْبَلَاءِ عَلَيْكُمْ حَتّٰى يَفْتَحَ
اللّٰهُ لِبَقِيَّةِ الْأَبْرَارِ مِنْكُمْ. إِنَّ
الْفِتَنَ إِذَا أَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ وَإِذَا
أَدْبَرَتْ نَبَّهَتْ. يُنْكَرْنَ مُقْبِلَاتٍ
وَيُعْرَفْنَ مُدْبِرَاتٍ. يَحُمْنَ
حَوْمَ الرِّيَاحِ يُصِبْنَ بَلَدًا وَ
يُخْطِئْنَ بَلَدًا أَلَا إِنَّ أَخْوَفَ الْفِتَنِ
عِنْدِي عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ بَنِي أُمَيَّةَ،
فَإِنَّهَا فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ مُظْلِمَةٌ
عَمَّتْ خُطَّتُهَا وَخَصَّتْ بَلِيَّتُهَا
وَأَصَابَ الْبَلَاءُ مَنْ أَبْصَرَ فِيهَا
وَأَخْطَأَ الْبَلَاءُ مَنْ عَمِيَ عَنْهَا
وَايْمُ اللّٰهِ لَتَجِدُنَّ بَنِي أُمَيَّةَ

ہدایت کی ہو اور سو کو گمراہ کیا ہو تو میں اس کے للکارنے والے
اور اسے آگے سے کھینچنے والے اور پیچھے سے دھکیلنے والے
اور اس کی سواریوں کی منزل اور اس کے (ساز و سامان سے
لدے ہوئے) پالانوں کے اترنے کی جگہ تک بتا دوں گا، اور یہ کہ
کون ان میں سے قتل کیا جائے گا، اور کون (اپنی موت) مرے گا
اور جب میں نہ رہوں گا اور ناخوشگوار چیزیں اور سخت مشکلیں پیش
آئیں گی تو (دیکھ لینا) کہ بہت سے پوچھنے والے پریشانی سے
سر نیچے ڈال دیں گے، اور بتانے والے عاجز و درماندہ ہو جائیں
گے۔ یہ اس وقت ہوگا کہ جب تم پر لڑائیاں زور سے ٹوٹ
پڑیں گی اور اس کی سختیاں نمایاں ہو جائیں گی۔ اور دنیا اس
طرح تم پر تنگ ہو جائے گی کہ مصیبتوں کے دنوں کو تم یہ سمجھنے
لگو گے کہ وہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ خداوند عالم
تمہارے باقی ماندہ لوگوں کو فتح و کامرانی دے گا۔ فتنوں کی
یہ صورت ہوتی ہے کہ جب وہ آتے ہیں، تو اس طرح اندھیرے
میں ڈال دیتے ہیں کہ (حق و باطل) کا امتیاز نہیں ہوتا اور پلٹتے
ہیں تو ہوشیار کر کے جاتے ہیں۔ جب آتے ہیں تو شناخت نہیں
ہوتی پیچھے ہٹتے ہیں تو پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ہواؤں کی طرح
چکر لگاتے ہیں، کسی شہر کو اپنی زد پر رکھ لیتے ہیں کہ اور کوئی
ان سے رہ جاتا ہے۔ میرے نزدیک سب فتنوں سے
زیادہ خوفناک تمہارے لیے بنی امیہ کا فتنہ ہے جسے نہ خود
کچھ نظر آتا ہے اور نہ اس میں کوئی چیز سجھائی دیتی ہے اس
کے اثرات تو سب کو شامل ہیں، لیکن خصوصیت سے اس
کی آفتیں خاص ہی افراد کے لیے ہیں۔ جو اس میں حق کو پیش
نظر رکھے گا اس پر مصیبتیں آئیں گی اور جو آنکھیں بند رکھے
گا۔ وہ ان سے بچا رہے گا۔ خدا کی قسم! میرے بعد تم بنی امیہ

لَكُمْ اَرْبَابَ سُوْءٍ بَعْدِیْ كَالنَّابِ
الضَّرُوْسِ تَعْذِمُ بِفِيْهَا وَ تَخْبِطُ
بِيَدِهَا ، وَ تَزْبِنُ بِرِجْلِهَا ، وَ
تَمْنَعُ دَرَّهَا. لَا يَزَالُوْنَ بِكُمْ حَتّٰى
لَا يَتْرُكُوْا مِنْكُمْ اِلَّا نَافِعًا لَهُمْ اَوْ
غَيْرَ ضَآئِرٍ بِهِمْ. وَلَا يَزَالُ بَلَآؤُهُمْ
حَتّٰى لَا يَكُوْنَ انْتِصَارُ اَحَدِكُمْ
مِنْهُمْ اِلَّا كَانْتِصَارِ الْعَبْدِ مِنْ
رَبِّهٖ وَ الصَّاحِبِ مِنْ مُسْتَصْحِبِهٖ
تَرِدُ عَلَيْكُمْ فِتْنَتُهُمْ شَوْهَآءَ
مَخْشِيَّةً وَ قِطَعًا جَاهِلِيَّةً. لَيْسَ
فِيْهَا مَنَارُ هُدًى ، وَلَا عَلَمٌ
يُرٰى نَحْنُ اَهْلَ الْبَيْتِ مِنْهَا
بِمَنْجَاةٍ وَ لَسْنَا فِيْهَا بِدُعَاةٍ.
ثُمَّ يُفَرِّجُهَا اللّٰهُ عَنْكُمْ كَتَفْرِيْجِ
الْاَدِيْمِ بِمَنْ يَسُوْمُهُمْ خَسْفًا وَّ
يَسُوْقُهُمْ عُنْفًا. وَ يَسْقِيْهِمْ
بِكَاْسٍ مُصَبَّرَةٍ لَا يُعْطِيْهِمْ اِلَّا
السَّيْفَ. وَلَا يُجْلِسُهُمْ اِلَّا الْخَوْفَ
فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَوَدُّ قُرَيْشٌ بِالدُّنْيَا وَ مَا
فِيْهَا لَوْ يَرَوْنَنِیْ مَقَامًا وَّاحِدًا وَ
لَوْ قَدْرَ جَزْرِ جَزُوْرٍ لِاَقْبَلَ مِنْهُمْ
مَا اَطْلُبُ الْيَوْمَ بَعْضَهٗ فَلَا
يُعْطُوْنَنِيْهِ.

کو اپنے لیے بدترین حکمران پاؤ گے۔ وُہ تو اس بوڑھی اور سرکش اونٹنی کے مانند ہیں جو منہ سے کاٹتی ہو۔ اور اِدھر اُدھر پیر مارتی ہو۔ اور دوہنے والے پر ٹانگیں چلاتی ہو۔ اور دودھ دینے سے انکار کر دیتی ہو۔ وُہ برابر تمہارا قلع قمع کرتے رہیں گے یہاں تک کہ صرف اُسے چھوڑیں گے۔ جو ان کے مفید مطلب ہو یا (کم از کم) ان کے لیے نقصان رساں نہ ہو۔ اور ان کی مصیبت اسی طرح گھیرے رہے گی۔ کہ ان سے داد خواہی ایسی ہی مشکل ہو جائے گی۔ جیسے غلام کے لیے اپنے آقا سے اور مُرید کی اپنے پیر سے تم پر ان کا فتنہ ایسی بھیانک صورت میں آئے گا کہ جس سے ڈر لگنے لگے گا، اور زمانۂ جاہلیت کی مختلف حالتوں کو لیے ہوگا۔ نہ اس میں ہدایت کا مینار نصب ہوگا، اور نہ راستہ دکھانے والا کوئی نشان نظر آئے گا۔ ہم (اہل بیتِ رسُول) ان فتنہ انگیزیوں کے گناہ سے) بچے ہوں گے، اور ان کی طرف لوگوں کو بلانے میں ہمارا کوئی حصّہ نہ ہو گا پھر ایک دن وہ آئے گا کہ اللہ اُس شخص کے ذریعہ سے جو انہیں ذلّت کا مزا چکھائے اور سختی سے ہنکائے اور (موت کے) تلخ جام پلائے، اور ان کے سامنے تلوار رکھے اور خوف انہیں چمٹا دے۔ ان فتنوں سے اس طرح علیحدہ کر دے گا۔ جس طرح ذبیحہ سے کھال الگ کی جاتی ہے۔ اس وقت قریش دنیا و مافیہا کے بدلہ میں یہ چاہیں گے۔ کہ وُہ مجھے صرف اتنی دیر کہ جتنی اونٹ کے ذبح ہونے میں لگتی ہے، کہیں ایک دفعہ دیکھ لیں تاکہ میں اس چیز کو قبول کروں کہ جس کا آج کچھ حصّہ بھی طلب کرتے کے باوجود دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

لے امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ جنگ نہروان کے بعد ارشاد فرمایا۔ اس میں فتنہ سے مراد وہ جنگیں ہیں جو بصرہ، صفین، اور نہروان میں لڑی گئیں۔ چونکہ ان کی نوعیت پیغمبرؐ کی جنگوں سے جداگانہ تھی (کیوں کہ وہاں مدّمقابل کفار ہوتے تھے اور یہاں مقابلہ ان لوگوں سے تھا جو چہروں پر اسلام کی نقاب ڈالے ہوئے تھے) اس لیے لوگ اہل قبلہ سے جنگ کرنے کے لیے متردّد تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو لوگ اذانیں دیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں ان سے قتال کیا۔ چنانچہ خزیمہ ابن ثابت انصاری جیسے بزرگ اس وقت تک صفین میں شریک جنگ نہیں ہوئے، جب تک عمار یاسر کی شہادت نے شامیوں کا گروہ باغی ہونا ثابت نہ کر دیا۔ یونہی بصرہ میں ام المومنین کے ہمراہ عشرہ مبشرہ میں شمار ہونے والے طلحہ و زبیر ایسے صحابہ کی موجودگی اور نہروان میں خوارج کی پیشانیوں کے گھٹے اور ان کی نمازیں اور عبادتیں ذہنوں میں خلفشار پیدا کیے ہوئے تھیں۔ اندریں حالات ان کے سامنے شمشیر بکف کھڑے ہونے کی جرأت وہی کر سکتا تھا جو ان کے مکنون قلب سے واقف اور ان کے ایمان کی حقیقت سے آشنا ہو۔ اور یہ امیر المومنینؑ ہی کی بصیرتِ خاص و ایمانی جرأت کا کام تھا۔ کہ ان کے مقابلہ میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور پیغمبرؐ کے اس ارشاد کی تصدیق فرمادی ستقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین اے علیؑ تم میرے بعد بیعت توڑنے والوں (اصحاب جمل) ظلم ڈھانے والوں (اہل شام) اور دین سے بے راہ ہوجانے والوں (خوارج) سے جنگ کروگے۔

لے پیغمبرؐ اکرم کے بعد کوئی متنفس امیر المومنینؑ کے علاوہ یہ دعویٰ نہ کرسکا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ چنانچہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ لم یکن احدٌ من الصحابۃ یقول سلونی الا علی ابن ابی طالب ؛ صحابہ میں سے کوئی ایک بھی یہ دعوے نہ کرسکا کہ جو پوچھنا چاہو ہم سے پوچھ لو سوا ابن ابی طالب کے۔ البتہ صحابہ کے علاوہ تاریخ میں چند نام ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت کی جیسے ابراہیم ابن ہشام، مقاتل ابن سلیمان، قتادہ، سبط ابن جوزی اور محمد ابن ادریس شافعی وغیرہ مگر ان میں سے ہر شخص سوال کے موقع پر رسوا اور اپنے اس دعوے کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔ یہ دعویٰ وہی کرسکتا ہے جو حقائق عالم سے واقف اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ ہو۔ چنانچہ امیر المومنین ہی وہ وہ تھے علوم نبوت تھے جو کسی موقعہ پر کسی سوال کے جواب سے عاجز ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر کو بھی یہ کہنا پڑتا تھا کہ۔ اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابوالحسن۔ میں اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کے لیے امیر المومنینؑ نہ ہوں۔ یونہی مستقبل کے متعلق جو پیشین گوئیاں آپ نے کیں، وہ حرف بحرف پوری ہو کر آپ کی وسعتِ علمی کی آئینہ دار ہیں۔ وہ بنی اُمیّہ کی تباہ کاریوں کے متعلق ہوں یا خوارج کی شورش انگیزیوں کے متعلق وہ تاتاریوں کی تاخت و تاراج کے بارے میں ہوں یا زنگیوں کی حملہ آوریوں کے متعلق۔ وہ بصرہ کی غرقابی کے بارے میں ہوں یا کوفہ کی تباہی کے متعلق۔ غرض جب یہ واقعات تاریخی حیثیت سے مسلّمہ حیثیت رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ آپؑ کے اس دعوے پر تعجب کیا جائے۔

خطبہ ۹۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
فَتَبَارَكَ اللهُ الَّذِي لَا يَبْلُغُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ. وَلَا يَنَالُهُ حَدْسُ الْفِطَنِ. الْأَوَّلُ الَّذِي لَا غَايَةَ لَهُ فَيَنْتَهِيَ. وَلَا آخِرَ لَهُ فَيَنْقَضِيَ.

(مِنْهَا فِي وَصْفِ الْأَنْبِيَاءِ) فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِي أَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَأَقَرَّهُمْ فِي خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَائِمُ الْأَصْلَابِ إِلَى مُطَهَّرَاتِ الْأَرْحَامِ. كُلَّمَا مَضَى مِنْهُمْ سَلَفٌ قَامَ مِنْهُمْ بِدِينِ اللهِ خَلَفٌ. حَتَّى أَفْضَتْ كَرَامَةُ اللهِ سُبْحَانَهُ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجَهُ مِنْ أَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتاً وَأَعَزِّ الْأَرُومَاتِ مَغْرِساً مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي صَدَعَ مِنْهَا أَنْبِيَاءَهُ وَانْتَخَبَ مِنْهَا أُمَنَاءَهُ. عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتَرِ، وَأُسْرَتُهُ خَيْرُ الْأُسَرِ، وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ. نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ، وَبَسَقَتْ فِي كَرَمٍ، لَهَا فُرُوعٌ طِوَالٌ وَثَمَرَةٌ لَا تُنَالُ. فَهُوَ إِمَامُ مَنِ اتَّقَى وَبَصِيرَةُ مَنِ اهْتَدَى. سِرَاجٌ لَمَعَ ضَوْءُهُ. وَشِهَابٌ سَطَعَ نُورُهُ وَزَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهُ. سِيرَتُهُ الْقَصْدُ وَ

بابرکت ہے وہ خدا کہ جس کی ذات تک بلند پرواز ہمتوں کی رسائی نہیں اور نہ عقل و فہم کی قوتیں اسے پا سکتی ہیں۔ وہ ایسا اوّل ہے کہ جس کے لیے نہ کوئی نقطۂ ابتدا ہے کہ وہ محدود ہو جائے اور نہ کوئی اس کا آخر ہے کہ (وہاں پہنچ کر) ختم ہو جائے۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا:-

اس نے ان (انبیاء) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا، اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، تو دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین، اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشوونما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا اسی شجرہ سے، کہ جس سے بہت سے انبیاء پیدا کیے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔ ان کی عترت بہترین عترت، اور قبیلہ بہترین قبیلہ، اور شجرہ بہترین شجرہ ہے۔ جو سرزمین حرم پر اُگا، اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا۔ جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں۔ وہ پرہیزگاروں کے امام، ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے (سرچشمۂ) بصیرت ہیں۔ وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے، اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش، اور ایسا چقماق جس کی ضو شعلہ فشاں ہے۔ ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت ہدایت کرنا ہے۔ ان کا کلام

سُنَّتُہٗ الرُّشْدُ ۔ وَ کَلَامُہٗ الْفَصْلُ وَ حُکْمُہٗ الْعَدْلُ ۔ اَرْسَلَہٗ عَلٰی حِیْنِ فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَھَفْوَۃٍ عَنِ الْعَمَلِ، وَغَبَاوَۃٍ مِنَ الْاُمَمِ۔ اِعْمَلُوْا رَحِمَکُمُ اللّٰہُ عَلٰی اَعْلَامٍ بَیِّنَۃٍ ۔ فَالطَّرِیْقُ نَھْجٌ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ۔ وَ اَنْتُمْ فِیْ دَارِ مُسْتَعْتَبٍ عَلٰی مَھَلٍ وَ فَرَاغٍ ۔ وَالصُّحُفُ مَنْشُوْرَۃٌ وَالْاَقْلَامُ جَارِیَۃٌ ۔ وَالْاَبْدَانُ صَحِیْحَۃٌ وَالْاَلْسُنُ مُطْلَقَۃٌ ۔ وَالتَّوْبَۃُ مَسْمُوْعَۃٌ وَالْاَعْمَالُ مَقْبُوْلَۃٌ ۔

حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا، اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رُکا ہوا تھا بدعلمی پھیلی ہوئی، اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی اللہ تم پر رحم کرے۔ روشن نشانوں پر جم کر عمل کرو۔ راستہ بالکل سیدھا ہے۔ وُہ تمہیں سلامتیوں کے گھر (جنت) کی طرف بلا رہا ہے اور ابھی تم ایسے گھر میں ہو کہ جہاں تمہیں اتنی مہلت و فراغت ہے کہ اس کی خوشنودیاں حاصل کر سکو۔ ابھی موقعہ ہے، چونکہ اعمال نامے کھلے ہوئے ہیں۔ قلم چل رہے ہیں۔ بدن تندرست و توانا ہیں۔ زبان آزاد ہے، توبہ سنی جا سکتی ہے اور اعمال قبول کئے جا سکتے ہیں۔

خطبہ ۹۳

وَمِنْ خُطْبَۃٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ، بَعَثَہٗ وَالنَّاسُ ضُلَّالٌ فِیْ حَیْرَۃٍ وَ حَاطِبُوْنَ فِیْ فِتْنَۃٍ ۔ قَدِ اسْتَھْوَتْھُمُ الْاَھْوَآءُ، وَاسْتَزَلَّتْھُمُ الْکِبْرِیَآءُ، وَاسْتَخَفَّتْھُمُ الْجَاھِلِیَّۃُ الْجَھْلَآءُ، حَیَارٰی فِیْ زِلْزَالٍ مِّنَ الْاَمْرِ، وَبَلَآءٍ مِّنَ الْجَھْلِ ۔ فَبَالَغَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِی النَّصِیْحَۃِ، وَمَضٰی عَلَی الطَّرِیْقَۃِ، وَدَعَا اِلَی الْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ ۔

پیغمبرؐ کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں گم کردہ راہ تھے اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ نفسانی خواہشوں نے انہیں بھٹکا دیا تھا۔ اور غرور نے بہکا دیا تھا اور بھرپور جاہلیت نے ان کی عقلیں کھو دی تھیں اور حالات کے ڈانوں ڈول ہونے اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران و پریشان تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا خود سیدھے راستے پر جمے رہے اور حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انہیں بلاتے رہے۔

خطبہ ۹۴

وَمِنْ خُطْبَۃٍ اُخْرٰی :۔ اَلْحَمْدُ

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو اوّل ہے اور کوئی

لِلّٰهِ الْاَوَّلِ فَلَا شَیْءَ قَبْلَهٗ۔ وَالْاٰخِرِ فَلَا شَیْءَ بَعْدَهٗ۔ وَالظَّاهِرِ فَلَا شَیْءَ فَوْقَهٗ۔ وَالْبَاطِنِ فَلَا شَیْءَ دُوْنَهٗ۔

شے اس سے پہلے نہیں، اور آخر ہے اور کوئی چیز اس کے بعد نہیں۔ وہ ظاہر ہے اور کوئی شے اس سے بالاتر نہیں اور باطن ہے، اور کوئی چیز اس سے قریب تر نہیں۔

(مِنْهَا) فِیْ ذِکْرِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، مُسْتَقَرُّهٗ خَیْرُ مُسْتَقَرٍّ۔ وَمَنْبِتُهٗ اَشْرَفُ مَنْبِتٍ۔ فِیْ مَعَادِنِ الْکَرَامَةِ، وَمَمَاهِدِ السَّلَامَةِ۔ قَدْ صُرِفَتْ نَحْوَهٗ اَفْئِدَةُ الْاَبْرَارِ، وَثُنِیَتْ اِلَیْهِ اَزِمَّةُ الْاَبْصَارِ۔ دَفَنَ اللّٰهُ بِهِ الضَّغَائِنَ وَاَطْفَاَ بِهِ النَّوَائِرَ۔ اَلَّفَ بِهٖ اِخْوَانًا، وَفَرَّقَ بِهٖ اَقْرَانًا۔ اَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ وَاَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ۔ کَلَامُهٗ بَیَانٌ وَصَمْتُهٗ لِسَانٌ۔

اسی خطبہ کے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا:

بزرگی اور شرافت کے معدنوں اور پاکیزگی کی جگہوں میں ان کا مقام بہترین مقام اور مرزبوم بہترین مرزبوم ہے۔ ان کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیئے گئے ہیں اور نگاہوں کے رُخ موڑ دیئے گئے ہیں۔ خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دیئے، اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دیئے بھائیوں میں الفت پیدا کی اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے، انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ (اسلام کی پستی و ذلت کو عزت بخشی، اور کفر کی عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا۔ ان کا کلام (شریعت کا) بیان اور سکوت (احکام کی) زبان تھی۔

خطبہ ۹۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔
وَلَئِنْ اَمْهَلَ الظَّالِمَ فَلَنْ یَّفُوْتَ اَخْذُهٗ۔ وَهُوَ لَهٗ بِالْمِرْصَادِ عَلٰی مَجَازِ طَرِیْقِهٖ۔ وَبِمَوْضِعِ الشَّجٰی مِنْ مَّسَاغِ رِیْقِهٖ۔ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیَظْهَرَنَّ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمُ عَلَیْکُمْ، لَیْسَ لِاَنَّهُمْ اَوْلٰی بِالْحَقِّ مِنْکُمْ۔ وَلٰکِنْ

اگر اللہ نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس کی گرفت سے تو وہ ہرگز نہیں نکل سکتا، اور وہ اس کی گزرگاہ اور گلے میں ہڈی پھنسنے کی جگہ پر موقع کا منتظر ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ قوم (اہل شام) تم پر غالب آکر رہے گی۔ اس لیے نہیں کہ ان کا حق تم سے فائق ہے۔ بلکہ اس لیے کہ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کی طرف باطل پر ہونے کے باوجود تیزی سے لپکتے ہیں اور تم میرے حق پر ہونے کے باوجود سستی کرتے

لِاِسْوَاعِهِمْ اِلٰى بَاطِلِ صَاحِبِهِمْ وَ
اِبْطَائِكُمْ عَنْ حَقِّيْ ۔ وَلَقَدْ
اَصْبَحَتِ الْاُمَمُ تَخَافُ ظُلْمَ
رُعَاتِهَا ۔ وَ اَصْبَحْتُ اَخَافُ ظُلْمَ
رَعِيَّتِيْ ۔ اِسْتَنْفَرْتُكُمْ لِلْجِهَادِ
فَلَمْ تَنْفِرُوْا ۔ وَ اَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ
تَسْمَعُوْا ، وَدَعَوْتُكُمْ سِرًّا وَجَهْرًا
فَلَمْ تَسْتَجِيْبُوْا ، وَ نَصَحْتُ لَكُمْ
فَلَمْ تَقْبَلُوْا ۔ اَشُهُوْدٌ كَغُيَّابٍ وَ
عَبِيْدٌ كَاَرْبَابٍ؟ اَتْلُوْا عَلَيْكُمُ
الْحِكَمَ فَتَنْفِرُوْنَ مِنْهَا وَ اَعِظُكُمْ
بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَتَفَرَّقُوْنَ
عَنْهَا ۔ وَ اَحُثُّكُمْ عَلٰى جِهَادِ اَهْلِ
الْبَغْيِ فَمَآ اٰتِيْ عَلٰى اٰخِرِ الْقَوْلِ
حَتّٰى اَرَاكُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ اَيَادِيْ
سَبَا تَرْجِعُوْنَ اِلٰى مَجَالِسِكُمْ
وَتَتَخَادَعُوْنَ عَنْ مَوَاعِظِكُمْ ۔
اُقَوِّمُكُمْ غُدْوَةً وَ تَرْجِعُوْنَ اِلَيَّ
عَشِيَّةً كَظَهْرِ الْحَنِيَّةِ ، عَجَزَ
الْمُقَوِّمُ وَ اَعْضَلَ الْمُقَوَّمُ ۔
اَيُّهَا الشَّاهِدَةُ اَبْدَانُهُمْ ،
اَلْغَائِبَةُ عُقُوْلُهُمْ ۔ اَلْمُخْتَلِفَةُ
اَهْوَاۤؤُهُمْ اَلْمُبْتَلٰى بِهِمْ اُمَرَاۤؤُهُمْ
صَاحِبُكُمْ يُطِيْعُ اللّٰهَ وَ اَنْتُمْ
تَعْصُوْنَهٗ وَ صَاحِبُ اَهْلِ الشَّامِ

ہو۔ رعیتیں اپنے حکمرانوں کے ظلم و جور سے ڈرا کرتی تھیں اور میں اپنی رعیّت کے ظلم سے ڈرتا ہوں ۔ میں نے تمہیں جہاد کے لیے ابھارا ، لیکن تم (اپنے گھروں سے) نہ نکلے ۔ میں نے تمہیں (کارآمد باتوں کو) سنانا چاہا مگر تم نے ایک نہ سُنی اور میں نے پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی تمہیں جہاد کے لیے پکارا اور للکارا ۔ لیکن تم نے ایک نہ مانی اور سمجھایا بجھایا مگر تم نے میری نصیحتیں قبول نہ کیں ۔ کیا تم موجود ہوتے ہوئے بھی غائب رہتے ہو، حلقہ بگوش ہوتے ہوئے گویا خود مالک ہو، میں تمہارے سامنے حکمت اور دانائی کی باتیں بیان کرتا ہوں اور تم ان سے بھڑکتے ہو، تمہیں بلند پایہ نصیحتیں کرتا ہوں اور تم پراگندہ خاطر ہو جاتے ہو ۔ میں ان باغیوں سے جہاد کرنے کے لیے تمہیں آمادہ کرتا ہوں، تو ابھی میری بات ختم بھی نہیں ہوتی کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اولادِ سبا کی طرح تتر بتر ہو گئے ۔ اپنی نشست گاہوں کی طرف واپس چلے جاتے ہو ۔ اور ان نصیحتوں سے غافل ہو کر ایک دوسرے کے چکمے میں آجاتے ہو ۔ صبح کو میں تمہیں سیدھا کرتا ہوں اور شام کو جب آتے ہو تو ویسے کے ویسے (کمان کی پشت کی طرح ٹیڑھے ۔ سیدھا کرنے والا عاجز آگیا ، اور جسے سیدھا کیا جا رہا ہے ۔ وہ لاعلاج ثابت ہوا ۔ اے وہ لوگو ! جن کے جسم تو حاضر ہیں اور عقلیں غائب اور خواہشیں جدا جدا ہیں ۔ ان پر حکومت کرنے والے ان کے ہاتھوں آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں ۔ تمہارا حاکم اللہ کی اطاعت کرتا ہے ۔ اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو ، اور اہل شام کا حاکم اللہ کی نافرمانی کرتا ہے ۔ مگر وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں ۔ خدا کی قسم ! میں یہ چاہتا ہوں کہ معاویہ تم میں سے

يَعْصِي اللّٰهَ وَهُمْ يُطِيعُونَهُ. لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِي بِكُمْ صَرْفَ الدِّينَارِ بِالدِّرْهَمِ فَأَخَذَ مِنِّي عَشَرَةً مِّنْكُمْ - وَأَعْطَانِي رَجُلًا مِّنْهُمْ - يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ مُنِيتُ بِكُمْ بِثَلَاثٍ وَاثْنَتَيْنِ: صُمٌّ ذَوُو أَسْمَاعٍ، وَبُكْمٌ ذَوُو كَلَامٍ، وَعُمْيٌ ذَوُو أَبْصَارٍ - لَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ - تَرِبَتْ أَيْدِيكُمْ يَا أَشْبَاهَ الْإِبِلِ غَابَ عَنْهَا رُعَاتُهَا كُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ - وَاللّٰهِ لَكَأَنِّي بِكُمْ فِيمَا إِخَالُ أَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغَى وَحَمِيَ الضِّرَابُ وَقَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الْمَرْأَةِ عَنْ قُبُلِهَا. وَإِنِّي لَعَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَمِنْهَاجٍ مِنْ نَبِيِّي - وَإِنِّي لَعَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ أَلْقُطُهُ لَقْطًا -

أُنْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ فَالْزَمُوا سَمْتَهُمْ وَاتَّبِعُوا أَثَرَهُمْ فَلَنْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ هُدًى، وَلَنْ يُعِيدُوكُمْ فِي رَدًى - فَإِنْ لَبَدُوا فَالْبُدُوا وَإِنْ نَهَضُوا فَانْهَضُوا - وَلَا تَسْبِقُوهُمْ فَتَضِلُّوا

دس مجھ سے لے لے، اور بدلے میں اپنا ایک آدمی مجھے دے دے، جس طرح دینار کا تبادلہ درہموں سے ہوتا ہے
اے اہل کوفہ میں تمہاری تین اور ان کے علاوہ دو باتوں میں مبتلا ہوں پہلے تو یہ کہ تم کان رکھتے ہوئے بہرے ہو، اور بولنے چالنے کے باوجود گونگے ہو، اور آنکھیں ہوتے ہوئے اندھے ہو۔ اور پھر یہ کہ نہ تم جنگ کے موقعہ پر سچے جوانمرد ہو، اور نہ قابل اعتماد بھائی ہو۔ اے ان اونٹوں کی چال ڈھال والو کہ جن کے چرواہے گم ہو چکے ہوں اور انہیں ایک طرف سے گھیر کر لایا جاتا ہے تو دوسری طرف سے بکھر جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! جیسا کہ میرا تمہارے متعلق خیال ہے۔ گویا یہ منظر میرے سامنے ہے کہ اگر جنگ شدت اختیار کرلے اور میدان کارزار گرم ہو جائے، تو تم ابن ابی طالبؑ سے ایسے شرمناک طریقے پر علیحدہ ہو جیسے عورت بالکل برہنہ ہو جائے۔ میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور اپنے نبیؐ کے طریقے اور شاہراہ حق پر ہوں جسے میں باطل کے راستوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاتا رہتا ہوں۔ اپنے نبیؐ کے اہل بیت کو دیکھو، ان کی سیرت پر چلو، اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو۔ وہ تمہیں ہدایت سے باہر نہیں ہونے دیں گے، اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف پلٹائیں گے۔ اگر وہ کہیں ٹھہریں، تو تم بھی ٹھہر جاؤ اور اگر وہ اٹھیں، تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو۔ ان سے آگے نہ بڑھ جاؤ، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور نہ (انہیں چھوڑ کر) پیچھے رہ جاؤ، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خاص اصحاب دیکھے ہیں، مجھے تو تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا، جو ان

وَلَا تَتَأَخَّرُوا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوا لَقَدْ
رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَرَى أَحَدًا
مِّنْكُمْ يُشْبِهُهُمْ، لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ
شُعْثًا غُبْرًا وَقَدْ بَاتُوا سُجَّدًا وَّ
قِيَامًا يُرَاوِحُونَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ
وَخُدُودِهِمْ وَيَقِفُونَ عَلَى مِثْلِ
الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ كَأَنَّ
بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزَى
مِنْ طُولِ سُجُودِهِمْ۔ إِذَا ذُكِرَ
اللهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ حَتّٰى تَبُلَّ
جُيُوبَهُمْ۔ وَمَادُوا كَمَا يَمِيدُ الشَّجَرُ
يَوْمَ الرِّيحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ
وَرَجَاءَ الثَّوَابِ۔

کے مثل ہو وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے
بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اٹے ہوتے
تھے جب کہ رات کو وہ سجود وقیام میں کاٹ چکے ہوتے
تھے۔ اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے
تھے اور کبھی رخسار، اور حشر کی یاد سے اس طرح بے چین
رہتے تھے کہ جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہوئے ہوں۔
اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان
(پیشانیوں پر) بکری کے گھٹنوں ایسے گٹے پڑے ہوئے
تھے۔ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجاتا تھا۔ توان
کی آنکھیں برس پڑتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے گریبانوں
کو بھگو دیتی تھیں۔ وہ اس طرح کانپتے رہتے تھے۔ جس طرح
تیز جھکڑ والے دن درخت تھرتھراتے ہیں۔ سزا کے خوف
اور ثواب کی امید میں۔

ل پیغمبرؐ کے بعد جو فضا پیدا کر دی گئی تھی، اس میں اہل بیت کے لیے گوشہ گزینی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا جس کی وجہ سے دنیا ان کے اصلی خدوخال سے بیگانہ اور ان کے علوم وکمالات سے ناآشنا ہو کر رہ گئی اور انہیں نظروں سے گرانا، اور اقتدار سے الگ رکھنا ہی اسلام کی سب سے بڑی خدمت تصور کر لیا گیا۔ اگر حضرت عثمان کی کھلم کھلا بے عنوانیاں مسلمانوں کو کروٹ لینے اور آنکھ کھولنے کا موقع نہ دیتیں۔ تو ان کے بعد بھی امیر المومنینؑ کی بیعت کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اقتدار جس رخ پر بڑھ رہا تھا اسی رخ پر بڑھتا رہتا۔ لیکن جن لوگوں کا اس سلسلہ میں نام لیا جا سکتا تھا وہ اپنے دامن بند وقبا کو دیکھ کر آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ اور معاویہ مرکز سے دور اپنی راجدھانی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان حالات میں امیر المومنین کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس کی طرف نظریں اٹھتیں۔ چنانچہ نگاہیں آپ کے گرد طواف کرنے لگیں اور وہی عوام جو سیلاب کے بہاؤ اور ہوا کا رخ دیکھ کر دوسروں کی بیعت کرتے رہے تھے۔ آپ کے ہاتھوں پر بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ لیکن یہ بیعت اس حیثیت سے نہ تھی کہ وہ آپ کی خلافت کو من جانب اللہ اور آپ کو امام مفترض الطاعۃ سمجھ رہے ہوں بلکہ انہی کے اقرار دادہ اصول کے ماتحت تھی جسے جمہوری وشورائی قسم کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ البتہ ایک گروہ ایسا تھا جو آپ کی خلافت کو نصی سمجھتے ہوئے دینی فریضہ کی حیثیت سے بیعت کر رہا تھا۔ ورنہ اکثریت تو آپ کو دوسرے

خلفاء کی طرح ایک فرمانروا اور بلحاظِ فضیلت چوتھے درجہ پر یا خلفائے ثلاثہ کے بعد عام صحابہ کی سطح پر سمجھتی تھی، اور چونکہ رعیت فوج اور عہدہ دار سابقہ حکمرانوں کے عقائد و اعمال سے متاثر اور ان کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اس لیے جب کوئی بات اپنی منشاء کے خلاف پاتے تو بگڑتے، الجھتے، جنگ سے جی چراتے، اور سرکشی و نافرمانی پر اتر آتے تھے۔ اور پھر جس طرح پیغمبرؐ کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے کچھ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کے اسی طرح یہاں بھی دنیا پرستوں کی کمی نہ تھی۔ جو بظاہر امیر المومنینؑ سے ملے ہوئے تھے اور در پردہ معاویہ سے ساز باز رکھتے تھے جس نے ان میں سے کسی سے منصب، کا وعدہ کر رکھا تھا، اور کسی کو دولت کا لالچ دے رکھا تھا۔

ان لوگوں کو شیعانِ امیر المومنینؑ قرار دے کر شیعیت کو مورد الزام ٹھہرانا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے جب کہ ان لوگوں کا مسلک وہی ہو سکتا ہے جو امیر المومنینؑ کو چوتھے درجہ پر سمجھنے والوں کا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید ان لوگوں کے مسلک و مذہب پر واشگاف لفظوں میں روشنی ڈالتے ہیں:۔

ومن تامل احواله علیه السّلام فی خلافته علم انه کان المحجور علیه لا یتمکن من بلوغ ما فی نفسه وذلک لان العارفین بحقیقة حاله کانوا قلیلین وکان السواد الاعظم لایعتقدون فیه الامر الذی یجب اعتقاده فیه ویرون تفضیل من تقدمه من الخلفاء علیه ویظنون ان الافضلیة انما هی بالخلافة ویقلد اخلا فهم اسلا فهم ویقولون لولا ان الاوائل علموا فضل المتقدمین علیه لما قدموهم ولا یرونه الا بعین التبعیة لمن سبقه وانه کان رعیة لهم واکثرهم انما یحارب معه بالحمیة والنخوة العربیة لا بالدین والعقیدة۔

جو شخص امیر المومنینؑ کے زمانۂ خلافت کے واقعات کو گہری نظر سے دیکھے گا، وہ اس امر کو جان لے گا کہ امیر المومنین مجبور اور بے بس بنا دیئے گئے تھے، اور سواد اعظم آپ کے بارے میں وہ اعتقاد نہ رکھتا تھا جو اعتقاد آپؑ کے متعلق رکھنا واجب و ضروری تھا۔ وہ پہلے خلفاء کو آپ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ فضیلت کا معیار خلافت ہے اور اس مسئلہ میں بعد والے اگلوں کی تقلید و پیروی کرتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ اگر پہلے لوگوں کو یہ علم نہ ہوتا کہ پہلے خلفاء آپ پر فضیلت رکھتے تھے، تو وہ آپ پر انہیں مقدم نہ کرتے اور یہ لوگ تو آپ کو ایک تابع اور ان کی رعیت کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے۔ اور جو لوگ آپ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتے تھے، ان میں اکثر حمیت اور عربی عصبیت کے پیش نظر شریک جنگ ہوتے تھے، نہ دین اور عقیدہ کی بنا پر۔"

لہ سبا ابن یشجب ابن یعرب ابن قحطان کی اولاد قبیلۂ سبا کے نام سے موسوم ہے۔ جب ان لوگوں نے انبیاء کو جھٹلانا شروع کیا تو قدرت نے انہیں جھنجھوڑنے کے لیے ان پر پانی کا سیلاب مسلط کر دیا۔ جس سے ان کے باغات تہہ آب ہو گئے۔

اور وہ خود گھر بار چھوڑ کر مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ اس واقعہ سے یہ مثل چل نکلی اور جہاں کہیں لوگ اس طرح جدا ہو جائیں کہ پھر مجتمع ہونے کی توقع نہ رہے، تو یہ مثل استعمال کی جاتی ہے۔"

خطبہ ۹۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
وَاللّٰهِ لَا يَزَالُونَ حَتّٰى لَا يَدَعُوا لِلّٰهِ مُحَرَّمًا إِلَّا اسْتَحَلُّوهُ وَلَا عَقْدًا إِلَّا حَلُّوهُ وَحَتّٰى لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا دَخَلَهُ ظُلْمُهُمْ وَنَبَا بِهِ سُوءُ رَعْيِهِمْ وَحَتّٰى يَقُومَ الْبَاكِيَانِ يَبْكِيَانِ بَاكٍ يَبْكِي لِدِينِهِ وَبَاكٍ يَبْكِي لِدُنْيَاهُ۔ وَحَتّٰى تَكُونَ نُصْرَةُ أَحَدِكُمْ مِنْ أَحَدِهِمْ كَنُصْرَةِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ۔ إِذَا شَهِدَ أَطَاعَهُ، وَإِذَا غَابَ اغْتَابَهُ۔ وَحَتّٰى يَكُونَ أَعْظَمُكُمْ فِيهَا عَنَاءً أَحْسَنَكُمْ بِاللّٰهِ ظَنًّا۔ فَإِنْ أَتَاكُمُ اللّٰهُ بِعَافِيَةٍ فَاقْبَلُوا۔ وَإِنِ ابْتُلِيتُمْ فَاصْبِرُوا۔ فَإِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ۔

خدا کی قسم! وہ ہمیشہ یونہی (ظلم ڈھاتے) رہیں گے اور کوئی اللہ کی حرام کی ہوئی چیز ایسی نہ ہوگی، جسے وہ حلال نہ سمجھ لیں گے، اور ایک بھی عہد و پیمان ایسا نہ ہوگا جسے وہ توڑ نہ ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی اینٹ پتھر کا گھر اور اون کا خیمہ ان کے ظلم کی زد سے محفوظ نہ رہے گا اور ان کی بری طرز نگہداشت سے لوگ کا اپنے گھروں میں رہنا مشکل ہو جائے گا، اور یہاں تک کہ دو قسم کے رونے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ ایک دین کے لیے رونے والا، اور ایک دنیا کے لیے۔ اور یہاں تک کہ تم میں سے کسی ایک کا ان میں سے کسی ایک سے داد خواہی کرنا ایسا ہی ہوگا، جیسے غلام کا اپنے آقا سے کہ وہ سامنے اطاعت کرتا ہے، اور پیٹھ پیچھے برائی کرتا (اور دل کی بھڑاس نکالتا) ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ تم میں سے جو اللہ کا زیادہ اعتقاد رکھے گا اتنا ہی وہ زحمت و مشقت میں بڑھا چڑھا ہوگا۔ اس صورت میں اگر اللہ تمہیں امن و عافیت میں رکھے، تو (اس کا شکر کرتے ہوئے) اسے قبول کرو۔ اور اگر ابتلاؤ آزمائش میں ڈالے جاؤ تو صبر کرو اس لیے کہ اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

خطبہ ۹۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
نَحْمَدُهُ عَلَى مَا كَانَ وَ نَسْتَعِينُهُ مِنْ أَمْرِنَا عَلَى مَا يَكُونُ - وَ نَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْأَدْيَانِ كَمَا نَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْأَبْدَانِ :- عِبَادَ اللهِ أُوصِيكُمْ بِالرَّفْضِ لِهَذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ وَإِنْ لَمْ تُحِبُّوا تَرْكَهَا وَالْمُبْلِيَةِ لِأَجْسَامِكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ تَجْدِيدَهَا فَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُهَا كَسَفْرٍ سَلَكُوا سَبِيلًا فَكَأَنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوهُ وَ أَمُّوا عَلَمًا فَكَأَنَّهُمْ قَدْ بَلَغُوهُ - وَ كَمْ عَسَى الْمُجْرِي إِلَى الْغَايَةِ أَنْ يَجْرِيَ إِلَيْهَا حَتَّى يَبْلُغَهَا - وَمَا عَسَى أَنْ يَكُونَ بَقَاءُ مَنْ لَهُ يَوْمٌ لَا يَعْدُوهُ وَ طَالِبٌ حَثِيثٌ يَحْدُوهُ فِي الدُّنْيَا حَتَّى يُفَارِقَهَا فَلَا تَنَافَسُوا فِي عِزِّ الدُّنْيَا وَ فَخْرِهَا - وَلَا تَعْجَبُوا بِزِينَتِهَا وَ نَعِيمِهَا - وَ لَا تَجْزَعُوا مِنْ ضَرَّائِهَا وَ بُؤْسِهَا - فَإِنَّ عِزَّهَا وَ فَخْرَهَا إِلَى انْقِطَاعٍ - وَإِنَّ زِينَتَهَا وَ نَعِيمَهَا إِلَى زَوَالٍ ، وَ ضَرَّاءَهَا وَ بُؤْسَهَا إِلَى نَفَادٍ - وَ كُلُّ مُدَّةٍ فِيهَا إِلَى انْتِهَاءٍ - وَ كُلُّ حَيٍّ فِيهَا إِلَى فَنَاءٍ

"جو ہو چکا اس پر ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں، اور جو ہو گا اس کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتے ہیں۔ جس طرح اس سے جسموں کی صحت کا سوال کرتے ہیں اسی طرح دین و ایمان کی سلامتی کے طلب گار ہیں۔"

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس دنیا کے چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہیں چھوڑ دینے والی ہے، حالانکہ تم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے، اور وہ تمہارے جسموں کو کہنہ و بوسیدہ بنانے والی ہے حالانکہ تم اسے تر و تازہ رکھنے ہی کی کوشش کرتے ہو تمہاری اور اس دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے چند مسافر کسی راہ پر چلیں اور چلتے ہی منزل طے کر لیں اور کسی بلند نشان کا قصد کریں اور فوراً وہاں تک پہنچ جائیں کتنا ہی تھوڑا وقفہ ہے اس (گھوڑا دوڑانے والے) کا کہ جو اسے دوڑا کر انتہا کی منزل تک پہنچ جائے اور اس شخص کی بقا ہی کیا ہے کہ جس کے لیے ایک ایسا دن ہو کہ جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور دنیا میں ایک تیز گام طلب کرنے والا اسے ہنکا رہا ہو۔ یہاں تک کہ وہ اس دنیا کو چھوڑ جائے۔ دنیا کی عزت اور اس میں فخر و سربلندی کی خواہش نہ کرو، اور نہ اس کی آرائشوں اور نعمتوں پر خوش ہو اور نہ اس کی سختیوں اور تنگیوں پر بے صبری سے چیخنے چلانے لگو۔ اس لیے کہ اس کی عزت و فخر دونوں مٹ جانے والے ہیں اور اس کی آرائشیں اور نعمتیں زائل ہو جانے والی ہیں اور اس کی سختیاں اور تنگیاں آخر ختم ہو جائیں گی۔ اس کی ہر مدت کا نتیجہ اختتام اور ہر زندہ کا انجام فنا ہونا

اَوَ لَيْسَ لَكُمْ فِي آثَارِ الْأَوَّلِيْنَ مُزْدَجَرٌ وَفِي آبَاۤئِكُمُ الْمَاضِيْنَ تَبْصِرَةٌ وَمُعْتَبَرٌ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ـ اَوَ لَمْ تَرَوْا إِلَى الْمَاضِيْنَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ وَإِلَى الْخَلَفِ الْبَاقِيْنَ لَا يَبْقُوْنَ ـ اَوَ لَسْتُمْ تَرَوْنَ أَهْلَ الدُّنْيَا يُصْبِحُوْنَ وَ يُمْسُوْنَ عَلَى أَحْوَالٍ شَتّٰى، فَمَيِّتٌ يُبْكٰى وَآخَرُ يُعَزّٰى، وَصَرِيْعٌ مُبْتَلًى ـ وَ عَائِدٌ يَعُوْدُ وَآخَرُ بِنَفْسِهٖ يَجُوْدُ ـ وَ طَالِبٌ لِلدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُهٗ ـ وَ غَافِلٌ وَلَيْسَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْهُ ـ وَعَلٰى أَثَرِ الْمَاضِيْ مَا يَمْضِي الْبَاقِيْ ـ

ہے۔ کیا پہلے لوگوں کے واقعات میں تمہارے لیے کافی تنبیہ کا سامان نہیں، اور تمہارے لیے عبرت اور بصیرت نہیں اگر تم سوچو سمجھو۔ کیا تم گزرے ہوئے لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلٹ کر نہیں آتے اور ان کے بعد باقی رہنے والے بھی زندہ نہیں رہتے۔ تم دنیا والوں پر نظر نہیں کرتے کہ جو مختلف حالتوں میں صبح و شام کرتے ہیں۔ کہیں کوئی میت ہے جس پر رویا جا رہا ہے اور کہیں کسی کو تعزیت دی جا رہی ہے کوئی عاجز و زمین گیر مبتلائے مرض ہے اور کوئی عیادت کرنے والا عیادت کر رہا ہے۔ کہیں کوئی دم توڑ رہا ہے۔ کوئی دنیا تلاش کرتا پھرتا ہے اور موت اسے تلاش کر رہی ہے اور کوئی غفلت میں پڑا ہے، لیکن (موت) اس سے غافل نہیں ہے۔ گزر جانے والوں کے نقش قدم پر ہی باقی رہ جانے والے چل رہے ہیں۔

اَلَا فَاذْكُرُوْا هَادِمَ اللَّذَّاتِ وَ مُنَغِّصَ الشَّهَوَاتِ ـ وَقَاطِعَ الْأُمْنِيَّاتِ ـ عِنْدَ الْمُسَاوَرَةِ لِلْأَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ ـ وَاسْتَعِيْنُوا اللّٰهَ عَلٰى أَدَاءِ وَاجِبِ حَقِّهٖ وَمَا لَا يُحْصٰى مِنْ أَعْدَادِ نِعَمِهٖ وَإِحْسَانِهٖ ـ

میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ بد اعمالیوں کے ارتکاب کے وقت ذرا موت کو بھی یاد کر لیا کرو کہ جو تمام لذتوں کو مٹا دینے والی، اور تمام نفسانی مزوں کو کرکرا دینے والی ہے اللہ کے واجب الادا حقوق ادا کرتے اور اس کی ان گنت نعمتوں اور لا تعداد احسانوں کا شکر بجا لانے کے لیے اس سے مدد مانگتے رہو۔

خطبہ ۹۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ أُخْرٰى ـ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ النَّاشِرِ فِي الْخَلْقِ فَضْلَهٗ وَالْبَاسِطِ فِيْهِمْ بِالْجُوْدِ يَدَهٗ ـ نَحْمَدُهٗ

اس اللہ کے لیے حمد و ثناء ہے جو مخلوقات میں اپنا (دامن) فضل پھیلائے ہوئے اور اپنا دست کرم بڑھائے ہوئے ہے۔ ہم تمام امور میں اس کی حمد کرتے ہیں اور اس

فِيْ جَمِيْعِ اُمُوْرِهٖ ۔ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى
رِعَايَةِ حُقُوْقِهٖ ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ
غَيْرُهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
اَرْسَلَهٗ بِاَمْرِهٖ صَادِعًا وَ بِذِكْرِهٖ
نَاطِقًا۔ فَاَدّٰى اَمِيْنًا وَ مَضٰى
رَشِيْدًا۔ وَ خَلَّفَ فِيْنَا رَايَةَ الْحَقِّ
مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ، وَمَنْ تَخَلَّفَ
عَنْهَا زَهَقَ۔ وَمَنْ لَزِمَهَا لَحِقَ
دَلِيْلُهَا، مَكِيْثُ الْكَلَامِ۔ بَطِيْءُ
الْقِيَامِ، سَرِيْعٌ اِذَا قَامَ۔ فَاِذَا اَنْتُمْ
اَلَنْتُمْ لَهٗ رِقَابَكُمْ وَ اَشَرْتُمْ اِلَيْهِ
بِاَصَابِعِكُمْ، جَآءَهُ الْمَوْتُ فَذَهَبَ
بِهٖ، فَلَبِثْتُمْ بَعْدَهٗ مَا شَآءَ اللّٰهُ
حَتّٰى يُطْلِعَ اللّٰهُ لَكُمْ مَّنْ يَّجْمَعُكُمْ
وَ يَضُمُّ نَشْرَكُمْ فَلَا تَطْمَعُوْا فِيْ
غَيْرِ مُقْبِلٍ، وَلَا تَيْاَسُوْا مِنْ
مُّدْبِرٍ۔ فَاِنَّ الْمُدْبِرَ عَسٰى اَنْ
تَزِلَّ اِحْدٰى قَآئِمَتَيْهِ وَ
تَثْبُتَ الْاُخْرٰى وَ تَرْجِعَا حَتّٰى
تَثْبُتَا جَمِيْعًا۔ اَلَا اِنَّ مَثَلَ
اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ كَمَثَلِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ
اِذَا خَوٰى نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ،
فَكَاَنَّكُمْ قَدْ تَكَامَلَتْ مِنَ
اللّٰهِ فِيْكُمُ الصَّنَآئِعُ وَ اَرَاكُمْ

کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھنے میں اس سے مدد مانگتے ہیں۔
اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں
اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں۔
جنہیں اللہ نے اپنا امر واضح کر کے سنانے اور اپنا ذکر زبان
پر لانے کے لیے بھیجا۔ آپ نے امانتداری کے ساتھ اسے
پہنچایا اور راہ راست پر برقرار رہتے ہوئے دنیا سے
رخصت ہوئے اور ہم میں حق کا وہ پرچم چھوڑ گئے کہ جو اس
سے آگے بڑھے گا وہ (دین سے) نکل جائے گا اور جو
پیچھے رہ جائے گا، وہ مٹ جائے گا اور جو اس سے چمٹا رہے
گا وہ حق کے ساتھ رہے گا اس پرچم کی طرف راہنمائی کرنے
والا وہ ہے جو بات کہنے میں جلد بازی نہیں کرتا اور پوری
طرح غور کرنے کے لیے) اپنے اقدام میں تاخیر کرتا ہے۔
اور جب کسی امر کو لے کر کھڑا ہو جائے، تو پھر تیز گام ہے اور
جب تم اس کے سامنے گردنیں خم کر دو گے اور (اس کی عظمت
وجلال کے پیش نظر) اس کی طرف انگلیوں کے اشارے کرنے
لگو گے تو اسے موت آجائے گی اور اسے لے جائے گی اور
پھر جب تک اللہ چاہے تم (انتظار میں) ٹھہرے رہو گے
یہاں تک کہ اللہ اس شخص کو ظاہر کرے جو تمہیں ایک جگہ پر جمع
کرے اور تمہاری شیرازہ بندی کرے جو کچھ ہونے والا نہیں
ہے اس کی لالچ نہ کرو۔ اور نہ برگشتہ صورت حال سے مایوس
ہو اور بہت ممکن کہ برگشتہ صورت حال کا ایک قدم اکھڑ گیا ہو اور دوسرا
قدم جما ہوا ہو اور پھر کوئی ایسی صورت ہو کہ دونوں قدم جم ہی جائیں۔
تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آل محمد آسمان کے ستاروں کے
مانند ہیں، جب ایک ڈوبتا ہے تو دوسرا ابھر آتا ہے گویا
تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں اور جس کی تم آس لگائے

مَا كُنْتُمْ تَأْمُلُوْنَ ۔ بیٹھے تھے، وہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا ہے ۔

لے مطلب یہ ہے کہ اگر سر دست تمہارے توقعات پورے نہیں ہو رہے تو مایوس نہ ہو جاؤ کیوں کہ ممکن ہے کہ صورت حال میں تبدیلی ہو اور اصلاح میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دور ہو جائیں اور معاملات تمہارے حسب دلخواہ طے پا جائیں۔

خطبہ ۹۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ أُخْرَى ۔

اَلْاَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ اَوَّلٍ ۔ وَالْاٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ اٰخِرٍ ۔ بِاَوَّلِيَّتِهٖ وَجَبَ اَنْ لَّا اَوَّلَ لَهٗ وَ بِاٰخِرِيَّتِهٖ وَجَبَ اَنْ لَّا اٰخِرَ لَهٗ ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً يُّوَافِقُ فِيْهَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ وَالْقَلْبُ اللِّسَانَ :۔ اَيُّهَا النَّاسُ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْ ۔ وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمْ عِصْيَانِیْ وَلَا تَتَرَامَوْا بِالْاَبْصَارِ عِنْدَ مَا تَسْمَعُوْنَهٗ مِنِّیْ نَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ اِنَّ الَّذِیْ اُنَبِّئُكُمْ بِهٖ عَنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا كَذَبَ الْمُبَلِّغُ وَلَا جَهِلَ السَّامِعُ وَلَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى ضِلِّيْلٍ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَفَحَصَ بِرَايَاتِهٖ فِیْ ضَوَاحِیْ كُوْفَانَ ۔ فَاِذَا نَغَرَتْ فَاغِرَتُهٗ ۔ وَ اشْتَدَّتْ شَكِيْمَتُهٗ وَثَقُلَتْ فِی الْاَرْضِ

وہ ہر اوّل سے پہلے اوّل ہے اور ہر آخر کے بعد آخر ہے۔ اس کی اولیت کے سبب سے واجب ہے۔ کہ اس سے پہلے کوئی نہ ہو، اور اس کے آخر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ایسی گواہی جس میں ظاہر و باطن یکساں، اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

اے لوگو! تم میری مخالفت کے جرم میں مبتلا نہ ہو، اور میری نافرمانی کر کے حیران و پریشان نہ ہو۔ میری باتیں سنتے وقت تو ایک دوسرے کی طرف آنکھوں کے اشارے نہ کرو اس ذات کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا ہے۔ میں جو خبر تمہیں دیتا ہوں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پہنچی ہوئی ہے، نہ خبر دینے والے (رسول) نے جھوٹ کہا، نہ سننے والا جاہل تھا (او سنو!) میں ایک سخت گمراہیوں میں پڑے ہوئے شخص کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور اس نے اپنے جھنڈے کوفہ کے آس پاس کھلے میدانوں میں گاڑ دیئے ہیں۔ چنانچہ جب اس کا منہ (پھاڑ کھانے کو) کھل گیا اور اس کی لگام کا دہانہ مضبوط

وَطَأَتُهٗ عَضَّتِ الْفِتْنَةُ اَبْنَاءَهَا بِاَنْيَابِهَا وَمَاجَتِ الْحَرْبُ بِاَمْوَاجِهَا۔ وَبَدَا مِنَ الْاَيَّامِ كُلُوْحُهَا، وَمِنَ اللَّيَالِيْ كُدُوْحُهَا۔ فَاِذَا اَيْنَعَ زَرْعُهٗ وَقَامَ عَلٰى يَنْعِهٖ۔ وَهَدَرَتْ شَقَاشِقُهٗ وَبَرَقَتْ بَوَارِقُهٗ، وَعُقِدَتْ رَايَاتُ الْفِتَنِ الْمُعْضِلَةِ وَاَقْبَلْنَ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَالْبَحْرِ الْمُلْتَطِمِ۔ هٰذَا وَكَمْ يَخْرِقُ الْكُوْفَةَ مِنْ قَاصِفٍ، وَيَمُرُّ عَلَيْهَا مِنْ عَاصِفٍ۔ وَعَنْ قَلِيْلٍ تَلْتَفُّ الْقُرُوْنُ بِالْقُرُوْنِ، وَيُحْصَدُ الْقَائِمُ وَيُحْطَمُ الْمَحْصُوْدُ۔

ہو گیا اور زمین میں اس کی پا مالیاں سخت سے سخت ہو گئیں، تو فتنوں نے اپنے دانتوں سے دنیا والوں کو کاٹنا شروع کر دیا اور جنگ کا دریا تھپیڑے مارنے لگا اور دنوں کی سختی سامنے آ گئی اور راتوں کی تکلیف شدت اختیار کر گئی۔ بس ادھر اس کی کھیتی پختہ ہوئی اور فصل تیار ہوئی اور اس کی سرمستیاں جوش دکھانے لگیں اور تلواریں چمکنے لگیں۔ ادھر سخت فتنہ و شر کے جھنڈے گڑ گئے اور اندھیری رات اور متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھ آئے اس کے علاوہ اور کتنے ہی تیز جھکڑ کوفہ کو اکھیڑ ڈالیں گے اور کتنی ہی سخت آندھیاں اس پر آئیں گے۔ اور عنقریب جماعتیں جماعتوں سے گتھ جائیں گی اور کھڑی کھیتیوں کو کاٹ دیا جائے گا اور کٹے ہوئے حاصلوں کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔

لہ اس سے بعض نے معاویہ اور بعض نے عبدالملک ابن مروان مراد لیا ہے۔

خطبہ ۱۰۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ يَجْرِيْ مَجْرَى الْخُطْبَةِ وَذٰلِكَ يَوْمٌ يَجْمَعُ اللّٰهُ فِيْهِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لِنِقَاشِ الْحِسَابِ وَجَزَاءِ الْاَعْمَالِ، خُضُوْعًا قِيَامًا قَدْ اَلْجَمَهُمُ الْعَرَقُ، وَرَجَفَتْ بِهِمُ الْاَرْضُ۔ فَاَحْسَنُهُمْ حَالًا مَنْ وَجَدَ لِقَدَمَيْهِ مَوْضِعًا وَلِنَفْسِهٖ مُتَّسَعًا۔

وہ ایسا دن ہوگا کہ اللہ حساب کی چھان بین اور عملوں کی جزاء کے لیے سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا۔ وہ خضوع کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پسینہ منہ تک پہنچ کر ان کے منہ میں لگام ڈال دے گا۔ زمین ان لوگوں سمیت لرزتی اور تھرتھراتی ہو گی۔ اس وقت سب سے بڑا خوش حال وہ ہو گا جسے اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ اور سانس لینے کو کھلی فضا مل جائے۔

(مِنْهُ) فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، لَا تَقُوْمُ لَهَا قَائِمَةٌ۔ وَلَا تُرَدُّ لَهَا رَايَةٌ

اسی خطبے کا ایک جزء یہ ہے: وہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے۔ ان کے مقابلے کے

تَأْتِيكُمْ مَزْمُومَةً مَرْحُولَةً يَحْفِزُهَا قَائِدُهَا وَ يَجْهَدُهَا رَاكِبُهَا أَهْلُهَا قَوْمٌ شَدِيدٌ كَلَبُهُمْ قَلِيلٌ سَلَبُهُمْ يُجَاهِدُهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَوْمٌ أَذِلَّةٌ عِنْدَ الْمُتَكَبِّرِينَ، فِي الْأَرْضِ مَجْهُولُونَ، وَ فِي السَّمَاءِ مَعْرُوفُونَ. فَوَيْلٌ لَكِ يَا بَصْرَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ مِنْ جَيْشٍ مِنْ نِقَمِ اللّٰهِ لَا رَهَجَ لَهُ وَ لَا حِسَّ وَ سَيُبْتَلَى أَهْلُكِ بِالْمَوْتِ الْأَحْمَرِ وَ الْجُوعِ الْأَغْبَرِ.

یہ گھوڑوں کے ابیرم نہ بکیں گے اور نہ ان کے جھنڈے پلٹائے جا سکیں گے۔ وہ تمہارے پاس اس طرح آئیں گے کہ ان کی لگامیں چڑھی ہوں گی اور ان پر پالان کسے ہوں گے ان کا پیش رو انہیں تیزی سے ہنکائے گا اور سوار ہونے والا انہیں ہلکان کر دے گا۔ وہ لوگ اس قوم سے ہیں جن کے حملے سخت ہوتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کم۔ ان سے وہ قوم فی سبیل اللہ جہاد کرے گی جو متکبروں کے نزدیک پست اور ذلیل، زمین میں گمنام، اور آسمان میں جانی پہچانی ہوئی ہو گی۔ اے بصرہ! تیری حالت پر افسوس ہے کہ جب تجھ پر اللہ کے عذاب کے لشکر ٹوٹ پڑیں گے جس میں نہ غبار اڑے گا اور نہ شور و غوغا ہو گا، اور تیرے بسنے والے قتل اور سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے۔

* * *

خطبہ ۱۰۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أُنْظُرُوا إِلَى الدُّنْيَا نَظَرَ الزَّاهِدِينَ فِيهَا، الصَّادِفِينَ عَنْهَا. فَإِنَّهَا وَاللّٰهِ عَمَّا قَلِيلٍ تُزِيلُ الثَّاوِيَ السَّاكِنَ تُفْجِعُ الْمُتْرَفَ الْآمِنَ. لَا يَرْجِعُ مَا تَوَلَّى مِنْهَا فَأَدْبَرَ. وَلَا يُدْرَى مَا هُوَ آتٍ مِنْهَا فَيُنْتَظَرَ. سُرُورُهَا مَشُوبٌ بِالْحُزْنِ. وَ جَلَدُ الرِّجَالِ فِيهَا إِلَى الضَّعْفِ وَ الْوَهْنِ فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ كَثْرَةُ مَا يُعْجِبُكُمْ فِيهَا، لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا.

دنیا کو زہد اختیار کرنے والوں اور اس سے پہلو بچانے والوں کی نظر سے دیکھو، خدا کی قسم! وہ جلد ہی اپنے رہنے سہنے والوں کو اپنے سے الگ کر دے گی، اور امن و خوشحالی میں بسر کرنے والوں کو رنج و اندوہ میں ڈال دے گی، اور جو چیز اس میں کی منہ موڑ کر پیٹھ پھرا لے، وہ واپس نہیں آیا کرتی۔ اور آنے والی چیز کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی راہ دیکھی جائے۔ اس کی مسرتیں رنج میں سمو دی گئی ہیں، اور جوانمردوں کی ہمت و طاقت اس میں کمزوری و ناتوانی کی طرف بڑھ رہی ہے (دیکھو) دنیا کو خوش کر دینے والی چیزوں کی زیادتی تمہیں مغرور نہ بنا دے اس لیے کہ جو چیزیں تمہارا ساتھ دیں گی، وہ بہت کم ہیں۔

رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً تَفَکَّرَ فَاعْتَبَرَ وَ اعْتَبَرَ فَأَبْصَرَ۔ فَکَاَنَّ مَا ھُوَ کَائِنٌ مِنَ الدُّنْیَا عَنْ قَلِیْلٍ لَمْ یَکُنْ، وَکَاَنَّ مَا ھُوَ کَائِنٌ مِنَ الْاٰخِرَۃِ عَمَّا قَلِیْلٍ لَمْ یَزَلْ۔ وَکُلُّ مَعْدُوْدٍ مُنْقَضٍ، وَکُلُّ مُتَوَقَّعٍ اٰتٍ، وَکُلُّ اٰتٍ قَرِیْبٌ دَانٍ۔

خدا اس شخص پر رحم کرے جو سوچ بچار سے عبرت اور عبرت سے بصیرت حاصل کرے۔ دنیا کی ساری موجود چیزیں معدوم ہو جائیں گی گویا کہ وہ موجود تھیں ہی نہیں، اور آخرت میں پیش آنے والی چیزیں جلد ہی موجود ہو جائیں گی۔ گویا کہ وہ ابھی سے موجود ہیں۔ ہر شمار میں آنے والی چیز ختم ہو جایا کرتی ہے اور جس کی آمد کا انتظار ہو، اسے آیا ہی جانو اور ہر آنے والے کو نزدیک اور پہنچا ہوا سمجھو۔

(مِنْھَا) اَلْعَالِمُ مَنْ عَرَفَ قَدْرَہٗ وَکَفٰی بِالْمَرْءِ جَھْلًا اَنْ لَّا یَعْرِفَ قَدْرَہٗ وَ اِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی لَعَبْدًا وَکَلَہُ اللّٰہُ اِلٰی نَفْسِہٖ جَائِرًا عَنْ قَصْدِ السَّبِیْلِ سَائِرًا بِغَیْرِ دَلِیْلٍ۔ اِنْ دُعِیَ اِلٰی حَرْثِ الدُّنْیَا عَمِلَ، وَاِنْ دُعِیَ اِلٰی حَرْثِ الْاٰخِرَۃِ کَسِلَ کَاَنَّ مَا عَمِلَ لَہٗ وَاجِبٌ عَلَیْہِ، وَکَاَنَّ مَا وَنٰی فِیْہِ سَاقِطٌ عَنْہُ۔

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے:

عالم وہ ہے جو اپنا مرتبہ شناس ہو۔ اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ وہ اپنی قدر و منزلت نہ پہچانے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند، اللہ کو وہ بندہ ہے جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہے۔ اس طرح کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا اور بغیر رہنما کے چلنے والا ہے۔ اگر اسے دنیا کی کھیتی (بونے) کے لیے بلایا جاتا ہے، تو سرگرمی دکھاتا ہے اور آخرت کی کھیتی (بونے) کے لیے کہا جاتا ہے تو کاہلی کرنے لگتا ہے۔ گویا جس چیز کے لیے اس نے سرگرمی دکھائی ہے وہ تو ضروری تھی، اور جس میں سستی و کوتاہی کی ہے وہ اس سے ساقط تھی۔

(وَمِنْھَا) وَذٰلِکَ زَمَانٌ لَا یَنْجُوْ فِیْہِ اِلَّا کُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَۃٍ اِنْ شَھِدَ لَمْ یُعْرَفْ وَاِنْ غَابَ لَمْ یُفْتَقَدْ۔ اُولٰٓئِکَ مَصَابِیْحُ الْھُدٰی، وَاَعْلَامُ السُّرٰی لَیْسُوْا بِالْمَسَایِیْحِ وَلَا الْمَذَایِیْعِ الْبُذُرِ اُولٰٓئِکَ یَفْتَحُ اللّٰہُ لَھُمْ اَبْوَابَ رَحْمَتِہٖ وَیَکْشِفُ عَنْھُمْ ضَرَّآءَ نِقْمَتِہٖ۔ اَیُّھَا النَّاسُ سَیَاْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ یُکْفَأُ فِیْہِ الْاِسْلَامُ کَمَا

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے:

وہ زمانہ ایسا ہو گا کہ جس میں وہ خوابیدہ مومن ہی بچ کر نکل سکے گا کہ جو سامنے آئے پر جانا پہچانا نہ جائے، اور نگاہ سے اوجھل ہونے پر اسے ڈھونڈھا نہ جائے۔ یہی لوگ تو ہدایت کے جگمگاتے چراغ اور شب پیمائیوں میں روشن نشان ہیں۔ نہ وہ ادھر ادھر کچھ لگاتے پھرتے ہیں، نہ لوگوں کی برائیاں اچھالتے ہیں اور نہ ان کے راز فاش کرتے ہیں۔ اللہ انہیں

يُكْفَأُ الْإِنَاءُ بِمَا فِيهِ. أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ قَدْ أَعَاذَكُمْ مِنْ أَنْ يَجُورَ عَلَيْكُمْ، وَلَمْ يُعِذْكُمْ مِنْ أَنْ يَبْتَلِيَكُمْ، وَقَدْ قَالَ جَلَّ مِنْ قَائِلٍ: "إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ".

أَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ) فَإِنَّمَا أَرَادَ بِهِ الْخَامِلَ الذِّكْرِ الْقَلِيلَ الشَّرِّ. وَالْمَسَايِيحُ جَمْعُ مِسْيَاحٍ وَهُوَ الَّذِي يَسِيحُ بَيْنَ النَّاسِ بِالْفَسَادِ وَالنَّمَائِمِ. وَالْمَذَايِيعُ جَمْعُ مِذْيَاعٍ وَهُوَ الَّذِي إِذَا سَمِعَ لِغَيْرِهِ بِفَاحِشَةٍ أَذَاعَهَا وَنَوَّهَ بِهَا. وَالْبُذُرُ جَمْعُ بَذُورٍ: وَهُوَ الَّذِي يَكْثُرُ سَفَهُهُ وَيَلْغُو مَنْطِقُهُ.

لوگوں کے لیے رحمت کے دروازے کھول دے، اور ان سے اپنے عذاب کی سختیاں دور رکھے گا۔

اے لوگو! وہ زمانہ تمہارے سامنے آنے والا ہے کہ جس میں اسلام کو اس طرح اوندھا کر دیا جائے گا جس طرح برتن کو ان چیزوں سمیت جو اس میں ہوں الٹ دیا جائے

اے لوگو! اللہ نے تمہیں اس امر سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ تم پر ظلم کرے۔ مگر اس سے پناہ نہیں کہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے۔ اس بزرگ و برتر کہنے والے کا ارشاد ہے: "اس میں ہماری بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم تو بس ان کا امتحان لیا کرتے ہیں۔ سید رضی فرماتے ہیں۔

حضرتؑ کے ارشاد "ہر خوابیدہ مومن" میں خوابیدہ سے مراد وہ شخص ہے کہ جو گمنام اور بے شر ہو اور مسایِیح مسیاح کی جمع ہے اور مسیاح اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں میں فتنہ و شر پھیلاتا رہے اور لگائی بجھائی کرتا رہے اور مذاییع مذیاع کی جمع ہے اور مذیاع اسے کہتے ہیں کہ جو کسی کی برائی سنے تو اسے اچھالے اور علانیہ بیان کرے اور بذر بذور کی جمع ہے اور اسے کہتے ہیں کہ جو احمق اور اول فول بکنے والا ہو۔

خطبہ ۱۰۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وَقَدْ تَقَدَّمَ مُخْتَارُهَا بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ.

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ

ایک دوسری روایت کی بناء پر یہ خطبہ پہلے درج ہو چکا ہے:-

جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا، تو عرب میں نہ کوئی (آسمانی) کتاب کا پڑھنے والا تھا اور نہ کوئی نبوت

محمدا صلى الله عليه وآله وسلم وليس أحد من العرب يقرأ كتابا، ولا يدعي نبوة ولا وحيا فقاتل بمن أطاعه من عصاه يسوقهم إلى منجاتهم، ويبادر بهم الساعة أن تنزل بهم۔ يحسر الحسير ويقف الكسير فيقيم عليه حتى يلحقه غايته إلا هالكا لا خير فيه۔ حتى أراهم منجاتهم، وبوأهم محلتهم فاستدارت رحاهم واستقامت قناتهم وايم الله لقد كنت في ساقتها حتى تولت بحذافيرها واستوسقت في قيادها، ما ضعفت ولا جبنت، ولا خنت ولا وهنت وايم الله لأبقرن الباطل حتى أخرج الحق من خاصرته۔

وحی کا دعوے دار۔ آپ نے اطاعت کرنے والوں کو لے کر اپنے مخالفوں سے جنگ کی۔ درآں حالیکہ آپ ان لوگوں کو نجات کی طرف لے جا رہے تھے اور قبل اس کے کہ موت ان لوگوں پر آپڑے، ان کی ہدایت کے لیے بڑھ رہے تھے۔ جب کوئی تھکا ماندہ رک جاتا تھا۔ اور خستہ و درماندہ ٹھہر جاتا تھا۔ تو آپ اس کے (سر پر) کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اسے اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی ایسا تباہ حال ہو جس میں ذرہ بھر بھلائی ہی نہ ہو۔ یہاں تک کہ آپ نے انہیں نجات کی منزل دکھا دی، اور انہیں ان کے مرتبہ پر پہنچا دیا۔ چنانچہ ان کی چکی گھومنے لگی، ان کے نیزے کا خم جاتا رہا خدا کی قسم میں بھی انہیں ہنکانے والوں میں تھا۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح پسپا ہو گئے اور اپنے بندھنوں میں جکڑ دیئے گئے۔ اس دوران میں نہ میں عاجز ہوا نہ بزدلی دکھائی، نہ کسی قسم کی خیانت کی، اور نہ مجھ میں کمزوری آئی۔ خدا کی قسم! میں (اب بھی) باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں گا۔

خطبہ ۱۰۳

ومن خطبة له عليه السلام۔
حتى بعث الله محمدا صلى الله عليه وآله وسلم شهيدا وبشيرا ونذيرا: خير البرية طفلا وأنجبها كهلا - أطهر المطهرين

آخر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا درآں حالیکہ وہ گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے۔ جو بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرف کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خوخصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود و سخا میں

شِيمَةً، وَأَجْوَدَ الْمُسْتَمْطِرِينَ دِيمَةً. فَمَا احْلَوْلَتْ لَكُمُ الدُّنْيَا فِي لَذَّتِهَا وَلَا تَمَكَّنْتُمْ مِنْ رَضَاعِ أَخْلَافِهَا، إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا صَادَفْتُمُوهَا جَائِلاً خِطَامُهَا قَلِقاً وَضِينُهَا. قَدْ صَارَ حَرَامُهَا عِنْدَ أَقْوَامٍ بِمَنْزِلَةِ السِّدْرِ الْمَخْضُودِ وَحَلَالُهَا بَعِيداً غَيْرَ مَوْجُودٍ. وَصَادَفْتُمُوهَا وَاللَّهِ ظِلّاً مَمْدُوداً إِلَى أَجَلٍ مَعْدُودٍ. فَالْأَرْضُ لَكُمْ شَاغِرَةٌ، وَأَيْدِيكُمْ فِيهَا مَبْسُوطَةٌ، وَأَيْدِي الْقَادَةِ عَنْكُمْ مَكْفُوفَةٌ وَ سُيُوفُكُمْ عَلَيْهِمْ مُسَلَّطَةٌ وَ سُيُوفُهُمْ عَنْكُمْ مَقْبُوضَةٌ. أَلَا إِنَّ لِكُلِّ دَمٍ ثَائِراً، وَلِكُلِّ حَقٍّ طَالِباً. وَإِنَّ الثَّائِرَ فِي دِمَائِنَا كَالْحَاكِمِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ. هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا يُعْجِزُهُ مَنْ طَلَبَ لَا يَفُوتُهُ مَنْ هَرَبَ. فَأُقْسِمُ بِاللَّهِ يَا بَنِي أُمَيَّةَ عَمَّا قَلِيلٍ لَتَعْرِفُنَّهَا فِي أَيْدِي غَيْرِكُمْ وَفِي دَارِ عَدُوِّكُمْ. أَلَا وَإِنَّ أَبْصَرَ الْأَبْصَارِ مَا نَفَذَ فِي الْخَيْرِ طَرْفُهُ. أَلَا إِنَّ أَسْمَعَ الْأَسْمَاعِ مَا وَعَى التَّذْكِيرَ وَقَبِلَهُ.

ابر صفت برسائے جانے والوں میں سب سے زائد لگاتار برسنے والے تھے۔

دنیا اپنی لذتوں میں اس وقت تمہارے لیے شیریں و خوشگوار ہوئی اور اس وقت تم اس کے تھنوں سے دودھ پینے پر قادر ہوئے جب اس کے پہلے اس کی مہاریں جھول رہی تھیں اور اس کا تنگ (ڈھیلا ہو کر) ہل رہا تھا (یعنی اس کا کوئی سوار اور دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا جو اس کی باگیں اٹھاتا اور اس کا تنگ کستا. کچھ قوموں کے لیے تو حرام اس بیری کے مانند (خوش گوار اور مزے دار) ہو گیا تھا جس کی شاخیں پھلوں کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں۔ اور حلال ان کے لیے (کوسوں) دور اور نایاب تھا۔ خدا کی قسم! یہ دنیا لمبی چھاؤں کی صورت میں ایک مقررہ وقت تک تمہارے پاس ہے۔ مگر اس وقت تو زمین بغیر روک ٹوک کے تمہارے قبضے میں ہے تمہارے ہاتھ اس میں کھلے ہوئے ہیں اور پیشواؤں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں تمہاری تلواریں ان پر مسلّط ہیں اور ان کی تلواریں رکی جا چکی ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر خون کا کوئی قصاص لینے والا، اور ہر حق کا کوئی طلب کرنے والا بھی ہوتا ہے۔ اور ہمارے خون کا قصاص لینے والا اس حاکم کے مانند ہے جو اپنے ہی حق کے بارے میں فیصلہ کرے اور وہ اللہ ہے کہ جسے وہ تلاش کرے۔ وہ اسے بے بس نہیں بنا سکتا۔ اور جو بھاگنے کی کوشش کرے، وہ اس کے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔

اے بنی امیہ! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جلد ہی تم اپنی (دنیا اور اس کی) ثروتوں کو دوسروں کے ہاتھوں اور دشمنوں کے گھروں میں دیکھو گے سب آنکھوں سے زیادہ دیکھنے والی وہ آنکھ ہے

أَيُّهَا النَّاسُ اسْتَصْبِحُوا
مِنْ شُعْلَةِ مِصْبَاحٍ وَاعِظٍ مُتَّعِظٍ
وَامْتَاحُوا مِنْ صَفْوِ عَيْنٍ قَدْ
رُوِّقَتْ مِنَ الْكَدَرِ۔
عِبَادَ اللهِ لَا تَرْكَنُوا إِلَى
جَهَالَتِكُمْ، وَلَا تَنْقَادُوا
لِأَهْوَائِكُمْ، فَإِنَّ النَّازِلَ
بِهٰذَا الْمَنْزِلِ نَازِلٌ بِشَفَا
جُرُفٍ هَارٍ، يَنْقُلُ الرَّدَى عَلَى
ظَهْرِهِ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى مَوْضِعٍ لِرَأْيٍ
يُحْدِثُهُ بَعْدَ رَأْيٍ يُرِيدُ أَنْ
يُلْصِقَ مَا لَا يَلْتَصِقُ وَيُقَرِّبَ
مَا لَا يَتَقَارَبُ۔ فَاللهَ اللهَ
أَنْ تَشْكُوا إِلَى مَنْ لَا يُشْكِي
شَجْوَكُمْ، وَلَا يَنْقُضُ
بِرَأْيِهِ مَا قَدْ أُبْرِمَ لَكُمْ
إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْإِمَامِ إِلَّا مَا
حُمِّلَ مِنْ أَمْرِ رَبِّهِ۔ الْإِبْلَاغُ
فِي الْمَوْعِظَةِ وَالْاِجْتِهَادُ فِي
النَّصِيحَةِ، وَالْإِحْيَاءُ لِلسُّنَّةِ
وَإِقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَى
مُسْتَحِقِّيهَا، وَإِصْدَارُ
السُّهْمَانِ عَلَى أَهْلِهَا فَبَادِرُوا
الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِ تَصْوِيحِ نَبْتِهِ
وَمِنْ قَبْلِ أَنْ تُشْغَلُوا

جس کی نظر نیکیوں میں اتر جائے اور سب کانوں سے بڑھ کر سننے
والا وہ کان ہے کہ جو نصیحت کی باتیں سنے اور انہیں قبول کرے
اے لوگو! واعظ باعمل کے چراغ ہدایت کی لَو سے اپنے چراغ روشن
کر لو، اور اس صاف و شفاف چشمہ سے پانی بھر لو، جو (شبہات کی)
آمیزشوں اور کدورتوں سے نتھر چکا ہے۔ اے اللہ کے بندو
اپنی جہالتوں کی طرف نہ مڑو اور نہ اپنی خواہشوں کے تابع ہو
جاؤ۔ اس لیے کہ خواہشوں کی منزل میں اترنے والا ایسا ہے
جیسے کوئی سیلاب زدہ دیوار کے کنارے پر کھڑا ہو کہ جو گرا
چاہتی ہو۔ وہ ہلاکتوں کا پلندہ اپنی پیٹھ پر اٹھائے کبھی اس کندھے پر رکھا ہے کبھی اس
کندھے پر۔ اپنی ان رایوں کی صورت میں جنہیں وہ بدلتا رہتا
ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس پر (کوئی دلیل) چپاں کرے
مگر جو چپکنے والی نہیں ہوتی اور اسے (ذہنوں سے) قریب
کرنا چاہتا ہے، جو قریب ہونے کے قابل نہیں اللہ سے
ڈرو کہ تم اپنی شکایتیں اس شخص کے سامنے لے کر بیٹھ جاؤ
کہ جو (تمہاری خواہشوں کے مطابق) تمہارے شکوؤں کے
قلق کو دور نہیں کرے گا اور نہ شریعت کے محکم و مضبوط
احکام کو توڑے گا۔ امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اسے
اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے (اسے انجام
دے) اور وہ یہ ہے کہ پند و نصیحت کی باتیں ان تک پہنچائے
سمجھائے بجھانے میں پوری پوری کوشش کرے، سنت
کو زندہ رکھے، اور جن پر حد لگتا ہے ان پر حد جاری کرے
اور (غصب کئے ہوئے) حصوں کو ان کے اصلی وارثوں
تک پہنچائے۔ تمہیں چاہیئے کہ علم کی طرف بڑھو قبل اس
کے کہ اس کا (ہرا بھرا) سبزہ خشک ہو جائے اور قبل
اس کے کہ اہل علم سے علم سیکھنے میں اپنے ہی نفس

بِأَنْفُسِكُمْ عَنْ مُسْتَشَارِ الْعِلْمِ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهِ۔ وَانْهَوْا غَيْرَكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتَنَاهَوْا عَنْهُ، فَإِنَّمَا أُمِرْتُمْ بِالنَّهْيِ بَعْدَ التَّنَاهِي۔

کی مصروفیتیں حائل ہو جائیں۔ دوسروں کو برائیوں سے روکو اور خود بھی رُکے رہو۔ اس لیے کہ تمہیں برائیوں سے رکنے کا حکم پہلے ہے، اور دوسروں کو روکنے کا بعد میں ہے۔

خطبہ ۱۰۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ شَرَعَ الْإِسْلَامَ فَسَهَّلَ شَرَائِعَهُ لِمَنْ وَرَدَهُ، وَأَعَزَّ أَرْكَانَهُ عَلٰى مَنْ غَالَبَهُ، فَجَعَلَهُ أَمْنًا لِمَنْ عَلِقَهُ، وَسِلْمًا لِمَنْ دَخَلَهُ، وَبُرْهَانًا لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَنُوْرًا لِمَنِ اسْتَضَاءَ بِهِ۔ وَفَهْمًا لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَتَبْصِرَةً لِمَنْ عَزَمَ، وَعِبْرَةً لِمَنِ اتَّعَظَ: وَنَجَاةً لِمَنْ صَدَّقَ، وَثِقَةً لِمَنْ تَوَكَّلَ وَرَاحَةً لِمَنْ فَوَّضَ، وَجُنَّةً لِمَنْ صَبَرَ۔ فَهُوَ أَبْلَجُ الْمَنَاهِجِ وَأَوْضَحُ الْوَلَائِجِ، مُشْرَفُ الْمَنَارِ مُشْرِقُ الْجَوَادِّ، مُضِيْءُ الْمَصَابِيْحِ كَرِيْمُ الْمِضْمَارِ، رَفِيْعُ الْغَايَةِ جَامِعُ الْحَلْبَةِ، مُتَنَافَسُ السُّبْقَةِ. شَرِيْفُ الْفُرْسَانِ اَلتَّصْدِيْقُ مِنْهَاجُهُ۔ وَالصَّالِحَاتُ

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے کہ جس نے شریعت اسلام کو جاری کیا اور اس (کے سرچشمۂ) ہدایت پر اترنے والوں کے لیے اس کے قوانین کو آسان کیا، اور اس کے ارکان کو حریف کے مقابلے میں غلبہ و سرفرازی دی۔ چنانچہ جو اس سے وابستہ ہو اس کے لیے امن، جو اس میں داخل ہو اس کے لیے صلح و آشتی، جو اس کی بات کرے اس کے لیے دلیل، جو اس کی مدد لے کر مقابلہ کرے اس کے لیے اسے گواہ قرار دیا ہے اور اس سے کسب ضیا کرنے والے کے لیے نور، سمجھنے بوجھنے اور سوچ بچار کرنے والے کے لیے فہم و دانش، غور کرنے والے کے لیے (روشن) نشانی، ارادہ کرنے والے کے لیے بصیرت، نصیحت قبول کرنے والے کے لیے عبرت، تصدیق کرنے والے کے لیے نجات بھروسا کرنے والے کے لیے اطمینان، ہر چیز اسے سونپ دینے والے کے لیے راحت، صبر کرنے والے کے لیے سپر بنایا ہے وہ تمام سیدھی راہوں میں زیادہ روشن اور تمام عقیدوں میں زیادہ واضح ہے اس کے مینار بلند، راہیں درخشاں اور چراغ روشن ہیں۔ اس کا میدان (عمل) باوقار اور مقصد و غایت بلند ہے۔ اس کے میدان میں تیز رفتار گھوڑوں کا اجتماع ہے۔ اس کی طرف بڑھنا مطلوب و پسندیدہ ہے۔

مَنَارُهُ ۔ وَالْمَوْتُ غَايَتُهُ ۔ وَالدُّنْيَا مِضْمَارُهُ ، وَالْقِيَامَةُ حَلْبَتُهُ ، وَالْجَنَّةُ سُبْقَتُهُ ۔

اس کے شاہسوار عزت والے، اور اس کا راستہ (اللہ و رسولؐ کی) تصدیق ہے اور اچھے اعمال (راستے کے) نشانات ہیں۔ دنیا گھوڑ دوڑ کا میدان اور موت پہنچنے کی حد، اور قیامت گھوڑوں کے جمع ہونے کی جگہ اور جنت بڑھنے کا انعام ہے

* * *

(مِنْهَا) فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) حَتَّى أَوْرَى قَبَسًا لِقَابِسٍ ، وَأَنَارَ عَلَمًا لِحَابِسٍ ، فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ ، وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ وَبَعِيثُكَ نِعْمَةً وَرَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً ۔ اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَهُ مَقْسَمًا مِنْ عَدْلِكَ ، وَاجْزِهِ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ ۔ اَللّٰهُمَّ أَعْلِ عَلَى بِنَاءِ الْبَانِينَ بِنَاءَهُ ۔ وَأَكْرِمْ لَدَيْكَ نُزُلَهُ ۔ وَشَرِّفْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهُ وَآتِهِ الْوَسِيلَةَ وَأَعْطِهِ السَّنَاءَ وَالْفَضِيلَةَ ، وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِينَ وَلَا نَاكِبِينَ ، وَلَا نَاكِثِينَ ، وَلَا ضَالِّينَ ، وَلَا مُضِلِّينَ ، وَلَا مَفْتُونِينَ (وَقَدْ مَضَى هٰذَا الْكَلَامُ فِيمَا تَقَدَّمَ إِلَّا أَنَّنَا كَرَّرْنَاهُ هٰهُنَا لِمَا فِي الرِّوَايَتَيْنِ مِنَ الْاِخْتِلَافِ ۔

اسی خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے متعلق ہے :۔

یہاں تک کہ آپؐ نے روشنی ڈھونڈھنے والے کے لیے شعلے بھڑکائے اور (راستہ کھو کر) سواری کے روکنے والے کے لیے نشانات روشن کیے (اے اللہ!) وہ تیرے بھروسے کا امین اور قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہوا) گواہ ہے۔ وہ تیرا نبیؐ مرسل و رسولِ برحق ہے۔ جو (دنیا کے لیے) نعمت و رحمت ہے (خدایا) تو انہیں اپنے عدل و انصاف سے ان کا حصّہ عطا کر اور اپنے فضل سے انہیں دہرے حسنات اجر میں دے (اے اللہ!) ان کی عمارت کو تمام معماروں کی عمارتوں پر فوقیت عطا کر اور اپنے پاس ان کی عزت و آبرو سے مہمانی کر اور ان کے مرتبہ کو بلندی و شرف بخش، اور انہیں بلند درجہ دے اور رفعت و فضیلت عطا کر، اور ہمیں ان کی جماعت میں اس طرح محشور کر کہ نہ ہم ذلیل و رسوا ہوں، نہ نادم و پریشان نہ حق سے روگرداں، نہ عہد شکن، نہ گمراہ، نہ گمراہ کن اور نہ فریب خوردہ۔

سیّد رضی کہتے ہیں :۔

یہ کلام اگرچہ پہلے گزر چکا ہے، مگر ہم نے پھر اعادہ کیا ہے چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ اختلاف ہے

(ومنها) في خطاب أصحابه.

وَقَدْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللهِ لَكُمْ مَنْزِلَةً تُكْرَمُ بِهَا إِمَاؤُكُمْ وَتُوصَلُ بِهَا جِيرَانُكُمْ، وَيُعَظِّمُكُمْ مَنْ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ وَلَا يَدَ لَكُمْ عِنْدَهُ، وَيَهَابُكُمْ مَنْ لَا يَخَافُ لَكُمْ سَطْوَةً وَلَا لَكُمْ عَلَيْهِ إِمْرَةٌ. وَقَدْ تَرَوْنَ عُهُودَ اللهِ مَنْقُوضَةً فَلَا تَغْضَبُونَ، وَأَنْتُمْ لِنَقْضِ ذِمَمِ آبَائِكُمْ تَأْنَفُونَ. وَكَانَتْ أُمُورُ اللهِ عَلَيْكُمْ تَرِدُ وَعَنْكُمْ تَصْدُرُ وَإِلَيْكُمْ تَرْجِعُ فَمَكَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِكُمْ، وَأَلْقَيْتُمْ إِلَيْهِمْ أَزِمَّتَكُمْ، وَأَسْلَمْتُمْ أُمُورَ اللهِ فِي أَيْدِيهِمْ. يَعْمَلُونَ فِي الشُّبُهَاتِ، وَيَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ. وَايْمُ اللهِ لَوْ فَرَّقُوكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ لَجَمَعَكُمُ اللهُ لِشَرِّ يَوْمٍ لَهُمْ.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے

جس میں اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا۔ تم اپنے اللہ کے لطف و کرم کی بدولت ایسے مرتبہ پر پہنچ گئے کہ تمہاری کنیزیں بھی محترم سمجھی جانے لگیں۔ اور تمہارے ہمسایوں سے بھی اچھا برتاؤ کیا جانے لگا۔ اور وہ لوگ بھی تمہاری تعظیم کرنے لگے جن پر تمہیں نہ کوئی فضیلت تھی، نہ تمہارا کوئی ان پر احسان تھا کہ اور وہ لوگ بھی تم سے دہشت کھانے لگے جنہیں تمہارے حملہ کا کوئی اندیشہ نہ تھا اور نہ تمہارا ان پر تسلط تھا۔ مگر اس وقت تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ کے عہد توڑے جا رہے ہیں، اور تم غیظ میں نہیں آتے۔ حالانکہ اپنے آباؤ اجداد کے قائم کردہ رسم و آئین کے توڑے جانے سے تمہاری رگ حمیت جنبش میں آجاتی ہے۔ حالانکہ اب تک اللہ کے معاملات تمہارے ہی سامنے پیش ہوتے رہے اور تمہارے ہی (ذریعہ سے) ان کا حل ہوتا رہا ہے اور تمہاری ہی طرف ہر پھر کر آتے ہیں۔ لیکن تم نے اپنی جگہ ظالموں کے حوالے کر دی ہے، اور اپنی باگ ڈور انہیں تھما دی ہے اور اللہ کے معاملات انہیں سونپ دیئے ہیں کہ وہ شبہوں پر عمل پیرا اور نفسانی خواہشوں پر گامزن ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمہیں ہر ستارے کے نیچے بکھیر دیں، تو بھی اللہ تمہیں اس دن (ضرور) جمع کرے گا، جو ان کے لیے بہت برا دن ہوگا

خطبہ ۱۰۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ،
فِي بَعْضِ أَيَّامِ صِفِّينَ.

وَقَدْ رَأَيْتُ جَوْلَتَكُمْ وَانْحِيَازَكُمْ

میں نے تمہیں بھاگتے اور صفوں سے منتشر ہوتے ہوئے دیکھا (جب کہ) تمہیں چند کھرے قسم کے اوباشوں اور شام کے کے بدوؤں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ حالانکہ تم

عَنْ صُفُوْفِكُمْ تَحُوْزُكُمُ الْجُفَاةُ الطَّغَامُ، وَ اَعْرَابُ اَهْلِ الشَّامِ، وَ اَنْتُمْ لَهَامِيْمُ الْعَرَبِ وَيَآفِيْخُ الشَّرَفِ وَالْاَنْفُ الْمُقَدَّمُ، وَالسَّنَامُ الْاَعْظَمُ وَلَقَدْ شَفٰى وَحَاوِحَ صَدْرِيْ اَنْ رَاَيْتُكُمْ بِاَخَرَةٍ تَحُوْزُوْنَهُمْ كَمَا حَازُوْكُمْ، وَتُزِيْلُوْنَهُمْ عَنْ مَوَاقِفِهِمْ كَمَا اَزَالُوْكُمْ ـ حَسًّا بِالنِّضَالِ، وَ شَجْرًا بِالرِّمَاحِ ـ تَرْكَبُ اُوْلَاهُمْ اُخْرَاهُمْ، كَالْاِبِلِ الْهِيْمِ الْمَطْرُوْدَةِ تُرْمٰى عَنْ حِيَاضِهَا وَ تُذَادُ عَنْ مَوَارِدِهَا ـ

عرب کے جوانمرد شرف کے راس و رئیس (قوم میں) اونچی ناک والے اور چوٹی کی بلندی والے ہو۔ میرے سینے سے نکلنے والی کراہنے کی آوازیں اسی وقت دب سکتی ہیں کہ جب میں دیکھ لوں کہ آخر کار جس طرح انہوں نے تمہیں گھیر رکھا ہے تم نے بھی انہیں اپنے زغہ میں لے لیا ہو اور جس طرح انہوں نے تمہارے قدم اکھیڑ دیئے ہیں، اسی طرح تم نے بھی ان کے قدم ان کی جگہوں سے اکھیڑ ڈالے ہوں۔ تیروں کی بوچھاڑ سے انہیں قتل کرتے ہوئے اور نیزوں کے ایسے ہاتھ چلاتے ہوئے کہ جس سے ان کی پہلی صفیں دوسری صفوں پر چڑھی جاتی ہوں۔ جیسے ہنکائے ہوئے پیاسے اونٹ کہ جنھیں ان کے تالابوں سے دور پھینک دیا گیا ہو، اور ان کے گھاٹوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔"

خطبہ ۱۰۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ؛ وَهِيَ مِنْ خُطَبِ الْمَلَاحِمِ ـ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَجَلِّيْ لِخَلْقِهٖ بِخَلْقِهٖ وَالظَّاهِرِ لِقُلُوْبِهِمْ بِحُجَّتِهٖ ـ

خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، اِذْ كَانَتِ الرَّوِيَّاتُ لَا تَلِيْقُ اِلَّا بِذَوِي الضَّمَآئِرِ وَلَيْسَ بِذِيْ ضَمِيْرٍ فِيْ نَفْسِهٖ خَرَقَ عِلْمُهٗ بَاطِنَ غَيْبِ السُّتُرَاتِ وَ اَحَاطَ بِغُمُوْضِ عَقَائِدِ السَّرِيْرَاتِ ـ

(مِنْهَا) فِيْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

یہ اُن خطبوں میں سے ہے جن میں زمانہ کے حوادث و فتن کا تذکرہ ہے۔

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو اپنے مخلوقات کی وجہ سے مخلوقات کے سامنے عیاں ہے اور اپنی حجت و برہان کے ذریعہ سے دلوں میں نمایاں ہے۔ اس نے بغیر سوچ بچار میں پڑے مخلوق کو پیدا کیا۔ اس لیے کہ غور و فکر اس کے مناسب ہوا کرتی ہے جو دل و دماغ (جیسے اعضاء) رکھتا ہو۔ اور وہ دل و دماغ کی احتیاج سے بری ہے اس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور عقیدوں کی گہرائیوں کی تہ تک اترا ہوا ہے۔

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

اِخْتَارَهٗ مِنْ شَجَرَةِ الْاَنْبِيَآءِ وَ مِشْكَاةِ الضِّيَآءِ، وَذُؤَابَةِ الْعَلْيَآءِ وَ سُرَّةِ الْبَطْحَآءِ وَمَصَابِيْحِ الظُّلْمَةِ وَيَنَابِيْعِ الْحِكْمَةِ۔

(وَمِنْهَا) طَبِيْبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهٖ قَدْ اَحْكَمَ مَرَاهِمَهٗ، وَ اَحْمٰى مَوَاسِمَهٗ۔ يَضَعُ مِنْ ذٰلِكَ حَيْثُ الْحَاجَةُ اِلَيْهِ مِنْ قُلُوْبٍ عُمْىٍ وَاٰذَانٍ صُمٍّ، وَ اَلْسِنَةٍ بُكْمٍ۔ مُتَتَبِّعٌ بِدَوَآئِهٖ مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ وَ مَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ لَمْ يَسْتَضِيْٓـُٔوْا بِاَضْوَآءِ الْحِكْمَةِ، وَلَمْ يَقْدَحُوْا بِزِنَادِ الْعُلُوْمِ الثَّاقِبَةِ فَهُمْ فِىْ ذٰلِكَ كَالْاَنْعَامِ السَّآئِمَةِ، وَ الصُّخُوْرِ الْقَاسِيَةِ۔ قَدِ انْجَابَتِ السَّرَآئِرُ لِاَهْلِ الْبَصَآئِرِ۔ وَوَضَحَتْ مَحَجَّةُ الْحَقِّ لِخَابِطِهَا، وَاَسْفَرَتِ السَّاعَةُ عَنْ وَجْهِهَا، وَظَهَرَتِ الْعَلَامَةُ لِمُتَوَسِّمِهَا۔ مَالِىْ اَرَاكُمْ اَشْبَاحًا بِلَا اَرْوَاحٍ، وَ اَرْوَاحًا بِلَا اَشْبَاحٍ، وَ نُسَّاكًا بِلَا صَلَاحٍ، وَ تُجَّارًا بِلَا اَرْبَاحٍ وَ اَيْقَاظًا نُوَّمًا، وَشُهُوْدًا غُيَّبًا وَنَاظِرَةً عَمْيَآءَ وَ سَامِعَةً صَمَّآءَ وَ

اس خطبہ کا یہ جزو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے :۔

انہیں انبیاء کے شجرہ، روشنی کے مرکز (آل ابراہیمؑ) بلندی کی جبیں (قریش) بطحاء کی ناف (مکّہ) اور اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں سے منتخب کیا۔

اس خطبہ کا یہ حصّہ بھی رسولؐ ہی سے متعلّق ہے

وہ ایک طبیب تھے جو اپنی حکمت وطب کو لیے ہوئے چکر لگا رہا ہو۔ اس نے اپنے مرہم ٹھیک ٹھاک کر لیے ہوں اور داغنے کے آلات تپا لیے ہوں۔ وہ اندھے دلوں بہرے کانوں، گونگی زبانوں (کے علاج معالجہ) میں جہاں ضرورت ہوتی ہے، ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو، اور دوا لیے غفلت زدہ اور حیرانی وپریشانی کے مارے ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو۔ مگر لوگوں نے نہ تو حکمت کی تنویروں سے ضیاؤ نور کو حاصل کیا، اور نہ علوم درخشاں کے چقماق کو رگڑ کر نورانی شعلے پیدا کیے وہ اس معاملہ میں چرنے والے حیوانوں اور سخت پتھروں کے مانند ہیں۔ اہل بصیرت کے لیے چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہو گئی ہیں اور بھٹکنے والوں کے لیے حق کی راہ واضح ہو گئی اور آنے والی ساعت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی اور غور سے دیکھنے والوں کے لیے علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں لیکن تمہیں میں دیکھتا ہوں کہ پیکرِ بے روح اور روحِ بے قالب بنے ہوئے ہو، عابد بنے پھرتے ہو بغیر صلاح و تقوٰی کے اور تاجر بنے ہوئے بغیر فائدوں کے بیدار ہو مگر سو رہے ہو، حاضر ہو مگر ایسے جیسے غائب ہوں دیکھنے والے ہو مگر اندھے سننے والے ہو مگر بہرے گونگے، گمراہی کا بولنے والے ہو مگر اپنی سواریوں

نَاطِقَةٌ بَكْمَاءَ، وَرَايَةُ ضَلَالَةٍ قَدْ قَامَتْ عَلَى قُطْبِهَا، وَتَفَرَّقَتْ بِشُعَبِهَا، تَكِيلُكُمْ بِصَاعِهَا، وَتَخْبِطُكُمْ بِبَاعِهَا قَائِدُهَا خَارِجٌ مِنَ الْمِلَّةِ قَائِمٌ عَلَى الضِّلَّةِ فَلَا يَبْقَى يَوْمَئِذٍ مِنْكُمْ إِلَّا ثُفَالَةٌ كَثُفَالَةِ الْقِدْرِ، أَوْ نُفَاضَةٌ كَنُفَاضَةِ الْعِكْمِ تَعْرُكُكُمْ عَرْكَ الْأَدِيمِ، وَتَدُوسُكُمْ دَوْسَ الْحَصِيدِ، وَتَسْتَخْلِصُ الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِكُمْ اسْتِخْلَاصَ الطَّيْرِ الْحَبَّةَ الْبَطِينَةَ مِنْ بَيْنِ هَزِيلِ الْحَبِّ. أَيْنَ تَذْهَبُ بِكُمُ الْمَذَاهِبُ، وَتَتِيهُ بِكُمُ الْغَيَاهِبُ، وَتَخْدَعُكُمُ الْكَوَاذِبُ وَمِنْ أَيْنَ تُؤْتَوْنَ وَأَنَّى تُؤْفَكُونَ. فَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ وَلِكُلِّ غَيْبَةٍ إِيَابٌ. فَاسْتَمِعُوا مِنْ رَبَّانِيِّكُمْ وَأَحْضِرُوا قُلُوبَكُمْ وَاسْتَيْقِظُوا إِنْ هَتَفَ بِكُمْ. وَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيَجْمَعْ شَمْلَهُ وَلْيُحْضِرْ ذِهْنَهُ. فَلَقَدْ فَلَقَ لَكُمُ الْأَمْرَ فَلْقَ الْخَرَزَةِ وَقَرَفَهُ قَرْفَ الصَّمْغَةِ. فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَخَذَ الْبَاطِلُ مَآخِذَهُ، وَرَكِبَ

جھنڈا تو اپنے مرکز پر جم چکا ہے، اور اُس کی شاخیں (ہر سُو) پھیل گئی ہیں۔ تمہیں (تباہ کرنے کے لیے) اپنے پیمانوں میں تول رہا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے تمہیں اِدھر اُدھر بھٹکا رہا ہے اس کا پیشرو ملّت (اسلام) سے خارج ہے اور گمراہی پر ڈٹا کھڑا ہے۔ اُس دن تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ مگر کچھ گرے پڑے لوگ جیسے دیگ کی کھرچن یا تھیلے کے جھاڑنے سے گرے ہوئے ریزے۔ وہ گمراہی تمہیں اس طرح مسل ڈالے گی، جس طرح چمڑے کو مسلا جاتا ہے اور اس طرح روندے گی۔ جیسے کٹی ہوئی زراعت کو روندا جاتا ہے اور (مصیبت و ابتلا کے لیے) تم میں سے مومن (کامل) کو اس طرح چن لے گی جس طرح پرندے باریک دانوں میں سے موٹے دانہ کو چن لیتا ہے۔ یہ (غلط) روشیں تمہیں کہاں لیے جا رہی ہیں اور یہ اندھیاریاں تمہیں کن پریشانیوں میں ڈال رہی ہیں اور یہ جھوٹی امیدیں تمہیں کاہے کا فریب دے رہی ہیں کہاں سے لائے جاتے ہو اور کدھر پلٹائے جاتے ہو؟ ہر میعاد کا ایک نوشتہ ہوتا ہے اور ہر غائب کو پلٹ کر آنا ہے اپنے اپنے عالم ربانی سے سنو۔ اپنے دلوں کو حاضر کرو، اگر تمہیں پکارے تو جاگ اٹھو قوم کے نمائندہ کو تو اپنی قوم سے سچ ہی بولنا چاہیے اور اپنی پریشان خاطری میں یکسوئی پیدا کرنا اور اپنے ذہن کو حاضر رکھنا چاہیئے چنانچہ اس نے حقیقت کو اس طرح واشگاف کر دیا ہے جس طرح دھاگے میں پروئے جانے والے) مہرہ کو چیر دیا جاتا ہے اور اسی طرح اسے (تہہ سے) چھیل ڈالا ہے۔ جیسے درخت سے گوند۔ باوجود اس کے باطل پھر اپنے مرکز پر آ گیا اور جہالت اپنی سواریوں پر چڑھ بیٹھی۔ اس کی طغیانیاں بڑھ گئی ہیں۔ اور حق کی آواز دب گئی ہے

الْجَهْلُ مَرَاكِبَهُ وَ عَظُمَتِ الطَّاغِيَةُ وَ قَلَّتِ الدَّاعِيَةُ، وَصَالَ الدَّهْرُ صِيَالَ السَّبُعِ الْعَقُورِ. وَهَدَرَ فَنِيقُ الْبَاطِلِ بَعْدَ كُظُومٍ. وَ تَوَاخَى النَّاسُ عَلَى الْفُجُورِ. وَ تَهَاجَرُوا عَلَى الدِّينِ. وَ تَحَابُّوا عَلَى الْكَذِبِ. وَ تَبَاغَضُوا عَلَى الصِّدْقِ. فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ الْوَلَدُ غَيْظًا، وَالْمَطَرُ قَيْظًا، وَتَفِيضُ اللِّئَامُ فَيْضًا. وَ تَغِيضُ الْكِرَامُ غَيْضًا. وَ كَانَ أَهْلُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ذِئَابًا، وَ سَلَاطِينُهُ سِبَاعًا، وَأَوْسَاطُهُ أُكَّالًا وَ فُقَرَاؤُهُ أَمْوَاتًا. وَغَارَ الصِّدْقُ وَفَاضَ الْكَذِبُ وَاسْتُعْمِلَتِ الْمَوَدَّةُ بِاللِّسَانِ. وَ تَشَاجَرَ النَّاسُ بِالْقُلُوبِ وَصَارَ الْفُسُوقُ نَسَبًا. وَالْعَفَافُ عَجَبًا. وَلُبِسَ الْإِسْلَامُ لُبْسَ الْفَرْوِ مَقْلُوبًا.

اور زمانہ نے پھاڑ کھانے والے درندے کی طرح حملہ کر دیا ہے۔ اور باطل کا اونٹ چپ رہنے کے بعد پھر بلبلانے لگا ہے۔ لوگوں نے فسق و فجور پر آپس میں بھائی چارہ کر لیا ہے۔ اور دین کے سلسلہ میں ان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ جھوٹ پر تو ایک دوسرے سے یارانہ گانٹھ رکھا ہے اور سچ کے معاملہ میں باہم کدر رکھتے ہیں۔ (ایسے موقعہ پر) بیٹا (آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے بجائے) غیظ و غضب کا سبب ہوگا۔ اور بارشیں گرمی و تپش کا، کمینے پھیل جائیں گے۔ اور شریف گھٹتے جائیں گے اس زمانہ کے لوگ بھیڑیئے ہوں گے اور حکمران درندے درمیانی طبقہ کے لوگ کھا پی کر مست رہنے والے اور فقیر و نادار بالکل مردہ۔ سچائی دب جائے گی اور جھوٹ ابھر آئے گا محبّت کی لفظیں صرف زبانوں پر آئیں گے اور لوگ دلوں میں ایک دوسرے سے کشیدہ رہیں گے نسب کا معیار زنا ہوگا۔ عفت و پاکدامنی نرالی چیز سمجھی جائے گی۔ اور اسلام کا لبادہ پوستین کی طرح الٹا اوڑھا جائے گا

خطبہ ۱۰۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ لَهُ. وَكُلُّ شَيْءٍ قَائِمٌ بِهِ. غِنَى كُلِّ فَقِيرٍ. وَعِزُّ كُلِّ ذَلِيلٍ، وَ قُوَّةُ كُلِّ ضَعِيفٍ. وَ مَفْزَعُ كُلِّ مَلْهُوفٍ مَنْ تَكَلَّمَ سَمِعَ نُطْقَهُ، وَ مَنْ

ہر چیز اُس کے سامنے عاجز و سرنگوں اور ہر شے اس کے سہارے وابستہ ہے وہ ہر فقیر کا سرمایہ ہر ذلیل کی آبرو، ہر کمزور کی توانائی اور ہر مظلوم کی پناہ گاہ ہے۔ جو کہے، اس کی بات بھی وہ سنتا ہے، اور جو چپ رہے اس کے بھید سے بھی وہ آگاہ ہے۔ جو زندہ ہے اس کے رزق کا ذمہ اس پر ہے، اور جو مر جائے اس کا پلٹنا اسی

سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهُ ، وَمَنْ عَاشَ
فَعَلَيْهِ رِزْقُهُ - وَمَنْ مَاتَ فَإِلَيْهِ
مُنْقَلَبُهُ - لَمْ تَرَكَ الْعُيُوْنُ
فَتُخْبِرَ عَنْكَ - بَلْ كُنْتَ قَبْلَ
الْوَاصِفِيْنَ مِنْ خَلْقِكَ - لَمْ
تَخْلُقِ الْخَلْقَ لِوَحْشَةٍ ، وَلَا
اسْتَعْمَلْتَهُمْ لِمَنْفَعَةٍ - وَلَا
يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ ، وَلَا يُفْلِتُكَ
مَنْ أَخَذْتَ وَلَا يَنْقُصُ
سُلْطَانَكَ مَنْ عَصَاكَ ، وَلَا يَزِيْدُ
فِيْ مُلْكِكَ مَنْ أَطَاعَكَ ، وَلَا
يَرُدُّ أَمْرَكَ مَنْ سَخِطَ قَضَاءَكَ ،
وَلَا يَسْتَغْنِيْ عَنْكَ مَنْ تَوَلّٰى عَنْ
أَمْرِكَ - كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ
عَلَانِيَةٌ ، وَكُلُّ غَيْبٍ عِنْدَكَ
شَهَادَةٌ - أَنْتَ الْأَبَدُ لَا أَمَدَ لَكَ
وَأَنْتَ الْمُنْتَهٰى لَا مَحِيْصَ عَنْكَ ،
وَأَنْتَ الْمَوْعِدُ فَلَا مَنْجٰى
مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ - بِيَدِكَ نَاصِيَةُ
كُلِّ دَابَّةٍ ، وَإِلَيْكَ مَصِيْرُ كُلِّ
نَسَمَةٍ - سُبْحَانَكَ مَا أَعْظَمَ مَا
نَرٰى مِنْ خَلْقِكَ وَمَا أَصْغَرَ
عِظَمَهُ فِيْ جَنْبِ قُدْرَتِكَ
وَمَا أَهْوَلَ مَا نَرٰى مِنْ مَلَكُوْتِكَ
وَمَا أَحْقَرَ ذٰلِكَ فِيْمَا غَابَ عَنَّا

کی طرف ہے۔ (اے اللہ) آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ
تیری خبر دے سکیں، بلکہ تو تو اس وصف کرنے والی مخلوق سے
پہلے موجود تھا۔ تو نے (تنہائی کی) وحشتوں سے اکتا کر مخلوق
کو پیدا نہیں کیا اور نہ اپنے کسی فائدے کے پیش نظر ان
سے اعمال کرائے، جسے تو گرفت میں لانا چاہے وہ تجھ سے
آگے بڑھ کر جا نہیں سکتا، اور جسے تو نے گرفت میں لے لیا
پھر وہ نکل نہیں سکتا، جو تیری مخالفت کرتا ہے۔ ایسا نہیں
کہ وہ تیری فرمانروائی کو نقصان پہنچائے اور جو تیری اطاعت
کرتا ہے، وہ ملک (کی وسعتوں) کو بڑھا نہیں دیتا، اور
جو تیری قضا و قدر پر بگڑ اٹھے وہ تیرے امر کو رد نہیں کر سکتا
اور جو تیرے حکم سے منہ موڑ لے، وہ تجھ سے بے نیاز
نہیں ہو سکتا۔ ہر چھپی ہوئی چیز تیرے لیے ظاہر اور ہر غیب
تیرے سامنے بے نقاب ہے۔ تو ابدی ہے جس کی کوئی
حد نہیں، اور تو ہی (سب کی) منزل منتہا ہے کہ جس سے کوئی
گریز کی راہ نہیں اور تو ہی وعدہ گاہ ہے کہ تجھ سے چھٹکارا
پانے کی کوئی جگہ نہیں، مگر تیری ہی ذات، ہر راہ چلنے والا تیرے
قبضہ میں ہے اور ہر ذی روح کی بازگشت تیری طرف
ہے۔ سبحان اللہ! یہ تیری کائنات جو ہم دیکھ رہے ہیں۔
کتنی عظیم الشان ہے۔ اور تیری قدرت کے سامنے ان کی عظمت
کتنی کم ہے۔ اور یہ تیری پادشاہت جو ہماری نظروں کے
سامنے ہے، کتنی پرشکوہ ہے۔ لیکن تیری اس سلطنت
کے مقابلہ میں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے کتنی حقیر
ہے۔ اور دنیا میں یہ تیری نعمتیں کتنی کامل و ہمہ گیر ہیں مگر
آخرت کی نعمتوں کے سامنے وہ کتنی مختصر ہیں۔

مِنْ سُلْطَانِكَ ، وَمَا أَسْبَغَ نِعَمَكَ
فِي الدُّنْيَا وَمَا أَصْغَرَهَا فِي نِعَمِ
الْآخِرَةِ ۔

(مِنْهَا) مِنْ مَّلَآئِكَةٍ أَسْكَنْتَهُمْ
سَمٰوَاتِكَ وَرَفَعْتَهُمْ عَنْ أَرْضِكَ
هُمْ أَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ ، وَأَخْوَفُهُمْ
لَكَ ، وَأَقْرَبُهُمْ مِنْكَ ۔ لَمْ يَسْكُنُوا
الْأَصْلَابَ ، وَلَمْ يُضَمَّنُوا
الْأَرْحَامَ ، وَلَمْ يُخْلَقُوا مِنْ مَّآءٍ
مَّهِينٍ ، وَلَمْ يَتَشَعَّبْهُمْ رَيْبُ
الْمَنُونِ ، وَإِنَّهُمْ عَلَى مَكَانِهِمْ
مِنْكَ ، وَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ ، وَ
اسْتِجْمَاعِ أَهْوَآئِهِمْ فِيكَ ، وَ
كَثْرَةِ طَاعَتِهِمْ لَكَ ، وَقِلَّةِ
غَفْلَتِهِمْ عَنْ أَمْرِكَ لَوْ عَايَنُوا
كُنْهَ مَا خَفِيَ عَلَيْهِمْ مِنْكَ لَحَقَّرُوا
أَعْمَالَهُمْ ، وَلَزَرَوْا عَلَى أَنْفُسِهِمْ
وَلَعَرَفُوا أَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوكَ
حَقَّ عِبَادَتِكَ ، وَلَمْ يُطِيعُوكَ
حَقَّ طَاعَتِكَ ۔ سُبْحَانَكَ خَالِقًا
وَمَعْبُودًا بِحُسْنِ بَلَآئِكَ عِنْدَ
خَلْقِكَ خَلَقْتَ دَارًا وَجَعَلْتَ
فِيهَا مَأْدُبَةً وَمَشْرَبًا وَمَطْعَمًا
وَأَزْوَاجًا وَخَدَمًا وَقُصُورًا وَ
أَنْهَارًا وَزُرُوعًا وَثِمَارًا ۔ ثُمَّ

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے :

تو نے فرشتوں کو آسمانوں میں بسایا، اور انہیں زمین کی سطح سے بلند رکھا۔ وہ سب مخلوق سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں، اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں۔ نہ وہ صلبوں میں ٹھہرے نہ شکموں میں رکھے گئے، نہ ذلیل پانی (نطفہ) سے ان کی پیدائش ہوئی، اور نہ زمانہ کے حوادث نے انہیں منتشر کیا وہ تیرے قرب میں اپنے مقام و منزلت کی بلندی اور تیرے بارے میں خیالات کی یکسوئی، اور تیری عبادت کی فراوانی اور تیرے احکام میں عدم غفلت کے باوجود اگر تیرے رازہائے قدرت کی اس تہہ تک پہنچ جائیں کہ جو ان سے پوشیدہ ہے، تو وہ اپنے اعمال کو بہت ہی حقیر سمجھیں گے اور اپنے نفسوں پر حرف گیری کریں گے اور یہ جان لیں گے کہ انہوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا اور نہ کما حقہٗ تیری اطاعت کی ہے۔ میں خالق و معبود جانتے ہوئے تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تیرے اس بہترین سلوک کی بنا پر، جو تیرا اپنے مخلوقات کے ساتھ ہے۔ تو نے ایک ایسا گھر (جنت) بنایا ہے کہ جس میں مہمانی کے لیے کھانے پینے کی چیزیں، حوریں، غلمان، محل، نہریں، کھیت اور پھل مہیا کیے ہیں۔ پھر تو نے ان نعمتوں کی طرف دعوت دینے والا بھیجا، مگر نہ انہوں نے بلانے والے کی آواز پر لبیک کہی، اور نہ ان چیزوں کی طرف راغب ہوئے جن کی تو نے رغبت دلائی تھی اور نہ ان چیزوں کے مشتاق ہوئے جن کا تو نے اشتیاق دلایا تھا وہ تو اسی مردار دنیا پر ٹوٹ پڑے کہ جسے نوچ کھانے میں اپنی عزت آبرو گنوا رہے تھے اور اس کی چاہت پر ایکا کر لیا تھا۔ جو شخص کسی شے سے بے تحاشا محبت کرتا ہے، تو وہ اس کی آنکھوں کو اندھا، دل کو

أَرْسَلْتَ دَاعِيًا يَدْعُوا إِلَيْهَا. فَلَا الدَّاعِيَ أَجَابُوا، وَلَا فِيمَا رَغَّبْتَ إِلَيْهِ رَغِبُوا، وَلَآ إِلَى مَا شَوَّقْتَ إِلَيْهِ اشْتَاقُوا. أَقْبَلُوا عَلَى جِيفَةٍ افْتَضَحُوا بِأَكْلِهَا وَاصْطَلَحُوا عَلَى حُبِّهَا. وَمَنْ عَشِقَ شَيْئًا أَعْشَى بَصَرَهُ. وَأَمْرَضَ قَلْبَهُ. فَهُوَ يَنْظُرُ بِعَيْنٍ غَيْرِ صَحِيحَةٍ، وَيَسْمَعُ بِأُذُنٍ غَيْرِ سَمِيعَةٍ قَدْ خَرَقَتِ الشَّهَوَاتُ عَقْلَهُ، وَأَمَاتَتِ الدُّنْيَا قَلْبَهُ، وَوَلِهَتْ عَلَيْهَا نَفْسُهُ. فَهُوَ عَبْدٌ لَهَا، وَلِمَنْ فِي يَدِهِ شَيْءٌ مِنْهَا حَيْثُمَا زَالَتْ زَالَ إِلَيْهَا وَحَيْثُمَا أَقْبَلَتْ أَقْبَلَ عَلَيْهَا. وَلَا يَنْزَجِرُ مِنَ اللهِ بِزَاجِرٍ، وَلَا يَتَّعِظُ مِنْهُ بِوَاعِظٍ. وَهُوَ يَرَى الْمَأْخُوذِينَ عَلَى الْغِرَّةِ. حَيْثُ لَا إِقَالَةَ لَهُمْ وَلَا رَجْعَةَ. كَيْفَ نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوا يَجْهَلُونَ، وَجَاءَهُمْ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا مَا كَانُوا يَأْمَنُونَ، وَقَدِمُوا مِنَ الْآخِرَةِ عَلَى مَا كَانُوا يُوعَدُونَ. فَغَيْرُ مَوْصُوفٍ مَا نَزَلَ بِهِمْ، اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِمْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ وَحَسْرَةُ الْفَوْتِ. فَفَتَرَتْ لَهَا

مریض کر دیتی ہے، وہ دیکھتا ہے تو بیمار آنکھوں سے، سنتا ہے، تو نہ سننے والے کانوں سے، شہوتوں نے اُس کی عقل کا دامن چاک کر دیا ہے، اور دنیا نے اُس کے دل کو مردہ بنا دیا ہے۔ اور اس کا نفس اس پر مرمٹا ہے یہ دنیا کا اور ان لوگوں کا جن کے پاس کچھ بھی وہ دنیا ہے بندہ و غلام بن گیا ہے، جدھر وہ مڑتی ہے، ادھر یہ مڑتا ہے، جدھر اس کا رخ ہوتا ہے۔ اُدھر ہی اُس کا رُخ ہوتا ہے۔ نہ اللہ کی طرف سے کسی روکنے والے کے کہنے سننے سے وہ رکتا ہے، اور نہ ہی اُس کے کسی وعظ و پند کرنے والے کی نصیحت مانتا ہے۔ حالانکہ وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے۔ کہ جنہیں عین غفلت کی حالت میں وہاں پر جکڑ لیا گیا کہ جہاں نہ تدارک کی گنجائش اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کا موقعہ ہوتا ہے۔ اور کس طرح وہ چیزیں ان پر ٹوٹ پڑیں کہ جن سے وہ بے خبر تھے، اور کس طرح اس دنیا سے جدائی (کی گھڑی سامنے) آگئی کہ جس سے پوری طرح مطمئن تھے، اور کیونکر آخرت کی ان چیزوں تک پہنچ گئے کہ جن کی انہیں خبر دی گئی تھی اب جو مصیبتیں ان پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ موت کی سختیاں اور دنیا چھوڑنے کی حسرتیں مل کر انہیں گھیر لیتی ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور رنگتیں بدل جاتی ہیں۔ پھر ان (کے اعضا) میں موت کی دخل اندازیاں بڑھ جاتی ہیں۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی اُس کی زبان بند ہو جاتی ہے درصورتیکہ اس کی عقل درست اور ہوش و حواس باقی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے گھر والوں کے سامنے پڑا ہوا اپنی

أَطْرَافُهُمْ، وَ تَغَيَّرَتْ لَهَا
أَلْوَانُهُمْ. ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ
فِيهِمْ وُلُوجاً. فَحِيلَ بَيْنَ
أَحَدِهِمْ وَ بَيْنَ مَنْطِقِهِ، وَ إِنَّهُ
لَبَيْنَ أَهْلِهِ يَنْظُرُ بِبَصَرِهِ وَ يَسْمَعُ
بِأُذُنِهِ، عَلَى صِحَّةٍ مِنْ عَقْلِهِ، وَ
بَقَاءٍ مِنْ لُبِّهِ. يُفَكِّرُ فِيمَ أَفْنَى
عُمُرَهُ، وَ فِيمَ أَذْهَبَ دَهْرَهُ.
وَ يَتَذَكَّرُ أَمْوَالاً جَمَعَهَا أَغْمَضَ
فِي مَطَالِبِهَا، وَ أَخَذَهَا مِنْ
مُصَرَّحَاتِهَا وَ مُشْتَبِهَاتِهَا. قَدْ
لَزِمَتْهُ تَبِعَاتُ جَمْعِهَا، وَ
أَشْرَفَ عَلَى فِرَاقِهَا، تَبْقَى
لِمَنْ وَرَاءَهُ يَنْعَمُونَ فِيهَا وَ
يَتَمَتَّعُونَ بِهَا. فَيَكُونُ الْمَهْنَأُ
لِغَيْرِهِ، وَ الْعِبْءُ عَلَى ظَهْرِهِ.
وَ الْمَرْءُ قَدْ غَلِقَتْ رُهُونُهُ بِهَا.
فَهُوَ يَعَضُّ يَدَهُ نَدَامَةً عَلَى مَا
أَصْحَرَ لَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ مِنْ أَمْرِهِ
وَ يَزْهَدُ فِيمَا كَانَ يَرْغَبُ فِيهِ
أَيَّامَ عُمُرِهِ. وَ يَتَمَنَّى أَنَّ الَّذِي
كَانَ يَغْبِطُهُ بِهَا وَ يَحْسُدُهُ عَلَيْهَا
قَدْ حَازَهَا دُونَهُ. فَلَمْ يَزَلِ الْمَوْتُ
يُبَالِغُ فِي جَسَدِهِ حَتَّى خَالَطَ لِسَانُهُ
سَمْعَهُ. فَصَارَ بَيْنَ أَهْلِهِ لَا يَنْطِقُ

آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے سنتا
ہے اور ان چیزوں کو سوچتا ہے کہ جن میں اس نے اپنی
عمر گنوا دی ہے اور اپنا زمانہ گزار دیا ہے اور اپنے جمع
کیے ہوئے مال و متاع کو یاد کرتا ہے کہ جس کے طلب
کرنے میں (جائز و ناجائز سے) آنکھیں بند کر لی تھیں، اور
جسے صاف اور مشکوک ہر طرح کی جگہوں سے حاصل کیا تھا۔
اس کا وبال اپنے سر لے کر اسے چھوڑ دینے کی تیاری
کرنے لگا وہ مال (اب) اس کے پچھلوں کے لیے رہ
جائے گا کہ وہ اس سے عیش و آرام کریں، اور گلچھرے
اڑائیں۔ اس طرح وہ دوسروں کو تو بغیر ہاتھ پیر ہلائے
یونہی مل گیا، لیکن اس کا بوجھ اس کی پیٹھ پر رہا۔ اور یہ
اس مال کی وجہ سے ایسا گروی ہوا ہے کہ بس اپنے کو
چھڑا نہیں سکتا مرنے کے وقت یہ حقیقت جو کھل کر اس کے
سامنے آگئی تو ندامت سے وہ اپنے ہاتھ کاٹنے لگتا
ہے اور عمر بھر جن چیزوں کا طلب گار رہا تھا، اب ان
سے کنارہ ڈھونڈتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ جو اس مال
کی وجہ سے اس پر رشک و حسد کیا کرتے تھے (کاش کہ)
وہی اس مال کو سمیٹتے نہ وہ۔ اب موت کے تصرفات اس
کے جسم میں اور بڑھے یہاں تک کہ زبان کے ساتھ کانوں
پر بھی موت چھا گئی۔

گھر والوں کے سامنے اس کی یہ حالت ہوتی ہے
کہ نہ زبان سے بول سکتا ہے نہ کانوں سے سن سکتا ہے
آنکھیں گھما گھما کر ان کے چہروں کو تکتا ہے۔ ان کی زبانوں
کی جنبشوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن بات چیت کی آوازیں نہیں
سن پاتا۔ پھر اس سے موت اور لپٹ گئی کہ اس کی آنکھوں

بِلِسَانِهٖ ، وَلَا يَسْمَعُ بِسَمْعِهٖ يُرَدِّدُ
طَرْفَهٗ بِالنَّظَرِ فِيْ وُجُوْهِهِمْ يَرٰى
حَرَكَاتِ اَلْسِنَتِهِمْ وَلَا يَسْمَعُ رَجْعَ
كَلَامِهِمْ ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ الْتِيَاطًا
بِهٖ فَقُبِضَ بَصَرُهٗ كَمَا قُبِضَ سَمْعُهٗ.
وَخَرَجَتِ الرُّوْحُ مِنْ جَسَدِهٖ فَصَارَ
جِيْفَةً بَيْنَ اَهْلِهٖ ، قَدْ اَوْحَشُوْا
مِنْ جَانِبِهٖ ، وَتَبَاعَدُوْا مِنْ
قُرْبِهٖ - لَا يُسْعِدُ بَاكِيًا ، وَلَا يُجِيْبُ
دَاعِيًا - ثُمَّ حَمَلُوْهُ اِلٰى مَخَطٍّ فِي
الْاَرْضِ وَاَسْلَمُوْهُ فِيْهِ اِلٰى عَمَلِهٖ،
وَانْقَطَعُوْا عَنْ زَوْرَتِهٖ - حَتّٰى اِذَا
بَلَغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ ، وَالْاَمْرُ مَقَادِيْرَهٗ
وَاُلْحِقَ اٰخِرُ الْخَلْقِ بِاَوَّلِهٖ ، وَ
جَآءَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ مَا يُرِيْدُهٗ مِنْ
تَجْدِيْدِ خَلْقِهٖ اَمَادَ السَّمَآءَ وَ
فَطَرَهَا وَ اَرَجَّ الْاَرْضَ وَاَرْجَفَهَا
وَقَلَعَ جِبَالَهَا وَنَسَفَهَا - وَ دَكَّ
بَعْضُهَا بَعْضًا مِنْ هَيْبَةِ جَلَالَتِهٖ
وَمَخُوْفِ سَطْوَتِهٖ - وَاَخْرَجَ مَنْ
فِيْهَا - فَجَدَّدَهُمْ بَعْدَ اَخْلَاقِهِمْ
وَجَمَعَهُمْ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ - ثُمَّ
مَيَّزَهُمْ لِمَا يُرِيْدُ مِنْ مَسْأَلَتِهِمْ
عَنْ خَفَايَا الْاَعْمَالِ وَ خَبَايَا
الْاَفْعَالِ - وَجَعَلَهُمْ فَرِيْقَيْنِ

کو بھی بند کر دیا۔ جس طرح اس کے کانوں کو بند کیا تھا اور روح
اس کے جسم سے مفارقت کر گئی۔ اب وہ گھر والوں کے
سامنے ایک مردار کی صورت میں پڑا ہوا ہے کہ اس
کی طرف سے انہیں وحشت ہوتی ہے، اور اس کے پاس
پھٹکنے سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ نہ رونے والے کی کچھ مدد
کر سکتا ہے، نہ پکارنے والے کو جواب دے سکتا ہے
پھر اُسے اٹھا کر زمین میں جہاں اس کی قبر بننا ہے، لے
جاتے ہیں اور اُسے اس کے حوالے کر دیتے ہیں کہ اب
وُہ جانے اور اس کا کام، اور اس کی ملاقات سے ہمیشہ
کے لیے منہ موڑ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ نوشتۂ (تقدیر)
اپنی میعاد کو اور حکمِ الٰہی اپنی مقررہ حد کو پہنچ جائے گا اور
پچھلوں کو اگلوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا، اور فرمانِ قضا
پھر سر سے پیدا کرنے کا ارادہ لے کر آئے گا تو وُہ
آسمانوں کو جنبش میں لائے گا۔ اور انہیں پھاڑ دے گا۔
اور زمین کو ہلا ڈالے گا، اور اس کی بنیادیں کھوکھلی کر دے
گا اور پہاڑوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دے گا۔ اور وہ اس
کے جلال کی ہیبت اور قہر و غلبہ کی دہشت سے آپس میں
ٹکرانے لگیں گے۔ وُہ زمین کے اندر سے سب کو نکالے
گا اور انہیں سڑ گل جانے کے بعد پھر از سرِ نو تر و تازہ کریگا
اور متفرق و پراگندہ ہونے کے بعد پھر یکجا کر دے گا پھر
ان کے چھپے ہوئے اعمال اور پوشیدہ کارگزاریوں کے
متعلق پوچھ گچھ کرنے کے لیے انہیں جدا جدا کرے گا
اور انہیں دو حصّوں میں بانٹ دے گا۔ ایک کو وہ انعام
و اکرام دے گا، اور ایک سے انتقام لے گا جو فرمانبردار
تھے انہیں جزا دے گا، کہ وہ اس کے جوارِ رحمت میں

أَنْعَمَ عَلَى هٰؤُلَآءِ وَانْتَقَمَ مِنْ هٰؤُلَآءِ. فَأَمَّا أَهْلُ طَاعَتِهٖ. فَأَثَابَهُمْ بِجِوَارِهٖ، وَخَلَّدَهُمْ فِي دَارِهٖ. حَيْثُ لَا يَظْعَنُ النُّزَّالُ، وَلَا يَتَغَيَّرُ لَهُمُ الْحَالُ وَلَا تَنُوبُهُمُ الْأَفْزَاعُ، وَلَا تَنَالُهُمُ الْأَسْقَامُ، وَلَا تَعْرِضُ لَهُمُ الْأَخْطَارُ، وَلَا تُشْخِصُهُمُ الْأَسْفَارُ. وَأَمَّا أَهْلُ الْمَعْصِيَةِ فَأَنْزَلَهُمْ شَرَّ دَارٍ، وَغَلَّ الْأَيْدِيَ إِلَى الْأَعْنَاقِ، وَقَرَنَ النَّوَاصِيَ بِالْأَقْدَامِ، وَأَلْبَسَهُمْ سَرَابِيلَ الْقَطِرَانِ، وَمُقَطَّعَاتِ النِّيرَانِ. فِي عَذَابٍ قَدِ اشْتَدَّ حَرُّهُ، وَبَابٍ قَدْ أُطْبِقَ عَلَى أَهْلِهٖ فِي نَارٍ لَهَا كَلَبٌ وَلَجَبٌ، وَلَهَبٌ سَاطِعٌ وَقَصِيفٌ هَائِلٌ، لَا يَظْعَنُ مُقِيمُهَا، وَلَا يُفَادَى أَسِيرُهَا وَلَا تُفْصَمُ كُبُولُهَا. لَا مُدَّةَ لِلدَّارِ فَتَفْنَى، وَلَا أَجَلَ لِلْقَوْمِ فَيُقْضَى.

(وَمِنْهَا فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ).

قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا وَصَغَّرَهَا وَأَهْوَنَ لَهَا وَهَوَّنَهَا. وَعَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ زَوَاهَا عَنْهُ اخْتِيَارًا، وَبَسَطَهَا

رہیں اور اپنے گھر میں انہیں ہمیشہ کے لیے ٹھہرا دے گا کہ جہاں اترنے والے پھر کوچ نہیں کیا کرتے اور نہ ان کے حالات اولتے بدلتے رہتے ہیں۔ اور نہ انہیں گھڑی گھڑی خوف ستاتا ہے، نہ بیماریاں ان پہ آتی ہیں، نہ انہیں خطرات در پیش ہوتے ہیں اور نہ انہیں سفر ایک جگہ سے دوسری جگہ لیے پھرتے ہیں، اور جو نافرمان ہوں گے، انہیں ایک برے گھر میں پھینکے گا، اور ان کے ہاتھ گردن سے (کس کر) باندھ دے گا اور ان کی پیشانیوں پر لٹکنے والے بالوں کو قدموں سے جکڑ دے گا۔ اور انہیں تارکول کی قمیضیں اور آگ سے قطع کیے ہوئے کپڑے پہنائے گا (یعنی ان پر تیل چھڑک کر آگ میں جھونک دے گا) وہ ایسے عذاب میں ہوں گے کہ جس کی تپش بڑی سخت ہو گی، اور ایسی جگہ میں ہوں گے کہ جہاں (ان پہ دروازے بند کر دیئے جائیں گے، اور ایسی آگ میں ہوں گے کہ جس میں تیز شرارے، بھڑکنے کی آوازیں، اٹھتی ہوئی لپٹیں اور ہولناک چیخیں ہوں گی۔ اس میں ٹھہرنے والا نکل نہ سکے گا۔ اور نہ ہی اس کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اُن کی بیڑیاں ٹوٹ سکتی ہیں۔ اس گھر کی کوئی مدت مقرر نہیں کہ اس کے بعد مٹ مٹا جائے۔ نہ رہنے والوں کے لیے کوئی مقررہ میعاد ہے کہ وہ پوری ہو جائے (تو پھر چھوڑ دیئے جائیں)۔

اسی خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے:-

انہوں نے اس دنیا کو ذلیل و خوار سمجھا اور پست و حقیر جانا اور جانتے تھے کہ اللہ نے ان کی شان کو بالاتر سمجھتے

لِغَيْرِهِ احْتِقَارًا - فَأَعْرَضَ عَنْهَا بِقَلْبِهِ، وَ أَمَاتَ ذِكْرَهَا عَنْ نَفْسِهِ، وَ أَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا أَوْ يَرْجُوَ فِيهَا مَقَامًا بَلَّغَ عَنْ رَبِّهِ مُعْذِرًا، وَ نَصَحَ لِأُمَّتِهِ مُنْذِرًا، وَ دَعَا إِلَى الْجَنَّةِ مُبَشِّرًا - وَخَوَّفَ مِنَ النَّارِ مُحَذِّرًا -

ہوئے دنیا کا رخ ان سے موڑا ہے، اور گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کے لیے اس کا دامن پھیلا دیا ہے۔ لہٰذا آپ نے دنیا سے دل ہٹالیا اور اس کی یاد اپنے نفس سے مٹا ڈالی، اور یہ چاہتے رہے کہ اس کی سج دھج ان کی نظروں سے اوجھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں، اور نہ اس میں قیام کی آس لگائیں انہوں نے عذر تمام کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور ڈراتے ہوئے امت کو پند و نصیحت کی، اور خوشخبری سناتے ہوئے جنت کی طرف دعوت دی اور اشارہ کرتے ہوئے دوزخ سے خوف دلایا۔

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ، وَ مَحَطُّ الرِّسَالَةِ - وَ مُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ وَ مَعَادِنُ الْعِلْمِ وَ يَنَابِيعُ الْحِكَمِ - نَاصِرُنَا وَ مُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ - وَعَدُوُّنَا وَ مُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ السَّطْوَةَ -

ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی فرودگاہ علم کا معدن اور حکمت کا سرچشمہ ہیں۔ ہماری نصرت کرنے والا اور ہم سے محبت کرنے والا رحمت کے لیے چشم براہ ہے اور ہم سے دشمنی و عناد رکھنے والے کو قہر (الٰہی) کا منتظر رہنا چاہیئے۔

خطبہ ۱۰۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُونَ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْإِيمَانُ بِهِ وَبِرَسُولِهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ، فَإِنَّهُ ذِرْوَةُ الْإِسْلَامِ، وَكَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ فَإِنَّهَا الْفِطْرَةُ - وَ إِقَامُ الصَّلٰوةِ فَإِنَّهَا الْمِلَّةُ - وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ فَإِنَّهَا فَرِيضَةٌ وَاجِبَةٌ - وَصَوْمُ شَهْرِ

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کے لیے بہترین وسیلہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سربلند چوٹی ہے۔ اور کلمۂ توحید کہ وہ فطرت (کی آواز) ہے اور نماز کی پابندی کہ وہ عین دین ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا کہ وہ فرض و واجب ہے اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا، کہ وہ عذاب کی سپر ہیں اور خانہ کعبہ کا حج و عمرہ بجالانا کہ وہ فقر کو دور کرتے اور گناہوں کو دھو دیتے ہیں۔ اور عزیزوں سے

رَمَضَانَ فَإِنَّهُ جُنَّةٌ مِنَ الْعِقَابِ. وَحَجُّ الْبَيْتِ وَاعْتِمَارُهُ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَيَرْحَضَانِ الذَّنْبَ. وَصِلَةُ الرَّحِمِ، فَإِنَّهَا مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، وَمَنْسَأَةٌ فِي الْأَجَلِ. وَصَدَقَةُ السِّرِّ فَإِنَّهَا تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ. وَصَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهَا تَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ. وَصَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ فَإِنَّهَا تَقِي مَصَارِعَ الْهَوَانِ.

أَفِيضُوا فِي ذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الذِّكْرِ. وَارْغَبُوا فِيمَا وَعَدَ الْمُتَّقِينَ فَإِنَّ وَعْدَهُ أَصْدَقُ الْوَعْدِ. وَاقْتَدُوا بِهَدْيِ نَبِيِّكُمْ فَإِنَّهُ أَفْضَلُ الْهَدْيِ. وَاسْتَنُّوا بِسُنَّتِهِ فَإِنَّهَا أَهْدَى السُّنَنِ. وَتَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَتَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ الْقُلُوبِ، وَاسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ. وَأَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْقَصَصِ، فَإِنَّ الْعَالِمَ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ كَالْجَاهِلِ الْحَائِرِ الَّذِي لَا يَسْتَفِيقُ مِنْ جَهْلِهِ، بَلِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ أَعْظَمُ، وَالْحَسْرَةُ لَهُ أَلْزَمُ، وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ أَلْوَمُ۔

حسن سلوک کرنا کہ وہ مال کی فروانی، اور عمر کی درازی کا سبب ہے۔ اور مخفی طور پر خیرات کرنا کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے اور کھلم کھلا خیرات کرنا کہ وہ بری موت سے بچاتا ہے اور لوگوں پر احسانات کرنا کہ وہ ذلت و رسوائی کے مواقع سے بچاتا ہے۔ اللہ کے ذکر میں بڑھے چلو۔ اس لیے کہ وہ بہترین ذکر ہے اور اس چیز کے خواہشمند ہو، کہ جس کا اللہ نے پرہیزگاروں سے وعدہ کیا ہے۔ اس لیے کہ اس کا وعدہ سب وعدوں سے زیادہ سچا ہے۔ نبیؐ کی سیرت کی پیروی کرو کہ وہ بہترین سیرت ہے۔ اور ان کی سنت پر چلو، کہ وہ سب طریقوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہے، اور قرآن کا علم حاصل کرو، کہ وہ بہترین کلام ہے۔ اور اس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ سینوں (کے اندر چھپی ہوئی بیماریوں) کے لیے شفا ہے۔ اور اس کی خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس کے واقعات سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں۔ وہ عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس سرگرداں جاہل کے مانند ہے جو جہالت کی سرمستیوں سے ہوش میں نہیں آتا، بلکہ اس پر (اللہ کی) حجت زیادہ ہے اور حسرت و افسوس اس کے لیے لازم و ضروری ہے۔ اور اللہ کے نزدیک وہ زیادہ قابل ملامت ہے

خطبہ ۱۰۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا

میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں، اس لیے کہ یہ (بظاہر) شیریں و خوشگوار، تر و تازہ و شاداب ہے نفسانی خواہشین

فَإِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ
وَتَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلَةِ وَرَاقَتْ بِالْقَلِيلِ،
وَتَحَلَّتْ بِالْآمَالِ، وَتَزَيَّنَتْ بِالْغُرُورِ.
لَا تَدُومُ حَبْرَتُهَا وَلَا تُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا.
غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ حَائِلَةٌ زَائِلَةٌ۔
نَافِدَةٌ بَائِدَةٌ، أَكَّالَةٌ غَوَّالَةٌ۔
لَا تَعْدُوا إِذَا تَنَاهَتْ إِلَى أُمْنِيَّةِ
أَهْلِ الرَّغْبَةِ فِيهَا وَالرِّضَاءِ بِهَا
أَنْ تَكُونَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى
سُبْحَانَهُ: "كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ
السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ
فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَ
كَانَ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقْتَدِرًا"
لَمْ يَكُنِ امْرُؤٌ مِنْهَا فِي حَبْرَةٍ إِلَّا
أَعْقَبَتْهُ بَعْدَهَا عَبْرَةً، وَلَمْ
يَلْقَ فِي سَرَّائِهَا بَطْنًا إِلَّا
مَنَحَتْهُ مِنْ ضَرَّائِهَا ظَهْرًا
وَلَمْ تَطُلَّهُ فِيهَا دِيمَةُ رَخَاءٍ
إِلَّا هَتَنَتْ عَلَيْهِ مُزْنَةُ بَلَاءٍ
وَحَرِيٌّ إِذَا أَصْبَحَتْ لَهُ
مُنْتَصِرَةً أَنْ تُمْسِيَ لَهُ مُتَنَكِّرَةً
وَإِنْ جَانِبٌ مِنْهَا اعْذَوْذَبَ وَ
احْلَوْلَى، أَمَرَّ مِنْهَا جَانِبٌ فَأَوْبَى.
لَا يَنَالُ امْرُؤٌ مِنْ غَضَارَتِهَا رَغَبًا
إِلَّا أَرْهَقَتْهُ مِنْ نَوَائِبِهَا تَعَبًا۔

اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی جلد میسر آجانے والی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں کو محبوب ہوتی ہے اور اپنی تھوڑی سی (آرائشوں) سے مشتاق بنا لیتی ہے۔ وہ (جھوٹی) امیدوں سے سجی ہوئی، اور دھوکے اور فریب سے بنی سنوری ہوئی ہے۔ نہ اس کی مسرتیں دیرپا ہیں اور نہ اس کی ناگہانی مصیبتوں سے مطمئن رہا جا سکتا ہے۔ وہ دھوکے باز، نقصان رساں، اور لے بدلنے والی اور فنا ہونے والی ہے، ختم ہونے والی، اور مٹ جانے والی ہے، کھا جانے اور ہلاک کر دینے والی ہے۔ جب یہ اپنی طرف مائل ہونے والوں اور خوش ہونے والوں کی انتہائی آرزوؤں تک پہنچ جاتی ہے۔ تو بس وہی ہوتا ہے، جو اللہ سبحانہ نے بیان کیا ہے (اس دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے) "جیسے وہ پانی جسے ہم نے آسمان سے اتارا، تو زمین کا سبزہ اس سے گھل مل گیا اور (اچھی طرح پھولا پھلا) پھر سوکھ کر تنکا تنکا ہو گیا جسے ہوائیں (ادھر سے ادھر) اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" جو شخص اس دنیا کا عیش و آرام پاتا ہے تو اس کے بعد اس کے آنسو بھی بہتے ہیں اور جو شخص دنیا کی مسرتوں کا رخ دیکھتا ہے۔ وہ مصیبتوں میں دھکیل کر اس کو اپنی بے رخی بھی دکھاتی ہے۔ اور جس شخص پر راحت و آرام کی بارش کے ہلکے ہلکے چھینٹے پڑتے ہیں اس پر مصیبت و بلا کی دھواں دھار بارشیں بھی ہوتی ہیں یہ دنیا ہی کے مناسب حال ہے کہ صبح کو کسی کی دوست بن کر اس کا (دشمن سے) بدلہ چکائے اور شام کو یوں ہو جائے کہ گویا کوئی جان پہچان ہی نہ تھی۔ اگر اس کا ایک جنبہ شیریں و خوشگوار ہے تو دوسرا حصہ

وَلَا يُمْسِي مِنْهَا فِي جَنَاحِ أَمْنٍ إِلَّا
أَصْبَحَ عَلَى قَوَادِمِ خَوْفٍ. غَرَّارَةٌ،
غُرُورٌ مَا فِيهَا، فَانِيَةٌ، فَانٍ مَنْ
عَلَيْهَا. لَا خَيْرَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَزْوَادِهَا
إِلَّا التَّقْوَى. مَنْ أَقَلَّ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ
مِمَّا يُؤْمِنُهُ وَمَنِ اسْتَكْثَرَ مِنْهَا
اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُوبِقُهُ، وَزَالَ عَمَّا
قَلِيلٍ عَنْهُ. كَمْ مِنْ وَاثِقٍ بِهَا فَجَعَتْهُ
وَذِي طُمَأْنِينَةٍ قَدْ صَرَعَتْهُ وَذِي
أُبَّهَةٍ قَدْ جَعَلَتْهُ حَقِيرًا وَذِي نَخْوَةٍ
قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيلًا. سُلْطَانُهَا دُوَلٌ،
وَعَيْشُهَا رَنِقٌ، وَعَذْبُهَا أُجَاجٌ وَ
حُلْوُهَا صَبِرٌ وَغِذَاؤُهَا سِمَامٌ
وَأَسْبَابُهَا رِمَامٌ. حَيُّهَا بِعَرَضِ
مَوْتٍ وَصَحِيحُهَا بِعَرَضِ سُقْمٍ.
مُلْكُهَا مَسْلُوبٌ. وَعَزِيزُهَا مَغْلُوبٌ
وَمَوْفُورُهَا مَنْكُوبٌ وَجَارُهَا
مَحْرُوبٌ. أَلَسْتُمْ فِي مَسَاكِنِ
مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، أَطْوَلَ أَعْمَارًا.
وَأَبْقَى آثَارًا وَأَبْعَدَ آمَالًا، وَ
أَعَدَّ عَدِيدًا، وَأَكْثَفَ جُنُودًا.
تَعَبَّدُوا لِلدُّنْيَا أَيَّ تَعَبُّدٍ وَ
آثَرُوهَا أَيَّ إِيثَارٍ. ثُمَّ ظَعَنُوا
عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُبَلِّغٍ وَلَا ظَهْرٍ
قَاطِعٍ فَهَلْ بَلَغَكُمْ أَنَّ الدُّنْيَا

تلخ اور بلا انگیز۔ جو شخص بھی دنیا کی تر و تازگی سے اپنی کوئی تمنا
پوری کرتا ہے تو وہ اس پر مصیبتوں کی مشقتیں بھی لاد دیتی ہے
جسے امن و سلامتی کے پر و بال پر شام ہوتی ہے، تو اُسے
صبح خوف کے پروں پر ہوتی ہے۔ وہ دھوکے باز ہے
اور اس کی ہر چیز دھوکا، وہ خود بھی فنا ہو جانے والی ہے۔ اور اس میں رہنے والا بھی
فانی ہے۔ اس کے کسی زاد میں سوا زاد تقویٰ کے بھلائی نہیں ہے جو شخص کم حصہ لیتا ہے
وہ اپنے لیے راحت کے سامان بڑھا لیتا ہے۔ اور
جو دنیا کو زیادہ سمیٹتا ہے، وہ اپنے لیے تباہ کن چیزوں
کا اضافہ کر لیتا ہے۔ (حالانکہ) اسے اپنے مال و متاع
سے بھی جلد ہی الگ ہونا ہے، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں
جنہوں نے دنیا پر بھروسہ کیا، اور اس نے انہیں مصیبتوں
میں ڈال دیا۔ اور کتنے ہی اس پر اطمینان کیے بیٹھے تھے
جنھیں اس نے پچھاڑ دیا اور کتنے ہی رعب و طنطنہ والے
تھے، جنھیں حقیر و پست بنا دیا، اور کتنے ہی نخوت و غرور
والے تھے۔ جنھیں ذلیل کر کے چھوڑا۔ اس کی بادشاہی
دست بدست منتقل ہونے والی چیز، اس کا سر چشمہ گدلا، اس
کا خوش گوار پانی کھاری، اس کی حلاوتیں ایلوا کے مانند
تلخ) ہیں۔ اس کے کھانے زہر ہلاہل اور اس کے اسباب
و ذرائع کے سلسلے بودے ہیں۔ زندہ رہنے والا معرض
ہلاکت میں ہے اور تندرست کو بیماریوں کا سامنا ہے اس
کی سلطنت چھن جانے والی، اس کا زبردست زیر دست
بننے والا، مالدار بدبختیوں کا ستایا ہوا، اور ہمسایہ
لٹا لٹایا ہوا ہے۔ کیا تم انہیں سابقہ لوگوں کے گھروں
میں نہیں بستے جو لمبی عمروں والے، پائدار نشانیوں والے
بڑی بڑی امیدیں باندھنے والے، زیادہ گنتی و شمار والے

سَخَتْ لَهُمْ نَفْساً بِفِدْيَةٍ، أَوْ
أَعَانَتْهُمْ بِمَعُونَةٍ، أَوْ أَحْسَنَتْ لَهُمْ
صُحْبَةً۔ بَلْ أَرْهَقَتْهُمْ بِالْفَوَادِحِ
وَأَوْهَنَتْهُمْ بِالْقَوَارِعِ وَضَعْضَعَتْهُمْ
بِالنَّوَائِبِ وَعَفَّرَتْهُمْ لِلْمَنَاخِرِ،
وَوَطِئَتْهُمْ بِالْمَنَاسِمِ، وَأَعَانَتْ
عَلَيْهِمْ رَيْبَ الْمَنُونِ۔ فَقَدْ
رَأَيْتُمْ تَنَكُّرَهَا لِمَنْ دَانَ لَهَا،
وَآثَرَهَا وَأَخْلَدَ لَهَا، حَتَّى
ظَعَنُوا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْأَبَدِ۔ وَهَلْ
زَوَّدَتْهُمْ إِلَّا السَّغَبَ، أَوْ أَحَلَّتْهُمْ
إِلَّا الضَّنْكَ، أَوْ نَوَّرَتْ لَهُمْ إِلَّا
الظُّلْمَةَ، أَوْ أَعْقَبَتْهُمْ إِلَّا
النَّدَامَةَ؟ أَفَهٰذِهِ تُؤْثِرُونَ
أَمْ إِلَيْهَا تَطْمَئِنُّونَ؟ أَمْ عَلَيْهَا
تَحْرِصُونَ؟ فَبِئْسَتِ الدَّارُ
لِمَنْ لَمْ يَتَّهِمْهَا وَلَمْ يَكُنْ
فِيهَا عَلَى وَجَلٍ مِنْهَا فَاعْلَمُوا
وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ بِأَنَّكُمْ
تَارِكُوهَا وَظَاعِنُونَ عَنْهَا وَ
اتَّعِظُوا فِيهَا بِالَّذِينَ "قَالُوا
مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً"؛ حُمِلُوا
إِلَى قُبُورِهِمْ فَلَا يُدْعَوْنَ
رُكْبَاناً، وَأُنْزِلُوا الْأَجْدَاثَ۔
فَلَا يُدْعَوْنَ ضِيفَاناً۔ وَجُعِلَ

اور بڑے لاؤ لشکر والے تھے! وہ دنیا کی کس کس طرح پر
پرستش کرتے رہے، اور اسے آخرت پر کیسا کیسا ترجیح دیتے
رہے۔ پھر بغیر کسی ایسے زاد و راحلہ کے جو انہیں راستہ طے
کر کے منزل تک پہنچاتا، چل دیئے۔ کیا تمہیں کبھی یہ خبر پہنچی
ہے۔ کہ دنیا نے ان کے بدلہ میں کسی فدیہ کی پیشکش کی ہو، یا
انہیں کوئی مدد پہنچائی ہو یا اچھی طرح ان کے ساتھ رہی
سہی ہو! بلکہ اس نے تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے
آفتوں سے انہیں عاجز و درماندہ کر دیا اور لوٹ لوٹ
کر آنے والی زحمتوں سے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ناک کے بل
انہیں خاک پر پچھاڑ دیا اور اپنے کھروں سے کچل ڈالا، اور ان کے خلاف
زمانہ کے حوادث کا ہاتھ بٹایا۔ تم نے تو دیکھا ہے کہ جو ذرا دنیا کی طرف
جھکا اور اسے اختیار کیا اور اس سے لپٹا تو اس
نے (اپنے تیور بدل کر ان سے کیسی) اجنبیت اختیار کر
لی یہاں تک کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے جدا
ہو کر چل دیئے، اور اس نے انہیں بھوک کے سوا کچھ
زادِ راہ نہ دیا، اور ایک تنگ جگہ کے سوا کوئی ٹھہرنے کا
سامان نہ کیا، اور سوا گھپ اندھیرے کے کوئی روشنی نہ
دی اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ دیا، تو کیا تم اسی
دنیا کو ترجیح دیتے ہو، یا اسی پر مطمئن ہو گئے ہو، یا اسی پر
مرے جا رہے ہو، جو دنیا پر بے اعتماد نہ رہے اور اس
میں بے خوف و خطر ہو کر رہے، اس کے لیے یہ بہت برا
گھر ہے۔ جان لو اور حقیقت میں تم جانتے ہی ہو، کہ ایک
نہ ایک دن تمہیں دنیا کو چھوڑنا ہے، اور یہاں سے کوچ
کرنا ہے ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو کہا کرتے تھے
کہ "ہم سے زیادہ قوت و طاقت میں کون ہے۔"

لَهُمْ مِنَ الصَّفِيحِ أَجْنَانٌ، وَمِنَ
التُّرَابِ أَكْفَانٌ، وَمِنَ الرُّفَاتِ
جِيرَانٌ فَهُمْ جِيرَةٌ لَا يُجِيبُونَ
دَاعِيًا وَلَا يَمْنَعُونَ ضَيْمًا، وَلَا
يُبَالُونَ مَنْدَبَةً. إِنْ جِيدُوا لَمْ
يَفْرَحُوا وَإِنْ قُحِطُوا لَمْ يَقْنَطُوا
جَمِيعٌ وَهُمْ آحَادٌ، وَجِيرَةٌ
وَهُمْ أَبْعَادٌ. مُتَدَانُونَ لَا يَتَزَاوَرُونَ
وَقَرِيبُونَ لَا يَتَقَارَبُونَ. حُلَمَاءُ
قَدْ ذَهَبَتْ أَضْغَانُهُمْ، وَجُهَلَاءُ
قَدْ مَاتَتْ أَحْقَادُهُمْ لَا يُخْشَى
فَجْعُهُمْ، وَلَا يُرْجَى دَفْعُهُمْ
اسْتَبْدَلُوا بِظَهْرِ الْأَرْضِ بَطْنًا،
وَبِالسَّعَةِ ضِيقًا، وَبِالْأَهْلِ
غُرْبَةً، وَبِالنُّورِ ظُلْمَةً. فَجَاؤُوهَا
كَمَا فَارَقُوهَا حُفَاةً عُرَاةً.
قَدْ ظَعَنُوا عَنْهَا بِأَعْمَالِهِمْ
إِلَى الْحَيٰوةِ الدَّائِمَةِ وَالدَّارِ
الْبَاقِيَةِ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ،
"كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ
نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا
إِنَّا كُنَّا
فَاعِلِينَ"

انہیں لاد کر قبروں تک پہنچایا گیا۔ مگر اس طرح نہیں کہ انہیں
سوار سمجھا جائے انہیں قبروں میں اتار دیا گیا مگر وہ مہمان
نہیں کہلاتے پتھروں سے ان کی قبریں چن دی گئیں اور
اوپر خاک کے کفن ان پر ڈال دیئے گئے اور گلی سڑی
ہڈیوں کو ان کا ہمسایہ بنا دیا گیا ہے۔ وہ ایسے ہمسائے
ہیں کہ جو پکارنے والے کو جواب نہیں دیتے۔ اور
نہ زیادتیوں کو روک سکتے ہیں اور نہ رونے دھونے
والوں کی پروا کرتے ہیں۔ اگر بادل (جھوم کر) ان پر برسیں
تو خوش نہیں ہوتے، اور قحط آئے تو ان پر مایوسی
نہیں چھا جاتی۔ وہ ایک جگہ ہیں، مگر الگ الگ، وہ آپس
میں ہمسائے ہیں مگر دُور دُور۔ پاس پاس ہیں، مگر میل
ملاقات نہیں قریب قریب ہیں۔ مگر ایک دوسرے کے
پاس نہیں پھٹکتے وہ بردبار بنے ہوئے بے خبر پڑے
ہیں۔ ان کے بغض و عناد ختم ہو گئے اور کینے مٹ گئے
نہ ان سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے، نہ کسی تکلیف کے دور
کرنے کی توقع ہے انہوں نے زمین کے اوپر کا حصّہ
اندر کے حصّہ سے اور کشادگی اور وسعت تنگی سے اور
گھر بار پردیس سے اور روشنی اندھیرے سے بدل لی ہے
اور جس طرح ننگے پیر اور ننگے بدن پیدا ہوئے تھے ویسے
ہی زمین میں (پیوند خاک) ہو گئے اور اس دنیا سے صرف
عمل لے کر ہمیشہ کی زندگی اور سدا رہنے والے گھر کی
طرف کوچ کر گئے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے، "جس
طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔ اسی طرح دوبارہ
پیدا کریں گے۔ اس وعدہ کا پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے
اور ہم اسے ضرور پورا کر کے رہیں گے۔"

خطبہ ۱۱۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ذَكَرَ فِيهَا مَلَكَ الْمَوْتِ وَ تَوَفِّيَهُ الْأَنْفُسَ:- هَلْ تُحِسُّ بِهِ إِذَا دَخَلَ مَنْزِلًا؟ أَمْ هَلْ تَرَاهُ إِذَا تَوَفَّى أَحَدًا؟ بَلْ كَيْفَ يَتَوَفَّى الْجَنِينَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ. أَيَلِجُ عَلَيْهِ مِنْ بَعْضِ جَوَارِحِهَا؟ أَمِ الرُّوحُ أَجَابَتْهُ بِإِذْنِ رَبِّهَا؟ أَمْ هُوَ سَاكِنٌ مَعَهُ فِي أَحْشَائِهَا؟ كَيْفَ يَصِفُ إِلٰهَهُ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَةِ مَخْلُوقٍ مِثْلِهِ.

اس میں ملک الموت اور اس کے روح قبض کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

جب (ملک الموت) کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو کبھی تم اس کی آہٹ محسوس کرتے ہو؟ یا جب کسی کی روح قبض کرتا ہے، تو کیا تم اسے دیکھتے ہو؟ (حیرت ہے) کہ وہ کس طرح ماں کے پیٹ میں بچے کی روح کو قبض کر لیتا ہے، کیا وہ ماں کے جسم کے کسی حصہ سے وہاں تک پہنچتا ہے یا اللہ کے حکم سے روح اس کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی بڑھتی ہے۔ یا وہ بچہ کے ساتھ شکم مادر میں ٹھہرا ہوا ہے؟ جو اس جیسی مخلوق کے بارے میں بھی کچھ نہ بیان کر سکے، وہ اپنے اللہ کے متعلق کیا بتا سکتا ہے۔

خطبہ ۱۱۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وَ أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ، وَلَيْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ. قَدْ تَزَيَّنَتْ بِغُرُورِهَا، وَ غَرَّتْ بِزِينَتِهَا. دَارٌ هَانَتْ عَلَى رَبِّهَا فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا وَ خَيْرَهَا بِشَرِّهَا، وَحَيَاتَهَا بِمَوْتِهَا، وَحُلْوَهَا بِمُرِّهَا. لَمْ

میں تمہیں دنیا سے خبردار کئے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل ہے جس کے لیے قرار نہیں اور ایسا گھر ہے جس میں آب و دانہ نہیں ڈھونڈا جا سکتا۔ یہ اپنے باطل سے آراستہ ہے اور اپنی آرائشوں سے دھوکا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے رب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ چنانچہ اس نے حلال کے ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگی کے ساتھ موت اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں خلط ملط کر

يُصْفِهَا اللهُ تَعَالىٰ لِاَوْلِيَآئِهٖ ، وَلَمْ
يَضِنَّ بِهَا عَلٰٓى اَعْدَآئِهٖ ، خَيْرُهَا
زَهِيْدٌ ، وَ شَرُّهَا عَتِيْدٌ ، وَجَمْعُهَا
يَنْفَدُ ، وَ مُلْكُهَا يُسْلَبُ ، وَ
عَامِرُهَا يَخْرَبُ . فَمَا خَيْرُ دَارٍ
تُنْقَضُ نَقْضَ الْبِنَآءِ ، وَعُمُرٍ
يَفْنٰى فَنَآءَ الزَّادِ وَمُدَّةٍ تَنْقَطِعُ
انْقِطَاعَ السَّيْرِ . اِجْعَلُوْا مَا افْتَرَضَ
اللهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِكُمْ ، وَاسْئَلُوْهُ
مِنْ اَدَآءِ حَقِّهٖ مَا سَاَلَكُمْ وَ
اَسْمِعُوْا دَعْوَةَ الْمَوْتِ اٰذَانَكُمْ
قَبْلَ اَنْ يُّدْعٰى بِكُمْ . اِنَّ
الزَّاهِدِيْنَ فِي الدُّنْيَا تَبْكِيْ
قُلُوْبُهُمْ وَاِنْ ضَحِكُوْا ، وَيَشْتَدُّ
حُزْنُهُمْ وَاِنْ فَرِحُوْا ، وَيَكْثُرُ
مَقْتُهُمْ اَنْفُسَهُمْ وَاِنِ اغْتُبِطُوْا
بِمَا رُزِقُوْا . قَدْ غَابَ عَنْ
قُلُوْبِكُمْ ذِكْرُ الْاٰجَالِ ، وَ
حَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْاٰمَالِ .
فَصَارَتِ الدُّنْيَا اَمْلَكَ بِكُمْ
مِنَ الْاٰخِرَةِ ، وَالْعَاجِلَةُ اَذْهَبَ
بِكُمْ مِنَ الْاٰجِلَةِ ، وَاِنَّمَا اَنْتُمْ
اِخْوَانٌ عَلٰى دِيْنِ اللهِ مَا فَرَّقَ
بَيْنَكُمْ اِلَّا خُبْثُ السَّرَآئِرِ ، وَسُوْءُ
الضَّمَآئِرِ . فَلَا تَوَازَرُوْنَ وَلَا

دی ہیں اور اپنے دوستوں کے لیے اسے بے غل و
غش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں کو دینے میں بخل کیا ہے۔
اس کی بھلائیاں بہت ہی کم ہیں۔ اور برائیاں (جہاں چاہو)
موجود۔ اس کی جمع پونجی ختم ہو جانے والی اور اس کا ملک
چھن جانے والا ہے اور اس کی آبادیاں ویران ہو جانے
والی ہیں۔ بھلا اس گھر میں خیر و خوبی ہی کیا ہو سکتی ہے۔ جو
سمار عمارت کی طرح گر جائے۔ اور اس عمر میں جو زادراہ
کی طرح ختم ہو جائے اور اس مدت میں جو چلنے پھرنے کی
طرح تمام ہو جائے۔ جن چیزوں کی تمہیں طلب و تلاش رہتی ہے
ان میں اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بھی داخل کر لو اور جو اللہ
نے تم سے چاہا ہے اسے پورا کرنے کی توفیق بھی اس
سے مانگو۔ موت کا پیغام آنے سے پہلے موت کی پکار
اپنے کانوں کو سنا دو۔ اس دنیا میں زاہدوں کے
دل روتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہنس رہے ہوں اور ان کا
غم و اندوہ حد سے بڑھا ہوتا ہے۔ اگرچہ ان (کے چہروں)
سے مسرت ٹپک رہی ہو۔ اور انہیں اپنے نفسوں
سے انتہائی بیر ہوتا ہے۔ اگرچہ اس رزق کی وجہ
سے جو انہیں میسر ہے ان پر رشک کیا جاتا ہو تمہارے
دلوں سے موت کی یاد جاتی رہی ہے اور جھوٹی امیدیں
(تمہارے اندر) موجود ہیں۔ آخرت سے زیادہ دنیا
تم پر چھائی ہوئی ہے اور وہ عقبیٰ سے زیادہ تمہیں
اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تم دین خدا کے سلسلہ میں ایک
دوسرے کے بھائی بھائی ہو۔ لیکن بدنیتی اور بدظنی
نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ نہ تم ایک دوسرے
کا بوجھ بٹاتے ہو نہ باہم پند و نصیحت کرتے ہو۔

تَنَاصَحُونَ، وَلَا تَبَاذَلُونَ وَلَا تَوَادُّونَ - مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُونَ بِالْيَسِيرِ مِنَ الدُّنْيَا تُدْرِكُونَهُ وَلَا يَحْزُنُكُمُ الْكَثِيرُ مِنَ الْآخِرَةِ تُحْرَمُونَهُ - يُقْلِقُكُمُ الْيَسِيرُ مِنَ الدُّنْيَا يَفُوتُكُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ ذٰلِكَ فِي وُجُوهِكُمْ وَقِلَّةِ صَبْرِكُمْ عَمَّا زُوِيَ مِنْهَا عَنْكُمْ كَأَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ - وَكَأَنَّ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ - وَمَا يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ أَنْ يَسْتَقْبِلَ أَخَاهُ بِمَا يَخَافُ مِنْ عَيْبِهِ إِلَّا مَخَافَةُ أَنْ يَسْتَقْبِلَهُ بِمِثْلِهِ - قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلَى رَفْضِ الْآجِلِ وَحُبِّ الْعَاجِلِ، وَصَارَ دِينُ أَحَدِكُمْ لُعْقَةً عَلَى لِسَانِهِ - صَنِيعُ مَنْ قَدْ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهِ وَأَحْرَزَ رِضَا سَيِّدِهِ -

نہ ایک دوسرے پر کچھ خرچ کرتے ہو، نہ تمہیں ایک دوسرے کی چاہت ہے۔ تھوڑی سی دنیا پا کر خوش ہونے لگتے ہو، اور آخرت کے بیشتر حصہ سے بھی محرومی تمہیں غم زدہ نہیں کرتی۔ ذرا سی دنیا کا تمہارے ہاتھوں سے نکلنا تمہیں بے چین کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ بے چینی تمہارے چہروں سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور کھوئی ہوئی چیز پر تمہاری بے صبریوں سے آشکارا ہو جاتی ہے۔ گویا یہ دنیا تمہارا (مستقل) مقام ہے، اور دنیا کا ساز و برگ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تم میں سے کسی کو بھی اپنے کسی بھائی کا ایسا عیب اچھالنے سے کہ جس کے ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے۔ صرف یہ امر مانع ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کا ویسا ہی عیب کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا۔ تم نے آخرت کو ٹھکرانے اور دنیا کو چاہنے پر سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ تو لوگوں کا دین تو یہ رہ گیا ہے کہ جیسے ایک دفعہ زبان سے چاٹ لیا جائے (یعنی صرف زبانی اقرار) اور تم تو اس شخص کی طرح (مطمئن) ہو چکے ہو کہ جو اپنے کام دھندوں سے فارغ ہو گیا ہو، اور اپنے مالک کی رضامندی حاصل کر لی ہو۔

✢ ✢ ✢ ✢

خطبہ ۱۱۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاصِلِ الْحَمْدَ بِالنِّعَمِ وَالنِّعَمَ بِالشُّكْرِ - نَحْمَدُهُ عَلَى آلَائِهِ كَمَا نَحْمَدُهُ عَلَى بَلَائِهِ -

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو حمد کا پیوند نعمتوں سے اور نعمتوں کا سلسلہ شکر سے ملانے والا ہے۔ ہم اس کی نعمتوں پر اسی طرح حمد کرتے ہیں جس طرح اس کی آزمائشوں پر ثناء و شکر بجا لاتے ہیں اور ان نفسوں کے خلاف اس

وَنَسْتَعِيْنُهُ عَلٰى هٰذِهِ النُّفُوْسِ الْبِطَاءِ عَمَّا أُمِرَتْ بِهٖ، السِّرَاعِ إِلٰى مَا نُهِيَتْ عَنْهُ ۔ وَنَسْتَغْفِرُهٗ مِمَّا أَحَاطَ بِهٖ عِلْمُهٗ وَ أَحْصَاهُ كِتَابُهٗ : عِلْمٌ غَيْرُ قَاصِرٍ وَ كِتَابٌ غَيْرُ مُغَادِرٍ ۔ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ إِيْمَانَ مَنْ عَايَنَ الْغُيُوْبَ وَ وَقَفَ عَلَى الْمَوْعُوْدِ، إِيْمَانًا نَفٰى إِخْلَاصُهُ الشِّرْكَ وَ يَقِيْنُهُ الشَّكَّ وَ نَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ شَهَادَتَيْنِ تُصْعِدَانِ الْقَوْلَ وَ تَرْفَعَانِ الْعَمَلَ ۔ لَا يَخِفُّ مِيْزَانٌ تُوْضَعَانِ فِيْهِ ، وَ لَا يَثْقُلُ مِيْزَانٌ تُرْفَعَانِ عَنْهُ ۔

أُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّتِيْ هِيَ الزَّادُ وَ بِهَا الْمَعَادُ : زَادٌ مُبَلِّغٌ وَ مَعَادٌ مُنْجِحٌ دَعَا إِلَيْهَا أَسْمَعُ دَاعٍ ، وَ وَعَاهَا خَيْرُ وَاعٍ ۔ فَأَسْمَعَ دَاعِيْهَا وَ فَازَ وَاعِيْهَا ۔

عِبَادَ اللّٰهِ إِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ حَمَتْ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ مَحَارِمَهٗ ۔ وَ أَلْزَمَتْ قُلُوْبَهُمْ مَخَافَتَهٗ ، حَتّٰى أَسْهَرَتْ لَيَالِيَهُمْ ، وَ أَظْمَأَتْ هَوَاجِرَهُمْ ۔

سے مدد مانگتے ہیں کہ جو احکام کے بجا لانے میں سست قدم اور ممنوع چیزوں کی طرف بڑھتے میں تیز گام ہیں، اور ان گناہوں سے) مغفرت چاہتے ہیں کہ جن پر اس کا علم محیط اور نامۂ اعمال حاوی ہے۔ نہ علم کوئی کمی کرنے والا ہے۔ ہم اس شخص کے مانند اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے غیب کی چیزوں کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہو اور وعدہ کی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہو چکا ہو۔ ایسا ایمان کہ جس کے خلوص نے شرک کو اور یقین نے شک کو دور پھینک دیا ہو، اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو وحدہ لاشریک ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں (اچھی) باتوں کو اونچا اور (نیک) اعمال کو بلند کرتی ہیں۔ جس ترازو میں انہیں رکھ دیا جائے گا اس کا پلہ ہلکا نہیں ہوگا اور جس میزان سے انہیں الگ کر لیا جائے گا اس کا پلہ بھاری نہیں ہو سکتا۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس لیے کہ یہی تقویٰ زادِ راہ ہے اور اسی کو لے کر پلٹنا ہے۔ یہ زاد (منزل تک) پہنچانے والا اور یہ پلٹنا کامیاب پلٹنا ہے۔ اس کی طرف سب سے بہتر سنا دینے والے نے دعوت دی، اور بہترین سننے والے نے اسے سن کر محفوظ کر لیا چنانچہ دعوت دینے والے نے سنا دیا اور سننے والا بہرہ اندوز ہو گیا۔ اللہ کے بندو! تقویٰ ہی نے اللہ کے دوستوں کو منہیات سے بچایا ہے اور ان کے دلوں میں خوف پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی راتیں جاگتے اور یہ تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں

فَاَخَذُوا الرَّاحَةَ بِالنَّصَبِ، وَ الرِّيَّ بِالظَّمَاءِ. وَاسْتَقْرَبُوا الْاَجَلَ فَبَادَرُوا الْعَمَلَ، وَكَذَّبُوا الْاَمَلَ فَلَاحَظُوا الْاَجَلَ، ثُمَّ اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَنَاءٍ وَ عَنَاءٍ وَ غِيَرٍ وَعِبَرٍ فَمِنَ الْفَنَاءِ اَنَّ الدَّهْرَ مُوَتِّرٌ قَوْسَهُ، لَا تُخْطِئُ سِهَامُهُ وَلَا تُؤْسَى جِرَاحُهُ. يَرْمِي الْحَيَّ بِالْمَوْتِ، وَالصَّحِيحَ بِالسُّقْمِ، وَالنَّاجِيَ بِالْعَطَبِ. اٰكِلٌ لَا يَشْبَعُ وَ شَارِبٌ لَا يَنْقَعُ. وَ مِنَ الْعَنَاءِ اَنَّ الْمَرْءَ يَجْمَعُ مَا لَا يَاْكُلُ وَ يَبْنِي مَا لَا يَسْكُنُ. ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى اللّٰهِ لَا مَالًا حَمَلَ، وَلَا بِنَاءً نَقَلَ وَ مِنْ غِيَرِهَا اَنَّكَ تَرَى الْمَرْحُوْمَ مَغْبُوْطًا وَالْمَغْبُوْطَ مَرْحُوْمًا لَيْسَ ذٰلِكَ اِلَّا نَعِيْمًا زَلَّ، وَ بُؤْسًا نَزَلَ. وَ مِنْ عِبَرِهَا اَنَّ الْمَرْءَ يُشْرِفُ عَلٰى اَمَلِهٖ فَيَقْتَطِعُهُ حُضُوْرُ اَجَلِهٖ. فَلَا اَمَلٌ يُدْرَكُ وَلَا مُؤَمَّلٌ يُتْرَكُ، فَسُبْحَانَ اللّٰهِ مَا اَغَرَّ سُرُوْرَهَا وَاَظْمَاَ رِيَّهَا وَاَضْحٰى فَيْئَهَا. لَا جَاءٍ يُرَدُّ، وَلَا مَاضٍ يَرْتَدُّ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ مَا اَقْرَبَ

گزر جاتی ہیں اور اس تعب و کلفت کے عوض راحت (دوامی) اور اس پیاس کے بدلہ میں (تسنیم وکوثر سے) سیرابی حاصل کرتے ہیں۔ انہوں نے موت کو قریب سمجھ کر اعمال میں جلدی کی اور امیدوں کو جھٹلا کر اجل کو نگاہ میں رکھا پھر یہ دنیا تو فنا اور مشقت تغیر اور عبرت کی جگہ ہے چنانچہ فنا کرنے کی صورت یہ ہے کہ زمانہ اپنی کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے ہے جس کے تیر خطا نہیں کرتے اور نہ اس کے زخموں کا کوئی مداوا ہو سکتا ہے، زندہ پر موت کے تندرست پر بیماری کے، اور محفوظ پر ہلاکت کے تیر چلاتا رہتا ہے۔ وہ ایسا کھاؤ ہے کہ سیر نہیں ہوتا اور ایسا پینے والا ہے کہ اس کی پیاس بجھتی ہی نہیں اور رنج وتعب کی صورت یہ ہے کہ انسان مال جمع کرتا ہے۔ لیکن اس میں سے کھانا اسے نصیب نہیں ہوتا۔ گھر بناتا ہے۔ مگر اس میں رہنے نہیں پاتا اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح چل دیتا ہے کہ نہ مال ساتھ اٹھا کر لے جا سکتا ہے اور نہ گھر ہی ادھر منتقل کر سکتا ہے اور اس کے تغیر کی یہ حالت ہے کہ تم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہو جس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے اور وہ (دیکھتے ہی دیکھتے) اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس پر رشک کھایا جائے۔ اور قابل رشک آدمی کو دیکھتے ہو کہ (چند ہی دنوں میں) اس کی حالت پر ترس آنے لگتا ہے۔ اس کی یہی وجہ تو ہے کہ اس سے نعمت جاتی رہی، اور اس پر فقرہ افلاس لوٹ پڑا۔ اور اس سے عبرت حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی امیدوں کی انتہا تک پہنچنے والا ہی ہوتا ہے کہ موت پہنچ کر امیدوں کے سارے بندھن توڑ دیتی ہے اس طرح

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ لِلَحَاقِهِ بِهِ ،
وَ أَبْعَدَ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ
لِانْقِطَاعِهِ عَنْهُ ۔
إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِشَرٍّ مِّنَ
الشَّرِّ إِلَّا عِقَابُهُ ، وَ لَيْسَ
شَيْءٌ بِخَيْرٍ مِّنَ الْخَيْرِ إِلَّا ثَوَابُهُ
وَكُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الدُّنْيَا سَمَاعُهُ
أَعْظَمُ مِنْ عِيَانِهِ ۔ وَكُلُّ شَيْءٍ
مِّنَ الْآخِرَةِ عِيَانُهُ أَعْظَمُ مِنْ
سَمَاعِهِ ۔ فَلْيَكْفِكُمْ مِنَ الْعِيَانِ
السَّمَاعُ ، وَ مِنَ الْغَيْبِ الْخَبَرُ
وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا نَقَصَ مِنَ
الدُّنْيَا وَزَادَ فِي الْآخِرَةِ خَيْرٌ
مِّمَّا نَقَصَ مِنَ الْآخِرَةِ وَزَادَ
فِي الدُّنْيَا ۔ فَكَمْ مِّنْ مَّنْقُوصٍ
رَابِحٍ وَ مَزِيدٍ خَاسِرٍ ۔ إِنَّ
الَّذِي أُمِرْتُمْ بِهِ أَوْسَعُ مِنَ
الَّذِي نُهِيتُمْ عَنْهُ ۔ وَمَا أُحِلَّ
لَكُمْ أَكْثَرُ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۔
فَذَرُوا مَا قَلَّ لِمَا كَثُرَ ، وَمَا
ضَاقَ لِمَا اتَّسَعَ ۔ قَدْ تَكَفَّلَ
لَكُمْ بِالرِّزْقِ وَ أُمِرْتُمْ بِالْعَمَلِ ،
فَلَا يَكُونَنَّ الْمَضْمُونُ لَكُمْ
طَلَبُهُ أَوْلَى بِكُمْ مِنَ الْمَفْرُوضِ
عَلَيْكُمْ عَمَلُهُ ، مَعَ أَنَّهُ وَاللّٰهِ

بر امیدیں برآتی ہیں اور نہ امیدیں باندھنے والا ہی باقی
چھوڑا جاتا ہے۔ اللہ اکبر! اس دنیا کی مسرت کی فریب کاریاں
اور اس کی سیرابی کی تشنہ کامیاں کتنی زیادہ ہیں اور اس کے
سایہ میں دھوپ کی شرکت کتنی زیادہ ہے، نہ آنے والی
موت کو پلٹایا جاسکتا ہے اور نہ جانے والا پلٹ کر آسکتا
ہے۔ سبحان اللہ! زندہ مردوں سے انہی میں مل جانے
کی وجہ سے کتنا قریب ہے اور مردہ زندوں سے تمام تعلقات
کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کس قدر دور ہے! بیشک کوئی بدی
سے بدتر شے نہیں سوا اس کے عذاب کے اور کوئی اچھائی
سے اچھی چیز نہیں سوا اس کے ثواب کے دنیا کی ہر چیز
کا سننا اس کے دیکھنے سے عظیم تر ہے، مگر آخرت کی ہر شئے
کا دیکھنا سننے سے کہیں بڑھا چڑھا ہوا ہے۔ تم اسی
سننے سے اس کی اصلی حالت کا، جو مشاہدہ میں آئے گی
اندازہ اور خبر ہی سن کر اس غیب کی تصدیق کرلو۔ تمہیں
معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی کمی اور آخرت کا اضافہ عقبیٰ کی
کمی اور دنیا کے اضافے سے کہیں بہتر ہے۔ بہت سے
گھاٹا اٹھانے والے فائدہ میں رہتے ہیں اور بہت
سے سمیٹ لینے والے نقصان میں رہتے ہیں۔ جن چیزوں
کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے (اور تمہارے لیے جائز رکھی
ہیں) ان کا دامن ان چیزوں سے کہیں وسیع ہے۔ جن سے
روکا ہے اور حرام کی ہوئی چیزوں سے حلال چیزیں کہیں زیادہ
ہیں۔ لہٰذا زیادہ چیزوں کی وجہ سے کم چیزوں کو چھوڑ
دو، اور تنگنائے حرام سے نکل کر حلال کی وسعتوں میں
آجاؤ۔ اس نے تمہارے رزق کا ذمہ لے لیا ہے اور
تمہیں اعمال بجالانے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا جس چیز کا ذمہ

لَقَدِ اعْتَرَضَ الشَّكُّ وَ دَخِلَ الْيَقِيْنُ، حَتّٰى كَاَنَّ الَّذِىْ ضُمِنَ لَكُمْ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَكَاَنَّ الَّذِىْ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ قَدْ وُضِعَ عَنْكُمْ۔ فَبَادِرُوا الْعَمَلَ وَخَافُوْا بَغْتَةَ الْاَجَلِ، فَاِنَّهٗ لَا يُرْجٰى مِنْ رَجْعَةِ الْعُمُرِ مَا يُرْجٰى مِنْ رَجْعَةِ الرِّزْقِ مَا فَاتَ مِنَ الرِّزْقِ رُجِىَ غَدًا زِيَادَتُهٗ۔ وَ مَا فَاتَ اَمْسِ مِنَ الْعُمُرِ لَمْ يُرْجَ الْيَوْمَ رَجْعَتُهٗ۔ اَلرَّجَآءُ مَعَ الْجَائِىْ، وَ الْيَاْسُ مَعَ الْمَاضِىْ۔ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ"۔

لیا جا چکا ہے اس کی تلاش و طلب اعمال و فرائض کے بجالانے سے تمہاری نظروں میں مقدم نہ ہونا چاہیئے مگر خدا کی قسم! تمہارا طرز عمل ایسا ہے کہ دیکھنے والے کو شبہ ہونے لگے۔ اور ایسا معلوم ہو کہ رزق کا حاصل کرنا تو تم پر فرض ہے اور جو، واقعی تمہارا فریضہ ہے یعنی واجبات کا بجالانا، وہ تم سے ساقط ہے۔ عمل کی طرف بڑھو اور موت کے اچانک آجانے سے ڈرو۔ اس لیے کہ عمر کے پلٹ کر آنے کی آس نہیں لگائی جا سکتی۔ جب کہ رزق کے پلٹنے کی امید ہو سکتی ہے۔ جو رزق ہاتھ نہیں لگا، کل اس کی زیادتی کی توقع ہو سکتی ہے۔ اور امید نہیں کہ عمر کا گزرا ہوا۔ "کل" آج پلٹ آئے گا۔ امید تو آنے والے کی ہو سکتی ہے۔ اور جو گزر جائے اس سے تو مایوسی ہی ہے اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب موت آئے، تو تم بہرصورت مسلمان ہونا چاہیئے۔

خطبہ ۱۱۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِى الْاِسْتِسْقَاءِ :- اَللّٰهُمَّ قَدِ انْصَاحَتْ جِبَالُنَا، وَاغْبَرَّتْ اَرْضُنَا، وَهَامَتْ دَوَآبُّنَا وَتَحَيَّرَتْ فِىْ مَرَابِضِهَا، وَعَجَّتْ عَجِيْجَ الثَّكَالٰى عَلٰى اَوْلَادِهَا، وَمَلَّتِ التَّرَدُّدَ فِىْ مَرَاتِعِهَا، وَالْحَنِيْنَ اِلٰى مَوَارِدِهَا اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ اَنِيْنَ الْاٰنَّةِ، وَ

طلب باراں کے لیے آپ کے دعائیہ کلمات:-

بارالہا! (خشک سالی سے) ہمارے پہاڑوں کا سبزہ بالکل سوکھ گیا ہے اور زمین پر خاک اڑ رہی ہے ہمارے چوپائے پیاسے ہیں اور اپنے چوپالوں میں بوکھلائے ہوئے پھرتے ہیں اور اس طرح چلا رہے ہیں جس طرح رونے والیاں اپنے بچوں پر بین کرتی ہیں اور اپنی چراگاہوں کے پھیرے کرنے اور تالابوں کی طرف بصد شوق بڑھنے سے عاجز آ گئے ہیں۔ پروردگار! ان چیخنے والی بکریوں

حَنِيْنَ الْحَانَّةِ . اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ حَيْرَتَهَا فِيْ مَذَاهِبِهَا ، وَاَنِيْنَهَا فِيْ مَوَالِجِهَا . اَللّٰهُمَّ خَرَجْنَا اِلَيْكَ حِيْنَ اعْتَكَرَتْ عَلَيْنَا حَدَابِيْرُ السِّنِيْنَ ، وَاَخْلَفَتْنَا مَخَايِلُ الْجُوْدِ فَكُنْتَ الرَّجَآءَ لِلْمُبْتَئِسِ، وَالْبَلَاغَ لِلْمُلْتَمِسِ . نَدْعُوْكَ حِيْنَ قَنَطَ الْاَنَامُ ، وَمُنِعَ الْغَمَامُ ، وَهَلَكَ السَّوَامُ ، اَنْ لَّا تُؤَاخِذَنَا بِاَعْمَالِنَا وَلَا تَاْخُذَنَا بِذُنُوْبِنَا . وَانْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ الْمُنْبَعِقِ وَالرَّبِيْعِ الْمُغْدِقِ وَالنَّبَاتِ الْمُوْنِقِ سَحًّا وَابِلًا تُحْيِيْ بِهٖ مَا قَدْ مَاتَ وَتَرُدُّ بِهٖ مَا قَدْ فَاتَ . اَللّٰهُمَّ سُقْيًا مِنْكَ مُحْيِيَةً مُرْوِيَةً ، تَامَّةً عَامَّةً طَيِّبَةً مُبَارَكَةً ، هَنِيْٓئَةً مَّرِيْعَةً . زَاكِيًا نَبْتُهَا ، ثَامِرًا فَرْعُهَا ، نَاضِرًا وَرَقُهَا تُنْعِشُ بِهَا الضَّعِيْفَ مِنْ عِبَادِكَ وَتُحْيِيْ بِهَا الْمَيِّتَ مِنْ بِلَادِكَ . اَللّٰهُمَّ سُقْيًا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نِجَادُنَا وَتَجْرِيْ بِهَا وِهَادُنَا ، وَيُخْصِبُ بِهَا جَنَابُنَا ، وَتُقْبِلُ بِهَا ثِمَارُنَا وَتَعِيْشُ بِهَا مَوَاشِيْنَا وَتَنْدٰى بِهَا اَقَاصِيْنَا وَتَسْتَعِيْنُ بِهَا

اور ان شوق بھرے لہجے میں پکارنے والے اونٹوں پر رحم کر۔ خدایا! تو راستوں میں ان کی پریشانی اور گھروں میں ان کی چیخ و پکار پر ترس کھا۔ بارالٰہا! جب کہ قحط سالی کے لاغر اور نڈھال اونٹ ہماری طرف پلٹ پڑے ہیں اور بظاہر برسنے والی گھٹائیں آکے بن برسے گزر گئیں تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں۔ تو ہی دکھ درد کے ماروں کی آس ہے اور تو ہی التجا کرنے والوں کا سہارا ہے۔ جب کہ لوگ بے آس ہو گئے اور بادلوں کا اٹھنا بند ہو گیا اور مویشی بے جان ہو گئے تو ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہماری گرفت نہ کر اور ہمارے گناہوں کے سبب سے ہمیں (اپنے عذاب میں) نہ دھر لے۔ اے اللہ! تو دھواں دار بارشوں والے ابر اور چھاجوں پانی برسانے والی برکھا رُت اور نظروں میں کھُب جانے والے ہریاول سے اپنے دامانِ رحمت کو ہم پر پھیلا دے۔ وہ موسلا دھار اور لگاتار اس طرح برسیں کہ ان سے مری ہوئی چیزوں کو تو زندہ کر دے اور گزری ہوئی بہاروں کو پلٹا دے۔ خدایا! ایسی سیرابی ہو کہ جو (مردہ زمینوں کو) زندہ کرنے والی، سیراب بنانے والی، اور بھرپور برسنے والی، اور سب جگہ پھیل جانے والی، اور پاکیزہ و بابرکت اور خوشگوار و شاداب ہو، جس سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں، شاخیں بارآور اور پتے ہرے بھرے ہو جائیں اور جس سے تو اپنے عاجز و زمین گیر بندوں کو سہارا دے کر اوپر اٹھائے اور اپنے مردہ شہروں کو زندگی بخش دے۔ اے اللہ! ایسی سیرابی کہ جس سے ہمارے ٹیلے سبزہ پوش ہو جائیں اور ندی نالے بہہ نکلیں اور آس پاس کے اطراف سرسبز و شاداب ہو جائیں اور پھل نکل آئیں اور چوپائے

ضَوَاحِيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ الْوَاسِعَةِ وَ عَطَايَاكَ الْجَزِيْلَةِ عَلَى بَرِيَّتِكَ الْمُرْمِلَةِ، وَوَحْشِكَ الْمُهْمَلَةِ۔ وَ اَنْزِلْ عَلَيْنَا سَمَآءً مُخْضِلَةً مِدْرَارًا هَاطِلَةً۔ يُدَافِعُ الْوَدْقُ مِنْهَا الْوَدْقَ وَ يَحْفِزُ الْقَطْرُ مِنْهَا الْقَطْرَ غَيْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهَا، وَلَا جَهَامٍ عَارِضُهَا وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا، وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، حَتّٰى يُخْصِبَ لِاِمْرَاعِهَا الْمُجْدِبُوْنَ، وَيَحْيٰى بِبَرَكَتِهَا الْمُسْنِتُوْنَ، فَاِنَّكَ "تُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا، وَ تَنْشُرُ رَحْمَتَكَ وَ اَنْتَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ۔"

تَفْسِيْرُ مَا فِيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ مِنَ الْغَرِيْبِ۔

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اِنْصَاحَتْ جِبَالُنَا، اَيْ تَشَقَّقَتْ مِنَ الْمُحُوْلِ يُقَالُ: اِنْصَاحَ الثَّوْبُ اِذَا انْشَقَّ وَ يُقَالُ اَيْضًا: اِنْصَاحَ النَّبْتُ وَ صَاحَ وَصَوَّحَ اِذَا جَفَّ وَ يَبِسَ وَقَوْلُهٗ: وَهَامَتْ دَوَابُّنَا، اَيْ عَطِشَتْ، وَالْهُيَامُ الْعَطَشُ۔ وَ قَوْلُهٗ: حَدَابِيْرُ السِّنِيْنَ

جی اٹھیں اور دور کی زمینیں بھی تر بتر ہو جائیں اور کھلے میدان بھی اس سے مدد پا سکیں۔ اپنی پھیلنے والی برکتوں اور بڑی بڑی بخششوں سے جو تیری تباہ حال مخلوق اور بغیر چرواہے کے کھلے پھرنے والے حیوانوں پر ہیں۔ ہم پر ایسی بارش ہو، جو پانی سے شرابور کر دینے والی، اور موسلادھار اور لگاتار برسنے والی ہو۔ اس طرح کہ بارشیں بارشوں سے ٹکرائیں اور بوندیں بوندوں کو تیزی سے دھکیلیں۔ (کہ تار بندھ جائے) اس کی بجلی دھوکہ دینے والی نہ ہو۔ اور نہ سفید ابر کے ٹکڑے بکھرے بکھرے سے ہوں اور اور نہ صرف ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں والی بوندا باندی ہو کر رہ جائے (یوں برسا کہ) قحط کے مارے ہوئے اس کی سرسبزیوں سے خوشحال ہو جائیں اور خشک سالی کی سختیاں جھیلنے والے اس کی برکتوں سے جی اٹھیں، اور تو ہی وہ ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے، اور اپنی رحمت کے دامن پھیلا دیتا ہے۔ اور تو ہی والی و وارث اور (اچھی) صفتوں والا ہے

سیّد رضی فرماتے ہیں

کہ امیرالمومنین ؑ کے اس ارشاد "انصاحت جبالنا" کے معنی یہ ہیں کہ پہاڑوں میں قحط سالی سے شگاف پڑ گئے ہیں انصاح الثوب اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کپڑا پھٹ جائے اور انصاح النبت، صاح النبت اور صوح النبت اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب سبزہ خشک ہو جائے اور بالکل سوکھ جائے اور ھامت دوابنا کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے چوپائے پیاسے ہو گئے ہیں۔ ھیام کے معنی پیاس کے ہوتے ہیں اور حدابیر السنین

جَمْعُ حِدْبَارٍ - وَ هِيَ النَّاقَةُ الَّتِيْ أَنْضَاهَا السَّيْرُ، فَشَبَّهَ بِهَا السَّنَةَ الَّتِيْ فَشَا فِيْهَا الْجَدْبُ قَالَ ذُوالرُّمَّةِ :

حَدَابِيْرُ مَا تَنْفَكُّ اِلَّا مُنَاخَةً عَلَى الْخَسْفِ اَوْ نَرْمِيْ بِهَا بَلَدًا قَفْرًا -

وَقَوْلُهٗ : (وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا) اَلْقَزَعُ الْقِطَعُ الصِّغَارُ الْمُتَفَرِّقَةُ مِنَ السَّحَابِ - وَقَوْلُهٗ : (وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، فَاِنَّ تَقْدِيْرَهٗ وَلَا ذَاتَ شَفَّانٍ ذِهَابُهَا - وَالشَّفَّانُ الرِّيْحُ الْبَارِدَةُ ، وَالذِّهَابُ الْاَمْطَارُ اللَّيِّنَةُ - فَحَذَفَ ذَاتَ لِعِلْمِ السَّامِعِ بِهٖ -

ہیں حدابیر، حدبار کی جمع ہے ۔ جس کے معنی اس اونٹنی کے ہیں جسے سفروں نے لاغر اور نڈھال کر دیا ہو۔ چنانچہ حضرتؑ نے قحط زدہ سال کو اسی سفروں کی ماری ہوئی اونٹنی سے تشبیہ دی ہے۔

(عرب کے شاعر) "ذوالرمّہ" نے کہا ہے :-

یہ لاغر اور کمزور اونٹنیاں ہیں کہ جو یا تو بس ہر سختی و صعوبت کو جھیل کر اپنی جگہ پر بیٹھی رہتی ہیں اور یا یہ کہ ہم انہیں کسی بے آب و گیاہ جنگل کے سفر میں لے جاتے ہیں تو وہاں جاتی ہیں اور قزع ربابہا میں قزع چھوٹی چھوٹی بکھری ہوئی بدلیوں کو کہتے ہیں اور شفان ذھابہا میں شفان کے معنی ٹھنڈی ہواؤں کے ہیں اور ہلکی ہلکی بوندا باندی کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں والی پھوہار۔ اور ذات کی لفظ جس کے معنی "والی" ہوتے ہیں اس جگہ حذف فرما دی ہے ۔ اس لیے کہ سننے والا اسے خود ہی سمجھ سکتا ہے ۔

خطبہ ۱۱۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَرْسَلَهٗ دَاعِيًا اِلَى الْحَقِّ وَ شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ - فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهٖ غَيْرَ وَانٍ وَلَا مُقَصِّرٍ ، وَ جَاهَدَ فِي اللّٰهِ اَعْدَآءَهٗ غَيْرَ وَاهِنٍ وَلَا مُعَذِّرٍ - اِمَامُ مَنِ اتَّقٰى ، وَبَصَرُ مَنِ اهْتَدٰى -

اللہ نے آپؐ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو پہنچایا ۔ نہ اس میں کچھ سستی کی نہ کوتاہی اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا ۔ جس میں نہ کمزوری دکھائی، نہ حیلے بہانے کیے ۔ وہ پرہیز گاروں کے امام اور ہدایت پانے والے (کی آنکھوں) کے لیے بصارت ہیں ۔

(مِنْهَا)

وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ مِمَّا طُوِيَ عَنْكُمْ غَيْبُهُ، إِذًا لَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَبْكُونَ عَلَى أَعْمَالِكُمْ وَتَلْتَدِمُونَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ۔ وَلَتَرَكْتُمْ أَمْوَالَكُمْ لَا حَارِسَ لَهَا وَلَا خَالِفَ عَلَيْهَا وَلَهَمَّتْ كُلَّ امْرِئٍ مِنْكُمْ نَفْسُهُ لَا يَلْتَفِتُ إِلَى غَيْرِهَا۔ وَلٰكِنَّكُمْ نَسِيتُمْ مَا ذُكِّرْتُمْ، وَأَمِنْتُمْ مَا حُذِّرْتُمْ، فَتَاهَ عَنْكُمْ رَأْيُكُمْ، وَتَشَتَّتَ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ۔ وَلَوَدِدْتُ أَنَّ اللّٰهَ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَلْحَقَنِي بِمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِي مِنْكُمْ۔ قَوْمٌ وَاللّٰهِ مَيَامِينُ الرَّأْيِ، مَرَاجِيحُ الْحِلْمِ، مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ، مَتَارِيكُ لِلْبَغْيِ۔ مَضَوْا قُدُمًا، عَلَى الطَّرِيقَةِ وَأَوْجَفُوا عَلَى الْمَحَجَّةِ، فَظَفِرُوا بِالْعُقْبَى الدَّائِمَةِ وَالْكَرَامَةِ الْبَارِدَةِ۔ أَمَا وَاللّٰهِ لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيْكُمْ غُلَامُ ثَقِيفٍ الذَّيَّالُ الْمَيَّالُ يَأْكُلُ خَضِرَتَكُمْ وَيُذِيبُ شَحْمَتَكُمْ إِيهٍ أَبَا وَذَحَةَ۔

(أَقُولُ: الْوَذَحَةُ الْخُنْفَسَاءُ، وَهٰذَا الْقَوْلُ يُومِئُ بِهِ إِلَى الْحَجَّاجِ،

اِسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے:۔

جو چیزیں تم سے پردہ غیب میں لپیٹ دی گئی ہیں اگر تم بھی انہیں جان لیتے، جس طرح میں جانتا ہوں، تو بلاشبہ تم اپنی بداعمالیوں پر روتے ہوئے اور اپنے نفسوں کا ماتم کرتے ہوئے اور اپنے مال و متاع کو بغیر کسی نگہبان اور بغیر کسی نگہداشت کرنے والے کے یونہی چھوڑ چھاڑ کر کھلے میدانوں میں نکل پڑتے، اور ہر شخص کو اپنے ہی نفس کی پڑی ہوتی۔ کسی اور کی طرف متوجہ ہی نہ ہوتا۔ لیکن جو تمہیں یاد دلایا گیا تھا اسے تم بھول گئے اور جن چیزوں سے تمہیں ڈرایا گیا تھا اُن سے تم نڈر ہو گئے اس طرح تمہارے خیالات بھٹک گئے، اور تمہارے سارے امور درہم و برہم ہو گئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے، اور مجھے ان لوگوں سے ملا دے جو تم سے زیادہ میرے حقدار ہیں خدا کی قسم! وہ ایسے لوگ ہیں جن کے خیالات مبارک اور عقلیں ٹھوس تھیں۔ وہ کھل کر حق بات کہنے والے اور سرکشی و بغاوت کو چھوڑنے والے تھے وہ قدم آگے بڑھا کر اللہ کی راہ پر ہو لیے اور سیدھی راہ پر (بے کھٹکے) دوڑے چلے گئے۔ چنانچہ انہوں نے ہمیشہ رہنے والی آخرت اور عمدہ و پاکیزہ نعمتوں کو پا لیا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم پر بنی ثقیف کا ایک لڑکا تسلط پائے گا وہ دراز قد ہو گا، اور بل کھا کر چلے گا۔ وہ تمہارے تمام سبزہ زاروں کو چر جائے گا۔ اور تمہاری چربی (تک) پگھلا دے گا۔ ہاں اے ابو وذحہ کچھ اور!

سیّد رضی فرماتے ہیں:۔

کہ وذحہ کے معنی خنفساءؔ کے ہیں۔ آپؑ نے اپنے اس ارشاد

وَلَهٗ مَعَ الْوَذْحَةِ حَدِيْثٌ لَيْسَ هٰذَا مَوْضِعُ ذِكْرِهٖ۔

سے حجاج (ابن یوسف ثقفی) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس کا خنفساء سے متعلق ایک واقعہ ہے جس کے بیان کرنے کا یہ محل نہیں ہے۔

٭ ٭ ٭

ا؎ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حجاج ایک دن نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا، تو خنفساء اس کی طرف بڑھا حجاج نے ہاتھ بڑھا کر اسے روکنا چاہا۔ مگر اس نے اسے کاٹ لیا۔ جس سے اس کے ہاتھ پر ورم آگیا اور آخر اس کے اثر سے اس کی موت واقع ہوئی۔"

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ وذحہ اس گوبر کو کہتے ہیں جو کسی حیوان کی دم پر لگا رہ گیا ہو، اور اس کنیت سے مقصود اس کی تذلیل ہے۔

خطبہ ۱۱۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

فَلَا أَمْوَالَ بَذَلْتُمُوهَا لِلَّذِي رَزَقَهَا، وَلَا أَنْفُسَ خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِي خَلَقَهَا، تَكْرُمُونَ بِاللهِ عَلَى عِبَادِهٖ، وَلَا تُكْرِمُونَ اللهَ فِي عِبَادِهٖ فَاعْتَبِرُوا بِنُزُولِكُمْ مَنَازِلَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَانْقِطَاعِكُمْ عَنْ أَوْصَلِ إِخْوَانِكُمْ۔

جس نے تم کو مال و متاع بخشا ہے اس کی راہ میں تم اسے صرف نہیں کرتے اور نہ اپنی جانوں کو اس کے لیے خطرہ میں ڈالتے ہو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ تم نے اللہ کی وجہ سے بندوں میں عزت و آبرو پائی۔ لیکن اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کر کے اس کا احترام و اکرام نہیں کرتے۔ جن مکانات میں اگلے لوگ آباد تھے۔ ان میں اب تم مقیم ہوتے ہو، اور قریب سے قریب تر بھائی گزر جاتے، اور تم رہ جاتے ہو اس سے عبرت حاصل کرو۔

خطبہ ۱۱۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

أَنْتُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى الْحَقِّ، وَ

تم حق کے قائم کرنے میں (میرے) ناصر و مددگار ہو، اور دین میں (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہو اور

الْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ، وَالْجُنَنُ يَوْمَ الْبَأْسِ، وَالْبِطَانَةُ دُونَ النَّاسِ. بِكُمْ أَضْرِبُ الْمُدْبِرَ، وَأَرْجُو طَاعَةَ الْمُقْبِلِ. فَأَعِينُونِي بِمُنَاصَحَةٍ خَلِيَّةٍ مِنَ الْغِشِّ سَلِيمَةٍ مِنَ الرَّيْبِ. فَوَاللهِ إِنِّي لَأَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ.

سختیوں میں (میری) سپر ہو، اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی میرے رازدار ہو، تمہاری مدد سے روگردانی کرنے والے پر میں تلوار چلاتا ہوں اور پیش قدمی کرنے والے کی اطاعت کی توقع رکھتا ہوں۔ ایسی خیر خواہی کے ساتھ میری مدد کرو۔ کہ جس میں دھوکا فریب ذرا نہ ہو، اور شک و بدگمانی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اس لیے کہ میں ہی لوگوں (کی امامت) کے لیے سب سے زیادہ اولیٰ و مقدم ہوں۔

خطبہ ۱۱۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَقَدْ جَمَعَ النَّاسَ وَحَضَّهُمْ عَلَى الْجِهَادِ فَسَكَتُوا مَلِيًّا.

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا بَالُكُمْ أَمُخْرَسُونَ أَنْتُمْ؟ فَقَالَ قَوْمٌ مِنْهُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ سِرْتَ سِرْنَا مَعَكَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، مَا بَالُكُمْ لَا سُدِّدْتُمْ لِرُشْدٍ، وَلَا هُدِيتُمْ لِقَصْدٍ أَفِي مِثْلِ هٰذَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَخْرُجَ؟ إِنَّمَا يَخْرُجُ فِي مِثْلِ هٰذَا رَجُلٌ مِمَّنْ أَرْضَاهُ مِنْ شُجْعَانِكُمْ وَذَوِي بَأْسِكُمْ، وَلَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَدَعَ الْجُنْدَ وَالْمِصْرَ وَبَيْتَ الْمَالِ وَجِبَايَةَ الْأَرْضِ وَالْقَضَاءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّظَرَ فِي حُقُوقِ الْمُطَالِبِينَ، ثُمَّ

امیرالمومنین علیہ السلام نے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنا چاہا تو وہ لوگ دیر تک چپ رہے، تو آپؑ نے فرمایا، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟ تو ایک گروہ نے کہا کہ اے امیرالمومنینؑ اگر آپ چلیں، تو ہم بھی آپؑ کے ہمراہ چلیں گے۔ جس پر حضرت نے فرمایا،۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تمہیں ہدایت کی توفیق نہ ہو اور نہ سیدھی راہ دیکھنا نصیب ہو۔ کیا ایسے حالات میں میں ہی نکلوں۔ اس وقت تو تمہارے جوانمردوں اور طاقتوروں میں سے جس شخص کو میں پسند کروں اسے جانا چاہیئے میرے لیے مناسب نہیں کہ میں لشکر، شہر، بیت المال، زمین کے خراج کی فراہمی، مسلمانوں کے مقدمات کا تصفیہ اور مطالبہ کرنے والوں کے حقوق کی دیکھ بھال چھوڑ دوں اور لشکر لیے ہوئے دوسرے لشکر کے پیچھے نکل کھڑا ہوں۔ اور جس طرح خالی ترکش میں بے پیکاں کا تیر ہلتا جلتا ہے جنبش کھاتا رہوں۔ میں چکی کے اندر کا وہ قطب ہوں کہ جس پر وہ گھومتی ہے جب

اَخْرُجَ فِیْ کَتِیْبَةٍ اَتَّبِعُ اُخْرٰی اَتَقَلْقَلُ تَقَلْقُلَ الْقِدْحِ فِی الْجَفِیْرِ الْفَارِغِ، وَ اِنَّمَا اَنَا قُطْبُ الرَّحٰی تَدُوْرُ عَلَیَّ وَ اَنَا بِمَکَانِیْ، فَاِذَا فَارَقْتُهٗ اسْتَحَارَ مَدَارُهَا وَاضْطَرَبَ ثُفَالُهَا هٰذَا لَعَمْرُ اللّٰهِ الرَّاْیُ السُّوْٓءُ۔ وَاللّٰهِ لَوْلَا رَجَآئِی الشَّهَادَةَ عِنْدَ لِقَآئِی الْعَدُوَّ لَوْ قَدْ حُمَّ لِیْ لِقَآؤُهٗ۔ لَقَرَّبْتُ رِکَابِیْ ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْکُمْ فَلَا اَطْلُبُکُمْ۔ مَا اخْتَلَفَ جَنُوْبٌ وَّ شَمَالٌ۔ اِنَّهٗ لَا غَنَآءَ فِیْ کَثْرَةِ عَدَدِکُمْ مَعَ قِلَّةِ اجْتِمَاعِ قُلُوْبِکُمْ۔ لَقَدْ حَمَلْتُکُمْ عَلَی الطَّرِیْقِ الْوَاضِحِ الَّتِیْ لَا یَهْلِکُ عَلَیْهَآ اِلَّا هَالِکٌ، مَنِ اسْتَقَامَ فَاِلَی الْجَنَّةِ وَمَنْ زَلَّ فَاِلَی النَّارِ۔

تک میں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہوں اور اگر میں نے اپنا مقام چھوڑ دیا، تو اس کے گھومنے کا دائرہ متزلزل ہو جائے گا۔ اور اس کا نیچے والا پتھر بھی بے ٹھکانے ہو جائے گا۔ خدا کی قسم! یہ بہت برا مشورہ ہے۔ قسم بخدا! اگر دشمن کا مقابلہ کرنے سے مجھے شہادت کی امید نہ ہو جب کہ وہ مقابلہ میرے لیے مقدر ہو چکا ہو، تو میں اپنی سواریوں کو سوار ہونے کے لیے قریب کر لیتا اور تمہیں چھوڑ چھاڑ کر نکل جاتا اور جب تک جنوبی و شمالی ہوائیں چلتی رہتیں، تمہیں کبھی طلب نہ کرتا۔ تمہارے شمار میں زیادہ ہونے سے کیا فائدہ جب کہ تم ایک دل نہیں ہو پاتے۔ میں نے تمہیں صحیح راستے پر لگایا ہے کہ جس میں ایسا ہی شخص تباہ و برباد ہوگا جو خود اپنے لیے ہلاکت کا سامان کیے بیٹھا ہو، اور جو اس راہ پر جا رہے گا وہ جنت کی طرف، اور جو پھسل جائے گا۔ وہ دوزخ کی جانب بڑھے گا۔

لے جنگ صفین کے بعد جب معاویہ کی فوجوں نے آپؑ کے مختلف علاقوں پر حملے شروع کر دیئے تو ان کی روک تھام کے لیے آپ نے عراقیوں سے کہا لیکن انہوں نے ٹالنے کے لیے یہ عذر تراشا کہ اگر آپ فوج کے ہمراہ چلیں تو ہم بھی چلنے کو تیار ہیں۔ جس پر حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا، اور اپنی مجبوریوں کو واضح کیا کہ اگر میں چلوں، تو مملکت کا نظم و ضبط برقرار نہیں رہ سکتا اور اس عالم میں کہ دشمن کے حملے چاروں طرف سے شروع ہو چکے ہیں۔ مرکز کو خالی رکھنا مصلحت کے خلاف ہے۔ مگر ان لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی تھی جنہوں نے صفین کی فتح کو شکست سے بدل کر ان حملوں کا دروازہ کھول دیا ہو۔"

خطبہ ۱۱۸

وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

خدا کی قسم! مجھے پیغاموں کے پہنچانے، وعدوں کے

تَاللّٰهِ لَقَدْ عُلِّمْتُ تَبْلِيغَ الرِّسَالَاتِ، وَإِتْمَامَ الْعِدَاتِ، وَتَمَامَ الْكَلِمَاتِ وَعِنْدَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ أَبْوَابُ الْحِكَمِ وَضِيَاءُ الْأَمْرِ۔ أَلَا وَإِنَّ شَرَائِعَ الدِّينِ وَاحِدَةٌ، وَسُبُلَهُ قَاصِدَةٌ مَنْ أَخَذَ بِهَا لَحِقَ وَغَنِمَ۔ وَمَنْ وَقَفَ عَنْهَا ضَلَّ وَنَدِمَ۔ اِعْمَلُوا لِيَوْمٍ تُذْخَرُ لَهُ الذَّخَائِرُ، وَتُبْلَى فِيهِ السَّرَائِرُ۔ وَمَنْ لَا يَنْفَعُهُ حَاضِرُ لُبِّهِ فَعَازِبُهُ عَنْهُ أَعْجَزُ وَغَائِبُهُ أَعْوَزُ۔ وَاتَّقُوا نَارًا حَرُّهَا شَدِيدٌ وَقَعْرُهَا بَعِيدٌ، وَحِلْيَتُهَا حَدِيدٌ وَشَرَابُهَا صَدِيدٌ، أَلَا وَإِنَّ اللِّسَانَ الصَّالِحَ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ تَعَالَى لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُورِثُهُ مَنْ لَا يَحْمَدُهُ۔

پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا خوب علم ہے اور ہم اہل بیتؑ (نبوتؐ) کے پاس علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں۔ آگاہ رہو کہ دین کے تمام قوانین کی روح ایک اور اس کی راہیں سیدھی ہیں جو ان پر ہو لیا وہ منزل تک پہنچ گیا اور بہرہ یاب ہوا اور جو ٹھہرا رہا وہ گمراہ ہوا اور (آخر کار) نادم و پشیمان ہوا۔ اس دن کے لیے عمل کرو کہ جس کے لیے ذخیرے فراہم کیے جاتے ہیں اور جس میں نیتوں کو جانچا جائے گا۔ جسے اپنی ہی عقل فائدہ نہ پہنچائے کہ جو اس کے پاس موجود ہے، تو (دوسروں کی) عقلیں کہ جو اس سے دور اور اوجھل ہیں۔ فائدہ رسانی سے بہت عاجز و قاصر ہوں گی (دوزخ کی آگ سے ڈرو کہ جس کی تپش تیز اور گہرائی بہت زیادہ ہے۔ اور (جہاں پہننے کو) لوہے کے زیور اور (پینے کو) پیپ بھرا لہو ہے۔ ہاںؑ! جس شخص کا ذکر خیر لوگوں میں خدا برقرار رکھے وہ اس کے لیے اس مال سے کہیں بہتر ہے جس کا ایسوں کو وارث بنایا جاتا ہے جو اس کو سراہتے تک نہیں۔

لے اگر انسان جیتے جاگتے اپنے اختیار سے کسی کو کچھ دے جائے تو لینے والا اس کا احسان مند ہوتا ہے۔ لیکن جو مال مجبوری سے چھن جائے، تو چھین لینے والا اپنے کو اس کا زیر احسان نہیں سمجھتا اور نہ اسے سراہتا ہے یہی حالت مرنے والے کی ہوتی ہے کہ اس کے ورثا تو یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ چھوڑ گیا ہے وہ ہمارا حق تھا کہ جو ہمیں ملنا چاہیے تھا۔ اس میں اس کا احسان ہی کیا کہ اسے سراہا جائے۔ یہی اسی مال سے اگر وہ کوئی اچھا کام کر جاتا، تو دنیا میں اس کا نام بھی رہتا اور دنیا والے اس کی تحسین و آفرین بھی کرتے ؎

خنک کسے کہ پس از وے حدیث خیر کنند ... کہ جز حدیث سے ماند از بنی آدم!

خطبہ ۱۱۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھ کر آپؑ کے

وَقَدْ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ
فَقَالَ: نَهَيْتَنَا عَنِ الْحُكُومَةِ ثُمَّ أَمَرْتَنَا
بِهَا فَمَا نَدْرِي أَيُّ الْأَمْرَيْنِ أَرْشَدُ؟
فَصَفَقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِحْدَى يَدَيْهِ
عَلَى الْأُخْرَى ثُمَّ قَالَ:

هٰذَا جَزَاءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ أَمَا
وَاللهِ لَوْ أَنِّي حِينَ أَمَرْتُكُمْ بِمَا أَمَرْتُكُمْ
بِهِ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوهِ الَّذِي
يَجْعَلُ اللهُ فِيهِ خَيْرًا، فَإِنِ اسْتَقَمْتُمْ
هَدَيْتُكُمْ، وَإِنِ اعْوَجَجْتُمْ قَوَّمْتُكُمْ،
وَإِنْ أَبَيْتُمْ تَدَارَكْتُكُمْ، لَكَانَتِ
الْوُثْقَى، وَلٰكِنْ بِمَنْ وَإِلَى مَنْ؛ أُرِيدُ
أَنْ أُدَاوِيَ بِكُمْ وَأَنْتُمْ دَائِي، كَنَاقِشِ
الشَّوْكَةِ بِالشَّوْكَةِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ
ضَلْعَهَا مَعَهَا۔ اَللّٰهُمَّ قَدْ مَلَّتْ
أَطِبَّاءُ هٰذَا الدَّاءِ الدَّوِيِّ، وَ
كَلَّتِ النَّزَعَةُ بِأَشْطَانِ الرَّكِيِّ۔ أَيْنَ
الْقَوْمُ الَّذِينَ دُعُوا إِلَى الْإِسْلَامِ فَقَبِلُوهُ
وَقَرَأُوا الْقُرْآنَ فَأَحْكَمُوهُ۔ وَهِيجُوا
إِلَى الْقِتَالِ فَوَلِهُوا۔ وَلَهَ اللِّقَاحِ إِلَى أَوْلَادِهَا
وَسَلَبُوا السُّيُوفَ أَغْمَادَهَا۔ وَأَخَذُوا بِأَطْرَافِ
الْأَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَصَفًّا صَفًّا۔ بَعْضٌ هَلَكَ
وَبَعْضٌ نَجَا، لَا يُبَشَّرُونَ بِالْأَحْيَاءِ، وَلَا
يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتَى۔ مُرْهُ الْعُيُونِ مِنَ الْبُكَاءِ
خُمْصُ الْبُطُونِ مِنَ الصِّيَامِ۔ ذُبُلُ الشِّفَاهِ

سامنے آیا اور کہا کہ یا امیر المومنینؑ پہلے تو آپ نے ہمیں تحکیم سے
روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا۔ نہیں معلوم کہ ان دونوں
باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح ہے (یہ سن کر) حضرتؑ
نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا، اور فرمایا جس نے عہد و فا کو توڑ دیا ہو،
اس کی یہی پاداش ہوا کرتی ہے خدا کی قسم! جب میں نے تمہیں تحکیم کے مان لینے کا
حکم دیا تھا اگر اسی امر ناگوار (جنگ) پر تمہیں ٹھہرائے رکھتا کہ جس میں اللہ تمہارے
لیے بہتری ہی کرتا چنانچہ تم اس پر جمے رہتے۔ تو تمہیں سیدھی راہ پہ لے چلتا اور اگر ٹیڑھے ہوتے
تو تمہیں سیدھا کر دیتا اور اگر انکار کرتے تو تمہارا تدارک کرتا تو
بلاشبہ یہ ایک مضبوط طریق کار ہوتا لیکن کس کی مدد سے اور کس
کے بھروسے پر؟ میں تم سے اپنا چارہ چاہتا تھا اور تم ہی میرا مرض
نکلے۔ جیسے کانٹے کو کانٹے سے نکالنے والا کہ وہ جانتا ہے کہ
یہ بھی اسی کی طرف جھکے گا۔ خدایا اس موذی مرض سے چارہ گر عاجز
آگئے ہیں، اور اس کنوئیں کی رسیاں کھینچنے والے تھک کر بیٹھ گئے
ہیں وہ لوگ کہاں ہیں کہ جنہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی، تو
انہوں نے اسے قبول کر لیا اور قرآن کو پڑھا، تو اس پر عمل بھی
کیا۔ جہاد کے لیے انہیں ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے
جیسے دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف انہوں نے
تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا اور دستہ بدستہ اور صف بصف
بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پا لیا۔ ان میں سے کچھ
مر گئے، کچھ بچ گئے۔ نہ زندہ رہنے والوں کے مژدہ سے وہ
خوش ہوتے ہیں اور نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متاثر ہوتے
ہیں۔ رونے سے ان کی آنکھیں سفید، روزوں سے ان کے
پیٹ لاغر، دعاؤں سے ان کے ہونٹ خشک اور جاگنے
سے ان کے رنگ زرد ہو گئے تھے اور فروتنی و عاجزی کرنے
والوں کی طرح ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔

مِنَ الدُّعَاءِ۔ صُفْرُ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ۔ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِیْنَ۔ اُولٰٓئِكَ اِخْوَانِی الذَّاهِبُوْنَ۔ فَحَقَّ لَنَا اَنْ نَظْمَاَ اِلَیْهِمْ وَ نَعَضَّ الْاَیْدِیَ عَلٰی فِرَاقِهِمْ۔ اِنَّ الشَّیْطَانَ یُسَنِّیْ لَكُمْ طُرُقَهٗ، وَیُرِیْدُ اَنْ یَّحُلَّ دِیْنَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً، وَیُعْطِیَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ۔ فَاصْدِفُوْا عَنْ نَزَغَاتِهٖ وَنَفَثَاتِهٖ، وَاقْبَلُوا النَّصِیْحَةَ مِمَّنْ اَهْدَاهَا اِلَیْكُمْ، وَاعْقِلُوْهَا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ۔

یہ میرے وہ بھائی تھے۔ جو دنیا سے گزر گئے۔ اب ہم حق بجانب ہیں۔ اگر ان کی دید کے پیاسے ہوں، اور ان کے فراق میں اپنی بوٹیاں کاٹیں۔ بے شک تمہارے لیے شیطان نے اپنی راہیں آسان کر دی ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول دے اور تم میں یکجائی کے بجائے پھوٹ ڈلوائے تم اس کے وسوسوں اور جھاڑ پھونک سے منہ موڑے رہو، اور نصیحت کی پیش کش کرنے والے کا ہدیہ قبول کرو۔ اور اپنے نفسوں میں اس کی گرہ باندھ لو۔

لہ امیر المومنینؑ کے پرچم کے نیچے جنگ کرنے والے گو آپ ہی کی جماعت میں شمار ہوتے تھے۔ مگر جن کی آنکھوں میں آنسو، چہروں پہ زردی، زبانوں پہ قرآنی نغمہ، دلوں میں ایمانی ولولہ، پیروں میں ثبات وقرار، روح میں عزم وہمت اور نفس میں صبرِ استقامت کا جوہر ہوتا تھا، انہی کو صحیح معنوں میں شیعانِ علیؑ کہا جاتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جن کی جدائی میں امیر المومنینؑ کے دل کی بے تابیاں آہ بن کر زبان سے نکل رہی ہیں، اور آتشِ فراق کے لوکے قلب وجگر کو پھونکے دے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو دیوانہ وار موت کی طرف لپکتے تھے، اور بچ رہنے پر انہیں مسرت وشادمانی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ان کے دل کی آواز یہ ہوتی تھی، کہ

شرمندہ ماندہ ایم کہ چرا زندہ ماندہ ایم

جس انسان میں ان صفات کی تھوڑی بہت جھلک ہوگی، وہی متبع آلِ محمدؐ (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)، اور **شیعہ** علی علیہ السلام کہلا سکتا ہے۔ ورنہ یہ ایک ایسی لفظ ہوگی، جو اپنے معنی کو کھو چکا ہو، اور بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے اپنی عظمت کو گنوا چکا ہو۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک جماعت کو اپنے دروازہ پر دیکھا تو قنبر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ قنبر نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ یہ آپ کے شیعہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت کی پیشانی پر بل آیا اور فرمایا:

کیا وجہ ہے کہ یہ شیعہ کہلاتے ہیں، اور ان میں شیعوں کی کوئی بھی علامت نظر نہیں آتی۔" اس پر قنبر نے دریافت کیا کہ شیعوں کی علامت کیا ہوتی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا:۔

خمص البطون من الطوی یبس الشفاہ من الظماء عمش العیون من البکاء۔

بھوک سے ان کے پیٹ لاغر، پیاس سے ان کے ہونٹ خشک اور رونے سے ان کی آنکھیں بے رونق ہوگئی ہوتی ہیں۔"

خطبہ ۱۲۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

قَالَهُ لِلْخَوَارِجِ وَقَدْ خَرَجَ إِلَى مُعَسْكَرِهِمْ وَهُمْ مُقِيمُونَ عَلَى إِنْكَارِ الْحُكُومَةِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَكُلُّكُمْ شَهِدَ مَعَنَا صِفِّينَ؟ فَقَالُوا: مِنَّا مَنْ شَهِدَ وَمِنَّا مَنْ لَمْ يَشْهَدْ: قَالَ فَامْتَازُوا فِرْقَتَيْنِ. فَلْيَكُنْ مَنْ شَهِدَ صِفِّينَ فِرْقَةً وَمَنْ لَمْ يَشْهَدْهَا فِرْقَةً حَتَّى أُكَلِّمَ كُلًّا مِنْكُمْ بِكَلَامِهِ وَنَادَى النَّاسَ فَقَالَ: أَمْسِكُوا عَنِ الْكَلَامِ، وَأَنْصِتُوا لِقَوْلِي، وَأَقْبِلُوا بِأَفْئِدَتِكُمْ إِلَيَّ فَمَنْ نَشَدْنَاهُ شَهَادَةً فَلْيَقُلْ بِعِلْمِهِ فِيهَا: ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ (مِنْهُ).

أَلَمْ تَقُولُوا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْمَصَاحِفَ حِيلَةً وَغِيلَةً وَمَكْرًا وَخَدِيعَةً.

إِخْوَانُنَا وَأَهْلُ دَعْوَتِنَا اسْتَقَالُونَا وَاسْتَرَاحُوا إِلَى كِتَابِ اللهِ سُبْحَانَهُ فَالرَّأْيُ الْقَبُولُ مِنْهُمْ وَالتَّنْفِيسُ عَنْهُمْ فَقُلْتُ لَكُمْ: هٰذَا أَمْرٌ ظَاهِرُهُ إِيمَانٌ وَبَاطِنُهُ عُدْوَانٌ وَأَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَآخِرُهُ نَدَامَةٌ فَأَقِيمُوا عَلَى شَأْنِكُمْ وَالْزَمُوا طَرِيقَتَكُمْ وَعَضُّوا عَلَى الْجِهَادِ بِنَوَاجِذِكُمْ: وَلَا تَلْتَفِتُوا إِلَى

جب خوارج تحکیم کے نہ ماننے پر اڑ گئے، تو حضرت ان کے پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:-

کیا تم سب کے سب ہمارے ساتھ صفین میں موجود تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کچھ تھے اور کچھ نہیں تھے تو حضرت نے فرمایا کہ پھر تم دو گروہوں میں الگ الگ ہو جاؤ۔ ایک وہ جو صفین میں موجود تھا اور ایک وہ جو وہاں موجود نہ تھا تاکہ میں ہر ایک سے جو گفتگو اس سے مناسب ہو وہ کروں۔ اور لوگوں سے پکار کر کہا: کہ بس اب (آپس میں) بات چیت نہ کرو، اور خاموشی سے میری بات سنو اور دل سے توجہ کرو، اور جس سے ہم گواہی طلب کریں وہ اپنے علم کے مطابق (جوں کی توں) گواہی دے۔ پھر حضرت نے ان لوگوں سے ایک طویل گفتگو فرمائی۔

منجملہ اس کے یہ فرمایا کہ جب ان لوگوں نے حیلہ و مکر اور جعل و فریب سے قرآن (نیزوں پر) اٹھائے تھے تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ۔

وہ ہمارے بھائی بند اور ہمارے ساتھ (اسلام کی) دعوت قبول کرنے والے ہیں۔ اب چاہتے ہیں کہ ہم جنگ سے ہاتھ اٹھا لیں اور وہ اللہ سبحانہ، کی کتاب پر (سمجھوتہ کے لیے) ٹھہر گئے ہیں۔ صحیح رائے یہ ہے کہ ان کی بات مان لی جائے اور ان کی گلوخلاصی کی جائے، تو میں نے تم سے کہا تھا کہ اس چیز کے باہر ایمان اور اندر کینہ و عناد ہے۔ اس کی ابتدا شفقت و مہربانی اور نتیجہ ندامت و پشیمانی ہے۔ لہذا تم اپنے رویہ پر ٹھہرے رہو، اور اپنی راہ پر مضبوطی سے جمے رہو۔ اور جہاد کے لیے اپنے دانتوں کو بھینچ لو اور اسے چلانے

نَاعِقٍ نَّعَقَ ، اِنْ اُجِيْبَ اَضَلَّ وَ اِنْ تُرِكَ ذَلَّ ، وَ قَدْ كَانَتْ هٰذِهِ الْفَعْلَةُ ، وَ قَدْ رَاَيْتُكُمْ اَعْطَيْتُمُوْهَا وَاللّٰهِ لَئِنْ اَبَيْتُهَا مَا وَجَبَتْ عَلَيَّ فَرِيْضَتُهَا ، وَ لَا حَمَّلَنِي اللّٰهُ ذَنْبَهَا ، وَاللّٰهِ اِنْ جِئْتُهَا اِنِّيْ لَلْمُحِقُّ الَّذِيْ يُتَّبَعُ وَ اِنَّ الْكِتَابَ لَمَعِيَ ، مَا فَارَقْتُهُ مُذْ صَحِبْتُهُ . فَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَ اِنَّ الْقَتْلَ لَيَدُوْرُ عَلَى الْاٰبَاۗءِ وَ الْاَبْنَاۗءِ وَالْاِخْوَانِ وَالْقَرَابَاتِ ، فَمَا نَزْدَادُ عَلٰى كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَّ شِدَّةٍ اِلَّا اِيْمَانًا ، وَّ مُضِيًّا عَلَى الْحَقِّ ، وَ تَسْلِيْمًا لِّلْاَمْرِ وَ صَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْجِرَاحِ : وَ لٰكِنَّا اِنَّمَا اَصْبَحْنَا نُقَاتِلُ اِخْوَانَنَا فِي الْاِسْلَامِ عَلٰى مَا دَخَلَ فِيْهِ مِنَ الزَّيْغِ وَالْاِعْوِجَاجِ وَ الشُّبْهَةِ ، وَالتَّاْوِيْلِ فَاِذَا طَمِعْنَا فِيْ خَصْلَةٍ يَلُمُّ اللّٰهُ بِهَا شَعَثَنَا وَ نَتَدَانٰى بِهَا اِلَى الْبَقِيَّةِ فِيْمَا بَيْنَنَا رَغِبْنَا فِيْهَا وَ اَمْسَكْنَا عَمَّا سِوَاهَا ۔

والے کی طرف دھیان نہ دو کہ اگر اس کی آواز پر لبیک کہی گئی تو یہ گمراہ کرے گا اور اگر اسے یونہی رہنے دیا جائے تو ذلیل ہو کر رہ جائے گا (لیکن) جب تحکیم کی صورت انجام پا گئی تو میں تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم ہی اس پر رضامندی دینے والے تھے۔ خدا کی قسم اگر میں نے اس سے انکار کر دیا ہوتا تو مجھ پر اس کا کوئی فریضہ واجب نہ ہوتا اور نہ اللہ مجھ پر اس (کے ترک) کا گناہ عائد کرتا اور قسم بخدا اگر میں اس کی طرف بڑھا تو اس صورت میں بھی میں ہی وہ حق پرست ہوں جس کی پیروی کی جانا چاہیئے اور کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے۔ میں اس سے الگ نہیں ہوا۔ ہم (جنگوں میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تھے اور قتل ہونے والے وہی تھے۔ جو ایک دوسرے کے باپ، بیٹے، بھائی اور رشتہ دار ہوتے تھے۔ لیکن ہر مصیبت اور سختی میں ہمارا ایمان بڑھتا تھا اور حق کی پیروی اور دین کی اطاعت میں زیادتی ہوتی تھی اور زخموں کی ٹیسوں پر صبر میں اضافہ ہوتا تھا مگر اب ہم کو ان لوگوں سے کہ جو اسلام کی رو سے ہمارے بھائی کہلاتے ہیں جنگ کرنا پڑ گئی ہے، چونکہ (ان کی وجہ سے اس میں گمراہی، کجی، شبہات اور غلط سلط تاویلات داخل ہو گئے ہیں تو جب ہمیں کوئی ایسا ذریعہ نظر آئے کہ جس سے ممکن ہے) اللہ ہماری پریشانیوں کو دور کر دے، اور اس کی وجہ سے ہمارے درمیان جو باقی ماندہ (لگاؤ) رہ گیا ہے۔ اس کی طرف بڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے قریب ہوں تو ہم اسی کے خواہشمند رہیں گے اور کسی دوسری صورت سے جو اس کے خلاف ہو ہاتھ روک لیں گے۔"

⁂

لہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ تین ایسے ٹکڑوں پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے سے غیر مرتبط ہیں۔ چونکہ علامہ سیّد رضی حضرت کے خطبوں کا کچھ حصّہ منتخب کرتے تھے اور کچھ درج نہ کرتے تھے جس سے سلسلۂ کلام ٹوٹ جاتا تھا اور رابطہ برقرار نہ رہتا تھا۔ چنانچہ ایک ٹکڑا ان ترک منزل پر اور دوسرا وصبرا علی مفضض الجراح پر ختم ہوتا ہے اور تیسرا آخر کلام تک ہے۔

لہ اس سے معاویہ یا عمرو بن عاص مراد ہے۔

خطبہ ۱۲۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ،

قَالَهُ لِأَصْحَابِهِ فِي سَاحَةِ الْحَرْبِ،

وَأَيُّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ أَحَسَّ مِنْ نَّفْسِهِ رِبَاطَةَ جَأْشٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَرَأَى مِنْ أَحَدٍ مِّنْ إِخْوَانِهِ فَشَلًا فَلْيَذُبَّ عَنْ أَخِيهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ الَّتِي فُضِّلَ بِهَا عَلَيْهِ كَمَا يَذُبُّ عَنْ نَّفْسِهِ. فَلَوْ شَاءَ اللهُ لَجَعَلَهُ مِثْلَهُ. إِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِيثٌ لَا يَفُوتُهُ الْمُقِيمُ وَلَا يُعْجِزُهُ الْهَارِبُ إِنَّ أَكْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ وَالَّذِي نَفْسُ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ بِيَدِهِ لَأَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ أَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ مِّيتَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ وَمِنْهَا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْكُمْ تَكِشُّونَ كَشِيشَ الضِّبَابِ لَا تَأْخُذُونَ حَقًّا وَّلَا تَمْنَعُونَ ضَيْمًا. قَدْ خُلِّيتُمْ

جنگ کے میدان میں اپنے اصحاب سے فرمایا:

تم میں سے جو شخص بھی جنگ کے موقع پر اپنے دل میں حوصلہ و دلیری محسوس کرے اور اپنے کسی بھائی سے کمزوری کے آثار دیکھے تو اسے چاہیئے کہ اپنی شجاعت کی برتری کے ذریعہ سے جس کے لحاظ سے وہ اس پر فوقیت رکھتا ہے اس سے (دشمنوں کو) اسی طرح دور کرے، جیسے انہیں اپنے سے دور ہٹاتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اللہ چاہے تو اسے بھی ویسا ہی کر دے۔ بیشک موت تیزی سے ڈھونڈھنے والی ہے نہ ٹھہرنے والا اس سے بچ کر نکل سکتا ہے اور اور نہ بھاگنے والا اُسے عاجز کر سکتا ہے۔ بلا شبہ قتل ہونا عزت کی موت ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابن ابی طالب کی جان ہے کہ بستر پر اپنی موت مرنے سے تلوار کے ہزار وار کھانا مجھے آسان ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک حصّہ یہ ہے گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم (شکست و ہزیمت کے وقت) اس طرح کی آوازیں نکال رہے ہو جس طرح سوسماروں کے اژدہام کے وقت ان کے جسموں کے رگڑ کھانے کی آواز ہوتی ہے۔ نہ تم اپنا حق لیتے ہو اور نہ توہین آمیز زیادتیوں کی روک تھام کر سکتے ہو۔ تمہیں

وَالطَّرِيقَ فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ وَالْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ۔

راستے پر کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ نجات اس کے لیے ہے کہ جو اپنے کو جنگ میں جھونک دے اور جو سوچتا ہی رہ جائے اس کے لیے ہلاکت و تباہی ہے۔

٭ ٭ ٭

خطبہ ۱۲۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
فِي حَثِّ أَصْحَابِهِ عَلَى الْقِتَالِ
فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ، وَأَخِّرُوا الْحَاسِرَ وَعَضُّوا عَلَى الْأَضْرَاسِ فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهَامِ وَالْتَوُوا فِي أَطْرَافِ الرِّمَاحِ فَإِنَّهُ أَمْوَرُ لِلْأَسِنَّةِ، وَغُضُّوا الْأَبْصَارَ فَإِنَّهُ أَرْبَطُ لِلْجَأْشِ وَأَسْكَنُ لِلْقُلُوبِ وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ وَرَايَتَكُمْ فَلَا تُمِيلُوهَا وَلَا تُخِلُّوهَا، وَلَا تَجْعَلُوهَا إِلَّا بِأَيْدِي شُجْعَانِكُمْ وَالْمَانِعِينَ الذِّمَارَ مِنْكُمْ، فَإِنَّ الصَّابِرِينَ عَلَى نُزُولِ الْحَقَائِقِ هُمُ الَّذِينَ يَحُفُّونَ بِرَايَاتِهِمْ وَيَكْتَنِفُونَهَا حِفَافَيْهَا وَوَرَاءَهَا وَأَمَامَهَا۔ وَلَا يَتَأَخَّرُونَ عَنْهَا فَيُسْلِمُوهَا وَلَا يَتَقَدَّمُونَ عَلَيْهَا فَيُفْرِدُوهَا أَجْزَأَ امْرُؤٌ قِرْنَهُ وَآسَى أَخَاهُ بِنَفْسِهِ وَلَمْ يَكِلْ

اپنے اصحاب کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے فرمایا:
زرہ پوش کو آگے رکھو اور بے زرہ کو پیچھے کر دو اور دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اچٹ جاتی ہیں اور نیزوں کی انیّوں کو پہلو بدل کر خالی دیا کرو کہ اس سے ان کے رُخ پلٹ جاتے ہیں آنکھیں جھکائے رکھو کہ اس سے حوصلہ مضبوط رہتا ہے اور دل ٹھہرے رہتے ہیں اور آوازوں کو بلند نہ کرو کہ اس سے بزدلی دور رہتی ہے اور اپنا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دو اور نہ اسے اکیلا چھوڑو اسے اپنے جوانمردوں اور عزت کے پاسبانوں کے ہاتھوں ہی میں رکھو، چونکہ مصیبتوں کے ٹوٹ پڑنے پر وہی لوگ صبر کرتے ہیں اور آگے پیچھے سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں وہ پیچھے نہیں ہٹتے کہ اسے دشمنوں کے ہاتھوں میں سونپ دیں اور نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے اکیلا چھوڑ دیں۔ ہر شخص اپنے مدمقابل سے خود نپٹے اور دل و جان سے اپنے بھائی کی بھی مدد کرے اور اپنے حریف کو کسی اور بھائی کے حوالے نہ کرے کہ یہ اور اس کا حریف ایکا کر کے اس پر ٹوٹ پڑیں خدا کی قسم تم اگر دنیا کی تلوار سے بھاگے تو آخرت کی تلوار سے نہیں بچ سکتے تم تو عرب کے جوانمرد اور سربلند لوگ ہو (یاد رکھو کہ) بھاگنے میں اللہ کا غضب اور نہ مٹنے والی رسوائی اور ہمیشہ کے لیے ننگ و عار ہے بھاگنے والا اپنی عمر بڑھا

قِرْنَهُ إِلَى أَخِيهِ فَيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ قِرْنُهُ وَ قِرْنُ أَخِيهِ؛ وَأَيْمُ اللهِ لَئِنْ فَرَرْتُمْ مِنْ سَيْفِ الْعَاجِلَةِ لَا تَسْلَمُوا مِنْ سَيْفِ الْآخِرَةِ؛ وَأَنْتُمْ لَهَامِيمُ الْعَرَبِ وَ السَّنَامُ الْأَعْظَمُ۔ إِنَّ فِي الْفِرَارِ مَوْجِدَةَ اللهِ، وَالذُّلَّ اللَّازِمَ وَالْعَارَ الْبَاقِيَ؛ وَإِنَّ الْفَارَّ لَغَيْرُ مَزِيدٍ فِي عُمُرِهِ وَلَا مَحْجُوزٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَوْمِهِ الرَّائِحُ إِلَى اللهِ كَالظَّمْآنِ يَرِدُ الْمَاءَ الْجَنَّةُ تَحْتَ أَطْرَافِ الْعَوَالِي۔ الْيَوْمَ تُبْلَى الْأَخْبَارُ؛ وَاللهِ لَأَنَا أَشْوَقُ إِلَى لِقَائِهِمْ مِنْهُمْ إِلَى دِيَارِهِمْ: اللَّهُمَّ فَإِنْ رَدُّوا الْحَقَّ فَافْضُضْ جَمَاعَتَهُمْ وَشَتِّتْ كَلِمَتَهُمْ، وَأَبْسِلْهُمْ بِخَطَايَاهُمْ إِنَّهُمْ لَنْ يَزُولُوا عَنْ مَوَاقِفِهِمْ دُونَ طَعْنٍ دِرَاكٍ، يَخْرُجُ مِنْهُ النَّسِيمُ، وَضَرْبٍ يَفْلِقُ الْهَامَ وَيُطِيحُ الْعِظَامَ، وَيُنْدِرُ السَّوَاعِدَ وَالْأَقْدَامَ وَحَتَّى يُرْمَوْا بِالْمَنَاسِرِ تَتْبَعُهَا الْمَنَاسِرُ: وَيُرْجَمُوا بِالْكَتَائِبِ تَقْفُوهَا الْحَلَائِبُ: وَ حَتَّى يُجَرَّ بِبِلَادِهِمُ الْخَمِيسُ يَتْلُوهُ الْخَمِيسُ، وَحَتَّى تَدْعَقَ الْخُيُولُ فِي نَوَاحِرِ أَرْضِهِمْ، وَبِأَعْنَانِ مَسَارِبِهِمْ وَمَسَارِحِهِمْ أَقُولُ: الدَّعْقُ: الدَّقُّ أَيْ تَدُقُّ الْخُيُولُ بِحَوَافِرِهَا أَرْضَهُمْ وَ نَوَاحِرُ أَرْضِهِمْ مُتَقَابِلَاتُهَا

نہیں لیتا اور نہ اس میں اور اس کی موت کے دن میں کوئی چیز حائل ہو جاتی ہے اللہ کی طرف جانے والا تو ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا پانی تک پہنچ جائے۔ جنت نیزوں کی انیوں کے نیچے ہے۔ آج حالات پرکھے جائیں گے۔ خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے دو بدو ہو کر لڑنے کا اس سے زیادہ مشتاق ہوں جتنا یہ اپنے گھروں کو پلٹنے کے مشتاق ہوں گے خداوندا اگر یہ حق کو ٹھکرا دیں تو ان کے جتھے کو توڑ دے اور انہیں ایک آواز پر جمع نہ ہونے دے اور ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں تباہ و برباد کر۔ یہ اپنے موقف (شر و فساد) سے اس وقت تک ہٹنے والے نہیں جب تک تابڑ توڑ نیزوں کے ایسے وار نہ ہوں کہ جس سے زخموں کے منہ اس طرح کھل جائیں کہ (ہوا کے جھونکے گزر سکیں اور تلواروں کی ایسی چوٹیں نہ پڑیں کہ جو سروں کو شگافتہ کر دیں اور ہڈیوں کے پرخچے اڑا دیں اور بازوؤں اور قدموں کو توڑ کر پھینک دیں اور پے در پے لشکروں کا نشانہ نہ بنائے جائیں اور ایسی فوجیں ان پر ٹوٹ نہ پڑیں کہ جن کے پیچھے (کمک کے لیے) اور شہسواروں کے دستے ہوں اور جب تک کہ ان کے شہروں پر یکے بعد دیگرے فوجوں کی چڑھائی نہ ہو یہاں تک کہ گھوڑے ان کی زمینوں کو آخر تک روند ڈالیں اور ان کے سبزہ زاروں اور چراگاہوں کو پامال کر دیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ دعق کے معنی روندنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑے اپنے سموں سے ان کی زمینوں کو روند دیں اور نواحر ارضہم سے مراد وہ زمینیں ہیں جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں۔ عرب اگر یوں کہیں کہ منازل بنی فلان تتناحر تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ

يُقَالُ: مَنَازِلُ بَنِي فُلَانٍ تَتَنَاحَرُ، أَيْ تَتَقَابَلُ۔ — فلاں قبیلے کے گھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔

لے حضرت نے یہ خطبہ جنگ صفین کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ یہ جنگ امیرالمومنین؊ اور امیر شام معاویہ کے درمیان ۳۷ھ میں خون عثمان کے قصاص کے نام سے لڑی گئی۔ مگر اصل حقیقت اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ امیر شام جو حضرت عمر کے عہد سے شام کا خود مختار حکمران چلا آ رہا تھا۔ حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کر کے شام کی ولایت سے دستبردار ہونا نہ چاہتا تھا اور قتل عثمان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ جیسا کہ بعد کے واقعات اس کے شاہد ہیں کہ اس نے حکومت حاصل کر لینے کے بعد خون عثمان کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اٹھایا اور بھولے سے بھی قاتلین عثمان کا نام نہ لیا۔ امیرالمومنین کو اگرچہ پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ اس سے ایک نہ ایک دن جنگ ضرور ہوگی۔ تاہم اس پر اتمام حجت کر دینا ضروری تھا۔ اس لیے جب ۱۲ رجب روز دوشنبہ ۳۶ھ میں جنگ جمل سے فارغ ہو کر وارد کوفہ ہوئے تو جریر ابن عبداللہ بجلی کو خط دے کر معاویہ کے پاس دمشق روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا کہ مہاجرین و انصار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں لہٰذا تم بھی میری اطاعت قبول کرتے ہوئے پہلے بیعت کرو اور پھر قتل عثمان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو تاکہ میں کتاب و سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کروں مگر معاویہ نے جریر کو حیلے بہانوں سے روک لیا اور عمرو ابن عاص سے مشورہ کرنے کے بعد خون عثمان کے بہانہ سے بغاوت شروع کر دی اور شام کے سربرآوردہ لوگوں کے ذریعہ تنگ نظر و نافہم عوام کو یقین دلا دیا کہ حضرت عثمان کے قتل کی ذمہ داری حضرت علی پر عائد ہوتی ہے اور وہی اپنے طرز عمل سے محاصرہ کرنے والوں کی ہمت افزائی کرتے والے اور انہیں اپنے دامن میں پناہ دینے والے ہیں اور ادھر حضرت عثمان کا خون آلودہ پیراہن اور ان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر لٹکا دیں۔ جس کے گرد ستر ہزار شامی دھاڑیں مار مار کر روتے اور قصاص عثمان کے عہد و پیمان باندھتے تھے جب معاویہ نے شامیوں کے جذبات اس حد تک بھڑکا دیئے کہ وہ جان دینے اور کٹ مرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تو خون عثمان کے قصاص پر ان سے بیعت لی اور حرب و پیکار کے سروسامان کرنے میں مصروف ہو گیا اور جریر کو یہ سارا نقشہ دکھا کر ان رخصت کر دیا۔

جب امیرالمومنین؊ کو جریر ابن عبداللہ کی زبانی ان واقعات کا علم ہوا تو آپ اس کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئے اور مالک بن حبیب یربوعی کو وادی نخیلہ میں فوجوں کی فراہمی کا حکم دیا چنانچہ کوفہ اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں پر جوق در جوق آنے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کی تعداد اسی ہزار سے متجاوز ہو گئی۔ حضرت نے پہلے آٹھ ہزار کا ایک ہراول دستہ زیاد بن نضر حارثی کی زیر قیادت اور چار ہزار کا ایک دستہ شریح بن ہانی کی زیر سرکردگی شام کی جانب روانہ کیا اور اس مقدمۃ الجیش کی روانگی کے بعد ۵ شوال روز چہار شنبہ خود بھی بقایا لشکر کو لے کر شام کی جانب چل دیئے جب حدود کوفہ سے نکلے تو نماز ظہر ادا فرمائی اور دیر ابوموسیٰ، نہر نرس، قبہ قبین، بابل، دیر کعب، کربلا، ساباط، بہرسیر، انبار اور جزیرہ میں منزل کرتے ہوئے مقام

کے ساتھ مقیم تھا۔ یہ لوگ امیرالمومنینؑ سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس جانے کے لیے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے جب انہوں نے حضرت کی فوج کو دیکھا تو دریائے فرات پر سے کشتیوں کا پل اتار دیا تاکہ آپ کی فوج ادھر سے دریا کو عبور کر کے دوسری طرف نہ جا سکے مگر مالک اشتر کے ڈرانے دھمکانے سے وہ لوگ خوفزدہ ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے کے بعد کشتیوں کو پھر سے جوڑ دیا جس سے حضرت اپنے لشکر سمیت گزر گئے۔ جب دریا کے اس پار اترے تو دیکھا کہ زیاد اور شریح بھی اپنے اپنے دستوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہیں چونکہ ان دونوں نے دریائے فرات کے کنارے خشکی کا راستہ اختیار کیا تھا اور یہاں پہنچ کر جب انہیں معلوم ہوا کہ امیر شام اپنی فوجوں کے ہمراہ فرات کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ شامی فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ امیرالمومنینؑ کے انتظار میں ٹھہر گئے تھے۔ جب ان لوگوں نے اپنے رک جانے کی وجہ بیان کی تو حضرت نے ان کے عذر کو صحیح قرار دیا اور یہاں سے پھر انہیں آگے کی جانب روانہ کر دیا۔ جب یہ فصیل روم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ابوالاعور سلمی سپاہ شام کے ساتھ چھاؤنی ڈالے ہوئے ہے۔ ان دونوں نے امیرالمومنینؑ کو اس کی اطلاع دی جس پر حضرت نے مالک بن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر ان کے عقب میں روانہ کر دیا اور انہیں تاکید فرما دی کہ جنگ میں پہل نہ کریں اور جہاں تک بن پڑے انہیں سمجھانے بجھانے اور حقیقت حال پر مطلع کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ مالک اشتر نے وہاں پہنچ کر ان کے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ جنگ تو ہر وقت شروع کی جا سکتی تھی۔ مگر انہوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ کوئی ایسا اقدام کیا کہ جس سے جنگ کے چھڑنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی۔ مگر ابوالاعور نے اچانک رات کے وقت ان پر حملہ بول دیا جس پر انہوں نے بھی تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان کی روک تھام کے لیے آمادہ ہو گئے کچھ دیر تک آپس میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جنگ کی ابتدا تو ہو چکی تھی۔ صبح ہوتے ہی عراقیوں کے ایک سپہ سالار ہاشم ابن عتبہ میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ ادھر سے بھی فوج کا ایک دستہ مقابلہ کے لیے اتر آیا اور دونوں طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے آخر مالک اشتر نے ابوالاعور کو اپنے مقابلہ کے لیے للکارا۔ مگر وہ ان کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا اور شام کے وقت اپنے لشکر کو لے کر آگے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے دن امیرالمومنینؑ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ہراول دستوں اور فوجوں کے ہمراہ صفین کے رخ پر چل دیئے کہ جہاں معاویہ نے پہلے ہی پہنچ کر مناسب جگہوں پر مورچے قائم کر لیے تھے اور فرات کے گھاٹ پر پہرا بٹھا کر اس پر قبضہ کر لیا تھا حضرت نے وہاں پہنچ کر اسے فرات پر سے پہرا اٹھا لینے کے لیے کہلوایا مگر اس نے انکار کیا جس پر عراقیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور دلیرانہ حملہ کر کے فرات پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو حضرت نے بشیر ابن عمر و انصاری سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ اسے جنگ کے نشیب و فراز سمجھائیں اور مصالحت و بیعت کے لیے آمادہ کریں۔ مگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم کسی طرح عثمان کے خون کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور اب ہمارا فیصلہ تلوار ہی کرے گی چنانچہ ذی الحجہ ۳۶ سنہ ہجری میں دونوں فریق میں جنگ کی ٹھن گئی اور دونوں طرف سے مردان کارزار اپنے حریف کے مقابلہ کے لیے میدان میں اتر آئے۔ حضرت کی طرف سے میدانِ مقابلہ میں آنے

والے حجر بن عدی کندی، شیث بن ربعی، خالد بن معمر، زیاد بن نضر، زیاد بن خصفہ تیمی، سعید بن قیس، قیس بن سعد اور مالک بن حارث اشتر تھے اور شامیوں کی طرف سے عبدالرحمٰن بن خالد مخزومی، ابو الاعور سلمیٰ، حبیب بن مسلمہ فہری، عبد اللہ ابن ذی الکلاع حمیری، عبید اللہ بن عمر بن خطاب، شرجبیل ابن سمط کندی اور حمزہ بن مالک ہمدانی تھے۔ جب ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہو گیا تو محرم میں جنگ کا سلسلہ روک دینا پڑا اور یکم صفر روز چہار شنبہ سے پھر جنگ شروع ہو گئی۔ اور دونوں فریق تلواروں، نیزوں، تیروں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ حضرت کی طرف سے اہل کوفہ کے سواروں پر مالک اشتر اور پیادوں پر عمار بن یاسر اور اہل بصرہ کے سواروں پر سہل بن حنیف اور پیادوں پر قیس بن سعد سپہ سالار متعین ہوئے اور علم لشکر ہاشم بن عتبہ کے سپرد کیا گیا اور سپاہ شام کے میمنہ پر ابن ذی الکلاع اور میسرہ پر حبیب بن مسلمہ اور سواروں پر عمرو بن عاص اور پیادوں پر ضحاک بن قیس امیر سپاہ مقرر ہوئے۔

پہلے دن مالک اشتر اپنے دستہ کے ساتھ میدان دغا میں آئے اور ادھر سے ان کے مقابلہ میں حبیب بن مسلمہ اپنی فوج کو لے کر نکلا اور دونوں طرف سے خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ اور دن بھر تلواروں سے اور نیزے نیزوں سے ٹکراتے رہے۔

دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سپاہ علوی کے ساتھ نکلے اور ادھر سے ابو الاعور سوار و پیادے لے کر مقابلہ میں آیا اور جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو سوار سواروں اور پیادے پیادوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑے صبر و استقلال سے ایک دوسرے پر وار کرتے اور سہتے رہے۔

تیسرے دن عمار بن یاسر اور زیاد بن نضر سوار و پیادے لے کر نکلے اور ادھر سے عمرو بن عاص سپاہ کثیر لے کر بڑھا زیاد نے فوج مخالف کے سواروں پر اور عمار یاسر نے پیادوں پر ایسے جوش و خروش سے حملے کیے کہ سپاہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ تاب مقاومت نہ لا کر اپنی قیام گاہوں کی طرف پلٹ گئے۔

چوتھے دن محمد بن حنفیہؒ اپنے دستہ فوج کے ساتھ میدان میں آئے اور ادھر سے عبید اللہ بن عمر شامیوں کے لشکر کے ساتھ بڑھا اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔

پانچویں دن عبداللہ بن عباس آگے بڑھے اور ادھر سے ولید بن عتبہ سامنے آیا۔ عبداللہ بن عباس نے بڑی پامردی و جراءت سے حملے کئے اور اس طرح جوہر شجاعت دکھائے کہ دشمن میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

چھٹے دن قیس بن سعد انصاری فوج کو لے کر بڑھے اور ان کے مقابلہ میں ذو الکلاع اپنا دستہ لے کر بڑھا اور ایسا سخت رن پڑا کہ قدم قدم پر لاشے تڑپتے اور خون کے سیلاب بہتے ہوئے نظر آنے لگے۔ آخر رات کے اندھیرے نے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا۔

ساتویں دن مالک اشتر نکلے اور ان کے مقابلہ میں حبیب ابن مسلمہ اپنی سپاہ کے ساتھ بڑھا اور ظہر تک معرکہ کارزار گرم رہا۔

آٹھویں دن خود امیر المومنین لشکر کے جلو میں نکلے اور اس طرح حملہ کیا کہ میدان میں زلزلہ آ گیا اور صفوں کو چیرتے اور تیرو

سنان کے حملے روکتے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان آکھڑے ہوئے اور معاویہ کو للکارا جس پر عمرو ابن عاص کو لیے ہوئے کچھ قریب آیا تو آپ نے فرمایا: ابرز الی فاینا قتل صاحبہ فالامر لہ، تم خود میرے مقابلہ کے لیے نکلو، اور پھر جو اپنے حریف کو مار لے وُہ خلافت کو سنبھال لے۔" جس پر عمرو ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ بات تو انصاف کی کہتے ہیں۔ ذرا جرأت کر کے ذرا مقابلہ کر دیکھو۔ معاویہ نے کہا کہ میں تمہارے تاننے کی وجہ سے اپنی جان گنوانے کے لیے تیار نہیں اور یہ کہہ کر واپس ہو گیا حضرت نے اسے جاتے دیکھا تو مسکرا کر خود بھی لوٹ آئے۔

امیر المومنینؑ نے صفین کے میدان میں جس بے جگری سے حملے کئے اسے اعجازی قوت ہی کا کرشمہ کہا جا سکتا ہے چنانچہ جب آپ میدان میں للکارتے ہوئے نکلتے دشمن کی صفیں ابتری اور سراسیمگی کے عالم میں منتشر ہو جاتیں اور جی توڑ کر لڑنے والے بھی آپ کے مقابلہ میں آنے سے ہچکچانے لگتے۔ اسی لیے حضرت بعض دفعہ لباس تبدیل فرما کر میدان میں آتے تاکہ دشمن پہچان نہ سکے اور کوئی دو بدو ہو کر لڑنے کے لیے تیار ہو جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ عباس ابن ربیعہ کے مقابلہ میں ادھر سے غرار ابن ادہم نکلا اور دونوں داؤ پیچ دکھاتے رہے مگر کوئی اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا اتنے میں عباس کو اس کی زرہ کا ایک حلقہ ڈھیلا دکھائی دیا۔ چنانچہ انہوں نے نہایت چابکدستی سے اس حلقہ کو تلوار کی نوک میں پرولیا اور جھٹکا دے کر زرہ کے حلقے چیر ڈالے اور پھر تاک کر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کے سینہ کے اندر اتر گئی۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ معاویہ اس آواز پر چونکا اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ غرار مارا گیا تو پیچ و تاب کھانے لگا اور پکار کر کہا کہ کوئی ہے جو عباس کو قتل کر کے غرار کا بدلہ لے جس پر قبیلہ بنی لخم کے دو شمشیر زن اٹھ کھڑے ہوئے اور عباس کو اپنے مقابلہ میں للکارا، عباس نے کہا کہ میں اپنے امیر سے اجازت لے کر آتا ہوں اور یہ کہہ کر حضرت کے پاس اجازت طلب کرنے کے لیے آئے۔ حضرت نے انہیں روک کر ان کا لباس خود پہن لیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آ گئے۔ لخمی آپ کو عباس سمجھ کر کہنے لگا کہ کیا اپنے امیر سے اجازت لے آئے ہو۔ حضرت نے جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ۔ (ترجمہ) جن (مسلمانوں) کے خلاف (کافر) لڑا کرتے ہیں اب انہیں بھی جنگ کی اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔

اب ان میں سے ایک فیل مست کی طرح چنگھاڑتا ہوا نکلا اور آپ پر حملہ کیا مگر آپ نے اس کا وار خالی جانے دیا اور پھر اس طرح صفائی سے اس کی کمر پر تلوار چلائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وار خالی گیا ہے مگر جب اس کا گھوڑا اچھلا تو اس کے دونوں ٹکڑے الگ الگ زمین پر جا پڑے۔ اس کے بعد دوسرا نکلا اور وہ بھی چشم زدن میں ڈھیر ہو گیا۔ پھر حضرت نے دوسروں کو مقابلہ کے لیے للکارا مگر دشمن تلوار کے وار سے سمجھ گیا کہ عباس کے بھیس میں خود امیر المومنین ہیں اس لیے کسی نے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔

نویں دن میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے اور میسرہ عبداللہ ابن عباس کے زیر کمان تھا اور قلب لشکر میں خود امیر المومنین

رونق افزا تھے اور ادھر سے حبیب ابن مسلمہ سپاہ شام کی قیادت کر رہا تھا۔ جب دونوں صفیں ایک دوسرے کے قریب ہوئیں تو بہادروں نے تلواریں سونت لیں اور ایک دوسرے پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور ہر طرف رن پر رن پڑنے لگا۔ حضرت کے میمنہ لشکر کا علم بنی ہمدان کے ہاتھوں میں گردش کر رہا تھا۔ چنانچہ جب بھی ان میں سے کوئی شہید ہو کر گرتا تھا تو دوسرا بڑھ کر علم اٹھا لیتا۔ پہلے کریب ابن شریح نے علم سیاہ بلند کیا ان کے شہید ہونے پر شرجیل ابن شریح نے پھر مرثد ابن شریح نے پھر ہبیرہ ابن شریح نے پھر ندیم ابن شریح نے ان سب بھائیوں کے مارے جانے کے بعد عمیر ابن بشیر نے بڑھ کر علم لے لیا ان کے شہید ہونے کے بعد حارث ابن بشیر نے اور پھر وہب ابن کریب نے اٹھا لیا۔ آج دشمن کا زیادہ زور میمنہ ہی پر تھا اور اس کے حملے اتنے شدید تھے کہ میمنہ لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا اور رئیس میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے ہمراہ صرف دو تین سو آدمی رہ گئے۔ امیر المومنینؑ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو مالک اشتر سے فرمایا۔ ذرا انہیں پکارو اور کہو کہ کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ اگر زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں تو بھاگ کر موت سے بچ نہیں سکتے۔ ادھر میمنہ لشکر کی ہزیمت سے قلب لشکر کا متاثر ہونا بھی چونکہ ضروری تھا اس لیے حضرت میسرہ کی طرف مڑ گئے اور صفوں کو چیرتے آگے بڑھ رہے تھے کہ بنی امیہ کے ایک غلام احمر نامی نے حضرت سے کہا کہ خدا مجھے مارے اگر میں آج آپ کو قتل نہ کروں یہ سن کر حضرت کا غلام کیسان اس کی طرف جھپٹا مگر اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ حضرت نے یہ دیکھا تو بڑھ کر اسے دامن زرہ سے پکڑ لیا اور اونچا لے جا کر اس طرح زمین پر پٹکا کہ اس کے جوڑ بند الگ ہو گئے اور امام حسنؑ اور محمد ابن حنفیہ نے بڑھ کر اسے دار البوار میں پہنچا دیا۔ ادھر مالک اشتر کے للکارنے اور شرم و غیرت دلانے سے بھاگنے والے پلٹ پڑے اور پھر جم کر اس طرح حملہ کیا کہ دشمن کو دھکیلتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ جہاں عبداللہ ابن بدیل نرغہ میں گھرے ہوئے تھے جب انہوں نے اپنے آدمیوں کو دیکھا تو ان کی ہمت بندھ گئی اور تلوار سونت کر معاویہ کے خیمہ کی طرف لپکے مالک اشتر نے انہیں روکنا چاہا۔ مگر وہ نہ رکے اور سات شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر معاویہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ معاویہ نے جب انہیں بڑھتے دیکھا تو ان پر پتھراؤ کا حکم دیا جس سے آپ نڈھال ہو کر گر پڑے اور شامیوں نے ہجوم کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ مالک اشتر نے دیکھا تو قبیلہ ہمدان اور بنی مذحج کے جنگجوؤں کے ہمراہ معاویہ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے اور اس کے گرد حلقہ کرنے والے حفاظتی دستوں کو منتشر کرنا شروع کیا جب ان کے پانچ حلقوں میں سے صرف ایک حلقہ منتشر ہونے سے رہ گیا تو معاویہ نے گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ دیا اور بھاگنے پر تیار ہو گیا مگر ایک شخص کے ڈھارس بندھانے سے پھر رک گیا۔

ادھر میدان کارزار میں عمار ابن یاسر اور ہاشم ابن عتبہ کی تلواروں سے اس سرے سے لے کر اس سرے تک تلاطم برپا تھا حضرت عمار جدھر سے ہو کر گزرتے تھے صحابہ ہجوم کر کے آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے اور پھر مل کر اس طرح حملہ کرتے تھے کہ دشمن کی صفوں میں تہلکہ مچ جاتا تھا۔ معاویہ نے جب ان کو بڑھتے دیکھا تو اپنی تازہ دم فوجیں ان کی طرف جھونک دیں۔ مگر آپ تلواروں اور سنانوں کے ہجوم میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے آخر ابو عادیہ مری نے آپ پر نیزہ لگایا جس سے آپ سنبھل نہ سکے اور

ابن جون نے آگے بڑھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ عمار یاسر کی شہادت سے معاویہ کی فوج میں ہلچل مچ گئی کیونکہ ان کے متعلق پیغمبرؐ کا ارشاد تقتل عمار الفئتہ الباغیتہ : عمار ایک باغی گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے وہ سُن چکے تھے۔ چنانچہ ان کی شہادت سے پہلے ذوالکلاع نے عمرو ابن عاص سے کہا بھی تھا کہ میں عمار کو علی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کیا وہ باغی گروہ ہم ہی تو نہیں جس پر عمرو نے یہ کہا تھا کہ آخر میں عمار ہمارے ساتھ مل جائیں گے مگر جب وہ امیر المومنینؑ کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو اگرچہ باغی گروہ بے نقاب ہو چکا تھا اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی تھی مگر معاویہ نے شامیوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علی ہیں۔ چونکہ وہی انہیں میدان جنگ میں لانے والے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے یہ پر فریب جملہ سنا تو فرمایا کہ پھر حمزہ کے قاتل رسولؐ اللہ تھے جو انہیں میدان احد میں لائے تھے۔ اس معرکہ میں ہاشم ابن عتبہ بھی کام آگئے جو حارث ابن منذر کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ان کے بعد علم لشکر ان کے فرزند عبداللہ نے سنبھال لیا۔

جب ایسے ایسے جان نثار ختم ہو چکے تو حضرت نے قبیلہ ہمدان اور ربیعہ کے جوانمردوں سے کہا کہ تم میرے لیے بمنزلہ زرہ اور نیزہ کے ہو۔ اٹھو اور ان باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ چنانچہ قبیلہ ربیعہ و ہمدان کے بارہ ہزار نبرد آزما شمشیر بکف اٹھ کھڑے ہوئے علم لشکر حصین ابن منذر نے اٹھا لیا اور دشمن کی صفوں میں گھس کر اس طرح تلواریں چلائیں کہ سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے اور ہر طرف خون کے سیلاب بہہ نکلے۔ مگر ان شمشیر زنوں کے حملے کسی طرح رکنے میں نہ آتے تھے یہاں تک کہ دن اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سمٹنے لگا اور شام کے بھیانک اندھیرے پھیلنے لگے۔ اور وہ دہشت انگیز و بلاخیز رات شروع ہوئی جسے تاریخ میں "لیلۃ الہریر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور شامیوں کی چیخ پکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ امیر المومنینؑ کے باطل شکن نعروں سے ایک طرف دلوں میں ہمت و شجاعت کی لہریں دوڑ رہی تھی۔ اور دوسری طرف سینوں میں کلیجے دہل رہے تھے جنگ اپنے پورے زوروں پر تھی۔ تیر اندازوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے نیزوں کی چوبیں ٹوٹ چکی تھی۔ صرف تلواروں سے دست بدست جنگ ہوتی رہی اور کشتوں کے پشتے لگتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوتے تک مقتولین کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز ہو گئی۔

دسویں دن امیر المومنین کے لشکریوں کے وہی دم خم تھے۔ میمنہ پر مالک اشتر اور میسرہ پر ابن عباس متعین تھے اور تازہ دم سپاہیوں کی طرح حملوں پر حملے کیے جا رہے تھے۔ شامیوں پر شکست کے آثار ظاہر ہو چکے تھے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے کو تیار ہی تھے کہ پانچسو ۵۰۰ قرآن نیزوں پر بلند کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا گیا۔ چلتی ہوئی تلواریں رک گئیں۔ فریب کا حربہ چل نکلا اور باطل کے اقتدار کے لیے راستہ ہموار ہو گیا۔ اس جنگ میں ۴۵ ہزار شامی مارے گئے اور ۲۵ ہزار عراقی شہید ہوئے۔

کتاب صفین (نصر ابن مزاحم المنقری المتوفی ۲۱۲ھ) (تاریخ طبری)

خطبہ ۱۲۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّحْكِيمِ:

إِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ وَ إِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْآنَ وَهٰذَا الْقُرْآنُ إِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْطُورٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ. لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ تَرْجُمَانٍ. وَإِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ. وَلَمَّا دَعَانَا الْقَوْمُ إِلَى أَنْ نُحَكِّمَ بَيْنَنَا الْقُرْآنَ لَمْ نَكُنِ الْفَرِيقَ الْمُتَوَلِّيَ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ "فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ" فَرَدُّهُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِهِ وَ رَدُّهُ إِلَى الرَّسُولِ أَنْ نَأْخُذَ بِسُنَّتِهِ فَإِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَنَحْنُ أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ وَإِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَنَحْنُ أَوْلَاهُمْ بِهِ وَ أَمَّا قَوْلُكُمْ لِمَ جَعَلْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ أَجَلًا فِي التَّحْكِيمِ فَإِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِيَتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ وَ يَتَثَبَّتَ الْعَالِمُ. وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ فِي هٰذِهِ الْهُدْنَةِ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَلَا تُؤْخَذَ بِأَكْظَامِهَا فَتَعْجَلَ عَنْ تَبَيُّنِ الْحَقِّ وَ تَنْقَادَ لِأَوَّلِ الْغَيِّ.

تحکیم کے بارے میں فرمایا:-

ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولا نہیں کرتی۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اس کے لیے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے مُنہ پھیر لیتے۔ جب کہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کے لیے) اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔" اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پر چلیں۔ چنانچہ اگر کتابِ خدا سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت کے) حق دار ہوں گے۔ اور اگر سنتِ رسول کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے اب رہا تمہارا یہ قول کہ "آپ نے تحکیم کے لیے اپنے اور ان کے درمیان مہلت کیوں رکھی"۔ تو یہ میں نے اس لیے کیا کہ (اس عرصہ میں) نہ جاننے والا تحقیق کرلے اور جاننے والا اپنے مسلک پر جم جائے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ اس صلح کی وجہ سے اس امت کے حالات درست کردے اور وہ (بے خبری میں) گلا گھونٹ کر تیار نہ کی جائے کہ حق کے واضح ہونے سے

إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ كَانَ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ أَحَبَّ إِلَيْهِ وَ إِنْ نَقَصَهُ وَ كَرَثَهُ مِنَ الْبَاطِلِ وَ إِنْ جَرَّ إِلَيْهِ فَائِدَةً وَ زَادَهُ - فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ ! وَ مِنْ أَيْنَ أُتِيتُمْ ! إِسْتَعِدُّوا لِلْمَسِيرِ إِلَى قَوْمٍ حَيَارَى عَنِ الْحَقِّ لَا يُبْصِرُونَهُ وَ مُوزَعِينَ بِالْجَوْرِ لَا يَعْدِلُونَ بِهِ - جُفَاةٍ عَنِ الْكِتَابِ نُكُبٍ عَنِ الطَّرِيقِ مَا أَنْتُمْ بِوَثِيقَةٍ يُعْلَقُ بِهَا وَ لَا زَوَافِرِ عِزٍّ يُعْتَصَمُ إِلَيْهَا لَبِئْسَ حُشَّاشُ نَارِ الْحَرْبِ أَنْتُمْ أُفٍّ لَكُمْ لَقَدْ لَقِيتُ مِنْكُمْ بَرْحًا - يَوْمًا أُنَادِيكُمْ وَ يَوْمًا أُنَاجِيكُمْ فَلَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ النِّدَاءِ وَ لَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ النَّجَاءِ -

پہلے جلدی میں کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھے اور پہلی ہی گمراہی کے پیچھے لگ جائے بلاشبہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جو حق پر عمل پیرا رہے چاہے وہ اس کے لیے باعث نقصان و مضرت ہو اور باطل کی طرف رُخ نہ کرے چاہے وُہ اس کے کچھ فائدہ کا باعث ہو رہا ہو تمہیں تو بھٹکایا جا رہا ہے۔ آخر تم کہاں سے (شیطان کی راہ پر) لائے گئے ہو۔ تم اس قوم کی طرف بڑھنے کے لیے مستعد و آمادہ ہو جاؤ کہ جو حق سے مُنہ موڑ کر بھٹک رہی ہے کہ اسے دیکھتی ہی نہیں اور وہ بے راہ رویوں میں بہکا دیئے گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر سیدھی راہ پر آنا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ کتاب خدا سے الگ رہنے والے اور صحیح راستے سے ہٹ جانے والے ہیں۔ لیکن تم تو کوئی مضبوط وسیلہ ہی نہیں ہو کہ تم پر بھروسہ کیا جائے اور نہ عزت کے سہارے ہو کہ تم سے وابستہ ہوا جائے تم (دشمن کے لیے) جنگ کی آگ بھڑکانے کے اہل نہیں ہو تم پر افسوس ہے کہ مجھے تم سے کتنی تکلیفیں اٹھانا پڑی ہیں۔ میں کسی دن تمہیں (دین کی امداد کے لیے) پکارتا ہوں اور کسی دن تم سے (جنگ کی) رازدارانہ باتیں کرتا ہوں، مگر تم نہ پکارنے کے وقت سچے جوانمرد اور نہ راز کی باتوں کے لیے قابل اعتماد بھائی ثابت ہوتے ہو۔

خطبہ ۱۲۴

وَ مِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ؛ لَمَّا عُوتِبَ عَلَى التَّسْوِيَةِ فِي الْعَطَاءِ۔ أَتَأْمُرُونِّي أَنْ أَطْلُبَ النَّصْرَ بِالْجَوْرِ

جب مال کی تقسیم میں آپ کے برابری و مساوات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑ اٹھے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرنا چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم

فِيمَنْ وُلِّيتُ عَلَيْهِ، وَاللهِ لَا أَطُورُ بِهِ مَا سَمَرَ سَمِيرٌ. وَمَا أَمَّ نَجْمٌ فِي السَّمَاءِ نَجْماً وَلَوْ كَانَ الْمَالُ لِي لَسَوَّيْتُ بَيْنَهُمْ فَكَيْفَ وَإِنَّمَا الْمَالُ مَالُ اللهِ أَلَا وَإِنَّ إِعْطَاءَ الْمَالِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ تَبْذِيرٌ وَإِسْرَافٌ، وَهُوَ يَرْفَعُ صَاحِبَهُ فِي الدُّنْيَا وَيَضَعُهُ فِي الْآخِرَةِ وَيُكْرِمُهُ فِي النَّاسِ وَيُهِينُهُ عِنْدَ اللهِ وَلَمْ يَضَعِ امْرُؤٌ مَالَهُ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَلَا عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللهُ شُكْرَهُمْ وَكَانَ لِغَيْرِهِ وُدُّهُمْ. فَإِنْ زَلَّتْ بِهِ النَّعْلُ يَوْماً فَاحْتَاجَ إِلَى مَعُونَتِهِمْ فَشَرُّ خَدِينٍ وَأَلْأَمُ خَلِيلٍ.

کا حاکم ہوں ان پر ظلم و زیادتی کر کے کچھ لوگوں کی امداد حاصل کر لوں تو خدا کی قسم جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے گا۔ اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہیں گے میں اس چیز کے قریب بھی نہیں بھٹکوں گا۔ اگرچہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کرتا۔ چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔ دیکھو بغیر کسی حق کے داد و دہش کرنا بے اعتدالی اور فضول خرچی ہے اور یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کر دیتی ہے لیکن آخرت میں پست کرتی ہے اور لوگوں کے اندر عزت میں اضافہ کرتی۔ مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے یا نااہل افراد کو دے گا۔ اللہ اسے ان کے شکریہ سے محروم ہی رکھے گا اور ان کی دوستی و محبت بھی دوسروں ہی کے حصہ میں جائے گی اور اگر کسی دن اس کے پیر پھسل جائیں (یعنی فقر و تنگدستی اسے گھیر لے) اور ان کی امداد کا محتاج ہو جائے تو وہ اس کے لیے بہت ہی برے ساتھی اور کمینے دوست ثابت ہوں گے۔

خطبہ ۱۲۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لِلْخَوَارِجِ أَيْضاً:

فَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَزْعُمُوا أَنِّي أَخْطَأْتُ وَضَلَلْتُ فَلِمَ تُضَلِّلُونَ عَامَّةَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِضَلَالِي وَتَأْخُذُونَهُمْ بِخَطَئِي وَتُكَفِّرُونَهُمْ بِذُنُوبِي. سُيُوفُكُمْ عَلَى عَوَاتِقِكُمْ تَضَعُونَهَا مَوَاضِعَ الْبُرْءِ

خوارج کے متعلق فرمایا۔

اگر تم اس خیال سے باز آنے والے نہیں ہو کہ میں نے غلطی کی اور گمراہ ہو گیا ہوں، تو میری گمراہی کی وجہ سے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عام افراد کو کیوں گمراہ سمجھتے ہو اور میری غلطی کی پاداش انہیں کیوں دیتے ہو، اور میرے گناہوں کے سبب سے انہیں کیوں کافر کہتے ہو۔ تلواریں کندھوں پر اٹھائے ہر موقع و بے موقع جگہ پر وار کیے جا رہے ہو۔ اور بے خطاؤں کو خطاکاروں کے ساتھ ملائے دیتے ہو، حالانکہ تم جانتے

وَالسُّقْمِ وَتُخَلِّطُونَ مَنْ أَذْنَبَ بِمَنْ لَمْ
يُذْنِبْ. وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ الزَّانِيَ
الْمُحْصَنَ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ وَرَّثَهُ أَهْلَهُ،
وَقَتَلَ الْقَاتِلَ وَوَرَّثَ مِيرَاثَهُ أَهْلَهُ وَ
قَطَعَ السَّارِقَ وَجَلَدَ الزَّانِيَ غَيْرَ
الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْفَيْءِ
وَنَكَحَا الْمُسْلِمَاتِ. فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِذُنُوبِهِمْ
وَأَقَامَ حَقَّ اللهِ فِيهِمْ وَلَمْ يَمْنَعْهُمْ
سَهْمَهُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ، وَلَمْ يُخْرِجْ
أَسْمَاءَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَهْلِهِ ثُمَّ أَنْتُمْ
شِرَارُ النَّاسِ، وَمَنْ رَمَى بِهِ الشَّيْطَانُ
مَرَامِيَهُ، وَضَرَبَ بِهِ تِيهَهُ وَسَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ،
مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ،
وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ،
وَخَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالًا النَّمَطُ
الْأَوْسَطُ، فَالْزَمُوهُ وَالْزَمُوا السَّوَادَ
الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ:
وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّاذَّ
مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا أَنَّ
الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ أَلَا مَنْ
دَعَا إِلَى هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوهُ
وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِي هٰذِهِ وَ
إِنَّمَا حُكِّمَ الْحَكَمَانِ لِيُحْيِيَا مَا

ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب زانی کو سنگسار
کیا تو نماز جنازہ بھی اس کی پڑھی اور اس کے وارثوں کو اس
کا ورثہ بھی دلوایا اور قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث
اس کے گھر والوں کو دلائی چور کے ہاتھ کاٹے اور زنائے
غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انہیں
مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا اور انہوں نے (مسلمان ہونے
کی حیثیت سے) مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کیے۔ اس
طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گناہوں
کی سزا ان کو دی اور جو ان کے بارے میں اللہ کا حق (حد
شرعی) تھا اسے جاری کیا، مگر انہیں اسلام کے حق سے محروم
نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کیے۔ اس
کے بعد (ان شرانگیزیوں کے معنی یہ ہیں کہ) تم ہو ہی شر پسند اور وہ
کہ جنہیں شیطان نے اپنی مقصد برآری کی راہ پر لگا رکھا ہے اور
گمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے (یاد رکھو کہ) میرے
بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے، ایک حد سے
زیادہ چاہنے والے جنہیں (محبت کی افراط) غلط راستے پر لگا دے
گی، اور ایک میرے مرتبہ میں کمی کر کے دشمنی رکھنے والے کہ جنہیں
یہ عناد حق سے بے راہ کر دے گا۔ میرے متعلق درمیانی راہ
اختیار کرنے والے، ہی سب سے بہتر حالت میں ہوں گے
تم اسی راہ پر جمے رہو اور اسی بڑے گروہ کے ساتھ لگ
جاؤ۔ چونکہ اللہ کا ہاتھ اتفاق واتحاد رکھنے والوں پر ہے
اور تفرقہ و انتشار سے باز آجاؤ اس لیے کہ جماعت سے
الگ ہو جانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے، جس طرح
گلے سے کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیے کو مل جاتی ہے۔ خبردار! جو
بھی ایسے نعرے لگا کر اپنی طرف بلائے، اسے قتل کر دو، اگرچہ

أَحْيَا الْقُرْآنُ وَيُمِيتَا مَا أَمَاتَ
الْقُرْآنُ وَإِحْيَاؤُهُ الِاجْتِمَاعُ عَلَيْهِ،
وَإِمَاتَتُهُ الِافْتِرَاقُ عَنْهُ، فَإِنْ
جَرَّنَا الْقُرْآنُ إِلَيْهِمْ اتَّبَعْنَاهُمْ،
وَإِنْ جَرَّهُمْ إِلَيْنَا اتَّبَعُونَا،
فَلَمْ آتِ —
لَا أَبَا لَكُمْ بُجْراً وَلَا خَتَلْتُكُمْ
عَنْ أَمْرِكُمْ وَلَا لَبَّسْتُهُ عَلَيْكُمْ
إِنَّمَا اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ عَلَى
اخْتِيَارِ رَجُلَيْنِ أَخَذْنَا عَلَيْهِمَا
أَنْ لَا يَتَعَدَّيَا الْقُرْآنَ فَتَاهَا
عَنْهُ وَتَرَكَا الْحَقَّ وَهُمَا
يُبْصِرَانِهِ وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا
فَمَضَيَا عَلَيْهِ وَقَدْ سَبَقَ
اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي
الْحُكُومَةِ بِالْعَدْلِ وَ
الصَّمْدِ لِلْحَقِّ سُوءَ
رَأْيِهِمَا وَ
جَوْرَ
حُكْمِهِمَا۔

وہ اسی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو (یعنی میں خود کیوں نہ ہوں)
اور وہ دونوں حکم (ابوموسیٰ وعمرو ابن عاص) تو صرف اس
لیے ثالث مقرر کئے گئے تھے کہ وہ انہی چیزوں کو زندہ
کریں۔ جنہیں قرآن نے زندہ کیا ہے اور انہی چیزوں کو
نیست و نابود کریں جنہیں قرآن نے نیست و نابود کیا ہے
کسی چیز کے زندہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر یک جہتی
کے ساتھ متحد ہو جائے اور اس کے نیست و نابود کرنے
کا مطلب یہ ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے
اب اگر قرآن ہمیں ان لوگوں (کی اطاعت) کی طرف لے جاتا
تو ہم ان کے پیرو بن جاتے اور اگر انہیں ہماری طرف
لائے تو پھر انہیں ہمارا اتباع کرنا چاہیئے تمہارا برا ہو میں نے
کوئی مصیبت تو کھڑی نہیں کی اور نہ کسی بات میں تمہیں
دھوکا دیا ہے اور نہ اس میں فریب کاری کی ہے تمہاری
جماعت ہی کی یہ رائے قرار پائی تھی کہ دو آدمی چن لیے جائیں
جن سے ہم نے یہ اقرار لے لیا تھا کہ وہ قرآن سے تجاوز نہ
کریں گے۔ لیکن وہ اچھی طرح دیکھنے بھالنے کے باوجود قرآن
سے بہک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے اور ان کے جذبات بے
راہ روی کے مقتضی ہوئے۔ چنانچہ وہ اس روش پر چل پڑے
(حالانکہ) ہم نے پہلے ہی ان سے شرط کر لی تھی کہ وہ عدل
و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق کا مقصد پیش نظر
رکھنے میں بدنیتی و بے راہ روی کو دخل نہ دیں گے (اگر
ایسا ہوا تو وہ فیصلہ ہمارے لیے قابل تسلیم نہ ہوگا)

خطبہ ۱۲۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ،

اس میں بصرہ کے اندر برپا ہونے والے ہنگاموں کا تذکرہ

فِيمَا يُخْبِرُ بِهِ مِنَ الْمَلَاحِمِ
بِالْبَصْرَةِ، يَا أَحْنَفُ كَأَنِّي بِهِ وَقَدْ سَارَ
بِالْجَيْشِ الَّذِي لَا يَكُونُ لَهُ غُبَارٌ وَّلَا
لَجَبٌ وَّلَا قَعْقَعَةُ لُجُمٍ، وَلَا حَمْحَمَةُ
خَيْلٍ يُثِيرُونَ الْأَرْضَ بِأَقْدَامِهِمْ كَأَنَّهَا
أَقْدَامُ النَّعَامِ۔

(يُومِي بِذٰلِكَ إِلَى صَاحِبِ الزَّنْجِ
ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَيْلٌ لِسِكَكِكُمُ
الْعَامِرَةِ۔ وَالدُّورِ الْمُزَخْرَفَةِ الَّتِي
لَهَا أَجْنِحَةٌ كَأَجْنِحَةِ النُّسُورِ، وَ
خَرَاطِيمُ كَخَرَاطِيمِ الْفِيَلَةِ، مِنْ
أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَا يُنْدَبُ قَتِيلُهُمْ،
وَلَا يُفْتَقَدُ غَائِبُهُمْ؛ أَنَا كَابُّ
الدُّنْيَا لِوَجْهِهَا وَقَادِرُهَا بِقَدْرِهَا
وَنَاظِرُهَا بِعَيْنِهَا۔

(مِنْهُ وَيُومِي بِهِ إِلَى وَصْفِ
الْأَتْرَاكِ) كَأَنِّي أَرَاهُمْ قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ
الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ يَلْبَسُونَ السَّرَقَ
وَالدِّيبَاجَ وَيَعْتَقِبُونَ الْخَيْلَ الْعِتَاقَ
وَيَكُونُ هُنَاكَ اسْتِحْرَارُ قَتْلٍ حَتّٰى
يَمْشِيَ الْمَجْرُوحُ عَلَى الْمَقْتُولِ، وَ
يَكُونُ الْمُفْلِتُ أَقَلَّ مِنَ الْمَأْسُورِ (فَقَالَ
لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: لَقَدْ أُعْطِيتَ يَا أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ عِلْمَ الْغَيْبِ، فَضَحِكَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَقَالَ لِلرَّجُلِ وَكَانَ كَلْبِيًّا:) يَا

ہے۔

اے احنف! میں اس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھ
رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لے کر بڑھ رہا ہے کہ جس میں نہ
گرد وغبار ہے نہ شور وغوغا، نہ لگاموں کی کھڑکھڑاہٹ ہے
اور نہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز وہ لوگ زمین کو اپنے
پیروں سے جو شتر مرغ کے پیروں کے مانند ہیں۔ روند رہے
ہوں گے،،

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے حبشیوں کے
سردار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں
کے ہاتھوں سے کہ جن کے قتل ہو جانے والوں پر بین نہیں
کیا جاتا۔ اور گم ہونے والوں کو ڈھونڈھا نہیں جاتا تمہاری ان
آباد گلیوں اور سجے سجائے مکانوں کے لیے تباہی ہے کہ
جن کے چھجے گدھوں کے پروں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کے
مانند ہیں۔ میں دنیا کو اوندھے منہ گرانے والا اور اس کی
بساط کا صحیح اندازہ رکھنے والا اور اس کے لائق حال نگاہوں
سے دیکھنے والا ہوں۔

اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ
کیا ہے۔ میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے
ان ڈھالوں کی طرح ہیں کہ جن پر چمڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہوں
وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور اصیل گھوڑوں کو عزیز
رکھتے ہیں اور وہاں کشت وخون کی گرم بازاری ہو گی،
یہاں تک کہ زخمی کشتوں کے اوپر سے ہو کر گزریں گے اور
بچ کر بھاگ نکلنے والے اسیر ہونے والوں سے کم ہوں گے۔
(اس موقع پر) آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے
جو قبیلہ بنی کلب سے تھا عرض کیا کہ یا امیر المومنینؑ آپ کو

أَخَا كَلْبٍ لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ وَإِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِنْ ذِي عِلْمٍ، وَإِنَّمَا عِلْمُ الْغَيْبِ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا عَدَّدَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ بِقَوْلِهِ إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةَ. فَيَعْلَمُ سُبْحَانَهُ مَا فِي الْأَرْحَامِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَقَبِيحٍ أَوْ جَمِيلٍ، وَسَخِيٍّ أَوْ بَخِيلٍ وَشَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ وَ مَنْ يَكُونُ فِي النَّارِ حَطَباً أَوْ فِي الْجِنَانِ لِلنَّبِيِّينَ مُرَافِقاً. فَهٰذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَعَلَّمَنِيهِ وَدَعَا لِي بِأَنْ يَعِيَهُ صَدْرِي وَتَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِي۔

تو علم غیب حاصل ہے۔ جس پر آپ ہنسے اور فرمایا اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے جاننے کا نام ہے کہ جنہیں اللہ سبحانہ نے اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ والی آیت میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے۔ نر ہے یا مادہ، بد صورت ہے یا خوبصورت سخی ہے یا بخیل بد بخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا۔ اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو دیا اور نبیؐ نے مجھے بتایا، اور میرے لیے دعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں۔

٭ ٭ ٭

لے علی ابن محمد رے کے مضافات میں ورزنین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ خوارج کے فرقہ ازارقہ سے تعلق رکھتا تھا اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسیٰ ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مدعی بنتا تھا۔ مگر اہل انساب و سیر نے اس کے دعویٰ سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کے باپ کا نام محمد ابن احمد کے بجائے محمد ابن ابراہیم تحریر کیا ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولد ہوا تھا۔

علی ابن محمد نے ۲۵۵ھ میں مہتدی باللہ کے دور میں خروج کیا اور اطراف بصرہ میں بسنے والے غلاموں کو مال و دولت اور آزادی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ۱۷ شوال ۲۵۷ھ میں مار دھاڑ کرتا ہوا بصرہ کے اندر داخل ہوا اور صرف دو دن میں تیس ہزار افراد کو کہ جن میں بچے بوڑھی عورتیں سب ہی تھیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور ظلم و سفاکی اور وحشت و خونخواری کی انتہا کر دی، مکانوں کو مسمار کر دیا اور مسجدوں میں آگ لگا دی اور لگاتار چودہ برس تک قتل و غارت گری کے بعد موفق کے دور میں صفر ۲۷۰ھ میں قتل ہوا اور لوگوں کو اس کی تباہ کاریوں سے نجات ملی۔

امیرالمومنین کی یہ پیشین گوئی ان پیشینگوئیوں میں سے ہے جو آپ کے علم امامت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لشکر کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے کہ نہ اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز اور نہ ہتھیاروں کے کھڑکھڑانے کی صدا ہوگی۔ ایک تاریخی حیثیت

رکھتی ہے۔ جیسا کہ مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ جب یہ خروج کے ارادے سے مقام کرخ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور ایک شخص نے ایک گھوڑا بطور تحفہ اسے پیش کیا۔ مگر تلاش کے باوجود اس کے لیے لگام نہ مل سکی آخر ایک رسّی کی لگام دے کر اس پر سوار ہوا۔ اور یونہی اس کے لشکر میں اس وقت صرف تین تلواریں تھیں ایک خود اس کے پاس اور ایک علی ابن مہلبی اور ایک محمد ابن مسلم کے پاس اور بعد میں لوٹ مار سے کچھ اور اسلحہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

سے امیر المومنین کی پیشین گوئی تاتاریوں کے حملہ کے متعلق ہے جو ترکستان کے شمالی مشرق کی جانب صحرائے منگولیا کے رہنے والے تھے۔ ان نیم وحشی قبیلوں کی زندگی لوٹ مار اور قتل و غارت میں گزرتی تھی اور آپس میں لڑتے بھڑتے اور گرد و نواح پر حملے کرتے رہتے تھے۔ ہر قبیلہ کا سردار الگ الگ ہوتا تھا جو ان کی حفاظت کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ چنگیز خان جو انہی تاتاری قبائل کے حکمران خاندان کا ایک فرد اور بڑا باہمت و جرائت مند تھا ان تمام منتشر و پراگندہ قبیلوں کو منظم کرنے کے لیے اٹھا اور ان کے مزاحم ہونے کے باوجود اپنی قوت و حسن تدبیر سے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور ایک کثیر تعداد اپنے پرچم کے نیچے جمع کر کے ۲۰۶ھ میں سیلاب کی طرح اُمنڈا اور شہروں کو غرق اور آبادیوں کو ویران کرتا ہوا شمالی چین تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

جب اس کا اقتدار قائم ہو گیا تو اس نے اپنے ہمسایہ ملک ترکستان کے فرمانروا علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف دست مصالحت بڑھایا اور ایک وفد بھیج کر اس سے عہد لیا کہ تاتاری تاجر اس کے علاقہ میں خرید و فروخت کے لیے آتے جاتے رہیں گے۔ ان کے جان و مال کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا جائے چنانچہ کچھ عرصہ تک وہ بے کھٹکے آتے جاتے رہے۔ مگر ایک موقع پر اس نے تاتاری تاجروں پر جاسوسی کا الزام لگا کر ان کا مال لوٹ لیا اور انہیں والی اترار کے ذریعہ قتل کروا دیا۔ چنگیز خان کو جب معاہدہ کی خلاف ورزی اور تاتاری تاجروں کے مارے جانے کا علم ہوا تو اس کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے۔ غصّہ میں پیچ و تاب کھانے لگا اور علاؤالدین کو پیغام بھیجا کہ وُہ تاتاری تاجروں کا مال واپس کرے اور والی اترار کو اس کے حوالے کرے، مگر علاؤالدین اپنی قوت و طاقت کے نشہ میں مدہوش تھا اس نے کوئی پروا نہ کی اور ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے چنگیز خان کے ایلچی کو بھی مروا دیا اب چنگیز خان میں تابِ ضبط نہ رہی۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ شمشیر بکف اٹھ کھڑا ہوا اور تاتاری جنگجو باد رفتار گھوڑے دوڑاتے ہوئے بخارا پر چڑھ دوڑے۔ علاؤالدین بھی چار لاکھ نبرد آزماؤں کے ساتھ مقابلہ کو نکلا مگر تاتاریوں کے تابڑ توڑ حملوں کو نہ روک سکا۔ اور چند ہی حملوں میں سپر انداختہ ہو کر جیحون کے راستہ سے نیشاپور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ تاتاریوں نے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی مسجدوں اور مدرسوں کو مسمار اور گھروں کو پھونک کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور بلاامتیاز زن و مرد سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اگلے سال سمرقند پر یورش کی اور اسے بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

علاؤالدین کے نکل بھاگنے کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی تھی تاتاریوں نے اس کا بھی پیچھا کیا مگر وہ دس برس تک اِدھر سے اُدھر بھاگتا پھرا اور ان کے ہاتھ نہ لگا اور آخر دریا کو عبور کر کے اپنی حدود سلطنت سے باہر نکل گیا اس اثنا میں تاتاریوں نے آباد زمینوں کو ویران اور نسل انسانی کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا نہ کوئی

شہر ان کی غارت گریوں سے نہ بچ سکا اور نہ کوئی آبادی ان کی پائمالیوں سے محفوظ رہ سکی جدھر کا رخ کیا مملکتوں کو تہ وبالا کر دیا۔ حکومتوں کا تختہ الٹ دیا اور تھوڑے عرصہ میں ایشیا کے بالائی حصہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

جب ۶۲۳ھ میں چنگیز خاں کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا اوکتائی خاں تخت نشین ہوا جس نے ۶۲۸ھ میں جلال الدین کو ڈھونڈھ نکالا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد چنگیز خاں کے دوسرے لڑکے تولی خاں کا بیٹا منگو خاں تخت حکومت پر بیٹھا، منگو خاں کے بعد قوبیلائی خان مملکت کے ایک حصہ کا وارث ہوا۔ اور وسط ایشیا اس کے بھائی ہلاکو خاں کے حصہ میں آیا۔ جب سلطنت چنگیز خاں کے پوتوں میں بٹ گئی تو ہلاکو خاں اسلامی ممالک کو تسخیر کرنے کی فکر میں تھا ہی کہ خراسان کے حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آ کر اسے خراسان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس نے خراسان پر چڑھائی کر دی اور حنفیوں نے اپنے کو تاتاری تلواروں سے محفوظ سمجھتے ہوئے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ مگر تاتاریوں نے حنفیوں اور شافعیوں میں کوئی امتیاز نہ کیا اور جو سامنے آیا اسے تہ تیغ کر دیا اور وہاں کی بیشتر آبادی کو قتل کرنے کے بعد اسے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا اور انہی شافعیوں اور حنفیوں کے جھگڑوں نے اس کے لیے عراق تک کے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ خراسان کو فتح کرنے کے بعد ان کی ہمت بڑھ گئی اور ۶۵۶ھ میں دو لاکھ تاتاریوں کے ساتھ بغداد کی جانب لشکر کشی کی معتصم باللہ کی فوج اور اہل بغداد نے مل کر مقابلہ کیا مگر اس سیلاب بلا کو روکنا ان کے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ تاتاری مار دھاڑ کرتے ہوئے عاشورا کے دن بغداد کے اندر داخل ہو گئے اور چالیس دن تک اپنی خون آشام تلواروں کی پیاس بجھاتے رہے۔ گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہا دیں راستے لاشوں سے پاٹ دیئے لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور معتصم باللہ کو پیروں کے نیچے روند کر مار ڈالا اور صرف وہی لوگ بچ سکے جو کنوؤں اور تہ خانوں میں چھپ کر ان کی آنکھوں سے اوجھل رہ سکے۔ یہ تھی بغداد کی وہ تباہی کہ جس سے عباسی سلطنت بنیاد سے ہل گئی اور اس کا پرچم پھر لہرا نہ سکا۔

بعض مورخین نے اس تباہی و بربادی کی ذمہ داری ابن علقمی پر عائد کی ہے کہ اس نے شیعوں کے قتل عام اور محلہ کرخ کی تباہی سے متاثر ہو کر نصیر الدین طوسی وزیر ہلاکو خان کی وساطت سے اسے بغداد پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔ اگر ایسا ہو بھی تو اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے پہلے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی تحریک خلیفہ عباسی الناصر لدین اللہ کر چکا تھا چنانچہ جب خوارزمیوں نے مرکز خلافت کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے چنگیز خان کو خوارزم پر حملہ کرنے کے لیے کہلوایا تھا جس سے تاتاریوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں میں یک جہتی و اتحاد نہیں ہے اور پھر حنفیوں نے شافعیوں کی سرکوبی کے لیے ہلاکو خان کو بلوا بھیجا تھا۔ جس کے نتیجہ میں خراسان پر ان کا اقتدار قائم ہو گیا اور بغداد کی طرف پیشقدمی کرنے کے لیے انہیں راستہ مل گیا۔ ان حالات میں بغداد کی تباہی کا ذمہ دار صرف ابن علقمی کو ٹھہرانا اور الناصر لدین اللہ کی تحریک اور حنفی و شافعی نزاع کو نظر انداز کر دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے۔ جب کہ بغداد کی تباہی کا پیش خیمہ یہی خراسان کی فتح تھی کہ جس کا سبب وہاں کے حنفی باشندے تھے۔ چنانچہ اسی فتح کی وجہ سے اس کا اتنا حوصلہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے مرکز پر حملہ آور ہو ورنہ محض ایک شخص

کے پیغام کا نتیجہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ بغداد ایسے قدیم مرکز پر یلغار کرتا ہوا پہنچ جاتا کہ جس کی سطوت و ہیبت کی دھاک ایک دنیا کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔

۳ـ ذاتی طور پر عالم الغیب ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی طرف سے کسی امر پر مطلع ہو کر خبر دینا دوسری چیز ہے انبیاء و اولیاء کو جو مستقبل کا علم ہوتا ہے وہ اللہ ہی کے سکھانے اور بتانے سے ہوتا ہے اگر کوئی ذاتی طور پر مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہے تو وہ صرف اللہ سبحانہ، ہے۔ البتہ وہ جس کو چاہتا ہے امور غیب پر مطلع کر دیتا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ۔

وہی غیب کا جاننے والا ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔

یونہی امیرالمومنینؑ کو بھی مستقبل کا علم تعلیم رسولؐ و القائے ربانی سے حاصل ہوتا تھا جس کے لیے آپ کا یہ کلام شاہد ہے البتہ کبھی بعض چیزوں پر مطلع کرنے کی مصلحت یا ضرورت نہیں ہوتی تو انہیں پردہ خفاء میں رہنے دیا جاتا ہے جن پر کوئی آگاہ نہیں ہوسکتا، جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔

بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور شکموں میں جو کچھ ہے وہ جانتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بیشک اللہ ان چیزوں سے آگاہ اور باخبر ہے۔

* * *

خطبہ ۱۲۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فِي ذِكْرِ الْمَكَايِيلِ وَالْمَوَازِينِ۔

جس میں آپ نے پیمانوں اور ترازوؤں کا ذکر فرمایا ہے

عِبَادَ اللَّهِ! إِنَّكُمْ وَمَا تَأْمُلُونَ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا أَثْوِيَاءُ مُؤَجَّلُونَ، وَمَدِينُونَ مُقْتَضَوْنَ۔ أَجَلٌ مَّنْقُوصٌ وَعَمَلٌ مَّحْفُوظٌ۔ فَرُبَّ دَائِبٍ مُّضَيِّعٌ وَرُبَّ كَادِحٍ خَاسِرٌ: وَقَدْ أَصْبَحْتُمْ

اللہ کے بندو! تم اور تمہاری اس دنیا سے بندھی ہوئی امیدیں مقررہ مدت کی مہمان ہیں اور ایسے قرضدار جن سے ادائیگی کا تقاضا کیا جا رہا ہے عمر ہے جو گھٹتی جا رہی ہے اور اعمال ہیں جو محفوظ ہو رہے ہیں۔ بہت سے دوڑ دھوپ کرنے والے اپنی محنت اکارت کرنے والے ہیں اور بہت سے سعی و کوشش میں لگے رہنے والے گھاٹے میں جا رہے ہیں تم ایسے زمانہ

فِي زَمَنٍ لَا يَزْدَادُ الْخَيْرُ فِيهِ إِلَّا إِدْبَاراً
وَالشَّرُّ فِيهِ إِلَّا إِقْبَالاً، وَلَا
الشَّيْطَانُ فِي هَلَاكِ النَّاسِ إِلَّا
طَمَعاً، فَهَذَا أَوَانٌ قَوِيَتْ
عُدَّتُهُ وَعَمَّتْ مَكِيدَتُهُ وَ
أَمْكَنَتْ فَرِيسَتُهُ اضْرِبْ بِطَرْفِكَ
حَيْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ فَهَلْ تُبْصِرُ
إِلَّا فَقِيراً يُكَابِدُ فَقْراً أَوْ غَنِيّاً
بَدَّلَ نِعْمَةَ اللهِ كُفْراً أَوْ بَخِيلاً اتَّخَذَ
الْبُخْلَ بِحَقِّ اللهِ وَفْراً، أَوْ مُتَمَرِّداً
كَأَنَّ بِأُذُنِهِ عَنْ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ
وَقْراً، أَيْنَ خِيَارُكُمْ وَصُلَحَاؤُكُمْ
وَأَحْرَارُكُمْ وَسُمَحَاؤُكُمْ وَأَيْنَ
الْمُتَوَرِّعُونَ فِي مَكَاسِبِهِمْ وَالْمُتَنَزِّهُونَ
فِي مَذَاهِبِهِمْ أَلَيْسَ قَدْ ظَعَنُوا جَمِيعاً عَنْ
هَذِهِ الدُّنْيَا الدَّنِيَّةِ وَالْعَاجِلَةِ الْمُنَغِّصَةِ
وَهَلْ خُلِقْتُمْ إِلَّا فِي حُثَالَةٍ لَا تَلْتَقِي بِذَمِّهِمُ
الشَّفَتَانِ اسْتِصْغَاراً لِقَدْرِهِمْ وَذَهَاباً
عَنْ ذِكْرِهِمْ، فَإِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
ظَهَرَ الْفَسَادُ فَلَا مُنْكِرٌ مُغَيِّرٌ وَلَا
زَاجِرٌ مُزْدَجِرٌ أَفَبِهَذَا تُرِيدُونَ أَنْ
تُجَاوِرُوا اللهَ فِي دَارِ قُدْسِهِ وَتَكُونُوا
أَعَزَّ أَوْلِيَائِهِ عِنْدَهُ؛ هَيْهَاتَ لَا يُخْدَعُ
اللهُ عَنْ جَنَّتِهِ وَلَا تُنَالُ مَرْضَاتُهُ
إِلَّا بِطَاعَتِهِ. لَعَنَ اللهُ الْآمِرِينَ

بیں ہو کہ جس میں بھلائی کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں اور برائی
آگے بڑھ رہی ہے اور لوگوں کو تباہ کرنے میں شیطان کی
حرص تیز ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ یہی وہ وقت ہے کہ اس
کے (ہتھکنڈوں) کا سروسامان مضبوط ہو چکا ہے۔ اور اس
کی سازشیں پھیل رہی ہیں اور اس کے شکار آسانی سے پھنس
رہے ہیں، جدھر چاہو لوگوں پر نگاہ دوڑاؤ تم یہی دیکھو گے
کہ ایک طرف کوئی فقیر فقر و فاقہ جھیل رہا ہے اور دوسری
طرف دولت مند نعمتوں کو کفرانِ نعمت سے بدل رہا ہے
اور کوئی بخیل اللہ کے حق کو دبا کر مال بڑھا رہا ہے اور کوئی
سرکش پند و نصیحت سے کان بند کیے پڑا ہے۔ کہاں ہیں تمہارے
نیک اور صالح افراد اور کہاں ہیں تمہارے عالی حوصلہ اور
کریم النفس لوگ۔ کہاں ہیں کاروبار میں (دغا و فریب سے)
بچنے والے اور اپنے طور طریقوں میں پاک و پاکیزہ رہنے
والے؟ کیا وہ سب کے سب اس ذلیل اور زندگی کا مزا
کرکرا کرنے والی تیزرو دنیا سے گزر نہیں گئے اور کیا تم ان
کے بعد ایسے رذیل اور ادنیٰ لوگوں میں نہیں رہ گئے کہ
جن کے مرتبہ کو پست و حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کے ذکر سے
پہلو بچاتے ہوئے ہونٹ ان کی مذمت میں بھی کھلنا گوارا نہیں
کرتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ فساد ابھر آیا ہے برائی
کا وہ دور ایسا ہے کہ انقلاب کے کوئی آثار نہیں اور نہ کوئی
روک تھام کرنے والا ہے جو خود بھی باز رہے۔ کیا انہی کرتوتوں
سے جنت میں اللہ کے پڑوس میں بسنے اور اس کا گہرا دوست بننے
کا ارادہ ہے۔ ارے توبہ اللہ کو دھوکا دے کر اس سے
جنت نہیں لی جا سکتی اور بغیر اس کی اطاعت کے اس کی رضا
مندیاں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے

بِالْمَعْرُوْفِ التَّارِكِيْنَ لَهٗ ، وَالنَّاهِيْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْعَامِلِيْنَ بِهٖ ۔

کہ جو اوروں کو بھلائی کا حکم دیں اور خود اسے چھوڑ بیٹھیں اور دوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور خود ان پر عمل کرتے رہیں۔

خطبہ ۱۲۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ ؛ لِاَبِیْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمَّا اُخْرِجَ اِلَى الرَّبَذَةِ ۔

جب[1] حضرت ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کیا گیا تو ان سے خطاب کر کے فرمایا۔

يَا اَبَا ذَرٍّ ! اِنَّكَ غَضِبْتَ لِلّٰهِ فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهٗ ، اِنَّ الْقَوْمَ خَافُوْكَ عَلٰى دُنْيَاهُمْ وَخِفْتَهُمْ عَلٰى دِيْنِكَ فَاتْرُكْ فِیْۤ اَيْدِيْهِمْ مَا خَافُوْكَ عَلَيْهِ وَاهْرُبْ مِنْهُمْ بِمَا خِفْتَهُمْ عَلَيْهِ فَمَاۤ اَحْوَجَهُمْ اِلٰى مَا مَنَعْتَهُمْ وَمَاۤ اَغْنَاكَ عَمَّا مَنَعُوْكَ وَسَتَعْلَمُ مَنِ الرَّابِحُ غَدًا ، وَالْاَكْثَرُ حُسَّدًا وَلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ كَانَتَا عَلٰى عَبْدٍ رَتْقًا ثُمَّ اتَّقَى اللّٰهَ لَجَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْهُمَا مَخْرَجًا ، وَ لَا يُؤْنِسَنَّكَ اِلَّا الْحَقُّ ، وَ لَا يُوْحِشَنَّكَ اِلَّا الْبَاطِلُ فَلَوْ قَبِلْتَ دُنْيَاهُمْ لَاَحَبُّوْكَ ۔ وَلَوْ قَرَضْتَ مِنْهَا لَاَمِنُوْكَ ۔

اے ابوذر! تم اللہ کے لیے غضب ناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اُسی سے امید بھی رکھو ان لوگوں کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہے اور تمہیں ان سے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے لہٰذا جس چیز کے لیے انہیں تم سے کھٹکا ہے وہ انہیں کے ہاتھ میں چھوڑ دو اور جس شے کے لیے تمہیں ان سے اندیشہ ہے اسے لے کر ان سے بھاگ نکلو۔ جس چیز سے تم انہیں محروم کر کے جا رہے ہو۔ کاش کہ وُہ سمجھتے کہ وہ اس کے کتنے حاجتمند ہیں اور جس چیز کو انہوں نے تم سے روک لیا ہے اس سے تم بہت ہی بے نیاز ہو اور جلد ہی تم جان لو گے کہ کل فائدہ میں رہنے والا کون ہے اور کس پر حسد کرنے والے زیادہ ہیں، اگر یہ آسمان و زمین کسی بندے پر بند پڑے ہوں اور وہ اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے زمین و آسمان کی راہیں کھول دے گا تمہیں صرف حق سے دلچسپی ہونا چاہیئے اور صرف باطل ہی سے گھبرانا چاہیئے ۔ اگر تم ان کی دنیا قبول کر لیتے تو وہ تمہیں چاہنے لگتے اور تم اس میں کوئی حصہ اپنے لیے مقرر کرا لیتے تو وُہ تم سے مطمئن ہو جاتے ۔

[1] ابوذر غفاری کا نام جندب ابن جنادہ تھا۔ ربذہ کے رہنے والے تھے جو مدینہ کی مشرقی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا

نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اذیتیں پہنچائیں مگر آپ کے ثباتِ قدم میں لغزش نہ آئی۔ اسلام لانے والوں میں آپ تیسرے یا چوتھے یا پانچویں ہیں اور اس سبقت اسلامی کے ساتھ آپ کے زہد و اتقاء کا یہ عالم تھا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ ابوذر فی امتی شبیہ عیسیٰ ابن مریم فی زہدہ و ورعہ میری امت میں ابوذر زہد و ورع میں عیسیٰ ابن مریم کی مثال ہیں۔

آپ حضرت عمر کے دورِ حکومت میں شام چلے گئے اور حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں بھی وہیں مقیم تھے۔ زندگی کے شب و روز ہدایت و تبلیغ کے فرائض سرانجام دیتے۔ اہل بیت رسولؐ کی عظمت سے روشناس کرتے اور جادۂ حق کی طرف رہنمائی فرمانے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ شام اور جبل عامل میں شیعیت کے جو اثرات پائے جاتے ہیں۔ وہ آپ ہی کی تبلیغ مساعی کا نتیجہ اور آپ ہی کے بوئے ہوئے بیج کے برگ و بار ہیں امیر شام معاویہ کو ان کی یہ روش پسند نہ تھی چنانچہ وہ ان ان کے کھلم کھلا دے کرنے اور حضرت عثمان کی زمانہ سازی و بے راہ روی کے تذکرے کرنے سے انتہائی بیزار تھے مگر کچھ بنائے نہ بنتی تھی آخر اس نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر یہ کچھ عرصہ اور یہاں مقیم رہے تو ان اطراف کے لوگوں کو تم سے برگشتہ کر دیں گے۔ لہٰذا اس کا انسداد ہونا چاہیئے۔ جس پر انہوں نے لکھا کہ ابوذر کو شتر بے پالان پر سوار کر کے مدینہ روانہ کر دیا جائے چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور انہیں مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو یہاں بھی حق و صداقت کی تبلیغ شروع کر دی۔ مسلمانوں کو پیغمبر کا عہد یاد دلاتے۔ کسریٰ و قیصری شان کے مظاہروں سے روکتے۔ جس پر حضرت عثمان جز بز ہوتے اور ان کی زبان بندی کی تدبیریں کرتے چنانچہ ایک دن انہیں بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے پھرتے ہو کہ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ:

اذا اکملت بنوا امیۃ ثلثین رجلا اتخذوا بلاد اللہ دولا وعباد اللہ خولا و دین اللہ دجلا۔

جب بنی امیہ کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے شہروں کو اپنی جاگیر اور اس کے بندوں کو اپنا غلام اور اس کے دین کو فریب کاری کا ذریعہ قرار دے لیں گے۔

آپ نے کہا کہ بیشک میں نے پیغمبر اسلام کو یہ فرماتے سنا تھا۔ عثمان نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور پاس بیٹھنے والوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سنا ہے۔ سب نے نفی میں جواب دیا۔ جس پر حضرت ابوذر نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب سے دریافت کیا جائے۔ چنانچہ آپ کو بلا کر دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے اور ابوذر سچ کہتے ہیں۔ عثمان نے کہا کہ آپ کس بنا پر اس حدیث کی صحت کی گواہی دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے پیغمبرؐ کو فرماتے سنا ہے کہ:

ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء علی ذی لہجۃ اصدق من ابی ذر۔

کسی بولنے والے پر آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے اسے نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ راست گو ہو۔"

اب حضرت عثمان کیا کہہ سکتے تھے اگر جھٹلاتے تو پیغمبرؐ کی تکذیب لازم آتی تھی۔ پیچ و تاب کھا کر رہ گئے اور کوئی تردید نہ کر سکے۔ ادھر حضرت ابوذر نے سرمایہ پرستی کے خلاف کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عثمان کو دیکھتے تو اس آیت کی تلاوت فرماتے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ

وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

ہیں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنادو جس دن کہ ان کا جمع کیا ہوا سونا چاندی دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جسے تم نے اپنے لیے ذخیرہ بنا کر رکھا تھا تو اب اس ذخیرہ اندوزی کا مزا چکھو۔

حضرت عثمان نے مال و دولت کا لالچ دیا مگر اس طائر آزاد کو سنہری جال میں نہ جکڑ سکے۔ تشدد و سختی سے بھی کام لیا مگر اُن کی زبان حق ترجمان کو بند نہ کر سکے آخر انہیں مدینہ چھوڑ دینے اور ربذہ کی جانب چلے جانے کا حکم دیا اور طرید رسول کے فرزند مروان کو اس پر مامور کیا کہ وہ انہیں مدینہ سے باہر نکال دے اور اس کے ساتھ یہ فرمانی فرمان بھی صادر فرمایا کہ کوئی ان سے کلام نہ کرے اور نہ انہیں الوداع کہے، مگر امیرالمومنین؏، امام حسن؏، امام حسین؏، عقیل، عبداللہ، ابن جعفر اور عمار یاسر نے اس فرمان کی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں رخصت کرنے کے لیے ساتھ ہو لیے اور اسی رخصت کے موقعہ پر حضرت نے ان سے یہ کلمات فرمائے۔

ربذہ میں حضرت ابوذرؓ کی زندگی بڑی ابتلاؤں میں بسر ہوئی۔ یہیں پر آپ کے فرزند ذر اور اہلیہ نے انتقال کیا اور جو بھیڑ بکریاں گزارے کے لیے پال رکھی تھیں۔ وہ بھی ہلاک ہو گئیں۔ اولاد میں صرف ایک دختر رہ گئی جو فاقوں اور دکھوں میں برابر کی شریک تھی، جب سروسامان زندگی ناپید ہو گئے اور فاقوں پر فاقے ہونے لگے تو اس نے حضرت ابوذرؓ سے عرض کیا کہ بابا یہ زندگی کے دن کس طرح کٹیں گے کہیں آنا جانا چاہیے اور رزق کی تلاش کرنا چاہیئے۔ جس پر حضرت ابوذر اسے ہمراہ لے کر صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوئے، مگر گھاس پات بھی میسر نہ آسکا۔ آخر تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ریت جمع کر کے اس کا ڈھیر بنایا اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے اسی عالم میں سانسیں اکھڑ گئیں پتلیاں اوپر چڑھ گئیں نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ جب دختر ابوذر نے یہ حالت دیکھی تو سراسیمہ و مضطرب ہو کر کہنے لگی کہ بابا اگر آپ نے اس لق ودق صحرا میں انتقال فرمایا تو میں اکیلی کیسے دفن و کفن کا سامان کروں گی۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹی گھبراؤ نہیں، پیغمبر اکرمؐ مجھ سے فرما گئے تھے کہ اے ابوذر تم عالم غربت میں مرو گے، اور کچھ عراقی گزر رہے تو اس سے کہنا کہ پیغمبر کے صحابی ابوذر نے انتقال کیا ہے۔ چنانچہ ان کی رحلت کے بعد وہ سر راہ جا کر بیٹھ گئیں کچھ دیر کے بعد ایک قافلہ گزرا جس میں ہلال ابن مالک مزنی، احنف ابن قیس تمیمی صعصعہ ابن صوحان عبدی، اسود ابن قیس تمیمی اور مالک ابن حارث اشتر تھے۔ جب انہوں نے حضرت ابوذر کے انتقال کی خبر سنی تو اس بیکسی کی موت پر تڑپ اٹھے۔ سواریاں روک لیں اور ان کی تجہیز و تکفین کے لیے سفر ملتوی کر دیا۔ مالک اشتر نے ایک حلہ کفن کے لیے دیا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور تجہیز و تکفین کے فرائض سرانجام دے کر رخصت ہوئے۔ یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ میں ہوا ہے۔

خطبہ ۱۳۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

أَيَّتُهَا النُّفُوسُ الْمُخْتَلِفَةُ وَالْقُلُوبُ الْمُتَشَتِّتَةُ الشَّاهِدَةُ أَبْدَانُهُمْ وَالْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُولُهُمْ، أَظْأَرُكُمْ عَلَى الْحَقِّ وَأَنْتُمْ تَنْفِرُونَ عَنْهُ نُفُورَ الْمِعْزَى مِنْ وَعْوَعَةِ الْأَسَدِ، هَيْهَاتَ أَنْ أَطْلَعَ بِكُمْ سَرَارَ الْعَدْلِ، أَوْ أُقِيمَ اعْوِجَاجَ الْحَقِّ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنِ الَّذِي كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِي سُلْطَانٍ وَلَا الْتِمَاسَ شَيْءٍ مِّنْ فُضُولِ الْحُطَامِ، وَلٰكِنْ لِنَرُدَّ الْمَعَالِمَ مِنْ دِيْنِكَ وَنُظْهِرَ الْإِصْلَاحَ فِي بِلَادِكَ فَيَأْمَنَ الْمَظْلُومُونَ مِنْ عِبَادِكَ وَتُقَامُ الْمُعَطَّلَةُ مِنْ حُدُوْدِكَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَنَابَ وَسَمِعَ وَأَجَابَ لَمْ يَسْبِقْنِي إِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوةِ۔

وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْوَالِي عَلَى الْفُرُوجِ وَالدِّمَاءِ وَالْمَغَانِمِ وَالْأَحْكَامِ وَإِمَامَةِ الْمُسْلِمِينَ الْبَخِيلُ فَتَكُونَ فِي أَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهُ، وَلَا الْجَاهِلُ فَيُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهِ، وَلَا الْجَافِي فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَائِهِ، وَلَا الْحَائِفُ

اے الگ الگ طبیعتوں اور پراگندہ دل و دماغ والو کہ جن کے جسم موجود اور عقلیں گم ہیں میں تمہیں نرمی و شفقت سے حق کی طرف لانا چاہتا ہوں اور تم اس سے اس طرح بھڑک اٹھتے ہو جس طرح شیر کے ڈکارنے سے بھیڑ بکریاں، کتنا دشوار ہے کہ میں تمہارے سہارے پر چھپے ہوئے عدل کو ظاہر کروں یا حق میں پیدا کی ہوئی کجیوں کو سیدھا کروں۔ بارالٰہا تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے (جنگ و پیکار کی صورت میں) ظاہر ہوا اس لیے نہیں تھا کہ ہمیں تسلّط و اقتدار کی خواہش تھی یا مال دنیا کی طلب تھی بلکہ یہ اس لیے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو (پھر ان کی جگہ پر) پلٹا ئیں اور تیرے شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تاکہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام (پھر سے) جاری ہو جائیں جنہیں بیکار بنا دیا گیا ہے۔ اے اللہ! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کی اور تیرے حکم کو سن کر لبیک کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی نے بھی نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی۔

(اے لوگو!) تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو۔ کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ تند مزاجی سے چرکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ

لِلدُّوَلِ فَيَتَّخِذَ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ وَلَا الْمُرْتَشِيْ فِي الْحُكْمِ فَيَذْهَبَ بِالْحُقُوْقِ وَيَقِفَ بِهَا دُوْنَ الْمَقَاطِعِ، وَلَا الْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكَ الْأُمَّةَ۔

وہ دوسروں کے حقوق کو رائیگاں کر دے گا اور انہیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ امت کو تباہ و برباد کر دے گا۔

خطبہ ۱۳۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
نَحْمَدُهُ عَلَى مَا أَخَذَ وَأَعْطَى، وَعَلَى مَا أَبْلَى وَابْتَلَى، الْبَاطِنُ لِكُلِّ خَفِيَّةٍ، وَالْحَاضِرُ لِكُلِّ سَرِيْرَةٍ، الْعَالِمُ بِمَا تُكِنُّ الصُّدُوْرُ، وَمَا تَخُوْنُ الْعُيُوْنُ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَجِيْبُهُ وَبَعِيْثُهُ، شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيْهَا السِّرُّ الْإِعْلَانَ وَالْقَلْبُ اللِّسَانَ۔

وہ جو کچھ لے اور جو کچھ دے اور جو نعمتیں بخشے اور جن آزمائشوں میں ڈالے (سب پر)، ہم اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں وہ ہر چھپی ہوئی چیز کی گہرائیوں سے آگاہ، اور ہر پوشیدہ شے پر حاضر و ناظر ہے وہ سینوں میں چھپی ہوئی چیزوں اور آنکھوں کی چوری چھپے اشاروں کا جاننے والا ہے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے برگزیدہ (بندے) اور فرستادہ (رسول) ہیں۔ ایسی گواہی کہ جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

(مِنْهَا) فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ الْجِدُّ لَا اللَّعِبُ وَالْحَقُّ لَا الْكَذِبُ۔ وَمَا هُوَ إِلَّا الْمَوْتُ قَدْ أَسْمَعَ دَاعِيْهِ وَأَعْجَلَ حَادِيْهِ، فَلَا يَغُرَّنَّكَ سَوَادُ النَّاسِ مِنْ نَفْسِكَ فَقَدْ رَأَيْتَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِمَّنْ جَمَعَ الْمَالَ وَحَذِرَ الْإِقْلَالَ وَأَمِنَ الْعَوَاقِبَ طُوْلَ أَمَلٍ وَاسْتِبْعَادَ أَجَلٍ۔ كَيْفَ نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ فَأَزْعَجَهُ عَنْ وَطَنِهِ۔ وَأَخَذَهُ مِنْ مَأْمَنِهِ، مَحْمُوْلًا عَلَى أَعْوَادِ الْمَنَايَا۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔ خدا کی قسم وہ چیز جو سراسر حقیقت ہے ہنسی کھیل نہیں اور سرتاپا حق ہے جھوٹ نہیں وہ صرف موت ہے اس کے پکارنے والے نے اپنی آواز پہنچا دی ہے اور اس کے ہنکانے والے نے جلدی مچا رکھی ہے یہ (زندہ) لوگوں کی کثرت تمہارے نفس کو دھوکا نہ دے، (کہ اپنی موت کو بھول جاؤ) تم ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے۔ جنہوں نے مال و دولت کو سمیٹا تھا جو افلاس سے ڈرتے تھے اور امیدوں کی درازی اور موت کی دوری کا فریب کھا کر نتائج سے بے خوف بن چکے تھے۔ دیکھ چکے ہو کہ کس طرح موت ان پر ٹوٹ پڑی کہ انہیں وطن سے نکال باہر کیا اور ان کی جائے

يَتَعَاطَى بِهِ الرِّجَالُ الرِّجَالَ حَمْلًا عَلَى الْمَنَاكِبِ وَ إِمْسَاكًا بِالْأَنَامِلِ أَمَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَأْمُلُوْنَ بَعِيْدًا وَ يَبْنُوْنَ مَشِيْدًا وَ يَجْمَعُوْنَ كَثِيْرًا كَيْفَ أَصْبَحَتْ بُيُوْتُهُمْ قُبُوْرًا ـ وَمَا جَمَعُوْا بُوْرًا ـ وَ صَارَتْ أَمْوَالُهُمْ لِلْوَارِثِيْنَ وَ أَزْوَاجُهُمْ لِقَوْمٍ آخَرِيْنَ لَا فِي حَسَنَةٍ يَزِيْدُوْنَ ، وَلَا مِنْ سَيِّئَةٍ يَسْتَعْتِبُوْنَ فَمَنْ أَشْعَرَ التَّقْوَى قَلْبَهُ بَرَّزَ مَهَلُهُ وَفَازَ عَمَلُهُ ـ فَاهْتَبِلُوْا هَبَلَهَا وَ اعْمَلُوْا لِلْجَنَّةِ عَمَلَهَا ـ فَإِنَّ الدُّنْيَا لَمْ تُخْلَقْ لَكُمْ دَارَ مُقَامٍ ، بَلْ خُلِقَتْ لَكُمْ مَجَازًا لِتَزَوَّدُوْا مِنْهَا الْأَعْمَالَ إِلَى دَارِ الْقَرَارِ فَكُوْنُوْا مِنْهَا عَلَى أَوْفَازٍ ، وَ قَرِّبُوا الظُّهُوْرَ لِلزِّيَالِ ـ

امن سے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اس عالم میں کہ وہ تابوت پر لدے ہوئے تھے اور لوگ یکے بعد دیگرے کندھا دے رہے تھے اور اپنی انگلیوں (کے سہارے) سے روکے ہوئے تھے کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دور کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ جنہوں نے مضبوط محل بنائے تھے اور ڈھیروں مال جمع کیا تھا۔ کس طرح ان کے گھر قبروں میں بدل گئے اور جمع شدہ پونجی تباہ ہو گئی اور ان کا مال وارثوں کا ہو گیا۔ اور ان کی بیویاں دوسروں کے پاس پہنچ گئیں (اب) نہ وہ نیکیوں میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کا کوئی موقعہ ہے کہ وہ کسی گناہ کے بعد (توبہ کرکے) اللہ کی رضامندیاں حاصل کر لیں جس شخص نے اپنے دل کو تقویٰ کا شعار بنا لیا وہ بھلائیوں میں سبقت لے گیا اور اس کا کیا کرایا سوارت ہوا۔ تقویٰ حاصل کرنے کا موقعہ غنیمت سمجھو اور جنت کے لیے جو عمل ہونا چاہیے اسے انجام دو۔ کیونکہ دنیا تمہاری قیام گاہ نہیں بنائی گئی۔ بلکہ یہ تو تمہارے لیے گزرگاہ ہے تاکہ تم اس سے اپنی منتقل قیام گاہ کے لیے زادا کٹھا کر سکو۔ اس دنیا سے چل نکلنے کے لیے آمادہ رہو، اور کوچ کے لیے سواریاں اپنے سے قریب کر لو کہ وقت آنے پر بآسانی سوار ہو سکو

✲

خطبہ ۱۳۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ،

وَانْقَادَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةُ بِأَزِمَّتِهَا وَ قَذَفَتْ إِلَيْهِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرَضُوْنَ مَقَالِيْدَهَا ، وَسَجَدَتْ لَهُ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ الْأَشْجَارُ النَّاضِرَةُ

دنیا و آخرت اپنی باگ ڈور اللہ کو سونپے ہوئے اس کے زیر فرمان ہے اور آسمان و زمین نے اپنی کنجیاں اس کے آگے ڈال دی ہیں اور ترو تازہ و شاداب درخت صبح و شام اس کے آگے سربسجود ہیں اور اپنی شاخوں سے چمکتی ہوئی آگ (کے شعلے) بھڑکاتے ہیں اور اس کے حکم سے

وَقَدَحَتْ لَهُ مِنْ قُضْبَانِهَا النِّيْرَانَ الْمُضِيْئَةَ وَآتَتْ أُكُلَهَا بِكَلِمَاتِ الثِّمَارِ الْيَانِعَةِ۔

(پھل پھول کر) پکے ہوئے میووں (کی ڈالیاں) پیش کرتے ہیں،

(مِنْهَا) وَكِتَابُ اللهِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نَاطِقٌ لَا يَعْيٰى لِسَانُهُ وَبَيْتٌ لَا تُهْدَمُ أَرْكَانُهُ۔ وَعِزٌّ لَا تُهْزَمُ أَعْوَانُهُ۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ اللہ کی کتاب تمہارے سامنے اس طرح (کھل کر) بولنے والی ہے کہ اس کی زبان کہیں لڑکھڑاتی نہیں اور ایسا گھر ہے جس کے کھمبے سرنگوں نہیں ہوتے اور ایسی عزت ہے کہ اس کے معاون شکست نہیں کھاتے۔

(وَمِنْهَا) أَرْسَلَهُ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَتَنَازُعٍ مِّنَ الْأَلْسُنِ۔ فَقَفّٰى بِهِ الرُّسُلَ وَخَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ فَجَاهَدَ فِي اللهِ الْمُدْبِرِيْنَ عَنْهُ وَالْعَادِلِيْنَ بِهِ۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا۔ اللہ نے آپ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رُکا پڑا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے۔ اتنی باتیں تھیں۔ چنانچہ آپ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا آپ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔

(وَمِنْهَا) وَإِنَّمَا الدُّنْيَا مُنْتَهٰى بَصَرِ الْأَعْمٰى، لَا يُبْصِرُ وَرَاءَهَا شَيْئًا وَّالْبَصِيْرُ يَنْفُذُهَا بَصَرُهُ. وَيَعْلَمُ أَنَّ الدَّارَ وَرَاءَهَا، فَالْبَصِيْرُ مِنْهَا شَاخِصٌ وَّالْأَعْمٰى إِلَيْهَا شَاخِصٌ وَّالْبَصِيْرُ مِنْهَا مُتَزَوِّدٌ۔ وَالْأَعْمٰى لَهَا مُتَزَوِّدٌ۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ (دل کے) اندھے کا منتہائے نظر یہی دنیا ہوتی ہے کہ اسے اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور نظر رکھنے والے کی نگاہیں اس سے پار چلی جاتی ہیں اور وہ اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک گھر ہے نگاہ رکھنے والا اس سے نکلنا چاہتا ہے اور اندھا اسی پر نظریں جمائے رہتا ہے با بصیرت اس سے (آخرت کے لیے) زاد حاصل کرتا ہے اور بے بصیرت اسی کے سروسامان میں لگا رہتا ہے۔

(وَمِنْهَا) وَاعْلَمُوْا أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَيَكَادُ صَاحِبُهُ أَنْ يَّشْبَعَ مِنْهُ وَيَمَلَّهُ إِلَّا الْحَيٰوةَ فَإِنَّهُ لَا يَجِدُ لَهُ فِي الْمَوْتِ رَاحَةً وَإِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْحِكْمَةِ الَّتِيْ

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے تمہیں جاننا چاہیئے کہ ہر شے سے آدمی کبھی کبھی سیر ہو جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے سوا زندگی کے کہ وہ کبھی مرنے میں راحت نہیں محسوس کرتا اور یہ اس حکمت کی طرح ہے کہ جو قلب مردہ کے لیے حیات، اندھی آنکھوں

هِیَ حَیَاۃٌ لِّلْقَلْبِ الْمَیِّتِ، وَ بَصَرٌ لِّلْعَیْنِ الْعَمْیَاءِ، وَ سَمْعٌ لِّلْاُذُنِ الصَّمَّاءِ، وَرِیٌّ لِلظَّمْاٰنِ وَ فِیْھَا الْغِنٰی کُلُّہٗ وَالسَّلَامَۃُ کِتَابُ اللّٰہِ تُبْصِرُوْنَ بِہٖ ـ وَ تَنْطِقُوْنَ بِہٖ ، وَ تَسْمَعُوْنَ بِہٖ ـ وَ یَنْطِقُ بَعْضُہٗ بِبَعْضٍ، وَیَشْھَدُ بَعْضُہٗ عَلٰی بَعْضٍ وَلَا یَخْتَلِفُ فِی اللّٰہِ وَلَا یُخَالِفُ بِصَاحِبِہٖ عَنِ اللّٰہِ ـ قَدِ اصْطَلَحْتُمْ عَلَی الْغِلِّ فِیْمَا بَیْنَکُمْ، وَ نَبَتَ الْمَرْعٰی عَلٰی دِمَنِکُمْ ـ وَ تَصَافَیْتُمْ عَلٰی حُبِّ الْاٰمَالِ وَ تَعَادَیْتُمْ فِیْ کَسْبِ الْاَمْوَالِ لَقَدِ اسْتَھَامَ بِکُمُ الْخَبِیْثُ وَتَاہَ بِکُمُ الْغُرُوْرُ، وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی نَفْسِیْ وَ اَنْفُسِکُمْ ـ

کے لیے بنیائی، بہرے کانوں کے لیے شنوائی اور تشنہ کام کے لیے سیراب ہے، اور اسی میں پورا پورا سامان کفایت و سرو سامان حفاظت ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے کہ جس کے ذریعہ تمہیں سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو۔ اس کے کچھ حصّے کچھ حصّوں کی وضاحت کرتے ہیں اور بعض بعض کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں یہ ذات الٰہی کے متعلق الگ الگ نظریے نہیں پیش کرتا اور اور نہ اپنے ساتھی کو اس کی راہ سے ہٹا کر کسی اور راہ پر لگا دیتا ہے۔ (مگر) تم نے دلی کدورتوں اور گھوروں پر اُگے ہوئے سبزہ کی خواہش پر ایکا کر لیا ہے۔ امیدوں کی چاہت پر تو تم میں صلح صفائی ہے اور مال کے کمانے پر ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہو تمہیں (شیطان) خبیث نے بھٹکا دیا ہے اور فریبوں نے تمہیں بہکا رکھا ہے میرے اور تمہارے نفسوں کے مقابل میں اللہ ہی مددگار ہے۔

خطبہ ۱۳۲

وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ:
وَقَدْ شَاوَرَہٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِی الْخُرُوْجِ اِلٰی غَزْوِ الرُّوْمِ بِنَفْسِہٖ ـ
وَقَدْ تَوَکَّلَ اللّٰہُ لِاَھْلِ ھٰذَا الدِّیْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَۃِ وَسَتْرِ الْعَوْرَۃِ، وَ الَّذِیْ نَصَرَھُمْ وَ ھُمْ قَلِیْلٌ لَّا یَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَھُمْ وَ ھُمْ قَلِیْلٌ لَّا یَمْتَنِعُوْنَ، حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ ـ اِنَّکَ مَتٰی

جب حضرت عمر ابن خطاب نے غزوہ روم میں شرکت کے لیے حضرت سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا:-

اللہ نے دین والوں کی حدوں کو تقویت پہنچانے اور ان کی غیر محفوظ جگہوں کو (دشمن کی) نظر سے بچائے رکھنے کا ذمہ لے لیا ہے وُہی خدا (اب بھی) زندہ و غیر فانی ہے۔ کہ جس نے اس وقت ان کی تائید و نصرت کی تھی جب کہ وہ اتنے تھوڑے تھے کہ دشمن سے انتقام نہیں لے سکتے تھے اور ان کی حفاظت کی جب وہ اتنے کم تھے کہ اپنے کو محفوظ

تَسِرْ اِلٰی ھٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِکَ فَتَلْقَھُمْ بِشَخْصِکَ فَتُنْکَبْ لَا تَکُنْ لِّلْمُسْلِمِیْنَ کَانِفَۃٌ دُوْنَ اَقْصٰی بِلَادِھِمْ۔ لَیْسَ بَعْدَکَ مَرْجِعٌ یَّرْجِعُوْنَ اِلَیْہِ۔ فَابْعَثْ اِلَیْھِمْ رَجُلًا مُّجَرَّبًا وَّاحْفِزْ مَعَہٗ اَھْلَ الْبَلَآءِ وَالنَّصِیْحَۃِ، فَاِنْ اَظْھَرَ اللہُ فَذَاکَ مَا تُحِبُّ، وَاِنْ تَکُنِ الْاُخْرٰی کُنْتَ رِدْءًا لِّلنَّاسِ وَ مَثَابَۃً لِّلْمُسْلِمِیْنَ۔

نہیں رکھ سکتے تھے۔ تم اگر خود ان دشمنوں کی طرف بڑھے اور ان سے ٹکرائے اور کسی افتاد میں پڑ گئے تو اس صورت میں مسلمانوں کے لیے دور کے شہروں کے پہلے کوئی ٹھکانا نہ رہے گا اور نہ تمہارے بعد کوئی ایسی پلٹنے کی جگہ ہو گی کہ اس کی طرف پلٹ کر آسکیں۔ تم ان کی طرف (اپنے بجائے) کوئی تجربہ کار آدمی بھیجو اور اس کے ساتھ اچھی کارکردگی والے اور خیر خواہی کرنے والے لوگوں کو بھیج دو۔ اگر اللہ نے غلبہ دے دیا تو تم یہی چاہتے ہو اگر دوسری صورت (شکست) ہو گئی تو تم لوگوں کے لیے ایک مددگار اور مسلمانوں کے لیے پلٹنے کا مقام ہو گے۔

اے امیرالمومنینؑ کے متعلق یہ عجیب روش اختیار کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ امور سیاست سے بے خبر اور طریق جہانبانی سے ناآشنا تھے کہ جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بنی اُمیّہ کے ہوس اقتدار سے پیدا کی ہوئی شورشوں کو آپ کی کمزوری سیاست کا نتیجہ قرار دیا جائے اور دوسری طرف خلفائے وقت نے مملکت کے اہم معاملات اور کفار سے محاربات کے سلسلہ میں جو مختلف مواقع پر آپ سے مشورے لیے انہیں بڑی اہمیت دے کر اچھالا جاتا ہے جس سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آپ کی صحت فکر و نظر اصابت رائے اور نہ رس بصیرت کو پیش کیا جائے بلکہ صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ آپ اور خلفاء میں اتحاد یگانگت اور یک جہتی کا مظاہرہ کیا جائے تاکہ ادھر توجہ ہی مبذول نہ ہونے پائے کہ آپ کسی مرحلہ پر ان سے متصادم بھی رہے ہیں اور باہم اختلاف و منافشات بھی رونما ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ تاریخی حقائق اس کے شاہد ہیں کہ آپ ان کے نظریات سے اختلاف کرتے تھے اور ان کے ہر اقدام کو درست و صحیح نہ سمجھتے تھے جیسا کہ خطبہ شقشقیہ میں ہر دور کے متعلق واشگاف لفظوں میں تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اختلاف رائے اور غم و غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن اس اختلاف کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلامی و اجتماعی مفاد کے سلسلہ میں صحیح رہنمائی نہ کی جائے۔ پھر امیرالمومنینؑ کی سیرت تو اتنی بلند تھی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی ایسے مشورے سے پہلوتہی کریں گے کہ جس سے مفادِ عامہ وابستہ ہو یا کوئی ایسا مشورہ دیں گے جس سے مصالح عامہ کو نقصان پہنچے۔ اسی لیے نظریات کے اختلاف کے باوجود آپ سے مشورے لیے جاتے تھے جس سے آپ کے کردار کی عظمت اور صحت فکر و نظر پر روشنی پڑتی ہے اور جس طرح پیغمبر اکرمؐ کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر ہے کہ کفار قریش آپ کو دعوتِ نبوت میں جھٹلانے کے باوجود بہترین امانت دار سمجھتے تھے اور کبھی آپ کی امانت پر شبہہ نہ کر سکے بلکہ مخالفت کے ہنگاموں میں بھی اپنی امانتیں بے کھٹکے آپ کے سپرد کر دیتے تھے اور کبھی یہ وہم بھی نہ کرتے تھے کہ ان کی امانتیں خرد برد ہو جائیں گی۔ یوں ہی امیرالمومنینؑ بھی

وثوق و اعتماد کی اس سطح بلند پر سمجھتے جاتے تھے کہ دوست و دشمن ان کی اصابتِ رائے پر اعتماد کرتے تھے تو جس طرح پیغمبر کے طرزِ عمل سے ان کے کمال امانتداری کا پتہ چلتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ ان میں اور کفار میں یگانگت تھی کیونکہ امانت اپنے مقام پر ہے اور کفر و اسلام کا ٹکراؤ اپنے مقام پر اسی طرح امیرالمومنین خلفاء سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کی نظروں میں ملکی و قومی مفاد کے محافظ اور اسلام کی فلاح و بہبود کے نگران سمجھے جاتے تھے، چنانچہ جہاں نوعی مفاد کا سوال پیدا ہوتا تھا آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپ شخصی اغراض کی سطح سے بلند ہو کر اپنی بے لاگ رائے کا اظہار فرما دیتے تھے اور حدیث نبوی المستشار موتمن مشیر امین ہوتا ہے کے پیش نظر کبھی غل و غش گوارا نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ فلسطین کے موقعہ پر جب حضرت عمرؓ نے اپنی شرکت کے بارے میں ان سے مشورہ لیا تو قطع نظر اس سے کہ آپ کی رائے ان کے جذبات کے موافق ہو یا مخالف آپ اسلام کی عزت و بقا کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور محاذ جنگ میں ایسے شخص کو بھیجنے کی رائے دیتے ہیں کہ جو آزمودہ کار اور فنون حرب و ضرب میں ماہر ہو، کیونکہ ناتجربہ کار آدمی کے چلے جانے سے اسلام کی بندھی ہوئی ہوا اکھڑ جاتی اور پیغمبر کے زمانہ سے جو مسلمانوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی ختم ہو جاتی اور ان کے چلے جانے سے فتح و کامرانی کے بجائے شکست و ہزیمت کے آثار آپ کو نظر آ رہے تھے اس لیے انہیں روک دیتے ہی میں اسلامی مفاد نظر آیا چنانچہ اس کا اظہار ان لفظوں فرمایا ہے کہ اگر تمہیں میدان چھوڑ کر پلٹنا پڑے تو یہ صرف تمہاری شکست نہ ہو گی بلکہ اس سے مسلمان بددل ہو کر حوصلہ چھوڑ بیٹھیں گے اور میدان جنگ سے روگردان ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے کیونکہ رئیس لشکر کے میدان چھوڑ دینے سے لشکر کے قدم جم نہ سکیں گے اور ادھر مرکز کے خالی ہو جانے کی وجہ سے یہ توقع بھی نہ کی جا سکے گی کہ عقب سے مزید فوجی کمک آ جائے گی کہ جس سے لڑنے بھڑنے والوں کی ڈھارس بندھی رہے۔

یہ ہے وہ مشورہ جسے باہمی روابط پر دلیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ یہ مشورہ صرف اسلام کی سربلندی اور اس کی عزت و بقا کے پیش نظر تھا جو آپ کو ہر مفاد سے زیادہ عزیز تھی اور کسی شخص خاص کی جان عزیز نہ تھی کہ جس کی بنا پر اسے جنگ میں شرکت سے روکا ہو۔

خطبہ ۱۳۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
وَقَدْ وَقَعَتْ مُشَاجَرَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عُثْمَانَ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ ابْنُ الْاَخْنَسِ لِعُثْمَانَ اَنَا اَكْفِيكَهُ فَقَالَ اَمِيرُالْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْمُغِيرَةِ۔

آپ میں اور عثمان ابن عفان میں کچھ بحث ہوئی تو مغیرہ ابن اخنس نے عثمان سے کہا میں تمہاری طرف سے نبٹ لیتا ہوں، جس پر آپ نے مغیرہ سے کہا:۔

اے بے اولاد و لعین کے بیٹے اور ایسے درخت کے پھل جس کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ تو بھلا مجھ سے کیا نبٹے

يَا بْنَ اللَّعِيْنِ الْاَبْتَرِ، وَ الشَّجَرَةِ الَّتِيْ لَا اَصْلَ لَهَا وَلَا فَرْعَ، اَنْتَ تَكْفِيْنِيْ؟ وَاللّٰهِ مَا اَعَزَّ اللّٰهُ مَنْ اَنْتَ نَاصِرُهٗ وَلَا قَامَ مَنْ اَنْتَ مُنْهِضُهٗ اُخْرُجْ عَنَّا اَبْعَدَ اللّٰهُ نَوَاكَ، ثُمَّ ابْلُغْ جُهْدَكَ فَلَا اَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ اِنْ اَبْقَيْتَ۔

گا۔ خدا کی قسم جس کا تجھ ایسا مددگار ہو، اللہ اسے غلبہ و سرفرازی نہیں دیتا اور جس کا تجھ ایسا ابھارنے والا ہو (وہ اپنے پیروں پر) کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ہم سے دور ہو خدا تیری منزل کو دور ہی رکھے اور اس کے بعد جو بن پڑے کرنا اور اگر کچھ بھی مجھ پر ترس کھائے تو خدا تجھ پر رحم نہ کرے

ا؎ مغیرہ ابن اخنس عثمان کے ہواخواہوں میں سے تھا۔ اس کا بھائی ابوالحکم ابن اخنس احد میں امیرالمومنین ؑ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ حضرت کی طرف سے دل میں کینہ و عناد رکھتا تھا۔ اس کا باپ ان لوگوں میں سے تھا جو فتح مکہ کے موقع پر بظاہر ایمان لے آئے۔ مگر دلوں میں کفر و نفاق لیے ہوئے تھے۔ اس لیے اسے لعین فرمایا ہے اور ابتر اس لیے کہا ہے کہ جس کی مغیرہ ایسی اولاد ہو وہ بے اولاد ہی سمجھے جانے کے لائق ہے۔

خطبہ ۱۳۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

لَمْ تَكُنْ بَيْعَتُكُمْ اِيَّايَ فَلْتَةً وَ لَيْسَ اَمْرِيْ وَ اَمْرُكُمْ وَاحِدًا، اِنِّيْ اُرِيْدُكُمْ لِلّٰهِ وَ اَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَنِيْ لِاَنْفُسِكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ اَعِيْنُوْنِيْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَاُنْصِفَنَّ الْمَظْلُوْمَ مِنْ ظَالِمِهٖ وَلَاَقُوْدَنَّ الظَّالِمَ بِخِزَامَتِهٖ، حَتّٰۤى اُوْرِدَهٗ مَنْهَلَ الْحَقِّ وَاِنْ كَانَ كَارِهًا۔

تم نے میری بیعت اچانک اور بے سوچے سمجھے نہیں کی تھی اور نہ میرا اور تمہارا معاملہ یکساں ہے میں تمہیں اللہ کے لیے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے شخصی فوائد کے لیے چاہتے ہو۔ اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو۔ خدا کی قسم میں مظلوم کا اس کے ظالم سے بدلہ لوں گا اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے سرچشمۂ حق تک کھینچ کر لے جاؤں گا۔ اگرچہ اسے یہ ناگوار کیوں نہ گزرے

خطبہ ۱۳۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ،

فِيْ مَعْنٰى طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ:-

وَاللّٰهِ مَا اَنْكَرُوْا عَلَيَّ مُنْكَرًا - وَلَا جَعَلُوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ نَصِفًا، وَ اِنَّهُمْ

طلحہ و زبیر کے متعلق ارشاد فرمایا۔

خدا کی قسم! انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا وہ

لَيَطْلُبُوْنَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوْهُ ، وَ دَمًا
هُمْ سَفَكُوْهُ ، فَإِنْ كُنْتُ شَرِيْكَهُمْ
فِيْهِ فَإِنَّ لَهُمْ نَصِيْبَهُمْ مِنْهُ ، وَ
اَنْ كَانُوْا وَلُوْهُ دُوْنِيْ فَمَا
الطَّلِبَةُ اِلَّا قِبَلَهُمْ وَ اِنَّ اَوَّلَ
عَدْلِهِمْ لَلْحُكْمُ عَلَى اَنْفُسِهِمْ اِنَّ
مَعِيَ لَبَصِيْرَتِيْ مَا لَبَسْتُ وَ لَا
لُبِّسَ عَلَيَّ وَ اِنَّهَا لَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ
فِيْهَا الْحَمَاءُ وَالْحُمَةُ وَ الشُّبْهَةُ
الْمُغْدِفَةُ ، وَ اِنَّ الْاَمْرَ لَوَاضِحٌ
وَ قَدْ زَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ نِصَابِهِ ،
وَ انْقَطَعَ لِسَانُهُ عَنْ شَغَبِهِ وَ
اَيْمُ اللّٰهِ لَاُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا اَنَا
مَاتِحُهُ لَا يَصْدِرُوْنَ عَنْهُ بِرِيٍّ ،
وَ لَا يَعُبُّوْنَ بَعْدَهُ فِيْ حَسْيٍ .

(مِنْهُ) فَاَقْبَلْتُمْ اِلَيَّ اِقْبَالَ
الْعُوْذِ الْمَطَافِيْلِ عَلٰى اَوْلَادِهَا
تَقُوْلُوْنَ الْبَيْعَةَ الْبَيْعَةَ قَبَضْتُ
كَفِّيْ فَبَسَطْتُمُوْهَا ، وَ نَازَعَتْكُمْ
يَدِيْ فَجَذَبْتُمُوْهَا اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمَا
قَطَعَانِيْ وَ ظَلَمَانِيْ ، وَ نَكَثَا
بَيْعَتِيْ وَ اَلَّبَا النَّاسَ عَلَيَّ ،
فَاحْلُلْ مَا عَقَدَا وَ لَا تُحْكِمْ
لَهُمَا مَا اَبْرَمَا وَ اَرِهِمَا
الْمَسَاءَةَ فِيْمَا اَمَّلَا وَ عَمِلَا ،

مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انہی سے ہونا چاہیئے اور ان کے عدل و انصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے، نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا اسگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنگ (حمیرا) ہے اور حق پر سیاہ پردے ڈالنے والے شبہے ہیں (اب تو) حقیقت حال کھل کر سامنے آچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شر انگیزی سے اس کی زبان بندی ہو چکی ہے خدا کی قسم! میں ان کے لیے ایک ایسا حوض چھلکا دوں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں کہ جس سے سیراب ہو کر پلٹنا ان کے امکان میں نہ ہوگا اور نہ اس کے بعد کوئی گڑھا کھود کر پانی پی سکیں گے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: تم اس طرح اشوق و رغبت سے (بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جس طرح نئی بیاہی ہوئی بچوں والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انہیں اپنی جانب پھیلایا۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھیننا چاہا۔ مگر تم نے انہیں کھینچا۔ خدایا ان دونوں نے میرے حقوق کو نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے، اور

وَلَقَدِ اسْتَثْبَتُّهُمَا قَبْلَ الْقِتَالِ. وَاسْتَانَيْتُ بِهِمَا أَمَامَ الْوِقَاعِ - فَغَمَطَا النِّعْمَةَ وَرَدَّا الْعَافِيَةَ -

میری بیعت کو توڑ دیا ہے - اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے، لہٰذا تو جو انہوں نے گرہیں لگائی ہیں انہیں کھول دے اور جو انہوں نے بٹا ہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور انہیں ان کی امیدوں اور کرتوتوں کا بُرا نتیجہ دکھا۔ میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انہیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انہیں ڈھیل دیتا رہا۔ لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا۔

خطبہ ۱۳۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
(يُومِي فِيهَا إِلَى ذِكْرِ الْمَلَاحِمِ)
يَعْطِفُ الْهَوَى عَلَى الْهُدَى إِذَا عَطَفُوا الْهُدَى عَلَى الْهَوَى وَيَعْطِفُ الرَّأْيَ عَلَى الْقُرْآنِ إِذَا عَطَفُوا الْقُرْآنَ عَلَى الرَّأْيِ -
(مِنْهَا) حَتَّى تَقُومَ الْحَرْبُ بِكُمْ عَلَى سَاقٍ بَادِيًا نَوَاجِذُهَا، مَمْلُوءَةً أَخْلَافُهَا حُلْوًا رَضَاعُهَا عَلْقَمًا عَاقِبَتُهَا - أَلَا وَفِي غَدٍ وَسَيَأْتِي غَدٌ بِمَا لَا تَعْرِفُونَ يَأْخُذُ الْوَالِي مِنْ غَيْرِهَا عُمَّالَهَا عَلَى مَسَاوِي أَعْمَالِهَا - وَتُخْرِجُ لَهُ الْأَرْضُ أَفَالِيذَ كَبِدِهَا وَتُلْقِي إِلَيْهِ سِلْمًا مَقَالِيدَهَا

اس میں آنے والے فتنوں اور ہنگاموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔"

وہ خواہشوں کو ہدایت کی طرف موڑے گا جبکہ لوگوں نے ہدایت کو خواہشوں کی طرف موڑ دیا ہوگا اور ان کی رایوں کو قرآن کی طرف پھیرے گا جب کہ انہوں نے قرآن کو (توڑ موڑ کر) قیاس و رائے کے ڈھرے پر لگا لیا ہوگا۔

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ (اس داعی حق سے پہلے) یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ جنگ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی۔ دانت نکالے ہوئے اور تھن بھرے ہوئے جن کا دودھ شیریں و خوش گوار معلوم ہوگا۔ لیکن اس کا انجام تلخ و ناگوار ہوگا۔ ہاں کل اور یہ کل بہت نزدیک ہے کہ ایسی چیزوں کو لے کر آجائے جنہیں ابھی تک تم نہیں پہچانتے حاکم و والی جو اس جماعت میں سے نہیں ہوگا تمام حکمرانوں سے ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے مواخذہ کرے گا اور زمین اس کے سامنے اپنے خزانے انڈیل دے گی اور اپنی کنجیاں

فَيُرِيكُمْ كَيْفَ عَدْلُ السِّيرَةِ، وَيُحْيِي مَيِّتَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔

(مِنْهَا) كَأَنِّي بِهِ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ وَفَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ فَعَطَفَ عَلَيْهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ وَفَرَشَ الْأَرْضَ بِالرُّؤُوسِ۔ قَدْ فَغَرَتْ فَاغِرَتُهُ، وَثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطْأَتُهُ بَعِيدَ الْجَوْلَةِ عَظِيمَ الصَّوْلَةِ وَاللهِ لَيُشَرِّدَنَّكُمْ فِي أَطْرَافِ الْأَرْضِ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْكُمْ إِلَّا قَلِيلٌ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ فَلَا تَزَالُونَ كَذَلِكَ حَتَّى تَؤُوبَ إِلَى الْعَرَبِ عَوَازِبُ أَحْلَامِهَا فَالْزَمُوا السُّنَنَ الْقَائِمَةَ وَالْآثَارَ الْبَيِّنَةَ وَالْعَهْدَ الْقَرِيبَ الَّذِي عَلَيْهِ بَاقِي النُّبُوَّةِ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ الشَّيْطَانَ إِنَّمَا يُسَنِّي لَكُمْ طُرُقَهُ لِتَتَّبِعُوا عَقِبَهُ۔

بسہولت اس کے آگے ڈال دے گی، چنانچہ وہ تمہیں دکھائے گا کہ حق و عدالت کی روش کیا ہوتی ہے اور وہ دم توڑ چکنے والی کتاب و سنت کو پھر سے زندہ کر دے گا۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے گویا یہ منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ (داعی باطل) شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور کوفہ کے اطراف میں اپنے جھنڈے لہرا رہا ہے اور کاٹ کھانے والی اونٹنی کی طرح اس پر (حملہ کرنے کے لیے) جھکا ہوا ہے اور اس نے زمین پر سروں کا فرش بچھا دیا ہے اس کا منہ (پھاڑ کھانے کے لیے) کھل چکا ہے اور زمین میں اس کی پامالیاں بہت سخت ہو چکی ہیں وہ دور دور تک بڑھ جانے والا اور بڑے شد و مد سے حملہ کرنے والا ہے۔ بخدا وہ تمہیں اطراف زمین میں بکھیر دے گا، یہاں تک کہ تم میں سے کچھ تھوڑے ہی بچیں گے جیسے آنکھ میں سرمہ تم اسی سراسیمگی کے عالم میں رہو گے۔ یہاں تک کہ عربوں کی عقلیں پھر اپنے ٹھکانے پر آ جائیں تم مضبوط طریقوں، روشن نشانیوں اور اسی قریب کے عہد پر جمے رہو کہ جس میں نبوت کے پائیدار آثار ہیں اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ شیطان اپنے قدم بقدم چلانے کے لیے راہیں آسان کرتا رہتا ہے۔

* * *

[1] امیر المومنینؑ کی یہ پیشین گوئی حضرت حجت کے ظہور کے سلسلہ میں ہے۔

[2] یہ عبد الملک ابن مروان کی طرف اشارہ ہے کہ جو مروان کے بعد شام میں برسر اقتدار آیا اور پھر مصعب کے مقابلہ میں مختار ابن ابی عبیدہ کے مارے جانے پر یہ اپنے پرچم لہراتا ہوا عراق کی طرف بڑھا اور اطراف کوفہ میں دیر جاثلیق کے نزدیک مقام مسکن پر مصعب کی فوجوں سے نبرد آزما ہوا اور اسے شکست دینے کے بعد فتحمندانہ کوفہ میں داخل ہوا، اور وہاں کے باشندوں سے بیعت لی اور پھر حجاج ابن یوسف ثقفی کو عبد اللہ ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکہ روانہ کیا چنانچہ اس نے مکہ کا محاصرہ کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی اور ہزاروں بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہایا۔ ابن زبیر کو قتل کر کے اس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا اور خلق خدا پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے کہ جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں:۔

خطبہ ۱۳۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
فِيْ وَقْتِ الشُّوْرٰى:-

شوریٰ کے موقع پر فرمایا:-

لَمْ يُسْرِعْ أَحَدٌ قَبْلِيْ إِلَى دَعْوَةِ حَقٍّ وَّ صِلَةِ رَحِمٍ، وَّعَائِدَةِ كَرَمٍ فَاسْمَعُوْا قَوْلِيْ وَعُوْا مَنْطِقِيْ عَسٰى أَنْ تَرَوْا هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا الْيَوْمِ تُنْتَضٰى فِيْهِ السُّيُوْفُ وَتُخَانُ فِيْهِ الْعُهُوْدُ حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُكُمْ أَئِمَّةً لِّأَهْلِ الضَّلَالَةِ وَشِيْعَةً لِّأَهْلِ الْجَهَالَةِ۔

مجھ سے پہلے تبلیغ حق صلہ رحم اور جود و کرم کی طرف کسی نے بھی تیزی سے قدم نہیں بڑھایا، لہٰذا تم میرے قول کو سنو اور میری باتوں کو یاد رکھو کہ تم جلدی ہی دیکھو گے کہ اس دن کے بعد سے خلافت کے لیے تلواریں سونت لی جائیں گی۔ اور عہد و پیمان توڑ کر رکھ دیئے جائیں گے یہاں تک کہ کچھ لوگ گمراہ لوگوں کے پیشوا بن کے کھڑے ہوں گے اور کچھ جاہلوں کے پیروکار ہو جائیں گے۔

خطبہ ۱۳۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
فِي النَّهْيِ عَنْ عَيْبِ النَّاسِ۔

اس میں لوگوں کو دوسروں کے عیب بیان کرنے سے روکا ہے۔

وَإِنَّمَا يَنْبَغِيْ لِأَهْلِ الْعِصْمَةِ وَالْمَصْنُوْعِ إِلَيْهِمْ فِي السَّلَامَةِ أَنْ يَّرْحَمُوْا أَهْلَ الذُّنُوْبِ وَالْمَعْصِيَةِ وَيَكُوْنَ الشُّكْرُ هُوَ الْغَالِبَ عَلَيْهِمْ وَالْحَاجِزَ لَهُمْ عَنْهُمْ فَكَيْفَ بِالْعَائِبِ الَّذِيْ عَابَ أَخَاهُ وَعَيَّرَهُ بِبَلْوَاهُ أَمَا ذَكَرَ مَوْضِعَ سَتْرِ اللّٰهِ عَلَيْهِ مِنْ ذُنُوْبِهِ مِمَّا هُوَ أَعْظَمُ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِيْ عَابَهُ بِهِ وَكَيْفَ يَذُمُّهُ بِذَنْبٍ قَدْ رَكِبَ مِثْلَهُ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ رَكِبَ ذٰلِكَ الذَّنْبَ بِعَيْنِهِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ فِيْمَا سِوَاهُ، مِمَّا هُوَ

جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک صاف ہے اور بفضل الٰہی گناہوں سے محفوظ ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ گنہگاروں اور خطاکاروں پر رحم کریں اور اس چیز کا شکر ہی (کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے بچائے رکھا ہے) ان پر غالب اور (دوسروں کے عیب اچھالنے) سے مانع رہے یہ جائیکہ وہ عیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے اور اس کے عیب بیان کر کے طعن و تشنیع کرے یہ آخر خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا جو اس نے خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس کی وہ غیبت کر رہا ہے بڑے تھے اور کیونکر کسی ایسے گناہ کی بنا پر اس کی برائی کرتا ہے جب کہ خود بھی ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو چکا ہے اور اگر بعینہ ویسا گناہ نہیں بھی کیا تو ایسے

أَعْظَمُ مِنْهُ، وَايْمُ اللّٰهِ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ عَصَاهُ فِي الْكَبِيرِ وَعَصَاهُ فِي الصَّغِيرِ لَجُرْأَتُهُ عَلَىٰ عَيْبِ النَّاسِ أَكْبَرُ۔

يَا عَبْدَ اللّٰهِ! لَا تَعْجَلْ فِي عَيْبِ أَحَدٍ بِذَنْبِهِ فَلَعَلَّهُ مَغْفُورٌ لَهُ، وَلَا تَأْمَنْ عَلَىٰ نَفْسِكَ صَغِيرَ مَعْصِيَةٍ فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ عَلَيْهِ فَلْيَكْفُفْ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ عَيْبَ غَيْرِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ عَيْبِ نَفْسِهِ وَلْيَكُنِ الشُّكْرُ شَاغِلًا لَهُ عَلَىٰ مُعَافَاتِهِ مِمَّا ابْتُلِيَ بِهِ غَيْرُهُ۔

٭ ٭ ٭

گناہ کئے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ خدا کی قسم! اگر اس نے گناہ کبیرہ نہیں بھی کیا تھا اور صرف صغیرہ کا مرتکب ہوا تھا، تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

اے خدا کے بندے جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ لگا، شاید اللہ نے وہ بخش دیا ہو اور اپنے کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے لیے بھی اطمینان نہ کرنا شاید کہ اس پر تجھے عذاب ہو۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی کسی دوسرے کے عیوب جانتا ہو، اسے ان کے اظہار سے باز رہنا چاہیئے اس علم کی وجہ سے جو خود اسے اپنے گناہوں کے متعلق ہے اور اس امر کا شکر کہ اللہ نے اسے ان چیزوں سے محفوظ رکھا ہے کہ جن میں دوسرے مبتلا ہیں کسی اور طرف اسے متوجہ نہ ہونے دے۔

لے عیب جوئی و خوردہ گیری کا مشغلہ اتنا عام اور ہمہ گیر ہو چکا ہے کہ اس کی بُرائی کا احساس تک جاتا رہا ہے اور اب تو نہ خواص کی زبانیں بند ہیں، نہ عوام کی نہ منبر کی رفعت اس سے مانع ہے نہ محراب کی تقدیس۔ بلکہ جہاں چند ہم خیال جمع ہوں گے۔ موضوعِ سخن اور دلچسپ مشغلہ یہی ہو گا کہ اپنے فریق مخالف کے عیوب رنگ آمیزیوں سے بیان کئے جائیں اور کان دھر کر ذوقِ سماعت کا مظاہرہ کیا جائے۔ حالانکہ غیبت کرنے والے کا دامن ان آلودگیوں سے خود آلودہ ہوتا ہے جن کا اظہار وہ دوسروں کے لیے کرتا ہے مگر وہ اپنے لیے یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے عیوب آشکارا ہوں تو پھر اُسے دوسروں کے جذبات کا بھی پاس و لحاظ کرتے ہوئے۔ ان کی عیب گیری و دل آزاری سے احتراز کرنا چاہیئے اور آنچہ برائے خود تمی پسندی برائے دیگراں میپسند پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ اپنے کسی برادرِ مومن کے عیب کو بغرض تنقیص اس طرح بے نقاب کرنا کہ اس کے لیے دل آزاری کا باعث ہو چاہے یہ اظہار زبان سے ہو یا محاکات سے اشارہ سے ہو یا کنایہ و تعریض سے۔ بعض لوگ غیبت بس اسی کو سمجھتے ہیں جو غلط اور خلاف واقع ہو۔ اور جو دیکھا اور سنا ہوا سے جوں کا توں بیان کر دینا ان کے نزدیک غیبت نہیں ہوتی اور وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم غیبت نہیں کرتے بلکہ جو دیکھا یا سنا ہے اسے صحیح صحیح بیان کر دیا ہے حالانکہ غیبت اسی سچ کہنے کا نام ہے اور اگر

جھوٹ ہو تو وہ افترا اور بہتان ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے کہ :۔

انہ قال هل تدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرك اخاك بما یکرہ قیل ارایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بھتہ۔

آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہو جو اس کے لیے ناگواری کا باعث ہو۔ کہنے والے نے کہا کہ اگر میں وہی بات کہوں جو واقعاً اس میں پائی جاتی ہو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر نہ ہو تو تم نے اس پر افترا باندھا ہے

غیبت میں مبتلا ہونے کے بہت سے وجوہ واسباب ہیں جن کی وجہ سے انسان کہیں دانستہ اور کہیں نادانستہ اس کا مرتکب ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ان وجوہ واسباب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ ان میں چند نمایاں اسباب یہ ہیں :۔

(۱) کسی کی ہنسی اڑانے اور اُسے پست وسبک دکھانے کے لیے (۲) لوگوں کو ہنسانے اور اپنی زندہ دلی و خوش طبعی کا مظاہرہ کرنے کے لیے (۳) غیظ وغضب کے تقاضوں سے متاثر ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے (۴) کسی کی تنقیص سے اپنا تفوق جتلانے کے لیے (۵) اپنی بے تعلقی اور برائت ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ بات مجھ سے سرزد نہیں ہوئی بلکہ فلاں سے سرزد ہوئی ہے (۶) کسی بزم میں بیٹھ کر ہم رنگ جماعت ہونے کے لیے تاکہ اس سے اجنبیت نہ برتی جائے (۷) کسی ایسے شخص کی بات کو بے وقعت بنانے کے لیے کہ جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کے کسی عیب کو بے نقاب کر دے گا (۸) اپنے کسی ہم پیشہ رقیب کی سرد بازاری کے لیے (۹) کسی رئیس کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کے لیے (۱۰) اظہار رنج وتاسف کے لیے یہ کہنا کہ مجھے افسوس ہے کہ فلاں شریف زادہ فلاں بری بات میں مبتلا ہو گیا ہے (۱۱) اظہار تعجب کے لیے مثلاً اس طرح کہنا کہ مجھے حیرت ہے کہ فلاں شخص اور یہ کام کرے (۱۲) کسی امر قبیح پر غم وغصہ کا اظہار کرنے کے لیے اس کے مرتکب کا نام لے دینا۔

البتہ چند صورتوں میں عیب گیری ونکتہ چینی غیبت میں شمار نہیں ہوتی :۔

(۱) مظلوم اگر دادرسی کے لیے ظالم کا گلہ کرے تو غیبت نہیں ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔

اللہ برائی کے اچھالنے کو پسند نہیں کرتا مگر وہ کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو"

(۲) مشورہ دینے کے موقع پر کسی کا کوئی عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے کیونکہ مشورہ میں غل وغش جائز نہیں ہے۔

(۳) اگر استفتاء کے سلسلہ میں کسی خاص شخص کو متعین کئے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو تو علی قدر الضرورۃ اس کا عیب بیان کر دینا غیبت نہ ہوگا (۴) کسی مسلمان کو ضرر سے بچانے کے لیے کسی خائن و بددیانت کی بددیانتی سے آگاہ کر دینا غیبت نہ ہوگا (۵)

کسی ایسے شخص کے سامنے کسی کی بُرائی کرنا کہ جو اُسے بُرائی سے روک سکتا ہو غیبت نہیں ہے (۶) روایت کے سلسلہ میں رواۃ پر نقد و تبصرہ غیبت میں داخل نہیں ہے (۷) اگر کوئی شخص اپنے کسی عیب ہی سے متعارف ہو تو اسے پہچنوانے کے لیے اس کا ذکر کرنا غیبت نہ ہو گا جیسے بہرا گونگا، گنجا، لنگڑا وغیرہ (۸) بغرض علاج طبیب کے سامنے مریض کے کسی عیب کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے (۹) اگر کوئی غلط نسب کا مدعی ہو تو اس کے نسب کی تردید کرنا غیبت نہ ہو گا (۱۰) اگر کسی کی جان و مال یا عزت کا بچاؤ اسی صورت میں ہو سکتا ہو کہ اُسے کسی عیب سے روشناس کیا جائے تو یہ بھی غیبت نہیں ہے (۱۱) اگر دو شخص آپس میں کسی کی ایسی برائی کا ذکر کریں کہ جو انہیں پہلے سے معلوم ہو تو یہ اگر چہ غیبت نہیں ہے تاہم زبان کو بچانا ہی بہتر ہے ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بھول چکا ہو (۱۲) جو علانیہ فسق و فجور کرتا ہو، اس کی برائی کرنا غیبت نہیں جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے۔ من القی جلباب الحیا فلاغیبۃ لہ۔ جو حیاء کی چادر اُتار ڈالے اس کی غیبت۔ غیبت نہیں :۔

خطبہ ۱۳۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَرَفَ مِنْ أَخِيهِ وَثِيقَةَ دِينٍ وَسَدَادَ طَرِيقٍ فَلَا يَسْمَعَنَّ فِيهِ أَقَاوِيلَ الرِّجَالِ. أَمَا إِنَّهُ قَدْ يَرْمِي الرَّامِي وَتُخْطِئُ السِّهَامُ وَيُحِيلُ الْكَلَامُ وَبَاطِلُ ذٰلِكَ يَبُورُ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ وَشَهِيدٌ. أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ إِلَّا أَرْبَعُ أَصَابِعَ (فَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَعْنٰى قَوْلِهِ هٰذَا. فَجَمَعَ أَصَابِعَهُ وَوَضَعَهَا بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَيْنِهِ ثُمَّ قَالَ) الْبَاطِلُ أَنْ تَقُولَ سَمِعْتُ، وَالْحَقُّ أَنْ تَقُولَ رَأَيْتُ.

اے لوگو! اگر تمہیں اپنے کسی بھائی کی دینداری کی پختگی اور طور طریقوں کی درستگی کا علم ہو تو پھر اس کے بارے میں افواہی باتوں پر کان نہ دھرو۔ دیکھو! کبھی تیر چلانے والا تیر چلاتا ہے اور اتفاق سے تیر خطا کر جاتا ہے اور بات ذرا میں اُدھر سے اُدھر ہو جاتی ہے اور جو غلط بات ہو گی وہ خود ہی نیست و نابود ہو جائے گی۔ اللہ ہر چیز کا سننے والا اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ سچ اور جھوٹ میں صرف چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔ جب آپ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے کان اور آنکھ کے درمیان رکھا اور فرمایا جھوٹ وہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے سنا اور سچ وہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے دیکھا۔

خطبہ ۱۴۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

جو شخص غیر مستحق کے ساتھ حسن سلوک برتتا ہے۔ اور

وَلَيْسَ لِوَاضِعِ الْمَعْرُوْفِ فِيْ غَيْرِ حَقِّهٖ وَ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهٖ مِنَ الْحَظِّ فِيْمَا أَتٰى إِلَّا مَحْمَدَةُ اللِّئَامِ، وَثَنَاءُ الْأَشْرَارِ، وَمَقَالَةُ الْجُهَّالِ، مَا دَامَ مُنْعِمًا عَلَيْهِمْ مَا أَجْوَدَ يَدَهٗ وَهُوَ عَنْ ذَاتِ اللّٰهِ بَخِيْلٌ! فَمَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلْيَصِلْ بِهِ الْقَرَابَةَ وَلْيُحْسِنْ مِنْهُ الضِّيَافَةَ وَ لْيَفُكَّ بِهِ الْأَسِيْرَ وَالْعَانِيَ وَ لْيُعْطِ مِنْهُ الْفَقِيْرَ وَالْغَارِمَ وَلْيَصْبِرْ نَفْسَهٗ عَلَى الْحُقُوْقِ وَالنَّوَائِبِ ابْتِغَاءَ الثَّوَابِ فَإِنَّ فَوْزًا بِهٰذِهِ الْخِصَالِ شَرَفُ مَكَارِمِ الدُّنْيَا وَدَرْكُ فَضَائِلِ الْاٰخِرَةِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

نااہلوں کے ساتھ احسان کرتا ہے، اس کے پلے یہی پڑتا ہے کہ کمینے اور شریر اس کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں اور جب تک وُہ دنیا دلاتا رہے جاہل کہتے رہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کتنا سخی ہے۔ حالانکہ اللہ کے معاملہ میں وُہ بخل کرتا ہے چاہیئے تو یہ کہ اللہ نے جسے مال دیا ہے وہ اس سے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ خوش اسلوبی سے مہمان نوازی کرے۔ قیدیوں اور خستہ حال اسیروں کو آزاد کرائے محتاجوں اور قرضداروں کو دے اور ثواب کی خواہش میں حقوق کی ادائیگی اور مختلف زحمتوں کو اپنے نفس پر برداشت کرے اس لیے کہ ان خصائل و عادات سے آراستہ ہونا دنیا کی بزرگیوں سے شرفیاب ہونا اور آخرت کی فضیلتوں کو پا لینا ہے، انشاءاللہ

خطبہ ۱۴۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي الْاِسْتِسْقَاءِ۔

طلب باراں کے سلسلہ میں:-

أَلَا وَإِنَّ الْأَرْضَ الَّتِيْ تَحْمِلُكُمْ وَ السَّمَاءَ الَّتِيْ تُظِلُّكُمْ مُطِيْعَتَانِ لِرَبِّكُمْ وَمَا أَصْبَحَتَا تَجُوْدَانِ لَكُمْ بِبَرَكَتِهِمَا تَوَجُّعًا لَكُمْ وَلَا زُلْفَةً إِلَيْكُمْ وَلَا لِخَيْرٍ تَرْجُوَانِهٖ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ أُمِرَتَا بِمَنَافِعِكُمْ فَأَطَاعَتَا، وَأُقِيْمَتَا عَلٰى حُدُوْدِ مَصَالِحِكُمْ فَقَامَتَا۔

دیکھو یہ زمین جو تمہیں اٹھائے ہوئے ہے اور یہ آسمان جو تم پر سایہ گستر ہے، دونوں تمہارے پروردگار کے زیر فرمان ہیں۔ یہ اپنی برکتوں سے اس لیے تمہیں مالا مال نہیں کرتے کہ ان کا دل تم پر کڑھتا ہے یا تمہارا تقرب چاہتے ہیں یا کسی بھلائی کے تم سے امیدوار ہیں۔ بلکہ یہ تو تمہاری منفعت رسانی پر مامور ہیں جسے بجالاتے ہیں اور تمہاری مصلحتوں کی حدوں پر انہیں ٹھہرایا گیا ہے چنانچہ یہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يَبْتَلِيْ عِبَادَهٗ عِنْدَ الْأَعْمَالِ السَّيِّئَةِ بِنَقْصِ الثَّمَرَاتِ وَ حَبْسِ الْبَرَكَاتِ، وَ إِغْلَاقِ خَزَائِنِ

(اللہ) اللہ سبحانہٗ بندوں کو ان کی بداعمالیوں کے وقت پھلوں کے کم کرنے، برکتوں کے روک لینے اور انعامات کے خزانوں کو بند کر دینے سے آزماتا ہے تاکہ توبہ کرنے والا

الْخَيْرَاتِ لِيَتُوبَ تَائِبٌ وَيُقْلِعَ مُقْلِعٌ ۔
وَيَتَذَكَّرَ مُتَذَكِّرٌ وَيَزْدَجِرَ مُزْدَجِرٌ ۔
وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْاِسْتِغْفَارَ
سَبَبًا لِدُرُورِ الرِّزْقِ وَرَحْمَةِ الْخَلْقِ
فَقَالَ سُبْحَانَهُ (اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ
كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ
مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ)
فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً اسْتَقْبَلَ تَوْبَتَهُ
وَاسْتَقَالَ خَطِيئَتَهُ ۔ وَبَادَرَ
مَنِيَّتَهُ ۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا خَرَجْنَا إِلَيْكَ مِنْ
تَحْتِ الْأَسْتَارِ وَالْأَكْنَانِ وَبَعْدَ عَجِيجِ
الْبَهَائِمِ وَالْوِلْدَانِ رَاغِبِينَ فِي
رَحْمَتِكَ، وَرَاجِينَ فَضْلَ نِعْمَتِكَ
وَخَائِفِينَ مِنْ عَذَابِكَ وَنِقْمَتِكَ
اَللّٰهُمَّ فَاسْقِنَا غَيْثَكَ وَلَا تَجْعَلْنَا
مِنَ الْقَانِطِينَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِينَ
وَلَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ
مِنَّا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ إِنَّا
خَرَجْنَا إِلَيْكَ نَشْكُو إِلَيْكَ مَا لَا
يَخْفَى عَلَيْكَ حِينَ أَلْجَأَتْنَا الْمَضَايِقُ
الْوَعْرَةُ وَأَجَاءَتْنَا الْمَقَاحِطُ الْمُجْدِبَةُ وَ
أَعْيَتْنَا الْمَطَالِبُ الْمُتَعَسِّرَةُ وَتَلَاحَمَتْ عَلَيْنَا
الْفِتَنُ الْمُسْتَصْعَبَةُ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ
أَنْ لَا تَرُدَّنَا خَائِبِينَ وَلَا تَقْلِبَنَا

توبہ کرے (انکار و سرکشی سے) باز آنے والا باز آجائے ۔
نصیحت و عبرت حاصل کرنے والا نصیحت و بصیرت حاصل
کرے اور گناہوں سے رکنے والا رک جائے ۔ اللہ سبحانہ،
نے توبہ و استغفار کو روزی کے اترنے کا سبب اور خلق
پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے ۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے
کہ اپنے پروردگار سے توبہ و استغفار کرو۔ بلاشبہ وہ بہت
بخشنے والا ہے ۔ وہی تم پر موسلا دھار مینہ برساتا ہے اور مال
و اولاد سے تمہیں سہارا دیتا ہے ۔ خدا اُس شخص پر رحم کرے
جو توبہ کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے ہاتھ اٹھائے
اور موت سے پہلے نیک اعمال کرے ۔

بار الٰہا! تیری رحمت کی خواہش کرتے ہوئے اور نعمتوں
کی فراوانی چاہتے ہوئے اور تیرے عذاب و غضب سے
ڈرتے ہوئے ہم پردوں اور گھروں کے گوشوں سے تیری
طرف نکل کھڑے ہوئے ہیں ۔ اس وقت جب کہ چوپائے چیخ
رہے ہیں اور بچے چلا رہے ہیں ۔ خدایا ہمیں بارش سے
سیراب کر دے اور ہمیں مایوس نہ کر اور خشک سالی سے
ہمیں ہلاک نہ ہونے دے اور ہم میں سے کچھ بے وقوفوں
کے کرتوت پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ لے ، اے رحم کرنے
والوں میں بہت رحم کرنے والے ، خدایا! جب ہمیں سخت
تنگیوں نے مضطرب و بے چین کر دیا اور قحط سالیوں نے بے
بس بنا دیا اور شدید حاجتمندیوں نے لاچار بنا ڈالا اور منہ
زور فتنوں کا ہم پر تانتا بندھ گیا تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں
گلہ لے کر اس کا جو تجھ سے پوشیدہ نہیں ۔ اے اللہ! ہم تجھ
سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں محروم نہ پلٹا اور نہ اس طرح کہ
ہم اپنے نفسوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہوں اور ہمارے گناہوں

وَاجِمِيْنَ وَلَا تُخَاطِبْنَا بِذُنُوْبِنَا وَلَا تُقَايِسْنَا بِاَعْمَالِنَا۔ اَللّٰهُمَّ انْشُرْ عَلَيْنَا غَيْثَكَ وَبَرَكَتَكَ وَرِزْقَكَ وَرَحْمَتَكَ وَاسْقِنَا سُقْيًا نَافِعَةً مُرْوِيَةً مُعْشِبَةً تُنْبِتُ بِهَا مَا قَدْ فَاتَ وَتُحْيِيْ بِهَا مَا قَدْ مَاتَ نَافِعَةَ الْحَيَا كَثِيْرَةَ الْمُجْتَنٰى تُرْوِيْ بِهَا الْقِيْعَانَ، وَتُسِيْلُ الْبُطْنَانَ وَتَسْتَوْرِقُ الْاَشْجَارَ وَتُرْخِصُ الْاَسْعَارَ اِنَّكَ عَلٰى مَا تَشَآءُ قَدِيْرٌ۔

کی بنا پر ہم سے (عتاب آمیز) خطاب نہ کر اور ہمارے کئے کے مطابق ہم سے سلوک نہ کر خداوندا! تو ہم پر باران و برکت اور رزق و رحمت کا دامن پھیلا دے اور ایسی سیرابی سے ہمیں نہال کر دے جو فائدہ بخشنے والی اور سیراب کرنے والی اور گھاس پات اگانے والی ہو کہ جس سے تو گئی گذری ہوئی (کھیتیوں میں پھر سے) روئیدگی لے آئے اور مردہ زمینوں میں حیات کی لہریں دوڑا دے۔ وہ ایسی سیرابی ہو کہ جس کی تر و تازگی (سرتاسر) فائدہ مند اور چنے ہوئے پھلوں کے انبار لیے ہو جس سے تو ہموار زمینوں کو جل تھل بنا دے اور ندی نالے بہا دے اور درختوں کو برگ و بار سے سر سبز کر دے اور نرخوں کو سستا کر دے بلاشبہ تو جو چاہے اس پر قادر ہے۔

خطبہ ۱۴۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

بَعَثَ اللّٰهُ رُسُلَهٗ بِمَا خَصَّهُمْ بِهٖ مِنْ وَّحْيِهٖ، وَجَعَلَهُمْ حُجَّةً لَّهٗ عَلٰى خَلْقِهٖ لِئَلَّا تَجِبَ الْحُجَّةُ لَهُمْ بِتَرْكِ الْاِعْذَارِ اِلَيْهِمْ، فَدَعَاهُمْ بِلِسَانِ الصِّدْقِ اِلٰى سَبِيْلِ الْحَقِّ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَشَفَ الْخَلْقَ كَشْفَةً - لَا اَنَّهٗ جَهِلَ مَا اَخْفَوْهُ مِنْ مَّصُوْنِ اَسْرَارِهِمْ وَمَكْنُوْنِ ضَمَآئِرِهِمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا - فَيَكُوْنَ الثَّوَابُ جَزَآءً وَّالْعِقَابُ

اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا اور انہیں مخلوق پر اپنی حجت ٹھہرایا تاکہ وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ ان پر حجت تمام نہیں ہوئی۔ چنانچہ اللہ نے انہیں سچی زبانوں سے راہ حق کی دعوت دی (یوں تو) اللہ مخلوقات کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے اور لوگوں کے ان رازوں اور بھیدوں سے کہ جنہیں وہ چھپا کر رکھتے ہیں بے خبر نہیں (پھر یہ حکم و احکام اس لیے دیئے ہیں) کہ وہ ان لوگوں کو آزما کر ظاہر کر دے کہ ان میں اعمال کے اعتبار سے کون اچھا ہے تاکہ ثواب ان کی جزا اور عقاب ان کی (بداعمالیوں) کی پاداش ہو کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ

بَوَآءَ - اَیْنَ الَّذِیْنَ زَعَمُوْآ اَنَّهُمُ الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ دُوْنَنَا كَذِبًا وَ بَغْیًا عَلَیْنَا اَنْ رَّفَعَنَا اللّٰهُ وَ وَضَعَهُمْ وَ اَعْطَانَا وَ حَرَمَهُمْ وَ اَدْخَلَنَا وَ اَخْرَجَهُمْ - بِنَا یُسْتَعْطَى الْهُدٰى وَ یُسْتَجْلَى الْعَمٰى - اِنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ قُرَیْشٍ غُرِسُوْا فِیْ هٰذَا الْبَطْنِ مِنْ هَاشِمٍ، لَا تَصْلُحُ عَلٰى سِوَاهُمْ وَ لَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ مِنْ غَیْرِهِمْ -

(مِنْهَا) اٰثَرُوْا عَاجِلًا وَ اَخَّرُوْآ اٰجِلًا وَ تَرَكُوْا صَافِیًا وَ شَرِبُوْا اٰجِنًا - كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى فَاسِقِهِمْ وَ قَدْ صَحِبَ الْمُنْكَرَ فَاَلِفَهٗ - وَ بَسِئَ بِهٖ وَ وَافَقَهٗ ، حَتّٰى شَابَتْ عَلَیْهِ مَفَارِقُهٗ وَ صُبِغَتْ بِهٖ خَلَائِقُهٗ - ثُمَّ اَقْبَلَ مُزْبِدًا كَالتَّیَّارِ لَا یُبَالِیْ مَا غَرَّقَ - اَوْ كَوَقْعِ النَّارِ فِی الْهَشِیْمِ لَا یَحْفِلُ مَا حَرَّقَ، اَیْنَ الْعُقُوْلُ الْمُسْتَصْبِحَةُ بِمَصَابِیْحِ الْهُدٰى وَ الْاَبْصَارُ اللَّامِحَةُ اِلٰى مَنَارِ التَّقْوٰى اَیْنَ الْقُلُوْبُ الَّتِیْ وُهِبَتْ لِلّٰهِ وَ عُوْقِدَتْ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ ازْدَحَمُوْا عَلَى الْحُطَامِ وَ تَشَاحُّوْا عَلَى الْحَرَامِ وَ رُفِعَ لَهُمْ عَلَمُ

راسخون فی العلم ہیں نہ ہم ۔ چونکہ اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور انہیں گرایا ہے اور ہمیں منصبِ امامت دیا ہے اور انہیں محروم رکھا ہے ۔ ہم ہی سے ہدایت کی طلب اور گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جا سکتی ہے بلاشبہ امام قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے ابھریں گے ۔ نہ امامت کسی اور کو زیب دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہو سکتا ہے ۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے ۔ ان لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے اور عقبیٰ کو پیچھے ڈال دیا ہے ۔ صاف پانی چھوڑ دیا ہے اور گندا پانی پینے لگے ہیں گویا میں ان کے فاسق کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ برائیوں میں رہا اتنا کہ انہی برائیوں سے اسے محبت ہو گئی اور ان سے مانوس ہوا اور ان سے اتفاق کرتا رہا ۔ یہاں تک کہ (انہی برائیوں میں) اس کے سر کے بال سفید ہو گئے اور اسی رنگ میں اس کی طبیعت رنگ گئی پھر یہ کہ وہ (منہ سے) کف دیتا ہوا متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھا بغیر اس کا کچھ خیال کئے کہ کس کو ڈبو رہا ہے اور بھوسے میں لگی ہوئی آگ کی طرح پھیلا بغیر اس کی پروا کئے ہوئے کہ کونسی چیزیں جلا رہا ہے ۔ کہاں ہیں ہدایت کے چراغوں سے روشن ہونے والی عقلیں اور کہاں ہیں تقویٰ کے روشن مینار کی طرف دیکھنے والی آنکھیں اور کہاں ہیں اللہ کے ہو جانے والے قلوب اور اس کی اطاعت پر جم جانے والے دل وہ تو مال دنیا پر ٹوٹ پڑے ہیں اور (مال) حرام پر جھگڑ رہے ہیں ۔ ان کے سامنے جنت اور دوزخ کے جھنڈے بلند ہیں، لیکن انہوں نے جنت سے اپنے

الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَصَرَفُوْا عَنِ الْجَنَّةِ وُجُوْهَهُمْ، وَ اَقْبَلُوْا اِلَى النَّارِ بِاَعْمَالِهِمْ۔ دَعَاهُمْ رَبُّهُمْ فَنَفَرُوْا وَ وَلَّوْا۔ وَدَعَاهُمُ الشَّيْطَانُ فَاسْتَجَابُوْا وَ اَقْبَلُوْا۔

مُنہ موڑ لیے ہیں اور اپنے اعمال کی وجہ سے دوزخ کی طرف بڑھ نکلے ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کو بلایا تو یہ بھڑک اُٹھے اور پیٹھ پھرا کر چل دیئے اور شیطان نے ان کو دعوت دی تو لبیک کہتے ہوئے اس کی طرف لپک پڑے۔

لے اس سے عبدالملک ابن مروان مراد ہے کہ جس نے اپنے عامل حجاج ابن یوسف کے ذریعہ ظلم وسّفاکی کی انتہا کر دی تھی

خطبہ ۱۴۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا اَنْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيْهِ الْمَنَايَا مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ۔ وَفِيْ كُلِّ اَكْلَةٍ غَصَصٌ لَا تَنَالُوْنَ مِنْهَا نِعْمَةً اِلَّا بِفِرَاقِ اُخْرٰى وَلَا يُعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِّنْكُمْ يَوْمًا مِّنْ عُمُرِهٖ اِلَّا بِهَدْمِ اٰخَرَ مِنْ اَجَلِهٖ وَلَا تُجَدَّدُ لَهٗ زِيَادَةٌ فِيْ اَكْلِهٖ اِلَّا بِنَفَادِ مَا قَبْلَهَا مِنْ رِّزْقِهٖ۔ وَلَا يَحْيٰى لَهٗ اَثَرٌ اِلَّا مَاتَ لَهٗ اَثَرٌ۔ وَلَا يَتَجَدَّدُ لَهٗ جَدِيْدٌ اِلَّا بَعْدَ اَنْ يَّخْلَقَ لَهٗ جَدِيْدٌ وَّلَا تَقُوْمُ لَهٗ نَابِتَةٌ اِلَّا وَتَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُوْدَةٌ۔ وَقَدْ مَضَتْ اُصُوْلٌ نَحْنُ فُرُوْعُهَا فَمَا بَقَاءُ فَرْعٍ بَعْدَ ذَهَابِ (اَصْلِهٖ) (مِنْهَا) وَمَا اُحْدِثَتْ بِدْعَةٌ اِلَّا تُرِكَ بِهَا سُنَّةٌ۔ فَاتَّقُوا الْبِدَعَ وَالْزَمُوا الْمَهْيَعَ اِنَّ عَوَازِمَ الْاُمُوْرِ اَفْضَلُهَا

اے لوگو! تم اس دنیا میں موت کی تیر اندازیوں کا ہدف ہو (جہاں) ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے۔ جہاں تم ایک نعمت اس وقت تک نہیں پاتے جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے۔ اور تم میں سے کوئی زندگی پانے والا ایک دن کی زندگی میں قدم نہیں رکھتا جب تک اس کی مدتِ حیات میں سے ایک دن کم نہیں ہو جاتا اور اس کے کھانے میں کسی اور رزق کا اضافہ نہیں ہوتا جب تک پہلا رزق ختم نہ ہو جائے اور جب تک ایک نقش مٹ نہ جائے دوسرا نقش ابھرتا نہیں اور جب تک کوئی نئی چیز کہنہ و فرسودہ نہ ہو جائے دوسری نئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور جب تک کٹی ہوئی فصل گر نہ جائے نئی فصل کھڑی نہیں ہوتی آباؤ اجداد گزر گئے اور ہم انہی کی شاخیں ہیں جب جڑ ہی نہ رہی تو شاخیں کہاں رہ سکتی ہیں؟۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ کوئی بدعت وجود میں نہیں آتی۔ مگر یہ کہ اس کی وجہ سے سنت کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ بدعتی لوگوں سے بچو روشن طریقہ پر جمے رہو۔ پرانی باتیں ہی

وَإِنَّ مُحْدَثَاتِهَا شِرَارُهَا۔

اچھی ہیں اور (دین میں) پیدا کی ہوئی نئی چیزیں بدترین ہیں۔

خطبہ ۱۴۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
وَقَدِ اسْتَشَارَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الشُّخُوصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ:

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ۔ وَهُوَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِيْ أَظْهَرَهُ، وَجُنْدُهُ الَّذِيْ أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ مَا طَلَعَ۔ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ وَمَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ فَإِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَهَبَ۔ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهِ أَبَدًا وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْإِسْلَامِ وَعَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَّاسْتَدِرِ الرَّحٰى بِالْعَرَبِ وَأَصْلِهِمْ دُوْنَكَ نَارَ الْحَرْبِ، فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ مَا تَدَعُ وَرَآءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ أَهَمَّ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ۔

إِنَّ الْأَعَاجِمَ إِنْ يَّنْظُرُوْا إِلَيْكَ غَدًا يَقُوْلُوْا هٰذَا أَصْلُ الْعَرَبِ فَإِذَا قَطَعْتُمُوْهُ

جب حضرت عمر ابن خطاب نے جنگِ فارس میں شریک ہونے کے لیے آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔

اس امر میں کامیابی و ناکامیابی کا دارو مدار فوج کی کمی بیشی پر نہیں رہا ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جسے اس نے (سب دینوں پر) غالب رکھا ہے اور اسی کا لشکر ہے جسے اس نے تیار کیا ہے اور اس کی ایسی نصرت کی ہے۔ کہ وُہ بڑھ کر اپنی موجودہ حد تک پہنچ گیا ہے اور پھیل کر اپنے موجودہ پھیلاؤ پر آگیا ہے اور ہم سے اللہ کا ایک وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی خود ہی مدد کرے گا۔ امور (سلطنت) میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈورے کی جو انہیں سمیٹ کر رکھتا ہے۔ جب ڈورا ٹوٹ جائے تو سب مہرے بکھر جائیں گے اور پھر کبھی سمٹ نہ سکیں گے۔ آج عرب والے اگرچہ گنتی میں کم ہیں مگر اسلام کی وجہ سے وہ بہت ہیں اور اتحاد باہمی کے سبب سے (فتح) و غلبہ پانے والے ہیں تم اپنے مقام پر کھونٹی کی طرح جمے رہو اور عرب کا نظم و نسق برقرار رکھو اور ان ہی کو جنگ کی آگ کا مقابلہ کرنے دو۔ اس لیے کہ اگر تم نے اس سرزمین کو چھوڑا تو عرب اطراف و جوانب سے تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ تمہیں اپنے سامنے کے حالات سے زیادہ ان مقامات کی فکر ہو جائے گی جنہیں تم اپنے پس پشت غیر محفوظ چھوڑ کر گئے ہو کل اگر عجم والے تمہیں دیکھیں

اسْتَرْخَتُمْ، فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ اَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَمَعِهِمْ فِيْكَ۔ فَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَسِيْرِ الْقَوْمِ اِلٰى قِتَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ هُوَ اَكْرَهُ لِمَسِيْرِهِمْ مِنْكَ، وَهُوَ اَقْدَرُ عَلٰى تَغْيِيْرِ مَا يَكْرَهُ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَاِنَّا لَمْ نَكُنْ نُقَاتِلُ فِيْمَا مَضٰى بِالْكَثْرَةِ۔ وَاِنَّمَا كُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُوْنَةِ۔

گے تو (آپس میں) یہ کہیں گے کہ یہ ہے "سردارِ عرب" اگر تم نے اس کا قلع قمع کر دیا تو آسودہ ہو جاؤ گے تو اس کی وجہ سے ان کی حرص و طمع تم پر زیادہ ہو جائے گی۔ لیکن یہ جو تم کہتے ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے لڑنے بھڑنے کے لیے چل کھڑے ہوئے ہیں تو اللہ ان کے بڑھنے کو تم سے زیادہ برا سمجھتا ہے۔ اور وہ جسے برا سمجھے اس کے بدلنے (اور روکنے) پر بہت قدرت رکھتا ہے اور ان کی تعداد کے متعلق جو کہتے ہو کہ وُہ بہت ہیں) تو ہم سابق میں کثرت کے بل بوتے پر نہیں لڑا کرتے تھے۔ بلکہ (اللہ کی) تائید و نصرت (کے سہارے) پر۔

⁂

جب حضرت عمر کو کچھ لوگوں نے جنگِ قادسیہ یا جنگِ نہاوند کے موقع پر شریکِ کارزار ہونے کا مشورہ دیا۔ تو آپ نے لوگوں کے مشورہ کو اپنے جذبات کے خلاف سمجھتے ہوئے امیرالمومنینؑ سے مشورہ لینا بھی ضروری سمجھا کہ اگر انہوں نے ٹھہرنے کا مشورہ دیا تو دوسروں کے سامنے یہ عذر کر دیا جائے گا کہ امیرالمومنینؑ کے مشورہ کی وجہ سے رک گیا ہوں اور اگر انہوں نے بھی شریک جنگ ہونے کا مشورہ دیا تو پھر کوئی اور تدبیر سوچ لی جائے گی۔ چنانچہ حضرت نے دوسروں کے خلاف انہیں ٹھہرے رہنے ہی کا مشورہ دیا۔ دوسرے لوگوں نے تو اس بنا پر انہیں شرکت کا مشورہ دیا تھا کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف لشکروالوں ہی کو جنگ میں نہ جھونکتے تھے بلکہ خود بھی شرکت فرماتے تھے اور اپنے خاندان کے عزیز ترین فردوں کو بھی اپنے ساتھ رکھتے تھا اور امیرالمومنینؑ کے پیشِ نظر یہ چیز تھی کہ ان کی شرکت اسلام کے لیے مفید نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا اپنے مقام پر ٹھہرے رہنا ہی مسلمانوں کو پراگندگی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ حاکم کی حیثیت ایک محور کی ہوتی ہے جس کے گرد نظامِ مملکت گھومتا ہے۔ ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی خاص شخصیت کے متعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حکمران مسلمان ہو یا کافر، عادل ہو یا ظالم، نیک عمل ہو یا بدکردار مملکت کے نظم و نسق کے لیے اس کا وجود ناگزیر ہے۔ جیسا کہ حضرت نے اس مطلب کو دوسرے مقام پر وضاحت سے بیان فرمایا ہے

وانه لابد للناس من امير برا و فاجر يعمل فى امرته المؤمن ويستمتع فيها

لوگوں کے لیے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے وہ نیک ہو یا بدکردار (اگر نیک ہو گا) تو مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا اور (اگر فاسق ہو گا) تو کافر اس کے عہد میں بہرہ

الکافر و یبلغ اللہ فیھا الاجل و یجمع بہ الفیٔ و یوخذ بہ للضعیف من القوی حتّٰی یستریح بہ بر و یستراح من فاجر۔

بہرہ اندوز ہوں گے اور اللہ اس نظامِ حکومت کی ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا اس حاکم کی وجہ سے (چاہے وُہ اچھا ہو یا بُرا) مالیات فراہم ہوتے ہیں دشمن سے لڑا جاتا ہے راستے پُرامن رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہو کر) راحت پائے اور بُرے حاکم (کے مرنے یا معزول ہونے) سے دوسروں کو راحت پہنچے۔

حضرت نے مشورہ کے موقع پر جو الفاظ کہے ہیں۔ ان سے حضرت عمر کے حاکم و صاحب اقتدار ہونے کے علاوہ اور کسی خصوصیت کا اظہار نہیں ہوتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہیں دنیاوی اقتدار حاصل تھا چاہے وہ صحیح طریق سے حاصل ہوا ہو یا غلط طریق سے اور جہاں اقتدار ہو وہاں رعیت کی مرکزیت بھی حاصل ہوتی ہے اسی لیے حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ نکل کھڑے ہوں گے تو پھر عرب بھی جوق در جوق میدان جنگ کا رُخ کریں گے۔ کیونکہ جب حکمران ہی نکل کھڑا ہو تو رعیت پیچھے رہنا گوارا نہ کرے گی اور ان کے نکلنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شہروں کے شہر خالی ہو جائیں گے اور دشمن بھی ان کے میدان جنگ میں پہنچ جانے سے یہ اندازہ کرے گا کہ اسلامی شہر خالی پڑے ہیں اگر انہیں پسپا کر دیا گیا تو پھر مسلمانوں کو مرکز سے کمک حاصل نہیں ہو سکتی اور اگر حکمران ہی کو ختم کر دیا تو فوج خود بخود منتشر ہو جائے گی۔ کیونکہ حکمران بمنزلہ اساس و بنیاد کے ہوتا ہے۔ جب بنیاد ہی ہل جائے تو دیواریں کہاں کھڑی رہ سکتی ہیں۔ یہ اصل العرب (عرب کی جڑ) کی لفظ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی بلکہ عجموں کی زبان سے نقل کی ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی نظروں میں بنیاد عرب ہی سمجھے جا رہے تھے اور پھر یہ اضافت ملک کی طرف ہے اسلام یا مسلمین کی طرف نہیں ہے کہ اسلامی اعتبار سے ان کی کسی اہمیت کا اظہار ہو۔

جب حضرت نے انہیں بتایا کہ ان کے پہنچ جانے سے عجم انہی کی تاک میں رہیں گے اور ہتھے چڑھ جانے پر وہ قتل کیے بغیر نہ رہیں گے تو ایسی باتیں اگرچہ شجاعوں کے لیے سمندِ ہمت پر تازیانہ کا کام دیتی ہیں اور ان کا جوش و ولولہ ابھر آتا ہے۔ مگر آپ نے ٹھہرے رہنے ہی کا مشورہ پسند فرمایا اور جنگ کے شعلوں سے اپنا دامن بچانا ہی بہتر سمجھا اگر یہ مشورہ ان کے طبعی میلان کے موافق نہ ہوتا تو وُہ اس طرح خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم نہ کرتے بلکہ کچھ کہتے سنتے اور یہ سمجھانے کی کوشش کرتے کہ ملک میں کسی کو نائب بنا کر ملکی نظم و نسق کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اور پھر جب اور لوگوں نے جانے کا مشورہ دیا تو امیر المومنین ؑ سے مشورہ لینے کا داعی اس کے علاوہ ہو ہی کیا سکتا تھا کہ رک جانے کا کوئی سہارا مل جائے۔

خطبہ ۱۴۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

فَبَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهٗ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ إِلٰى عِبَادَتِهٖ، وَمِنْ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ إِلٰى طَاعَتِهٖ بِقُرْاٰنٍ قَدْ بَيَّنَهٗ وَأَحْكَمَهٗ لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ إِذْ جَهِلُوْهُ. وَلِيُقِرُّوْا بِهٖ إِذْ جَحَدُوْهُ وَلِيُثْبِتُوْهُ بَعْدَ إِذْ أَنْكَرُوْهُ. فَتَجَلّٰى سُبْحٰنَهٗ لَهُمْ فِيْ كِتَابِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّكُوْنُوْا رَأَوْهُ بِمَا أَرَاهُمْ مِّنْ قُدْرَتِهٖ. وَخَوَّفَهُمْ مِنْ سَطْوَتِهٖ. وَكَيْفَ مَحَقَ مَنْ مَّحَقَ بِالْمَثُلَاتِ. وَاحْتَصَدَ مَنِ احْتَصَدَ بِالنَّقِمَاتِ وَإِنَّهٗ سَيَأْتِيْ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِيْ زَمَانٌ لَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ أَخْفٰى مِنَ الْحَقِّ وَلَا أَظْهَرَ مِنَ الْبَاطِلِ وَلَا أَكْثَرَ مِنَ الْكَذِبِ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ سِلْعَةٌ أَبْوَرَ مِنَ الْكِتَابِ إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ وَلَا أَنْفَقَ مِنْهُ إِذَا حُرِّفَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَلَا فِي الْبِلَادِ شَيْءٌ أَنْكَرَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَلَا أَعْرَفَ مِنَ الْمُنْكَرِ فَقَدْ نَبَذَ الْكِتَابَ حَمَلَتُهٗ. وَتَنَاسَاهُ حَفَظَتُهٗ فَالْكِتَابُ يَوْمَئِذٍ وَأَهْلُهٗ مَنْفِيَّانِ

اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی پرستش کی طرف، اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں تاکہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔ اللہ اُن کے سامنے بغیر اس کے کہ اُسے دیکھا ہو قدرت کی (ان نشانیوں) کی وجہ سے جلوہ طراز ہے، کہ جو اس نے اپنی کتاب میں دکھائی ہیں اور اپنی سطوت و شوکت کی (قہرمانیوں سے) نمایاں ہے کہ جن سے ڈرایا ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جنہیں اُسے مٹانا تھا۔ انہیں کس طرح اس نے اپنی عقوبتوں سے مٹا دیا اور جنہیں تہس نہس کرنا تھا انہیں کیونکر اپنے عذابوں سے تہس نہس کر دیا۔ میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق بہت پوشیدہ اور باطل بہت نمایاں ہو گا۔ اور اللہ و رسول پر افترا پردازی کا زور ہو گا۔ اس زمانہ والوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہو گی جب کہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسے پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہو گی۔ اس وقت جب کہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے اور نہ (اُن کے) شہروں میں نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی ہو گی۔ چنانچہ قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ کر دیں گے اور حفظ کرنے والے اس کی (تعلیم) بھلا بیٹھیں گے اور قرآن اور قرآن والے

طَرِيْدَانِ وَصَاحِبَانِ مُصْطَحِبَانِ.
فِيْ طَرِيْقٍ وَّاحِدٍ لَا يُؤْوِيْهِمَا مُؤْوٍ
فَالْكِتَابُ وَاَهْلُهٗ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ
فِي النَّاسِ وَلَيْسَا فِيْهِمْ، وَمَعَهُمْ
وَلَيْسَا مَعَهُمْ لِاَنَّ الضَّلَالَةَ لَا تُوَافِقُ
الْهُدٰى وَاِنِ اجْتَمَعَا. فَاجْتَمَعَ
الْقَوْمُ عَلَى الْفُرْقَةِ. وَافْتَرَقُوْا عَنِ
الْجَمَاعَةِ. كَاَنَّهُمْ اَئِمَّةُ الْكِتَابِ وَلَيْسَ
الْكِتَابُ اِمَامَهُمْ فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ مِّنْهُ
اِلَّا اسْمُهٗ. وَلَا يَعْرِفُوْنَ اِلَّا خَطَّهٗ وَ
زَبْرَهٗ. وَمِنْ قَبْلُ مَا مَثَّلُوْا بِالصّٰلِحِيْنَ
كُلَّ مُثْلَةٍ وَّسَمَّوْا صِدْقَهُمْ عَلَى اللّٰهِ فِرْيَةً
وَجَعَلُوْا فِي الْحَسَنَةِ عُقُوْبَةَ السَّيِّئَةِ.

وَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِطُوْلِ
اٰمَالِهِمْ وَتَغَيُّبِ اٰجَالِهِمْ حَتّٰى نَزَلَ
بِهِمُ الْمَوْعُوْدُ الَّذِيْ تُرَدُّ عَنْهُ
الْمَعْذِرَةُ وَتُرْفَعُ عَنْهُ التَّوْبَةُ وَتَحُلُّ
مَعَهُ الْقَارِعَةُ وَالنِّقْمَةُ.

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ مَنِ اسْتَنْصَحَ اللّٰهَ
وُفِّقَ وَمَنِ اتَّخَذَ قَوْلَهٗ دَلِيْلًا هُدِيَ
"لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ" فَاِنَّ جَارَ اللّٰهِ اٰمِنٌ
وَعَدُوَّهٗ خَائِفٌ. وَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ
لِمَنْ عَرَفَ عَظَمَةَ اللّٰهِ اَنْ يَّتَعَظَّمَ
فَاِنَّ رِفْعَةَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا
عَظَمَتُهٗ اَنْ يَّتَوَاضَعُوْا لَهٗ وَسَلَامَةَ

(اہلبیت) بے گھر اور بے در ہوں گے اور ایک ہی راہ
میں ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے انہیں کوئی پناہ دینے
والا نہ ہو گا۔ وہ (بظاہر) لوگوں میں ہوں گے۔ مگر ان
سے الگ تھلگ ان کے ساتھ ہوں گے، مگر بے تعلق اس لیے
کہ گمراہی ہدایت سے سازگار نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ یک جا ہوں۔
لوگوں نے تفرقہ پردازی پر تو اتفاق کر لیا ہے اور جماعت سے
کٹ گئے ہیں۔ گویا کہ وہ کتاب کے پیشوا ہیں کتاب ان کی
پیشوا نہیں۔ ان کے پاس تو صرف قرآن کا نام رہ گیا ہے۔ اور
صرف اس کے خطوط و نقوش کو پہچان سکتے ہیں۔ اس آنے
والے دور سے پہلے وہ نیک بندوں کو طرح طرح کی اذیتیں
پہنچا چکے ہوں گے اور اللہ کے متعلق ان کی سچی باتوں کا
نام بھی بہتان رکھ دیا ہو گا اور نیکیوں کے بدلہ میں انہیں
بُری سزائیں دی ہوں گی۔"

تم سے پہلے لوگوں کی تباہی کا سبب یہ ہے کہ وہ
امیدوں کے دامن پھیلاتے رہے اور موت کو نظروں سے
اوجھل سمجھا کیے۔ یہاں تک کہ جب وعدہ کی ہوئی (موت)
آگئی تو ان کی معذرت کو ٹھکرا دیا گیا اور توبہ اٹھا لی گئی اور مصیبت
و بلا ان پر ٹوٹ پڑی۔

اے لوگو! جو اللہ سے نصیحت چاہے اسے ہی توفیق
نصیب ہوتی ہے اور جو اس کے ارشادات کو رہنما بنائے
وُہ سیدھے راستہ پر ہو لیتا ہے اس لیے کہ اللہ کی ہمسائیگی
میں رہنے والا امن و سلامتی میں ہے اور اس کا دشمن
خوف و ہراس میں جو اللہ کی عظمت و جلالت کو پہچان لے
اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عظمت کی نمائش
کرے چونکہ جو اس کی عظمت کو پہچان چکے ہیں ان کی رفعت و

الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا قُدْرَتُهٗ اَنْ يَّسْتَسْلِمُوْا لَهٗ فَلَا تَنْفِرُوْا مِنَ الْحَقِّ نِفَارَ الصَّحِيْحِ مِنَ الْاَجْرَبِ وَالْبَارِیْ مِنْ ذِی السَّقَمِ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ لَنْ تَعْرِفُوا الرُّشْدَ حَتّٰی تَعْرِفُوا الَّذِیْ تَرَكَهٗ۔ وَلَنْ تَاْخُذُوْا بِمِيْثَاقِ الْكِتَابِ حَتّٰی تَعْرِفُوا الَّذِیْ نَبَذَهٗ فَالْتَمِسُوْا ذٰلِكَ مِنْ عِنْدِ اَهْلِهٖ فَاِنَّهُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ وَ مَوْتُ الْجَهْلِ هُمُ الَّذِيْنَ يُخْبِرُكُمْ حُكْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ، وَ صَمْتُهُمْ عَنْ مَنْطِقِهِمْ، وَظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ لَا يُخَالِفُوْنَ الدِّيْنَ وَلَا يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَهُوَ بَيْنَهُمْ شَاهِدٌ صَادِقٌ وَصَامِتٌ نَاطِقٌ۔

بلندی اسی میں ہے کہ اس کے آگے جھک جائیں اور جو اس کی قدرت کو جان چکے ہیں۔ ان کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سر تسلیم خم کردیں حق سے اس طرح بھڑک نہ اٹھو جس طرح صحیح و سالم خارش زدہ سے یا تندرست بیمار سے تم ہدایت کو اس وقت تک نہ پہچان سکو گے جب تک اس کے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو اور قرآن کے عہد و پیمان کے پابند نہ رہ سکو گے جب تک کہ اس کے توڑنے والے کو نہ جان لو اور اس سے وابستہ نہیں رہ سکتے جب تک اسے دور پھینکنے والی کی شناخت نہ کر لو، جو ہدایت والے ہیں انہی سے ہدایت طلب کرو، وہی علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا (دیا ہوا) ہر حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کی گویائی کا پتہ دے گی اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ دار ہے۔ وہ نہ دین کی مخالفت کرتے ہیں نہ اس کے بارے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ دین ان کے سامنے ایک سچا گواہ ہے اور ایک ایسا بے زبان ہے جو بول رہا ہے۔

خطبہ ۱۴۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

(فِیْ ذِكْرِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ)

كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَرْجُوا الْاَمْرَ لَهٗ وَيَعْطِفُهٗ عَلَيْهِ دُوْنَ صَاحِبِهٖ لَا يَمُتَّانِ اِلَى اللّٰهِ بِحَبْلٍ۔ وَلَا يَمُدَّانِ اِلَيْهِ بِسَبَبٍ كُلٌّ وَّاحِدٍ مِّنْهُمَا حَامِلُ ضَبٍّ لِّصَاحِبِهٖ وَعَمَّا قَلِيْلٍ يُكْشَفُ قِنَاعُهٗ بِهٖ۔ وَاللّٰهِ

ان دونوں (طلحہ و زبیر) میں سے ہر ایک اپنے لیے خلافت کا امیدوار ہے اور اسے اپنی ہی طرف موڑ کر لانا چاہتا ہے، نہ اپنے ساتھی کی طرف، وہ اللہ کی طرف کسی وسیلہ سے توسل نہیں ڈھونڈھتے اور نہ کوئی ذریعہ لے کر اس کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے (دلوں میں کینہ) لیے ہوئے ہیں اور جلد ہی اس سلسلے میں بے نقاب ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو

لَئِنْ اَصَابُوا الَّذِیْ یُرِیْدُوْنَ لَیَنْتَزِعَنَّ هٰذَا نَفْسَ هٰذَا وَ لَیَاْتِیَنَّ هٰذَا عَلٰی هٰذَا قَدْ قَامَتِ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ فَاَیْنَ الْمُحْتَسِبُوْنَ فَقَدْ سُنَّتْ لَهُمُ السُّنَنُ وَ قُدِّمَ لَهُمُ الْخَبَرُ وَ لِکُلِّ ضَلَّةٍ عِلَّةٌ وَ لِکُلِّ نَاکِثٍ شُبْهَةٌ۔ وَاللّٰهِ لَا اَکُوْنُ کَمُسْتَمِعِ اللَّدْمِ یَسْمَعُ النَّاعِیَ وَ یَحْضُرُ الْبَاکِیَ ثُمَّ لَا یَعْتَبِرُ۔

جائیں تو ایک ان میں دوسرے کو جان ہی سے مار ڈالے اور ختم کر کے ہی دم لے (دیکھو) باغی گروہ اٹھ کھڑا ہوا ہے (اب) کہاں ہیں اجر و ثواب کے چاہنے والے جب کہ حق کی راہیں مقرر ہو چکی ہیں اور یہ خبر انہیں پہلے سے دی جا چکی ہے ہر گمراہی کے لیے حیلے بہانے ہوا کرتے ہیں اور ہر پیمان شکن (دوسروں) کو اشتباہ میں ڈالنے کے لیے کوئی نہ کوئی بات بنا لیا کرتا ہے خدا کی قسم! میں اس شخص کی طرح نہیں ہوں گا جو ماتم کی آواز پر کان دھرے، موت کی سنائی دینے والے کی آواز سنے اور رونے والے کے پاس (پرسے کے لیے) بھی جائے اور پھر عبرت حاصل نہ کرے۔

* * *

خطبہ ۱۴۷

وَمِنْ کَلَامٍ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ:

(قَبْلَ مَوْتِهٖ)۔

اَیُّهَا النَّاسُ کُلُّ امْرِئٍ لَاقٍ مَا یَفِرُّ مِنْهُ فِیْ فِرَارِهٖ وَالْاَجَلُ مَسَاقُ النَّفْسِ۔ وَالْهَرَبُ مِنْهُ مُوَافَاتُهٗ کَمْ اَطْرَدْتُ الْاَیَّامَ اَبْحَثُهَا عَنْ مَکْنُوْنِ هٰذَا الْاَمْرِ فَاَبَی اللّٰهُ اِلَّا اِخْفَآءَهٗ۔ هَیْهَاتَ۔ عِلْمٌ مَخْزُوْنٌ ۔ اَمَّا وَصِیَّتِیْ فَاللّٰهُ لَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا، وَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَا تُضَیِّعُوْا سُنَّتَهٗ اَقِیْمُوْا هٰذَیْنِ الْعَمُوْدَیْنِ وَ اَوْقِدُوْا هٰذَیْنِ الْمِصْبَاحَیْنِ وَ خَلَاکُمْ

مرنے سے پہلے فرمایا:۔

اے لوگو! ہر شخص اسی چیز کا سامنا کرنے والا ہے جس سے وہ راہ فرار اختیار کئے ہوئے ہے اور جہاں زندگی کا سفر کھینچ کر لے جاتا ہے وُہی حیات کی منزل منتہا ہے موت سے بھاگنا اسے پا لینا ہے۔ میں نے اس موت کے چھپے ہوئے بھیدوں کی جستجو میں کتنا ہی زمانہ گذارا مگر مشیّت ایزدی یہی رہی کہ اس کی (تفصیلات) بے نقاب نہ ہوں۔ اس کی منزل تک رسائی کہاں وہ تو ایک پوشیدہ علم ہے تو ہاں میری وصیّت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو۔ جب تک منتشر و پراگندہ نہیں ہوتے تم میں کوئی برائی نہیں آئے گی۔ تم میں سے ہر شخص

ذِمَّمَ مَا لَمْ تَشْرُدُوا۔ حَمَّلَ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ مَّجْهُودَهُ۔ وَخَفَّفَ عَنِ الْجَهَلَةِ رَبٌّ رَّحِيمٌ، وَّدِينٌ قَوِيمٌ، وَّإِمَامٌ عَلِيمٌ أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ، وَأَنَا الْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَّكُمْ وَغَدًا مُّفَارِقُكُمْ غَفَرَ اللّٰهُ لِي وَلَكُمْ۔

إِنْ تَثْبُتِ الْوَطْأَةُ فِي هٰذِهِ الْمَزَلَّةِ فَذَاكَ۔ وَإِنْ تَدْحَضِ الْقَدَمُ۔ فَإِنَّا كُنَّا فِي أَفْيَاءِ أَغْصَانٍ وَمَهَبِّ رِيَاحٍ وَّتَحْتَ ظِلِّ غَمَامٍ اضْمَحَلَّ فِي الْجَوِّ مُتَلَفَّقُهَا وَعَفَا فِي الْأَرْضِ مَخَطُّهَا۔ وَإِنَّمَا كُنْتُ جَارًا جَاوَرَكُمْ بَدَنِي أَيَّامًا، وَّسَتُعْقَبُونَ مِنِّي جُثَّةً خَلَاءً: سَاكِنَةً بَعْدَ حَرَاكٍ وَّصَامِتَةً بَعْدَ نُطْقٍ۔ لِيَعِظْكُمْ هُدُوِّي۔ وَخُفُوتُ إِطْرَاقِي وَسُكُونُ أَطْرَافِي فَإِنَّهُ أَوْعَظُ لِلْمُعْتَبِرِينَ مِنَ الْمَنْطِقِ الْبَلِيغِ وَالْقَوْلِ الْمَسْمُوعِ وَدَاعِيكُمْ وَدَاعُ امْرِئٍ مُّرْصِدٍ لِّلتَّلَاقِي، غَدًا تَرَوْنَ أَيَّامِي وَيُكْشَفُ لَكُمْ عَنْ سَرَائِرِي، وَتَعْرِفُونَنِي بَعْدَ خُلُوِّ مَكَانِي وَقِيَامِ غَيْرِي مَقَامِي۔

اپنی وسعت بھر بوجھ اٹھائے، نہ جاننے والوں کا بوجھ بھی ہلکا رکھا گیا ہے (کیونکہ) اللہ رحم کرنے والا، دین سیدھا (کہ جس میں کوئی الجھاؤ نہیں) اور پیغمبر عالم و دانا ہے۔ میں کل تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لیے عبرت بنا ہوا ہوں اور کل تم سے چھوٹ جاؤں گا۔ خدا مجھے اور تمہیں مغفرت عطا کرے!۔

اگر اس پھسلنے کی جگہ پر قدم جمے رہے تو خیر اور اگر قدموں کا جماؤ اکھڑ گیا تو ہم بھی انہی (گھنی) شاخوں کی چھاؤں، ہوا کی گذرگاہوں اور چھائے ہوئے ابر کے سایوں میں تھے (لیکن) اس کے تہ بہ تہ جمے ہوئے ٹکڑے چھٹ گئے اور ہوا کے نشانات مٹ مٹا گئے۔ میں تمہارا ہمسایہ تھا کہ میرا جسم چند دن تمہارے پڑوس میں رہا اور میرے مرنے کے بعد مجھے جسدِ بے روح پاؤ گے کہ جو حرکت کرنے کے بعد تھم گیا اور بولنے کے بعد خاموش ہو گیا تاکہ میرا یہ سکون اور ٹھہراؤ اور آنکھوں کا مندھ جانا اور ہاتھ پیروں کا بے حس و حرکت ہو جانا تمہیں پند و نصیحت کرے۔ کیونکہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے یہ (منظر) بلیغ کلموں اور کان میں پڑنے والی باتوں سے زیادہ موعظت و عبرت دلانے والا ہوتا ہے۔ میں تم سے اس طرح رخصت ہو رہا ہوں جیسے کوئی شخص (کسی کی) ملاقات کے لیے چشم براہ ہو۔ کل تم میرے اس دور کو یاد کرو گے۔ اور میری نیتیں کھل کر تمہارے سامنے آ جائیں گی اور میری جگہ کے خالی ہونے اور دوسروں کے اس مقام پر آنے سے تمہیں میری قدر و منزلت کی پہچان ہوگی۔

۱؎ یعنی انسان موت سے بچنے کے لیے جو ہاتھ پیر مارتا ہے اور چارہ سازی کرتا ہے اس میں جتنا زمانہ صرف ہوتا ہے وہ مدت حیات ہی ہے کہ جو کم ہو رہی ہے اور جوں جوں وقت گذرتا ہے موت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ زندگی ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔

۲؎ نلاکم ذم ذتم پر کوئی برائی عائد نہ ہوگی) یہ جملہ بطور مثل استعمال ہوتا ہے جسے سب سے پہلے جذیمہ ابرش کے غلام قصیبر نے استعمال کیا تھا۔

۳؎ مقصد یہ ہے کہ جب یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی تو ان میں رہنے والے کیونکر موت سے محفوظ رہ سکتے ہیں، یقیناً انہیں بھی ہر چیز کی طرح ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے لہٰذا میرے جام حیات کے چھلک جانے پر تعجب ہی کیا۔

خطبہ ۱۴۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

(فِي الْمَلَاحِمِ)۔

وَأَخَذُوا يَمِيناً وَشِمَالًا طَعْناً فِي مَسَالِكِ الْغَيِّ، وَتَرْكاً لِمَذَاهِبِ الرُّشْدِ۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوا مَا هُوَ كَائِنٌ مُّرْصَدٌ۔ وَلَا تَسْتَبْطِئُوا مَا يَجِيءُ بِهِ الْغَدُ۔ فَكَمْ مِّنْ مُّسْتَعْجِلٍ بِمَا إِنْ أَدْرَكَهُ وَدَّ أَنَّهُ لَمْ يُدْرِكْهُ۔ وَمَا أَقْرَبَ الْيَوْمَ مِنْ تَبَاشِيرِ غَدٍ يَا قَوْمِ هٰذَا إِبَّانُ وُرُودِ كُلِّ مَوْعُودٍ، وَدُنُوٌّ مِنْ طَلْعَةِ مَا لَا تَعْرِفُونَ۔ أَلَا وَمَنْ أَدْرَكَهَا مِنَّا يَسْرِي فِيهَا بِسِرَاجٍ مُّنِيرٍ۔ وَيَحْذُو فِيهَا عَلَى مِثَالِ الصَّالِحِينَ لِيَحُلَّ فِيهَا رِبْقاً وَيُعْتِقَ فِيهَا رِقّاً وَيَصْدَعَ شَعْباً۔

(وہ لوگ) گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی راہوں کو چھوڑ کر (افراط و تفریط کے) دائیں بائیں راستوں پر ہو لیے ہیں جو بات کہ ہو کر رہنے والی اور محل انتظار میں ہو اس کے لیے جلدی نہ مچاؤ اور جسے "کل" اپنے ساتھ لیے آرہا ہے۔ اس کی دوری محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو۔ بہتیرے لوگ ہیں کہ جو کسی چیز کے لیے جلدی مچاتے ہیں اور جب اسے پالیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی پاتے تو اچھا تھا "آج" آنے والے "کل" کے اجالوں سے کتنا قریب ہے۔ اے میری قوم یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہو کر قریب ہونے کا زمانہ ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو، دیکھو! ہم (اہلبیت) میں سے جو (ان فتنوں کا دور) پائے گا، وہ اس میں (ہدایت کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم اٹھائے گا تاکہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسب ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے

وَّ يَشْعَبُ صَدْعًا فِیْ سُتْرَةٍ عَنِ النَّاسِ لَا يُبْصِرُ الْقَائِفُ اَثَرَهٗ وَلَوْ تَابَعَ نَظَرَهٗ ثُمَّ لَيُشْحَذَنَّ فِيْهَا قَوْمٌ شَحْذَ الْقَيْنِ النَّصْلَ تُجْلٰى بِالتَّنْزِيْلِ اَبْصَارُهُمْ وَ يُرْمٰى بِالتَّفْسِيْرِ فِیْ مَسَامِعِهِمْ وَيُغْبَقُوْنَ كَاْسَ الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصَّبُوْحِ۔

(مِنْهَا) وَطَالَ الْاَمَدُ بِهِمْ لِيَسْتَكْمِلُوا الْخِزْیَ وَ يَسْتَوْجِبُوا الْغِيَرَ حَتّٰۤى اِذَا اخْلَوْلَقَ الْاَجَلُ وَ اسْتَرَاحَ قَوْمٌ اِلَى الْفِتَنِ وَ اَشَالُوْا عَنْ لَقَاحِ حَرْبِهِمْ لَمْ يَمُنُّوْا عَلَى اللّٰهِ بِالصَّبْرِ وَلَمْ يَسْتَعْظِمُوْا بَذْلَ اَنْفُسِهِمْ فِی الْحَقِّ حَتّٰۤى اِذَا وَافَقَ وَارِدُ الْقَضَآءِ انْقِطَاعَ مُدَّةِ الْبَلَآءِ حَمَلُوْا بَصَآئِرَهُمْ عَلٰۤى اَسْيَافِهِمْ وَدَانُوْا لِرَبِّهِمْ بِاَمْرِ وَاعِظِهِمْ حَتّٰۤى اِذَا قَبَضَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْاَعْقَابِ۔ وَ غَالَتْهُمُ السُّبُلُ۔ وَ اتَّكَلُوْا عَلَى الْوَلَآئِجِ وَ وَصَلُوْا غَيْرَ الرَّحِمِ وَهَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِیْۤ اُمِرُوْا بِمَوَدَّتِهٖ وَ نَقَلُوا الْبِنَآءَ عَنْ رَّصِّ اَسَاسِهٖ فَبَنَوْهُ فِیْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ، مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيْٓئَةٍ وَ اَبْوَابُ كُلِّ

وہ لوگوں کی نگاہوں سے) پوشیدہ ہو گا۔ کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے نقش قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو (حق کی سان پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی باڑ تیز کرتا ہے۔ قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح و شام پلائے جائیں گے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ بڑھتا ہی رہا تاکہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور سختیوں کا استحقاق پیدا کر لیں۔ یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آ گئی اور ایک (فتنہ انگیز) جماعت فتنوں کا سہارا لے کر بڑھی اور جنگ کی تخم پاشیوں کے لیے کھڑی ہو گئی تو اس وقت ایمان لانے والے اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتاتے تھے اور نہ حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حکم قضا نے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو انہوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اٹھا لیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دنیا سے اٹھا لیا تو ایک گروہ الٹے پاؤں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اسے مودت کا حکم دیا گیا تھا۔ انہیں چھوڑ بیٹھا اور (خلافت کو) اس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا، جو اس کی جگہ نہ تھی، یہی تو گناہوں کے

ضَارِبٍ فِی غَمْرَةٍ۔ قَدْ مَارُوْا فِی الْحَیْرَةِ وَ ذَهَلُوْا فِی السَّكْرَةِ عَلٰی سُنَّةٍ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ مِنْ مُّنْقَطِعٍ اِلَی الدُّنْیَا رَاكِنٍ اَوْ مُفَارِقٍ لِلدِّیْنِ مُبَایِنٍ۔

مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آلِ فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے رہتے تھے۔ کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے۔

خطبہ ۱۴۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ؛

وَ اَحْمَدُ اللهَ وَ اَسْتَعِیْنُهٗ عَلٰی مَدَاحِرِ الشَّیْطَانِ وَ مَزَاجِرِهٖ وَ الْاِعْتِصَامِ مِنْ حَبَآئِلِهٖ وَ مَخَاتِلِهٖ۔ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ نَجِیْبُهٗ وَ صَفْوَتُهٗ لَا یُؤَازٰی فَضْلُهٗ وَ لَا یُجْبَرُ فَقْدُهٗ اَضَآءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ وَ الْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ وَ الْجَفْوَةِ الْجَافِیَةِ وَ النَّاسُ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِیْمَ وَ یَسْتَذِلُّوْنَ الْحَكِیْمَ۔ یَحْیَوْنَ عَلٰی فَتْرَةٍ۔ وَ یَمُوْتُوْنَ عَلٰی كَفْرَةٍ۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ اَغْرَاضُ بَلَایَا قَدِ اقْتَرَبَتْ۔ فَاتَّقُوْا سَكَرَاتِ النِّعْمَةِ وَ احْذَرُوْا بَوَآئِقَ النِّقْمَةِ وَ تَثَبَّتُوْا فِیْ قَتَامِ الْعِشْوَةِ۔ وَ اعْوِجَاجِ الْفِتْنَةِ عِنْدَ طُلُوْعِ جَنِیْنِهَا وَ ظُهُوْرِ كَمِیْنِهَا وَ انْتِصَابِ قُطْبِهَا وَ مَدَارِ رَحَاهَا تَبْدَاُ فِیْ مَدَارِجَ خَفِیَّةٍ، وَ تَؤُوْلُ

میں اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اور ان چیزوں کے لیے اس سے مدد مانگتا ہوں کہ جو شیطان کو راندہ اور دور کرنے والی اور اس کے پھندوں اور ہتھکنڈوں سے اپنی پناہ میں رکھنے والی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے عبد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں۔ نہ ان کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اُٹھ جانے کی تلافی ہو سکتی ہے۔ تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سختی و درشتی (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہریاں) ان کی وجہ سے روشن و منور ہو گئے جب کہ لوگ حلال کو حرام اور مردِ زیرک و دانا کو ذلیل سمجھتے تھے۔ نبیوں سے خالی زمانہ میں جیتے تھے اور گمراہی کی حالت میں مر جاتے تھے پھر یہ کہ اے گروہ عرب تم ایسی ابتلاؤں کا نشانہ بننے والے ہو کہ جو قریب پہنچ چکی ہیں۔ عیش و تنعم کی بدمستیوں سے بچو اور عذاب کی تباہ کاریوں سے ڈرو۔ شبہات کے دھندلکوں اور فتنہ کی کجرویوں میں اپنے قدموں کو روک لو جب کہ اس کا چھپا ہوا خدشہ سر اٹھائے اور مخفی اندیشہ سامنے آجائے اور اس کا کھونٹا مضبوط ہو جائے۔ فتنے ہمیشہ چھپے ہوئے راستوں سے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور انجام کار ان کی کھلم

إِلَى فَظَاعَةٍ جَلِيَّةٍ شَبَابُهَا كَشَبَابِ
الْغُلَامِ وَآثَارُهَا كَآثَارِ السِّلَامِ
تَتَوَارَثُهَا الظَّلَمَةُ بِالْعُهُودِ أَوَّلُهُمْ
قَائِدٌ لِآخِرِهِمْ وَآخِرُهُمْ مُقْتَدٍ
بِأَوَّلِهِمْ. يَتَنَافَسُونَ فِي دُنْيَا
دَنِيَّةٍ، وَيَتَكَالَبُونَ عَلَى جِيفَةٍ
مُرِيحَةٍ وَعَنْ قَلِيلٍ يَتَبَرَّأُ
التَّابِعُ مِنَ الْمَتْبُوعِ وَالْقَائِدُ
مِنَ الْمَقُودِ فَيَتَزَايَلُونَ بِالْبَغْضَاءِ
وَيَتَلَاعَنُونَ عِنْدَ اللِّقَاءِ ثُمَّ
يَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ طَالِعُ الْفِتْنَةِ
الرَّجُوفِ وَالْقَاصِمَةِ الزَّحُوفِ،
فَتَزِيغُ قُلُوبٌ بَعْدَ اسْتِقَامَةٍ
وَتَضِلُّ رِجَالٌ بَعْدَ سَلَامَةٍ وَ
تَخْتَلِفُ الْأَهْوَاءُ عِنْدَ هُجُومِهَا
وَتَلْتَبِسُ الْآرَاءُ عِنْدَ نُجُومِهَا
مَنْ أَشْرَفَ لَهَا قَصَمَتْهُ وَمَنْ
سَعَى فِيهَا حَطَمَتْهُ يَتَكَادَمُونَ
فِيهَا تَكَادُمَ الْحُمُرِ فِي الْعَانَةِ
قَدِ اضْطَرَبَ مَعْقُودُ الْحَبْلِ وَ
عَمِيَ وَجْهُ الْأَمْرِ تَغِيضُ
فِيهَا الْحِكْمَةُ وَتَنْطِقُ فِيهَا
الظَّلَمَةُ. وَتَدُقُّ أَهْلَ الْبَدْوِ
بِمِسْحَلِهَا، وَتَرُضُّهُمْ بِكَلْكَلِهَا
يَضِيعُ فِي غُبَارِهَا الْوُحْدَانُ. وَ

کھلا برائیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اُن کی اٹھان
ایسی ہوتی ہے۔ جیسے نوخیز بچے کی اور ان کے نشانات
ایسے ہوتے ہیں جیسے پتھر (کی چوٹوں) کے ظالم آپس کے عہد و
پیمان سے اس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں اگلا پچھلے کا رہنما
اور پچھلا اگلے کا پیرو ہوتا ہے۔ وہ اسی رذیل دنیا پر مرمٹتے
ہیں اور اس سڑے ہوئے مردار پر لوٹ پڑے ہیں جلد ہی پیرو
کار اپنے پیشرو رہنماؤں سے اظہار بیزاری کریں گے اور ایک
دوسرے کی دشمنی کے ساتھ علیحدگی اختیار کر لیں گے اور سامنے
ہونے پر ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔ اس دور کے
بعد ایک فتنہ ایسا آئے گا جو امن و سلامتی کو تہ و بالا کرنے
والا اور تباہی مچانے والا اور خلقِ خدا پر سختی کے ساتھ
حملہ آور ہو گا، تو بہت سے دل ٹھہراؤ کے بعد ڈانواڈول
اور بہت سے لوگ (ایمان کی) سلامتی کے بعد گمراہ ہو جائیں
گے اس کے حملہ آور ہونے کے وقت خواہشیں بٹ جائیں گی
اور اس کے ابھرنے کے وقت رائیں مشتبہ ہو جائیں گی جو
اس فتنہ کی طرف جھک کر دیکھے گا وہ اسے تباہ کر دے گا۔
اور جو اس میں سعی و کوشش کرے گا اسے جڑ بنیاد سے اکھیڑ
دے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کاٹنے لگیں
گے جس طرح وحشی گدھے اپنی بھیڑ میں ایک دوسرے کو
دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ اسلام کی بٹی ہوئی رسی کے بل
کھل جائیں گے۔ صحیح طریق کار چھپ جائے گا۔ حکمت
کا پانی خشک ہو جائے گا اور ظالموں کی زبان کھل جائے گی
وہ فتنہ بادیہ نشینوں کو اپنے ہتھوڑوں سے کچل دے گا
اور اپنے سینہ سے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اس کے گرد و غبار
میں اکیلے دوکیلے تباہ و برباد ہو جائیں گے اور سوار اس کی

يَهْلِكُ فِي طَرِيقِهَا الرُّكْبَانُ تَرِدُ بِمُرِّ الْقَضَاءِ وَ تَحْلُبُ عَبِيطَ الدِّمَاءِ وَ تَثْلِمُ مَنَارَ الدِّينِ وَ تَنْقُضُ عَقْدَ الْيَقِينِ تَهْرُبُ مِنْهَا الْأَكْيَاسُ وَ تُدَبِّرُهَا الْأَرْجَاسُ مِرْعَادٌ مِبْرَاقٌ. كَاشِفَةٌ عَنْ سَاقٍ تُقْطَعُ فِيهَا الْأَرْحَامُ وَ يُفَارَقُ عَلَيْهَا الْإِسْلَامُ - بَرِيُّهَا سَقِيمٌ وَ ظَاعِنُهَا مُقِيمٌ -

(مِنْهَا) بَيْنَ قَتِيلٍ مَطْلُولٍ وَ خَائِفٍ مُسْتَجِيرٍ. يَخْتِلُونَ بِعَقْدِ الْأَيْمَانِ وَ بِغُرُورِ الْإِيمَانِ - فَلَا تَكُونُوا أَنْصَابَ الْفِتَنِ وَ أَعْلَامَ الْبِدَعِ وَ الْزَمُوا مَا عُقِدَ عَلَيْهِ حَبْلُ الْجَمَاعَةِ وَ بُنِيَتْ عَلَيْهِ أَرْكَانُ الطَّاعَةِ. وَ اقْدَمُوا عَلَى اللهِ مَظْلُومِينَ وَ لَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ظَالِمِينَ - وَ اتَّقُوا مَدَارِجَ الشَّيْطَانِ وَ مَهَابِطَ الْعُدْوَانِ وَلَا تُدْخِلُوا بُطُونَكُمْ لُعَقَ الْحَرَامِ فَإِنَّكُمْ بِعَيْنِ مَنْ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَعْصِيَةَ - وَ سَهَّلَ لَكُمْ سُبُلَ الطَّاعَةِ -

راہوں میں ہلاک ہو جائیں گے - وہ حکم الٰہی کی تلخیاں لے کر آئے گا اور (دودھ کے بجائے) خالص خون دوہے گا - دین کے میناروں کو ڈھا دے گا اور یقین کے اصولوں کو توڑ دے گا عقلمند اس سے بھاگیں گے اور شر پسند اس کے کرتا دھرتا ہونگے وہ گرجنے اور چمکنے والا ہوگا - اور پورے زوروں کے ساتھ سامنے آئے گا - سب رشتے ناطے اس میں توڑ دیئے جائیں گے - اور اسلام سے علیحدگی اختیار کر لی جائے گی - اس سے الگ تھلگ رہنے والا بھی اس میں مبتلا ہو جائے گا اور اس سے نکل بھاگنے والا بھی اپنے قدم اس سے باہر نہ نکال سکے گا

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے : (جس میں ایمان والوں کی حالت کا ذکر ہے) کچھ تو ان میں سے شہید ہوں گے کہ جن کا بدلہ نہ لیا جا سکے گا اور کچھ خوف زدہ ہوں گے جو اپنے لیے پناہ ڈھونڈتے پھریں گے انہیں قسموں اور (ظاہری) ایمان کی فریب کاریوں سے دھوکا دیا جائے گا - تم فتنوں کی طرف راہ دکھانے والے نشان اور بدعتوں کے سربراہ نہ بنو - تم (ایمان والی) جماعت کے اصولوں اور ان کی عبادت و اطاعت کے طور طریقوں پر جمے رہو - اللہ کے پاس مظلوم بن کر جاؤ ظالم بن کر نہ جاؤ - شیطان کی راہوں اور تمرد و سرکشی کے مقاموں سے بچو - اپنے پیٹ میں حرام کے لقمے نہ ڈالو اس لیے کہ تم اس کی نظروں کے سامنے ہو جس نے معصیت اور خطا کو تمہارے لیے حرام کیا ہے اور اطاعت کی راہیں آسان کر دی ہیں :-

❊ ❊ ❊

خطبہ ۱۵۰

وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے کہ جو خلق (کائنات) سے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الدَّالِ عَلٰی وُجُوْدِہٖ بِخَلْقِہٖ
وَبِمُحْدَثِ خَلْقِہٖ عَلٰی اَزَلِیَّتِہٖ وَبِاشْتِبَاہِھِمْ عَلٰی اَنْ
لَا شِبْہَ لَہٗ لَا تَسْتَلِمُہُ الْمَشَاعِرُ
وَلَا تَحْجُبُہُ السَّوَاتِرُ لِافْتِرَاقِ
الصَّانِعِ وَالْمَصْنُوْعِ، وَالْحَادِّ وَ
الْمَحْدُوْدِ وَالرَّبِّ وَالْمَرْبُوْبِ۔
الْاَحَدِ لَا بِتَاْوِیْلِ عَدَدٍ وَّ الْخَالِقِ
لَا بِمَعْنٰی حَرَکَۃٍ وَّنَصَبٍ وَ السَّمِیْعِ
لَا بِاَدَاۃٍ وَّالْبَصِیْرِ لَا بِتَفْرِیْقِ اٰلَۃٍ،
وَّالشَّاھِدِ لَا بِمُمَاسَّۃٍ وَّ الْبَائِنِ لَا
بِتَرَاخِیْ مَسَافَۃٍ۔ وَالظَّاھِرِ لَا
بِرُؤْیَۃٍ وَّالْبَاطِنِ لَا بِلَطَافَۃٍ۔ بَانَ
مِنَ الْاَشْیَاءِ بِالْقَھْرِ لَھَا وَالْقُدْرَۃِ
عَلَیْھَا۔ وَبَانَتِ الْاَشْیَاءُ مِنْہُ
بِالْخُضُوْعِ لَہٗ وَالرُّجُوْعِ اِلَیْہِ۔ مَنْ
وَّصَفَہٗ فَقَدْ حَدَّہٗ۔ وَمَنْ حَدَّہٗ
فَقَدْ عَدَّہٗ۔ وَمَنْ عَدَّہٗ فَقَدْ
اَبْطَلَ اَزَلَہٗ وَمَنْ قَالَ کَیْفَ
فَقَدِ اسْتَوْصَفَہٗ۔ وَمَنْ قَالَ
اَیْنَ فَقَدْ حَیَّزَہٗ۔ وَعَالِمٌ اِذْ لَا
مَعْلُوْمٌ وَرَبٌّ اِذْ لَا مَرْبُوْبٌ
وَقَادِرٌ اِذْ لَا مَقْدُوْرٌ۔

(مِنْھَا) قَدْ طَلَعَ طَالِعٌ وَّ
لَمَعَ لَامِعٌ وَّلَاحَ لَائِحٌ وَّاعْتَدَلَ
مَائِلٌ۔ وَاسْتَبْدَلَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ

اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم و ازلی
ہونے کا اور ان کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا
پتہ دینے والا ہے نہ حواس اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے
اسے چھپا سکتے ہیں چونکہ بنانے والے اور بننے والے گھیرنے
والے اور گھرنے والے، پالنے والے اور پرورش پانے والے
میں فرق ہوتا ہے۔ وہ ایک ہے لیکن نہ ویسا کہ جو شمار میں آئے
وہ پیدا کرنے والا ہے لیکن نہ اس معنی سے کہ اسے حرکت
کرنا اور تعب اٹھانا پڑے، وہ سننے والا ہے لیکن نہ کسی عضو
کے ذریعہ سے اور دیکھنے والا ہے لیکن نہ اس طرح کہ آنکھیں
پھیلائے۔ وہ حاضر ہے۔ لیکن نہ اس طرح کہ چھوا جا سکے
وہ جدا ہے نہ اس طرح کہ بیچ میں فاصلہ کی دوری ہو۔ وہ
ظاہر بظاہر ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ذاتاً
پوشیدہ ہے نہ لطافت جسمانی کی بنا پر۔ وہ سب چیزوں
سے اس لیے علیحدہ ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے۔ اور
ان پر اقتدار رکھتا ہے۔ اور تمام چیزیں اس لیے اس سے
جدا ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس کی طرف
پلٹنے والی ہیں۔ جس نے (ذات کے علاوہ) اس کے
لیے صفات تجویز کیے اس نے اس کی حد بندی کر دی
اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ اسے شمار میں
آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس نے اسے
شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اس کی قدامت ہی سے
انکار کر دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے وہ اس کے
لیے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈھنے لگا اور جس نے یہ کہا
کہ وہ کہاں ہے اس نے اسے کسی جگہ میں محدود سمجھ لیا وہ
اس وقت بھی عالم تھا جب کہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اس

تَوْمًا وَّ بِيَوْمٍ يَوْمًا ۔ وَانْتَظَرْنَا الْغِيَرَ انْتِظَارَ الْمُجْدِبِ الْمَطَرَ وَ إِنَّمَا الْأَئِمَّةُ قُوَّامُ اللّٰهِ عَلَىٰ خَلْقِهٖ وَ عُرَفَآؤُهٗ عَلَىٰ عِبَادِهٖ ۔ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ عَرَفَهُمْ وَ عَرَفُوْهُ وَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا مَنْ أَنْكَرَهُمْ وَ أَنْكَرُوْهُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ خَصَّكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَ اسْتَخْلَصَكُمْ لَهٗ وَ ذٰلِكَ لِأَنَّهٗ اسْمُ سَلَامَةٍ وَّ جِمَاعُ كَرَامَةٍ ۔ اِصْطَفَى اللّٰهُ تَعَالَىٰ مَنْهَجَهٗ وَ بَيَّنَ حُجَجَهٗ مِنْ ظَاهِرِ عِلْمٍ وَّ بَاطِنِ حِكَمٍ لَا تَفْنٰى غَرَائِبُهٗ وَلَا تَنْقَضِىْ عَجَائِبُهٗ ، فِيْهِ مَرَابِيْعُ النِّعَمِ ، وَ مَصَابِيْحُ الظُّلَمِ لَا تُفْتَحُ الْخَيْرَاتُ إِلَّا بِمَفَاتِيْحِهٖ وَ لَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلَّا بِمَصَابِيْحِهٖ قَدْ أَحْمٰى حِمَاهُ وَ أَرْعٰى مَرْعَاهُ فِيْهِ شِفَآءُ الْمُشْتَفِىْ وَكِفَايَةُ الْمُكْتَفِىْ ۔

وقت بھی رب تھا جب کہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جب کہ زیر قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے :۔ ابھرنے والا ابھر آیا ۔ چمکنے والا چمک اٹھا اور ظاہر ہونے والا ظاہر ہوا ٹیڑھے معاملے سیدھے ہو گئے ۔ اللہ نے جماعت کو جماعت سے اور زمانہ کو زمانہ سے بدل دیا ہے ۔ ہم اس انقلاب کے اس طرح منتظر تھے جس طرح قحط زدہ بارش کا بلاشبہ آئمہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حاکم ہیں اور اس کو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں ۔ جنت میں وہی جائے گا جسے ان کی معرفت ہو ، اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو نہ انہیں پہچانے اور نہ وہ اسے پہچانیں ۔ اللہ نے تمہیں اسلام کے لیے مخصوص کر لیا ہے ۔ اور اس کے لیے تمہیں چھانٹ لیا ہے اور یہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام اور عزت انسانی کا سرمایہ ہے ۔ اس کی راہ کو اللہ نے تمہارے لیے چن لیا ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں سے اس کے دلائل واضح کر دیئے ہیں ۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں ۔ اسی میں نعمتوں کی بارشیں اور تاریکیوں کے چراغ ہیں ۔ اسی کی کنجیوں سے نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں سے تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے ۔ خدا نے اس کے ممنوع مقامات سے روکا ہے اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت دی ہے ۔ شفا چاہنے والے کے لیے اس میں شفا اور بے نیازی چاہنے والے کے لیے اس میں بے نیازی ہے ۔

* * *

اس خطبہ کا پہلا جز علم البیان کے اہم مطالب پر مشتمل ہے جس میں خلق کائنات سے خالق کائنات کے وجود پہ استدلال

فرماتے ہوئے اس کی ازلیت و عینیت صفات پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ جب ہم کائنات پر نظر کرتے ہیں تو ہر حرکت کے پیچھے کسی محرک کا ہاتھ کار فرما نظر آتا ہے جس سے ایک سطحی ذہن والا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی اثر مؤثر کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ چند دنوں کا ایک بچہ بھی اپنے جسم کے چھوئے جانے سے اپنے شعور کے دھندلکوں میں یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی چھونے والا ہے۔ جس کا اظہار آنکھوں کو کھولنے یا مڑ کر دیکھنے سے کرتا ہے تو پھر کس طرح دنیائے کائنات کی تخلیق اور عالم کون و مکاں کا نظم و نسق کسی خالق و منتظم کے بغیر مانا جا سکتا ہے۔

جب ایک خالق کا اعتراف ضروری ہوا تو اسے موجود بالذات ہونا چاہیئے کیونکہ ہر وہ چیز جس کی ابتداء ہے اس کے لیے ایک مرکز وجود کا ہونا ضروری ہے کہ جس تک وہ منتہی ہو۔ تو اگر وہ بھی کسی موجد کا محتاج ہوگا تو پھر اس موجد کے لیے سوال ہوگا کہ وہ از خود ہے یا کسی کا بنایا ہوا۔ اور جب تک ایک موجود بالذات ہستی کا اقرار نہ کیا جائے کہ جو تمام ممکنات کے لیے علۃ العلل ہو عقل علت و معلول کے نامتناہی سلسلوں میں بھٹک کر سلسلہ موجودات کی آخری کڑی کا تصوّر بھی نہ کر سکے گی اور تسلسل کے چکّر میں پڑ کر اسے کہیں ٹھہراؤ نصیب نہ ہوگا اور اگر خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیا جائے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ معدوم ہوگا یا موجود۔ اگر معدوم ہوگا تو معدوم کسی کو موجود نہیں بنا سکتا اور اگر موجود ہوگا تو اسے دوبارہ موجود کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ لہٰذا اسے ایسا موجود ماننا پڑے گا جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز اس کی محتاج ہو اور یہی احتیاج کائنات اس سرچشمۂ وجود کے ازلی اور ہمیشہ سے برقرار ہونے کی شاہد ہے اور اس کے علاوہ چونکہ ہر چیز تغیّر پذیر ہے محل و مکان کی محتاج ہے اور عوارض و صفات میں ایک دوسرے کے مشابہہ ہے اور مشابہت کثرت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور وحدت اپنی آپ ہی نظیر ہے اس لیے کوئی چیز اس کی مثل و نظیر نہیں ہو سکتی اور ایک ہی جانے والی چیزوں کو بھی اس کی یکتائی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ ہر اعتبار سے واحد و یگانہ ہے وہ ان تمام چیزوں سے منزّہ و مبرّا ہے جو جسم و جسمانیات میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ نہ وہ جسم ہے نہ رنگ ہے نہ شکل ہے نہ کسی جہت میں واقع ہے اور نہ کسی محل و مکان میں محدود ہے۔ اس لیے انسان اپنے حواس و مشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک و مشاہدہ نہیں کر سکتا کیونکہ حواس انہی چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں جو زمان و مکان اور مادہ کے حدود کی پابند ہوں۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دیکھا جا سکتا ہے اس کے لیے جسم مان لینا ہے اور جب وہ جسم ہی نہیں ہے اور نہ جسم کے ساتھ قائم ہے اور نہ کسی جہت و مکان میں واقع ہے تو اس کے دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اس کی یہ پوشیدگی ان لطیف اجسام کی طرح نہیں ہے کہ جن سے ان کی لطافت کی وجہ سے نگاہیں آر پار ہو جاتی ہیں اور آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں۔ جیسے فضا کی پہنائیوں میں ہوا بلکہ وہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے البتہ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ لیکن آلاتِ سماعت و بصارت کا محتاج نہیں کیونکہ اگر وہ دیکھنے سننے کے لیے اعضاء کا محتاج ہوگا تو اس کی ذات اپنے کمالات میں خارجی چیزوں کی دستِ نگر ہوگی اور بحیثیت ذات کامل نہ رہے گی حالانکہ وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اس کا کوئی کمال اس کی ذات سے الگ نہیں کیونکہ ذات کے علاوہ الگ صفات

ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذات ہو گی اور کچھ صفتیں اور اس ذات کے مجموعہ کا نام ہوگا خدا، اور جو چیز اجزا سے مرکّب ہو وُہ اپنے وجود میں اجزاء کی محتاج ہوتی ہے۔ اور ان اجزاء کو مرکّب کے ترکیب پانے سے پہلے موجود ہونا چاہیئے تو جب اجزاء اس پر مقدم ہوں گے تو وُہ ہمیشہ سے موجود اور ازلی کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ اس کا وجود اجزاء سے متاخر ہے حالانکہ وُہ اس وقت بھی علم و قدرت و ربوبیت لیے ہوئے تھا جبکہ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ کیونکہ اس کی کوئی صفت خارج سے اس میں پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ جو صفت ہے وُہی ذات ہے اور جو ذات ہے وُہی صفت ہے اس لیے اس کا علم اس پر منحصر نہیں ہے کہ معلوم کا وجود ہوئے تو پھر وُہ جانے کیونکہ اس کی ذات حادث ہونے والے معلومات سے مقدم ہے اور نہ اس کی قدرت کے لیے ضروری ہے کہ مقدور کا وجود ہو تو وُہ قادر سمجھا جائے۔ کیونکہ قادر اُسے کہتے ہیں جو ترک و فعل پر یکساں اختیار رکھتا ہو۔ اور اس کے لیے مقدور کا ہونا ضروری نہیں۔ اور یُونہی رب کے معنی مالک کے ہیں اور وہ جس طرح معدوم کا اس کے موجود ہونے کے بعد مالک ہے۔ اسی طرح موجود کے پردہ عدم میں ہونے کی صورت میں اسے موجود کرنے پر اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اسے معدوم رہنے دے اور چاہے اسے وجود بخش دے۔

خطبہ ۱۵۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

وَهُوَ فِي مُهْلَةٍ مِنَ اللهِ يَهْوِي مَعَ الْغَافِلِينَ وَيَغْدُوا مَعَ الْمُذْنِبِينَ بِلَا سَبِيلٍ قَاصِدٍ وَلَا إِمَامٍ قَائِدٍ۔

(مِنْهَا) حَتّٰى إِذَا كَشَفَ لَهُمْ عَنْ جَزَاءِ مَعْصِيَتِهِمْ۔ وَاسْتَخْرَجَهُمْ مِنْ جَلَابِيبِ غَفْلَتِهِمْ اسْتَقْبَلُوا مُدْبِرًا وَاسْتَدْبَرُوا مُقْبِلًا۔ فَلَمْ يَنْتَفِعُوا بِمَا أَدْرَكُوا مِنْ طَلِبَتِهِمْ، وَلَا بِمَا قَضَوْا مِنْ وَطَرِهِمْ وَإِنِّي أُحَذِّرُكُمْ وَنَفْسِي هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ فَلْيَنْتَفِعِ امْرُؤٌ بِنَفْسِهِ۔ فَإِنَّمَا الْبَصِيرُ مَنْ سَمِعَ فَتَفَكَّرَ وَنَظَرَ فَأَبْصَرَ وَانْتَفَعَ

اُسے اللہ کی طرف سے مہلت ملی ہے۔ وُہ غفلت شعاروں کے ساتھ (تباہیوں میں) گرتا ہے بغیر سیدھی راہ اختیار کیے اور بغیر کسی ہادی و رہبر کے ساتھ دیے صبح سویرے ہی گنہگاروں کے ساتھ ہولیتا ہے

اسی خطبہ کا ایک جزء یہ ہے: آخر کار جب اللہ ان کے گناہوں کا نتیجہ ان کے سامنے لائے گا اور غفلت کے پردوں سے انہیں نکال باہر کرے گا تو پھر اس چیز کی طرف بڑھیں گے جسے پیٹھ دکھاتے تھے اور اس شے سے پیٹھ پھرائیں گے جس کی طرف ان کا رُخ رہتا تھا۔ انہوں نے اپنے مطلوبہ سروسامان کو پاکر اور خواہشوں کو پُورا کر کے کچھ بھی تو فائدہ حاصل نہ کیا۔ میں تمہیں اور خود اپنے کو اس مرحلہ سے متنبہ کرتا ہوں۔ انسان کو چاہیے کہ وُہ اپنے نفس سے فائدہ اٹھائے اس لیے کہ آنکھوں والا وُہ ہے

بِالْعِبَرِ ثُمَّ سَلَكَ جَدَدًا وَاضِحًا يَتَجَنَّبُ فِيهِ الصَّرْعَةَ فِي الْمَهَاوِي. وَالضَّلَالَ فِي الْمَغَاوِي. وَلَا يُعِينُ عَلَى نَفْسِهِ الْغُوَاةَ بِتَعَسُّفٍ فِي حَقٍّ أَوْ تَحْرِيفٍ فِي نُطْقٍ أَوْ تَخَوُّفٍ مِنْ صِدْقٍ فَأَفِقْ أَيُّهَا السَّامِعُ مِنْ سَكْرَتِكَ. وَاسْتَيْقِظْ مِنْ غَفْلَتِكَ وَاخْتَصِرْ مِنْ عَجَلَتِكَ وَأَنْعِمِ الْفِكْرَ فِيمَا جَاءَكَ عَلَى لِسَانِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا مَحِيصَ عَنْهُ وَخَالِفْ مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ إِلَى غَيْرِهِ. وَدَعْهُ وَمَا رَضِيَ لِنَفْسِهِ. وَضَعْ فَخْرَكَ وَاحْطُطْ كِبْرَكَ. وَاذْكُرْ قَبْرَكَ فَإِنَّ عَلَيْهِ مَمَرَّكَ، وَكَمَا تَدِينُ تُدَانُ وَكَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ. وَمَا قَدَّمْتَ الْيَوْمَ تَقْدَمُ عَلَيْهِ غَدًا فَامْهَدْ لِقَدَمِكَ وَقَدِّمْ لِيَوْمِكَ فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ أَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ وَالْجِدَّ الْجِدَّ أَيُّهَا الْغَافِلُ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ۔

إِنَّ مِنْ عَزَائِمِ اللّٰهِ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيمِ الَّتِي عَلَيْهَا يُثِيبُ وَيُعَاقِبُ وَلَهَا يَرْضَى وَيَسْخَطُ، أَنَّهُ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا وَإِنْ أَجْهَدَ نَفْسَهُ وَأَخْلَصَ فِعْلَهُ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا لَاقِيًا رَبَّهُ

جو سُنے تو غور کرے اور نظر اُٹھائے تو حقیقتوں کو دیکھ لے اور عبرتوں سے فائدہ اُٹھائے پھر واضح راستہ اختیار کرے جس کے بعد گڑھوں میں گرنے اور شبہات میں بھٹک جانے سے بچتا رہے اور حق سے بے راہ ہونے اور بات میں ردّ و بدل کرنے اور سچائی میں خوف کھانے سے گمراہوں کی مدد کر کے زیاں کار نہ بنے۔ اے سُننے والو! اپنی سرمستیوں سے ہوش میں آؤ غفلت سے آنکھیں کھولو۔ اس دنیا کی دوڑ دھوپ کو کم کرو اور جو باتیں نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان (مُبارک) سے پہنچی ہیں۔ ان میں اچھی طرح غور و فکر کرو کہ ان سے نہ کوئی چارہ ہے۔ اور نہ کوئی گریز کی راہ۔ جو ان کی خلاف ورزی کرے تم اس سے دوسری طرف رُخ پھیر لو، اور اسے چھوڑو کہ وُہ اپنے نفس کی مرضی پر چلتا رہے۔ فخر کے پاس نہ جاؤ۔ اور بڑائی (کے سر) کو نیچا کرو، اپنی قبر کو یاد رکھو کہ تمہارا راستہ وُہی ہے۔ اور جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے جو آج آگے بھیجو گے وہی کل پالو گے، آگے کے لیے کچھ تہیا کرو، اور اس دن کے لیے سروسامان تیار رکھو۔

اے سُننے والو! ڈرو ڈرو، اور اے غفلت کرنے والو! کوشش کرو۔ کوشش کرو تمہیں خبر رکھنے والا جو بتائے گا وہ دوسرا نہیں بتا سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ کے ان اٹل اصول میں سے کہ جن پر وُہ جزا و سزا دیتا ہے اور راضی و ناراض ہوتا ہے۔ یہ چیز ہے کہ کسی بندے کو چاہے وہ جو کچھ جتن کر ڈالے دنیا سے نکل کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ذرا فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جب کہ وہ ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت سے توبہ کیے بغیر مر جائے ایک

بِخَصْلَةٍ مِنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا۔ اَنْ يُشْرِكَ بِاللّٰهِ فِيْمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَتِهٖ اَوْ يَشْفِيَ غَيْظَهٗ بِهَلَاكِ نَفْسٍ اَوْ يَعُرَّ بِاَمْرٍ فَعَلَهٗ غَيْرُهٗ اَوْ يَسْتَنْجِحَ حَاجَةً اِلَى النَّاسِ بِاِظْهَارِ بِدْعَةٍ فِيْ دِيْنِهٖ، اَوْ يَلْقَى النَّاسَ بِوَجْهَيْنِ۔ اَوْ يَمْشِيَ فِيْهِمْ بِلِسَانَيْنِ اِعْقِلْ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْمِثْلَ دَلِيْلٌ عَلٰى شِبْهِهٖ۔

اِنَّ الْبَهَائِمَ هَمُّهَا بُطُوْنُهَا۔ وَ اِنَّ السِّبَاعَ هَمُّهَا الْعُدْوَانُ عَلٰى غَيْرِهَا وَ اِنَّ النِّسَاءَ هَمُّهُنَّ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْفَسَادُ فِيْهَا۔ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مُسْتَكِيْنُوْنَ۔ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مُشْفِقُوْنَ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ خَائِفُوْنَ۔

یہ کہ فرائض عبادت میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو، یا کسی کو ہلاک کر کے اپنے غضب کو ٹھنڈا کیا ہو، یا دوسرے کے کیے پر عیب لگایا ہو۔ یا دین میں بدعتیں ڈال کر لوگوں سے اپنا مقصد پورا کیا ہو، یا لوگوں سے دو رخی چال چلتا ہو، یا دو زبانوں سے لوگوں سے گفتگو کرتا ہو۔ اس بات کو سمجھو اس لئے کہ ایک نظیر دوسری نظیر کی دلیل ہوا کرتی ہے۔

بلاشبہ چوپاؤں کا مقصد پیٹ (بھرنا) اور درندوں کا مقصد دوسروں پر حملہ آور ہونا اور عورتوں کا مقصد اس پست دنیا کو بنانا سنوارنا اور فتنے اٹھانا ہی ہوتا ہے۔ مومن وہ ہیں جو تکبر و غرور سے دور ہوں مومن وُہ ہیں جو خائف و ترساں ہوں۔ مومن وُہ ہیں جو ہراساں ہوں۔

۱؎ مقصد یہ ہے کہ تمام شر و مفاسد کا سرچشمہ قوتِ شہویہ و قوتِ غضبیہ ہوتی ہے۔ اگر انسان قوت شہویہ سے مغلوب ہو کر پیٹ بھرنا ہی اپنا مقصد بنا لے تو اس میں اور چوپائے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، کیونکہ چوپائے کے پیش نظر بھی پیٹ بھرنے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا اور اگر قوت غضبیہ سے مغلوب ہو کر ہلاکت و تباہ کاری شروع کر دے تو اس میں اور درندے میں کوئی فرق نہ رہے گا کیونکہ اس کا مقصد بھی یہی چیرنا پھاڑنا ہوتا ہے اور اگر دونوں قوتیں اس میں کارفرما ہوں تو پھر عورت کے مانند ہے۔ کیونکہ عورت میں یہ دونوں قوتیں کارفرما ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وُہ بناؤ سنگار پر جان دیتی ہے اور فتنہ و فساد کو ہوا دینے میں اپنی کوششوں کو برسر کار رکھتی ہے۔

البتہ مرد مومن کبھی یہ گوارا نہ کرے گا کہ وہ ان حیوانی خصلتوں کو اپنا شعار بنائے بلکہ وہ ان قوتوں کو دبائے رکھتا ہے یوں کہ نہ وُہ غرور خود پسندی کو اپنے پاس پھٹکنے دیتا ہے اور نہ خوفِ خدا کی وجہ سے فتنہ و شر کو ہوا دیتا ہے۔

ابنِ ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت ارشاد فرمایا اور بصرہ کا ہنگامہ چونکہ ایک عورت کے اُبھارنے کا نتیجہ تھا اس لیے چوپاؤں اور درندوں کی طبعی عادتوں کا ذکر کرنے کے بعد عورت کو بھی انہی خصلتوں کا حامل

قرار دیا ہے چنانچہ انہی کے نتیجہ میں بصرہ کی خونریز جنگ ہوئی اور ہزاروں افراد ہلاکت و تباہی کی لپیٹ میں آ گئے۔

خطبہ ۱۵۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَنَاظِرُ قَلْبِ اللَّبِيبِ بِهِ يُبْصِرُ أَمَدَهُ وَيَعْرِفُ غَوْرَهُ وَنَجْدَهُ دَاعٍ دَعَا وَرَاعٍ رَعَى. فَاسْتَجِيبُوا لِلدَّاعِي وَاتَّبِعُوا الرَّاعِيَ۔

قَدْ خَاضُوا بِحَارَ الْفِتَنِ۔ وَأَخَذُوا بِالْبِدَعِ دُونَ السُّنَنِ، وَأَرَزَ الْمُؤْمِنُونَ وَنَطَقَ الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ۔ نَحْنُ الشِّعَارُ وَالْأَصْحَابُ وَالْخَزَنَةُ وَالْأَبْوَابُ لَا تُؤْتَى الْبُيُوتُ إِلَّا مِنْ أَبْوَابِهَا فَمَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقًا۔

(مِنْهَا) فِيهِمْ كَرَائِمُ الْقُرْآنِ وَهُمْ كُنُوزُ الرَّحْمٰنِ۔ إِنْ نَطَقُوا صَدَقُوا، وَإِنْ صَمَتُوا لَمْ يُسْبَقُوا فَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ عَقْلَهُ۔ وَلْيَكُنْ مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ فَإِنَّهُ مِنْهَا قَدِمَ وَإِلَيْهَا يَنْقَلِبُ فَالنَّاظِرُ بِالْقَلْبِ الْعَامِلُ بِالْبَصَرِ يَكُونُ مُبْتَدَأُ عَمَلِهِ أَنْ يَعْلَمَ أَعَمَلُهُ عَلَيْهِ أَمْ لَهُ۔ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَضَى فِيهِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ وَقَفَ

عقلمند دل کی آنکھوں سے اپنا مآل کار دیکھتا ہے اور اپنی اونچ نیچ (اچھی بری راہوں) کو پہچانتا ہے دعوت دینے والے نے پکارا اور نگہداشت کرنے والے نے نگہداشت کی بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو اور نگہداشت کرنے والے کی پیروی کرو

کچھ لوگ فتنوں کے دریاؤں میں اترے ہوئے ہیں اور سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں میں پڑ چکے ہیں۔ ایمان والے دبکے پڑے ہیں اور گمراہوں اور جھٹلانے والوں کی زبانیں کھلی ہوئی ہیں۔ ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور خزانہ دار اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اس کا نام چور ہوتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے (آل محمدؐ) انہی کے بارے میں قرآن کی نفیس آیتیں اتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں اگر بولتے ہیں۔ تو سچ بولتے ہیں، اور اگر خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بات میں پہل کا حق نہیں پیشرو کو اپنے قوم قبیلے سے (ہر بات) سچ سچ بیان کرنا چاہیئے اور اپنی عقل کو گم نہ ہونے دے اور اہل آخرت میں سے بنے اس لیے کہ وہ ادھر ہی سے آیا ہے اور ادھر ہی اسے پلٹ کر جانا ہے دل (کی آنکھوں) سے دیکھنے والے اور بصیرت کے ساتھ عمل کرنے والے کے عمل کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ وہ (پہلے) یہ جان لیتا ہے کہ یہ عمل اس کے لیے فائدہ مند

عَنْهُ فَإِنَّ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَالسَّائِرِ عَلٰى غَيْرِ طَرِيْقٍ فَلَا يَزِيْدُهٗ بُعْدُهٗ عَنِ الطَّرِيْقِ اِلَّا بُعْدًا مِّنْ حَاجَتِهٖ وَالْعَامِلُ بِالْعِلْمِ كَالسَّائِرِ عَلَى الطَّرِيْقِ الْوَاضِحِ فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ اَسَائِرٌ هُوَ اَمْ رَاجِعٌ۔ وَاعْلَمْ اَنَّ لِكُلِّ ظَاهِرٍ بَاطِنًا عَلٰى مِثَالِهٖ فَمَا طَابَ ظَاهِرُهٗ طَابَ بَاطِنُهٗ۔ وَمَا خَبُثَ ظَاهِرُهٗ خَبُثَ بَاطِنُهٗ۔ وَقَدْ قَالَ الرَّسُوْلُ الصَّادِقُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ۔ وَ يُبْغِضُ عَمَلَهٗ وَ يُحِبُّ الْعَمَلَ وَ يُبْغِضُ بَدَنَهٗ وَاعْلَمْ اَنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ نَبَاتًا۔ وَكُلُّ نَبَاتٍ لَا غِنٰى بِهٖ عَنِ الْمَاءِ وَالْمِيَاهُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا طَابَ سَقْيُهٗ طَابَ غَرْسُهٗ وَحَلَتْ ثَمَرَتُهٗ۔ وَمَا خَبُثَ سَقْيُهٗ خَبُثَ غَرْسُهٗ وَ اَمَرَّتْ ثَمَرَتُهٗ۔

ہے یا نقصان رساں اگر مفید ہوتا ہے تو آگے بڑھتا ہے مُضر ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے۔ اس لیے کہ بے جانے بوجھے ہوئے بڑھنے والا ایسا ہے جیسے کوئی غلط راستے پر چل نکلے تو جتنا وہ اس راہ پر بڑھتا جائے گا اتنا ہی مقصد سے دُور ہوتا جائے گا اور علم کی (روشنی میں) عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی روشن راہ پر چل رہا ہو (تو اب) دیکھنے والے کو چاہیئے کہ وہ دیکھے کہ آگے کی طرف بڑھ رہا ہے یا پیچھے کی طرف پلٹ رہا ہے۔ تمہیں جاننا چاہیئے کہ ہر ظاہر کا ویسا ہی باطن ہوتا ہے۔ جس کا ظاہر اچھا ہوتا ہے۔ اس کا باطن بھی اچھا ہوتا ہے۔ جس کا ظاہر بُرا ہوتا ہے۔ اس کا باطن بھی بُرا ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ جیسا رسُولِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ ایک بندے کو (ایمان کی وجہ سے) دوست رکھتا ہے اور اس کے عمل کو بُرا سمجھتا ہے اور (کہیں) عمل کو دوست رکھتا ہے اور عمل کرنے والے کی ذات سے نفرت کرتا ہے۔ دیکھو ہر عمل ایک اُگنے والا سبزہ ہے اور سبزہ کے لئے پانی کا ہونا ضروری ہے اور پانی مختلف قسم کا ہوتا ہے جہاں پانی اچھا دیا جائے گا۔ وہاں پر کھیتی بھی اچھی ہوگی اور اس کا پھل بھی میٹھا ہوگا اور جہاں پانی بُرا دیا جائے گا وہاں کھیتی بھی بُری ہوگی اور پھل بھی کڑوا ہوگا۔

خُطبہ ۱۵۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَذْكُرُ فِيْهَا بَدِيْعَ خِلْقَةِ الْخُفَّاشِ

اس میں چمگادڑ کی عجیب وغریب خلقت کا ذکر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ انْحَسَرَتِ الْاَوْصَافُ

عَنْ كُنْهِ مَعْرِفَتِهِ وَرَدَعَتْ عَظَمَتُهُ
الْعُقُولَ فَلَمْ تَجِدْ مَسَاغاً إِلَى بُلُوغِ
غَايَةِ مَلَكُوتِهِ۔ هُوَ اللهُ الْمَلِكُ
الْحَقُّ الْمُبِينُ أَحَقُّ وَأَبْيَنُ مِمَّا
تَرَى الْعُيُونُ لَمْ تَبْلُغْهُ الْعُقُولُ
بِتَحْدِيدٍ فَيَكُونَ مُشَبَّهاً۔ وَلَمْ
تَقَعْ عَلَيْهِ الْأَوْهَامُ بِتَقْدِيرٍ فَيَكُونَ
مُمَثَّلاً۔ خَلَقَ الْخَلْقَ عَلَى غَيْرِ
تَمْثِيلٍ وَلَا مَشُورَةِ مُشِيرٍ وَلَا
مَعُونَةِ مُعِينٍ۔ فَتَمَّ خَلْقُهُ بِأَمْرِهِ
وَأَذْعَنَ لِطَاعَتِهِ فَأَجَابَ وَلَمْ
يُدَافِعْ وَانْقَادَ وَلَمْ يُنَازِعْ۔ وَمِنْ
لَطَائِفِ صَنْعَتِهِ وَعَجَائِبِ
خِلْقَتِهِ مَا أَرَانَا مِنْ غَوَامِضِ الْحِكْمَةِ
فِي هٰذِهِ الْخَفَافِيشِ الَّتِي يَقْبِضُهَا
الضِّيَاءُ الْبَاسِطُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَيَبْسُطُهَا
الظَّلَامُ الْقَابِضُ لِكُلِّ حَيٍّ۔ وَكَيْفَ
عَشِيَتْ أَعْيُنُهَا عَنْ أَنْ تَسْتَمِدَّ
مِنَ الشَّمْسِ الْمُضِيئَةِ نُوراً
تَهْتَدِي بِهِ فِي مَذَاهِبِهَا وَتَصِلُ
بِعَلَانِيَةِ بُرْهَانِ الشَّمْسِ إِلَى
مَعَارِفِهَا۔ وَرَدَعَهَا بِتَلَأْلُؤِ
ضِيَائِهَا عَنِ الْمُضِيِّ فِي سُبُحَاتِ
إِشْرَاقِهَا وَأَكَنَّهَا فِي مَكَامِنِهَا
عَنِ الذَّهَابِ فِي بُلَجِ ائْتِلَاقِهَا

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جس کی معرفت کی
حقیقت ظاہر کرنے سے اوصاف عاجز ہیں اور اُس کی عظمت
و بلندی نے عقلوں کو روک دیا ہے جس سے وہ اس کی سرحد
فرمانروائی تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پاتیں۔ وہ اللہ اقتدار کا مالک
ہے اور (سراپا) حق اور (حق کا) ظاہر کرنے والا ہے وہ ان چیزوں
سے بھی زیادہ (اپنے مقام پر) ثابت و آشکارا ہے کہ جنھیں
آنکھیں دیکھتی ہیں عقلیں اس کی حدبندی کر کے اس تک
نہیں پہنچ سکتیں کہ وہ دوسروں سے مشابہ ہو جائے
اور نہ وہم اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی چیز کے مانند
ہو جائے۔ اس نے بغیر کسی نمونہ و مثال کے اور بغیر کسی
مشیر کار کے مشورہ کے اور بغیر کسی معاون کی امداد کے
مخلوقات کو پیدا کیا۔ اس کے حکم سے مخلوق اپنے کمال کو پہنچ گئی
اور اس کی اطاعت کے لیے جھک گئی اور بلاتوقف لبیک کہی
اور بغیر کسی نزاع و مزاحمت کے اُس کی مطیع ہو گئی۔ اس کی
صنعت کی لطافتوں اور خلقت کی عجیب و غریب کارفرمائیوں
میں کیا کیا گہری حکمتیں ہیں کہ جو اُس نے ہمیں چمگادڑوں کے
اندر دکھائی ہیں کہ جن کی آنکھوں کو دن کا اُجالا سکیڑ دیتا ہے
حالانکہ وہ تمام آنکھوں میں (روشنی) پھیلانے والا ہے اور اندھیرا
اُن کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ حالانکہ وہ ہر زندہ شے کی
آنکھوں پر نقاب ڈالنے والا ہے اور کیونکر چمکتے ہوئے سورج
میں ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں کہ وہ اس کی نورپاش شعاعوں
سے مدد لے کر اپنے راستوں پر آ جا سکیں اور نور آفتاب
کے پھیلاؤ میں اپنی جانی پہچانی ہوئی چیزوں تک پہنچ سکیں۔
اس نے تو اپنی ضو پاشیوں کی تابش سے انہیں نور کی تجلیوں
میں بڑھنے سے روک دیا ہے اور ان کے پوشیدہ ٹھکانوں

فَهِيَ مُسْدِلَةُ الْجُفُونِ بِالنَّهَارِ
عَلَى أَحْدَاقِهَا۔ وَجَاعِلَةُ
اللَّيْلِ سِرَاجًا تَسْتَدِلُّ بِهِ
فِي الْتِمَاسِ أَرْزَاقِهَا فَلَا يَرُدُّ
أَبْصَارَهَا إِسْدَافُ ظُلْمَتِهِ وَ
وَلَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْمُضِيِّ فِيهِ
لِغَسَقِ دُجُنَّتِهِ فَإِذَا أَلْقَتِ
الشَّمْسُ قِنَاعَهَا وَبَدَتْ أَوْضَاحُ
نَهَارِهَا، وَدَخَلَ مِنْ إِشْرَاقِ
نُورِهَا عَلَى الضِّبَابِ فِي وِجَارِهَا
أَطْبَقَتِ الْأَجْفَانَ عَلَى مَآقِيهَا
وَتَبَلَّغَتْ بِمَا اكْتَسَبَتْ مِنَ
الْمَعَاشِ فِي ظُلَمِ لَيَالِيهَا۔ فَسُبْحَانَ
مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَهَا نَهَارًا وَمَعَاشًا
وَالنَّهَارَ سَكَنًا وَقَرَارًا وَجَعَلَ
لَهَا أَجْنِحَةً مِنْ لَحْمِهَا تَعْرُجُ
بِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَى الطَّيَرَانِ
كَأَنَّهَا شَظَايَا الْآذَانِ غَيْرَ ذَوَاتِ
رِيشٍ وَلَا قَصَبٍ إِلَّا أَنَّكَ تَرَى
مَوَاضِعَ الْعُرُوقِ بَيِّنَةً أَعْلَامًا۔ لَهَا
جَنَاحَانِ لَمَّا يَرِقَّا فَيَنْشَقَّا۔ وَلَوْ يَغْلُظَا
فَيَثْقُلَا تَطِيرُ وَوَلَدُهَا لَاصِقٌ بِهَا لَاجِئٌ
إِلَيْهَا يَقَعُ إِذَا وَقَعَتْ وَيَرْتَفِعُ إِذَا
ارْتَفَعَتْ لَا يُفَارِقُهَا حَتَّى تَشْتَدَّ
أَرْكَانُهُ وَيَحْمِلَهُ لِلنُّهُوضِ جَنَاحُهُ

میں انہیں چھپا دیا ہے کہ وہ اُس کی روشنی کے اُجالوں میں
آ سکیں دن کے وقت تو وُہ اس طرح ہوتی ہیں کہ ان کی پلکیں
جھلک کر آنکھوں پر لٹک آتی ہیں اور تاریکی شب کو اپنا چراغ
بنا کر رزق کے ڈھونڈنے میں اس سے مدد لیتی ہیں رات
کی تاریکیاں اُن کی آنکھوں کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ اس
کی گھٹا ٹوپ اندھیاریاں راہ پیمائیوں سے باز رکھتی ہیں۔ مگر
جب آفتاب اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتا ہے۔ اور
دن کے اُجالے اُبھر آتے ہیں اور سورج کی کرنیں سوسمار
کے سوراخ کے اندر تک پہنچ جاتی ہیں۔ تو وُہ اپنی پلکوں
کو آنکھوں پر جھکا لیتی ہیں اور رات کی تیرگیوں میں جو معاش
حاصل کی ہے۔ اسی پر اپنا وقت پورا کر لیتی ہیں۔ سبحان
اللہ کہ جس نے رات ان کے کسبِ معاش کے لیے اور
دن آرام و سکون کے لیے بنایا ہے اور ان کے گوشت
ہی سے ان کے پر بنائے ہیں اور جب اُڑنے کی ضرورت
ہوتی ہے تو انہی پروں سے اونچی ہوتی ہیں گویا کہ وُہ
کانوں کی لوئیں ہیں کہ نہ ان میں پر و بال ہیں اور نہ کریاں
مگر تم ان کی رگوں کی جگہ کو دیکھو گے کہ اس کے نشان ظاہر
ہیں اور اس میں دو پر سے لگے ہوئے ہیں کہ جو نہ اتنے باریک
ہیں کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنے موٹے ہیں کہ بوجھل ہو جائیں
(کہ اڑا نہ جا سکے) وُہ اڑتی ہیں تو بچے ان سے چمٹے رہتے ہیں
جب وہ نیچے کی طرف جھکتی ہیں تو بچے بھی جھک پڑتے ہیں
اور جب وُہ اونچی ہوتی ہیں تو بچے بھی اونچے ہو جاتے ہیں
اور اس وقت تک الگ نہیں ہوتے جب تک اُن
کے اعضاء میں مضبوطی نہ آ جائے اور بلند ہونے کے لیے
ان کے پر (ان کا بوجھ) اٹھانے کے قابل نہ ہو جائیں وُہ

وَ يَعْرِفَ مَذَاهِبَ عَيْشِهٖ وَ مَصَالِحَ نَفْسِهٖ فَسُبْحَانَ الْبَارِئِ لِكُلِّ شَيْءٍ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ۔

اپنی زندگی کی راہوں اور اپنی مصلحتوں کو پہچانتے ہیں پاک ہے وُہ خدا کہ جس نے بغیر کسی نمونہ کے کہ جو اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو، ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے

چمگادڑ ایک عجیب و غریب پرندہ ہے جو انڈے دینے کے بجائے بچے دیتا، دانہ بھرانے کے بجائے دودھ پلاتا اور بغیر پروں کے پرواز کرتا ہے۔ اس کی انگلیاں جھلی دار ہوتی ہیں جن سے پروں کا کام لیتا ہے۔ ان پروں کا پھیلاؤ ڈیڑھ انچ سے پانچ فٹ تک ہوتا ہے۔ یہ اپنے پیروں کے بل چل پھر نہیں سکتا اس لیے اڑ کر روزی حاصل کرتا اور درختوں اور چھتوں میں اُلٹا لٹکا رہتا ہے دن کی روشنی میں اسے کچھ نظر نہیں آتا اس لیے غروب آفتاب کے بعد ہی پرواز کرتا ہے۔ اور کیڑے مکوڑے اور رات کو اُڑنے والے پروانے کھاتا ہے۔ چمگادڑوں کی ایک قسم پھل کھاتی ہے۔ اور بعض گوشت خوار ہوتی ہیں جو مچھلی کا شکار کرتی ہیں شمالی امریکہ کے تاریک غاروں میں خونخوار چمگادڑیں بھی بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں یہ بڑی خطرناک اور مُہلک ہوتی ہیں۔ ان کی خوراک انسانی و حیوانی خون ہے۔ جب یہ کسی انسان کا خون چوستی ہیں تو انسانی خون میں زہر سرایت کر جاتا ہے جس کے نتیجہ میں پہلے ہلکا سا بخار اور دردِ سر ہوتا ہے پھر سانس کی نالی متورم ہو جاتی ہے۔ کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے جسم کا نیچے والا حصہ بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔ آخر سانس کی آمد و شد رُک جاتی ہے اور وُہ دم توڑ دیتا ہے۔ یہ خوں آشام چمگادڑیں اس وقت حملہ کرتی ہیں جب آدمی بے ہوش ہو یا سو رہا ہو۔ جاگتے میں حملہ کم ہوتا ہے اور خوں چوستے وقت درد کا احساس تک نہیں ہوتا

چمگادڑ کی آنکھ خاص قسم کی ہوتی ہے جو صرف تاریکی ہی میں کام کر سکتی ہے اور دن کے اُجالے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کی وُسعت کے مقابلہ میں بڑا ہوتا ہے اور تیز روشنی میں سمٹ جاتا ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بڑی طاقت کے کیمرہ سے کھلی روشنی میں تصویر اتاری جائے تو روشنی کی چھوٹ سے تصویر دھندلی اترتی ہے اسی لیے کیمرہ کے شیشہ کا سائز جو بمنزلہ آنکھ کی پتلی کے ہوتا ہے چھوٹا کر دیا جاتا ہے تاکہ روشنی کی چکا چوند کم ہو جائے اور تصویر صاف اترے۔ اگر چمگادڑ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کے مقابلہ میں کم ہوتا تو وہ بھی دوسرے جانوروں کی طرح دن کی روشنی میں دیکھ سکتی تھی۔

خطبہ ۱۵۴

وَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاطَبَ بِهٖ اَهْلَ الْبَصْرَةِ عَلٰى جِهَةِ اقْتِصَاصِ الْمَلَاحِمِ۔

اس میں اہل بصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں فتنوں سے آگاہ کیا ہے۔

فَمَنِ اسْتَطَاعَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَنْ يَّعْتَقِلَ نَفْسَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلْيَفْعَلْ۔ فَاِنْ اَطَعْتُمُوْنِيْ فَاِنِّيْ حَامِلُكُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَلٰى سَبِيْلِ الْجَنَّةِ، وَاِنْ كَانَ ذَا مَشَقَّةٍ شَدِيْدَةٍ وَّمَذَاقَةٍ مَرِيْرَةٍ۔ وَاَمَّا فُلَانَةُ فَاَدْرَكَهَا رَاْيُ النِّسَآءِ، وَضِغْنٌ غَلَا فِيْ صَدْرِهَا كَمِرْجَلِ الْقَيْنِ وَلَوْ دُعِيَتْ لِتَنَالَ مِنْ غَيْرِيْ مَاۤ اَتَتْ اِلَيَّ لَمْ تَفْعَلْ وَلَهَا بَعْدُ حُرْمَتُهَا الْاُوْلٰى وَالْحِسَابُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(مِنْهُ) سَبِيْلٌ اَبْلَجُ الْمِنْهَاجِ اَنْوَرُ السِّرَاجِ۔ فَبِالْاِيْمَانِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحَاتِ۔ وَبِالصَّالِحَاتِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الْاِيْمَانِ۔ وَبِالْاِيْمَانِ يُعْمَرُ الْعِلْمُ۔ وَبِالْعِلْمِ يُرْهَبُ الْمَوْتُ وَبِالْمَوْتِ تُخْتَمُ الدُّنْيَا۔ وَبِالدُّنْيَا تُحْرَزُ الْاٰخِرَةُ۔ وَاِنَّ الْخَلْقَ لَا مَقْصَرَ لَهُمْ عَنِ الْقِيَامَةِ، مُرْقِلِيْنَ فِيْ مِضْمَارِهَا اِلَى الْغَايَةِ الْقُصْوٰى۔

(مِنْهُ) قَدْ شَخَصُوْا مِنْ مُّسْتَقَرِّ الْاَجْدَاثِ وَصَارُوْا اِلٰى مَصَآئِرِ الْغَايَاتِ لِكُلِّ دَارٍ اَهْلُهَا۔ لَا يَسْتَبْدِلُوْنَ بِهَا وَلَا يُنْقَلُوْنَ عَنْهَا وَاِنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَخُلُقَانِ مِنْ

جو شخص ان (فتنہ انگیزیوں) کے وقت اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت پر ٹھہرائے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اُسے ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ اگر تم میری اطاعت کروگے تو میں انشاءاللہ تمہیں جنت کی راہ پر لگا دوں گا۔ اگرچہ وہ راستہ کٹھن دشواریوں اور تلخ مزوں کو لیے ہوئے ہے۔ رہیں فلاں تو ان میں عورتوں والی کم عقلی آگئی ہے اور لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ و عناد ان کے سینہ میں جوش مار رہا ہے اور جو سلوک مجھ سے کر رہی ہیں، اگر میرے سوا کسی دوسرے سے ویسے سلوک کو ان سے کہا جاتا تو وہ نہ کرتیں۔ ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں ان کی سابقہ حرمت کا لحاظ ہے ان کا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے: (ایمان کی) راہ سب راہوں سے واضح اور سب چراغوں سے زیادہ نورانی ہے۔ ایمان سے نیکیوں پر استدلال کیا جاتا ہے اور نیکیوں سے ایمان پر دلیل لائی جاتی ہے، ایمان سے علم کی دنیا آباد ہوتی ہے اور علم کی بدولت موت سے ڈرا جاتا ہے اور موت سے دنیا کے سارے جھنجٹ ختم ہو جاتے ہیں اور دنیا سے آخرت حاصل کی جاتی ہے۔ مخلوقات کے لیے قیامت سے ادھر کوئی منزل نہیں۔ وہ اسی کے میدان میں انتہا کی حد تک پہنچنے کے لیے دوڑ لگانے والی ہے۔

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے: وہ اپنی قبروں کے ٹھکانوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی آخرت کے ٹھکانوں کی طرف پلٹ پڑے، ہر گھر کے لیے اس کے اہل ہیں کہ نہ وہ اسے تبدیل کر سکیں گے اور نہ اس سے منتقل ہو سکیں گے۔ نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ایسے دو کام ہیں،

خُلُقِ اللهِ سُبْحَانَهُ وَإِنَّهُمَا لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ أَجَلٍ وَلَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِزْقٍ وَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِينُ وَالنُّورُ الْمُبِينُ وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ وَالرِّيُّ النَّاقِعُ وَالْعِصْمَةُ لِلْمُتَمَسِّكِ وَالنَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ. لَا يَعْوَجُّ فَيُقَامَ وَلَا يَزِيغُ فَيُسْتَعْتَبَ. وَلَا تُخْلِقُهُ كَثْرَةُ الرَّدِّ وَوُلُوجُ السَّمْعِ. مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ سَبَقَ.

(وَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرْنَا عَنِ الْفِتْنَةِ وَهَلْ سَأَلْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ قَوْلَهُ (الٓمٓ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ) عَلِمْتُ أَنَّ الْفِتْنَةَ لَا تَنْزِلُ بِنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا هٰذِهِ الْفِتْنَةُ الَّتِي أَخْبَرَكَ اللهُ تَعَالَى بِهَا فَقَالَ: "يَا عَلِيُّ إِنَّ أُمَّتِي سَيُفْتَنُونَ مِنْ بَعْدِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ. أَوَلَيْسَ قَدْ قُلْتَ لِي يَوْمَ أُحُدٍ حَيْثُ اسْتُشْهِدَ مَنِ اسْتُشْهِدَ

جو اخلاقِ خداوندی میں سے ہیں نہ اُن کی وجہ سے موت قبل از وقت آسکتی ہے اور نہ جو رزق مقرر ہے اس میں کوئی کمی ہوسکتی ہے۔ تمہیں کتاب خدا پر عمل کرنا چاہیئے اس لیے کہ وُہ ایک مضبوط رسی روشن و واضح نور، نفع بخش شفا، پیاس بجھانے والی سیرابی۔ تمسک کرنے والے کے لیے سامانِ حفاظت اور وابستہ رہنے والے کے لیے نجات ہے۔ اس میں کجی نہیں آتی کہ اسے سیدھا کیا جائے نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رُخ موڑا جائے۔ کثرت سے دھرایا جانا اور (بار بار) کانوں میں پڑنا اُسے پرانا نہیں کرتا جو اس کے مطابق کہے وُہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وُہ سبقت لے جانے والا ہے۔

(اسی اثنا میں) ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتایئے اور کیا آپ نے اس کے متعلق رسُول اللہؐ سے دریافت کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ نے یہ آیت اُتاری کہ "کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ فتنوں سے دو چار نہیں ہوں گے، تو میں سمجھ گیا کہ فتنہ ہم پر تو نہیں آئے گا جبکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں چنانچہ میں نے کہا، یا رسُول اللہؐ! یہ فتنہ کیا ہے کہ جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے علی! میرے بعد میری اُمت جلدی فتنوں میں پڑ جائے گی۔ تو میں نے کہا یا رسُول اللہ (احد کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہوچکے تھے اور شہادت مجھ سے روک لی گئی اور یہ مجھ پر گراں گزرا تھا تو آپ نے

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَحِيْزَتْ عَنِّي الشَّهَادَةُ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَقُلْتَ لِيْ : اَبْشِرْ فَاِنَّ الشَّهَادَةَ مِنْ وَّرَآئِكَ ۔ فَقَالَ لِيْ : "اِنَّ ذٰلِكَ لَكَذٰلِكَ فَكَيْفَ صَبْرُكَ اِذًا" فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ هٰذَا مِنْ مَّوَاطِنِ الصَّبْرِ، وَلٰكِنْ مِّنْ مَّوَاطِنِ الْبُشْرٰى، وَ الشُّكْرِ، وَقَالَ يَا عَلِيُّ اِنَّ الْقَوْمَ سَيُفْتَنُوْنَ بَعْدِيْ بِاَمْوَالِهِمْ وَيَمُنُّوْنَ بِدِيْنِهِمْ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَتَمَنَّوْنَ رَحْمَتَهٗ ، وَيَاْمَنُوْنَ سَطْوَتَهٗ وَيَسْتَحِلُّوْنَ حَرَامَهٗ بِالشُّبُهَاتِ الْكَاذِبَةِ وَالْاَهْوَآءِ السَّاهِيَةِ ۔ فَيَسْتَحِلُّوْنَ الْخَمْرَ بِالنَّبِيْذِ ، وَالسُّحْتَ بِالْهَدِيَّةِ وَالرِّبَا بِالْبَيْعِ" ۔ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَيِّ الْمَنَازِلِ اُنْزِلُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ ؟ اَبِمَنْزِلَةِ رِدَّةٍ اَمْ بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ ؟ فَقَالَ بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ" ؟

مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ تمہیں بشارت ہو کہ شہادت تمہیں پیش آنے والی ہے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ یونہی ہو کر رہے گا۔ (یہ کہو) کہ اس وقت تمہارے صبر کی کیا حالت ہو گی تو میں نے کہا تھا کہ یا رسولؐ اللہ یہ صبر کا کوئی موقع نہیں ہے، یہ تو (میرے لیے) مژدہ اور شکر کا مقام ہو گا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یا علی حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائیں گے۔ اور دین اختیار کر لینے سے اللہ پر احسان جتائیں گے۔ اُس کی رحمت کی آرزوئیں تو کریں گے، لیکن اس کے قہر و غلبہ (کی گرفت) سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبہوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کر لیں گے شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر اور سود کو خرید و فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے (پھر) میں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ میں انہیں اس موقع پر کس مرتبہ پر سمجھوں اس مرتبہ پر کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں یا اس مرتبہ پر کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ فتنہ کے مرتبہ پر۔

❖ ❖ ❖ ❖

لے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عائشہ کا رویہ امیر المومنینؑ سے ہمیشہ معاندانہ رہا اور اکثر اُن کے دل کی کدورت ان کے چہرے پر کھل جاتی اور طرزِ عمل سے نفرت و بیزاری جھلک اُٹھتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر کسی واقعہ کے سلسلہ میں حضرت کا نام آ جاتا تو اُن کی پیشانی پر بل پڑ جاتا تھا اور اس کا زبان پر لانا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔ چنانچہ عبید اللہ ابن عبد اللہ نے حضرت عائشہ کی اس روایت کا کہ پیغمبرؐ حالتِ مرض میں فضل ابن عباس اور ایک دوسرے شخص کا سہارا لے کر اُن کے ہاں چلے آئے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا۔

هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ
قُلْتُ لَا قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ

کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا شخص کون تھا اس نے کہا کہ نہیں کہا کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے مگر حضرت عائشہ

وَلٰكِنَّهَا كَانَتْ لَا تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ تَذْكُرَهٗ بِخَيْرٍ۔ (تاریخ طبری ج ۲۔ ص۴۳۳)

کے بس کی یہ بات نہ تھی کہ وُہ علی کا کسی اچھائی کے ساتھ ذکر کرتیں۔

اس نفرت و عناد کا ایک سبب حضرت فاطمۃ الزہرا کا وجود تھا کہ جن کی ہمہ گیر عظمت و توقیر ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور سوتاپے کی جلن یہ گوارا نہ کر سکتی تھی کہ پیغمبر سوت کی دختر کو اس طرح چاہیں کہ اُسے دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں اور اپنی مسند پہ جگہ دیں اور سیدۃ نساء العالمین کہہ کر دنیا جہاں کی عورتوں پر اس کی فوقیت ظاہر کریں اور اس کی اولاد کو اس حد تک دوست رکھیں کہ انہیں اپنا فرزند کہہ کر پکاریں۔ یہ تمام چیزیں ان پر شاق گذرنے والی تھیں اور فطری طور پر ان کے جذبات اس موقع پر یہی ہوں گے کہ اگر خود ان کے بطن سے اولاد ہوتی تو وہ پیغمبر کے بیٹے کہلاتے اور بجائے حسن و حسین کے وہ ان کی محبت کا مرکز بنتے مگر ان کی گود اولاد سے ہمیشہ خالی ہی رہی اور ماں بننے کی آرزو کو اپنے بھانجے کے نام پر اپنی کنیت ام عبداللہ رکھ کر پورا کر لیا۔ غرض یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنھوں نے ان کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا جس کے تقاضے سے مجبور ہو کر جناب سیدہ کے خلاف شکوہ و شکایت کرتی رہتی تھیں۔ مگر پیغمبر کی توجہات اُن سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس رنجش و کشیدگی کا تذکرہ حضرت ابُوبکر کے کانوں میں بھی برابر پہنچتا رہتا تھا جس سے وُہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے تھے مگر ان کے کئے بھی کچھ نہ ہو سکتا تھا سوا اس کے کہ ان کی زبانی ہمدردیاں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ پیغمبرؐ اکرم نے دُنیا سے رحلت فرمائی اور حکومت کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں آگئی۔ اب موقع تھا کہ وُہ جس طرح چاہتے انتقام لیتے اور جو تشدد چاہتے روا رکھتے۔ چنانچہ پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ جناب سیدہ کو محروم الارث قرار دینے کے لیے پیغمبروں کے ورثہ کی نفی کر دی کہ نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا ترکہ حکومت کی ملکیت ہوتا ہے۔ جس سے سیدہ اس حد تک متاثر ہوئیں کہ ان سے ترکِ کلام کر دیا اور انہی تاثرات کے ساتھ دنیا سے رُخصت ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے اس موقع پر بھی اپنی روش نہ بدلی اور یہ تک گوارا نہ کیا ان کے انتقال پُر مُلال پر افسوس کا اظہار کرتیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ۔

ثُمَّ مَاتَتْ فَاطِمَةُ فَجَاءَ نِسَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كُلُّهُنَّ اِلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ فِي الْعَزَاءِ اِلَّا عَائِشَةَ فَاِنَّهَا لَمْ تَأْتِ وَاَظْهَرَتْ مَرَضًا وَنُقِلَ اِلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْهَا كَلَامٌ يَدُلُّ عَلَى السُّرُوْرِ۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۲، ص۴۵۹)

جب حضرت فاطمۃ الزہراؑ نے رحلت فرمائی تو تمام ازواج پیغمبر بنی ہاشم کے ہاں تعزیت کے لیے پہنچ گئیں سوا عائشہ کے کہ وُہ نہ آئیں اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مریض ہیں اور حضرت علی تک ان کی طرف سے ایسے الفاظ پہنچے جن سے ان کی مسرت و شادمانی کا پتہ چلتا تھا۔

جب جناب سیدہ سے اس حد تک عناد تھا تو جن سے ان کا دامن وابستہ ہو گا وہ کس طرح ان کی دشمنی و عناد سے بچ سکتا ہے جب کہ ایسے واقعات بھی رونما ہوتے رہے ہوں کہ جو اس مخالفت کو ہوا دیتے اور ان کے جذبۂ نفرت کو ابھارتے ہوں

جیسے واقعہ انک کے سلسلہ میں امیر المومنینؑ کا پیغمبر سے یہ کہنا کہ ان ہی الا شسع نعلک "یہ تو آپ کی جوتی کا تسمہ ہے" اسے چھوڑیئے اور طلاق دے کر الگ کیجئے۔ جب حضرت عائشہ نے یہ سنا ہو گا تو یقیناً بے قراری کے بستر پر کروٹیں بدلی ہوں گی اور حضرت کے خلاف جذبۂ نفرت انتہائی شدت سے ابھرا ہو گا۔ پھر ایسے واقعات بھی پیش آتے رہے کہ ان کے والد حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں حضرت کو امتیاز دیا گیا اور ان کے مدارج کو بلند اور نمایاں کرکے دکھایا گیا۔ جیسے تبلیغ سورۂ برات کے سلسلہ میں پیغمبرؐ کا انہیں معزول کرکے واپس پلٹا لینا اور یہ خدمت حضرت علیؑ کے سپرد کرنا اور یہ فرمانا کہ "انی امرت ان ابلغه انا او رجل من اهل بیتی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود سے پہنچاؤں یا وہ شخص جو میرے اہلبیت میں سے ہو اسی طرح مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازے کہ جن میں حضرت ابوبکر کے گھر کا بھی دروازہ تھا چنوا دیئے اور صرف امیر المومنینؑ کے گھر کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔

حضرت عائشہ اپنے باپ کے مقابلہ میں حضرت کا تفوق گوارا نہ کرسکتی تھیں اور جب کوئی امتیازی صورت پیدا ہوتی تھی تو اُسے مٹانے کی کوشش اٹھا نہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب پیغمبرؐ نے آخر وقت میں حضرت اسامہ کے ہمراہ لشکر روانہ کیا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھی ان کی زیر امارت جانے کا حکم دیا تو ازواج پیغمبر کے ذریعہ انہیں یہ پیغام ملتا ہے کہ پیغمبر کی حالت نازک ہے۔ لشکر کو آگے بڑھنے کے بجائے پلٹ آنا چاہیئے۔ چونکہ ان دُور رس نظروں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مدینہ کو مہاجرین و انصار سے خالی کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ رحلت نبیؐ کے بعد امیر المومنینؑ سے کوئی مزاحم نہ ہو۔ اور کسی شورش انگیزی کے بغیر آپ منصب خلافت پر فائز ہو جائیں۔ چنانچہ لشکر اسامہ اس پیغام پر پلٹ آیا۔ جب پیغمبر نے یہ دیکھا تو اسامہ کو پھر لشکر لے جانے کی تاکید فرمائی اور یہ تک فرمایا لعن اللہ علی من تخلف عن جیش اسامۃ جو شخص لشکر اسامہ سے تخلف کرے اُس پر خدا کی لعنت ہو۔ جس پر وہ پھر روانہ ہوئے۔ مگر پھر انہیں واپس بلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبرؐ کے مرض نے شدت اختیار کرلی اور لشکر کو روانہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اس کارروائی کے بعد بلال کے ذریعہ حضرت ابوبکر کو یہ کہلوایا جاتا ہے کہ وہ امامت نماز کے فرائض سرانجام دیں تاکہ اُن کی خلافت کے لیے راستہ ہموار ہو جائے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر انہیں خلیفۃ رسول اللہ علی الصلوٰۃ کہہ کر خلیفہ علی الاطلاق مان لیا گیا اور پھر ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ کسی طرح خلافت امیر المومنینؑ تک نہ پہنچ سکے لیکن دور ثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ حضرت عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرما تھیں انہیں جب حضرت کی بیعت کا علم ہوا تو اُن کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے، غیظ و غضب نے مزاج میں برہمی پیدا کردی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کرلی کہ جس خون کے بہانے کا فتویٰ دے چکی تھیں۔ اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں ایسا کشت و خون ہوا کہ بصرہ کی سرزمین کشتوں کے خون سے رنگین ہو گئی۔ اور افتراق انگیزی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے کھل گیا۔

خطبہ ۱۵۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَمْدَ مِفْتَاحًا لِذِكْرِهٖ وَسَبَبًا لِلْمَزِيْدِ مِنْ فَضْلِهٖ وَدَلِيْلًا عَلٰى اٰلَائِهٖ وَعَظَمَتِهٖ عِبَادَ اللّٰهِ اِنَّ الدَّهْرَ يَجْرِیْ بِالْبَاقِيْنَ كَجَرْيِهٖ بِالْمَاضِيْنَ لَا يَعُوْدُ مَا قَدْ وَلّٰى مِنْهُ، وَلَا يَبْقٰى سَرْمَدًا مَا فِيْهِ۔ اٰخِرُ فِعَالِهٖ كَاَوَّلِهٖ مُتَسَابِقَةٌ اُمُوْرُهٗ مُتَظَاهِرَةٌ اَعْلَامُهٗ فَكَاَنَّكُمْ بِالسَّاعَةِ تَحْدُوْكُمْ حَدْوَ الزَّاجِرِ بِشَوْلِهٖ فَمَنْ شَغَلَ نَفْسَهٗ بِغَيْرِ نَفْسِهٖ تَحَيَّرَ فِی الظُّلُمَاتِ۔ وَارْتَبَكَ فِی الْهَلَكَاتِ وَمَدَّتْ بِهٖ شَيَاطِيْنُهٗ فِیْ طُغْيَانِهٖ، وَزَيَّنَتْ لَهٗ سَيِّئَ اَعْمَالِهٖ۔ فَالْجَنَّةُ غَايَةُ السَّابِقِيْنَ وَالنَّارُ غَايَةُ الْمُفَرِّطِيْنَ۔

اِعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّ التَّقْوٰى دَارُ حِصْنٍ عَزِيْزٍ وَالْفُجُوْرَ دَارُ حِصْنٍ ذَلِيْلٍ لَا يَمْنَعُ اَهْلَهٗ وَلَا يُحْرِزُ مَنْ لَجَاَ اِلَيْهِ۔ اَلَا وَبِالتَّقْوٰى تُقْطَعُ حُمَةُ الْخَطَايَا۔ وَبِالْيَقِيْنِ تُدْرَكُ الْغَايَةُ الْقُصْوٰى۔

عِبَادَ اللّٰهِ! اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَعَزِّ الْاَنْفُسِ عَلَيْكُمْ وَاَحَبِّهَا اِلَيْكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَوْضَحَ لَكُمْ سَبِيْلَ

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے حمد کو اپنے ذکر کا افتتاحیہ، اپنے فضل و احسان کے بڑھانے کا ذریعہ اور اپنی نعمتوں اور عظمتوں کا دلیل راہ قرار دیا ہے اے اللہ کے بندو! باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ بھی زمانہ کی وہی روش رہے گی جو گزر جانے والے کے ساتھ تھی جتنا زمانہ گزر چکا ہے وُہ پلٹ کر نہیں آئے گا اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں آخر میں بھی اس کی مصیبتیں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتی ہیں اور اس کے جھنڈے ایک دوسرے کے عقب میں ہیں، گویا تم قیامت کے دامن سے وابستہ ہو کہ وہ تمہیں دھکیل کر اس طرح لیے جا رہی ہے جس طرح للکارنے والا اپنی اونٹنیوں کو جو شخص اپنے نفس کو سنوارنے کے بجائے اور چیزوں میں پڑ جاتا ہے وُہ تیرگیوں میں سرگرداں اور ہلاکتوں میں پھنسا رہتا ہے اور شیاطین اُسے سرکشیوں میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اور اس کی بداعمالیوں کو اس کے سامنے سج دیتے ہیں آگے بڑھنے والوں کی آخری منزل جنّت ہے اور عمدًا کوتاہیاں کرنے والوں کی حد جہنّم ہے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ ہے اور فسق و فجور ایک (کمزور) چار دیواری ہے کہ جو نہ اپنے رہنے والوں سے تباہیوں کو روک سکتی ہے اور نہ ان کی حفاظت کر سکتی ہے۔ دیکھو تقویٰ ہی وُہ چیز ہے کہ جس سے گناہوں کا ڈنک کاٹا جاتا ہے۔ اور یقین ہی سے منتہائے مقصد کی کامرانیاں حاصل ہوتی ہیں۔

اے اللہ کے بندو! اپنے نفس کے بارے میں کہ جو

الْحَقِّ وَاَنَارَ طُرُقَهٗ فَشِقْوَةٌ لَازِمَةٌ
اَوْ سَعَادَةٌ دَائِمَةٌ فَتَزَوَّدُوْا فِیْ اَیَّامِ
الْفَنَاءِ لِاَیَّامِ الْبَقَاءِ فَقَدْ دُلِلْتُمْ
عَلَی الزَّادِ وَاُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ وَ
حُثِثْتُمْ عَلَی الْمَسِیْرِ فَاِنَّمَا اَنْتُمْ
كَرَكْبٍ وُقُوْفٍ لَا تَدْرُوْنَ مَتٰی
تُؤْمَرُوْنَ بِالسَّیْرِ اَلَا فَمَا
یَصْنَعُ بِالدُّنْیَا مَنْ خُلِقَ لِلْاٰخِرَةِ
وَمَا یَصْنَعُ بِالْمَالِ مَنْ عَمَّا
قَلِیْلٍ یُسْلَبُهٗ وَ تَبْقٰی عَلَیْهِ تَبِعَتُهٗ
وَحِسَابُهٗ۔

عِبَادَ اللّٰهِ! اِنَّهٗ لَیْسَ لِمَا وَعَدَ اللّٰهُ
مِنَ الْخَیْرِ مَتْرَكٌ، وَلَا فِیْمَا نَهٰی عَنْهُ مِنَ
الشَّرِّ مَرْغَبٌ۔

عِبَادَ اللّٰهِ! احْذَرُوْا یَوْمًا تُفْحَصُ
فِیْهِ الْاَعْمَالُ وَیَكْثُرُ فِیْهِ الزِّلْزَالُ۔ وَ
تَشِیْبُ فِیْهِ الْاَطْفَالُ۔

اِعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّ عَلَیْكُمْ رَصَدًا
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ وَعُیُوْنًا مِّنْ جَوَارِحِكُمْ
وَحُفَّاظَ صِدْقٍ یَحْفَظُوْنَ اَعْمَالَكُمْ
وَعَدَدَ اَنْفَاسِكُمْ لَا تَسْتُرُكُمْ
مِّنْهُمْ ظُلْمَةُ لَیْلٍ دَاجٍ وَّلَا یُكِنُّكُمْ
مِّنْهُمْ بَابٌ ذُوْ رِتَاجٍ وَّاِنَّ غَدًا
مِّنَ الْیَوْمِ قَرِیْبٌ۔
یَذْهَبُ الْیَوْمُ بِمَا فِیْهِ وَیَجِیْءُ

تمہیں تمام نفسوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہے اللہ سے ڈرو
اس نے تو تمہارے لیے حق کا راستہ کھول دیا ہے اور اس
کی راہیں اُجاگر کر دی ہیں۔ اب یا تو اٹل بدبختی ہوگی یا دائمی
خوش بختی و سعادت۔ دارِ فانی سے عالم باقی کے لیے
توشہ مہیا کر لو تمہیں زادِ راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے اور کوچ
کا حکم مل چکا ہے اور چل چلاؤ کے لیے جلدی مچائی جا
رہی ہے۔ تم ٹھہرے ہوئے سواروں کے مانند ہو کہ تمہیں
یہ پتہ نہیں کہ کب روانگی کا حکم دیا جائے گا۔ بھلا وہ دنیا
کو لے کر کیا کرے گا جو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہو، اور
اس مال کا کیا کرے گا جو عنقریب اس سے چھن جانے
والا ہے۔ اور اس کا مظلمہ و حساب اس کے ذمہ رہنے والا
ہے۔

اللہ کے بندو! خدا نے جس بھلائی کا وعدہ کیا ہے
اُسے چھوڑا نہیں جا سکتا اور جس برائی سے روکا ہے اس
کی خواہش نہیں کی جا سکتی۔

اللہ کے بندو! اس دن سے ڈرو کہ جس میں عملوں
کی جانچ پڑتال اور زلزلوں کی بہتات ہوگی اور بچے تک اس
میں بوڑھے ہو جائیں گے۔

اے اللہ کے بندو! یقین رکھو کہ خود تمہارا ضمیر تمہارا
نگہبان اور خود تمہارے اعضاء و جوارح تمہارے نگران ہیں
اور تمہارے عملوں اور سانسوں کی گنتی کو صحیح صحیح یاد رکھنے
والے (کراماً کاتبین) ہیں ان سے نہ اندھیری رات کی
اندھیاریاں چھپا سکتی ہیں اور نہ بند دروازے تمہیں اوجھل
رکھ سکتے ہیں۔ بلاشبہ آنے والا کل آج کے دن سے قریب ہے
"آج کا دن" اپنا سب کچھ لے کر چلا جائے گا۔ اور

الْغَدُ لَاحِقًا بِهٖ۔ فَكَاَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ قَدْ بَلَغَ مِنَ الْاَرْضِ مَنْزِلَ وَحْدَتِهٖ وَمَخَطَّ حُفْرَتِهٖ فَيَالَهٗ مِنْ بَيْتِ وَحْدَةٍ، وَّمَنْزِلِ وَحْشَةٍ وَّمُفْرَدِ غُرْبَةٍ وَّكَاَنَّ الصَّيْحَةَ قَدْ اَتَتْكُمْ وَالسَّاعَةَ قَدْ غَشِيَتْكُمْ۔ وَبَرَزْتُمْ لِفَصْلِ الْقَضَآءِ قَدْ زَاحَتْ عَنْكُمُ الْاَبَاطِيْلُ وَاضْمَحَلَّتْ عَنْكُمُ الْعِلَلُ وَاسْتَحَقَّتْ بِكُمُ الْحَقَآئِقُ وَصَدَرَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ مَصَادِرَهَا فَاتَّعِظُوْا بِالْعِبَرِ، وَاعْتَبِرُوْا بِالْغِيَرِ وَانْتَفِعُوْا بِالنُّذُرِ۔

"کل" اس کے عقب میں آیا ہی چاہتا ہے۔ گویا تم میں سے ہر شخص زمین کے اس حصہ پر کہ جہاں تنہائی کی منزل اور گڑھے کا نشان (قبر) ہے۔ پہنچ چکا ہے۔ اس تنہائی کے گھر وحشت کی منزل اور مسافرت کے عالم تنہائی (کی ہولناکیوں) کا کیا حال بیان کیا جائے۔ گویا کہ صور کی آواز تم تک پہنچ چکی ہے اور قیامت تم پر چھا گئی ہے اور آخری فیصلہ سننے کے لیے تم (قبروں سے) نکل آئے ہو باطل کے پردے تمہاری آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور تمہارے حیلے بہانے دب چکے ہیں اور حقیقتیں تمہارے لیے ثابت ہو گئی ہیں اور تمام چیزیں اپنے اپنے مقام کی طرف پلٹ پڑی ہیں۔ عبرتوں سے پند و نصیحت اور زمانہ کے اُلٹ پھیر سے عبرت حاصل کرو، اور ڈرانے والی چیزوں سے فائدہ اُٹھاؤ۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۵۶

اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَطُوْلِ هَجْعَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ وَانْتِقَاضٍ مِّنَ الْمُبْرَمِ فَجَآءَهُمْ بِتَصْدِيْقِ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَالنُّوْرِ الْمُقْتَدٰى بِهٖ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَنْطِقُوْهُ وَلَنْ يَّنْطِقَ وَلٰكِنْ اُخْبِرُكُمْ عَنْهُ، اَلَا اِنَّ فِيْهِ عِلْمَ مَا يَاْتِيْ۔ وَالْحَدِيْثَ عَنِ الْمَاضِيْ وَدَوَآءَ دَآئِكُمْ، وَنَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ۔

(مِنْهَا) فَعِنْدَ ذٰلِكَ لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا وَاَدْخَلَهُ الظَّلَمَةُ

(اللہ نے) آپؐ کو اُس وقت رسولؐ بنا کر بھیجا جب کہ رسولوں کا سلسلہ رُکا ہوا تھا اور اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں اور (دین کی) مضبوط رسّی کے بل کھل چکے تھے چنانچہ آپ اُن کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق (کرنے والی کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وُہ قرآن ہے۔ اس کی طرف سے خبر دیتا ہوں کہ اس میں آئندہ کے معلومات گذشتہ واقعات اور تمہاری بیماریوں کا چارہ اور تمہارے باہمی تعلقات کی شیرازہ بندی ہے۔

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے: اُس وقت کوئی پختہ گھر اور کوئی اونی خیمہ ایسا نہ بچے گا کہ جس میں ظالم غم و حزن

تَرْحَةً۔ وَاُولِجُوا فِيْهِ نِقْمَةً فَيَوْمَئِذٍ لَا يَبْقٰى لَكُمْ فِي السَّمَآءِ عَاذِرٌ وَّلَا فِي الْاَرْضِ نَاصِرٌ۔ اَصْفَيْتُمْ بِالْاَمْرِ غَيْرَ اَهْلِهٖ۔ وَاَوْرَدْتُمُوْهُ غَيْرَ مَوْرِدِهٖ۔ وَسَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِمَّنْ ظَلَمَ مَاْكَلًا بِمَاْكَلٍ وَّمَشْرَبًا بِمَشْرَبٍ، مِنْ مَطَاعِمِ الْعَلْقَمِ وَمَشَارِبِ الصَّبِرِ وَالْمَقِرِ۔ وَلِبَاسِ شِعَارِ الْخَوْفِ، وَدِثَارِ السَّيْفِ وَاِنَّمَا هُمْ مَطَايَا الْخَطِيْئَاتِ وَزَوَامِلُ الْاٰثَامِ فَاُقْسِمُ ثُمَّ اُقْسِمُ لَتَنْخَمَنَّهَا اُمَيَّةُ مِنْ بَعْدِيْ كَمَا تُلْفَظُ النُّخَامَةُ ثُمَّ لَا تَذُوْقُهَا وَلَا تَطْعَمُ بِطَعْمِهَا اَبَدًا مَّا كَرَّ الْجَدِيْدَانِ۔

کو داخل نہ کریں اور سختیوں کو اُس کے اندر نہ پہنچائیں وُہ دن ایسا ہوگا کہ آسمان میں تمہارا کوئی عذر خواہ اور زمین میں کوئی تمہارا مددگار نہ رہے گا تم نے امر (خلافت) کے لیے نااہلوں کو چُن لیا، اور ایسی جگہ پر سے لا اتارا کہ جو اس کے اُترنے کی جگہ نہ تھی عنقریب اللہ ظلم ڈھانے والوں سے بدلہ لے گا۔ کھانے کے بدلے میں کھانے کا اور پینے کے بدلے میں پینے کا یُوں کہ انہیں کھانے کے لیے حنظل اور پینے کے لیے ایلوا اور زہر ہلاہل دیا جائے گا اور ان کا اندرونی لباس خوف اور بیرونی پہناوا تلوار ہوگا۔ وُہ گناہوں کی سواریاں اور خطاؤں کے باربردار اونٹ ہیں۔ میں قسم پر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے بعد بنی اُمیّہ کو یہ خلافت اس طرح تھوک دینا پڑے گی جس طرح بلغم تھوکا جاتا ہے۔ پھر جب تک دن رات کا چکر چلتا رہے گا وُہ اس کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور نہ اس کا مزا اٹھا سکیں گے۔

خطبہ ۱۵۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ!

وَلَقَدْ اَحْسَنْتُ جِوَارَكُمْ وَاَحَطْتُ بِجُهْدِيْ مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَاَعْتَقْتُكُمْ مِنْ رِّبَقِ الذُّلِّ وَحَلَقِ الضَّيْمِ شُكْرًا مِّنِّيْ لِلْبِرِّ الْقَلِيْلِ۔ وَاِطْرَاقًا عَمَّا اَدْرَكَهُ الْبَصَرُ وَشَهِدَهُ الْبَدَنُ مِنَ الْمُنْكَرِ الْكَثِيْرِ۔

میں تمہارا اچھا ہمسایہ بن کر رہا اور اپنی طاقت بھر تمہاری نگہداشت و حفاظت کرتا رہا اور تمہیں ذلت کے پھندوں اور ظلم کے بندھنوں سے آزاد کیا (یہ صرف) تمہاری تھوڑی سی بھلائی کا شکریہ ادا کرنے اور تمہاری بہت سی ایسی برائیوں سے چشم پوشی برتنے کے لیے کہ جو میری آنکھوں کے سامنے اور میری موجودگی میں ہوتی تھیں۔

خطبہ ۱۵۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَمْرُهٗ قَضَآءٌ وَّحِكْمَةٌ ، وَرِضَاهُ اَمَانٌ وَّرَحْمَةٌ ، يَقْضِیْ بِعِلْمٍ. وَّيَعْفُوْ بِحِلْمٍ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا تَاْخُذُ وَ تُعْطِیْ وَ عَلٰى مَا تُعَافِیْ وَ تَبْتَلِیْ. حَمْدًا يَكُوْنُ اَرْضَى الْحَمْدِ لَكَ ، وَاَحَبَّ الْحَمْدِ اِلَيْكَ وَاَفْضَلَ الْحَمْدِ عِنْدَكَ حَمْدًا يَمْلَاُ مَا خَلَقْتَ وَيَبْلُغُ مَا اَرَدْتَّ. حَمْدًا لَّا يُحْجَبُ عَنْكَ وَلَا يُقْصَرُ دُوْنَكَ ، حَمْدًا لَّا يَنْقَطِعُ عَدَدُهٗ وَلَا يَفْنٰى مَدَدُهٗ. فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ اِلَّا اَنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ حَیٌّ قَيُّوْمٌ لَا تَاْخُذُكَ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَّمْ يَنْتَهِ اِلَيْكَ نَظَرٌ وَّ لَمْ يُدْرِكْكَ بَصَرٌ. اَدْرَكْتَ الْاَبْصَارَ وَاَحْصَيْتَ الْاَعْمَارَ وَاَخَذْتَ بِالنَّوَاصِیْ اِلَى الْاَقْدَامِ. وَمَا الَّذِیْ نَرٰى مِنْ خَلْقِكَ وَنَعْجَبُ لَهٗ مِنْ قُدْرَتِكَ وَنَصِفُهٗ مِنْ عَظِيْمِ سُلْطَانِكَ وَ مَا تَغَيَّبَ عَنَّا مِنْهُ وَ قَصُرَتْ اَبْصَارُنَا عَنْهُ وَانْتَهَتْ عُقُوْلُنَا دُوْنَهٗ. وَحَالَتْ سَوَاتِرُ الْغُيُوْبِ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ اَعْظَمُ. فَمَنْ فَرَّغَ قَلْبَهٗ وَ اَعْمَلَ فِكْرَهٗ لِيَعْلَمَ كَيْفَ

اس کا حکم فیصلہ کن اور حکمت آمیز اور اس کی خوشنودی امان اور رحمت ہے ، وُہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے علم سے عفو کرتا ہے۔ بارالہا! تو جو کچھ (دے کر) لے لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن (مرضوں سے) شفا دیتا ہے اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے (سب پر) تیرے لیے حمد و ثناء ہے ایسی حمد جو انتہائی درجے تک تجھے پسند آئے اور انتہائی درجے تک تجھے محبوب ہو اور تیرے نزدیک ہر ستائش سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایسی حمد جو کائنات کو بھر دے اور جو تو نے چاہا ہے اس کی حد تک پہنچ جائے۔ ایسی حمد کہ جس کے آگے تیری بارگاہ تک پہنچنے سے نہ کوئی حجاب ہے اور نہ اس کے لیے کوئی بندش ایسی حمد کہ جس کی گنتی نہ کہیں پر ٹوٹے اور نہ اس کا سلسلہ ختم ہو ہم تیری عظمت و بزرگی کی حقیقت کو نہیں جانتے مگر اتنا کہ تو زندہ و کار ساز (عالم) ہے نہ تجھے غنودگی ہوئی ہے اور نہ نیند آتی ہے نہ تار نظر تجھ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ نگاہیں تجھے دیکھ سکتی ہیں تو نے نظروں کو پا لیا ہے اور عمروں کا احاطہ کر لیا ہے اور پیشانی کے بالوں کو پیروں (سے ملا کر) گرفت میں لے لیا ہے یہ تیری مخلوق کیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور اس میں تیری قدرت (کی کارسازیوں) پر تعجب کرتے ہیں اور تیری عظیم فرمانروائی (کی کار فرمائیوں) پر اس کی توصیف کرتے ہیں ، حالانکہ درحقیقت وہ (مخلوقات) جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور جس تک پہنچنے سے ہماری نظریں عاجز اور عقلیں درماندہ ہیں اور ہمارے اور جن کے درمیان غیب کے پردے حائل ہیں اس سے کہیں زیادہ باعظمت ہے جو شخص (دوسو سوں سے) اپنے دل کو خالی کر کے

أَقَمْتَ عَرْشَكَ وَكَيْفَ ذَرَأْتَ خَلْقَكَ
وَكَيْفَ عَلَّقْتَ فِي الْهَوَاءِ سَمٰوَاتِكَ
وَكَيْفَ مَدَدْتَ عَلَى مَوْرِ الْمَاءِ أَرْضَكَ
رَجَعَ طَرْفُهُ حَسِيْرًا وَعَقْلُهُ مَبْهُوْرًا
وَسَمْعُهُ وَالِهًا وَفِكْرُهُ حَائِرًا۔

(مِنْهَا) يَدَّعِيْ بِزَعْمِهِ أَنَّهُ
يَرْجُو اللهَ، كَذَبَ وَالْعَظِيْمِ مَا
بَالُهُ لَا يَتَبَيَّنُ رَجَاؤُهُ فِيْ عَمَلِهِ؟
فَكُلُّ مَنْ رَجَا عُرِفَ رَجَاؤُهُ فِيْ
عَمَلِهِ إِلَّا رَجَاءَ اللهِ تَعَالَى فَإِنَّهُ
مَدْخُوْلٌ وَكُلُّ خَوْفٍ مُحَقَّقٌ إِلَّا
خَوْفَ اللهِ فَإِنَّهُ مَعْلُوْلٌ، يَرْجُو
اللهَ فِي الْكَبِيْرِ وَيَرْجُو الْعِبَادَ فِي
الصَّغِيْرِ فَيُعْطِي الْعَبْدَ مَا لَا يُعْطِي
الرَّبَّ۔ فَمَا بَالُ اللهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ
يُقَصَّرُ بِهِ عَمَّا يُصْنَعُ لِعِبَادِهِ
أَتَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ فِيْ رَجَائِكَ
لَهُ كَاذِبًا؟ أَوْ تَكُوْنَ لَا تَرَاهُ
لِلرَّجَاءِ مَوْضِعًا؟ وَكَذٰلِكَ
إِنْ هُوَ خَافَ عَبْدًا مِّنْ عَبِيْدِهِ
أَعْطَاهُ مِنْ خَوْفِهِ مَا لَا يُعْطِيْ
رَبَّهُ فَجَعَلَ خَوْفَهُ مِنَ الْعِبَادِ
نَقْدًا وَخَوْفَهُ مِنْ خَالِقِهِمْ
ضِمَارًا وَوَعْدًا۔ وَكَذٰلِكَ مَنْ
عَظُمَتِ الدُّنْيَا فِيْ عَيْنِهِ وَكَبُرَ

اور غور و فکر (کی قوتوں) سے کام لے کر یہ جاننا چاہے کہ تو نے
کیونکر عرش کو قائم کیا ہے اور کس طرح مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور
کیونکر آسمانوں کو فضا میں لٹکایا ہے اور کس طرح پانی کے تھپیڑوں
پر زمین کو بچھایا ہے تو اس کی آنکھیں تھک کر عقل مغلوب ہو کر
اور کان حیران و سراسیمہ اور فکر گم گشتہ راہ ہو کر پلٹ آئے گی۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: وہ اپنے خیال میں اس
کا دعوے دار بنتا ہے کہ اس کا دامن امید اللہ سے وابستہ
ہے۔ خدائے برتر کی قسم وہ جھوٹا ہے۔ (اگر ایسا ہی ہے تو پھر
کیوں اس کے اعمال میں اس امید کی جھلک نمایاں نہیں ہوتی
جب کہ ہر امیدوار کے کاموں میں امید کی پہچان ہو جایا کرتی
ہے۔ سوائے اس امید کے کہ جو اللہ سے لگائی جائے کہ اس
میں کھوٹ پایا جاتا ہے اور ہر خوف و ہراس جو (دوسروں
سے ہو) ایک مسلمہ حقیقت رکھتا ہے مگر اللہ کا خوف غیر یقینی
ہے وہ اللہ سے بڑی چیزوں کا اور بندوں سے چھوٹی چیزوں
کا امیدوار ہوتا ہے پھر بھی جو عاجزی کا رویہ بندوں سے
رکھتا ہے وہ رویہ اللہ سے نہیں برتتا تو آخر کیا بات ہے
کہ اللہ کے حق میں اتنا بھی نہیں کیا جاتا جتنا بندوں کے
لیے کیا جاتا ہے کیا تمہیں کبھی اس کا اندیشہ ہوا ہے کہ کہیں
تم ان امیدوں (کے دعوؤں) میں جھوٹے تو نہیں! یا یہ کہ تم اسے
محل امید ہی نہیں سمجھتے یوں ہی انسان اگر اس کے بندوں میں
سے کسی بندے سے ڈرتا ہے تو جو خوف کی صورت اس کے
لیے اختیار کرتا ہے اللہ کے لئے ویسی صورت اختیار نہیں کرتا انسانوں کا خوف
تو اس نے نقد کی صورت میں رکھا ہے اور اللہ کا ڈر صرف ٹال مٹول اور (غلط سلط)
وعدے یوں ہی جس کی نظروں میں دنیا عظمت پا
لیتی ہے اور اس کے دل میں اس کی عظمت و وقعت

مَوْقِعُهَا فِیْ قَلْبِهٖ آثَرَهَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَانْقَطَعَ اِلَيْهَا وَصَارَ عَبْدًا لَهَا۔ وَلَقَدْ كَانَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَافٍ لَّكَ فِی الْاُسْوَةِ۔ وَدَلِيْلٌ لَّكَ عَلٰى ذَمِّ الدُّنْيَا وَعَيْبِهَا وَكَثْرَةِ مَخَازِيْهَا وَمَسَاوِيْهَا اِذْ قُبِضَتْ عَنْهُ اَطْرَافُهَا وَوُطِّئَتْ لِغَيْرِهٖ اَكْنَافُهَا۔

وَفُطِمَ عَنْ رَضَاعِهَا، وَزُوِیَ عَنْ زَخَارِفِهَا۔ وَاِنْ شِئْتَ ثَنَّيْتُ بِمُوْسٰى كَلِيْمِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْ يَقُوْلُ۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ۔ وَاللّٰهِ مَا سَاَلَهٗ اِلَّا خُبْزًا يَاْكُلُهٗ لِاَنَّهٗ كَانَ يَاْكُلُ بَقْلَةَ الْاَرْضِ۔ وَلَقَدْ كَانَتْ خُضْرَةُ الْبَقْلِ تُرٰى مِنْ شَفِيْفِ صِفَاقِ بَطْنِهٖ لِهُزَالِهٖ وَتَشَذُّبِ لَحْمِهٖ وَاِنْ شِئْتَ ثَلَّثْتُ بِدَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

صَاحِبِ الْمَزَامِيْرِ وَقَارِئِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلَقَدْ كَانَ يَعْمَلُ سَفَائِفَ الْخُوْصِ بِيَدِهٖ۔ وَيَقُوْلُ لِجُلَسَائِهٖ اَيُّكُمْ يَكْفِيْنِیْ بَيْعَهَا وَيَاْكُلُ قُرْصَ الشَّعِيْرِ مِنْ ثَمَنِهَا وَاِنْ شِئْتَ قُلْتُ فِیْ

بڑھ جاتی ہے تو وہ اُسے اللہ پر ترجیح دیتا ہے۔ اور اس کی طرف مڑتا ہے اور اسی کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ تمہارے لیے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و عمل پیروی کے لیے کافی ہے اور ان کی ذات دنیا کے عیب و نقص اور اُس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لیے رہنما ہے۔ اس لیے کہ اس دنیا کے دامنوں کو ان سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لیے اس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں اور اس زلال دنیا کی چھاتیوں سے) آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا اور اس کی آرائشوں سے آپ کا رُخ موڑ دیا گیا۔ اگر دوسرا نمونہ چاہو تو موسیٰ کلیم اللہ ہیں کہ جنھوں نے اپنے اللہ سے کہا کہ: پروردگار! تو جو کچھ بھی اس وقت تھوڑی بہت نعمت بھیج دے گا۔ میں اس کا محتاج ہوں۔ خدا کی قسم انہوں نے صرف کھانے کے لیے روٹی کا سوال کیا تھا۔ چونکہ وہ زمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور لاغری اور (جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پات کی سبزی دکھائی دیتی تھی اگر چاہو تو تیسری مثال داؤد علیہ السلام کی سامنے رکھ لو جو صاحب زبور اور اہل جنت کے قاری ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی پتیوں کی ٹوکریاں بُنا کرتے تھے۔ اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ تم میں سے کون ہے جو انہیں بیچ کر میری دستگیری کرے (پھر) جو اس کی قیمت ملتی اس سے جَو کی روٹی کھا لیتے تھے۔ اگر چاہو تو عیسیٰ ابن مریم کا حال کہوں کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے سخت اور کھُردرا لباس پہنتے تھے اور (کھانے) میں سالن کے بجائے بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ کے بجائے (ان کے سر پر) زمین کے مشرق و مغرب کا سائبان

عِیسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ فَلَقَدْ کَانَ یَتَوَسَّدُ الْحَجَرَ وَ یَلْبَسُ الْخَشِنَ وَ یَاکُلُ الْجَشِبَ وَ کَانَ اِدَامُہُ الْجُوْعَ۔ وَ سِرَاجُہُ بِاللَّیْلِ الْقَمَرَ۔ وَظِلَالُہُ فِی الشِّتَآءِ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَھَا وَ فَاکِھَتُہُ وَ رَیْحَانُہُ مَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ لِلْبَھَآئِمِ۔ وَلَمْ تَکُنْ لَّہُ زَوْجَۃٌ تَفْتِنُہُ، وَلَا وَلَدٌ یَحْزُنُہُ۔ وَلَا مَالٌ یَلْفِتُہُ وَلَا طَمَعٌ یُذِلُّہُ۔ دَآبَّتُہُ رِجْلَاہُ وَخَادِمُہُ یَدَاہُ فَتَاَسَّ بِنَبِیِّکَ الْاَطْیَبِ الْاَطْھَرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ فِیْہِ اُسْوَۃً لِّمَنْ تَاَسّٰی وَعَزَآءً لِّمَنْ تَعَزّٰی وَاَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَی اللّٰہِ الْمُتَاَسِّیْ بِنَبِیِّہٖ وَالْمُقْتَصُّ لِاَثَرِہٖ۔ قَضَمَ الدُّنْیَا قَضْمًا وَّلَمْ یُعِرْھَا طَرْفًا۔ اَھْضَمُ اَھْلِ الدُّنْیَا کَشْحًا۔ وَاَخْمَصُھُمْ مِنَ الدُّنْیَا بَطْنًا عُرِضَتْ عَلَیْہِ الدُّنْیَا فَاَبٰی اَنْ یَّقْبَلَھَا وَعَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہُ اَبْغَضَ شَیْئًا فَاَبْغَضَہُ۔ وَحَقَّرَ شَیْئًا فَحَقَّرَہُ۔ وَ صَغَّرَ شَیْئًا فَصَغَّرَہُ۔ وَلَوْلَمْ یَکُنْ فِیْنَا اِلَّا حُبُّنَا مَآ اَبْغَضَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہُ وَ تَعْظِیْمُنَا مَا صَغَّرَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہُ لَکَفٰی بِہٖ شِقَاقًا لِّلّٰہِ وَ مُحَادَّۃً عَنْ اَمْرِ اللّٰہِ۔ وَلَقَدْ کَانَ

ہوتا تھا اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کے لیے اُگاتی تھی وُہ اُن کے لیے پھل پھول کی جگہ تھی نہ اُن کی بیوی تھیں جو انہیں دُنیا (کے جھنجٹوں) میں مُبتلا کرتیں اور نہ بال بچے تھے کہ ان کے لیے فکر و اندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ اُنہیں رسُوا کرتی۔ اُن کی سواری ان کے دونوں پاؤں اور خادم ان کے دونوں ہاتھ تھے۔ تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی کی پیروی کرو چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والے کے لیے نمونہ اور صبر کرنے والے کے لیے ڈھارس ہے۔ اور ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جنھوں نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا اور اُسے نظر بھر کر نہیں دیکھا وُہ دنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔ ان کے سامنے دنیا کی پیش کش کی گئی تو انھوں نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے ایک چیز کو بُرا جانا ہے، تو آپ نے بھی اُسے بُرا ہی جانا اور اللہ نے ایک چیز کو حقیر سمجھا ہے تو آپ نے بھی اسے حقیر ہی سمجھا، اور اللہ نے ایک چیز کو پست قرار دیا ہے تو آپ نے بھی اُسے پست ہی قرار دیا۔ اگر ہم میں صرف یہی ایک چیز ہو کہ ہم اس شے کو چاہنے لگیں جسے اللہ اور رسُول بُرا سمجھتے ہیں اور اس چیز کو بڑا سمجھنے لگیں جسے وہ حقیر سمجھتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم سے سرتابی کے لیے یہی بہت ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اپنے ہاتھ سے جُوتی ٹانکتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ عَلَى الْأَرْضِ. وَيَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ وَ يَخْصِفُ بِيَدِهِ نَعْلَهُ. وَيَرْقَعُ بِيَدِهِ ثَوْبَهُ. وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِيَ وَ يُرْدِفُ خَلْفَهُ. وَيَكُونُ السِّتْرُ عَلَى بَابِ بَيْتِهِ فَتَكُونُ فِيهِ التَّصَاوِيرُ فَيَقُولُ يَا فُلَانَةُ. لِإِحْدَى أَزْوَاجِهِ غَيِّبِيهِ عَنِّي فَإِنِّي إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا وَزَخَارِفَهَا فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهِ وَ أَمَاتَ ذِكْرَهَا مِنْ نَفْسِهِ وَ أَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشاً. وَلَا يَعْتَقِدَهَا قَرَاراً وَلَا يَرْجُوا فِيهَا مُقَاماً. فَأَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ وَأَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ وَغَيَّبَهَا عَنِ الْبَصَرِ. وَكَذَلِكَ مَنْ أَبْغَضَ شَيْئاً أَبْغَضَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَأَنْ يُذْكَرَ عِنْدَهُ.

وَلَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا يَدُلُّكَ عَلَى مَسَاوِي الدُّنْيَا وَعُيُوبِهَا إِذْ جَاعَ فِيهَا مَعَ خَاصَّتِهِ وَزُوِيَتْ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِيمِ زُلْفَتِهِ. فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ بِعَقْلِهِ أَكْرَمَ اللهُ مُحَمَّداً بِذَلِكَ أَمْ أَهَانَهُ؛ فَإِنْ قَالَ أَهَانَهُ فَقَدْ كَذَبَ وَأَتَى بِالْإِفْكِ الْعَظِيمِ.

لگاتے تھے اور بے پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھا بھی لیتے تھے۔ گھر کے دروازہ پر (ایک دفعہ) ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ تو آپ نے اپنی ازواج میں سے ایک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو۔ جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دنیا اور اس کی آرائشیں یاد آ جاتی ہیں۔ آپ نے دُنیا سے دل ہٹا لیا تھا اور اس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے پوشیدہ رہے تاکہ نہ اُس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اُسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا تھا اور دل سے اسے ہٹا دیا تھا اور نگاہوں سے اُسے اوجھل رکھا تھا۔ یونہی جو شخص کسی شے کو بُرا سمجھتا ہے تو نہ اسے دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کا ذکر سُننا گوارا کرتا ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم (کے عادات و خصائل) میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو تمہیں دُنیا کے عیوب و قبائح کا پتہ دیں گی۔ جبکہ آپ اس دنیا میں اپنے خاص افراد سمیت بھوکے رہا کرتے تھے اور باوجود انتہائی قرب منزلت کے اس کی آرائشیں ان سے دُور رکھی گئیں۔ چاہیئے کہ دیکھنے والا عقل کی روشنی میں دیکھے کہ اللہ نے انہیں دُنیا نہ دے کر اُن کی عزت بڑھائی ہے یا اہانت کی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اہانت کی ہے تو اس نے جھوٹ کہا ہے اور بہت بڑا بہتان باندھا اور اگر یہ کہے کہ عزت بڑھائی ہے تو اُسے یہ جان لینا چاہیئے کہ اللہ نے دوسروں کی

وَإِنْ قَالَ أَكْرَمَهُ فَلْيَعْلَمْ أَنَّ اللهَ
قَدْ أَهَانَ غَيْرَهُ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا
لَهُ وَزَوَاهَا عَنْ أَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ
فَتَأَسَّى مُتَأَسٍّ بِنَبِيِّهِ، وَاقْتَصَّ
أَثَرَهُ۔ وَوَلَجَ مَوْلِجَهُ وَإِلَّا فَلَا
يَأْمَنُ الْهَلَكَةَ فَإِنَّ اللهَ جَعَلَ
مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
عَلَمًا لِلسَّاعَةِ وَمُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ،
وَمُنْذِرًا بِالْعُقُوبَةِ خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا
خَمِيصًا، وَوَرَدَ الْآخِرَةَ سَلِيمًا لَمْ
يَضَعْ حَجَرًا عَلَى حَجَرٍ حَتَّى مَضَى
لِسَبِيلِهِ وَأَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهِ،
فَمَا أَعْظَمَ مِنَّةَ اللهِ عِنْدَنَا حِينَ
أَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهِ سَلَفًا نَتَّبِعُهُ۔ وَ
قَائِدًا نَطَأُ عَقِبَهُ وَاللهِ لَقَدْ
رَقَّعْتُ مِدْرَعَتِي هٰذِهِ حَتَّى
اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَاقِعِهَا۔ وَلَقَدْ
قَالَ لِي قَائِلٌ أَلَا تَنْبِذُهَا؟ فَقُلْتُ
اغْرُبْ عَنِّي فَعِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمَدُ
الْقَوْمُ السُّرَى۔

بے عزّتی ظاہر کی جبکہ انہیں دُنیا کی زیادہ سے زیادہ وُسعت
دے دی اور اس کا رُخ اپنے مقرب ترین بندے سے موڑ
رکھا۔ پیروی کرنے والے کو چاہیئے کہ ان کی پیروی کرے اور
اُن کے نشانِ قدم پہ چلے اور انہی کی منزل میں آئے ورنہ ہلاکت
سے محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ اللہ نے ان کو (قرب)
قیامت کی نشانی اور جنّت کی خوشخبری سُنانے والا اور
عذاب سے ڈرانے والا قرار دیا ہے۔ دُنیا سے آپ
بھوکے نکل کھڑے ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے
ساتھ پہنچ گئے۔ آپ نے تعمیر کے لیے کبھی پتھر پہ پتھر نہیں
رکھا۔ یہاں تک کہ آخرت کی راہ پر چل دیئے اور اللہ کی
طرف بُلاوا دینے والے کی آواز پر لبیک کہی۔ یہ اللہ کا ہم
پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں ایک پیشرو و پیشوا
جیسی نعمت عظمیٰ بخشی کہ جن کی ہم پیروی کرتے ہیں اور قدم
بقدم چلتے ہیں (انہی کی پیروی میں) خدا کی قسم میں نے اپنی
اس قمیض میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ مجھے پیوند لگانے
والے سے شرم آنے لگی ہے۔ مجھ سے ایک کہنے والے نے
کہا کہ کیا آپ اسے اُتاریں گے نہیں؟ تو میں نے اُسے کہا کہ
میری (نظروں سے) دُور ہو کہ صبح کے وقت ہی لوگوں کو
رات کے چلنے کی قدر ہوتی ہے اور وہ اس کی مدح کرتے ہیں

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — خطبہ ۱۵۹

بَعَثَهُ بِالنُّورِ الْمُضِيءِ وَالْبُرْهَانِ
الْجَلِيِّ، وَالْمِنْهَاجِ الْبَادِي وَالْكِتَابِ
الْهَادِي۔ أُسْرَتُهُ خَيْرُ أُسْرَةٍ،

اللہ نے اپنے رسول کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل کھلی
ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے
ساتھ بھیجا، ان کا قوم و قبیلہ بہترین قوم و قبیلہ اور شجرہ

وَشَجَرَتُهٗ خَيْرُ شَجَرَةٍ ـ اَغْصَانُهَا مُعْتَدِلَةٌ وَثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ عَلَا بِهَا ذِكْرُهٗ وَامْتَدَّ بِهَا صَوْتُهٗ اَرْسَلَهٗ بِحُجَّةٍ كَافِيَةٍ وَمَوْعِظَةٍ شَافِيَةٍ وَّدَعْوَةٍ مُتَلَافِيَةٍ اَظْهَرَ بِهِ الشَّرَائِعَ الْمَجْهُوْلَةَ، وَقَمَعَ بِهِ الْبِدَعَ الْمَدْخُوْلَةَ وَبَيَّنَ بِهِ الْاَحْكَامَ الْمَفْصُوْلَةَ فَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا تَتَحَقَّقْ شِقْوَتُهٗ وَتَنْفَصِمْ عُرْوَتُهٗ، وَتَعْظُمْ كَبْوَتُهٗ وَيَكُوْنُ مَاٰبُهٗ اِلَى الْحُزْنِ الطَّوِيْلِ وَالْعَذَابِ الْوَبِيْلِ: وَاَتَوَكَّلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكُّلَ الْاِنَابَةِ اِلَيْهِ وَاَسْتَرْشِدُهُ السَّبِيْلَ الْمُؤَدِّيَةَ اِلٰى جَنَّتِهِ الْقَاصِدَةَ اِلٰى مَحَلِّ رَغْبَتِهٖ ـ

بہترین شجرہ ہے کہ جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں۔ اُن کا مولد مکّہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپ کے نام کا بول بالا ہوا، اور آپ کا آوازہ (چارسو) پھیلا اللہ نے آپ کو مکمّل دلیل، شفا بخش نصیحت اور (پہلی جہالتوں کی) تلافی کرنے والا پیغام دے کر بھیجا اور اُن کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آشکار اکیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن وسُنّت میں) بیان کئے ہوئے احکام واضح کئے تو اب جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو اس کی بدبختی مسلم، اس کا شیرازہ درہم وبرہم اور اُس کا منہ کے بل گرنا سخت و (ناگزیر) اور انجام طویل حزن اور مہلک عذاب ہے۔ میں اللہ پر بھروسا رکھتا ہوں، ایسا بھروسا کہ جس میں ہمہ تن اس کی طرف توجہ ہے اور ایسے راستے کی ہدایت چاہتا ہوں کہ جو اُس کی جنّت تک پہنچانے والا اور منزل مطلوب کی طرف بڑھنے والا ہے۔

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَطَاعَتِهٖ فَاِنَّهَا النَّجَاةُ غَدًا وَالْمَنْجَاةُ اَبَدًا ـ رَهَّبَ فَاَبْلَغَ، وَرَغَّبَ فَاَسْبَغَ وَوَصَفَ لَكُمُ الدُّنْيَا وَانْقِطَاعَهَا وَزَوَالَهَا وَانْتِقَالَهَا فَاَعْرِضُوْا عَمَّا يُعْجِبُكُمْ فِيْهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِّنْهَا ـ اَقْرَبُ دَارٍ مِّنْ سَخَطِ اللّٰهِ، وَاَبْعَدُهَا مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ ـ فَغُضُّوْا عَنْكُمْ ـ عِبَادَ اللّٰهِ،

اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیّت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ ہی کل رستگاری (کا وسیلہ) اور نجات کی منزل دائمی ہو گا۔ اُس نے اپنے عذاب سے ڈرایا تو سب کو خبردار کر دیا۔ اور جنت کی رغبت دلائی تو اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی دنیا اور اُس کے فنا و زوال اور اُس کے پلٹ جانے کو کھول کر بیان کیا۔ جو چیزیں اس دنیا سے تمہیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اُن سے پہلو بچائے رکھو۔ کیونکہ ان میں سے ساتھ جانے والی تو بہت ہی تھوڑی ہیں۔ دُنیا کی منزل اللہ کی ناراضگیوں سے قریب اور اُس کی رضامندیوں سے

غُمُومِهَا وَ أَشْغَالِهَا لِمَا قَدْ أَيْقَنْتُمْ بِهِ مِنْ فِرَاقِهَا وَ تَصَرُّفِ حَالَاتِهَا. فَاحْذَرُوهَا حَذَرَ الشَّفِيقِ النَّاصِحِ وَالْمُجِدِّ الْكَادِحِ وَاعْتَبِرُوا بِمَا قَدْ رَأَيْتُمْ مِنْ مَصَارِعِ الْقُرُونِ قَبْلَكُمْ. قَدْ تَزَايَلَتْ أَوْصَالُهُمْ وَ زَالَتْ أَبْصَارُهُمْ وَ أَسْمَاعُهُمْ وَ ذَهَبَ شَرَفُهُمْ وَ عِزُّهُمْ، وَ انْقَطَعَ سُرُورُهُمْ وَ نَعِيمُهُمْ فَبُدِّلُوا بِقُرْبِ الْأَوْلَادِ فَقْدَهَا وَ بِصُحْبَةِ الْأَزْوَاجِ مُفَارَقَتَهَا لَا يَتَفَاخَرُونَ وَ لَا يَتَنَاسَلُونَ وَلَا يَتَزَاوَرُونَ، وَ لَا يَتَجَاوَرُونَ فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللّٰهِ حَذَرَ الْغَالِبِ لِنَفْسِهِ، اَلْمَانِعِ لِشَهْوَتِهِ، اَلنَّاظِرِ بِعَقْلِهِ فَإِنَّ الْأَمْرَ وَاضِحٌ، وَّالْعَلَمَ قَائِمٌ، وَالطَّرِيقَ جَدَدٌ، وَ السَّبِيلَ قَصْدٌ۔

دور ہے۔ اللہ کے بندو اس کی فکروں اور اس کے دھندوں سے آنکھیں بند کر لو اس لیے کہ تمہیں یقین ہے کہ آخر یہ جدا ہو جانے والی ہے اور اس کے حالات پلٹا کھانے والے ہیں۔ اس دنیا سے اس طرح خوف کھاؤ جس طرح کوئی ڈرنے والا اور اپنے نفس کا خیر خواہ اور جانفشانی کے ساتھ کوشش کرنے والا ڈرتا ہے۔ تم نے اپنے سے پہلے لوگوں کے جو گرنے کی جگہیں دیکھی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو کہ ان کے جوڑ بند الگ الگ ہو گئے۔ نہ ان کی آنکھیں رہیں اور نہ کان۔ ان کا شرف و وقار مٹ گیا، ان کی مسرتیں اور نعمتیں جاتی رہیں اور بال بچوں کے قرب کے بجائے علیحدگی اور بیویوں سے ہم نشینی کے بجائے ان سے جدائی ہو گئی۔ اب نہ وہ فخر کرتے ہیں۔ اور نہ ان کے اولاد ہوتی ہے۔ نہ ایک دوسرے سے ملتے ملاتے ہیں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے ہمسایہ بن کر رہتے ہیں۔ اے اللہ کے بندو! ڈرو جس طرح اپنے نفس پر قابو پا لینے والا اور اپنی خواہشوں کو دبانے والا اور چشم بصیرت سے دیکھنے والا ڈرتا ہے کیونکہ (ہر) چیز واضح ہو چکی ہے۔ نشانات قائم ہیں راستہ ہموار ہے اور راہ سیدھی ہے۔

خطبہ ۱۶۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِبَعْضِ أَصْحَابِهِ وَقَدْ سَأَلَهُ: كَيْفَ دَفَعَكُمْ قَوْمُكُمْ عَنْ هٰذَا الْمَقَامِ وَ أَنْتُمْ أَحَقُّ بِهِ۔

حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے آپ کو اس منصب سے الگ رکھا حالانکہ آپ اس کے زیادہ حق دار تھے۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا أَخَا بَنِي أَسَدٍ إِنَّكَ لَقَلِقُ الْوَضِينِ تُرْسِلُ فِي غَيْرِ سَدَدٍ وَ لَكَ بَعْدُ ذِمَامَةُ الصِّهْرِ وَ حَقُّ الْمَسْأَلَةِ، وَ قَدِ اسْتَعْلَمْتَ فَاعْلَمْ أَمَّا الِاسْتِبْدَادُ عَلَيْنَا بِهَذَا الْمَقَامِ وَ نَحْنُ الْأَعْلَوْنَ نَسَباً، وَ الْأَشَدُّونَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ نَوْطاً، فَإِنَّهَا كَانَتْ أَثَرَةً شَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ، وَ سَخَتْ عَنْهَا نُفُوسُ آخَرِينَ وَ الْحَكَمُ اللَّهُ وَ الْمَعْوَدُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: وَ دَعْ عَنْكَ نَهْباً صِيحَ فِي حَجَرَاتِهِ۔

وَ هَلُمَّ الْخَطْبَ فِي ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَلَقَدْ أَضْحَكَنِي الدَّهْرُ بَعْدَ إِبْكَائِهِ وَ لَا غَرْوَ وَ اللَّهِ فَيَا لَهُ خَطْباً۔ يَسْتَفْرِغُ الْعَجَبَ، وَ يُكْثِرُ الْأَوَدَ۔ حَاوَلَ الْقَوْمُ إِطْفَاءَ نُورِ اللَّهِ مِنْ مِصْبَاحِهِ، وَ سَدَّ فَوَّارِهِ مِنْ يَنْبُوعِهِ، وَ جَدَحُوا بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ شِرْباً وَبِيئاً۔ فَإِنْ تَرْتَفِعْ عَنَّا وَ عَنْهُمْ مِحَنُ الْبَلْوَى أَحْمِلْهُمْ مِنَ الْحَقِّ عَلَى مَحْضِهِ، وَ إِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ؟

تو آپ نے فرمایا: کہ اے برادر بنی اسد! تم بہت تنگ حوصلہ ہو، اور بے راہ ہو کر چل نکلے ہو۔ (اس کے باوجود) چونکہ ہمیں تمہاری قرابت کا پاس و لحاظ ہے۔ اور تمہیں سوال کرنے کا حق بھی ہے، تو اب دریافت کیا ہے تو پھر جان لو کہ (ان لوگوں کا) اس منصب پر خود اختیاری سے جم جانا، باوجودیکہ ہم نسب کے اعتبار سے بلند تھے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ قرابت بھی قوی تھا ان کی یہ خود غرضی تھی جس میں کچھ لوگوں کے نفس اس پر مرمٹے تھے اور کچھ لوگوں کے نفسوں نے اس کی پروا تک نہ کی اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور اس کی طرف بازگشت قیامت کے روز ہے۔ (اس کے بعد حضرت نے بطور تمثیل یہ مصرع پڑھا) "چھوڑو اس لوٹ مار کے ذکر کو کہ جس کا چاروں طرف شور مچا ہوا تھا"۔ اب تو اس مصیبت کو دیکھو کہ جو ابوسفیان کے بیٹے کی وجہ سے آئی ہے مجھے تو (اس پر) زمانہ نے رلانے کے بعد ہنسایا ہے اور زمانہ کی (موجودہ روش سے) خدا کی قسم! کوئی تعجب نہیں ہے۔ اس مصیبت پر تعجب ہوتا ہے کہ جس سے تعجب کی حد ہو گئی ہے۔ اور جس نے بے راہ رویوں کو بڑھا دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اللہ کے روشن چراغ کا نور بجھانا چاہا اور اس کے سرچشمہ (ہدایت کے) فوارے کو بند کرنے کے درپے ہوئے اور میرے اور اپنے درمیان زہریلے گھونٹوں کی آمیزش کی۔ اگر اس ابتلا کی دشواریاں ہمارے اور ان کے درمیان سے اٹھ جائیں تو میں انہیں خالص حق کے راستے پر لے چلوں گا اور اگر کوئی اور صورت ہو گئی تو پھر ان پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے تمہارا دم نہ نکلے۔

اس لیے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ اُسے خوب جانتا ہے

ٮ یہ عرب کے مشہور شاعر امرأ القیس کے ایک شعر کا مصرع ہے جس کا دوسرا مصرع یہ ہے "وھاتِ حدیثا ما حدیث الرواحل" اس شعر کا واقعہ یہ ہے کہ جب امرأ القیس کا باپ حجر کندی مارا گیا تو وہ قبائل عرب میں چکر لگاتا تھا تاکہ اُن کی مدد سے اپنے باپ کا قصاص لے سکے۔ چنانچہ بنی جدیلہ کے ایک شخص طریف کے یہاں چند دن ٹھہرا اور پھر وہاں سے اپنے کو غیر محفوظ سمجھ کر چل دیا اور خالد ابن سدوس کے ہاں جا اُترا اس دوران میں بنی جدیلہ کا ایک شخص باعث ابن خویص اُس کا اونٹ ہنکا لایا۔ امرأ القیس نے اپنے میزبان سے اس کا شکوہ کیا تو اس نے کہا کہ تم اپنی اونٹنیاں میرے ساتھ کر دو میں تمہارے اُونٹ ان سے واپس لائے دیتا ہوں، چنانچہ خالد اُن کے ہاں گیا اور ان سے کہا کہ تم نے میرے مہمان کے اُونٹوں کو لوٹ لیا ہے۔ تمہیں ان اونٹوں کو واپس کر دینا چاہیئے۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہ نہ تمہارا مہمان ہے اور نہ تمہاری زیر حمایت ہے خالد نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی میرا مہمان ہے اور یہ اس کی اونٹنیاں میرے ساتھ ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ پھر ہم وہ اونٹ واپس دیئے دیتے ہیں کہا تو یہ لیکن ان اونٹوں کو واپس کرنے کے بجائے ان اونٹنیوں کو بھی ہنکا کر لے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں نے وہ اونٹ خالد کے روانہ کر دیئے تھے، اور اس نے امرأ القیس کو دینے کے بجائے خود اُن پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب امرأ القیس کو اس کا پتہ چلا تو اس نے چند اشعار کہے جن کا ایک شعر یہ تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ان اونٹوں کا ذکر چھوڑو جنھیں لُوٹا جا چکا ہے۔ اب ان اونٹنیوں کی بات کرو جو ہاتھ سے جاتی رہی ہیں۔

حضرت کے اس شعر کو بطور تمثیل پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ معاویہ برسر پیکار ہے اس کی بات کرو اور ان لوگوں کی غارت گریوں کا ذکر رہنے دو کہ جنھوں نے پیغمبر کے بعد میرے حق پر چھاپہ مارا۔ وہ دور گذر چکا ہے، اب اس دور کے فتنوں سے نپٹنے کا وقت ہے۔ لہٰذا وقت کی بات کرو اور بے وقت کی راگنی نہ چھیڑو۔ یہ اس لیے فرمایا کہ سائل نے یہ سوال جنگ صفین کے موقع پر کیا تھا، جب جنگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور گشت و خون کی گرم بازاری تھی۔

خطبہ ۱۶۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْعِبَادِ، وَسَاطِحِ الْمِهَادِ، وَمُسِيْلِ الْوِهَادِ، وَمُخْصِبِ النِّجَادِ، لَيْسَ لِاَوَّلِيَّتِهِ ابْتِدَآءٌ، وَلَا لِاَزَلِيَّتِهِ انْقِضَآءٌ. هُوَ الْاَوَّلُ لَمْ يَزَلْ، وَالْبَاقِيْ بِلَا اَجَلٍ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو بندوں کا پیدا کرنے والا، فرش زمین کا بچھانے والا، ندی نالوں کا بہانے والا اور ٹیلوں کو سرسبز و شاداب بنانے والا ہے، نہ اس کی اوّلیت کی کوئی ابتدا، اور نہ اس کی ازلیت کی کوئی انتہا ہے وہ ایسا اوّل ہے جو ہمیشہ سے ہے، اور بغیر کسی مدت کی

خَرَّتْ لَهُ الْجِبَاهُ وَ وَحَّدَتْهُ الشِّفَاهُ
حَدَّ الْأَشْيَاءَ عِنْدَ خَلْقِهِ لَهَا إِبَانَةً
لَهُ مِنْ شَبَهِهَا لَا تُقَدِّرُهُ الْأَوْهَامُ
بِالْحُدُودِ وَ الْحَرَكَاتِ ۔ وَ لَا بِالْجَوَارِحِ
وَ الْأَدَوَاتِ ۔ لَا يُقَالُ لَهُ مَتَى ،
وَ لَا يُضْرَبُ لَهُ أَمَدٌ بِحَتَّى
الظَّاهِرُ لَا يُقَالُ مِمَّا ، وَ الْبَاطِنُ
لَا يُقَالُ فِيمَا ۔ لَا شَبَحٌ
فَيَتَقَضَّى وَ لَا مَحْجُوبٌ فَيُحْوَى
لَمْ يَقْرُبْ مِنَ الْأَشْيَاءِ بِالْتِصَاقٍ
وَ لَمْ يَبْعُدْ عَنْهَا بِافْتِرَاقٍ
لَا يَخْفَى عَلَيْهِ مِنْ عِبَادِهِ ،
شُخُوصُ لَحْظَةٍ ، وَ لَا كُرُورُ
لَفْظَةٍ وَ لَا ازْدِلَافُ رَبْوَةٍ ،
وَ لَا انْبِسَاطُ خُطْوَةٍ فِي لَيْلٍ
دَاجٍ ، وَ لَا غَسَقٍ سَاجٍ ، يَتَفَيَّأُ
عَلَيْهِ الْقَمَرُ الْمُنِيرُ ، تَعْقُبُهُ
الشَّمْسُ ذَاتُ النُّورِ فِي الْأُفُولِ
وَ الْكُرُورِ ، وَ تَقَلُّبِ الْأَزْمِنَةِ وَ
الدُّهُورِ ۔ مِنْ إِقْبَالِ لَيْلٍ
مُقْبِلٍ وَ إِدْبَارِ نَهَارٍ مُدْبِرٍ ۔
قَبْلَ كُلِّ غَايَةٍ وَ مُدَّةٍ وَ
كُلِّ إِحْصَاءٍ وَ عِدَّةٍ ۔ تَعَالَى
عَمَّا يَنْحَلُهُ الْمُحَدِّدُونَ
مِنْ صِفَاتِ الْأَقْدَارِ ، وَ نِهَايَاتِ

حد بندی کے ہمیشہ رہنے والا ہے، پیشانیاں اس کے آگے (سجدہ میں) گری
ہوئی ہیں اور لب اس کی توحید کے معترف ہیں اس نے تمام چیزوں کو
ان کے پیدا کرنے کے وقت ہی سے جداگانہ صورتوں اور شکلوں میں محدود
کر دیا تھا کہ اپنی ذات کو ان کی مشابہت سے الگ رکھے
تصورات اسے حدود و حرکات اور اعضاء و حواس کے
ساتھ متعین نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے یہ نہیں کہا جا سکتا
کہ وہ کب سے ہے" اور نہ یہ کہہ کر اس کی مدت مقرر کی جا
سکتی ہے کہ وہ "کب تک ہے"۔ وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں
کہا جا سکتا کہ "کس سے (ظاہر ہوا) وہ باطن ہے مگر یہ نہیں
کہا جائے گا کہ (کس میں) وہ نہ دور سے نظر آنے والا
کوئی ڈھانچہ ہے کہ مٹ جائے اور نہ کسی حجاب میں
ہے کہ محدود ہو جائے۔ وہ چیزوں سے اس طرح قریب
نہیں کہ ساتھ چھو جائے اور نہ وہ جسمانی طور پر ان
سے الگ ہو کر دور ہوا ہے۔ اس سے کسی کا ٹکٹکی باندھ
باندھ کر دیکھنا، کسی لفظ کا دہرایا جانا، کسی بلندی کا دور
سے جھلکنا اور کسی قدم کا آگے بڑھنا پوشیدہ نہیں ہے
نہ اندھیری راتوں میں اور نہ چھائی ہوئی اندھیاریوں میں
کہ جن پر روشن چاند اپنی کرنوں کا سایہ ڈالتا ہے اور نورانی
آفتاب طلوع و غروب (کے چکروں) میں اور زمانہ کی
ان کی گردشوں میں اندھیرے کے بعد نور پھیلاتا ہے
کہ جو آنے والی رات اور جانے والے دن کی آمد و شد سے
(پیدا) ہوتی ہیں وہ ہر مدت و انتہا اور ہر گنتی اور شمار
سے پہلے ہے۔ اسے محدود سمجھ لینے والے جن اندازوں
اور اطراف و جوانب کی حدوں اور مکانوں میں بسنے
اور جگہوں میں ٹھہرنے کو اس کی طرف منسوب کر دیتے

الْاَقْطَارِ، وَ تَاَثُّلِ الْمَسَاكِنِ. وَ
تَمَكُّنِ الْاَمَاكِنِ. فَالْحَدُّ لِخَلْقِهٖ
مَضْرُوْبٌ، وَاِلٰى غَيْرِهٖ مَنْسُوْبٌ.
لَمْ يَخْلُقِ الْاَشْيَآءَ مِنْ اُصُوْلٍ اَزَلِيَّةٍ
وَّلَا مِنْ اَوَائِلَ اَبَدِيَّةٍ، بَلْ خَلَقَ
مَا خَلَقَ فَاَقَامَ حَدَّهٗ، وَصَوَّرَ
مَا صَوَّرَ فَاَحْسَنَ صُوْرَتَهٗ، لَيْسَ
لِشَيْءٍ مِّنْهُ امْتِنَاعٌ وَّلَا لَهٗ بِطَاعَةِ
شَيْءٍ انْتِفَاعٌ عِلْمُهٗ بِالْاَمْوَاتِ
الْمَاضِيْنَ كَعِلْمِهٖ بِالْاَحْيَآءِ الْبَاقِيْنَ
وَعِلْمُهٗ بِمَا فِي السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى كَعِلْمِهٖ
بِمَا فِي الْاَرَضِيْنَ السُّفْلٰى.

(مِنْهَا) اَيُّهَا الْمَخْلُوْقُ السَّوِيُّ،
وَالْمُنْشَاُ الْمَرْعِيُّ فِيْ ظُلُمَاتِ
الْاَرْحَامِ، وَمُضَاعَفَاتِ الْاَسْتَارِ
بُدِئْتَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ،
وَوُضِعْتَ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ، اِلٰى قَدَرٍ
مَّعْلُوْمٍ، وَاَجَلٍ مَّقْسُوْمٍ تَمُوْرُ
فِيْ بَطْنِ اُمِّكَ جَنِيْنًا لَا تُحِيْرُ
دُعَآءً وَّلَا تَسْمَعُ نِدَآءً. ثُمَّ
اُخْرِجْتَ مِنْ مَّقَرِّكَ اِلٰى دَارٍ لَمْ
تَشْهَدْهَا، وَلَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا
فَمَنْ هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَآءِ
مِنْ ثَدْيِ اُمِّكَ وَعَرَّفَكَ عِنْدَ
الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَاِرَادَتِكَ

ہیں وہ ان نسبتوں سے بہت بلند ہے۔ حدیں تو اُس کی
مخلوق کے لیے قائم کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان
کی نسبت دی جایا کرتی ہے۔ اس نے اشیاء کو کچھ ایسے
مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو، اور نہ ایسی
مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں۔ بلکہ اس نے جو چیز
پیدا کی اُسے مستحکم کیا اور جو ڈھانچہ بنایا اُسے اچھی شکل و
صورت دی۔ کوئی شے اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر
سکتی نہ اس کو کسی اطاعت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے
اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے جیسا باقی رہنے
والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں
کو جانتا ہے۔ ویسے ہی پست زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا
ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: اے وہ مخلوق کہ جس
کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا ہے اور جسے شکم
کی اندھیاریوں اور دہرے پردوں میں بنایا گیا ہے اور
ہر طرح سے اس کی نگہداشت کی گئی ہے۔ تیری ابتدا مٹی
کے خلاصہ سے ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے
وقت اور طے شدہ مدت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں
ٹھہرایا گیا کہ تو جنین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ
میں پھرتا تھا۔ نہ تو کسی پکار کا جواب دینا تھا اور نہ کوئی آواز
سنتا تھا۔ پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ
جو تیرا دیکھا بھالا ہوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے
کے طریقے پہچانتا تھا کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا
حاصل کرنے کی راہ بتائی اور ضرورت کے وقت طلب مقصود
کی جگہ پہچنوائیں۔ بھلا جو شخص ایک صورت و اعضاء والی

هَیۡهَاتَ اِنَّ مَنۡ یَّعۡجِزُ عَنۡ صِفَاتِ ذِی الۡهَیۡئَةِ وَالۡاَدَوَاتِ فَهُوَ عَنۡ صِفَاتِ خَالِقِهٖ اَعۡجَزُ وَمِنۡ تَنَاوُلِهٖ بِحُدُوۡدِ الۡمَخۡلُوۡقِیۡنَ اَبۡعَدُ۔

کے پہچاننے سے بھی عاجز ہو وُہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور کیوں کر مخلوقات کی سی حد بندیوں کے ساتھ اُسے پا لینے سے دوُر نہ ہوگا۔

خطبہ ۱۶۲

وَمِنۡ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیۡهِ السَّلَامُ لَمَّا اجۡتَمَعَ النَّاسُ عَلَیۡهِ وَشَکَوۡا مَا نَقَمُوۡهُ عَلٰی عُثۡمَانَ وَسَاَلُوۡهُ مُخَاطَبَتَهٗ عَنۡهُمۡ وَاسۡتِعۡتَابَهٗ لَهُمۡ فَدَخَلَ عَلَیۡهِ؛ فَقَالَ:

اِنَّ النَّاسَ وَرَآئِیۡ وَقَدِ اسۡتَسۡفَرُوۡنِیۡ بَیۡنَكَ وَبَیۡنَهُمۡ وَاللّٰهِ مَا اَدۡرِیۡ مَا اَقُوۡلُ لَكَ؟ مَا اَعۡرِفُ شَیۡئًا تَجۡهَلُهٗ، وَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی اَمۡرٍ لَّا تَعۡرِفُهٗ، اِنَّكَ لَتَعۡلَمُ مَا نَعۡلَمُ۔ مَا سَبَقۡنَاكَ اِلٰی شَیۡءٍ فَنُخۡبِرَكَ عَنۡهُ وَلَا خَلَوۡنَا بِشَیۡءٍ فَنُبَلِّغَكَهٗ وَقَدۡ رَاَیۡتَ كَمَا رَاَیۡنَا وَسَمِعۡتَ كَمَا سَمِعۡنَا وَصَحِبۡتَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبۡنَا، وَمَا ابۡنُ اَبِیۡ قُحَافَةَ وَلَا ابۡنُ الۡخَطَّابِ رض بِاَوۡلٰی بِعَمَلِ الۡحَقِّ مِنۡكَ، وَ

جب امیر المومنینؑ کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کے متعلق جو باتیں انہیں بُری معلوم ہوئی تھیں ان کا گلہ کیا اور چاہا کہ حضرت ان کی طرف سے بات چیت کریں اور اور لوگوں کو رضامند کرنے کا اُن سے مطالبہ کریں۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ لوگ میرے پیچھے (منتظر) ہیں اور مجھے اس مقصد سے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو نپٹاؤں خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں جب کہ میں (اس سلسلہ میں) ایسی کوئی بات نہیں جانتا کہ جس سے تم بے خبر ہو، اور نہ کوئی ایسی چیز بتانے والا ہوں کہ جس کا تمہیں علم نہ ہو جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں۔ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سُنا ہے کہ تم تک پہنچائیں جیسے ہم نے دیکھا ویسے تم نے بھی دیکھا اور جس طرح ہم نے سُنا تم نے بھی سُنا۔ جس طرح ہم رسولؐ اللہ کی صحبت میں رہے۔ تم بھی رہے اور حق پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ابن ابی قحافہ اور ابن خطاب پر اس سے زیادہ نہ تھی جتنی کہ تم پر ہونا چاہیئے، اور تم تو رسولؐ سے خاندانی قرابت کی بناء پر اُن

أَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَشِيجَةَ
رَحِمٍ مِّنْهُمَا. وَقَدْ نِلْتَ مِنْ
صِهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالَا. فَاللهَ فِي
نَفْسِكَ، فَإِنَّكَ وَاللهِ مَا تُبَصَّرُ
مِنْ عَمًى وَلَا تُعَلَّمُ مِنْ جَهْلٍ، وَ
إِنَّ الطُّرُقَ لَوَاضِحَةٌ، وَإِنَّ
أَعْلَامَ الدِّينِ لَقَائِمَةٌ. فَاعْلَمْ
أَنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللهِ عِنْدَ اللهِ
إِمَامٌ عَادِلٌ هُدِيَ وَهَدَى، فَأَقَامَ سُنَّةً
مَعْلُومَةً، وَأَمَاتَ بِدْعَةً مَجْهُولَةً
وَإِنَّ السُّنَنَ لَنَيِّرَةٌ لَهَا أَعْلَامٌ وَإِنَّ
الْبِدَعَ لَظَاهِرَةٌ لَهَا أَعْلَامٌ وَإِنَّ
شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ إِمَامٌ جَائِرٌ ضَلَّ
وَضُلَّ بِهِ، فَأَمَاتَ سُنَّةً مَأْخُوذَةً، وَ
أَحْيَى بِدْعَةً مَتْرُوكَةً. وَإِنِّي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْإِمَامِ
الْجَائِرِ وَلَيْسَ مَعَهُ نَصِيرٌ وَلَا عَاذِرٌ
فَيُلْقَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيَدُورُ فِيهَا
كَمَا تَدُورُ الرَّحَى ثُمَّ يَرْتَبِطُ فِي قَعْرِهَا
وَإِنِّي أُنْشِدُكَ اللهَ أَنْ لَا تَكُونَ
إِمَامَ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْمَقْتُولَ،
فَإِنَّهُ كَانَ يُقَالُ: يُقْتَلُ فِي
هَذِهِ الْأُمَّةِ إِمَامٌ يَفْتَحُ عَلَيْهَا

دونوں سے قریب تر بھی ہو، اور اُن کی ایک طرح کی
دامادی بھی تمہیں حاصل ہے کہ جو انہیں حاصل نہ تھی کچھ اپنے
دل میں اللہ کا بھی خوف کرو۔ خدا کی قسم اس لیے تمہیں سمجھایا
نہیں جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر آ نہ سکتا ہو اور نہ اس لیے
یہ چیزیں تمہیں بتائی جا رہی ہیں۔ کہ تمہیں علم نہ ہو اور (لاعلمی کے
کیا معنی) جب کہ شریعت کی راہیں واضح اور دین کے نشانات
قائم ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہتر
وہ انصاف پرور حاکم ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں
کو بھی ہدایت کرے اور جانی پہچانی ہوئی سنت کو مستحکم کرے
اور انجانی بدعتوں کو فنا کرے۔ سنتوں کے نشانات جگمگا
رہے ہیں اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں اور اللہ کے
نزدیک سب لوگوں سے بدتر وہ ظالم حکمران ہے جو گمراہی
میں پڑا رہے اور دوسرے بھی اُس کی وجہ سے گمراہی میں
پڑیں اور (رسولؐ سے) حاصل کی ہوئی سنتوں کو تباہ اور
قابلِ ترک بدعتوں کو زندہ کرے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے
دن ظالم کو اس طرح لایا جائے گا کہ نہ اس کا کوئی مددگار
ہوگا اور نہ کوئی عذر خواہ اور اُسے (سیدھا) جہنم میں
ڈال دیا جائے گا اور وہ اس میں اس طرح چکر
کھائے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور پھر اُسے جہنم
کے گہراؤ میں جکڑ دیا جائے گا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم
دیتا ہوں کہ تم اس اُمت کے وہ سربراہ نہ بنو کہ جسے
قتل ہی ہونا ہے۔ چونکہ کہا گیا ہے کہ اس اُمت میں
ایک ایسا حاکم مارا جائے گا، جو اس کے لیے قیامت
تک قتل و خون ریزی کا دروازہ کھول دے گا اور اس کے

اَلْقَتْلَ وَ الْقِتَالَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَلْبِسُ اُمُوْرَهَا عَلَيْهَا، وَ يَبُثُّ الْفِتَنَ فِيْهَا، فَلَا يُبْصِرُوْنَ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ يَمُوْجُوْنَ فِيْهَا مَوْجًا، وَّ يَمْرُجُوْنَ فِيْهَا مَرْجًا. فَلَا تَكُوْنَنَّ لِمَرْوَانَ سَيِّقَةً يَسُوْقُكَ حَيْثُ شَآءَ بَعْدَ جَلَالِ السِّنِّ وَ تَقَضِّى الْعُمُرِ. فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ.

"كَلِّمِ النَّاسَ فِيْ اَنْ يُّؤَجِّلُوْنِيْ حَتّٰى اَخْرُجَ اِلَيْهِمْ مِّنْ مَّظَالِمِهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلَا اَجَلَ فِيْهِ وَمَا غَابَ فَاَجَلُهٗ وُصُوْلُ اَمْرِكَ اِلَيْهِ.

تمام امور کو اشتباہ میں ڈال دے گا اور اس میں فتنوں کو پھیلائے گا کہ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے نہ دیکھ سکیں گے اور وہ فتنوں میں (دریا کی) موجوں کی طرح اُلٹے پلٹے کھائیں گے اور انہی میں تہ و بالا ہوتے رہیں گے۔ تم مروان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ تمہیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے اور جب کہ تم سن رسیدہ بھی ہو چکے ہو اور عمر بھی بیت چکی ہے۔

(عثمان نے) کہا: کہ آپ اُن لوگوں سے بات کریں کہ وہ مجھے (کچھ عرصہ کے لیے) مہلت دیں کہ میں اُن کی حق تلفیوں سے عہدہ برآ ہو سکوں تو آپ نے فرمایا کہ جن چیزوں کا تعلق مدینہ سے ہے اُن میں تو کوئی مہلت کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو جگہیں نگاہوں سے اوجھل (اور دور) ہیں اُن کے لیے اتنی مہلت ہو سکتی ہے کہ تمہارا فرمان وہاں تک پہنچ جائے۔

⁂

لے حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں جب حکومت اور اس کے کارندوں کے ستائے ہوئے مسلمان اکابر صحابہ تک اپنی فریاد پہنچانے کے لیے مدینہ میں سمٹ آئے تو پُرامن طریقِ کار اختیار کرتے ہوئے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے خواہش کی کہ وہ حضرت عثمان سے مل کر انہیں سمجھائیں بجھائیں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق پامال نہ کریں اور ان فتنوں کا سدِباب کریں جو رعیت کے لیے تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔ جس پر حضرت ان کے ہاں تشریف لے گئے اور اس موقع پر یہ کلام ارشاد فرمایا۔

امیر المومنینؑ نے موعظت کی تلخیوں کو خوشگوار بنانے کے لیے تمہید میں وہ لب و لہجہ اختیار کیا ہے جو اشتعال دلانے کے بجائے ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرے اور فرائض کی جانب متوجہ کرے۔ چنانچہ اُن کی صحابیت شخصی اہمیت اور شیخین کے مقابلہ میں پیغمبر سے ان کی خاندانی قرابت کو ظاہر کرنے سے اسی فرض شناسی کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ موقعہ اُن کی مدح سرائی کا نہ تھا کہ آخر کلام سے آنکھیں بند کر کے اسے قصیدۂ شرف سمجھ لیا جائے جبکہ اس تمہید سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے جان بوجھ کر کرتے تھے۔ ایسا نہ تھا کہ انہیں علم و اطلاع نہ ہو اور لاعلمی کی بناء

پر ان کی لغزشوں کو قابل مواخذہ نہ سمجھا جائے، ہاں اگر رسول اللہ کی صحبت میں رہنے ان کی تعلیمات کو سننے ان کے طرز عمل کو دیکھنے اور اسلامی احکام پر مطلع ہونے کے بعد ایسا طور طریقہ اختیار کرنا کہ جس سے دنیائے اسلام چیخ اٹھے کوئی فضیلت ہے تو پھر اس تعریض کو بھی مدح سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر وہ فضیلت نہیں ہے تو پھر اسے بھی مدح نہیں کہا جا سکتا، حالانکہ جن لفظوں کو مدح سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے وہ ان کے جرم کی سنگینی ثابت کرنے کے لیے ہیں۔ کیونکہ بے خبری و لاعلمی میں جرم اتنا سنگین نہیں ہوتا جتنا جانتے بوجھتے ہوئے جرم کا ارتکاب اس کے وزن کو بڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ اگر راستے کے نشیب و فراز سے ناواقف شخص گھُپ اندھیرے میں ٹھوکر کھائے تو اُسے معذور سمجھ لیا جاتا ہے اور اگر راستے کے گڑھوں سے واقف دن کے اُجالے میں ٹھوکر کھائے تو اُسے سرزنش کے قابل سمجھا جاتا ہے اور اگر اس موقع پر اس سے یہ کہا جائے کہ تم آنکھیں بھی رکھتے ہو۔ راستے کی اونچ نیچ سے بھی واقف ہو، تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس کی وسعت علمی و روشنی چشم کو سراہا جا رہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے آنکھوں کے ہوتے ہوئے پھر راستے کے گڑھوں کو نہ دیکھا اور جاننے بوجھنے کے باوجود پھر سنبھل کر نہ چلا۔ لہٰذا آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر اور جاننا نہ جاننا کیسا ہے۔

اس سلسلہ میں ان کی دامادی پر بڑا زور دیا جاتا ہے کہ پیغمبر نے اپنی دو صاحبزادیوں رُقیہ و اُم کلثوم کا عقد یکے بعد دیگرے اُن سے کیا۔ اس کی وجہ شرف ماننے سے قبل یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ دامادی عثمان کی نوعیت کیا ہے۔ تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ اس میں اولیت کا شرف حضرت عثمان کو حاصل نہ تھا، بلکہ ان سے قبل رقیہ و ام کلثوم ابولہب کے بیٹوں عتبہ و عتیبہ سے منسوب تھیں، مگر ان کو باوجود پہلا داماد ہونے کے قبل از بعثت کے صاحبان شرف میں بھی اب تک شمار نہیں کیا گیا تو یہاں کسی جوہر ذاتی کے بغیر اس نسبت کو کس بنا پر سرمایہ افتخار سمجھا جا سکتا ہے جب کہ اس رشتہ کی اہمیت کے متعلق نہ کوئی سند ہے اور نہ اس ماحول میں اس طرف کوئی توجہ پائی جاتی تھی کہ یہ کہا جائے کہ کسی اہم ترین عظمت کی مالک شخصیت اور ان میں معاملہ دائر تھا پھر یہ منتخب ہو کر یہ شرف پا گئے۔ یا یہ کہ ان دونوں بیٹیوں کو تاریخ و حدیث و سیر میں کسی کرداری شخصیت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہو۔ جس کی وجہ سے اس رشتہ کو خاص اہمیت دے کر ان کے لیے طرۂ امتیاز قرار دیا جائے۔ اگر قبل بعثت عتبہ و عتیبہ سے ان کا بیاہا جانا اس بنا پر صحیح سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت مشرکین کے ساتھ عقد کی حرمت کا سوال پیدا نہ ہوتا تھا، تو یہاں پر بھی صحت عقد کے لیے صرف ظاہری اسلام کی شرط تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے زبان سے اقرار شہادتین بھی کیا اور بظاہر ایمان بھی لائے۔ لہٰذا اس عقد کو صرف ظاہر اسلام کی دلیل تو قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی امتیاز کو اس کے ذریعہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی کہاں مسلّم ہے کہ وہ رسول اللہ کی صلبی بیٹیاں تھیں جب کہ ایک طبقہ ان کے صلب رسول سے ہونے سے انکار کرتا ہے، اور وہ انہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بہن ہالہ کی اولاد یا اُن کے پہلے شوہر کی اولاد قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم الکوفی متوفی ۳۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ — جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بخدیجۃ ماتت ھالۃ بعد ذٰلک بمدۃ یسیرۃ وخلفت الطفلتین زینب و رقیۃ فی حجر رسول اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وحجر خدیجۃ فربیاھما وَکَانَ مِنْ سُنَّۃِ الْعَرَبِ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ مَنْ یربی یتیماً ینسب ذٰلِکَ الْیَتِیْمُ اِلَیْہِ (کتاب الاستغاثہ ۶۹)

سے عقد کیا تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہالہ کا انتقال ہو گیا اور اور اُس نے دو لڑکیاں چھوڑیں ایک کا نام زینب تھا اور ایک کا نام رُقیہ اور ان دونوں نے پیغمبرؐ اور خدیجہ رضؓ کو گود میں پرورش پائی اور انہی نے ان کی تربیت کی اور اسلام سے قبل یہ دستور تھا کہ اگر کوئی یتیم بچہ کسی کی گود میں پرورش پاتا تھا تو اُسے اُسی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

اور ابنِ ہشام نے حضرت خدیجہ کی اولاد کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ۔

وَکَانَتْ قَبْلَہٗ عِنْدَ اَبِیْ ھَالَۃَ ابن مالک فَوَلَدت لَہٗ ھِنْدًا ابن اَبِیْ ھَالَۃَ وَ زینب بنت اَبِیْ ھَالَۃَ وَکَانَتْ قَبْلَ اَبِیْ ھَالَۃَ عند عتیق بن عائذ بن عبد اللّٰہ ابن عمر ابن مخزوم فولدت عبد اللّٰہ وجاریۃ (سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۲۹۳)

حضرت خدیجہؓ رسول اللہؐ کے حبالہ عقد میں آنے سے پہلے ابی ہالہ بن مالک کی زوجیت میں تھیں، جس سے ایک لڑکا ہند اور ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی اور ابی ہالہ سے قبل عتیق ابن عائذ کے عقد میں تھیں۔ جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہؓ کی دو لڑکیاں عقدِ رسولؐ میں آنے سے پہلے موجود تھیں جو حسبِ ظاہر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی کی بیٹیاں کہلائیں گی اور وہ جن سے بھی بیاہی جائیں گی وہ پیغمبرؐ کے داماد ہی کہلائیں گے۔ لیکن دامادی کی حیثیت وُہی ہو گی، جو ان لڑکیوں کے بیٹی ہونے کی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اسے محل افتخار میں پیش کرنے سے پہلے ان بیٹیوں کی حیثیت کو دیکھ لینا چاہیئے اور حضرت عثمان کے رویہ پر بھی ایک نظر کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں امام بخاری اپنی صحیح میں یہ روایت درج کرتے ہیں۔

عَنْ انس ابن مالک قَالَ شَھِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ جَالِسٌ عَلَی الْقَبْرِ فَرَاَیْتُ عَیْنَیْہِ تَدْمَعَان فَقَالَ ھَلْ فِیْکُمْ مِنْ اَحَدٍ لَمْ یقارف اللیلۃ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَۃَ انا قال فانزل فی قبرھا فنزل فی قبرھا۔ (ج ۱۔ ص ۲۳۲)

انس ابنِ مالک سے روایت ہے وُہ کہتے ہیں کہ ہم دخترِ رسولؐ کے دفن کے موقع پر موجود تھے میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا! کہ کون تم میں ایسا ہے جو آج کی رات ہم بستر نہ ہوا ہو۔ ابو طلحہ نے کہا کہ میں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم قبر میں اُترو۔ چنانچہ وُہ قبر میں اُترے۔

اِس موقع پر پیغمبر اکرمؐ نے حضرت عثمان کے راز درون پردہ کو بے نقاب کر کے انہیں قبر میں اترنے سے روک دیا۔ حالانکہ پیغمبر کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر تھا۔ کہ وہ کسی کے اندرونی حالات کو طشت از بام کر کے اس کی ہتک و اہانت

گوارا نہ کرتے تھے اور دُوسروں کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود چشم پوشی فرما جاتے تھے مگر یہ کردار کا گھنونا پن کچھ ایسا تھا کہ بھرے مجمع میں انہیں رسوا کرنا ضروری سمجھا گیا۔

خطبہ ۱۶۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَذْكُرُ فِيهَا عَجِيبَ خِلْقَةِ الطَّاوُوسِ:

ابْتَدَعَهُمْ خَلْقاً عَجِيباً مِنْ حَيَوَانٍ وَمَوَاتٍ، وَسَاكِنٍ وَذِي حَرَكَاتٍ فَأَقَامَ مِنْ شَوَاهِدِ الْبَيِّنَاتِ عَلَى لَطِيفِ صَنْعَتِهِ، وَعَظِيمِ قُدْرَتِهِ مَا انْقَادَتْ لَهُ الْعُقُولُ مُعْتَرِفَةً بِهِ وَ مُسَلِّمَةً لَهُ، وَ نَعَقَتْ فِي أَسْمَاعِنَا دَلَائِلُهُ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ وَمَا ذَرَأَ مِنْ مُخْتَلِفِ صُوَرِ الْأَطْيَارِ الَّتِي أَسْكَنَهَا أَخَادِيدَ الْأَرْضِ وَخُرُوقَ فِجَاجِهَا، وَرَوَاسِيَ أَعْلَامِهَا، مِنْ ذَاتِ أَجْنِحَةٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَهَيْئَاتٍ مُتَبَايِنَةٍ، مُصَرَّفَةٍ فِي زِمَامِ التَّسْخِيرِ وَمُرَفْرِفَةٍ بِأَجْنِحَتِهَا فِي مَخَارِقِ الْجَوِّ الْمُنْفَسِحِ، وَالْفَضَاءِ الْمُنْفَرِجِ. كَوَّنَهَا بَعْدَ أَنْ لَمْ تَكُنْ فِي عَجَائِبِ صُوَرٍ ظَاهِرَةٍ، وَرَكَّبَهَا فِي حِقَاقِ مَفَاصِلَ مُحْتَجِبَةٍ، وَ مَنَعَ بَعْضَهَا بِعَبَالَةِ خَلْقِهِ أَنْ يَسْمُوَ

جس میں مور کی عجیب و غریب آفرینش کا تذکرہ فرمایا ہے۔

قدرت نے ہر قسم کی مخلوق کو، وُہ جاندار ہو یا بے جان ساکن ہو یا متحرک، عجیب و غریب آفرینش کا جامہ پہنا کر ایجاد کیا ہے اور اپنی لطیف صنعت اور عظیم قدرت پر ایسی واضح نشانیاں شاہد بنا کر قائم کی ہیں کہ جن کے سامنے عقلیں اُس کی ہستی کا اعتراف اور اُس کی (فرمانبرداری) کا اقرار کرتے ہوئے سر اطاعت خم کر چکی ہیں اور اس کی یکتائی پر یہی عقل کی تسلیم کی ہُوئی اور دائُس کے خالق بے مثال ہونے پر مختلف شکل و صورت کے پرندوں کی آفرینش سے اُبھری ہوئی دلیلیں ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ وُہ پرندے جن کو اس نے زمین کے گڑھوں دروں کے شگافوں اور مضبوط پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسایا ہے جو مختلف طرح کے پر و بال اور جُدا گانہ شکل و صورت والے ہیں۔ جنھیں تسلّط (الٰہی) کی باگ ڈور میں گھمایا پھرایا جاتا ہے اور جو کشادہ ہوا کی وسعتوں اور کھلی فضاؤں میں پروں کو پھڑ پھڑاتے ہیں۔ انہیں جب کہ یہ موجود نہ تھے عجیب و غریب ظاہری صورتوں سے (آراستہ کر کے) پیدا کیا اور (گوشت و پوست میں) ڈھکے ہوئے جوڑوں کے سروں سے ان کے (جسموں کی) ساخت قائم

فِي الْهَوَاءِ خُفُوقًا، وَجَعَلَهُ يَدِفُّ دَفِيفًا
وَنَسَقَهَا عَلَى اخْتِلَافِهَا فِي الْأَصَابِيغِ
بِلَطِيفِ قُدْرَتِهِ وَدَقِيقِ صَنْعَتِهِ،
فَمِنْهَا مَغْمُوسٌ فِي قَالِبِ لَوْنٍ لَا
يَشُوبُهُ غَيْرُ لَوْنِ مَا غُمِسَ فِيهِ، وَمِنْهَا
مَغْمُوسٌ فِي لَوْنِ صِبْغٍ قَدْ طُوِّقَ
بِخِلَافِ مَا صُبِغَ بِهِ وَمِنْ أَعْجَبِهَا
خَلْقًا الطَّاوُوسُ الَّذِي أَقَامَهُ فِي
أَحْكَمِ تَعْدِيلٍ، وَنَضَّدَ أَلْوَانَهُ
فِي أَحْسَنِ تَنْضِيدٍ بِجَنَاحٍ أَشْرَجَ
قَصَبَهُ، وَذَنَبٍ أَطَالَ مَسْحَبَهُ. إِذَا
دَرَجَ إِلَى الْأُنْثَى نَشَرَهُ مِنْ طَيِّهِ
وَسَمَا بِهِ مُطِلًّا عَلَى رَأْسِهِ كَأَنَّهُ
قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهُ نُوتِيُّهُ يَخْتَالُ
بِأَلْوَانِهِ، وَيَمِيسُ بِزَيَفَانِهِ
يُفْضِي كَإِفْضَاءِ الدِّيَكَةِ، وَيَؤُرُّ
بِمَلَاقِحِهِ أَرَّ الْفُحُولِ الْمُغْتَلِمَةِ
فِي الضِّرَابِ أُحِيلُكَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى
مُعَايَنَةٍ، لَا كَمَنْ يُحِيلُ عَلَى
ضَعِيفٍ إِسْنَادُهُ وَلَوْ كَانَ كَزَعْمِ مَنْ
يَزْعُمُ أَنَّهُ يُلْقِحُ بِدَمْعَةٍ تَسْفَحُهَا
مَدَامِعُهُ فَتَقِفُ فِي ضَفَّتَيْ جُفُونِهِ
وَأَنَّ أُنْثَاهُ تَطْعَمُ ذٰلِكَ، ثُمَّ
تَبِيضُ لَا مِنْ لِقَاحِ فَحْلٍ سِوَى
الدَّمْعِ الْمُنْبَجِسِ لَمَا كَانَ

کی۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جنہیں ان کے جسموں کے بوجھل
ہونے کی وجہ سے فضا میں بلند ہوکر تیز پروازی سے روک
دیا ہے اور انہیں ایسا بنایا ہے کہ وہ زمین سے کچھ تھوڑے
ہی اونچے ہوکر پرواز کر سکیں۔ اس نے اپنی لطیف قدرت اور
باریک صنعت سے ان قسم قسم کے پرندوں کو (مختلف) رنگوں
سے ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض ایسے ہیں
جو ایک ہی رنگ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ یوں کہ
جس رنگ میں انہیں ڈبو دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی
اور رنگ کی ان میں آمیزش نہیں کی گئی اور بعض اس
طرح رنگ میں ڈبوئے گئے ہیں کہ جس رنگ کا طوق انہیں
پہنا دیا گیا ہے وہ اس رنگ سے نہیں ملتا جس سے
خود رنگین ہیں۔ ان سب پرندوں سے زائد عجیب الخلقت
مور ہے کہ (اللہ نے) جس کے (اعضاء کو) موزونیت کے
محکم ترین سانچے میں ڈھالا ہے۔ اور اس کے رنگوں کو ایک
حسین ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ یہ (حسن و توازن) ایسے
پروں سے ہے کہ جن کی جڑوں کو (ایک دوسرے سے)
جوڑ دیا ہے اور ایسی دُم سے ہے جو دور تک کھنچتی چلی
جاتی ہے جب وہ اپنی مادہ کی طرف بڑھتا ہے۔ تو اپنی
لپٹی ہوئی دُم کو پھیلا دیتا ہے۔ اور اسے اس طرح اونچا لے
جاتا ہے کہ وہ اس کے سر پر سایہ افگن ہو کر پھیل جاتی
ہے۔ گویا وہ (مقام) دارین کی اس کشتی کا بادبان ہے جسے
اس کا ملاح ادھر ادھر موڑ رہا ہو۔ وہ اس کے رنگوں
پر اتراتا ہے اور اس کی جنبشوں کے ساتھ جھومنے
لگتا ہے اور مرغوں کی طرح جفتی کھاتا ہے اور (اپنی مادہ کو)
حاملہ کرنے کے لیے جوش و ہیجان میں بھرے ہوئے نروں کی

ذٰلِكَ بِأَعْجَبَ مِنْ مُطَاعَمَةِ الْغُرَابِ.
تَخَالُ قَصَبَهُ مَدَارِيَ مِنْ فِضَّةٍ
وَمَا أُنْبِتَ عَلَيْهَا مِنْ عَجِيبِ دَارَاتِهِ
وَشُمُوسِهِ خَالِصَ الْعِقْيَانِ وَ
فِلَذَ الزَّبَرْجَدِ فَإِنْ شَبَّهْتَهُ
بِمَا أَنْبَتَتِ الْأَرْضُ قُلْتَ جَنِيٌّ
جُنِيَ مِنْ زَهْرَةِ كُلِّ رَبِيعٍ وَإِنْ
ضَاهَيْتَهُ بِالْمَلَابِسِ فَهُوَ
كَمَوْشِيِّ الْحُلَلِ، أَوْ مُونِقِ
عَصْبِ الْيَمَنِ - وَإِنْ شَاكَلْتَهُ
بِالْحُلِيِّ فَهُوَ كَفُصُوصٍ ذَاتِ أَلْوَانٍ
قَدْ نُطِّقَتْ بِاللُّجَيْنِ الْمُكَلَّلِ.
يَمْشِي مَشْيَ الْمَرِحِ الْمُخْتَالِ
وَيَتَصَفَّحُ ذَنَبَهُ وَجَنَاحَيْهِ
فَيُقَهْقِهُ ضَاحِكًا لِجَمَالِ
سِرْبَالِهِ وَأَصَابِيغِ وِشَاحِهِ فَإِذَا
رَمَى بِبَصَرِهِ إِلَى قَوَائِمِهِ زَقَا
مُعْوِلًا بِصَوْتٍ يَكَادُ يُبِينُ عَنِ
اسْتِغَاثَتِهِ، وَيَشْهَدُ بِصَادِقِ
تَوَجُّعِهِ، لِأَنَّ قَوَائِمَهُ حُمْشٌ
كَقَوَائِمِ الدِّيَكَةِ الْخِلَاسِيَّةِ
وَقَدْ نَجَمَتْ مِنْ ظُنْبُوبِ سَاقِهِ
صِيصِيَةٌ خَفِيَّةٌ. وَلَهُ فِي مَوْضِعِ
الْعُرْفِ قُنْزُعَةٌ خَضْرَاءُ مُوَشَّاةٌ
وَمَخْرَجُ عُنُقِهِ كَالْإِبْرِيقِ

طرح جوڑ کھاتا ہے۔ میں اس (بیان) کے لیے مشاہدہ کو تمہارے
سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس شخص کی طرح نہیں کہتا، جو کسی
کمزور سند کا حوالہ دے رہا ہو۔ گمان کرنے والوں کا یہ صرف
وہم و گمان ہے کہ وہ اپنے گوشہ ہائے چشم کے بہائے ہوئے
اس آنسو سے اپنی مادہ کو انڈوں پر لاتا ہے کہ جو اُس کی پلکوں
کے دونوں کناروں میں آکر ٹھہر جاتا ہے اور مورنی اُسے
پی لیتی ہے اور پھر وہ انڈے دینے لگتی ہے۔ اور اس
پھوٹ کر نکلنے والے آنسو کے علاوہ یوں نر اُس سے جفتی
نہیں کھاتا۔ اگر ایسا ہو تو بھی (ان کے خیال کے مطابق) کوّے
کے اپنی مادہ کو (پوٹے سے دانا پانی) بھرا کر انڈوں پر
لانے سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے (تم اگر بغور دیکھو گے)
تو اس کے پروں کی درمیانی تیلیوں کو چاندی کی سلائیاں
تصور کرو گے اور ان پر جو عجیب و غریب ہالے بنے ہوئے
ہیں اور سورج (کی شعاعوں) کے مانند (جو پر و بال) اُگے
ہوئے ہیں (انہیں زردی میں) خالص سونا اور (سبزی میں)
زمرد کے ٹکڑے خیال کرو گے، اگر تم اسے زمین کی اُگائی
ہوئی چیزوں سے تشبیہ دو گے تو یہ کہو گے کہ وہ ہر موسم
بہار کے چنے ہوئے شگوفوں کا گلدستہ ہے اور اگر کپڑوں
سے تشبیہ دو گے تو وہ منقش حُلّوں یا خوشنما یمنی چادروں
کے مانند ہے اور اگر زیورات سے تشبیہ دو گے تو وہ رنگ
برنگ کے اُن نگینوں کی طرح ہے جو مرصّع بجواہر چاندی میں
دائروں کی صورت میں پھیلا دیئے گئے ہوں وہ اس طرح
چلتا ہے جس طرح کوئی ہشاش بشاش اور متکبر محوِ خرام ہوتا
ہے، اور اپنی دُم اور پر و بال کو غور سے دیکھتا ہے تو اپنے
پیراہن کے حسن و جمال اور اپنے گلوبند کی رنگتوں کی وجہ

وَمَغْرَزُهَا إِلَى حَيْثُ بَطْنُهُ كَصِبْغِ
الْوَسِمَةِ الْيَمَانِيَّةِ أَوْ كَحَرِيرَةٍ
مُلْبَسَةٍ مِرْآةً ذَاتَ صِقَالٍ وَ
كَأَنَّهُ مُتَلَفِّعٌ بِمِعْجَرٍ أَسْحَمَ
إِلَّا أَنَّهُ يُخَيَّلُ لِكَثْرَةِ مَائِهِ
وَشِدَّةِ بَرِيقِهِ أَنَّ الْخُضْرَةَ
النَّاضِرَةَ مُمْتَزِجَةٌ بِهِ. وَمَعَ
فَتْقِ سَمْعِهِ خَطٌّ كَمُسْتَدَقِّ الْقَلَمِ
فِي لَوْنِ الْأُقْحُوَانِ أَبْيَضُ يَقَقٌ.
فَهُوَ بِبَيَاضِهِ فِي سَوَادِ مَا
هُنَالِكَ يَأْتَلِقُ. وَقَلَّ صِبْغٌ
إِلَّا وَقَدْ أَخَذَ مِنْهُ بِقِسْطٍ،
وَعَلَاهُ بِكَثْرَةِ صِقَالِهِ وَبَرِيقِهِ
وَبَصِيصِ دِيبَاجِهِ وَرَوْنَقِهِ
فَهُوَ كَالْأَزَاهِيرِ الْمَبْثُوثَةِ لَمْ
تُرَبِّهَا أَمْطَارُ رَبِيعٍ وَلَا
شُمُوسُ قَيْظٍ. وَقَدْ يَتَحَسَّرُ
مِنْ رِيشِهِ، وَيَعْرَى مِنْ
لِبَاسِهِ، فَيَسْقُطُ تَتْرَى وَ
يَنْبُتُ تِبَاعًا، فَيَنْحَتُّ مِنْ
قَصَبِهِ انْحِتَاتَ أَوْرَاقِ
الْأَغْصَانِ ثُمَّ يَتَلَاحَقُ نَامِيًا
حَتَّى يَعُودَ كَهَيْئَتِهِ قَبْلَ
سُقُوطِهِ. لَا يُخَالِفُ سَالِفَ
أَلْوَانِهِ، وَلَا يَقَعُ لَوْنٌ فِي غَيْرِ

سے قہقہہ لگا کر ہنستا ہے مگر جب اپنے پیروں پر نظر ڈالتا
ہے تو اِس طرح اُونچی آواز سے روتا ہے کہ گویا اپنی فریاد
کو ظاہر کر رہا ہے اور اپنے سچے درد (دل) کی گواہی دے
رہا ہے۔ کیوں کہ اس کے پیر خاکستری رنگ کے دوغلے
مُرغوں کے پیروں کی طرح باریک اور پتلے ہوتے ہیں اور
اس کی پنڈلی کے کنارے پر ایک باریک سا کانٹا نمایاں
ہوتا ہے، اور اس کی (گردن پر) ایال کی جگہ سبز رنگ
کے منقش پروں کا گچھا ہوتا ہے اور گردن کا پھیلاؤ یوں
مُعلوم ہوتا ہے۔ جیسے صراحی (کی گردن) اور اس کے
گڑنے کی جگہ سے لے کر وہاں تک کا حصّہ کہ جہاں اس
کا پیٹ ہے یمنی وسمہ کے رنگ کی طرح (گہرا سبز) ہے
یا اس ریشم کی طرح ہے جو صیقل کئے ہوئے آئینہ پہ پہنا
دیا گیا ہو۔ گویا کہ وہ سیاہ رنگ کی اوڑھنی میں لپٹا ہوا ہے
لیکن اس کی آب و تاب کی فراوانی اور چمک دمک کی بہتات
سے ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں تر و تازہ سبزی کی
(الگ سے) آمیزش کر دی گئی ہے اس کے کانوں کے
شگاف سے ملی ہوئی بابونہ کے پھُولوں جیسی ایک سفید
چمکیلی لکیر ہوتی ہے۔ جو قلم کی باریک نوک کے مانند ہے
وُہ (لکیر) اپنی سفیدی کے ساتھ اس جگہ کی سیاہیوں میں
جگمگاتی ہے۔ کم ہی ایسے رنگ ہوں گے۔ جس نے سفید
دھاری کا کچھ حصّہ نہ لیا ہو۔ اور وُہ ان رنگوں پر اپنی آب
و تاب کی زیادتی اپنے پیکر ریشمیں کی چمک دمک اور
زیبائش کی وجہ سے چھائی ہوئی ہے۔ وُہ ان بکھری
ہوئی کلیوں کے مانند ہے کہ جنھیں نہ فصلِ بہار کی بارشوں
نے پروان چڑھایا ہو اور نہ گرمیوں کے سورج نے پرورش

مَكَانِهِ. وَإِذَا تَصَفَّحْتَ شَعْرَةً مِّنْ شَعَرَاتِ قَصَبِهِ أَرَتْكَ حُمْرَةً وَرْدِيَّةً، وَتَارَةً خُضْرَةً زَبَرْجَدِيَّةً، وَأَحْيَانًا صُفْرَةً عَسْجَدِيَّةً. فَكَيْفَ تَصِلُ إِلَى صِفَةِ هٰذَا عَمَائِقُ الْفِطَنِ، أَوْ تَبْلُغُهُ قَرَائِحُ الْعُقُولِ، أَوْ تَسْتَنْظِمُ وَصْفَهُ أَقْوَالُ الْوَاصِفِيْنَ. وَأَقَلُّ أَجْزَائِهِ قَدْ أَعْجَزَ الْأَوْهَامَ أَنْ تُدْرِكَهُ وَالْأَلْسِنَةَ أَنْ تَصِفَهُ. فَسُبْحَانَ الَّذِي بَهَرَ الْعُقُولَ عَنْ وَصْفِ خَلْقٍ جَلَّاهُ لِلْعُيُونِ فَأَدْرَكَتْهُ مَحْدُودًا مُكَوَّنًا، وَمُؤَلَّفًا مُلَوَّنًا. وَأَعْجَزَ الْأَلْسُنَ عَنْ تَلْخِيصِ صِفَتِهِ، وَقَعَدَ بِهَا عَنْ تَأْدِيَةِ نَعْتِهِ. وَسُبْحَانَ مَنْ أَدْمَجَ قَوَائِمَ الذَّرَّةِ وَالْهَمَجَةِ إِلَى مَا فَوْقَهُمَا مِنْ خَلْقِ الْحِيتَانِ وَالْفِيَلَةِ. وَوَأَى عَلَى نَفْسِهِ أَنْ لَا يَضْطَرِبَ شَبَحٌ مِمَّا أَوْلَجَ فِيهِ الرُّوحَ إِلَّا وَجَعَلَ الْحِمَامَ مَوْعِدَهُ، وَالْفَنَاءَ

کیا ہو، وہ کبھی اپنے پر و بال سے برہنہ اور اپنے رنگین لباس سے عریاں ہو جاتا ہے۔ اس کے بال و پر لگاتار جھڑتے ہیں اور پھر پے در پے اُگنے لگتے ہیں۔ وہ اس کے بازوؤں سے اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح ٹہنیوں سے پتے۔ یہاں تک کہ جھڑنے سے پہلے جو شکل و صورت تھی اُسی کی طرف پلٹ آتا ہے اور اپنے پہلے رنگوں سے سر مو اِدھر سے اُدھر نہیں ہوتا اور نہ کوئی رنگ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اختیار کرتا ہے۔ جب اس کے پروں کے ریشوں میں سے کسی ریشے کو تم غور سے دیکھو گے تو وہ تمہیں کبھی گلاب کے پھولوں جیسی سُرخی اور کبھی زمرد جیسی سبزی اور کبھی سونے جیسی زردی کی (جھلکیاں) دکھائے گا (غور تو کرو کہ) ایک ایسی مخلوق کی صفتوں تک فکروں کی گہرائیاں کیوں کر پہنچ سکتی ہیں یا عقلوں کی طبع آزمائیاں کس طرح وہاں تک رسائی پا سکتی ہیں۔ یا بیان کرنے والوں کے کلمات کیوں کر اس کے وصفوں کو ترتیب دے سکتے ہیں کہ جس کے چھوٹے سے چھوٹے جز نے واہموں کو سمجھنے سے عاجز اور زبانوں کو بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہو، تو پاک ہے۔ وہ ذات کہ جس نے ایک ایسی مخلوق کی حالت بیان کرنے سے بھی عقلوں کو مغلوب کر رکھا ہے کہ جسے آنکھوں کے سامنے نمایاں کر دیا تھا اور ان آنکھوں نے اس کو ایک حد میں گھرا ہوا اور (اجزاء) سے مرکب اور (مختلف رنگوں سے) رنگین صورت میں دیکھ بھی لیا اور جس نے زبانوں کو اس (مخلوق) کے وصفوں کا خلاصہ کرنے سے عاجز اور اس کی صفتوں کے بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہے۔ اور

غَايَتَهُ۔

(مِنْهَا فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ)

فَلَوْ رَمَيْتَ بِبَصَرِ قَلْبِكَ نَحْوَ مَا يُوصَفُ لَكَ مِنْهَا لَعَزَفَتْ نَفْسُكَ عَنْ بَدَائِعِ مَآ أُخْرِجَ إِلَى الدُّنْيَا مِنْ شَهَوَاتِهَا وَ لَذَّاتِهَا وَ زَخَارِفِ مَنَاظِرِهَا وَ لَذَهَلَتْ بِالْفِكْرِ فِي اصْطِفَاقِ أَشْجَارٍ غُيِّبَتْ عُرُوقُهَا فِي كُثْبَانِ الْمِسْكِ عَلَى سَوَاحِلِ أَنْهَارِهَا، وَ فِي تَعْلِيقِ كَبَائِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ فِي عَسَالِيجِهَا وَ أَفْنَانِهَا وَ طُلُوعِ تِلْكَ الثِّمَارِ مُخْتَلِفَةً فِي غُلُفِ أَكْمَامِهَا۔ تُجْنَى مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ فَتَأْتِي عَلَى مُنْيَةِ مُجْتَنِيهَا وَ يُطَافُ عَلَى نُزَّالِهَا فِي أَفْنِيَةِ قُصُورِهَا بِالْأَعْسَالِ الْمُصَفَّقَةِ وَ الْخُمُورِ الْمُرَوَّقَةِ۔ قَوْمٌ لَمْ تَزَلِ الْكَرَامَةُ تَتَمَادَى بِهِمْ حَتَّى حَلُّوا دَارَ الْقَرَارِ، وَ أَمِنُوا نُقْلَةَ الْأَسْفَارِ۔ فَلَوْ شَغَلْتَ قَلْبَكَ أَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ بِالْوُصُولِ إِلَى مَا يَهْجُمُ

پاک ہے وہ خدا کہ جس نے چیونٹی اور مچھر سے لے کر ان سے بڑی مخلوق مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو مضبوط و مستحکم کیا ہے اور اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ کوئی پیکر کہ جس میں اس نے روح داخل کی ہے۔ جنبش نہیں کھائے گا۔ مگر یہ کہ موت کو اس کی وعدہ گاہ اور فنا کو اس کی حدِ آخر قرار دے گا۔

اس خطبہ کا یہ حصہ جنت کے بیان میں ہے۔ اگر تم دیدۂ دل سے جنت کی ان کیفیتوں پر نظر کرو جو تم سے بیان کی جاتی ہیں تو تمہارا نفس دنیا میں پیش کی ہوئی عمدہ سے عمدہ خواہشوں اور لذتوں اور اس کے مناظر کی زیبائشوں سے نفرت کرنے لگے گا اور وہ ان درختوں کے پتوں کے کھڑکھڑانے کی آوازوں میں کہ جن کی جڑیں جنت کی نہروں کے کناروں پر مشک کے ٹیلوں میں ڈوبی ہوئی ہیں کھو جائے گا اور ان کی بڑی اور چھوٹی ٹہنیوں میں تر و تازہ موتیوں کے گچھوں کے لٹکنے اور سبز پتیوں کے غلافوں میں مختلف قسم کے پھلوں کے نکلنے کے (نظاروں) میں محو ہو جائے گا۔ ایسے پھل کہ جو بغیر کسی زحمت کے چنے جا سکتے ہیں اور چننے والے کی خواہش کے مطابق آگے بڑھ آتے ہیں وہاں کے بلند ایوانوں کے صحنوں میں اترنے والے مہمانوں کے گرد پاک صاف شہد اور صاف ستھری شراب (کے جام) گردش میں لائے جائیں گے وہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ کی بخشش و عنایت ہمیشہ ان کے شاملِ حال رہی یہاں تک کہ وہ اپنی جائے قیام میں اتر پڑے اور سفروں کی نقل و حرکت سے آسودہ ہو گئے۔ اے سننے والے اگر تو ان دلکش مناظر تک پہنچنے کے لیے اپنے نفس کو متوجہ

عَلَيْكَ مِنْ تِلْكَ الْمَنَاظِرِ الْمُونِقَةِ لَزَهَقَتْ نَفْسُكَ شَوْقاً إِلَيْهَا، وَلَتَحَمَّلْتَ مِنْ مَّجْلِسِيْ هٰذَا إِلَى مُجَاوَرَةِ أَهْلِ الْقُبُوْرِ اسْتِعْجَالًا بِهَا جَعَلَنَا اللّٰهُ وَ إِيَّاكُمْ مِمَّنْ يَّسْعٰى بِقَلْبِهٖ إِلَى مَنَازِلِ الْأَبْرَارِ بِرَحْمَتِهٖ -

(تَفْسِيْرُ بَعْضِ مَا فِيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ مِنَ الْغَرِيْبِ :- قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ يَؤُرُّ بِمَلَاقِحِهِ الْأَرُّ كِنَايَةٌ عَنِ النِّكَاحِ ؛ يُقَالُ أَرَّ الْمَرْأَةَ يَؤُرُّهَا أَيْ نَكَحَهَا، وَ قَوْلُهٗ كَأَنَّهٗ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهٗ نُوْتِيُّهٗ : اَلْقِلْعُ شِرَاعُ السَّفِيْنَةِ وَدَارِيٌّ : مَنْسُوْبٌ إِلَى دَارِيْنَ، وَهِيَ بَلْدَةٌ عَلَى الْبَحْرِ يُجْلَبُ مِنْهَا الطِّيْبُ - وَ عَنَجَهٗ أَيْ عَطَفَهٗ - يُقَالُ عَنَجْتُ النَّاقَةَ كَنَصَرْتُ أَعْنُجُهَا عَنْجاً إِذَا عَطَفْتَهَا - وَالنُّوْتِيُّ الْمَلَّاحُ - وَ قَوْلُهٗ ضَفَّتَيْ جُفُوْنِهٖ - أَرَادَ جَانِبَيْ جُفُوْنِهٖ - وَ الضَّفَّتَانِ الْجَانِبَانِ - وَ قَوْلُهٗ وَ فِلَذَ الزَّبَرْجَدِ ، الْفِلَذُ جَمْعُ

کرے جو تیری طرف ایک دم آنے والے ہیں تو اِس کے اشتیاق میں تیری جان ہی نکل جائے گی اور اِسے جلد سے جلد پا لینے کے لیے میری اس مجلس سے اُٹھ کر قبروں میں رہنے والوں کی ہمسائگی اختیار کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے گا۔ اللہ سُبحانہ، اپنی رحمت سے ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے قرار دے کہ جو نیک بندوں کی منزل تک پہنچنے کی (سر توڑ) کوشش کرتے ہیں۔

سید رضی اس خطبہ کے بعض مشکل الفاظ کی توضیح و تشریح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ آپ کے ارشاد یؤرّ بملاقحہٖ میں لفظ الأرّ سے مباشرت کی طرف کنایہ ہے۔ یُوں کہا جاتا ہے کہ أرّ المرأۃ یورّھا یعنی اُس نے عورت سے مباشرت کی اور آپ کے اس ارشاد کانہ قلع داری عنجہ نوتیہٗ میں قلع کے معنی کشتی کے بادبان کے ہیں اور لفظ داری، دارین کی طرف منسوب ہے اور دارین سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے کہ جہاں سے خوشبودار چیزیں لائی جاتی ہیں اور عنجہ کے معنی ہیں اس کو موڑا اور استعمال یوں ہوتا ہے عنجت الناقۃ (عنجت بر وزن نصرتُ) یعنی میں نے اُونٹنی کے رُخ کو موڑا اور اعنجھا عنجا اس وقت کہو گے کہ جب تم اس کے رُخ کو موڑو گے اور نوتی کے معنی ملّاح کے ہیں اور آپ کے ارشاد ضفتی جفونہ سے مراد مور کی پلکوں کے دونوں کنارے ہیں اور یوں ضفتان کے معنی دو کناروں کے ہوتے ہیں اور آپ کے قول فلذ الزبرجد میں فلذ فلذۃ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں اور آپ کے قول کبائس

فِلْذَةٍ، وَّهِيَ الْقِطْعَةُ وَ قَوْلُهُ كَبَائِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ الْكِبَاسَةُ: الْعِذْقُ وَالْعَسَالِيجُ الْغُصُونُ، وَاحِدُهَا عُسْلُوجٌ۔

اللؤلؤ الرطب میں کبائس کباسہ کی جمع ہے جس کے معنی کھجور کے خوشے کے ہیں اور عسالیج عسلوج کی جمع ہے جس کے معنی ٹہنی کے ہیں۔

لے مور ایک خوبصورت دلکش اور انتہائی چوکنا رہنے والا پرندہ ہے جو برما، جاوا، ہند و پاکستان اور مشرقی ایشیا کے ممالک میں پایا جاتا ہے اس کے پروں کی رنگینی دُم کا پھیلاؤ اور رقص انتہائی جاذب نظر ہوتا ہے۔ جب یہ اپنی دُم کو جو ۵۵ انچ سے ۲۷ انچ تک لمبی ہوتی ہے، پھیلا کر چکر کاٹتا ہے تو نظروں میں مختلف رنگوں کی دنیا آباد ہو جاتی ہے جس طرح خزاں میں درختوں کے پتے جھڑتے اور بہار میں اُگتے ہیں۔ اسی طرح اس کے پر خزاں میں جھڑ جاتے ہیں اور بہار میں دوبارہ اُگ آتے ہیں۔ بہار کا موسم اس کے حُسن کے نکھار کا زمانہ ہوتا ہے۔ اسی موسم میں جوڑ کھاتا ہے مورنی تین سال کی عمر سے انڈے دینے لگتی ہے اور اس کی اوسط عمر پینتیس برس ہوتی ہے ایک سال میں کم و بیش بارہ انڈے دیتی اور ایک مہینہ تک انہیں سیتی ہے۔ مور اکثر ان انڈوں کو توڑ دیتا ہے۔ اس لیے اس کے انڈے مُرغی کے نیچے بھی بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ مگر مُرغی کے سینے سے بچوں کی خوبصورتی اور جسمانی ہیئت میں فرق آجاتا ہے۔ مور اپنی دلکشی و خوبصورتی کے باوجود منحوس تصور ہوتا ہے اور گھروں میں رکھنا بُرا سمجھا جاتا ہے۔

خطبہ ۱۶۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِيَتَأَسَّ صَغِيرُكُمْ بِكَبِيرِكُمْ وَلْيَرْأَفْ كَبِيرُكُمْ بِصَغِيرِكُمْ۔ وَلَا تَكُونُوا كَجُفَاةِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا فِي الدِّينِ يَتَفَقَّهُونَ۔ وَلَا عَنِ اللهِ يَعْقِلُونَ، كَقَيْضِ بَيْضٍ فِي أَدَاحٍ يَكُونُ كَسْرُهَا وِزْرًا، وَ يُخْرِجُ حِضَانُهَا شَرًّا۔

تمہارے چھوٹوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں۔ اور بڑوں کو چاہیئے کہ وہ چھوٹوں سے شفقت و مہربانی سے پیش آئیں۔ زمانۂ جاہلیت کے ان اُجڈ آدمیوں کے مانند نہ ہو جاؤ کہ جو نہ دین میں فہم و بصیرت سے اور نہ اللہ کے بارے میں عقل و فہم سے کام لیتے تھے۔ وہ[1] ان انڈوں کے چھلکوں کی طرح ہیں جو شتر مُرغوں کے انڈے دینے کی جگہ پر رکھے ہوں جن کا توڑنا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر انہیں سینے کے لیے چھوڑ دینا ایذا رساں بچوں کے نکلنے کا سبب ہوتا ہے۔

(مِنْهَا) اِفْتَرَقُوْا بَعْدَ اُلْفَتِهِمْ، وَتَشَتَّتُوْا عَنْ اَصْلِهِمْ۔ فَمِنْهُمْ اٰخِذٌ بِغُصْنٍ اَيْنَمَا مَالَ مَالَ مَعَهٗ۔ عَلٰٓى اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَيَجْمَعُهُمْ لِشَرِّ يَوْمٍ لِّبَنِيْٓ اُمَيَّةَ كَمَا تَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيْفِ يُؤَلِّفُ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ يَجْعَلُهُمْ رُكَامًا كَرُكَامِ السَّحَابِ۔ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ لَهُمْ اَبْوَابًا يَسِيْلُوْنَ مِنْ مُسْتَثَارِهِمْ كَسَيْلِ الْجَنَّتَيْنِ، حَيْثُ لَمْ تَسْلَمْ عَلَيْهِ قَارَةٌ، وَلَمْ تَثْبُتْ عَلَيْهِ اَكَمَةٌ، وَّلَمْ يَرُدَّ سَنَنَهٗ رَصُّ طَوْدٍ وَّلَا حِدَابُ اَرْضٍ۔ يُذَعْذِعُهُمُ اللّٰهُ فِيْ بُطُوْنِ اَوْدِيَتِهٖ، ثُمَّ يَسْلُكُهُمْ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ يَاْخُذُ بِهِمْ مِّنْ قَوْمٍ حُقُوْقَ قَوْمٍ، وَيُمَكِّنُ لِقَوْمٍ فِيْ دِيَارِ قَوْمٍ۔ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَيَذُوْبَنَّ مَا فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ بَعْدَ الْعُلُوِّ وَالتَّمْكِيْنِ كَمَا تَذُوْبُ الْاَلْيَةُ عَلَى النَّارِ۔

اَيُّهَا النَّاسُ لَوْ لَمْ تَتَخَاذَلُوْا عَنْ نَّصْرِ الْحَقِّ، وَلَمْ تَهِنُوْا عَنْ تَوْهِيْنِ الْبَاطِلِ۔ لَمْ يَطْمَعْ فِيْكُمْ مَنْ لَّيْسَ مِثْلَكُمْ وَلَمْ يَقْوَ مَنْ قَوِيَ عَلَيْكُمْ لٰكِنَّكُمْ تِهْتُمْ

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: وُہ اُلفت و یکجائی کے بعد الگ الگ اور اپنے مرکز سے منتشر ہو گئے ہوں گے البتّہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے۔ جو ایک شاخ کو پکڑے رہیں گے کہ جدھر یہ جھکے اُدھر وُہ جھکیں گے یہاں تک کہ اللہ جلد ہی اس دن کے لیے کہ جو بنی اُمیّہ کے لیے بدترین دن ہو گا۔ انہیں اس طرح جمع کرے گا۔ جس طرح خریف کے موسم میں بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں اللہ ان کے درمیان محبت و دوستی پیدا کرے گا اور پھر ان کا تہہ بہ تہہ جمے ہوئے ابر کی طرح ایک مضبوط جتھا بنا دے گا۔ اور اُن کے لیے دروازوں کو کھول دے گا کہ وُہ اپنے اُبھرنے کے مقام سے شہر سبا کے دو باغوں کے اس سیلاب کی طرح بہ نکلیں گے۔ جس سے نہ کوئی چٹان محفوظ رہی تھی اور نہ کوئی ٹیلہ اس کے سامنے ٹک سکا تھا اور نہ پہاڑ کی مضبوطی اور نہ زمین کی اُونچائی اس کا دھارا موڑ سکی تھی۔ اللہ سبحانہ، انہیں گھاٹیوں کے نشیبوں میں متفرق کر دے گا۔ پھر انہیں چشموں (کے بہاؤ) کی طرح زمین میں پھیلا دے گا، اور ان کے ذریعہ سے کچھ لوگوں کے حقوق کچھ لوگوں سے لے گا۔ اور ایک قوم کو دوسری قوم کے شہروں پر متمکن کر دے گا۔ خدا کی قسم اُن کی سر بلندی و اقتدار کے بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہو گا۔ اس طرح پگھل جائے گا۔ جس طرح آگ پر چربی۔ اے لوگو! اگر تم حق کی نصرت و امداد سے پہلو نہ بچاتے اور باطل کو کمزور کرنے سے کمزوری نہ دکھاتے تو جو تمہارا ہم پایہ نہ تھا، وُہ تم پر دانت نہ رکھتا اور جس نے تم پر قابو پا لیا وُہ تم پر قابو نہ پاتا۔ لیکن تم تو

مَتَاهَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ لَعَمْرِي
لَيُضَعَّفَنَّ لَكُمُ التِّيهُ مِنْ بَعْدِي
أَضْعَافاً بِمَا خَلَّفْتُمُ الْحَقَّ وَرَاءَ
ظُهُورِكُمْ، وَ قَطَعْتُمُ الْأَدْنَى وَ وَصَلْتُمُ
الْأَبْعَدَ. وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِنِ اتَّبَعْتُمُ
الدَّاعِيَ لَكُمْ سَلَكَ بِكُمْ مِنْهَاجَ الرَّسُولِ
وَكُفِيتُمْ مَؤُونَةَ الِاعْتِسَافِ،
وَنَبَذْتُمُ الثِّقْلَ الْفَادِحَ عَنِ
الْأَعْنَاقِ.

بنی اسرائیل کی طرح صحرائے تیہ میں بھٹک گئے، اور اپنی جان کی قسم میرے بعد تمہاری سرگردانی و پریشانی کئی گنا بڑھ جائے گی۔ کیونکہ تم نے حق کو پس پشت ڈال دیا ہے اور قریبیوں سے قطع تعلق کر لیا اور دُور والوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ یقین رکھو کہ اگر تم دعوت دینے والے کی پیروی کرتے تو وہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر لے چلتا اور تم بے راہ روی کی زحمتوں سے بچ جاتے اور اپنی گردنوں سے بھاری بوجھ اُتار پھینکتے۔

لہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے ظاہری اسلام کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان پر تشدّد نہ کیا جائے، مگر اس طرح انہیں چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شر و مفاسد پھیلاتے ہیں۔

خُطبہ ۱۶۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
(فِي أَوَّلِ خِلَافَتِهِ)

إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَنْزَلَ كِتَاباً
هَادِياً بَيَّنَ فِيهِ الْخَيْرَ وَ الشَّرَّ.
فَخُذُوا نَهْجَ الْخَيْرِ تَهْتَدُوا،
وَاصْدِفُوا عَنْ سَمْتِ الشَّرِّ
تَقْصِدُوا. الْفَرَائِضَ الْفَرَائِضَ،
أَدُّوهَا إِلَى اللهِ تُؤَدِّكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ،
إِنَّ اللهَ حَرَّمَ حَرَاماً غَيْرَ مَجْهُولٍ، وَ
أَحَلَّ حَلَالاً غَيْرَ مَدْخُولٍ، وَفَضَّلَ
حُرْمَةَ الْمُسْلِمِ عَلَى الْحُرَمِ كُلِّهَا،

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے کہ جس میں اچھائیوں اور برائیوں کو (کھول کر) بیان کیا ہے۔ تم بھلائی کا راستہ اختیار کرو تاکہ ہدایت پاسکو اور برائی کی جانب سے رُخ موڑ لو تاکہ سیدھی راہ پر چل سکو۔ فرائض کو پیش نظر رکھو اور انہیں اللہ کے لیے بجا لاؤ تاکہ یہ تمہیں جنت تک پہنچائیں۔ اللہ سبحانہ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے جو انجانی نہیں ہیں، اور ان چیزوں کو حلال کیا ہے جن میں کوئی عیب و نقص نہیں پایا جاتا۔ اس نے مسلمانوں کی عزت و حرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو

وَ شَدَّ بِالْإِخْلَاصِ وَالتَّوْحِيْدِ حُقُوْقَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ مَعَاقِدِهَا۔ فَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ وَلَا يَحِلُّ أَذَى الْمُسْلِمِ إِلَّا بِمَا يَجِبُ بَادِرُوْا أَمْرَ الْعَامَّةِ وَخَاصَّةَ أَحَدِكُمْ وَهُوَ الْمَوْتُ فَإِنَّ النَّاسَ أَمَامَكُمْ وَ إِنَّ السَّاعَةَ تَحْدُوْكُمْ مِنْ خَلْفِكُمْ تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا، فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ، آخِرُكُمْ۔ اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ عِبَادِهٖ وَبِلَادِهٖ فَإِنَّكُمْ مَسْئُوْلُوْنَ حَتّٰى عَنِ الْبِقَاعِ وَالْبَهَائِمِ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَلَا تَعْصُوْهُ، وَإِذَا رَأَيْتُمُ الْخَيْرَ فَخُذُوْا بِهٖ، وَإِذَا رَأَيْتُمُ الشَّرَّ فَأَعْرِضُوْا عَنْهُ۔

اِن کے موقع و محل پر اخلاص و توحید کے دامن سے باندھ دیا ہے چنانچہ مسلمان وُہی ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ مگر یہ کہ کسی حق کی بنا پر اُن پر ہاتھ ڈالا جائے اور ان کو ایذا پہنچانا جائز نہیں، مگر جہاں واجب ہو جائے، اس چیز کی طرف بڑھو کہ جو ہمہ گیر اور تم میں سے ہر ایک کے لیے مخصوص ہے اور وہ موت ہے۔ چونکہ (گزر جانے والے) لوگ تمہارے سامنے ہیں اور (موت کی) گھڑی تمہیں پیچھے سے آگے کی طرف ہنکائے لیے جا رہی ہے، ہلکے پھلکے رہو تاکہ آگے بڑھ جانے والوں کو پا سکو۔ تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جا رہا ہے۔ اللہ سے اس کے بندوں اور اس کے شہروں کے بارے میں ڈرتے رہو۔ اس لیے کہ تم سے (ہر چیز کے متعلق) سوال کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ زمینوں اور چوپاؤں کے متعلق بھی اللہ کی اطاعت کرو، اس سے سرتابی نہ کرو۔ جب بھلائی کو دیکھو تو اُسے حاصل کرو اور جب بُرائی کو دیکھو تو اُس سے مُنہ پھیر لو۔

خطبہ ۱۶۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعْدَ مَا بُوْيِعَ بِالْخِلَافَةِ، وَقَدْ قَالَ لَهٗ قَوْمٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ لَوْ عَاقَبْتَ قَوْمًا مِّمَّنْ أَجْلَبَ عَلٰى عُثْمَانَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا إِخْوَتَاهُ إِنِّيْ لَسْتُ أَجْهَلُ مَا تَعْلَمُوْنَ، وَلٰكِنْ كَيْفَ لِيْ بِقُوَّةٍ وَالْقَوْمُ الْمُجْلِبُوْنَ عَلٰى

آپ کی بیعت ہو چکنے کے بعد صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے کہا کہ بہتر ہے کہ آپ ان لوگوں کو جنھوں نے عثمان پر فوج کشی کی تھی سزا دیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ۔

اے بھائیو! جو تم جانتے ہو میں اس سے بے خبر نہیں ہوں، لیکن میرے پاس (اس کی) قوت و طاقت کہاں ہے جبکہ فوج کشی کرنے والے اپنے انتہائی زوروں پر

حَدِّ شَوْكَتِهِمْ يَمْلِكُونَنَا وَلَا نَمْلِكُهُمْ. وَهَا هُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ ثَارَتْ مَعَهُمْ عُبْدَانُكُمْ وَالْتَفَّتْ إِلَيْهِمْ أَعْرَابُكُمْ، وَهُمْ خِلَالَكُمْ يَسُومُونَكُمْ مَا شَاؤُوا، وَهَلْ تَرَوْنَ مَوْضِعًا لِقُدْرَةٍ عَلَى شَيْءٍ تُرِيدُونَهُ. وَإِنَّ هَذَا الْأَمْرَ أَمْرُ جَاهِلِيَّةٍ. وَإِنَّ لِهَؤُلَاءِ الْقَوْمِ مَادَّةً. إِنَّ النَّاسَ مِنْ هَذَا الْأَمْرِ. إِذَا حُرِّكَ عَلَى أُمُورٍ. فِرْقَةٌ تَرَى مَا تَرَوْنَ، وَفِرْقَةٌ تَرَى مَا لَا تَرَوْنَ، وَفِرْقَةٌ تَرَى مَا لَا تَرَوْنَ، وَفِرْقَةٌ لَا تَرَى هَذَا وَلَا ذَاكَ فَاصْبِرُوا حَتَّى يَهْدَأَ النَّاسُ، وَتَقَعَ الْقُلُوبُ مَوَاقِعَهَا، وَتُؤْخَذَ الْحُقُوقُ مُسْمَحَةً فَاهْدَأُوا عَنِّي، وَانْظُرُوا مَاذَا يَأْتِيكُمْ بِهِ أَمْرِي. وَلَا تَفْعَلُوا فَعْلَةً تُضَعْضِعُ قُوَّةً، وَتُسْقِطُ مُنَّةً، وَتُورِثُ وَهْنًا وَذِلَّةً. وَسَأُمْسِكُ الْأَمْرَ مَا اسْتَمْسَكَ وَإِذَا لَمْ أَجِدْ بُدًّا فَآخِرُ الدَّوَاءِ الْكَيُّ.

ہیں وہ دراس وقت ہم پر مسلط ہیں ہم ان پر مسلط نہیں اور عالم یہ ہے کہ تمہارے غلام بھی ان کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور صحرائی عرب بھی ان سے مل جل گئے ہیں، اور اس وقت بھی وہ تمہارے درمیان اس حالت میں ہیں کہ جیسا چاہیں تمہیں گزند پہنچا سکتے ہیں۔ کیا تم جو چاہتے ہو اس پر قابو پانے کی کوئی صورت تمہیں نظر آتی ہے! بلاشبہ یہ جہالت و نادانی کا مطالبہ ہے۔ ان لوگوں کی پشت پر مدد کا ایک ذخیرہ ہے۔ جب یہ قصہ چھڑے گا تو اس معاملہ میں لوگوں کے مختلف خیالات ہوں گے۔ کچھ لوگوں کی رائے تو وہی ہوگی جو تمہاری ہے اور کچھ لوگوں کی رائے تمہاری رائے کے خلاف ہوگی اور کچھ لوگوں کی رائے نہ ادھر ہوگی نہ اُدھر۔ اتنا صبر کرو کہ لوگ سکون سے بیٹھ لیں اور دل اپنی جگہ پر ٹھہر جائیں اور آسانی سے حقوق حاصل کئے جا سکیں، تم میری طرف سے مطمئن رہو اور دیکھتے رہو کہ میرا فرمان تم تک کیا آتا ہے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کرو، جو طاقت کو متزلزل اور قوت کو پامال کر دے اور کمزوری و ذلت کا باعث بن جائے۔ میں، اس جنگ کو جہاں تک رُک سکے گی، روکوں گا، اور جب کوئی چارہ نہ پاؤں گا تو پھر آخری علاج داغنا تو ہے ہی۔

خطبہ ۱۶۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ مَسِيرِ أَصْحَابِ الْجَمَلِ إِلَى الْبَصْرَةِ.

إِنَّ اللهَ بَعَثَ رَسُولًا هَادِيًا

جب جمل والوں نے بصرہ کا رُخ کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

بیشک اللہ نے اپنے رسولؐ کو ہادی بنا کر بولنے

بِكِتَابٍ نَاطِقٍ وَ أَمْرٍ قَائِمٍ . لَا يَهْلِكُ عَنْهُ إِلَّا هَالِكٌ . وَ إِنَّ الْمُبْتَدَعَاتِ الْمُشَبَّهَاتِ هُنَّ الْمُهْلِكَاتُ إِلَّا مَا حَفِظَ اللّٰهُ مِنْهَا وَ إِنَّ فِي سُلْطَانِ اللّٰهِ عِصْمَةً لِأَمْرِكُمْ فَأَعْطُوهُ طَاعَتَكُمْ غَيْرَ مُلَوَّمَةٍ وَ لَا مُسْتَكْرَهٍ بِهَا وَ اللّٰهِ لَتَفْعَلُنَّ أَوْ لَيَنْقُلَنَّ اللّٰهُ عَنْكُمْ سُلْطَانَ الْإِسْلَامِ ، ثُمَّ لَا يَنْقُلُهُ إِلَيْكُمْ أَبَدًا حَتّٰى يَأْرِزَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِكُمْ .

إِنَّ هٰؤُلَاءِ قَدْ تَمَالَئُوا عَلٰى سَخْطَةِ إِمَارَتِي ، وَ سَأَصْبِرُ مَا لَمْ أَخَفْ عَلٰى جَمَاعَتِكُمْ . فَإِنَّهُمْ إِنْ تَمَّمُوا عَلٰى فَيَالَةِ هٰذَا الرَّأْيِ انْقَطَعَ نِظَامُ الْمُسْلِمِينَ ، وَ إِنَّمَا طَلَبُوا هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَدًا لِمَنْ أَفَاءَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ فَأَرَادُوا رَدَّ الْأُمُورِ عَلٰى أَدْبَارِهَا . وَ لَكُمْ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ سِيرَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ وَ الْقِيَامُ بِحَقِّهِ وَ النَّعْشُ لِسُنَّتِهِ .

❖ ❖ ❖

والی کتاب اور برقرار رہنے والی شریعت کے ساتھ بھیجا جسے تباہ و برباد ہونا ہے وہی اس کی مخالفت سے تباہ ہوگا۔ اور (حق سے) مشابہہ ہو جانے والی بدعتیں ہی تباہ کیا کرتی ہیں، مگر وہ کہ جن میں (مبتلا ہونے) سے اللہ بچائے رکھے۔ بلاشبہ حجت خدا کی (اطاعت میں) تمہارے لیے سامانِ حفاظت ہے۔ لہٰذا تم اس کی ایسی اطاعت کرو کہ جو نہ لائق سرزنش ہو اور نہ بددلی سے بجالائی گئی ہو۔ خدا کی قسم یا تو تمہیں (یہ اطاعت) کرنا ہوگی، یا اللہ اسلامی اقتدار تم سے منتقل کر دے گا اور پھر کبھی تمہاری طرف نہیں پلٹائے گا۔ یہاں تک کہ یہ اقتدار دوسروں کی طرف رُخ موڑے گا۔

یہ لوگ جہاں تک میری خلافت سے نارضامندی کا تعلق ہے آپس میں متفق ہو چکے ہیں اور مجھے بھی جب تک تمہاری پراگندگی کا اندیشہ نہ ہوگا صبر کئے رہوں گا، اگر وہ اپنی رائے کی کمزوری کے باوجود اس میں کامیاب ہو گئے تو مسلمانوں کا (رشتہ) نظم و نسق ٹوٹ جائے گا۔ یہ اس شخص پر جسے اللہ نے امارت و خلافت دی ہے حسد کرتے ہوئے اس دُنیا کے طلب گار بن گئے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام امور (شریعت) کو پلٹا کر (دورِ جاہلیت) کی طرف لے جائیں۔ (اگر تم ثابت قدم رہے تو) تمہارا ہم پر یہ حق ہوگا کہ ہم تمہارے امور کے تصفیہ کے لیے (کتاب) خدا اور (سیرت) پیغمبر پر عمل پیرا ہوں اور اُن کے حق کو برپا اور اُن کی سنت کو بلند کریں۔

خطبہ ۱۶۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَلَّمَ بِهِ بَعْضَ الْعَرَبِ وَقَدْ أَرْسَلَهُ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ لَمَّا قَرُبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْهَا لِيَعْلَمَ لَهُمْ مِنْهُ حَقِيقَةَ حَالِهِ مَعَ أَصْحَابِ الْجَمَلِ لِتَزُولَ الشُّبْهَةُ مِنْ نُفُوسِهِمْ فَبَيَّنَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ أَمْرِهِ مَعَهُمْ مَا عَلِمَ بِهِ أَنَّهُ عَلَى الْحَقِّ، ثُمَّ قَالَ لَهُ بَايِعْ، فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ قَوْمٍ وَلَا أُحْدِثُ حَدَثًا حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ الَّذِينَ وَرَاءَكَ بَعَثُوكَ رَائِدًا تَبْتَغِي لَهُمْ مَسَاقِطَ الْغَيْثِ فَرَجَعْتَ إِلَيْهِمْ وَأَخْبَرْتَهُمْ عَنِ الْكَلَإِ وَالْمَاءِ فَخَالَفُوا إِلَى الْمَعَاطِشِ وَالْمَجَادِبِ مَا كُنْتَ صَانِعًا، قَالَ كُنْتُ تَارِكَهُمْ وَمُخَالِفَهُمْ إِلَى الْكَلَإِ وَالْمَاءِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَامْدُدْ إِذًا يَدَكَ. فَقَالَ الرَّجُلُ فَوَاللهِ مَا اسْتَطَعْتُ أَنْ أَمْتَنِعَ عِنْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عَلَيَّ، فَبَايَعْتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالرَّجُلُ يُعْرَفُ بِكُلَيْبٍ الْجَرْمِيِّ۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

جب امیرالمومنین علیہ السلام بصرہ کے قریب پہنچے تو وہاں کی ایک جماعت نے ایک شخص کو اس مقصد سے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ ان کے لیے اہلِ جمل کے متعلق حضرت کے موقف کو دریافت کرے تاکہ ان کے دلوں سے شکوک مٹ جائیں چنانچہ حضرت نے اس کے سامنے جمل والوں کے ساتھ اپنے رویہ کی وضاحت فرمائی جس سے اُسے معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت حق پر ہیں تو آپ نے اس سے فرمایا کہ (جب حق تم پر واضح ہو گیا ہے تو اب) بیعت کرو۔ اس نے کہا کہ میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور جب تک ان کے پاس پلٹ کر نہ جاؤں کوئی نیا قدم نہیں اُٹھا سکتا تو حضرت نے فرمایا کہ (دیکھو) اگر وہی لوگ جو تمہارے پیچھے ہیں اس مقصد سے تمہیں کہیں پیشرو بنا کر بھیجیں کہ تم ان کے لیے ایسی جگہ تلاش کرو، جہاں بارش ہوئی ہو اور تم (تلاش کے بعد) اُن کے پاس پلٹ کر جاؤ، اور انہیں خبر دو کہ سبزہ بھی ہے اور پانی بھی ہے اور وہ تمہاری مخالفت کرتے ہوئے خشک اور ویران جگہ کا رُخ کریں تو تم اُن موقعہ پر کیا کرو گے۔ اس نے کہا کہ میں اُن کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور اُن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھاس اور پانی کی طرف چل دوں گا، تو حضرت نے فرمایا کہ (جب ایسا ہی کرنا ہے) تو پھر (بیعت کے لیے ہاتھ بڑھاؤ۔ وُہ شخص کہتا ہے کہ خدا کی قسم حجت کے قائم ہو جانے کے بعد میرے بس میں نہ تھا کہ میں بیعت سے انکار کر دیتا۔ چنانچہ میں نے بیعت کر لی۔ (یہ شخص کلیب جرمی کے نام سے موسوم ہے)

خطبہ ۱۶۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمَ عَلٰى لِقَاءِ الْقَوْمِ بِصِفِّيْنَ:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ، وَالْجَوِّ الْمَكْفُوْفِ، الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ مَغِيْضًا لِّلَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمَجْرًى لِّلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، وَمُخْتَلَفًا لِّلنُّجُوْمِ السَّيَّارَةِ. وَجَعَلْتَ سُكَّانَهٗ سِبْطًا مِّنْ مَّلَآئِكَتِكَ لَا يَسْاَمُوْنَ مِنْ عِبَادَتِكَ. وَرَبَّ هٰذِهِ الْاَرْضِ الَّتِيْ جَعَلْتَهَا قَرَارًا لِّلْاَنَامِ وَمَدْرَجًا لِّلْهَوَآمِّ وَالْاَنْعَامِ، وَمَا لَا يُحْصٰى مِمَّا يُرٰى وَمِمَّا لَا يُرٰى. وَرَبَّ الْجِبَالِ الرَّوَاسِيْ الَّتِيْ جَعَلْتَهَا لِلْاَرْضِ اَوْتَادًا، وَلِلْخَلْقِ اعْتِمَادًا، اِنْ اَظْهَرْتَنَا عَلٰى عَدُوِّنَا فَجَنِّبْنَا الْبَغْيَ وَسَدِّدْنَا لِلْحَقِّ، وَاِنْ اَظْهَرْتَهُمْ عَلَيْنَا فَارْزُقْنَا الشَّهَادَةَ. وَاعْصِمْنَا مِنَ الْفِتْنَةِ. اَيْنَ الْمَانِعُ لِلذِّمَارِ، وَالْغَائِرُ عِنْدَ نُزُوْلِ الْحَقَائِقِ مِنْ اَهْلِ الْحِفَاظِ الْعَارُ وَرَآءَكُمْ وَالْجَنَّةُ اَمَامَكُمْ.

جب صفین میں دشمن سے دو بدو ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا تو فرمایا۔

اے اللہ! اے اس بلند آسمان اور تھمی ہوئی فضا کے پروردگار جسے تو نے شب و روز کے سر چھپانے چاند اور سورج کے گردش کرنے اور چلنے پھرنے والے ستاروں کی آمد و رفت کی جگہ بنایا ہے اور جس میں بسنے والا فرشتوں کا وہ گروہ بنایا ہے۔ جو تیری عبادت سے اکتاتا نہیں۔ اے اس زمین کے پروردگار جسے تو نے انسانوں کی قیام گاہ اور حشرات الارض اور چوپاؤں اور لاتعداد دیکھی اور ان دیکھی مخلوق کے چلنے پھرنے کا مقام قرار دیا ہے اے مضبوط پہاڑوں کے پروردگار جنہیں تو نے زمین کے لیے میخ اور مخلوقات کے لیے (زندگی کا) سہارا بنایا ہے۔ (اے اللہ) اگر تو نے ہمیں دشمنوں پر غلبہ دیا تو ظلم سے ہمارا دامن بچانا اور حق کے سیدھے راستے پر برقرار رکھنا اور اگر دشمنوں کو ہم پر غلبہ دیا تو ہمیں شہادت نصیب کرنا، اور فریب حیات سے بچائے رکھنا۔ کہاں ہیں عزت و آبرو کے پاسبان! اور کہاں ہیں مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت ننگ و نام کی حفاظت کرنے والے باغیرت (اگر بھاگے تو) ننگ و عار تمہارے عقب میں ہے اور (اگر جمے رہے تو) جنت تمہارے سامنے ہے۔

خطبہ ۱۷۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا تُوَارِيْ عَنْهُ

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس سے ایک آسمان

سَمَآءٌ سَمَآءً وَّ لَا اَرْضٌ اَرْضًا۔

دُوسرے آسمان کو اور ایک زمین دُوسری زمین کو نہیں چھپاتی

(مِنْهَا) وَقَدْ قَالَ قَائِلٌ: اِنَّكَ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ يَا ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ لَحَرِيْصٌ، فَقُلْتُ بَلْ اَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَاَحْرَصُ وَاَبْعَدُ، وَاَنَا اَخَصُّ وَاَقْرَبُ، وَاِنَّمَا طَلَبْتُ حَقًّا لِّيْ وَاَنْتُمْ تَحُوْلُوْنَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ: وَتَضْرِبُوْنَ وَجْهِيْ دُوْنَهٗ۔ فَلَمَّا قَرَعْتُهٗ بِالْحُجَّةِ فِي الْمَلَاِ الْحَاضِرِيْنَ هَبَّ كَاَنَّهٗ بُهِتَ لَا يَدْرِيْ مَا يُجِيْبُنِيْ بِهٖ۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا: مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے ابن ابی طالب آپ تو اس خلافت پر للچائے ہوئے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم اس پر کہیں زیادہ حریص اور (اس منصب کی اہلیت سے) دُور ہو، اور میں اس کا اہل اور (پیغمبر سے) نزدیک تر ہوں۔ میں نے تو اپنا حق طلب کیا ہے۔ اور تم میرے اور میرے حق کے درمیان حائل ہو جاتے ہو اور جب اُسے حاصل کرنا چاہتا ہوں تو تم میرا رُخ موڑ دیتے ہو۔ چنانچہ جب بھری محفل میں میں نے اس دلیل سے اس (کے کان کے پردوں) کو کھٹکھٹایا تو چونکا ہوا، اور اس طرح مبہوت ہو کر رہ گیا کہ اُسے کوئی جواب نہ سُوجھتا تھا۔

* * *

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ وَّمَنْ اَعَانَهُمْ، فَاِنَّهُمْ قَطَعُوْا رَحِمِيْ، وَصَغَّرُوْا عَظِيْمَ مَنْزِلَتِيْ، وَاَجْمَعُوْا عَلٰى مُنَازَعَتِيْ اَمْرًا هُوَ لِيْ، ثُمَّ قَالُوْا اَلَا اِنَّ فِي الْحَقِّ اَنْ تَاْخُذَهٗ وَفِي الْحَقِّ اَنْ تَتْرُكَهٗ۔

خدایا! میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے قطع رحمی کی اور میرے مرتبہ کی بلندی کو پست سمجھا اور اس (خلافت) پر کہ جو میرے لیے مخصوص تھی ٹکرانے کے لیے ایکا کر لیا ہے۔ پھر کہتے یہ ہیں کہ حق تو یہی ہے کہ آپ اسے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپ اس سے دستبردار ہو جائیں۔

(وَمِنْهَا) فِيْ ذِكْرِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ

فَخَرَجُوْا يَجُرُّوْنَ حُرْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَمَا تُجَرُّ الْاَمَةُ عِنْدَ شِرَآئِهَا، مُتَوَجِّهِيْنَ بِهَا اِلَى الْبَصْرَةِ فَحَبَسَا نِسَآءَهُمَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا، وَاَبْرَزَا حَبِيْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَهُمَا

اس خطبہ کا یہ جُز اصحاب جمل کے متعلق ہے: وُہ لوگ (مکہ سے) بصرہ کا رُخ کیے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسُول اللہؐ کی حرمت و ناموس کو یوں کھینچے پھرتے تھے جس طرح کسی کنیز کو فروخت کے لیے (شہر بشہر) پھرایا جاتا ہے۔ ان دو لوں نے اپنی بیویوں کو تو گھروں میں روک رکھا تھا اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بیوی کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کُھلے بندوں لے آئے تھے۔

وَلِغَيْرِهِمَا فِي جَيْشٍ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ
إِلَّا وَقَدْ أَعْطَانِي الطَّاعَةَ وَ سَمَحَ
لِي بِالْبَيْعَةِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ ،
فَقَدِمُوا عَلَى عَامِلِي بِهَا وَخُزَّانِ
بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ وَغَيْرِهِمْ مِنْ
أَهْلِهَا۔ فَقَتَلُوا طَائِفَةً صَبْرًا ،
وَطَائِفَةً غَدْرًا ۔ فَوَاللهِ لَوْ لَمْ
يُصِيبُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا رَجُلًا
وَاحِدًا مُعْتَمِدِينَ لِقَتْلِهِ بِلَا
جُرْمٍ جَرَّهُ ، لَحَلَّ لِي قَتْلُ ذٰلِكَ
الْجَيْشِ كُلِّهِ إِذْ حَضَرُوهُ فَلَمْ
يُنْكِرُوا وَلَمْ يَدْفَعُوا عَنْهُ بِلِسَانٍ وَلَا
بِيَدٍ، دَعْ مَا أَنَّهُمْ قَدْ قَتَلُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِثْلَ الْعِدَّةِ الَّتِي دَخَلُوا بِهَا عَلَيْهِمْ

ایک ایسے لشکر میں کہ جس کا ایک ایک فرد میری اطاعت تسلیم کئے ہوئے تھا اور برضاء و رغبت میری بیعت کر چکا تھا یہ لوگ بصرہ میں میرے (مقررہ کردہ) عامل اور مسلمانوں کے بیت المال کے خزینہ داروں اور وہاں کے دوسرے باشندوں تک پہنچ گئے اور کچھ لوگوں کو قید کے اندر مار مار کے اور کچھ لوگوں کو حیلہ و مکر سے شہید کیا۔ خدا کی قسم اگر وہ مسلمانوں میں سے صرف ایک ناکردہ گناہ مسلمان کو عمداً قتل کرتے تو بھی میرے لیے جائز ہوتا کہ میں اس تمام لشکر کو قتل کر دوں کیوں کہ وہ موجود تھے اور انہوں نے نہ تو اسے برا سمجھا اور نہ زبان اور ہاتھ سے اس کی روک تھام کی چہ جائیکہ انہوں نے مسلمانوں کے اتنے آدمی قتل کر دیئے۔ جتنی تعداد خود ان کے لشکر کی تھی جسے لے کر ان پر چڑھ دوڑے تھے۔

لہ حضرت عمر نے اپنے آخر وقت میں امیر المومنینؑ کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا تھا اُسی کو سعد ابن ابی وقاص نے شوریٰ کے موقعہ پر دُہراتے ہوئے حضرت سے کہا کہ اے علیؑ آپ اس منصب "خلافت کے بہت حریص ہیں جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ جو اپنا حق طلب کرے اُسے حریص نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ حریص وہ ہے جو اس حق تک پہنچنے سے مانع اور سدِّ راہ ہو، اور نا اہلیت کے باوجود اُسے حاصل کرنے کے درپے ہو۔"

اس میں شک نہیں کہ امیر المومنینؑ اپنے کو حق دار سمجھتے تھے اور اپنا حق طلب کرتے تھے لیکن اس حق طلبی سے حق ساقط نہیں ہو جاتا کہ اسے خلافت کے نہ دینے کے لیے وجہ جواز قرار دے لیا جائے اور اسے حرص سے تعبیر کیا جائے اور اگر یہ حرص ہے تو پھر کون ایسا تھا جو حرص کے پھندوں میں جکڑا ہوا نہ تھا۔ کیا انصار کے مقابلہ میں مہاجرین کی زور آزمائی ارکانِ شوریٰ کی باہمی کش مکش اور طلحہ و زبیر کی ہنگامہ آرائی اِسی حرص کا نتیجہ نہ تھی؟ اگر امیر المومنینؑ کو منصب کا لالچ ہوتا تو جب ابن عباس اور ابو سفیان نے بیعت قبول کرنے کے لیے زور دیا تھا۔ تو آپ نتائج و عواقب سے آنکھیں بند کر کے ان کے کہنے پر اُٹھ کھڑے ہوتے اور جب دور ثالث کے بعد لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ رہے تھے تو آپ بگڑے ہوئے حالات کا خیال کئے بغیر ان کی پیش کش کو فوراً قبول کر لیتے۔ مگر آپ نے کسی موقعہ پر بھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا

جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپ منصب کو منصب کی حیثیت سے چاہتے ہیں بلکہ خلافت کی طلب تھی تو صرف اس لیے کہ شریعت کے خد و خال بگڑنے نہ پائیں اور دین دُوسروں کی خواہشوں کی آماجگاہ نہ بنے، نہ یہ کہ دنیا کی کامرانیوں سے بہرہ اندوز ہوں کہ جسے حرص کہا جا سکے۔

۲؎ مقصد یہ ہے کہ اگر وُہ یہ نہ کہتے کہ میرا خلافت سے الگ رہنا بھی حق ہے تو میرے لیے اس پر صبر کرنا آسان ہوتا اس خیال سے کہ کم از کم میرے حق کا اعتراف تو ہے۔ اگرچہ اسے ادا کرنے کے لیے تیار نہیں۔

خطبہ ۱۷۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

أَمِیْنُ وَحْیِهٖ، وَخَاتَمُ رُسُلِهٖ، وَبَشِیْرُ رَحْمَتِهٖ، وَنَذِیْرُ نِقْمَتِهٖ۔

وُہ اللہ کی وحی کے امانتدار، اس کے رسُولوں کی آخری فرد، اس کی رحمت کا مژدہ سُنانے والے اور اس کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

* * *

أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِهٰذَا الْأَمْرِ أَقْوَاهُمْ عَلَیْهِ، وَأَعْلَمُهُمْ بِأَمْرِ اللّٰهِ فِیْهِ، فَإِنْ شَغَبَ شَاغِبٌ اسْتُعْتِبَ فَإِنْ أَبٰى قُوْتِلَ۔ وَلَعَمْرِیْ لَئِنْ كَانَتِ الْإِمَامَةُ لَا تَنْعَقِدُ حَتّٰى یَحْضُرَهَا عَامَّةُ النَّاسِ فَمَا إِلٰى ذٰلِكَ سَبِیْلٌ؛ وَلٰكِنْ أَهْلُهَا یَحْكُمُوْنَ عَلٰى مَنْ غَابَ عَنْهَا ثُمَّ لَیْسَ لِلشَّاهِدِ أَنْ یَّرْجِعَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ یَّخْتَارَ۔

اے لوگو! تمام لوگوں میں اس خلافت کا اہل وُہ ہے جو اس (کے نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت و (صلاحیت) رکھتا ہو اور اس کے بارے میں اللہ کے احکام کو سب سے زائد جانتا ہو۔ اس صُورت میں اگر کوئی فتنہ پرواز فتنہ کھڑا کرے تو (پہلے) اسے توبہ و بازگشت کے لیے کہا جائے گا اگر وُہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائے گا۔ اپنی جان کی قسم! اگر خلافت کا انعقاد تمام افرادِ امت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہو تو اس کی کوئی سبیل ہی نہیں بلکہ (اس کی صُورت تو انہوں نے یہ رکھی تھی کہ) اس کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو (بیعت کے وقت) موجود نہ ہوں گے۔ پھر موجود کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ وُہ (بیعت سے) انحراف کرے اور نہ غیر موجود کو یہ حق ہو گا کہ وُہ کسی اور کو منتخب کرے دیکھو!

أَلَا وَإِنِّیْ أُقَاتِلُ رَجُلَیْنِ:

رَجُلًا ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ وَآخَرَ مَنَعَ
الَّذِي عَلَيْهِ۔

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ
فَإِنَّهَا خَيْرُ مَا تَوَاصَى الْعِبَادُ بِهِ، وَ
خَيْرُ عَوَاقِبِ الْأُمُورِ عِنْدَ اللهِ۔ وَ
قَدْ فُتِحَ بَابُ الْحَرْبِ بَيْنَكُمْ۔ وَبَيْنَ
أَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَلَا يَحْمِلُ هَذَا الْعَلَمَ
إِلَّا أَهْلُ الْبَصَرِ وَالصَّبْرِ وَالْعِلْمِ
بِمَوَاضِعِ الْحَقِّ۔ فَامْضُوا لِمَا
تُؤْمَرُونَ بِهِ، وَقِفُوا عِنْدَ مَا
تُنْهَوْنَ عَنْهُ۔ وَلَا تَعْجَلُوا فِي
أَمْرٍ حَتَّى تَتَبَيَّنُوا، فَإِنَّ لَنَا
مَعَ كُلِّ أَمْرٍ تُنْكِرُونَهُ غِيَرًا۔
أَلَا وَإِنَّ هَذِهِ الدُّنْيَا الَّتِي أَصْبَحْتُمْ
تَتَمَنَّوْنَهَا وَتَرْغَبُونَ فِيهَا، وَ
أَصْبَحَتْ تُغْضِبُكُمْ وَتُرْضِيكُمْ
لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ وَلَا مَنْزِلِكُمُ
الَّذِي خُلِقْتُمْ لَهُ وَلَا الَّذِي
دُعِيتُمْ إِلَيْهِ۔ أَلَا وَإِنَّهَا بِبَاقِيَةٍ
لَكُمْ وَلَا تَبْقَوْنَ عَلَيْهَا۔ وَهِيَ وَإِنْ
غَرَّتْكُمْ مِنْهَا فَقَدْ حَذَّرَتْكُمْ
شَرَّهَا فَدَعُوا غُرُورَهَا لِتَحْذِيرِهَا
وَأَطْمَاعَهَا لِتَخْوِيفِهَا۔ وَسَابِقُوا
فِيهَا إِلَى الدَّارِ الَّتِي دُعِيتُمْ
إِلَيْهَا وَانْصَرِفُوا بِقُلُوبِكُمْ عَنْهَا

میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا، ایک وُہ جو
ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہ ہو، اور دُوسرا وہ جو اپنے
معاہدہ کا پابند نہ رہے۔

اِس خطبہ کا ایک جزیہ ہے: اے اللہ کے بندو!
میں تمہیں تقویٰ و پرہیز گاری کی ہدایت کرتا ہوں۔ کیوں کہ
بندے جن چیزوں کی ایک دوسرے کو ہدایت کرتے ہیں
اُن میں تقویٰ سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک تمام
چیزوں کے نتائج سے بہتر و برتر ہے۔ تمہارے اور
دُوسرے اہل قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل گیا ہے
اور اس (جنگ) کے جھنڈے کو وُہی اٹھائے گا جو نظر رکھنے
والا (مصیبتوں پر) صبر کرنے والا اور حق کے مقامات کو
پہچاننے والا ہو۔ تمہیں جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرو۔ اور
جس چیز سے روکا جائے۔ اس سے باز رہو، اور کسی
بات میں جلدی نہ کرو۔ جب تک اُسے خوب سوچ سمجھ
نہ لو۔ ہمیں ان امور میں کہ جن پر تم ناپسندیدگی کا اظہار کرتے
ہو، غیر معمولی انقلابات کا اندیشہ رہتا ہے۔ دیکھو! یہ
دنیا جس کی تم تمنا کرتے ہو اور جس کی جانب خواہش و
رغبت سے بڑھتے ہو۔ جو کبھی تم کو غصّہ دلاتی ہے اور
کبھی تمہیں خوش کر دیتی ہے۔ تمہارا اصلی گھر نہیں ہے
اور نہ وہ منزل ہے جس کے لیے تم پیدا کئے گئے ہو اور
نہ وُہ جگہ ہے جس کی طرف تمہیں دعوت دی گئی ہے۔ دیکھو!
یہ تمہارے لیے باقی رہنے والی نہیں اور نہ تم اس میں ہمیشہ
رہنے والے ہو) اگر اس نے تمہیں (اپنی آرائشوں سے)
فریب دیا ہے تو اپنی بُرائیوں سے خوف بھی دلایا ہے۔
لہٰذا تم اِس کے ڈرانے سے متاثر ہو کر اس سے فریب نہ

وَلَا يَخْنِنَّ أَحَدُكُمْ خَنِينَ الْأَمَةِ عَلَىٰ مَا زُوِيَ عَنْهُ مِنْهَا ۔ وَاسْتَتِمُّوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلَىٰ طَاعَةِ اللهِ وَالْمُحَافَظَةِ عَلَىٰ مَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهٖ ۔ أَلَا وَإِنَّهُ لَا يَضُرُّكُمْ تَضْيِيعُ شَيْءٍ مِّنْ دُنْيَاكُمْ بَعْدَ حِفْظِكُمْ قَائِمَةَ دِينِكُمْ ۔ أَلَا وَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُكُمْ بَعْدَ تَضْيِيعِ دِينِكُمْ شَيْءٌ حَافَظْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَمْرِ دُنْيَاكُمْ ۔ أَخَذَ اللهُ بِقُلُوبِنَا وَقُلُوبِكُمْ إِلَى الْحَقِّ ۔ وَأَلْهَمَنَا وَإِيَّاكُمُ الصَّبْرَ ۔

کھاؤ، اور اس کے خوفزدہ کرنے کی بناء پر اس کے طمع دلانے میں نہ آؤ۔ اُس گھر کی طرف بڑھو جس کی تمہیں دعوت دی گئی ہے اور اس دنیا سے اپنے دلوں کو موڑ لو تم میں سے کوئی شخص دُنیا کی کسی چیز کے روک لیے جانے پر لونڈیوں کی طرح رونے نہ بیٹھ جائے۔ اطاعت خدا پر صبر کر کے اور جن چیزوں کی اس نے اپنی کتاب میں تم سے حفاظت چاہی۔ ان کی حفاظت کر کے اس سے نعمتوں کی تکمیل چاہو۔ دیکھو! اگر تم نے دین کے اصُول محفوظ رکھے تو پھر دنیا کی کسی چیز کو کھو دینا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اور دین کو ضائع و برباد کرنے کے بعد تمہیں دنیا کی کوئی ایسی چیز نفع نہ پہنچائے گی جسے تم نے محفوظ کر لیا ہو۔ خداوند عالم ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق کی طرف متوجہ کرے اور ہمیں اور تمہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

لہ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب کے سلسلہ میں اجتماع ہوا تو وہاں کے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنایا گیا جو اِس موقع پر موجود نہ تھے اور یہ اصول قرار دے لیا گیا کہ جو انتخاب کے موقع پر موجود ہو اسے نظرثانی اور بیعت سے انحراف کا کوئی حق نہ ہوگا، اور جو موجود نہ ہو وہ طے شدہ فیصلہ کے آگے سرِتسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگا۔ لیکن جب امیرالمومنین ع کے ہاتھ پر اہل مدینہ نے بیعت کی تو امیر شام نے اس بنیاد پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ چونکہ انتخاب کے موقع پر موجود نہ تھا۔ لہٰذا اِس پر اس فیصلہ کی پابندی عائد نہیں ہوتی جس پر امیرالمومنین ع نے ان مسلمات اور مقررہ اصول و شرائط کے مطابق اس خطبہ میں جواب دیا کہ جو ان لوگوں میں طے پا کر ناقابل انکار بن چکے تھے اور وہ یہ کہ جو اہل مدینہ اور انصار و مہاجرین میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو معاویہ کو اس بنا پر کہ وہ اِس موقع پر موجود نہ تھا۔ بیعت سے انحراف کا حق نہیں پہنچتا اور نہ طلحہ و زبیر بیعت کرنے کے بعد عہد شکنی کے مجاز ہو سکتے ہیں۔

حضرت نے اِس موقع پر پیغمبر کے کسی ارشاد کو کہ جو آپ کی خلافت پر نص قطعی کی حیثیت رکھتا ہو۔ استدلال میں پیش نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ انکار کی وجہ اصول انتخاب کے طریق کار کی بنا پر تھی۔ لہٰذا موقع و محل کے لحاظ سے انہی کے مسلمات کی رُو سے جواب دینا ہی فریق مخالف کے لیے مسکت ہو سکتا تھا اور نہ اگر نص رسول ص سے استدلال فرماتے تو اُسے مختلف تاویلوں

کی زد پر رکھ لیا جاتا اور بات سمٹنے کے بجائے بڑھتی ہی جاتی اور پھر رحلت پیغمبرؐ کے فوراً بعد آپ دیکھ چکے تھے کہ باوجود قربِ عہد کے تمام نصوص و ارشادات نظر انداز کر دیئے گئے، تو اب جبکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اسے تسلیم کرے گا، جبکہ قولِ رسولؐ کے سامنے من مانی کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خطبہ ۱۷۲

فِي مَعْنَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ:

قَدْ كُنْتُ وَمَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ، وَلَا أُرَهَّبُ بِالضَّرْبِ. وَأَنَا عَلَى مَا قَدْ وَعَدَنِي رَبِّي مِنَ النَّصْرِ. وَاللهِ مَا اسْتَعْجَلَ مُتَجَرِّدًا لِلطَّلَبِ بِدَمِ عُثْمَانَ إِلَّا خَوْفًا مِنْ أَنْ يُطَالَبَ بِدَمِهِ لِأَنَّهُ مَظِنَّتُهُ، وَلَمْ يَكُنْ فِي الْقَوْمِ أَحْرَصُ عَلَيْهِ مِنْهُ، فَأَرَادَ أَنْ يُغَالِطَ بِمَا أَجْلَبَ فِيهِ لِيَلْبِسَ الْأَمْرُ وَيَقَعَ الشَّكُّ. وَوَاللهِ مَا صَنَعَ فِي أَمْرِ عُثْمَانَ وَاحِدَةً مِنْ ثَلَاثٍ: لَئِنْ كَانَ ابْنُ عَفَّانَ ظَالِمًا كَمَا كَانَ يَزْعُمُ. لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُوَازِرَ قَاتِلِيهِ أَوْ أَنْ يُنَابِذَ نَاصِرِيهِ. وَلَئِنْ كَانَ مَظْلُومًا لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُنَهْنِهِينَ عَنْهُ وَالْمُعَذِّرِينَ فِيهِ وَلَئِنْ كَانَ فِي شَكٍّ مِنَ الْخَصْلَتَيْنِ لَقَدْ

طلحہ ابن عبید اللہ کے متعلق فرمایا۔

مجھے تو کبھی بھی حرب و ضرب سے دھمکایا اور ڈرایا نہیں جا سکا ہے۔ میں اپنے پروردگار کے کئے ہوئے وعدۂ نصرت پر مطمئن ہوں۔ خدا کی قسم وہ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے کھنچی ہوئی تلوار کی طرح اس لیے اُٹھ کھڑا ہوا ہے کہ اسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اسی سے ان کے خون کا مطالبہ نہ ہونے لگے۔ کیوں کہ (لوگوں کا) ظنِ غالب اس کے متعلق یہی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ (قتل کرنے والی) جماعت میں اس سے بڑھ کر ان کے خون کا پیاسا ایک بھی نہ تھا۔ چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے کے سلسلہ میں جو فوجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ دے تاکہ حقیقت مشتبہ ہو جائے اور اس میں شک پڑ جائے خدا کی قسم! اس نے عثمان کے معاملہ میں ان تین باتوں میں سے ایک بات پر بھی تو عمل نہیں کیا۔ اگر ابنؓ عفان جیسا کہ اس کا خیال تھا ظالم تھے تو (اس صورت میں) اسے چاہیئے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا ان کے مددگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا اور اگر وہ مظلوم تھے تو اس صورت میں اس کے لیے مناسب تھا کہ ان کے قتل سے روکنے والوں اور ان کی طرف سے عذر و معذرت کرنے

كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَعْتَزِلَهُ وَ يَرْكُدَ جَانِبًا وَ يَدَعَ النَّاسَ مَعَهُ، فَمَا فَعَلَ وَاحِدَةً مِنَ الثَّلَاثِ، وَ جَاءَ بِأَمْرٍ لَمْ يُعْرَفْ بَابُهُ، وَلَمْ تَسْلَمْ مَعَاذِيرُهُ۔

والوں میں ہوتا اور اگر ان دونوں باتوں میں اُسے شبہہ تھا تو اس صورت میں اسے یہ چاہئے تھا کہ ان سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا اور انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا کہ وہ جانیں اور ان کا کام)۔ لیکن اس نے ان باتوں میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا اور ایک ایسی بات کو لے کر سامنے آگیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی عذر درست ہے۔

٭ ٭ ٭

لہ مطلب یہ ہے کہ اگر طلحہ حضرت عثمان کو ظالم سمجھتے تھے تو ان کے قتل ہونے کے بعد ان کے قاتلوں سے آمادہ قصاص ہونے کے بجائے ان کی مدد کرنا چاہیئے تھی اور ان کے اس اقدام کو صحیح و درست قرار دینا چاہئے تھا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ظالم ہونے کی صورت میں محاصرہ کرنے والوں کی ان کو مدد کرنا چاہیئے تھی۔ کیونکہ ان کی مدد و ہمت افزائی تو وہ کرتے ہی رہے تھے۔

خطبہ ۱۷۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَيُّهَا الْغَافِلُونَ غَيْرُ الْمَغْفُولِ عَنْهُمْ، وَالتَّارِكُونَ الْمَأْخُوذُ مِنْهُمْ مَا لِيَ أَرَاكُمْ عَنِ اللّٰهِ ذَاهِبِينَ، وَإِلَى غَيْرِهِ رَاغِبِينَ كَأَنَّكُمْ نَعَمٌ أَرَاحَ بِهَا سَائِمٌ إِلَى مَرْعًى وَبِيٍّ وَمَشْرَبٍ دَوِيٍّ إِنَّمَا هِيَ كَالْمَعْلُوفَةِ لِلْمُدَى لَا تَعْرِفُ مَاذَا يُرَادُ بِهَا إِذَا أُحْسِنَ إِلَيْهَا تَحْسَبُ يَوْمَهَا دَهْرَهَا وَشِبَعَهَا أَمْرَهَا وَاللّٰهِ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُخْبِرَ كُلَّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَخْرَجِهِ

اے غافلو! کہ جن کی طرف سے غفلت نہیں برتی جارہی اور اے چھوڑ دینے والو کہ جن کو نہیں چھوڑا جائے گا تعجب ہے کہ میں تمہیں اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ تم اللہ سے دور ہٹتے جا رہے ہو، اور دوسروں کی طرف شوق سے بڑھ رہے ہو۔ گویا تم وہ اونٹ ہو جن کا چرواہا انہیں ایک ہلاک کرنے والی چراگاہ اور تباہ کرنے والے گھاٹ پر لایا ہو۔ یہ ان چوپاؤں کے مانند ہیں جنہیں چھریوں سے ذبح کرنے کے لیے چارہ دیا جارہا ہو اور انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ جب ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے تو ان سے مقصود کیا ہے۔ یہ تو اپنے دن کو اپنا پورا زمانہ خیال کرتے ہیں اور پیٹ بھر کر کھا لینا ہی اپنا کام سمجھتے ہیں۔ خدا

وَمَوْلِجِهٖ وَجَمِيْعِ شَانِهٖ لَفَعَلْتُ وَلٰكِنْ اَخَافُ اَنْ تَكْفُرُوْا فِيَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَا وَاِنِّيْ مُفْضِيْهِ اِلَى الْخَاصَّةِ مِمَّنْ يُؤْمَنُ ذٰلِكَ مِنْهُ ۔ وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ وَاصْطَفَاهُ عَلَى الْخَلْقِ مَآ اَنْطِقُ اِلَّا صَادِقًا وَلَقَدْ عَهِدَ اِلَيَّ بِذٰلِكَ كُلِّهٖ ، وَبِمَهْلِكِ مَنْ يَّهْلِكُ وَمَنْجٰى مَنْ يَّنْجُوْا ۔ وَمَآلِ هٰذَا الْاَمْرِ ۔ وَمَآ اَبْقٰى شَيْئًا يَمُرُّ عَلٰى رَأْسِيْ اِلَّآ اَفْرَغَهٗ فِيْ اُذُنَيَّ وَاَفْضٰى بِهٖ اِلَيَّ ۔ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَآ اَحُثُّكُمْ عَلٰى طَاعَةٍ اِلَّا وَاَسْبِقُكُمْ اِلَيْهَا ، وَلَآ اَنْهَاكُمْ عَنْ مَّعْصِيَةٍ اِلَّا وَاَتَنَاهٰى قَبْلَكُمْ عَنْهَا ۔

✵ ✵ ✵

کی قسم! اگر میں بتانا چاہوں تو تم میں سے ہر شخص کو بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں جانا ہے اور اس کے پورے حالات کیا ہیں۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم مجھ میں (کھو کر) پیغمبر سے کفر اختیار کر لو گے۔ البتہ میں اپنے مخصوص دوستوں تک یہ چیزیں ضرور پہنچاؤں گا جن کے بھٹک جانے کا اندیشہ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے پیغمبر کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ساری مخلوقات میں سے ان کو منتخب فرمایا۔ میں جو کہتا ہوں۔ سچ کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر (خلافت) کے انجام کی خبر دی ہے اور ہر وہ چیز جو سر پر گزرے گی۔ اسے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔ اے لوگو! قسم بخدا میں تمہیں کسی اطاعت پر آمادہ نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی گناہ سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ تم سے پہلے خود اس سے باز رہتا ہوں ۔

اے سرچشمۂ وحی والہام سے سیراب ہونے والے غیب کے پردوں میں مخفی اور مستقبل میں رونما ہونے والی چیزوں کو اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح محسوسات کو آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور یہ ارشاد قدرت قل لا یعلم من فی السّمٰوٰت و الارض الغیب الا اللہ (تم کہہ دو کہ اللہ کے سوا زمین وآسمان کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا) کے منافی نہیں کیونکہ آیت میں ذاتی طور پر علم غیب کے جاننے کی نفی ہے اس علم غیب کی نفی نہیں جو انبیاء و اولیاء کو القائے ربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کرتے ہیں اور بہت سے احوال وواردات کو بے نقاب کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مطلب پر قرآن مجید کی متعدد آیتیں شاہد ہیں ۔

فلمّا نبأها بہٖ قالت من جب رسول ص نے اس واقعہ کی خبر اپنی ایک بیوی کو دی

انباک ھٰذا قال انبانی العلیم الخبیر۔

تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے رسولؐ نے کہا کہ مجھے ایک جاننے والے اور واقف کار نے خبر دی ہے

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ۔

اے رسولؐ! یہ غیب کی خبریں ہیں جنھیں وحی کے ذریعہ تمھیں بتاتے ہیں

لہٰذا اپنے معتقدات کی سخن پروری کرتے ہوئے یہ کہنا کہ انبیاءؑ و اولیاءؑ کو علم غیب کا حامل سمجھنا شرک فی الصفات ہے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ شرک تو اس وقت میں ہوتا کہ جب یہ کہا جاتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی ذاتی حیثیت سے عالم الغیب ہے۔ جب ایسا نہیں بلکہ انبیاء و آئمہ کا علم اللہ کا دیا ہوا ہے تو اس کو شرک سے کیا واسطہ اور اگر شرک کے یہی معنی ہیں تو پھر حضرت عیسیٰؑ کے اس دعویٰ کا کیا نام ہوگا جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ۔

میں تمہارے لیے مٹی سے ایک پرندہ کا ڈھانچہ بناؤں گا پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ خدا کے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جائیگا اور میں مادر زاد اندھے اور مبروص کو اچھا کر دوں گا اور اس کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دوں گا اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو تم کو بتا دوں گا۔

کیا ان کو بحکم خدا خالق و حیات بخش مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کی صفت خلق و احیاء میں ان کو شریک سمجھا گیا ہے اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ کے کسی کو امور غیب پر مطلع کر دینے سے یہ کہاں سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کے عالم الغیب ہونے میں اس کو شریک ٹھہرا لیا گیا ہے کہ علم غیب کے جاننے کو شرک سے تعبیر کر کے اپنی موحدانہ عظمت کا مظاہرہ کیا جائے۔

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی چیزیں آجاتی ہیں یا اس کی تعبیر سے ظاہر ہو جاتی ہیں کہ جن کا ظہور مستقبل سے وابستہ ہوتا ہے حالانکہ خواب کی حالت میں نہ حواس کام دیتے ہیں اور نہ ذہن و ادراک کی قوتیں ساتھ دیتی ہیں تو اگر بیداری میں بعض افراد پر کچھ حقائق منکشف ہو جائیں تو اس پر اچنبھا کیوں اور اس سے وجہ انکار کیا؟ جبکہ عقل کہتی ہے کہ جو چیز خواب میں واقع ہو سکتی ہے وہ بیداری میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ ابن ثیم نے تحریر کیا ہے کہ خواب میں یہ افادہ و فیضان اس لیے ہوتا ہے کہ نفس تربیت بدن کی الجھنوں سے آزاد اور مادی علائق سے الگ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سی ایسی پوشیدہ حقیقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کے دیکھنے سے حجاب عنصری مانع ہوتا ہے یونہی وہ نفوس کاملہ جو جذبۂ مادی سے بے اعتنا اور قلب و روح کی پوری توجہ سے افاضۂ علمی کے مرکز سے رجوع ہوتے ہیں۔ ان پر وہ حقائق و بواطن منکشف ہو جاتے ہیں۔ جنھیں ظاہری آنکھیں دیکھنے سے عاجز و قاصر ہوتی ہیں۔ لہٰذا اہل بیت کی روحانی عظمت کے پیش نظر اس میں قطعاً کوئی استبعاد نہیں کہ وہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہو سکیں۔ چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ۔

واذ كانت الكرامة تقع لغيرهم فما ظنك بهم علمًا ودينًا وآثارًا من النبوة وعناية من الله بالاصل الكريم تشهد لفروعه الطيبه وقد ينقل بين اهل البيت كثيرًا من هذا الكلام غير منسوب الى احد۔

(مقدمہ ابن خلدون ص۲۳۴)

جب کہ کرامات کا ظہور اوروں سے ہو سکتا ہے تو ان ہستیوں کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے کہ جو علم و دیانت کے لحاظ سے ممتاز اور نبوّت کی نشانیوں کے آئینہ دار تھے اور اس بزرگ اصل (رسُول) پر جو نظر توجہ باری تھی وُہ اس کی پاکیزہ شاخوں کے کمالات پر شاہد ہے۔ چنانچہ امُورِ غیب کے متعلق اہل بیت سے بہت سے واقعات نقل کئے جاتے ہیں جو کسی اور کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے۔

اس صورت میں امیر المومنین کے دعوٰی پر کوئی وجہ استعجاب نہیں جبکہ آپ پروردۂ آغوش رسالت و متعلم درس گاہ قدرت تھے۔ البتہ جن کا علم محسوسات کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور ان کے علم و ادراک کا وسیلہ صرف ظاہری حواس ہوتے ہیں وُہ عرفان و حقیقت کی راہوں سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے علم بالمغیبات سے انکار کر دیتے ہیں۔ اگر اس قسم کا دعوٰی انوکھا ہوتا اور صرف آپ ہی سے سننے میں آیا ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ اسے تسلیم کرنے میں دماغ پس و پیش کرتے طبیعتیں ہچکچاتیں مگر قرآن میں جب حضرت عیسیٰؑ کا یہ تک دعوٰی موجود ہے کہ میں تمہیں خبر دے سکتا ہوں کہ تم کیا کھاتے پیتے ہو اور کیا گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو تو امیر المومنینؑ کے اس دعوے پر کیوں پس و پیش کیا جاتا ہے۔ جب کہ یہ مسلّم ہے کہ امیر المومنینؑ پیغمبرؐ کے تمام کمالات و خصوصیات کے وارث تھے۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جن چیزوں کو حضرت عیسیٰؑ جان سکتے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ ان سے بے خبر تھے تو پھر وارث علم پیغمبر اگر ایسا دعوٰی کرے تو اس سے انکار کیسا۔ جبکہ حضرت کی یہ علمی وُسعت پیغمبر کے علم و کمال کی ایک بہترین حجت و دلیل اور ان کی صداقت کا ایک زندہ معجزہ ہے۔

اِس سلسلہ میں یہ امر حیرت انگیز ہے کہ وہ حالات پر مطلع ہونے کے باوجود اپنے کسی قول و عمل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ وُہ انہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمہ اس دعوٰی کی غیر معمولی عظمت و اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

ومن عجائب هذا القول ان علی ابن ابی طالب مع علمه بتفصيل الاحوال يسير فی الناس بالمقال والفعال سيرة من لا يعتقد من يراه انه عارف ببواطن تلك الاعمال والافعال والاقوال وقد عرف العقلاء ان كل من عرف واطلع علی ما يتجدد من حركة من حركات نفسه او حركات من

اِس دعوٰی کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ امیر المومنینؑ احوال و وقائع سے باخبر تھے پھر بھی قول و عمل کے لحاظ سے ایسی روش اختیار کئے ہوئے تھے کہ دیکھنے والا یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ دوسروں کی پوشیدہ باتوں اور مخفی کاموں پر مطلع ہوں گے، کیونکہ عقلا کو یہ اعتراف ہے کہ جس کو یہ معلوم ہو کہ اس سے کونسا عمل ظہور پذیر ہونے والا ہے، یا اس کا ساتھی کیا قدم اٹھانے والا ہے یا

يصحبه او يطلع على اسرار الناس فانه يظهر على وجهه وفعله اثر علمه بذلك وان من يعلم ويكون كمن لا يعلم فانه من الآيات الباهرات والجمع بين الاضداد المشكلات ۔

(طرائف ص۲۲)

لوگوں کے چھپے ہوئے بھید اس کی نظر میں ہوں تو اس علم کے اثرات اس کے چہرے کے خط و خال اور اس کے حرکات و سکنات سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور جو شخص جاننے بوجھنے کے باوجود اس طرح رہے کہ گویا وُہ بے خبر ہے اور کچھ نہیں جانتا تو اس کی شخصیت ایک معجزہ اور متضاد چیزوں کا مجموعہ ہوگی ۔

اِس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وُہ اپنے باطنی علم کے مقتضیات پر عمل کیوں نہ کرتے تھے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ احکامِ شریعت کی بنیاد ظاہری اسباب پر ہے ۔ چنانچہ قاضی کو اگر یہ علم ہو جائے کہ فلاں فریق حق بجانب ہے اور فلاں باطل پر ہے تو وُہ اپنے علم پر بنا کرتے ہوئے فریقِ اوّل کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گا ۔ بلکہ کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لیے جو شرعی اور متعارف طریقے ہیں انہی پر چلے گا ۔ اور ان سے جو نتیجہ نکلے گا اُسی کا پابند ہو گا ۔ مثلاً قاضی کو اگر خواب مکاشفہ یا فراست سے یہ علم ہو جائے کہ زید نے عمرو کی دیوار گرائی ہے تو اُسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے اس علم کے مطابق فیصلہ کرے بلکہ وُہ یہ دیکھے گا کہ بیّنہ و شہادت کی رُو سے اس پر جرم عائد ہوتا ہے یا نہیں ۔ اگر ان ظاہری طریق سے جرم ثابت نہ ہو گا تو اُسے مجرم نہ قرار دیا جائے گا ۔ اگرچہ اسے اپنے مقام پر اس کے مجرم ہونے کا یقین ہو ۔ اس کے علاوہ انبیاءؑ و اولیاء اپنے علم باطنی پر بنا کرتے ہوئے عملدرآمد کرتے تو یہ امر اختلال و انتشارِ امّت کا باعث ہو جاتا مثلاً اگر کوئی نبی یا ولی اپنے علم باطنی کی وجہ سے کسی واجبُ القتل کو قتل کی سزا دے تو دیکھنے والوں میں ایک اضطراب و ہیجان پیدا ہو جائے گا کہ اس نے ناحق ایک شخص کو قتل کر دیا ہے ۔ اِسی لیے قدرت نے خاص موارد کے علاوہ علم باطنی پر بنا کر کے نتائج مرتب کرنے کی اجازت نہیں دی اور صرف ظواہر کا پابند بنایا ہے ۔ چنانچہ پیغمبرؐ بعض منافقین کے نفاق سے آگاہ ہونے کے باوجود اُن سے وُیسی روِیہ رکھتے تھے جو ایک مسلمان کے ساتھ رکھنا چاہیئے ۔

اب اس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اگر وُہ پوشیدہ چیزوں کو جانتے تھے تو اس کے مطابق عمل کیوں نہ کرتے تھے ۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ علم باطنی کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے کے لیے مامور ہی نہ تھے ۔ البتہ پند و موعظت اور انذار و بشارت کے لیے جہاں حالات و مقتضیات ہوتے تھے بعض امور کو ظاہر کر دیتے تھے تاکہ پیش آئندہ واقعات کی پیش بندی کی جا سکے ۔ جیسا کہ امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ نے یحییٰ ابن زید کو مطلع کر دیا کہ وُہ اگر نکلے تو قتل کر دیئے جائیں گے ۔ چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے ۔

وقد صح عنه انه كان يحذر بعض قرابته بوقائع تكون لهم

امام جعفر صادق سے صحیح طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ وُہ اپنے بعض عزیزوں کو پیش آنے والے حادثوں سے آگاہ کر دیتے تھے

فتصح كما يقول وقد حذر يحيى ابن عمه زيد من مصرعه وعصى نخرج وقتل بالجوزجان۔

(مقدمہ ابن خلدون ص۲۲۳)

اور وہ اسی طرح ہو کر رہتے تھے جس طرح آپ فرما دیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ابن عم یحییٰ ابن زید کو قتل ہو جانے سے متنبہ کیا۔ مگر وُہ آپ کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے چل دیئے اور جوزجان میں قتل کر دیئے گئے۔

البتہ جہاں ذہنوں میں تشویش پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا۔ وہاں اس کا اظہار تک نہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس خطبہ میں حضرت نے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ان کو رسُول کی منزل سے بھی بالاتر سمجھنے لگیں گے۔ زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا۔ لیکن اس کے باوجود جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں لوگ بھٹک گئے اور انہیں ابن اللہ کہنے لگے۔ یونہی حضرت کے متعلق بعض کج فہم کچھ کا کچھ کہنے لگے اور غلو کی حد تک پہنچ کر گمراہ ہو گئے۔

خطبہ ۱۷۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنْتَفِعُوْا بِبَيَانِ اللهِ، وَاتَّعِظُوْا بِمَوَاعِظِ اللهِ، وَاقْبَلُوْا نَصِيْحَةَ اللهِ۔ فَاِنَّ اللهَ قَدْ اَعْذَرَ اِلَيْكُمْ بِالْجَلِيَّةِ۔ وَاَخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ وَبَيَّنَ لَكُمْ مَحَابَّهُ مِنَ الْاَعْمَالِ وَمَكَارِهَهُ مِنْهَا لِتَتَّبِعُوْا هٰذِهٖ وَتَجْتَنِبُوْا هٰذِهٖ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اِنَّ الْجَنَّةَ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ وَاِنَّ النَّارَ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، وَاعْلَمُوْا اَنَّهُ مَا مِنْ طَاعَةِ اللهِ شَيْءٌ اِلَّا يَاْتِيْ فِيْ كُرْهٍ وَمَا مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ شَيْءٌ اِلَّا يَاْتِيْ فِيْ شَهْوَةٍ۔ فَرَحِمَ اللهُ رَجُلًا نَزَعَ عَنْ شَهْوَتِهٖ۔ وَقَمَعَ هَوٰى نَفْسِهٖ،

خداوند عالم کے ارشادات سے فائدہ اُٹھاؤ اور اس کے موعظوں سے نصیحت حاصل کرو اور اس کی نصیحتوں کو مانو کیونکہ اُس نے واضح دلیلوں سے تمہارے لیے کسی عذر کی گنجائش نہیں رکھی اور تم پر (پوری طرح) حجت کو تمام کر دیا ہے اور اپنے پسندیدہ و ناپسندیدہ اعمال تم سے بیان کر دیئے ہیں تاکہ اچھے اعمال بجا لاؤ اور بُرے کاموں سے بچو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت ناگواریوں میں گھری ہُوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں گھرا ہوا ہے۔ یاد رکھو! کہ اللہ کی ہر اطاعت ناگوار صُورت میں اور اس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا اس شخص پر رحمت کرے جس نے خواہشوں سے دُوری اختیار کی اور اپنے نفس کے ہوا و ہوس کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا۔ کیونکہ نفس خواہشوں میں لامحدود درجہ تک بڑھنے والا ہے اور وہ ہمیشہ خواہش و آرزوئے

فَإِنَّ هٰذِهِ النَّفْسَ أَبْعَدُ شَيْءٍ مَنْزَعًا وَ
إِنَّهَا لَا تَزَالُ تَنْزِعُ إِلَىٰ مَعْصِيَةٍ فِي
هَوًى - وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللهِ أَنَّ الْمُؤْمِنَ
لَا يُمْسِي وَلَا يُصْبِحُ إِلَّا وَنَفْسُهُ ظَنُونٌ
عِنْدَهُ - فَلَا يَزَالُ زَارِيًا عَلَيْهَا وَ
مُسْتَزِيدًا لَهَا - فَكُونُوا كَالسَّابِقِينَ
قَبْلَكُمْ وَالْمَاضِينَ أَمَامَكُمْ قَوَّضُوا
مِنَ الدُّنْيَا تَقْوِيضَ الرَّاحِلِ وَطَوَوْهَا
طَيَّ الْمَنَازِلِ - وَاعْلَمُوا أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ
هُوَ النَّاصِحُ الَّذِي لَا يَغُشُّ، وَالْهَادِي
الَّذِي لَا يُضِلُّ، وَالْمُحَدِّثُ الَّذِي
لَا يَكْذِبُ - وَمَا جَالَسَ هٰذَا الْقُرْآنَ
أَحَدٌ إِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ.
زِيَادَةٍ فِي هُدًى : أَوْ نُقْصَانٍ
مِنْ عَمًى - وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَىٰ أَحَدٍ
بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ ، وَلَا لِأَحَدٍ
قَبْلَ الْقُرْآنِ مِنْ غِنًى فَاسْتَشْفُوهُ
مِنْ أَدْوَائِكُمْ وَاسْتَعِينُوا بِهِ عَلَىٰ
لَأْوَائِكُمْ ، فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ
الدَّاءِ وَهُوَ الْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ وَالْغَيُّ وَ
الضَّلَالُ - فَاسْأَلُوا اللهَ بِهِ ، وَتَوَجَّهُوا
إِلَيْهِ بِحُبِّهِ ، وَلَا تَسْأَلُوا بِهِ خَلْقَهُ
إِنَّهُ مَا تَوَجَّهَ الْعِبَادُ إِلَى اللهِ
بِمِثْلِهِ - وَاعْلَمُوا أَنَّهُ شَافِعٌ وَ
مُشَفَّعٌ ، وَقَائِلٌ وَمُصَدَّقٌ وَأَنَّهُ

گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اللہ کے بندو! تمہیں معلوم ہونا
چاہیئے کہ مومن (زندگی کے) صبح و شام میں اپنے نفس سے
بدگمان رہتا ہے اور اس پر (کوتاہیوں کا الزام لگاتا ہے
اور اس سے (عبادتوں میں) اضافہ کا خواہشمند رہتا ہے
تم ان لوگوں کی طرح ہو کہ جو تم سے پہلے آگے بڑھ چکے ہیں
اور تمہارے قبل اس راہ سے گزر چکے ہیں انہوں نے
دنیا سے یوں اپنا رخت سفر باندھا جس طرح مسافر اپنا ڈیرا
اُٹھا لیتا ہے اور دنیا کو اس طرح طے کیا جس طرح (سفر
کی) منزلوں کو یاد رکھو کہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے
جو فریب نہیں دیتا اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو جھوٹ
نہیں بولتا۔ جو بھی اس قرآن کا ہم نشین ہوا وہ ہدایت کو
بڑھا کر اور گمراہی و ضلالت کو گھٹا کر اس سے الگ ہوا
جان لو کہ کسی کو قرآن (کے تعلیمات) کے بعد (کسی اور
لائحہ عمل کی) احتیاج نہیں رہتی اور نہ کوئی قرآن سے
(کچھ سیکھنے) سے پہلے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے
اس سے اپنی بیماریوں کی شفا چاہو اور اپنی مصیبتوں پر
اس سے مدد مانگو۔ اس میں کفر و نفاق اور ہلاکت و گمراہی
جیسی بڑی بڑی مرضوں کی شفا پائی جاتی ہے۔ اس کے
وسیلہ سے اللہ سے مانگو اور اس کی دوستی کو لیے ہوئے
اس کا رخ کرو۔ اور اسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ
نہ بناؤ۔ یقیناً بندوں کے لیے اللہ کی طرف متوجہ ہونے
کا اس جیسا کوئی ذریعہ نہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے
کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت
مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات)
تصدیق شدہ ہے۔ قیامت کے دن جس کی یہ شفاعت

مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُفِّعَ فِيهِ، وَمَنْ مَحَلَ بِهِ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُدِّقَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُنَادِي مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا إِنَّ كُلَّ حَارِثٍ مُبْتَلًى فِي حَرْثِهِ وَعَاقِبَةِ عَمَلِهِ غَيْرَ حَرَثَةِ الْقُرْآنِ، فَكُونُوا مِنْ حَرَثَتِهِ وَأَتْبَاعِهِ. وَاسْتَدِلُّوهُ عَلَى رَبِّكُمْ، وَاسْتَنْصِحُوهُ عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَاتَّهِمُوا عَلَيْهِ آرَاءَكُمْ وَاسْتَغِشُّوا فِيهِ أَهْوَاءَكُمْ الْعَمَلَ الْعَمَلَ. ثُمَّ النِّهَايَةَ النِّهَايَةَ. وَالِاسْتِقَامَةَ الِاسْتِقَامَةَ، ثُمَّ الصَّبْرَ الصَّبْرَ، وَالْوَرَعَ الْوَرَعَ. إِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً فَانْتَهُوا إِلَى نِهَايَتِكُمْ وَإِنَّ لَكُمْ عَلَماً فَاهْتَدُوا بِعَلَمِكُمْ. وَإِنَّ لِلْإِسْلَامِ غَايَةً فَانْتَهُوا إِلَى غَايَتِهِ. وَاخْرُجُوا إِلَى اللهِ بِمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَقِّهِ، وَبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ وَظَائِفِهِ. أَنَا شَاهِدٌ لَكُمْ وَحَجِيجٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْكُمْ.

أَلَا وَإِنَّ الْقَدَرَ السَّابِقَ قَدْ وَقَعَ، وَالْقَضَاءَ الْمَاضِيَ قَدْ تَوَرَّدَ وَإِنِّي مُتَكَلِّمٌ بِعِدَةِ اللهِ. وَحُجَّتِهِ قَالَ اللهُ تَعَالَى: "إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ

کرے گا، وہ اس کے حق میں مانی جائیں گی اور اُس روز جس کے عیوب بتائے گا تو اس کے بارے میں بھی اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ قیامت کے دن ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا کہ دیکھو قرآن کی کھیتی بونے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں مبتلا ہے۔ لہٰذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پیرو کار بنو، اور اپنے پروردگار تک پہنچنے کے لیے اسے دلیل راہ بناؤ اور اپنے نفسوں کے لیے اس سے پند و نصیحت چاہو۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو غلط و فریب خوردہ سمجھو۔ عمل کرو، عمل کرو۔ اور عاقبت و انجام کو دیکھو، استوار و برقرار رہو، پھر یہ کہ صبر کرو صبر کرو تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرو، تمہارے لیے ایک منزل منتہا ہے۔ اپنے کو وہاں تک پہنچاؤ اور تمہارے لیے ایک نشان ہے اس سے ہدایت حاصل کرو، اسلام کی ایک حد ہے، تم اس حد و انتہا تک پہنچو۔ اللہ نے جن حقوق کی ادائیگی کو تم پر فرض کیا ہے اور جن فرائض کو تم سے بیان کیا ہے انہیں ادا کر کے اس سے عہدہ برآ ہو جاؤ میں تمہارے اعمال کا گواہ اور قیامت کے دن تمہاری طرف سے حجت پیش کرنے والا ہوں۔

دیکھو! جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو فیصلہ خداوندی تھا وہ سامنے آگیا۔ میں الٰہی وعدہ و برہان کی رُو سے کلام کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ بے شک وہ لوگ جنھوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور پھر وہ اس (عقیدہ) پر جمے رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں اور (یہ کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کھاؤ اور غمگین نہ ہو۔

الْمَلآئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ
اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔
وَقَدْ قُلْتُمْ رَبُّنَا اللّٰہُ، فَاسْتَقِیْمُوْا
عَلٰی کِتَابِہٖ، وَعَلٰی مِنْہَاجِ اَمْرِہٖ - وَ
عَلَی الطَّرِیْقَۃِ الصَّالِحَۃِ مِنْ عِبَادَتِہٖ
ثُمَّ لَا تَمْرُقُوْا مِنْہَا وَلَا تَبْتَدِعُوْا
فِیْہَا وَلَا تُخَالِفُوْا عَنْہَا۔ فَاِنَّ اَھْلَ
الْمُرُوْقِ مُنْقَطِعٌ بِھِمْ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ
الْقِیَامَۃِ - ثُمَّ اِیَّاکُمْ وَ تَہْزِیْعَ
الْاَخْلَاقِ وَتَصْرِیْفَہَا۔ وَاجْعَلُوا اللِّسَانَ
وَاحِدًا - وَلْیَخْزُنِ الرَّجُلُ لِسَانَہٗ۔
فَاِنَّ ھٰذَا اللِّسَانَ جَمُوْحٌ بِصَاحِبِہٖ
وَاللّٰہِ مَا اَرٰی عَبْدًا یَتَّقِیْ تَقْوٰی
تَنْفَعُہٗ حَتّٰی یَخْزُنَ لِسَانَہٗ۔ وَاِنَّ
لِسَانَ الْمُؤْمِنِ مِنْ وَّرَآءِ قَلْبِہٖ۔ وَ
اِنَّ قَلْبَ الْمُنَافِقِ مِنْ وَّرَآءِ لِسَانِہٖ
لِاَنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَآ اَرَادَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ
بِکَلَامٍ تَدَبَّرَہٗ فِیْ نَفْسِہٖ، فَاِنْ کَانَ
خَیْرًا اَبْدَاہُ، وَاِنْ کَانَ شَرًّا وَّارَاہُ
وَاِنَّ الْمُنَافِقَ یَتَکَلَّمُ بِمَآ اَتٰی عَلٰی لِسَانِہٖ
لَا یَدْرِیْ مَاذَا لَہٗ وَمَاذَا عَلَیْہِ۔ وَقَدْ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
وَسَلَّمَ۔ لَا یَسْتَقِیْمُ اِیْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰی
یَسْتَقِیْمَ قَلْبُہٗ۔ وَلَا یَسْتَقِیْمُ قَلْبُہٗ
حَتّٰی یَسْتَقِیْمَ لِسَانُہٗ۔ فَمَنِ اسْتَطَاعَ

تمہیں اس جنّت کی بشارت ہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے
اب تمہارا قول تو یہ ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ تو
اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی
عبادت کے نیک طریقہ پر جمے رہو اور پھر اس سے نکل
نہ بھاگو، اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے
خلاف چلو۔ اس لیے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے
قیامت کے دن اللہ (کی رحمت) سے جُدا ہونے والے
ہیں۔ پھر یہ کہ تم اپنے اخلاق و اطوار کو پلٹنے اور انہیں
ادلنے بدلنے سے پرہیز کرو۔ دورُخی اور متلون مزاجی سے
بچتے رہو، اور ایک زبان رکھو۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی
زبان کو قابو میں رکھے۔ اس لیے کہ یہ اپنے مالک سے مُنہ
زوری کرنے والی ہے۔ خدا کی قسم! میں نے کسی پرہیزگار
کو نہیں دیکھا کہ تقویٰ اس کے لیے مفید ثابت ہوا ہو جب
تک کہ اس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی ہو۔ بے شک
مومن کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے اور منافق کا دل
اس کی زبان کے پیچھے ہے کیونکہ مومن جب کوئی بات کہنا
چاہتا ہے تو پہلے اسے دل میں سوچ لیتا ہے اگر وہ اچھی
بات ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بری ہوتی ہے
تو اسے پوشیدہ ہی رہنے دیتا ہے اور منافق کی زبان پر جو
آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔ اسے یہ کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کون سی
بات اس کے حق میں مفید ہے اور کون سی بات مضر ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی بندے کا
ایمان اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک اس کا دل
مستحکم نہ ہو اور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک
زبان مستحکم نہ ہو۔ لہٰذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ اللہ کے حضور

مِنْكُمْ أَنْ يَلْقَى اللهَ وَهُوَ نَقِيُّ الرَّاحَةِ
مِنْ دِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالِهِمْ
سَلِيمُ اللِّسَانِ مِنْ أَعْرَاضِهِمْ فَلْيَفْعَلْ
وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللهِ أَنَّ الْمُؤْمِنَ
يَسْتَحِلُّ الْعَامَ مَا اسْتَحَلَّ عَامًا
أَوَّلَ، وَيُحَرِّمُ الْعَامَ مَا حَرَّمَ
عَامًا أَوَّلَ وَإِنَّ مَا أَحْدَثَ
النَّاسُ لَا يُحِلُّ لَكُمْ شَيْئًا مِمَّا
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِ الْحَلَالُ
مَا أَحَلَّ اللهُ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ
اللهُ، فَقَدْ جَرَّبْتُمُ الْأُمُورَ وَ
ضَرَّسْتُمُوهَا وَوُعِظْتُمْ بِمَنْ كَانَ
قَبْلَكُمْ وَضُرِبَتْ لَكُمُ الْأَمْثَالُ وَ
دُعِيتُمْ إِلَى الْأَمْرِ الْوَاضِحِ، فَلَا يَصَمُّ
عَنْ ذٰلِكَ إِلَّا أَصَمُّ، وَلَا يَعْمَى عَنْ
ذٰلِكَ إِلَّا أَعْمَى وَمَنْ لَمْ يَنْفَعْهُ اللهُ
بِالْبَلَاءِ وَالتَّجَارِبِ لَمْ يَنْتَفِعْ
بِشَيْءٍ مِنَ الْعِظَةِ وَأَتَاهُ التَّقْصِيرُ
مِنْ أَمَامِهِ حَتَّى يَعْرِفَ مَا أَنْكَرَ،
وَيُنْكِرَ مَا عَرَفَ فَإِنَّ النَّاسَ رَجُلَانِ
مُتَّبِعٌ شِرْعَةً وَمُبْتَدِعٌ بِدْعَةً
لَيْسَ مَعَهُ مِنَ اللهِ سُبْحَانَهُ
بُرْهَانُ سُنَّةٍ وَلَا ضِيَاءُ
حُجَّةٍ - وَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ
لَمْ يَعِظْ أَحَدًا بِمِثْلِ هٰذَا

میں اس طرح پہنچے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور ان
کے مال سے پاک وصاف اور اس کی زبان ان کی آبروریزی
سے محفوظ رہے تو اُسے ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ خدا کے
بندو! یاد رکھو کہ مومن اس سال بھی اسی چیز کو حلال سمجھتا
ہے۔ جسے پارسال حلال سمجھ چکا ہے اور اس سال بھی
اسی چیز کو حرام کہتا ہے جسے گزشتہ سال حرام کہہ چکا ہے
اور یاد رکھو! کہ لوگوں کی پیدا کی ہوئی بدعتیں ان چیزوں
کو جو خدا کی طرف سے حرام ہیں۔ حلال نہیں کر سکتیں۔ بلکہ حلال
وُہ ہے جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وُہ
ہے۔ جسے اللہ نے حرام کیا ہے تم تمام چیزوں کو تجربہ و
آزمائش سے پرکھ چکے ہو اور پہلے لوگوں سے تمہیں پند و
نصیحت بھی کی جا چکی ہے اور (حق و باطل) کی مثالیں بھی
تمہارے سامنے پیش کی جا چکی ہیں۔ اور واضح حقیقتوں
کی طرف تمہیں دعوت دی جا چکی ہے۔ اب اس آواز کے
سننے سے قاصر وہی ہو سکتا ہے۔ جو واقعی بہرا ہو اور اس
کے دیکھنے سے معذور وہی سمجھا جا سکتا ہے۔ جو اندھا ہو۔
اور جسے اللہ کی آزمائشوں اور تجربوں سے فائدہ نہ پہنچے
وُہ کسی پند و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسے زیاں
کاریاں ہی درپیش ہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ بُری باتوں
کو اچھا اور اچھی باتوں کو بُرا سمجھے گا۔ چونکہ لوگ دو قسم
کے ہوتے ہیں ایک شریعت کے پیروکار اور دوسرے
بدعت ساز کہ جن کے پاس نہ سنت پیغمبر کی کوئی سند ہوتی
ہے اور نہ دلیل و برہان کی روشنی بلاشبہ اللہ سبحانہ نے
کسی کو ایسی نصیحت نہیں کی جو اس قرآن کے مانند ہو کیوں
کہ یہ اللہ کی مضبوط رسی اور امانتدار وسیلہ ہے۔ اسی میں

الْقُرْآنِ، فَإِنَّهُ حَبْلُ اللهِ الْمَتِينُ وَ
سَبَبُهُ الْأَمِينُ، وَ فِيهِ رَبِيعُ
الْقَلْبِ وَ يَنَابِيعُ الْعِلْمِ وَ مَا لِلْقَلْبِ
جِلَاءٌ غَيْرُهُ، مَعَ أَنَّهُ قَدْ ذَهَبَ
الْمُتَذَكِّرُونَ وَ بَقِيَ النَّاسُونَ أَوِ
الْمُتَنَاسُونَ فَإِذَا رَأَيْتُمْ خَيْراً
فَأَعِينُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ شَرّاً فَاذْهَبُوا
عَنْهُ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: يَا ابْنَ آدَمَ اعْمَلِ
الْخَيْرَ وَدَعِ الشَّرَّ فَإِذَا أَنْتَ جَوَادٌ
قَاصِدٌ. أَلَا وَإِنَّ الظُّلْمَ ثَلَاثَةٌ فَظُلْمٌ
لَا يُغْفَرُ وَ ظُلْمٌ لَا يُتْرَكُ وَ ظُلْمٌ
مَغْفُورٌ لَا يُطْلَبُ، فَأَمَّا الظُّلْمُ
الَّذِي لَا يُغْفَرُ فَالشِّرْكُ بِاللهِ.
قَالَ اللهُ تَعَالَى: "إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ
أَنْ يُشْرَكَ بِهِ" وَ أَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي
يُغْفَرُ فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهُ عِنْدَ
بَعْضِ الْهَنَاتِ، وَ أَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي
لَا يُتْرَكُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ
بَعْضاً. الْقِصَاصُ هُنَاكَ شَدِيدٌ
لَيْسَ هُوَ جَرْحاً بِالْمُدَى وَلَا ضَرْباً
بِالسِّيَاطِ، وَلَكِنَّهُ مَا يُسْتَصْغَرُ
ذَلِكَ مَعَهُ، فَإِيَّاكُمْ وَالتَّلَوُّنَ
فِي دِينِ اللهِ فَإِنَّ جَمَاعَةً فِيمَا
تَكْرَهُونَ مِنَ الْحَقِّ خَيْرٌ مِنْ

دل کی بہار اور علم کے سرچشمے ہیں اور اسی سے آئینہ
قلب پر جلا ہوتی ہے۔ باوجودیکہ یاد رکھنے والے گزر گئے
اور بھول جانے والے یا بھولاوے میں ڈالنے والے باقی
رہ گئے ہیں۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ بھلائی کو دیکھو تو اسے
تقویت پہنچاؤ اور برائی کو دیکھو تو اس سے (دامن بچا کر)
چل دو، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرمایا کرتے تھے کہ اے فرزند آدم! اچھے کام کر اور
برائیوں کو چھوڑ دے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تو نیک چلن اور
راست رو ہے۔ دیکھو! ظلم تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ظلم
وہ جو بخشا نہیں جائے گا۔ اور دوسرا ظلم وہ جس کا (مواخذہ)
چھوڑا نہیں جائے گا، تیسرا وہ جو بخش دیا جائے گا۔ اور
اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔ لیکن وہ ظلم جو بخشا نہیں جائے
گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔ جیسا
کہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے کہ خدا اس (گناہ) کو نہیں
بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ وہ ظلم جو بخش
دیا جائے گا وہ ہے جو بندہ چھوٹے گناہوں کا
مرتکب ہو کر اپنے نفس پر کرتا ہے اور وہ ظلم کہ جسے
نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، وہ بندوں کا ایک دوسرے پر
ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت میں سخت بدلہ لیا
جائے گا۔ وہ کوئی چھریوں سے کچوکے دینا اور کوڑوں سے
مارنا نہیں ہے بلکہ ایک ایسا سخت عذاب ہے جس
کے مقابلہ میں یہ چیزیں بہت ہی کم ہیں۔ دین خدا میں رنگ
بدلنے سے بچو، کیونکہ تمہارا حق پر ایکا کر لینا جسے تم ناپسند
کرتے ہو۔ باطل راستوں پر جا کر بٹ جانے سے جو تمہارا
محبوب مشغلہ ہے، بہتر ہے۔ بے شک اللہ سبحانہ نے

فُرْقَةٍ فِيمَا تُحِبُّونَ مِنَ الْبَاطِلِ وَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يُعْطِ أَحَدًا بِفُرْقَةٍ خَيْرًا مِمَّنْ مَضٰى وَلَا مِمَّنْ بَقِيَ۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ طُوبٰى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ، وَطُوبٰى لِمَنْ لَزِمَ بَيْتَهُ وَأَكَلَ قُوتَهُ وَاشْتَغَلَ بِطَاعَةِ رَبِّهِ، وَبَكٰى عَلٰى خَطِيئَتِهِ فَكَانَ مِنْ نَفْسِهِ فِي شُغُلٍ وَالنَّاسُ مِنْهُ فِي رَاحَةٍ۔

اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو متفرق اور پراگندہ ہو جانے سے کوئی بھلائی نہیں دی۔

اے لوگو! لائق مبارک باد وہ شخص ہے جسے اپنے عیوب دوسروں کی عیب گیری سے باز رکھیں اور قابل مبارکباد وہ شخص ہے جو اپنے گھر (کے گوشہ) میں بیٹھ جائے اور جو کھانا میسر آجائے کھالے اور اپنے اللہ کی عبادت میں لگا رہے اور اپنے گناہوں پر آنسو بہائے کہ اس طرح وہ بس اپنی ذات کی فکر میں رہے اور دوسرے لوگ اس سے آرام میں رہیں۔

خطبہ ۱۷۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى الْحَكَمَيْنِ

حکمین کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

فَاجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ عَلٰى أَنِ اخْتَارُوا رَجُلَيْنِ فَأَخَذْنَا عَلَيْهِمَا أَنْ يُجَعْجِعَا عِنْدَ الْقُرْآنِ۔ وَلَا يُجَاوِزَاهُ، وَتَكُونُ أَلْسِنَتُهُمَا مَعَهُ وَقُلُوبُهُمَا تَبَعَهُ، فَتَاهَا عَنْهُ وَتَرَكَا الْحَقَّ وَهُمَا يُبْصِرَانِهِ، وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا۔ وَالْإِعْوِجَاجُ رَأْيُهُمَا وَقَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكْمِ بِالْعَدْلِ وَالْعَمَلِ بِالْحَقِّ سُوءَ رَأْيِهِمَا وَجَوْرَ حُكْمِهِمَا، وَالثِّقَةُ فِي أَيْدِينَا لِأَنْفُسِنَا حِينَ خَالَفَا سَبِيلَ

تمہاری جماعت ہی نے دو شخصوں کے چن لینے کی رائے طے کی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان دونوں سے یہ عہد لے لیا تھا کہ وہ قرآن کے مطابق عمل کریں اور اس سے سرمو تجاوز نہ کریں اور ان کی زبانیں اس سے ہمنوا اور ان کے دل اس کے پیرو رہیں مگر وہ قرآن سے بھٹک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے حالانکہ وہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ ظلم ان کی عین خواہش اور کجروی ان کی روش تھی حالانکہ ہم نے پہلے ہی ان سے یہ ٹھہرا لیا تھا کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق پر عمل پیرا ہونے میں بدنیتی اور ناانصافی کو دخل نہ دیں گے اب جب انھوں نے راہ حق سے انحراف کیا اور طے شدہ قرارداد کے برعکس حکم لگایا تو ہمارے ہاتھوں

الْحَقِّ وَ أَتَيَا بِمَا لَا يُعْرَفُ مِنْ مَعْكُوسِ الْحُكْمِ

ہیں (ان کا فیصلہ ٹھکرا دینے کے لیے) ایک مضبوط دلیل (اور معقول وجہ) موجود ہے۔

وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خطبہ ۱۷۶

لَا يَشْغَلُهُ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ وَ لَا يُغَيِّرُهُ زَمَانٌ، وَ لَا يَحْوِيهِ مَكَانٌ وَ لَا يَصِفُهُ لِسَانٌ، لَا يَعْزُبُ عَنْهُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَاءِ، وَ لَا نُجُومِ السَّمَاءِ وَ لَا سَوَافِي الرِّيحِ فِي الْهَوَاءِ وَ لَا دَبِيبُ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا وَ لَا مَقِيلُ الذَّرِّ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ يَعْلَمُ مَسَاقِطَ الْأَوْرَاقِ، وَ خَفِيَّ طَرْفِ الْأَحْدَاقِ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ غَيْرَ مَعْدُولٍ بِهِ وَ لَا مَشْكُوكٍ فِيهِ، وَ لَا مَكْفُورٍ دِينُهُ، وَ لَا مَجْحُودٍ تَكْوِينُهُ، شَهَادَةَ مَنْ صَدَقَتْ نِيَّتُهُ، وَ صَفَتْ دِخْلَتُهُ، وَ خَلَصَ يَقِينُهُ وَ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ الْمُجْتَبَى مِنْ خَلَائِقِهِ وَ الْمُعْتَامُ لِشَرْحِ حَقَائِقِهِ وَ الْمُخْتَصُّ بِعَقَائِلِ كَرَامَاتِهِ، وَ الْمُصْطَفَى لِكَرَائِمِ رِسَالَاتِهِ وَ الْمُوَضَّحَةُ بِهِ أَشْرَاطُ الْهُدَى، وَ الْمَجْلُوُّ بِهِ

خداوندِ عالم کو ایک حالت دوسری حالت سے سدِّراہ نہیں ہوتی نہ زمانہ اس میں تبدیلی پیدا کرتا ہے، نہ کوئی جگہ اسے گھیرتی ہے اور نہ زبان اس کا وصف کر سکتی ہے اس سے پانی کے قطروں اور آسمان کے ستاروں اور ہوا کے جھکڑوں کا شمار چکنے پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز اور اندھیری رات میں چھوٹی چیونٹیوں کے قیام کرنے کی جگہ کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وُہ پتوں کے گرنے کی جگہوں اور آنکھ کے چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ اس کا کوئی ہمسر ہے نہ اس کی ہستی میں کوئی شبہ نہ اس کے دین سے سرتابی ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس کی آفرینش سے انکار، اس شخص کی سی گواہی جس کی نیت سچی، باطن پاکیزہ، یقین (شبہوں سے) پاک اور (اس کے نیک اعمال کا) پلہ بھاری ہو اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسُول ہیں اور مخلوقات میں منتخب بیانِ شریعت کے لیے برگزیدہ، گراں بہا بزرگیوں سے مخصوص، اور عمدہ پیغاموں (کے پہنچانے) کے لیے منتخب ہیں۔ آپ کے ذریعہ سے ہدایت کے نشانات روشن کئے گئے اور گمراہی کی تیرگیوں کو چھانٹا گیا۔

اے لوگو! جو شخص دنیا کی آرزوئیں کرتا ہے۔

غَرِيبُ الْعَمَى۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الدُّنْيَا تَغُرُّ الْمُؤَمِّلَ لَهَا وَالْمُخْلِدَ إِلَيْهَا وَلَا تَنْفَسُ بِمَنْ نَافَسَ فِيهَا، وَتَغْلِبُ مَنْ غَلَبَ عَلَيْهَا، وَايْمُ اللهِ مَا كَانَ قَوْمٌ قَطُّ فِي غَضِّ نِعْمَةٍ مِنْ عَيْشٍ فَزَالَ عَنْهُمْ إِلَّا بِذُنُوبٍ اجْتَرَحُوهَا لِأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ۔ وَلَوْ أَنَّ النَّاسَ حِينَ تَنْزِلُ بِهِمُ النِّقَمُ وَتَزُولُ عَنْهُمُ النِّعَمُ فَزِعُوا إِلَى رَبِّهِمْ بِصِدْقٍ مِنْ نِيَّاتِهِمْ وَوَلَهٍ مِنْ قُلُوبِهِمْ لَرَدَّ عَلَيْهِمْ كُلَّ شَارِدٍ، وَأَصْلَحَ لَهُمْ كُلَّ فَاسِدٍ وَإِنِّي لَأَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تَكُونُوا فِي فَتْرَةٍ۔ وَقَدْ كَانَتْ أُمُورٌ مَضَتْ مِلْتُمْ فِيهَا مَيْلَةً كُنْتُمْ فِيهَا عِنْدِي غَيْرَ مَحْمُودِينَ، وَلَئِنْ رُدَّ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ إِنَّكُمْ لَسُعَدَاءُ، وَمَا عَلَيَّ إِلَّا الْجُهْدُ، وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُولَ لَقُلْتُ، عَفَا اللهُ عَمَّا سَلَفَ۔

اور اس کی جانب کھینچتا ہے۔ وہ اسے انجام کار، فریب دیتی ہے اور جو اس کا خواہشمند ہوتا ہے اس سے بخل نہیں کرتی اور جو اس پر چھا جاتا ہے۔ وہ اس پر قابو پا لے گی۔ خدا کی قسم! جن لوگوں کے پاس زندگی کی تر و تازہ و شاداب نعمتیں تھیں اور پھر ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں یہ ان کے گناہوں کے مرتکب ہونے کی پاداش ہے۔ کیونکہ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا اگر لوگ اس وقت کہ جب ان پر مصیبتیں ٹوٹ رہی ہوں اور نعمتیں ان سے زائل ہو رہی ہوں، صدق نیت و رجوع قلب سے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ برگشتہ ہو جانے والی نعمتوں کو پھر ان کی طرف پلٹا دے گا اور ہر خرابی کی اصلاح کر دے گا۔ مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم جہالت و نادانی میں نہ پڑ جاؤ۔ کچھ واقعات ایسے ہو گزرے ہیں کہ جن میں تم نے نامناسب جذبات سے کام لیا، میرے نزدیک تم ان میں سراہنے کے قابل نہیں ہو۔ اگر تمہیں پہلی روش پر پھر لگا دیا جائے تو تم یقیناً نیک بخت و سعادت مند بن جاؤ گے۔ میرا کام تو صرف کوشش کرنا ہے، اگر میں کچھ کہنا چاہوں تو البتہ یہی کہوں گا کہ خدا (تمہاری) گزشتہ لغزشوں سے درگزر کرے۔

خطبہ ۱۷۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ سَأَلَهُ ذِعْلِبُ الْيَمَانِيُّ فَقَالَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

ذعلب یمنی نے آپ سے سوال کیا کہ یا امیر المومنین ع کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں، جسے میں نے دیکھا

أَفَأَعْبُدُ مَا لَا أَرَى؟ فَقَالَ: وَكَيْفَ تَرَاهُ؟ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
لَا تَرَاهُ الْعُيُونُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِيَانِ وَلٰكِنْ تُدْرِكُهُ الْقُلُوبُ بِحَقَائِقِ الْإِيمَانِ قَرِيبٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ غَيْرُ مُلَامِسٍ بَعِيدٌ مِنْهَا غَيْرُ مُبَايِنٍ مُتَكَلِّمٌ لَا بِرَوِيَّةٍ، مُرِيدٌ لَا بِهِمَّةٍ، صَانِعٌ لَا بِجَارِحَةٍ، لَطِيفٌ لَا يُوصَفُ بِالْخَفَاءِ، كَبِيرٌ لَا يُوصَفُ بِالْجَفَاءِ بَصِيرٌ لَا يُوصَفُ بِالْحَاسَّةِ رَحِيمٌ لَا يُوصَفُ بِالرِّقَّةِ تَعْنُو الْوُجُوهُ لِعَظَمَتِهِ، وَتَجِبُ الْقُلُوبُ مِنْ مَخَافَتِهِ۔

تک نہیں۔ اس نے کہا کہ آپ کیوں کر دیکھتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔
آنکھیں اُسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں۔ وُہ ہر چیز سے قریب ہے۔ لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں۔ وُہ ہر شئے سے دُور ہے۔ مگر الگ نہیں وُہ غور و فکر کیے بغیر کلام کرنے والا اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرنے والا اور بغیر اعضاء (کی مدد) کے بنانے والا ہے۔ وُہ لطیف ہے لیکن پوشیدگی سے اسے متصف نہیں کیا جاسکتا۔ وُہ بزرگ و برتر ہے مگر تندخوئی و بدخلقی کی صفت اس میں نہیں۔ وُہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اُسے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ وہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل اس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔

خطبہ ۱۷۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ أَصْحَابِهِ

أَحْمَدُ اللّٰهَ عَلَى مَا قَضَى مِنْ أَمْرٍ وَقَدَّرَ مِنْ فِعْلٍ وَعَلَى ابْتِلَائِي بِكُمْ أَيَّتُهَا الْفِرْقَةُ الَّتِي إِذَا أَمَرْتُ لَمْ تُطِعْ، وَإِذَا دَعَوْتُ لَمْ تُجِبْ إِنْ أُمْهِلْتُمْ خُضْتُمْ، وَإِنْ حُورِبْتُمْ خُرْتُمْ وَإِنِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى إِمَامٍ

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا:
میں اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں ہر اس امر پر جس کا اس نے فیصلہ کیا اور ہر اس کام پر جو اس کی تقدیر نے طے کیا ہو اور اس آزمائش پر جو تمہارے ہاتھوں اس نے میری کی ہے اے لوگو! کہ جنھیں کوئی حکم دیتا ہوں تو نافرمانی کرتے ہیں اور پکارتا ہوں تو میری آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ اگر تمہیں (جنگ سے) کچھ مہلت ملتی ہے تو ڈینگیں مارنے لگتے ہو اور اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو بزدلی دکھاتے ہو۔ اور جب لوگ

طَعَنْتُمْ ، وَإِنْ أُجِئْتُمْ إِلَى مَشَاقَّةٍ
نَكَصْتُمْ . لَا أَبَا لِغَيْرِكُمْ مَا تَنْتَظِرُونَ
بِنَصْرِكُمْ ، وَالْجِهَادِ عَلَى حَقِّكُمْ ؟
اَلْمَوْتُ أَوِ الذُّلُّ لَكُمْ فَوَاللّٰهِ
لَئِنْ جَاءَ يَوْمِي ، وَلَيَأْتِيَنِّي لَيُفَرِّقَنَّ
بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَنَا لِصُحْبَتِكُمْ
قَالٍ وَبِكُمْ غَيْرُ كَثِيرٍ . لِلّٰهِ أَنْتُمْ
أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ ؟ وَلَا حَمِيَّةٌ
تَشْحَذُكُمْ أَوَلَيْسَ عَجَبًا أَنَّ
مُعَاوِيَةَ يَدْعُوا الْجُفَاةَ الطَّغَامَ
فَيَتَّبِعُونَهُ عَلَى غَيْرِ مَعُونَةٍ وَلَا
عَطَاءٍ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ وَأَنْتُمْ
تَرِيكَةُ الْإِسْلَامِ وَبَقِيَّةُ النَّاسِ
إِلَى الْمَعُونَةِ وَطَائِفَةٍ مِّنَ
الْعَطَاءِ تَتَفَرَّقُونَ عَنِّي وَتَخْتَلِفُونَ
عَلَيَّ . إِنَّهُ لَا يَخْرُجُ إِلَيْكُمْ مِّنْ
أَمْرِي رِضًى فَتَرْضَوْنَهُ . وَلَا
سَخَطٌ فَتَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ وَإِنَّ
أَحَبَّ مَا أَنَا لَاقٍ إِلَيَّ الْمَوْتُ .
قَدْ دَارَسْتُكُمُ الْكِتَابَ وَ
فَاتَحْتُكُمُ الْحِجَاجَ . وَعَرَّفْتُكُمْ
مَا أَنْكَرْتُمْ وَسَوَّغْتُكُمْ مَا
مَجَجْتُمْ لَوْ كَانَ الْأَعْمَى يَلْحَظُ
أَوِ النَّائِمُ يَسْتَيْقِظُ ، وَأَقْرِبْ
بِقَوْمٍ مِنَ الْجَهْلِ بِاللّٰهِ

امام پر ایکا کر لیتے ہیں تو تم طعن و تشنیع کرنے لگتے ہو اور اگر
تمہیں (جکڑ باندھ کر) جنگ کی طرف لایا جاتا ہے۔ تو اُلٹے
پیروں لوٹ جاتے ہو۔ تمہارے دشمنوں کا بُرا ہو۔ تم اب
نصرت کے لیے آمادہ ہونے اور اپنے حق کے لیے جہاد
کرنے میں کس چیز کے منتظر ہو۔ موت کے یا اپنی ذلت و
رُسوائی کے؟ خدا کی قسم! اگر میری موت کا دن آئے گا۔ اور
البتہ آکر رہے گا تو وہ میرے اور تمہارے درمیان جُدائی
ڈال دے گا۔ درآنحالیکہ میں تمہاری ہم نشینی سے بیزار
اور (تمہاری کثرت کے باوجود) اکیلا ہوں۔ اب تمہیں اللہ
ہی اجر دے۔ کیا کوئی دین تمہیں ایک مرکز پر جمع نہیں کرتا اور
غیرت تمہیں (دشمن کی روک تھام پر) آمادہ نہیں کرتی۔ کیا یہ
عجیب بات نہیں کہ معاویہ چند تند مزاج اوباشوں کو دعوت
دیتا ہے اور وہ بغیر کسی امداد و اعانت اور بخشش و عطا
کے اس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تمہیں امداد کے علاوہ
تمہارے معیّنہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، مگر تم مجھ
سے پراگندہ و منتشر ہو جاتے ہو، اور مخالفتیں کرتے ہو
حالانکہ تم اسلام کے رہے سہے افراد اور مسلمانوں کا بقیہ
ہو۔ تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے اور نہ اس پر متحد
ہوتے ہو۔ چاہے وُہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف
میں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں۔ ان میں سب سے
زیادہ محبوب مجھے موت ہے میں نے تمہیں قرآن کی تعلیم دی اور
دلیل و برہان سے تمہارے درمیان فیصلے کئے اور ان چیزوں
سے تمہیں روشناس کیا جنہیں تم نہیں جانتے تھے اور ان چیزوں
کو تمہارے لیے خوشگوار بنایا جنہیں تم تھوک دیتے تھے۔ کاش
کہ اندھے کو کچھ نظر آئے اور سونے والا (خواب غفلت سے)

قَائِدُ هُمْ مُعَاوِيَةُ وَمُؤَدِّبُهُمُ ابْنُ النَّابِغَةِ۔

بیدار ہو۔ وہ قوم (اللہ کے احکام) سے کتنی جاہل ہے کہ جس کا پیشرو مُعاویہ اور معلم نابغہ [1] کا بیٹا ہے۔

[1] "نابغہ" عمرو ابن عاص کی والدہ لیلیٰ غزیہ کا لقب ہے اسے بجائے باپ کے ماں کی طرف نسبت دینے کی وجہ اس کی عمومی شہرت ہے، چنانچہ جب اروی بنت حارث معاویہ کے ہاں گئیں تو دوران گفتگو میں عمرو ابن عاص کے لوٹ کنے پر آپ نے اس سے کہا۔

وانت یا ابن النابغة تتکلم وامك کانت اشهر امرأة تغنی بمکة واخذهن اجرة ادعاك خمسة نفر من قریش فسئلت امك عنهم فقالت کلهم اتانی فانظروا اشبههم به فالحقوه به فغلب علیك شبه العاص ابن وائل فلحقت به۔

اے نابغہ کے بیٹے تم بھی بولنے کی جرأت کرتے ہو حالانکہ تمہاری ماں شہرۂ آفاق اور مکہ میں گانے بجانے کا پیشہ کرتی تھی اور اجرت لیتی تھی چنانچہ تمہارے متعلق پانچ [2] آدمیوں نے دعویٰ کیا اور جب تمہاری ماں سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ ہاں یہ پانچوں آدمی میرے پاس آئے تھے لہٰذا جس سے یہ مشابہ ہو اس کا اسے بیٹا قرار دے لو تو تم عاص ابن وائل سے زیادہ مشابہ نظر آئے جس کی وجہ سے تم اس کے بیٹے کہلانے لگے

(عقد الفرید ج ۱ ص ۲۲)

[2] وہ پانچ آدمی یہ ہیں: عاصی ابن وائل۔ ابولہب۔ اُمیہ ابن خلف، ہشام ابن مغیرہ۔ ابوسفیان ابن حرب۔

خُطبہ ۱۷۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ اَرْسَلَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَعْلَمُ لَهٗ عِلْمَ اَحْوَالِ قَوْمٍ مِّنْ جُنْدِ الْكُوْفَةِ قَدْ هَمُّوْا بِاللِّحَاقِ بِالْخَوَارِجِ وَكَانُوْا عَلٰى خَوْفٍ مِّنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا عَادَ اِلَيْهِ الرَّجُلُ قَالَ لَهٗ: أَاَمِنُوْا فَقَطَنُوْا اَمْ جَبُنُوْا فَظَعَنُوْا؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَلْ ظَعَنُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ: فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: بُعْدًا لَّهُمْ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ۔ اَمَا لَوْ اُشْرِعَتِ

حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو سپاہ کوفہ کی ایک جماعت کی خبر لانے کے لیے بھیجا جو خارجیوں سے منضم ہونے کا تہیہ کیے بیٹھی تھی، لیکن حضرت سے خائف تھی۔ چنانچہ جب وہ شخص پلٹ کر آیا تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا وہ مطمئن ہو کر ٹھہر گئے ہیں، یا کمزوری و بزدلی دکھاتے ہوئے چل دیے ہیں۔ اس نے کہا یا امیرالمومنینؑ وہ تو چلے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا، انہیں قوم ثمود کی طرح خدا کی رحمت سے دوری ہو۔ دیکھنا جب نیزوں کے رُخ ان کی طرف سیدھے

الْأَسِنَّةُ إِلَيْهِمْ وَصُبَّتِ السُّيُوفُ عَلٰى هَامَاتِهِمْ، لَقَدْ نَدِمُوا عَلٰى مَا كَانَ مِنْهُمْ إِنَّ الشَّيْطٰنَ الْيَوْمَ قَدِ اسْتَفَلَّهُمْ وَهُوَ غَدًا مُتَبَرِّئٌ مِّنْهُمْ وَمُتَخَلٍّ عَنْهُمْ فَحَسْبُهُمْ بِخُرُوْجِهِمْ مِنَ الْهُدٰى وَارْتِكَاسِهِمْ فِي الضَّلَالِ وَالْعَمٰى وَصَدِّهِمْ عَنِ الْحَقِّ وَجِمَاحِهِمْ فِي التِّيْهِ۔

ہوں گے اور تلواروں (کے وار) ان کی کھوپڑیوں پر پڑیں گے تو اپنے کیے پر پچھتائیں گے۔ آج تو شیطان نے انہیں تتر بتر کر دیا ہے اور کل ان سے اظہارِ بیزاری کرتا ہوا ان سے الگ ہو جائے گا۔ ان کا ہدایت سے نکل جانا، گمراہی و ضلالت میں جا پڑنا حق سے منہ پھیر لینا اور ضلالتوں میں منہ زوریاں دکھانا ہی ان کے (مستحقِ عذاب) ہونے کے لیے کافی ہے۔

لے قبیلہ بنی ناجیہ کا ایک شخص خریت ابن راشد جنگِ صفین میں امیر المومنینؑ کے ساتھ شریک تھا مگر تحکیم کے بعد بغاوت پر اُتر آیا اور تیس آدمیوں کے ہمراہ حضرت کے سامنے آکر کہنے لگا۔ واللہ لا اطیع امرک ولا اصلی خلفک وانی غداً المفارق لک خدا کی قسم! نہ میں آپ کا کوئی حکم مانوں گا۔ نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل آپ سے الگ ہو جاؤں گا۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ تمہیں پہلے اس تحکیم کے وجوہ پر غور کرنا چاہیئے اور اس سلسلہ میں مجھ سے بات چیت کرنا چاہیئے اگر تمہارا اطمینان نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو۔ اُس نے کہا کہ میں کل آؤں گا اور اس کے متعلق گفتگو کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو یہاں سے جا کر دوسروں کے بہکاے میں نہ آجانا اور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرنا۔ اگر تم سمجھنا چاہو گے۔ تو میں تمہیں اس ٹیڑھی راہ سے ہٹا کر شاہراہ ہدایت پر لگا دوں گا۔ اس گفتگو کے بعد وہ واپس ہو گیا۔ مگر اس کے تیور اس امر کے غماز تھے کہ وہ بغاوت پر تلا بیٹھا ہے اور کسی طرح سمجھانے سے نہیں سمجھے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ وہ معاملہ فہمی کے بجائے اپنی بات پر اڑ گیا اور اپنی منزل پر پہنچ کر اپنے قبیلہ والوں سے کہا کہ جب ہم نے امیر المومنین سے الگ ہونے کا تہیہ کر لیا ہے، تو ان کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہمیں جو قدم اٹھانا ہے۔ اٹھا لینا چاہیئے۔ اس موقع پر عبداللہ بن قعین ازدی بھی ان کی ٹوہ لگانے کے لیے ان کے ہاں پہنچ گئے۔ جب انہوں نے یہ رنگ دیکھا تو مدرک ابن ریان ناجی سے کہا کہ تم اسے سمجھاؤ اور اس بغاوت کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ اپنے پورے قبیلہ کے لیے تباہی کا باعث بن جائے۔ جس پر مدرک نے اطمینان دلایا کہ اسے کوئی غلط قدم نہیں اٹھانے دیا جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ مطمئن ہو کر واپس پلٹ آئے اور دوسرے دن امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام کیفیت سے آپ کو مطلع کیا۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ تم جا کر دیکھو کہ کیا بات ہے اور اس تاخیر کا کیا سبب ہے۔ جب عبداللہ وہاں پہنچے تو وہ سب جا چکے تھے پلٹ کر امیر المومنینؑ کے پاس آئے تو حضرت نے اس موقع پر یہ کلام فرمایا۔

خریت ابن راشد اور اس کی جماعت کا جو حشر ہوا وہ خطبہ ۴۴ کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے۔

خطبہ ١٨٠

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُوِيَ عَنْ نَوْفٍ الْبِكَالِيِّ قَالَ خَطَبَنَا هٰذِهِ الْخُطْبَةَ بِالْكُوفَةِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى حِجَارَةٍ نَصَبَهَا لَهُ جَعْدَةُ بْنُ هُبَيْرَةَ الْمَخْزُومِيُّ وَعَلَيْهِ مِدْرَعَةٌ مِنْ صُوفٍ وَحَمَائِلُ سَيْفِهِ لِيفٌ، وَفِي رِجْلَيْهِ نَعْلَانِ مِنْ لِيفٍ وَكَأَنَّ جَبِينَهُ ثَفِنَةُ بَعِيرٍ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي إِلَيْهِ مَصَائِرُ الْخَلْقِ، وَعَوَاقِبُ الْأَمْرِ. نَحْمَدُهُ عَلَى عَظِيمِ إِحْسَانِهِ وَنَيِّرِ بُرْهَانِهِ، وَنَوَامِي فَضْلِهِ وَامْتِنَانِهِ، حَمْدًا يَكُونُ لِحَقِّهِ قَضَاءً وَلِشُكْرِهِ أَدَاءً وَإِلَى ثَوَابِهِ مُقَرِّبًا وَلِحُسْنِ مَزِيدِهِ مُوجِبًا وَنَسْتَعِينُ بِهِ اسْتِعَانَةَ رَاجٍ لِفَضْلِهِ مُؤَمِّلٍ لِنَفْعِهِ وَاثِقٍ بِدَفْعِهِ مُعْتَرِفٍ لَهُ بِالطَّوْلِ. مُذْعِنٍ لَهُ بِالْعَمَلِ وَالْقَوْلِ وَنُؤْمِنُ بِهِ إِيمَانَ مَنْ رَجَاهُ مُوقِنًا، وَأَنَابَ إِلَيْهِ مُؤْمِنًا وَخَنَعَ لَهُ مُذْعِنًا وَأَخْلَصَ لَهُ مُوَحِّدًا وَعَظَّمَهُ مُمَجِّدًا، وَلَاذَ بِهِ رَاغِبًا مُجْتَهِدًا. لَمْ يُولَدْ سُبْحَانَهُ فَيَكُونَ فِي الْعِزِّ مُشَارِكًا. وَلَمْ يَلِدْ فَيَكُونَ مُورِثًا هَالِكًا. وَلَمْ يَتَقَدَّمْهُ وَقْتٌ وَلَا زَمَانٌ وَلَمْ يَتَعَاوَرْهُ

نوف بکالی سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت نے یہ خطبہ ہمارے سامنے کوفہ میں اس پتھر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا جسے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی نے نصب کیا تھا۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر ایک اُونی جبہ تھا، اور آپ کی تلوار کا پرتلہ لیف خرما کا تھا۔ اور پیروں میں جوتے بھی کھجور کی پتیوں کے تھے۔ اور (سجدوں کی وجہ سے) پیشانی یوں معلوم ہوتی تھی جیسے اونٹ کے گھٹنے پر کا گھٹا۔

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس کی طرف تمام مخلوق کی بازگشت اور ہر چیز کی انتہا ہے ہم اس کے عظیم احسان روشن وواضح برہان اور اس کے لطف وکرم کی افزائش پر اس کی حمد وثناء کرتے ہیں۔ ایسی حمد کہ جس سے اس کا حق پورا ہو اور شکر ادا ہو اور اس کے ثواب کے قریب لے جانے والی اور اس کی بخششوں کو بڑھانے والی ہو ہم اس سے اس طرح مدد مانگتے ہیں جس طرح اس کے فضل کا امیدوار اس کے نفع کا آرزومند (دفع بلیات کا) اطمینان رکھنے والا اور بخشش وعطا کا معترف اور قول وعمل سے اس کا مطیع وفرمانبردار اس سے مدد چاہتا ہو اور ہم اس شخص کی طرح اس پر ایمان رکھتے ہیں جو یقین کے ساتھ اس سے آس لگائے ہو اور (ایمان کامل) کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہو اور اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ اس کے سامنے عاجزی وفروتنی کرتا ہو اور اسے ایک جانتے ہوئے اس سے اخلاص برتتا ہو اور سپاس گزاری کے ساتھ اسے بزرگ جانتا ہو اور رغبت

زِيَادَةٌ وَلَا نُقْصَانٌ بَلْ ظَهَرَ لِلْعُقُولِ بِمَا
أَرَانَا مِنْ عَلَامَاتِ التَّدْبِيرِ الْمُتْقَنِ
وَالْقَضَاءِ الْمُبْرَمِ فَمِنْ شَوَاهِدِ
خَلْقِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ مُوَطَّدَاتٍ بِلَا
عَمَدٍ، قَائِمَاتٍ بِلَا سَنَدٍ دَعَاهُنَّ
فَأَجَبْنَ طَائِعَاتٍ مُذْعِنَاتٍ غَيْرَ
مُتَلَكِّئَاتٍ وَلَا مُبْطِئَاتٍ وَلَوْلَا
إِقْرَارُهُنَّ لَهُ بِالرُّبُوبِيَّةِ وَإِذْعَانُهُنَّ
لَهُ بِالطَّوَاعِيَةِ لَمَا جَعَلَهُنَّ مَوْضِعاً
لِعَرْشِهِ، وَلَا مَسْكَناً لِمَلَائِكَتِهِ وَلَا
مَصْعَداً لِلْكَلِمِ الطَّيِّبِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ
مِنْ خَلْقِهِ. جَعَلَ نُجُومَهَا أَعْلَاماً
يَسْتَدِلُّ بِهَا الْحَيْرَانُ فِي مُخْتَلِفِ
فِجَاجِ الْأَقْطَارِ. لَمْ يَمْنَعْ ضَوْءَ نُورِهَا
ادْلِهْمَامُ سُجُفِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ. وَلَا
اسْتَطَاعَتْ جَلَابِيبُ سَوَادِ الْحَنَادِسِ
أَنْ تَرُدَّ مَا شَاعَ فِي السَّمٰوٰتِ مِنْ
تَلَأْلُؤِ نُورِ الْقَمَرِ. فَسُبْحَانَ مَنْ لَا
يَخْفَى عَلَيْهِ سَوَادُ غَسَقٍ دَاجٍ وَلَا
لَيْلٍ سَاجٍ فِي بِقَاعِ الْأَرَضِينَ
الْمُتَطَأْطِئَاتِ، وَلَا فِي يَفَاعِ
السُّفْعِ الْمُتَجَاوِرَاتِ. وَمَا يَتَجَلْجَلُ
بِهِ الرَّعْدُ فِي أُفُقِ السَّمَاءِ، وَمَا
تَلَاشَتْ عَنْهُ بُرُوقُ الْغَمَامِ وَمَا
تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ تُزِيلُهَا عَنْ

وکوشش سے اُس کے دامن میں پناہ ڈھونڈتا ہوا اُس
کا کوئی بات نہیں کہ وُہ عزت و بزرگی میں اس کا شریک ہو،
نہ اس کے کوئی اولاد ہے کہ اُسے چھوڑ کر وُہ دنیا سے رخصت
ہو جائے اور وہ اس کی وارث ہو جائے نہ اس کے پہلے
وقت اور زمانہ تھا، نہ اس پر یکے بعد دیگرے کمی اور زیادتی
طاری ہوتی ہے، بلکہ جو اس نے مضبوط نظام (کائنات) اور
اٹل احکام کی علامتیں ہمیں دکھائی ہیں۔ ان کی وجہ سے
وہ عقلوں کے لیے ظاہر ہوا ہے۔ چنانچہ اس آفرینش پر
گواہی دینے والوں میں آسمانوں کی خلقت ہے، کہ جو بغیر
ستونوں کے ثابت و برقرار اور بغیر سہارے کے قائم ہیں
خداوند عالم نے انہیں پکارا تو یہ بغیر کسی سستی اور توقف
کے اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے لبیک کہہ اُٹھے
اگر وُہ اس کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتے اور اس کے سامنے
سر اطاعت نہ جھکاتے تو وُہ انہیں اپنے عرش کا مقام اور
اپنے فرشتوں کا مسکن اور پاکیزہ کلموں اور مخلوق کے نیک
عملوں کے بلند ہونے کی جگہ نہ بناتا۔ اللہ نے ان کے ستاروں
کو ایسی روشن نشانیاں قرار دیا ہے کہ جن سے حیران و
سرگرداں اطراف زمین کی راہوں میں آنے جانے کے لیے
رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اندھیری رات کی اندھیاریوں
کے سیاہ پردے ان کے نور کی ضوپاشیوں کو نہیں روکتے
اور نہ شب ہائے تاریک کی تیرگی کے پردے یہ طاقت
رکھتے ہیں کہ وُہ آسمانوں میں پھیلی ہوئی چاند کے نور کی
جگمگاہٹ کو پلٹا دیں۔ پاک ہے۔ وُہ ذات جس پر پست
زمین کے قطعوں اور باہم ملے ہوئے سیاہ پہاڑوں
کی چوٹیوں میں اندھیری رات کی اندھیاریاں اور پرسکون

مَسْقَطِهَا عَوَاصِفُ الْأَنْوَاءِ وَ
انْهِطَالُ السَّمَاءِ وَ يَعْلَمُ مَسْقَطَ
الْقَطْرَةِ وَ مَقَرَّهَا، وَ مَسْحَبَ
الذَّرَّةِ وَ مَجَرَّهَا. وَ مَا يَكْفِي
الْبَعُوضَةَ مِنْ قُوتِهَا، وَ مَا
تَحْمِلُ الْأُنْثَى فِي بَطْنِهَا.

وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْكَائِنِ قَبْلَ أَنْ
يَكُونَ كُرْسِيٌّ أَوْ عَرْشٌ، أَوْ سَمَاءٌ
أَوْ أَرْضٌ أَوْ جَانٌّ أَوْ إِنْسٌ. لَا
يُدْرَكُ بِوَهْمٍ، وَ لَا يُقَدَّرُ بِفَهْمٍ
وَ لَا يَشْغَلُهُ سَائِلٌ وَ لَا يَنْقُصُهُ
نَائِلٌ وَ لَا يُبْصَرُ بِعَيْنٍ وَ لَا يُحَدُّ
بِأَيْنٍ. وَ لَا يُوصَفُ بِالْأَزْوَاجِ وَ لَا
يَخْلُقُ بِعِلَاجٍ. وَ لَا يُدْرَكُ
بِالْحَوَاسِّ. وَ لَا يُقَاسُ بِالنَّاسِ الَّذِي
كَلَّمَ مُوسَى تَكْلِيماً، وَ أَرَاهُ مِنْ آيَاتِهِ
عَظِيماً. بِلَا جَوَارِحَ وَ لَا أَدَوَاتٍ،
وَ لَا نُطْقٍ وَ لَا لَهَوَاتٍ بَلْ إِنْ كُنْتَ
صَادِقاً أَيُّهَا الْمُتَكَلِّفُ لِوَصْفِ
رَبِّكَ فَصِفْ جِبْرَائِيلَ وَ مِيكَائِيلَ
وَ جُنُودَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ
فِي حُجُرَاتِ الْقُدُسِ مُرْجَحِنِّينَ
مُتَوَلِّهَةً عُقُولُهُمْ أَنْ
يَحُدُّوا أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ فَإِنَّمَا

شب کی ظلمتیں پوشیدہ نہیں ہیں اور نہ افق آسمان میں رعد
کی گرج اس سے مخفی ہے اور نہ وہ چیزیں کہ جن پر بادلوں
کی بجلیاں کوند کر ناپید ہو جاتی ہیں اور نہ وہ پتے جو (ٹوٹ
کر) گرتے ہیں کہ جنھیں (بارش کے) نچھتروں کی تند ہوائیں
اور موسلادھار بارشیں ان کے گرنے کی جگہ سے ہٹا دیتی
ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ بارش کے قطرے کہاں گریں گے
اور کہاں ٹھہریں گے۔ اور چھوٹی چیونٹیاں کہاں رینگیں گی اور کہاں
(اپنے کو) کھینچ کر لے جائیں گی اور مچھروں کو کون سی روزی
کفایت کرے گی اور مادہ اپنے پیٹ میں کیا لیے ہوئے ہے۔
تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو عرش و کرسی، زمین
و آسمان اور جن و انس سے پہلے موجود تھا۔ نہ (انسانی)
واہموں سے اُسے جانا جا سکتا ہے اور نہ عقل و فہم سے
اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسے کوئی سوال کرنے والا
(دوسرے سائلوں سے) غافل نہیں بناتا اور نہ بخشش
و عطا سے اس کے ہاں کچھ کمی آتی ہے۔ وہ آنکھوں سے
دیکھا نہیں جا سکتا اور نہ کسی جگہ میں اس کی حد بندی ہو
سکتی ہے نہ ساتھیوں کے ساتھ اسے متصف کیا جا سکتا
اور نہ (اعضاء و جوارح کی) حرکت سے وہ پیدا کرتا ہے
اور نہ حواس سے وہ جانا پہچانا جا سکتا ہے اور نہ انسانوں
پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر اعضاء و
جوارح اور بغیر گویائی اور بغیر حلق کے کووں کو ہلائے
موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں اور انہیں اپنی عظیم نشانیاں
دکھلائیں اے اللہ کی توصیف میں رنج و تعب اٹھانے
والے اگر تو (اس سے عہدہ برآ ہونے میں) سچا ہے تو پہلے

يُدْرَكُ بِالصِّفَاتِ ذَوُو الْهَيْئَاتِ وَالْأَدَوَاتِ وَمَنْ يَنْقَضِي إِذَا بَلَغَ أَمَدَ حَدِّهِ بِالْفَنَاءِ، فَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَضَاءَ بِنُورِهِ كُلَّ ظَلَامٍ وَأَظْلَمَ بِظُلْمَتِهِ كُلَّ نُورٍ.

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ الَّذِي أَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمُ الْمَعَاشَ. وَلَوْ أَنَّ أَحَداً يَجِدُ إِلَى الْبَقَاءِ سُلَّماً، أَوْ إِلَى دَفْعِ الْمَوْتِ سَبِيلاً لَكَانَ ذَلِكَ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِي سُخِّرَ لَهُ مُلْكُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ مَعَ النُّبُوَّةِ وَعَظِيمِ الزُّلْفَةِ. فَلَمَّا اسْتَوْفَى طُعْمَتَهُ وَاسْتَكْمَلَ مُدَّتَهُ. رَمَتْهُ قِسِيُّ الْفَنَاءِ بِنِبَالِ الْمَوْتِ. وَأَصْبَحَتِ الدِّيَارُ مِنْهُ خَالِيَةً وَالْمَسَاكِنُ مُعَطَّلَةً، وَوَرِثَهَا قَوْمٌ آخَرُونَ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْقُرُونِ السَّالِفَةِ لَعِبْرَةً. أَيْنَ الْعَمَالِقَةُ وَأَبْنَاءُ الْعَمَالِقَةِ أَيْنَ الْفَرَاعِنَةُ وَأَبْنَاءُ الْفَرَاعِنَةِ أَيْنَ أَصْحَابُ مَدَائِنِ الرَّسِّ الَّذِينَ قَتَلُوا النَّبِيِّينَ وَأَطْفَأُوا سُنَنَ الْمُرْسَلِينَ وَأَحْيَوْا سُنَنَ الْجَبَّارِينَ. أَيْنَ

جبرائیل و میکائیل اور مقرب فرشتوں کے لاؤ لشکر کا وصف بیان کر کے جو پاکیزگی و طہارت کے حجروں میں اس عالم میں سر جھکائے پڑے ہیں کہ ان کی عقلیں ششدر و حیران ہیں کہ وہ اس بہترین خالق کی توصیف کر سکیں۔ صفتوں کے ذریعے وہ چیزیں جانی پہچانی جاتی ہیں جو شکل و صورت اور اعضاء و جوارح رکھتی ہوں اور وہ کہ جو اپنی حد انتہا کو پہنچ کر موت کے ہاتھوں ختم ہو جائیں۔ اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ جس نے اپنے نور سے تمام تاریکیوں کو روشن و منور کیا اور ظلمت (عدم) سے ہر نور کو تیرہ و تار بنا دیا ہے۔

اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تم کو لباس سے ڈھانپا اور ہر طرح کا سامان معیشت تمہارے لیے مہیا کیا اگر کوئی دنیوی بقاء کی (بلندیوں پر) چڑھنے کا زینہ یا موت کو دور کرنے کا راستہ پا سکتا ہوتا تو وہ سلیمان ابن داؤد (علیہما السلام) ہوتے کہ جن کے لیے نبوت و انتہائے تقرب کے ساتھ جن و انس کی سلطنت قبضہ میں دے دی گئی تھی۔ لیکن جب وہ اپنا آب و دانہ پورا اور اپنی مدت (حیات) ختم کر چکے تو فنا کی کمانوں نے انہیں موت کے تیروں کی زد پر رکھ لیا گھر ان سے خالی ہو گئے اور بستیاں اجڑ گئیں اور دوسرے لوگ ان کے وارث ہو گئے۔ تمہارے لیے گذشتہ دوروں (کے ہر دور) میں عبرتیں (ہی عبرتیں) ہیں (ذرا سوچو تو) کہ کہاں ہیں عمالقہ اور ان کے بیٹے، اور کہاں ہیں فرعون اور ان کی اولادیں۔ کہاں ہیں اصحاب الرس کے شہروں کے باشندے جنہوں نے نبیوں کو قتل کیا، پیغمبروں کے روشن طریقوں کو مٹایا اور ظالموں کے طور طریقوں کو زندہ کیا، کہاں ہیں

الَّذِیْنَ سَارُوْا بِالْجُیُوْشِ. وَ هَزَمُوا الْاُلُوْفَ وَ عَسْكَرُوا الْعَسَاكِرَ وَ مَدَّنُوا الْمَدَآئِنَ.

(مِنْهَا) قَدْ لَبِسَ لِلْحِكْمَةِ جُنَّتَهَا وَ اَخَذَهَا بِجَمِیْعِ اَدَبِهَا مِنَ الْاِقْبَالِ عَلَیْهَا وَ الْمَعْرِفَةِ بِهَا وَ التَّفَرُّغِ لَهَا وَ هِیَ عِنْدَ نَفْسِهٖ ضَآلَّتُهُ الَّتِیْ یَطْلُبُهَا وَ حَاجَتُهُ الَّتِیْ یَسْاَلُ عَنْهَا فَهُوَ مُغْتَرِبٌ اِذَا اغْتَرَبَ الْاِسْلَامُ وَ ضَرَبَ بِعَسِیْبِ ذَنَبِهٖ، وَ اَلْصَقَ الْاَرْضَ بِجِرَانِهٖ. بَقِیَّةٌ مِّنْ بَقَایَا حُجَّتِهٖ، خَلِیْفَةٌ مِّنْ خَلَآئِفِ اَنْبِیَآئِهٖ. (ثُمَّ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ):

اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ بَثَثْتُ لَكُمُ الْمَوَاعِظَ الَّتِیْ وَعَظَ الْاَنْبِیَآءُ بِهَا اُمَمَهُمْ. وَ اَدَّیْتُ اِلَیْكُمْ مَا اَدَّتِ الْاَوْصِیَآءُ اِلٰی مَنْ بَعْدَهُمْ. وَ اَدَّبْتُكُمْ بِسَوْطِیْ فَلَمْ تَسْتَقِیْمُوْا وَ حَدَوْتُكُمْ بِالزَّوَاجِرِ فَلَمْ تَسْتَوْثِقُوْا لِلّٰهِ اَنْتُمْ! اَتَتَوَقَّعُوْنَ اِمَامًا غَیْرِیْ یَطَاُ بِكُمُ الطَّرِیْقَ، وَ یُرْشِدُكُمُ السَّبِیْلَ؟ اَلَا اِنَّهٗ قَدْ اَدْبَرَ مِنَ الدُّنْیَا مَا كَانَ مُقْبِلًا، وَ اَقْبَلَ مِنْهَا مَا كَانَ مُدْبِرًا، وَ اَزْمَعَ التَّرْحَالَ

وہ لوگ جو لشکروں کو لے کر بڑھے ہزاروں کو شکست دی اور فوجوں کو فراہم کر کے شہروں کو آباد کیا۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا ہے: وہ حکمت کی سپر پہنے ہوگا۔ اور اس کو اس کے تمام شرائط و آداب کے ساتھ حاصل کیا ہوگا (جو یہ ہیں کہ) ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو اس کی اچھی طرح شناخت ہو، اور دل (علائق دنیا سے) خالی ہو۔ چنانچہ وہ اس کے نزدیک اسی کی گمشدہ چیز اور اسی کی حاجت و آرزو ہے کہ جس کا وہ طلب گار و خواستگار ہے وہ اس وقت (نظروں سے اوجھل ہو کر) غریب و مسافر ہوگا کہ جب اسلام عالم غربت میں اور مثل اس اونٹ کے ہوگا جو تھکن سے اپنی دُم زمین پر مارتا ہو اور گردن کا اگلا حصہ زمین پر ڈالے ہوئے ہو، وہ اللہ کی باقی ماندہ حجتوں کا بقیہ اور انبیاء کے جانشینوں میں سے ایک وارث و جانشین ہے۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں اسی طرح نصیحتیں کی ہیں جس طرح کی انبیاء اپنی امتوں کو کرتے چلے آئے ہیں اور ان چیزوں کو تم تک پہنچایا ہے جو اوصیاء بعد والوں تک پہنچایا کئے ہیں۔ میں نے تمہیں اپنے تازیانہ سے ادب سکھانا چاہا مگر تم سیدھے نہ ہوئے اور زجر و توبیخ سے تمہیں ہنکایا لیکن تم یکجا نہ ہوئے۔ اللہ تمہیں سمجھے کیا میرے علاوہ کسی اور امام کے امیدوار ہو جو تمہیں سیدھی راہ پر چلائے اور صحیح راستہ دکھائے۔ دیکھو! دنیا کی طرف رُخ کرنے والی چیزوں نے جو رُخ کئے ہوئے تھیں پیٹھ پھرا لی اور جو پیٹھ پھرائے ہوئے تھیں انہوں نے رُخ کر لیا۔ اللہ کے

عِبَادُ اللهِ الْاَخْيَارُ، بَاعُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الدُّنْيَا لَا يَبْقٰى بِكَثِيْرٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ لَا يَفْنٰى - مَا ضَرَّ اِخْوَانَنَا الَّذِيْنَ سُفِكَتْ دِمَاؤُهُمْ وَهُمْ بِصِفِّيْنَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوا الْيَوْمَ اَحْيَاءً؛ يُسِيْغُوْنَ الْغُصَصَ وَيَشْرَبُوْنَ الرَّنْقَ قَدْ وَاللهِ لَقُوا اللهَ فَوَفَّاهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَاَحَلَّهُمْ دَارَ الْاَمْنِ بَعْدَ خَوْفِهِمْ۔ اَيْنَ اِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ رَكِبُوا الطَّرِيْقَ وَمَضَوْا عَلَى الْحَقِّ؛ اَيْنَ عَمَّارٌ، وَاَيْنَ ابْنُ التَّيِّهَانِ، وَاَيْنَ ذُو الشَّهَادَتَيْنِ وَاَيْنَ نُظَرَاؤُهُمْ مِّنْ اِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ تَعَاقَدُوْا عَلَى الْمَنِيَّةِ وَاُبْرِدَ بِرُءُوْسِهِمْ اِلَى الْفَجَرَةِ - (قَالَ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى لِحْيَتِهِ الشَّرِيْفَةِ الْكَرِيْمَةِ فَاَطَالَ الْبُكَاءَ، ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)۔

اَوْهِ عَلٰى اِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ تَلَوُا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ وَتَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَاَقَامُوْهُ، اَحْيَوُا السُّنَّةَ وَاَمَاتُوا الْبِدْعَةَ - دُعُوْا لِلْجِهَادِ فَاَجَابُوْا وَوَثِقُوْا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوْهُ (ثُمَّ نَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ): اَلْجِهَادَ اَلْجِهَادَ عِبَادَ اللهِ - اَلَا وَاِنِّيْ مُعَسْكِرٌ فِيْ يَوْمِيْ هٰذَا۔

نیک بندوں نے (دنیا سے) کوچ کرنے کا تہیا کر لیا۔ اور فنا ہونے والی تھوڑی سی دنیا ہاتھ سے دے کر ہمیشہ رہنے والی بہت سی آخرت مول لے لی۔ بھلا ہمارے ان بھائی بندوں کو کہ جن کے خون صفین میں بہائے گئے اس سے کیا نقصان پہنچا، کہ وہ آج زندہ موجود نہیں ہیں (یہی نہ کہ اگر وہ ہوتے) تو تلخ گھونٹوں کو گوارا کرتے اور گندلا پانی پیتے۔ خدا کی قسم! وہ خدا کے حضور میں پہنچ گئے اس نے ان کو پورا پورا اجر دیا اور خوف و ہراس کے بعد انہیں امن چین والے گھر میں اتارا۔ کہاں ہیں! وہ میرے بھائی کہ جو سیدھی راہ پر چلتے رہے۔ اور حق پر گزر گئے کہاں ہیں! عمار اور کہاں ہیں! ابن تیہان اور کہاں ہیں ذوالشہادتین اور کہاں ہیں ان کے ایسے اور دوسرے بھائی کہ جو مرنے پر عہد و پیمان باندھے ہوئے تھے اور جن کے سروں کو فاسقوں کے پاس روانہ کیا گیا۔

نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے اپنا ہاتھ ریش مبارک پر پھیرا اور دیر تک رویا کئے اور پھر فرمایا

آہ! میرے وہ بھائی کہ جنھوں نے قرآن کو پڑھا تو اسے مضبوط کیا اپنے فرائض میں غور و فکر کیا تو انہیں ادا کیا، سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو موت کے گھاٹ اتارا جہاد کے لیے انہیں بلایا گیا تو انہوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پر یقین کامل کے ساتھ بھروسا کیا۔ تو اس کی پیروی بھی کی (اس کے بعد حضرت نے بلند آواز سے پکار کر کہا) جہاد جہاد۔ اے بندگان خدا! دیکھو! میں آج ہی لشکر کو ترتیب دے رہا ہوں جو اللہ کی طرف بڑھنا ہے وہ نکل کھڑا ہو۔

فَمَنْ أَرَادَ الرَّوَاحَ إِلَى اللهِ فَلْيَخْرُجْ.
قَالَ نَوْفٌ:- وَعَقَدَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي عَشْرَةِ آلَافٍ، وَلِقَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ رَحِمَهُ اللهُ فِي عَشْرَةِ آلَافٍ، وَلِأَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ فِي عَشْرَةِ آلَافٍ، وَلِغَيْرِهِمْ عَلَى أَعْدَادٍ أُخَرَ وَهُوَ يُرِيدُ الرَّجْعَةَ إِلَى صِفِّينَ، فَمَا دَارَتِ الْجُمُعَةُ حَتَّى ضَرَبَهُ الْمَلْعُونُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللهُ، فَتَرَاجَعَتِ الْعَسَاكِرُ فَكُنَّا كَأَغْنَامٍ فَقَدَتْ رَاعِيَهَا تَخْتَطِفُهَا

نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے دس ہزار کی سپاہ پر حسین (علیہ السلام) کو اور دس ہزار کی فوج پر قیس ابن سعد (رحمہ اللہ) کو اور دس ہزار کے لشکر پر ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا اور دوسرے لوگوں کو مختلف تعداد کی فوجوں پر سالار مقرر کیا اور آپ صفین کی طرف پلٹ کر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ایک ہفتہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ ملعون ابن ملجم (لعنہ اللہ) نے آپ کے (سر اقدس پر) ضرب لگائی جس سے تمام لشکر پلٹ گئے اور ہماری حالت ان بھیڑ بکریوں کے مانند ہو گئی۔ جو اپنے چرواہے کو کھو چکی ہوں اور بھیڑیئے ہر طرف سے انہیں اچک کر لے جا رہے ہوں۔

اے تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں کہ اکثر و بیشتر قوموں کی ہلاکت و تباہی ان کے ظلم و جور اور علانیہ فسق و فجور کی وجہ سے ظہور میں آئی۔ چنانچہ وہ قومیں جنہوں نے ربع مسکون کے ہر گوشہ پر اپنے اقتدار کے سکے جمائے اور شرق و غرب عالم پر اپنے پرچم لہرائے جب ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں سے پردہ ہٹا تو "پاداش عمل" کے قانون نے اس طرح ان کا استیصال کیا کہ صفحۂ عالم سے حرفِ غلط کی طرح محو ہو گئے۔ عاد و ثمود کی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا فرعون و نمرود کی شاہنشاہیاں مٹ گئیں۔ طسم و جدیس کی سر بفلک عمارتیں سنسان کھنڈر بن گئیں۔ اصحاب الرس کی بستیاں اجڑ کر ویرانہ ہو گئیں، اور جہاں زندگی کے قہقہے تھے۔ وہاں موت کی اداسیاں اور جہاں جمگھٹے تھے وہاں بھیانک سناٹے چھا گئے۔ یہ قوموں کا عروج و زوال چشم بینا کے لیے ہزاروں عبرت کے سامان رکھتا ہے اور ان واقعات کے پیش کرنے سے مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ انسان ان کے احوال و واردات سے عبرت اندوز ہو اور غرور و طغیان کی سرمستیوں میں کھو کر اپنے انجام کو بھول نہ جائے چنانچہ امیر المومنینؑ نے اسی موعظت و عبرت کے لیے عمالقہ، فراعنہ اور اصحاب الرس کی تباہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ جو عظمت و ارتفاع کی چوٹیوں سے ہلاکت و بربادی کے قعر مذلت میں اس طرح گرے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

یہ عمالقہ کون تھے؟ اس کے لیے ابن قتیبہ نے تحریر کیا ہے:

ومن ولد ارم ابن سام ابن نوح طسم وجدیس ابنا لاود ابن ارم بن سام بن نوح و نزلوا الیمامۃ واخرھما عملیق ابن لاود بن ارم بن سام ابن نوح نزل بعضھم بالحرم و بعضھم بالشام فمنھم العمالیق امم تفرقوا فی البلاد ومنھم فراعنۃ مصر و الجبابرۃ۔ (المعارف صـ۱۳)

ارم ابن سام ابن نوح کی اولاد میں سے طسم اور جدیس تھے کہ جو لاود ابن ارم ابن سام ابن نوح کے بیٹے تھے یہ یمامہ میں فروکش ہوئے اور ان کا ایک بھائی عملیق ابن لاود ابن ارم ابن سام ابن نوح تھا کہ جس کی اولاد میں سے کچھ افراد مکہ میں اور کچھ شام میں مقیم تھے اور انہی قبائل عرب میں سے عمالقہ تھے کہ جو متعدد گروہوں کی صورت میں مختلف شہروں میں پھیل گئے اور انہی میں سے فراعنہ مصر اور شام کے فرمانروا تھے۔

مورخ طبری نے لکھا ہے:۔

وولد للاود ایضا عملیق وکان منزلہ الحرم واکناف مکۃ ولحق بعض ولدہ بالشام فمنھم کانت العمالیق ومن العمالیق الفراعنۃ بمصر۔ (طبری ج۱۔ صـ۱۴۲)

لاود کا ایک بیٹا عملیق تھا اور مکہ اور اس کے اطراف میں اس کی رہائش تھی اور اس کی اولاد میں سے کچھ لوگ شام چلے گئے۔ اور اسی کی اولاد میں سے عمالقہ تھے۔ اور انہی عمالقہ میں سے فراعنہ مصر تھے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ عمالقہ عرب کے قبائل بائدہ تھے جنھوں نے شام و حجاز پر اپنی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں چنانچہ ابتداء میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ عملیق کو اقتدار حاصل تھا۔ مگر اس کے بعد طسم کی طرف منتقل ہو گیا اور طسم کے بعد جب عملوق ابن طسم برسر اقتدار آیا تو اس نے ظلم و جور اور فسق و فجور کی حد کر دی، یہاں تک کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ قبیلہ جدیس کی جو عورت بیاہی جائے وُہ شوہر کے ہاں جانے سے پہلے اس کے شبستانِ عشرت میں ایک رات گذار کر جائے چنانچہ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور جب اسی خاندان کی ایک عورت عفیرہ بنت عفار کے ساتھ یہی شرمناک برتاؤ ہوا تو اس نے شوہر کے ہاں جانے سے انکار کر دیا اور اپنے قبیلہ کو اشعار کے ذریعہ سے غیرت دلائی جس پر پورا قبیلہ اپنی عزت و ناموس کی بربادیوں پر تلملا اٹھا اور انتقام لینے کے درپے ہو گیا، چنانچہ عفیرہ کے بھائی اسود ابن عفار نے عملوق کو اس کے عملہ کے ساتھ دعوت کے بہانے سے اپنے ہاں بلوا لیا اور ان کے پہنچتے ہی بنی جدیس نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان پر اسطرح اچانک ٹوٹ پڑے کہ ریاح ابن مر کے علاوہ کوئی اپنا بچاؤ نہ کر سکا۔ یہ بھاگ کر شاہ یمن کے دربار میں جا پہنچا اور اسے بنی جدیس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ وُہ ایک لشکر جرار لے کر ان پر چڑھ دوڑا۔ اور انہیں شکست دے کر ہلاک و منتشر کر دیا اور اقتدار ان کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ یہ عمالقہ وُہی ہیں جنھوں نے ۲۰۰۰ ق م مصر پر حملہ کیا تھا اور جنھیں ہیکسوس (چرواہے بادشاہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے ان کے مصر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

وملكوا النساء فطمعت فيهم ملوك الارض فسار اليهم من الشام ملك من ملوك العماليق يقال له الوليد ابن دومع فكانت له حروب بها وغلب على الملك فانقادوا اليه واستقام له الامر الى ان هلك (ثم ملك بعده) الريان بن الوليد العملاقي وهو فرعون يوسف (ثم ملك بعده) دارم بن الريان العملاقي (ثم ملك بعده) كامس ابن معدان العملاقي۔

(مروج الذہب ج ۱، ص ۲۲۲)

جب اہل مصر نے عورتوں کے ہاتھ میں اقتدار دے دیا تو دوسرے بادشاہوں کے دل میں اُسے فتح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ شاہان عمالقہ میں سے ایک بادشاہ جسے ولید ابن دومع کہا جاتا ہے۔ مصر پر چڑھائی کی اور بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ آخر اہل مصر نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کی حکومت تسلیم کر لی۔ جب یہ مر گیا تو ریان ابن ولید عملاقی تخت فرمانروائی پر بیٹھا اور یہی حضرت یوسف کے زمانہ کا فرعون تھا۔ اس کے بعد دارم ابن ریان اور پھر کامس ابن معدان عملاقی فرمانروا ہوا۔

یہ انتہائی سرکش وظالم حکمران تھے جس کی پاداش میں قدرت نے ان کو نیست و نابود کرنے کے سامان پیدا کر دیئے چنانچہ مسعودی تحریر کرتے ہیں۔

وقد كانت العماليق بغت فى الارض فسلط الله عليهم ملوك الارض۔

(مروج الذہب۔ ج ۱، ص ۲۶۵)

عمالقہ نے زمین شر وفساد پھیلا رکھا تھا جس کے نتیجہ میں قدرت نے ان پر دوسرے فرمانرواؤں کو مسلط کر دیا جنھوں نے انہیں فنا و برباد کر دیا۔

ان عمالقہ کے بعد ولید ابن مصعب حکمران ہوا یہ بعض مورخین کے نزدیک شام کے قبیلہ لخم سے تھا اور بعض نے اسے قبطی لکھا ہے اور یہی حضرت موسیٰؑ کے عہد کا فرعون تھا۔ اس کے کبر وانانیت اور غرور ونخوت کی یہ حالت تھی کہ کادعویٰ کر کے دنیا کی ساری قوتوں کو اپنے تصرف واختیار میں سمجھنے لگا تھا۔ اور اس زعم میں مبتلا تھا کہ کوئی طاقت اس سے سلطنت وحکومت کو چھین نہیں سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس کے دعوے کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

قال يقوم اليس لى ملك مصر وهذه الانهار تجرى من تحتى افلا تبصرون ہ

اُس نے کہا کر اے قوم! کیا یہ ملک مصر میرا نہیں ہے اور یہ میرے محل کے نیچے بہتی ہوئی نہریں میری نہیں ہیں کیا تمہیں یہ نظر نہیں آتا۔

مگر جب اس کی سلطنت مٹنے پر آئی تو لمحوں میں مٹ گئی۔ نہ اس کی جاہ وحشمت سدّراہ ہوئی اور نہ مملکت کی وسعت سد تھام کر سکی۔ بلکہ جن نہروں کی ملکیت پر اُسے گھمنڈ تھا انہی کی تلملاتی لہروں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی رُوح کو دارالبوار میں اور جسم کو کائنات کی عبرت وبصیرت کے لیے کنارے پر پھینک دیا۔

اِسی طرح اصحاب الرس ایک نبی کی دعوت و تبلیغ کے ٹھکراتے اور سرکشی و نافرمانی کرنے کے نتیجہ میں ہلاک و برباد ہو گئے، چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

وعادًا وثمود و اصحٰب الرّس وقرونا بین ذٰلک کثیرا و کلا ضربنا له الامثال و کلاً تبرنا تتبیرًا ۝

اور اسی طرح عاد و ثمود اور اصحاب الرس اور ان کے درمیانی زمانہ کی بہت سی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ ہم نے سب کیلئے مثالیں بیان کی تھیں اور آخر ہم نے ان سب کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیا

"رس" آذربائیجان کے علاقہ میں ایک نہر کا نام تھا جس کے کنارے پر بارہ بستیاں آباد تھیں جن کے رہنے والوں کو اصحاب الرس کہا جاتا ہے۔ ان بستیوں کے نام ابان[1]، آذر[2]، دی[3]، بہمن[4]، اسفندار[5]، فروردین[6]، اردی[7]، بہشت، خرداد[8]، مرداد[9]، تیر[10]، مہر[11] اور شہریور[12] تھے۔ ان میں اسفندار کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس میں صنوبر کا ایک درخت تھا جسے یافث ابن نوحؑ نے لگایا تھا اور اُسے شاہ درخت کہا جاتا تھا۔ اسی درخت کے بیجوں سے دوسری بستیوں میں بھی ایک ایک درخت لگایا گیا تھا یہ لوگ ہر مہینے ایک بستی میں جمع ہوتے اور اس درخت کی پرستش کرتے اور سال میں ایک مرتبہ نوروز کے موقع پر اسفندار میں ان کا اجتماع ہوتا تھا اور اس اصل درخت کی خاص اہتمام سے پوجا کرتے۔ قربانیاں چڑھاتے اور منتیں مانتے تھے۔ قدرت نے انہیں اس درخت کی عبادت سے روکنے کے لئے یہودا ابن یعقوب کی نسل سے ایک پیغمبر ان کی طرف بھیجا جنہوں نے انہیں اس مشرکانہ عبادت سے روکنا چاہا۔ مگر انہوں نے ان کا کہا نہ مانا اور انکار و سرکشی پر اُتر آئے اور اُن کی ہلاکت کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے چشمہ کے اندر ایک کنوآں کھود کر اس میں انہیں پھینک دیا اور اُس کا منہ ایک پتھر سے بند کر دیا۔ جس سے وہ تڑپ تڑپ کر جان بحق ہو گئے۔ اِس ظلم و سفاکی کے نتیجہ میں قہرِ الٰہی نے کروٹ لی اور اُن پر لُو کے ایسے جھونکے چلے کہ اُن کے بدن جھلس کر رہ گئے اور زمین سے گندھک کا لاوا پھوٹ نکلا جس سے ان کے جسم کی ہڈیاں تک پگھل گئیں اور ساری کی ساری بستیاں الٹ گئیں۔

ع۔ یہی نام فارسی مہینوں کے ہیں جو انہی بستیوں کے نام پر رکھے گئے تھے۔ کیونکہ ہر مہینہ ان لوگوں کا ایک بستی میں اجتماع ہوتا تھا جس کی وجہ سے اس مہینہ کا بھی وہی نام ہو گیا جو اس بستی کا نام تھا۔

خطبہ ۱۸۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوْفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ مَنْصَبَةٍ۔ خَلَقَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهٖ، وَاسْتَعْبَدَ الْاَرْبَابَ بِعِزَّتِهٖ وَ سَادَ الْعُظَمَاءَ بِجُوْدِهٖ۔ وَهُوَ الَّذِىْ

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے کہ جو بن دیکھے جانا پہچانا ہوا اور بے رنج و تعب اُٹھائے (ہر چیز کا) پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی عزت و جلالت کے پیشِ نظر فرمانرواؤں سے

أَسْكَنَ الدُّنْيَا خَلْقَهُ. وَبَعَثَ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ رُسُلَهُ لِيَكْشِفُوا لَهُمْ عَنْ غِطَائِهَا وَلِيُحَذِّرُوهُمْ مِنْ ضَرَّائِهَا، وَلِيَضْرِبُوا لَهُمْ أَمْثَالَهَا وَلِيُبَصِّرُوهُمْ عُيُوبَهَا وَلِيَهْجُمُوا عَلَيْهِمْ بِمُعْتَبَرٍ مِنْ تَصَرُّفِ مَصَاحِّهَا وَأَسْقَامِهَا وَحَلَالِهَا وَحَرَامِهَا. وَمَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِلْمُطِيعِينَ مِنْهُمْ وَالْعُصَاةِ مِنْ جَنَّةٍ وَنَارٍ وَكَرَامَةٍ وَهَوَانٍ. أَحْمَدُهُ إِلَى نَفْسِهِ كَمَا اسْتَحْمَدَ إِلَى خَلْقِهِ وَجَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا، وَلِكُلِّ قَدْرٍ أَجَلًا، وَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابًا.

(مِنْهَا) فَالْقُرْآنُ آمِرٌ زَاجِرٌ وَصَامِتٌ نَاطِقٌ. حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى خَلْقِهِ. أَخَذَ عَلَيْهِمْ مِيثَاقَهُ. وَارْتَهَنَ عَلَيْهِمْ أَنْفُسَهُمْ. أَتَمَّ نُورَهُ، وَأَكْمَلَ بِهِ دِينَهُ وَقَبَضَ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ فَرَغَ إِلَى الْخَلْقِ مِنْ أَحْكَامِ الْهُدَى بِهِ. فَعَظِّمُوا مِنْهُ سُبْحَانَهُ مَا عَظَّمَ مِنْ نَفْسِهِ. فَإِنَّهُ لَمْ يُخْفِ عَنْكُمْ شَيْئًا مِنْ دِينِهِ. وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا رَضِيَهُ أَوْ كَرِهَهُ

اطاعت و بندگی لی اور اپنے جود و عطا کی بدولت باعظمت لوگوں پر سرداری کی۔ وہ اللہ جس نے دنیا میں اپنی مخلوقات کو آباد کیا اور اپنے رسولوں کو جن و انس کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کے سامنے دنیا کو بے نقاب کریں اور اس کی مضرتوں سے انہیں ڈرائیں دھمکائیں اس کی (بیوفائی کی) مثالیں بیان کریں اور اس کی صحت و بیماری کے تغیرات سے ایک دم انہیں پوری پوری عبرت دلانے کا سامان کردیں اور اس کے عیوب اور حلال و حرام کے (ذرائع اکتساب) اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے لیے جو بہشت و دوزخ اور عزت و ذلت کے سامان اللہ نے مہیا کئے ہیں دکھلائیں میں اس کی ذات کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کی ایسی حمد و ثنا کرتا ہوں جیسی حمد اس نے اپنی مخلوقات سے چاہی ہے۔ اس کے ہر شے کا اندازہ اور ہر اندازے کی ایک مدت اور ہر مدت کے لیے ایک نوشتہ قرار دیا ہے

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: قرآن (اچھائیوں کا) حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا (بظاہر) خاموش اور (بباطن) گویا اور مخلوقات پر اللہ کی حجت ہے کہ جس پر (عمل کرنے کا) اس نے بندوں سے عہد لیا ہے اور ان کے نفسوں کو اس کا پابند بنایا ہے۔ اس کے نور کو کامل اور اس کے ذریعہ سے دین کو مکمل کیا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس حالت میں دنیا سے اٹھایا کہ وہ لوگوں کو ایسے احکام قرآن کی تبلیغ کرکے فارغ ہو چکے تھے کہ جو ہدایت و رستگاری کا سبب ہیں۔ لہٰذا اللہ سبحانہ کو ایسی بزرگی و عظمت کے ساتھ یاد کرو جیسی اپنی بزرگی خود اس نے بیان کی ہے کیونکہ اس نے اپنے دین کی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی اور کسی شے کو خواہ اسے

إِلَّا وَجَعَلَ لَهُ عَلَمًا بَادِيًا وَ آيَةً
مُحْكَمَةً تَزْجُرُ عَنْهُ أَوْ تَدْعُوا
إِلَيْهِ۔ فَرِضَاهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ وَ
سَخَطُهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ۔ وَاعْلَمُوا
أَنَّهُ لَنْ يَرْضَى عَنْكُمْ بِشَيْءٍ سَخِطَهُ عَلَى
مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَلَنْ يَسْخَطَ عَلَيْكُمْ
بِشَيْءٍ رَضِيَهُ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَ
إِنَّمَا تَسِيرُونَ فِي أَثَرٍ بَيِّنٍ، وَتَتَكَلَّمُونَ
بِرَجْعِ قَوْلٍ قَدْ قَالَهُ الرِّجَالُ مِنْ
قَبْلِكُمْ۔ قَدْ كَفَاكُمْ مَؤُونَةَ دُنْيَاكُمْ،
وَحَثَّكُمْ عَلَى الشُّكْرِ وَافْتَرَضَ مِنْ
أَلْسِنَتِكُمُ الذِّكْرَ وَأَوْصَاكُمْ بِالتَّقْوَى
وَجَعَلَهَا مُنْتَهَى رِضَاهُ وَحَاجَتَهُ
مِنْ خَلْقِهِ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي أَنْتُمْ
بِعَيْنِهِ وَنَوَاصِيكُمْ بِيَدِهِ، وَتَقَلُّبُكُمْ
فِي قَبْضَتِهِ۔ وَإِنْ أَسْرَرْتُمْ عَلِمَهُ،
وَإِنْ أَعْلَنْتُمْ كَتَبَهُ۔ قَدْ وَكَّلَ
بِكُمْ حَفَظَةً كِرَامًا لَا يُسْقِطُونَ حَقًّا،
وَلَا يُثْبِتُونَ بَاطِلًا وَاعْلَمُوا أَنَّهُ
مَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
مِنَ الْفِتَنِ وَنُورًا مِنَ الظُّلَمِ۔ وَ
يُخَلِّدْهُ فِيمَا اشْتَهَتْ نَفْسُهُ،
وَيُنْزِلْهُ مَنْزِلَةَ الْكَرَامَةِ عِنْدَهُ
فِي دَارٍ اصْطَنَعَهَا لِنَفْسِهِ۔ ظِلُّهَا
عَرْشُهُ۔ وَنُورُهَا بَهْجَتُهُ۔ وَ

پسند ہو یا ناپسند بغیر کسی واضح علامت اور محکم نشان کے نہیں
چھوڑا جو ناپسند امور سے روکے اور پسندیدہ باتوں کی طرف
دعوت دے (ان احکام کے متعلق) اس کی خوشنودی
و ناراضگی کا معیار زمانہ آئندہ میں بھی ایک رہے گا۔ یاد
رکھو! کہ وہ تم سے کسی ایسی چیز پر رضامند نہ ہوگا۔ کہ جس پر
تمہارے اگلوں سے ناراض ہو چکا ہو، اور نہ کسی ایسی
چیز پر غضب ناک ہوگا کہ جس پر پہلے لوگوں سے خوش
رہ چکا ہو۔ تمہیں تو بس یہی چاہیئے کہ تم واضح نشانوں
پر چلتے رہو، اور تم سے پہلے لوگوں نے جو کہا ہے اسے
دہراتے رہو۔ وہ تمہاری ضروریات دنیا کا ذمہ لے چکا ہے
اور تمہیں صرف شکرگزار رہنے کی ترغیب دی ہے اور تم پر
واجب کیا ہے کہ اپنی زبان سے اس کا ذکر کرتے رہو، اور
تمہیں تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت کی ہے اور اسے اپنی
رضا و خوشنودی کی حد آخر اور مخلوق سے اپنا مدعا قرار
دیا ہے۔ اُس اللہ سے ڈرو کہ تم جس کی نظروں کے سامنے
ہو اور جس کے ہاتھ میں تمہاری پیشانیوں کے بال اور جس کے
قبضۂ قدرت میں تمہارا اٹھنا بیٹھنا اور چلنا پھرنا ہے۔ اگر تم
کوئی بات مخفی رکھو گے تو وہ اُسے جان لے گا اور ظاہر کرو
گے تو اسے لکھ لے گا (یوں کہ) اس نے تم پر نگہبانی کرنے
والے کرم فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ کسی حق کو نظر انداز
اور کسی غلط چیز کو درج نہیں کرتے۔ یاد رکھو! کہ جو اللہ سے
ڈرے گا وہ اس کے لئے فتنوں سے (بچ کر) نکلنے
کی راہ نکال دے گا اور اندھیاریوں سے اُجالے میں
لے آئے گا اور اس کے حسب دلخواہ نعمتوں میں اُسے
ہمیشہ رکھے گا اور اُسے اپنے پاس ایسے گھر میں کہ جسے اُس

زُوَّارُهَا مَلٰٓئِكَتُهٗ وَ رُفَقَآؤُهَا رُسُلُهٗ. فَبَادِرُوا الْمَعَادَ وَ سَابِقُوا الْاٰجَالَ. فَاِنَّ النَّاسَ يُوْشِكُ اَنْ يَّنْقَطِعَ بِهِمُ الْاَمَلُ، وَ يَرْهَقَهُمُ الْاَجَلُ، وَ يُسَدَّ عَنْهُمْ بَابُ التَّوْبَةِ فَقَدْ اَصْبَحْتُمْ فِيْ مِثْلِ مَا سَأَلَ اِلَيْهِ الرَّجْعَةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ. وَ اَنْتُمْ بَنُوْ سَبِيْلٍ عَلٰى سَفَرٍ مِّنْ دَارٍ لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ وَ قَدْ اُوْذِنْتُمْ مِنْهَا بِالْاِرْتِحَالِ وَ اُمِرْتُمْ فِيْهَا بِالزَّادِ. وَاعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ لَيْسَ لِهٰذَا الْجِلْدِ الرَّقِيْقِ صَبْرٌ عَلَى النَّارِ، فَارْحَمُوْا نُفُوْسَكُمْ فَاِنَّكُمْ قَدْ جَرَّبْتُمُوْهَا فِي مَصَآئِبِ الدُّنْيَا. اَفَرَاَيْتُمْ جَزَعَ اَحَدِكُمْ مِنَ الشَّوْكَةِ تُصِيْبُهٗ، وَالْعَثْرَةِ تُدْمِيْهِ وَالرَّمْضَآءِ تُحْرِقُهٗ؟ فَكَيْفَ اِذَا كَانَ بَيْنَ طَابَقَيْنِ مِنْ نَّارٍ، ضَجِيْعَ حَجَرٍ وَ قَرِيْنَ شَيْطَانٍ. اَعَلِمْتُمْ اَنَّ مَالِكًا اِذَا غَضِبَ عَلَى النَّارِ حَطَمَ بَعْضُهَا بَعْضًا لِغَضَبِهٖ وَ اِذَا زَجَرَهَا تَوَثَّبَتْ بَيْنَ اَبْوَابِهَا جَزَعًا مِّنْ زَجْرَتِهٖ.

نے اپنے لیے منتخب کیا ہے عزت و بزرگی کی منزل میں لا اتارے گا۔ اس گھر کا سایہ عرش، اس کی روشنی جمال قدرت (کی چھوٹ) اس میں ملاقاتی ملائکہ اور رفیق و ہمنشین انبیاء و مرسلین ہیں۔ اپنی جائے بازگشت کی طرف بڑھو اور زاد عمل فراہم کرنے میں موت پر سبقت کرو۔ اس لیے کہ وہ وقت قریب ہے کہ لوگوں کی امیدیں ٹوٹ جائیں، موت ان پر چھا جائے اور توبہ کا دروازہ ان کے لیے بند ہو جائے ابھی تو تم اسی دور میں ہو کہ جس کی طرف پلٹنے کی تم سے قبل گزر جانے والے لوگ تمنا کرتے ہیں۔ تم اس دار دنیا میں کہ جو تمہارے رہنے کا گھر نہیں ہے، مسافر راہ نورد ہو۔ اس سے تمہیں کوچ کرنے کی خبر دی جا چکی ہے اور اس میں رہتے ہوئے تمہیں زاد کے مہیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یاد رکھو! کہ اس نرم و نازک کھال میں آتش جہنم کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں (تو پھر) اپنی جانوں پر رحم کھاؤ۔ کیونکہ تم نے ان کو دنیا کی مصیبتوں میں آزما کر دیکھ لیا ہے۔ کیا تم نے اپنے میں سے کسی ایک کو دیکھا ہے کہ وہ (جسم میں) کانٹا لگنے سے یا ایسی ٹھوکر کھانے سے کہ جو اسے لہولہان کر دے یا ایسی گرم ریت (کی تپش) سے کہ جو اسے جلا دے کس طرح بے چین ہو کر چیختا ہے۔ (ذرا سوچو تو) کہ اس وقت کیا حالت ہو گی کہ جب وہ جہنم کے دو آتشیں تودوں کے درمیان (دہکتے ہوئے) پتھروں کا پہلو نشین اور شیطان کا ساتھی ہو گا۔ کیا تمہیں خبر ہے کہ جب مالک (پاسبان جہنم) آگ پر غضب ناک ہو گا تو وہ اس کے غصہ سے (بھڑک کر آپس میں ٹکرانے لگے گی) اور اس کے اجزا ایک دوسرے کو توڑنے پھوڑنے لگیں گے اور جب اسے جھڑکے گا تو اس کی جھڑکیوں سے

أَيُّهَا الْيَفَنُ الْكَبِيرُ الَّذِي قَدْ لَهَزَهُ الْقَتِيرُ، كَيْفَ أَنْتَ إِذَا الْتَحَمَتْ أَطْوَاقُ النَّارِ بِعِظَامِ الْأَعْنَاقِ! وَ نَشِبَتِ الْجَوَامِعُ حَتَّى أَكَلَتْ لُحُومَ السَّوَاعِدِ. فَاللهَ اللهَ مَعْشَرَ الْعِبَادِ وَ أَنْتُمْ سَالِمُونَ فِي الصِّحَّةِ قَبْلَ السُّقْمِ. وَفِي الْفُسْحَةِ قَبْلَ الضِّيقِ فَاسْعَوْا فِي فَكَاكِ رِقَابِكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُغْلَقَ رَهَائِنُهَا. أَسْهِرُوا عُيُونَكُمْ وَ أَضْمِرُوا بُطُونَكُمْ وَ اسْتَعْمِلُوا أَقْدَامَكُمْ وَ أَنْفِقُوا أَمْوَالَكُمْ وَخُذُوا مِنْ أَجْسَادِكُمْ وَ جُودُوا بِهَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَبْخَلُوا بِهَا عَنْهَا فَقَدْ قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: إِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ. وَ قَالَ اللهُ تَعَالَى: مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ. فَلَمْ يَسْتَنْصِرْكُمْ مِنْ ذُلٍّ، وَ لَمْ يَسْتَقْرِضْكُمْ مِنْ قُلٍّ، اِسْتَنْصَرَكُمْ وَلَهُ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. وَاسْتَقْرَضَكُمْ وَلَهُ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ، وَإِنَّمَا أَرَادَ أَنْ يَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا.

(تلملاکر) دوزخ کے دروازوں میں اچھلنے لگے گی۔

اے پیر کہن سال کہ جس پر بڑھاپا چھایا ہوا ہے۔ اُس وقت تیری کیا حالت ہوگی کہ جب آتشیں طوق گردن کی ہڈیوں میں پیوست ہو جائیں گے! اور (ہاتھوں میں) ہتھکڑیاں گڑ جائیں گی! یہاں تک کہ وہ کلائیوں کا گوشت کھا لیں گی۔ اے خدا کے بندو! اب جبکہ تم بیماریوں میں مبتلا ہونے اور تنگی وضیق میں پڑنے سے پہلے صحت و فراخی کے عالم میں صحیح و سالم ہو اللہ کا خوف کھاؤ اور اپنی گردنوں کو قبل اس کے کہ وہ اس طرح گروی ہو جائیں کہ انہیں چھڑایا نہ جا سکے، چھڑانے کی کوشش کرو۔ اپنی آنکھوں کو بیدار اور شکموں کو لاغر بناؤ (میدان سعی میں) اپنے قدموں کو کام میں لاؤ۔ اور اپنے مال کو (اس کی راہ میں) خرچ کرو۔ اپنے جسموں کو اپنے نفسوں پر نثار کر دو اور اُن سے بخل نہ برتو، کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ "اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا" اور (پھر) فرمایا: کہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، تو خدا اس کے اجر کو دوگنا کر دے گا۔ اور اُس کے لیے عمدہ جزا ہے۔ خدا نے کسی کمزوری کی بنا پر تم سے مدد نہیں مانگی اور نہ بے مائگی کی وجہ سے تم سے قرض کا سوال کیا ہے۔ اُس نے تم سے مدد چاہی ہے باوجودیکہ اس کے پاس سارے آسمان و زمین کے لشکر ہیں۔ اور وہ غلبہ اور حکمت والا ہے اور تم سے قرض مانگا ہے حالانکہ آسمان و زمین کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں اور وہ بے نیاز و لائق حمد و ثنا ہے۔ اُس نے تو یہ چاہا ہے کہ کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اعمال کے لحاظ سے کون بہتر ہے تم اپنے اعمال کو لے کر بڑھو تاکہ اللہ کے ہمسایوں کے

نُبَادِرُوا بِأَعْمَالِكُمْ تَكُونُوا مَعَ جِيرَانِ اللهِ فِي دَارِهِ. رَافَقَ بِهِمْ رُسُلَهُ، وَأَزَارَهُمْ مَلَائِكَتَهُ وَأَكْرَمَ أَسْمَاعَهُمْ أَنْ تَسْمَعَ حَسِيسَ نَارٍ أَبَدًا، وَصَانَ أَجْسَادَهُمْ أَنْ تَلْقَى لُغُوبًا وَنَصَبًا "ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ" أَقُولُ مَا تَسْمَعُونَ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى نَفْسِي وَأَنْفُسِكُمْ وَهُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيلُ.

ساتھ اس کے گھر (جنت) میں رہو۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں کہ اللہ نے جنہیں پیغمبروں کا رفیق بنایا ہے اور فرشتوں کو ان کی ملاقات کا حکم دیا ہے اور ان کے کانوں کو ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ کہ آگ (کی اذیتوں) کی بھنک ان میں نہ پڑے اور ان کے جسموں کو بچائے رکھا ہے کہ وہ رنج اور تکان سے دوچار نہ ہوں۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا تو بڑے فضل و کرم والا ہے۔ میں وہی کہہ رہا ہوں جو تم سن رہے ہو۔ میرے اور تمہارے نفسوں کے لئے اللہ ہی مددگار ہے اور وہی میرے لیے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

خطبہ ۱۸۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَهُ لِلْبُرْجِ بْنِ مُسْهِرِ الطَّائِيِّ وَقَدْ قَالَ لَهُ بِحَيْثُ يَسْمَعُهُ: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ، وَكَانَ مِنَ الْخَوَارِجِ. اُسْكُتْ قَبَّحَكَ اللهُ يَا أَثْرَمُ، فَوَاللهِ لَقَدْ ظَهَرَ الْحَقُّ فَكُنْتَ فِيهِ ضَئِيلًا شَخْصُكَ، خَفِيًّا صَوْتُكَ. حَتّٰى إِذَا نَعَرَ الْبَاطِلُ نَجَمْتَ نُجُومَ قَرْنِ الْمَاعِزِ.

برج ابن مسہر طائی نے کہ جو خوارج میں سے تھا مشہور نعرہ) لاحکم الا اللہ (حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے) اس طرح بلند کیا کہ حضرت سن لیں۔ چنانچہ آپ نے سن کر ارشاد فرمایا: خاموش! خدا تیرا برا کرے۔ اے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے! خدا کی قسم جب حق ظاہر ہوا تو اس وقت تیری شخصیت ذلیل اور تیری آواز دبی ہوئی تھی اور جب باطل زور سے چیخا ہے تو بکری کے سینگ کی طرح ابھر آیا ہے۔

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ خطبہ ۱۸۳

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَا تُدْرِكُهُ الشَّوَاهِدُ، وَلَا تَحْوِيْهِ الْمَشَاهِدُ وَلَا تَرَاهُ النَّوَاظِرُ، وَلَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ، الدَّالِّ عَلٰى قِدَمِهٖ بِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ وَبِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ عَلٰى وُجُوْدِهٖ وَبِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰى اَنْ لَّا شِبْهَ لَهٗ. اَلَّذِىْ صَدَقَ فِىْ مِيْعَادِهٖ، وَارْتَفَعَ عَنْ ظُلْمِ عِبَادِهٖ. وَقَامَ بِالْقِسْطِ فِىْ خَلْقِهٖ، وَعَدَلَ عَلَيْهِمْ فِىْ حُكْمِهٖ مُسْتَشْهِدٌ بِحُدُوْثِ الْاَشْيَآءِ عَلٰى اَزَلِيَّتِهٖ، وَبِمَا وَسَمَهَا بِهٖ مِنَ الْعَجْزِ عَلٰى قُدْرَتِهٖ، وَبِمَا اضْطَرَّهَا اِلَيْهِ مِنَ الْفَنَآءِ عَلٰى دَوَامِهٖ، وَاحِدٌ لَّا بِعَدَدٍ، وَدَآئِمٌ لَّا بِاَمَدٍ، وَقَآئِمٌ لَّا بِعَمَدٍ، تَتَلَقَّاهُ الْاَذْهَانُ لَا بِمُشَاعَرَةٍ. وَتَشْهَدُ لَهُ الْمَرَآئِیْ لَا بِمُحَاضَرَةٍ. لَمْ تُحِطْ بِهِ الْاَوْهَامُ بَلْ تَجَلّٰى لَهَا، وَبِهَا امْتَنَعَ مِنْهَا وَاِلَيْهَا حَاكَمَهَا. لَيْسَ بِذِیْ كِبَرٍ امْتَدَّتْ بِهِ النِّهَايَاتُ فَكَبَّرَتْهُ تَجْسِيْمًا، وَلَا بِذِیْ عِظَمٍ، تَنَاهَتْ بِهِ الْغَايَاتُ فَعَظَّمَتْهُ تَجْسِيْدًا. بَلْ كَبُرَ شَاْنًا، وَعَظُمَ سُلْطَانًا. وَاَشْهَدُ

ساری حمد و ستائش اُس اللہ کے لیے ہے جسے حواس پا نہیں سکتے، نہ جگہیں اُسے گھیر سکتی ہیں، نہ پردے اُسے چھپا سکتے ہیں وہ مخلوقات کے نیست کے بعد ہست ہونے سے اپنے ہمیشہ سے ہونے کا اور ان کے باہم مشابہ ہونے سے اپنے بے مثل و بے نظیر ہونے کا پتہ دیتا ہے، وہ اپنے وعدہ میں سچا اور بندوں پر ظلم کرنے سے بالاتر ہے وہ مخلوق کے بارے میں عدل سے چلتا ہے اور اپنے حکم میں انصاف برتتا ہے۔ وہ چیزوں کے وجود پذیر ہونے سے اپنی قدامت پر ان کے عجز و کمزوری کے نشانوں سے اپنی قدرت پر اور ان کے فنا ہو جانے کی اضطراری کیفیتوں سے اپنی ہمیشگی پر (عقل سے) گواہی حاصل کرتا ہے، وہ گنتی اور شمار میں آئے بغیر ایک (یگانہ) ہے۔ وہ کسی (متعینہ) مدّت کے بغیر ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور ستونوں (اعضاء) کے سہارے کے بغیر قائم و برقرار ہے حواس و مشاعر کے بغیر ذہن اُسے قبول کرتے ہیں اور اُس تک پہنچے بغیر نظر آنے والی چیزیں اس کی ہستی کی گواہی دیتی ہیں۔ عقلیں اُس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کرسکتیں بلکہ وہ عقلوں کے وسیلہ سے عقلوں کے لیے آشکارا ہوا ہے اور عقلوں ہی کے ذریعہ سے عقل و فہم میں آنے سے انکاری ہے اور ان کے معاملہ میں خود انہی کو حکم ٹھہرایا ہے۔ وہ اس معنی سے بڑا نہیں کہ اس کے حدود و اطراف پھیلے ہوئے ہیں۔ کہ جو اسے مجسم صورت میں بڑا کر کے دکھاتے ہیں اور نہ اس اعتبار سے عظیم ہے کہ وہ جسامت میں انتہائی حدوں تک

أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الصَّفِيُّ وَأَمِينُهُ الرَّضِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَهُ بِوُجُوبِ الْحُجَجِ وَظُهُورِ الْفَلَجِ وَإِيضَاحِ الْمَنْهَجِ فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعاً بِهَا وَحَمَلَ عَلَى الْمَحَجَّةِ دَالًّا عَلَيْهَا وَأَقَامَ أَعْلَامَ الِاهْتِدَاءِ وَمَنَارَ الضِّيَاءِ وَجَعَلَ أَمْرَاسَ الْإِسْلَامِ مَتِينَةً وَعُرَى الْإِيمَانِ وَثِيقَةً۔

مِنْهَا فِي صِفَةِ (عَجِيبِ) خَلْقِ أَصْنَافٍ مِنَ الْحَيَوَانِ، وَلَوْ فَكَّرُوا فِي عَظِيمِ الْقُدْرَةِ وَجَسِيمِ النِّعْمَةِ، لَرَجَعُوا إِلَى الطَّرِيقِ وَخَافُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ وَلٰكِنَّ الْقُلُوبَ عَلِيلَةٌ وَالْبَصَائِرَ مَدْخُولَةٌ۔ أَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى صَغِيرِ مَا خَلَقَ كَيْفَ أَحْكَمَ خَلْقَهُ، وَأَتْقَنَ تَرْكِيبَهُ۔ وَفَلَقَ لَهُ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَسَوَّى لَهُ الْعَظْمَ وَالْبَشَرَ۔ أُنْظُرُوا إِلَى النَّمْلَةِ فِي صِغَرِ جُثَّتِهَا وَلَطَافَةِ هَيْئَتِهَا، لَا تَكَادُ تُنَالُ بِلَحْظِ الْبَصَرِ، وَلَا بِمُسْتَدْرَكِ الْفِكَرِ، كَيْفَ دَبَّتْ عَلَى أَرْضِهَا، وَصُبَّتْ عَلَى رِزْقِهَا، تَنْقُلُ الْحَبَّةَ إِلَى جُحْرِهَا وَتُعِدُّهَا فِي مُسْتَقَرِّهَا تَجْمَعُ فِي حَرِّهَا لِبَرْدِهَا، وَفِي وُرُودِهَا لِصَدَرِهَا مَكْفُولَةٌ

پھیلا ہوا ہے۔ بلکہ وہ شان و منزلت کے اعتبار سے بڑا ہے اور دبدبہ و اقتدار کے لحاظ سے عظیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور برگزیدہ رسولؐ اور پسندیدہ امین ہیں۔ خدا ان پر ان کے اہلبیت پر رحمت فراواں نازل کرے اللہ نے انہیں ناقابل انکار دلیلوں، واضح کامرانیوں اور راہ (شریعت) کی رہنمائیوں کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ آپ نے (حق کو باطل سے) چھانٹ کر اس کا پیغام پہنچایا، راہ حق دکھا کر اس پر لوگوں کو لگایا۔ ہدایت کے نشان اور روشنی کے مینار قائم کیے۔ اسلام کی رسیوں اور ایمان کے بندھنوں کو مستحکم کیا۔

اس خطبہ کا ایک جزء یہ ہے جس میں مختلف قسم کے جانوروں کی عجیب و غریب آفرینش کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر لوگ اس کی عظیم الشان قدرتوں اور بلند پایہ نعمتوں میں غور و فکر کریں تو سیدھی راہ کی طرف پلٹ آئیں اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھانے لگیں۔ لیکن دل بیمار اور بصیرتیں کھوئی ہیں۔ کیا وہ لوگ ان چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کہ جنہیں اس نے پیدا کیا ہے۔ نہیں دیکھتے کہ کیونکر ان کی آفرینش کو استحکام بخشا ہے اور ان کے جوڑ بند کو باہم استواری کے ساتھ ملایا ہے اور ان کے لیے کان اور آنکھ (کے سوراخ) کھولے ہیں اور ہڈی اور کھال کو (پوری مناسبت سے) درست کیا ہے۔ ذرا اس چیونٹی کی طرف اس کی جسامت کے اختصار اور شکل و صورت کی باریکی کے عالم میں نظر کرو اتنی چھوٹی کہ گوشۂ چشم سے بمشکل دیکھی جا سکے اور نہ فکروں میں سماتی ہے۔ دیکھو تو کیونکر زمین پر رینگتی پھرتی ہے اور اپنے رزق کی طرف لپکتی ہے اور دانے کو اپنے

بِرِزْقِهَا، مَرْزُوقَةٌ بِوِفْقِهَا. لَا يُغْفِلُهَا الْمَنَّانُ، وَلَا يَحْرِمُهَا الدَّيَّانُ وَلَوْ فِي الصَّفَا الْيَابِسِ وَالْحَجَرِ الْجَامِسِ. وَلَوْ فَكَّرْتَ فِي مَجَارِي أَكْلِهَا فِي عُلْوِهَا وَسُفْلِهَا وَمَا فِي الْجَوْفِ مِنْ شَرَاسِيفِ بَطْنِهَا وَمَا فِي الرَّأْسِ مِنْ عَيْنِهَا وَأُذُنِهَا لَقَضَيْتَ مِنْ خَلْقِهَا عَجَبًا، وَلَقِيتَ مِنْ وَصْفِهَا تَعَبًا. فَتَعَالَى الَّذِي أَقَامَهَا عَلَى قَوَائِمِهَا، وَبَنَاهَا عَلَى دَعَائِمِهَا، لَمْ يَشْرَكْهُ فِي فِطْرَتِهَا فَاطِرٌ، وَلَمْ يُعِنْهُ فِي خَلْقِهَا قَادِرٌ. وَلَوْ ضَرَبْتَ فِي مَذَاهِبِ فِكْرِكَ لِتَبْلُغَ غَايَاتِهِ مَا دَلَّتْكَ الدَّلَالَةُ إِلَّا عَلَى أَنَّ فَاطِرَ النَّمْلَةِ هُوَ فَاطِرُ النَّخْلَةِ، لِدَقِيقِ تَفْصِيلِ كُلِّ شَيْءٍ وَغَامِضِ اخْتِلَافِ كُلِّ حَيٍّ، وَمَا الْجَلِيلُ وَاللَّطِيفُ وَالثَّقِيلُ وَالْخَفِيفُ وَالْقَوِيُّ وَالضَّعِيفُ فِي خَلْقِهِ إِلَّا سَوَاءٌ، وَكَذَلِكَ السَّمَاءُ وَالْهَوَاءُ وَالرِّيَاحُ وَالْمَاءُ. فَانْظُرْ إِلَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنَّبَاتِ وَالشَّجَرِ وَالْمَاءِ وَالْحَجَرِ وَاخْتِلَافِ هَذَا اللَّيْلِ

بل کی طرف لیے جاتی ہے اور اسے اپنے قیام گاہ میں مہیا رکھتی ہے اور گرمیوں میں جاڑے کے موسم کے لئے اور قوت و توانائی کے زمانے میں عجز و درماندگی کے دنوں کے لیے ذخیرہ اکٹھا کر لیتی ہے اس کی روزی کا ذمہ لیا جا چکا ہے اور اس کے مناسب حال رزق اسے پہنچتا رہتا ہے۔ خدائے کریم اس سے تغافل نہیں برتتا اور صاحب عطا و جزا اسے محروم نہیں رکھتا۔ اگرچہ وہ خشک پتھر اور جمے ہوئے سنگ خارا کے اندر کیوں نہ ہو اگر تم اس کی غذا کی نالیوں اور اس کے بلند و پست حصوں اور اس کے خول میں پیٹ کی طرف جھکے ہوئے پسلیوں کے کناروں اور اس کے سر میں (چھوٹی چھوٹی) آنکھوں اور کانوں کی ساخت میں) غور و فکر کرو گے تو اس کی آفرینش پر تمہیں تعجب ہوگا اور اس کا وصف کرتے میں تمہیں تعب اٹھانا پڑے گا۔ بلند و برتر ہے وہ کہ جس نے اس کو اس کے پیروں پر کھڑا کیا ہے اور ستونوں (اعضا) پر اس کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کے بنانے میں کوئی بنانے والا اس کا شریک نہیں ہوا، اور نہ اس کے پیدا کرنے میں کسی قادر و توانا نے اس کا ہاتھ بٹایا ہے۔ اگر تم سوچ بچار کی راہوں کو طے کرتے ہوئے اس کی آخری حد تک پہنچ جاؤ تو عقل کی رہنمائی تمہیں بس اس نتیجہ پر پہنچائے گی کہ جو چیونٹی کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی کھجور کے درخت کا پیدا کرنے والا ہے، کیونکہ ہر چیز کی تفصیل لطافت و باریکی لئے ہوئے ہے اور ہر ذی حیات کے مختلف اعضاء میں باریک ہی سا فرق ہے اس کی مخلوقات میں بڑی اور چھوٹی، بھاری اور ہلکی، طاقتور اور کمزور چیزیں یکساں ہیں اور یونہی آسمان، فضا، ہوا اور پانی برابر ہیں، لہذا تم سورج، چاند، سبزے، درخت، پانی اور پتھر کی طرف دیکھو اور اس رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے

وَالنَّهَارِ، وَتَفَجُّرِ هٰذِهِ الْبِحَارِ وَ كَثْرَةِ هٰذِهِ الْجِبَالِ وَ طُوْلِ هٰذِهِ الْقِلَالِ وَ تَفَرُّقِ هٰذِهِ اللُّغَاتِ، وَالْاَلْسُنِ الْمُخْتَلِفَاتِ. فَالْوَيْلُ لِمَنْ جَحَدَ الْمُقَدِّرَ وَاَنْكَرَ الْمُدَبِّرَ. زَعَمُوْا اَنَّهُمْ كَالنَّبَاتِ مَا لَهُمْ زَارِعٌ، وَلَا لِاخْتِلَافِ صُوَرِهِمْ صَانِعٌ. وَلَمْ يَلْجَأُوْا اِلٰى حُجَّةٍ فِيْمَا ادَّعَوْا، وَلَا تَحْقِيْقٍ لِمَا اَوْعَوْا. وَهَلْ يَكُوْنُ بِنَاءٌ مِّنْ غَيْرِ بَانٍ، اَوْ جِنَايَةٌ مِّنْ غَيْرِ جَانٍ. وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ فِي الْجَرَادَةِ اِذْ خَلَقَ لَهَا عَيْنَيْنِ حَمْرَاوَيْنِ. وَاَسْرَجَ لَهَا حَدَقَتَيْنِ قَمْرَاوَيْنِ وَجَعَلَ لَهَا السَّمْعَ الْخَفِيَّ، وَفَتَحَ لَهَا الْفَمَ السَّوِيَّ، وَجَعَلَ لَهَا الْحِسَّ الْقَوِيَّ وَنَابَيْنِ بِهِمَا تَقْرِضُ، وَمِنْجَلَيْنِ بِهِمَا تَقْبِضُ يَرْهَبُهَا الزُّرَّاعُ فِيْ زَرْعِهِمْ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ذَبَّهَا وَلَوْ اَجْلَبُوْا بِجَمْعِهِمْ، حَتّٰى تَرِدَ الْحَرْثَ فِيْ نَزَوَاتِهَا وَتَقْضِيَ مِنْهُ شَهَوَاتِهَا وَخَلْقُهَا كُلُّهُ لَا يَكُوْنُ اِصْبَعًا مُسْتَدِقَّةً فَتَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِيْ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا،

جانے اور ان دریاؤں کے جاری ہونے اور ان پہاڑوں کی بہتات اور ان چوٹیوں کی اُچان پر نگاہ دوڑاؤ اور ان نعمتوں اور قسم قسم کی زبانوں کے اختلاف پر نظر کرو۔ اس کے بعد افسوس ہے ان پر کہ جو قضاء و قدر کی مالک ذات اور نظم و انضباط کے قائم کرنے والی ہستی سے انکار کریں انہوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ گھاس پھونس کی طرح خود بخود اُگ آئے ہیں، نہ ان کا کوئی بونے والا ہے۔ انہوں نے اپنے اس دعوے کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں رکھی اور نہ سُنی سنائی باتوں کی تحقیق کی ہے (ذرا سوچو تو کہ) کیا کوئی عمارت بغیر بنانے والے کے ہوا کرتی ہے! اور کوئی جرم بغیر مجرم کے ہوتا ہے! اگر چاہو تو (چیونٹی کی طرح) ٹڈی کے متعلق بھی کچھ کہو کہ اس کے لیے لال بھبوکا دو آنکھیں پیدا کیں اور اس کی آنکھوں کے چاندے دو لوں حلقوں کے چراغ روشن کئے اور اس کے لیے بہت ہی چھوٹے چھوٹے کان بنائے اور مناسب و معتدل منہ کا شگاف بنایا اور اس کے حِس کو قوی اور تیز قرار دیا اور ایسے دو دانت بنائے کہ جن سے وہ (پتیوں کو) کاٹتی ہے اور درانتی کی طرح کے دو پیر دیئے کہ جن سے وہ (گھاس پات کو) پکڑتی ہے، کاشتکار اپنی زراعت کے بارے میں اس سے ہراساں رہتے ہیں، اگر وہ اپنے جتھوں کو سمیٹ لیں، جب بھی اس ٹڈی دل کا ہنکانا ان کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ جست و خیز کرتا ہُوا ان کی کھیتیوں پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ان سے اپنی خواہشوں کو پورا کر لیتا ہے۔ حالانکہ اس کا جسم ایک باریک انگلی کے بھی برابر نہیں ہوتا۔ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سامنے آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی یا مجبوری سے بہر صورت

وَ يَعْنُوْ لَهٗ خَدًّا وَّ وَجْهًا، وَ يُلْقِيْ اِلَيْهِ بِالطَّاعَةِ سِلْمًا وَّ ضَعْفًا، وَ يُعْطِيْ لَهُ الْقِيَادُ رَهْبَةً وَّ خَوْفًا۔ فَالطَّيْرُ مُسَخَّرَةٌ لِاَمْرِهٖ۔ اَحْصٰى عَدَدَ الرِّيْشِ مِنْهَا وَ النَّفَسِ، وَ اَرْسٰى قَوَائِمَهَا عَلَى النَّدٰى وَ الْيَبَسِ۔ وَ قَدَّرَ اَقْوَاتَهَا، وَ اَحْصٰى اَجْنَاسَهَا۔ فَهٰذَا غُرَابٌ وَّ هٰذَا عُقَابٌ۔ وَ هٰذَا حَمَامٌ وَّ هٰذَا نَعَامٌ۔ دَعَا كُلَّ طَائِرٍ بِاسْمِهٖ وَ كَفَلَ لَهٗ بِرِزْقِهٖ وَ اَنْشَاَ السَّحَابَ الثِّقَالَ فَاَهْطَلَ دِيَمَهَا وَ عَدَّدَ قِسَمَهَا، فَبَلَّ الْاَرْضَ بَعْدَ جُفُوْفِهَا وَ اَخْرَجَ نَبْتَهَا بَعْدَ جُدُوْبِهَا۔

سجدہ میں گرا ہوا ہے اور اس کے لیے رخسار اور چہرے کو خاک پر مل رہا ہے اور عجز و انکسار سے اس کے آگے سرنگوں ہے۔ اور خوف و دہشت سے اپنی باگ ڈور اسے سونپے ہوئے ہے۔ پرندے اس کے حکم (کی زنجیروں) میں جکڑے ہوئے ہیں وہ ان کے پروں اور سانسوں کی گنتی تک کو جانتا ہے اور (ان میں سے کچھ کے) پیر تری پر اور (کچھ کے) خشکی پر جما دیئے ہیں اور ان کی روزیاں معیّن کر دی ہیں اور ان کے انواع و اقسام پر احاطہ رکھتا ہے کہ یہ کوّا ہے۔ اور یہ عقاب، یہ کبوتر ہے اور یہ شترمرغ۔ اس نے ہر پرندے کو اس کے نام پر دعوت (وجود) دی۔ اور ان کی روزی کا ذمہ لیا اور یہ بھاری بوجھل بادل پیدا کیے کہ جن سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور حصہ رسدی مختلف (سرزمینوں پر) انہیں بانٹ دیا اور زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد تر بتر کر دیا اور بنجر ہونے کے بعد اس سے (لہلہاتا ہوا) سبزہ اگایا

لے چیونٹی بظاہر ایک حقیر سی مخلوق ہے اور جسامت کے اعتبار سے نہایت چھوٹی مگر قدرت نے شعور و احساس کی اتنی قوتیں اس میں ودیعت کی ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کے حیات خصوصًا قوتِ شامہ بہت تیز ہوتی ہے جہاں کہیں خوراک ہو یہ اپنے حاسہ کی مدد سے فورًا وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنے جسم سے بیس گنا زائد وزن اٹھا لیتی ہے اور جب چیز کو اکیلے نہیں اٹھا سکتی۔ اُسے اٹھانے کے لیے دوسری چیونٹیوں کو اطلاع کر دیتی ہے اور وہ سب مل کر اسے اٹھالے جاتی ہیں۔ اگر دیوار یا بلندی پر چڑھنے سے بوجھ گر پڑتا ہے تو جتنی مرتبہ گرے اُسے اٹھانے کے لیے پلٹتی ہیں۔ دھوپ ہو یا سایہ، گرمی ہو یا سردی نہ ہمّت ہارتی ہیں اور نہ محنت سے جی چراتی ہیں۔ ہمہ وقت تلاش میں لگی رہتی ہیں۔ یوں تو گرمی و سردی میں یکساں سعی و کاوش کا مظاہرہ کرتی ہیں مگر گرمیوں میں زیادہ سرگرم عمل رہتی ہیں تاکہ سردی اور برسات کے لیے اپنے بلوں میں اتنا ذخیرہ فراہم کر لیں جس سے ان کی گذر بسر ہو سکے۔ ان بلوں میں ٹیڑھے میڑھے راستے بناتی ہیں تاکہ بارش کے پانی سے تحفظ ہو سکے۔ اس غذا کی جمع آوری کے ساتھ اس کے بچاؤ کی بھی تمام تدابیر عمل میں لاتی ہیں۔ چنانچہ جب اس کے خراب یا متعفن ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اُسے بلوں سے باہر نکال کر ہوا میں پھیلا دیتی ہیں اور سوکھ جانے کے

بعد اسے پھر بلوں میں منتقل کر دیتی ہیں یہ نقل و حمل عموماً چاندنی راتوں میں کرتی ہیں تاکہ دن کے وقت گزرنے والے کی وجہ سے ذخیرہ پامال نہ ہو اور اتنی روشنی بھی رہے کہ کام جاری رکھا جا سکے اور اگر زمین کی تری و رطوبت کی وجہ سے دانوں سے کونپلیں پھوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تو ہر دانے کے دو ٹکڑے کر دیتی ہیں اور دھنیے کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں، تو بھی اُگ آتا ہے اس لیے اس کے چار ٹکڑے کر دیتی ہیں اس کے ساتھ یہ اہتمام بھی کرتی ہیں کہ دانوں کی سطح پر بھوسے کے تنکے بچھا دیتی ہیں تاکہ زمین کے اندر کی نمی سے محفوظ رہیں۔

چیونٹیوں میں نظم و ضبط سے رہنے مل جل کر کام کرنے اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کا بھرپور جذبہ ہوتا ہے۔ ان میں کچھ کارکن ہوتی ہیں جو خوراک فراہم کرتی ہیں اور کچھ حفاظتی فریضہ انجام دیتی ہیں اور ایک ملکہ ہوتی ہے جو نگران کار ہوتی ہے۔ غرض یہ تمام کام تقسیم عمل اور نظم و ضبط کے تحت انجام پاتے ہیں ؛

۲ؔ؎ مطلب یہ ہے کہ اگر کائنات کی چھوٹی سی چھوٹی چیز کا جائزہ لیا جائے تو وہ اپنے اندر ان تمام چیزوں کو سمیٹے ہوئے ہو گی جو بڑی سے بڑی چیز کے اندر پائی جاتی ہیں اور ہر ایک میں قدرت کی صنعت طرازی و کارسازی کی جھلک یکساں اور ہر ایک کی نسبت اس کی قوت و توانائی کی طرف برابر ہو گی خواہ وہ چیونٹی کی طرح چھوٹی ہو، یا درخت خرما کی طرح بڑی، ایسا نہیں کہ چھوٹی چیز کو بنانا سہل اور بڑی چیز کو پیدا کرنا اس کے لیے مشکل ہو۔ کیونکہ صورت رنگ، حجم اور مقدار کا اختلاف صرف اس کی حکمت و تدبیر کی کارفرمائی کی بنا پر ہے مگر اصل خلقت کے اعتبار سے ان میں کوئی تفاوت نہیں۔ لہذا خلقت و آفرینش کی یہ یک رنگی اس کے صانع کی وحدت و یکتائی کی دلیل ہے۔

۳ؔ؎ ٹڈی ایک مختصر جسامت کا جانور ہے۔ بچپنے میں اس کے پیر چھوٹے ٹانگیں لانبی، سر بڑا اور دُم چھوٹی ہوتی ہے جب بچپنے کا دور گذر جاتا ہے تو پر بڑے اور جسم کی لمبائی زیادہ ہو جاتی ہے۔ خوراک کی تلاش میں جتھا بنا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا رہتا ہے۔ اس پرواز سے اس کے جسم اور اعصاب پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور جسم قوی اور اعصاب مضبوط ہو جاتے ہیں، لیکن یہ دور اس کے لیے انتہائی پریشان کن ہوتا ہے کیونکہ بھوک کی شدت اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی۔ چنانچہ جب ٹڈی دل مل کر پرواز کرتا ہے تو جہاں کہیں سبزہ نظر آتا ہے بے تحاشا لوٹ پڑتا ہے اور مادہ اپنی دم سے زمین میں سوراخ کر کے انڈے چھوڑ جاتی ہے جن سے بچے نکلتے ہیں اور جب ان کے جسم و جان میں توانائی آتی ہے تو اڑنے لگتے ہیں۔ ان کا پھیلاؤ کبھی کبھی دو ہزار مربع میل تک پہنچ جاتا ہے اور ایک دن میں بارہ سو میل کی مسافت طے کر لیتے ہیں اور جدھر سے ہو گزرتے ہیں کھڑی کھیتیوں اور سبزہ زاروں کو اس طرح چاٹ جاتے ہیں کہ روئیدگی کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ یہ پرواز گرم خشک موسم میں ہوتی ہے اور جب تک موسم سازگار رہتا ہے پرواز جاری رہتی ہے جب سخت سردی یا تیز آندھی انہیں منتشر کر دیتی ہے تو جماعتی زندگی کی کشمکش سے آزاد ہو کر تنہا رہ جاتے ہیں۔ یہ تنہائی کی زندگی ان کے لیے بڑی مطمئن زندگی ہوتی ہے۔ انہیں بھوک ستاتی ہے اور نہ پرواز کی تعب و مشقت نڈھال کرتی ہے۔

خطبہ ۱۸۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
فِي التَّوْحِيدِ، وَ تَجْمَعُ هٰذِهِ الْخُطْبَةُ مِنْ أُصُولِ الْعِلْمِ مَا لَا تَجْمَعُهُ خُطْبَةٌ (غَيْرُهَا)

مَا وَحَّدَهُ مَنْ كَيَّفَهُ، وَلَا حَقِيقَتَهُ أَصَابَ مَنْ مَثَّلَهُ. وَلَا إِيَّاهُ عَنَى مَنْ شَبَّهَهُ، وَلَا صَمَدَهُ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ وَ تَوَهَّمَهُ.. كُلُّ مَعْرُوفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوعٌ. وَ كُلُّ قَائِمٍ فِي سِوَاهُ مَعْلُولٌ. فَاعِلٌ لَا بِاضْطِرَابِ آلَةٍ، مُقَدِّرٌ لَا بِجَوْلِ فِكْرَةٍ، غَنِيٌّ لَا بِاسْتِفَادَةٍ لَا تَصْحَبُهُ الْأَوْقَاتُ وَلَا تَرْفِدُهُ الْأَدَوَاتُ سَبَقَ الْأَوْقَاتَ كَوْنُهُ وَالْعَدَمَ وُجُودُهُ وَالْإِبْتِدَاءَ أَزَلُهُ. بِتَشْعِيرِهِ الْمَشَاعِرَ عُرِفَ أَنْ لَا مَشْعَرَ لَهُ، وَ بِمُضَادَّتِهِ بَيْنَ الْأُمُورِ عُرِفَ أَنْ لَا ضِدَّ لَهُ وَ بِمُقَارَنَتِهِ بَيْنَ الْأَشْيَاءِ عُرِفَ أَنْ لَا قَرِينَ لَهُ. ضَادَّ النُّورَ بِالظُّلْمَةِ وَالْوُضُوحَ بِالْبُهْمَةِ وَالْجُمُودَ بِالْبَلَلِ، وَالْحَرُورَ بِالصَّرَدِ مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا مُقَارِنٌ بَيْنَ مُتَبَايِنَاتِهَا مُقَرِّبٌ بَيْنَ

یہ خطبہ توحید کے متعلق ہے اور علم و معرفت کی اتنی بنیادی باتوں پر مشتمل ہے کہ جن پر کوئی دوسرا خطبہ حاوی نہیں ہے۔

جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اس نے اسے یکتا نہیں سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے قابل اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا۔

اس نے اس کا رخ نہیں کیا، جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہوگا۔ اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہوگا۔ وہ فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے۔ وہ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے۔ بغیر فکر کی جولانی کے وہ تونگر و غنی ہے۔ بغیر دوسروں سے استفادہ کئے نہ زمانہ اس کا ہم نشین اور نہ آلات اس کے معاون و معین ہیں، اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی ہمیشگی نقطۂ آغاز سے بھی پہلے سے ہے اس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلات شعور نہیں رکھتا اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جو اس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں، اس نے نور کو ظلمت کی روشنی

مُتَبَاعِدَاتِهَا - مُفَرِّقٌ بَيْنَ
مُتَدَانِيَاتِهَا - لَا يُشْمَلُ بِحَدٍّ، وَ
لَا يُحْسَبُ بِعَدٍّ، وَإِنَّمَا تَحُدُّ
الْأَدَوَاتُ أَنْفُسَهَا، وَتُشِيرُ الْآلَةُ
إِلَى نَظَائِرِهَا مَنَعَتْهَا مُنْذُ
الْقِدْمِيَّةَ، وَحَمَتْهَا قَدِ الْأَزَلِيَّةَ
وَجَنَّبَتْهَا لَوْلَا التَّكْمِلَةَ بِهَا
تَجَلَّى صَانِعُهَا لِلْعُقُولِ وَ بِهَا
امْتَنَعَ عَنْ نَظَرِ الْعُيُونِ - لَا يَجْرِي
عَلَيْهِ السُّكُونُ وَالْحَرَكَةُ - وَكَيْفَ
يَجْرِي عَلَيْهِ مَا هُوَ أَجْرَاهُ، وَيَعُودُ
فِيهِ مَا هُوَ أَبْدَاهُ، وَيَحْدُثُ
فِيهِ مَا هُوَ أَحْدَثَهُ - إِذًا
لَتَفَاوَتَتْ ذَاتُهُ، وَلَتَجَزَّأَ كُنْهُهُ، وَ
لَامْتَنَعَ مِنَ الْأَزَلِ مَعْنَاهُ - وَلَكَانَ
لَهُ وَرَاءٌ إِذْ وُجِدَ لَهُ أَمَامٌ وَلَا
لْتَمَسَ التَّمَامَ إِذْ لَزِمَهُ النُّقْصَانُ
وَإِذًا لَقَامَتْ آيَةُ الْمَصْنُوعِ فِيهِ،
وَلَتَحَوَّلَ دَلِيلًا بَعْدَ أَنْ كَانَ مَدْلُولًا
عَلَيْهِ - وَخَرَجَ بِسُلْطَانِ الْامْتِنَاعِ
مِنْ أَنْ يُؤَثِّرَ فِيهِ مَا يُؤَثِّرُ فِي غَيْرِهِ
الَّذِي لَا يَحُولُ وَلَا يَزُولُ وَلَا
يَجُوزُ عَلَيْهِ الْأُفُولُ، وَلَمْ يَلِدْ
فَيَكُونَ مَوْلُودًا وَلَمْ يُولَدْ فَيَصِيرَ
مَحْدُودًا - جَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ الْأَبْنَاءِ

کو اندھیرے کی، خشکی کو تری کی اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا
ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے
والا، متضاد چیزوں کو باہم قریب لانے والا اور باہم پیوستہ چیزوں
کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ وہ کسی حد میں محدود نہیں اور نہ
گننے سے شمار میں آتا ہے۔ جسمانی قوی تو جسمانی ہی چیزوں کو
گھیرا کرتے ہیں اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں
انہیں لفظ منذ نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے، اور
لفظ قد نے ہمیشگی سے منع کر دیا ہے۔ اور لفظ لولا نے
کمال سے ہٹا دیا ہے۔ انہی اعضاء و جوارح اور حواس و مشاعر
کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے
اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدہ
سے بری ہو گیا ہے۔ حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو
سکتے۔ بھلا جو چیز اُس نے مخلوقات پر طاری کی ہو، وہ اس
پر کیوں کر طاری ہو سکتی ہے۔ اور جو چیز پہلے پہل اسی نے
پیدا کی ہے وہ اس کی طرف عائد کیونکر ہو سکتی ہے اور
جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو وہ اس میں کیونکر پیدا ہو سکتی
ہے اگر ایسا ہو تو اُس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی۔ اور
اس کی ہستی قابل تجزیہ ٹھہرے گی اور اس کی حقیقت ہمیشگی
و دوام سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اگر اس کے لیے
سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت بھی ہوتی اور اگر اس
میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج ہوتا اور اس صورت
میں اس کے اندر مخلوق کی علامتیں آجاتیں اور جب کہ
ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل تھیں، اس صورت میں
وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل بن جاتا حالانکہ وہ اس
امر مسلّمہ کی رو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع

وَطَهُرَ عَنْ مُلَامَسَةِ النِّسَاءِ۔ لَا تَنَالُهُ الْأَوْهَامُ فَتُقَدِّرَهُ وَ لَا تَتَوَهَّمُهُ الْفِطَنُ فَتُصَوِّرَهُ وَ لَا تُدْرِكُهُ الْحَوَاسُّ فَتُحِسَّهُ وَ لَا تَلْمِسُهُ الْأَيْدِي فَتَمَسَّهُ لَا يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ، وَلَا يَتَبَدَّلُ بِالْأَحْوَالِ۔ وَلَا تُبْلِيهِ اللَّيَالِي وَ الْأَيَّامُ، وَلَا يُغَيِّرُهُ الضِّيَاءُ وَ الظَّلَامُ۔ وَلَا يُوصَفُ بِشَيْءٍ مِنَ الْأَجْزَاءِ، وَلَا بِالْجَوَارِحِ وَ الْأَعْضَاءِ وَلَا بِعَرَضٍ مِنَ الْأَعْرَاضِ وَلَا بِالْغَيْرِيَّةِ وَ الْأَبْعَاضِ وَلَا يُقَالُ لَهُ حَدٌّ وَلَا نِهَايَةٌ، وَلَا انْقِطَاعٌ وَلَا غَايَةٌ۔ وَلَا أَنَّ الْأَشْيَاءَ تَحْوِيهِ، فَتُقِلَّهُ أَوْ تُهْوِيَهُ أَوْ أَنَّ شَيْئًا يَحْمِلُهُ فَيُمِيلَهُ أَوْ يُعَدِّلَهُ۔ وَلَيْسَ فِي الْأَشْيَاءِ بِوَالِجٍ، وَلَا عَنْهَا بِخَارِجٍ يُخْبِرُ لَا بِلِسَانٍ وَ لَهَوَاتٍ، وَيَسْمَعُ لَا بِخُرُوقٍ وَأَدَوَاتٍ۔ يَقُولُ وَلَا يَلْفِظُ وَ يَحْفَظُ وَيَتَحَفَّظُ، وَ يُرِيدُ وَلَا يُضْمِرُ۔ يُحِبُّ وَيَرْضَى مِنْ غَيْرِ رِقَّةٍ، وَ يُبْغِضُ وَيَغْضَبُ

اس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ ادلتا بدلتا نہیں نہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ نہ غروب ہونا اس کے لیے روا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ ورنہ محدود ہو کر رہ جائے گا، وہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چھونے سے پاک ہے۔ تصوّرات اسے پا نہیں سکتے کہ اس کا اندازہ ٹھہرا لیں اور عقلیں اس کا تصوّر نہیں کر سکتیں کہ اس کی کوئی صورت مقرّر کر لیں۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اسے محسوس کر لیں اور ہاتھ اسے مس نہیں ہوتے کہ اسے چھو لیں، وہ کسی حال میں بدلتا نہیں اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے نہ شب و روز اسے کہنہ کرتے ہیں، نہ روشنی و تاریکی اسے متغیّر کرتی ہے۔ اسے اجزاء و جوارح صفات میں سے کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصّوں سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو کہا نہیں جا سکتا اور نہ یہ کہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اسے بلند کریں اور خواہ پست، یا چیزیں اسے اٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اسے ادھر ادھر موڑیں اور چاہے اسے سیدھا رکھیں۔ نہ وہ چیزوں کے اندر ہے اور نہ ان سے باہر، وہ خبر دیتا ہے۔ بغیر زبان اور تالو جبڑے کی حرکت کے وہ سنتا ہے، بغیر کانوں کے سوراخوں اور آلات سماعت کے وہ بات کرتا ہے۔ بغیر تلفظ کے وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے، وہ ارادہ کرتا ہے۔ بغیر قلب اور ضمیر کے وہ دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقّت طبع کے، وہ دشمن رکھتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے بغیر غم و غصہ

مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ. يَقُوْلُ لِمَنْ
أَرَادَ كَوْنَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ. لَا
بِصَوْتٍ يَقْرَعُ وَلَا بِنِدَاءٍ يُسْمَعُ.
وَإِنَّمَا كَلَامُهُ سُبْحَانَهُ فِعْلٌ
مِنْهُ أَنْشَأَهُ. وَمِثْلُهُ لَمْ يَكُنْ
مِنْ قَبْلِ ذٰلِكَ كَائِنًا، وَلَوْ كَانَ
قَدِيْمًا لَكَانَ إِلٰهًا ثَانِيًا لَا يُقَالُ
كَانَ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ فَتَجْرِيَ
عَلَيْهِ الصِّفَاتُ الْمُحْدَثَاتُ
وَلَا يَكُوْنُ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ فَصْلٌ،
وَلَا لَهُ عَلَيْهَا فَضْلٌ. فَيَسْتَوِيَ
الصَّانِعُ وَالْمَصْنُوْعُ، وَيَتَكَافَأَ
الْمُبْتَدِعُ وَالْبَدِيْعُ. خَلَقَ
الْخَلَائِقَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا
مِنْ غَيْرِهِ، وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلٰى
خَلْقِهَا بِأَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهِ. وَ
أَنْشَأَ الْأَرْضَ فَأَمْسَكَهَا مِنْ
غَيْرِ اشْتِغَالٍ. وَأَرْسَاهَا عَلٰى
غَيْرِ قَرَارٍ. وَأَقَامَهَا بِغَيْرِ
قَوَائِمَ. وَرَفَعَهَا بِغَيْرِ دَعَائِمَ
وَحَصَّنَهَا مِنَ الْأَوَدِ وَالْاِعْوِجَاجِ
وَمَنَعَهَا مِنَ التَّهَافُتِ وَالْاِنْفِرَاجِ
أَرْسٰى أَوْتَادَهَا وَضَرَبَ
أَسْدَادَهَا وَاسْتَفَادَ عُيُوْنَهَا
وَخَدَّ أَوْدِيَتَهَا. فَلَمْ يَهِنْ

کی تکلیف کے، جسے پیدا کرنا چاہتا ہے، اُسے "ہو جا" کہتا
ہے۔ جس سے وُہ ہو جاتی ہے بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان
(کے پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سُنی جا
سکے۔ بلکہ اللہ سُبحانہ، کا کلام بس اس کا ایجاد کردہ فعل ہے
اور اس طرح کا کلام پہلے سے موجود نہیں ہو سکتا اور
اگر وُہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وُہ
عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں
منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق
نہ رہے اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ
جس کے نتیجہ میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آ جائیں اور صانع
ومصنوع برابر ہو جائیں۔ اس نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے
نمونہ کے پیدا کیا کہ جو اس سے پہلے کسی دوسرے نے قائم
کیا ہو اور اس کے بنانے میں اس نے مخلوقات میں سے
کسی ایک سے بھی مدد نہیں چاہی۔ وُہ زمین کو وجود میں لایا اور
بغیر اس کام میں اُلجھے ہوئے اسے برابر رو کے تھامے
رہا اور بغیر کسی چیز پر ٹکائے ہوئے اُسے برقرار کر دیا، اور
بغیر ستونوں کے اس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے
بلند کیا۔ کجی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے
ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اُسے بچائے رہا۔ اس کے
پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو مضبوطی سے
نصب کیا، اس کے چشموں کو جاری اور پانی کی گزرگاہوں
کو شگافتہ کیا۔ اُس نے جو بنایا اس میں کوئی سُستی نہ آئی اور
جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔ وُہ اپنی
عظمت و شاہی کے ساتھ زمین پر غالب، علم و دانائی کی
بدولت اس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے

مَا بَنَاهُ ، وَلَا ضَعُفَ مَا قَوَّاهُ.
هُوَ الظَّاهِرُ عَلَيْهَا بِسُلْطَانِهِ وَ
عَظَمَتِهِ ، وَهُوَ الْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهِ
وَمَعْرِفَتِهِ وَالْعَالِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
مِّنْهَا بِجَلَالِهِ وَعِزَّتِهِ - وَلَا
يُعْجِزُهُ شَيْءٌ مِّنْهَا طَلَبَهُ ، وَلَا
يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ فَيَغْلِبَهُ - وَلَا
يَفُوتُهُ السَّرِيعُ مِنْهَا فَيَسْبِقَهُ ،
وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى ذِي مَالٍ فَيَرْزُقَهُ
خَضَعَتِ الْأَشْيَاءُ لَهُ وَ ذَلَّتْ
مُسْتَكِينَةً لِعَظَمَتِهِ ، لَا تَسْتَطِيعُ
الْهَرَبَ مِنْ سُلْطَانِهِ إِلَى غَيْرِهِ
فَتَمْتَنِعَ مِنْ نَفْعِهِ وَضَرِّهِ ، وَ
لَا كُفُوَ لَهُ فَيُكَافِئَهُ وَلَا نَظِيرَ
لَهُ فَيُسَاوِيَهُ هُوَ الْمُفْنِي لَهَا
بَعْدَ وُجُودِهَا حَتَّى يَصِيرَ
مَوْجُودُهَا كَمَفْقُودِهَا وَلَيْسَ
فَنَاءُ الدُّنْيَا بَعْدَ ابْتِدَاعِهَا
بِأَعْجَبَ مِنْ إِنْشَائِهَا وَاخْتِرَاعِهَا
وَكَيْفَ وَلَوِ اجْتَمَعَ جَمِيعُ حَيَوَانِهَا
مِنْ طَيْرِهَا وَبَهَائِمِهَا ، وَمَا كَانَ
مِنْ مُرَاحِهَا وَسَائِمِهَا ، وَ
أَصْنَافِ أَسْنَاخِهَا وَأَجْنَاسِهَا
وَمُتَبَلِّدَةِ أُمَمِهَا وَأَكْيَاسِهَا عَلَى
إِحْدَاثِ بَعُوضَةٍ مَا قَدَرَتْ عَلَى

جلال و عزت کے سبب سے اس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے
وہ جس چیز کا اس سے خواہاں ہوتا ہے وہ اس کی دسترس
سے باہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے روگردانی کر کے اس
پر غالب آ سکتی اور نہ کوئی تیز رو اس کے قبضہ سے نکل سکتا
ہے کہ اس سے بڑھ جائے اور نہ وہ کسی مال دار کا محتاج
ہے کہ وہ اسے روزی دے۔ تمام چیزیں اس کے
سامنے عاجز اور اس کی بزرگی و عظمت کے آگے ذلیل و
خوار ہیں، اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی اور
طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود و
عطا سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے کو محفوظ
سمجھ لیں۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے جو اس کے برابر اتر سکے
نہ اس کا کوئی مثل و نظیر ہے جو اس سے برابری کر سکے وہی
ان چیزوں کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے۔ یہاں تک
کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں
ہی نہیں، اور یہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست و نابود
کرنا اس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ
تعجب خیز (و دشوار) نہیں اور کیوں کر ایسا ہو سکتا ہے
جب کہ تمام حیوان وہ پرندے ہوں یا چوپائے۔ رات
کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں۔ یا چراگاہوں
میں چرنے والے، جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کے ہوں
وہ اور تمام آدمی کودن و غبی صنف سے ہوں یا زیرک و
ہوشیار سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ
اس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے اور نہ یہ جان سکیں
گے اس کے پیدا کرنے کی کیا صورت اور اس جاننے کے
سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران و سرگرداں اور قوتیں عاجز و درماندہ

إِحْدَاثِهَا، وَلَا عَرَفَتْ كَيْفَ السَّبِيلُ إِلَى إِيجَادِهَا. وَلَتَحَيَّرَتْ عُقُولُهَا فِي عِلْمِ ذٰلِكَ وَتَاهَتْ. وَعَجَزَتْ قُوَاهَا وَتَنَاهَتْ، وَرَجَعَتْ خَاسِئَةً حَسِيرَةً عَارِفَةً بِأَنَّهَا مَقْهُورَةٌ مُقِرَّةً بِالْعَجْزِ عَنْ إِنْشَائِهَا مُذْعِنَةً بِالضَّعْفِ عَنْ إِفْنَائِهَا وَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَعُودُ بَعْدَ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَحْدَهُ لَا شَيْءَ مَعَهُ كَمَا كَانَ قَبْلَ ابْتِدَائِهَا كَذٰلِكَ يَكُونُ بَعْدَ فَنَائِهَا. بِلَا وَقْتٍ وَلَا مَكَانٍ وَلَا حِينٍ وَلَا زَمَانٍ. عُدِمَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ الْآجَالُ وَالْأَوْقَاتُ، وَزَالَتِ السِّنُونَ وَالسَّاعَاتُ. فَلَا شَيْءَ إِلَّا الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِي إِلَيْهِ مَصِيرُ جَمِيعِ الْأُمُورِ. بِلَا قُدْرَةٍ مِّنْهَا كَانَ ابْتِدَاءُ خَلْقِهَا وَبِغَيْرِ امْتِنَاعٍ مِنْهَا كَانَ فَنَاؤُهَا. وَلَوْ قَدَرَتْ عَلَى الْاِمْتِنَاعِ دَامَ بَقَاؤُهَا. لَمْ يَتَكَاءَدْهُ صُنْعُ شَيْءٍ مِّنْهَا إِذْ صَنَعَهُ، وَلَمْ يَؤُدْهُ. مِنْهَا خَلْقُ مَا خَلَقَهُ وَبَرَأَهُ وَلَمْ يُكَوِّنْهَا لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ. وَلَا لِخَوْفٍ مِّنْ زَوَالٍ وَّ نُقْصَانٍ، وَلَا لِلْاِسْتِعَانَةِ بِهَا عَلَى نِدٍّ مُّكَاثِرٍ، وَلَا لِلْاِحْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدٍّ مُّثَاوِرٍ. وَلَا

ہو جائیں گی اور یہ جانتے ہوئے کہ وُہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وُہ اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وُہ اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ خستہ و نامراد ہو کر پلٹ آئیں گے، بلاشبہ اللہ سبحانہ دنیا کے مٹ مٹا جانے کے بعد ایک اکیلا ہوگا۔ کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ جس طرح کہ دنیا کی ایجاد و آفرینش سے پہلے تھا۔ یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر وقت و مکان اور ہنگام و زمان کے ہوگا اس وقت مُدتیں اور اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی، سوائے اُس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے، کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ ان کی آفرینش کی ابتداء ان کے اختیار و قدرت سے باہر تھی اور اُن کا فنا ہونا بھی اُن کی روک ٹوک کے بغیر ہوگا۔ اگر اُن کو انکار پر قدرت ہوتی تو اُن کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی جب اُس نے کسی چیز کو بنایا تو اس کے بنانے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور نہ جس چیز کو اس نے خلق و ایجاد کیا اس کی آفرینش نے اُسے خستہ و درماندہ کیا۔ اُس نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کو استوار کرنے اور (مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطاط کے خطرات (سے بچنے) اور کسی جمع جتھے والے حریف کے خلاف مدد حاصل کرنے اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک و سلطنت کا دائرہ بڑھانے اور کسی شریک کے مقابلہ میں اپنی کثرت پر اترانے کے لیے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا اور نہ اس نے (تنہائی کی) وحشت سے (گھبرا کر) یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں سے جی لگائے، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے

لِلْاِزْدِيَادِ بِهَا فِيْ مُلْكِهٖ، وَلَا لِمُكَاثَرَةِ شَرِيْكٍ فِيْ شِرْكِهٖ. وَلَا لِوَحْشَةٍ كَانَتْ مِنْهُ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَاْنِسَ اِلَيْهَا. ثُمَّ هُوَ يُفْنِيْهَا بَعْدَ تَكْوِيْنِهَا لَا لِسَاَمٍ دَخَلَ عَلَيْهِ فِيْ تَصْرِيْفِهَا وَتَدْبِيْرِهَا وَلَا لِرَاحَةٍ وَاصِلَةٍ اِلَيْهِ. وَلَا لِثِقَلِ شَیْءٍ مِّنْهَا عَلَيْهِ، لَمْ يُمِلَّهٗ طُوْلُ بَقَآئِهَا فَيَدْعُوَهٗ اِلٰى سُرْعَةِ اِفْنَآئِهَا لٰكِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهٖ وَاَمْسَكَهَا بِاَمْرِهٖ، وَاَتْقَنَهَا بِقُدْرَتِهٖ ثُمَّ يُعِيْدُهَا بَعْدَ الْفَنَآءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِّنْهُ اِلَيْهَا وَلَا اسْتِعَانَةٍ بِشَیْءٍ مِّنْهَا عَلَيْهَا، وَلَا لِانْصِرَافٍ مِنْ حَالِ وَحْشَةٍ اِلٰى حَالِ اسْتِئْنَاسٍ، وَلَا مِنْ حَالِ جَهْلٍ وَعَمًى اِلٰى حَالِ عِلْمٍ وَالْتِمَاسٍ. وَلَا مِنْ فَقْرٍ وَحَاجَةٍ اِلٰى غِنًى وَكَثْرَةٍ. وَلَا مِنْ ذُلٍّ وَضَعَةٍ اِلٰى عِزٍّ وَقُدْرَةٍ.

بعد فنا کر دے گا، اس لیے نہیں کہ ان میں ردّ و بدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو اور نہ اس آسودگی و راحت کے خیال سے کہ جو (انہیں مٹا کر) اُسے حاصل ہونے کی توقع ہو اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو، اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزردہ و دل تنگ نہیں بناتی کہ یہ انہیں جلدی سے فنا کر دینے کی اُسے دعوت دے، بلکہ اللہ سبحانہ نے اپنے لطف و کرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے، اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا۔ نہ اس لیے کہ ان میں سے کسی چیز کی اُسے احتیاج ہے۔ اور ان کی مدد کا خواہاں ہے اور نہ تنہائی کی اُلجھن سے منتقل ہو کر دل بستگی کی حالت پیدا کرنے کے لیے اور جہالت و بے بصیرتی کی حالت سے واقفیت و تجربات کی دنیا میں آنے کے لیے اور فقر و احتیاج سے دولت و فراوانی اور ذلت و پستی سے عزت و توانائی کی طرف منتقل ہونے کے لیے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔

۱؎ مطلب یہ ہے کہ لفظ منذ، قد، اور لولا جن معانی کے لیے وضع ہیں وہ قدیم و ازلی و کامل ہونے کے منافی ہیں۔ لہٰذا ان کا اشیاء سے متعلق ہونا ان کے حادث و ناقص ہونے کی دلیل ہوگا۔ وہ اس طرح کہ منذ ابتدائے زمانہ کی تعیین کے لیے وضع ہے جیسے قد وجد منذ کذا (یہ چیز فلاں وقت سے پائی جاتی ہے) اس سے وقت کی تعیین و حد بندی ہو گئی اور جس کے لیے تحدید وقت ہو سکے وہ قدیم نہیں ہو سکتی اور لفظ قد ماضی قریب کے معنی دیتا ہے اور یہ معنی اسی میں ہو سکتے ہیں جو زمانہ میں محدود ہو اور لولا کی وضع امتناع الشئ لوجود غیرہ کے لیے ہے جیسے ما احسنہ و اکملہ لولا فیہ کذا (یہ چیز کتنی حسین و کامل ہوتی اگر اس میں یہ بات نہ ہوتی) لہٰذا جس سے یہ متعلق ہوگا وہ حسن و کمال میں دوسرے کا محتاج اور اپنی ذات میں ناقص ہوگا۔

خطبہ ۱۸۵

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
تَخْتَصُّ بِذِكْرِ الْمَلَاحِمِ

اَلَا بِاَبِيْ وَاُمِّيْ هُمْ مِنْ عِدَّةٍ اَسْمَاۤؤُهُمْ فِي السَّمَاۤءِ مَعْرُوْفَةٌ، وَفِي الْاَرْضِ مَجْهُوْلَةٌ. اَلَا فَتَوَقَّعُوْا مَا يَكُوْنُ مِنْ اِدْبَارِ اُمُوْرِكُمْ، وَانْقِطَاعِ وُصَلِكُمْ وَاسْتِعْمَالِ صِغَارِكُمْ. ذَاكَ حَيْثُ تَكُوْنُ ضَرْبَةُ السَّيْفِ عَلَى الْمُؤْمِنِ اَهْوَنَ مِنَ الدِّرْهَمِ مِنْ حِلِّهٖ. ذٰلِكَ حَيْثُ يَكُوْنُ الْمُعْطٰى اَعْظَمَ اَجْرًا مِنَ الْمُعْطِيْ. ذَاكَ حَيْثُ تَسْكَرُوْنَ مِنْ غَيْرِ شَرَابٍ، بَلْ مِنَ النِّعْمَةِ وَالنَّعِيْمِ، وَتَحْلِفُوْنَ مِنْ غَيْرِ اضْطِرَارٍ، وَتَكْذِبُوْنَ مِنْ غَيْرِ اِحْرَاجٍ وَذٰلِكَ اِذَا عَضَّكُمُ الْبَلَاۤءُ كَمَا يَعَضُّ الْقَتَبُ غَارِبَ الْبَعِيْرِ مَا اَطْوَلَ هٰذَا الْعَنَاۤءَ وَاَبْعَدَ هٰذَا الرَّجَاۤءَ. اَيُّهَا النَّاسُ اَلْقُوْا هٰذِهِ الْاَزِمَّةَ الَّتِيْ تَحْمِلُ ظُهُوْرُهَا الْاَثْقَالَ مِنْ اَيْدِيْكُمْ، وَلَا تَصَدَّعُوْا عَلٰى سُلْطَانِكُمْ فَتَذُمُّوْا غِبَّ فِعَالِكُمْ وَلَا تَقْتَحِمُوْا مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ فَوْرِ نَارِ الْفِتْنَةِ. وَاَمِيْطُوْا عَنْ سَنَنِهَا وَخَلُّوْا قَصْدَ السَّبِيْلِ لَهَا. فَقَدْ

یہ حوادث و فتن کے ذکر سے مخصوص ہے :۔

ہاں! میرے ماں باپ ان گنتی کے چند افراد پر قربان ہوں، جن کے نام آسمانوں میں جانے پہچانے ہوئے اور زمین میں انجانے ہیں۔ لہٰذا اس صورتِ حال کے متوقع رہو کہ تمہیں مسلسل ناکامیاں ہوتی رہیں اور تمہارے تعلقات درہم و برہم ہوں اور تم میں کے چھوٹے برسرِ کار نظر آئیں یہ وہ ہنگام ہوگا کہ جب مومن کے لیے بطریق حلال ایک درہم حاصل کرنے سے تلوار کا وار کھانا آسان ہوگا۔ وہ وقت ہوگا کہ جب لینے والے (فقیر بے نوا) کا اجر و ثواب دینے والے اغنیاء سے بڑھا ہوا ہوگا، یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب تم مست و سرشار ہوگے۔ شراب سے نہیں بلکہ عیش و آرام سے اور بغیر کسی مجبوری کے (بات بات پر) قسمیں کھاؤ گے اور بغیر کسی لاچاری کے جھوٹ بولو گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ مصیبتیں تمہیں اس طرح ستائیں گی جس طرح اونٹ کی کوہان کو پالان (آہ) ان سختیوں کی مدت کتنی دراز اور اس سے (چھٹکارا پانے کی) امیدیں کتنی دور ہیں۔

اے لوگو! ان سواروں کی باگیں اتار پھینکو کہ جن کی پشت نے تمہارے ہاتھوں گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہیں، اپنے حاکم سے کٹ کر علیحدہ نہ ہو جاؤ، ورنہ بداعمالیوں کے انجام میں اپنے ہی نفسوں کو برا بھلا کہو گے اور جو آتش فتنہ تمہارے آگے شعلہ ور ہے اس میں اندھا دھند کود نہ پڑو اس کی راہ سے مڑ کر چلو اور درمیانی راہ کو اس کے لیے خالی کر دو۔ کیونکہ میری جان کی قسم! یہ وہ آگ ہے کہ

لَعَمْرِیْ یَهْلِكُ فِیْ لَهَبِهَا الْمُؤْمِنُ وَ یَسْلَمُ فِیْهَا غَیْرُ الْمُسْلِمِ. إِنَّمَا مَثَلِیْ بَیْنَكُمْ مَثَلُ السِّرَاجِ فِی الظُّلْمَةِ یَسْتَضِیْءُ بِهٖ مَنْ وَلَجَهَا. فَاسْمَعُوْا اَیُّهَا النَّاسُ وَعُوْا وَاَحْضِرُوْا اٰذَانَ قُلُوْبِكُمْ تَفْهَمُوْا.

مومن اس کی لپٹوں میں تباہ و برباد، اور کافر اس میں سالم و محفوظ رہے گا۔ تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے میں چراغ کہ جو اس میں داخل ہو وہ اس سے روشنی حاصل کرے۔ اے لوگو! سُنو اور یاد رکھو اور دل کے کانوں کو (کھول کر) سامنے لاؤ تاکہ سمجھ سکو!۔

۱؎ اس دور میں دینے والے مالدار سے لینے والے فقیر و نادار کا اجر و ثواب اس لیے زیادہ ہوگا کہ مالدار کے اکتساب رزق کے ذرائع ناجائز و حرام ہوں گے اور وہ جو کچھ دے گا، اس میں نمود و ریا اور شہرت و نمائش مقصود ہو گی جس کی وجہ سے وہ کسی اجر کا مستحق نہ ہوگا اور غریب لے گا تو اپنی غربت و بیچارگی سے مجبور ہو کر اور اُسے صحیح مصرف میں صرف کرنے سے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

شارح معتزلی نے اس کے ایک اور معنی بھی تحریر کیے ہیں اور وہ یہ کہ اگر وہ مال دولت مند کے پاس رہتا اور یہ فقیر اُسے نہ لیتا تو وہ حسب معمول اسے بھی حرام کاریوں اور عیش پرستیوں میں صرف کرتا اور چونکہ اس کا لے لینا بظاہر اُس کے مصرف ناجائز میں صرف کرنے سے سدّ راہ ہوا ہے۔ لہٰذا اس بُرے مصرف کی روک تھام کی وجہ سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا

خطبہ ۱۸۶

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

اُوْصِیْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ بِتَقْوَی اللهِ، وَكَثْرَةِ حَمْدِهٖ عَلٰی اٰلَآئِهٖ اِلَیْكُمْ وَنَعْمَآئِهٖ عَلَیْكُمْ وَبَلَآئِهٖ لَدَیْكُمْ. فَكَمْ خَصَّكُمْ بِنِعْمَةٍ، وَتَدَارَكَكُمْ بِرَحْمَةٍ. اَعْوَرْتُمْ لَهٗ فَسَتَرَكُمْ، وَتَعَرَّضْتُمْ لِاَخْذِهٖ فَاَمْهَلَكُمْ. وَاُوْصِیْكُمْ بِذِكْرِ الْمَوْتِ

اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اُس کی اُن نعمتوں پر جو اُس نے تمہیں دیں، اُن انعامات پر جو تمہیں بخشے اور اُن احسانات پر جو تم پر ہمیشہ کیے ہیں، بکثرت حمد و ستائش کی نصیحت کرتا ہوں، کتنا ہی اس نے تمہیں اپنی نعمتوں کے لیے مخصوص کیا اور اپنی رحمت سے تمہاری دستگیری کی۔ تم نے علانیہ بُرائیاں کیں، لیکن اُس نے تمہاری پردہ پوشی کی۔ تم نے ایسی حرکتیں کیں جو قابلِ گرفت

وَ اِقْلَالِ الْغَفْلَةِ عَنْهُ وَ كَيْفَ غَفْلَتُكُمْ عَمَّا لَيْسَ يُغْفِلُكُمْ وَ طَمَعُكُمْ فِيْمَنْ لَيْسَ يُمْهِلُكُمْ فَكَفٰى وَاعِظًا بِمَوْتٰى عَايَنْتُمُوْهُمْ حُمِلُوْا اِلٰى قُبُوْرِهِمْ غَيْرَ رَاكِبِيْنَ، وَ اُنْزِلُوْا فِيْهَا غَيْرَ نَازِلِيْنَ. فَكَاَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا لِلدُّنْيَا عُمَّارًا، وَ كَاَنَّ الْاٰخِرَةَ لَمْ تَزَلْ لَهُمْ دَارًا. اَوْحَشُوْا مَا كَانُوْا يُوْطِنُوْنَ، وَ اَوْطَنُوْا مَا كَانُوْا يُوْحِشُوْنَ وَ اشْتَغَلُوْا بِمَا فَارَقُوْا، وَ اَضَاعُوْا مَا اِلَيْهِ انْتَقَلُوْا. لَا عَنْ قَبِيْحٍ يَسْتَطِيْعُوْنَ انْتِقَالًا، وَ لَا فِیْ حَسَنَةٍ يَسْتَطِيْعُوْنَ ازْدِيَادًا. اَنِسُوْا بِالدُّنْيَا فَغَرَّتْهُمْ وَ وَثِقُوْا بِهَا فَصَرَعَتْهُمْ، فَسَابِقُوْا رَحِمَكُمُ

اللّٰهُ اِلٰى مَنَازِلِكُمُ الَّتِیْ اُمِرْتُمْ اَنْ تَعْمُرُوْهَا، وَ الَّتِیْ رُغِّبْتُمْ فِيْهَا وَ دُعِيْتُمْ اِلَيْهَا. وَ اسْتَتِمُّوْا نِعَمَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَ الْمُجَانَبَةِ لِمَعْصِيَتِهٖ فَاِنَّ غَدًا مِنَ الْيَوْمِ قَرِيْبٌ مَا اَسْرَعَ السَّاعَاتِ فِی الْيَوْمِ، وَ اَسْرَعَ الْاَيَّامَ فِی الشَّهْرِ، وَ اَسْرَعَ الشُّهُوْرَ فِی السَّنَةِ، وَ اَسْرَعَ

تھیں، مگر اُس نے تمہیں ڈھیل دی۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ موت کو یاد رکھو اور اس سے اپنی غفلت کو کم کرو، اور آخر کیونکر تم اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو، جو تم سے غافل نہیں، اور کیونکر اس (فرشتۂ موت) سے کوئی آس لگاتے ہو، جو تمہیں ذرا مہلت نہ دے گا۔ تمہیں پند و عبرت دینے کے لیے وہی مرنے والے کافی ہیں۔ کہ جنہیں تم دیکھتے رہے ہو، انہیں (کندھوں پر) لاد کر قبروں کی طرف لے جایا گیا۔ درآں حالیکہ وہ خود سوار نہیں ہو سکتے اور انہیں قبروں میں اتار دیا گیا۔ جب کہ وہ خود اترنے پر قادر نہ تھے (یوں مٹ مٹا گئے) کہ گویا یہ کبھی دنیا میں بسے ہوئے تھے ہی نہیں اور گویا یہی آخرت (کا گھر) ان کا ہمیشہ سے گھر تھا۔ جسے وطن بنایا تھا۔ اسے سنسان چھوڑ گئے اور جس سے وحشت کھایا کرتے تھے وہاں اب جا کر سکونت اختیار کرنا پڑی۔ ہمیشہ اس کا انتظام کیا جسے چھوڑنا تھا اور وہاں کی کوئی فکر نہ کی جہاں جانا تھا۔ (اب) نہ تو برائیوں سے (توبہ کر کے) پلٹنا ان کے بس میں ہے اور نہ نیکیوں کو بڑھانا ان کے اختیار میں ہے انہوں نے دنیا سے دل لگایا تو اس نے انہیں فریب دیا اور اس پر بھروسا کیا تو اس نے انہیں پچھاڑ دیا۔ خدا تم پر رحم کرے ان گھروں کی طرف توجہ میں جلدی کرو، جن کے آباد کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جن کا تمہیں شوق دلایا گیا ہے، اور جن کی جانب تمہیں بلایا گیا ہے۔ اس کی اطاعت پر صبر اور گناہوں سے کنارہ کشی کر کے اس کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں، پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ۔ کیونکہ آنے والا "کل" آج کے دن سے قریب ہے۔ دن کے اندر گھڑیاں کتنی تیز قدم اور مہینوں کے اندر دن کتنے تیز رو، اور سالوں کے اندر مہینے کتنے تیز گام

السِّنِيْنَ فِي الْعُمُرِ۔

اور عمر کے اندر سال کتنے تیز رفتار ہیں۔

خطبہ ۱۸۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَمِنَ الْإِيْمَانِ مَا يَكُوْنُ ثَابِتًا مُسْتَقِرًّا فِي الْقُلُوْبِ. وَمِنْهُ مَا يَكُوْنُ عَوَارِيَ بَيْنَ الْقُلُوْبِ وَالصُّدُوْرِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُوْمٍ. فَإِذَا كَانَتْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ مِّنْ أَحَدٍ فَقِفُوْهُ حَتّٰى يَحْضُرَهُ الْمَوْتُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَقَعُ حَدُّ الْبَرَاءَةِ وَالْهِجْرَةُ قَائِمَةٌ عَلٰى حَدِّهَا الْأَوَّلِ مَا كَانَ لِلّٰهِ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ حَاجَةٌ مِّنْ مُّسْتَسِرِّ الْأُمَّةِ وَمُعْلِنِهَا لَا يَقَعُ اسْمُ الْهِجْرَةِ عَلٰى أَحَدٍ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ الْحُجَّةِ فِي الْأَرْضِ. فَمَنْ عَرَفَهَا وَأَقَرَّ بِهَا فَهُوَ مُهَاجِرٌ وَلَا يَقَعُ اسْمُ الْاِسْتِضْعَافِ عَلٰى مَنْ بَلَغَتْهُ الْحُجَّةُ فَسَمِعَتْهَا أُذُنُهُ وَوَعَاهَا قَلْبُهُ، إِنَّ أَمْرَنَا صَعْبٌ مُّسْتَصْعَبٌ لَا يَحْمِلُهُ إِلَّا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ امْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهُ لِلْإِيْمَانِ، وَلَا يَعِيْ حَدِيْثَنَا إِلَّا صُدُوْرٌ أَمِيْنَةٌ وَأَحْلَامٌ رَزِيْنَةٌ. أَيُّهَا النَّاسُ سَلُوْنِيْ قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُوْنِيْ فَلَأَنَا بِطُرُقِ السَّمَاءِ أَعْلَمُ مِنِّيْ بِطُرُقِ الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَشْغَرَ بِرِجْلِهَا فِتْنَةٌ تَطَأُ فِي خِطَامِهَا، وَتَذْهَبُ

ایک ایمان تو وہ ہوتا ہے جو دلوں میں جما ہوا اور برقرار ہوتا ہے، اور ایک وہ کہ دلوں اور سینے (کی تہوں) میں ایک مقرر مدت تک عاریۃً ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی ایک میں تمہیں کوئی برائی ایسی نظر آئے کہ جس سے تمہیں اظہار بیزاری کرنا پڑے تو اسے اس وقت تک موقوف رکھو کہ اس شخص کو موت آجائے کہ اس موقعہ پر اظہار بیزاری اپنی حد پر واقع ہوگی۔ ہجرت کا اصول پہلے ہی کی طرح اب بھی برقرار ہے۔ اہل زمین میں کوئی گروہ چھپکے سے خدا کا راستہ اختیار کرے یا علانیہ۔ بہر حال اللہ کو اس کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ زمین میں حجّت خدا کی معرفت کے بغیر کسی ایک کو بھی صحیح معنی میں مہاجر نہیں کہا جاسکتا ہاں جو اسے پہچانے اور اس کا اقرار کرے وہی مہاجر ہے اور جس تک حجّت (الٰہیہ) کی خبر پہنچے، کہ اس کے کان سن لیں، اور دل محفوظ کرلیں تو اسے مستضعفین میں (جو ہجرت سے مستثنیٰ ہیں) داخل نہیں سمجھا جاسکتا، بلاشبہ ہمارا معاملہ ایک امر مشکل و دشوار ہے جس کا متحمل وہی بندہ مومن ہوگا کہ جس کے دل کو اللہ ایمان کے لیے پرکھ لیا ہو، اور ہمارے قول و حدیث کو صرف امانت دار سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں [1] اے لوگو! مجھے کھو دینے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو۔

میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں قبل اس کے کہ وہ فتنہ اپنے پیروں کو اٹھائے جو مہار کو بھی اپنے پیروں کے نیچے روند رہا ہو، اور جس نے لوگوں کی عقلیں زائل کر دی ہوں۔

لے امیرالمومنینؑ کے اس ارشاد کی بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ زمین کی راہوں سے مُراد امُور دنیا اور آسمان کے راستوں سے مراد احکام شرعیہ ہیں اور حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وُہ امور دنیا سے زائد احکام شرعیہ و فتاویٰ فقہیہ کے واقف ہیں۔ چنانچہ ابن میثم تحریر کرتے ہیں کہ:۔

نقل عن الامام الوبری انہ قال اراد ان علمہ بالدین اوفر من علمہ بالدنیا۔

امام وبری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت کا اس سے مقصد یہ ہے کہ اُن کے دینی معلومات کا دائرہ دنیوی معلومات سے وسیع تر ہے۔ سَلُوْنِیْ قبل ان تفقدونی۔

لیکن سیاق و سباق کلام کو دیکھتے ہوئے یہ معنی صحیح نہیں قرار دیئے جا سکتے، کیونکہ یہ جملہ سلونی قبل ان تفقدونی۔ کی علت کے طور پر وارد ہوا ہے اور اس کے بعد فتنہ انگیزی کی پیشین گوئی ہے، اور ان دونوں جملوں کے درمیان یہ قول کہ میں امور دنیا سے زیادہ احکام شرعیہ سے واقف ہوں کلام کو بے ربط بنا دیتا ہے۔ کیوں کہ حضرت کا دعویٰ جو چاہو پوچھ لو، احکام شرعیہ تک محدود نہیں ہے کہ یہ جملہ اس کی علت قرار پا سکے اور پھر اس کے بعد فتنہ کے اُٹھ کھڑے ہونے کی جو پیشین گوئی کی ہے۔ اُسے مسائل شرعیہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے کہ اسے امور دنیا سے علوم دینیہ کے زیادہ جاننے کے ثبوت میں پیش کیا جائے لہٰذا الفاظ کے واضح مفہوم کو نظر انداز کر کے ایسی تاویل کرنا کہ جس کا مورد و محل متحمل نہ ہو سکے کسی صحیح جذبہ کی ترجمانی نہیں کرتا۔ جب کہ سیاق و سباق کے اعتبار سے وُہی معنی درست بیٹھتے ہیں کہ جنہیں ظاہر الفاظ ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت فتنہ بنی امیہ سے آگاہ کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو، کیونکہ میں مقدراتِ الٰہیہ کے مجاری و مسالک کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ لہٰذا اگر تم ان امور کے متعلق بھی دریافت کرنا چاہو گے کہ جو لوح محفوظ میں ثبت اور تقدیر الٰہی سے وابستہ ہیں تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں اور میرے بعد ایک سخت فتنہ اُٹھنے والا ہے جس میں تمہیں شک و شبہ نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ میری نظریں زمین پر ابھرنے والے نقوش سے زیادہ اُن فلکی خطوط سے آشنا ہیں کہ جن سے حوادث و فتن کا ظہور وابستہ ہے اور اس فتنہ کا ظہور اتنا ہی یقینی ہے جتنا آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اس کی تفصیل اور اس سے بچاؤ کی صورت مجھ سے دریافت کر لو تاکہ وقت آنے پر اپنی حفاظت کا سامان کر سکو۔ اس معنی کی تائید حضرت کے ان متواتر ارشادات سے بھی ہوتی ہے، کہ جو آپ نے غیب کے سلسلہ میں فرمائے اور مستقبل نے ان کی تصدیق کی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے حضرت کے اس دعویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

قد صدق ھذا القول عنہ ما تواتر عنہ من الاخبار بالغیوب المتکررۃ لا مرۃ ولا مائۃ مرۃ حتّٰی زال الشک والریب فی انہ اخبار عن علم وانہ لیس

حضرت کے اس قول کی تصدیق آپ کے ان ارشادات بھی ہوتی ہے جو ایک مرتبہ نہیں، سو مرتبہ نہیں بلکہ مسلسل و متواتر امُور غیبیہ کے سلسلے میں آپ کی زبان سے نکلے جس سے اس امر میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپ جو فرماتے

علیٰ طریق الاتفاق۔ تھے۔ وہ علم ویقین کی بنیاد پر فرماتے تھے۔ اتفاقی صورت سے ایسا نہ ہوتا تھا۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۵)

امیر المومنینؑ کے اس کلام کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ کسی اور کو اس طرح کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور جنھوں نے اس طرح کا ادعا کیا انہیں ذلت و رسوائی ہی اٹھانا پڑی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) مقاتل ابن سلیمان نے ایک موقعہ پر دعویٰ کیا کہ سلونی عماددون العرش عرش سے ادھر کی جو بات چاہو پوچھ لو۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ جب حضرت آدمؑ نے حج کیا تھا تو انہوں نے سر کس سے منڈوایا تھا۔ مقاتل نے کہا اللہ نے تمہارے دل میں یہ سوال اس لیے ڈالا ہے کہ مجھے اس نخوت وغرور پر رسوا وذلیل کرے۔ بھلا مجھے اس کا علم کہاں ہو سکتا ہے۔

(۲) ایک مرتبہ اسی مقاتل ابن سلیمان نے اپنے تبحر علمی کا ثبوت دینے کے لیے کہا کہ مجھ سے عرش کے نیچے اور زمین کے نیچے کی جو چیز پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں عرش اور تحت الثریٰ کی بات دریافت نہیں کرتا، بلکہ صرف زمین کے اوپر ہی کی ایک چیز پوچھتا ہوں جس کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے اور وہ یہ کہ اصحاب کہف کے کتّے کا کیا رنگ تھا مقاتل نے سنا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

(۳) ابراہیم ابن ہشام نے حج کے موقع پر کہا سلونی سلونی فانا ابن الوحید لا تسئلوا اعلم منی مجھ سے پوچھو میں یگانۂ روزگار اور اعلم زمانہ ہوں، جس پر ایک عراقی نے پوچھا کیا قربانی واجب ہے، مگر اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

(۴) شافعی نے مکہ میں کہا کہ سلونی ما شئتم احد ثکم من کتاب اللہ وسنۃ نبیہ۔ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ میں کتاب وسنت سے اس کا جواب دوں گا۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے کہ جس نے حالت احرام میں زنبور کو مار دیا ہو۔ مگر وہ کتاب وسنت سے کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۵) مقاتل ابن سلیمان کے ایسا ہی دعویٰ کرنے پر ایک شخص نے پوچھا کہ چیونٹی کی انتڑیاں اس کے جسم کے اگلے حصہ میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصہ میں، مگر وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔

(۶) جب قتادہ کوفہ میں وارد ہوا۔ اور لوگوں کا اس کے گرد اجتماع ہوا تو اس نے کہا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ اس پر امام ابو حنیفہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ حضرت سلیمان کے واقعہ میں جس چیونٹی کا ذکر ہے وہ مادہ تھی یا نر۔ اس سے دریافت کیا گیا مگر وہ جواب سے عاجز رہا۔ جب حضرت ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ مادہ تھی۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی دلیل کیا ہے۔ کہا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد قالت نملۃ اس کے مادہ ہونے کی دلیل ہے۔ اگر نر ہوتا تو قالت کے بجائے قال ہوتا۔ لیکن یہ جواب درست نہیں ہے، کیونکہ نملۃ کا اطلاق مذکر ومونث پر یکساں ہوتا ہے اور فعل کی تانیث نملہ کی تانیث لفظی کی وجہ سے ہے۔ نہ اس کے مادہ ہونے کی بنا پر۔

(۷) ابن جوزی نے ایک دن منبر پر یہی دعویٰ کیا تو ایک خاتون نے دریافت کیا کہ اس روایت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ امیر المومنینؑ سلمان کی خبرِ مرگ سن کر ایک ہی رات میں مدائن پہنچ گئے اور ان کی تجہیز و تکفین کی۔ فرمایا کہ ہاں درست ہے پھر اس نے پوچھا کہ اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہو کہ خلیفہ ثالث تین دن تک دفن نہ ہو سکے، حالانکہ امیر المومنینؑ مدینہ ہی میں تشریف فرما تھے، کہا کہ ہاں یہ بھی درست ہے۔ اس نے پھر کہا کہ ان میں امیر المومنینؑ کا کون سا اقدام درست اور کون سا غلط تھا۔ یہ سن کر وہ کچھ چکرا سے گئے، مگر پھر سنبھل کر بولے کہ اے خاتون اگر تو شوہر کے اذن سے آئی ہے تو اس پر لعنت ہو، ورنہ تجھ پر کہ تو بے جھجک یہاں چلی آئی ہے۔ اس نے کہا کہ اے ابن جوزی کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ام المومنین کا نکلنا کس ذیل میں آتا ہے اس کے بعد ابن جوزی کے لیے جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

(۸) ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ الناصر لدین اللہ کے عہد میں ایک واعظ طلاقت لسانی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے دورانِ بیان میں صفاتِ باری کا مسئلہ چھیڑ دیا جس پر بغداد کے ایک شخص احمد بن عبد العزیز نے کچھ اعتراضات کیے جن کا کوئی معقول جواب تو وہ دے نہ سکا، البتہ اپنی عظمت و جلالت کا سکہ بٹھانے کے لیے پُرشکوہ لفظوں اور مسجع عبارتوں سے کھیلنا شروع کیا جس سے عوام جھومنے لگے اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں آنے لگیں۔ واعظ بھی غرورِ علمی کے نشہ باطل میں بہک گیا، اور مجمع سے کہنے لگا۔ کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ جس پر احمد نے کہا کہ اے شخص یہ دعویٰ تو حضرت علی ابن ابی طالب کا ہے۔ اور اس کلام کا ایک تتمہ یہ بھی ہے کہ میرے بعد یہ دعویٰ وہی کرے گا جو جھوٹا ہو گا۔ واعظ نے اپنے علم کی نمائش کرتے ہوئے بڑی تمکنت سے کہا کہ تم کس علی ابن ابی طالب کا ذکر کرتے ہو، کیا علی ابن ابی طالب ابن مبارک نیشاپوری کا یا علی ابن ابی طالب ابن اسحاق مروزی کا علی ابن ابی طالب بن عثمان قیروانی کا یا علی ابن ابی طالب بن سلیمان رازی کا۔ اسی طرح کتنے اشخاص گنوا دیے جن کا نام علی ابن ابی طالب تھا۔ یہ سن کر احمد نے کہا :-

واہ سبحان اللہ! اس وسعتِ علمی کا کیا ٹھکانا، مگر میری مراد وہ ہیں جو سیدۃ نساء العالمین کے شوہر تھے اور جب پیغمبر نے صحابہ میں ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تھا تو انہیں اپنی اخوت کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس نے کچھ جواب دینا چاہا کہ منبر کی داہنی طرف سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے شیخ محمد ابن عبد اللہ نام کے تو سینکڑوں ملیں گے۔ مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ ملے گا جس کے حق میں قدرت نے یہ کہا ہو کہ۔

ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ — تمہارے ساتھی (پیغمبر) نہ بھٹکے نہ گمراہ ہوئے اور وہ خواہش سے مغلوب ہو کر کچھ نہیں بولتے یہ تو وحی ہے جو ان پر اترتی ہے

اسی طرح علی ابن ابی طالب، نام کے تو بہت سے افراد مل جائیں گے، مگر ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں زبان وحی ترجمان نے یہ کہا ہو کہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی (تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون موسیٰ سے رکھتے تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے) اب واعظ نے ادھر رخ کرنا چاہا تو بائیں طرف

سے ایک شخص بول اُٹھا کہ ہاں ہاں اگر تم علی ابن ابی طالب کو نہ پہچانو تو اس تجاہلِ عارفانہ سے اُن کی قدر و منزلت گھٹ نہیں سکتی ہے

شب پرہ گر وصلِ آفتاب نخواہد — رونق بازار آفتاب نکاہد

اس بحثا بحثی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ آپس میں اُلجھ پڑے اور واعظ منہ چھپا کر بھاگ کھڑا ہوا

خطبہ ۱۸۶

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

أَحْمَدُهُ شُكْرًا لِإِنْعَامِهِ، وَأَسْتَعِينُهُ عَلَى وَظَائِفِ حُقُوقِهِ عَزِيزُ الْجُنْدِ، عَظِيمُ الْمَجْدِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ دَعَا إِلَى طَاعَتِهِ وَقَاهَرَ أَعْدَاءَهُ جِهَادًا عَلَى دِينِهِ، لَا يَثْنِيهِ عَنْ ذَلِكَ اجْتِمَاعٌ عَلَى تَكْذِيبِهِ وَالْتِمَاسٌ لِإِطْفَاءِ نُورِهِ فَاعْتَصِمُوا بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّ لَهَا حَبْلًا وَثِيقًا عُرْوَتُهُ وَمَعْقِلًا مَنِيعًا ذِرْوَتُهُ وَبَادِرُوا الْمَوْتَ فِي غَمَرَاتِهِ۔ وَامْهَدُوا لَهُ قَبْلَ حُلُولِهِ۔ وَأَعِدُّوا لَهُ قَبْلَ نُزُولِهِ فَإِنَّ الْغَايَةَ الْقِيَامَةُ۔ وَكَفَى بِذَلِكَ وَاعِظًا لِمَنْ عَقَلَ، وَمُعْتَبَرًا لِمَنْ جَهِلَ۔ وَقَبْلَ بُلُوغِ الْغَايَةِ مَا تَعْلَمُونَ مِنْ ضِيقِ الْأَرْمَاسِ۔ وَشِدَّةِ الْإِبْلَاسِ، وَهَوْلِ الْمُطَّلَعِ،

میں اس کے انعامات کے شکریہ میں اُس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اُسی سے مدد چاہتا ہوں۔ وہ بڑے لاؤ لشکر اور بڑی شان والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ جنھوں نے اس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بُلایا اور دین کی راہ میں جہاد کر کے اُس کے دشمنوں پر غلبہ پایا۔ اُن کے جھٹلانے پر لوگوں کا ایکا کر لینا اور اُن کے نور کو بجھانے کے لیے کوشش و تلاش میں لگے رہنا اُن کو اس (تبلیغ و جہاد کی) راہ سے ہٹا نہ سکا۔ اب تم کو لازم ہے کہ خوفِ الٰہی سے پلٹے رہو۔ اس لیے کہ اس کی ریسمان کے بندھن مضبوط اور اس کی پناہ کی چوٹی ہر طرح محفوظ ہے اور موت اور اس کی سختیوں (کے چھا جانے) سے پہلے فرائض و اعمال اپنے پورے کر دو، اور اس کے آنے سے پہلے اس کا سرو سامان کر لو، اور اس کے وارد ہونے سے قبل تہیا کر لو، کیونکہ آخری منزل قیامت ہے اور یہ عقلمند کے لیے نصیحت دینے اور نادان کے لیے عبرت بننے کے لیے کافی ہے اور اس آخری منزل کے پہلے تم جانتے ہی ہو کہ کیا کیا ہے۔ قبروں کی تنگنائی برزخ

وَرَوْعَاتِ الْفَزَعِ وَاخْتِلَافِ الْأَضْلَاعِ
وَاسْتِكَاكِ الْأَسْمَاعِ. وَظُلْمَةِ اللَّحْدِ
وَخِيفَةِ الْوَعْدِ. وَغَمِّ الضَّرِيحِ. وَ
رَدْمِ الصَّفِيحِ. فَاللّٰهَ اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ
فَإِنَّ الدُّنْيَا مَاضِيَةٌ بِكُمْ عَلَى سَنَنٍ
وَأَنْتُمْ وَالسَّاعَةُ فِي قَرَنٍ. وَكَأَنَّهَا
قَدْ جَاءَتْ بِأَشْرَاطِهَا. وَأَزِفَتْ
بِأَفْرَاطِهَا، وَوَقَفَتْ بِكُمْ عَلَى
صِرَاطِهَا. وَكَأَنَّهَا قَدْ أَشْرَفَتْ
بِزَلَازِلِهَا وَأَنَاخَتْ بِكَلَاكِلِهَا. وَ
انْصَرَمَتِ الدُّنْيَا بِأَهْلِهَا. وَ
أَخْرَجَتْهُمْ مِنْ حِضْنِهَا. فَكَانَتْ
كَيَوْمٍ مَضَى. أَوْ شَهْرٍ انْقَضَى. وَصَارَ
جَدِيدُهَا رَثًّا وَسَمِينُهَا غَثًّا، فِي
مَوْقِفٍ ضَنْكِ الْمَقَامِ. وَأُمُورٍ
مُشْتَبِهَةٍ عِظَامٍ، وَنَارٍ شَدِيدٍ
كَلَبُهَا. عَالٍ لَجَبُهَا. سَاطِعٍ لَهَبُهَا
مُتَغَيِّظٍ زَفِيرُهَا، مُتَأَجِّجٍ سَعِيرُهَا
بَعِيدٍ خُمُودُهَا. ذَاكٍ وَقُودُهَا،
مُخِيفٍ وَعِيدُهَا، غَمٍّ قَرَارُهَا،
مُظْلِمَةٍ أَقْطَارُهَا. حَامِيَةٍ
قُدُورُهَا، فَظِيعَةٍ أُمُورُهَا، وَسِيقَ
الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا.
قَدْ أُمِنَ الْعَذَابُ، وَانْقَطَعَ الْعِتَابُ،
وَزُحْزِحُوا عَنِ النَّارِ. وَاطْمَأَنَّتْ بِهِمُ

کی ہولناکی خوف کی دہشتیں، فشارِ قبر سے پسلیوں کا اِدھر
سے اُدھر ہو جانا، کانوں کا بہرا پن، لحد کی تاریکی، عذاب کی
دھمکیاں، قبر کے شگاف کا بند کیا جانا اور اس پر پتھر کی سلوں کا
چُن دیا جانا۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! ڈرو!
کیونکہ دنیا تمہارے لیے ایک ہی ڈھرّے پر چل رہی ہے اور
تم اور قیامت ایک ہی رسّی میں بندھے ہوئے ہو، گویا کہ وہ
اپنی علامتوں کو آشکارا کر کے آ چکی ہے اور اپنے جھنڈوں
کو لے کر قریب پہنچ چکی ہے اور تمہیں اپنے راستہ پر کھڑا کر دیا
ہے گویا کہ وہ اپنی مصیبتوں کو لے کر تمہارے سر پر کھڑی ہوئی
ہے۔ اور اپنا سینہ ٹیک دیا ہے، اور دنیا اپنے بسنے والوں
سے کنارہ کشی کر چکی ہے اور انہیں اپنی آغوش سے الگ
کر دیا ہے، گویا کہ وہ ایک دن تھا جو بیت گیا اور ایک مہینہ تھا
جو گزر گیا۔ اس کی نئی چیزیں پرانی اور موٹے تازے (جسم)
دُبلے ہو گئے۔ ایک ایسی جگہ میں (پہنچ کر) جو تنگ (و تار) ہے
اور ایسی چیزوں میں (پھنس کر) جو پیچیدہ و عظیم ہیں اور ایسی
آگ میں (پڑ کر) جس کی ایذائیں شدید، چیخیں بلند، شعلے اٹھتے
ہوئے بھڑکنے کی آوازیں غضبناک، گہراؤ نگاہ سے دُور
اطراف تیرہ و تار (آتشیں) دیگیں کھولتی ہوئی اور تمام کیفیتیں
سخت و ناگوار ہیں اور جو لوگ اللہ کا خوف کھاتے تھے۔
انہیں جوق در جوق جنّت کی طرف بڑھایا جائے گا، وہ عذاب
سے محفوظ، عتاب و سرزنش سے علیحدہ اور آگ سے بری
ہوں گے گھر ان کا پُرسکون اور وہ اپنی منزل و جائے قرار سے
خوش ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دنیا میں اعمال پاک
و پاکیزہ تھے۔ اور آنکھیں اشکبار رہتی تھیں دنیا میں ان کی۔
راتیں خضوع و خشوع اور توبہ و استغفار میں (بیداری کی وجہ سے) دن

الدَّارُ وَرَضُوا الْمَثْوٰى وَالْقَرَارَ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا زَاكِيَةً، وَ اَعْيُنُهُمْ بَاكِيَةً وَكَانَ لَيْلُهُمْ فِيْ دُنْيَاهُمْ نَهَارًا تَخَشُّعًا وَاسْتِغْفَارًا۔ وَكَانَ نَهَارُهُمْ لَيْلًا تَوَحُّشًا وَانْقِطَاعًا. فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُمُ الْجَنَّةَ مَاٰبًا وَالْجَزَاءَ ثَوَابًا وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا فِيْ مُلْكٍ دَائِمٍ وَنَعِيْمٍ قَائِمٍ۔

فَارْعَوْا عِبَادَ اللّٰهِ مَا بِرِعَايَتِهٖ يَفُوْزُ فَائِزُكُمْ وَبِاِضَاعَتِهٖ يَخْسَرُ مُبْطِلُكُمْ۔ وَبَادِرُوْا اٰجَالَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ فَاِنَّكُمْ مُرْتَهِنُوْنَ بِمَا اَسْلَفْتُمْ، وَ مَدِيْنُوْنَ بِمَا قَدَّمْتُمْ وَكَانَ قَدْ نَزَلَ بِكُمُ الْمَخُوْفُ فَلَا رَجْعَةَ تَنَالُوْنَ، وَلَا عَثْرَةَ تُقَالُوْنَ اِسْتَعْمَلَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكُمْ بِطَاعَتِهٖ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ، وَعَفَا عَنَّا وَعَنْكُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ

اِلْزَمُوا الْاَرْضَ وَاصْبِرُوْا عَلَى الْبَلَاءِ وَلَا تُحَرِّكُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَسُيُوْفِكُمْ فِيْ هَوٰى اَلْسِنَتِكُمْ، وَلَا تَسْتَعْجِلُوْا بِمَا لَمْ يُعَجِّلْهُ اللّٰهُ لَكُمْ. فَاِنَّهٗ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ عَلٰى فِرَاشِهٖ وَهُوَ عَلٰى مَعْرِفَةِ حَقِّ رَبِّهٖ وَحَقِّ رَسُوْلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ مَاتَ شَهِيْدًا وَوَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَاسْتَوْجَبَ ثَوَابَ مَا نَوٰى

اور دن لوگوں سے متوحش و علیحدہ رہنے کے باعث ان کے لیے رات تھے، تو اللہ نے جنت کو ان کی جائے بازگشت اور وہاں کی نعمتوں کو اُن کی جزاء قرار دیا ہے اور وہ اس کے سزاوار اور اہل و حقدار تھے۔ اس ہمیشہ رہنے والی سلطنت اور برقرار رہنے والی نعمتوں میں۔

لہٰذا اے خدا کے بندو! ان چیزوں کی پابندی کرو جن کی پابندی کرنے سے تم میں سے کامیاب ہونے والا کامیاب اور انہیں ضائع و برباد کرنے سے غلط کار نقصان رسیدہ ہوگا۔ موت آنے سے پہلے اعمال کا ذخیرہ مہیا کرلو، اس لیے کہ جن اعمال کو تم آگے بھیج چکے ہوگے انہی کے ہاتھوں میں تم گروی ہوگے اور جو کارگزاریاں انجام دے چکے ہوگے انہی کا بدلہ پاؤ گے اور سمجھتے رہنا چاہیے کہ گویا موت تم پر وارد ہو ہی چکی ہے، جس کے بعد نہ تو تمہارے لیے پلٹنا ہے، اور نہ گناہوں اور لغزشوں سے دستبرداری کا موقع ہے۔ خداوندِ عالم ہمیں اور تمہیں اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کی توفیق دے اور اپنی رحمت کی فراوانیوں سے ہمیں اور تمہیں دامنِ عفو میں جگہ دے۔ زمین سے چمٹے رہو۔ بلا و سختی کو برداشت کرتے رہو، اور اپنی زبان کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر اپنے ہاتھوں اور تلواروں کو حرکت نہ دو اور جن چیزوں میں اللہ نے جلدی نہیں کی ان میں جلدی نہ مچاؤ۔ بلاشبہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ اور ان کے اہل بیت کے حق کو پہچانتے ہوئے بستر پر بھی دم توڑے وہ شہید مرتا ہے اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ اور جس عمل خیر کی نیت اُس نے کی ہے اُس کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے، اور اس کی یہ نیت تلوار سونتنے کے قائم مقام ہے

مِنْ صَالِحِ عَمَلِهٖ، وَقَامَتِ النِّيَّةُ مَقَامَ إِصْلَاتِ لِسَيْفِهٖ، وَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ مُدَّةً وَأَجَلًا۔

بیشک ہر چیز کی ایک مدّت اور میعاد ہُوا کرتی ہے۔

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۱۸۹

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِيْ حَمْدُهٗ وَ الْغَالِبِ جُنْدُهٗ وَالْمُتَعَالِيْ جَدُّهٗ أَحْمَدُهٗ عَلٰى نِعَمِهِ التُّؤَامِ وَ آلَائِهِ الْعِظَامِ الَّذِيْ عَظُمَ حِلْمُهٗ فَعَفَا۔ وَ عَدَلَ فِيْ كُلِّ مَا قَضٰى. وَعَلِمَ مَا يَمْضِيْ وَ مَا مَضٰى مُبْتَدِعِ الْخَلَائِقِ بِعِلْمِهٖ وَ مُنْشِئِهِمْ بِحُكْمِهٖ بِلَا اقْتِدَاءٍ وَ لَا تَعْلِيْمٍ وَلَا احْتِذَاءٍ لِمِثَالِ صَانِعٍ حَكِيْمٍ وَلَا إِصَابَةِ خَطَأٍ وَلَا حَضْرَةِ مَلَاءٍ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ابْتَعَثَهٗ وَالنَّاسُ يَضْرِبُوْنَ فِيْ غَمْرَةٍ وَيَمُوْجُوْنَ فِيْ حَيْرَةٍ قَدْ قَادَتْهُمْ أَزِمَّةُ الْحَيْنِ، وَاسْتَغْلَقَتْ عَلٰى أَفْئِدَتِهِمْ أَقْفَالُ الرَّيْنِ۔

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے، جس کی حمد ہمہ گیر ہے۔ جس کا لشکر غالب اور عظمت وشان بلند ہے۔ میں اس کی پے درپے نعمتوں اور بلند پایہ عطیوں پر اُس کی حمد وثناء کرتا ہوں اس کے حلم کا درجہ بلند ہے۔ چنانچہ اُس نے گنہگاروں سے درگزر کیا، اور اُس کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے وُہ گزری ہوئی اور گزرنے والی باتوں کو جانتا ہے اور بغیر کسی کے نقشِ قدم پر چلے اور بغیر کسی کے سکھائے پڑھائے اور کسی بافہم صنعت گر کے نمونہ ومثال کی پیروی کئے بغیر اور بغیر لغزشوں سے دو چار ہوئے اور بغیر (مشیروں) کی جماعت کی موجودگی کے وُہ اپنے علم و دانش سے مخلوقات کو ایجاد و اختراع کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُس کے بندہ ورسولؐ ہیں جنہیں اُس وقت بھیجا جبکہ لوگ گمراہیوں میں چکر کاٹ رہے تھے اور حیرانیوں میں غلطاں وپیچاں تھے۔ ہلاکت وتباہی کی مہاریں انہیں کھینچ رہی تھیں۔ اور زنگ وکدورت کے تالے ان کے دلوں پر لگے ہوئے تھے۔

أُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَإِنَّهَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَالْمُوْجِبَةُ عَلَى اللّٰهِ حَقَّكُمْ، وَأَنْ تَسْتَعِيْنُوْا عَلَيْهَا بِاللّٰهِ وَتَسْتَعِيْنُوْا بِهَا عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ التَّقْوٰى فِي الْيَوْمِ الْحِرْزُ وَالْجُنَّةُ وَفِيْ غَدٍ الطَّرِيْقُ إِلَى الْجَنَّةِ

اے خدا کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہُوں۔ کہ یہ اللہ کا تم پر حق ہے اور تمہارے حق کو اللہ پر ثابت کرنے والا ہے اور یہ کہ تقویٰ کے لیے اللہ سے اعانت چاہو اور (تقرب) الٰہی کے لیے اسُ سے مدد مانگو، اس لیے کہ تقویٰ آج (دنیا میں) پناہ وسپر ہے اور

مَسْلَكُهَا وَاضِحٌ وَسَالِكُهَا رَابِحٌ،
وَمُسْتَوْدَعُهَا حَافِظٌ، لَمْ تَبْرَحْ
عَارِضَةً نَفْسَهَا عَلَى الْأُمَمِ الْمَاضِينَ
وَالْغَابِرِينَ لِحَاجَتِهِمْ إِلَيْهَا غَداً
إِذَا أَعَادَ اللّٰهُ مَا أَبْدَى وَأَخَذَ
مَا أَعْطَى، وَسَأَلَ عَمَّا أَسْدَى
فَمَا أَقَلَّ مَنْ قَبِلَهَا وَحَمَلَهَا حَقَّ
حَمْلِهَا۔ أُولٰئِكَ الْأَقَلُّونَ عَدَداً وَ
هُمْ أَهْلُ صِفَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ إِذْ
يَقُولُ: "وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ"۔
فَأَهْطِعُوا بِأَسْمَاعِكُمْ إِلَيْهَا، وَ
كُظُّوا بِجِدِّكُمْ عَلَيْهَا وَاعْتَاضُوهَا
مِنْ كُلِّ سَلَفٍ خَلَفاً، وَمِنْ كُلِّ
مُخَالِفٍ مُوَافِقاً، أَيْقِظُوا بِهَا
نَوْمَكُمْ۔ وَاقْطَعُوا بِهَا يَوْمَكُمْ
وَاشْعِرُوا بِهَا قُلُوبَكُمْ وَ
ارْحَضُوا بِهَا ذُنُوبَكُمْ وَدَاوُوا
بِهَا الْأَسْقَامَ، وَبَادِرُوا بِهَا
الْحِمَامَ وَاعْتَبِرُوا بِمَنْ أَضَاعَهَا
وَلَا يَعْتَبِرَنَّ بِكُمْ مَنْ أَطَاعَهَا
أَلَا فَصُونُوهَا وَتَصَوَّنُوا بِهَا وَ
كُونُوا عَنِ الدُّنْيَا نُزَّاهاً وَإِلَى
الْآخِرَةِ وُلَّاهاً وَلَا تَضَعُوا مَنْ
رَفَعَتْهُ التَّقْوَى، وَلَا تَرْفَعُوا
مَنْ رَفَعَتْهُ الدُّنْيَا وَلَا تَشِيمُوا

کل جنت کی راہ ہے۔ اس کا راستہ آشکارا اور اس کا راہ
پیما نفع میں رہنے والا ہے، جس کے سپرد یہ ودیعت ہے
وہ اس کا نگہبان ہے، یہ تقویٰ اپنے آپ کو گزر جانے والی
اور پیچھے رہ جانے والی اُمتوں کے سامنے ہمیشہ پیش کرتا رہا
ہے، کیونکہ وہ سب اس کی حاجتمند ہوں گی کل جب خداوند عالم
اپنی مخلوق کو دوبارہ پلٹائے گا اور جو دے رکھا ہے وہ
واپس لے گا اور اپنی بخشی ہوئی نعمتوں کے بارے میں سوال
کرے گا تو اسے قبول کرنے والے اور اس کا پورا پورا
حق ادا کرنے والے بہت ہی تھوڑے نکلیں گے۔ وہ گنتی کے
اعتبار سے کم اور اس توصیف کے مصداق ہیں جو اللہ نے
فرمائی ہے کہ "میرے بندوں میں شکر گزار بندے کم ہیں"۔ لہٰذا
تقویٰ کی (آواز پر) اپنے کان لگاؤ، اور سعی و کوشش سے
برابر اس کی پابندی کرو، اور اس کو گزری ہوئی کوتاہیوں
کا عوض قرار دو، اور ہر مخالفت کرنے والے کے بدلے میں اُسے
اپنا ہمنوا بناؤ۔ اُسے خواب غفلت سے اپنے چونکنے کا ذریعہ
بناؤ، اور اسی میں اپنے دن کاٹ دو، اور اُسے اپنے
دلوں کا شعار بناؤ اور گناہوں کو اس کے ذریعے سے دھو
ڈالو اور اس سے اپنی بیماریوں کا علاج کرو، اور موت سے
پہلے اس کا توشہ حاصل کرو۔ اور جنھوں نے اُسے ضائع و برباد
کیا ہے، ان سے عبرت حاصل کرو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے
تقویٰ پر عمل کرنے والے تم سے عبرت اندوز ہوں۔ دیکھو!
اس کی حفاظت کرو، اور اس کے ذریعے سے اپنے لیے
سروسامان حفاظت فراہم کرو، دنیا کی آلودگیوں سے اپنا دامن
پاک و صاف رکھو، اور آخرت کی طرف والہانہ انداز سے
بڑھو۔ جسے تقویٰ نے بلندی بخشی ہو اُسے پست نہ سمجھو،

بَارِقَهَا وَلَا تَسْتَمِعُوْا نَاطِقَهَا
وَلَا تُجِيْبُوْا نَاعِقَهَا وَ لَا
تَسْتَضِيْئُوْا بِاِشْرَاقِهَا ، وَلَا
تُفْتَنُوْا بِاَعْلَاقِهَا فَاِنَّ بَرْقَهَا
خَالِبٌ وَ نُطْقَهَا كَاذِبٌ وَ اَمْوَالَهَا
مَحْرُوْبَةٌ وَ اَعْلَاقَهَا مَسْلُوْبَةٌ
اَلَا وَهِيَ الْمُتَصَدِّيَةُ الْعَنُوْنُ
وَالْجَامِحَةُ الْحَرُوْنُ وَالْمَائِنَةُ
الْخَؤُوْنُ وَالْجَحُوْدُ الْكَنُوْدُ وَ
الْعَنُوْدُ الصَّدُوْدُ ، وَالْحَيُوْدُ
الْمَيُوْدُ ، حَالُهَا انْتِقَالٌ ، وَ
وَطْأَتُهَا زِلْزَالٌ ۔ وَ عِزُّهَا
ذُلٌّ ، وَجِدُّهَا هَزْلٌ ۔ وَعُلْوُهَا
سُفْلٌ ۔ دَارُ حَرَبٍ وَ سَلَبٍ ، وَ
نَهْبٍ وَ عَطَبٍ اَهْلُهَا عَلٰى سَاقٍ
وَ سِيَاقٍ ، وَلِحَاقٍ وَ فِرَاقٍ ۔
قَدْ تَحَيَّرَتْ مَذَاهِبُهَا ، وَاَعْجَزَتْ
مَهَارِبُهَا وَ خَابَتْ مَطَالِبُهَا ۔
فَاَسْلَمَتْهُمُ الْمَعَاقِلُ ، وَلَفَظَتْهُمُ
الْمَنَازِلُ وَ اَعْيَتْهُمُ الْمَحَاوِلُ ،
فَمِنْ نَاجٍ مَعْقُوْرٍ ، وَ لَحْمٍ
مَجْزُوْرٍ ، وَ شِلْوٍ مَذْبُوْحٍ ، وَ
دَمٍ مَسْفُوْحٍ ۔ وَعَاضٍّ عَلٰى يَدَيْهِ
وَ صَافِقٍ بِكَفَّيْهِ وَ مُرْتَفِقٍ
بِخَدَّيْهِ ، وَزَارٍ عَلٰى رَاْيِهٖ وَ

اور جسے دنیا نے اوج و رفعت پر پہنچایا ہو ، اُسے بلند مرتبہ نہ خیال کرو ۔ اُس کے چمکنے والے بادل پر نظر نہ کرو ۔ اس کی باتیں کرنے والے کی باتوں پر کان نہ دھرو ، اور نہ اس کی دعوت دینے والے کی (آواز پر) لبیک کہو ، نہ اُس کی عمدہ و نفیس چیزوں پر مرمٹو ۔ کیونکہ اس کی چمکتی ہوئی بجلیاں نمائش اور اس کی باتیں جھوٹی ہیں اس کا اثاثہ تباہ اور اس کا عمدہ متاع غارت ہونے والا ہے ۔ دیکھو ! یہ دُنیا جھلک دکھا کر مُنہ موڑ لینے والی چنڈال اور مُنہ زور اڑیل اور جھوٹی ، بڑی خائن اور ہٹ دھرم ، ناشکری ہے اور سیدھی راہ سے مڑنے رُخ پھیر لینے والی اور کج و پیچ و تاب کھانے والی ہے ۔ اس کا وتیرہ (ایک سے دوسرے کی طرف) پلٹ جانا ہے ۔ اور اس کا ہر قدم زلزلہ انگیز ہے ۔ اس کی عزت (سراسر) ذلت ۔ اُس کی سنجیدگی عین ہرزہ سرائی اور اس کی بلندی سر تا سر پستی ہے ۔ یہ غارتگری و تباہ کاری ، ہلاکت و تاراجی کا گھر ہے اس کے رہنے والے پا در رکاب چل چلاؤ کے منتظر ، وصل و ہجر کی کشمکش میں گرفتار اس کے راستے پا تسان و پریشان اس سے گریز کی راہیں دشوار اور اس کے منصوبے ناکام ہیں ، چنانچہ اس کی محفوظ گھاٹیوں نے ان کو (بے یار و مددگار) چھوڑ دیا ، اُن کے گھروں نے انہیں دور پھینک دیا اور اُن کی ساری دانشمندیوں نے انہیں درماندہ کر دیا ۔ اب جو ہیں (اُن کی حالت یہ ہے) کہ کچھ کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں اور کچھ گوشت کے لوتھڑے ہیں جن کی کھال اُتری ہوئی ہے اور کچھ کٹے ہوئے جسم اور بہے ہوئے خون ہیں اور کچھ (غم و اندوہ سے) اپنے ہاتھ کاٹنے والے

رَاجِعٍ عَنْ عَزْمِهِ. وَ قَدْ أَدْبَرَتِ الْحِيلَةُ وَ أَقْبَلَتِ الْغِيلَةُ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ. وَهَيْهَاتَ هَيْهَاتَ. قَدْ فَاتَ مَا فَاتَ وَ ذَهَبَ مَا ذَهَبَ، وَ مَضَتِ الدُّنْيَا لِحَالِ بَالِهَا: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ۔

اور کچھ کفِ افسوس ملنے والے اور کچھ (فکر و تردد میں) رُخسار کہنیوں پر رکھے ہوئے ہیں، اور کچھ اپنی سمجھ کو کوسنے والے اور کچھ اپنے ارادوں سے روگردانی کرنے والے ہیں۔ (لیکن اب کہاں) جب کہ چارہ سازی کا موقعہ ہاتھ سے نکل چکا اور ناگہانی مصیبت سامنے آگئی اب نکل بھاگنے کا وقت کہاں، یہ تو ایک ان ہونی بات ہے جو چیز ہاتھ سے نکل گئی سو نکل گئی اور جو وقت جا چکا سو جا چکا اور دنیا اپنی من مانی کرتے ہوئے گزر گئی "ان پر نہ آسمان رویا نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی"۔

⁂

خطبہ ۱۹۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
تُسَمَّى الْقَاصِعَةَ

وَهِيَ تَتَضَمَّنُ ذَمَّ إِبْلِيْسَ لَعَنَهُ اللهُ عَلَى اسْتِكْبَارِهِ وَ تَرْكِهِ السُّجُودَ لِآدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وَ أَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ الْعَصَبِيَّةَ وَتَبِعَ الْحَمِيَّةَ وَ تَحْذِيْرَ النَّاسِ مِنْ سُلُوكِ طَرِيْقِهِ۔

اس خطبہ کا نام خطبہ قاصعہ ہے:۔

جس میں ابلیس کی مذمّت ہے۔ اس کے تکبّر و غرور اور آدم (علیہ السلام) کے آگے سربسجود نہ ہونے پر اور یہ کہ وُہ پہلی فرد ہے جس نے عصبیّت کا مظاہرہ کیا اور غرور و نخوت کی راہ اختیار کی اور لوگوں کو اس کے طور طریقوں پر چلنے سے تنبیہ کی گئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَبِسَ الْعِزَّ وَالْكِبْرِيَاءَ وَ اخْتَارَهُمَا لِنَفْسِهِ دُوْنَ خَلْقِهِ وَجَعَلَهُمَا حِمًى وَحَرَمًا عَلَى غَيْرِهِ، وَاصْطَفَاهُمَا لِجَلَالِهِ، وَ جَعَلَ اللَّعْنَةَ عَلَى مَنْ نَازَعَهُ فِيْهِمَا مِنْ عِبَادِهِ. ثُمَّ اخْتَبَرَ بِذٰلِكَ مَلَائِكَتَهُ الْمُقَرَّبِيْنَ لِيَمِيْزَ الْمُتَوَاضِعِيْنَ مِنْهُمْ

ہر تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو عزّت و کبریائی کی ردا اوڑھے ہوئے ہے اور جس نے ان دونوں صفتوں کو بلاشرکت غیرے اپنی ذات کے لیے مخصوص کیا ہے اور دوسروں کے لیے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہوئے صرف اپنے لیے انہیں منتخب کیا ہے، اور اس کے بندوں میں سے جو ان صفتوں میں اس سے ٹکرائے اس پر لعنت کی ہے اور اسی کی رُو سے اس نے اپنے مقرب فرشتوں

مِنَ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَهُوَ الْعَالِمُ بِمُضْمَرَاتِ الْقُلُوْبِ، وَمَحْجُوْبَاتِ الْغُيُوْبِ، "إِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ، فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهُ سَاجِدِيْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ إِلَّا إِبْلِيْسَ"، اعْتَرَضَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَافْتَخَرَ عَلٰى اٰدَمَ بِخَلْقِهِ، وَتَعَصَّبَ عَلَيْهِ لِأَصْلِهِ. فَعَدُوُّ اللّٰهِ إِمَامُ الْمُتَعَصِّبِيْنَ، وَسَلَفُ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ الَّذِيْ وَضَعَ أَسَاسَ الْعَصَبِيَّةِ وَنَازَعَ اللّٰهَ رِدَاءَ الْجَبْرِيَّةِ وَادَّرَعَ لِبَاسَ التَّعَزُّزِ وَخَلَعَ قِنَاعَ التَّذَلُّلِ أَلَا تَرَوْنَ كَيْفَ صَغَّرَهُ اللّٰهُ بِتَكَبُّرِهِ وَوَضَعَهُ بِتَرَفُّعِهِ فَجَعَلَهُ فِي الدُّنْيَا مَدْحُوْرًا وَأَعَدَّ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ سَعِيْرًا. وَلَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَخْلُقَ اٰدَمَ مِنْ نُوْرٍ يَخْطَفُ الْأَبْصَارَ ضِيَاؤُهُ، وَيَبْهَرُ الْعُقُوْلَ رُوَاؤُهُ وَطِيْبٍ يَأْخُذُ الْأَنْفَاسَ عَرْفُهُ لَفَعَلَ. وَلَوْ فَعَلَ لَظَلَّتْ لَهُ الْأَعْنَاقُ خَاضِعَةً. وَلَخَفَّتِ الْبَلْوٰى فِيْهِ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَبْتَلِيْ خَلْقَهُ بِبَعْضِ مَا يَجْهَلُوْنَ أَصْلَهُ تَمْيِيْزًا

کا امتحان لیا تاکہ اُن میں سے فروتنی کرنے والوں کو گھمنڈ کرنے والوں سے چھانٹ کر الگ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے باوجودیکہ وہ دل کے بھیدوں اور پردۂ غیب میں چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہے۔ فرمایا کہ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ جب میں اس کو تیار کر لوں اور اپنی خاص روح پھونک دوں تو تم اُس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس کو اسے سجدہ کرنے میں عار آئی اور اپنے مادہ تخلیق کی بنا پر آدم کے مقابلہ میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے اُن کے سامنے اکڑ گیا۔ چنانچہ یہ دشمن خدا عصبیت برتنے والوں کا سرغنہ اور سرکشوں کا پیشرو ہے کہ جس نے تعصب کی بنیاد رکھی۔ اللہ سے اس کی ردائے عظمت و کبریائی کو چھیننے کا تصور کیا۔ تکبر و سرکشی کا جامہ پہن لیا اور عجز و فروتنی کی نقاب اتار ڈالی۔ پھر تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اُسے بڑے بننے کی وجہ سے کس طرح چھوٹا بنایا، اور بلندی کے زعم کی وجہ سے کس طرح پستی دی۔ دنیا میں اسے راندہ درگاہ بنایا اور آخرت میں اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کی اور اگر اللہ چاہتا تو آدم کو ایک ایسے نور سے پیدا کرتا کہ جس کی روشنی آنکھوں کو چوندھیا دے اور اس کی خوش نمائی عقلوں پر چھا جائے اور ایسی خوشبو سے کہ جس کی مہک سانسوں کو جکڑ لے اور اگر ایسا کرتا تو ان کے آگے گردنیں خم ہو جاتیں اور فرشتوں کو ان کے بارے میں آزمائش ہلکی ہو جاتی لیکن اللہ سبحانہ، اپنی مخلوقات کو ایسی چیزوں سے آزماتا ہے کہ جن کی اصل و حقیقت سے وہ ناواقف ہوتے ہیں تاکہ اس آزمائش کے ذریعہ (اچھے اور بُرے افراد میں)

بِالاِخْتِبَارِ لَهُمْ، وَنَفْياً لِلاِسْتِكْبَارِ عَنْهُمْ، وَإِبْعَاداً لِلْخُيَلاَءِ مِنْهُمْ. فَاعْتَبِرُوا بِمَا كَانَ مِنْ فِعْلِ اللهِ بِإِبْلِيسَ إِذْ أَحْبَطَ عَمَلَهُ الطَّوِيلَ، وَجَهْدَهُ الْجَهِيدَ، وَكَانَ قَدْ عَبَدَ اللهَ سِتَّةَ آلاَفِ سَنَةٍ لاَ يُدْرَى أَمِنْ سِنِي الدُّنْيَا أَمْ سِنِي الآخِرَةِ عَنْ كِبْرِ سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ. فَمَنْ ذَا بَعْدَ إِبْلِيسَ يَسْلَمُ عَلَى اللهِ بِمِثْلِ مَعْصِيَتِهِ؟ كَلاَّ مَا كَانَ اللهُ سُبْحَانَهُ لِيُدْخِلَ الْجَنَّةَ بَشَراً بِأَمْرٍ أَخْرَجَ بِهِ مِنْهَا مَلَكاً. إِنَّ حُكْمَهُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ وَأَهْلِ الأَرْضِ لَوَاحِدٌ. وَمَا بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ هَوَادَةٌ فِي إِبَاحَةِ حِمًى حَرَّمَهُ عَلَى الْعَالَمِينَ.

فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللهِ عَدُوَّ اللهِ أَنْ يُعْدِيَكُمْ بِدَائِهِ وَأَنْ يَسْتَفِزَّكُمْ بِنِدَائِهِ، وَأَنْ يُجْلِبَ عَلَيْكُمْ بِخَيْلِهِ وَرَجِلِهِ. فَلَعَمْرِي لَقَدْ فَوَّقَ لَكُمْ سَهْمَ الْوَعِيدِ، وَأَغْرَقَ لَكُمْ بِالنَّزْعِ الشَّدِيدِ، وَرَمَاكُمْ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ. وَقَالَ "رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الأَرْضِ وَلأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ"؛

امتیاز کر دے۔ ان سے نخوت و برتری کو الگ اور غرور و خود پسندی کو دُور کر دے۔ تمہیں چاہیئے کہ اللہ نے شیطان کے ساتھ جو کیا اُس سے عبرت حاصل کرو، کہ اس کی طویل طویل عبادتوں اور بھرپور کوششوں پر اس کے ایک گھڑی کے گھمنڈ سے پانی پھیر دیا۔ حالانکہ اُس نے چھ ہزار برس تک جو پتہ نہیں دُنیا کے سال تھے یا آخرت کے اس کی عبادت کی تھی، تو اب ابلیس کے بعد کون رہ جاتا ہے جو اس جیسی معصیت کر کے اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہو، ہرگز نہیں، یہ نہیں ہو سکتا، کہ اللہ نے جس چیز کی وجہ سے ایک مَلک کو جنّت سے نکال باہر کیا ہو، اُسی پر کسی بشر کو جنّت میں جگہ دے۔ اُس کا حکم تو اہل آسمان اور اہل زمین میں یکساں ہے۔ اللہ اور مخلوقات میں سے کسی فردِ خاص کے درمیان دوستی نہیں کہ اس کو ایسے امرِ ممنوع کی اجازت ہو کر جسے تمام جہان والوں کے لیے اس نے حرام کیا ہو۔

خدا کے بندو! اللہ کے دُشمن سے ڈرو کہ کہیں وُہ تمہیں اپنا روگ نہ لگا دے، اپنی پکار سے تمہیں بہکا نہ دے، اور اپنے سوار و پیادے لے کر تم پر چڑھ نہ دوڑے اس لیے کہ میری جان کی قسم! اس نے شر انگیزی کے تیر کو چلہ کمان میں جوڑ رکھا ہے اور قریب کی جگہ سے تمہیں اپنے نشانہ کی زد پر رکھ کر کمان کو زور سے کھینچ لیا ہے، جیسا کہ اللہ نے اس کی زبانی فرمایا ہے کہ اے میرے پروردگار! چونکہ تُو نے مجھے بہکا دیا ہے، اب میں بھی ان کے سامنے زمین میں گناہوں کو سج کر پیش کروں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا، حالانکہ یہ اس نے بالکل اٹکل پچو کہا تھا۔ اور غلط گمان کی بناء پر (اندھیرے میں) تیر چلایا تھا۔ لیکن فرزندان

قذفاً بغيب بعيد، ورجماً بظن غير مصيب. صدقه به أبناء الحمية، وإخوان العصبية، وفرسان الكبر والجاهلية حتى إذا انقادت له الجامحة منكم، واستحكمت الطماعية منه فيكم. فنجمت الحال من السر الخفي إلى الأمر الجلي، استفحل سلطانه عليكم، ودلف بجنوده نحوكم فأقحموكم ولجات الذل، وأحلوكم ورطات القتل، وأوطئوكم إثخان الجراحة طعناً في عيونكم. وحزاً في حلوقكم ودقاً لمناخركم وقصداً لمقاتلكم، وسوقاً بخزائم القهر إلى النار المعدة لكم فأصبح أعظم في دينكم جرحاً وأورى في دنياكم قدحاً من الذين أصبحتم لهم مناصبين وعليهم متألبين فاجعلوا عليه حدكم، وله جدكم، فلعمر الله لقد فخر على أصلكم، ووقع في حسبكم. ودفع في نسبكم، وأجلب بخيله عليكم وقصد برجله سبيلكم يقتنصونكم بكل مكان، ويضربون منكم كل

رعونت برادران عصبیت اور شہسواران غرور و جاہلیت نے اس کی بات کو سچ کر دکھایا، یہاں تک کہ جب تم میں سے سرکش اور منہ زور لوگ اس کے فرمانبردار ہو گئے، اور تمہارے بارے میں اس کی ہوس و طمع قوی ہو گئی اور صورت حال پردہ خفا سے نکل کر کھلم کھلا سامنے آگئی تو اس کا پورا پورا تسلط تم پر ہو گیا اور وہ اپنے لشکر و سپاہ کو لے کر تمہاری طرف بڑھ آیا اور انہوں نے تمہیں ذلت کے غاروں میں دھکیل دیا اور قتل و خون کے بھنوروں میں لا گرایا اور گھاؤ پر گھاؤ لگا کر تمہیں کچل دیا، تمہاری آنکھوں میں نیزے گڑو کر، تمہارے گلے کاٹ کر، تمہارے نتھنوں کو پارہ پارہ کر کے تمہارے ایک ایک جوڑ بند کو توڑ کر اور تمہاری ناک میں غلبہ و تسلط کی نکیلیں ڈال کر تمہیں اس آگ کی طرف کھینچے لیے جاتا ہے جو تمہارے لیے تیار کی گئی ہے اسی طرح ان دشمنوں سے جن سے کھلم کھلا تمہاری مخالفت ہے اور جن کے مقابلہ کے لیے تم فوجیں جمع کرتے ہو، زیادہ بڑھ چڑھ کر وہ تمہارے دین کو مجروح کرنے والا اور دنیا میں تمہارے لیے (فتنہ و فساد) کے شعلے بھڑکانے والا ہے لہذا تمہیں لازم ہے کہ اپنے جوش و غضب کا پورا مرکز اسے قرار دو، اور پوری کوشش اس کے خلاف صرف کرو۔ کیونکہ اس نے شروع ہی میں تمہاری اصل (آدم) پر فخر کیا تمہارے حسب (قدر و منزلت) پر حرف رکھا، تمہارے نسب (اصل و طینت) پر طعن کیا، اور اپنے سواروں کو لے کر تم پر یورش کی اور اپنے پیادوں کو لے کر تمہارے راستہ کا قصد کیا ہے۔ وہ ہر جگہ سے تمہیں شکار کرتے ہیں اور تمہاری (انگلی کی) ایک ایک پور پر چوٹیں لگاتے

بَنَانٍ، لَا تَمْتَنِعُونَ بِحِيلَةٍ وَلَا
تَدْفَعُونَ بِعَزِيمَةٍ، فِي حَوْمَةِ ذُلٍّ،
وَحَلْقَةِ ضِيقٍ، وَعَرْصَةِ مَوْتٍ وَ
جَوْلَةِ بَلَاءٍ. فَاطْفِئُوا مَا كَمَنَ فِي
قُلُوبِكُمْ مِنْ نِيرَانِ الْعَصَبِيَّةِ وَ
أَحْقَادِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّمَا تِلْكَ
الْحَمِيَّةُ تَكُونُ فِي الْمُسْلِمِ مِنْ
خَطَرَاتِ الشَّيْطَانِ وَنَخَوَاتِهِ وَ
نَزَغَاتِهِ وَنَفَثَاتِهِ. وَاعْتَمِدُوا
وَضْعَ التَّذَلُّلِ عَلَى رُؤُوسِكُمْ وَ
إِلْقَاءَ التَّعَزُّزِ تَحْتَ أَقْدَامِكُمْ وَ
خَلْعَ التَّكَبُّرِ مِنْ أَعْنَاقِكُمْ. وَ
اتَّخِذُوا التَّوَاضُعَ مَسْلَحَةً بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَ عَدُوِّكُمْ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ
فَإِنَّ لَهُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ جُنُودًا وَ
أَعْوَانًا، وَرَجِلًا وَفُرْسَانًا، وَلَا
تَكُونُوا كَالْمُتَكَبِّرِ عَلَى ابْنِ أُمِّهِ
مِنْ غَيْرِ مَا فَضْلٍ جَعَلَهُ اللهُ
فِيهِ سِوَى مَا أَلْحَقَتِ الْعَظَمَةُ
بِنَفْسِهِ مِنْ عَدَاوَةِ الْحَسَدِ وَ
قَدَحَتِ الْحَمِيَّةُ فِي قَلْبِهِ مِنْ نَارِ
الْغَضَبِ، وَنَفَخَ الشَّيْطَانُ فِي أَنْفِهِ
مِنْ رِيحِ الْكِبْرِ الَّذِي أَعْقَبَهُ اللهُ
بِهِ النَّدَامَةَ. وَأَلْزَمَهُ آثَامَ الْقَاتِلِينَ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. أَلَا وَقَدْ أَمْعَنْتُمْ فِي

ہیں نہ کسی حیلہ و تدبیر سے تم اپنا بچاؤ اور نہ پورا تہیا کر کے
اس کی روک تھام کر سکتے ہو، درآنحالیکہ تم رسوائی کے بھنور
تنگی و ضیق کے دائرہ، موت کے میدان اور مصیبت و بلا
کی جولانگاہ میں ہو، تمہیں لازم ہے کہ اپنے دلوں میں چھپی
ہوئی عصبیت کی آگ اور جاہلیت کے کینوں کو فرو کرو،
کیوں کہ مسلمان میں یہ غرور خودپسندی شیطان کی وسوسہ اندازی
نخوت پسندی، فتنہ انگیزی اور افسوں کاری ہی کا نتیجہ ہوتی
ہے، عجز و فروتنی کو سر کا تاج بنانے۔ کبر و خود بینی کو پیروں
تلے روندنے اور تکبر و رعونت کا طوق گردن سے اتارنے
کا عزم بالجزم کرلو۔ اپنے اور اپنے دشمن، شیطان اور
اس کی سپاہ کے درمیان تواضع و فروتنی کا مورچہ قائم
کرو۔ کیونکہ ہر جماعت میں اس کے لشکر، یار و مددگار اور
سوار و پیادے موجود ہیں۔ تم اس کی طرح نہ بنو کہ جس
نے اپنے ماں جائے بھائی کے مقابلہ میں غرور کیا۔ بغیر
کسی فضیلت و بلندی کے کہ جو اللہ نے اس میں قرار دی
ہو، سوا اس کے کہ حاسدانہ عداوت سے اس میں
اپنی بڑائی کا احساس پیدا ہوا، اور خودپسندی نے اس
کے دل میں غیظ و غضب کی آگ بھڑکا دی اور شیطان نے
اس کے ناک میں کبر و غرور کی ہوا پھونک دی کہ جس کی وجہ
سے اللہ نے ندامت و پشیمانی کو اس کے پیچھے لگا دیا
اور قیامت تک کے قاتلوں کے گناہ اس کے ذمہ ڈال
دیئے۔ دیکھو! تم نے اللہ سے کھلم کھلا دشمنی پر اتر کر اور
مومنین سے آمادۂ پیکار ہو کر ظلم و تعدی کی انتہا کر دی۔
اور زمین میں فساد مچا دیا۔ تم زمانہ جاہلیت والی خودبینی
کی بناء پر فخر و غرور کرنے سے اللہ کا خوف کھاؤ۔ کیونکہ

الْبَغْيِ، وَأَفْسَدْتُمْ فِي الْأَرْضِ مُصَارَحَةً لِلّٰهِ بِالْمُنَاصَبَةِ وَمُبَارَزَةً لِلْمُؤْمِنِينَ بِالْمُحَارَبَةِ. فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي كِبْرِ الْحَمِيَّةِ وَفَخْرِ الْجَاهِلِيَّةِ. فَإِنَّهُ مَلَاقِحُ الشَّنَآنِ وَمَنَافِخُ الشَّيْطَانِ الَّتِي خَدَعَ بِهَا الْأُمَمَ الْمَاضِيَةَ وَالْقُرُونَ الْخَالِيَةَ حَتّٰى أَعْنَقُوا فِي حَنَادِسِ جَهَالَتِهِ وَمَهَاوِي ضَلَالَتِهِ ذُلُلًا عَلٰى سِيَاقِهِ، سُلُسًا فِي قِيَادِهِ، أَمْرًا تَشَابَهَتِ الْقُلُوبُ فِيهِ. وَتَتَابَعَتِ الْقُرُونُ عَلَيْهِ وَكِبْرًا تَضَايَقَتِ الصُّدُورُ بِهِ.

أَلَا فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ طَاعَةِ سَادَاتِكُمْ وَكُبَرَائِكُمُ الَّذِينَ تَكَبَّرُوا عَنْ حَسَبِهِمْ. وَتَرَفَّعُوا فَوْقَ نَسَبِهِمْ وَأَلْقَوُا الْهَجِينَةَ عَلٰى رَبِّهِمْ، وَجَاحَدُوا اللّٰهَ مَا صَنَعَ بِهِمْ مُكَابَرَةً لِقَضَائِهِ وَمُغَالَبَةً لِآلَائِهِ. فَإِنَّهُمْ قَوَاعِدُ أَسَاسِ الْعَصَبِيَّةِ وَدَعَائِمُ أَرْكَانِ الْفِتْنَةِ، وَسُيُوفُ اعْتِزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَكُونُوا لِنِعَمِهِ عَلَيْكُمْ أَضْدَادًا، وَلَا لِفَضْلِهِ عِنْدَكُمْ حُسَّادًا وَلَا تُطِيعُوا الْأَدْعِيَاءَ الَّذِينَ شَرِبْتُمْ بِصَفْوِكُمْ كَدَرَهُمْ وَخَلَطْتُمْ بِصِحَّتِكُمْ مَرَضَهُمْ، وَأَدْخَلْتُمْ فِي حَقِّكُمْ بَاطِلَهُمْ وَهُمْ أَسَاسُ الْفُسُوقِ وَأَحْلَاسُ الْعُقُوقِ اتَّخَذَهُمْ إِبْلِيسُ مَطَايَا

یہ دشمنی و عناد کا سرچشمہ اور شیطان کی فسوں کاری کا مرکز ہے جس سے اُس نے گزشتہ اُمتوں اور پہلی قوموں کو ورغلایا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے ڈھکیلنے اور آگے سے کھینچنے پر بے چون و چرا جہالت کی اندھیاریوں اور ضلالت کے گڑھوں میں تیزی سے جا پڑیں۔ ایسی صورت ہے جس میں ایسے لوگوں کے تمام دل ملتے جلتے ہوئے ہیں اور صدیوں کا حال ایک ہی سا رہا ہے اور ایسا غرور جس کے چھپانے سے سینوں کی وسعتیں تنگ ہوتی ہیں۔

دیکھو! اپنے ان سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈرو کہ جو اپنی جاہ و حشمت پر اکڑتے اور اپنے نسب کی بلندیوں پر غرہ کرتے ہوں اور بد نما چیزوں کو اللہ کے سر ڈال دیتے ہوں اور اُس کی قضا و قدر سے ٹکر لینے اور اُس کی نعمتوں پر غلبہ پانے کے لیے اُس کے احسانات سے یکسر انکار کر دیتے ہوں۔ یہی لوگ تو عصبیت کی عمارت کی گہری بنیاد، فتنہ کے کاخ و ایوان کے ستون اور جاہلیت کے نسبی تفاخر کی تلواریں ہیں، لہٰذا اللہ سے ڈرو، اور اُس کی دی ہوئی نعمتوں کے دُشمن نہ بنو، اور نہ اُس کے فضل و کرم کے جو تم پر ہے۔ حاسد بنو اور جھوٹے مدعیان اسلام کی پیروی نہ کرو کہ جن کا گندلا پانی تم اپنے صاف پانی میں سمو کر پیتے ہو اور اپنی درستگی کے ساتھ ان کی خرابیوں کو خلط ملط کر لیتے ہو اور اپنے حق میں ان کے باطل کے لیے بھی راہ پیدا کر دیتے ہو وہ فسق و فجور کی بنیاد ہیں اور نافرمانیوں کے ساتھ چسپیدہ ہیں۔ جنہیں شیطان نے گمراہی کی بار بردار سواری قرار دے رکھا ہے اور ایسا

ضَلَالٍ. وَجُنْدًا بِهِمْ يَصُولُ عَلَى
النَّاسِ، وَتَرَاجِمَةً يَنْطِقُ عَلَى
أَلْسِنَتِهِمْ. اِسْتِرَاقًا لِعُقُولِكُمْ وَ
دُخُولًا فِي عُيُونِكُمْ وَنَفْثًا فِي
أَسْمَاعِكُمْ، فَجَعَلَكُمْ مَرْمَى نَبْلِهِ
وَمَوْطِئَ قَدَمِهِ وَمَأْخَذَ يَدِهِ.
فَاعْتَبِرُوا بِمَا أَصَابَ الْأُمَمَ
الْمُسْتَكْبِرِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنْ بَأْسِ
اللهِ وَصَوْلَاتِهِ وَوَقَائِعِهِ وَ
مَثُلَاتِهِ، وَاتَّعِظُوا بِمَثَاوِي
خُدُودِهِمْ، وَمَصَارِعِ جُنُوبِهِمْ،
وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ لَوَاقِحِ
الْكِبْرِ كَمَا تَسْتَعِيذُونَهُ بِهِ مِنْ
طَوَارِقِ الدَّهْرِ. فَلَوْ رَخَّصَ اللهُ
فِي الْكِبْرِ لِأَحَدٍ مِنْ عِبَادِهِ لَرَخَّصَ
فِيهِ لِخَاصَّةِ أَنْبِيَائِهِ وَأَوْلِيَائِهِ.
وَلٰكِنَّهُ سُبْحَانَهُ كَرَّهَ إِلَيْهِمُ التَّكَابُرَ
وَرَضِيَ لَهُمُ التَّوَاضُعَ فَأَلْصَقُوا
بِالْأَرْضِ خُدُودَهُمْ وَعَفَّرُوا
فِي التُّرَابِ وُجُوهَهُمْ، وَخَفَضُوا
أَجْنِحَتَهُمْ لِلْمُؤْمِنِينَ، كَانُوا
أَقْوَامًا مُسْتَضْعَفِينَ وَقَدِ اخْتَبَرَهُمُ
اللهُ بِالْمَخْمَصَةِ وَابْتَلَاهُمْ بِالْمَجْهَدَةِ
وَامْتَحَنَهُمْ بِالْمَخَاوِفِ، وَمَخَضَهُمْ
بِالْمَكَارِهِ فَلَا تَعْتَبِرُوا الرِّضَا وَ

لشکر جس کو ساتھ لے کر لوگوں پر حملہ کرتا ہے اور ایسے
ترجمان کہ جن کی زبان سے وہ گویا ہوتا ہے تاکہ تمہاری
عقلیں چھین لے تمہاری آنکھوں میں گھس جائے اور تمہارے
کانوں میں پھونک دے۔ اس طرح اس نے تمہیں اپنے
تیروں کا ہدف اپنے قدموں کی جولانگاہ اور اپنے ہاتھوں
کا کھلونا بنا لیا ہے۔ تمہیں لازم ہے کہ تم سے قبل سرکش
اُمتوں پر جو قہر و عذاب اور عتاب و عقاب نازل ہوا۔
اُس سے عبرت لو، اور اُن کے رخساروں کے بھل لیٹنے
اور پہلوؤں کے بھل گرنے کے مقامات سے نصیحت حاصل
کرو، اور جس طرح زمانہ کی مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہو،
اُسی طرح مغرور و سرکش بنانے والی چیزوں سے اللہ کے
دامن میں پناہ مانگو۔ اگر خداوند عالم اپنے بندوں میں سے
کسی ایک کو بھی کبر و رعونت کی اجازت دے سکتا ہوتا تو وہ
اپنے مخصوص انبیاءؑ اور اولیاءؑ کو اس کی اجازت دیتا
لیکن اُس نے ان کو کبر و غرور سے بیزار ہی رکھا، اور ان
کے لیے عجز و مسکنت ہی کو پسند فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے
اپنے رخسارے زمین سے پیوستہ اور چہرے خاک
آلودہ رکھے، اور مومنین کے آگے تواضع و انکسار سے
جھکتے رہے اور وہ دنیا میں کمزور و بے بس تھے، جنہیں
اللہ نے بھوک سے آزمایا تعب و مشقت میں مبتلا کیا۔
خوف و خطر کے موقعوں سے انہیں تہ و بالا کیا۔ لہٰذا خدا
کی خوشنودی و ناخوشنودی کا معیار اولاد و مال کو قرار
نہ دو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ دولت اور اقتدار
سے بھی کس کس طرح بندوں کا امتحان لیتا ہے چنانچہ
اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے کہ "وہ لوگ یہ خیال کرتے

السُّخْطِ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ جَهْلاً بِمَوَاقِعِ
الْفِتْنَةِ وَالاِخْتِبَارِ فِي مَوَاضِعِ الْغِنَى
وَالاِقْتِدَارِ، وَقَدْ قَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى
"أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ
مَالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ
بَلْ لَا يَشْعُرُونَ". فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ
يَخْتَبِرُ عِبَادَهُ الْمُسْتَكْبِرِينَ فِي أَنْفُسِهِمْ
بِأَوْلِيَائِهِ الْمُسْتَضْعَفِينَ فِي أَعْيُنِهِمْ
وَلَقَدْ دَخَلَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ وَمَعَهُ
أَخُوهُ هَارُونُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَلَى
فِرْعَوْنَ وَعَلَيْهِمَا مَدَارِعُ الصُّوفِ
وَبِأَيْدِيهِمَا الْعِصِيُّ فَشَرَطَا لَهُ إِنْ
أَسْلَمَ بَقَاءَ مُلْكِهِ وَدَوَامَ عِزِّهِ،
فَقَالَ: "أَلَا تَعْجَبُونَ مِنْ هٰذَيْنِ
يَشْرُطَانِ لِي دَوَامَ الْعِزِّ وَبَقَاءَ
الْمُلْكِ وَهُمَا بِمَا تَرَوْنَ مِنْ
حَالِ الْفَقْرِ وَالذُّلِّ. فَهَلَّا أُلْقِيَ
عَلَيْهِمَا أَسَاوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ". إِعْظَامًا
لِلذَّهَبِ وَجَمْعِهِ، وَاحْتِقَارًا
لِلصُّوفِ وَلُبْسِهِ. وَلَوْ أَرَادَ اللهُ
سُبْحَانَهُ لِأَنْبِيَائِهِ حَيْثُ بَعَثَهُمْ
أَنْ يَفْتَحَ لَهُمْ كُنُوزَ الذِّهْبَانِ،
وَمَعَادِنَ الْعِقْيَانِ، وَمَغَارِسَ
الْجِنَانِ، وَأَنْ يَحْشُرَ مَعَهُمْ طُيُورَ
السَّمَاءِ وَوُحُوشَ الْأَرْضِ لَفَعَلَ،

ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے انہیں سہارا دیتے ہیں تو
ہم ان کے ساتھ بھلائیاں کرنے میں سرگرم ہیں۔ مگر (جو اصل
واقعہ ہے اُسے) یہ لوگ سمجھتے نہیں۔" اسی طرح واقعہ یہ
ہے کہ اللہ اپنے اُن بندوں کا جو بجائے خود اپنی بڑائی
کا گھمنڈ رکھتے ہیں۔ امتحان لیتا ہے۔ اپنے ان دوستوں
کے ذریعہ سے جو اُن کی نظروں میں عاجز و بے بس ہیں
(چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) اپنے
بھائی ہارون (علیہ السلام) کو ساتھ لے کر اس حالت میں
فرعون کے پاس آئے کہ اُن کے جسم پر اُونی کرتے اور
ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔ اور اس سے یہ قول و قرار کیا
کر اگر وہ اسلام قبول کرلے تو اس کا ملک بھی باقی رہے گا
اور اس کی عزت بھی برقرار رہے گی۔ تو اس نے (اپنے
حاشیہ نشینوں سے) کہا کہ تمہیں ان پر تعجب نہیں ہوتا کہ یہ
دونوں مجھ سے یہ معاملہ ٹھہرا رہے ہیں کہ میری عزت بھی
برقرار رہے گی۔ اور ذلیل صورت میں یہ ہیں تم دیکھ ہی
رہے ہو (اگر ان میں اتنا ہی دم خم تھا تو پھر) ان کے
ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں پڑے ہوئے۔ یہ اس
لیے کہ وہ سونے کو اور اس کی جمع آوری کو بڑی چیز سمجھتا تھا
اور بالوں کے کپڑوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اگر
خداوند عالم یہ چاہتا کہ جس وقت اس نے نبیوں کو مبعوث
کیا تو ان کے لیے سونے کے خزانوں اور خالص طلاء کی
کانوں کے منہ کھول دیتا اور باغوں کی کشت زاروں
کو ان کے لیے مہیا کر دیتا اور فضا کے پرندوں اور زمین کے
صحرائی جانوروں کو ان کے ہمراہ کر دیتا تو کر سکتا تھا اور
اگر ایسا کرتا تو پھر آزمائش ختم، جزا و سزا بیکار اور (آسمانی)

وَلَوْ فَعَلَ لَسَقَطَ الْبَلَاءُ، وَبَطَلَ الْجَزَاءُ
وَاضْمَحَلَّتِ الْأَنْبَاءُ، وَلَمَا وَجَبَ
لِلْقَابِلِيْنَ أُجُوْرُ الْمُبْتَلِيْنَ. وَلَا
اسْتَحَقَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ثَوَابَ الْمُحْسِنِيْنَ
وَلَا لَزِمَتِ الْأَسْمَاءُ مَعَانِيَهَا وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ رُسُلَهُ أُولِي
قُوَّةٍ فِي عَزَائِمِهِمْ. وَضَعَفَةً فِيْمَا
تَرَى الْأَعْيُنُ مِنْ حَالَاتِهِمْ مَعَ
قَنَاعَةٍ تَمْلَأُ الْقُلُوْبَ وَالْعُيُوْنَ
غِنًى، وَخَصَاصَةٍ تَمْلَأُ الْأَبْصَارَ وَ
الْأَسْمَاعَ أَذًى. وَلَوْ كَانَتِ الْأَنْبِيَاءُ
أَهْلَ قُوَّةٍ لَا تُرَامُ وَعِزَّةٍ لَا تُضَامُ
وَمُلْكٍ تَمْتَدُّ نَحْوَهُ أَعْنَاقُ الرِّجَالِ
وَتُشَدُّ إِلَيْهِ عُقَدُ الرِّحَالِ، لَكَانَ
ذٰلِكَ أَهْوَنَ عَلَى الْخَلْقِ فِي الْاِعْتِبَارِ
وَأَبْعَدَ لَهُمْ فِي الْاِسْتِكْبَارِ، وَلَآمَنُوْا
عَنْ رَهْبَةٍ قَاهِرَةٍ لَهُمْ أَوْ رَغْبَةٍ
مَائِلَةٍ بِهِمْ، فَكَانَتِ النِّيَّاتُ
مُشْتَرَكَةً وَالْحَسَنَاتُ مُقْتَسَمَةً
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَرَادَ أَنْ يَكُوْنَ
الْاِتِّبَاعُ لِرُسُلِهِ وَالتَّصْدِيْقُ بِكُتُبِهِ وَ
الْخُشُوْعُ لِوَجْهِهِ وَالْاِسْتِكَانَةُ لِأَمْرِهِ
وَالْاِسْتِسْلَامُ لِطَاعَتِهِ. أُمُوْرًا لَهُ خَاصَّةً
لَا تَشُوْبُهَا مِنْ غَيْرِهَا شَائِبَةٌ وَكُلَّمَا
كَانَتِ الْبَلْوٰى وَالْاِخْتِبَارُ أَعْظَمَ كَانَتِ

خبریں اکارت ہو جاتیں اور آزمائش میں پڑنے والوں کا
اجر اس طرح کے ماننے والوں کے لیے ضروری نہ رہتا اور
نہ ایسے ایمان لانے والے نیک کرداروں کی جزا کے
مستحق رہتے۔ اور نہ الفاظ اپنے معنی کا ساتھ دیتے
لیکن اللہ سبحانہ، اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی اور
آنکھوں کو دکھائی دینے والے ظاہری حالت میں کمزور
و ناتواں قرار دیتا ہے اور انہیں ایسی قناعت سے
سرفراز کرتا ہے۔ جو (دیکھنے اور سننے والوں کے) دلوں اور
آنکھوں کو بے نیازی سے بھر دیتی ہے اور ایسا افلاس ان
کے دامن سے وابستہ کرتا ہے کہ جس سے آنکھوں کو دیکھ
کر اور کانوں کو سن کر اذیت ہوتی ہے۔ اگر انبیاء ایسی قوت
و طاقت رکھتے کہ جسے دبانے کا قصد و ارادہ بھی نہ ہو سکتا
ہوتا اور ایسا تسلط و اقتدار رکھتے کہ جس پر تعدی ممکن ہی
نہ ہوتی اور ایسی سلطنت کے مالک ہوتے کہ جس کی طرف
لوگوں کی گردنیں مڑتیں اور اس کے رخ پر سواریوں کے
پالان کسے جاتے تو یہ چیز نصیحت پذیری کے لیے بڑی آسان
اور اس سے انکار و سرتابی بہت بعید ہوتی اور لوگ چھائے
ہوئے خوف یا مائل کرنے والے اسباب رغبت کی بناء
پر ایمان لے آتے تو اس صورت میں ان کی نیتیں مشترک
اور نیک عمل بٹے ہوئے ہوتے۔ لیکن اللہ سبحانہ نے
تو یہ چاہا کہ اس کے پیغمبروں کا اتباع اس کی کتابوں کی
تصدیق اس کے سامنے فروتنی اس کے احکام کی فرمانبرداری
اور اس کی اطاعت یہ سب چیزیں اسی کے لیے مخصوص
ہوں اور ان میں کوئی دوسرا شائبہ تک نہ ہو اور جتنی
آزمائش کڑی ہو گی اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ہو گا۔

الْمَثُوبَةُ وَالْجَزَاءُ أَجْزَلَ۔
أَلَا تَرَوْنَ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اخْتَبَرَ
الْأَوَّلِينَ مِنْ لَدُنْ آدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ
عَلَيْهِ إِلَى الْآخِرِينَ مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ
بِأَحْجَارٍ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَا
تُبْصِرُ وَلَا تَسْمَعُ فَجَعَلَهَا بَيْتَهُ
الْحَرَامَ الَّذِي جَعَلَهُ لِلنَّاسِ قِيَامًا۔
ثُمَّ وَضَعَهُ بِأَوْعَرِ بِقَاعِ الْأَرْضِ
حَجَرًا۔ وَأَقَلِّ نَتَائِقِ الدُّنْيَا
مَدَرًا۔ وَأَضْيَقِ بُطُونِ الْأَوْدِيَةِ
قُطْرًا۔ بَيْنَ جِبَالٍ خَشِنَةٍ، وَرِمَالٍ
دَمِثَةٍ وَعُيُونٍ وَشِلَةٍ، وَقُرًى
مُنْقَطِعَةٍ لَا يَزْكُو بِهَا خُفٌّ، وَلَا
حَافِرٌ وَلَا ظِلْفٌ، ثُمَّ أَمَرَ آدَمَ
وَوَلَدَهُ أَنْ يَثْنُوا أَعْطَافَهُمْ نَحْوَهُ
فَصَارَ مَثَابَةً لِمُنْتَجَعِ أَسْفَارِهِمْ
وَغَايَةً لِمُلْقَى رِحَالِهِمْ۔ تَهْوِي
إِلَيْهِ ثِمَارُ الْأَفْئِدَةِ مِنْ مَفَاوِزِ قِفَارٍ
سَحِيقَةٍ وَمَهَاوِي فِجَاجٍ عَمِيقَةٍ وَ
جَزَائِرِ بِحَارٍ مُنْقَطِعَةٍ، حَتّٰى يَهُزُّوا
مَنَاكِبَهُمْ ذُلُلًا يُهَلِّلُونَ لِلّٰهِ حَوْلَهُ
وَيَرْمُلُونَ عَلَى أَقْدَامِهِمْ شُعْثًا
غُبْرًا لَهُ، قَدْ نَبَذُوا السَّرَابِيلَ وَرَاءَ
ظُهُورِهِمْ، وَشَوَّهُوا بِإِعْفَاءِ
الشُّعُورِ مَحَاسِنَ خَلْقِهِمْ ابْتِلَاءً

تم دیکھتے نہیں کہ اللہ سبحانہ، نے آدمؑ سے لے کر اس
جہاں کے آخر تک کے اگلے پچھلوں کو ایسے پتھروں سے
آزمایا ہے کہ جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ نہ سن
سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے اُس نے ان پتھروں ہی کو اپنا
محترم گھر قرار دیا کہ جسے لوگوں کے لیے (امن کے) قیام کا ذریعہ
ٹھہرایا ہے۔ پھر یہ کہ اس نے اسے زمین کے رقبوں میں
سے ایک سنگلاخ رقبہ اور دُنیا میں بلندی پر واقع ہونے
والی آبادیوں میں سے ایک کم مٹی والے مقام اور گھاٹیوں
میں سے ایک تنگ اطراف والی گھاٹی میں قرار دیا کھرے
اور کھُردرے پہاڑوں نرم ریتیلے میدانوں، کم آب چشموں
اور متفرق دیہاتوں کے درمیان کہ جہاں اُونٹ، گھوڑا
اور گائے بکری نشو و نما نہیں پا سکتے۔ پھر بھی اس نے
آدم اور ان کی اولاد کو حکم دیا کہ اپنے رُخ اس کی طرف
موڑیں، چنانچہ وہ ان کے سفروں سے فائدہ اٹھانے
کا مرکز اور پالانوں کے اُترنے کی منزل بن گیا کہ دور افتادہ
بے آب و گیا بانوں دور و دراز گھاٹیوں کے نشیبی راہوں
اور (زمین سے) کٹے ہوئے دریاؤں کے جزیروں سے
نفوس انسانی اُدھر متوجہ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ پوری
فرمانبرداری سے اپنے کندھوں کو ہلاتے ہوئے اس کے
گرد لبیک اللھم لبیک کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور اپنے
پیروں سے پویہ دوڑ لگاتے ہیں۔ اس حالت میں کہ ان
کے بال بکھرے ہوئے اور بدن خاک میں اٹے ہوتے
ہیں۔ انہوں نے اپنا لباس پشت پر ڈال دیا ہوتا ہے
اور بالوں کو بڑھا کر اپنے کو بدصورت بنا لیا ہوتا ہے
یہ بڑی ابتلا۔ کڑی آزمائش کھُلم کھُلا امتحان اور پوری پوری

عَظِيْمًا وَامْتِحَانًا شَدِيْدًا وَاخْتِبَارًا مُبِيْنًا - وَتَمْحِيْصًا بَلِيْغًا ، جَعَلَهُ اللّٰهُ سَبَبًا لِرَحْمَتِهٖ ، وَوُصْلَةً اِلٰى جَنَّتِهٖ - وَلَوْ اَرَادَ سُبْحَانَهٗ اَنْ يَّضَعَ بَيْتَهُ الْحَرَامَ وَمَشَاعِرَهُ الْعِظَامَ بَيْنَ جَنَّاتٍ وَاَنْهَارٍ ، وَسَهْلٍ وَقَرَارٍ جَمِّ الْاَشْجَارِ ، دَانِي الثِّمَارِ ، مُلْتَفِّ الْبُنٰى مُتَّصِلِ الْقُرٰى ، بَيْنَ بُرَّةٍ سَمْرَآءَ ، وَرَوْضَةٍ خَضْرَآءَ وَاَرْيَافٍ مُحْدِقَةٍ ، وَعِرَاصٍ مُغْدِقَةٍ وَ زُرُوْعٍ نَاضِرَةٍ وَطُرُقٍ عَامِرَةٍ لَكَانَ قَدْ صَغُرَ قَدْرُ الْجَزَآءِ عَلٰى حَسَبِ ضَعْفِ الْبَلَآءِ ، وَلَوْ كَانَ الْاِسَاسُ الْمَحْمُوْلُ عَلَيْهَا ، وَالْاَحْجَارُ الْمَرْفُوْعُ بِهَا بَيْنَ زُمُرُّدَةٍ خَضْرَآءَ ، وَيَاقُوْتَةٍ حَمْرَآءَ ، وَنُوْرٍ وَضِيَآءٍ لَخَفَّفَ ذٰلِكَ مُصَارَعَةَ الشَّكِّ فِي الصُّدُوْرِ وَلَوَضَعَ مُجَاهَدَةَ اِبْلِيْسَ عَنِ الْقُلُوْبِ ، وَلَنَفٰى مُعْتَلَجَ الرَّيْبِ مِنَ النَّاسِ ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَخْتَبِرُ عِبَادَهٗ بِاَنْوَاعِ الشَّدَآئِدِ وَ يَتَعَبَّدُهُمْ بِاَنْوَاعِ الْمَجَاهِدِ وَيَبْتَلِيْهِمْ بِضُرُوْبِ الْمَكَارِهِ اِخْرَاجًا لِلتَّكَبُّرِ مِنْ قُلُوْبِهِمْ وَ

جانچ ہے۔ اللہ نے اُسے اپنی رحمت کا ذریعہ اور جنت تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ وہ اپنا محترم گھر اور بلند پایہ عبادت گاہیں ایسی جگہ پر بنائے کہ جس کے گرد باغ و چمن کی قطاریں اور بہتی ہوئی نہریں ہوں زمین نرم و ہموار ہو کہ (جس میں) درختوں کے جھنڈ اور (اُن میں) جھکے ہوئے پھلوں کے خوشے ہوں جہاں عمارتوں کا جال بچھا ہوا۔ اور آبادیوں کا سلسلہ ملا ہوا ہو۔ جہاں سُرخی مائل گیہوں کے پودے، سرسبز مرغزار، چمن در کنار سبزہ زار پانی میں شرابور میدان، لہلہاتے ہوئے کھیت اور آباد گزرگاہیں ہوں، تو البتہ وہ جزاء ثواب کو اسی اندازہ سے کم کر دیتا کہ جس اندازہ سے ابتلاء و آزمائش میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اگر وہ بنیاد کہ جس پر اس گھر کی تعمیر ہوتی ہے اور وہ پتھر کہ جس پر اس کی عمارت اٹھائی گئی ہے زمرد سبز و یاقوت سرخ کے ہوتے اور (اُن میں) نور و ضیاء کی تابانی ہوتی تو یہ چیز سینوں میں شک و شبہات کے ٹکراؤ کو کم دیتی اور دلوں سے شیطان کی دوڑ دھوپ (کا اثر) مٹا دیتی اور لوگوں سے شکوک کے خلجان دور کر دیتی۔ لیکن اللہ سبحانہ، اپنے بندوں کو گوناگوں سختیوں سے آزماتا ہے اور ان سے ایسی عبادت کا خواہاں ہے کہ جو طرح طرح کی مشقتوں سے بجالائی گئی ہو اور انہیں قسم قسم کی ناگواریوں سے جانچتا ہے تاکہ ان کے دلوں سے تمکنت و غرور کو نکال باہر کرے اور ان کے نفوس میں عجز و فروتنی کو جگہ دے اور یہ کہ اس ابتلاء و آزمائش (کی راہ) سے اپنے فضل و امتنان کے کھلے ہوئے دروازوں تک (انہیں) پہنچائے اور اسے اپنی معافی و بخشش کا آسان وسیلہ و ذریعہ

إسكاناً للتذلّل في نفوسهم، وليجعل ذلك أبواباً فُتُحاً إلى فضله، وأسباباً ذُلُلاً لعفوه، فالله الله في عاجل البغي، وآجل وخامة الظلم، وسوء عاقبة الكبر، فإنها مصيدة إبليس العظمى، ومكيدته الكبرى التي تساور قلوب الرجال مساورة السموم القاتلة، فما تُكدي أبداً، ولا تُشوي أحداً، لا عالماً لعلمه، ولا مقلاً في طمره، وعن ذلك ما حرس الله عباده المؤمنين، بالصلوات والزكوات ومجاهدة الصيام في الأيام المفروضات، تسكيناً لأطرافهم وتخشيعاً لأبصارهم وتذليلاً لنفوسهم وتخفيضاً لقلوبهم وإذهاباً للخيلاء عنهم، لما في ذلك من تعفير عتاق الوجوه بالتراب تواضعاً والتصاق كرائم الجوارح بالأرض تصاغراً ولحوق البطون بالمتون من الصيام تذللاً، مع ما في الزكوة من صرف ثمرات الأرض وغير ذلك إلى أهل المسكنة والفقر۔

انظروا إلى ما في هذه الأفعال من قمع نواجم الفخر، وقدع طوالع

قرار دے۔ دنیا میں سرکشی کی پاداش اور آخرت میں ظلم کی گرانباری کے عذاب اور غرور و نخوت کے برے انجام کے خیال سے اللہ کا خوف کھاؤ کیونکہ یہ (سرکشی ظلم اور غرور و تکبر) شیطان کا بہت بڑا جال اور بہت بڑا ہتھکنڈا ہے کہ جو لوگوں کے دلوں میں زہر قاتل کی طرح اتر جاتا ہے۔ نہ اس کا اثر کبھی رائیگاں جاتا ہے نہ اس کا وار کسی سے خطا کرتا ہے۔ نہ عالم سے اس کے علم کے باوجود اور نہ پھٹے پرانے چیتھڑوں میں کسی فقیر بے نوا سے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے خداوند عالم ایمان سے سرفراز ہونے والے بندوں کو نماز، زکوٰۃ اور مقررہ دنوں میں روزوں کے جہاد کے ذریعہ محفوظ رکھتا ہے اور اس طرح ان کے ہاتھ پیروں (کی طغیانیوں) کو سکون کی سطح پر لاتا ہے۔ ان کی آنکھوں کو عجز و شکستگی سے جھکا کر نفس کو رام اور دلوں کو متواضع بنا کر رعونت و خود پسندی کو ان سے دور کرتا ہے (نماز میں) نازک چہروں کو عجز و نیازمندی کی بنا پر خاک آلودہ کیا جاتا ہے اور روزوں میں ازروئے فرمانبرداری پیٹ پیٹھ سے مل جاتے ہیں اور زکوٰۃ میں زمین کی پیداوار وغیرہ کو فقراء اور مساکین تک پہنچایا جاتا ہے۔

دیکھو! کہ ان اعمال و عبادات میں غرور کے ابھرے ہوئے اثرات کو مٹانے اور تمکنت کے نمایاں ہونے والے آثار کو دبانے کے کیسے کیسے فوائد مضمر ہیں۔ میں نے نگاہ دوڑائی تو دنیا بھر میں ایک فرد کو بھی ایسا نہ پایا کہ وہ کسی چیز کی پاسداری کرتا ہو، مگر یہ کہ اس کی نظروں میں اس کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے کہ جو جاہلوں کے اشتباہ

الْكِبْرِ، وَلَقَدْ نَظَرْتُ فَمَا وَجَدْتُ اَحَدًا
مِنَ الْعَالَمِيْنَ يَتَعَصَّبُ لِشَيْءٍ مِنَ الْاَشْيَاءِ
اِلَّا عَنْ عِلَّةٍ تَحْتَمِلُ تَمْوِيْهَ الْجُهَلَاءِ
اَوْ حُجَّةٍ تَلِيْطُ بِعُقُوْلِ السُّفَهَاءِ غَيْرَكُمْ
فَاِنَّكُمْ تَتَعَصَّبُوْنَ لِاَمْرٍ لَا يُعْرَفُ لَهٗ
سَبَبٌ وَلَا عِلَّةٌ۔ اَمَّا اِبْلِيْسُ فَتَعَصَّبَ
عَلٰى اٰدَمَ لِاَصْلِهٖ وَطَعَنَ عَلَيْهِ فِيْ خِلْقَتِهٖ
فَقَالَ اَنَا نَارِيٌّ وَاَنْتَ طِيْنِيٌّ۔ وَاَمَّا
الْاَغْنِيَاءُ مِنْ مُتْرَفَةِ الْاُمَمِ فَتَعَصَّبُوْا
لِاٰثَارِ مَوَاقِعِ النِّعَمِ فَقَالُوْا: "نَحْنُ اَكْثَرُ
اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۔"
فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ فَلْيَكُنْ
تَعَصُّبُكُمْ لِمَكَارِمِ الْخِصَالِ وَمَحَامِدِ
الْاَفْعَالِ، وَمَحَاسِنِ الْاُمُوْرِ الَّتِيْ
تَفَاضَلَتْ فِيْهَا الْمُجَدَاءُ وَالنُّجَدَاءُ
مِنْ بُيُوْتَاتِ الْعَرَبِ وَيَعَاسِيْبِ
الْقَبَائِلِ بِالْاَخْلَاقِ الرَّغِيْبَةِ وَالْاَحْلَامِ
الْعَظِيْمَةِ وَالْاَخْطَارِ الْجَلِيْلَةِ وَالْاٰثَارِ
الْمَحْمُوْدَةِ فَتَعَصَّبُوْا لِخِلَالِ الْحَمْدِ
مِنَ الْحِفْظِ لِلْجِوَارِ وَالْوَفَاءِ بِالذِّمَامِ
وَالطَّاعَةِ لِلْبِرِّ وَالْمَعْصِيَةِ لِلْكِبْرِ وَ
الْاَخْذِ بِالْفَضْلِ وَالْكَفِّ عَنِ الْبَغْيِ
وَالْاِعْظَامِ لِلْقَتْلِ وَالْاِنْصَافِ لِلْخَلْقِ
وَالْكَظْمِ لِلْغَيْظِ وَاجْتِنَابِ الْفَسَادِ فِي
الْاَرْضِ وَاحْذَرُوْا مَا نَزَلَ بِالْاُمَمِ

کا باعث بن جاتی ہے یا کوئی ایسی دلیل ہوتی ہے جو
بیوقوفوں کی عقلوں سے چپک جاتی ہے۔ سوا تمہارے
کہ تم ایک چیز کی جنبہ داری تو کرتے ہو، مگر اس کی کوئی علت
اور وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ابلیس ہی کو لو کہ اس نے آدم
کے سامنے حمیّت جاہلیت کا مظاہرہ کیا تو اپنی اصل (آگ)
کی وجہ سے اور ان پر چوٹ کی تو اپنی خلقت و پیدائش
کی بناء پر۔ چنانچہ اس نے آدمؑ سے کہا کہ میں آگ سے
بنا ہوں اور تم مٹی سے۔ (یونہی) خوش حال قوموں کے
مالدار لوگ اپنی نعمتوں پر اتراتے ہوئے بڑا بول بولے
کہ "ہم مال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں، ہمیں کیونکر عذاب
کیا جا سکتا ہے۔" اب اگر تمہیں فخر ہی کرنا ہے تو اس
کی پاکیزگی اخلاق، بلند کرداری اور حسن سیرت پر فخر و ناز کرو
کہ جس میں عرب گھرانوں کے باعظمت و بلند ہمت سرداران
قوم اپنی خوش اطواریوں بلند پایہ دانائیوں اعلیٰ مرتبوں
اور پسندیدہ کارناموں کی وجہ سے ایک دوسرے پر برتری
ثابت کرتے تھے۔ تم بھی ان قابل ستائش خصلتوں کی
طرفداری کرو۔ جیسے ہمسایوں کے حقوق کی حفاظت کرنا
عہد و پیمان کو نباہنا۔ نیکوں کی اطاعت اور سرکشوں کی
مخالفت کرنا حسنِ سلوک کا پابند اور ظلم و تعدی سے کنارہ کش
رہنا خونریزی سے پناہ مانگنا، خلق خدا سے عدل و انصاف برتنا غصہ کو
پی جانا۔ زمین میں شر انگیزی سے دامن بچانا نہیں ان عذابوں سے ڈرنا چاہیے
تم سے پہلی امتوں پر ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں
کی وجہ سے نازل ہوئے اور (اپنے) اچھے اور برے
حالات میں ان کے احوال و واردات کو پیش نظر رکھو اور
اس امر سے خائف و ترساں رہو کہ کہیں تم بھی انہی کے ایسے

قَبْلَكُمْ مِنَ الْمَثُلَاتِ بِسُوْءِ الْاَفْعَالِ
وَ ذَمِيْمِ الْاَعْمَالِ فَتَذَكَّرُوْا فِي الْخَيْرِ
وَالشَّرِّ اَحْوَالَهُمْ وَاحْذَرُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا
اَمْثَالَهُمْ فَاِذَا تَفَكَّرْتُمْ فِيْ تَفَاوُتِ
حَالَيْهِمْ فَالْزَمُوْا كُلَّ اَمْرٍ لَزِمَتِ
الْعِزَّةُ بِهٖ شَاْنَهُمْ وَزَاحَتِ الْاَعْدَاۗءُ لَهٗ
عَنْهُمْ وَمُدَّتِ الْعَافِيَةُ فِيْهِ عَلَيْهِمْ،
وَانْقَادَتِ النِّعْمَةُ لَهٗ مَعَهُمْ وَوَصَلَتِ
الْكَرَامَةُ عَلَيْهِ حَبْلَهُمْ مِنَ الْاِجْتِنَابِ
لِلْفُرْقَةِ وَاللُّزُوْمِ لِلْاُلْفَةِ وَالتَّحَاضِّ
عَلَيْهَا وَالتَّوَاصِيْ بِهَا، وَاجْتَنِبُوْا
كُلَّ اَمْرٍ كَسَرَ فِقْرَتَهُمْ وَاَوْهَنَ مُنَّتَهُمْ
مِنْ تَضَاغُنِ الْقُلُوْبِ وَتَشَاحُنِ
الصُّدُوْرِ۔ وَتَدَابُرِ النُّفُوْسِ وَ
تَخَاذُلِ الْاَيْدِيْ، وَتَدَبَّرُوْا اَحْوَالَ
الْمَاضِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَبْلَكُمْ
كَيْفَ كَانُوْا فِيْ حَالِ التَّمْحِيْصِ وَ
الْبَلَاۗءِ۔ اَلَمْ يَكُوْنُوْا اَثْقَلَ الْخَلَائِقِ
اَعْبَاۗءً وَاَجْهَدَ الْعِبَادِ بَلَاۗءً وَاَضْيَقَ
اَهْلِ الدُّنْيَا حَالًا۔ اِتَّخَذَتْهُمُ
الْفَرَاعِنَةُ عَبِيْدًا فَسَامُوْهُمْ سُوْٓءَ
الْعَذَابِ وَجَرَّعُوْهُمُ الْمُرَارَ فَلَمْ
تَبْرَحِ الْحَالُ بِهِمْ فِيْ ذُلِّ الْهَلَكَةِ
وَقَهْرِ الْغَلَبَةِ۔ لَا يَجِدُوْنَ حِيْلَةً فِي
امْتِنَاعٍ، وَلَا سَبِيْلًا اِلٰى دِفَاعٍ حَتّٰى

نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے ان کی دونوں (اچھی بری) حالتوں پر
غور کیا ہے تو پھر ہر اس چیز کی پابندی کرو کہ جس کی وجہ
سے عزت و برتری نے ہر حال میں ان کا ساتھ دیا اور دشمن
اُن سے دُور دُور رہے اور عیش و سکون کے دامن اُن
پر پھیل گئے۔ اور نعمتیں سرنگوں ہو کر اُن کے ساتھ ہو لیں اور
عزت و سرفرازی نے اپنے بندھن اُن سے جوڑ لئے۔
(وُہ کیا چیزیں تھیں؟) یہ کہ وُہ افتراق سے بچے اور اتفاق
و یک جہتی پر قائم رہے۔ اسی پر ایک دوسرے کو ابھارتے
تھے اور اسی کی باہم سفارش کرتے تھے اور تم ہر اس امر
سے بچ کر رہو کہ جس نے اُن کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ ڈالا اور
قوت و توانائی کو ضعف سے بدل دیا۔ (اور وہ یہ تھا) کہ
انہوں نے دلوں میں کینہ اور سینوں میں بغض رکھا ایک دوسرے
کی مدد سے پیٹھ پھرالی اور باہمی تعاون سے ہاتھ اٹھا لیا۔
اور تم کو لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کے اہل ایمان کے وقائع
و حالات میں غور و فکر کرو، کہ (صبر آزما) ابتلاؤں اور (جانکاہ)
مصیبتوں میں اُن کی کیا حالت تھی کیا وہ ساری کائنات
سے زیادہ گرانبار تمام لوگوں سے زائد مبتلائے تعب
و مشقت اور دنیا جہاں سے زیادہ تنگی و ضیق کے عالم میں
نہ تھے؟ کہ جنہیں دنیا کے فرعون نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور
انہیں سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتے اور تلخیوں کے
گھونٹ پلاتے تھے اور ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وُہ
تباہی و ہلاکت کی ذلتوں اور غلبہ و تسلط کی قہر سامانیوں میں
یوں گھرتے چلے جا رہے تھے، نہ انہیں بچاؤ کی کوئی تدبیر اور
نہ روک تھام کا کوئی ذریعہ سوجھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اللہ
سُبحانہ، نے یہ دیکھا کہ یہ میری محبت میں اذیتوں پر پوری

إِذَا رَأَى اللهُ جِدَّ الصَّبْرِ مِنْهُمْ عَلَى الْأَذَى فِي مَحَبَّتِهِ وَالْاِحْتِمَالَ لِلْمَكْرُوهِ مِنْ خَوْفِهِ جَعَلَ لَهُمْ مِنْ مَضَائِقِ الْبَلَاءِ فَرَجاً فَأَبْدَلَهُمُ الْعِزَّ مَكَانَ الذُّلِّ، وَالْأَمْنَ مَكَانَ الْخَوْفِ فَصَارُوا مُلُوكاً حُكَّاماً. وَأَئِمَّةً أَعْلَاماً، وَقَدْ بَلَغَتِ الْكَرَامَةُ مِنَ اللهِ لَهُمْ مَا لَمْ تَبْلُغِ الْآمَالُ إِلَيْهِ بِهِمْ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانُوا حَيْثُ كَانَتِ الْأَمْلَاءُ مُجْتَمِعَةً وَالْأَهْوَاءُ مُتَّفِقَةً، وَالْقُلُوبُ مُعْتَدِلَةً وَالْأَيْدِي مُتَرَادِفَةً وَالسُّيُوفُ مُتَنَاصِرَةً، وَالْبَصَائِرُ نَافِذَةً، وَالْعَزَائِمُ وَاحِدَةً أَلَمْ يَكُونُوا أَرْبَاباً فِي أَقْطَارِ الْأَرَضِينَ وَمُلُوكاً عَلَى رِقَابِ الْعَالَمِينَ. فَانْظُرُوا إِلَى مَا صَارُوا إِلَيْهِ فِي آخِرِ أُمُورِهِمْ حِينَ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ وَتَشَتَّتَتِ الْأُلْفَةُ وَاخْتَلَفَتِ الْكَلِمَةُ وَالْأَفْئِدَةُ وَتَشَعَّبُوا مُخْتَلِفِينَ، وَتَفَرَّقُوا مُتَحَارِبِينَ قَدْ خَلَعَ اللهُ عَنْهُمْ لِبَاسَ كَرَامَتِهِ وَسَلَبَهُمْ غَضَارَةَ نِعْمَتِهِ وَبَقِيَ قَصَصُ أَخْبَارِهِمْ فِيكُمْ عِبْرَةً لِلْمُعْتَبِرِينَ (مِنْكُمْ).

فَاعْتَبِرُوا بِحَالِ وُلْدِ إِسْمٰعِيلَ وَبَنِي إِسْحٰقَ وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

کدوکاوش سے صبر کئے جا رہے ہیں اور میرے خیال سے سے مصیبتوں کو جھیل رہے ہیں تو ان کے لیے مصیبت وابتلاء کی تنگنائے سے وسعت کی راہیں نکالیں اور ان کی ذلت کو عزت اور خوف وہراس کو امن سے بدل دیا چنانچہ وہ تخت فرمانروائی پر سلطان اور مسند ہدایت پر رہنما ہوئے اور انہیں امیدوں سے بڑھ چڑھ کر اللہ کی طرف سے عزت وسرفرازی حاصل ہوئی۔ غور کرو! کہ جب ان کی جمعیتیں یکجا، خیالات یکسو اور دل یکساں تھے اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کو سہارا دیتے اور تلواریں ایک دوسرے کی معین و مددگار تھیں اور ان کی بصیرتیں تیز اور ارادے متحد تھے، تو اس وقت ان کا عالم کیا تھا۔ کیا وہ اطراف زمین میں فرمانروا اور دنیا والوں کی گردنوں پر حکمران نہ تھے؟ اور تصویر کا یہ رخ بھی دیکھو! کہ جب ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ یکجہتی درہم وبرہم ہو گئی۔ ان کی باتوں اور دلوں میں اختلافات کے شاخسانے پھوٹ نکلے، اور وہ مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے اور الگ جتھے بن کر ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے لگے، تو ان کی نوبت یہ ہو گئی کہ اللہ نے ان سے عزت وبزرگی کا پیراہن اتار لیا اور نعمتوں کی آسائشیں ان سے چھین لیں اور تمہارے درمیان ان کے واقعات کی حکایتیں عبرت بن کر رہ گئیں۔

(اب ذرا) اسماعیل کی اولاد اسحاق کے فرزندوں اور یعقوب کے بیٹوں کے حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کرو۔ حالات کتنے ملتے ہوئے ہیں اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں۔ ان کے منتشر وپراگندہ ہو جانے کی

فَمَا أَشَدَّ اعْتِدَالَ الْأَحْوَالِ، وَأَقْرَبَ اشْتِبَاهَ الْأَمْثَالِ، تَأَمَّلُوا أَمْرَهُمْ فِي حَالِ تَشَتُّتِهِمْ وَتَفَرُّقِهِمْ لَيَالِيَ كَانَتِ الْأَكَاسِرَةُ وَالْقَيَاصِرَةُ أَرْبَاباً لَهُمْ يَحْتَازُونَهُمْ عَنْ رِيفِ الْآفَاقِ، وَبَحْرِ الْعِرَاقِ وَخُضْرَةِ الدُّنْيَا إِلَى مَنَابِتِ الشِّيحِ وَمَهَافِي الرِّيحِ، وَنَكَدِ الْمَعَاشِ فَتَرَكُوهُمْ عَالَةً مَسَاكِينَ إِخْوَانَ دَبَرٍ وَوَبَرٍ، أَذَلَّ الْأُمَمِ دَاراً وَأَجْدَبَهُمْ قَرَاراً۔ لَا يَأْوُونَ إِلَى جَنَاحِ دَعْوَةٍ يَعْتَصِمُونَ بِهَا، وَلَا إِلَى ظِلِّ أُلْفَةٍ يَعْتَمِدُونَ عَلَى عِزِّهَا۔ فَالْأَحْوَالُ مُضْطَرِبَةٌ وَالْأَيْدِي مُخْتَلِفَةٌ، وَالْكَثْرَةُ مُتَفَرِّقَةٌ۔ فِي بَلَاءِ أَزْلٍ، وَأَطْبَاقِ جَهْلٍ، مِنْ بَنَاتٍ مَوْءُودَةٍ۔ وَأَصْنَامٍ مَعْبُودَةٍ، وَأَرْحَامٍ مَقْطُوعَةٍ وَغَارَاتٍ مَشْنُونَةٍ۔

فَانْظُرُوا إِلَى مَوَاقِعِ نِعَمِ اللهِ عَلَيْهِمْ حِينَ بَعَثَ إِلَيْهِمْ رَسُولاً فَعَقَدَ بِمِلَّتِهِ طَاعَتَهُمْ وَجَمَعَ عَلَى دَعْوَتِهِ أُلْفَتَهُمْ۔ كَيْفَ نَشَرَتِ النِّعْمَةُ عَلَيْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا، وَالْتَفَّتِ الْمِلَّةُ بِهِمْ فِي عَوَائِدِ بَرَكَتِهَا، فَأَصْبَحُوا فِي نِعْمَتِهَا غَرِقِينَ، وَفِي خُضْرَةِ عَيْشِهَا

صورت میں جو واقعات رونما ہوئے، ان میں فکر و تامل کرو کہ جب شاہانِ عجم اور سلاطین رُوم ان پر حکمران تھے وہ انہیں اطرافِ عالم کے سبزہ زاروں عراق کے دریاؤں اور دنیا کی شادابیوں سے خاردار جھاڑیوں ہواؤں کے بے روک گزرگاہوں اور معیشت کی دشواریوں کی طرف ڈھکیل دیتے تھے اور آخر انہیں فقیر و نادار اور زخمی پیٹھ والے اونٹوں کا چرواہا اور بالوں کی جھونپڑیوں کا باشندہ بنا کر چھوڑتے تھے۔ ان کے گھر بار دنیا جہاں سے بڑھ کر خستہ و خراب اور اُن کے ٹھکانے خشک سالیوں سے تباہ حال تھے، نہ ان کی کوئی آواز تھی جس کے پر و بال کا سہارا لیں، نہ انس و محبت کی چھاؤں تھی جس کے بل بوتے پر بھروسا کریں۔ ان کے حالات پراگندہ ہاتھ الگ الگ تھے کثرت و جمعیت بٹی ہوئی، جانگداز مصیبتوں اور جہالت کی تہ بہ تہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے یوں کہ لڑکیاں زندہ درگور تھیں (گھر گھر مورتی پوجا ہوتی تھی۔ رشتے ناطے توڑے جا چکے تھے اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔

دیکھو! کہ اللہ نے ان پر کتنے احسانات کئے کہ ان میں اپنا رسول بھیجا کہ جس نے اپنی اطاعت کا انہیں پابند بنایا اور انہیں ایک مرکز وحدت پر جمع کر دیا اور کیونکہ خوش حالی نے اپنے پر و بال اُن پر پھیلا دیئے اور ان کے لیے بخشش و فیضان کی نہریں بہا دیں اور شریعت نے انہیں اپنی برکت کے بے بہا فائدوں میں لپیٹ لیا چنانچہ وہ اس کی نعمتوں میں شرابور اور اس کی زندگی کی تر و تازگیوں میں خوشحال اور یک مسلّط فرمانروا (اسلام کے)

فَكِهِينَ، قَدْ تَرَبَّعَتِ الْأُمُورُ بِهِمْ فِي ظِلِّ سُلْطَانٍ قَاهِرٍ، وَآوَتْهُمُ الْحَالُ إِلَى كَنَفِ عِزٍّ غَالِبٍ، وَتَعَطَّفَتِ الْأُمُورُ عَلَيْهِمْ فِي ذُرَى مُلْكٍ ثَابِتٍ، فَهُمْ حُكَّامٌ عَلَى الْعَالَمِينَ، وَمُلُوكٌ فِي أَطْرَافِ الْأَرَضِينَ، يَمْلِكُونَ الْأُمُورَ عَلَى مَنْ كَانَ يَمْلِكُهَا عَلَيْهِمْ، وَيُمْضُونَ الْأَحْكَامَ فِيمَنْ كَانَ يُمْضِيهَا فِيهِمْ. لَا تُغْمَزُ لَهُمْ قَنَاةٌ، وَلَا تُقْرَعُ لَهُمْ صَفَاةٌ.

أَلَا وَإِنَّكُمْ قَدْ نَفَضْتُمْ أَيْدِيَكُمْ مِنْ حَبْلِ الطَّاعَةِ. وَثَلَمْتُمْ حِصْنَ اللهِ الْمَضْرُوبَ عَلَيْكُمْ بِأَحْكَامِ الْجَاهِلِيَّةِ. فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ قَدِ امْتَنَّ عَلَى جَمَاعَةِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِيمَا عَقَدَ بَيْنَهُمْ مِنْ حَبْلِ هٰذِهِ الْأُلْفَةِ الَّتِي يَنْتَقِلُونَ فِي ظِلِّهَا، وَيَأْوُونَ إِلَى كَنَفِهَا، بِنِعْمَةٍ لَا يَعْرِفُ أَحَدٌ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ لَهَا قِيمَةً لِأَنَّهَا أَرْجَحُ مِنْ كُلِّ ثَمَنٍ وَأَجَلُّ مِنْ كُلِّ خَطَرٍ.

وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ صِرْتُمْ بَعْدَ الْهِجْرَةِ أَعْرَابًا، وَبَعْدَ الْمُوَالَاةِ أَحْزَابًا، مَا تَتَعَلَّقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا بِاسْمِهِ، وَلَا تَعْرِفُونَ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا رَسْمَهُ. تَقُولُونَ النَّارَ وَلَا الْعَارَ كَأَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تُكْفِئُوا الْإِسْلَامَ

زیر سایہ ان کی زندگی کے تمام شعبے (نظم و ترتیب سے) قائم ہو گئے اور ان کے حالات (کی درستگی) نے انہیں غلبہ و بزرگی کے پہلو میں جگہ دی اور ایک مضبوط سلطنت کی سربلند چوٹیوں میں (دین و دنیا کی) سعادتیں ان پر جھک پڑیں۔ وہ تمام جہان پر حکمران اور زمین کی پہنائیوں میں تخت و تاج کے مالک بن گئے اور جن پابندیوں کی بنا پر دوسروں کے زیر دست تھے۔ اب یہ انہیں پابند بنا کر ان پر مسلط ہو گئے۔ نہ ان کا دم خم ہی نکالا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ان کا کس بل توڑا جا سکتا ہے۔

دیکھو! تم نے اطاعت کے بندھنوں سے اپنے ہاتھوں کو چھڑا لیا اور زمانہ جاہلیت کے طور طریقوں سے اپنے گرد کھچے ہوئے حصار میں رخنہ ڈال دیا خداوند عالم نے اس امت کے لوگوں پر اس نعمت بے بہا کے ذریعہ سے لطف و احسان فرمایا ہے کہ جس کی قدر و قیمت کو مخلوقات میں سے کوئی نہیں پہچانتا کیونکہ وہ ہر (ٹھہرائی ہوئی) قیمت سے گراں تر اور ہر شرف و بلندی سے بالاتر ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے درمیان انس و یکجہتی کا رابطہ (اسلام) قائم کیا کہ جس کے سایہ میں وہ منزل کرتے ہیں، اور جس کے کنار (عاطفت) میں پناہ لیتے ہیں۔

یہ جانے رہو کہ تم (جہالت و نادانی) کو خیر باد کہہ دینے کے بعد پھر صحرائی بدو اور باہمی دوستی کے بعد پھر مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ اسلام سے تمہارا واسطہ نام کو رہ گیا ہے اور ایمان سے چند ظاہری لکیروں کے علاوہ تمہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا تمہارا قول یہ ہے

عَلَى وَجْهِهِ انْتِهَاكًا لِحَرِيمِهِ، وَنَقْضًا
لِمِيثَاقِهِ الَّذِي وَضَعَهُ اللهُ لَكُمْ
حَرَمًا فِي أَرْضِهِ، وَأَمْنًا بَيْنَ خَلْقِهِ
وَإِنَّكُمْ إِنْ لَجَأْتُمْ إِلَى غَيْرِهِ حَارَبَكُمْ
أَهْلُ الْكُفْرِ ثُمَّ لَا جَبْرَائِيلُ وَلَا مِيكَائِيلُ
وَلَا مُهَاجِرُونَ وَلَا أَنْصَارٌ يَنْصُرُونَكُمْ
إِلَّا الْمُقَارَعَةَ بِالسَّيْفِ حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ
بَيْنَكُمْ، وَإِنَّ عِنْدَكُمُ الْأَمْثَالَ مِنْ
بَأْسِ اللهِ وَقَوَارِعِهِ وَأَيَّامِهِ وَ
وَقَائِعِهِ فَلَا تَسْتَبْطِئُوا وَعِيدَهُ
جَهْلًا بِأَخْذِهِ وَتَهَاوُنًا بِبَطْشِهِ
وَيَأْسًا مِنْ بَأْسِهِ فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ
لَمْ يَلْعَنِ الْقَرْنَ الْمَاضِيَ بَيْنَ
أَيْدِيكُمْ إِلَّا لِتَرْكِهِمُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ
وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَلَعَنَ اللهُ
السُّفَهَاءَ لِرُكُوبِ الْمَعَاصِي، وَالْحُلَمَاءَ
لِتَرْكِ التَّنَاهِي۔

أَلَا وَقَدْ قَطَعْتُمْ قَيْدَ الْإِسْلَامِ
وَعَطَّلْتُمْ حُدُودَهُ وَأَمَتُّمْ
أَحْكَامَهُ أَلَا وَقَدْ أَمَرَنِيَ اللهُ
بِقِتَالِ أَهْلِ الْبَغْيِ وَالنَّكْثِ وَ
الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ فَأَمَّا النَّاكِثُونَ
فَقَدْ قَاتَلْتُ، وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ
فَقَدْ جَاهَدْتُ، وَأَمَّا الْمَارِقَةُ
فَقَدْ دَوَّخْتُ، وَأَمَّا شَيْطَانُ

کہ آگ میں کود پڑیں گے۔ مگر عار قبول نہ کریں گے گویا
تم یہ چاہتے ہو کہ اسلام کی ہتک حرمت اور اس کا عہد
توڑ کر اسے منہ کے بل اوندھا کر دو، وہ عہد کہ جسے اللہ
نے زمین میں پناہ اور مخلوقات میں امن قرار دیا ہے۔
(یاد رکھو! کہ) اگر تم نے اسلام کے علاوہ کہیں اور کا
رخ کیا تو کفار تم سے جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے
پھر نہ جبرئیل و میکائیل ہیں اور نہ انصار و مہاجر ہیں کہ
تمہاری مدد کریں، سوا اس کے کہ تلواروں کو کھٹکھٹاؤ
یہاں تک کہ اللہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے
خدا کا سخت عذاب، جھنجھوڑنے والا عقاب ابتلاؤں
کے دن اور تعزیر و ہلاکت کے حادثے تمہارے سامنے
ہیں۔ اس کی گرفت سے انجان بن کر اور اس کی پکڑ کو
آسان سمجھ کر اور اس کی سختی سے غافل ہو کر اس کے
قہر و عذاب کو دور نہ سمجھو۔ خداوند عالم نے گزشتہ امتوں
کو محض اس لیے اپنی رحمت سے دور رکھا کہ وہ اچھائی
کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے منہ موڑ چکے
تھے۔ چنانچہ اللہ نے بے وقوفوں پر ارتکاب گناہ کی
وجہ سے اور دانشمندوں پر خطاؤں سے باز نہ آنے
کے سبب سے لعنت کی ہے۔

دیکھو! تم نے اسلام کی پابندیاں توڑ دیں اور اس
کی حدیں بیکار کر دیں اور اس کے احکام سرے سے
ختم کر دیئے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ نے مجھے باغیوں
عہد شکنوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں سے
جہاد کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے عہد شکنوں (اصحاب جمل)
سے جنگ کی نافرمانوں (اہل صفین) سے جہاد کیا اور

الرَّدْهَةِ فَقَدْ كُفِيتُهُ بِصَعْقَةٍ
سُمِعَتْ لَهَا وَجْبَةُ قَلْبِهِ وَرَجَّةُ
صَدْرِهِ، وَبَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ
الْبَغْيِ، وَلَئِنْ أَذِنَ اللّٰهُ فِي الْكَرَّةِ
عَلَيْهِمْ لَأُدِيلَنَّ مِنْهُمْ إِلَّا مَا
يَتَشَذَّرُ فِي أَطْرَافِ الْبِلَادِ تَشَذُّراً
أَنَا وَضَعْتُ فِي الصِّغَرِ بِكَلَاكِلِ
الْعَرَبِ وَكَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُونِ
رَبِيعَةَ وَمُضَرَ. وَقَدْ عَلِمْتُمْ
مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ
وَالْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ وَضَعَنِي فِي
حِجْرِهِ وَأَنَا وَلَدٌ يَضُمُّنِي إِلَى
صَدْرِهِ وَيَكْنُفُنِي إِلَى فِرَاشِهِ وَ
يُمِسُّنِي جَسَدَهُ وَيُشِمُّنِي عَرْفَهُ
وَكَانَ يَمْضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيهِ
وَمَا وَجَدَ لِي كَذْبَةً فِي قَوْلٍ وَلَا
خَطْلَةً فِي فِعْلٍ وَلَقَدْ قَرَنَ اللّٰهُ
بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مِنْ لَدُنْ أَنْ كَانَ فَطِيمًا أَعْظَمَ
مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَتِهِ يَسْلُكُ بِهِ
طَرِيقَ الْمَكَارِمِ، وَمَحَاسِنَ أَخْلَاقِ
الْعَالَمِ لَيْلَهُ، وَنَهَارَهُ، وَلَقَدْ
كُنْتُ أَتَّبِعُهُ اتِّبَاعَ الْفَصِيلِ أَثَرَ
أُمِّهِ يَرْفَعُ لِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَخْلَاقِهِ

بے دینوں (خوارج نہروان) کو بھی پوری طرح ذلیل کر کے
چھوڑا۔ مگر گڑھے (میں گر کر مرنے) والا شیطان میرے
لیے اس کی مہم سر ہو گئی۔ ایک ایسی چنگھاڑ کے ساتھ
کہ جس میں اس کے دل کی دھڑکن اور سینے کی تھرتھری کی
آواز میرے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ اب باغیوں میں
سے کچھ رہے سہے باقی رہ گئے ہیں اگر اللہ نے پھر مجھے
ان پر دھاوا بولنے کی اجازت دی تو میں انہیں نہس نہس
کر کے دولت و سلطنت کا رخ دوسری طرف موڑ دوں گا
(پھر) وہی لوگ بچ سکیں گے جو مختلف شہروں کی دور دراز
حدوں میں تتر بتر ہو چکے ہوں گے، میں نے تو بچپن
ہی میں عرب کا سینہ پیوند زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ
و مضر کے ابھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔ تم جانتے
ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب
کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے
میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا میں بچہ ہی تھا کہ رسول
نے مجھے گود میں لے لیا تھا۔ اپنے سینے سے چمٹائے
رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے اپنے
جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے
سنگھاتے تھے۔ پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر اس
کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے انہوں نے
نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے
کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی اللہ نے آپ کی
دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے
ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ
لگا دیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ

عَلَمًا وَيَأْمُرُنِي بِالْاِقْتِدَاءِ بِهِ. وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ فَأَرَاهُ وَلَا يَرَاهُ غَيْرِي. وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَخَدِيجَةَ وَأَنَا ثَالِثُهُمَا. أَرَى نُورَ الْوَحْيِ وَالرِّسَالَةِ، وَأَشُمُّ رِيحَ النُّبُوَّةِ.

وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِينَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ هٰذَا الشَّيْطَانُ أَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهِ. إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَتَرَى مَا أَرَى إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ، وَلٰكِنَّكَ وَزِيرٌ وَإِنَّكَ لَعَلَى خَيْرٍ. وَلَقَدْ كُنْتُ مَعَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَتَاهُ الْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقَالُوا لَهُ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ قَدِ ادَّعَيْتَ عَظِيمًا لَمْ يَدَّعِهِ آبَاؤُكَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ بَيْتِكَ وَنَحْنُ نَسْأَلُكَ أَمْرًا إِنْ أَنْتَ أَجَبْتَنَا إِلَيْهِ وَأَرَيْتَنَاهُ عَلِمْنَا أَنَّكَ نَبِيٌّ وَرَسُولٌ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ عَلِمْنَا أَنَّكَ سَاحِرٌ كَذَّابٌ. فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا، اور میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اُونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لیے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور (ام المومنین) خدیجہ رض کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا اُن میں میں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔

جب آپ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سُنی، جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پُوجے جانے سے مایوس ہوگیا ہے (اے علی) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ قریش کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور انہوں نے آپ سے کہا کہ اے محمدؐ آپ نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے۔ ایسا دعویٰ نہ تو آپ کے باپ دادا نے کیا نہ آپ کے خاندان والوں میں سے کسی اور نے کیا ہم آپ سے ایک امر کا مطالبہ کرتے ہیں، اگر آپ نے اُسے پورا کر کے ہمیں دکھلا دیا تو پھر ہم بھی یقین کر لیں گے کہ آپ نبی و رسول ہیں اور اگر

وَسَلَّمَ: وَمَا تَسْأَلُوْنَ؟ قَالُوْا تَدْعُوْ لَنَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ حَتّٰى تَنْقَلِعَ بِعُرُوْقِهَا وَتَقِفَ بَيْنَ يَدَيْكَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ. اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، فَاِنْ فَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ ذٰلِكَ اَتُؤْمِنُوْنَ وَتَشْهَدُوْنَ بِالْحَقِّ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ فَاِنِّيْ سَاُرِيْكُمْ مَا تَطْلُبُوْنَ، وَاِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّكُمْ لَا تَفِيْئُوْنَ اِلٰى خَيْرٍ وَاِنَّ فِيْكُمْ مَنْ يُطْرَحُ فِي الْقَلِيْبِ وَمَنْ يُحَزِّبُ الْاَحْزَابَ، ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: يَا اَيَّتُهَا الشَّجَرَةُ اِنْ كُنْتِ تُؤْمِنِيْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتَعْلَمِيْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَانْقَلِعِيْ بِعُرُوْقِكِ حَتّٰى تَقِفِيْ بَيْنَ يَدَيَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ. فَوَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَانْقَلَعَتْ بِعُرُوْقِهَا وَجَاءَتْ وَلَهَا دَوِيٌّ شَدِيْدٌ وَقَصْفٌ كَقَصْفِ اَجْنِحَةِ الطَّيْرِ حَتّٰى وَقَفَتْ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُرَفْرِفَةً وَاَلْقَتْ بِغُصْنِهَا الْاَعْلٰى عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، وَبِبَعْضِ اَغْصَانِهَا عَلٰى مَنْكِبِيْ، وَكُنْتُ عَنْ يَمِيْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَظَرَ الْقَوْمُ اِلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا عُلُوًّا وَاسْتِكْبَارًا: فَمُرْهَا فَلْيَاْتِكَ نِصْفُهَا، وَيَبْقٰى

نہ کر سکے تو ہم جان لیں گے کہ (معاذ اللہ) آپ جادوگر اور جھوٹے ہیں حضرت نے فرمایا کہ وُہ تمہارا مطالبہ ہے کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے لیے اس درخت کو پکاریں کہ یہ جڑ سمیت اُکھڑ آئے اور آپ کے سامنے آکر ٹھہر جائے آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اگر اس نے تمہارے لیے ایسا کر دکھایا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے۔ اور حق کی گواہی دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آپؐ نے فرمایا کہ اچھا جو تم چاہتے ہو تمہیں دکھائے دیتا ہوں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بھلائی کی طرف پلٹنے والے نہیں ہو۔ یقیناً تم میں کچھ لوگ تو وُہ ہیں جنہیں چاہ (بدر) میں جھونک دیا جائے گا اور کچھ وُہ ہیں جو (جنگ) احزاب میں جتھا بندی کریں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے درخت اگر تو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تو اپنی جڑ سمیت اُکھڑ آ یہاں تک کہ تو بحکم خدا میرے سامنے آکر ٹھہر جائے۔ (رسولؐ کا یہ فرمانا تھا کہ) اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا وُہ درخت جڑ سمیت اُکھڑ آیا اور اس طرح آیا کہ اس سے سخت کھڑکھڑاہٹ اور پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی سی آواز آتی تھی یہاں تک کہ لچکتا جھومتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُوبرو آکر ٹھہر گیا اور بلند شاخیں ان پر اور کچھ شاخیں میرے کندھے پر ڈال دیں اور میں آپؐ کی داہنی جانب کھڑا تھا۔ جب قریش نے یہ دیکھا تو نخوت و غرور سے کہنے لگے کہ اسے حکم دیں کہ آدھا آپ کے پاس آئے

نِصْفُهَا، فَأَمَرَهَا بِذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ
إِلَيْهِ نِصْفُهَا كَأَعْجَبِ إِقْبَالٍ وَّ
أَشَدِّهٖ دَوِيًّا، فَكَادَتْ تَلْتَفُّ بِرَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ
فَقَالُوْا كُفْرًا وَعُتُوًّا. فَمُرْ هٰذَا النِّصْفَ
فَلْيَرْجِعْ إِلٰى نِصْفِهٖ كَمَا كَانَ فَأَمَرَهٗ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ. فَقُلْتُ
أَنَا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِنِّيْ أَوَّلُ مُؤْمِنٍ
بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَأَوَّلُ مَنْ أَقَرَّ بِأَنَّ
الشَّجَرَةَ فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ بِأَمْرِ اللّٰهِ
تَعَالٰى تَصْدِيْقًا بِنُبُوَّتِكَ وَإِجْلَالًا
لِكَلِمَتِكَ، فَقَالَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ بَلْ سَاحِرٌ
كَذَّابٌ، عَجِيْبُ السِّحْرِ، خَفِيْفٌ فِيْهِ
وَهَلْ يُصَدِّقُكَ فِيْ أَمْرِكَ إِلَّا مِثْلُ هٰذَا
(يَعْنُوْنَنِيْ)، وَإِنِّيْ لَمِنْ قَوْمٍ لَا تَأْخُذُهُمْ
فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ سِيْمَاهُمْ سِيْمَا
الصِّدِّيْقِيْنَ، وَكَلَامُهُمْ كَلَامُ
الْأَبْرَارِ. عُمَّارُ اللَّيْلِ وَمَنَارُ
النَّهَارِ مُتَمَسِّكُوْنَ بِحَبْلِ الْقُرْآنِ
يُحْيُوْنَ سُنَنَ اللّٰهِ وَسُنَنَ رَسُوْلِهٖ
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وَلَا يَعْلُوْنَ وَلَا
يَغُلُّوْنَ وَلَا يُفْسِدُوْنَ، قُلُوْبُهُمْ
فِي الْجِنَانِ وَأَجْسَادُهُمْ فِي
الْعَمَلِ.

* * *

اور آدھا اپنی جگہ پر رہے۔ چنانچہ آپؐ نے اسے یہی
حکم دیا تو اس کا آدھا حصہ آپؐ کی طرف بڑھ آیا اس
طرح کہ اس کا آنا (پہلے آنے سے بھی) زیادہ عجیب
صورت سے اور زیادہ تیز آواز کے ساتھ تھا اور اب
کے وہ قریب تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے لپٹ جائے اب انہوں نے کفر و سرکشی سے کہا کہ
اچھا اب اس آدھے کو حکم دیجئے کہ یہ اپنے دوسرے حصے
کے پاس پلٹ جائے جس طرح پہلے تھا۔ چنانچہ آپؐ نے
حکم دیا اور وہ پلٹ گیا۔ میں نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ لا الٰہ
الا اللہ اے اللہ کے رسولؐ میں آپ پر سب سے پہلے
ایمان لانے والا ہوں۔ اور سب سے پہلے اس کا اقرار
کرنے والا ہوں کہ اس کے درخت نے بحکم خدا آپؐ کی
نبوتؐ کی تصدیق اور آپ کے کلام کی عظمت و برتری
دکھانے کے لیے جو کچھ کیا ہے وہ امر واقعی ہے۔ (کوئی
آنکھ کا پھیر نہیں) یہ سن کر وہ ساری قوم کہنے لگی کہ یہ
(پناہ بخدا) پرلے درجے کے جھوٹے اور جادوگر ہیں۔
ان کا سحر عجیب و غریب ہے اور ہیں بھی اس میں چابکدست
اس امر پر آپ کی تصدیق ان جیسے ہی کر سکتے ہیں اور اس
سے مجھے مراد لیا (جو چاہیں کہیں) میں تو اس جماعت میں
سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر
انداز نہیں ہوتی وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے
سچوں کی تصویر اور جن کا کلام نیکوں کے کلام کا آئینہ
دار ہے، وہ شب زندہ دار دن کے روشن مینار
اور خدا کی رسی سے وابستہ ہیں یہ لوگ اللہ کے
فرمانوں اور پیغمبر کی سنتوں کو زندگی بخشتے ہیں، نہ

سر بلندی دکھاتے ہیں نہ خیانت کرتے ہیں اور نہ فساد
پھیلاتے ہیں۔ اُن کے دل جنت میں اٹکے ہوئے اور
جسم اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔

۱؎ مطلب یہ کہ جس طرح حاسد محسود کی تباہی کے درپے ہوتا ہے اسی طرح تم کفران نعمت وارتکاب معاصی سے زوال نعمت کے اسباب پیدا نہ کرو۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اگر ظاہری رُعب و دبدبہ سے مرعوب ہو کر ایمان لایا جائے گا اور قوت وطاقت سے متاثر ہو کر عبادت کی جائے گی تو یہ ایمان اپنے حقیقی مفہوم پر اور نہ عبادت اپنے اصلی معنی پر باقی رہے گی کیونکہ ایمان تصدیق باطنی و یقین قلبی کا نام ہے اور جبر و اکراہ سے جس یقین کا مظاہرہ کیا جائے گا وہ صرف زبانی اقرار ہوگا۔ مگر قلبی اعتراف نہیں ہوگا۔ اور عبادت عبودیّت کے مظاہرہ کا نام ہے اور جس عبادت میں احساس عبودیت وجذبہ نیازمندی نہ ہو اور صرف سطوت وہیبت کے پیش نظر بجالائی گئی ہو وہ عبادت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ایسا ایمان اور ایسی عبادت اپنے صحیح معنی ومفہوم کی آئینہ دار نہ ہوگی۔

۳؎ عالم اور فقیر کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ عالم کے پاس علم کی روشنی ہوتی ہے جو اس کی رہنمائی کر سکتی ہے اور فقیر کی بے مائگی اس کے لیے مانع ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے باوجود عالم وفقیر دونوں اس کے فریب میں آجاتے ہیں تو پھر جاہل کس طرح اپنے کو اس کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور مالدار کہ جس کے پاس بے راہ روای کے سارے وسائل وذرائع موجود ہوتے ہیں کس طرح اس سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہے۔ کلا ان الانسان لیطغیٰ ان رآہ استغنیٰ بے شک انسان جب اپنے کو مالدار دیکھتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے۔

۴؎ امم سابقہ کے عروج وزوال اور وقائع وحالات پر اگر نظر کی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قوموں کا بنتا بگڑنا صرف بخت واتفاق کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں بڑی حد تک ان کے افعال واعمال کا دخل ہوتا ہے اور اعمال جس نوعیت کے ہوتے ہیں، ویسا ہی ان کا نتیجہ وثمرہ ظاہر ہوتا ہے چنانچہ گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات اس کے آئینہ دار ہیں کہ ظلم وبدعملی کا نتیجہ ہمیشہ تباہی وہلاکت اور نیکی وسلامت روی کا ثمرہ ہمیشہ خوش بختی و کامرانی رہا ہے اور چونکہ زمانوں اور قوموں کے اختلاف سے نتائج میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لہٰذا ویسے حالات اگر پھر پیدا ہوں اور ویسے واقعات اگر پھر دہرائے جائیں تو وہی نتائج اب بھی ظاہر ہوں۔ جو ان جیسے واقعات سے ظاہر ہو چکے ہیں، لیکن نتائج کی یک رنگی ہی وہ چیز ہے جو گذشتہ واقعات کو بعد والوں کے لیے مرقع عبرت بنا کر پیش کرتی ہے چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر امیر المومنین ؑ نے بنی اسماعیل وبنی اسحٰق وبنی اسرائیل کے مختلف

حالات واد واو اور شاہان عجم و روم کے ہاتھوں ان کی ابتلاؤ مشقت اور تباہی و بربادی کا تذکرہ کرکے دعوت فکر و بصیرت دی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے بڑے فرزند حضرت اسمٰعیل کی اولاد بنی اسمٰعیل اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰق کی اولاد بنی اسحٰق کہلاتی ہے جو بعد میں شاخ در شاخ ہو کر مختلف قبیلوں میں بٹتی اور مختلف ناموں سے موسوم ہوتی گئی۔ ان کا ابتدائی مسکن فلسطین کے علاقے میں مقام کنعان تھا۔ جہاں حضرت ابراہیم سرزمین دجلہ و فرات سے ہجرت کرکے مقیم ہو گئے تھے ان کے فرزند حضرت اسماعیل کی منزل سرزمین حجاز تھی۔ جہاں حضرت ابراہیم انہیں اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو چھوڑ گئے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ نے انہی اطراف میں بسنے والے قبیلہ جرہم کی ایک خاتون السیدہ بنت مضاض سے شادی کی جن سے ان کی اولاد پھلی پھولی اور اطراف و اکناف عالم میں پھیل گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے فرزند حضرت اسحٰق کنعان ہی ہی میں مقیم رہے اور ان کے فرزند حضرت یعقوب (اسرائیل) تھے۔ جنھوں نے اپنے ماموں لبان ابن ناہر کی دختر لیا سے عقد کیا اور اس کے مرنے کے بعد ان کی دوسری صاحبزادی راحیل سے شادی کی اور ان دونوں سے ان کی اولاد ہوئی جو بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ ان فرزندوں میں سے ایک فرزند حضرت یوسف تھے جو اپنے ہمسایہ ملک مصر میں ایک ناگہانی صورت سے پہنچ گئے اور غلامی و اسیری کی کڑیاں جھیلنے کے بعد مصر کے تخت و تاج کے مالک ہو گئے اس انقلاب کے بعد انہوں نے اپنے تمام عزیزوں اور کنبہ والوں کو بھی وہیں بلا لیا اور اس طرح مصر بنی اسرائیل کا مستقر قرار پا گیا۔ یہ لوگ کچھ عرصہ تک امن چین سے رہتے سہتے اور عزت و احترام کی زندگی گزارتے رہے، مگر رفتہ رفتہ وہاں کے باشندے انہیں ذلت و حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگے اور انہیں ہر طرح کے مظالم کا نشانہ بنا لیا۔ یہاں تک کہ لڑکوں کو ذبح اور ان کی عورتوں کو کنیزی کے لیے رکھ لیتے تھے۔ جس سے ان کی عزم و ہمت پامال اور روح آزادی مضمحل ہو کر رہ گئی۔ آخر حالات نے پلٹا کھایا اور چار سو برس تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے کے بعد نکبت و مصیبت کا دور کٹا اور فرعونی حکومت کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے قدرت نے حضرت موسیٰؑ کو بھیج دیا جو انہیں لے کر مصر سے نکل کھڑے ہوئے لیکن قدرت نے فرعون کو تباہ کرنے کے لیے اسرائیلیوں کا رُخ دریائے نیل کی طرف موڑ دیا۔ جہاں آگے پانی کی طغیانیاں تھیں۔ اور پیچھے فرعون کی دل بادل فوجیں جس سے یہ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ مگر قدرت نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ بے کھٹکے دریا کے اندر اتر جائیں۔ چنانچہ جب وہ بڑھے تو دریا میں ایک چھوڑ گئی راستے پیدا ہو گئے۔ اور حضرت موسیٰؑ اسرائیلیوں کو لے کر دریا کے اس پار اتر گئے۔ فرعون عقب سے آہی رہا تھا۔ جب اس نے ان کو گزرتے ہوئے دیکھا تو لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور جب وسط دریا میں پہنچا تو رُکے ہوئے پانی میں حرکت پیدا ہوئی اور فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی لپیٹ میں لے کر فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:۔

وَإِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تمہیں بڑے سے بُرا عذاب دیتے تھے تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی کٹھن آزمائش تھی۔

* *

بہر صورت جب یہ حدود مصر سے نکل کر اپنے آبائی وطن فلسطین و شام میں پہنچے تو اپنی سلطنت و حکومت کی بنیاد رکھ کر آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ اور قدرت نے ان کی پستی و ذلت کو فرمانروائی کی بلندی و رفعت سے بدل دیا۔ چنانچہ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۔

ہم نے اس جماعت کو جو کمزور و ناتواں سمجھی جاتی تھی زمین کے پورب و پچھم کے ان حصوں کا وارث بنایا۔ جنہیں ہم نے اپنی برکتوں سے مالا مال کیا ہے۔ اے پیغمبر ص! تمہارے پروردگار کا خوشگوار وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا۔ چونکہ وہ (فرعون کے مظالم پر) صبر و استقامت سے جمے رہے اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو عمارتیں بلند کرتی تھی ہم نے سب برباد کردیں۔

اسرائیلیوں نے تخت فرمانروائی پر قدم رکھنے اور خوشحال و فارغ البالی حاصل کرنے کے بعد دور غلامی کی تمام ذلتوں اور رسوائیوں کو فراموش کر دیا۔ اور اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر شکر گزار ہونے کے بجائے سرکشی و بغاوت پر اتر آئے۔ چنانچہ وہ بدکرداری و بداخلاقی کی طرف بے جھجک بڑھنے۔ شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ حیلے حوالوں سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہراتے میں کوئی باک نہ کرتے، خدا کی طرف سے تبلیغ و دعوت کے فرائض انجام دینے والے انبیاء کو ستاتے اور ان کے خون ناحق سے ہاتھ رنگتے۔ اب ان کی بداعمالیوں کا تقاضا یہی تھا کہ انہیں ان کے پاس عمل کی گرفت میں جکڑ لیا جائے۔ چنانچہ بخت نصر کہ جو ۶۰۰ ق۔م بابل (عراق) پر اپنا پرچم حکومت لہرا رہا تھا۔ شام و فلسطین پر حملہ کرنے کے لیے اٹھا اور اپنی خونچکاں تلواروں سے ستر ہزار اسرائیلیوں کو قتل اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا، اور بقیۃ السیف کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر کے اپنے ساتھ لے لیا، اور انہیں غلامی کے بندھنوں میں کس کر قعر مذلت میں لا پھینکا۔ اگرچہ اس تباہی و بربادی کے بعد کوئی ایسی صورت نظر نہ آتی تھی کہ وہ پھر اوج و عروج حاصل کر سکیں گے مگر قدرت نے انہیں سنبھلنے کا ایک اور موقع دیا۔ چنانچہ بخت نصر کے مرنے کے بعد حکومت کا نظم و نسق بیل شازار کے

سپرد ہوا، تو اُس نے رعیت پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیئے جس سے تنگ آ کر وہاں کے باشندوں نے شہنشاہ فارس (سائرس) کو پیغام بھجوایا کہ ہم اپنے فرمانروا کے ظلم و جور سہتے سہتے عاجز آ گئے ہیں۔ آپ ہماری دستگیری کیجیے اور بیل شازار کے مظالم سے چھٹکارا دلایئے۔ سائرس جو عدل گستر و انصاف پرور حکمران تھا۔ اس آواز پر لبیک کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا، اور وہاں کے لوگوں کے تعاون سے اس نے بابل کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ جس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کی گردنوں سے غلامی کا جُوا اترا اور انہیں فلسطین کی طرف پلٹ جانے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ انہوں نے ستر برس غلامی میں میں گزارنے کے بعد دوبارہ اپنے ملک میں قدم رکھا اور حکومت کی باگ سنبھال لی۔ اب اگر وُہ گزشتہ واقعات سے عبرت حاصل کرتے تو ان بد اعمالیوں کے مرتکب نہ ہوتے کہ جن کے نتیجہ میں انہیں غلامی کی ذلت سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ مگر اس ناہنجار قوم کے مزاج کی ساخت ہی کچھ اس طرح کی تھی کہ جب بھی انہیں آسائش و فارغ البالی حاصل ہوتی تو دولت کی سرمستیوں میں کھو جاتے اور عیش پرستیوں میں پڑ جاتے۔ احکام شریعت کا تمسخر اڑاتے اور انبیاء کا استہزاء کرتے بلکہ ان کے قتل سے بھی ان کی جبیں پر شکن نہ آتی تھی۔ چنانچہ جب ان کے فرمانروا ہیرودیس نے اپنی محبوبہ کے کہنے سے حضرت یحییٰؑ کا سر قلم کر کے اسے بطور تحفہ پیش کیا تو کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ وہ اس ظلم کے خلاف کوئی آواز بلند کرتا یا اس سے کوئی اثر لیتا۔ ان کی سرکشیوں اور منہ زوریوں کا یہی عالم تھا کہ حضرت عیسٰی نے ظہور فرمایا جو انہیں بے راہ روبوں سے روکتے اور نیکی و خوش اطواری کی تلقین فرماتے تھے، لیکن انہوں نے ان کی بھی مخالفت کی اور طرح طرح کے دُکھ پہنچائے یہاں تک کہ ان کی زندگی کا خاتمہ کر دینے کے درپے ہو گئے، لیکن قدرت نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا اور حضرت عیسٰیؑ کو ان کے دستبرد سے محفوظ کر دیا۔ جب ان کی طغیانیاں اس حد تک بڑھ گئیں اور قبول ہدایت کی صلاحیتیں دم توڑ چکیں تو تقدیر نے ان کی ہلاکت و بربادی کا سامان مکمل کر کے ان کی تباہی کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ قیصرِ روم اسنیانوس نے اپنے لڑکے طیطوس (ٹیٹس) کو شام پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ جس نے بیت المقدس کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ مکانوں کو مسمار اور ہیکل کی دیواروں کو توڑ دیا جس سے ہزاروں اسرائیلی گھروں کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور ہزاروں بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گئے اور جو رہ گئے وُہ تلواروں کی نذر ہو گئے اور وُہ اسرائیلی جو حصار کے زمانہ میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے بیشتر حجاز و یثرب میں آ کر آباد ہو گئے۔ مگر پیغمبر آخر الزمان کے انکار سے ان کی قومیت کا شیرازہ اس طرح بکھرا کہ پھر کسی مرکز عزت پر جمع نہ ہو سکے اور ذلت و رسوائی کے سوا عزت و سرفرازی کی زندگی انہیں نصیب نہ ہوئی۔

اسی طرح شاہان عجم نے بھی عرب پر شدید حملے کیے اور وہاں کے باشندوں کو مقہور و مغلوب بنا لیا۔ چنانچہ سابور ابن ہرمز نے سولہ برس کی عمر میں چار ہزار جنگجوؤں کو اپنے ساتھ لے کر ان عربوں پر حملہ کیا جو حدود فارس میں آباد تھے۔ اور پھر بحرین قطیف اور ہجر کی طرف چڑھائی کی اور بنی تمیم و بنی بکر ابن وائل و بنی عبد قیس کو تباہ و برباد کیا، اور ستر ہزار عربوں کے شانے چیر ڈالے جس سے اس کا لقب ذوالاکتاف پڑ گیا۔ اس نے عربوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وُہ صرف بالوں کی جھونپڑیوں

میں رہیں۔ اپنے سر کے بالوں کو بڑھالیں۔ سفید لباس نہ پہنیں اور بغیر زین کے گھوڑوں پر سواری کریں اور پھر عراق و شام کے درمیان نصیبین میں بارہ ہزار اصفہان اور فارس کے دوسرے شہروں کے باشندے بسائے اور اس طرح وہاں کے رہنے والوں کو سرسبز و شاداب جگہوں سے صحراؤں اور بے آب و گیاہ جنگلوں کی طرف دھکیل دیا جہاں نہ زندگی و راحت کا کوئی سامان تھا۔ اور نہ معیشت کا کوئی ذریعہ اور یہ آپس کے تفرقہ و انتشار کے نتیجہ میں مدتوں تک دوسروں کی قہر سامانیوں کا نشانہ بنتے رہے آخر قدرت نے سرور کائنات ؐ کو مبعوث فرما کر انہیں ذلت سے عروج و رفعت کی بلند منزل پر پہنچادیا۔

۵ گڑھے میں گر کر مرنے والے شیطان سے مراد ذوالثدیہ ہے جو نہروان میں صاعقۂ آسمانی کے گرنے سے ہلاک ہوا اور اُس پر تلوار اٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑی اس کی ہلاکت کے متعلق پیغمبر اکرم ؐ پیشین گوئی فرما چکے تھے۔ اس لیے امیر المومنین ؑ نہروان کے میدان میں استیصال خوارج کے بعد اس کی تلاش میں نکلے۔ لیکن اس کی لاش کہیں نظر نہ آئی۔ مگر ریان ابن صبرہ نے نہر کے کنارے ایک گڑھے کے اندر چالیس پچاس لاشیں دیکھیں۔ جب انہیں نکالا گیا تو ان میں ذوالثدیہ کی بھی لاش تھی اور اس کے شانے پر گوشت کا ایک لوتھڑا ابھرا ہوا تھا جس کی وجہ سے اسے ذوالثدیہ کہا جاتا تھا۔ جب امیر المومنین ؑ نے دیکھا تو فرمایا۔

"اللہ اکبر۔ خدا کی قسم! نہ میں نے جھوٹ کہا تھا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی۔"

خطبہ ۱۹۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

رُوِيَ اَنَّ صَاحِبًا لِّاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُقَالُ لَهُ هَمَّامٌ كَانَ رَجُلًا عَابِدًا، فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ صِفْ لِيَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَتَثَاقَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جَوَابِهٖ ثُمَّ قَالَ:- يَا هَمَّامُ اتَّقِ اللّٰهَ وَاَحْسِنْ فَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ، فَلَمْ يَقْنَعْ هَمَّامٌ بِهٰذَا الْقَوْلِ حَتّٰى عَزَمَ عَلَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

بیان کیا گیا ہے کہ امیر المومنین (علیہ السلام) کے ایک صحابی نے کہ جنہیں ہمام کہا جاتا ہے اور جو بہت عبادت گزار شخص تھے حضرت سے عرض کیا کہ یا امیر المومنین ؑ مجھ سے پرہیز گاروں کی حالت اس طرح بیان فرمائیں کہ ان کی تصویر میری نظروں میں پھرنے لگے۔ حضرت نے جواب دینے میں کچھ تامل کیا۔ پھر اتنا فرمایا کہ اے ہمام اللہ سے ڈرو اور اچھے عمل کرو، کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی و نیک کردار ہوں۔ ہمام نے آپ کے اس جواب پر اکتفا نہ کیا اور آپ کو (مزید بیان فرمانے کے لیے) قسم دی جس پر حضرت نے خدا کی حمد و ثنا کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ:-

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حِيْنَ خَلَقَهُمْ غَنِيًّا عَنْ طَاعَتِهِمْ، اٰمِنًا مِنْ مَعْصِيَتِهِمْ، لِأَنَّهٗ لَا تَضُرُّهٗ مَعْصِيَةُ مَنْ عَصَاهُ، وَلَا تَنْفَعُهٗ طَاعَةُ مَنْ أَطَاعَهٗ، فَقَسَمَ بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ، وَوَضَعَهُمْ مِنَ الدُّنْيَا مَوَاضِعَهُمْ، فَالْمُتَّقُوْنَ فِيْهَا هُمْ أَهْلُ الْفَضَائِلِ، مَنْطِقُهُمُ الصَّوَابُ، وَمَلْبَسُهُمُ الْاِقْتِصَادُ، وَمَشْيُهُمُ التَّوَاضُعُ، غَضُّوْا أَبْصَارَهُمْ عَمَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِمْ، وَوَقَفُوْا أَسْمَاعَهُمْ عَلَى الْعِلْمِ النَّافِعِ لَهُمْ، نُزِّلَتْ أَنْفُسُهُمْ مِنْهُمْ فِي الْبَلَاءِ كَالَّتِيْ نُزِّلَتْ فِي الرَّخَاءِ، وَلَوْ لَا الْأَجَلُ الَّذِيْ كُتِبَ لَهُمْ لَمْ تَسْتَقِرَّ أَرْوَاحُهُمْ فِيْ أَجْسَادِهِمْ طَرْفَةَ عَيْنٍ، شَوْقًا إِلَى الثَّوَابِ، وَخَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ، عَظُمَ الْخَالِقُ فِيْ أَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُوْنَهٗ فِيْ أَعْيُنِهِمْ، فَهُمْ وَالْجَنَّةُ كَمَنْ قَدْ رَاٰهَا فَهُمْ فِيْهَا مُنَعَّمُوْنَ، وَهُمْ وَالنَّارُ كَمَنْ رَاٰهَا فَهُمْ فِيْهَا مُعَذَّبُوْنَ، قُلُوْبُهُمْ مَحْزُوْنَةٌ، وَشُرُوْرُهُمْ مَأْمُوْنَةٌ، وَأَجْسَادُهُمْ نَحِيْفَةٌ، وَحَاجَاتُهُمْ خَفِيْفَةٌ، وَأَنْفُسُهُمْ عَفِيْفَةٌ، صَبَرُوْا أَيَّامًا قَصِيْرَةً أَعْقَبَتْهُمْ رَاحَةً طَوِيْلَةً، تِجَارَةٌ مُرْبِحَةٌ

وسلم پر درود بھیجا اور یہ فرمایا:-

اللہ سبحانہ نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو ان کی اطاعت سے بے نیاز اور اُن کے گناہوں سے بے خطر ہو کر کار گاہ ہستی میں انہیں جگہ دی، کیونکہ اُسے نہ کسی معصیت کار کی معصیت سے نقصان اور نہ کسی فرمانبردار کی اطاعت سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس نے زندگی کا سرو سامان اُن میں بانٹ دیا ہے اور دنیا میں ہر ایک کو اس کے مناسب حال محل و مقام پر رکھا ہے۔ چنانچہ فضیلت ان کے لیے ہے جو پرہیزگار ہیں کیونکہ ان کی گفتگو جچی تلی ہوئی پہناوا میانہ روی اور چال ڈھال عجز و فروتنی ہے۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور فائدہ مند علم پر کان دھر لیے ہیں ان کے نفس زحمت و تکلیف میں بھی ویسے ہی رہتے ہیں جیسے آرام و آسائش میں اگر (زندگی کی مقررہ) مدت نہ ہوتی جو اللہ نے ان کے لیے لکھ دی ہے تو ثواب کے شوق اور عتاب کے خوف سے اُن کی روحیں ان کے جسموں میں چشم زدن کے لیے بھی نہ ٹھہرتیں خالق کی عظمت ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ اس کے ماسوا ہر چیز ان کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے، ان کو جنت کا ایسا ہی یقین ہے جیسے کسی کو آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے تو گویا وہ اسی وقت جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہیں اور دوزخ کا بھی ایسا ہی یقین ہے جیسے کہ وہ دیکھ رہے ہیں تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہاں کا عذاب ان کے گرد و پیش موجود ہے ان کے دل غمزدہ و محزون اور لوگ انکے شر و ایذا سے محفوظ و مامون ہیں انکے بدن لاغر، ضروریات کم اور نفس نفسانی خواہشوں سے بری ہیں۔ انہوں نے چند مختصر سے دنوں کی (تکلیفوں پر) صبر کیا جس کے نتیجہ میں دائمی آسائش حاصل

يَسْرَهَا لَهُمْ رَبُّهُمْ أَرَادَتْهُمُ الدُّنْيَا فَلَمْ يُرِيْدُوْهَا، وَأَسَرَتْهُمْ فَفَدَوْا أَنْفُسَهُمْ مِنْهَا۔ أَمَّا اللَّيْلُ فَصَافُّوْنَ أَقْدَامَهُمْ، تَالِيْنَ لِأَجْزَاءِ الْقُرْآنِ يُرَتِّلُوْنَهُ تَرْتِيْلًا، يُحَزِّنُوْنَ بِهٖ أَنْفُسَهُمْ وَيَسْتَثِيْرُوْنَ بِهٖ دَوَاءَ دَائِهِمْ۔ فَإِذَا مَرُّوْا بِآيَةٍ فِيْهَا تَشْوِيْقٌ رَكَنُوْا إِلَيْهَا طَمَعًا، وَتَطَلَّعَتْ نُفُوْسُهُمْ إِلَيْهَا شَوْقًا، وَظَنُّوْا أَنَّهَا نُصْبَ أَعْيُنِهِمْ۔ وَإِذَا مَرُّوْا بِآيَةٍ فِيْهَا تَخْوِيْفٌ أَصْغَوْا إِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوْبِهِمْ وَظَنُّوْا أَنَّ زَفِيْرَ جَهَنَّمَ وَشَهِيْقَهَا فِيْ أُصُوْلِ آذَانِهِمْ فَهُمْ حَانُوْنَ عَلٰى أَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَأَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَأَطْرَافِ أَقْدَامِهِمْ يَطْلُبُوْنَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ فَكَاكِ رِقَابِهِمْ وَأَمَّا النَّهَارُ فَحُكَمَاءُ عُلَمَاءُ أَبْرَارٌ أَتْقِيَاءُ۔ قَدْ بَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْيَ الْقِدَاحِ يَنْظُرُ إِلَيْهِمُ النَّاظِرُ فَيَحْسَبُهُمْ مَرْضٰى وَمَا بِالْقَوْمِ مِنْ مَرَضٍ وَيَقُوْلُ قَدْ خُوْلِطُوْا۔ وَلَقَدْ خَالَطَهُمْ أَمْرٌ عَظِيْمٌ۔ لَا يَرْضَوْنَ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الْقَلِيْلَ وَلَا يَسْتَكْثِرُوْنَ الْكَثِيْرَ، فَهُمْ

کی۔ یہ ایک فائدہ مند تجارت ہے جو اللہ نے اُن کے لیے مُہیا کی۔ دُنیا نے انہیں چاہا مگر انہوں نے دنیا کو نہ چاہا اس نے انہیں قیدی بنایا تو انہوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا۔ رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں، جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈھتے ہیں۔ جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو، تو اس کی طمع میں اُدھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وُہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ سے) ڈرایا گیا ہو، تو اُس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وُہ (رکوع میں) اپنی کمریں جھکائے اور سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلو خلاصی کے لیے التجائیں کرتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو وُہ دانشمند عالم، نیکوکار اور پرہیزگار نظر آتے ہیں۔ خوف نے انہیں تیروں کی طرح لاغر کر چھوڑا ہے۔ دیکھنے والا انہیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے، حالانکہ انہیں کوئی مرض نہیں ہوتا اور جب ان کی باتوں کو سنتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ ان کی عقلوں میں فتور ہے (ایسا نہیں) بلکہ انہیں تو ایک دوسرا

لِأَنْفُسِهِمْ مُتَّهِمُونَ وَمِنْ أَعْمَالِهِمْ مُشْفِقُونَ - إِذَا زُكِّيَ أَحَدُهُمْ خَافَ مِمَّا يُقَالُ لَهُ فَيَقُولُ: أَنَا أَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْ غَيْرِي وَرَبِّي أَعْلَمُ بِي مِنِّي بِنَفْسِي اَللّٰهُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا يَقُولُونَ. وَاجْعَلْنِي أَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّونَ - وَاغْفِرْ لِي مَا لَا يَعْلَمُونَ -

فَمِنْ عَلَامَةِ أَحَدِهِمْ أَنَّكَ تَرَى لَهُ قُوَّةً فِي دِينٍ وَحَزْمًا فِي لِينٍ، وَإِيمَانًا فِي يَقِينٍ وَحِرْصًا فِي عِلْمٍ، وَعِلْمًا فِي حِلْمٍ وَقَصْدًا فِي غِنًى، وَخُشُوعًا فِي عِبَادَةٍ، وَتَجَمُّلًا فِي فَاقَةٍ، وَصَبْرًا فِي شِدَّةٍ وَطَلَبًا فِي حَلَالٍ، وَنَشَاطًا فِي هُدًى وَتَحَرُّجًا عَنْ طَمَعٍ يَعْمَلُ الْأَعْمَالَ الصَّالِحَةَ وَهُوَ عَلَى وَجَلٍ - يُمْسِي وَهَمُّهُ الشُّكْرُ وَيُصْبِحُ وَهَمُّهُ الذِّكْرُ يَبِيتُ حَذِرًا وَيُصْبِحُ فَرِحًا - حَذِرًا لِمَا حُذِّرَ مِنَ الْغَفْلَةِ وَفَرِحًا بِمَا أَصَابَ مِنَ الْفَضْلِ وَالرَّحْمَةِ إِنِ اسْتَصْعَبَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِيمَا تَكْرَهُ لَمْ يُعْطِهَا سُؤْلَهَا فِيمَا تُحِبُّ قُرَّةُ عَيْنِهِ فِيمَا لَا يَزُولُ - وَزَهَادَتُهُ فِيمَا لَا يَبْقَى -

ہی خطرہ لاحق ہے۔ وہ اپنے اعمال کی کم مقدار سے مطمئن نہیں ہوتے، اور زیادہ کو زیادہ نہیں سمجھتے، وہ اپنے ہی نفسوں پر (کوتاہیوں) کا الزام رکھتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف زدہ رہتے ہیں، جب ان میں سے کسی ایک کو (صلاح و تقویٰ کی بنا پر) سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اُٹھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں دوسروں سے زیادہ اپنے نفس کو جانتا ہوں، اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ میرے نفس کو جانتا ہے۔ خدایا ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دینا اور میرے ان گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں۔

ان میں سے ایک کی علامت یہ ہے کہ تم اس کے دین میں استحکام، نرمی و خوش خلقی کے ساتھ دور اندیشی، ایمان میں یقین و استواری، بردباری کے ساتھ دانائی، خوش حالی میں میانہ روی، عبادت میں عجز و نیاز مندی فقر و فاقہ میں آن بان، مصیبت میں صبر، طلب رزق میں حلال پر نظر، ہدایت میں کیف و سرور اور طمع سے نفرت و بے تعلقی دیکھو گے۔ وہ نیک اعمال بجا لاتے کے باوجود خائف رہتا ہے۔ شام ہوتی ہے تو اس کے پیش نظر اللہ کا شکر اور صبح ہوتی ہے تو اس کا مقصد یادِ خدا ہوتا ہے۔ رات خوف و خطر میں گزارتا ہے اور صبح کو خوش اٹھتا ہے خطرہ اس کا کہ رات غفلت میں نہ گزر جائے اور خوشی اس فضل و رحمت کی دولت پر جو اسے نصیب ہوئی

يَمْزُجُ الْحِلْمَ بِالْعِلْمِ وَ الْقَوْلَ بِالْعَمَلِ۔ تَرَاهُ قَرِيباً أَمَلُهُ۔ قَلِيلاً زَلَلُهُ، خَاشِعاً قَلْبُهُ، قَانِعَةً نَفْسُهُ۔ مَنْزُوراً أَكْلُهُ۔ سَهْلاً أَمْرُهُ۔ حَرِيزاً دِينُهُ، مَيِّتَةً شَهْوَتُهُ۔ مَكْظُوماً غَيْظُهُ۔ اَلْخَيْرُ مِنْهُ مَأْمُولٌ، وَالشَّرُّ مِنْهُ مَأْمُونٌ۔ إِنْ كَانَ فِي الْغَافِلِينَ كُتِبَ فِي الذَّاكِرِينَ۔ وَإِنْ كَانَ فِي الذَّاكِرِينَ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ۔ يَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَهُ وَ يُعْطِي مَنْ حَرَمَهُ وَ يَصِلُ مَنْ قَطَعَهُ۔ بَعِيداً فُحْشُهُ۔ لَيِّناً قَوْلُهُ۔ غَائِباً مُنْكَرُهُ۔ حَاضِراً مَعْرُوفُهُ۔ مُقْبِلاً خَيْرُهُ۔ مُدْبِراً شَرُّهُ۔ فِي الزَّلَازِلِ وَقُورٌ، وَفِي الْمَكَارِهِ صَبُورٌ وَفِي الرَّخَاءِ شَكُورٌ۔ لَا يَحِيفُ عَلَى مَنْ يُبْغِضُ۔ وَلَا يَأْثَمُ فِيمَنْ يُحِبُّ۔ يَعْتَرِفُ بِالْحَقِّ قَبْلَ أَنْ يُشْهَدَ عَلَيْهِ۔ لَا يُضِيعُ مَا اسْتُحْفِظَ۔ وَلَا يَنْسَى مَا ذُكِّرَ۔ وَلَا يُنَابِزُ بِالْأَلْقَابِ۔ وَلَا يُضَارُّ بِالْجَارِ۔ وَلَا يَشْمَتُ بِالْمَصَائِبِ۔ وَلَا يَدْخُلُ فِي الْبَاطِلِ۔ وَلَا يَخْرُجُ

ہے۔ اگر اس کا نفس کسی ناگوار صورت حال کے برداشت کرنے سے انکار کرتا ہے تو وہ اس کی من مانی خواہش کو پورا نہیں کرتا، جاودانی نعمتوں میں اس کے لیے آنکھوں کا سرور ہے اور دار فانی کی چیز دل سے بے تعلقی و بیزاری ہے۔ اس نے علم میں علم اور قول میں عمل کو سمو دیا ہے تم دیکھو گے اس کی امیدوں کا دامن کوتاہ لغزشیں کم، دل متواضع اور نفس قانع، غذا قلیل، رویہ بے زحمت، دین محفوظ، خواہشیں مردہ اور غصہ ناپید ہے اس سے بھلائی ہی کی توقع ہو سکتی ہے اور اس سے گزند کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ جس وقت ذکر خدا سے غافل ہونے والوں میں نظر آتا ہے جب بھی ذکر کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے چونکہ اس کا دل غافل نہیں ہوتا اور جب ذکر کرتے والوں میں ہوتا ہے تو ظاہر ہی ہے کہ اسے غفلت شعاروں میں شمار نہیں کیا جاتا، جو اس پر ظلم کرتا ہے اس سے درگزر کرجاتا ہے جو اسے محروم کرتا ہے اس کا دامن اپنی عطاء سے بھر دیتا ہے جو اس سے بگاڑتا ہے۔ یہ اس سے بناتا ہے۔ بیہودہ بکواس اس کے قریب نہیں پھٹکتی اس کی باتیں نرم، برائیاں ناپید اور اچھائیاں نمایاں ہیں۔ خوبیاں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ یہ مصیبت کے جھٹکوں میں کوہ حلم و وقار سختیوں پر صابر اور خوش حالی میں شاکر رہتا ہے جس کا دشمن بھی ہو اس کے خلاف بے جا زیادتی نہیں کرتا اور جس کا دوست ہوتا ہے اس کی خاطر بھی کوئی گناہ نہیں کرتا۔ قبل اس کے کہ اس کی کسی بات کے خلاف گواہی کی ضرورت پڑے وہ خود ہی حق کا اعتراف کر لیتا ہے۔

مِنَ الْحَقِّ - اِنْ صَمَتَ لَمْ يَغُمَّهُ صَمْتُهُ وَاِنْ ضَحِكَ لَمْ يَعْلُ صَوْتُهُ وَاِنْ بُغِيَ عَلَيْهِ صَبَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْ يَنْتَقِمُ لَهٗ نَفْسُهٗ مِنْهُ فِيْ عَنَاءٍ - وَالنَّاسُ مِنْهُ فِيْ رَاحَةٍ - اَتْعَبَ نَفْسَهٗ لِاٰخِرَتِهٖ وَاَرَاحَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِهٖ - بُعْدُهٗ عَمَّنْ تَبَاعَدَ عَنْهُ زُهْدٌ وَّنَزَاهَةٌ - وَدُنُوُّهٗ مِمَّنْ دَنَا مِنْهُ لِيْنٌ وَرَحْمَةٌ - لَيْسَ تَبَاعُدُهٗ بِكِبْرٍ وَعَظَمَةٍ، وَلَا دُنُوُّهٗ بِمَكْرٍ وَّخَدِيْعَةٍ -

(قَالَ) فَصَعِقَ هَمَّامٌ صَعْقَةً كَانَتْ نَفْسُهٗ فِيْهَا - فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَخَافُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : - هٰكَذَا تَصْنَعُ الْمَوَاعِظُ الْبَالِغَةُ بِاَهْلِهَا - فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ فَمَا بَالُكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؟ فَقَالَ : وَيْحَكَ اِنَّ لِكُلِّ اَجَلٍ وَقْتًا لَا يَعْدُوْهُ وَسَبَبًا لَا يَتَجَاوَزُهٗ فَمَهْلًا

امانت کو ضائع و برباد نہیں کرتا جو اُسے یاد دلایا گیا ہے اسے فراموش نہیں کرتا۔ نہ دوسروں کو بُرے ناموں سے یاد کرتا ہے، نہ ہمسایوں کو گزند پہنچاتا ہے، نہ دوسروں کی مصیبتوں پر خوش ہوتا ہے، نہ باطل کی سرحد میں داخل ہوتا ہے۔ اور نہ جادۂ حق سے قدم باہر نکالتا ہے۔ اگر چُپ سادھ لیتا ہے تو اس خاموشی سے اس کا دل نہیں بجھتا، اور اگر ہنستا ہے تو آواز بلند نہیں ہوتی۔ اگر اس پر زیادتی کی جائے تو سہہ لیتا ہے تاکہ اللہ ہی اس کا انتقام لے۔ اس کا نفس اس کے ہاتھوں مشقت میں مبتلا ہے اور دوسرے لوگ اس سے امن و راحت میں ہیں۔ اس نے آخرت کی خاطر اپنے نفس کو زحمت میں اور خلقِ خدا کو اپنے نفس (کے شر) سے راحت میں رکھا ہے جن سے دوری اختیار کرتا ہے تو یہ زہد و پاکیزگی کے لیے ہوتی ہے اور جن سے قریب ہوتا ہے تو یہ خوش خلقی و رحم دلی کی بنا پر ہے نہ اُس کی دوری غرور و کبر کی وجہ سے اور نہ اُس کا میل جول کسی فریب اور مکر کی بنا پر ہوتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ ان کلمات کو سُنتے سُنتے ہمام پر غشی طاری ہوئی اور اسی عالم میں اس کی رُوح پرواز کر گئی۔ امیر المومنین ع نے فرمایا، کہ خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق یہی خطرہ تھا۔ پھر فرمایا کہ مؤثر نصیحتیں نصیحت پذیر طبیعتوں پر یہی اثر کیا کرتی ہیں۔ اس وقت ایک کہنے والے نے کہا کہ یا امیر المومنین ع! پھر کیا بات ہے کہ خود آپ پر ایسا اثر نہیں ہوتا؟ حضرت نے فرمایا کہ بلاشبہ موت کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ وہ اس

لَا تَعُدْ لِمِثْلِهَا فَإِنَّمَا نَفَثَ الشَّيْطٰنُ عَلٰى لِسَانِكَ۔

سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا اور اس کا ایک سبب ہوتا ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔ ایسی (بے معنی) گفتگو سے جو شیطان نے تمہاری زبان پر جاری کی ہے۔ باز آؤ اور ایسی بات پھر زبان پر نہ لانا۔

لہ ابنِ ابی الحدید کے نزدیک اس سے ہمام ابن شریح مراد ہیں اور علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ اس سے بظاہر ہمام ابن عبادہ مراد ہیں۔

ےلہ یہ شخص عبد ابن کوا تھا جو خوارج کی ہنگامہ آرائیوں میں پیش پیش اور حضرت کا سخت مخالف تھا۔

خطبہ ۱۹۲

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
(يَصِفُ فِيهَا الْمُنَافِقِينَ)

نَحْمَدُهُ عَلٰى مَا وَفَّقَ لَهُ مِنَ الطَّاعَةِ، وَذَادَ عَنْهُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ وَنَسْأَلُهُ لِمِنَّتِهِ تَمَامًا وَبِحَبْلِهِ اعْتِصَامًا۔ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ خَاضَ إِلٰى رِضْوَانِ اللّٰهِ كُلَّ غَمْرَةٍ، وَتَجَرَّعَ فِيهِ كُلَّ غُصَّةٍ۔ وَقَدْ تَلَوَّنَ لَهُ الْأَدْنَوْنَ وَتَأَلَّبَ عَلَيْهِ الْأَقْصَوْنَ۔ وَخَلَعَتْ إِلَيْهِ الْعَرَبُ أَعِنَّتَهَا، وَضَرَبَتْ لِمُحَارَبَتِهِ بُطُونَ رَوَاحِلِهَا، حَتّٰى أَنْزَلَتْ بِسَاحَتِهِ عَدَاوَتَهَا مِنْ أَبْعَدِ الدَّارِ وَأَسْحَقِ الْمَزَارِ۔

ہم اس کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس نے اطاعت کی توفیق بخشی اور معصیت سے روک رکھا۔ ہم اُس سے نعمتوں کے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش اور اس کے (اسلام کی) رسی سے وابستہ رہنے کا سوال کرتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسولؐ ہیں۔ جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہر سختی میں پھاند پڑے اور جنہوں نے اس کے لیے غم و غصہ کے گھونٹ پیے۔ جن کے قریبیوں نے بھی مختلف رنگ بدلے اور دور والوں نے بھی ان کی دشمنی پر ایکا کر لیا اور عرب والے بھی ان کے خلاف بگٹٹ چڑھ دوڑے اور دور دراز جگہوں اور دور افتادہ سرحدوں سے سواریوں کے پیٹ پر ایڑ لگاتے ہوئے آپ سے لڑنے کے لیے جمع ہو گئے اور عداوتوں کے (پشتارے) آپ کے صحن میں لا اتارے۔

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَأُحَذِّرُكُمْ أَهْلَ النِّفَاقِ فَإِنَّهُمُ الضَّالُّونَ الْمُضِلُّونَ وَالزَّالُّونَ الْمُزِلُّونَ يَتَلَوَّنُونَ أَلْوَاناً، وَيَفْتَنُّونَ افْتِنَاناً وَيَعْمِدُونَكُمْ بِكُلِّ عِمَادٍ، وَيَرْصُدُونَكُمْ بِكُلِّ مِرْصَادٍ قُلُوبُهُمْ دَوِيَّةٌ، وَصِفَاحُهُمْ نَقِيَّةٌ وَيَمْشُونَ الْخَفَاءَ وَيَدِبُّونَ الضَّرَاءَ وَصْفُهُمْ دَوَاءٌ، وَقَوْلُهُمْ شِفَاءٌ، وَفِعْلُهُمُ الدَّاءُ الْعَيَاءُ. حَسَدَةُ الرَّخَاءِ، وَمُؤَكِّدُو الْبَلاَءِ، وَمُقْنِطُوا الرَّجَاءِ، لَهُمْ بِكُلِّ طَرِيقٍ صَرِيعٌ وَإِلَى كُلِّ قَلْبٍ شَفِيعٌ، وَلِكُلِّ شَجْوٍ دُمُوعٌ، يَتَقَارَضُونَ الثَّنَاءَ، وَيَتَرَاقَبُونَ الْجَزَاءَ إِنْ سَأَلُوا أَلْحَفُوا، وَإِنْ عَذَلُوا كَشَفُوا، وَإِنْ حَكَمُوا أَسْرَفُوا، قَدْ أَعَدُّوا لِكُلِّ حَقٍّ بَاطِلاً، وَلِكُلِّ قَائِمٍ مَائِلاً، وَلِكُلِّ حَيٍّ قَاتِلاً، وَلِكُلِّ بَابٍ مِفْتَاحاً، وَلِكُلِّ لَيْلٍ مِصْبَاحاً. يَتَوَصَّلُونَ إِلَى

اے خدا کے بندو! میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تمہیں وصیت کرتا ہوں اور منافقوں سے بھی چوکنا کئے دیتا ہوں، کیونکہ وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے بے راہ اور بے راہروی پر لگانے والے ہیں۔ وہ مختلف رنگ اور ہر بات میں جداگانہ پینترا بدلتے ہیں اور (تمہیں ہم خیال بناتے کے لیے) ہر قسم کے مکروفریب کے اڑانوں کا سہارا دیتے ہیں اور ہر گھاٹ کی جگہ میں تمہاری تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کے دل (نفاق کے) روگ میں مبتلا اور چہرے (بظاہر کدورتوں سے) پاک وصاف ہیں وہ اندر ہی اندر چالیں چلتے ہیں اور (بہکانے کے لیے) اس طرح رینگتے ہوئے بڑھتے ہیں جس طرح مرض جسم سے سرایت کرتا ہے۔ ان کے طور طریقے دوا ہیں شفا اور کرتوت ورد بے درماں ہیں (دوسروں کی) خوشحالی پر جلنے والے انہیں مصیبت میں پھنسانے کے لیے جدوجہد کرنے والے اور انہیں امیدوں سے بے آس بنانے والے ہیں۔ ہر راہ گذر پر ان کا ایک کشتہ اور ہر دل میں گھر کرنے کا ان کے پاس وسیلہ ہے اور ہر غم کے لیے ان کی آنکھوں میں مگر مچھ کے) آنسو ہیں ایک دوسرے کی قرضہ کے طور پر مدح وستائش کرتے ہیں اور اس کا بدلہ دیئے جانے کی آس لگائے رکھتے ہیں۔ اگر مانگتے ہیں تو لپٹ ہی جاتے ہیں اور بُرا بھلا کہنے پر آتے ہیں تو پھر رسوا کر کے چھوڑتے ہیں۔ اگر کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو بے راہروی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ انہوں نے ہر حق کے مقابلہ میں باطل اور ہر راست کے مقابلہ میں کج، ہر زندہ کے لیے قاتل ہر در کے لیے

الطَّمَعِ بِالْيَأْسِ لِيُقِيمُوا بِهِ أَسْوَاقَهُمْ، وَيُنْفِقُوا بِهِ أَعْلَاقَهُمْ يَقُولُونَ فَيُشَبِّهُونَ وَيَصِفُونَ فَيُمَوِّهُونَ، قَدْ هَوَّنُوا الطَّرِيقَ، وَأَضْلَعُوا الْمَضِيقَ. فَهُمْ لُمَةُ الشَّيْطَانِ وَحُمَةُ النِّيرَانِ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ؕ

کلید اور ہر رات کے لیے چراغ مہیا کر رکھا ہے، وہ بے آسی میں آس پیدا کر لیتے ہیں کہ جس سے اپنے بازار جمائیں اور اپنے مال کو رواج دیں۔ غلط بات کو صحیح بات کے انداز میں کہتے ہیں اور باطل کو حق کا رنگ دے کر پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے (اپنے لیے) تو راستے آسان بنا رکھے ہیں اور دوسروں کے لیے پیچیدگیاں ڈال دی ہیں، وہ شیطان کا گروہ اور آگ کا شعلہ ہیں (جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ) یہ شیطان کا گروہ ہے اور جانے رہو کہ شیطان کا گروہ ہی گھاٹا اٹھانے والا ہے۔

* * *

خطبہ ۱۹۳

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَظْهَرَ مِنْ آثَارِ سُلْطَانِهِ وَجَلَالِ كِبْرِيَائِهِ مَا حَيَّرَ مُقَلَ الْعُيُونِ مِنْ عَجَائِبِ قُدْرَتِهِ، وَرَدَعَ خَطَرَاتِ هَمَاهِمِ النُّفُوسِ عَنْ عِرْفَانِ كُنْهِ صِفَتِهِ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ شَهَادَةَ إِيمَانٍ وَإِيقَانٍ وَإِخْلَاصٍ وَإِذْعَانٍ. وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ وَأَعْلَامُ الْهُدَى دَارِسَةٌ وَمَنَاهِجُ الدِّينِ طَامِسَةٌ فَصَدَعَ بِالْحَقِّ، وَنَصَحَ لِلْخَلْقِ. وَهَدَى إِلَى الرُّشْدِ، وَأَمَرَ بِالْقَصْدِ، صَلَّى

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنی فرمانروائی و جلالِ کبریائی کے آثار کو نمایاں کر کے اپنی قدرت کی عجیب و غریب نقش آرائیوں سے آنکھ کی پتلیوں کو محوِ حیرت کر دیا ہے اور انسانی واہموں کو اپنی صفتوں کی تہ تک پہنچنے سے روک دیا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ایسا اقرار جو سراپا ایمان، یقین، اخلاص اور فرمانبرداری ہے اور گواہی دیتا ہوں، کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ و رسول ہیں۔ جنہیں اس وقت رسول بنا کر بھیجا کہ جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے۔ اور دین کی راہیں اجڑ چکی تھیں، آپ نے حق کو آشکارا کیا۔ خلق خدا کو نصیحت کی۔ ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی اور (افراط و تفریط کی سمتوں سے بچ کر) درمیانی راہ پر چلنے

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ۔

وَاعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اَنَّہٗ لَمْ یَخْلُقْکُمْ عَبَثًا۔ وَلَمْ یُرْسِلْکُمْ هَمَلًا۔ عَلِمَ مَبْلَغَ نِعَمِہٖ عَلَیْکُمْ وَاَحْصٰی اِحْسَانَہٗ اِلَیْکُمْ۔ فَاسْتَفْتِحُوْہُ وَاسْتَنْجِحُوْہُ، وَاطْلُبُوْا اِلَیْہِ وَاسْتَمْنِحُوْہُ فَمَا قَطَعَکُمْ عَنْہُ حِجَابٌ، وَلَآ اُغْلِقَ عَنْکُمْ دُوْنَہٗ بَابٌ، وَاِنَّہٗ لَبِکُلِّ مَکَانٍ، وَفِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَّاَوَانٍ، وَمَعَ کُلِّ اِنْسٍ وَّجَانٍّ لَا یَثْلِمُہُ الْعَطَآءُ، وَلَا یَنْقُصُہُ الْحِبَآءُ وَلَا یَسْتَنْفِدُہٗ سَآئِلٌ، وَلَا یَسْتَقْصِیْہِ نَآئِلٌ وَلَا یَلْوِیْہِ شَخْصٌ عَنْ شَخْصٍ، وَلَا یُلْهِیْہِ صَوْتٌ عَنْ صَوْتٍ۔ وَلَا تَحْجُزُہٗ هِبَةٌ عَنْ سَلْبٍ۔ وَلَا یَشْغَلُہٗ غَضَبٌ عَنْ رَحْمَةٍ۔ وَلَا تُوْلِهُہٗ رَحْمَةٌ عَنْ عِقَابٍ۔ وَلَا یُجِنُّہُ الْبُطُوْنُ عَنِ الظُّهُوْرِ۔ وَلَا یَقْطَعُہُ الظُّهُوْرُ عَنِ الْبُطُوْنِ۔ فَقَرُبَ فَنَاٰی، وَعَلَا فَدَنَا۔ وَظَهَرَ فَبَطَنَ، وَبَطَنَ فَعَلَنَ۔ وَدَانَ وَلَمْ یُدَنْ۔ لَمْ یَذْرَاِ الْخَلْقَ بِاحْتِیَالٍ، وَلَا اسْتَعَانَ بِهِمْ

کا حکم دیا۔ خدا ان پر اور ان کے اہل بیت پر رحمت نازل کرے۔

اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ اس نے تم کو بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ یونہی کھلے بندوں چھوڑ دیا ہے جو نعمتیں اس نے تمہیں دی ہیں، ان کی مقدار سے آگاہ اور جو احسانات تم پر کئے ہیں اس کا شمار جانتا ہے۔ اس سے فتح و کامرانی اور حاجت روائی چاہو۔ اس کے سامنے دستِ طلب پھیلاؤ۔ اس سے بخشش و عطا کی بھیک مانگو۔ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے اور نہ تمہارے لیے اس کا دروازہ بند ہے، وہ ہر جگہ اور ہر ساعت و ہر آن اور ہر جن و انسان کے ساتھ موجود ہے نہ جود و سخا سے اس میں کوئی رخنہ پڑتا ہے نہ داد و دہش سے اس کے ہاں کمی ہوتی ہے نہ مانگنے والے اس کے خزانوں کو ختم کر سکتے ہیں نہ بخشش و فیضان اس کی نعمتوں کو انتہا تک پہنچا سکتا ہے نہ ایک طرف التفات دوسری طرف سے اس کی توجہ کو موڑ سکتا ہے اور نہ ایک آواز میں محوئیت دوسری آواز سے اسے بے خبر بناتی ہے نہ اسے (بیک وقت ایک نعمت کا دینا۔ دوسری نعمت کے چھین لینے سے مانع ہوتا ہے اور نہ غضب (کے شرارے) رحمت (کے فیضان) سے اسے روک سکتے ہیں اور نہ لطف و کرم اسے تنبیہ و عقاب سے غافل کرتا ہے، اس کی ذات کی پوشیدگی اس کے آثار کی جلوہ پاشیوں پر نقاب نہیں ڈالتی اور نہ آثار کی جلوہ طرازیاں اس کی ذات سے پوشیدگی کو الگ کر

لِكَلَالٍ۔

أُوْصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ فَإِنَّهَا الزِّمَامُ وَ الْقِوَامُ۔ فَتَمَسَّكُوا بِوَثَائِقِهَا، وَاعْتَصِمُوا بِحَقَائِقِهَا تَؤُلْ بِكُمْ إِلَى أَكْنَانِ الدَّعَةِ وَ أَوْطَانِ السَّعَةِ، وَمَعَاقِلِ الْحِرْزِ وَ مَنَازِلِ الْعِزِّ فِي يَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ۔ وَ تُظْلِمُ لَهُ الْأَقْطَارُ۔ وَ تُعَطَّلُ فِيهِ صُرُومُ الْعِشَارِ۔ وَيُنْفَخُ فِي الصُّورِ۔ فَتَزْهَقُ كُلُّ مُهْجَةٍ، وَ تَبْكَمُ كُلُّ لَهْجَةٍ، وَتَذِلُّ الشُّمُّ الشَّوَامِخُ۔ وَ الصُّمُّ الرَّوَاسِخُ۔ فَيَصِيرُ صَلْدُهَا سَرَاباً رَقْرَقاً وَ مَعْهَدُهَا قَاعاً سَمْلَقاً۔ فَلَا شَفِيعٌ يَشْفَعُ وَلَا حَمِيمٌ يَدْفَعُ وَلَا مَعْذِرَةٌ تَنْفَعُ۔

سکتی ہیں۔ وہ قریب پھر بھی دور ہے اور بلند مگر نزدیک ہے، وہ ظاہر مگر اسی کے ساتھ باطن وہ پوشیدہ مگر آشکارا ہے۔ وہ جزا دیتا ہے، مگر اسے جزا نہیں دی جا سکتی اس نے خلقت کائنات کو سوچ سوچ کر ایجاد نہیں کیا اور نہ تکان کی وجہ سے ان سے مدد لینے کا محتاج ہے۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں خوف خدا کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ سعادت کی باگ ڈور اور (دین کا) مضبوط سہارا ہے اس کے بندھنوں سے وابستہ رہو اور اس کی حقیقتوں کو مضبوطی سے پکڑلو کہ یہ تمہیں آسائش کی جگہوں، آسودگی کے گھروں، حفاظت کے قلعوں اور عزت کی منزلوں میں پہنچائے گا۔ جس دن کہ آنکھیں (خوف کی وجہ سے) پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ ہر طرف اندھیرا ہو گا دس دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں گی اور صور پھونکا جائے گا۔ تو ہر جان بدن سے نکل جائے گی زبانیں گونگی ہو جائیں گی۔ اور بلند پہاڑ اور مضبوط چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، اور سخت پتھر (آپس میں ٹکرا ٹکرا کر) چمکتے ہوئے سراب کی طرح ہو جائیں گے اور جہاں آبادیاں (اور فلک بوس عمارتیں) تھیں وہ جگہیں ہموار میدان کی صورت میں ہو جائیں گی (اس موقعہ پر) نہ کوئی عزیز ہو گا جو (اس عذاب کی روک تھام کرے۔ نہ عذر و معذرت پیش کی جا سکے گی کہ کچھ فائدہ بخشے۔

خطبہ ۱۹۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعَثَهُ حِينَ لَا عَلَمٌ قَائِمٌ

اللہ نے اپنے رسول ؐ کو اس وقت مبعوث کیا جبکہ

وَلَا مَنَارٌ سَاطِعٌ. وَلَا مَنْهَجٌ وَاضِحٌ، أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَأُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا دَارُ شُخُوصٍ، وَمَحَلَّةُ تَنْغِيصٍ. سَاكِنُهَا ظَاعِنٌ. وَقَاطِنُهَا بَائِنٌ. تَمِيدُ بِأَهْلِهَا مَيَدَانَ السَّفِينَةِ تَقْصِفُهَا الْعَوَاصِفُ فِي لُجَجِ الْبِحَارِ. فَمِنْهُمُ الْغَرِقُ الْوَبِقُ. وَمِنْهُمُ النَّاجِي عَلَى بُطُونِ الْأَمْوَاجِ تَحْفِزُهُ الرِّيَاحُ بِأَذْيَالِهَا، وَتَحْمِلُهُ عَلَى أَهْوَالِهَا فَمَا غَرِقَ مِنْهَا فَلَيْسَ بِمُسْتَدْرَكٍ وَمَا نَجَا مِنْهَا فَإِلَى مَهْلَكٍ.

عِبَادَ اللّٰهِ الْآنَ فَاعْمَلُوا وَالْأَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَالْأَبْدَانُ صَحِيحَةٌ، وَالْأَعْضَاءُ لَدْنَةٌ، وَالْمُنْقَلَبُ فَسِيحٌ، وَالْمَجَالُ عَرِيضٌ قَبْلَ إِرْهَاقِ الْفَوْتِ، وَحُلُولِ الْمَوْتِ. فَحَقِّقُوا عَلَيْكُمْ نُزُولَهُ، وَلَا تَنْتَظِرُوا قُدُومَهُ.

(ہدایت) کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا نہ (دین کا) کوئی بلند مینار اور نہ (شریعت کی) کوئی واضح راہ موجود تھی۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس دنیا سے متنبہ کیے دیتا ہوں کہ جو کوچ کی جگہ اور بے لطفی و بدمزگی کا مقام ہے۔ اس میں بسنے والا آخر اس سے چل چلاؤ پر مجبور ہوگا اور ٹھہرنے والا اپنا رخ موڑ کر اس سے الگ ہو جائے گا یہ اپنے رہنے والوں سمیت اس طرح ڈانواڈول ہو رہی ہے جس طرح وہ کشتی جسے تند ہوائیں ہچکولے دے رہی ہوں کچھ تو ان میں سے ہلاک و غرق ہو گئے ہیں اور جو بچ رہے ہیں وہ موجوں کی سطح پر تھپیڑے کھا رہے ہیں اور ہوائیں اپنے دامنوں سے انہیں دھکیل رہی اور ہولناکیوں میں بڑھائے لیے جا رہی ہیں جو غرق ہو چکا ہے، وہ ہاتھ نہیں لگنے کا، اور جو بچ رہا ہے وہ مہلکوں میں پڑا رہے گا؟

اے اللہ کے بندو! اعمال نیک بجا لاؤ، ابھی جب کہ زبانوں کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں۔ بدن تندرست اور ہاتھ پیروں میں لچک ہے (کہ جو چاہو ان سے کام لے سکتے ہو) آنے جانے کی جگہ وسیع اور میدان (عمل) کشادہ ہے، قبل اس کے فرصت رفتہ موقع نہ دے اور موت ٹوٹ پڑے۔ اپنے لیے موت کو یہ سمجھو کہ وہ آ چکی۔ اس کا انتظار نہ کرو کہ وہ آئے گی؟

خطبہ ۱۹۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَلَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُونَ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

پیغمبر کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت) کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں نے کبھی

وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنِّي لَمْ أَرُدَّ عَلَى اللهِ وَلَا عَلَى رَسُولِهِ سَاعَةً قَطُّ وَلَقَدْ وَاسَيْتُهُ بِنَفْسِي فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِي تَنْكُصُ فِيهَا الْأَبْطَالُ، وَتَتَأَخَّرُ فِيهَا الْأَقْدَامُ نَجْدَةً أَكْرَمَنِي اللهُ بِهَا، وَلَقَدْ قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَعَلَى صَدْرِي، وَلَقَدْ سَالَتْ نَفْسُهُ فِي كَفِّي فَأَمْرَرْتُهَا عَلَى وَجْهِي. وَلَقَدْ وُلِّيتُ غُسْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالْمَلَائِكَةُ أَعْوَانِي، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَالْأَفْنِيَةُ مَلَأٌ يَهْبِطُ وَمَلَأٌ يَعْرُجُ وَمَا فَارَقَتْ سَمْعِي هَيْنَمَةٌ مِنْهُمْ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى وَارَيْنَاهُ فِي ضَرِيحِهِ، فَمَنْ ذَا أَحَقُّ بِهِ مِنِّي حَيًّا وَمَيِّتًا، فَانْفُذُوا عَلَى بَصَائِرِكُمْ، وَلْتَصْدُقْ نِيَّاتُكُمْ فِي جِهَادِ عَدُوِّكُمْ فَوَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنِّي لَعَلَى جَادَّةِ الْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى مَزَلَّةِ الْبَاطِلِ. أَقُولُ مَا تَسْمَعُونَ وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ لِي وَلَكُمْ.

ایک آن کے لیے بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے سرتابی نہیں کی اور میں نے اس جوانمردی کے بل بوتے پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے پیغمبرؐ کی دل و جان سے مدد ان موقعوں پر کی جن موقعوں سے بہادر (جی چرا کر) بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور قدم (آگے بڑھنے کے بجائے) پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں ان کی روح طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکاً) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیے۔ میں نے آپ کے غسل کا فریضہ انجام دیا۔ اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ (آپ کی رحلت سے) گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے اور ایک گروہ چڑھتا تھا۔ وہ حضرت پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد کون ان کا حق دار ہو سکتا ہے! (جب میرا حق تمہیں معلوم ہو چکا) تو تم بصیرت کے جلو میں دشمن سے جہاد کرنے کے لیے صدق نیت سے بڑھو۔ اس ذات کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بلاشبہ میں جادہ حق پر ہوں اور وہ (اہل شام) باطل کی ایسی گھاٹی پر ہیں کہ جہاں سے پھسلے کہ پھسلے۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ تم سن رہے ہو۔ میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے آمرزش کا طلب گار ہوں۔

لہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ امیر المومنینؑ کا ارشاد کہ "میں نے کبھی پیغمبر کے احکام سے سرتابی نہیں کی" یہ ان لوگوں پر ایک طرح کا طنز ہے کہ جو پیغمبرؐ کے حکام کو رد کرنے میں بیباک تھے اور انہیں ٹوکنے کی جسارت کر گزرتے تھے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب پیغمبرؐ کفار قریش سے صلح پر آمادہ ہو گئے تو صحابہ میں سے ایک صاحب اتنے برافروختہ ہوئے کہ وہ پیغمبر کی رسالت میں شک کا اظہار کرنے لگے جس پر حضرت ابوبکر کو یہ کہنا پڑا:-

ویحك الزم غرزہ فواللہ انہ لرسول اللہ وان اللہ لا یضیعہ۔

تم پر افسوس ہے تمہیں ان کی رکاب تھامے رہنا چاہیئے۔ یہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ انہیں ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا۔"

اس شک کے ازالہ کے لیے قسم انّ اور لام تاکید کے ذریعہ نبوت کے یقین دلانے کی کوشش کرنا اس امر کا پتہ دیتا ہے۔ کہ مخاطب شک کی منزل سے بھی کچھ آگے نکل چکا تھا کیونکہ یہ تاکیدی لفظیں وہیں پر استعمال کی جاتی ہیں جہاں انکار تک کی نوبت پہنچ چکی ہو، بہر صورت اگر ایمان عدم شک کا نام ہے تو شک سے ایمان کا مجروح ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا۔

مومن بس وہی لوگ ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بعد شک نہیں کرتے۔

اسی طرح جب پیغمبرؐ نے ابن سلول کی میت پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو پیغمبر سے کہا کیف تستغفر لرأس المنافقین کیا کیا اس منافقوں کے سردار کے لیے آپ دعائے مغفرت کریں گے" اور یہ کہہ کر پیغمبر کو دامن سے پکڑ کر کھینچ لیا جس پر پیغمبر کو یہ کہنا پڑا کہ میرا کوئی اقدام حکم خدا کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسی طرح جیش اسامہ کے ہمراہ جانے میں پیغمبر کے تاکیدی حکم کو ٹھکرا دیا گیا اور ان تمام سرتابیوں سے بڑھ کر وہ سرتابی تھی جو تحریر وصیت کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی اور پیغمبر کی طرف ایسی غلط نسبت دی گئی کہ جس سے احکام شریعت پر سے اعتماد ہی اٹھ جاتا ہے اور ہر حکم کے متعلق یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ حکم وحی الٰہی کی بناء پر ہے یا معاذ اللہ کسی بدحواسی کا نتیجہ ہے۔

لہ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب ہر معرکہ اور جان جوکھوں کے موقعہ پر پیغمبرؐ کے سینہ سپر رہے اور اپنی خداداد جرأت و ہمت سے ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے چنانچہ پہلا جاں نثاری کا موقعہ وہ ہے کہ جب قریش نے قتل پیغمبر کا عزم بالجزم کر لیا تو آپ تلواروں کے نرغہ اور دشمنوں کے ہجوم میں بستر نبوت پر سو گئے جس سے دشمنوں کو اپنے ارادوں میں ناکام و نامراد ہونا پڑا۔ پھر ان جنگوں میں کہ جہاں دشمن ہجوم کر کے پیغمبر پر ٹوٹ پڑتے تھے اور اچھے اچھے بہادروں کے قدم ڈگمگا جاتے تھے۔ آپ علم لشکر کو لے کر پامردی سے جمے رہتے تھے، چنانچہ ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لعلی اربع خصال لیست لاحد غیرہ ھو اول عربی وعجمی صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن عباس کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ میں چار خصوصیتیں ایسی تھیں جو ان کے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھیں ایک یہ کہ آپ نے ہر عربی وغیر عربی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

وھو الذی کان لوائہ معہ فی کل زحف
وھو الذی صبر معہ یوم فرعنہ غیرہ و
ھو الذی غسلہ وادخلہ قبرہ۔
(استیعاب ج۲۔ ص۴۷)

نماز پڑھی اور دوسرے ہر معرکہ دار وگیر میں علمبردار ہوتے رہے اور تیسرے جب لوگ پیغمبرؐ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے تو آپ صبر و استقامت سے جمے رہتے تھے اور چوتھے یہ کہ آپ ہی نے پیغمبرؐ کو غسل دیا اور قبر میں اُتارا۔

اسلامی غزوات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جنگ تبوک کے علاوہ کہ جس میں بحکم پیغمبر امیر المومنینؑ شرکت نہ کر سکے تمام جنگیں آپ کی حُسن کارکردگی کی آئینہ دار اور تمام فتوحات آپ کے قوت بازو کی مرہونِ منت ہیں چنانچہ جنگ بدر میں ستر کفار قتل ہوئے جن میں سے نصف امیر المومنینؑ کی تلوار سے مارے گئے جنگ احد میں جب مسلمانوں کے مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑنے کی وجہ سے فتح شکست کی صورت اختیار کر گئی اور دشمنوں کے اچانک حملہ سے مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو امیر المومنین جہاد کو فریضہ ایمانی سمجھتے ہوئے ثابت قدمی سے جمے رہے اور پیغمبر کی ہمدردی و جان نثاری میں وہ کارِ نمایاں کیا کہ جس کا پیغمبرؐ نے بھی اعتراف کیا اور ملک نے بھی اقرار کیا۔ جنگ احزاب میں پیغمبرؐ کے ہمراہ تین ہزار نبرد آزما تھے۔ مگر عمر و ابن عبدودؔ کے مقابلہ میں بڑھنے کی کسی ایک کو بھی جرأت نہ ہوتی۔ آخر امیر المومنینؑ نے اسے قتل کر کے مسلمانوں کو رسوائی سے بچالیا۔ جنگ خیبر میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر علم لے کر گئے مگر پلٹ آئے اس موقع پر بھی امیر المومنینؑ نے اس مہم کو سر کیا۔ جنگ حنین میں مسلمانوں کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا چونکہ ان کی تعداد دس ہزار تھی اور کفار کی گنتی چار ہزار تھی، مگر یہاں بھی مالِ غنیمت پر لپک پڑے جس کی وجہ سے کفار کو موقع مل گیا کہ وہ ان پر ٹوٹ پڑیں۔ چنانچہ اس اچانک حملہ سے مسلمان گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ

اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی کہ جب تم اپنی کثرت پر اترانے تھے، اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر چلتے بنے

اس موقعہ پر بھی امیر المومنینؑ پہاڑ کی طرح جمے رہے اور آخر تائید خداوندی سے فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔

خطبہ ۱۹۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَعْلَمُ عَجِيجَ الْوُحُوشِ فِي الْفَلَوَاتِ وَمَعَاصِيَ الْعِبَادِ فِي الْخَلَوَاتِ وَاخْتِلَافَ النِّينَانِ فِي الْبِحَارِ الْغَامِرَاتِ وَتَلَاطُمَ الْمَاءِ بِالرِّيَاحِ الْعَاصِفَاتِ

وہ (خداوند عالم) بیابانوں میں چوپاؤں کے نالے سنتا ہے، تنہائیوں میں بندوں کے گناہوں سے آگاہ ہے اور اتھاہ دریاؤں میں مچھلیوں کی آمد و شد اور تند ہواؤں کے ٹکراؤ سے پانی کے تھپیڑوں کو جانتا ہے۔ میں گواہی دیتا

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا نَجِيْبُ اللهِ وَسَفِيْرُ وَحْيِهٖ وَرَسُوْلُ رَحْمَتِهٖ -

اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّیْ اُوْصِیْكُمْ بِتَقْوَی اللهِ الَّذِیْ اَبْتَدَاَ خَلْقَكُمْ، وَاِلَیْهِ یَكُوْنُ مَعَادُكُمْ، وَبِهٖ نَجَاحُ طَلِبَتِكُمْ، وَاِلَیْهِ مُنْتَهٰی رَغْبَتِكُمْ وَنَحْوَهٗ قَصْدُ سَبِیْلِكُمْ، وَاِلَیْهِ مَرَامِیْ مَفْزَعِكُمْ - فَاِنَّ تَقْوَی اللهِ دَوَآءُ دَآءِ قُلُوْبِكُمْ، وَبَصَرُ عَمٰی اَفْئِدَتِكُمْ، وَشِفَآءُ مَرَضِ اَجْسَادِكُمْ، وَصَلَاحُ فَسَادِ صُدُوْرِكُمْ، وَطُهُوْرُ دَنَسِ اَنْفُسِكُمْ وَجِلَاءُ غِشَاءِ اَبْصَارِكُمْ وَاَمْنُ فَزَعِ جَاْشِكُمْ، وَضِیَآءُ سَوَادِ ظُلْمَتِكُمْ فَاجْعَلُوْا طَاعَةَ اللهِ شِعَارًا دُوْنَ دِثَارِكُمْ، وَدَخِیْلًا دُوْنَ شِعَارِكُمْ، وَلَطِیْفًا بَیْنَ اَضْلَاعِكُمْ وَاَمِیْرًا فَوْقَ اُمُوْرِكُمْ، وَمَنْهَلًا لِحِیْنِ وُرُوْدِكُمْ، وَشَفِیْعًا لِدَرَكِ طَلِبَتِكُمْ وَجُنَّةً لِیَوْمِ فَزَعِكُمْ وَمَصَابِیْحَ لِبُطُوْنِ قُبُوْرِكُمْ، وَسَكَنًا لِطُوْلِ وَحْشَتِكُمْ، وَنَفَسًا لِكَرْبِ مَوَاطِنِكُمْ - فَاِنَّ طَاعَةَ اللهِ حِرْزٌ مِّنْ مَتَالِفَ مُكْتَنِفَةٍ وَمَخَاوِفَ مُتَوَقَّعَةٍ، وَاُوَارِ

ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ اس کی وحی کے ترجمان اور رحمت کے پیغامبر ہیں۔

بس تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں پیدا کیا اور جس کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔ وہی تمہاری کامرانیوں کا ذریعہ اور تمہاری آرزوؤں کی منزل منتہا ہے تمہاری راہ حق اسی کی طرف پلٹتی ہے اور وہی خوف و ہراس کے وقت تمہارے لیے پناہ گاہ ہے (دل میں اللہ کا خوف رکھو) کیونکہ یہ تمہارے دلوں کے روگ کا چارہ فکر و شعور کی تاریکیوں کے لیے اجالا جسموں کی بیماریوں کے لیے شفا، سینے کی تباہ کاریوں کے لیے اصلاح نفس کی کثافتوں کے لیے پاکیزگی، آنکھوں کی تیرگی کے لیے جلا، دل کی دہشت کے لیے ڈھارس اور جہالت کی اندھیاریوں کے لیے روشنی ہے۔ صرف ظاہری طور پر اللہ کی اطاعت کا جامہ نہ اوڑھ لو (بلکہ) اسے اپنا اندرونی پہناوا بناؤ، نہ صرف اندرونی پہناوا بلکہ ایسا کرو کہ وہ تمہارے باطن میں اتر جائے اور پسلیوں کے اندر (دل میں) رچ بس جائے اور اسے اپنے معاملات پر حکمران اور (حشر میں) وارد ہونے کے وقت سرچشمہ، منزل مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ، خوف کے دن کے لیے سپر نہانخانہ قبر کے لیے چراغ (تنہائی کی) طویل وحشتوں کے لیے ہمنوا و غمسار اور منزل کی اندوہناکیوں سے رہائی (کا ذریعہ) قرار دو، کیونکہ اطاعت خدا گھیرنے والے ہلکوں، پیش آئند خوف و دہشت کے مرحلوں اور بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹوں کے لیے پناہ گاہ ہے۔ جو تقویٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو مصیبتیں اس کے قریب ہونے کے باوجود دور ہٹ جاتی

نِيْرَانٍ مُوْقَدَةٍ - فَمَنْ أَخَذَ بِالتَّقْوٰى
عَزَبَتْ عَنْهُ الشَّدَائِدُ بَعْدَ دُنُوِّهَا،
وَاحْلَوْلَتْ لَهُ الْأُمُوْرُ بَعْدَ مَرَارَتِهَا،
وَانْفَرَجَتْ عَنْهُ الْأَمْوَاجُ بَعْدَ تَرَاكُمِهَا
وَاسْهَلَتْ لَهُ الصِّعَابُ بَعْدَ إِنْصَابِهَا
وَهَطَلَتْ عَلَيْهِ الْكَرَامَةُ بَعْدَ
قُحُوْطِهَا، وَتَحَدَّبَتْ عَلَيْهِ
الرَّحْمَةُ بَعْدَ نُفُوْرِهَا، وَتَفَجَّرَتْ
عَلَيْهِ النِّعَمُ بَعْدَ نُضُوْبِهَا،
وَوَبَلَتْ عَلَيْهِ الْبَرَكَةُ بَعْدَ
إِرْذَاذِهَا - فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ
نَفَعَكُمْ بِمَوْعِظَتِهِ، وَوَعَظَكُمْ
بِرِسَالَتِهِ، وَامْتَنَّ عَلَيْكُمْ
بِنِعْمَتِهِ - فَعَبِّدُوْا أَنْفُسَكُمْ
لِعِبَادَتِهِ وَاخْرُجُوْا إِلَيْهِ مِنْ حَقِّ
طَاعَتِهِ - ثُمَّ إِنَّ هٰذَا الْإِسْلَامَ
دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِيْ اصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ،
وَاصْطَنَعَهُ عَلٰى عَيْنِهِ، وَأَصْفَاهُ
خِيَرَةَ خَلْقِهِ، وَأَقَامَ دَعَائِمَهُ
عَلٰى مَحَبَّتِهِ - أَذَلَّ الْأَدْيَانَ
بِعِزَّتِهِ، وَوَضَعَ الْمِلَلَ بِرَفْعِهِ،
وَأَهَانَ أَعْدَاءَهُ بِكَرَامَتِهِ، وَ
خَذَلَ مُحَادِّيْهِ بِنَصْرِهِ، وَهَدَمَ
أَرْكَانَ الضَّلَالَةِ بِرُكْنِهِ - وَسَقٰى
مَنْ عَطِشَ مِنْ حِيَاضِهِ، وَأَتْأَقَ

ہیں۔ تمام امور تلخی و بدمزگی کے بعد شیریں و خوشگوار ہو
جاتے ہیں (تباہی و ہلاکت کی) موجیں ہجوم کرنے کے بعد
پھٹ جاتی ہیں اور دشواریاں سختیوں میں مبتلا کرنے کے
بعد آسان ہو جاتی ہیں۔ قحط و نایابی کے بعد لطف و کرم
کی جھڑی لگ جاتی ہے رحمت برگشتہ ہونے کے بعد
پھر نعمتوں کے سرچشمے اُبل پڑتے ہیں۔ پھوار کی کمی کے بعد
رحمت و برکت کی دھواں دھار بارشیں ہونے لگتی ہیں اس
اللہ سے ڈرو! کہ جس نے پند و موعظت سے تمہیں فائدہ
پہنچایا۔ اپنے پیغام کے ذریعے تمہیں وعظ و نصیحت کی
اپنی نعمتوں سے تم پر لطف و احسان کیا۔ اس کی بندگی و نیاز
مندی کے لیے اپنے نفسوں کو رام کرو، اور اس کی فرمانبرداری
کا پورا پورا حق ادا کرو۔ پھر یہ کہ اسلام ہی وہ دین ہے
جسے اللہ نے اپنے پہچنوانے کے لیے پسند کیا اپنی
نظروں کے سامنے اس کی دیکھ بھال کی۔ اس کی (تبلیغ کے
لیے) بہترین خلق کا انتخاب فرمایا۔ اپنی محبت پر اس
کے ستون کھڑے کئے، اس کی برتری کی وجہ سے تمام
دینوں کو سرنگوں کیا اور اس کی بلندی کے سامنے سب
ملتوں کو پست کیا۔ اس کی عزت و بزرگی کے ذریعہ دشمنوں
کو ذلیل اور اس کی نصرت و تائید سے مخالفوں کو رسوا کیا۔
اس کے ستون سے گمراہی کے کھمبوں کو گرا دیا۔ پیاسوں کو
اس کے تالابوں سے سیراب کیا اور پانی اُلچنے والوں کے
ذریعہ حوضوں کو بھر دیا۔ پھر یہ کہ اسے اس طرح مضبوط کیا کہ
اس کے بندھنوں کے لیے شکست و ریخت نہیں، نہ
اس کے حلقہ (کی کڑیاں) الگ الگ ہو سکتی ہیں، نہ اس کی
بنیاد گر سکتی ہے، نہ اس کے ستون اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں نہ

الْحِيَاضَ بِمَوَاتِحِهِ ثُمَّ جَعَلَهُ لَا انْفِصَامَ لِعُرْوَتِهِ، وَلَا فَكَّ لِحَلْقَتِهِ، وَلَا انْهِدَامَ لِأَسَاسِهِ، وَلَا زَوَالَ لِدَعَائِمِهِ وَلَا انْقِلَاعَ لِشَجَرَتِهِ، وَلَا انْقِطَاعَ لِمُدَّتِهِ، وَلَا عَفَاءَ لِشَرَائِعِهِ، وَلَا جَذَّ لِفُرُوعِهِ، وَلَا ضَنْكَ لِطُرُقِهِ وَلَا وُعُوثَةَ لِسُهُولَتِهِ، وَلَا سَوَادَ لِوَضَحِهِ، وَلَا عِوَجَ لِانْتِصَابِهِ، وَلَا عَصَلَ فِي عُودِهِ، وَلَا وَعَثَ لِفَجِّهِ، وَلَا انْطِفَاءَ لِمَصَابِيحِهِ وَلَا مَرَارَةَ لِحَلَاوَتِهِ فَهُوَ دَعَائِمُ أَسَاخَ فِي الْحَقِّ أَسْنَاخَهَا، وَثَبَّتَ لَهَا أَسَاسَهَا وَيَنَابِيعُ غَزُرَتْ عُيُونُهَا وَمَصَابِيحُ شَبَّتْ نِيرَانُهَا وَمَنَارٌ اقْتَدَى بِهَا سُفَّارُهَا، وَأَعْلَامٌ قُصِدَ بِهَا فِجَاجُهَا، وَمَنَاهِلُ رُوِيَ بِهَا وُرَّادُهَا۔ جَعَلَ فِيهِ مُنْتَهَى رِضْوَانِهِ، وَذِرْوَةَ دَعَائِمِهِ، وَسَنَامَ طَاعَتِهِ۔ فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ وَثِيقُ الْأَرْكَانِ، رَفِيعُ الْبُنْيَانِ، مُنِيرُ الْبُرْهَانِ، مُضِيءُ النِّيرَانِ، عَزِيزُ السُّلْطَانِ، مُشْرِفُ الْمَنَارِ، مُعْوِذُ الْمَثَارِ۔ فَشَرِّفُوهُ وَاتَّبِعُوهُ، وَأَدُّوا إِلَيْهِ حَقَّهُ، وَضَعُوهُ مَوَاضِعَهُ۔ ثُمَّ إِنَّ اللّٰهَ

اس کا درخت اکھڑ سکتا ہے، نہ اس کی مدت ختم ہو سکتی ہے، نہ اس کے قوانین محو ہوتے ہیں، نہ اس کی شاخیں کٹ سکتی ہیں، نہ اس کی راہیں تنگ، نہ اس کی آسانیاں دشوار ہیں، نہ اس کے سفید دامن پر سیاہی کا دھبہ، نہ اس کی استقامت میں پیچ و خم، نہ اس کی لکڑی میں کجی نہ اس کی کشادہ راہ میں کوئی دشواری ہے، نہ اس کے چراغ گل ہوتے ہیں، نہ اس کی خوشگواریوں میں تلخیوں کا گزر ہوتا ہے۔ اسلام ایسے ستونوں پر حاوی ہے جس کے پائے اللہ نے حق (کی سرزمین) میں قائم کئے ہیں اور ان کی اساس و بنیاد کو استحکام بخشا ہے اور ایسے سرچشمے ہیں جن کے چشمے پانی سے بھرپور اور ایسے چراغ ہیں جن کی لوئیں ضیا بار ہیں، ایسے مینار ہیں جن کی روشنی میں مسافر قدم بڑھاتے ہیں اور ایسے نشان ہیں کہ جن سے سیدھی راہوں کا قصد کیا جاتا ہے اور ایسے گھاٹ ہیں جن پر اترنے والے ان سے سیراب ہوتے ہیں۔ اللہ نے اسلام میں اپنی انتہائی رضامندی بلند ترین ارکان اور اپنی اطاعت کی اونچی سطح کو قرار دیا ہے چنانچہ اللہ کے نزدیک اس کے ستون مضبوط، اس کی عمارت سربلند، دلیلیں روشن اور ضیائیں نور پاش ہیں۔ اس کی سلطنت غالب اور مینار بلند ہیں اور اس کی بیخ کنی دشوار ہے۔ اس کی عزت و وقار باقی رکھو۔ اس کے (احکام کی) پیروی کرو، اس کے حقوق ادا کرو، اور اس کے (ہر حکم کو) اس کی جگہ پر قائم کرو۔ پھر یہ کہ اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس وقت حق کے ساتھ مبعوث کیا جب کہ فنا نے دنیا کے قریب ڈیرے ڈال دیئے اور آخرت سر پہ منڈلانے لگی، اس کی رونقوں کا اجالا اندھیرے

بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ
وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ حِيْنَ دَنَا مِنَ الدُّنْيَا
الْاِنْقِطَاعُ. وَاَقْبَلَ مِنَ الْاٰخِرَةِ
الْاِطِّلَاعُ. وَاَظْلَمَتْ بَهْجَتُهَا
بَعْدَ اِشْرَاقٍ، وَقَامَتْ بِاَهْلِهَا عَلٰى
سَاقٍ. وَخَشُنَ مِنْهَا مِهَادٌ، وَاَزِفَ
مِنْهَا قِيَادٌ. فِي انْقِطَاعٍ مِنْ مُدَّتِهَا
وَاقْتِرَابٍ مِنْ اَشْرَاطِهَا، وَتَصَرُّمٍ
مِنْ اَهْلِهَا وَانْفِصَامٍ مِنْ حَلْقَتِهَا،
وَانْتِشَارٍ مِنْ سَبَبِهَا، وَعَفَاءٍ
مِنْ اَعْلَامِهَا، وَتَكَشُّفٍ مِنْ
عَوْرَاتِهَا، وَقِصَرٍ مِنْ طُوْلِهَا،
جَعَلَهُ اللّٰهُ بَلَاغًا لِرِسَالَتِهٖ،
وَكَرَامَةً لِاُمَّتِهٖ، وَرَبِيْعًا لِاَهْلِ
زَمَانِهٖ، وَرِفْعَةً لِاَعْوَانِهٖ،
وَشَرَفًا لِاَنْصَارِهٖ. ثُمَّ اَنْزَلَ
عَلَيْهِ الْكِتَابَ نُوْرًا لَا تُطْفَأُ
مَصَابِيْحُهٗ وَسِرَاجًا لَا يَخْبُوْ
تَوَقُّدُهٗ، وَبَحْرًا لَا يُدْرَكُ قَعْرُهٗ،
وَمِنْهَاجًا لَا يُضِلُّ نَهْجُهٗ، وَ
شُعَاعًا لَا يُظْلِمُ ضَوْءُهٗ، وَفُرْقَانًا
لَا يُخْمَدُ بُرْهَانُهٗ وَتِبْيَانًا لَا
تُهْدَمُ اَرْكَانُهٗ. وَشِفَاءً لَا تُخْشٰى
اَسْقَامُهٗ، وَعِزًّا لَا تُهْزَمُ
اَنْصَارُهٗ، وَحَقًّا لَا تُخْذَلُ

سے بدلنے لگا۔ اور اپنے رہنے والوں کے لیے مصیبت
بن کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا فرش درشت و ناہموار ہو گیا اور فنا
کے ہاتھوں میں باگ ڈور دینے کے لیے آمادہ ہو گئی یہ اس
وقت کہ جب اس کی مدّت اختتام پذیر اور (فنا کی) علامتیں۔
قریب آگئیں، اس کے بسنے والے تباہ اور اس کے حلقہ کی
کڑیاں الگ ہونے لگیں۔ اس کے بندھن پراگندہ اور نشانات
پوشیدہ ہو گئے، اس کے عیب کھلنے اور پھیلے ہوئے
دامن سمٹنے لگے۔ اللہ نے ان کو پیغام رسانی اور امّت
کی سرفرازی کا ذریعہ اہل عالم کے لیے بہار اور یار و انصار
کی رفعت و عزّت کا سبب قرار دیا۔ پھر آپ پر ایک ایسی
کتاب نازل فرمائی جو (سراپا) نور ہے جس کی قندیلیں گل
نہیں ہوتیں، ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی
ایسا دریا ہے جس میں راہ ہے جس میں راہ پیمائی بے راہ
نہیں کرتی۔ ایسی کرن ہے جس کی چھوٹ مدہم نہیں پڑتی
وہ ایسا (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والا ہے جس کی دلیل
کمزور نہیں پڑتی۔ ایسا کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ جس
کے ستون منہدم نہیں کیے جا سکتے وہ سراسر شفا ہے۔
دکہ جس کے ہوتے ہوئے روحانی) بیماریوں کا کھٹکا
نہیں وہ سرتاسر عزت و غلبہ ہے جس کے یار و مددگار شکست
نہیں کھاتے وہ (سراپا) حق ہے۔ جس کے معین و معاون
بے مدد چھوڑے نہیں جاتے وہ ایمان کا معدن اور مرکز
ہے۔ اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں۔
اس میں عدل کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں۔ وہ اسلام
کا سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے۔ حق کی وادی اور
اس کا ہموار میدان ہے۔ وہ ایسا دریا ہے کہ جسے پانی

أَعْوَانُهُ. فَهُوَ مَعْدِنُ الْإِيمَانِ وَ
بُحْبُوحَتُهُ، وَ يَنَابِيعُ الْعِلْمِ وَ بُحُورُهُ،
وَ رِيَاضُ الْعَدْلِ وَ غُدْرَانُهُ، وَ أَثَافِيُّ
الْإِسْلَامِ وَ بُنْيَانُهُ، وَ أَوْدِيَةُ الْحَقِّ
وَ غِيطَانُهُ، وَ بَحْرٌ لَا يَنْزِفُهُ الْمُسْتَنْزِفُونَ
وَ عُيُونٌ لَا يُنْضِبُهَا الْمَاتِحُونَ وَ
مَنَاهِلُ لَا يَغِيضُهَا الْوَارِدُونَ، وَ
مَنَازِلُ لَا يَضِلُّ نَهْجَهَا الْمُسَافِرُونَ،
وَ أَعْلَامٌ لَا يَعْمَى عَنْهَا السَّائِرُونَ وَ
آكَامٌ لَا يَجُوزُ عَنْهَا الْقَاصِدُونَ جَعَلَهُ
اللهُ رِيّاً لِعَطَشِ الْعُلَمَاءِ، وَ رَبِيعاً
لِقُلُوبِ الْفُقَهَاءِ. وَ مَحَاجَّ لِطُرُقِ
الصُّلَحَاءِ، وَ دَوَاءً لَيْسَ بَعْدَهُ
دَاءٌ، وَ نُوراً لَيْسَ مَعَهُ ظُلْمَةٌ وَ
حَبْلاً وَثِيقاً عُرْوَتُهُ، وَ مَعْقِلاً مَنِيعاً
ذِرْوَتُهُ وَ عِزّاً لِمَنْ تَوَلَّاهُ، وَ
سِلْماً لِمَنْ دَخَلَهُ، وَ هُدًى لِمَنِ
ائْتَمَّ بِهِ وَ عُذْراً لِمَنِ انْتَحَلَهُ،
وَ بُرْهَاناً لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَ
شَاهِداً لِمَنْ خَاصَمَ بِهِ، وَ
فَلْجاً لِمَنْ حَاجَّ بِهِ، وَ حَامِلاً
لِمَنْ حَمَلَهُ وَ مَطِيَّةً لِمَنْ أَعْمَلَهُ،
وَ آيَةً لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَ جُنَّةً لِمَنِ
اسْتَلْأَمَ وَ عِلْماً لِمَنْ وَعَى، وَ حَدِيثاً
لِمَنْ رَوَى، وَ حُكْماً لِمَنْ قَضَى.

بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے۔ وہ ایسا چشمہ ہے کہ پانی
اُلچنے والے اسے خشک نہیں کر سکتے وہ ایسا گھاٹ ہے
کہ اس پر اُترنے والوں سے اس کا پانی گھٹ نہیں سکتا وہ
ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں۔ وہ ایسا
نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ وہ
ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں
سکتے۔ اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کے لیے سیرابی فقیہوں
کے دلوں کے لیے بہار اور نیکوں کی رہ گذر کے لیے
شاہراہ قرار دیا ہے، یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی
مرض نہیں رہتا، ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گذر نہیں، ایسی
رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں، ایسی چوٹی ہے کہ
جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے۔ جو اس سے وابستہ ہو اس کے
لیے پیغام صلح و امن ہے۔ جو اس کی پیروی کرے اس کے
لیے ہدایت ہے جو اسے اپنی طرف نسبت دے اُس
کے لیے حجت ہے جو اس کی رُو سے بات کرے۔ اس کے
لیے دلیل و برہان ہے، جو اس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ
کرے اس کے لیے گواہ ہے۔ جو اسے حجت بنا کر پیش
کرے۔ اُس کے لیے فتح و کامرانی ہے، جو اس کا بار اٹھائے
یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے، جو اسے اپنا دستور
العمل بنائے اس کے لیے مرکب (تیز گام) ہے۔ یہ حقیقت
شناس کے لیے ایک واضح نشان ہے (جو ضلالت سے
ٹکرانے کے لیے) سلاح بند ہو اُس کے لیے سپر ہے جو
اس کی ہدایت کو گرہ میں باندھ لے اس کے لیے علم و دانش
ہے بیان کرنے والے کے لیے بہترین کلام اور فیصلہ
کرنے والے کے لیے قطعی حکم ہے۔

خطبہ ۱۹۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
كَانَ يُوْصِيْ بِهٖ اَصْحَابَهٗ:

تَعَاهَدُوْا اَمْرَ الصَّلٰوةِ وَحَافِظُوْا عَلَيْهَا، وَاسْتَكْثِرُوْا مِنْهَا، وَتَقَرَّبُوْا بِهَا، فَاِنَّهَا كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا - اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِلٰى جَوَابِ اَهْلِ النَّارِ حِيْنَ سُئِلُوْا: "مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ؟ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ" وَاِنَّهَا لَتَحُتُّ الذُّنُوْبَ حَتَّ الْوَرَقِ، وَتُطْلِقُهَا اِطْلَاقَ الرِّبَقِ وَشَبَّهَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْحَمَّةِ تَكُوْنُ عَلٰى بَابِ الرَّجُلِ فَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنْهَا فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ فَمَا عَسٰى اَنْ يَّبْقٰى عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ. وَقَدْ عَرَفَ حَقَّهَا رِجَالٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ لَا تَشْغَلُهُمْ عَنْهَا زِيْنَةُ مَتَاعٍ وَلَا قُرَّةُ عَيْنٍ مِنْ وَّلَدٍ وَلَا مَالٍ يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَصِبًا بِالصَّلٰوةِ بَعْدَ التَّبْشِيْرِ

حضرت اپنے اصحاب کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ نماز کی پابندی اور اس کی نگہداشت کرو اور اُسے زیادہ سے زیادہ بجالاؤ اور اس کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب چاہو کیونکہ نماز مسلمانوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ واجب کی گئی ہے۔ کیا (قرآن میں) دوزخیوں کے جواب کو تم نے نہیں سُنا کہ جب اُن سے پوچھا جائے گا کہ "کون سی چیز تمہیں دوزخ کی طرف کھینچ لائی ہے؟ تو وُہ کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔ بلاشبہ نماز گناہوں کو جھاڑ کر اس طرح الگ کر دیتی ہے جس طرح (درخت سے) پتے جھڑتے ہیں اور انہیں اس طرح الگ کرتی ہے جس طرح چوپاؤں کی گردنوں سے) پھندے کھول کر انہیں رہا کیا جاتا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو اُس گرم چشمہ سے تشبیہ دی ہے۔ جو کسی شخص کے گھر کے دروازہ پر ہو اور وہ اس میں دن رات پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اُمید کی جاسکتی ہے۔ کہ اس کے (جسم پر) کوئی میل رہ جائے گا! نماز کا حق تو وہی مردان با خدا پہچانتے ہیں جنہیں متاعِ دنیا کی سج دھج اور مال و اولاد کا سرور دیدہ و دل اس سے غفلت میں نہیں ڈالتا۔ (چنانچہ اللہ سُبحانہ کا ارشاد ہے کہ "کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنھیں خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکواۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے، نہ خرید و فروخت اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم باوجودیکہ انہیں جنت کی نوید دی جا چکی

لَهُ بِالْجَنَّةِ لِقَوْلِ اللهِ سُبْحَانَهُ: "وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا" فَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ وَيَصْبِرُ عَلَيْهَا نَفْسَهُ. ثُمَّ إِنَّ الزَّكٰوةَ جُعِلَتْ مَعَ الصَّلٰوةِ قُرْبَانًا لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَمَنْ أَعْطَاهَا طَيِّبَ النَّفْسِ بِهَا فَإِنَّهَا تُجْعَلُ لَهُ كَفَّارَةً، وَمِنَ النَّارِ حِجَازًا وَوِقَايَةً فَلَا يُتْبِعَنَّهَا أَحَدٌ نَفْسَهُ. وَلَا يُكْثِرَنَّ عَلَيْهَا لَهَفَهُ. فَإِنَّ مَنْ أَعْطَاهَا غَيْرَ طَيِّبِ النَّفْسِ بِهَا يَرْجُو بِهَا مَا هُوَ أَفْضَلُ مِنْهَا فَهُوَ جَاهِلٌ بِالسُّنَّةِ مَغْبُونُ الْأَجْرِ. ضَالُّ الْعَمَلِ. طَوِيلُ النَّدَمِ. ثُمَّ أَدَاءَ الْأَمَانَةِ. فَقَدْ خَابَ مَنْ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهَا. إِنَّهَا عُرِضَتْ عَلَى السَّمٰوٰتِ الْمَبْنِيَّةِ، وَالْأَرَضِينَ الْمَدْحُوَّةِ، وَالْجِبَالِ ذَاتِ الطُّوْلِ الْمَنْصُوبَةِ، فَلَا أَطْوَلَ وَلَا أَعْرَضَ وَلَا أَعْلٰى وَلَا أَعْظَمَ مِنْهَا. وَلَوِ امْتَنَعَ شَيْءٌ بِطُولٍ أَوْ عَرْضٍ أَوْ قُوَّةٍ أَوْ عِزٍّ لَامْتَنَعْنَ، وَلٰكِنْ أَشْفَقْنَ مِنَ الْعُقُوبَةِ، وَعَقَلْنَ مَا جَهِلَ مَنْ هُوَ أَضْعَفُ مِنْهُنَّ وَهُوَ الْإِنْسَانُ: "إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا

تھی (بکثرت) نماز پڑھنے سے اپنے کو زحمت وتعب میں ڈالتے تھے۔ چونکہ انہیں اللہ کا ارشاد تھا کہ "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔" چنانچہ حضرت اپنے گھر والوں کو خصوصیت کے ساتھ نماز کی تاکید بھی فرماتے تھے اور خود بھی اس کی کثرت و بجاآوری میں زحمت ومشقت برداشت کرتے تھے۔ پھر مسلمانوں کے لیے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی تقرب خدا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے تو جو شخص اُسے برضا و رغبت ادا کرے گا، اس کے لیے یہ گناہوں کا کفارہ اور دوزخ سے آڑ اور بچاؤ ہے (دیکھو! ادا کرنے کے بعد کوئی شخص اس کا خیال تک دل میں نہ لائے اور نہ اس پر زیادہ ہائے وائے مچائے کیونکہ جو شخص دلی لگن کے بغیر زکوٰۃ دے کر اس سے بہتر چیز کے لیے چشم براہ رہتا ہے وہ سنت سے بے خبر اجر کے اعتبار سے نقصان اٹھانے والا، غلط کار اور دائمی پریشانی و ندامت میں گرفتار ہے پھر امانت کا ادا کرنا ہے۔ جو اپنے کو امانت کا اہل نہ بنا سکے وہ ناکام و نامراد ہے اس امانت کو مضبوط آسمانوں، پھیلی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے گڑے ہوئے پہاڑوں پر پیش کیا گیا بھلا ان سے تو بڑھ کر کوئی چیز لمبی، چوڑی، اونچی اور بڑی نہیں ہے تو اگر کوئی چیز لمبائی چوڑائی یا قوت اور غلبہ کے بل بوتے پر سرتابی کر سکتی ہوتی تو یہ سرتابی کر سکتے تھے۔ لیکن یہ تو اُس کے

جَهْوَلًا۔

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ مَا الْعِبَادُ مُقْتَرِفُونَ فِي لَيْلِهِمْ وَنَهَارِهِمْ لَطُفَ بِهِ خُبْرًا، وَأَحَاطَ بِهِ عِلْمًا أَعْضَاؤُكُمْ شُهُودُهُ، وَجَوَارِحُكُمْ جُنُودُهُ، وَضَمَائِرُكُمْ عُيُونُهُ، وَخَلَوَاتُكُمْ عِيَانُهُ۔

عقاب وعتاب سے ڈر گئے اور اُس چیز کو جان گئے۔ جسے ان سے کمزور تر مخلوق انسان نہ جان سکا بلاشبہ انسان بڑا ناانصاف اور بڑا جاہل ہے

یہ بندگان خدا رات (کے پردوں) اور دن (کے اُجالوں) میں جو گناہ کرتے ہیں وہ اللہ سے ڈھکے چھپے ہوئے نہیں وہ تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور ہر شئے پر اس کا علم محیط ہے تمہارے ہی اعضاء اُس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے اور تمہارے ہی ہاتھ پاؤں اس کے لاؤ لشکر ہیں اور تمہارے ہی قلب و ضمیر اس کے جاسوس ہیں اور تمہاری تنہائیوں (کے عشرت کدے) اس کی نظروں کے سامنے ہیں۔

خطبہ ۱۹۸

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

وَاللّٰهِ مَا مُعَاوِيَةُ بِأَدْهَىٰ مِنِّي وَلٰكِنَّهُ يَغْدِرُ وَيَفْجُرُ۔ وَلَوْلَا كَرَاهِيَةُ الْغَدْرِ لَكُنْتُ مِنْ أَدْهَى النَّاسِ، وَلٰكِنْ كُلُّ غُدَرَةٍ فُجَرَةٌ۔ وَكُلُّ فُجَرَةٍ كُفَرَةٌ۔ وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُعْرَفُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَاللّٰهِ مَا أُسْتَغْفَلُ بِالْمَكِيدَةِ، وَلَا أُسْتَغْمَزُ بِالشَّدِيدَةِ۔

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چلتا پرزہ اور ہوشیار نہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ غداریوں سے چوکتا نہیں اور بدکرداریوں سے باز نہیں آتا۔ اگر مجھے عیاری و غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زائد ہوشیار و زیرک ہوتا۔ لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر غدار کے ہاتھوں میں ایک جھنڈا ہوگا۔ جس سے وہ پہچانا جائے گا خدا کی قسم! مجھے ہتھکنڈوں سے غفلت میں نہیں

ڈالا جا سکتا اور نہ سختیوں سے دبایا جا سکتا ہے۔

⁂

لے وُہ افراد جو مذہب و اخلاق سے بیگانہ شرعی قید و بند سے آزاد اور جزاو سزا کے تصور سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ان کے لیے مطلب برآری کے لیے حیل و ذرائع کی کمی نہیں ہوتی وُہ ہر منزل پر کامیابی و کامرانی کی تدبیریں نکال لیتے ہیں جہاں انسانی و اسلامی تقاضے اور اخلاقی و شرعی حدیں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں وہاں حیلہ و تدبیر کا میدان تنگ اور جولانگاہ عمل کی وسعت محدود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ معاویہ کا نفوذ و تسلط انہی تدابیر و حیل کا نتیجہ تھا کہ جن پر عمل پیرا ہونے میں اسے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ نہ حلال و حرام کا سوال اس کے لیے سدِّ راہ ہوتا تھا۔ اور نہ پاداش آخرت کا خوف اسے ان مطلق العنانیوں اور بیباکیوں سے روکتا تھا جیسا کہ امام راغب اصفہانی اس کی سیرت و کردار کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

لم یکن غایته الا درك الحاجة حلّ او حرم ثم لم یکن یبالی بالدّین ولا یتفکّر فی سخط ربّ العالمین ٥

(محاضرات)

اس کا مطمع نظر یہی ہوتا تھا کہ جس طرح بن پڑے اپنا مطلب پُورا کرو، نہ حلال و حرام سے اسے کوئی واسطہ تھا نہ دین کی اُسے کوئی پروا تھی اور نہ خدا کے غضب کی کوئی فکر تھی۔"

چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے غلط بیانی و افتراء پردازی کے سہارے ڈھونڈے طرح طرح کے مکر و فریب کے حربے استعمال کیے اور جب یہ دیکھا کہ امیرالمومنینؑ کو جنگ میں الجھائے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی تو طلحہ و زبیر کو آپ کے خلاف ابھار کر کھڑا کر دیا اور جب اس صورت سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو شامیوں کو بھڑکا کر جنگِ صفین کا فتنہ برپا کر دیا اور پھر حضرت عمار کی شہادت سے جب اس کا ظلم و عدوان بے نقاب ہونے لگا تو عوام فریبی کے لیے کبھی یہ کہہ دیا کہ عمار کے قاتل علی ہیں۔ کیونکہ وہی انہیں ہمراہ لانے والے ہیں اور کبھی حدیث پیغمبر میں لفظ فئة باغیة کی یہ تاویل کی کہ اس کے معنی باغی گروہ کے نہیں۔ بلکہ اس کے معنی طلب کرنے والی جماعت کے ہیں۔ یعنی عمار اس گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے۔ جو خون عثمان کے قصاص کا طالب ہو گا۔ حالانکہ اس حدیث کا دوسرا ٹکڑا۔ یدعوھم الی الجنة ویدعونہم الی النار (عمار ان کو بہشت کی دعوت دیں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف بلائیں گے) اس تاویل کی کوئی گنجائش پیدا نہیں کرتا جب ایسے اوچھے ہتھیاروں سے بھی فتح و کامرانی کے آثار نظر نہ آئے تو قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کا پُرفریب حربہ استعمال کیا حالانکہ اس کی نظروں میں نہ قرآن کا کوئی وزن اور نہ اس کے فیصلہ کی کوئی اہمیت تھی۔ اگر اسے قرآن کا فیصلہ ہی مطلوب ہوتا تو یہ مطالبہ جنگ کے چھڑنے سے پہلے کرتا اور پھر جب اس پر حقیقت کھل گئی کہ عمرو ابن عاص نے ابوموسیٰ کو فریب دے کر اس کے حق میں فیصلہ کیا ہے اور اس کے فیصلہ کو قرآن سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے تو وُہ اس پُرفریب تحکیم کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوتا اور عمرو ابن عاص کو اس فریب کاری کی سزا دیتا یا کم از کم تنبیہ و سرزنش کرتا۔ مگر یہاں تو اس کے کارناموں پر اس کی تحسین و آفرین

کی جاتی ہے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اسے مصر کا گورنر بنا دیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس امیرالمومنینؑ کی سیرت شریعت و اخلاق کے اعلیٰ معیار کا نمونہ تھی وہ ناموافق حالات میں بھی حق و صداقت کے مقتضیات کو نظر میں رکھتے تھے اور اپنی پاکیزہ زندگی کو حیلہ و مکر کی آلودگیوں سے آلودہ نہ ہونے دیتے تھے وہ چاہتے تو حیلوں کا توڑ حیلوں سے کر سکتے تھے اور اس کی رکاکت آمیز حرکتوں کا جواب ویسی ہی حرکتوں سے دیا جا سکتا تھا جیسے اس نے فرات پر پہرا بٹھا کر پانی روک دیا تھا۔ تو اس کو اس امر کے جواز میں پیش کیا جا سکتا تھا کہ جب عراقیوں نے فرات پر قبضہ کر لیا تو ان پر بھی پانی بند کر دیا جاتا اور اس ذریعہ سے ان کی قوت حرب و ضرب کو مضمحل کر کے انہیں مغلوب بنا لیا جاتا۔ مگر امیرالمومنینؑ ایسے ننگ انسانیت اقدام سے کہ جس کی کوئی آئین و اخلاق اجازت نہیں دیتا کبھی اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیتے تھے اگرچہ دنیا والے ایسے حربوں کو دشمن کے مقابلہ میں جائز سمجھتے ہیں اور اپنی کامرانی کے لیے ظاہر و باطن کی دورنگی کو سیاست و حسن تدبیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر امیرالمومنین کسی موقعہ پر فریب کاری و دورنگی سے اپنے اقتدار کے استحکام کا تصور بھی نہ کرتے تھے چنانچہ جب لوگوں نے آپ کو یہ مشورہ دے کر عثمانی دور کے عمال کو ان کے عہدوں پر برقرار رہنے دیا جائے اور طلحہ و زبیر کو کوفہ و بصرہ کی امارت دے کر ہمنوا بنا لیا جائے اور معاویہ کو شام کا اقتدار سونپ کر اس کے دنیوی تدبر سے فائدہ اٹھایا جائے تو آپ نے دنیوی مصلحتوں پر شرعی تقاضوں کو ترجیح دیتے ہوئے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور معاویہ کے متعلق صاف صاف لفظوں میں فرمایا:۔

ان اقررت معاویۃ علی ما فی یدیہ کنت متخذ المضلین عضدا۔	اگر میں معاویہ کو اس کے مقبوضہ علاقہ پر برقرار رہنے دوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا قوت بازو بنا رہا ہوں۔
(استیعاب ج ۱، ص ۲۵۹)	

ظاہر بیں لوگ صرف ظاہری کامیابی کو دیکھتے ہیں اور یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ یہ کامیابی کن ذرائع سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ شاطرانہ چالوں اور عیارانہ گھاتوں سے جسے کامیاب و کامران ہوتے دیکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور اسے مدبر و بافہم اور سیاستدان و بیدار مغز اور خدا جانے کیا کیا سمجھنے لگتے ہیں اور جو الٰہی تعلیمات اور اسلامی ہدایات کی پابندی کی وجہ سے چالوں اور ہتھکنڈوں کو کام میں نہ لائے اور غلط طریق کار سے حاصل کی ہوئی کامیابی پر محرومی کو ترجیح دے وہ ان کی نظروں میں سیاست سے ناآشنا اور سوجھ بوجھ کے لحاظ سے کمزور سمجھا جاتا ہے۔ انہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ یہ سوچیں کہ ایک پابند اصول و شرع کی راہ میں کتنی مشکلیں اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں کہ جو منزل کامرانی کے قریب پہنچنے کے باوجود اسے قدم آگے بڑھانے سے روک دیتی ہیں۔

خطبہ ۱۹۹

(وَمِنْ کَلَامٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ):

اَیُّھَا النَّاسُ لَا تَسْتَوْحِشُوْا فِیْ طَرِیْقِ الْھُدٰی لِقِلَّۃِ اَھْلِہٖ۔ فَاِنَّ النَّاسَ قَدِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی مَآئِدَۃٍ شِبَعُھَا قَصِیْرٌ۔ وَجُوْعُھَا طَوِیْلٌ۔

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا یَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضَآءُ وَالسُّخْطُ۔ وَاِنَّمَا عَقَرَ نَاقَۃَ ثَمُوْدَ رَجُلٌ وَاحِدٌ فَعَمَّھُمُ اللّٰہُ بِالْعَذَابِ لَمَّا عَمُّوْہُ بِالرِّضَا فَقَالَ سُبْحٰنَہٗ: "فَعَقَرُوْھَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ"۔ فَمَا کَانَ اِلَّا اَنْ خَارَتْ اَرْضُھُمْ بِالْخَسْفَۃِ خُوَارَ السِّکَّۃِ الْمُحْمَاۃِ فِی الْاَرْضِ الْخَوَّارَۃِ۔

اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ سَلَکَ الطَّرِیْقَ الْوَاضِحَ وَرَدَ الْمَآءَ، وَمَنْ خَالَفَ وَقَعَ فِی التِّیْہِ۔

❖ ❖ ❖

اے لوگو! ہدایت کی راہ میں ہدایت پانے والوں کی کمی سے گھبرا نہ جاؤ کیونکہ لوگ تو اسی دنیا کے خوان نعمت پر ٹوٹے پڑتے ہیں جس سے شکم پُری کی مدّت کم اور گرسنگی کا عرصہ دراز ہے۔"

اے لوگو! افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں آخر قوم[1] ثمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا۔ لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا کیونکہ وہ سارے کے سارے اُس پر رضامند تھے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے، "کہ انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت (جب عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کیے پر) نادم و پریشان ہوئے (عذاب کی آمد یوں تھی) کہ زمین کے دھنسنے (اور زلزلوں کے جھٹکوں سے) ایسی گھڑگھڑاہٹ ہونے لگی جیسے نرم زمین میں ہل کی تپی ہوئی پھالی کے چلانے سے آواز آتی ہے۔ اے لوگو! جو روشن و واضح راہ پر چلتا ہے۔ وہ سرچشمہ (ہدایت) پر پہنچ جاتا ہے اور جو بے راہ روی کرتا ہے وہ صحرائے بے آب و گیاہ میں جا پڑتا ہے۔"

---

[1] ثمود ابن عامر ابن سام کی اولاد قوم ثمود کہلاتی ہے ان کا موطن و مستقر حجاز و شام کے راستے میں مقام وادی القری تھا جو متفرق بستیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم تھا۔ خداوند عالم نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ان میں حضرت صالح کو مبعوث فرمایا جو ۱۶ برس کی عمر سے ۱۲۰ برس کی عمر تک انہیں ہدایت و تبلیغ کرتے رہے، مگر وہ بتوں کی پرستش اور اپنی گمراہی و ضلالت سے باز نہ آئے۔ آخر اللہ نے ایک اونٹنی کو ان کے سامنے اپنی آیت و نشانی کے طور پر پیش کیا۔ جس کے متعلق حضرت صالح نے ان سے کہا کہ ایک دن چشمہ کا پانی یہ پیئے گی اور ایک دن تم اور تمہارے مویشی پئیں گے اور یہ

جہاں چاہے چرتی پھرے تم اس سے کوئی تعرض نہ کرنا اور اگر تم نے اسے کوئی صدمہ پہنچایا تو تم پر عذابِ الٰہی نازل ہو گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ ایک دن وہ اپنی ضروریات کے لیے پانی لے لیتے اور دوسرے دن اس اونٹنی کے پینے کے لیے چھوڑ دیتے۔ مگر ان لوگوں نے اس پر اکتفا نہ کی اور آپس میں مشورہ کر کے اس اونٹنی کو ہلاک کرنے کا تہیا کر لیا چنانچہ قدار ابن سالف نے اس کی کونچیں کاٹ کر اسے ہلاک کر دیا۔ حضرت صالحؑ نے جب یہ دیکھا تو ان سے کہا کہ تم نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، اگر تم تین دن کے اندر اندر توبہ نہ کر لوگے تو تم پر عذاب نازل ہو گا۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور ان کی بات کو تمسخر میں اڑا دیا۔ آخر تین دن گزرنے کے بعد ایسا آتش فشاں زلزلہ آیا جس نے ان کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

خطبہ ۲۰۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَهُ: عِنْدَ دَفْنِ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ كَالْمُنَاجِي بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ قَبْرِهِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ عَنِّي وَ عَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِي جِوَارِكَ وَ السَّرِيعَةِ اللَّحَاقِ بِكَ قَلَّ يَا رَسُولَ اللهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِي وَ رَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِي إِلَّا أَنَّ لِي فِي التَّأَسِّي بِعَظِيمِ فُرْقَتِكَ وَ فَادِحِ مُصِيبَتِكَ مَوْضِعَ تَعَزٍّ. فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِي مَلْحُودَةِ قَبْرِكَ، وَ فَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِي وَ صَدْرِي نَفْسُكَ. إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. فَلَقَدِ

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دفن کے موقع پر فرمایا:۔

یارسول اللہؐ آپ کو میری جانب سے اور آپ کے پڑوس میں اترنے والی اور آپ سے جلد ملحق ہونے والی آپ کی بیٹی کی طرف سے سلام ہو۔ یارسول اللہؐ آپ کی برگزیدہ (بیٹی کی رحلت) سے میرا صبر و شکیب جاتا رہا میری ہمت و توانائی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن آپ کی مفارقت کے حادثۂ عظمیٰ اور آپ کی رحلت کے صدمہ جانکاہ پر صبر کر لینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر بھی صبر و شکیبائی ہی سے کام لینا پڑے گا۔ جب کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو قبر کی لحد میں اتارا اور اس عالم میں آپ کی روح نے پرواز کی کہ آپ کا سر میری گردن اور سینے کے درمیان رکھا تھا۔

اب یہ امانت پلٹا لی گئی۔ گروی رکھی ہوئی چیز چھڑا لی گئی۔ لیکن میرا غم بے پایاں اور میری راتیں بے خواب

اُسْتُرْجِعَتِ الْوَدِيْعَةُ ، وَاُخِذَتِ الرَّهِيْنَةُ ۔ اَمَّا حُزْنِيْ فَسَرْمَدٌ وَاَمَّا لَيْلِيْ فَمُسَهَّدٌ اِلٰى اَنْ يَّخْتَارَ اللّٰهُ لِيْ دَارَكَ الَّتِيْ اَنْتَ بِهَا مُقِيْمٌ۔ وَسَتُنَبِّئُكَ اِبْنَتُكَ بِتَضَافُرِ اُمَّتِكَ عَلٰى هَضْمِهَا فَاَحْفِهَا السُّؤَالَ وَاسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ ۔ هٰذَا وَلَمْ يَطُلِ الْعَهْدُ وَلَمْ يَخْلُ مِنْكَ الذِّكْرُ ۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَا قَالٍ وَلَا سَئِمٍ ۔ فَاِنْ اَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ ۔ وَاِنْ اُقِمْ فَلَا عَنْ سُوْٓءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِيْنَ ۔

رہیں گی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لیے بھی اسی گھر کو منتخب کرے جس میں آپ رونق افروز ہیں۔ وہ وقت آگیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں کہ کس[1] طرح آپ کی امّت نے ان پر ظلم ڈھانے کے لیے ایکا کر لیا۔ آپ ان سے پورے طور پر پوچھیں اور تمام احوال وواردات دریافت کریں۔ یہ ساری مصیبتیں ان پر بیت گئیں۔ حالانکہ آپ کو گزرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔ آپ دونوں پر میرا سلام رخصتی ہو نہ ایسا سلام جو کسی ملول و دل تنگ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب اگر میں (اس جگہ سے) پلٹ جاؤں تو اس لیے نہیں کہ آپ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا رہوں تو اس لیے نہیں کہ میں اس وعدے سے بدظن ہوں جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔

۱؎ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد امّتِ محمدیہ نے بنت رسولؐ سے جو رویّہ اختیار کیا وہ انتہائی تکلیف دہ اور افسوسناک ہے اگرچہ پیغمبرؐ کے اٹھ جانے کے بعد جناب سیدہؑ چند ماہ سے زیادہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔ مگر یہ قلیل عمر بھی رنج و اندوہ کی ایک طویل داستان اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو پہلا منظر سامنے آتا ہے وہ ہے کہ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین کا سروسامان بھی نہیں ہونے پاتا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جنگ اقتدار شروع ہو جاتی ہے۔ فطری طور پر ان لوگوں کا نعش پیغمبر کو چھوڑ کر چلے جانا۔ سیدہؑ کے غم رسیدہ دل پر اثر انداز ہوا ہوگا کہ زندگی میں پیمان وفا و محبت باندھنے والے ان کی اکلوتی بیٹی کی تسلی وتسکین کا سامان کرنے کے بجائے اپنے اقتدار کی فکر میں اس طرح کھو گئے کہ نہ یہ پتہ چلا کہ کب پیغمبرؐ کو غسل دیا گیا اور کب دفن کیا گیا اور تعزیت کی بھی تو اس صورت سے کہ پوری شعلہ سامانیوں کے ساتھ ان کے گھر پر ہجوم کر کے آدھمکے اور ظلم وجبر اور درشتی وتشدد کے مظاہروں کے ساتھ بجبر بیعت لینے کے درپے ہو گئے۔ یہ تمام قہر سامانیاں صرف اس لیے تھیں کہ اس گھر کی عظمت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا جائے تاکہ کسی موقعہ پر یہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل نہ کر سکے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر صدیقہ کبریٰ کی اقتصادی حالت کو پامال کرنے کے لیے ان کے دعویٰ فدک کو کذب بیانی پر محمول کر کے انہیں محروم کر دیا گیا۔ جس سے متاثر ہو کر سیدہؑ نے یہ وصیت فرمائی کہ ان میں کوئی مشایعت

جنازہ تنگ نہ کرے ہ۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خُطبہ ۲۰۱

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ وَالْآخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ، فَخُذُوا مِنْ مَمَرِّكُمْ لِمَقَرِّكُمْ، وَلَا تَهْتِكُوا أَسْتَارَكُمْ عِنْدَ مَنْ يَعْلَمُ أَسْرَارَكُمْ. وَأَخْرِجُوا مِنَ الدُّنْيَا قُلُوبَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا أَبْدَانُكُمْ. فَفِيهَا اخْتُبِرْتُمْ، وَلِغَيْرِهَا خُلِقْتُمْ. إِنَّ الْمَرْءَ إِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ مَا تَرَكَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ لِلّٰهِ آبَاؤُكُمْ فَقَدِّمُوا بَعْضًا يَكُنْ لَكُمْ قَرْضًا وَلَا تُخْلِفُوا كُلًّا فَيَكُونَ عَلَيْكُمْ كَلًّا۔

اے لوگو! یہ دنیا گزرگاہ ہے اور آخرت جائے قرار۔ اس راہ گذر سے اپنی منزل کے لیے توشہ اٹھالو۔ جس کے سامنے تمہارا کوئی بھید چھپا نہیں ہے اس کے سامنے اپنے پردے چاک نہ کرو۔ قبل اس کے کہ تمہارے جسم دنیا سے الگ کر دیئے جائیں، اپنے دل اس سے ہٹالو۔ اس دنیا میں تمہیں جانچا جا رہا ہے، لیکن تمہیں پیدا دوسری جگہ کے لیے کیا گیا ہے۔ جب کوئی انسان مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا ہے؟ اور فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آگے کے لیے کیا سروسامان کیا ہے۔ خدا تمہارا بھلا کرے کچھ آگے کے لیے بھی بھیجو کہ وہ تمہارے لیے ایک طرح سے (اللہ کے ذمہ) قرضہ ہوگا۔ سب کا سب پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لیے بوجھ ہوگا۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خطبہ ۲۰۲

كَانَ كَثِيرًا مَا يُنَادِي بِهِ أَصْحَابَهُ: تَجَهَّزُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ فَقَدْ نُودِيَ فِيكُمْ بِالرَّحِيلِ. وَأَقِلُّوا الْعُرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا. وَانْقَلِبُوا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ فَإِنَّ أَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَؤُودًا وَمَنَازِلَ مَخُوفَةً مَهُولَةً لَا بُدَّ مِنَ الْوُرُودِ

اکثر اپنے اصحاب سے پکار کر فرمایا کرتے تھے خدا تم پر رحم کرے کچھ سفر کا ساز و سامان کر لو۔ کوچ کی صدائیں تمہارے گوش گزار ہو چکی ہیں، دنیا کے وقفۂ قیام کو زیادہ تصوّر نہ کرو، اور جو تمہارے دسترس میں بہترین زاد ہے، اسے لے کر (اللہ کی طرف پلٹو) کیونکہ تمہارے سامنے ایک دشوار گذار گھاٹی ہے اور پُرہول و خوفناک

عَلَيْهَا وَالْوُقُوفِ عِنْدَهَا ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ مَلَاحِظَ الْمَنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَانِيَةٌ وَكَأَنَّكُمْ بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ نَشِبَتْ فِيكُمْ ، وَقَدْ دَهَمَتْكُمْ فِيهَا مُفْظِعَاتُ الْأُمُورِ وَمُعْضِلَاتُ الْمَحْذُورِ ۔ فَقَطِّعُوا عَلَائِقَ الدُّنْيَا وَاسْتَظْهِرُوا بِزَادِ التَّقْوَى ۔

(وَقَدْ مَضَى شَيْءٌ مِنْ هٰذَا الْكَلَامِ فِيمَا تَقَدَّمَ بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ) ۔

مراحل ہیں کہ جہاں اترے اور ٹھہرے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں تمہیں جاننا چاہیئے کہ موت کی ترچھی نظریں تم سے قریب پہنچ چکی ہیں اور گویا تم اسکے پنجوں میں ہو جو تم میں گاڑ دیئے گئے ہیں اور موت کے سخت اندوہ و مشکلات تم پر چھا گئے ہیں ۔ دنیا سے سارے علائق قطع کر لو اور زاد تقویٰ سے اپنے کو تقویت پہنچاؤ ۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ اس خطبہ کا کچھ حصہ پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن اس روایت کے الفاظ پہلی روایت سے کچھ مختلف ہیں)

خطبہ ۲۰۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

كَلَّمَ بِهِ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ بَعْدَ بَيْعَتِهِ بِالْخِلَافَةِ وَقَدْ عَتَبَا عَلَيْهِ مِنْ تَرْكِ مَشُورَتِهِمَا وَالِاسْتِعَانَةِ فِي الْأُمُورِ بِهِمَا ۔

لَقَدْ نَقَمْتُمَا يَسِيرًا وَأَرْجَأْتُمَا كَثِيرًا ۔ أَلَا تُخْبِرَانِي أَيُّ شَيْءٍ لَكُمَا فِيهِ حَقٌّ دَفَعْتُكُمَا عَنْهُ ، وَأَيُّ قَسْمٍ اسْتَأْثَرْتُ عَلَيْكُمَا بِهِ ، أَمْ أَيُّ حَقٍّ رَفَعَهُ إِلَيَّ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ضَعُفْتُ عَنْهُ أَمْ جَهِلْتُهُ ، أَمْ أَخْطَأْتُ بَابَهُ ۔ وَاللّٰهِ مَا كَانَتْ لِي فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ ، وَلَا فِي الْوِلَايَةِ إِرْبَةٌ ۔ وَلٰكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُونِي إِلَيْهَا وَحَمَلْتُمُونِي عَلَيْهَا ۔ فَلَمَّا أَفْضَتْ إِلَيَّ نَظَرْتُ إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ وَمَا وَضَعَ لَنَا وَأَمَرَنَا بِالْحُكْمِ بِهِ فَاتَّبَعْتُهُ ، وَمَا اسْتَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَاقْتَدَيْتُهُ ، فَلَمْ أَحْتَجْ فِي ذٰلِكَ إِلَى رَأْيِكُمَا وَلَا رَأْيِ

حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد طلحہ اور زبیر نے آپ سے شکایت کی کہ ان سے کیوں (امور حکومت میں مشورہ نہیں لیا جاتا اور کیوں ان سے امداد کی خواہش نہیں کی جاتی تو حضرت نے فرمایا ۔

ذرا سی بات پر تو تمہارے تیور بگڑ گئے ہیں اور بہت سی چیزوں کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے ۔ کیا مجھے بتلا سکتے ہو کہ کسی چیز میں تمہارا حق تھا اور میں نے اسے دبا لیا ، ہو یا تمہارے حصہ میں کوئی چیز آتی ہو اور میں نے اس سے دریغ کیا ہو یا کسی مسلمان نے میرے سامنے کوئی دعویٰ پیش کیا ہو اور میں اس کا فیصلہ کرنے سے عاجز یا اس کے حکم سے جاہل رہا ہوں ، یا صحیح طریق کار سے خطا کی ہو ۔ خدا کی قسم ! مجھے تو کبھی بھی اپنے لیے خلافت اور حکومت کی حاجت و تمنا نہیں رہی ۔ تم ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا چنانچہ جب وہ مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جسطرح فیصلہ کرنے کا اس نے حکم دیا میں اسی کے مطابق چلا اور جو سنت پیغمبر قرار پا گئی اس کی پیروی کی اس میں نہ تو تم سے کبھی مجھے رائے لینے کے احتیاج ہوئی اور نہ تمہارے علاوہ کسی اور سے لیکن تم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے (بیت المال سے ،

غَيْرِكُمَا، وَلَا وَقَعَ حُكْمٌ جَهِلْتُهُ فَأَسْتَشِيرَكُمَا وَإِخْوَانِي الْمُسْلِمِينَ، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَمْ أَرْغَبْ عَنْكُمَا وَلَا عَنْ غَيْرِكُمَا. وَأَمَّا مَا ذَكَرْتُمَا مِنْ أَمْرِ الْأُسْوَةِ فَإِنَّ ذٰلِكَ أَمْرٌ لَمْ أَحْكُمْ أَنَا فِيهِ بِرَأْيِي وَلَا وَلِيتُهُ هَوًى مِنِّي. بَلْ وَجَدْتُ أَنَا وَأَنْتُمَا مَا جَاءَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ، فَلَمْ أَحْتَجْ إِلَيْكُمَا فِيمَا فَرَغَ اللّٰهُ مِنْ قَسْمِهِ وَأَمْضَى فِيهِ حُكْمَهُ. فَلَيْسَ لَكُمَا وَاللّٰهِ عِنْدِي وَلَا لِغَيْرِكُمَا فِي هٰذَا عُتْبَى: أَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوبِنَا وَقُلُوبِكُمْ إِلَى الْحَقِّ، وَأَلْهَمَنَا وَإِيَّاكُمُ الصَّبْرَ (ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً رَأَى حَقّاً فَأَعَانَ عَلَيْهِ، أَوْ رَأَى جَوْراً فَرَدَّهُ، وَكَانَ عَوْناً بِالْحَقِّ عَلَى صَاحِبِهِ۔

برابر کی تقسیم جاری کی ہے تو یہ میری رائے کا حکم اور میری خواہش نفسانی کا فیصلہ نہیں، بلکہ یہ وُہی طے شدہ چیز ہے جسے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ لے کر آئے جو میرے بھی سامنے ہے اور تمہارے بھی پیش نظر ہے، تو جس چیز کی اللہ نے حد بندی کر دی ہے اور اس کا قطعی حکم دے۔ اس میں تم سے رائے لینے کی مجھے احتیاج نہیں خدا کی قسم تمہیں اور تمہارے علاوہ کسی کو بھی اس معاملہ میں شکایت کرنے کا حق نہیں، خدا ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق پر ٹھہرائے اور ہمیں اور تمہیں صبر عطا کرے۔

(پھر آپ نے ارشاد فرمایا) خدا اس شخص پر رحم کرے جو حق کو دیکھے تو اس کی مدد کرے، باطل کو دیکھے تو اُسے ٹھکرا دے، اور صاحب حق کا حق کے ساتھ معین ہو۔"

خطبہ ۲۰۴

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

وَقَدْ سَمِعَ قَوْماً مِنْ أَصْحَابِهِ يَسُبُّونَ أَهْلَ الشَّامِ أَيَّامَ حَرْبِهِمْ بِصِفِّينَ:

إِنِّي أَكْرَهُ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا سَبَّابِينَ وَلٰكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ أَعْمَالَهُمْ وَذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ كَانَ أَصْوَبَ فِي الْقَوْلِ، وَأَبْلَغَ فِي الْعُذْرِ، وَقُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ إِيَّاهُمْ: اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَاءَنَا وَدِمَاءَهُمْ، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنِهِمْ، وَاهْدِهِمْ

آپ نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو سُنا کہ وُہ شامیوں پر سب وشتم کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا:۔

میں تمہارے لیے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے لگو۔ اگر تم ان کے کرتوت کھولو اور ان کے صحیح حالات پیش کرو، تو یہ ایک ٹھکانے کی بات اور عذر تمام کرنے کا صحیح طریق کار ہوگا تم گالم گلوچ کے بجائے یہ کہو کہ خدایا ہمارا بھی خون محفوظ رکھ اور ان کا بھی، اور ہمارے اور ان کے درمیان اصلاح کی صورت پیدا

مِنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهٗ وَ يَرْعَوِيَ عَنِ الْغَيِّ وَالْعُدْوَانِ مَنْ لَهِجَ بِهٖ۔

کر اور انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف لاتا کہ حق سے بے خبر، حق کو پہچان لیں اور گمراہی و سرکشی کے شیدائی اس سے اپنا رُخ موڑ لیں۔

خطبہ ۲۰۵

وَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فِيْ بَعْضِ اَيَّامِ صِفِّيْنَ وَ قَدْ رَأَى الْحَسَنَ ابْنَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَسَرَّعُ اِلَى الْحَرْبِ:

صفین کے موقع پر جب آپ نے اپنے فرزند حسن (علیہ السلام) کو جنگ کی طرف تیزی سے لپکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:۔

اِمْلِكُوْا عَنِّیْ هٰذَا الْغُلَامَ لَا يَهُدَّنِیْ فَاِنَّنِیْ اَنْفَسُ بِهٰذَيْنِ (يَعْنِی الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) عَلَى الْمَوْتِ لِئَلَّا يَنْقَطِعَ بِهِمَا نَسْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ۔

میری طرف سے اس جوان کو روک لو کہیں (اس کی موت مجھے خستہ و بے حال نہ کر دے، کیونکہ میں ان دونوں نوجوانوں (حسن اور حسین علیہما السّلام) کو موت کے منہ میں دینے سے بخل کرتا ہوں کہ کہیں ان کے (مرنے سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی نسل قطع نہ ہو جائے۔

قَالَ الرَّضِیُّ اَبُو الْحَسَنِ: وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ "اِمْلِكُوْا عَنِّیْ هٰذَا الْغُلَامَ" مِنْ اَعْلَى الْكَلَامِ وَ اَفْصَحِهٖ۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کا ارشاد (املکوا عنی ہذا الغلام) "میری طرف سے اس جوان کو روک لو۔ بہت بلند اور فصیح جملہ ہے۔"

خطبہ ۲۰۶

(وَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَالَهٗ لَمَّا اضْطَرَبَ عَلَيْهِ اَصْحَابُهٗ فِیْ اَمْرِ الْحُكُوْمَةِ:

جب تحکیم کے سلسلہ میں آپ کے اصحاب آپ پر پیچ و تاب کھانے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اَيُّهَا النَّاسُ: اِنَّهٗ لَمْ يَزَلْ اَمْرِیْ مَعَكُمْ عَلٰى مَا اُحِبُّ حَتّٰى نَهِكَتْكُمُ الْحَرْبُ، وَ قَدْ وَ اللّٰهِ اَخَذَتْ مِنْكُمْ

اے لوگو! جب تک جنگ نے تمہیں بے حال نہیں کر دیا میرے حسب منشا میری بات تم سے بنی رہی۔ خدا کی قسم! اس نے تم میں سے کچھ کو تو اپنی گرفت

وَ تَرَكْتُ ، وَ هِيَ لِعَدُوِّكُمْ أَنْهَكُ ـ
لَقَدْ كُنْتُ أَمْسِ أَمِيْرًا فَأَصْبَحْتُ
الْيَوْمَ مَأْمُوْرًا ، وَكُنْتُ أَمْسِ نَاهِيًا
فَأَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَنْهِيًّا ـ وَ قَدْ
أَحْبَبْتُمُ الْبَقَآءَ وَلَيْسَ لِيْ أَنْ
أَحْمِلَكُمْ عَلٰى مَا تَكْرَهُوْنَ ـ

بیں نے لیا اور کچھ کو چھوڑ دیا۔ اور تمہارے دشمنوں کو تو اس نے بالکل ہی نڈھال کر دیا۔ اگر تم جمے رہتے تو پھر جیت تمہاری تھی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ میں کل تک امر و نہی کا مالک تھا اور آج دوسروں کے امر و نہی پر مجھے چلنا پڑ رہا ہے۔ تم (دنیا کی) زندگانی چاہنے لگے اور یہ چیز میرے بس میں نہ رہی کہ جس چیز (جنگ) سے تم بیزار ہو چکے تھے اس پر تمہیں برقرار رکھتا۔

☆ ☆ ☆

لہ جب شامیوں کی بچی کھچی اور نچی کھچی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر آمادہ ہو گئی تو معاویہ نے قرآن کو آلۂ کار بنا کر جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا اور عراقیوں میں ایسی پھوٹ ڈلوا دی کہ امیر المومنین ؑ کے سمجھانے بجھانے کے باوجود وہ ایک قدم بھی اٹھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور جنگ کے رکوانے پر بضد ہو گئے جس سے حضرت کو بھی مجبوراً تحکیم پر رضامند ہونا پڑا۔ ان لوگوں میں کچھ تو ایسے تھے جو واقعاً دھوکے میں آ گئے تھے اور یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ حقیقتاً قرآن کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور کچھ لوگ وہ تھے جو جنگ کی اس طولانی مدت سے اکتا چکے تھے اور اب جی چھوڑے بیٹھے تھے۔ چنانچہ انہیں جنگ کے رکوانے کا حیلہ مل گیا، تو انہوں نے التوائے جنگ کا شور مچا دیا اور کچھ لوگ وہ تھے جو حضرت کے اقتدار سے متاثر ہو کر ساتھ ہو گئے تھے، مگر دل سے ان کے ہمنوا نہ تھے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کو فتح و کامرانی حاصل ہو اور کچھ لوگ وہ تھے جن کے توقعات معاویہ سے وابستہ تھے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اس سے امیدیں باندھنے لگے تھے اور کچھ پہلے ہی سے اس سے ساز باز کئے ہوئے تھے۔ ان حالات میں اور ایسی فوج کے ساتھ دشمن سے اس حد تک ٹکرا جانا بھی امیر المومنین ؑ کی حسن سیاست اور فوجی نظم و نسق کی صلاحیت کا نتیجہ تھا اور اگر معاویہ یہ چال نہ چلتا تو کامیابی میں کوئی شبہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ فوج شام کی قوت حرب و ضرب ختم ہو چکی تھی اور شکست اس کے سر پر منڈلا رہی تھی، چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ خلص الاشتر الی معاویۃ فاخذ ہ بعنقہ ولو یکن بقی من قوۃ الشام الاکحرکۃ ذنب الوزعۃ عند قتلہا یضرب یمینا وشمالا (شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص۱) مالک اشتر معاویہ تک پہنچ چکے تھے اور اسے گردن سے پکڑ لیا تھا اور شامیوں کا سارا دم خم جاتا رہا تھا۔ بس ان میں ایسی ہی حرکت باقی رہ گئی تھی جیسے چھپکلی کو مار دیا جائے تو اس کی دُم دائیں بائیں اچھلتی رہتی ہے۔

خطبہ ۲۰۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْبَصْرَةِ وَقَدْ دَخَلَ عَلَى الْعَلَاءِ بْنِ زِيَادٍ الْحَارِثِيِّ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُهُ فَلَمَّا رَأَى سَعَةَ دَارِهِ قَالَ: مَا كُنْتَ تَصْنَعُ بِسَعَةِ هٰذِهِ الدَّارِ فِي الدُّنْيَا - أَمَا أَنْتَ إِلَيْهَا فِي الْآخِرَةِ كُنْتَ أَحْوَجَ، وَبَلَىٰ إِنْ شِئْتَ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ تَقْرِي فِيهَا الضَّيْفَ وَتَصِلُ فِيهَا الرَّحِمَ، وَتُطْلِعُ مِنْهَا الْحُقُوقَ مَطَالِعَهَا، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ بَلَغْتَ بِهَا الْآخِرَةَ، فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَشْكُو إِلَيْكَ أَخِي عَاصِمَ بْنَ زِيَادٍ، قَالَ وَمَا لَهُ؟ قَالَ لَبِسَ الْعَبَاءَةَ وَتَخَلَّى عَنِ الدُّنْيَا. قَالَ عَلَيَّ بِهِ. فَلَمَّا جَاءَ قَالَ: يَا عُدَيَّ نَفْسِهِ لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكَ الْخَبِيثُ، أَمَا رَحِمْتَ أَهْلَكَ وَوَلَدَكَ أَتَرَى اللّٰهَ أَحَلَّ لَكَ الطَّيِّبَاتِ وَهُوَ يَكْرَهُ أَنْ تَأْخُذَهَا، أَنْتَ أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ. قَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هٰذَا أَنْتَ فِي خُشُونَةِ مَلْبَسِكَ وَجُشُوبَةِ مَأْكَلِكَ قَالَ: وَيْحَكَ إِنِّي لَسْتُ كَأَنْتَ، إِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَى أَئِمَّةِ الْعَدْلِ أَنْ

بصرہ میں اپنے ایک صحابی علاء ابن زیاد حارثی کے ہاں عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو اس کے گھر کی وسعت کو دیکھ کر فرمایا :-

تم دنیا میں اس گھر کی وسعت کو کیا کرو گے؟ درآنحالیکہ آخرت میں تم گھر کی وسعت کے زیادہ محتاج ہو (کہ جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے) ہاں! اگر اس کے ساتھ تم آخرت میں بھی وسیع گھر چاہتے ہو تو اس میں مہمانوں کی مہمان نوازی، قریبیوں سے اچھا برتاؤ اور موقع و محل کے مطابق حقوق کی ادائیگی کرو اگر ایسا کیا تو اس کے ذریعے آخرت کی کامرانیوں کو پا لو گے۔ علاء ابن زیاد نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ مجھے اپنے بھائی عاصم ابن زیاد کی آپ سے شکایت کرنا ہے۔ حضرت نے پوچھا کیوں اسے کیا ہوا؟ علاءؓ نے کہا کہ اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے تو حضرت نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ: اے اپنی جان کے دشمن تمہیں۔ شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا؟ اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لیے حلال کیا ہے اگر تم انہیں کھاؤ، برتو گے تو اسے ناگوار گزرے گا تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لیے یہ چاہے۔ اس نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ آپ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا روکھا

يُقَدِّرُوْا اَنْفُسَهُمْ بِضَعَفَةِ النَّاسِ كَيْلَا يَتَبَيَّغَ بِالْفَقِيْرِ فَقْرُهٗ۔

سوکھا ہوتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم پر حیف ہے میں تمہارے مانند نہیں ہوں، خدا نے آئمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تاکہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے۔

٭ ٭ ٭ ٭

لہ رہبانیت و ترکِ علائق کو زمانۂ قدیم سے طہارت نفس و درستگی اعمال کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ جو لوگ زہد و استغراق میں زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ شہروں اور بستیوں سے نکل کھڑے ہوتے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں سکونت اختیار کر کے بخیال خود اللہ سے لو لگائے پڑے رہتے۔ اگر کسی راہ گیر یا آس پاس کی بستی والے نے کچھ کھانے کو دے دیا تو کھا لیا ورنہ جنگلی درختوں کے پھلوں اور چشموں کے پانی پر قناعت کر لیتے اور اس طرح زندگی کے لمحات گزار دیتے اس طریقۂ عبادت کی ابتداء یوں ہوئی کہ کچھ لوگ حکمرانوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور ان کی گرفت سے بچنے کے لیے کسی سنسان جنگل یا کسی پہاڑ کی کھو میں جا چھپے اور وہاں اللہ کی عبادت و پرستش میں منہمک ہو گئے بعد میں اس قہری زہد و انزوا نے اختیاری صورت حاصل کر لی اور لوگ باختیار خود کھوؤں اور غاروں میں گوشہ نشین ہونے لگے اور یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ جو روحانی ترقی کا خواہشمند ہوتا وہ تمام دنیوی بندھنوں کو توڑ کر کسی گوشے میں معتکف ہو جاتا، چنانچہ صدیوں تک اس پر عمل درآمد ہوتا رہا اور اب تک اس طریقۂ عبادت کے آثار بدھسٹوں اور عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام کا اعتدال پسندانہ مزاج اس خانقاہی زندگی سے سازگار نہیں ہے وہ روحانی ترقی کے لیے دنیا کی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھا لینے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ اس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ مسلمان گھر بار چھوڑ کر اور ابنائے جنس سے علیحدہ ہو کر کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے اور صرف رسمی عبادت میں لگا رہے اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف چند مخصوص اعمال تک محدود نہیں ہے بلکہ جائز ذریعہ معاش سے روزی کی تلاش اور باہمی سلوک و ہمدردی اور تعاون و سازگاری کو بھی عبادت کا ایک اہم جزو قرار دیتا ہے اگر انسان دنیوی حقوق و فرائض کو نظر انداز کر دے کہ نہ اہل و عیال کی ذمہ داریوں کو محسوس کرے، نہ کسب معاش کے لیے سعی و کوشش کو بر سر کار رکھے اور دوسروں پر سہارا کر کے ہر وقت مراقبہ میں پڑا رہے تو وہ مقصد حیات کو پورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی کو تباہ کر رہا ہے، اگر اللہ کو یہی چیز مطلوب ہوتی تو پھر دنیا کو بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جب کہ پہلے ہی سے ایک ایسی مخلوق موجود تھی جو ہمہ وقت اس کی عبادت و پرستش میں مشغول رہتی تھی۔ انسان کو تو قدرت نے اس دوراہے پر کھڑا کیا ہے کہ جس میں حد وسط ہی ہدایت کا مرکز ہے کہ اگر ذرا اس نقطۂ اعتدال سے ادھر ادھر ہوا تو اس کے لیے

گمراہی ہی گمراہی ہے اور وہ حدِ وسط یہ ہے کہ انسان نہ دنیا کی طرف اتنا جھکے کہ آخرت کو نظر انداز کر کے صرف دنیا ہی کا ہو کر کے صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جائے اور نہ دنیا سے اتنا کنارہ کش ہو جائے کہ کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہ رکھے اور ہر چیز سے دستبردار ہو کر کسی گوشہ میں معتکف ہو جائے۔ جب اللہ نے انسان کو دنیا میں پیدا کیا ہے تو اُسے اس دنیا میں رہتے ہوئے دستورِ حیات پر عمل پیرا ہونا چاہیئے اور حدِ اعتدال میں رہتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہیئے۔ ایسا نہیں کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کھانا برتنا خدا پرستی کے خلاف ہو، بلکہ قدرت نے ان نعمتوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ جو خاصانِ خدا تھے وہ دنیا میں مل جل کر رہتے سہتے اور اور دنیا داروں کی طرح کھاتے پیتے تھے۔ انہیں ویرانوں پہاڑوں کی غاروں کو اپنا مسکن بنانے اور دنیا والوں سے مُنہ موڑ کر کسی دور دراز جگہ پر منزل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھتے تھے اور زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کے باوجود موت کو نہ بھولتے تھے۔ رہبانیت کی زندگی عموماً ایسے مفاسد کا باعث ہوتی ہے۔ کہ جو دنیا کے ساتھ عقبیٰ کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور انسان صحیح معنے میں خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جب فطری خواہشات کو حلال و مشروع طریقے سے پورا نہیں کیا جاتا، تو انسان کا ذہن خیالاتِ فاسدہ کا مرکز بن جاتا ہے اور اطمینان و یکسوئی سے عبادت کو سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور کبھی ہوائے نفس اس طرح اس پر غلبہ پالیتی ہے کہ وہ تمام اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے ایسے گڑھے میں جا پڑتا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی لیے شریعت نے متاہل کی عبادت کو غیر متاہل کی عبادت پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ وہ عبادت و اعمال میں ذہنی سکون و یکسوئی بہم پہنچا سکتا ہے۔

وہ افراد جو جامۂ تصوف پہن کر زہد و بے تعلقی دنیا اور روحانی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں وہ اسلام کی عملی راہ سے الگ اور اس کی حکیمانہ تعلیم سے ناآشنا ہیں اور صرف شیطان کے بہکانے سے خود ساختہ سہاروں پر بھروسا کر کے ضلالت کے راستے پر گامزن ہیں۔ چنانچہ ان کی گمراہی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کو اس سطح پر سمجھنے لگتے ہیں کہ گویا اُن کی آواز خدا کی آواز اور ان کا عمل خدا کا عمل ہے اور کبھی شرعی حدود و قیود سے اپنے کو آزاد سمجھتے ہوئے ہر امرِ قبیح کو اپنے لیے جائز قرار دے لیتے ہیں۔ اس الحاد و بے دینی کو تصوّف کے نام سے پیش کیا جاتا ہے اور اس کے غیر شرعی اصولوں کو طریقت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ مسلک اختیار کرنے والے صوفی کہے جاتے ہیں سب سے پہلے ابو ہاشم کوفی و شامی نے یہ لقب اختیار کیا کہ جو اموی النسب اور جبری العقیدہ تھا۔ اُسے اس لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے زہد و تقویٰ کی نمائش کے لیے صوف کا لباس پہن رکھا تھا۔ بعد میں اس لقب نے عمومیّت حاصل کر لی۔ اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف توجیہات گڑھ لی گئیں۔ چنانچہ ایک توجیہہ یہ ہے کہ صوف کے تین حرف ہیں ص، و، ف۔ صاد سے مراد صبر، صدق اور صفا ہے اور واؤ سے مراد وُد ورد اور وفا ہے

اور فا سے مراد فرد، فقر اور فنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صفہ سے ماخوذ ہے اور صفہ مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترا تھا جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی ہوئی تھی جس میں رہنے والے اصحاب صفہ کہلاتے تھے اور غربت و بیچارگی کی وجہ سے وہیں پڑے رہتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قبیلہ کے جدِ اعلیٰ کا نام صوفہ تھا۔ اور یہ قبیلہ خانہ کعبہ اور حجاج کی خدمت کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ اور اسی قبیلہ کی نسبت سے یہ لوگ صُوفی کہے جاتے ہیں :۔

یہ گروہ متعدّد فرقوں میں بٹا ہُوا ہے۔ لیکن بنیادی فرقے صرف سات ہیں :۔

(۱) وحدتیہ :۔ یہ فرقہ وحدۃ الوجُود کا قائل ہے۔ چنانچہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا ہے یہاں تک کہ ہر نجس و ناپاک چیز کو بھی یہ اسی منزل الوہیّت پر ٹھہراتے ہیں اور اللہ کو دریا سے اور مخلوقات کو اس میں اٹھنے والی لہروں سے تشبیہہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ دریا کی لہریں دریا کے علاوہ کوئی جُداگانہ وجُود نہیں رکھتیں، بلکہ اُن کا وجود بعینہٖ دریا کا وجود ہے جو کبھی ابھرتی ہیں اور کبھی دریا کے اندر سمٹ جاتی ہیں۔ لہٰذا کسی چیز کو اُس کی ہستی سے الگ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(۲) اتحادیہ :۔ اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ وہ اللہ سے، اور اللہ اُن سے مُتحّد ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کو آگ سے اور اپنے کو اس لوہے سے تشبیہہ دیتے ہیں کہ جو آگ میں پڑا رہنے کی وجہ سے اس کی صورت و خاصیّت پیدا کر چکا ہو۔

(۳) حلولیہ :۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم عارفوں اور کاملوں کے اندر حلول کر جاتا ہے اور ان کا جسم اس کی فرودگاہ ہوتا ہے۔ اس لیے وُہ بظاہر بشر اور بباطن خدا ہوتے ہیں۔

(۴) واصلیہ :۔ یہ فرقہ اپنے کو واصل باللہ سمجھتا ہے، اور اس کا نظریہ ہے کہ احکام شرع، تکمیل نفس و تہذیب اخلاق کا ذریعہ ہیں اور جب نفس حق سے متصل ہو جاتا ہے تو پھر اُسے تکمیل و تہذیب کی احتیاج نہیں رہتی۔ لہٰذا واصلین کے لیے عبادت و اعمال بیکار ہو جاتے ہیں کیوں کہ اذا حصلت الحقیقۃ بطلت الشریعۃ (جب حقیقت حاصل ہو جاتی ہے تو شریعت بیکار ہو جاتی ہے) لہٰذا وُہ جو چاہیں کریں ان پر حرف گیری نہیں کی جا سکتی۔

(۵) زراقیہ :۔ یہ فرقہ نغمہ و سرود کی دھنوں اور حال و قال کی سرمستیوں کو سرمایہ عبادت سمجھتا ہے اور درویشی و دریوزہ گری سے دنیا کماتا ہے اور اپنے پیشواؤں کی من گھڑت کرامتیں سُنا کر عوام کو مرعوب کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

(۶) عشاقیہ :۔ اس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ المجازۃ قنطرۃ الحقیقۃ عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لہٰذا عشق الٰہی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی مہوش سے عشق کیا جائے لیکن جس عشق کو یہ عشق الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں وُہ صرف اختلال دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے عاشق قلب و رُوح کی پُوری توجہ کے ساتھ ایک فرد کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اور اس تک رسائی ہی اس کی منزل آخر ہوتی ہے۔ یہ عشق فسق و فجور کی راہ پر تو لگا سکتا

ہے۔ مگر عشقِ حقیقی کی منزل سے اُسے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا ؎

عشقِ مجاز چوں بہ حقیقت نظر کُنی ۔۔۔ دیواست و دیورا نہ بود پائے رہبری

(۷) تلقیہ:۔ اس فرقے کے نزدیک علومِ دینیہ کا پڑھنا اور کتب علمیہ کا مطالعہ کرنا قطعًا حرام ہے بلکہ جو مرتبہ علمی سٹریوں تک پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا وُہ ایک ساعت میں مُرشد کے تصرفِ روحانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

علمائے شیعہ کے نزدیک یہ تمام فرقے گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آئمہ اطہار کے بکثرت ارشادات موجود ہیں اور اس خطبہ میں بھی امیر المومنین نے عاصم ابن زیاد کے قطع علائق دنیا کو شیطانی وسوسہ کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اور اسے اس راہ پر چلنے سے بشدت منع کیا ہے۔

خُطبہ ۲۰۸

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

وَقَدْ سَأَلَهُ سَائِلٌ عَنْ أَحَادِيثِ الْبِدَعِ وَعَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ مِنِ اخْتِلَافِ الْخَبَرِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

إِنَّ فِي أَيْدِي النَّاسِ حَقًّا وَبَاطِلًا، وَصِدْقًا وَكَذِبًا، وَنَاسِخًا وَمَنْسُوخًا وَعَامًّا وَخَاصًّا۔ وَمُحْكَمًا وَمُتَشَابِهًا۔ وَحِفْظًا وَوَهْمًا۔ وَلَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَهْدِهِ حَتَّى قَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"۔ وَإِنَّمَا أَتَاكَ بِالْحَدِيثِ أَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ: رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلْإِيمَانِ، مُتَصَنِّعٌ بِالْإِسْلَامِ لَا يَتَأَثَّمُ وَلَا يَتَحَرَّجُ، يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

ایک شخص نے آپ سے من گھڑت اور متعارض حدیثوں کے متعلق دریافت کیا جو (عام طور سے) لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہیں، تو آپؑ نے فرمایا کہ:۔

لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبہم، صحیح اور غلط سب ہی کچھ ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں آپ پر بہتان لگائے گئے یہاں تک کہ آپ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ تمہارے پاس چار طرح کے لوگ حدیث لانے والے ہیں کہ جن کا پانچواں نہیں۔ ایک تو وُہ جس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ وہ ایمان کی نمائش کرتا ہے اور مسلمانوں کی سی وضع قطع بنا لیتا ہے۔ نہ گناہ کرنے سے گھبراتا ہے اور نہ کسی افتاد میں پڑنے سے جھجکتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مُتَعَمِّدًا، فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ اَنَّهٗ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوْا مِنْهُ وَلَمْ يُصَدِّقُوْا قَوْلَهٗ. وَلٰكِنَّهُمْ قَالُوْا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰهُ وَ سَمِعَ مِنْهُ وَلَقِفَ عَنْهُ فَيَاْخُذُوْنَ بِقَوْلِهٖ، وَقَدْ اَخْبَرَكَ اللّٰهُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ بِمَا اَخْبَرَكَ، وَوَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهٖ لَكَ، ثُمَّ بَقُوْا بَعْدَهٗ عَلَيْهِ وَآلِهِ السَّلَامُ فَتَقَرَّبُوْا اِلٰى اَئِمَّةِ الضَّلَالَةِ وَالدُّعَاةِ اِلَى النَّارِ بِالزُّوْرِ وَالْبُهْتَانِ، فَوَلَّوْهُمُ الْاَعْمَالَ وَجَعَلُوْهُمْ حُكَّامًا عَلٰى رِقَابِ النَّاسِ، وَاَكَلُوْا بِهِمُ الدُّنْيَا وَاِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوْكِ وَ الدُّنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ فَهُوَ اَحَدُ الْاَرْبَعَةِ.

* * *

وَرَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَوَهِمَ فِيْهِ وَلَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِبًا فَهُوَ فِيْ يَدَيْهِ وَيَرْوِيْهِ وَيَعْمَلُ بِهٖ وَيَقُوْلُ اَنَا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ اَنَّهٗ

وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے اگر لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے، تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول تو کرتے اور نہ اسکی بات کی تصدیق کرتے لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے اس نے آنحضرتؐ کو دیکھا بھی ہے اور ان سے حدیثیں بھی سُنی ہیں اور آپ سے تحصیل علم بھی کی ہے چنانچہ وُہ (بے سوچے سمجھے) اس بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اور ان کے رنگ ڈھنگ سے بھی تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ پھر وُہ رسولؐ کے بعد بھی باقی و برقرار رہے اور کذب و بہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو اچھے اچھے) عہدوں پہ لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پہ مسلط کر دیا اور ان کے ذریعے سے اچھی طرح دنیا کو حلق میں اُتارا اور لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے ہی کہ وُہ بادشاہوں اور دُنیا (والوں) کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ مگر سوا اُن (محدود دے چند افراد کے) کہ جنہیں اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے)۔

چار میں سے ایک تو یہ ہوا اور دوسرا شخص وُہ ہے جس نے (تھوڑا بہت) رسول اللہ سے سُنا لیکن جُوں کا توں اُسے یاد نہ رکھ سکا اور اس میں اُسے سہو ہو گیا۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا یہی کچھ اس کے دسترس میں ہے اُسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اور اسی پہ خُود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی

وَهُمْ فِيهِ لَمْ يَقْبَلُوهُ مِنْهُ، وَلَوْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ كَذَلِكَ لَرَفَضَهُ.

وَرَجُلٌ ثَالِثٌ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَيْئاً يَأْمُرُ بِهِ ثُمَّ نَهَى عَنْهُ وَهُوَ لاَ يَعْلَمُ، أَوْ سَمِعَهُ يَنْهَى عَنْ شَيْءٍ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ وَهُوَ لاَ يَعْلَمُ، فَحَفِظَ الْمَنْسُوخَ وَلَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُونَ إِذْ سَمِعُوهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضُوهُ.

وَآخَرُ رَابِعٌ لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللهِ وَلاَ عَلَى رَسُولِهِ، مُبْغِضٌ لِلْكَذِبِ خَوْفاً مِنَ اللهِ وَتَعْظِيماً لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَهِمْ بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلَى وَجْهِهِ فَجَاءَ بِهِ عَلَى مَا سَمِعَهُ لَمْ يَزِدْ فِيهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ، فَحَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهِ، وَحَفِظَ الْمَنْسُوخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ، وَعَرَفَ الْخَاصَّ وَالْعَامَّ فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعَهُ وَعَرَفَ الْمُتَشَابِهَ وَمُحْكَمَهُ.

وَقَدْ كَانَ يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اُس کی یاد داشت میں بھول چوک ہو گئی ہے تو وہ اس کی بات کو نہ مانتے اور اگر خود بھی اُسے اُس کا علم ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا۔

تیسرا شخص وُہ ہے کہ جس نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سُنا کہ آپ نے ایک چیز کے بجالانے کا حکم دیا ہے۔ پھر پیغمبر نے تو اس سے روک دیا۔ لیکن یہ اسے معلوم نہ ہو سکا یا یوں کہ اُس نے پیغمبر کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سُنا پھر آپ نے اس کی اجازت دے دی لیکن اس کے علم میں یہ چیز نہ آسکی اس نے (قول) منسُوخ کو یاد رکھا اور (حدیث) ناسخ کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اگر اُسے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ منسُوخ ہے تو وُہ اُسے چھوڑ دیتا اور مسلمانوں کو بھی اگر اس کے منسُوخ ہو جانے کی خبر ہوتی تو وُہ بھی اُسے نظر انداز کر دیتے۔

اور چوتھا شخص وُہ ہے کہ جو اللہ اور اُس کے رسُول پر جھوٹ نہیں باندھتا۔ وہ خوفِ خدا اور عظمتِ رسُولؐ کے پیشِ نظر کذب سے نفرت کرتا ہے اس کی یاد داشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی بلکہ جس طرح سُنا اسی طرح اسے یاد رکھا اور اسی طرح اسے بیان کیا نہ اس میں کچھ بڑھایا، نہ اس میں سے کچھ گھٹایا۔ حدیث ناسخ کو یاد رکھا، تو اس پر عمل بھی کیا، حدیث منسُوخ کو بھی اپنی نظر میں رکھا۔ اور اس سے اجتناب برتا، وُہ اس حدیث کو بھی جانتا ہے جس کا دائرہ محدُود اور اُسے بھی جو ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث

الْكَلَامُ لَهُ وَجْهَانِ: فَكَلَامٌ خَاصٌّ وَ كَلَامٌ عَامٌّ، فَيَسْمَعُهُ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِهٖ وَلَا مَا عَنَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ، فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ وَ يُوَجِّهُهُ عَلٰى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ وَمَا قُصِدَ بِهٖ وَمَا خَرَجَ مِنْ اَجْلِهٖ ۔ وَلَيْسَ كُلُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يَسْاَلُهٗ وَيَسْتَفْهِمُهٗ حَتّٰى اَنْ كَانُوْا لَيُحِبُّوْنَ اَنْ يَجِيْءَ الْاَعْرَابِيُّ وَالطَّارِئُ فَيَسْاَلَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى يَسْمَعُوْا ۔ وَ كَانَ لَا يَمُرُّ بِيْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ اِلَّا سَاَلْتُ عَنْهُ وَ حَفِظْتُهٗ ۔ فَهٰذِهٖ وُجُوْهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ وَعِلَلِهِمْ فِيْ رِوَايَاتِهِمْ ۔

کو اس کے محل و مقام پر رکھتا ہے اور یوں ہی واضح اور مبہم حدیثوں کو پہچانتا ہے۔

کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام دو رخ لیے ہوتا تھا، کچھ کلام وہ جو کسی وقت یا افراد سے مخصوص ہوتا تھا اور کچھ وہ جو تمام اوقات اور تمام افراد کو شامل ہوتا تھا اور ایسے افراد بھی سن لیا کرتے تھے کہ جو سمجھ ہی نہ سکتے تھے، کہ اللہ نے اس سے کیا مراد لیا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے مقصد کیا ہے۔ تو یہ سننے والے اسے سن تو لیتے تھے اور کچھ اس کا مفہوم بھی قرار دے لیتے تھے۔ مگر اس کے حقیقی معنی اور مقصد اور وجہ سے ناواقف ہوتے تھے اور نہ اصحاب پیغمبر میں سب ایسے تھے کہ جنہیں آپ سے سوال کرنے کی ہمت ہو، بلکہ وہ تو یہ چاہا کرتے تھے۔ کہ کوئی صحرائی بدو یا پردیسی آجائے اور وہ کچھ پوچھے تو یہ بھی سن لیں مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی۔ مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اسے یاد رکھتا تھا۔ یہ ہیں لوگوں کے احادیث و روایات میں اختلاف کے وجوہ و اسباب۔

لے یہ سلیم ابن قیس ہلالی تھے جو امیر المومنین علیہ السّلام کے رواۃ حدیث میں سے ہیں۔

ےلے امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں رواۃ حدیث کو چار قسموں میں منحصر کیا ہے۔

پہلی قسم یہ ہے کہ راوی خود سے کسی روایت کو وضع کر کے پیغمبر کی طرف منسوب کر دے۔ چنانچہ ایسی روائتیں گھڑ کر آپ کے سر منڈھ دی جاتی تھیں اور یونہی یہ سلسلہ جاری رہا اور نت نئی روایتیں معرض وجود میں آتی رہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت پر نہیں بلکہ سخن پروری و مناظرانہ ضرورت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کو علمائے اہل سنت سے

مناظرہ کا اتفاق ہوا۔ تو سیّد مرتضیٰ نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ اکابر صحابہ کے فضائل میں جو روائتیں نقل کی جاتی ہیں وُہ خود ساختہ اور جعلی ہیں۔ اس پر ان علماء نے کہا یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول اللہؐ پر افتراء باندھنے کی جرائت کرے اور اپنی طرف سے کوئی روایت گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دے۔ سیّد مرتضیٰ نے فرمایا کہ پیغمبرؐ کی حدیث ہے۔

ستکثر علی الکذابۃ بعد موتی فمن کذب علیّ متعمّداً فلیتبوء مقعدہ من النّار۔

میرے بعد مجھ پر کثرت سے جھوٹ باندھا جائیگا۔ دیکھو! جو مجھ پر جان بوُجھ کر جھوُٹ باندھے گا اس کا ٹھکانا جہنّم ہے۔

تو اگر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہو تو تسلیم کرو کہ پیغمبر پر جھوٹ باندھا گیا۔ اور اگر غلط سمجھتے ہو تو اس کا غلط ہونا خود ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔ بہر صورت یہ وُہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا اور دین میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے من گڑھت روائتیں بناتے رہتے تھے اور جس طرح پیغمبرؐ کے زمانہ میں مسلمانوں سے گھلے ملے رہتے تھے اس طرح ان کے بعد بھی ان میں گھُلے ملے رہے اور جس طرح اس وقت فساد و تخریب میں لگے رہتے تھے۔ اسی طرح ان کے بعد بھی اسلام کے تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے نقوش کو مسخ کرنے کی فکر سے غافل نہ تھے بلکہ پیغمبر کے زمانہ میں تو ڈرے سہمے رہتے تھے کہ کہیں پیغمبر انہیں بے نقاب کر کے رسُوا نہ کر دیں مگر آنحضرتؐ کے بعد ان کی منافقانہ سرگرمیاں بڑھ گئیں۔ اور بے جھجک اپنے ذاتی مفاد و اغراض کے لیے پیغمبر پر افترا باندھ دیتے تھے اور سُننے والے انہیں صحابیٔ رسُول سمجھ کر اعتبار و اعتماد کر لیتے تھے کہ بس جو کہہ دیا ہے وہ صحیح ہے اور جو فرما دیا ہے وُہ درست ہے اور بعد میں بھی الصحابۃ کلھم عدول (صحابہ سب کے سب عادل ہیں) کے عقیدہ نے زبانوں پر پہرا بٹھا دیا کہ جس کی وجہ سے نقد و نظر اور جرح و تعدیل سے انہیں بلند و بالا سمجھ لیا گیا اور پھر ان کے کارہائے نمایاں نے انہیں بارگاہ حکومت میں بھی مقرب بنا رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے خلاف زبان کھولنے کے لیے جرائت وہمت کی ضرورت تھی، چنانچہ امیر المومنینؑ کا یہ قول شاہد ہے:۔

فتقربوا الی ائمۃ الضلالۃ والدعاۃ الی النّار بالزور والبھتان فولوھم الاعمال وجعلوھم حکاما علی رقاب النّاس۔

ان لوگوں نے کذب و بہتان کے ذریعے گمراہی کے پیشواؤں اور جہنّم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسُوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلّط کر دیا۔

⁂

منافقین کا مقصد اسلام کی تخریب کے ساتھ دنیا کا حاصل کرنا بھی تھا اور وُہ انہیں مدعی اسلام بنے رہنے کی وجہ سے پوُری افراوانی سے حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وُہ اسلام کی نقاب اتار کر اپنے اصلی خط و خال میں سامنے آنا نہیں چاہتے تھے اور اسلام ہی کے پردے میں اپنے شیطانی اطوار کو جاری رکھتے تھے اور اس کی بنیادی تخریب کے

لیے روایات وضع کر کے انتشار و افتراق پھیلانے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے:۔

لما ترکوا ترکوا وحیث سکت عنھم سکتوا عن الاسلام واھلہ الا فی دسیسۃ خفیۃ یعملونھا نحو الکذب الذی اشار الیہ امیر المؤمنین علیہ السلام فانہ خالط الحدیث کذب کثیر صدر عن قوم غیر صحیحی العقیدۃ قصدوا بہ الاضلال وتخبیط القلوب و العقائد وقصد بعضھم التنویہ بذکر قوم کان لھم فی التنویہ بذکرھم غرض دنیوی۔

(شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۱۵)

جب انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے بھی بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا اور جب اُن سے خاموشی اختیار کر لی گئی تو انہوں نے بھی اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں چُپ سادھ لی مگر در پردہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے۔ جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیر المومنین علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے کیونکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کر دی گئی تھی اور یہ فاسد عقیدہ رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی چنانچہ وہ اس کے ذریعہ سے گمراہی پھیلاتے۔ دلوں میں خدشے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے اور بعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے اُن کی دنیوی اغراض وابستہ ہوتی تھی۔"

اس دور کے گزرنے کے بعد جب معاویہ دین کی راہنمائی اور ملک کی قیادت کا ذمہ دار بن کر تخت فرمانروائی پر متمکن ہُوا تو اس نے جعلی روائتیں گڑھنے کا باقاعدہ ایک محکمہ کھول دیا اور اپنے کارندوں کو اس پر مامور کیا کہ وہ اہلبیت اطہار کی تنقیص اور عثمان اور بنی امیہ کے فضائل میں حدیثیں گڑھ کر نشر کریں اور اس کے لیے انعامات اور جاگیریں مقرر کیں جس کے نتیجہ میں کثیر التعداد خود ساختہ فضائل کی روائتیں کتب احادیث میں پھیل گئیں۔ چنانچہ ابوالحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اسے درج کیا ہے کہ:۔

وکتب الیھم ان انظروا من قبلکم من شیعۃ عثمان ومحبّیہ واھل ولایتہ والذین یروون فضائلہ ومناقبہ فادنوا مجالسھم و قربوھم واکرموھم واکتبوا الیّ بکل ما یروی کل رجل منھم واسمہ واسم ابیہ وعشیرتہ ففعلوا ذلک حتّی اکثروا فی فضائل عثمان ومناقبہ لما کان یبعثہ الیھم معاویۃ من الصّلات والکساء والحباء والقطائع۔

معاویہ نے اپنے عمال حکومت کو تحریر کیا کہ جو تمہارے یہاں عثمان کے طرفدار ہو، خواہ اور دوستدار ہوں ان پر نظر توجہ رکھو اور ان لوگوں کو جو اُن کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہیں انہیں اپنا دربار نشین اور مقرب قرار دو اور ان کا احترام کرو اور ان میں سے جو شخص جو روایت کرے وُہ مجھے لکھو اور اس کے باپ اور اس کے قوم قبیلے کے نام سے مجھے آگاہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ عثمان کے مناقب وفضائل کے انبار لگا دیئے کیونکہ امیر معاویہ

(شرح ابن ابی الحدید ج صـ۱۶) ایسے لوگوں کو جائزے خلعتیں عطیے اور جاگیریں دیتا تھا۔

جب حضرت عثمان کے فضائل میں خود ساختہ روائتیں چار دانگ عالم میں پھیل گئیں تو اس خیال سے کہ پہلے خلفا کا پلہ ہلکا نہ رہ جائے اس نے اپنے عمال کو تحریر کیا۔

فاذا جاءکم کتابی هذا فادعوا الناس الی الروایة فی فضائل الصحابة والخلفاء الاولین ولا تترکوا خبرا یرویه احد من المسلمین فی ابی تراب الا واتونی بمناقض له فی الصحابة مفتعلة فان هذا احب الی واقر لعینی و ادحض لحجة ابی تراب وشیعته واشد الیهم من مناقب عثمان وفضله فقرئت کتبه علی الناس فرویت اخبار کثیرة فی مناقب الصحابة مفتعلة لا حقیقة لها۔

(شرح ابن ابی الحدید ج۳ صـ۱۶)

جب تمہیں میرا یہ فرمان ملے تو لوگوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ صحابہ اور پہلے خلفاء کے فضائل میں بھی حدیثیں روایت کریں اور دیکھو مسلمانوں میں سے جو شخص بھی ابوتراب کے بارے میں کوئی حدیث بیان کرے تو اسے توڑنے کے لیے صحابہ کے لیے بھی ویسی ہی حدیثیں گڑھ کر بیان کرو، کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند اور میرے لیے خنکی چشم کا باعث ہے اور یہ چیز ابوتراب اور اس کے شیعوں کی حجت کو کمزور کرنے والی اور عثمان کے فضائل ومناقب سے بھی زیادہ گراں گزرنے والی ہے۔ چنانچہ اس کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے۔ جس کے نتیجہ میں صحابہ کے فضائل میں ایسی روائتیں گڑھنا شروع ہو گئیں کہ جن کی کوئی اصل و حقیقت نہ ہوتی تھی۔

اس سلسلہ میں ابن عرفہ معروف بہ نفطویہ نے کہ جو اکابر علماء و محدثین میں سے تھے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے اسے اپنی شرح میں درج کیا ہے کہ۔

ان اکثر الاحادیث الموضوعة فی فضائل الصحابة افتعلت فی ایام بنی امیة تقربا الیهم بما یظنون انهم یرغمون به انوف بنی هاشم۔ (شرح ابن ابی الحدید ج۳ صـ۱۶)

صحابہ کے فضائل میں اکثر موضوع حدیثیں بنی امیہؓ کے دور میں گڑھی گئیں تاکہ ان کی بارگاہ میں رسوخ حاصل کیا جائے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اس ذریعہ سے بنی ہاشم کو ذلیل وپست کر سکیں گے۔"

وضع روایات کی عادت تو پڑ ہی چکی تھی۔ اب دنیا پرستوں نے سلاطین وامراء کا تقرب حاصل کرنے اور مال دنیا سمیٹنے کے لیے اسے ایک ذریعہ بنا لیا۔ جیساکہ غیاث ابن ابراہیم نے مہدی ابن منصور کو خوش کرنے اور اس سے تقرب حاصل کرنے کے لیے کبوتروں کی پرواز میں ایک روایت گڑھ کر سنا دی اور ابوسعید مدائنی وغیرہ نے اسے ذریعہ معاش بنا لیا، اور حد یہ ہے کہ کرامیہ اور بعض متصوفہ نے معصیت سے روکنے اور اطاعت کی طرف راغب کرنے کے لیے وضع حدیث کے جواز کا فتوی بھی دے دیا۔ چنانچہ ترغیب وترہیب کے سلسلہ میں بے کھٹکے روائتیں وضع کی جاتی تھیں اور اسے شریعت ودیانت

کے خلاف نہ سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ عموماً یہ کام وہی لوگ انجام دیتے تھے کہ جو بظاہر زہد و تقویٰ اور صلاح و رشد سے آراستہ ہوتے تھے اور جن کی راتیں مصلوں پر اور دن جھوٹی روایتوں سے دفتر سیاہ کرنے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ ان جعلی روایتوں کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے دو ہزار چھ سو اکسٹھ حدیثیں منتخب کیں۔ مسلم نے آٹھ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار حدیثیں قابل انتخاب سمجھیں۔ ابو داؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انتخاب کیں۔ احمد ابن حنبل نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں میں سے تیس ہزار منتخب کیں۔ مگر جب اس انتخاب کو دیکھا جاتا ہے تو ایسی حدیثیں سامنے آتی ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی پیغمبر اکرم کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتیں، چنانچہ آج مسلمانوں میں ایک معتدبہ طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو کہ ان مسانید و صحاح پر نظر کرنے کے بعد سرے سے حدیث کی حجیت ہی سے انکار کر چکا ہے۔

دوسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جو موقع و محل کو سمجھے بغیر جو اُلٹا سیدھا انہیں یاد رہ جاتا تھا وہ روایت کر دیتے تھے چنانچہ صحیح بخاری باب البکاء علی المیّت میں ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو صہیب روتے ہوئے ان کے ہاں آئے تو حضرت عمر نے کہا کہ:۔

اتبکی علیّ وقد قال رسول الله انّ المیّت یعذّب ببکاء اهله۔	اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو، حالانکہ رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔

جب حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ خدا عمر پہ رحم کرے۔ رسول اللہ نے تو ایسا نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے مومن کی میت پہ عذاب ہوتا ہے البتہ یہ فرمایا تھا کہ کافر کی میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد اُم المومنین نے فرمایا کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (ایک کا بار دوسرا نہیں اٹھاتا) تو یہاں رونے والوں کا بار میت کیسے اٹھائے گی۔ پھر حضرت عائشہ سے یہ حدیث درج کی ہے کہ جس سے پہلی حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے:۔

عن عائشة زوج النبی قالت انما مر رسول الله علی یهودیة یبکی علیها اهلها فقال انهم لیبکون وانها لتعذب فی قبرها۔	زوجۂ رسولؐ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسولؐ اللہ ایک یہودی عورت کی طرف سے ہو کر گزرے کہ جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے گھر والے تو اس پر رو رہے ہیں اور وہ قبر میں مبتلائے عذاب ہے۔

٭ ٭ ٭

تیسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جنہوں نے پیغمبر سے حدیث منسوخ کو سنا مگر اس کی ناسخ حدیث کے سننے کا ان کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ اسے بیان کرتے یا اس پر عمل کرتے حدیث ناسخ کی مثال پیغمبر کا یہ ارشاد ہے کہ جس میں حدیث منسوخ کی طرف

بھی اشارہ ہے نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا (میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم زیارت کر سکتے ہو) اس میں زیارتِ قبور کی نہی کو اذانِ زیارتِ قبور سے منسوخ کر دیا ہے تو جن لوگوں نے صرف حدیث منسوخ کو سن رکھا تھا وہ اسی پر عمل پیرا رہے۔

چوتھی قسم کی رواۃ وہ ہیں کہ جو عدالت سے آراستہ فہم و ذکا کے مالک حدیث کے مورد و محل سے آگاہ ناسخ و منسوخ خاص و عام، مقید و مطلق سے واقف کذب و افترا سے کنارہ کش ہوتے تھے جو وہ سنتے تھے ان کے حافظہ میں محفوظ رہتا تھا اور اُسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچا دیتے تھے، انہی کی بیان کردہ احادیثِ اسلام کا سرمایہ غل و غش سے پاک اور قابلِ اعتماد و عمل ہیں خصوصاً وہ سرمایۂ احادیث جو امیرالمومنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و برید اور تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔ کاش کہ دنیا علم کے ان سرچشموں سے پیغمبر کے فیوض حاصل کرتی۔ مگر تاریخ کا یہ افسوسناک باب ہے کہ خوارج و معاندینِ آلِ محمدؐ سے تو حدیث لی جاتی ہے اور جہاں سلسلہ روایت میں اہلِ بیت کی کسی فرد کا نام آجاتا ہے تو قلم رُک جاتا ہے چہرے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور تیور بدل جاتے ہیں۔

خطبہ ۲۰۹

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

وَكَانَ مِنِ اقْتِدَارِ جَبَرُوْتِهٖ وَ بَدِيْعِ لَطَائِفِ صَنْعَتِهٖ اَنْ جَعَلَ مِنْ مَّاءِ الْبَحْرِ الزَّاخِرِ الْمُتَرَاكِمِ الْمُتَقَاصِفِ يَبَسًا جَامِدًا۔ ثُمَّ فَطَرَ مِنْهُ اَطْبَاقًا فَفَتَقَهَا سَبْعَ سَمٰوٰتٍ بَعْدَ ارْتِتَاقِهَا فَاسْتَمْسَكَتْ بِاَمْرِهٖ، وَقَامَتْ عَلٰى حَدِّهٖ۔ وَاَرْسٰى اَرْضًا يَحْمِلُهَا الْاَخْضَرُ الْمُثْعَنْجِرُ وَالْقَمْقَامُ الْمُسَخَّرُ، قَدْ ذَلَّ لِاَمْرِهٖ، وَاَذْعَنَ لِهَيْبَتِهٖ، وَوَقَفَ الْجَارِيْ مِنْهُ لِخَشْيَتِهٖ۔ وَ جَبَلَ جَلَامِيْدَهَا وَنُشُوْزَ مُتُوْنِهَا وَ اَطْوَادِهَا

اللہ سبحانہ، کے زورِ فرمانروائی اور عجیب و غریب صنعت کی لطیف نقش آرائی ایک یہ ہے کہ اس نے ایک انتھاہ دریا کے پانی سے جس کی سطحیں تہ بہ تہ اور موجیں تھپیڑے مار رہی تھیں، ایک خشک و بے حرکت زمین کو پیدا کیا پھر یہ کہ اس نے پانی (کے بخار) کی تہوں پر تہیں چڑھا دیں جو آپس میں ملی ہوئی تھیں اور انھیں الگ الگ کر کے سات آسمان بنائے جو اس کے حکم سے تھمے ہوئے اور اپنے مرکز پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور زمین کو اس طرح قائم کیا کہ اسے ایک نیلگوں گہرا اور (فرمانِ الٰہی کے حدود میں) گھرا ہوا دریا اُٹھائے ہوئے ہے جو اس کے حکم کے آگے بے بس اور اس کی ہیبت کے سامنے سرنگوں ہے اور اس کے خوف سے اس کی روانی تھمی ہوئی ہے اور ٹھوس چکنے پتھروں، ٹیلوں اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور

فَاَرْسَاهَا فِيْ مَرَاسِيْهَا - وَاَلْزَمَهَا قَرَارَتَهَا فَمَضَتْ رُءُوْسُهَا فِي الْهَوَاۤءِ وَرَسَتْ اُصُوْلُهَا فِي الْمَاۤءِ - فَاَنْهَدَ جِبَالَهَا عَنْ سُهُوْلِهَا ، وَاَسَاخَ قَوَاعِدَهَا فِيْ مُتُوْنِ اَقْطَارِهَا وَ مَوَاضِعِ اَنْصَابِهَا - فَاَشْهَقَ قِلَالَهَا ، وَاَطَالَ اَنْشَازَهَا - وَ جَعَلَهَا لِلْاَرْضِ عِمَادًا ، وَاَرَّزَهَا فِيْهَا اَوْتَادًا فَسَكَنَتْ عَلٰى حَرَكَتِهَا مِنْ اَنْ تَمِيْدَ بِاَهْلِهَا اَوْ تَسِيْخَ بِحِمْلِهَا اَوْ تَزُوْلَ عَنْ مَوَاضِعِهَا فَسُبْحَانَ مَنْ اَمْسَكَهَا بَعْدَ مَوَجَانِ مِيَاهِهَا، وَاَجْمَدَهَا بَعْدَ رُطُوْبَةِ اَكْنَافِهَا فَجَعَلَهَا لِخَلْقِهٖ مِهَادًا ، وَبَسَطَهَا لَهُمْ فِرَاشًا فَوْقَ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ رَاكِدٍ لَا يَجْرِيْ وَ قَائِمٍ لَا يَسْرِيْ - تُكَرْكِرُهُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ وَتَمْخُضُهُ الْغَمَامُ الذَّوَارِفُ (اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى) -

اوران کو ان کی جگہوں پر نصب اور ان کی قرارگاہوں میں قائم کیا. چنانچہ اُن کی چوٹیاں فضا کو چیرتی ہوئی نکل گئی ہیں اور بُنیادیں پانی میں گڑی ہوئی ہیں. اس طرح اُسنے پہاڑوں کو پست اور ہموار زمین سے بلند کیا اور ان کی بُنیادوں کو اُن کے پھیلاؤ اور اُن کے ٹھہراؤ کی جگہوں میں زمین کے اندر اُتار دیا. ان کی چوٹیوں کو فلک بوس اور بلندیوں کو آسمان پیما بنا دیا اور اُنھیں زمین کے لیے ستون قرار دیا اور میخوں کی صورت میں انھیں گاڑا، چنانچہ وہ ہچکولے کھانے کے بعد تھم گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے رہنے والوں کو لے کر جُھک پڑے یا اپنے بوجھ کی وجہ سے دھنس جائے یا اپنی جگہ چھوڑ دے، پاک ہے وہ ذات کہ جس نے پانی کی طغیانیوں کے بعد زمین کو تھام رکھا اور اس کے اطراف و جوانب کو تر بتر ہونے کے بعد خشک کیا اور اُسے اپنی مخلوقات کے لیے گہوارہ (استراحت) بنایا اور ایک ایسے گہرے دریا کی سطح پر اس کے لیے فرش بچھایا جو تھما ہوا ہے بہتا نہیں اور رُکا ہوا ہے جُنبش نہیں کرتا جسے تند ہوائیں اِدھر سے اُدھر دھکیلتی رہتی ہیں، اور برسنے والے بادل اسے متھ کر پانی کھینچتے رہتے ہیں، بے شک ان چیزوں میں سروسامان عبرت ہے اُس شخص کے لیے جو اللہ سے ڈرے.

خطبہ ۲۱۰

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ اَيُّمَا عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِكَ سَمِعَ مَقَالَتَنَا الْعَادِلَةَ غَيْرَ الْجَاۤئِرَةِ، وَالْمُصْلِحَةَ غَيْرَ الْمُفْسِدَةِ

خدایا تیرے بندوں میں سے جو بندہ ہماری ان باتوں کو سُنے کہ جو عدل کے تقاضوں سے ہمنوا، اور ظلم و جور سے الگ ہیں جو دین و دنیا کی اِصلاح کرنے

فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا فَأَبَى بَعْدَ سَمْعِهٖ لَهَا اِلَّا النُّكُوْصَ عَنْ نُصْرَتِكَ، وَالْاِبْطَاءَ عَنْ اِعْزَازِ دِيْنِكَ، فَاِنَّا نَسْتَشْهِدُكَ عَلَيْهِ بِاَكْبَرِ الشَّاهِدِيْنَ. شَهَادَةً وَنَسْتَشْهِدُ عَلَيْهِ جَمِيْعَ مَنْ اَسْكَنْتَهٗ اَرْضَكَ وَسَمٰوٰتِكَ، ثُمَّ اَنْتَ بَعْدَهُ الْمُغْنِيْ عَنْ نَصْرِهٖ وَالْاٰخِذُ لَهٗ بِذَنْبِهٖ.

والی اور شر انگیزی سے دُور ہیں اور سُننے کے بعد پھر بھی اُنھیں ماننے سے انکار کر دے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تیری نصرت سے منہ موڑنے والا، اور تیرے دین کو ترقی دینے سے کوتاہی کرنے والا ہے، اے گواہوں میں سب سے بڑے گواہ! ہم تجھے اور اُن سب کو جنھیں تُو نے آسمانوں اور زمینوں میں بسایا ہے اُس شخص کے خلاف گواہ کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد تو ہی اس نصرت و امداد سے بے نیاز کرنے والا اور اس کے گناہ کا اس سے مواخذہ کرنے والا ہے۔

خطبہ ۲۱۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ عَنْ شَبَهِ الْمَخْلُوْقِيْنَ الْغَالِبِ لِمَقَالِ الْوَاصِفِيْنَ. الظَّاهِرِ بِعَجَائِبِ تَدْبِيْرِهٖ لِلنَّاظِرِيْنَ الْبَاطِنِ بِجَلَالِ عِزَّتِهٖ عَنْ فِكْرِ الْمُتَوَهِّمِيْنَ. اَلْعَالِمِ بِلَا اكْتِسَابٍ وَّلَا ازْدِيَادٍ وَّلَا عِلْمٍ مُّسْتَفَادٍ، اَلْمُقَدِّرِ لِجَمِيْعِ الْاُمُوْرِ بِلَا رَوِيَّةٍ وَّلَا ضَمِيْرٍ. اَلَّذِيْ لَا تَغْشَاهُ الظُّلَمُ وَلَا يَسْتَضِيْءُ بِالْاَنْوَارِ، وَلَا يَرْهَقُهٗ لَيْلٌ وَّلَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ نَهَارٌ. لَيْسَ اِدْرَاكُهٗ بِالْاَبْصَارِ وَلَا عِلْمُهٗ بِالْاِخْبَارِ.

وَمِنْهَا فِيْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جو مخلوقات کی مشابہت سے بلند تر، توصیف کرنے والوں کے تعریفی کلمات سے بالاتر، اپنے عجیب و غریب نظم و نسق کی بدولت دیکھنے والوں کے سامنے آشکارا اور اپنے جلالِ عظمت کی وجہ سے وہم و گمان دوڑانے والوں کے فکر و اوہام سے پوشیدہ ہے وہ عالم ہے۔ بغیر اس کے کہ کسی سے کچھ سیکھے یا علم میں اضافہ اور کہیں سے استفادہ کرے اور وہ بغیر فکر و تامل کے ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے، نہ اُسے تاریکیاں ڈھانپتی ہیں، نہ وہ روشنیوں سے کسبِ ضیا کرتا ہے نہ رات اُسے گھیرتی ہے، نہ (دن کی) گردشوں کا اس پر گزر ہوتا ہے اور اس کا جاننا بوجھنا آنکھوں کے ذریعہ سے نہیں اور نہ اس کا علم دوسروں کے بتانے پر منحصر ہے۔

اسی خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ذکر فرمایا

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) : اَرْسَلَهٗ بِالضِّيَآءِ وَقَدَّمَهٗ فِی الْاِصْطِفَآءِ فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ، وَسَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ۔ وَذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوْبَةَ، وَ سَهَّلَ بِهِ الْحُزُوْنَةَ حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ عَنْ يَمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ۔

ہے۔ اللہ نے انھیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو اُن کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دُور کیا اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جما لیا۔ مُشکلوں کو سہل اور دُشواریوں کو آسان بنایا۔ یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط وتفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دُور ہٹایا۔

خطبہ ۲۱۲

وَاَشْهَدُ اَنَّهٗ عَدْلٌ عَدَلَ وَحَكَمٌ فَصَلَ۔ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَسَيِّدُ عِبَادِهٖ كُلَّمَا نَسَخَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فِرْقَتَيْنِ جَعَلَهٗ فِیْ خَيْرِهِمَا۔ لَمْ يُسْهِمْ فِيْهِ عَاهِرٌ وَلَا ضَرَبَ فِيْهِ فَاجِرٌ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا عادل ہے کہ جس نے عدل ہی کی راہ اختیار کی ہے اور ایسا حکم ہے جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کے بندہ اور رسول اور بندوں کے سیّد و سردار ہیں۔ شروع سے انسانی نسل میں جہاں جہاں پر سے شاخیں الگ ہوئیں ہر منزل میں وہ شاخ جس میں اللہ نے آپ کو قرار دیا تھا دوسری شاخوں سے بہتر ہی تھی۔ آپ کے نسب میں کسی بدکار کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں۔

اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ لِلْخَيْرِ اَهْلًا وَلِلْحَقِّ دَعَآئِمَ وَلِلطَّاعَةِ عِصَمًا وَاِنَّ لَكُمْ عِنْدَ كُلِّ طَاعَةٍ عَوْنًا مِّنَ اللّٰهِ يَقُوْلُ عَلَى الْاَلْسِنَةِ وَ يُثَبِّتُ الْاَفْئِدَةَ۔ فِيْهِ كِفَآءٌ لِّمُكْتَفٍ وَ شِفَآءٌ لِّمُشْتَفٍ۔

دیکھو! اللہ نے بھلائی کے لیے اہل حق کے لیے ستون، اور اطاعت کے لیے سامانِ حفاظت مُہیّا کیا ہے ہر اطاعت کے موقعہ پر تمھارے لیے اللہ کی طرف سے نصرت و تائیدِ دستگیری کے لیے موجود ہوتی ہے (جس کو) اُس نے زبانوں سے ادا کیا ہے اور اس سے دلوں کو ڈھارس دی ہے، اس میں بے نیازی چاہنے والے کیلیے بے نیازی اور شفا چاہنے والے کے لیے شفا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُسْتَحْفَظِيْنَ عِلْمَهٗ يَصُوْنُوْنَ مَصُوْنَهٗ، وَيُفَجِّرُوْنَ

تمھیں جاننا چاہیے کہ اللہ کے وہ بندے جو علمِ الٰہی

عُيُونَهَا - يَتَوَاصَلُونَ
بِالْوِلَايَةِ - وَ يَتَلَاقَوْنَ
بِالْمَحَبَّةِ - وَ يَتَسَاقَوْنَ
بِكَأْسٍ رَوِيَّةٍ - وَ يَصْدُرُونَ
بِرِيَّةٍ - لَا تَشُوبُهُمُ الرِّيبَةُ ،
وَلَا تُسْرِعُ فِيهِمُ الْغِيبَةُ
عَلَى ذٰلِكَ عَقَدَ خَلْقَهُمْ وَ
أَخْلَاقَهُمْ - فَعَلَيْهِ يَتَحَابُّونَ
وَ بِهِ يَتَوَاصَلُونَ - فَكَانُوا
كَتَفَاضُلِ الْبَذْرِ يُنْتَقَى ،
فَيُؤْخَذُ مِنْهُ وَ يُلْقَى ، قَدْ
مَيَّزَهُ التَّخْلِيصُ ، وَ
هَذَّبَهُ التَّمْحِيصُ ،
فَلْيَقْبَلِ امْرُؤٌ كَرَامَةً
بِقَبُولِهَا - وَلْيَحْذَرْ قَارِعَةً
قَبْلَ حُلُولِهَا - وَ لْيَنْظُرِ
امْرُؤٌ فِي قَصِيرِ أَيَّامِهِ ،
وَ قَلِيلِ مُقَامِهِ فِي مَنْزِلِهِ
حَتَّى يَسْتَبْدِلَ بِهِ مَنْزِلًا -
فَلْيَصْنَعْ لِمُتَحَوَّلِهِ وَ
مَعَارِفِ مُنْتَقَلِهِ فَطُوبَى
لِذِي قَلْبٍ سَلِيمٍ أَطَاعَ مَنْ
يَهْدِيهِ - وَ تَجَنَّبَ مَنْ يُرْدِيهِ
وَ أَصَابَ سَبِيلَ السَّلَامَةِ
بِبَصَرِ مَنْ بَصَّرَهُ وَ طَاعَةِ

کے امانتدار ہیں وہ محفوظ چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔
اور اس کے چشموں کو (تشنگان علم و معارف کے لیے)
بہاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی (اعانت کے لیے) باہم
ملتے ملاتے ہیں اور خلوص و محبت سے میل ملاقات کرتے
ہیں اور (علم و حکمت کے) سیراب کرنے والے ساغروں
سے چھک کر سیراب ہوتے ہیں اور سیراب ہو کر (سرچشمۂ علم)
سے پلٹتے ہیں۔ ان میں شک و شبہہ کا شائبہ نہیں ہوتا اور
غیبت کا گزر نہیں ہوتا۔ اللہ نے ان کے پاکیزہ اخلاق
کو ان کی طینت و فطرت میں سمو دیا ہے۔ اِنہی خوبیوں کی
بنا پر وہ آپس میں محبت و انس رکھتے ہیں اور ایک
دوسرے سے ملتے ملاتے ہیں۔ وہ لوگوں میں اسطرح نمایاں
ہیں جس طرح (بیجوں میں) صاف ستھرے بیج کہ (اچھے
دانوں کو) لے لیا جاتا ہے اور (بروں کو) پھینک دیا جاتا
ہے۔ اس صفائی و پاکیزگی نے انھیں چھانٹے اور پرکھنے
نے نکھار دیا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اُن اوصاف
کی پزیرائی سے اپنے لیے شرف و عزت قبول کرے اور
قیامت کے وارد ہونے سے پہلے اُس سے ہراساں رہے۔
اور اُسے چاہیے کہ وہ (زندگی کے) مختصر دنوں اور اس گھر
کے تھوڑے سے قیام میں کہ جو بس اتنا ہے اس کو
آخرت کے گھر سے بدل لے، آنکھیں کھولے اور غفلت
میں نہ پڑے۔ اور اپنی جائے بازگشت اور منزل آخرت کے
جانے پہچانے ہوئے مرحلوں (قبر) برزخ، حشر کے لیے
نیک اعمال کرے۔ مُبارک ہو اُس پاک و پاکیزہ دل والے
کو کہ جو ہدایت کرنے والے کی پیروی اور تباہی میں ڈالنے
والے سے کنارا کرتا ہے اور دیدۂ بصیرت میں جلا بخشنے والے

هَادٍ أَمَرَهُ - وَ بَادَرَ الْهُدَى قَبْلَ أَنْ تُغْلَقَ أَبْوَابُهُ وَ تُقْطَعَ أَسْبَابُهُ وَاسْتَفْتَحَ التَّوْبَةَ وَ أَمَاطَ الْحَوْبَةَ فَقَدْ أُقِيمَ عَلَى الطَّرِيقِ وَ هُدِيَ نَهْجَ السَّبِيلِ -

کی روشنی اور ہدایت کرنے والے کے حکم کی فرمانبرداری سے سلامتی کی راہ پا لیتا ہے اور ہدایت کے دروازوں کے بند اور وسائل و ذرائع کے قطع ہونے سے پہلے ہدایت کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلواتا ہے اور (پھر) گناہ کا دھبّہ اپنے دامن سے چھڑاتا ہے۔ وہ سیدھے راستے پر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اور واضح راہ اسے بتا دی گئی ہے۔

خطبہ ۲۱۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
(وَمِنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُو بِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَثِيرًا)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يُصْبِحْ بِي مَيِّتًا وَلَا سَقِيمًا وَلَا مَضْرُوبًا عَلَى عُرُوقِي بِسُوءٍ، وَلَا مَأْخُوذًا بِأَسْوَاءِ عَمَلِي، وَلَا مَقْطُوعًا دَابِرِي، وَلَا مُرْتَدًّا عَنْ دِينِي، وَلَا مُنْكِرًا لِرَبِّي، وَلَا مُسْتَوْحِشًا مِنْ إِيمَانِي، وَلَا مُلْتَبِسًا عَقْلِي، وَلَا مُعَذَّبًا بِعَذَابِ الْأُمَمِ مِنْ قَبْلِي أَصْبَحْتُ عَبْدًا مَمْلُوكًا ظَالِمًا لِنَفْسِي، لَكَ الْحُجَّةُ عَلَيَّ وَلَا حُجَّةَ لِي وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ إِلَّا مَا أَعْطَيْتَنِي، وَلَا أَتَّقِي إِلَّا مَا وَقَيْتَنِي -

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَفْتَقِرَ

امیرالمومنین علیہ السّلام کے وہ دعائیہ کلمات جو اکثر آپ کی زبان پر جاری رہتے تھے۔

تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے اس حالت میں رکھا کہ نہ مُردہ ہوں، نہ بیمار، نہ میری رگوں پر برص کے جراثیم کا حملہ ہوا ہے۔ نہ بُرے اعمال (کے نتائج) میں گرفتار ہوں نہ بے اولاد ہوں، نہ دین سے برگشتہ نہ اپنے پروردگار کا مُنکر ہوں اور نہ ایمان سے متوحش نہ میری عقل میں فتور آیا ہے اور نہ پہلی اُمتوں کے سے عذاب میں مُبتلا ہوں۔ میں اس کا بے اختیار بندہ اور اپنے نفس پر ستم ران ہوں (اے اللہ) تیری حجت مجھ پر تمام ہو چکی ہے، اور میرے لیے اب عُذر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ خدایا! مجھ میں کسی چیز کے حاصل کرنے کی قوت نہیں سوا اس کے کہ جو تو مجھے عطا کر دے اور کسی چیز سے بچنے کی سکت نہیں سوائے اس کے کہ جس سے مجھے تو بچائے رکھے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں کہ تیری ثروت کے باوجود

فِیْ غِنَاكَ، اَوْ اَضِلَّ فِیْ هُدَاكَ، اَوْ اُضَامَ فِیْ سُلْطَانِكَ، اَوْ اُضْطَهَدَ وَالْاَمْرُ لَكَ۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَفْسِیْ اَوَّلَ كَرِیْمَةٍ تَنْتَزِعُهَا مِنْ كَرَائِمِیْ، وَ اَوَّلَ وَدِیْعَةٍ تَرْتَجِعُهَا مِنْ وَدَائِعِ نِعَمِكَ عِنْدِیْ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَذْهَبَ عَنْ قَوْلِكَ، اَوْ نُفْتَتَنَ عَنْ دِیْنِكَ، اَوْ تَتَابَعَ بِنَا اَهْوَاؤُنَا دُوْنَ الْهُدَی الَّذِیْ جَآءَ مِنْ عِنْدِكَ۔

فقیر و تہیدست رہوں یا تیری رہنمائی کے ہوتے ہوئے بھٹک جاؤں یا تیری سلطنت میں رہتے ہوئے ستایا جاؤں یا ذلیل کیا جاؤں جبکہ تمام اختیارات تجھے حاصل ہیں۔ خدایا! میری ان نفیس چیزوں میں جنھیں تو چھین لے گا۔ میری رُوح کو اوّلیت کا درجہ عطا کر اور مجھے سونپی ہوئی ان امانتوں میں جنھیں تو پلٹا لے گا اسے پہلی امانت قرار دے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ کے طلب گار ہیں۔ اس بات سے کہ تیرے ارشاد سے منہ موڑیں یا ایسے فتنوں میں پڑجائیں کہ تیرے دین سے پھر جائیں، یا تیری طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے نفسانی خواہشیں ہمیں بُرائی کی طرف لے جائیں۔

خطبہ ۲۱۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

(خَطَبَهَا بِصِفِّیْنَ)

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِیْ عَلَیْكُمْ حَقًّا بِوِلَایَةِ اَمْرِكُمْ، وَ لَكُمْ عَلَیَّ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ لِیْ عَلَیْكُمْ۔ فَالْحَقُّ اَوْسَعُ الْاَشْیَآءِ فِی التَّوَاصُفِ، وَ اَضْیَقُهَا فِی التَّنَاصُفِ، لَا یَجْرِیْ لِاَحَدٍ اِلَّا جَرٰی عَلَیْهِ وَلَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ اِلَّا جَرٰی لَهٗ، وَلَوْ كَانَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّجْرِیَ لَهٗ، وَلَا یَجْرِیَ عَلَیْهِ

صفین کے موقع پر فرمایا:۔

اللہ سبحانہ، نے مجھے تمھارے امور کا اختیار دے کر میرا حق تم پر قائم کر دیا ہے اور جس طرح میرا تم پر حق ہے، ویسا ہی تمھارا بھی مجھ پر حق ہے۔ یوں تو حق کے بارے میں باہمی اوصاف گنوانے میں بہت وسعت ہے لیکن آپس میں حق و انصاف کرنے کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ دو آدمیوں میں اس کا حق اس پر اسی وقت ہے جب دوسرے کا بھی اس پر حق ہو، اور اس کا حق اس پر جب ہی ہوتا ہے۔ جب اس کا حق اس پر بھی ہو اور اگر ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کا حق تو دوسروں پر ہو لیکن اس پر کسی کا حق نہ ہو تو یہ امر ذات باری کے لیے

لَكَانَ ذٰلِكَ خَالِصًا لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ دُونَ خَلْقِهِ لِقُدْرَتِهِ عَلَىٰ عِبَادِهِ وَلِعَدْلِهِ فِي كُلِّ مَا جَرَتْ عَلَيْهِ صُرُوفُ قَضَائِهِ. وَلٰكِنَّهُ جَعَلَ حَقَّهُ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يُطِيعُوهُ، وَجَعَلَ جَزَاءَهُمْ عَلَيْهِ مُضَاعَفَةَ الثَّوَابِ تَفَضُّلًا مِّنْهُ وَتَوَسُّعًا بِمَا هُوَ مِنَ الْمَزِيدِ أَهْلُهُ - ثُمَّ جَعَلَ سُبْحَانَهُ مِنْ حُقُوقِهِ حُقُوقًا اِفْتَرَضَهَا لِبَعْضِ النَّاسِ عَلَىٰ بَعْضٍ فَجَعَلَهَا تَتَكَافَأُ فِي وُجُوهِهَا وَيُوجِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا - وَلَا يُسْتَوْجَبُ بَعْضُهَا إِلَّا بِبَعْضٍ - وَأَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ سُبْحَانَهُ مِنْ تِلْكَ الْحُقُوقِ حَقُّ الْوَالِي عَلَى الرَّعِيَّةِ وَحَقُّ الرَّعِيَّةِ عَلَى الْوَالِي - فَرِيضَةٌ فَرَضَهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِكُلٍّ عَلَىٰ كُلٍّ، فَجَعَلَهَا نِظَامًا لِأُلْفَتِهِمْ وَعِزًّا لِدِينِهِمْ - فَلَيْسَتْ تَصْلُحُ الرَّعِيَّةُ إِلَّا بِصَلَاحِ الْوُلَاةِ، وَلَا يَصْلُحُ الْوُلَاةُ إِلَّا بِاسْتِقَامَةِ الرَّعِيَّةِ، فَإِذَا أَدَّتِ الرَّعِيَّةُ إِلَى الْوَالِي حَقَّهُ، وَأَدَّى الْوَالِي إِلَيْهَا حَقَّهَا، عَزَّ الْحَقُّ بَيْنَهُمْ، وَقَامَتْ مَنَاهِجُ الدِّينِ، وَاعْتَدَلَتْ

مخصوص ہے نہ اُس کی مخلوق کے لیے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر پورا تسلّط و اقتدار رکھتا ہے۔ اور اُس نے تمام اُن چیزوں میں کہ جن پر اُس کے فرمانِ قضا جاری ہوتے ہیں عدل کرتے ہوئے (ہر صاحبِ حق کا حق دے دیا ہے) اُس نے بندوں پر اپنا یہ حق رکھا ہے کہ وہ اسکی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اس نے محض اپنے فضل و کرم اور اپنے احسان کو وسعت دینے کی بناء پر کہ جس کا وہ اہل ہے، ان کا کئی گنا اجر قرار دیا ہے۔ پھر اُس نے ان حقوقِ انسانی کو بھی کہ جنھیں ایک کے لیے دوسرے پر قرار دیا ہے، اپنے ہی حقوق میں سے قرار دیا ہے اور انھیں اس طرح ٹھہرایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں برابر اتریں اور کچھ ان میں سے کچھ حقوق کا باعث ہوتے ہیں اور اس وقت تک واجب نہیں ہوتے جب تک اس کے مقابلہ میں حقوق ثابت نہ ہو جائیں اور سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہ نے واجب کیا ہے، حکمران کا رعیّت پر اور رعیّت کا حکمران پر ہے کہ جسے اللہ نے والی و رعیّت میں سے ہر ایک کے لیے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے اور اُسے اُن میں رابطۂ محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ رعیّت اُسی وقت خوش حال رہ سکتی ہے جب حاکم کے طور طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اُسی وقت صلاح و درستگی سے آراستہ ہو سکتا ہے، جب رعیّت اس کے احکام کی انجام دہی کے لیے آمادہ ہو جب رعیّت فرمان روا کے حقوق پورے کرے اور فرمانروا رعیّت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو اُن میں حق باوقار،

مَعَالِمُ الْعَدْلِ، وَ جَرَتْ عَلٰى
أَذْلَالِهَا السُّنَنُ فَصَلَحَ بِذٰلِكَ
الزَّمَانُ، وَطُمِعَ فِي بَقَاءِ الدَّوْلَةِ
وَ يَئِسَتْ مَطَامِعُ الْأَعْدَاءِ۔ وَإِذَا
غَلَبَتِ الرَّعِيَّةُ وَالِيَهَا، وَأَجْحَفَ
الْوَالِي بِرَعِيَّتِهِ اخْتَلَفَتْ هُنَالِكَ
الْكَلِمَةُ وَظَهَرَتْ مَعَالِمُ الْجَوْرِ
وَ كَثُرَ الْإِدْغَالُ فِي الدِّيْنِ وَ
تُرِكَتْ مَحَاجُّ السُّنَنِ۔ فَعُمِلَ
بِالْهَوٰى۔ وَعُطِّلَتِ الْأَحْكَامُ۔ وَ
كَثُرَتْ عِلَلُ النُّفُوْسِ۔ فَلَا
يُسْتَوْحَشُ لِعَظِيْمِ حَقٍّ عُطِّلَ وَ
لَا لِعَظِيْمِ بَاطِلٍ فُعِلَ۔ فَهُنَالِكَ
تَذِلُّ الْأَبْرَارُ وَتَعِزُّ الْأَشْرَارُ، وَ
تَعْظُمُ تَبِعَاتُ اللهِ عِنْدَ الْعِبَادِ
فَعَلَيْكُمْ بِالتَّنَاصُحِ فِي ذٰلِكَ
وَحُسْنِ التَّعَاوُنِ عَلَيْهِ، فَلَيْسَ
أَحَدٌ وَإِنِ اشْتَدَّ عَلٰى رِضَا اللهِ
حِرْصُهُ وَطَالَ فِي الْعَمَلِ اجْتِهَادُهُ
بِبَالِغٍ حَقِيْقَةَ مَا اللهُ أَهْلُهُ مِنَ
الطَّاعَةِ لَهُ۔ وَلٰكِنْ مِنْ وَاجِبِ
حُقُوْقِ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ النَّصِيْحَةُ
بِمَبْلَغِ جُهْدِهِمْ، وَالتَّعَاوُنُ عَلٰى
إِقَامَةِ الْحَقِّ بَيْنَهُمْ۔ وَلَيْسَ
امْرُؤٌ وَإِنْ عَظُمَتْ فِي الْحَقِّ

دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے نشانات برقرار
ہو جائیں گے اور پیغمبرؐ کی سُنّتیں اپنے ڈھرے پر چل
نکلیں گی اور زمانہ سُدھر جائے گا۔ بقائے سلطنت کے
توقعات پیدا ہو جائیں گے اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس
و نا اُمیدی سے بدل جائے گی۔ اور جب رعیّت حاکم پر مسلّط
ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقعہ
پر ہر بات میں اختلاف ہو گا۔ ظلم کے نشانات اُبھر آئیں
گے۔ دین میں مفسدے بڑھ جائیں گے شریعت کی
راہیں متروک ہو جائیں گی۔ خواہشوں پر عمل درآمد ہو گا
شریعت کے احکام ٹھکرا دیئے جائیں گے۔ نفسانی بیماریاں
بڑھ جائیں گی اور بڑے سے بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور
بڑے سے بڑے باطل پر عمل پیرا ہونے سے بھی کوئی
نہ گھبرائے گا۔ ایسے موقعہ پر نیکوکار، ذلیل اور بدکردار،
باعزت ہو جاتے ہیں اور بندوں پر اللہ کی عقوبتیں بڑھ
جاتی ہیں۔ لہٰذا اس حق کی ادائیگی میں ایک دوسرے کو
سمجھانا بجھانا اور ایک دوسرے سے بخوبی تعاون کرنا
تمہارے لیے ضروری ہے اس لیے کہ کوئی شخص بھی اللہ
کی اطاعت و بندگی میں اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ جس
کا وہ اہل ہے، چاہے وہ اس کی خوشنودیوں کو حاصل
کرنے کے لیے کتنا ہی حریص ہو، اور اُس کی عملی کوششیں
بھی بڑھی چڑھی ہوئی ہوں۔ پھر بھی اُس نے بندوں پر
یہ حق واجب قرار دیا ہے کہ وہ مقدور بھر پند و نصیحت کریں
اور اپنے درمیان حق کو قائم کرنے کے لیے ایک دوسرے
کا ہاتھ بٹائیں۔ کوئی شخص بھی اپنے کو اس سے بے نیاز
نہیں قرار دے سکتا۔ کہ اللہ نے جس ذمہ داری کا بوجھ اُس پر ڈالا

مَنْزِلَتُهُ، وَتَقَدَّمَتْ فِي الدِّينِ
فَضِيلَتُهُ بِفَوْقِ اَنْ يُعَانَ عَلٰى
مَا حَمَّلَهُ اللهُ مِنْ حَقِّهِ، وَلَا امْرُؤٌ
وَاِنْ صَغَّرَتْهُ النُّفُوسُ وَاقْتَحَمَتْهُ
الْعُيُونُ بِدُونِ اَنْ يُعِينَ عَلٰى
ذٰلِكَ اَوْ يُعَانَ عَلَيْهِ.

(فَاَجَابَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ
مِنْ اَصْحَابِهِ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ يُكْثِرُ
فِيهِ الثَّنَاءَ عَلَيْهِ وَيَذْكُرُ سَمْعَهُ
وَطَاعَتَهُ لَهُ).

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ مِنْ حَقِّ مَنْ عَظُمَ جَلَالُ
اللهِ فِي نَفْسِهِ وَجَلَّ مَوْضِعُهُ
مِنْ قَلْبِهِ - اَنْ يَصْغُرَ عِنْدَهُ
لِعِظَمِ ذٰلِكَ كُلُّ مَا سِوَاهُ وَاِنَّ
اَحَقَّ مَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَمَنْ عَظُمَتْ
نِعْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ وَلَطُفَ اِحْسَانُهُ
اِلَيْهِ - فَاِنَّهُ لَمْ تَعْظُمْ نِعْمَةُ اللهِ
عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا ازْدَادَ حَقُّ اللهِ عَلَيْهِ
عِظَمًا، وَاِنَّ مِنْ اَسْخَفِ حَالَاتِ
الْوُلَاةِ عِنْدَ صَالِحِ النَّاسِ اَنْ
يُظَنَّ بِهِمْ حُبُّ الْفَخْرِ، وَيُوضَعَ
اَمْرُهُمْ عَلَى الْكِبْرِ - وَقَدْ
كَرِهْتُ اَنْ يَكُونَ جَالَ فِي
ظَنِّكُمْ اَنِّي اُحِبُّ الْاِطْرَاءَ وَ

ہے اس میں اس کا ہاتھ بٹایا جائے، چاہے وہ حق میں کتنا ہی بلند منزلت کیوں نہ ہو اور دین میں اُسے فضیلت و برتری کیوں نہ حاصل ہو اور کوئی شخص اس سے بھی گیا گزرا نہیں کہ حق میں تعاون کرے یا اس کی طرف دستِ تعاون بڑھایا جائے، چاہے لوگ اُسے ذلیل سمجھیں اور اپنی حقارت کی وجہ سے آنکھوں میں نہ جچے۔

اس موقعہ پر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک طویل گفتگو کی جس میں حضرت کی بڑی مدح وثنا کی اور آپ کی باتوں پر کان دھرنے اور ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا اقرار کیا، تو آپ نے فرمایا جس شخص کے دل میں جلالِ الٰہی کی عظمت اور قلب میں منزلتِ خداوندی کی رفعت کا احساس ہو اُسے سزاوار ہے کہ اس جلالت وعظمت کے پیشِ نظر اللہ کے ماسوا ہر چیز کو حقیر جانے اور ایسے لوگوں میں وہ شخص اور بھی اس کا زیادہ اہل ہے کہ جسے اُس نے بڑی نعمتیں دی ہوں اور اچھے احسانات کیے ہوں اس لیے کہ جتنی اللہ کی نعمتیں کسی پر بڑی ہوں گی اُتنا ہی اُس پر اللہ کا حق زیادہ ہوگا۔ نیک بندوں کے نزدیک فرمانرواؤں کی ذلیل ترین صورتِ حال یہ ہے کہ ان کے متعلق یہ گمان ہونے لگے کہ وہ فخر و سربلندی کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے حالات کبر وغرور پر محمول ہو سکیں مجھے یہ تک ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں اس کا وہم وگمان بھی گزرے کہ میں بڑھ چڑھ کر سراہے جانے یا تعریف سُننے کو پسند کرتا ہوں۔ بحمداللہ! کہ میں ایسا نہیں ہُوں، اور اگر مجھے اس کی خواہش بھی ہوتی کہ ایسا کہا جائے

الْاِسْتِمَاعَ الثَّنَاءِ ، وَ لَسْتُ بِحَمْدِ
اللهِ كَذٰلِكَ وَلَوْ كُنْتُ اُحِبُّ اَنْ يُّقَالَ
ذٰلِكَ لَتَرَكْتُهُ اِنْحِطَاطًا لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ
عَنْ تَنَاوُلِ مَا هُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنَ
الْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ ۔ وَ رُبَّمَا
اسْتَحْلَى النَّاسُ الثَّنَاءَ بَعْدَ الْبَلَاءِ.
فَلَا تُثْنُوْا عَلَيَّ بِجَمِيْلِ ثَنَاءٍ لِاِخْرَاجِيْ
نَفْسِيْ اِلَى اللهِ وَاِلَيْكُمْ مِنَ التَّقِيَّةِ
فِيْ حُقُوْقٍ لَمْ اَفْرُغْ مِنْ اَدَائِهَا ، وَ
فَرَائِضَ لَا بُدَّ مِنْ اِمْضَائِهَا ، فَلَا
تُكَلِّمُوْنِيْ بِمَا تُكَلَّمُ بِهِ الْجَبَابِرَةُ
وَلَا تَتَحَفَّظُوْا مِنِّيْ بِمَا يُتَحَفَّظُ
بِهٖ عِنْدَ اَهْلِ الْبَادِرَةِ وَلَا تُخَالِطُوْنِيْ
بِالْمُصَانَعَةِ ، وَلَا تَظُنُّوْا بِيْ
اِسْتِثْقَالًا فِيْ حَقٍّ قِيْلَ لِيْ وَلَا الْتِمَاسَ
اِعْظَامٍ لِنَفْسِيْ ۔ فَاِنَّهٗ مَنِ اسْتَثْقَلَ
الْحَقَّ اَنْ يُّقَالَ لَهٗ اَوِ الْعَدْلَ اَنْ
يُّعْرَضَ عَلَيْهِ كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا اَثْقَلَ
عَلَيْهِ فَلَا تَكُفُّوْا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ
اَوْ مَشُوْرَةٍ بِعَدْلٍ ، فَاِنِّيْ لَسْتُ فِيْ
نَفْسِيْ بِفَوْقِ اَنْ اُخْطِئَ ، وَلَا اٰمَنُ
ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِيْ اِلَّا اَنْ يَّكْفِيَ اللهُ مِنْ
نَفْسِيْ مَا هُوَ اَمْلَكُ بِهٖ مِنِّيْ فَاِنَّمَا
اَنَا وَاَنْتُمْ عَبِيْدٌ مَّمْلُوْكُوْنَ
لِرَبٍّ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ ۔ يَمْلِكُ مِنَّا مَا لَا

تو بھی اللہ کے سامنے فروتنی کرتے ہوئے اُسے چھوڑ دیتا
کہ ایسی عظمت و بزرگی کو اپنایا جائے کہ جس کا وہی اہل ہے
یوں تو لوگ اکثر اچھی کارکردگی کے بعد مدح و ثنا کو
خوشگوار سمجھا کرتے ہیں (لیکن) میری اس پر مدح و ستائش
نہ کرو کہ اللہ کی اطاعت اور تمھارے حقوق سے عہدہ برآ
ہوا ہوں ۔ کیونکہ ابھی ان حقوق کا ڈر ہے کہ جنھیں
پورا کرنے سے میں ابھی فارغ نہیں ہوا، اوران فرائض
کا ابھی اندیشہ ہے کہ جن کا نفاذ ضروری ہے ۔ مجھ سے
ویسی باتیں نہ کیا کرو، جیسی جابر و سرکش فرمانرواؤں سے
کی جاتی ہیں اور نہ مجھ سے اس طرح بچاؤ کرو، جس طرح
طیش کھانے والے حاکموں سے بچ بچاؤ کیا جاتا ہے اور
مجھ سے اس طرح کا میل جول نہ رکھو جس سے چاپلوسی
اور خوشامد کا پہلو نکلتا ہو ۔ میرے متعلق یہ گمان نہ کرو
کہ میرے سامنے کوئی حق بات کہی جائے گی تو مجھے گراں
گزرے گی ۔ اور نہ یہ خیال کرو کہ میں یہ درخواست کروں گا
کہ مجھے بڑھا چڑھا دو ، کیونکہ جو اپنے سامنے حق کے
کہے جانے اور عدل کے پیش کیے جانے کو بھی گراں
سمجھتا ہو، اُسے حق و انصاف پر عمل کرنا کہیں زیادہ دشوار
ہوگا تم اپنے کو حق کی بات کہنے اور عدل کا مشورہ دینے
سے نہ روکو ۔ کیونکہ میں تو اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا
کہ خطا کروں اور نہ اپنے کسی کام کو لغزش سے محفوظ
سمجھتا ہوں ۔ مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے
کہ جس پر وہ مجھ سے زیادہ اختیار رکھتا ہے ہم اور تم
اُسی رب کے بے اختیار بندے ہیں کہ جس کے علاوہ
کوئی رب نہیں ۔ وہ ہم پر اتنا اختیار رکھتا ہے کہ خود

نَسْلُكُ مِنْ اَنْفُسِنَا، وَاَخْرَجَنَا مِمَّا كُنَّا فِيْهِ اِلٰى مَا صَلَحْنَا عَلَيْهِ، فَاَبْدَلَنَا بَعْدَ الضَّلَالَةِ بِالْهُدٰى، وَاَعْطَانَا الْبَصِيْرَةَ بَعْدَ الْعَمٰى۔

ہم اپنے نفسوں پر اتنا اختیار نہیں رکھتے۔ اسی نے ہمیں پہلی حالت سے نکال کر جس میں ہم تھے، بہبودی کی راہ پر لگایا اور اسی نے ہماری گمراہی کو ہدایت سے بدلا اور بے بصیرتی کے بعد بصیرت عطا کی۔

لہ یہ امر کسی تصریح کا محتاج نہیں ہے کہ عصمتِ ملکی اور ہے اور عصمت بشری اور ہے۔ فرشتوں کے معصوم ہونے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ان میں کسی خطاؤ لغزش کی تحریک ہی پیدا نہیں ہوتی۔ مگر انسان کے معصوم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں بشری تقاضے اور نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں۔ مگر وہ اُنھیں روکنے کی ایک قوتِ خاص رکھتا ہے اور ان سے مغلوب ہو کر کسی خطا کا مرتکب نہیں ہوتا اور اسی قوت کا نام عصمت ہے کہ جو ذاتی خواہشات و جذبات کو ابھرنے نہیں دیتی۔ حضرت کے ارشاد فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطی (میں اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا کہ خطا کروں) میں انہی بشری تقاضوں اور خواہشوں کی طرف اشارہ ہے اور الا ان یکفی اللہ فی نفسی (مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے رہے) میں عصمت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ اسی لب و لہجہ میں حضرت یوسف کی زبانی قرآن میں وارد ہے کہ وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی (میں اپنے نفس کو گناہ سے پاک نہیں ٹھہراتا، کیونکہ انسان کا نفس گناہ پر بہت ابھارنے والا ہے یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔ تو جس طرح یہاں پر الا ما رحم ربی کا جو استثناء ہے۔ اسکی وجہ سے آیت کے پہلے جزو سے آپ کی عصمت کے خلاف دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ اسی طرح امیرالمومنین کے کلام میں الا ان یکفی اللہ کا جو استثناء ہے اس کے ہوتے ہوئے کلام کے پہلے ٹکڑے سے آپ کے غیر معصوم ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ورنہ ایک نبی کی عصمت سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ یونہی اس خطبہ کے آخری ٹکڑے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپ بعثتِ رسولؐ سے پہلے دورِ جاہلیت کے عقائد سے متاثر رہ چکے ہوں گے اور جسطرح دوسروں کا دامن کفر و شرک سے آلودہ رہ چکا تھا۔ اسی طرح آپ بھی تاریکی و ضلالت میں رہے ہوں گے۔ کیونکہ آپ پیدائش کے دن سے رہبرِ عالم کے زیرِ سایہ پرورش پا رہے تھے اور انہی کی تعلیم و تربیت کے اثرات آپ کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ابتدائے عمر سے پیغمبر کے نقشِ قدم پر چلنے والا زندگی کے کسی لمحہ میں ہدایت سے بیگانہ رہا ہو۔ چنانچہ مسعودی نے تحریر کیا ہے کہ:۔

انہ لم یشرک باللہ شیئاً فیستانف الاسلام بل کان تابعاً للنبی فی جمیع فعالہ مقتدیا بہ بلغ وھو علی ذلک۔

(مروج الذہب ج۲، ص۳)

آپ نے کبھی شرک ہی نہیں کیا کہ اس سے الگ ہو کر آپ کے اسلام لانے کا سوال پیدا ہو بلکہ تمام افعال و اعمال میں رسول کے تابع اور ان کے پیرو تھے اور اسی حالتِ اتباع میں آپ نے سرحد بلوغ میں قدم رکھا۔

اِس مقام پر اُن لوگوں سے جن کو اللہ نے تاریکی و گمراہی سے راہِ راست پر لگایا وہ لوگ مُراد ہیں جو آپ کے مخاطب تھے۔ چنانچہ ابنِ ابی الحدید لکھتے ہیں کہ:۔

لیس ھذا اشارۃ الی خاص نفسہ علیہ السلام لانہ لم یکن کافرا فاسلم ولکنہ کلام یقولہ ویشیر بہ الی القوم الذین یخاطبھم من افناء الناس۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۶)

یہ خود امیرالمومنین (علیہ السلام) کی طرف اشارہ نہیں کیونکہ وہ کبھی کافر نہیں رہے کہ کفر کے بعد اسلام لاتے بلکہ لوگوں کی مختلف جماعتیں جو آپ کے مخاطب تھیں ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

خطبہ ۲۱۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَعْدِيْكَ عَلٰى قُرَيْشٍ فَإِنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوْا رَحِمِيْ وَأَكْفَأُوْا إِنَائِيْ، وَأَجْمَعُوْا عَلٰى مُنَازَعَتِيْ حَقًّا كُنْتُ أَوْلٰى بِهِ مِنْ غَيْرِيْ، وَقَالُوْا: أَلَا إِنَّ فِي الْحَقِّ أَنْ تَأْخُذَهُ وَفِي الْحَقِّ أَنْ تُمْنَعَهُ. فَاصْبِرْ مَغْمُوْمًا أَوْ مُتْ مُتَأَسِّفًا، فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِيْ رَافِدٌ وَلَا ذَابٌّ وَلَا مُسَاعِدٌ إِلَّا أَهْلَ بَيْتِيْ، فَضَنَنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَنِيَّةِ فَأَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذٰى، وَجَرِعْتُ رِيْقِيْ عَلَى الشَّجٰى وَصَبَرْتُ مِنْ كَظْمِ الْغَيْظِ عَلٰى أَمَرَّ مِنَ الْعَلْقَمِ، وَآلَمَ لِلْقَلْبِ مِنْ حَزِّ الشِّفَارِ. وَقَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْ أَثْنَاءِ خُطْبَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ إِلَّا أَنِّيْ كَرَّرْتُهُ هٰهُنَا لِاخْتِلَافِ الرِّوَايَتَيْنِ۔

خدایا! میں قریش سے انتقام لینے پر تجھ سے مدد کا خواستگار ہوں کیونکہ اُنھوں نے میری قرابت و عزیز داری کے بندھن توڑ دیے اور میرے ظرف (عزّت و حرمت) کو اوندھا کر دیا اور اس حق میں کہ جس کا میں سب سے زیادہ اہل ہوں جھگڑا کرنے کے لیے ایکا کر لیا اور یہ کہنے لگے کہ یہ بھی حق ہے آپ اُسے لے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپ کو اس سے روک دیا جائے یا تو غم و حزن کی حالت میں صبر کیجیے یا رنج و اندوہ سے مر جائیے۔ میں نے نگاہ دوڑائی تو مجھے اپنے اہلِ بیت کے سوا نہ کوئی معاون نظر آیا اور نہ کوئی سینہ سپر اور معین دکھائی دیا تو میں نے اُنھیں موت کے مُنہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی حلق میں (غم و رنج کے) پھندے تھے مگر میں لعابِ دہن نگلتا رہا اور غم و غصّہ پی لینے کی وجہ سے ایسے حالات پر صبر کیا جو حنظل (اندرائن) سے زیادہ تلخ اور دل کے لیے چھُریوں کے کچوکوں سے زیادہ المناک تھے۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کا یہ کلام ایک پہلے خطبہ کے ضمن میں گزر چکا ہے مگر میں نے پھر اس کا اعادہ کیا

(وَمِنْهُ فِي ذِكْرِ السَّائِرِيْنَ
إِلَى الْبَصْرَةِ لِحَرْبِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
فَقَدِمُوا عَلَى عُمَّالِي وَخُزَّانِ
بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِي فِي
يَدِي، وَعَلَى أَهْلِ مِصْرٍ كُلُّهُمْ
فِي طَاعَتِي وَعَلَى بَيْعَتِي، فَشَتَّتُوا
كَلِمَتَهُمْ، وَأَفْسَدُوا عَلَيَّ جَمَاعَتَهُمْ
وَوَثَبُوا عَلَى شِيْعَتِي فَقَتَلُوا
طَائِفَةً مِّنْهُمْ غَدْرًا، وَ
طَائِفَةٌ عَضُّوا عَلَى أَسْيَافِهِمْ
فَضَارَبُوا بِهَا حَتَّى لَقُوا اللّٰهَ
صَادِقِيْنَ۔

ہے چونکہ دونوں روائتوں کی لفظوں میں کچھ فرق ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے جس میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو آپ سے لڑنے کے لیے بصرہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے تھے۔ وہ میرے عاملوں اور مسلمانوں کے اس بیت المال کے خزینہ داروں پر کہ جس کا اختیار میرے ہاتھوں میں تھا اور شہر (بصرہ) کے رہنے والوں پر کہ جو سب کے سب میرے فرمانبردار اور میری بیعت پر برقرار تھے چڑھ دوڑے چنانچہ اُنھوں نے ان میں پھوٹ ڈلوا دی اور مجھ پر ان کی یک جہتی کو درہم برہم کر دیا اور میرے پیروکاروں پر ٹوٹ پڑے اور ان میں سے ایک گروہ کو غداری سے قتل کر دیا (البتہ) ایک گروہ نے شمشیر بکف ہو کر دانتوں کو بھینچ لیا اور اُن کے ساتھ تلواروں سے ٹکرائے یہاں تک کہ وہ سچائی کا جامہ پہنے ہوئے اللہ کے حضور میں پہنچ گئے۔

خطبہ ۲۱۶

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
لَمَّا مَرَّ بِطَلْحَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ
بْنِ عَتَّابِ ابْنِ أُسَيْدٍ وَهُمَا قَتِيْلَانِ
يَوْمَ الْجَمَلِ۔

لَقَدْ أَصْبَحَ أَبُو مُحَمَّدٍ بِهٰذَا
الْمَكَانِ غَرِيْبًا۔ أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ
أَكْرَهُ أَنْ تَكُوْنَ قُرَيْشٌ قَتْلٰى تَحْتَ
بُطُوْنِ الْكَوَاكِبِ۔ أَدْرَكْتُ وَتْرِيْ
مِنْ بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَأَفْلَتَتْنِيْ
أَعْيَانُ بَنِيْ جُمَحَ لَقَدْ أَتْلَعُوْا

جب آپ طلحہ اور عبدالرحمٰن ابنِ عتاب ابنِ اسید کی طرف گزرے کہ جب وہ میدانِ جمل میں مقتول پڑے تھے تو فرمایا:۔

ابو محمد (طلحہ) اس جگہ گھربار سے دُور پڑا ہے۔ خدا کی قسم! میں پسند نہیں کرتا تھا کہ قریش ستاروں کے نیچے (کھلے میدانوں میں) مقتول پڑے ہوں میں نے عبدمناف کی اولاد سے (ان کے کیے کا) بدلہ لے لیا ہے (لیکن) بنی جمح کے اکابر میرے ہاتھوں سے بچ نکلے ہیں اُنھوں نے اس چیز کی طرف گردنیں اُٹھائی تھیں جس کے وہ اہل

اَعْنَاقَهُمْ اِلٰی اَمْرٍ لَّمْ یَکُوْنُوْا اَهْلَهٗ فَوُقِصُوْا دُوْنَهٗ۔

نہ تھے۔ چنانچہ اس تک پہنچنے سے پہلے ہی اُن کی گردنیں توڑ دی گئیں۔

لہ جنگِ جمل میں بنی جمح کی ایک جماعت حضرت عائشہ کے ہمراہ تھی۔ لیکن اس جماعت کے سرکردہ افراد میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں سے چند یہ ہیں: عبداللہ الطویل ابن صفوان، یحییٰ ابن حکیم عامر ابن مسعود۔ ایوب ابن حبیب۔

خطبہ ۲۱۷

(وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

قَدْ اَحْیٰی عَقْلَهٗ وَ اَمَاتَ نَفْسَهٗ، حَتّٰی دَقَّ جَلِیْلُهٗ وَ لَطُفَ غَلِیْظُهٗ، وَ بَرَقَ لَهٗ لَامِعٌ کَثِیْرُ الْبَرْقِ فَاَبَانَ لَهُ الطَّرِیْقَ وَ سَلَکَ بِهِ السَّبِیْلَ، وَ تَدَافَعَتْهُ الْاَبْوَابُ اِلٰی بَابِ السَّلَامَةِ وَ دَارِ الْاِقَامَةِ، وَثَبَتَتْ رِجْلَاهُ بِطُمَاْنِیْنَةِ بَدَنِهٖ فِیْ قَرَارِ الْاَمْنِ وَ الرَّاحَةِ بِمَا اسْتَعْمَلَ قَلْبَهٗ وَ اَرْضٰی رَبَّهٗ۔

مومن نے اپنی عقل کو زندہ رکھا اور اپنے نفس کو مار ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کا ڈیل ڈول لاغر اور تن و توش ہلکا ہوگیا۔ اس کے لیے بھرپور درخشندگیوں والا نورِ ہدایت چمکا کہ جس نے اس کے سامنے راستہ نمایاں کر دیا اور اُسے سیدھی راہ پر لے چلا، اور مختلف دروازے اسے ڈھکیلتے ہوئے سلامتی کے دروازہ اور (دائمی) قرار گاہ تک لے گئے اور اس کے پاؤں بدن کے ٹکاؤ کے ساتھ امن و راحت کے مقام پر جم گئے۔ چونکہ اس نے اپنے دل کو عمل میں لگائے رکھا تھا اور اپنے پروردگار کو راضی و خوشنود کیا تھا۔

خطبہ ۲۱۸

(وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

قَالَهٗ بَعْدَ تِلَاوَتِهٖ "اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ"

یَالَهٗ مَرَامًا مَا اَبْعَدَهٗ وَ زَوْرًا مَا اَغْفَلَهٗ، وَ خَطَرًا مَا اَفْظَعَهٗ۔ لَقَدِ اسْتَخْلَوْا مِنْهُمْ اَیَّ مُدَّکِرٍ، وَتَنَاوَشُوْهُمْ

امیرالمومنینؑ نے آیت الھٰکم التکاثر حتّٰی زرتم المقابر (تمھیں قوم قبیلے کی کثرت پر اترانے نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں دیکھ ڈالیں) کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا۔

دیکھو تو ان بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کرنے والوں کا مقصد کتنا دُور از عقل ہے، اور یہ قبروں پر آنے والے کتنے

مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ أَفَبِمَصَارِعِ آبَائِهِمْ يَفْخَرُونَ؟ أَمْ بِعَدِيدِ الْهَلْكَى يَتَكَاثَرُونَ؟ يَرْتَجِعُونَ مِنْهُمْ أَجْسَاداً خَوَتْ، وَحَرَكَاتٍ سَكَنَتْ، وَلَأَنْ يَكُونُوا عِبَراً أَحَقُّ مِنْ أَنْ يَكُونُوا مُفْتَخَراً، وَلَأَنْ يَهْبِطُوا بِهِمْ جَنَابَ ذِلَّةٍ أَحْجَى مِنْ أَنْ يَقُومُوا بِهِمْ مَقَامَ عِزَّةٍ. لَقَدْ نَظَرُوا إِلَيْهِمْ بِأَبْصَارِ الْعُشْوَةِ. وَ ضَرَبُوا مِنْهُمْ فِي غَمْرَةِ جَهَالَةٍ. وَلَوِ اسْتَنْطَقُوا عَنْهُمْ عَرَصَاتِ تِلْكَ الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوعِ الْخَالِيَةِ لَقَالَتْ ذَهَبُوا فِي الْأَرْضِ ضُلَّالاً وَ ذَهَبْتُمْ فِي أَعْقَابِهِمْ جُهَّالاً. تَطَؤُونَ فِي هَامِهِمْ، وَتَسْتَنْبِتُونَ فِي أَجْسَادِهِمْ، وَتَرْتَعُونَ فِيمَا لَفَظُوا، وَ تَسْكُنُونَ فِيمَا خَرَّبُوا وَإِنَّمَا الْأَيَّامُ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ بَوَاكٍ وَ نَوَائِحُ عَلَيْكُمْ. أُولَئِكُمْ سَلَفُ غَايَتِكُمْ، وَ فُرَّاطُ مَنَاهِلِكُمُ الَّذِينَ كَانَتْ لَهُمْ مَقَاوِمُ الْعِزِّ وَ حَلَبَاتُ الْفَخْرِ مُلُوكاً وَ سُوَقاً. سَلَكُوا فِي بُطُونِ الْبَرْزَخِ سَبِيلاً

غافل و بے خبر ہیں اور یہ مہم کتنی سخت و دشوار ہے۔ اُنھوں نے مرنے والوں کو کیسی کیسی عبرت آموز چیزوں سے خالی سمجھ لیا اور دور و دراز جگہ سے اُنھیں (سرمایہ افتخار بنانے کے لیے) لے لیا۔ کیا یہ اپنے باپ داداؤں کی لاشوں پر فخر کرتے ہیں۔ یا ہلاک ہونے والوں کی تعداد سے اپنی کثرت میں اضافہ محسوس کرتے ہیں، وہ ان جسموں کو پلٹانا چاہتے ہیں، وجو بے رُوح ہو چکے ہیں اور ان جنبشوں کو لوٹانا چاہتے ہیں جو تھم چکی ہیں۔ وہ سبب افتخار بننے سے زیادہ سامانِ عبرت بننے کے قابل ہیں۔ ان کی وجہ سے عجز و فروتنی کی جگہ پر اترنا، عزت و سرفرازی کے مقام پر ٹھہرنے سے زیادہ مناسب ہے۔ اُنھوں نے چوندھیائی ہوئی آنکھوں سے اُنھیں دیکھا اور ان سے (عبرت لینے کے بجائے) جہالت کے گھراؤ میں اُتر پڑے۔ اگر وہ ان کی سرگزشت کو ٹوٹے ہوئے مکانوں اور خالی گھروں کے صحنوں سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ وُہ گمراہی کی حالت میں زمین کے اندر چلے گئے اور تم بھی بے خبری و جہالت کے عالم میں ان کے عقب میں بڑھے جا رہے ہو، تم اُن کی کھوپڑیوں کو روندتے ہو۔ اور ان کے جسموں کی جگہ پر عمارتیں کھڑی کرنا چاہتے ہو، جس چیز کو اُنھوں نے چھوڑ دیا ہے، اس میں چر رہے ہو اور جسے وہ خالی چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اس میں آبسے ہو، اور یہ دن بھی تمھارے اور اُن کے درمیان ہیں تم پر رو رہے ہیں اور نوحہ پڑھ رہے ہیں۔ تمھاری منزل منتہا پر پہلے سے پہنچ جانے والے اور تمھارے سرچشموں پر قبل سے وارد ہونے والے وہی لوگ

سُلِّطَتِ الْأَرْضُ عَلَيْهِمْ فِيهِ، فَأَكَلَتْ
مِنْ لُحُومِهِمْ وَ شَرِبَتْ مِنْ
دِمَائِهِمْ فَأَصْبَحُوا فِي فَجَوَاتِ
قُبُورِهِمْ جَمَاداً لَا يَنْمُونَ ، وَ
ضِمَاراً لَا يُوجَدُونَ لَا يُفْزِعُهُمْ
وُرُودُ الْأَهْوَالِ ، وَلَا يَحْزُنُهُمْ
تَنَكُّرُ الْأَحْوَالِ ، وَلَا يَحْفِلُونَ
بِالرَّوَاجِفِ ، وَلَا يَأْذَنُونَ
لِلْقَوَاصِفِ. غُيَّباً لَا يُنْتَظَرُونَ
وَ شُهُوداً لَا يَحْضُرُونَ - وَ إِنَّمَا
كَانُوا جَمِيعاً فَتَشَتَّتُوا ، وَ آلَافاً
فَافْتَرَقُوا - وَ مَا عَنْ طُولِ
عَهْدِهِمْ وَ لَا بُعْدِ مَحَلِّهِمْ
عَمِيَتْ أَخْبَارُهُمْ وَ صَمَّتْ
دِيَارُهُمْ ، وَلٰكِنَّهُمْ سُقُوا
كَأْساً بَدَّلَتْهُمْ بِالنُّطْقِ خَرَساً
وَ بِالسَّمْعِ صَمَماً ، وَ بِالْحَرَكَاتِ
سُكُوناً ، فَكَأَنَّهُمْ فِي ارْتِجَالِ
الصِّفَةِ صَرْعَى سُبَاتٍ - جِيرَانٌ
لَا يَتَأَنَّسُونَ ، وَ أَحِبَّاءُ لَا
يَتَزَاوَرُونَ بَلِيَتْ بَيْنَهُمْ
عُرَى التَّعَارُفِ وَ انْقَطَعَتْ
مِنْهُمْ أَسْبَابُ الْإِخَاءِ
فَكُلُّهُمْ وَحِيدٌ وَهُمْ جَمِيعٌ
وَ بِجَانِبِ الْهَجْرِ وَهُمْ أَخِلَّاءُ.

ہیں جن کے لیے عزّت کی منزلیں تھیں اور فخر و سربلندی کی
فراوانی تھی کچھ تاجدار تھے کچھ دُوسرے درجہ کے بلند منصب
مگر اَب تو وہ برزخ کی گہرائیوں میں راہ پیما ہیں، کہ جہاں
زمین ان پر مسلّط کر دی گئی ہے۔ جس نے ان کا گوشت
کھا لیا اور لہُو چُوس لیا ہے۔ چنانچہ وہ قبر کے شگافوں
میں نشوونما کھو کر جماد کی صُورت میں پڑے ہیں اور
یوُں نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں کہ (ڈھونڈھے سے)
نہیں ملتے۔ نہ پُرہول خطرات کا آنا اُنھیں خوفزدہ کرتا
ہے نہ حالات کا انقلاب اُنھیں اندوہناک بناتا ہے۔
نہ زلزلوں کی پروا کرتے ہیں۔ نہ رعد کی کڑک پر
کان دھرتے ہیں وہ ایسے غائب ہیں کہ جن کا انتظار
نہیں کیا جاتا اور ایسے موجود ہیں کہ سامنے نہیں آتے
وہ مل جل کر رہتے تھے جو اب بکھر گئے ہیں اور آپس
میں میل محبّت رکھتے تھے، جو اب جُدا ہو گئے ہیں اُن
کے واقعات سے بے خبری اور ان کے گھروں کی خاموشی
امتداد زمانہ اور دُوری منزل کی وجہ سے نہیں بلکہ انھیں
(موت کا) ایسا ساغر پلا دیا گیا ہے کہ جس نے ان کی
گویائی چھین کر انھیں گونگا بنا دیا ہے اور قوّتِ شنوائی
سلب کر کے بہرا کر دیا ہے اور ان کی حرکت و جنبش
کو سکون و بے حسی سے بدل دیا ہے، گویا کہ وہ سرسری
نظر میں یوُں دکھائی دیتے ہیں جیسے نیند میں لیٹے
ہوُئے ہوں۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں جو ایک دُوسرے سے
اُنس و محبت کا لگاؤ نہیں رکھتے اور ایسے دوست ہیں
جو آپس میں ملتے ملاتے نہیں، ان کے جان پہچان کے
رابطے بوسیدہ ہو چکے ہیں اور بھائی بندی کے سلسلے ٹوٹ

لَا يَتَعَارَفُونَ لِلَيْلٍ صَبَاحاً وَ لَا لِنَهَارٍ مَسَاءً - اَيُّ الْجَدِيدَيْنِ ظَعَنُوا فِيهِ كَانَ عَلَيْهِمْ سَرْمَداً! شَاهَدُوا مِنْ اَخْطَارِ دَارِهِمْ اَفْظَعَ مِمَّا خَافُوا، وَ رَاَوْا مِنْ اٰيَاتِهَا اَعْظَمَ مِمَّا قَدَّرُوا - فَكِلْتَا الْغَايَتَيْنِ مُدَّتْ لَهُمْ اِلَى مَبَاءَةٍ فَاَتَتْ مَبَالِغَ الْخَوْفِ وَ الرَّجَاءِ. فَلَوْ كَانُوا يَنْطِقُونَ بِهَا لَعَيُّوا بِصِفَةِ مَا شَاهَدُوا وَ مَا عَايَنُوا. وَ لَئِنْ عَمِيَتْ اٰثَارُهُمْ وَ انْقَطَعَتْ اَخْبَارُهُمْ -

لَقَدْ رَجَعَتْ فِيهِمْ اَبْصَارُ الْعِبَرِ، وَ سَمِعَتْ عَنْهُمْ اٰذَانُ الْعُقُولِ، وَ تَكَلَّمُوا مِنْ غَيْرِ جِهَاتِ النُّطْقِ. فَقَالُوا كَلَحَتِ الْوُجُوهُ النَّوَاضِرُ وَ خَوَتِ الْاَجْسَادُ النَّوَاعِمُ - وَ لَبِسْنَا اَهْدَامَ الْبِلَى - وَ تَكَاءَدَنَا ضِيقُ الْمَضْجَعِ - وَ تَوَارَثْنَا الْوَحْشَةَ - وَ تَهَكَّمَتْ عَلَيْنَا الرُّبُوعُ الصُّمُوتُ فَانْمَحَتْ مَحَاسِنُ اَجْسَادِنَا، وَ تَنَكَّرَتْ مَعَارِفُ صُوَرِنَا، وَ طَالَتْ فِي مَسَاكِنِ الْوَحْشَةِ اِقَامَتُنَا، وَ لَمْ

گئے ہیں وہ ایک ساتھ ہوتے ہوئے پھر اکیلے ہیں، اور دوست ہوتے ہوئے پھر علیحدہ اور جدا ہیں۔ یہ لوگ شب ہو تو اس کی صبح سے بے خبر، دن ہو تو اس کی شام سے نا آشنا ہیں۔ جس رات یا جس دن میں انھوں نے رختِ سفر باندھا ہے وہ ساعت ان پر ہمیشہ اور یکساں رہنے والی ہے۔ انھوں نے منزلِ آخرت کی ہولناکیوں کو اس سے بھی زیادہ ہولناک پایا۔ جتنا انھیں ڈر تھا اور وہاں کے آثار کو اس سے عظیم تر دیکھا جتنا کہ وہ اندازہ لگاتے تھے (مومنوں اور کافروں کی) منزل انتہا کو جائے باز گشت (دوزخ و جنت تک پھیلا دیا گیا ہے۔ وہ (کافروں کے لیے) ہر درجہ خوف سے بلند تر اور (مومنوں کے لیے) ہر درجہ امید سے بالاتر ہے، اگر وہ بول سکتے ہوتے جب بھی دیکھی ہوئی چیزوں کے بیان سے ان کی زبانیں گنگ ہو جاتیں۔ اگرچہ ان کے نشانات مٹ چکے ہیں اور اُن کی خبروں کا سلسلہ قطع ہو چکا ہے۔ لیکن چشمِ بصیرت انھیں دیکھتی اور گوشِ عقل و خرد ان کی سنتے ہیں، وہ بولے مگر نطق و کلام کے طریقہ پر نہیں بلکہ انھوں نے زبانِ حال سے کہا شگفتہ چہرے بگڑ گئے۔ نرم و نازک بدن مٹی میں مل گئے اور ہم نے بوسیدہ کفن پہن رکھا ہے اور قبر کی تنگی نے ہمیں عاجز کر دیا ہے۔ خوف و دہشت کا ایک دوسرے سے ورثہ پایا ہے۔ ہماری خاموش منزلیں ویران ہو گئیں۔ ہمارے جسم کی رعنائیاں مٹ گئیں۔ ہماری جانی پہچانی ہوئی صورتیں بدل گئیں۔ ان وحشت کدوں میں ہماری مدتِ رہائش دراز ہو گئی۔ نہ بے چینی سے چھٹکارا نصیب ہے۔

نَجِدُ مِنْ كَرْبٍ فَرَجًا، وَلَا مِنْ
ضِيقٍ مُتَّسَعًا۔ فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ
بِعَقْلِكَ أَوْ كُشِفَ عَنْهُمْ مَحْجُوبُ
الْغِطَاءِ لَكَ وَقَدِ ارْتَسَخَتْ
أَسْمَاعُهُمْ بِالْهَوَامِّ فَاسْتَكَّتْ
وَاكْتَحَلَتْ أَبْصَارُهُمْ بِالتُّرَابِ
فَخَسَفَتْ، وَتَقَطَّعَتِ الْأَلْسِنَةُ
فِي أَفْوَاهِهِمْ بَعْدَ ذَلَاقَتِهَا، وَ
هَمَدَتِ الْقُلُوبُ فِي صُدُورِهِمْ
بَعْدَ يَقَظَتِهَا وَعَاثَ فِي كُلِّ
جَارِحَةٍ مِنْهُمْ جَدِيدُ بِلًى سَمَّجَهَا
وَسَهَّلَ طُرُقَ الْآفَةِ إِلَيْهَا،
مُسْتَسْلِمَاتٍ فَلَا أَيْدٍ تَدْفَعُ،
وَلَا قُلُوبٌ تَجْزَعُ لَرَأَيْتَ أَشْجَانَ
قُلُوبٍ، وَأَقْذَاءَ عُيُونٍ لَهُمْ
فِي كُلِّ فَظَاعَةٍ صِفَةُ حَالٍ لَا
تَنْتَقِلُ، وَغَمْرَةٌ لَا تَنْجَلِي۔ وَ
كَمْ أَكَلَتِ الْأَرْضُ مِنْ عَزِيزِ جَسَدٍ
وَأَنِيقِ لَوْنٍ كَانَ فِي الدُّنْيَا
غَذِيَّ تَرَفٍ وَرَبِيبَ شَرَفٍ۔
يَتَعَلَّلُ بِالسُّرُورِ فِي سَاعَةِ
حُزْنِهِ، وَيَفْزَعُ إِلَى السَّلْوَةِ إِنْ
مُصِيبَةٌ نَزَلَتْ بِهِ ضَنًّا بِغَضَارَةِ
عَيْشِهِ وَشَحَاحَةً بِلَهْوِهِ وَ
لَعِبِهِ۔ فَبَيْنَا هُوَ يَضْحَكُ إِلَى

نہ تنگی سے فراخی حاصل ہے۔ اب اس عالم میں کہ جب
کیڑوں کی وجہ سے اُن کے کان سماعت کو کھو کر بہرے
ہو چکے ہیں۔ اور اُن کی آنکھیں خاک کا سُرمہ لگا کر اندر کو
دھنس چکی ہیں اور اُن کے مُنہ میں زبانیں طلاقت و
روانی دکھانے کے بعد پارہ پارہ ہو چکی ہیں اور سینوں
میں دل چوکنا رہنے کے بعد بے حرکت ہو چکے ہیں اور
ان کے ایک ایک عضو کو نت نئی بوسیدگیوں نے تباہ
کر کے بدہیت بنا دیا ہے اور اس حالت میں کہ وہ (ہر
مصیبت سہنے کے لیے) بلا مزاحمت آمادہ ہیں۔ انکی طرف
آفتوں کا راستہ ہموار کر دیا ہے، نہ کوئی ہاتھ ہے جو ان کا
بچاؤ کرے اور نہ (پسیجنے والے) دل ہیں جو بے چین
ہو جائیں، اگر تم اپنی عقلوں میں اُن کا نقشہ جماؤ، یا
یہ کہ تمہارے سامنے سے ان پر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا
جائے تو البتہ تم ان کے دلوں کے اندوہ اور آنکھوں
میں پڑے ہوئے خس و خاشاک کو دیکھو گے کہ ان پر
شدّت و سختی کی ایسی حالت ہے کہ وہ بدلتی نہیں اور
ایسی مصیبت و جان کاہی ہے کہ ہٹنے کا نام نہیں لیتی،
اور تمھیں معلوم ہو گا کہ زمین نے کتنے باوقار جسموں اور
دلفریب رنگ رُوپ والوں کو کھا لیا جو رنج کی گھڑیوں
میں بھی مسرّت انگیز چیزوں سے دل بہلاتے تھے۔
اگر کوئی مصیبت ان پر آ پڑتی تھی تو اپنے عیش کی
تازگیوں پر للچائے رہنے، اور کھیل تفریح پر فریفتہ ہونے
کی وجہ سے خوش وقتیوں کے سہارے ڈھونڈتے تھے
اسی دوران میں کہ وہ غافل و مدہوش کرنے والی زندگی
کی چھاؤں میں دنیا کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

الدُّنْيَا وَتَضْحَكُ الدُّنْيَا إِلَيْهِ فِي
ظِلِّ عَيْشٍ غَفُولٍ إِذْ وَطِئَ الدَّهْرُ
بِهِ حَسَكَهُ، وَنَقَضَتِ الْأَيَّامُ قُوَاهُ
وَنَظَرَتْ إِلَيْهِ الْحُتُوفُ مِنْ كَثَبٍ،
فَخَالَطَهُ بَثٌّ لَا يَعْرِفُهُ، وَنَجِيُّ
هَمٍّ مَا كَانَ يَجِدُهُ. وَتَوَلَّدَتْ
فِيهِ فَتَرَاتُ عِلَلٍ آنَسَ مَا كَانَ
بِصِحَّتِهِ. فَفَزِعَ إِلَى مَا كَانَ عَوَّدَهُ
الْأَطِبَّاءُ مِنْ تَسْكِينِ الْحَارِّ بِالْقَارِّ
وَتَحْرِيكِ الْبَارِدِ بِالْحَارِّ فَلَمْ
يُطْفِئْ بِبَارِدٍ إِلَّا ثَوَّرَ حَرَارَةً،
وَلَا حَرَّكَ بِحَارٍّ إِلَّا هَيَّجَ بُرُودَةً،
وَلَا اعْتَدَلَ بِمُمَازِجٍ لِتِلْكَ
الطَّبَائِعِ إِلَّا أَمَدَّ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ
دَاءٍ حَتَّى فَتَرَ مُعَلِّلُهُ، وَذَهَلَ
مُمَرِّضُهُ، وَتَعَايَا أَهْلُهُ بِصِفَةِ
دَائِهِ، وَخَرِسُوا عَنْ جَوَابِ
السَّائِلِينَ عَنْهُ. وَتَنَازَعُوا دُونَهُ
شَجِيَّ خَبَرٍ يَكْتُمُونَهُ، فَقَائِلٌ
يَقُولُ هُوَ لِمَا بِهِ، وَمُمَنٍّ لَهُمْ
إِيَابَ عَافِيَتِهِ، وَمُصَبِّرٌ لَهُمْ
عَلَى فَقْدِهِ. يُذَكِّرُهُمْ أُسَى
الْمَاضِينَ مِنْ قَبْلِهِ. فَبَيْنَا
هُوَ كَذَلِكَ عَلَى جَنَاحٍ مِنْ فِرَاقِ
الدُّنْيَا وَتَرْكِ الْأَحِبَّةِ، إِذْ

اور دُنیا انھیں دیکھ دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھی کہ اچانک زمانہ نے انھیں کانٹوں کی طرح روند دیا اور اُن کے سارے زور توڑ دیے اور قریب ہی سے موت کی نظریں اُن پر پڑنے لگیں اور ایسا غم واندوہ اُن پر طاری ہُوا کہ جس سے وہ آشنا نہ تھے اور ایسے اندرونی قلق میں مُبتلا ہوئے کہ جس سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا۔ اور اس حالت میں کہ وہ صحت سے بہت زیادہ مانوس تھے۔ ان میں مرض کی کمزوریاں پیدا ہوگئیں تو اب اُنھوں نے انہی چیزوں کی طرف رجوع کیا جن کا طبیبوں نے انھیں عادی بنا رکھا تھا کہ گرمی کے زور کو سرد دواؤں سے فرو کیا جائے، اور سردی کو گرم دواؤں سے ہٹایا جائے مگر سرد دواؤں نے گرمی کو بجھانے کے بجائے اور بھڑکا دیا اور گرم دواؤں نے ٹھنڈک کو ہٹانے کے بجائے اس کا جوش اور بڑھا دیا اور نہ ان طبیعتوں میں مخلوط ہونے والی چیزوں سے ان کے مزاج نقطۂ اعتدال پر آئے۔ بلکہ ان چیزوں نے ہر عضوِ ماؤف کا آزار اور بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ چارہ گر سُست پڑ گئے۔ تیمار دار (مایوس ہو کر) غفلت برتنے لگے۔ گھر والے مرض کی حالت بیان کرنے سے عاجز آگئے اور مزاج پُرسی کرنے والوں کے جواب سے خاموشی اختیار کر لی اور اس سے چھپاتے ہوئے اس اندوہناک خبر کے بارے میں اختلاف رائے کرنے لگے۔ ایک کہنے والا یہ کہتا تھا کہ اس کی حالت جو ہے سو ظاہر ہے اور ایک صحت و تندرستی کے پلٹ آنے کی اُمید دلاتا تھا اور ایک اس کی (ہونے والی) موت پر انھیں صبر کی تلقین کرتا اور اس سے پہلے گزر جانے والوں کی مُصیبتیں

عَرَضَ لَهُ عَارِضٌ مِنْ غُصَصِهِ فَتَحَيَّرَتْ نَوَافِذُ فِطْنَتِهِ، وَيَبِسَتْ رُطُوبَةُ لِسَانِهِ. فَكَمْ مِنْ مُهِمٍّ مِنْ جَوَابِهِ عَرَفَهُ فَعَيَّ عَنْ رَدِّهِ، وَدُعَاءٍ مُؤْلِمٍ بِقَلْبِهِ سَمِعَهُ فَتَصَامَّ عَنْهُ مِنْ كَبِيرٍ كَانَ يُعَظِّمُهُ أَوْ صَغِيرٍ كَانَ يَرْحَمُهُ. وَإِنَّ لِلْمَوْتِ لَغَمَرَاتٍ هِيَ أَفْظَعُ مِنْ أَنْ تُسْتَغْرَقَ بِصِفَةٍ أَوْ تَعْتَدِلَ عَلَى عُقُولِ أَهْلِ الدُّنْيَا.

انھیں یاد دلاتا تھا۔ اسی اثنا میں کہ وہ دنیا سے جانے اور دوستوں کو چھوڑنے کے لیے پر تول رہا تھا کہ ناگاہ گلوگیر پھندوں میں سے ایک ایسا پھندہ اُسے لگا کہ اُس کے ہوش و حواس پاشان و پریشان ہو گئے اور زبان کی تری خشک ہوگئی اور کتنے ہی مہم سوالات تھے کہ جن کے جواب وہ جانتا تھا۔ مگر بیان کرنے سے عاجز ہوگیا اور کتنی ہی دل سوز صدائیں اس کے کان سے ٹکرائیں کہ جن کے سُننے سے بہرہ ہوگیا وہ آواز یا کسی ایسے بزرگ کی ہوتی تھی جس کا یہ بڑا احترام کرتا تھا، یا کسی ایسے خورد سال کی ہوتی تھی جس پر یہ مہربان و شفیق تھا موت کی سختیاں اتنی ہیں کہ مشکل ہے کہ دائرہ بیان میں آسکیں یا اہلِ دُنیا کی عقلوں کے اندازہ پر پُوری اُتر سکیں۔

* * *

لہ اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ بنی عبدِ مناف اور بنی سہم مال و دولت کی فراوانی اور افراد قبیلہ کی کثرت پر آپس میں تفاخر کرنے لگے اور ہر ایک اپنی کثرت دکھانے کے لیے اپنے مرُدوں کو بھی شمار کرنے لگا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تمھیں مال و اولاد کی کثرت نے غافل کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ تم نے زندوں کے ساتھ مرُدوں کو بھی شمار کرنا شروع کر دیا۔ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی کہے گئے ہیں کہ مال و اولاد کی فراوانی نے تمھیں غافل کر دیا ہے، یہاں تک کہ تم مَر کر قبروں تک پہنچ گئے۔ مگر امیر المومنینؑ کے ارشاد سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے۔

لہ مطلب یہ ہے کہ جو دن کے وقت مرتے ہیں اُن کی نگاہوں میں ہمیشہ دن ہی رہتا ہے اور جو رات کے وقت مرتے ہیں اُن کے لیے رات کا اندھیرا نہیں چھٹتا۔ کیونکہ وہ ایسے مقام پر ہیں جہاں چاند، سوُرج کی گردش اور شب روز کا چکر نہیں ہوتا۔ اس مضمون کو ایک شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے۔

لابد من یوم بلا لیلۃ   اولیلۃ تاتی بلا یوم

پھر اُجالی رات کا منظر نہ دیکھے گا یہ دن   صبح کا جلوہ نہ دیکھے گی کبھی شامِ فراق

خطبہ ۲۱۹

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
قَالَهُ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ "رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ":

إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ الذِّكْرَ جِلَاءً لِلْقُلُوبِ تَسْمَعُ بِهِ بَعْدَ الْوَقْرَةِ وَتُبْصِرُ بِهِ بَعْدَ الْعَشْوَةِ، وَتَنْقَادُ بِهِ بَعْدَ الْمُعَانَدَةِ. وَمَا بَرِحَ لِلَّهِ - عَزَّتْ آلَاؤُهُ - فِي الْبُرْهَةِ بَعْدَ الْبُرْهَةِ وَفِي أَزْمَانِ الْفَتَرَاتِ عِبَادٌ نَاجَاهُمْ فِي فِكْرِهِمْ، وَكَلَّمَهُمْ فِي ذَاتِ عُقُولِهِمْ، فَاسْتَصْبَحُوا بِنُورِ يَقَظَةٍ فِي الْأَسْمَاعِ وَالْأَبْصَارِ وَالْأَفْئِدَةِ يُذَكِّرُونَ بِأَيَّامِ اللهِ، وَيُخَوِّفُونَ مَقَامَهُ بِمَنْزِلَةِ الْأَدِلَّةِ فِي الْفَلَوَاتِ. مَنْ أَخَذَ الْقَصْدَ حَمِدُوا إِلَيْهِ طَرِيقَهُ، وَبَشَّرُوهُ بِالنَّجَاةِ وَمَنْ أَخَذَ يَمِيناً وَشِمَالاً ذَمُّوا إِلَيْهِ الطَّرِيقَ، وَحَذَّرُوهُ مِنَ الْهَلَكَةِ وَكَانُوا كَذَلِكَ مَصَابِيحَ تِلْكَ الظُّلُمَاتِ وَأَدِلَّةَ تِلْكَ الشُّبُهَاتِ وَإِنَّ لِلذِّكْرِ لَأَهْلاً أَخَذُوهُ مِنَ

آیہ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله۔
"وہ لوگ ایسے ہیں جنھیں تجارت اور خرید و فروخت ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں بناتی۔" کی تلاوت کے بعد فرمایا
بلاشبہ اللہ سبحانہ، نے اپنی یاد کو دلوں کی صیقل قرار دیا ہے جس کے باعث وہ (اوامر و نواہی سے) بہرا ہونے کے بعد سُننے لگے اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے اور دُشمنی و عناد کے بعد فرمانبردار ہو گئے یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیاء سے خالی دَور میں حضرت رَبُّ العزّت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں سرگوشیوں کی صورت میں (حقائق و معارف کا) القاء کرتا ہے اور ان کی عقلوں سے الہامی آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی آنکھوں، کانوں اور دِلوں میں بیداری کے نُور سے (ہدایت وبصیرت کے) چراغ روشن کیے۔ وہ مخصوص یاد رکھنے (کے قابل) دِنوں کی یاد دلاتے ہیں اور اُس کی جلالت و بزرگی سے ڈراتے ہیں۔ وُہ لق و دق صحراؤں میں دلیلِ راہ ہیں۔ جو میانہ روی اختیار کرتا ہے۔ اس کے طور طریقے پر تحسین و آفرین کرتے ہیں اور اسے نجات کی خوشخبری سُناتے ہیں اور جو (افراط و تفریط کی) دائیں بائیں سمتوں پر ہولیتا ہے اِس کے رویّہ کی مُذمّت کرتے ہیں اور اُسے تباہی و ہلاکت سے خوف دلاتے ہیں۔ انہی خصُوصیتوں کے ساتھ یہ ان اندھیاریوں کے چراغ اور اُن شبہوں کے لیے راہنما ہیں۔ کچھ اہلِ ذکر ہوتے ہیں جنہوں نے یادِ الٰہی کو دنیا کے بدلے لے لیا۔ انہیں نہ تجارت اِس سے

الدُّنْيَا بَدَلًا فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْهُ، يَقْطَعُونَ بِهٖ أَيَّامَ الْحَيَاةِ وَ يَهْتِفُونَ بِالزَّوَاجِرِ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فِيْ أَسْمَاعِ الْغَافِلِيْنَ۔ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ وَ يَأْتَمِرُوْنَ بِهٖ - وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ فَكَاَنَّمَا قَطَعُوا الدُّنْيَا إِلَى الْآخِرَةِ وَ هُمْ فِيْهَا فَشَاهَدُوْا مَا وَرَاءَ ذٰلِكَ فَكَاَنَّمَا اطَّلَعُوْا غُيُوْبَ أَهْلِ الْبَرْزَخِ فِيْ طُوْلِ الْإِقَامَةِ فِيْهِ، وَحَقَّقَتِ الْقِيَامَةُ عَلَيْهِمْ عِدَاتِهَا فَكَشَفُوْا غِطَاءَ ذٰلِكَ لِأَهْلِ الدُّنْيَا حَتّٰى كَاَنَّهُمْ يَرَوْنَ مَا لَا يَرَى النَّاسُ وَيَسْمَعُوْنَ مَا لَا يَسْمَعُوْنَ، فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ بِعَقْلِكَ فِيْ مَقَاوِمِهِمِ الْمَحْمُوْدَةِ، وَ مَجَالِسِهِمِ الْمَشْهُوْدَةِ وَقَدْ نَشَرُوْا دَوَاوِيْنَ أَعْمَالِهِمْ وَفَرَغُوْا لِمُحَاسَبَةِ أَنْفُسِهِمْ عَلٰى كُلِّ صَغِيْرَةٍ وَكَبِيْرَةٍ أُمِرُوْا بِهَا فَقَصَّرُوْا عَنْهَا، أَوْ نُهُوْا عَنْهَا فَفَرَّطُوْا فِيْهَا، وَحَمَّلُوْا ثِقَلَ أَوْزَارِهِمْ ظُهُوْرَهُمْ فَضَعُفُوْا عَنِ الْاِسْتِقْلَالِ بِهَا فَنَشَجُوْا نَشِيْجًا وَتَجَاوَبُوْا نَحِيْبًا يَعِجُّوْنَ

غافل رکھتی ہے نہ خرید و فروخت اسی کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرمات الٰہیہ سے متنبّہ کرنے والی آوازوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں۔ عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ بُرائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں۔ گویا کہ انہوں نے دنیا میں ہوتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کر لیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور گویا کہ وہ اہلِ برزخ کے اِن چھپے ہوئے حالات پر جو ان کے طویل عرصہ قیام میں نہیں پیش آئے آگاہ ہو چکے ہیں اور گویا کہ قیامت نے ان کے لیے اپنے وعدوں کو پورا کر دیا اور انہوں نے اہلِ دنیا کے سامنے (ان چیزوں پر سے پردہ اُلٹ دیا یہاں تک کہ گویا وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جسے دُوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے اور وہ سب کچھ سُن رہے ہیں جسے دوسرے نہیں سُن سکتے۔ اگر تم ان کی پاکیزہ جگہوں اور پسندیدہ محفلوں میں ان کی تصویر اپنے ذہن میں کھینچو جبکہ وہ اپنے اعمال ناموں کو کھولے ہوں اور اپنے نفسوں سے ہر چھوٹے بڑے کام کا محاسبہ کرنے پر آمادہ ہوں۔ ایسے کام کو جن پر وہ مامُور تھے اور اُنھوں نے کوتاہی کی یا ایسے جن سے انھیں روکا گیا تھا، اور اُن سے تقصیر ہوئی اور ہمیشہ اپنی پُشتوں کو اپنے گناہوں سے گرانبار محسوس کرتے رہے ہوں کہ جن کے اُٹھانے سے وہ اپنے کو عاجز و درماندہ پاتے ہوں اس لیے روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئی ہوں اور بلک بلک کر روتے ہوئے ایک دُوسرے کو جواب دے

اِلٰی رَبِّهِمْ مِنْ مَقَامِ نَدَمٍ وَ اعْتِرَافٍ لَرَاَیْتَ اَعْلَامَ هُدًی، وَ مَصَابِیْحَ دُجًی، قَدْ حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَائِکَةُ، وَ تَنَزَّلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ، وَ فُتِحَتْ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ اُعِدَّتْ لَهُمْ مَقَاعِدُ الْکَرَامَاتِ فِیْ مَقَامٍ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ فِیْهِ فَرَضِیَ سَعْیَهُمْ وَ حَمِدَ مَقَامَهُمْ یَتَنَسَّمُوْنَ بِدُعَائِهِ رَوْحَ التَّجَاوُزِ۔ رَهَائِنُ فَاقَةٍ اِلٰی فَضْلِهٖ، وَ اُسَارٰی ذِلَّةٍ لِعَظَمَتِهٖ جَرَحَ طُوْلُ الْاَسٰی قُلُوْبَهُمْ۔ وَ طُوْلُ الْبُکَاءِ عُیُوْنَهُمْ۔ لِکُلِّ بَابِ رَغْبَةٍ اِلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ یَدٌ قَارِعَةٌ یَسْاَلُوْنَ مَنْ لَا تَضِیْقُ لَدَیْهِ الْمَنَادِحُ وَلَا یَخِیْبُ عَلَیْهِ الرَّاغِبُوْنَ۔ فَحَاسِبْ نَفْسَکَ لِنَفْسِکَ فَاِنَّ غَیْرَهَا مِنَ الْاَنْفُسِ لَهَا حَسِیْبٌ غَیْرُکَ۔

رہے ہوں۔ اور ندامت و اعترافِ گناہ کی منزل پر کھڑے ہوئے اللہ سے چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہوں تو اس صورت میں تمھیں ہدایت کے نشان اور اندھیروں کے چراغ نظر آئیں گے کہ جن کے گرد فرشتے حلقہ کیے ہوں گے۔ تسلّی و تسکین کا ان پر درود ہو۔ آسمان کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہوں۔ عزت کی مسندیں اُن کے لیے مہیّا ہوں۔ ایسی جگہ پر کہ جہاں اللہ کی نظر توجہ ان پر ہو وہ ان کی کوششوں سے خوش ہو اور اُن کی منزلت پر آفرین کرتا ہو۔ وہ اِسے پکارنے کی وجہ سے عفو و بخشش کی ہواؤں میں سانس لیتے ہوں، وہ اُس کے فضل و کرم کی احتیاج میں گروی ہوں اور اُس کی عظمت و رفعت کے سامنے ذلّت و پستی میں جکڑے ہوئے ہوں۔ غم و اندوہ کی طویل مدّت نے اِن کے دلوں کو زخمی اور گریہ و بکا کی کثرت نے اُن کی آنکھوں کو مجروح کر دیا ہو۔ ہر اُس دروازہ پر ان کا ہاتھ دستک دینے والا ہے جو اس کی طرف متوجّہ و راغب کرے وہ اُس سے مانگتے ہیں کہ جس کے جود و کرم کی پہنائیاں تنگ نہیں ہوتیں اور نہ خواہش لے کر بڑھنے والے نااُمید پھرتے ہیں تم اپنی بہبودی کے لیے اپنے ہی نفس کا محاسبہ کرو کیوں کہ دُوسروں کا محاسبہ کرنے والا تمھارے علاوہ دُوسرا ہے۔

خطبہ ۲۲۰

(وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

قَالَهٗ عِنْدَ تِلَاوَتِهٖ: "یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ"

آیت یا ایہا الانسان ما غرّك بربّك الکریم "اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے پروردگارِ کریم کے بارے میں دھوکا دیا،" کی تلاوت کے وقت ارشاد فرمایا:۔

أَدْحَضُ مَسْئُولٍ حُجَّةً، وَأَقْطَعُ مُغْتَرٍّ مَعْذِرَةً - لَقَدْ أَبْرَحَ جَهَالَةً بِنَفْسِهِ -

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا جَرَّأَكَ عَلَى ذَنْبِكَ، وَمَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ، وَمَا آنَسَكَ بِهَلَكَةِ نَفْسِكَ - أَمَا مِنْ دَائِكَ بُلُولٌ - أَمْ لَيْسَ مِنْ نَوْمَتِكَ يَقَظَةٌ - أَمَا تَرْحَمُ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَرْحَمُ مِنْ غَيْرِكَ فَرُبَّمَا تَرَى الضَّاحِيَ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ فَتُظِلُّهُ، أَوْ تَرَى الْمُبْتَلَى بِأَلَمٍ يُمِضُّ جَسَدَهُ فَتَبْكِي رَحْمَةً لَهُ فَمَا صَبَّرَكَ عَلَى دَائِكَ، وَجَلَّدَكَ عَلَى مُصَابِكَ، وَعَزَّاكَ عَنِ الْبُكَاءِ عَلَى نَفْسِكَ - وَهِيَ أَعَزُّ الْأَنْفُسِ عَلَيْكَ - وَكَيْفَ لَا يُوقِظُكَ خَوْفُ بَيَاتِ نِقْمَةٍ وَقَدْ تَوَرَّطْتَ بِمَعَاصِيهِ مَدَارِجَ سَطَوَاتِهِ فَتَدَاوَ مِنْ دَاءِ الْفَتْرَةِ فِي قَلْبِكَ بِعَزِيمَةٍ، وَمِنْ كَرَى الْغَفْلَةِ فِي نَاظِرِكَ بِيَقَظَةٍ - وَكُنْ لِلَّهِ مُطِيعًا، وَبِذِكْرِهِ آنِسًا - وَتَمَثَّلْ فِي حَالِ تَوَلِّيكَ عَنْهُ إِقْبَالَهُ عَلَيْكَ - يَدْعُوكَ إِلَى

یہ شخص جس سے یہ سوال ہو رہا ہے، جواب میں کتنا عاجز اور یہ فریب خوردہ عذر پیش کرنے میں کتنا قاصر ہے وہ اپنے نفس کو سختی سے جہالت میں ڈالے ہوئے ہے۔

اے انسان تجھے کس چیز نے گناہ پر دلیر کر دیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکا دیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنی تباہی پر مطمئن بنا دیا ہے۔ کیا تیرے مرض کے لیے شفا اور تیرے خواب (غفلت) کے لیے بیداری نہیں ہے، کیا تجھے اپنے پر اتنا بھی رحم نہیں آتا جتنا دوسروں پر ترس کھاتا ہے۔ بسا اوقات تو جلتی دھوپ میں کسی کو دیکھتا ہے تو اس پر سایہ کر دیتا ہے یا کسی کو درد و کرب میں مبتلا پاتا ہے تو اس پر شفقت کی بنا پر تیرے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ مگر خود اپنے روگ پر کس نے تجھے صبر دلایا ہے اور کس نے تجھے اپنی مصیبتوں پر توانا کر دیا ہے اور خود اپنے اوپر رونے سے تسلی دے دی ہے۔ حالانکہ سب جانوں سے تجھے اپنی جان عزیز ہے اور کیوں کر عذاب الٰہی کے رات ہی کو ڈیرے ڈال دینے کا خطرہ تجھے بیدار نہیں رکھتا حالانکہ تو اپنے گناہوں کی بدولت اس کے قہر و تسلط کی راہ میں پڑا ہوا ہے۔ دل کی کوتاہیوں کے روگ کا چارہ عزم راسخ سے آنکھوں کے خواب غفلت کا مداوا بیداری سے کرو۔ اللہ کے مطیع و فرمانبردار بنو اور اس کی یاد سے جی لگاؤ، ذرا اس حالت کا تصور کرو، وہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو اور وہ تمہیں اپنے دامن عفو میں لینے کے لیے بلا رہا ہے اور اپنے لطف و احسان سے

عَفْوِہٖ وَیَتَغَمَّدُكَ بِفَضْلِہٖ وَ اَنْتَ مُتَوَلٍّ عَنْهُ اِلٰی غَیْرِہٖ ۔ فَتَعَالٰی مِنْ قَوِیٍّ مَا اَكْرَمَهٗ، وَتَوَاضَعْتَ مِنْ ضَعِیْفٍ مَا اَجْرَاَكَ عَلٰی مَعْصِیَتِہٖ وَاَنْتَ فِیْ كَنَفِ سِتْرِہٖ مُقِیْمٌ، وَفِیْ سَعَةِ فَضْلِہٖ مُتَقَلِّبٌ ۔ فَلَمْ یَمْنَعْكَ فَضْلَهٗ وَلَمْ یَهْتِكْ عَنْكَ سِتْرَهٗ، بَلْ لَمْ تَخْلُ مِنْ لُطْفِہٖ مَطْرَفَ عَیْنٍ، فِیْ نِعْمَةٍ یُحْدِثُهَا لَكَ، اَوْ سَیِّئَةٍ یَسْتُرُهَا عَلَیْكَ، اَوْ بَلِیَّةٍ یَصْرِفُهَا عَنْكَ فَمَا ظَنُّكَ بِہٖ لَوْ اَطَعْتَهٗ؟ وَایْمُ اللهِ لَوْ اَنَّ هٰذِہِ الصِّفَةَ كَانَتْ فِیْ مُتَّفِقَیْنِ فِی الْقُوَّةِ، مُتَوَازِنَیْنِ فِی الْقُدْرَةِ لَكُنْتَ اَوَّلَ حَاكِمٍ عَلٰی نَفْسِكَ بِذَمِیْمِ الْاَخْلَاقِ وَمَسَاوِئِ الْاَعْمَالِ ۔ وَحَقًّا اَقُوْلُ مَا الدُّنْیَا غَرَّتْكَ وَلٰكِنْ بِهَا اغْتَرَرْتَ ۔ وَلَقَدْ كَاشَفَتْكَ الْعِظَاتُ وَاٰذَنَتْكَ عَلٰی سَوَآءٍ وَلَهِیَ بِمَا تَعِدُكَ مِنْ نُزُوْلِ الْبَلَآءِ بِجِسْمِكَ وَالنَّقْصِ فِیْ قُوَّتِكَ اَصْدَقُ وَاَوْفٰی مِنْ اَنْ تَكْذِبَكَ اَوْ تَغُرَّكَ ۔ وَلَرُبَّ

ڈھانپنا چاہتا ہے اور تم ہو کہ اس سے روگرداں ہو کر دوسری طرف رُخ کیے ہوئے ہو۔ بلند و برتر ہے وہ خدائے قوی و توانا کہ جو کتنا بڑا کریم ہے۔ اور تو اتنا عاجز و ناتواں اور اتنا پست ہو کر گناہوں پر کتنا جری اور دلیر ہے حالانکہ اُسی کے دامنِ پناہ میں اقامت گزیں ہے اور اسی کے لُطف و احسان کی پہنائیوں میں اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس نے اپنے لطف و کرم کو تجھ سے روکا نہیں اور نہ تیرا پردہ چاک کیا ہے۔ بلکہ اُس کی کسی نعمت میں جو اُس نے تیرے لیے خلق کی یا کسی گناہ میں کہ جس پر اُس نے پردہ ڈالا یا کسی مصیبت و ابتلاء میں کہ جس کا رُخ تجھ سے موڑا تو اُس کے لطف و کرم سے لحظہ بھر کے لیے محروم نہیں ہوا یہ اُس صورت میں ہے کہ جب تو اُس کی معصیت کرتا ہے تو پھر تیرا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر تو اس کی اطاعت کرتا ہوتا۔ خدا کی قسم! اگر یہی رویہ[۲] دو ایسے شخصوں میں ہوتا جو قوّت و قدرت میں برابر کے ہم پلہ ہوتے (اور ان میں سے ایک تو ہوتا جو بے رُخی کرتا اور دوسرا تجھ پر احسان کرتا) تو تو ہی سب سے پہلے اپنے نفس پر کج خلقی و بدکرداری کا حکم لگاتا۔ سچ کہتا ہوں کہ دُنیا نے تجھ کو فریب نہیں دیا بلکہ خود (جان بُوجھ کر) اُس کے فریب میں آیا ہے۔ اس نے تو تیرے سامنے نصیحتوں کو کھول کر رکھ دیا اور تجھے (ہر چیز سے) یکساں طور پر آگاہ کر دیا۔ اس نے جن بلاؤں کو تیرے جسم پر نازل ہونے اور جس کمزوری کے تیرے قویٰ پر طاری ہونے کا وعدہ کیا ہے اس میں راستگو اور ایفائے عہد کرنے والی ہے بجائے اس کے کہ تجھ سے جھوٹ کہا ہو یا فریب دیا ہو۔

نَاصِحٍ لَهَا عِنْدَكَ مُتَّهَمٌ،
وَصَادِقٍ مِنْ خَبَرِهَا مُكَذَّبٌ
وَلَئِنْ تَعَرَّفْتَهَا فِي الدِّيَارِ
الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوعِ الْخَالِيَةِ
لَتَجِدَنَّهَا مِنْ حُسْنِ تَذْكِيرِكَ
وَبَلَاغِ مَوْعِظَتِكَ بِمَحَلَّةِ
الشَّفِيقِ عَلَيْكَ، وَالشَّحِيحِ
بِكَ. وَلَنِعْمَ دَارُ مَنْ لَمْ
يَرْضَ بِهَا دَارًا، وَمَحَلُّ مَنْ
لَمْ يُوَطِّنْهَا مَحَلًّا. وَإِنَّ
السُّعَدَاءَ بِالدُّنْيَا غَدًا هُمُ
الْهَارِبُونَ مِنْهَا الْيَوْمَ.

إِذَا رَجَفَتِ الرَّاجِفَةُ. وَ
حَقَّتْ بِجَلَائِلِهَا الْقِيَامَةُ. وَلَحِقَ
بِكُلِّ مَنْسَكٍ أَهْلُهُ. وَبِكُلِّ
مَعْبُودٍ عَبَدَتُهُ، وَبِكُلِّ مُطَاعٍ
أَهْلُ طَاعَتِهِ، فَلَمْ يُجْزَ فِي عَدْلِهِ
وَقِسْطِهِ يَوْمَئِذٍ خَرْقُ بَصَرٍ فِي
الْهَوَاءِ، وَلَا هَمْسُ قَدَمٍ فِي
الْأَرْضِ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَكَمْ حُجَّةٍ
يَوْمَ ذَاكَ دَاحِضَةٍ وَعَلَائِقِ
عُذْرٍ مُنْقَطِعَةٍ. فَتَحَرَّ مِنْ
أَمْرِكَ مَا يَقُومُ بِهِ عُذْرُكَ وَتَثْبُتُ
بِهِ حُجَّتُكَ. وَخُذْ مَا يَبْقَى لَكَ مِمَّا لَا
تَبْقَى لَهُ. وَتَيَسَّرْ لِسَفَرِكَ. وَشِمْ بَرْقَ

کتنے ہی اس دنیا کے بارے میں سچے نصیحت کرنیوالے
ہیں جو تیرے نزدیک ناقابلِ اعتبار ہیں اور کتنے ہی اس کے
حالات کو صحیح صحیح بیان کرنے والے ہیں جو جھٹلائے جاتے
ہیں۔ اگر تو ٹوٹے ہوئے گھروں اور سُنسان مکانوں سے
دُنیا کی معرفت حاصل کرے تو تُو انہیں اچھی یاد دہانی اور
مؤثر پند دہی کے لحاظ سے بمنزلہ ایک مہربان کے پائے
گا جو تیرے (ہلاکتوں میں پڑنے سے) بُخل سے کام
لیتے ہیں یہ دُنیا اُس کے لیے اچھا گھر ہے جو اسے گھر
سمجھنے پر خوش نہ ہو، اور اسی کے لیے اچھی جگہ ہے
جو اسے اپنا وطن بنا کر نہ رہے۔ اس دنیا کی وجہ سے
سعادت کی منزل پر کل وہی لوگ پہنچیں گے جو آج اس
سے گریزاں ہیں۔

جب زمین زلزلہ میں اور قیامت اپنی ہولناکیوں
کے ساتھ آجائے گی اور ہر عبادت گاہ سے، اُس کے
پجاری ہر معبود سے اُس کے پرستار اور ہر پیشوا سے اُس
کے مقتدی ملحق ہو جائیں گے تو اُس وقت فضا میں شگاف
کرنے والی نظر اور زمین میں قدموں کی ہلکی چاپ کا بدلہ
بھی اس کی عدالت گستری و انصاف پروری کے پیشِ نظر
حق و انصاف سے پُورا پُورا دیا جائے گا۔ اُس دن کتنی
ہی دلیلیں غلط و بے معنی ہو جائیں گی اور عذر و معذرت
کے بندھن ٹوٹ جائیں گے تو اب اس چیز کو اختیار کرو
جس سے کہ تمھارا عذر قبول اور تمھاری حجت ثابت ہو سکے
جس دُنیا سے تم نے ہمیشہ بہرہ یاب نہیں ہونا اُس سے
وہ چیزیں لے لو جو تمھارے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں
اپنے سفر کے لیے تیار رہو (دُنیا کی ظلمتوں میں) نجات کی

اَلنَّجَاةِ۔ وَارْحَلْ مَطَايَا التَّشْمِيْرِ۔

چمک پر نظر کرو اور جدوجہد کی سواریوں پر پالان کس لو۔

خطبہ ۲۲۱

(وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

وَاللّٰهِ لَاَنْ اَبِيْتَ عَلٰى حَسَكِ السَّعْدَانِ مُسَهَّدًا، وَاُجَرَّ فِى الْاَغْلَالِ مُصَفَّدًا، اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظَالِمًا لِبَعْضِ الْعِبَادِ، وَغَاصِبًا لِشَیْءٍ مِّنَ الْحُطَامِ۔ وَكَيْفَ اَظْلِمُ اَحَدًا لِنَفْسٍ يُّسْرِعُ اِلَى الْبِلٰى قُفُوْلُهَا وَيَطُوْلُ فِى الثَّرٰى حُلُوْلُهَا۔

خدا کی قسم! مجھے سعدان[1] کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق و زنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو۔ یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو، میں اس نفس کی خاطر کیونکر کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے۔

وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ عَقِيْلًا، وَقَدْ اَمْلَقَ حَتّٰى اسْتَمَاحَنِیْ مِنْ بُرِّكُمْ صَاعًا، وَرَاَيْتُ صِبْيَانَهٗ شُعْثَ الشُّعُوْرِ غُبْرَ الْاَلْوَانِ مِنْ فَقْرِهِمْ كَاَنَّمَا سُوِّدَتْ وُجُوْهُهُمْ بِالْعِظْلِمِ، وَعَاوَدَنِیْ مُؤَكِّدًا وَكَرَّرَ عَلَیَّ الْقَوْلَ مُرَدِّدًا فَاَصْغَيْتُ اِلَيْهِ سَمْعِیْ فَظَنَّ اَنِّیْ اَبِيْعُهٗ دِيْنِیْ وَاَتَّبِعُ قِيَادَهٗ مُفَارِقًا طَرِيْقِیْ فَاَحْمَيْتُ لَهٗ حَدِيْدَةً ثُمَّ اَدْنَيْتُهَا مِنْ جِسْمِهٖ لِيَعْتَبِرَ بِهَا فَضَجَّ ضَجِيْجَ ذِی

بخدا میں نے (اپنے بھائی) عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے (حصّہ کے) گیہوں میں ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے گویا ان کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیے گئے ہیں، وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دُھرایا میں نے ان کی باتوں کو کان دے کر سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر ان کے پیچھے ہو جاؤں گا۔ مگر میں نے کیا یہ کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا تاکہ

---

[1] ایک خار دار جھاڑی ہے جسے اونٹ چرتا ہے۔

دَنِفٍ مِنْ اَلَمِهَا، وَكَادَ اَنْ يَحْتَرِقَ مِنْ مِيْسَمِهَا، فَقُلْتُ لَهٗ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ يَا عَقِيْلُ اَتَئِنُّ مِنْ حَدِيْدَةٍ اَحْمَاهَا اِنْسَانُهَا لِلَعِبِهٖ، وَ تَجُرُّنِيْ اِلٰى نَارٍ سَجَرَهَا جَبَّارُهَا لِغَضَبِهٖ۔ اَتَئِنُّ مِنَ الْاَذٰى وَ لَا اَئِنُّ مِنْ لَظٰى۔ وَ اَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ طَارِقٌ طَرَقَنَا بِمَلْفُوْفَةٍ فِيْ وِعَائِهَا، وَمَعْجُوْنَةٍ شَنِئْتُهَا كَاَنَّمَا عُجِنَتْ بِرِيْقِ حَيَّةٍ اَوْ قَيْئِهَا، فَقُلْتُ اَصِلَةٌ اَمْ زَكٰوةٌ اَمْ صَدَقَةٌ فَذٰلِكَ مُحَرَّمٌ عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ، فَقَالَ لَا ذَا وَلَا ذَاكَ وَ لٰكِنَّهَا هَدِيَّةٌ۔ فَقُلْتُ هَبِلَتْكَ الْهَبُوْلُ، اَعَنْ دِيْنِ اللّٰهِ اَتَيْتَنِيْ لِتَخْدَعَنِيْ، اَمُخْتَبِطٌ اَنْتَ اَمْ ذُوْ جِنَّةٍ اَمْ تَهْجُرُ۔ وَاللّٰهِ لَوْ اُعْطِيْتُ الْاَقَالِيْمَ السَّبْعَةَ بِمَا تَحْتَ اَفْلَاكِهَا عَلٰى اَنْ اَعْصِيَ اللّٰهَ فِيْ نَمْلَةٍ اَسْلُبُهَا جُلْبَ شَعِيْرَةٍ مَا فَعَلْتُ وَ اِنَّ دُنْيَاكُمْ عِنْدِيْ

عبرت حاصل کریں. چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس داغ دینے سے جل جائے. پھر میں نے اُن سے کہا کہ اے عقیل رونے والیاں تُم پر روئیں کیا تُم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اُٹھے ہو جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں (بغیر جلانے کی نیت سے) تپایا ہے اور تُم مجھے اُس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو کہ جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے. تم تو اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں. اس سے عجیب تر واقع یہ ہے کہ ایک شخص[1] رات کے وقت (شہد میں) گندھا ہوا حلوہ ایک سر بند برتن میں لیے ہوئے ہمارے گھر پر آیا جس سے مجھے ایسی نفرت تھی کہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ سانپ کے تھوک یا اس کی قے میں گوندھا گیا ہے. میں نے اُس سے کہا کہ کیا یہ کسی بات کا انعام ہے یا زکوٰۃ ہے یا صدقہ ہے کہ جو ہم اہل بیت پر حرام ہے. تو اس نے کہا کہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے بلکہ یہ تحفہ ہے. تو میں نے کہا کہ پسر مردہ عورتیں تجھ پر روئیں کیا تو دین کی راہ سے مجھے فریب دینے کے لیے آیا ہے. کیا تو بہک گیا ہے؟ یا پاگل ہو گیا ہے یا یونہی ہذیان بک رہا ہے. خُدا کی قسم! اگر ہفت اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمانوں کے نیچے ہیں مجھے دے دیے جائیں. صرف اللہ کی اتنی معصیت کروں کہ میں چیونٹی سے جَو کا ایک چھلکا چھین لوں تو کبھی بھی ایسا نہ کروں گا. یہ دنیا تو میرے نزدیک اُس پتّی سے بھی زیادہ بے قدر ہے

[1] یہ اشعث ابنِ قیس تھا:

لَاَهْوَنُ مِنْ وَرَقَةٍ فِیْ فَمِ جَرَادَةٍ تَقْضَمُهَا مَا لِعَلِیٍّ وَلِنَعِیْمٍ یَفْنیٰ وَلَذَّةٍ لَا تَبْقیٰ ۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُبَاتِ الْعَقْلِ وَ قُبْحِ الزَّلَلِ وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ ۔

جو ٹڈی کے مُنہ میں ہو کہ جسے وہ چبا رہی ہو۔ علیؑ کو فنا ہونے والی نعمتوں اور مٹ جانے والی لذّتوں سے کیا واسطہ۔ ہم عقل کے خوابِ غفلت میں پڑ جانے اور لغزشوں کی بُرائیوں سے خدا کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اُسی سے مدد کے خواستگار ہیں۔

خُطبہ ۲۲۲

(وَمِنْ دُعَاءٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ صُنْ وَجْهِیْ بِالْیَسَارِ، وَلَا تَبْذُلْ جَاهِیْ بِالْاِقْتَارِ فَاَسْتَرْزِقَ طَالِبِیْ رِزْقِكَ، وَ اَسْتَعْطِفَ شِرَارَ خَلْقِكَ، وَ اُبْتَلٰی بِحَمْدِ مَنْ اَعْطَانِیْ، وَ اُفْتَتَنَ بِذَمِّ مَنْ مَنَعَنِیْ، وَ اَنْتَ مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ وَلِیُّ الْاِعْطَآءِ وَالْمَنْعِ ۔ "اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"۔

خُدایا! میری آبرو کو غناؤ تونگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقرو تنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں اور تیرے بندوں کی نگاہِ لطف وکرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنّا کروں اور جو مجھے دے اُس کی مدح وثنا کرنے لگوں اور جو نہ دے اُس کی بُرائی کرنے میں مُبتلا ہو جاؤں اور ان سب چیزوں کے پسِ پردہ تو ہی عطا کرنے اور روک لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ "بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

خُطبہ ۲۲۳

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

دَارٌ بِالْبَلَآءِ مَحْفُوْفَةٌ، وَبِالْغَدْرِ مَعْرُوْفَةٌ ۔ لَا تَدُوْمُ اَحْوَالُهَا، وَ لَا تَسْلَمُ نُزَّالُهَا اَحْوَالٌ مُّخْتَلِفَةٌ وَتَارَاتٌ مُّتَصَرِّفَةٌ الْعَیْشُ فِیْهَا مَذْمُوْمٌ وَالْاَمَانُ فِیْهَا مَعْدُوْمٌ ۔ وَاِنَّمَا اَهْلُهَا فِیْهَا اَغْرَاضٌ مُّسْتَهْدَفَةٌ تَرْمِیْهِمْ

(یہ دنیا) ایک ایسا گھر ہے جو بلاؤں میں گھرا ہوا اور فریب کاریوں میں شہرت یافتہ ہے اس کے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے اور نہ اس میں فروکش ہونے والے صحیح وسالم رہ سکتے ہیں۔ اس کے حالات مختلف اور اطوار ادلنے بدلنے والے ہیں۔ خوش گذرانی کی صورت اس میں قابلِ مذمّت اور امن وسلامتی کا اس میں پتہ نہیں۔ اس کے رہنے والے تیر اندازی کے ایسے نشانے

بِسِهَامِهَا وَ تُفْنِيهِمْ بِحِمَامِهَا۔
وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّكُمْ
وَمَا اَنْتُمْ فِيهِ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا
عَلٰى سَبِيلِ مَنْ قَدْ مَضٰى قَبْلَكُمْ
مِمَّنْ كَانَ اَطْوَلَ مِنْكُمْ اَعْمَارًا،
وَ اَعْمَرَ دِيَارًا، وَاَبْعَدَ اٰثَارًا،
اَصْبَحَتْ اَصْوَاتُهُمْ هَامِدَةً، وَ
رِيَاحُهُمْ رَاكِدَةً، وَاَجْسَادُهُمْ
بَالِيَةً، وَدِيَارُهُمْ خَالِيَةً، وَ
اٰثَارُهُمْ عَافِيَةً۔ فَاسْتَبْدَلُوا
بِالْقُصُورِ الْمُشَيَّدَةِ وَالنَّمَارِقِ
الْمُمَهَّدَةِ، الصُّخُورَ وَالْاَحْجَارَ
الْمُسَنَّدَةَ، وَالْقُبُورَ اللَّاطِئَةَ
الْمُلْحَدَةَ. الَّتِي قَدْ بُنِيَ
بِالْخَرَابِ فِنَاؤُهَا، وَشُيِّدَ
بِالتُّرَابِ بِنَاؤُهَا۔ فَمَحَلُّهَا
مُقْتَرِبٌ، وَ سَاكِنُهَا مُغْتَرِبٌ۔
بَيْنَ اَهْلِ مَحَلَّةٍ مُوحِشِينَ وَ
اَهْلِ فَرَاغٍ مُتَشَاغِلِينَ لَا
يَسْتَاْنِسُونَ بِالْاَوْطَانِ، وَلَا
يَتَوَاصَلُونَ تَوَاصُلَ الْجِيرَانِ
عَلٰى مَا بَيْنَهُمْ مِنْ قُرْبِ
الْجِوَارِ وَ دُنُوِّ الدَّارِ وَ كَيْفَ
يَكُونُ بَيْنَهُمْ تَزَاوُرٌ وَ قَدْ
طَحَنَهُمْ بِكَلْكَلِهِ الْبِلٰى وَاَكَلَتْهُمُ

ہیں کہ جن پر دُنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت
کے ذریعہ انہیں فنا کرتی رہتی ہے۔
اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ
تمھیں اور اِس دنیا کی اُن چیزوں کو کہ جن میں تم ہو انہی
لوگوں کی راہ پر گزرنا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ جو
تم سے زیادہ لمبی عمروں والے، تم سے زیادہ آباد گھروں
والے اور تم سے زیادہ پائدار نشانیوں والے تھے ان کی
آوازیں خاموش ہو گئیں، بندھی ہوائیں اُکھڑ گئیں،
بدن گل سڑ گئے، گھر سُنسان ہو گئے، اور نام ونشان
تک مِٹ گئے۔ اُنہوں نے مضبوط محلوں اور بچھی ہوئی
مسندوں کو پتھروں اور چُنی ہوئی سلوں اور پیوند زمین
ہونے والی (اور) لحد والی قبروں سے بدل لیا کہ
جن کے صحنوں کی بُنیاد تباہی و ویرانی پر ہے، اور
مٹی ہی سے ان کی عمارتیں مضبوط کی گئی ہیں۔ ان قبروں
کی جگہیں آپس میں نزدیک نزدیک ہیں اور ان میں
بسنے والے دور افتادہ مُسافر ہیں ایسے مقام میں کہ جہاں
وہ بوکھلائے ہوئے ہیں اور ایسی جگہ میں کہ جہاں (دُنیا
کے کاموں سے) فارغ ہو کر آخرت کی فکروں میں مشغول
ہیں۔ وہ اپنے وطن سے اُنس نہیں رکھتے اور نزدیک
کی ہمسائیگی اور گھروں کے قُرب کے باوجود ہمسایوں
کی طرح آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور کیونکر آپس
میں ملنا جُلنا ہو سکتا ہے۔ جبکہ بوسیدگی و تباہی نے
اپنے سینہ سے انھیں پیس ڈالا ہے اور پتھروں اور
مٹی نے انھیں کھا لیا ہے۔ تم بھی یہی سمجھو کہ (گویا) وہیں
پہنچ گئے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں اور اسی خواب گاہ (قبر) نے

اَلْجَنَادِلُ وَالثَّرٰی وَ کَانَ قَدْ صِرْتُمْ اِلٰی مَا صَارُوْا اِلَیْہِ، وَارْتَهَنَكُمْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعُ، وَضَمَّكُمْ ذٰلِكَ الْمُسْتَوْدَعُ۔ فَكَيْفَ بِكُمْ لَوْ تَنَاهَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ، وَ بُعْثِرَتِ الْقُبُوْرُ "هُنَالِكَ تَبْلُوْ كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ، وَرُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ"۔

تمھیں بھی جکڑ لیا ہے اور اسی امانت گاہ (لحد) نے تمھیں بھی چمٹا لیا ہے۔ اس وقت تمھاری حالت کیا ہو گی کہ جب تمھارے سارے مرحلے اِنتہا کو پہنچ جائیں گے اور قبروں سے نکل کھڑے ہوگے۔ وہاں ہر شخص اپنے اعمال کے (نفع و نقصان) کی جانچ کرے گا اور وہ اپنے سچے مالک خدا کی طرف پلٹائے جائیں گے اور جو کچھ افتراء پردازیاں کرتے تھے ان کے کام نہ آئیں گی۔

خطبہ ۲۲۴

(وَمِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اٰنَسُ الْاٰنِسِيْنَ لِاَوْلِيَآئِكَ، وَ اَحْضَرُهُمْ بِالْكِفَايَةِ لِلْمُتَوَكِّلِيْنَ عَلَيْكَ۔ تُشَاهِدُهُمْ فِيْ سَرَآئِرِهِمْ، وَتَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ فِيْ ضَمَآئِرِهِمْ وَتَعْلَمُ مَبْلَغَ بَصَآئِرِهِمْ۔ فَاَسْرَارُهُمْ لَكَ مَكْشُوْفَةٌ، وَقُلُوْبُهُمْ اِلَيْكَ مَلْهُوْفَةٌ۔ اِنْ اَوْحَشَتْهُمُ الْغُرْبَةُ اٰنَسَهُمْ ذِكْرُكَ، وَ اِنْ صُبَّتْ عَلَيْهِمُ الْمَصَآئِبُ لَجَؤُوْا اِلَى الْاِسْتِجَارَةِ بِكَ عِلْمًا بِاَنَّ اَزِمَّةَ الْاُمُوْرِ بِيَدِكَ وَمَصَادِرَهَا عَنْ قَضَآئِكَ۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ فَهِهْتُ عَنْ مَسْاَلَتِيْ اَوْ عَمِيْتُ عَنْ طِلْبَتِيْ فَدُلَّنِيْ عَلٰى

اے اللہ! تو اپنے دوستوں کے ساتھ تمام اُنس رکھنے والوں سے زیادہ مانوس ہے اور جو تجھ پر بھروسہ رکھنے والے ہیں ان کی حاجت روائی کے لیے ہمہ وقت پیش پیش ہے۔ تو ان کی باطنی کیفیتوں کو دیکھتا اور ان کے چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا اور ان کی بصیرتوں کی رسائی سے باخبر ہے۔ ان کے راز تیرے سامنے آشکارا اور اُن کے دل تیرے آگے فریادی ہیں۔ اگر تنہائی سے اِن کا جی گھبراتا ہے تو تیرا ذکر ان کا دل بہلاتا ہے۔ اگر مصیبتیں ان پر پڑتی ہیں تو وہ تیرے دامن میں پناہ لینے کے لیے ملتجی ہوتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ سب چیزوں کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہے اور اُن کے نفاذ پذیر ہونے کی جگہیں تیرے ہی فیصلوں سے وابستہ ہیں۔

خدایا! اگر میں سوال کرنے سے عاجز رہوں یا اپنے مقصود پر نظر نہ ڈال سکوں تو تو میری مصلحتوں کی طرف

مَصَالِحِي، وَخُذْ بِقَلْبِي إِلَى مَرَاشِدِي، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِنُكْرٍ مِنْ هِدَايَاتِكَ وَلَا بِبِدْعٍ مِنْ كِفَايَاتِكَ۔

اَللّٰهُمَّ احْمِلْنِي عَلَى عَفْوِكَ وَلَا تَحْمِلْنِي عَلَى عَدْلِكَ۔

رہنمائی فرما اور میرے دل کو اصلاح و بہبودی کی صحیح منزل پر پہنچا۔ یہ چیز تیری رہنمائیوں اور حاجت روائیوں کو دیکھتے ہوئے کوئی نرالی نہیں۔

خدایا! میرا معاملہ اپنے عفو و بخشش سے طے کر نہ اپنے عدل و انصاف کے معیار سے۔

خطبہ ۲۲۵

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

لِلّٰهِ بِلَاءُ فُلَانٍ فَقَدْ قَوَّمَ الْأَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ۔ خَلَّفَ الْفِتْنَةَ وَأَقَامَ السُّنَّةَ۔ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ، قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا۔ أَدَّى إِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ۔ رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِي طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لَا يَهْتَدِي فِيهَا الضَّالُّ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِي۔

فلاں[1] شخص کی کارکردگیوں کی جزا اللہ دے اُنھوں نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا مرض کا چارہ کیا۔ فتنہ و فساد کو پیچھے چھوڑ گئے۔ سنت کو قائم کیا صاف ستھرے دامن اور کم عیبوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے (دنیا کی) بھلائیوں کو پا لیا اور اس کی شرانگیزیوں سے آگے بڑھ گئے۔ اللہ کی اطاعت بھی کی اور اس کا پورا پورا خوف بھی کھایا۔ خود چلے گئے اور لوگوں کو ایسے متفرق راستوں میں چھوڑ گئے جن میں گم کردہ راہ راستہ نہیں پا سکتا اور ہدایت یافتہ یقین تک نہیں پہنچ سکتا۔

---

[1] ابنِ ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ لفظ فلاں کنایہ ہے حضرت عمر سے اور یہ کلمات انہی کی مدح و توصیف میں کہے گئے ہیں جیسا کہ سید رضی کے تحریر کردہ نسخہ نہج البلاغہ میں لفظ فلاں کے نیچے انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا لفظ عمر موجود تھا یہ ہے ابن ابی الحدید کا دعویٰ، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر سید رضی نے بطور تشریح حضرت عمر کا نام لکھا ہوتا تو جس طرح انکے دوسرے تشریحات موجود ہیں اس تشریح کو بھی موجود ہونا چاہیئے تھا اور ان نسخوں میں بھی اس کا وجود ہونا چاہیے تھا کہ جو ان کے نسخہ سے نقل ہوتے رہتے ہیں چنانچہ اب بھی موصل میں مستعصم باللہ کے دور کے شہرۂ آفاق خطاط یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا قدیم ترین نہج البلاغہ کا نسخہ موجود ہے۔ مگر سید رضی کی اس تشریح کی نشان وہی کسی ایک نے بھی نہیں کی، اور اگر ابنِ ابی الحدید کی اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اسے زائد سے زائد جناب رضی کی ذاتی رائے کہا جا سکتا ہے

جسے کسی قوی دلیل کی موجودگی میں بطور مؤید تو پیش کیا جا سکتا ہے مگر مستقلاً اس شخصی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔

حیرت ہے کہ ابنِ ابی الحدید ساتویں ہجری میں سیّد رضی کے ڈھائی سو برس بعد یہ افادہ فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر مُراد ہیں اور یہ کہ خود سیّد رضی نے اس کی تصریح کر دی تھی چنانچہ ان کے تتبع میں بعض دوسرے شارحین نے بھی یہی لکھنا شروع کر دیا۔ لیکن سیّد رضی کے معاصرین میں سے جن لوگوں نے بھی نہج البلاغہ کے متعلق کچھ لکھا ہے ان کی تحریرات میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حالانکہ بحیثیت معاصر ہونے کے سیّد رضی کی تحریر پر انہیں زیادہ مطلع ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ علاّمہ علی ابن الناصر جو جناب سیّد رضی کے ہمعصر تھے اور انہی کے دور میں نہج البلاغہ کی شرح اعلام نہج البلاغہ کے نام سے لکھتے ہیں وہ اس خُطبہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:۔

مدح بعض اصحابہ بحسن السیرۃ وانہ مات قبل الفتنۃ التی وقعت بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک ایسے شخص کو حُسنِ سیرت کے ساتھ سراہا ہے کہ جو پیغمبر کے بعد پیدا ہونے والے فتنہ سے پہلے ہی انتقال کر چکا تھا۔

اس کی تائید علاّمہ قطب الدین راوندی متوفی ۵۷۳ھ کی شرح نہج البلاغہ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابنِ مثیم نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:۔

انّما اراد بعض اصحابہ فی زمن رسول اللّٰہ ممن مات قبل وقوع الفتنۃ وانتشارھا۔

حضرت نے اس سے زمانہ پیغمبر کے اپنے ایک ایسے ساتھی کو مُراد لیا ہے جو فتنہ کے برپا ہونے اور پھیلنے سے پہلے ہی رحلت کر چکا تھا۔

* * * * *

اگر یہ کلمات حضرتِ عمر کے متعلق ہوتے اور اس کے متعلق کوئی قابلِ اعتماد سند ہوتی تو ابنِ ابی الحدید اس سند و روایت کو درج کرتے اور اس کا ذکر تاریخ میں آتا اور زبانوں پر اس کا چرچا ہوتا، مگر یہاں تو اثباتِ مُدعا کے لیے خود ساختہ قرائن کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ چنانچہ وہ "خیرھا وشرھا" کی ضمیر کا مرجع خلافت کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کلمات ایسے ہی شخص پر صادق آ سکتے ہیں جو تسلّط و اقتدار رکھتا ہو، کیونکہ اقتدار کے بغیر ناممکن ہے کہ سنّت کی ترویج اور بدعت کی روک تھام کی جا سکے۔ یہ ہے اس دلیل کا خلاصہ جسے اس مقام پر پیش کیا ہے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ ضمیر کا مرجع خلافت ہے بلکہ وہ ضمیر دنیا کی طرف راجع ہو سکتی ہے جو سیاق کلام سے مستفاد ہے اور مفادِ عامہ کی حفاظت اور ترویج سُنّت کے لیے اقتدار کی شرط لگا دینا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند کر دیتا ہے حالانکہ خداوندِ عالم نے شرطِ اقتدار کے بغیر اُمّت کے ایک گروہ پر یہ فریضہ عائد کیا ہے۔

ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔

تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:۔

لایزال الناس بخیر ما امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وتعاونوا علی البرّ والتقویٰ۔

لوگ جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں گے اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے رہیں گے وہ بھلائی پر باقی رہیں گے۔ یونہی امیرالمومنینؑ اپنی ایک وصیّت میں عمومیّت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:۔

اقیموا ھٰذین العمودین واوقدوا ھٰذین المصباحین۔

توحید اور سُنّت کے ستونوں کو قائم کرو اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھو۔

اِن ارشادات میں کہیں بھی اس طرف اشارہ نہیں کہ اس فریضہ کی انجام دہی حکومت اور اقتدار کے بغیر نہیں ہوسکتی اور واقعات بھی یہ بتاتے ہیں کہ امراؤ سلاطین لشکرو سپاہ اور قوت وطاقت کے باوجود بُرائیوں کو اس حد تک نہ مٹا سکے اور نیکیوں کو اِس قدر رواج نہ دے سکے جس قدر بعض گم نام اور شکستہ حال درویش دل ودماغ پر اپنی رُوحانیت کا نقش بٹھا کر اخلاقی رفعتوں کو اُبھار گئے۔ حالانکہ ان کی پُشت پر نہ فوج نہ سپاہ ہوتی تھی اور نہ بے سروسامانی کے علاوہ کوئی سروسامان ہوتا تھا بے شک تسلّط واقتدار سروں کو جُھکا سکتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ دِلوں میں نیکی کی راہ بھی پیدا کر سکے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بیشتر اسلامی تاجداروں نے اسلامی خدوخال کو مٹا کر رکھ دیا اور اِسلام اپنے بقاءِ فروغ میں صرف اُن بے نواؤں کا مرہُونِ منّت رہا جن کی جھولی میں فقرو نامرادی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا۔

اگر اسی پر اصرار ہو کہ اس سے صرف ایک حکمران ہی مُراد لیا جاسکتا ہے تو کیوں نہ اِس سے حضرت کا کوئی ایسا ساتھی مُراد لیا جائے جو کسی صوبہ پر حکمران رہ چکا ہو جیسے حضرت سلمان فارسی جن کی تجہیز وتکفین کے لیے حضرت مدائن تشریف لے گئے اور بعید نہیں کہ ان کے دفن کرنے کے بعد اِن کی زندگی اور آئینِ حکمرانی پر تبصرہ فرماتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوں پھر یہ سمجھنا کہ وہ حضرت عمر ہی کے متعلق الفاظ ہیں بلا دلیل ہی تو ہے۔ آخر میں اثبات مُدعا کے لیے طبری کی اس روایت کو پیش کیا ہے:۔

عن المغیرة ابن شعبة قال لما مات عمر رضی اللہ عنہ بکتہ ابنة ابی حثمة فقالت واعمراہ اقام الاود وابرأ العمد امات الفتن واحیی السنن خرج نقی الثوب بریئًا من العیب (قال) وقال المغیرة ابن شعبة لما دفن عمر اتیت علیًا وانا احب ان اسمع

مغیرہ ابن شعبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ انتقال کر گئے تو بنت ابی حثمہ نے روتے ہوئے کہا کہ ہائے عمر تُو وہ تھا جس نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا بیماریوں کو دُور کیا فتنوں کو مٹایا اور سُنّتوں کو زندہ کیا، پاکیزہ دامن اور عیبوں سے بچ کر چل بسا۔ (مؤرخ طبری کہتے ہیں کہ) مغیرہ نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر دفن ہوگئے تو میں حضرت علیؑ کے پاس آیا اور میں چاہتا تھا کہ آپ سے حضرت عمر کے بارے

منه فی عمر شیئاً فخرج ینفض راسه وھو ملتحف بثوب لا یشك ان الامر یصیر الیه فقال یرحم الله ابن الخطاب لقد صدقت ابنة ابی حثمة لقد ذھب بخیرھا و نجا من شرّھا اما والله ما قالت ولکن قولت۔

(طبری۔ ج ۳۔ ص ۲۸۵)

میں کچھ سنوں۔ چنانچہ میرے جانے پر حضرت باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ آپ غسل فرما کر ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور سر اور داڑھی کے بالوں کو جھٹک رہے تھے اور آپ کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا کہ خلافت آپ ہی کی طرف پلٹے گی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا خدا ابنِ خطاب پر رحم کرے۔ بنت ابی حثمہ نے سچ کہا ہے کہ وہ خلافت کے فائدے اُٹھا گئے اور بعد میں پیدا ہونے والے فتنوں سے بچ نکلے۔ خدا کی قسم بنت ابی حثمہ نے کہا نہیں بلکہ اس سے کہلوایا گیا ہے۔

اس واقعہ کا راوی مغیرہ ابن شعبہ ہے جس کا اُمِ جمیل کے ساتھ فعلِ بد کا مرتکب ہونا اور شہادت کے باوجود حضرت عمر کا اُسے حد سے بچا لے جانا اور معاویہ کے حکم سے اس کا کوفہ میں علانیہ امیرالمومنینؑ پر سب و شتم کرنا تاریخی مسلمات میں سے ہے۔ اس بناء پر اس کی روایت کا جو وزن ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور پھر درایتہً بھی اس روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مغیرہ کا یہ کہنا کہ امیرالمومنینؑ کو اپنی خلافت میں کوئی شبہ نہ تھا حقیقت کے خلاف ہے آخر وہ کون سے قرائن تھے جن سے اُس نے یہ اندازہ لگایا جبکہ تاریخی حقائق اس کے سراسر خلاف ہیں اور اگر کسی کی خلافت یقینی تھی تو وہ حضرتِ عثمان تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن ابنِ عوف نے شورای کے موقع پر امیرالمومنین سے کہا کہ:۔

یاعلی لاتجعل علی نفسك سبیلاً فانی قد نظرت وشاورت الناس فاذا ھم لایعدلون بعثمان۔ (طبری۔ ج ۳۔ ص ۲۹۷)

اے علیؑ تم اپنے لیے ضرر کی صُورت پیدا نہ کرو میں نے دیکھ بھال لیا ہے اور لوگوں سے مشورہ بھی لیا ہے، وہ سب عثمان کو چاہتے ہیں۔

چنانچہ حضرت کو خلافت کے نہ ملنے کا پورا یقین تھا جیسا کہ خُطبہ شقشقیہ کے ذیل میں تاریخ طبری سے نقل کیا جا چکا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے ارکانِ شورای کے نام دیکھتے ہی عباس ابنِ عبدالمطلب سے فرما دیا تھا کہ خلافت عثمان کے علاوہ کسی اور کو نہیں مل سکتی۔ کیونکہ تمام اختیارات عبدالرحمٰن کو سونپ دیے گئے ہیں اور وہ عثمان کے بہنوئی ہوتے ہیں اور سعد ابنِ ابی وقاص، عبدالرحمٰن کے عزیز و ہم قبیلہ ہیں اور یہ دونوں مل کر خلافت انہی کو دیں گے۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا جذبہ تھا جس نے مغیرہ کے دل میں یہ تڑپ پیدا کی کہ وہ حضرت عمر کے متعلق امیرالمومنین سے کچھ کہلوائے، اگر وہ یہ جانتا تھا کہ حضرت ان کے متعلق اچھے خیالات رکھتے ہیں تو انکے تاثرات کا بھی اندازہ ہو سکتا تھا اور اگر یہ سمجھتا تھا کہ امیرالمومنینؑ ان کے متعلق حُسنِ ظن نہیں رکھتے تو پُوچھنے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا کہ آپ جو کچھ فرمائیں اسے اُچھال کر فضا کو ان کے خلاف اور ارکانِ شوریٰ کو ان سے بدظن کیا جائے اور ارکانِ شوریٰ کے نظریات

تو اِسی سے ظاہر ہیں کہ وہ انتخاباتِ خلافت میں سیرت شیخین کی پابندی لگا کر شیخین سے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان حالات میں جب مغیرہ نے یہ سازش کرنا چاہی تو آپ نے حکایت واقعہ کے طور پر فرمایا

اس جملہ کو مدح و توصیف سے کوئی لگاؤ نہیں، یقیناً وہ اپنے دور میں ہر طرح کے فائدے اُٹھاتے رہے اور بعد میں پیدا ہونے والے فتنوں سے ان کا دَور خالی رہا۔ ابنِ ابی الحدید اِس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :۔

وھذا کما تریٰ یقوی الظن ان المراد و المعنی بالکلام ھو عمر ابن الخطاب۔

اِس روایت سے یہ ظن قوی ہو جاتا ہے کہ اس کلام سے مُراد و مقصوُد عمر ابنِ خطاب ہیں۔

اگر اِس کلام سے وُہ کلمات مُراد ہیں جو بنت ابی حشمہ نے کہے ہیں کہ جن کے متعلق امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ یہ اِس کے دِل کی آواز نہیں بلکہ اس سے کہلوائے گئے ہیں تو بیشک اس سے حضرت عمر مُراد ہیں۔ لیکن یہ کہ یہ الفاظ امیرالمومنینؑ نے ان کی مدح میں کہے ہیں تو یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس روایت سے تو صراحتہً یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بنت ابی حشمہ نے کہے تھے، خُدا جانے کس بنا پر۔ بنت ابی حشمہ کے الفاظ کو درج کر کے یہ دعویٰ کرنے کی جرأت کی جاتی ہے کہ یہ الفاظ امیرالمومنینؑ نے حضرت عمر کے بارے میں کہے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے کسی موقع پر یہ الفاظ کسی کے متعلق کہے ہوں گے۔ اور بنت ابی حشمہ نے حضرت عمر کے انتقال پر ان سے ملتے جُلتے ہوئے الفاظ کہے تو حضرت علیؑ کے کلمات کو بھی حضرت عمر کی مدح میں سمجھ لیا گیا ورنہ عقل اعتزال کے علاوہ کوئی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی کہ بنت ابی حشمہ کے کہے ہوئے الفاظ کو اس کی دلیل قرار دیا جائے کہ امیرالمومنینؑ نے حضرت عمر کی مدح میں الفاظ فرمائے ہیں۔ کیا خطبہ شقشقیہ کے تصریحات کے بعد یہ توقع ہو سکتی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے ایسے الفاظ کہے ہوں گے۔ اور پھر غور طلب بات یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ حضرت عمر کی رحلت کے موقع پر فرمائے ہوتے تو جب آپ شوریٰ کے موقعہ پر علانیہ سیرت شیخین کو تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیتے ہیں تو آپ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ کل تو آپ یہ فرما رہے تھے کہ اُنھوں نے سُنّت کو قائم کیا اور بدعت کو مٹایا تو جب اِن کی سیرت سُنّت سے ہمنوا ہے، تو پھر سُنّت کو تسلیم کرنے کے بعد سیرت سے انکار کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔

خطبہ ۲۲۶

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
فِیْ وَصْفِ بَيْعَتِهٖ بِالْخِلَافَةِ وَقَدْ تَقَدَّمَ مِثْلُهٗ بِاَلْفَاظٍ مُّخْتَلِفَةٍ؛

آپ کی بیعت کے بیان میں ایسا ہی ایک خُطبہ اِس سے قبل اس سے کچھ مختلف لفظوں میں گزر چکا ہے

وَبَسَطْتُّمْ يَدِیْ فَكَفَفْتُهَا، وَمَدَدْتُّمُوْهَا فَقَبَضْتُهَا، ثُمَّ تَدَاكَكْتُمْ عَلَیَّ تَدَاكَّ الْاِبِلِ

تم نے (بیعت کے لیے) میرا ہاتھ (اپنی طرف) پھیلانا چاہا تو میں نے اُسے روکا اور تم نے کھینچا تو میں اُسے سمیٹتا رہا مگر تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح

إِلَيْهِمْ عَلَىٰ حِيَاضِهَا يَوْمَ وُرُودِهَا حَتَّىٰ انْقَطَعَتِ النَّعْلُ وَسَقَطَتِ الرِّدَاءُ وَوُطِئَ الضَّعِيفُ وَبَلَغَ مِنْ سُرُورِ النَّاسِ بِبَيْعَتِهِمْ إِيَّايَ أَنِ ابْتَهَجَ بِهَا الصَّغِيرُ وَهَدَجَ إِلَيْهَا الْكَبِيرُ وَتَحَامَلَ نَحْوَهَا الْعَلِيلُ، وَحَسَرَتْ إِلَيْهَا الْكِعَابُ۔

پیاسے اونٹ پانی پینے کے پانی تالابوں پر ٹوٹتے ہیں، یہاں تک کہ جوتی (کے تسمے) ٹوٹ گئے اور عبا کاندھے سے گر گئی۔ کمزور و ناتواں کچلے گئے اور میری بیعت پر لوگوں کی مسرت یہاں تک پہنچ گئی کہ چھوٹے چھوٹے بچے خوشیاں منانے لگے اور بوڑھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بیعت کے لیے بڑھے۔ بیمار بھی اٹھتے بیٹھتے ہوئے پہنچ گئے اور نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل کر دوڑ پڑیں۔

خطبہ ۲۲۷

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَإِنَّ تَقْوَى اللهِ مِفْتَاحُ سَدَادٍ وَذَخِيرَةُ مَعَادٍ ـ وَعِتْقٌ مِنْ كُلِّ مَلَكَةٍ، وَنَجَاةٌ مِنْ كُلِّ هَلَكَةٍ۔ بِهَا يَنْجَحُ الطَّالِبُ وَيَنْجُو الْهَارِبُ ـ وَتُنَالُ الرَّغَائِبُ ـ فَاعْمَلُوا وَالْعَمَلُ يُرْفَعُ، وَالتَّوْبَةُ تَنْفَعُ، الدُّعَاءُ يُسْمَعُ۔ وَالْحَالُ هَادِئَةٌ، وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ۔ وَبَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ عُمُرًا نَاكِسًا، وَمَرَضًا حَابِسًا أَوْ مَوْتًا خَالِسًا۔ فَإِنَّ الْمَوْتَ هَادِمُ لَذَّاتِكُمْ وَمُكَدِّرُ شَهَوَاتِكُمْ، وَمُبَاعِدُ طِيَّاتِكُمْ زَائِرٌ غَيْرُ مَحْبُوبٍ، وَقِرْنٌ غَيْرُ مَغْلُوبٍ، وَوَاتِرٌ غَيْرُ مَطْلُوبٍ،

بے شک اللہ کا خوف ہدایت کی کلید اور آخرت کا ذخیرہ ہے (خواہشوں کی) ہر غلامی سے آزادی اور ہر تباہی سے رہائی کا باعث ہے۔ اس کے ذریعہ طلبگار منزلِ مقصود تک پہنچتا اور (سختیوں سے) بھاگنے والا نجات پاتا ہے اور مطلوبہ چیزوں تک پہنچ جاتا ہے۔ (اچھے) اعمال بجا لے آؤ، ابھی جبکہ اعمال بلند ہو رہے ہیں توبہ فائدہ دے سکتی ہے۔ پکار سنی جا رہی ہے۔ حالات پُرسکون اور (کراماً کاتبین کے) قلم رواں ہیں۔ ضعف و پیری کی طرف پلٹانے والی عمر زنجیر پا بن جانے والے مرض اور جھپٹ لینے والی موت سے پہلے اعمال کی طرف جلدی کرو کیونکہ موت تمہاری لذتوں کو تباہ کرنے والی خواہشات کو مکدّر بنانے والی اور تمہاری منزلوں کو دور کر دینے والی ہے۔ یہ ناپسندیدہ ملاقاتی اور شکست نہ کھانے والا حریف ہے اور ایسی خونخوار ہے کہ اس سے (خون بہا کا) مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس

قَدْ اَعْلَقَتْكُمْ حَبَائِلُهٗ، وَتَكَنَّفَتْكُمْ
غَوَائِلُهٗ، وَاَقْصَدَتْكُمْ مَعَابِلُهٗ،
وَعَظُمَتْ فِيْكُمْ سَطْوَتُهٗ وَ
تَتَابَعَتْ عَلَيْكُمْ عَدْوَتُهٗ، وَ
قَلَّتْ عَنْكُمْ نَبْوَتُهٗ. فَيُوْشِكُ
اَنْ تَغْشَاكُمْ دَوَاجِيْ ظُلَلِهٖ
وَاحْتِدَامُ عِلَلِهٖ. وَحَنَادِسُ
غَمَرَاتِهٖ، وَغَوَاشِيْ سَكَرَاتِهٖ
وَاَلِيْمُ اِرْهَاقِهٖ، وَدُجُوُّ
اِطْبَاقِهٖ وَجُشُوْبَةُ مَذَاقِهٖ
فَكَاَنْ قَدْ اَتَاكُمْ بَغْتَةً
فَاَسْكَتَ نَجِيَّكُمْ، وَفَرَّقَ
نَدِيَّكُمْ، وَعَفّٰى اٰثَارَكُمْ وَ
عَطَّلَ دِيَارَكُمْ وَبَعَثَ وُرَّاثَكُمْ
يَقْتَسِمُوْنَ تُرَاثَكُمْ بَيْنَ
حَمِيْمٍ خَاصٍّ لَمْ يَنْفَعْ وَقَرِيْبٍ
مَحْزُوْنٍ لَمْ يَمْنَعْ، وَاٰخَرَ
شَامِتٍ لَمْ يَجْزَعْ. فَعَلَيْكُمْ
بِالْجِدِّ وَالْاِجْتِهَادِ، وَالتَّاَهُّبِ
وَالْاِسْتِعْدَادِ، وَالتَّزَوُّدِ فِيْ مَنْزِلِ
الزَّادِ. وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الدُّنْيَا كَمَا
غَرَّتْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ
الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَالْقُرُوْنِ
الْخَالِيَةِ الَّذِيْنَ احْتَلَبُوْا دِرَّتَهَا
وَاَصَابُوْا غِرَّتَهَا، وَاَفْنَوْا عِدَّتَهَا

کے پھندے تمھیں جکڑے ہوئے ہیں اور اس کی تباہ کاریاں
تمھیں گھیرے ہوئے ہیں اور اس کے (تیروں کے) پھل
تمھیں سیدھا نشانہ بناتے ہوئے ہیں اور تم پر اس کا
غلبہ و تسلط عظیم اور تم پر اس کا ظلم و تعدی برابر جاری ہے
اور اس کے وار کے خالی جانے کا امکان کم ہے.
قریب ہے کہ سحاب مرگ کی تیرگیاں، مرض الموت کے
لوکے، جان لیوا سختیوں کے اندھیرے، سانس اکھڑنے کی
مدہوشیاں، جان کنی کی اذیتیں، اس کے ہر طرف سے
چھا جانے کی تاریکی اور کام و دہن کے لیے اس کی
بدمزگی تمھیں گھیر لے گویا کہ وہ تم پر اچانک آپڑی ہے
کہ جس نے تمھارے ساتھ چھپکے چھپکے باتیں کرنے والے
کو خاموش کر دیا اور تمھاری جماعت کو متفرق و پراگندہ
کر دیا اور تمھارے نشانات کو مٹا دیا اور تمھارے گھروں
کو سنسان کر دیا. اور تمھارے وارثوں کو تیار کر دیا، کہ
وہ تمھارے ترکہ کو مخصوص عزیزوں میں کہ جنھوں نے
تمھیں کچھ ہی فائدہ نہ دیا اور ان غم زدہ قریبیوں میں
کہ جو (موت کو) روک نہ سکے اور ان خوش ہونے والے
(رشتہ داروں) میں جو ذرا بے چین نہیں ہوئے تقسیم کرلیں
لہٰذا تمھیں لازم ہے کہ تم سعی و کوشش کرو، اور
(سفر آخرت کے لیے) تیار ہو جاؤ اور سروسامان مہیا
کرو اور زاد مہیا کر لینے والی منزل سے زاد فراہم کرلو، دنیا
تمھیں فریب نہ دے. جس طرح تم سے پہلے گزر جانے
والی امتوں اور گزشتہ لوگوں کو فریب دیا کہ جنھوں نے
اس دنیا کا دودھ دوہا اور اس کی غفلت سے فائدہ
اٹھا لے گئے اور اس کے گنے چنے (دنوں کو) فنا اور

وَأَخْلَقُوا جِدَّتَهَا وَأَصْبَحَتْ مَسَاكِنُهُمْ أَجْدَاثًا، وَأَمْوَالُهُمْ مِيرَاثًا. لَا يَعْرِفُونَ مَنْ أَتَاهُمْ، وَلَا يَحْفِلُونَ مَنْ بَكَاهُمْ، وَلَا يُجِيبُونَ مَنْ دَعَاهُمْ فَاحْذَرُوا الدُّنْيَا فَإِنَّهَا غَدَّارَةٌ، غَرَّارَةٌ خَدُوعٌ، مُعْطِيَةٌ مَنُوعٌ، مُلْبِسَةٌ نَزُوعٌ. لَا يَدُومُ رَخَاؤُهَا، وَلَا يَنْقَضِي عَنَاؤُهَا، وَلَا يَرْكُدُ بَلَاؤُهَا.

(وَمِنْهَا فِي صِفَةِ الزُّهَّادِ) كَانُوا قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَلَيْسُوا مِنْ أَهْلِهَا فَكَانُوا فِيهَا كَمَنْ لَيْسَ مِنْهَا عَمِلُوا فِيهَا بِمَا يُبْصِرُونَ وَبَادَرُوا فِيهَا مَا يَحْذَرُونَ. تَقَلَّبُ أَبْدَانُهُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِ الْآخِرَةِ، يَرَوْنَ أَهْلَ الدُّنْيَا يُعَظِّمُونَ مَوْتَ أَجْسَادِهِمْ وَهُمْ أَشَدُّ إِعْظَامًا لِمَوْتِ قُلُوبِ أَحْيَائِهِمْ.

تازگیوں کو پژمردہ کر دیا، ان کے گھروں نے قبروں کی صورت اختیار کر لی، ان کا مال ترکہ بن گیا جو ان کی قبروں پر آتا ہے، اسے پہچانتے نہیں جو انھیں روتا ہے اس کی پروا نہیں کرتے، اور جو پکارے اُسے جواب نہیں دیتے اِس دُنیا سے ڈرو، کہ یہ غدار، دھوکہ باز اور فریب کار ہے، دینے والی (اور پھر) لے لینے والی ہے. لباس پہنانے والی (اور پھر اُتروا لینے والی ہے. اس کی آسائشیں ہمیشہ نہیں رہتیں نہ اس کی سختیاں ختم ہوتی ہیں، اور نہ اس کی مُصیبتیں تھمتی ہیں.

اِس خُطبہ کا یہ حِصّہ زاہدوں کے اوصاف میں ہے

وُہ ایسے لوگ تھے جو اہلِ دُنیا میں سے تھے مگر (حقیقتہً) دُنیا والے نہ تھے۔ وہ دُنیا میں اس طرح رہے کہ گویا دُنیا سے نہ ہوں۔ اُن کا عمل اِن چیزوں پر رہے، جنھیں خوب جانتے پہچانتے ہوئے ہیں اور جس چیز سے خائف ہیں اُس سے بچنے کے لیے جلدی کرتے ہیں. اُن کے جسم گویا اہلِ آخرت کے مجمع میں گردش کر رہے ہیں وہ اہلِ دُنیا کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی جسمانی موت کو بڑی اہمیّت دیتے ہیں اور وہ اِن اشخاص کے حال کو زیادہ اندوہناک سمجھتے ہیں، جو زندہ ہیں مگر اُن کے دِل مُردہ ہیں.

خطبہ ۲۲۸

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) خَطَبَهَا بِذِي قَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ إِلَى الْبَصْرَةِ. ذَكَرَهَا الْوَاقِدِيُّ فِي كِتَابِ الْجَمَلِ.

امیرالمومنین ع نے بصرہ کی طرف جاتے ہوئے مقام ذی قار میں یہ خُطبہ ارشاد فرمایا، اس کا واقدی نے کتاب الجمل میں ذکر کیا ہے.

فَصَدَعَ بِمَا اُمِرَبِهٖ ، وَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهٖ فَلَمَّ اللّٰهُ بِهِ الصَّدْعَ وَرَتَقَ بِهِ الْفَتْقَ - وَاَلَّفَ بِهِ الشَّمْلَ بَيْنَ ذَوِى الْاَرْحَامِ بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِى الصُّدُوْرِ وَالضَّغَائِنِ الْقَادِحَةِ فِى الْقُلُوْبِ -

رسُول کو جو حکم تھا اُسے آپ نے کھول کر بیان کر دیا اور اللہ کے پیغامات پہنچا دیے. اللہ نے آپ کے ذریعہ بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی سینوں میں بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اُٹھنے والے کینوں کے بعد خویش و اقارب کو آپس میں شیر و شکر کر دیا.

خطبہ ۲۲۹

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

كَلَّمَ بِهٖ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَمْعَةَ وَهُوَ مِنْ شِيْعَتِهٖ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ قَدِمَ عَلَيْهِ فِىْ خِلَافَتِهٖ يَطْلُبُ مِنْهُ مَالًا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

عبداللہ ابن زمعہ جو آپ کی جماعت میں محسُوب ہوتا تھا آپ کے زمانۂ خلافت میں کچھ مال طلب کرنے کے لیے حضرت کے پاس آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا.

اِنَّ هٰذَا الْمَالَ لَيْسَ لِىْ وَلَا لَكَ وَاِنَّمَا هُوَ فَىْءٌ لِّلْمُسْلِمِيْنَ وَجَلْبُ اَسْيَافِهِمْ، فَاِنْ شَرِكْتَهُمْ فِىْ حَرْبِهِمْ كَانَ لَكَ مِثْلُ حَظِّهِمْ ، وَاِلَّا فَجَنَاةُ اَيْدِيْهِمْ لَا تَكُوْنُ لِغَيْرِ اَفْوَاهِهِمْ -

یہ مال نہ میرا ہے نہ تمھارا بلکہ مسلمانوں کا حق مشترک اور اُن کی تلواروں کا جمع کیا ہوا سرمایہ ہے اگر تم ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے ہوتے تو تمھارا حصّہ بھی اُن کے برابر ہوتا، ورنہ ان کے ہاتھوں کی کمائی دوسروں کے مُنہ کا نوالہ بننے کے لیے نہیں ہے.

خطبہ ۲۳۰

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَلَا اِنَّ اللِّسَانَ بَضْعَةٌ مِّنَ الْاِنْسَانِ فَلَا يُسْعِدُهُ الْقَوْلُ اِذَا امْتَنَعَ وَلَا يُمْهِلُهُ النُّطْقُ اِذَا اتَّسَعَ - وَاِنَّا لَاُمَرَاءُ الْكَلَامِ، وَفِيْنَا تَنَشَّبَتْ عُرُوْقُهٗ وَعَلَيْنَا تَهَدَّلَتْ غُصُوْنُهٗ -

معلوم ہونا چاہیے کہ زبان اِنسان کے بدن کا ایک ٹکڑا ہے. جب اِنسان کا ذہن رُک جائے تو پھر کلام اُن کا ساتھ نہیں دیا کرتا اور جب اُس کے (معلومات میں) وُسعت ہو تو پھر کلام زبان کو رُکنے کی مُہلت نہیں دیا کرتا، اور ہم (اہلبیت) اقلیم سخن کے فرمانروا ہیں. وہ ہمارے رگ و پے میں سمایا ہُوا ہے اور اُس کی شاخیں

وَاعْلَمُوا رَحِمَكُمُ اللهُ اَنَّكُمْ فِي زَمَانٍ الْقَائِلُ فِيهِ بِالْحَقِّ قَلِيلٌ، وَاللِّسَانُ عَنِ الصِّدْقِ كَلِيلٌ، وَاللَّازِمُ لِلْحَقِّ ذَلِيلٌ، اَهْلُهُ مُعْتَكِفُونَ عَلَى الْعِصْيَانِ، مُصْطَلِحُونَ عَلَى الْاِدْهَانِ، فَتَاهُمْ عَارِمٌ، وَشَائِبُهُمْ آثِمٌ، وَعَالِمُهُمْ مُنَافِقٌ، وَقَارِئُهُمْ مُمَاذِقٌ، لَا يُعَظِّمُ صَغِيرُهُمْ كَبِيرَهُمْ، وَلَا يَعُولُ غَنِيُّهُمْ فَقِيرَهُمْ۔

ہم پر جھکی ہوئی ہیں۔

خدا تم پر رحم کرے اس بات کو جان لو کہ تم ایسے دور میں ہو جس میں حق گو کم، زبانیں صدق بیانی سے کند اور حق والے ذلیل و خوار ہیں۔ یہ لوگ گناہ و نافرمانی پر جمے ہوئے ہیں اور ظاہر داری و نفاق کی بناء پر ایک دوسرے سے صلح و صفائی رکھتے ہیں۔ ان کے جوان بدخو، ان کے بوڑھے گنہگار، ان کے عالم منافق اور ان کے واعظ چاپلوس ہیں، نہ چھوٹوں بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ مال دار فقیر و بے نوا کی دستگیری کرتے ہیں۔

۱؎ امیرالمومنین علیہ السّلام نے ایک موقعہ پر اپنے بھانجے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی سے فرمایا کہ وہ خطبہ دیں، مگر جب خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو زبان لڑکھڑانے لگی اور کچھ نہ کہہ سکے۔ جس پر حضرت خطبہ دینے کے لیے منبر پر بلند ہوئے اور ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند جملے سیّد رضی نے یہاں درج کیے ہیں۔

خطبہ ۲۳۱

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

رَوَى ذِعْلَبٌ الْيَمَانِيُّ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ قُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ مَالِكِ ابْنِ دِحْيَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ ذُكِرَ عِنْدَهُ اخْتِلَافُ النَّاسِ فَقَالَ:

ذعلب یمانی نے ابنِ قتیبہ سے اور اس نے عبداللہ ابن یزید سے انہوں نے مالک ابن دحیہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم امیرالمومنین ؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ لوگوں کے اختلاف (صورت و سیرت) کا ذکر چھڑا تو آپ نے فرمایا۔

اِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَهُمْ مَبَادِئُ طِيْنِهِمْ وَذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَانُوا فِلْقَةً مِنْ سَبَخِ اَرْضٍ وَعَذْبِهَا، وَحَزْنِ تُرْبَةٍ وَسَهْلِهَا۔ فَهُمْ عَلَى حَسَبِ قُرْبِ

ان کے مبداء طینت نے ان میں تفریق پیدا کر دی ہے اور یہ اس طرح کہ وہ شورہ زار و شیریں زمین اور سخت و نرم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ زمین کے قرب کے اعتبار سے متفق ہوتے اور اختلاف کے تناسب سے

اَرْضِهِمْ يَتَقَارَبُوْنَ ، وَعَلٰى قَدْرِ اخْتِلَافِهَا يَتَفَاوَتُوْنَ . فَتَامُّ الرُّوَاءِ نَاقِصُ الْعَقْلِ، وَمَادُّ الْقَامَةِ قَصِيْرُ الْهِمَّةِ ، وَزَاكِي الْعَمَلِ قَبِيْحُ الْمَنْظَرِ، وَقَرِيْبُ الْقَعْرِ بَعِيْدُ السَّبْرِ وَمَعْرُوْفُ الضَّرِيْبَةِ مُنْكَرُ الْجَلِيْبَةِ وَ تَائِهُ الْقَلْبِ مُتَفَرِّقُ اللُّبِّ وَطَلِيْقُ اللِّسَانِ حَدِيْدُ الْجَنَانِ ۔

مختلف ہوتے ہیں (اس پر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) پورا خوش شکل انسان عقل میں ناقص اور بلند قامت آدمی پست ہمت ہو جاتا ہے اور نیکو کار، بدصورت اور کوتاہ قامت دُور اندیش ہوتا ہے اور طبعاً نیک سرشت کسی بُری عادت کو پیچھے لگا لیتا ہے، اور پریشان دل والا پراگندہ عقل اور چلتی ہوئی زبان والا ہوش مند دل رکھتا ہے۔

لہ حضرت نے اس کلام میں انسانی صُورت وسیرت کے اختلاف کا سبب انسان کے مبادی طینت کو قرار دیا ہے کہ جن کے مُطابق ان کے خط وخال بنتے اور سیرت وکردار کے سانچے ڈھلتے ہیں۔ چنانچہ انسانوں کے مبادی طینت میں جتنا باہمی قرب ہوگا اُتنا ہی ان کے ذہنی وفکری رجحانات ہم آہنگ ہوں گے اور جتنا اُن میں بُعد ہوگا، اُتنا ہی اُن کے امیال وعواطف میں اختلاف اُبھرے گا مبادی شے سے مُراد وہ چیزیں ہوتی ہیں کہ جن پر اس کے وجود کا انحصار ہو، مگر وہ اس کے لیے علت نہ ہوں اور طین وطینت کی جمع ہے جس کے معنی اصل وبُنیاد کے ہوتے ہیں اور یہاں پر طینت سے مراد نُطفہ ہے کہ جو نشوونما کی مختلف منزلوں سے گزر کر انسانی صُورت میں رونما ہوتا ہے اور اس کے مبادی سے مُراد وہ اجزاء عنصریہ ہیں جن سے اُن چیزوں کی پیدائش ہوتی ہے جس سے نطفہ کی تخلیق وابستہ ہے۔ چنانچہ زمین شورہ زار وشیریں اور نرم وسخت سے انہی اجزاء عنصریہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ اجزاء عنصریہ چونکہ مختلف کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان سے پیدا ہونے والا نطفہ بھی مختلف خصوصیات واستعدادات کا حامل ہوگا۔ جن کا اظہار اِس سے پیدا ہونے والی مخلوق کے اختلاف صور واخلاق سے ہوتا ہے۔

ابنِ ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ مبادی طینت سے مُراد نفوس مدبّرہ ہیں کہ جو اپنی ماہیات میں مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ افلاطون اور حکماء کی ایک جماعت کا مسلک ہے اور انہیں مبادی طینت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جسم انسانی کیلیے حصار اور عناصر کے متفرق وپاشاں ہونے سے مانع ہوتے ہیں تو جس طرح شے کا وجود اِس کے مبادی پر منحصر ہوتا ہے۔ اسی طرح جسد عنصری کی بقاء نفس مدبرہ پر منحصر ہے۔ چنانچہ جب تک نفس مدبرہ باقی رہتا ہے بدن شکست وریخت سے اور عناصر منتشر وپراگندہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور جب وہ بدن کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو پھر عناصر کا شیرازہ بھی بکھر جاتا ہے۔

اِس تاویل کی بناء پر حضرت کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ قدرت نے مختلف نفوس پیدا کیے ہیں جن میں سے کچھ شقی ہیں کچھ سعید اور کچھ ضعیف ہیں اور کچھ قوی اور جس میں جیسا نفس کار فرما ہوگا اُس سے ویسے ہی افعال واعمال صادر ہوں گے اور دو شخصوں کے رجحانات میں اگر یکسانیت وہمرنگی ہوتی ہے تو اس لیے کہ ان کے نفس یکساں وہمرنگ ہیں اور اگر ان کے میلانات میں

فرق ہوتا ہے تو اس لیے کہ ان کے نفس آپس میں کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ لیکن یہ تاویل قابلِ قبول نہیں کیونکہ امیرالمومنینؑ کے ارشاد میں صرف سیرت و کردار کے اختلاف کا تذکرہ نہیں بلکہ صورت و شکل کے اختلاف کا بھی ذکر ہے اور صورت و شکل کے اختلاف کو نفس کے اختلاف کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

بہر صورت انسانی صورت و سیرت کے اختلاف کی وجہ نفوس مدبرہ ہوں یا اجزاءِ عنصریہ ان کلمات سے نفیِ اختیار اور جبر کا توہم ہوتا ہے کہ اگر انسان کی فکری و عملی خصوصیات طینت کی کارفرمائی کی وجہ سے ہوتی ہیں تو وہ اپنے کو ایک معینہ سانچے میں ڈھالنے پر مجبور ہوگا کہ جس کی وجہ سے نہ اچھی خصلت پر تحسین و آفرین کا مستحق قرار پائے گا اور نہ بری خصلت پر نفرت و ملامت کے قابل سمجھا جائے گا۔ لیکن یہ توہم غلط ہے، کیونکہ یہ چیز اپنے مقام پر ثابت ہے کہ خداوندِ عالم جس طرح کائنات کی ہر چیز کو اس کے موجود ہونے کے بعد جانتا ہے۔ اسی طرح اس کے موجود ہونے سے پہلے بھی جانتا تھا، اور اس کے علم میں تھا کہ انسان اپنے ارادہ و اختیار سے کن چیزوں پر عمل کرے گا، اور کن چیزوں کو ترک کرے گا تو قدرت نے اس کے اختیاری افعال کے لحاظ سے ویسی ہی اسے استعداد دے دی اور ویسی ہی طینت سے اسے خلق کر دیا اور یہ طینت ان افعال کے وقوع کی علت نہیں کہ انسان کو مجبور قرار دے کر اس سے اختیار کو سلب کر لیا جائے، بلکہ مناسب طینت سے خلق کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اس کے لیے بجبر مانع نہیں ہوتا اور جس راہ پر وہ با اختیار خود چلنا چاہتا ہے۔ چلنے دیتا ہے۔

خطبہ ۲۳۲

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

قَالَهُ، وَهُوَ يَلِي غُسْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتَجْهِيزَهُ۔

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْأَنْبَاءِ وَأَخْبَارِ السَّمَاءِ۔ خَصَصْتَ حَتَّى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَعَمَمْتَ حَتَّى صَارَ النَّاسُ فِيكَ سَوَاءً۔ وَلَوْ لَا أَنَّكَ أَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل و کفن دیتے وقت فرمایا:۔

یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کے رحلت فرما جانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ ختم ہوگیا جو کسی اور (نبی) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا (آپ نے) اس مصیبت میں اپنے اہلبیت کو مخصوص کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے دوسروں کے غموں سے تسلی دے دی اور اس غم کو عام بھی کر دیا کہ سب لوگ آپ کے (سوگ میں) برابر کے شریک ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم اور نالہ و فریاد سے

عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّئُوْنِ، وَ لَكَانَ الدَّآءُ مُمَاطِلًا وَ الْكَمَدُ مُحَالِفًا وَ قَلَّا لَكَ، وَلٰكِنَّهٗ مَا لَا يُمْلَكُ رَدُّهٗ وَلَا يُسْتَطَاعُ دَفْعُهٗ ۔ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَ اجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ ۔

روکا نہ ہوتا تو ہم آپ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر دیتے اور یہ دردِ منّت پذیر درماں نہ ہوتا اور یہ غم و حزن ساتھ نہ چھوڑتا (پھر بھی یہ) گریہ و بکا اور اندوہ و حزن آپ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتا۔ لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلٹانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دُور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں۔ ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجئے گا۔ اور ہمارا خیال رکھیئے گا۔

خطبہ ۲۳۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اقْتَصَّ فِيْهِ ذِكْرَ مَا كَانَ مِنْهُ بَعْدَ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَحَاقِهٖ بِهٖ ۔

اس[1] میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہجرت کے بعد اپنی کیفیت اور پھر اُن تک پہنچنے تک کی حالت کا تذکرہ کیا ہے:۔

فَجَعَلْتُ اَتَّبِعُ مَاْخَذَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى الْعَرَجِ (فِیْ كَلَامٍ طَوِيْلٍ): قَالَ الشَّرِيْفُ (قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ) مِنَ الْكَلَامِ الَّذِیْ رُمِیَ بِهٖ اِلٰى غَايَتَیِ الْاِيْجَازِ وَالْفَصَاحَةِ اَرَادَ اَنِّیْ كُنْتُ اُعْطٰى خَبَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ بَدْءِ خُرُوْجِیْ اِلٰى اَنِ انْتَهَيْتُ اِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ فَكَنّٰى عَنْ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْكِنَايَةِ الْعَجِيْبَةِ ۔

میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راستہ پر روانہ ہُوا، اور آپ کے ذکر کے خطوط پر قدم رکھتا ہوا مقام عرج تک پہنچ گیا۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ یہ ٹکڑا ایک طویل کلام کا جزو ہے اور (فاطا ذکرہ) ایسا کلام ہے جس میں منتہا درجہ کا اختصار اور فصاحت ملحُوظ رکھی گئی ہے۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ ابتدائے سفر سے لے کر یہاں تک کہ میں اس مقام عرج تک پہنچا برابر آپ کی اطلاعات مجھے پہنچ رہی تھیں۔ آپ نے اس مطلب کو اس عجیب و غریب کنایہ میں ادا کیا ہے۔

---

[1] پیغمبر اسلام بعثت کے بعد تیرہ برس تک مکّہ میں رہے۔ یہ عرصہ آپ کی انتہائی مظلومیت و بے سروسامانی کا تھا۔ کفار

کفارِ قریش نے آپ پر وسائل معیشت کے تمام دروازے بند کر دیے تھے اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کی جان کے دُشمن ہو کر اس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح آپ کا کامِ تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے چالیس سرکردہ افراد دار الندوہ میں صلاح مشورہ کے لیے جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد منتخب کر لیا جائے اور وہ مل کر آپ پر حملہ کریں اسی طرح بنی ہاشم یہ جرأت نہ کر سکیں گے کہ تمام قبائل کا مقابلہ کریں اور یہ معاملہ خون بہا پر ٹل جائے گا اس قرار داد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ربیع الاوّل کی شبِ اوّل کو یہ لوگ پیغمبر کے گھر کے قریب گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جب حضرت بستر پر استراحت فرمائیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ ادھر قتل کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ ادھر قدرت نے کفارِ قریش کی تمام سازشوں سے آپ کو آگاہ کر دیا اور حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سُلا کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے علی ابنِ ابی طالب کو بُلا کر اُن سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ اے علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ امیرالمومنینؑ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ کیا میرے سو جانے سے آپ کی جان بچ جائے گی۔ فرمایا کہ ہاں! یہ سُن کر امیرالمومنین سجدۂ شکر بجا لائے، اور سر و تن کی بازی لگا کر رسولؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور پیغمبرؐ مکان کے عقبی دروازے سے نکل گئے۔ کفارِ قریش جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ اور حملہ کے لیے پر تول رہے تھے کہ ابُولہب نے کہا کہ رات کے وقت حملہ کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ گھر میں عورتیں بچے ہیں جب صبح ہو تو حملہ کر دینا اور رات بھر ان پر کڑی نگرانی رکھو کہ اِدھر اُدھر نہ ہونے پائیں چنانچہ رات بھر وہ بستر پر نظریں جمائے رہے اور جب پَو پھُوٹی تو دبے پاؤں آگے بڑھے۔ امیرالمومنینؑ نے اُن کے قدموں کی چاپ سُن کر چادر الٹ دی اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ قُریش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ یہ نظروں کا پھیر ہے یا حقیقت ہے۔ مگر جب یقین ہو گیا کہ یہ علی ہیں تو پوچھا کہ محمدؐ کہاں ہیں، فرمایا کیا میرے سپرد کر گئے تھے جو مجھ سے پوچھتے ہو۔ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ تعاقب میں آدمی دوڑے۔ مگر غارِ ثور تک نشان قدم ملتا رہا اور اس کے بعد نشان قدم نہ تھا اور نہ غار میں چھُپنے کے کچھ آثار تھے حیران و سراسیمہ ہو کر پلٹ آئے، اور پیغمبرؐ تین دن غارِ ثور میں گزار کر مدینہ کی طرف چل دیئے۔ امیرالمومنین نے یہ تین دن مکہ میں گزارے، لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالے کیں اور پھر پیغمبرؐ کی جستجو میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام عرج تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے پیغمبرؐ کا پتہ اُنھیں چلتا رہا۔ اور اُن کی تلاش میں قدمِ شوق اُٹھتا رہا۔ یہاں تک کہ بارہ ربیع الاوّل کو مقامِ قبا میں پیغمبر سے جا ملے اور پھر الٰہی کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

خطبہ ۲۳۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَاعْمَلُوْا وَ اَنْتُمْ فِیْ نَفَسِ الْبَقَاءِ وَ الصُّحُفُ مَنْشُوْرَةٌ، وَ التَّوْبَةُ

اعمال بجا لاؤ، ابھی جب کہ تم زندگی کی فراخی و وسعت میں ہو اعمال نامے کھُلے ہوئے اور توبہ

مَبْسُوْطَةٌ ۔ وَالْمُدْبِرُ يُدْعٰى ، وَ الْمُسِيْءُ يُرْجٰى ۔ قَبْلَ اَنْ يَخْمُدَ الْعَمَلُ وَ يَنْقَطِعَ الْمَهَلُ ، وَ يَنْقَضِيَ الْاَجَلُ ، وَيُسَدَّ بَابُ التَّوْبَةِ وَ تَصْعَدَ الْمَلَائِكَةُ ۔

فَاَخَذَ امْرُؤٌ مِنْ نَفْسِهٖ لِنَفْسِهٖ ، وَ اَخَذَ مِنْ حَيٍّ لِمَيِّتٍ ، وَ مِنْ فَانٍ لِبَاقٍ ، وَ مِنْ ذَاهِبٍ لِدَائِمٍ امْرُؤٌ خَافَ اللّٰهَ وَهُوَ مُعَمَّرٌ اِلٰى اَجَلِهٖ ، وَمَنْظُوْرٌ اِلٰى عَمَلِهٖ ، امْرُؤٌ لَجَمَ نَفْسَهٗ بِلِجَامِهَا وَ زَمَّهَا بِزِمَامِهَا ، فَاَمْسَكَهَا بِلِجَامِهَا عَنْ مَعَاصِي اللّٰهِ وَ قَادَهَا بِزِمَامِهَا اِلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ ۔

کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ اللہ سے رُخ پھیر لینے والے کو پکارا جا رہا ہے۔ اور گنہ گاروں کو اُمید دلائی جا رہی ہے قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گُل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور مُدت ختم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں۔

چاہیے کہ انسان خود اپنے سے اپنے واسطے اور زندہ سے مُردہ کے لیے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگیوں سے حیاتِ جاودانی کے لیے نفع و بہبود حاصل کرے وہ انسان جسے ایک مدت تک عُمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام وہی کے لیے مُہلت بھی ملی ہے۔ اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ مرد وہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کر اور اس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے اور لگام کے ذریعہ اُسے اللہ کی نافرمانیوں سے روکے اور اُس کی باگیں تھام کر اللہ کی اطاعت کی طرف اُسے کھینچ لے جائے۔

* * *

خُطبہ ۲۳۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
فِيْ شَاْنِ الْحَكَمَيْنِ وَذَمِّ اَهْلِ الشَّامِ :

جُفَاةٌ طَغَامٌ ، عَبِيْدٌ اَقْزَامٌ ۔ جُمِّعُوْا مِنْ كُلِّ اَوْبٍ ، وَ تُلُقِّطُوْا مِنْ كُلِّ شَوْبٍ مِمَّنْ يَنْبَغِيْ اَنْ يُفَقَّهَ وَ يُؤَدَّبَ ، وَيُعَلَّمَ وَ يُدَرَّبَ ، وَ يُوَلّٰى عَلَيْهِ وَ يُؤْخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ لَيْسُوْا مِنَ

دونوں ثالثوں (ابُو موسٰی و عمرو ابنِ عاص) کے بارے میں اور اہلِ شام کی مذمت میں فرمایا۔

وہ تُند خو اوباش اور کمینے بد قماش ہیں کہ جو ہر طرف سے اکٹھا کر لیے گئے ہیں اور مخلوط النسب لوگوں میں سے چُن لیے گئے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جہالت کی بناء پر اس قابل ہیں کہ انہیں (ابھی اسلام کے متعلق) کچھ بتایا جائے اور شائستگی سکھائی جائے (اچھائی اور بُرائی کی تعلیم) دی جائے اور (عمل کی) مشق کرائی جائے

الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ، وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ۔

اَلَا وَاِنَّ الْقَوْمَ اخْتَارُوْا لِاَنْفُسِهِمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا يُحِبُّوْنَ وَاِنَّكُمْ اخْتَرْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا تَكْرَهُوْنَ، وَاِنَّمَا عَهْدُكُمْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ: "اِنَّهَا فِتْنَةٌ فَقَطِّعُوْا اَوْتَارَكُمْ وَشِيْمُوْا سُيُوْفَكُمْ"، فَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَقَدْ اَخْطَاَ بِمَسِيْرِهِ غَيْرَ مُسْتَكْرَهٍ، وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَقَدْ لَزِمَتْهُ التُّهْمَةُ۔ فَادْفَعُوْا فِيْ صَدْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ، وَخُذُوْا مَهَلَ الْاَيَّامِ وَحُوْطُوْا قَوَاصِيَ الْاِسْلَامِ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى بِلَادِكُمْ تُغْزٰى، وَاِلٰى صَفَاتِكُمْ تُرْمٰى۔

اور ان پر کسی نگران کو چھوڑا جائے اور اُن کے ہاتھ پکڑ کر چلایا جائے، نہ تو وہ مہاجر ہیں نہ انصار اور نہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مدینہ میں فروکش تھے۔

دیکھو! اہل شام نے تو اپنے لیے ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو ان کے پسندیدہ مقصد کے بہت قریب ہے اور تم نے ایسے شخص کو چُنا ہے جو تمھارے ناپسندیدہ مقصد سے انتہائی نزدیک ہے۔ تم کو عبداللہ ابن قیس (ابوموسٰی) کا کل والا وقت یاد ہوگا۔ (کہ وہ کہتا پھرتا تھا) کہ "یہ جنگ ایک فتنہ ہے۔ لہٰذا اپنی کمانوں کے چِلّوں کو توڑ دو، اور تلواروں کو نیاموں میں رکھ لو۔" اگر وہ اپنے اس قول میں سچّا تھا تو (ہمارے ساتھ) چل کھڑا ہونے میں خطا کار ہے جب کہ اس پر کوئی جبر بھی نہیں اور اگر جھوٹا تھا تو اس پر (منفیں) بے اعتمادی ہونا چاہیے لہٰذا عمرو ابن عاص کے دھکیلنے کے لیے عبداللہ ابن عباس کو منتخب کرو۔ ان دنوں کی مہلت غنیمت جانو اور اسلامی (شہروں کی) سرحدوں کو گھیر لو کیا تم اپنے شہروں کو نہیں دیکھتے کہ ان پر حملے ہو رہے ہیں اور تمھاری قوت و طاقت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

٭ ٭ ٭

خطبہ ۲۳۶

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) يَذْكُرُ فِيْهَا اٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ:

اس میں آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ذکر فرمایا:۔

وَهُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ وَمَوْتُ الْجَهْلِ يُخْبِرُكُمْ حِلْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ وَظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ وَصَمْتُهُمْ

وہ علم کے لیے باعثِ حیات اور جہالت کے لیے سببِ مرگ ہیں۔ ان کا حلم ان کے علم کا اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا اور ان کی خاموشی ان کے کلام

عَنْ حِكَمِ مَنْطِقِهِمْ لَا يُخَالِفُونَ الْحَقَّ وَلَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ. هُمْ دَعَائِمُ الْإِسْلَامِ وَوَلَائِجُ الْاِعْتِصَامِ بِهِمْ عَادَ الْحَقُّ فِي نِصَابِهِ، وَانْزَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ مَقَامِهِ، وَانْقَطَعَ لِسَانُهُ عَنْ مَنْبَتِهِ. عَقَلُوا الدِّيْنَ عَقْلَ وِعَايَةٍ وَرِعَايَةٍ، لَا عَقْلَ سَمَاعٍ وَرِوَايَةٍ. فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ وَرُعَاتَهُ قَلِيلٌ.

کی حکمتوں کا پتہ دیتی ہے۔ وُہ نہ حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ وُہ اسلام کے ستون اور بچاؤ کا ٹھکانہ ہیں ان کی وجہ سے حق اپنے اصلی مقام پر پلٹ آیا اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس کی زبان جڑ سے کٹ گئی انہوں نے دین کو سمجھ کر اور اس پر عمل کر کے اسے پہچانا ہے۔ نہ صرف نقل وسماعت سے اسے جانا ہے۔ یوں تو علم کے راوی بہت ہیں۔ مگر اس پر عمل پیرا ہوکر اس کی نگہداشت کرنے والے کم ہیں۔

خطبہ ۲۳۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

قَالَهُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رض وَقَدْ جَاءَهُ بِرِسَالَةٍ مِنْ عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُورٌ يَسْأَلُهُ فِيهَا الْخُرُوجَ إِلَى مَالِهِ يَنْبُعَ لِيَقِلَّ هَتْفُ النَّاسِ بِاسْمِهِ لِلْخِلَافَةِ بَعْدَ أَنْ كَانَ سَأَلَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ مِنْ قَبْلُ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا يُرِيدُ عُثْمَانُ إِلَّا أَنْ يَجْعَلَنِي جَمَلًا نَاضِحًا بِالْغَرْبِ أُقْبِلُ وَأُدْبِرُ بَعَثَ إِلَيَّ أَنْ أَخْرُجَ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَيَّ أَنْ أَقْدُمَ، ثُمَّ هُوَ الْآنَ يَبْعَثُ إِلَيَّ أَنْ أَخْرُجَ،

جن دنوں میں عثمان ابن عفان محاصرہ میں تھے تو عبداللہ ابن عباس ان کی ایک تحریر لے کر امیرالمومنین کے پاس آئے جس میں آپ سے خواہش کی تھی کہ آپ اپنی جاگیر ینبع کی طرف چلے جائیں تاکہ خلافت کے لیے جو حضرت کا نام پکارا جا رہا ہے اس میں کچھ کمی آجائے اور وہ ایسی درخواست پہلے بھی کر چکے تھے۔۔

جس پر حضرت نے ابن عباس سے فرمایا۔

اے ابنِ عباس! عثمان تو بس یہ چاہتے ہیں کہ وُہ مجھے اپنا شتر آب کش بنالیں کہ جو ڈول کے ساتھ کبھی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ انھوں نے پہلے بھی یہی پیغام بھیجا تھا کہ میں (مدینہ سے) باہر نکل جاؤں اور اس کے بعد یہ کہلوا بھیجا کہ میں پلٹ آؤں۔ اب پھر وہ پیغام بھیجتے ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں (جہاں تک مناسب تھا) میں نے ان کو

وَاللّٰهِ لَقَدْ دَفَعْتُ عَنْهُ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اٰثِمًا۔

بچایا، اب تو مجھے ڈر ہے کہ میں (ان کو مدد دینے سے) کہیں گنہگار نہ ہو جاؤں۔

خطبہ ۲۳۸

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

(يَحُثُّ فِيْهِ اَصْحَابَهٗ عَلَى الْجِهَادِ)

وَاللّٰهُ مُسْتَادِيْكُمْ شُكْرَهٗ وَ مُوَرِّثُكُمْ اَمْرَهٗ، وَمُمْهِلُكُمْ فِيْ مِضْمَارٍ مَّحْدُوْدٍ۔ لِتَتَنَازَعُوْا سَبَقَهٗ فَشُدُّوْا عُقَدَ الْمَآزِرِ، وَاطْوُوْا فُضُوْلَ الْخَوَاصِرِ، وَلَا تَجْتَمِعُ عَزِيْمَةٌ وَّوَلِيْمَةٌ۔ مَآ اَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَآئِمِ الْيَوْمِ، وَاَمْحَى الظُّلَمَ لِتَذَاكِيْرِ الْهِمَمِ۔

خداوندِ عالم تم سے ادائے شکر کا طلبگار ہے اور اس نے تمہیں اپنے اقتدار کا مالک بنایا ہے اور تمہیں اس (زندگی کے) محدود میدان میں مہلت دے رکھی ہے تاکہ سبقت کا انعام حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ کمریں مضبوطی سے کس لو۔ اور دامن گردان لو۔ بلند ہمتی اور دعوتوں کی خواہش ایک ساتھ نہیں چل سکتی۔ رات کی گہری نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے اور (اس کی) اندھیاریاں ہمت و جرأت کی یاد کو بہت مٹا دینے والی ہے

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ مَصَابِيْحِ الدُّجٰى وَالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔

نہج البلاغۃ

جلد دوم

(۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ الْمُخْتَارِ مِنْ كُتُبِ مَوْلَانَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَسَائِلِهِ إِلَى أَعْدَائِهِ وَأُمَرَاءِ بِلَادِهِ، وَيَدْخُلُ فِي ذٰلِكَ مَا اخْتِيرَ مِنْ عُهُودِهِ إِلَى عُمَّالِهِ وَوَصَايَاهُ لِأَهْلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَإِنْ كَانَ كُلُّ كَلَامِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُخْتَارًا؛

بابِ تحریرات

اِس میں مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السّلام کے وہ خطوط اور تحریریں درج ہیں جو آپ نے اپنے مخالفین اور اپنے قلمرو کے مختلف شہروں کے حاکموں کے نام بھیجی ہیں اور اس میں کارندوں کے نام جو حکومت کے پروانے اور اپنے صاحبزادوں اور ساتھیوں کے نام جو وصیت نامے لکھے ہیں یا ہدایتیں کی ہیں ان کا انتخاب بھی درج ہے اگرچہ حضرت کا تمام کا تمام کلام انتخاب میں آنے کے لائق ہے۔

مکتوب (۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْبَصْرَةِ۔

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ جَبْهَةِ الْأَنْصَارِ۔ وَسَنَامِ الْعَرَبِ۔ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أُخْبِرُكُمْ عَنْ أَمْرِ عُثْمَانَ حَتَّى يَكُونَ سَمْعُهُ كَعِيَانِهِ إِنَّ النَّاسَ طَعَنُوا عَلَيْهِ، فَكُنْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ

جو مدینہ سے بصرہ کی جانب روانہ ہوتے ہوئے اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا:۔

خدا کے بندے علی امیر المومنین ؑ کی طرف سے اہل کوفہ کے نام جو مددگاروں میں سربرآوردہ، اور قوم عرب میں بلند نام ہیں۔ میں عثمان کے معاملہ سے تمہیں اس طرح آگاہ کیے دیتا ہوں، کہ سننے اور دیکھنے میں کوئی فرق نہ رہے۔ لوگوں نے ان پر اعتراضات کیے تو مہاجرین ہی سے ایک میں ایسا تھا جو زیادہ سے زیادہ

أَكْثِرُ اسْتِعْتَابَهُ وَأُقِلُّ عِتَابَهُ، وَكَانَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ أَهْوَنُ سَيْرِهِمَا الْوَجِيفُ، وَأَرْفَقُ حِدَائِهِمَا الْعَنِيفُ، وَكَانَ مِنْ عَائِشَةَ فِيهِ فَلْتَةُ غَضَبٍ فَأُتِيحَ لَهُ قَوْمٌ فَقَتَلُوهُ، وَبَايَعَنِي النَّاسُ غَيْرَ مُسْتَكْرَهِينَ وَلَا مُجْبَرِينَ بَلْ طَائِعِينَ مُخَيَّرِينَ۔

کوشش کرتا تھا کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو، اور شکوہ شکایت بہت کم کرتا تھا۔ البتہ ان کے بارے میں طلحہ و زبیر کی ہلکی سے ہلکی رفتار بھی تند و تیز تھی، اور نرم سے نرم آواز بھی سختی و درشتی لیے ہوئے تھی، اور ان پر عائشہ کو بھی بے تحاشہ غصہ تھا۔ چنانچہ ایک گروہ آمادہ ہو گیا اور اس نے انہیں قتل کر دیا اور لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ اس طرح کہ نہ ان پر کوئی زبردستی تھی، اور نہ انہیں مجبور کیا گیا تھا۔ بلکہ انہوں نے رغبت و اختیار سے ایسا کیا۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ دَارَ الْهِجْرَةِ قَدْ قَلَعَتْ بِأَهْلِهَا وَقَلَعُوا بِهَا، وَجَاشَتْ جَيْشَ الْمِرْجَلِ وَقَامَتِ الْفِتْنَةُ عَلَى الْقُطْبِ وَأَسْرِعُوا إِلَى أَمِيرِكُمْ وَبَادِرُوا جِهَادَ عَدُوِّكُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دار الہجرت (مدینہ) اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گیا ہے۔ اور اس کے باشندوں کے قدم وہاں سے اکھڑ چکے ہیں، اور وہ دیگ کی طرح ابل رہا ہے اور فتنہ کی چکی چلنے لگی ہے لہٰذا اپنے امیر کی طرف تیزی سے بڑھو اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لیے جلدی سے نکل کھڑے ہو۔

۱؎ ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السّلام طلحہ و زبیر کی شورش انگیزیوں کی خبر سن کر بصرہ کی جانب روانہ ہوئے تو مقام ماء العذیب سے امام حسنؑ اور عمار یاسر کے ہاتھ یہ خط اہل کوفہ کے نام بھیجا اور ابن ابی الحدید نے یہ روایت لکھی ہے کہ جب حضرت نے ربذہ میں منزل کی تو محمد ابن جعفر اور محمدؐ ابن ابی بکر کے ذریعہ اسے روانہ کیا۔

حضرتؑ نے اس مکتوب میں واضح طور سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ حضرت عثمان کا قتل ام المومنین اور طلحہ و زبیر کی کوششوں کا نتیجہ تھا، اور وہی اس میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے والے تھے اور حضرت عائشہ تو اپنے حدود و کار کا لحاظ کئے بغیر عام اجتماعات میں ان کی بے عنوانیوں کو بے نقاب کر کے ان کے قتل کا حکم دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے تحریر کیا ہے کہ :-

ان ام المؤمنين اخرجت نعلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت عائشہ نے جب کہ حضرت عثمان منبر پر تھے رسول کی جوتیاں اور قمیض نکالی اور ان سے کہا کہ یہ رسول اللّٰہ

وقميصه من تحت ستارها و عثمان رضی الله عنه على المنبر و قالت هذان نعلا رسول الله وقميصه لم تبل وقد بدلت من دينه وغيرت من سنته وجرى بينهما كلام المخاشنة فقالت اقتلوا نعثلا تشبيها برجل معروف۔ (نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۱۳)

کی جوتیاں اور ان کی قمیص ہے یہ ابھی یہ چیزیں پرانی بھی نہیں ہوئیں کہ تم نے ان کے دین کو بدل دیا، اور سنت کو مسخ کر دیا۔ پھر دونوں میں بہت زیادہ تلخ کلامی ہوئی۔ اور حضرت عائشہ نے کہا کہ اس نعثل کو قتل کر ڈالو۔ حضرت عائشہ انہیں ایک مشہور آدمی سے تشبیہہ دیتے ہوئے نعثل کہا کرتی تھیں۔

لوگ حضرت عثمان کے ہاتھوں نالاں تو تھے ہی ان باتوں سے ان کی ہمت بندھی اور انہوں نے ان کو محاصرہ میں لے لیا تاکہ وہ اپنی روشن میں ترمیم کریں یا خلافت سے کنارہ کش ہو جائیں اور ان حالات میں یہ قوی اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے ان دو میں سے ایک بات تسلیم نہ کی تو قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ سب کچھ حضرت عائشہ کی نظروں کے سامنے تھا۔ مگر انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور انہیں محاصرہ میں چھوڑ کر مکہ جانے کا تہیہ کر لیا۔ حالانکہ اس موقع پر مروان اور عتاب ابن اسید نے ان سے کہا بھی کہ اگر آپ اپنا سفر ملتوی کر دیں، تو ممکن ہے کہ ان کی جان بچ جائے اور یہ ہجوم چھٹ جائے مگر آپ نے فرمایا میں نے حج کا مصمم ارادہ کر لیا ہے جسے بدلا نہیں جا سکتا۔ جس پر مروان نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا۔

حرق قيس على البلاد حتّٰى اذا اضطرمت اجذما

(ترجمہ) "قیس نے میرے خلاف شہروں میں آگ لگائی اور جب وہ شعلہ در ہوئے تو دامن بچا کر چلتا ہوا۔"

اسی طرح طلحہ و زبیر کے غصہ کا پارہ بھی ان کے خلاف چڑھا رہتا تھا اور وہ اس آگ کو بھڑکانے اور مخالفت کو ہوا دینے میں پیش پیش رہتے تھے اور اس لحاظ سے بڑی حد تک قتل عثمان میں شریک اور ان کے خون کے ذمہ دار تھے۔ اور دوسرے لوگ بھی ان کو اسی حیثیت سے جانتے اور انہی کو قاتل ٹھہراتے تھے اور ان کے ہوا خواہ بھی صفائی پیش کرنے سے قاصر رہتے تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب مقام اوطاس میں حضرت عائشہ سے مغیرہ ابن شعبہ کی ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے دریافت کیا کہ:۔

اين تريدين يا ام المؤمنين؟ قالت اريد البصرة قال وما تصنعين بالبصرة قالت اطلب بدم عثمان قال فهؤلاء قتلة عثمان معك ثم اقبل على مروان فقال لذين تريد ايضاً؟ قال البصرة قال وما تصنع بها قال اطلب قتلة عثمان قال فهؤلاء قتلة

اے ام المومنین! کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا بصرے کا کہا کہ وہاں کیا کام ہے؟ فرمایا خون عثمان کا قصاص لینا ہے اس نے کہا کہ عثمان کے قاتل تو آپ کے ہمراہ ہیں۔ پھر مروان کی طرف متوجہ ہوا، اور پوچھا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں بھی بصرہ جا رہا ہوں۔ کہا کس مقصد کے لیے؟ کہا کہ عثمان کے قاتلوں سے بدلہ لینا ہے اُس

عثمان معك ان ھذین الرجلین قتلا عثمان طلحۃ والزبیر (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۵۹)

نے کہا کہ عثمان کے قاتل تو تمہارے ساتھ ہیں، اور انہی طلحہ وزبیر نے تو انہیں قتل کیا تھا"

بہرصورت جب یہ قاتلین عثمان کی جماعت امیرالمومنین ؑ کو موردالزام ٹھہرا کر بصرہ میں ہنگامہ آرائی کے لیے پہنچ گئی، تو امیرالمومنین ؑ بھی اس فتنہ کو دبانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اہل کوفہ کا تعاون حاصل کرنے کے لیے یہ خط انہیں لکھا جس پر وہاں سے جانبازوں اور جاں نثاروں کی ایک کثیر جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی اور آپ کی فوج میں آکر شامل ہو گئی اور پوری ہمت وجوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کیا، جس کا امیرالمومنین ؑ نے بھی اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد کا مکتوب اسی اعتراف حقیقت کے سلسلہ میں ہے"

مکتوب (۲)

(وَمِنْ کِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اِلَيْهِمْ بَعْدَ فَتْحِ الْبَصْرَةِ:-

وَجَزَاكُمُ اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ مِصْرٍ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ اَحْسَنَ مَا يَجْزِي الْعَامِلِيْنَ بِطَاعَتِهٖ وَ الشَّاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِهٖ فَقَدْ سَمِعْتُمْ وَاَطَعْتُمْ، وَدُعِيْتُمْ فَاَجَبْتُمْ

جو فتح بصرہ کے بعد اہل کوفہ کی طرف تحریر فرمایا:-

خدا تم شہر والوں کو تمہارے نبی کے اہلبیت کی طرف سے بہتر سے بہتر وہ جزا دے، جو اطاعت شعاروں اور اپنی نعمت پر شکر گزاروں کو وہ دیتا ہے تم نے ہماری آواز سنی، اور اطاعت کے لیے آمادہ ہو گئے اور تمہیں پکارا گیا تو تم لبیک کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے

دستاویز (۳)

(وَمِنْ کِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

كَتَبَهٗ لِشُرَيْحِ بْنِ الْحَارِثِ قَاضِيْهِ.

رُوِيَ اَنَّ شُرَيْحَ ابْنَ الْحَارِثِ قَاضِيَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْتَرٰى عَلٰى عَهْدِهٖ دَارًا بِثَمَانِيْنَ دِيْنَارًا فَبَلَغَهٗ ذٰلِكَ فَاسْتَدْعَاهُ وَ قَالَ لَهٗ: بَلَغَنِيْ اَنَّكَ ابْتَعْتَ دَارًا بِثَمَانِيْنَ دِيْنَارًا وَ كَتَبْتَ لَهَا

جو آپ نے شریح ابن حارث قاضی کوفہ کے لیے تحریر فرمائی:-

روایت ہے کہ امیرالمومنین ؑ کے قاضی شریح ابن حارث نے آپ کے دور خلافت میں ایک مکان اسی ۸۰ دینار کو خرید کیا۔ حضرت ؑ کو اس کی خبر ہوئی، تو انہیں بلوا بھیجا اور فرمایا مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک مکان اسی ۸۰ دینار کو خرید کیا ہے اور دستاویز بھی تحریر کی ہے اور اس پر گواہوں

كِتَابًا وَأَشْهَدْتَ فِيهِ شُهُودًا
فَقَالَ شُرَيْحٌ: قَدْ كَانَ ذٰلِكَ يَا
أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ
نَظَرَ مُغْضِبٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ: يَا شُرَيْحُ
أَمَا إِنَّهُ سَيَأْتِيكَ مَنْ لَا يَنْظُرُ فِي
كِتَابِكَ، وَلَا يَسْأَلُكَ عَنْ بَيِّنَتِكَ
حَتّٰى يُخْرِجَكَ مِنْهَا شَاخِصًا، وَ
يُسْلِمَكَ إِلٰى قَبْرِكَ خَالِصًا.
فَانْظُرْ يَا شُرَيْحُ لَا تَكُونُ ابْتَعْتَ
هٰذِهِ الدَّارَ مِنْ غَيْرِ مَالِكَ، أَوْ
نَقَدْتَ الثَّمَنَ مِنْ غَيْرِ حَلَالِكَ
فَإِذَا أَنْتَ قَدْ خَسِرْتَ دَارَ الدُّنْيَا
وَدَارَ الْآخِرَةِ. أَمَا إِنَّكَ لَوْ كُنْتَ
أَتَيْتَنِي عِنْدَ شِرَائِكَ مَا اشْتَرَيْتَ
لَكَتَبْتُ لَكَ كِتَابًا عَلٰى هٰذِهِ
النُّسْخَةِ فَلَمْ تَرْغَبْ فِي شِرَاءِ
هٰذِهِ الدَّارِ بِدِرْهَمٍ فَمَا فَوْقُ.
وَالنُّسْخَةُ هٰذِهِ: هٰذَا مَا اشْتَرٰى
عَبْدٌ ذَلِيلٌ مِنْ عَبْدٍ قَدْ أُزْعِجَ
لِلرَّحِيلِ، اشْتَرٰى مِنْهُ دَارًا مِنْ
دَارِ الْغُرُورِ مِنْ جَانِبِ الْفَانِينَ،
وَخِطَّةِ الْهَالِكِينَ وَيَجْمَعُ هٰذِهِ
الدَّارَ حُدُودٌ أَرْبَعَةٌ: الْحَدُّ الْأَوَّلُ
يَنْتَهِي إِلٰى دَوَاعِي الْآفَاتِ، وَالْحَدُّ
الثَّانِي يَنْتَهِي إِلٰى دَوَاعِي الْمُصِيبَاتِ

کی گواہی بھی ڈلوائی ہے؟ شریح نے کہا کہ جی ہاں یا امیرالمومنین
ایسا ہوا تو ہے۔ (راوی کہتا ہے) اس پر حضرتؑ نے انہیں
غصّہ کی نظر سے دیکھا اور فرمایا، دیکھو! بہت جلد ہی وہ
(ملک الموت) تمہارے پاس آجائے گا جو نہ تمہاری دستاویز
دیکھے گا، اور نہ تم سے گواہوں کو پوچھے گا، اور وہ تمہارا
بوریا بستر بندھوا کر یہاں سے نکال باہر کرے گا، اور قبر
میں اکیلا چھوڑ دے گا۔ اے شریح دیکھو! ایسا تو نہیں کہ
تم نے اس گھر کو دوسرے کے مال سے خریدا ہو، یا حرام
کی کمائی سے قیمت ادا کی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو سمجھ لو، کہ تم
نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔ دیکھو! اس کی خریداری
کے وقت تمہارے لیے ایک ایسی دستاویز لکھ دیتا کہ تم
ایک درہم بلکہ اس سے کم کو بھی اس گھر کے خریدنے کو تیار نہ ہوتے
وہ دستاویز یہ ہے:-

یہ وہ ہے جو ایک ذلیل بندے نے ایک ایسے بندے
سے کہ جو سفر آخرت کے لیے پا در رکاب ہے خرید
کیا ہے۔ ایک ایسا گھر کہ جو دنیائے پُرفریب میں مرنے
والوں کے محلے اور ہلاک ہونے والوں کے خطہ میں واقع
ہے جس کے حدود اربعہ یہ ہیں۔ پہلی حد آفتوں کے اسباب
سے متصل ہے، دوسری حد مصیبتوں کے اسباب سے ملی
ہوئی ہے اور تیسری حد ہلاک کرنے والی نفسانی خواہشوں
تک پہنچتی ہے اور چوتھی حد گمراہ کرنے والے شیطان سے
تعلق رکھتی ہے۔ اور اسی حد میں اس کا دروازہ کھلتا
ہے۔ اس فریب خوردہ امید و آرزو نے اس شخص
سے کہ جسے موت دھکیل رہی ہے اس گھر کو خریدا ہے
اس قیمت پر کہ اس نے قناعت کی عزت سے ہاتھ

وَالْحَدُّ الثَّالِثُ يَنْتَهِي إِلَى الْهَوَى الْمُرْدِي، وَالْحَدُّ الرَّابِعُ يَنْتَهِي إِلَى الشَّيْطَانِ الْمُغْوِي، وَفِيهِ يُشْرَعُ بَابُ هَذِهِ الدَّارِ، اشْتَرَى هَذَا الْمُغْتَرُّ بِالْأَمَلِ مِنْ هَذَا الْمُزْعَجِ بِالْأَجَلِ هَذِهِ الدَّارَ بِالْخُرُوجِ مِنْ عِزِّ الْقَنَاعَةِ وَالدُّخُولِ فِي ذُلِّ الطَّلَبِ وَالضَّرَاعَةِ، فَمَا أَدْرَكَ هَذَا الْمُشْتَرِي فِيمَا اشْتَرَى مِنْ دَرَكٍ فَعَلَى مُبَلْبِلِ أَجْسَامِ الْمُلُوكِ، وَسَالِبِ نُفُوسِ الْجَبَابِرَةِ، وَمُزِيلِ مُلْكِ الْفَرَاعِنَةِ، مِثْلِ كِسْرَى وَقَيْصَرَ، وَتُبَّعٍ وَحِمْيَرٍ، وَمَنْ جَمَعَ الْمَالَ عَلَى الْمَالِ فَأَكْثَرَ، وَبَنَى وَشَيَّدَ وَزَخْرَفَ، وَنَجَّدَ وَادَّخَرَ، وَاعْتَقَدَ وَنَظَرَ بِزَعْمِهِ لِلْوَلَدِ إِشْخَاصُهُمْ جَمِيعاً إِلَى مَوْقِفِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ وَمَوْضِعِ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ، إِذَا وَقَعَ الْأَمْرُ بِفَصْلِ ... الْقَضَاءِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ، شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ الْعَقْلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ أَسْرِ الْهَوَى وَسَلِمَ مِنْ عَلَائِقِ الدُّنْيَا.

اٹھا یا اور طلب و خواہش کی ذلت میں جا پڑا۔ اب اگر اس سودے میں خریدار کو کوئی نقصان پہنچے، تو بادشاہوں کے جسم کو تہ و بالا کرنے والے گردن کشوں کی جان لینے والے، اور کسریٰ، قیصر اور تبع وحمیر ایسے فرمانرواؤں کی سلطنتیں الٹ دینے والے، اور مال سمیٹ سمیٹ کر اسے بڑھانے اونچے اونچے محل بنانے سنوارنے انہیں فرش فروش سے سجانے، اور اولاد کے خیال سے ذخیرے فراہم کرنے اور جاگیریں بنانے والوں سے سب کچھ چھین لینے والے کے ذمہ ہے کہ وہ ان سب کو لے جا کر حساب و کتاب کے موقف اور عذاب و ثواب کے محل میں کھڑا کرے۔ اس وقت کہ جب حق و باطل کا دوٹوک فیصلہ ہوگا اور باطل والے وہاں خسارے میں رہیں گے۔"

گواہ شد بر ایں عقل، جب خواہشوں کے بندھن سے الگ اور دنیا کی وابستگیوں سے آزاد ہو۔"

---

[1] کسریٰ، خسرو کا معرب ہے جس کے معنی اس بادشاہ کے ہوتے ہیں جس کا دائرہ مملکت وسیع ہو یہ سلاطین عجم کا لقب تھا اور قیصر شاہان روم کا لقب ہے جو رومی زبان میں اس بچے کے لیے بولا جاتا ہے جس کی ماں جننے سے پہلے مر جائے، اور اس کا پیٹ چیر کر بچے کو نکالا جائے۔ چونکہ شاہان روم میں اغسطوس اسی طرح پیدا ہوا تھا۔ اس وجہ سے وہ اس نام سے مشہور ہوگیا، اور پھر وہاں کے ہر بادشاہ کے لیے اس نے لقب کی صورت اختیار کر لی۔

حمیر یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ اس حکومت کا بانی حمیر ابن سبا تھا جس نے یمن میں اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی، اور پھر اس کی اولاد نسلاً بعد نسل تخت و تاج کی وارث ہوتی رہی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اکسومی حبشیوں نے یمن پر حملہ کر کے حکومت ان کے ہاتھ سے چھین لی۔ مگر انہوں نے محکومیت اور ذلت کی زندگی گوارا نہ کی اور اپنی منتشر و پراگندہ قوتوں کو یکجا کر کے اکسومیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں شکست دے کر دوبارہ اقتدار حاصل کر لیا اور یمن کے ساتھ حضرموت، حبشہ اور حجاز پر بھی اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہ سلاطین حمیر کا دوسرا دور تھا۔ جس میں پہلا بادشاہ حارث الرائش تھا جو تبع کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا اور پھر بعد کے سلاطین اسی لقب سے پکارے جانے لگے۔ تبع کے معنی سامی زبان میں متبوع

وسردار کے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی صاحب تسلّط واقتدار کے ہیں۔

مکتوب (۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى بَعْضِ أُمَرَاءِ جَيْشِهِ:-

فَإِنْ عَادُوا إِلَى ظِلِّ الطَّاعَةِ فَذَاكَ الَّذِي نُحِبُّ، وَإِنْ تَوَافَتِ الْأُمُورُ بِالْقَوْمِ إِلَى الشِّقَاقِ وَالْعِصْيَانِ فَانْهَدْ بِمَنْ أَطَاعَكَ إِلَى مَنْ عَصَاكَ، وَاسْتَغْنِ بِمَنِ انْقَادَ مَعَكَ عَمَّنْ تَقَاعَسَ عَنْكَ فَإِنَّ الْمُتَكَارِهَ مَغِيبُهُ خَيْرٌ مِنْ شُهُودِهِ، وَقُعُودُهُ أَغْنَى مِنْ نُهُوضِهِ۔

ایک سالار لشکر کے نام!

اگر وہ اطاعت کی چھاؤں میں پلٹ آئیں، تو یہ تو ہم چاہتے ہی ہیں، اور اگر ان کی تانیں بس بغاوت اور نافرمانی ہی پر لوٹیں، تو تم فرمان برداروں کو لے کر نافرمانوں کی طرف اٹھ کھڑے ہو، اور جو تمہارا ہمنوا ہو کر تمہارے ساتھ ہے اس کے ہوتے ہوئے منہ موڑنے والوں کی پروا نہ کرو۔ کیونکہ جو بددلی سے ساتھ ہو اس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے، اور اس کا بیٹھے رہنا اس کے اٹھ کھڑے ہونے سے زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے

لہ جب عامل بصرہ عثمان ابن حنیف نے امیرالمومنینؑ کو طلحہ وزبیر کے بصرہ پہنچنے کی اطلاع دی اور ان کے عزائم سے آگاہ کیا، تو حضرت نے یہ خط ان کے نام تحریر کیا جس میں انہیں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر دشمن لڑائی پر اتر آئے، تو وہ اس کے مقابلہ کے لیے ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ نہ لیں کہ جو ایک طرف حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کی شخصیت سے متاثر ہوں اور دوسری طرف کہنے سننے سے ان کے خلاف جنگ پر بھی آمادہ ہو گئے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگوں سے جم کر لڑنے کی توقع نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی ان پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ایسے لوگ اگر موجود رہے، تو دوسروں کو بھی بددل بنانے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو نظر انداز کر دینا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

مکتوب (۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ عَامِلِ أَذْرَبِيجَانَ:

وَإِنَّ عَمَلَكَ لَيْسَ لَكَ بِطُعْمَةٍ وَلَكِنَّهُ فِي عُنُقِكَ أَمَانَةٌ، وَأَنْتَ

اشعث ابن قیس والیٔ آذربائیجان کے نام!

یہ عہدہ تمہارے لیے کوئی آذوقہ نہیں ہے بلکہ وہ تمہاری گردن میں ایک امانت کا پھندا ہے اور

مُسْتَرْعًى لِمَنْ فَوْقَكَ. لَيْسَ لَكَ أَنْ تَفْتَاتَ فِي رَعِيَّةٍ وَلَا تُخَاطِرَ إِلَّا بِوَثِيقَةٍ، وَفِي يَدَيْكَ مَالٌ مِنْ مَالِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْتَ مِنْ خُزَّانِهِ حَتَّى تُسَلِّمَهُ إِلَيَّ، وَلَعَلِّي أَنْ لَا أَكُونَ شَرَّ وُلَاتِكَ لَكَ وَالسَّلَامُ.

تم اپنے حکمران بالا کی طرف سے حفاظت پر مامور ہو تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ رعیت کے معاملہ میں جو چاہو کر گزرو خبردار! کسی مضبوط دلیل کے بغیر کسی بڑے کام میں ہاتھ نہ ڈالا کرو۔ تمہارے ہاتھوں میں خدائے بزرگ و برتر کے اموال میں سے ایک مال ہے اور تم اس وقت تک اس کے خزانچی ہو جب تک میرے حوالے نہ کردو بہرحال میں غالباً تمہارے لیے برا حکمران تو نہیں ہوں والسلام۔

۱؎ جب امیر المومنینؑ جنگ جمل سے فارغ ہوئے، تو اشعث ابن قیس کو جو حضرت عثمان کے زمانہ سے آذربائیجان کا عامل چلا آرہا تھا تحریر فرمایا کہ وہ اپنے صوبہ کا مال خراج و صدقات روانہ کرے۔ مگر چونکہ اسے اپنا عہدہ و منصب خطرہ میں نظر آرہا تھا، اس لیے وہ حضرت عثمان کے دوسرے عمال کی طرح اس مال کو ہضم کرجانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس خط کے پہنچنے کے بعد اس نے اپنے مخصوصین کو بلایا اور ان سے اس خط کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مال مجھ سے چھین نہ لیا جائے لہذا میرا ارادہ ہے کہ میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں جس پر ان لوگوں نے کہا کہ یہ تمہارے لیے باعث ننگ و عار ہے کہ اپنے قوم قبیلے کو چھوڑ کر معاویہ کے دامن میں پناہ لو۔ چنانچہ ان لوگوں کے کہنے سننے سے اس نے جانے کا ارادہ تو ملتوی کر دیا مگر اس مال کے دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ جب حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسے کوفہ طلب کرنے کے لیے حجر ابن عدی کندی کو روانہ کیا جو اسے سمجھا بجھا کر کوفہ لے آئے۔ یہاں پہنچنے پر اس کا سامان دیکھا گیا تو اس میں چار لاکھ درہم پائے گئے جس میں سے تیس ہزار حضرت نے اسے دے دیئے اور بقیہ بیت المال میں داخل کر دیئے۔

مکتوب (۶)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُعَاوِيَةَ.

إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی انہوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے اور

أَنْ يَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَّرُدَّ، وَإِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَّسَمَّوْهُ إِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى فَإِنْ خَرَجَ مِنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ إِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ أَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهٖ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى۔

وَلَعَمْرِيْ يَا مُعَاوِيَةُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُوْنَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّيْ أَبْرَأَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَلَتَعْلَمَنَّ أَنِّيْ كُنْتُ فِيْ عُزْلَةٍ عَنْهُ إِلَّا أَنْ تَتَجَنّٰى فَتَجَنَّ مَا بَدَا لَكَ۔

وَالسَّلَامُ!

اس کی بنا پر جو حاضر ہے اُسے پھر نظر ثانی کا حق نہیں، اور جو بروقت موجود نہ ہو، اُسے ردّ کرنے کا اختیار نہیں اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے، وُہ اگر کسی پر ایکا کریں اور اُسے خلیفہ سمجھ لیں تو اُسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائے گی۔ اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا بانظریہ اختیار کرتا ہُوا الگ ہو جائے تو اُسے وُہ سب اُسی طرف واپس لائیں گے جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اُس سے لڑیں کیونکہ وُہ مومنوں کے طریقے سے ہٹ کر دُوسری راہ پر ہولیا ہے اور جدھر وُہ پھر گیا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اُسے اُدھر ہی پھیر دے گا۔"

اے معاویہ! میری جان کی قسم اگر تم اپنی نفسانی خواہشوں سے دور ہو کر عقل سے دیکھو، تو سب لوگوں سے زیادہ مجھے عثمان کے خون سے بری پاؤ گے۔ مگر یہ کہ تم بہتان باندھ کر کھلی ہوئی چیزوں پر پردہ ڈالنے لگو۔

والسّلام۔

لے جب امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر تمام اہل مدینہ نے بالاتفاق بیعت کر لی، تو معاویہ نے اپنے اقتدار کو خطرہ میں محسوس کرتے ہوئے بیعت سے انکار کر دیا اور آپ کی خلافت کی صحت کو محل نظر قرار دینے کے لیے یہ عذر تراشا کہ یہ عمومی انتخاب سے قرار نہیں پائی۔ لہٰذا اس انتخاب کو مسترد کر کے دوبارہ انتخاب عام ہونا چاہیئے۔ حالانکہ جس خلافت سے اصول انتخاب کی بنیاد پڑی، وُہ ایک ناگہانی صورتِ حال کا نتیجہ تھی جس میں عام افراد کی رائے دہندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کہ اسے عمومی اختیار کا نتیجہ کہا جا سکے۔ البتہ عوام پر اس کی پابندی عائد کر کے اسے "فیصلۂ جمہوریہ" سے تعبیر کر لیا گیا جس سے یہ اصول قرار پا گیا کہ جسے اکابر مدینہ منتخب کر لیں وُہ تمام دنیائے اسلام کا نمائندہ متصوّر ہوگا۔ اور کسی کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہ ہوگی۔ خواہ وہ انتخاب کے موقع پر موجود ہو یا موجود نہ ہو۔ بہر صورت اس اصول کے قرار پا جانے کے بعد معاویہ کو یہ حق نہ پہنچتا تھا کہ وُہ دوبارہ انتخاب کی تحریک یا بیعت سے انکار کرے۔ جبکہ وُہ عملی طور پر ان خلافتوں کو صحیح تسلیم کر چکا تھا کہ جن کے متعلق

یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وُہ مدینہ کے اہل حل و عقد نے طے کی تھیں۔ چنانچہ جب اس نے اس انتخاب کو غلط قرار دیتے ہوئے بیعت سے انکار کیا، تو امیر المومنین ؑ نے اصوُل انتخاب کو اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس پر حجت تمام کی اور یہ وہی طرز کلام ہے جسے فرض الباطل مع الخصم حتی تلزمہ الحجۃ۔ (حریف کے سامنے اس کے غلط مسلمات کو پیش کر کے اس پر حجت قائم کرنا) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کسی مرحلہ پر امیر المومنین ؑ نے خلافت کی صحت کا معیار شوریٰ اور رائے عامہ کو نہیں سمجھا اور نہ جن خلافتوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وُہ مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے قرار پائی تھیں۔ آپ اس رائے عامہ کو سند و حجت سمجھتے ہوئے ان کو صحیح و درست سمجھتے۔ مگر آپ کا دورِ اوّل ہی میں بیعت سے انکار کر دینا کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اس کی دلیل ہے کہ آپ ان ساختہ اصولوں کو خلافت کا معیار نہ سمجھتے تھے۔ اس لیے آپ ہر دور میں اپنے استحقاقِ خلافت کو پیش کرتے رہے کہ جو رسُول اللہؐ سے قولاً و عملاً ثابت تھا۔ مگر معاویہ کے مقابلہ میں اسے پیش کرنا سوال و جواب کا دروازہ کھول دینا تھا۔ اس لیے اسی کے مسلمات و معتقدات سے اُسے قائل کرنا چاہا ہے تاکہ اس کے لیے تاویلات کے الجھاوے ڈالنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ورنہ وُہ تو یہ چاہتا ہی تھا کہ کسی طرح بات بڑھتی جائے تاکہ کسی موڑ پر اس کے متزلزل اقتدار کو سہارا مل جائے۔"

مکتوب (۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) :

إِلَيْهِ أَيْضاً :

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ أَتَتْنِي مِنْكَ مَوْعِظَةٌ مُوَصَّلَةٌ، وَرِسَالَةٌ مُحَبَّرَةٌ نَمَّقْتَهَا بِضَلَالِكَ، وَأَمْضَيْتَهَا بِسُوءِ رَأْيِكَ وَكِتَابُ امْرِئٍ لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ يَهْدِيهِ وَلَا قَائِدٌ يُرْشِدُهُ قَدْ دَعَاهُ الْهَوَى فَأَجَابَهُ وَقَادَهُ الضَّلَالُ فَاتَّبَعَهُ فَهَجَرَ لَاغِطاً وَضَلَّ خَابِطاً۔

مِنْهُ: لِأَنَّهَا بَيْعَةٌ وَاحِدَةٌ لَا يُثَنَّى فِيهَا النَّظَرُ وَلَا يُسْتَأْنَفُ

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام :

تمہارا بے جوڑ نصیحتوں کا پلندہ اور بنایا سنوارا ہوا خط میرے پاس آیا جسے اپنی گمراہی کی بناء پر تم نے لکھا اور اپنی بے عقلی کی وجہ سے بھیجا۔ یہ ایک ایسے شخص کا خط ہے کہ جسے نہ روشنی نصیب ہے کہ اسے سیدھی راہ دکھائے، اور نہ کوئی رہبر ہے کہ اسے صحیح راستے پر ڈالے۔ جسے نفسانی خواہش نے پکارا تو وُہ لبیک کہہ کر اٹھا، اور گمراہی نے اس کی رہبری کی تو وہ اس کے پیچھے ہو لیا اور یاوہ گوئی کرتے ہوئے اول فول بکنے لگا، اور بے راہ ہوتے ہوئے بھٹک گیا۔

اسی مکتوب کا ایک حصہ یہ ہے۔

کیونکہ یہ بیعت ایک ہی دفعہ ہوتی ہے، نہ پھر اس

فِيهَا الْخِيَارُ۔ الْخَارِجُ مِنْهَا ظَاعِنٌ، وَالْمُرْتَدِي فِيهَا مُدَاهِنٌ۔

ہیں نظر ثانی کی گنجائش ہوتی ہے، اور نہ پھر سے چاڈر ہو سکتا ہے۔ اس سے منحرف ہونے والا نظام اسلامی پر معترض قرار پاتا ہے، اور غور و تامل سے کام لینے والا منافق سمجھا جاتا ہے۔

مکتوب (۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ لَمَّا أَرْسَلَهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ:-

أَمَّا بَعْدُ فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي فَاحْمِلْ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْفَصْلِ، وَخُذْهُ بِالْأَمْرِ الْجَزْمِ، ثُمَّ خَيِّرْهُ بَيْنَ حَرْبٍ مُجْلِيَةٍ أَوْ سِلْمٍ مُخْزِيَةٍ، فَإِنِ اخْتَارَ الْحَرْبَ فَانْبِذْ إِلَيْهِ وَإِنِ اخْتَارَ السِّلْمَ فَخُذْ بَيْعَتَهُ، وَالسَّلَامُ۔

جب جریر ابن عبد اللہ بجلی کو معاویہ کی طرف روانہ کیا اور انہیں پلٹنے میں تاخیر ہوئی، تو انہیں تحریر فرمایا:۔

میرا خط ملتے ہی معاویہ کو دو ٹوک فیصلے پر آمادہ کرو، اور اسے کسی آخری اور قطعی رائے کا پابند بناؤ اور دو باتوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کرو کہ گھر سے بے گھر کر دینے والی جنگ یا رسوا کرنے والی صلح۔ اگر وہ جنگ کو اختیار کرے تو تمام تعلقات اور گفت و شنید ختم کر دو، اور اگر صلح چاہے، تو اس سے بیعت لے لو۔ والسّلام۔

مکتوب (۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ:-

فَأَرَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِيِّنَا وَاجْتِيَاحَ أَصْلِنَا، وَهَمُّوا بِنَا الْهُمُومَ وَفَعَلُوا بِنَا الْأَفَاعِيلَ وَمَنَعُونَا الْعَذْبَ، وَأَحْلَسُونَا الْخَوْفَ، وَاضْطَرُّونَا إِلَى جَبَلٍ وَعْرٍ، وَأَوْقَدُوا لَنَا نَارَ الْحَرْبِ فَعَزَمَ

معاویہ کے نام:

ہماری قوم (قریش) نے ہمارے نبی کو قتل کرنے اور ہماری جڑ اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کیا، اور ہمارے لیے غم و اندوہ کے سر و سامان کیے، اور برے سے برے برتاؤ ہمارے ساتھ روا رکھے۔ ہمیں آرام و راحت سے روک دیا اور مستقل طور پر خوف و دہشت سے دوچار کر دیا اور ایک سنگلاخ و ناہموار پہاڑ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور

اللّٰہُ لَنَا عَلَى الذَّبِّ عَنْ حَوْزَتِهِ، وَالرَّمْيِ
مِنْ وَرَاءِ حُرْمَتِهِ مُؤْمِنُنَا يَبْغِي
بِذٰلِكَ الْأَجْرَ وَكَافِرُنَا يُحَامِي
عَنِ الْأَصْلِ وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْ قُرَيْشٍ
خِلْوٌ مِمَّا نَحْنُ فِيهِ بِحِلْفٍ
يَمْنَعُهُ أَوْ عَشِيرَةٍ تَقُومُ دُونَهُ
فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَكَانِ أَمْنٍ وَ
كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ
وَأَحْجَمَ النَّاسُ قَدَّمَ أَهْلَ
بَيْتِهِ فَوَقَى بِهِمْ أَصْحَابَهُ
حَرَّ السُّيُوفِ وَالْأَسِنَّةِ فَقُتِلَ
عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ،
وَقُتِلَ حَمْزَةُ يَوْمَ أُحُدٍ، وَ
قُتِلَ جَعْفَرٌ يَوْمَ مُؤْتَةَ وَ
أَرَادَ مَنْ لَوْ شِئْتُ ذَكَرْتُ
اسْمَهُ مِثْلَ الَّذِي أَرَادُوا مِنَ
الشَّهَادَةِ، وَلٰكِنَّ آجَالَهُمْ
عُجِّلَتْ وَمَنِيَّتَهُ أُجِّلَتْ.
فَيَا عَجَبًا لِلدَّهْرِ إِذْ صِرْتُ
يُقْرَنُ بِي مَنْ لَمْ يَسْعَ بِقَدَمِي
وَلَمْ تَكُنْ لَهُ كَسَابِقَتِي الَّتِي
لَا يُدْلِي أَحَدٌ بِمِثْلِهَا إِلَّا
أَنْ يَدَّعِيَ مُدَّعٍ مَا لَا أَعْرِفُهُ
وَلَا أَظُنُّ اللّٰهَ يَعْرِفُهُ وَالْحَمْدُ

ہمارے لیے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ مگر اللہ نے ہماری
ہمت باندھی کہ ہم پیغمبرؐ کے دین کی حفاظت کریں اور ان
کے دامن حرمت پہ آنچ نہ آنے دیں۔ ہمارے مومن ان
سختیوں کی وجہ سے ثواب کے امیدوار تھے، اور ہمارے
کافر قرابت کی بناء پر حمایت ضروری سمجھتے تھے۔ اور قریش
میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے وہ ہم پر آنے والی
مصیبتوں سے کوسوں دور تھے اس عہد و پیمان کی وجہ سے کہ جو ان کی حفاظت
کرتا تھا یا اس قبیلے کی وجہ سے کہ ان کی حفاظت کو اٹھ کھڑا ہوتا تھا لہٰذا وہ قتل
سے محفوظ تھے، اور رسالت مآبؐ کا یہ طریقہ تھا کہ جب
جنگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور لوگوں کے قدم پیچھے
ہٹنے لگتے تھے تو پیغمبرؐ اپنے اہلبیت کو آگے بڑھا دیتے
تھے اور یوں انہیں سینہ سپر بنا کر اصحاب کو نیزہ و شمشیر
کی مار سے بچائے جاتے تھے۔ چنانچہ عبیدہ ابن حارث
بدر میں، حمزہ احد میں اور جعفر جنگ موتہ میں شہید ہو
گئے۔ ایک اور شخص نے بھی کہ اگر میں چاہوں تو اس کا نام
لے سکتا ہوں۔ انہیں لوگوں کی طرح شہید ہونا چاہا۔ لیکن
ان کی عمریں جلد پوری ہو گئیں اور اس کی موت پیچھے جا
پڑی۔ اس زمانہ (کج رفتار) پر حیرت ہوتی ہے کہ میرے
ساتھ ایسوں کا نام لیا جاتا ہے۔ جنہوں نے میدان
سعی میں میری سی تیز گامی کبھی نہیں دکھائی اور نہ ان کے
لیے میرے ایسے دیرینہ اسلامی خدمات ہیں ایسے
خدمات کہ جن کی مانند کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا۔
مگر یہ کہ کوئی مدعی ایسی چیز کا دعوے کر بیٹھے کہ جسے
میں نہیں جانتا ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ اللہ اسے
جانتا ہوگا (یعنی کچھ ہو تو وہ جانے) بہر حال اللہ

بِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔
وَ اَمَّا مَا سَاَلْتَ مِنْ دَفْعِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ اِلَیْکَ فَاِنِّیْ نَظَرْتُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلَمْ اَرَهٗ یَسَعُنِیْ دَفْعُهُمْ اِلَیْکَ وَلَا اِلٰی غَیْرِکَ، وَلَعَمْرِیْ لَئِنْ لَّمْ تَنْزِعْ عَنْ غَیِّکَ وَشِقَاقِکَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَنْ قَلِیْلٍ یَطْلُبُوْنَکَ لَا یُکَلِّفُوْنَکَ طَلَبَهُمْ فِیْ بَرٍّ وَّلَا بَحْرٍ وَّلَا جَبَلٍ وَّلَا سَهْلٍ، اِلَّا اَنَّهٗ طَلَبٌ یَسُوْٓءُکَ وِجْدَانُهٗ، وَزَوْرٌ لَّا یَسُرُّکَ لُقْیَانُهٗ وَالسَّلَامُ لِاَهْلِهٖ۔

تعالیٰ کا شکر ہے۔

اے معاویہ! تمہارا یہ مطالبہ جو ہے کہ میں عثمان کے قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دوں تو میں نے اس کے ہر پہلو پر غور و فکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا، کہ انہیں تمہارے یا تمہارے علاوہ کسی اور کے حوالے کرنا میرے اختیار سے باہر ہے، اور میری جان کی قسم! اگر تم اپنی گمراہی اور انتشار پسندی سے باز نہ آئے تو بہت جلد ہی انہیں پہچان لو گے وہ خود تمہیں ڈھونڈتے ہوئے آئیں گے اور تمہیں جنگلوں، دریاؤں، پہاڑوں اور میدانوں میں ان کے ڈھونڈنے کی زحمت نہ دیں گے۔ مگر یہ ایک ایسا مطلوب ہوگا، جس کا حصول تمہارے لیے ناگواری کا باعث ہوگا اور وہ آنے والے ایسے ہوں گے جن کی ملاقات تمہیں خوش نہ کر سکے گی۔ سلام اُس پر جو سلام کے لائق ہو۔"

لہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دعوتِ توحید دینے پر مامور ہوئے تو کفر و عصیان کی طاقتیں اعلانِ حق کی راہ روکنے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور قبائل قریش جبر و تشدّد سے اس آواز کو دبانے کے درپے ہو گئے۔ اُن منکرین کے دلوں میں اپنے خود ساختہ معبودوں کی محبت اس قدر راسخ ہو چکی تھی کہ وہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کے سامنے "ایک خدا" کا نظریہ پیش کرنا ہی ان کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لیے کافی تھا۔ چہ جائیکہ انہوں نے اپنے بتوں کے متعلق ایسے کلمات سُنے جو انہیں ایک سنگِ بے شعور سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ جب اس طرح انہیں اپنے اصول و عقائد خطرہ میں نظر آئے تو وہ پیغمبرؐ کی اذیّت پر کمربستہ ہو گئے۔ اور اپنے ترکش کے ہر تیر کو آزمانے کے لیے میدان میں اُتر آئے اور اس طرح ایذارسانی کے وسائل کام میں لائے کہ آپ کو گھر سے قدم باہر نکالنا مشکل ہو گیا۔ اس دور میں جو گنتی کے چند افراد ایمان لائے تھے، انہیں بھی مسلسل و پیہم آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ ان پرستارانِ توحید کو جلتی ہوتی دھوپ میں زمین پر لٹا دیا جاتا اور پتھروں اور کوڑوں سے اتنا مارا جاتا کہ ان کے بدن لہولہان ہو جاتے۔ جب قریش کے مظالم اس حد تک بڑھ گئے تو پیغمبرؐ نے بعثت کے پانچویں سال انہیں مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔

قریش نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا مگر حبشہ کے فرمانروا نے انہیں ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنی عدل گستری و انصاف پروری سے ان پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ اِدھر پیغمبرؐ کی تبلیغ برابر جاری تھی، اور حق کی کشش و تاثیر اپنا کام کر رہی تھی اور لوگ اسلام کی تعلیم اور آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپؐ کے دامن سے وابستہ ہوتے جا رہے تھے جس سے قریش انگاروں پر لوٹتے، اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے اور اس بڑھتی ہوئی تاثیر و نفوذ کو روکنے کی کوشش کرتے۔ مگر جب ان کے کئے کچھ نہ ہو سکا تو یہ طے کیا کہ بنی ہاشم و بنی عبد المطلب سے تمام تعلقات قطع کر لیے جائیں۔ نہ ان سے میل جول رکھا جائے اور نہ ان سے لین دین کیا جائے تاکہ وہ تنگ آ کر پیغمبرؐ کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں اور پھر وہ جیسا چاہیں ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ چنانچہ ان میں باہمی معاہدہ ہوا، اور اس سلسلہ میں ایک دستاویز لکھ کر محفوظ کر دی گئی۔ اس معاہدہ کے بعد اگرچہ زمین وہی تھی اور زمین پر بسنے والے بھی وہی تھے مگر بنی ہاشم کے لیے در و دیوار سے اجنبیت برسنے لگی۔ جانی پہچانی ہوئی صورتیں یوں نظر آنے لگیں جیسے کبھی شناسائی تھی ہی نہیں۔ سب نے رُخ موڑ لیے، اور میل ملاقات اور راہ و رسم بندی کر دی۔ ان حالات میں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں پیغمبرؐ پر اچانک حملہ نہ ہو جائے، اس لیے شہر سے باہر پہاڑ کی ایک تنگ گھاٹی میں کہ جسے شعب ابو طالب کہا کہا جاتا ہے، پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس موقع پر بنی ہاشم میں سے جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے، وہ خاندانی اتحاد کی بنا پر آپؐ کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور آڑے وقت پر سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جاتے اور جو ایمان لا چکے تھے۔ جیسے حضرت حمزہ و حضرت ابو طالب، وہ اپنا فریضۂ ایمانی سمجھ کر آپؐ کی حفاظت میں سرگرم عمل رہتے۔ خصوصاً حضرت ابو طالب نے اپنا سکون و آرام سب چھوڑ رکھا تھا۔ اُن کے دن پیغمبرؐ کو تسکین دیتے اور راتیں پہرا دینے اور پیغمبرؐ کی خواب گاہ بدلوانے میں گزرتی تھیں۔ اس طرح کہ جس بستر پر ایک رات پیغمبر آرام فرماتے، دوسری رات اس بستر پر علیؑ کو سلا دیتے کہ اگر کوئی حملہ کرے تو آنحضرتؐ کے بجائے علیؑ کام آجائیں۔

یہ دور بنی ہاشم کے لیے انتہائی مصائب و آلام کا دور تھا۔ حالت یہ تھی کہ ضروریاتِ زندگی ناپید اور معیشت کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیے، تو بھر لیے ورنہ فاقوں میں پڑے رہے۔ جب اس طرح تین برس قید و بند کی سختیاں جھیلتے گزر گئے، تو زہیر ابن ابی امیہ، ہشام ابن عمرو، مطعم ابن عدی، ابو البختری اور زمعہ ابن اسود نے چاہا کہ اس معاہدہ کو توڑ دیں۔ چنانچہ اکابر قریش خانہ کعبہ میں مشورہ کے لیے جمع ہوئے۔ ابھی کچھ طے نہ کرنے پائے تھے کہ حضرت ابو طالب بھی شعب سے نکل کر ان کے مجمع میں پہنچ گئے، اور ان سے کہا کہ میرے بھتیجے محمدؐ ابن عبد اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ جس کاغذ پر تم نے معاہدہ تحریر کیا تھا اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اب اس پر اللہ کے نام کے علاوہ کچھ نہیں رہا۔ اللہ تم اس دستاویز کو منگوا کر دیکھو۔ اگر انہوں نے سچ کہا ہے، تو تمہیں ان کی دشمنی سے دستبردار ہو جانا چاہیئے۔ اور اگر غلط کہا ہے تو میں انہیں تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اس دستاویز کو منگوا کر دیکھا گیا تو واقعی "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" کے علاوہ کہ جو عہد جاہلیت میں سرنامہ کے طور پر لکھا جاتا تھا، تمام تحریر دیمک کی نذر ہو چکی تھی۔ یہ دیکھ کر مطعم ابن عدی نے اس تحریر کو پارہ

پارہ کر دیا، اور وہ معاہدہ توڑ دیا گیا اور خدا خدا کرکے بنی ہاشم کو اس مظلومیت و بیکسی کی زندگی سے نجات ملی، لیکن اس کے بعد بھی پیغمبرؐ کے ساتھ مشرکین کے رویہ میں سرِ مو فرق نہ آیا، بلکہ وہ بغض و عناد میں اس طرح کھو گئے کہ اُن کی جان لینے کی تدبیریں کرنے لگے جس کے نتیجہ میں ہجرت مدینہ کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس موقع پر اگرچہ حضرت ابو طالبؑ زندہ نہ تھے مگر علی ابن ابی طالب نے پیغمبرؐ کے بستر پر لیٹ کر ان کی یاد دلوں میں تازہ کر دی، کیونکہ یہ انہیں کا دیا ہوا درس تھا کہ جس سے پیغمبرؐ کی حفاظت کا سر و سامان کیا جاتا تھا۔

یہ واقعات اگرچہ معاویہ سے مخفی نہ تھے۔ مگر چونکہ اس کے سامنے اس کے اسلاف کے کارناموں کو رکھ کر اس کی معاندانہ روح کو جھنجھوڑنا مقصود تھا۔ اس لیے قریش و بنی عبد شمس کی ان ایذا رسانیوں کی طرف اسے توجہ دلائی ہے کہ وہ عہد نبویؐ کے پرستاران حق اور پرستاران باطل کی روش کو دیکھتے ہوئے یہ غور کرے کہ وہ حق کی راہ پر چل رہا ہے یا اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہے۔"

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۱۰)

إِلَيْهِ أَيْضاً:-

وَكَيْفَ أَنْتَ صَانِعٌ إِذَا تَكَشَّفَتْ عَنْكَ جَلَابِيبُ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ دُنْيَا قَدْ تَبَهَّجَتْ بِزِينَتِهَا وَخَدَعَتْ بِلَذَّتِهَا دَعَتْكَ فَأَجَبْتَهَا، وَقَادَتْكَ فَاتَّبَعْتَهَا وَأَمَرَتْكَ فَأَطَعْتَهَا. وَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَقِفَكَ وَاقِفٌ عَلَى مَا لَا يُنْجِيكَ مِنْهُ مِجَنٌّ. فَاقْعَسْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، وَخُذْ أُهْبَةَ الْحِسَابِ، وَشَمِّرْ لِمَا قَدْ نَزَلَ بِكَ، وَلَا تُمَكِّنِ الْغُوَاةَ مِنْ سَمْعِكَ وَإِلَّا تَفْعَلْ أُعْلِمْكَ مَا أَغْفَلْتَ مِنْ نَفْسِكَ، فَإِنَّكَ مُتْرَفٌ قَدْ أَخَذَ الشَّيْطَانُ مِنْكَ مَأْخَذَهُ،

معاویہ کی طرف

تم اس وقت کیا کرو گے جب دنیا کے یہ لباس جن میں لپٹے ہوئے ہو تم سے اتر جائیں گے۔ یہ دنیا جو اپنی سج دھج کی جھلک دکھاتی اور اپنے حظ و کیف سے ورغلاتی ہے۔ جس نے تمہیں پکارا تو تم نے لبیک کہی، اس نے تمہیں کھینچا تو تم اس کے پیچھے ہو لیے اور اس نے تمہیں حکم دیا تو تم نے اس کی پیروی کی۔ وہ وقت دور نہیں کہ بتانے والا تمہیں ان چیزوں سے آگاہ کرے کہ جن سے کوئی سپر تمہیں بچا نہ سکے گی۔ لہٰذا اس دعوے سے باز آجاؤ، حساب و کتاب کا سر و سامان کرو، اور آنے والی موت کے لیے دامن گردان کر تیار ہو جاؤ، اور گمراہوں کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو پھر میں تمہاری عقلوں پر دھنجوڑ کر انہیں متنبہ کروں گا۔ تم عیش و عشرت میں پڑے ہو۔ شیطان نے تم میں اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے

وَبَلَغَ فِيكَ أَمَلَهُ، وَجَرَى مِنْكَ مَجْرَى الرُّوحِ وَالدَّمِ.

وَمَتَى كُنْتُمْ يَا مُعَاوِيَةُ سَاسَةَ الرَّعِيَّةِ وَوُلَاةَ أَمْرِ الْأُمَّةِ؟ بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ وَلَا شَرَفٍ بَاسِقٍ، وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ لُزُومِ سَوَابِقِ الشَّقَاءِ، وَأُحَذِّرُكَ أَنْ تَكُونَ مُتَمَادِيًا فِي غِرَّةِ الْأُمْنِيَّةِ مُخْتَلِفَ الْعَلَانِيَةِ وَالسَّرِيرَةِ.

وَقَدْ دَعَوْتَ إِلَى الْحَرْبِ فَدَعِ النَّاسَ جَانِبًا وَاخْرُجْ إِلَيَّ وَأَعْفِ الْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْقِتَالِ لِيُعْلَمَ أَيُّنَا الْمَرِينُ عَلَى قَلْبِهِ وَالْمُغَطَّى عَلَى بَصَرِهِ، فَأَنَا أَبُو حَسَنٍ قَاتِلُ جَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيكَ شَدْخًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَذَلِكَ السَّيْفُ مَعِي وَبِذَلِكَ الْقَلْبِ أَلْقَى عَدُوِّي مَا اسْتَبْدَلْتُ دِينًا، وَلَا اسْتَحْدَثْتُ نَبِيًّا. وَإِنِّي لَعَلَى الْمِنْهَاجِ الَّذِي تَرَكْتُمُوهُ طَائِعِينَ وَدَخَلْتُمْ فِيهِ مُكْرَهِينَ. وَزَعَمْتَ أَنَّكَ جِئْتَ ثَائِرًا بِعُثْمَانَ. وَلَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ مِنْ هُنَاكَ إِنْ كُنْتَ طَالِبًا، فَكَأَنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ تَضِجُّ

وہ تمہارے بارے میں اپنی آرزوئیں پوری کر چکا ہے اور تمہارے اندر روح کی طرح سرایت کر گیا ہے اور خون کی طرح (رگ و پے میں) دوڑ رہا ہے۔

اے معاویہ! بھلا تم لوگ (امیہ کی اولاد) کب رعیت پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے، اور کب امت کے امور کے والی و سرپرست تھے؟ بغیر کسی پیش قدمی اور بغیر کسی بلند عزت و منزلت کے ہم دیرینہ بدبختیوں کے گھر کر لینے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں اس چیز پر تمہیں متنبہ کئے دیتا ہوں کہ تم ہمیشہ آرزوؤں کے فریب پر فریب کھاتے ہو اور تمہارا ظاہر باطن سے جدا رہتا ہے۔

تم نے مجھے جنگ کے لیے للکارا ہے تو ایسا کرو کہ لوگوں کو ایک طرف کر دو اور خود (میرے مقابلے میں) باہر نکل آؤ۔ دونوں فریق کو کشت و خون سے معاف کر دو، تاکہ پتہ چل جائے کہ کس کے دل پر زنگ کی تہیں چڑھی ہوئی اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں (کوئی اور نہیں) وہی ابوالحسن ہوں کہ جس نے تمہارے نانا، تمہارے ماموں اور تمہارے بھائی کے پرخچے اڑا کر بدر کے دن مارا تھا وہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اسی دل گردے کے ساتھ اب بھی دشمن سے مقابلہ کرتا ہوں نہ میں نے کوئی دین بدلا ہے، نہ کوئی نیا نبی کھڑا کیا ہے اور میں بلاشبہ اسی شاہراہ پر ہوں جسے تم نے اپنے اختیار سے چھوڑ رکھا تھا اور پھر بمجبوری اس میں داخل ہوئے۔ اور تم ایسا ظاہر کرتے ہو کہ تم خون عثمان کا بدلہ لینے کو اٹھے ہو حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کا خون کس کے سر ہے اگر واقعی بدلہ ہی لینا منظور ہے تو انہی سے لو اب تو وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے

مِنَ الْحَرْبِ اِذَا عَضَّتْكَ ضَجِيْجَ الْجِمَالِ بِالْاَثْقَالِ وَ كَاَنِّيْ بِجَمَاعَتِكَ تَدْعُوْنِيْ جَزَعًا مِنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ وَ الْقَضَآءِ الْوَاقِعِ وَ مَصَارِعَ بَعْدَ مَصَارِعَ. اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَهِيَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ اَوْ مُبَايِعَةٌ حَآئِدَةٌ۔

کہ جب جنگ تمہیں دانتوں سے کاٹ رہی ہو گی اور تم اس طرح بلبلاتے ہو گے، جس طرح بھاری بوجھ سے اونٹ بلبلاتے ہیں۔ اور تمہاری جماعت تلواروں کی تابڑ توڑ مار، سر پر منڈلانے والی قضا اور کشتوں کے پشتے لگ جانے سے گھبرا کر مجھے کتاب خدا کی طرف دعوت دے رہی ہو گی، حالانکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کافر اور حق کے منکر ہیں یا بیعت کے بعد اسے توڑ دینے والے ہیں۔

۱ے عتبہ بن ربیعہ ۲ے ولید بن عتبہ ۳ے حنظلہ ابن ابی سفیان۔

۱ے امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین کے متعلق ہے جس میں مختصر سے لفظوں میں اس کا پورا منظر کھینچ دیا ہے۔ چنانچہ ایک طرف معاویہ عراقیوں کے حملوں سے حواس باختہ ہو کر بھاگنے کی سوچ رہا تھا اور دوسری طرف اس کی فوج موت کی پیہم یورش سے گھبرا کر چلا رہی تھی اور آخر کار جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی، تو قرآن نیزوں پر اٹھا کر صلح کا شور مچا دیا اور اس حیلہ سے بچے کھچے لوگوں نے اپنی جان بچائی۔

اس پیشین گوئی کو کسی قیاس و تخمین یا واقعات سے اخذ نتائج کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ ان جزئی تفصیلات کا فراست و دور رس بصیرت سے احاطہ کیا جا سکتا ہے بلکہ ان پر سے وہی پردہ اٹھا سکتا ہے، جس کا ذریعہ اطلاع پیغمبر کی زبان وحی ترجمان ہو، یا القائے ربانی۔

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ہدایت (۱۱)

وَصّٰى بِهَا جَيْشًا بَعَثَهٗ اِلَى الْعَدُوِّ.

فَاِذَا نَزَلْتُمْ بِعَدُوٍّ اَوْ نَزَلَ بِكُمْ فَلْيَكُنْ مُعَسْكَرُكُمْ فِيْ قُبُلِ الْاَشْرَافِ اَوْ سِفَاحِ الْجِبَالِ، اَوْ اَثْنَآءِ الْاَنْهَارِ كَيْمَا يَكُوْنَ لَكُمْ رِدْءًا وَّ دُوْنَكُمْ

دشمن کی طرف بھیجے ہوئے ایک لشکر کو یہ ہدایتیں فرمائیں۔

۱ے جب تم دشمن کی طرف بڑھو یا دشمن تمہاری طرف بڑھے تو تمہارا پڑاؤ ٹیلوں کے آگے یا پہاڑ کے دامن میں یا نہروں کے موڑ میں ہونا چاہیئے تاکہ یہ چیز تمہارے لیئے

مَرَدًّا، وَلْتَكُنْ مُقَاتَلَتُكُمْ مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ. وَاجْعَلُوا لَكُمْ رُقَبَاءَ فِي صَيَاصِي الْجِبَالِ وَ مَنَاكِبِ الْهِضَابِ لِئَلَّا يَأْتِيَكُمُ الْعَدُوُّ مِنْ مَكَانِ مَخَافَةٍ أَوْ أَمْنٍ. وَاعْلَمُوا أَنَّ مُقَدِّمَةَ الْقَوْمِ عُيُونُهُمْ، وَ عُيُونَ الْمُقَدِّمَةِ طَلَائِعُهُمْ. وَإِيَّاكُمْ وَالتَّفَرُّقَ، فَإِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِلُوا جَمِيعًا، وَإِذَا ارْتَحَلْتُمْ فَارْتَحِلُوا جَمِيعًا، وَإِذَا غَشِيَكُمُ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا الرِّمَاحَ كِفَّةً، وَلَا تَذُوقُوا النَّوْمَ إِلَّا غِرَارًا ... أَوْ مَضْمَضَةً

پشت پناہی اور روک کا کام دے، اور جنگ بس ایک طرف یا (زائد سے زائد دو طرف سے ہو) اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور ٹیلوں کی بلند سطحوں پر دیدبانوں کو بٹھا دو تاکہ دشمن کسی کھٹکے کی جگہ سے یا اطمینان والی جگہ سے (اچانک) نہ آپڑے اور اس بات کو جانے رہو کہ فوج کا ہراول دستہ فوج کا خبر رساں ہوتا ہے، اور ہراول دستے کو اطلاعات اُن مخبروں سے حاصل ہوتی ہیں (جو آگے بڑھ کر سُراغ لگاتے ہیں) دیکھو تتر بتر ہونے سے بچے رہو، اُترو تو ایک ساتھ اُترو، اور کوچ کرو تو ایک ساتھ کرو، اور جب رات تم پر چھا جائے، تو نیزوں کو اپنے گرد) گاڑ کر ایک دائرہ سا بنالو، اور صرف اُونگھ لینے اور ایک آدھ جھپکی لے لینے کے سوا نیند کا مزہ نہ چکھو۔

لے جب امیرالمومنینؑ نے نخیلہ کی چھاؤنی سے زیاد ابن نضر حارثی اور شریح ابن ہانی کو آٹھ ہزار اور چار ہزار کے دستے پر سپہ سالار مقرر کر کے شام کی جانب روانہ کیا تو ان دونوں میں منصب کے سلسلہ میں کچھ اختلاف رائے ہوگیا جس کی اطلاع انہوں نے امیرالمومنینؑ کو دی اور ایک دوسرے کے خلاف شکایت آمیز خطوط لکھے۔ حضرتؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر تم مل کر سفر کرو تو پوری فوج کا نظم و نسق زیاد ابن نضر کے ہاتھ میں ہوگا، اور اگر الگ الگ سفر کرو تو جس جس دستے پر تمہیں امیر مقرر کیا گیا ہے اسی کا نظم و انصرام تم سے متعلق ہوگا۔"

اس خط کے ذیل میں حضرت نے جنگ کے لیے چند ہدایات بھی انہیں تحریر فرمائے اور علامہ رضی نے صرف ہدایات والا حصّہ ہی اس مقام پر درج کیا ہے۔ یہ ہدایات نہ صرف اس زمانہ کے طریقۂ جنگ کے لحاظ سے نہایت کارآمد اور مفید ہیں بلکہ اس زمانہ میں بھی جنگی اصول کی طرف رہنمائی کرنے کے اعتبار سے ان کی افادیت و اہمیت ناقابل انکار ہے۔ وہ ہدایات یہ ہیں کہ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو پہاڑوں کے دامنوں اور ندی نالوں کے موڑوں میں پڑاؤ ڈالو، کیونکہ اس صورت میں نہروں کے نشیب خندق کا اور پہاڑوں کی چوٹیاں فصیل کا کام دیں گی، اور تم عقب سے مطمئن ہو کر دوسرے اطراف سے دُشمن کا دفاع کر سکو گے دوسرے یہ کہ لڑائی ایک طرف سے ہو یا زیادہ سے زیادہ دو طرف سے، کیونکہ فوج کے متعدد محاذوں پر تقسیم ہو جانے سے اس میں کمزوری کا رونما ہونا ضروری ہے، اور دشمن تمہاری فوج کے تفرقہ و انتشار سے فائدہ اٹھا کر کامیابی

میں کوئی دشواری محسوس نہ کرے گا۔ تیسرے یہ کہ ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پاسبان دستے بٹھا دو، تاکہ وہ دشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے تمہیں آگاہ کر سکیں۔ کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جدھر سے دشمن کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے وہ اُدھر سے آنے کے بجائے دوسری طرف سے حملہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا اگر بلندیوں پر پاسبان دستے موجود ہوں گے، تو وہ دور سے اڑتے ہوئے گرد و غبار کو دیکھ کر دشمن کی آمد کا پتہ چلا لیں گے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے اس کا افادی پہلو واضح کرنے کے لیے یہ تاریخی واقعہ نقل کیا ہے کہ جب قحطبہ نے خراسان سے نکل کر ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالا تو وہ اور خالد ابن برمک ایک بلند جگہ پر جا بیٹھے ابھی بیٹھے ہی تھے کہ خالد نے دیکھا کہ جنگل کی طرف سے ہرنوں کی ٹکڑیاں چلی آ رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے قحطبہ سے کہا کہ اے امیر اٹھیے اور لشکر میں فوراً اعلان کرایئے کہ وہ صف بندی کر کے ہتھیاروں کو سنبھال لے۔ یہ سن کر قحطبہ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر دیکھ کر کہنے لگا کہ مجھے تو کہیں بھی دشمن کی فوج نظر نہیں آتی۔ اس نے کہا کہ اے امیر! یہ وقت باتوں میں ضائع کرنے کا نہیں آپ ان ہرنوں کو دیکھ لیجئے جو اپنے ٹھکانے چھوڑ کر آبادی کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے عقب میں دشمن کی فوج چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنی فوج کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ اُدھر لشکر کا تیار ہونا تھا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کانوں میں آنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن سر پر منڈلانے لگا اور یہ چونکہ بروقت مدافعت کا سامان کر چکے تھے اس لیے پورے طور سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اگر خالد اس بلندی پر نہ ہوتا اور اپنی سوجھ بوجھ سے کام نہ لیتا، تو دشمن اچانک حملہ کر کے انہیں ختم کر دیتا۔ چوتھے یہ کہ ادھر اُدھر جاسوس چھوڑ دیئے جائیں تاکہ وہ دشمن کی نقل و حرکت اور اس کے عزائم سے آگاہ کرتے رہیں اور اس کی سوچی سمجھی ہوئی چالوں کو ناکام بنایا جا سکے۔ پانچویں یہ کہ پڑاؤ ڈالو تو ایک ساتھ اور کوچ کرو تو ایک ساتھ تاکہ دشمن اس پراگندگی و انتشار کی حالت میں تم پر حملہ کر کے با سانی قابو نہ پا سکے۔ چھٹے یہ کہ رات کو اپنے گرد نیزے گاڑ کر حصار کھینچ دو تاکہ اگر دشمن شب خون مارے تو اس کے حملہ آور ہوتے ہی تم اپنے ہتھیاروں کو اپنے ہاتھوں میں لے سکو اور اگر دشمن تیر باراں کرے تو اس کے ذریعہ سے کچھ بچاؤ ہو سکے۔ ساتویں یہ کہ گہری نیند نہ سوؤ کہ دشمن کی آمد کا تمہیں پتہ ہی نہ چل سکے اور وہ تمہارے سنبھلنے سنبھلتے تمہیں گزند پہنچانے میں کامیاب ہو جائے۔

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ہدایت (۱۲)

لِمَعْقِلِ ابْنِ قَيْسٍ الرِّيَاحِيِّ حِيْنَ أَنْفَذَهٗ إِلَى الشَّامِ فِيْ ثَلَاثَةِ آلَافٍ مُقَدِّمَةً لَّهٗ:

اِتَّقِ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ لِقَائِهٖ وَ لَا مُنْتَهٰى لَكَ دُوْنَهٗ.

جب معقل ابن قیس ریاحی کو تین ہزار کے ہراول دستہ کے ساتھ شام روانہ کیا۔ تو یہ ہدایت فرمائی۔

اس اللہ سے ڈرتے رہنا جس کے روبرو پیش ہونا لازمی ہے، اور جس کے علاوہ تمہارے لیے کوئی

وَلَا تُقَاتِلَنَّ إِلَّا مَنْ قَاتَلَكَ وَ سِرِ الْبَرْدَيْنِ - وَ غَوِّرْ بِالنَّاسِ وَ رَفِّهْ بِالسَّيْرِ - وَ لَا تَسِرْ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَإِنَّ اللهَ جَعَلَهُ سَكَنًا وَ قَدَّرَهُ مُقَامًا لَا ظَعْنًا فَأَرِحْ فِيهِ بَدَنَكَ وَ رَوِّحْ ظَهْرَكَ - فَإِذَا وَقَفْتَ حِينَ يَنْبَطِحُ السَّحَرُ أَوْ حِينَ يَنْفَجِرُ الْفَجْرُ فَسِرْ عَلَى بَرَكَةِ اللهِ - فَإِذَا لَقِيتَ الْعَدُوَّ فَقِفْ مِنْ أَصْحَابِكَ وَسَطًا ، وَلَا تَدْنُ مِنَ الْقَوْمِ دُنُوَّ مَنْ يُرِيدُ أَنْ يُنْشِبَ الْحَرْبَ ، وَلَا تَبَاعَدْ عَنْهُمْ تَبَاعُدَ مَنْ يَهَابُ الْبَأْسَ حَتَّى يَأْتِيَكَ أَمْرِي ، وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَآنُهُمْ عَلَى قِتَالِهِمْ قَبْلَ دُعَائِهِمْ ..... وَالْإِعْذَارِ إِلَيْهِمْ

اور آخری منزل نہیں جو تم سے جنگ کرے اس کے سوا کسی سے جنگ نہ کرنا اور صبح و شام کے ٹھنڈے وقت سفر کرنا اور دوپہر کے وقت لوگوں کو سستانے اور آرام کرنے کا موقعہ دینا، آہستہ چلنا اور شروع رات میں سفر نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رات سکون کے لیے بنائی ہے اور اسے قیام کرنے کے لیے رکھا ہے، نہ سفر و راہ پیمائی کے لیے اس میں اپنے بدن اور اپنی سواری کو آرام پہنچاؤ، اور جب جان لو کہ سپیدۂ سحر پھیلنے اور پو پھوٹنے لگی ہے تو اللہ کی برکت پر چل کھڑے ہونا جب دشمن کا سامنا ہو، تو اپنے ساتھیوں کے درمیان ٹھہرو، اور دیکھو! دشمن کے اتنے قریب نہ پہنچ جاؤ کہ جیسے کوئی جنگ چھیڑنا ہی چاہتا ہے اور نہ اتنے دور ہٹ کر رہو جیسے کوئی لڑائی سے خوفزدہ ہو، اُس وقت تک کہ جب تک میرا حکم تم تک پہنچے۔ اور دیکھو! ایسا نہ ہو کہ ان کی عداوت تمہیں اس پر آمادہ کر دے کہ تم حق کی دعوت دینے اور ان پر حجت تمام کرنے سے پہلے ان سے جنگ کرنے لگو۔

مکتوب (۱۳)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى أَمِيرَيْنِ مِنْ أُمَرَاءِ جَيْشِهِ :

وَقَدْ أَمَّرْتُ عَلَيْكُمَا وَ عَلَى مَنْ فِي حَيِّزِكُمَا مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْأَشْتَرَ فَاسْمَعَا لَهُ وَ أَطِيعَا ، وَاجْعَلَاهُ دِرْعًا وَمِجَنًّا ، فَإِنَّهُ مِمَّنْ لَا يُخَافُ وَهْنُهُ وَلَا سَقْطَتُهُ

فوج کے دو سرداروں کے نام:

میں نے مالک[1] ابن حارث اشتر کو تم پر اور تمہارے ماتحت لشکر پر امیر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا ان کے فرمان کی پیروی کرو، اور انہیں اپنے لیے زرہ اور ڈھال سمجھو کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن سے کمزوری و لغزش کا اور جہاں جلدی کرنا تقاضائے ہوشمندی ہو وہاں سستی

وَلَا بُطُوْءَهٗ عَمَّا الْاِسْرَاعُ اِلَيْهِ اَحْزَمُ، وَ لَا اِسْرَاعَهٗ اِلٰى مَا الْبُطْءُ عَنْهُ اَمْثَلُ۔

کا، اور جہاں ڈھیل کرنا مناسب ہو وہاں جلد بازی کا اندیشہ نہیں ہے۔

جب حضرت نے زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کے ماتحت بارہ ہزار دستہ شام کی جانب روانہ کیا تو راستہ میں سور الروم کے نزدیک ابو الاعور سلمی سے مڈبھیڑ ہوئی جو شامیوں کے دستہ کے ساتھ وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور ان دونوں نے حارث ابن جمہان کے ہاتھ ایک خط بھیج کر حضرت کو اس کی اطلاع دی جس پر آپ نے ہراول دستے پر مالک ابن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور ان دونوں کو اطلاع دینے کے لیے یہ خط تحریر فرمایا۔ اس میں جن مختصر اور جامع الفاظ میں مالک اشتر کی توصیف فرمائی ہے۔ اس سے مالک اشتر کی عقل و فراست، ہمت و جرأت اور فنون حرب میں تجربہ و مہارت اور ان کی شخصی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ہدایت (۱۴)

لِعَسْكَرِهٖ قَبْلَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ بِصِفِّيْنَ:

لَا تُقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى يَبْدَؤُوْكُمْ فَاِنَّكُمْ بِحَمْدِ اللّٰهِ عَلٰى حُجَّةٍ وَ تَرْكُكُمْ اِيَّاهُمْ حَتّٰى يَبْدَؤُوْكُمْ حُجَّةٌ اُخْرٰى لَكُمْ عَلَيْهِمْ۔ فَاِذَا كَانَتِ الْهَزِيْمَةُ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا تَقْتُلُوْا مُدْبِرًا وَلَا تُصِيْبُوْا مُعْوِرًا، وَلَا تُجْهِزُوْا عَلٰى جَرِيْحٍ وَلَا تَهِيْجُوا النِّسَاءَ بِاَذًى وَاِنْ شَتَمْنَ اَعْرَاضَكُمْ وَ سَبَبْنَ اُمَرَاءَكُمْ فَاِنَّهُنَّ ضَعِيْفَاتُ الْقُوٰى وَ الْاَنْفُسِ وَالْعُقُوْلِ، اِنْ كُنَّا لَنُؤْمَرُ بِالْكَفِّ عَنْهُنَّ وَ اِنَّهُنَّ

صفین میں دشمن کا سامنا کرنے سے پہلے اپنے لشکر کو ہدایت فرمائی:

جب تک وہ پہل نہ کریں، تم ان سے جنگ نہ کرنا کیونکہ تم بحمد اللہ دلیل و حجت رکھتے ہو، اور تمہارا انہیں چھوڑ دینا کہ "وہی پہل کریں"۔ یہ ان پر دوسری حجت ہوگی۔ خبردار جب دشمن (منہ کی کھا کر) میدان چھوڑ بھاگے، تو کسی پیٹھ پھرانے والے کو قتل نہ کرنا۔ کسی بے دست و پا پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ کسی زخمی کی جان نہ لینا اور عورتوں کو اذیت پہنچا کر نہ ستانا چاہے وہ تمہاری عزت و آبرو پر گالیوں کے ساتھ حملہ کریں۔ اور تمہارے افسروں کو گالیاں دیں کیونکہ ان کی قوتیں ان کی جانیں اور ان کی عقلیں کمزور و ضعیف ہوتی ہیں، ہم (پیغمبرؐ کے زمانہ میں بھی) مامور تھے کہ ان سے کوئی تعرض نہ کریں۔ حالانکہ وہ مشرک ہوتی تھیں اگر جاہلیت میں بھی کوئی شخص کسی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے

لمشترکاتٌ، وَاِنْ کَانَ الرَّجُلُ لَیَتَنَاوَلُ الْمَرْءَۃَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ بِالْفِھْرِ أَوِالْھِرَاوَۃِ فَیُعَیَّرُ بِھَا وَعَقِبُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ۔

گزند پہنچاتا تھا تو اس کو اور اس کے بعد کی پشتوں کو طعون کیا جاتا تھا۔

امیرالمومنینؑ اور معاویہ کے درمیان جو جنگ و قتال کی صورت رونما ہوئی، اس کی تمام تر ذمہ داری معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس نے آپ پر خونِ عثمان کا غلط الزام لگا کر جنگ کے لیے قدم اٹھایا۔ حالانکہ یہ حقیقت اس سے مخفی نہ تھی، کہ قتلِ عثمان کے کیا وجوہ ہیں اور کن کے ہاتھ سے وہ قتل ہوئے۔ مگر اسے جنگ و جدل کا موقع بہم پہنچائے بغیر چونکہ اپنے مقصد میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس لیے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے اس نے جنگ چھیڑی جو سراسر جارحانہ تھی اور جسے کسی صورت سے جواز کے حدود میں نہیں لایا جا سکتا۔ کیونکہ امام برحق کے خلاف بغاوت و سرکشی باتفاق امت حرام ہے۔ چنانچہ امام نووی نے تحریر کیا ہے:

لاتنازعوا ولاۃ الامور فی ولایتھم ولا تعترضوا علیھم الا ان تروا منھم منکرًا محققًا تعلمونہ من قواعد الاسلام فاذا رأیتم ذٰلک فانکروہ علیھم وقولوا بالحق حیث ما کنتم واما الخروج علیھم وقتالھم فحرام باجماع المسلمین۔

حکومت کے معاملات میں فرمانرواؤں سے ٹکر نہ لو اور نہ ان پر اعتراضات کرو۔ البتہ تم کو ان میں کوئی ایسی برائی نظر آئے کہ جو پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ اصول اسلام کے خلاف ہے تو اسے ان کے لیے برا سمجھو اور جہاں بھی تم ہو صحیح صحیح بات کہو۔ لیکن ان پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا باجماع مسلمین حرام ہے۔

من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیا سواء کان الخروج فی ایام الصحابۃ علی الائمۃ الراشدین او کان بعدھم علی التابعین لھم باحسان۔

جو شخص اس امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو وہ خارجی کہلائے گا۔ چاہے یہ خروج صحابہ کے دور میں آئمہ راشدین پر ہو چاہے ان کے بعد ان کے تابعین پر۔ (کتاب الملل والنحل ص۵۳)

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ معاویہ کا اقدام بغاوت و سرکشی کا نتیجہ تھا اور باغی کے ظلم و عدوان کو روکنے کے لیے تلوار اٹھانا کسی طرح آئین امن پسندی و صلح جوئی کے خلاف نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ یہ مظلوم کا ایک قدرتی حق ہے اور اگر اسے اس حق سے محروم کر دیا جائے، تو دنیا میں ظلم و استبداد کی روک تھام اور حقوق کی حفاظت کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہے اسی لیے قدرت نے باغی کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

فان بغت احداھما علی الاخری، فقاتلوا التی تبغی حتّٰی تفیٓء الی

ان میں سے اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے، تو تم اس زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو۔ یہاں

أمر الله - تک کہ وُہ حکم خدا کی طرف پلٹ آئے ۔

یہ پہلی حجت تھی جس کی طرف حضرتؑ نے کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ مگر اس حجت کے تمام ہونے کے باوجود حضرت نے اپنی فوج کو ہاتھ اُٹھانے اور لڑائی میں پہل کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ آپؑ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی طرف سے پہل نہ ہو، اور وہ صرف دفاع میں تلوار اٹھائیں۔ چنانچہ جب آپ کی صلح و امن کی کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور دشمن نے جنگ کے لیے قدم اٹھا دیا، تو یہ ان پر دوسری حجت تھی جس کے بعد حضرت کے آمادہ جنگ ہونے پر نہ کوئی حرف گیری کی جا سکتی ہے، اور نہ آپ پر جارحانہ اقدام عائد کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ ظلم و تعدی کی طغیانیوں کو روکنے کے لیے ایک ایسا فریضہ تھا جسے آپ کو انجام دینا ہی چاہیئے تھا، اور جس کی اللہ سبحانہ، نے کھلے لفظوں میں اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدیٰ وانقوا الله واعلموا ان الله مع المتقین۔

جو شخص تم پر زیادتی کرے، تم بھی اس پر ویسی زیادتی کرو، جیسی اس نے کی ہے۔ اور اللہ سے ڈرو، اور اس بات کو جانے رہو کہ اللہ پرہیز گاروں کا ساتھی ہے

اس کے علاوہ امیر المومنینؑ سے صف آرا ہونا پیغمبر سے صف آرا ہونا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ "یا علی! حربک حربی" "اے علی! تم سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے" اس کی شاہد ہے، تو اس صورت میں جو سزا پیغمبرؐ سے جدال و قتال کرنے والے کے لیے ہوگی۔ وہی سزا امیر المومنینؑ سے جنگ و پیکار کرنے والے کے لیے ہونا چاہیئے۔ اور پیغمبرؐ سے محاذ جنگ قائم کرنے والے کی سزا قدرت نے یہ تجویز کی ہے "

انما جزآء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا أو یصلبوا أو تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف أو ینفوا من الارض ذلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ پر آمادہ ہوں اور زمین میں فساد پھیلانے کے لیے تگ و دو کرتے ہوں ان کی سزا یہ ہے کہ یا تو قتل کر دیئے جائیں، یا انہیں سُولی دی جائے یا ان کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے، یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کے لیے بڑا عذاب ہے ہی۔

اس کے بعد حضرت نے جو جنگ کے سلسلہ میں ہدایات فرمائے ہیں کہ کسی بھاگنے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور زخمی ہونے والے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ وہ اخلاقی اعتبار سے اس قدر بلند ہیں کہ انہیں اخلاقی قدروں کا اعلیٰ نمونہ اور اسلامی جنگوں کا بلند معیار قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ ہدایات صرف قول تک محدود نہ تھے، بلکہ حضرت ان کی پوری پابندی

کرتے تھے اور دوسروں کو بھی سختی سے ان کی پابندی کا حکم دیتے تھے اور کسی موقع پر بھاگنے والے کا تعاقب اور بے دست و پا پر حملہ اور عورتوں پر سختی گوارا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جمل کے میدان میں کہ جہاں فوج مخالف کی باگ ڈور ہی ایک عورت کے ہاتھ میں تھی، آپ نے اپنے اصول کو نہیں بدلا بلکہ دشمن کی شکست و ہزیمت کے بعد اپنی بلند کرداری کا ثبوت دیتے ہوئے ام المومنین کو حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا، اور اگر آپ کے بجائے دوسرا ہوتا تو وہ وہی سزا تجویز کرتا جو اس نوعیت کے اقدام کی ہونا چاہیے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:۔

لو کانت فعلت بعمر ما فعلت به وشقت عصی الامة علیه ثم ظفر بها لقتلها ومزقها اربا اربا ولکن علیا کان حلیما کریما۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص۲۰۲)

جو انہوں نے حضرت کے ساتھ برتاؤ کیا اگر ایسا ہی حضرت عمر کے ساتھ کرتیں اور ان کے خلاف رعیت میں بغاوت پھیلاتیں، تو وہ ان پر قابو پانے کے بعد انہیں قتل کر دیتے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ مگر امیر المومنینؑ بہت بردبار اور بلند نفس تھے۔

ہدایت (۱۵)

(وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ مُحَارِبًا)۔

جب لڑنے کے لیے دشمن کے سامنے آتے تھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَفْضَتِ الْقُلُوبُ وَمُدَّتِ الْأَعْنَاقُ وَشَخَصَتِ الْأَبْصَارُ وَنُقِلَتِ الْأَقْدَامُ، وَأُنْضِيَتِ الْأَبْدَانُ

بار الٰہا! دل تیری طرف کھنچ رہے ہیں، گردنیں تیری طرف اٹھ رہی ہیں۔ آنکھیں تجھ پر لگی ہوئی ہیں، قدم حرکت میں آچکے ہیں اور بدن لاغر پڑ چکے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ قَدْ صَرَّحَ مَكْتُومُ الشَّنَآنِ وَجَاشَتْ مَرَاجِلُ الْأَضْغَانِ۔

بار الٰہا! اب چھپی ہوئی عداوتیں ابھر آئی ہیں اور کینہ و عناد کی دیگیں جوش کھانے لگی ہیں۔"

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَشْكُوا إِلَيْكَ غَيْبَةَ نَبِيِّنَا۔ وَكَثْرَةَ عَدُوِّنَا وَتَشَتُّتَ أَهْوَائِنَا۔

خداوندا! ہم تجھ سے اپنے نبیؐ کے نظروں سے اوجھل ہو جانے، اپنے دشمنوں کے بڑھ جانے اور اپنی خواہشوں میں تفرقہ پڑ جانے کا شکوہ کرتے ہیں۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ

پروردگار! تو ہی ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کر اور تو سب سے اچھا

الْفَاتِحِيْنَ ۔

فیصلہ کرنے والا ہے :۔

(وَكَانَ يَقُوْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ہدایت (۱۶)

(لِأَصْحَابِهِ عِنْدَ الْحَرْبِ) :

جنگ کے موقع پر اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے :۔

لَا تَشْتَدَّنَّ عَلَيْكُمْ فَرَّةٌ بَعْدَهَا كَرَّةٌ ، وَلَا جَوْلَةٌ بَعْدَهَا حَمْلَةٌ ، وَ أَعْطُوا السُّيُوفَ حُقُوقَهَا ۔ وَ وَطِّئُوا لِلْجُنُوبِ مَصَارِعَهَا وَاذْمُرُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى الطَّعْنِ الدَّعْسِيِّ وَ الضَّرْبِ الطِّلَحْفِيِّ ۔ وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ ۔

وہ پسپائی کہ جس کے بعد پلٹنا ہو، اور وہ اپنی جگہ سے ہٹنا جس کے بعد حملہ مقصود ہو، تمہیں گراں نہ گزرے ، تلواروں کا حق ادا کرو ، اور پہلوؤں کے بل گرنے والے (دشمنوں) کے لیے میدان تیار رکھو۔ سخت نیزہ لگانے اور تلواروں کا بھرپور ہاتھ چلانے کے لیے اپنے کو آمادہ کرو۔ آوازوں کو دبا لو کہ اس سے بودا پن قریب نہیں پھٹکتا ۔

فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا أَسْلَمُوا وَلٰكِنِ اسْتَسْلَمُوا وَأَسَرُّوا الْكُفْرَ فَلَمَّا وَجَدُوا أَعْوَانًا عَلَيْهِ أَظْهَرُوهُ ۔

اس ذات کی قسم ! جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا ، یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کر لی تھی ، اور دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا تھا ۔ اب جب کہ یار و مددگار مل گئے ، تو اسے ظاہر کر دیا ۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۱۷)

إِلَىٰ مُعَاوِيَةَ جَوَابًا عَنْ كِتَابٍ مِنْهُ إِلَيْهِ :

معاویہ کے خط کے جواب میں !

فَأَمَّا طَلَبُكَ إِلَيَّ الشَّامَ فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأُعْطِيَكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتُكَ أَمْسِ ۔ وَأَمَّا قَوْلُكَ إِنَّ الْحَرْبَ

تمہارا یہ مطالبہ کہ میں شام کا علاقہ تمہارے حوالے کر دوں ، تو میں آج وہ چیز تمہیں دینے سے رہا کہ جس سے کل انکار کر چکا ہوں اور تمہارا یہ کہنا کہ جنگ

قَدْ أَكَلَتِ الْعَرَبَ إِلَّا حُشَاشَاتِ
أَنْفُسٍ بَقِيَتْ أَلَا وَمَنْ أَكَلَهُ الْحَقُّ
فَإِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ أَكَلَهُ الْبَاطِلُ
فَإِلَى النَّارِ وَأَمَّا اسْتِوَاؤُنَا فِي
الْحَرْبِ وَالرِّجَالِ فَلَسْتَ بِأَمْضَى
عَلَى الشَّكِّ مِنِّي عَلَى الْيَقِينِ۔ وَ
لَيْسَ أَهْلُ الشَّامِ بِأَحْرَصَ عَلَى
الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى الْآخِرَةِ
وَأَمَّا قَوْلُكَ إِنَّا بَنُو عَبْدِ مَنَافٍ
فَكَذٰلِكَ نَحْنُ۔ وَلٰكِنْ لَيْسَ أُمَيَّةُ
كَهَاشِمٍ۔ وَلَا حَرْبٌ كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ
وَلَا أَبُو سُفْيَانَ كَأَبِي طَالِبٍ وَ
لَا الْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيقِ وَ لَا
الصَّرِيحُ كَاللَّصِيقِ۔ وَلَا الْمُحِقُّ
كَالْمُبْطِلِ وَلَا الْمُؤْمِنُ كَالْمُدْغِلِ
وَلَبِئْسَ الْخَلَفُ خَلَفاً يَتْبَعُ سَلَفاً
هَوَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔

وَفِي أَيْدِينَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ
الَّتِي أَذْلَلْنَا بِهَا الْعَزِيزَ وَنَعَشْنَا بِهَا
الذَّلِيلَ۔ وَلَمَّا أَدْخَلَ اللّٰهُ الْعَرَبَ
فِي دِينِهِ أَفْوَاجاً وَأَسْلَمَتْ لَهُ
هٰذِهِ الْأُمَّةُ طَوْعاً وَكَرْهاً كُنْتُمْ
مِمَّنْ دَخَلَ فِي الدِّينِ إِمَّا رَغْبَةً
وَإِمَّا رَهْبَةً عَلَى حِينَ فَازَ أَهْلُ
السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ، وَذَهَبَ الْمُهَاجِرُونَ

نے عرب کو کھا ڈالا ہے اور آخری سانسوں کے علاوہ
اس میں کچھ نہیں رہا تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جیسے
حق نے کھایا ہے وہ جنت کو سدھارا ہے ، اور جسے
باطل نے لقمہ بنایا ہے وہ دوزخ میں جا پڑا ہے رہا
یہ دعویٰ کہ ہم فنِ جنگ اور کثرت تعداد میں برابر سرابر کے
ہیں تو یاد رکھو کہ تم شک میں اتنے سرگرم عمل نہیں ہو سکتے
جتنا میں یقین پر قائم رہ سکتا ہوں اور اہل شام دنیا پر
اتنے مر مٹے ہوئے نہیں جتنا اہل عراق آخرت پر جان
دینے والے ہیں تمہارا یہ کہنا کہ ہم عبد مناف کی اولاد ہیں تو ہم
بھی ایسے ہی ہیں ۔ مگر امیہ ہاشم کے اور حرب عبدالمطلب
کے اور ابوسفیان ابو طالب کے برابر
نہیں ہیں ۔ (فتح مکہ کے بعد) چھوڑ دیا جانے والا مہاجر
کا ہم مرتبہ نہیں ۔ اور الگ سے نتھی کیا ہوا روشن و پاکیزہ
نسبت والے کے مانند نہیں اور غلط کار حق کے پرستار
کا ہم پلہ نہیں ، اور منافق مومن کا ہم درجہ نہیں ہے ۔ کتنی
بری نسل وہ نسل ہے جو جہنم میں گر چکنے والے اسلاف
کی ہی پیروی کر رہی ہے !

پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے
کہ جس کے ذریعے ہم نے طاقتور کو کمزور ، اور پست کو
بلند و بالا کر دیا اور جب اللہ نے عرب کو اپنے دین میں
جوق در جوق داخل کیا اور امت اپنی خوشی سے یا ناخوشی
سے اسلام لے آئی تو تم وہ لوگ تھے کہ جو لالچ یا ڈر
سے اسلام لائے ، اس وقت کہ جب سبقت کرنے والے
سبقت حاصل کر چکے تھے ، اور مہاجرین اوّلین فضل
و شرف کو لے جا چکے تھے ؛

اِلَّا قَلِيْلُوْنَ بِفَضْلِهِمْ ۔ فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطَانِ نِيْكَ نَصِيْبًا، وَلَا عَلٰى نَفْسِكَ سَبِيْلًا ۔ (سنو) شیطان کا اپنے میں سا جھانہ رکھو اور نہ اُسے اپنے اُوپر چھا جانے دو ۔

لہ جنگِ صفین کے دوران میں معاویہ نے چاہا کہ حضرت سے دوبارہ شام کا علاقہ طلب کرے، اور کوئی ایسی چال چلے جس سے وُہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔ چنانچہ اس نے عمرو ابن عاص سے اس سلسلہ میں مشورہ لیا۔ مگر اس نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ اے معاویہ! ذرا سوچو کہ تمہاری اس تحریر کا علی ابن ابی طالب پر کیا اثر ہو سکتا ہے اور وُہ تمہارے ورغلانے سے کیسے فریب میں آجائیں گے جس پر معاویہ نے کہا کہ، ہم سب عبدمناف کی اولاد ہیں مجھ میں اور علیؑ میں فرق ہی کیا ہے کہ وُہ مجھ سے بازی لے جائیں اور میں انہیں فریب دینے میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ عمرو نے کہا کہ اگر ایسا ہی خیال ہے تو پھر لکھ دیکھو۔ چنانچہ اس نے حضرت کی طرف ایک خط لکھا جس میں شام کا مطالبہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ انا نحن بنو عبد مناف لیس لبعضنا علی بعض فضل ۔ "ہم سب عبدمناف کی اولاد ہیں، اور ہم میں سے ایک کو دوسرے پر برتری نہیں ہے۔" تو حضرت نے اس کے جواب میں یہ نامہ تحریر فرمایا اور اپنے اسلاف کے پہلو بہ پہلو اس کے اسلاف کا تذکرہ کر کے اس کے دعویٰ ہمپائیگی کو باطل قرار دیا۔ اگرچہ دونوں کی اصل ایک اور دونوں کا سلسلہ نسب عبدمناف تک منتہی ہوتا ہے، مگر عبدشمس کی اولاد تہذیبی و اخلاقی برائیوں کا سرچشمہ اور شرک و ظلم میں مبتلا تھی اور ہاشم کا گھرانا خدائے واحد کا پرستار اور بُت پرستی سے کنارہ کش تھا۔ لہذا ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی شاخوں میں اگر پھول بھی ہوں اور کانٹے بھی، تو اس سے دونوں کو ایک سطح پر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ یہ امر کسی صراحت کا محتاج نہیں کہ امیہ اور ہاشم، حرب اور عبدالمطلب ابوسفیان اور ابوطالب کسی اعتبار سے ہمپایہ نہ تھے۔ جس سے نہ کسی مورخ کو انکار ہے اور نہ کسی سیرت نگار کو بلکہ اس جواب کے بعد معاویہ کو بھی اس کی تردید میں کچھ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ کیونکہ اس واضح حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا کہ عبدمناف کے بعد حضرت ہاشم ہی وُہ تھے جو قریش میں ایک امتیازی وجاہت کے مالک تھے اور خانہ کعبہ کے اہم ترین عہدوں میں سے سقایہ (حاجیوں کے لیے کھانے پینے کا سامان فراہم کرنا) اور رفادہ (حاجیوں کی مالی اعانت کا انتظام کرنا) انہی سے متعلق تھا چنانچہ حج کے موقع پر قافلوں کے قافلے آپ کے ہاں اترتے اور آپ اس خوش اسلوبی سے فرائض مہمان نوازی انجام دیتے، کہ آپ کے سرچشمہ جود و سخا سے سیراب ہونے والے مدتوں آپ کی مدح و تحسین میں رطب اللسان رہتے۔

اسی عالی حوصلہ و بلند ہمت باپ کے چشم و چراغ حضرت عبدالمطلب تھے جن کا نام شیبہ اور لقب "سید البطحا" تھا جو نسل ابراہیمؑ کے شرف کے وارث اور قریش کی عظمت و سرداری کے مالک تھے اور ابرہہ کے سامنے جس عالی ہمتی و بلند نگاہ کا مظاہرہ کیا وہ آپ کی تاریخ کا تابناک باب ہے۔ بہرصورت آپ ہاشم کے تاج کا آویزہ اور عبدمناف کے گھرانے کا

روشن ستارہ تھے۔" انما عبد مناف جوھر۔ زین الجوھر عبد المطلب عبد مناف ایک موتی تھے، مگر اس پر جلا کرنے والے عبد المطلب تھے۔"

حضرت عبد المطلب کے فرزند حضرت ابو طالب تھے جن کی آغوش تیتیم عبد اللہ کا گہوارہ اور رسالت کی تربیت گاہ تھی۔ جنہوں نے پیغمبرؐ کو اپنے سایہ میں پروان چڑھایا اور دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ان کی حفاظت کرتے رہے ان جلیل القدر افراد کے مقابلہ میں ابو سفیان، حرب اور امیہؔ کو لانا اور ان کا ہم رتبہ خیال کرنا ایسا ہی ہے جیسے نور کی ضو پاشیوں سے آنکھ بند کر کے اُسے ظلمت کا ہم پلّہ سمجھ لینا۔

اس نسبی تفریق کے بعد دوسری چیز "وجہ فضیلت" یہ بیان کی ہے کہ آپ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں اور معاویہ ہے طلیق اسے کہا جاتا ہے جسے پیغمبرؐ نے فتح مکہ کے موقع پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ جب پیغمبرؐ فاتحانہ طور پر مکہ میں وارد ہوئے تو قریش سے پوچھا کہ تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ سب نے کہا کہ ہم کریم ابن کریم سے بھلائی ہی کے امیدوار ہیں۔ جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جاؤ تم طلقاء ہو۔ یعنی تم تھے تو اس قابل کہ تمہیں غلام بنا کر رکھا جاتا۔ مگر تم پر احسان کرتے ہوئے تمہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان طلقاء میں معاویہ اور ابو سفیان بھی تھے۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے اس مکتوب کے حواشی میں تحریر کیا ہے کہ:

وابو سفیان ومعاویۃ کان من الطلقاء!

ابو سفیان اور معاویہ دونوں طلقاء (آزاد کردہ لوگوں) میں سے تھے۔

تیسری چیز "وجہ فضیلت" یہ ہے کہ آپ کا نسب واضح اور روشن ہے جس میں کہیں کوئی شبہ نہیں۔ اس کے برعکس معاویہ کے لیے لفظ لصیق استعمال کیا ہے اور اہل لغت نے لصیق کے معنی الدعی الملصق بغیر ابیہ کے کیے ہیں۔ یعنی وہ جو اپنے باپ کے علاوہ دوسروں سے منسوب ہو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا شبہ امیہؔ کے متعلق کیا جاتا ہے کہ وہ عبد شمس کا بیٹا تھا یا اس کا غلام کہ جو صرف اس کی تربیت کی وجہ سے اس کا بیٹا کہلانے لگا تھا۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں کامل بہائی سے نقل کیا ہے:۔

ان امیۃ کان غلاما رومیا لعبد شمس فلما الفاہ کیسا فطنا اعتقہ وتبناہ فقیل امیۃ ابن عبد شمس کما کانوا یقولون قبل نزول الآیۃ زید ابن محمدؐ۔ (بحار الانوار۔ جلد ۸ ص ۳۸۳)

امیہؔ عبد شمس کا ایک رومی غلام تھا۔ جب انہوں نے اس کو ہوشیار اور با فہم پایا تو اُسے آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا بنا لیا جس کی وجہ سے اسے امیہ ابن عبد شمس کہا جانے لگا جیسا کہ آیت اترنے سے قبل لوگ زید کو "زید ابن محمدؐ" کہا کرتے تھے

اموی سلسلہ نسب میں دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ حرب جسے فرزند امیہؔ کہا جاتا ہے وہ اس کا واقعی بیٹا تھا یا پروردہ غلام تھا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابو الفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی سے نقل کیا ہے کہ:۔

ان معاویۃ قال لدغفل النسابۃ ارأیت عبد المطلب قال نعم قال کیف رأیتہ قال رأیتہ رجلا نبیلا

معاویہ نے ماہر انساب دغفل سے دریافت کیا کہ تم نے عبد المطلب کو دیکھا ہے؟ کہا کہ ہاں! پوچھا کہ تم نے اسے کیسا پایا؟ کہا کہ

جمیلا وضیا کان علی وجهه نور النبوة قال افرأیت امیة ابن عبد شمس قال نعم قال کیف رایته فقال رأیته رجلا ضئیلا منحنیا اعمٰی یقودہ عبدہ ذکوان فقال معاویة ذٰلک ابنه ابو عمرو قال انتم تقولون ذٰلک فاما قریش فلم تکن تعرف الا انه عبدہ۔

وُہ باوقار، خوب رُو اور روشن جبین انسان تھے اور ان کے چہرے پر نورِ نبوت کی درخشندگی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ کیا اُمیّہ کو بھی دیکھا ہے۔ کہا کہ ہاں اُسے بھی دیکھا ہے پوچھا کہ اُس کو کیسا پایا؟ کہا کہ کمزور جسم، خمیدہ قامت اور آنکھوں سے نابینا تھا۔ اس کے آگے آگے اس کا غلام ذکوان ہوتا تھا۔ جو اس کو لیے لیے پھرتا تھا۔ معاویہ نے کہا کہ وُہ تو اس کا بیٹا ابوعمرو (حرب) تھا۔ اس نے کہا کہ تم لوگ ایسا کہتے ہو۔ مگر قریش تو بس یہ جانتے ہیں کہ وُہ اس کا غلام تھا۔

٭ ٭ ٭

اس سلسلہ میں تیسرا شبہ خود معاویہ کے متعلق ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:۔

وکانت هند تذکر فی مکة بفجور وعهر وقال الزمخشری فی کتاب ربیع الابرار کان معاویة یعزی الی اربعة الی مسافر ابن ابی عمرو و الی عمارة ابن الولید ابن المغیرة والی العباس والی الصباح۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ا صـ٦٣)

(معاویہ کی والدہ) ہند مکہ میں فسق و فجور کی بدنام زندگی گزارتی تھی اور زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ کو چار آدمیوں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا جو یہ ہیں۔ مسافر ابن ابی عمرو، عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ، عباس ابن عبدالمطلب اور صباح"

چوتھی چیز وجہ فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ حق کے پرستار ہیں، اور معاویہ باطل کا پرستار، اور یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ معاویہ کی پوری زندگی حق پوشی و باطل کوشی میں گزری اور کسی مرحلہ پر بھی اس کا قدم حق کی جانب اُٹھتا ہوا نظر نہیں آتا پانچویں فضیلت یہ پیش کی ہے کہ آپ مومن ہیں اور معاویہ مفسد و منافق اور جس طرح حضرت کے ایمان میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح معاویہ کی مفسدہ انگیزی و نفاق پروری میں بھی کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امیر المومنینؑ نے اس کے نفاق کو واضح طور پر اس سے پہلے خطبہ میں ان لفظوں میں بیان کیا ہے:۔

ما اسلموا ولکن استسلموا و اسروا الکفر فلما وجدوا اعوانا علیه اظهروہ۔

یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کر لی تھی اور دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا تھا۔ اب جب کہ یار و مدد گار مل گئے تو اسے ظاہر کر دیا۔

٭ ٭ ٭

مکتوب (۱۸)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْبَصْرَةِ:-

اِعْلَمْ أَنَّ الْبَصْرَةَ مَهْبِطُ إِبْلِيسَ وَمَغْرِسُ الْفِتَنِ، فَحَادِثْ أَهْلَهَا بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوبِهِمْ. وَقَدْ بَلَغَنِي تَنَمُّرُكَ لِبَنِي تَمِيمٍ وَ غِلْظَتُكَ عَلَيْهِمْ، وَإِنَّ بَنِي تَمِيمٍ لَمْ يَغِبْ لَهُمْ نَجْمٌ إِلَّا طَلَعَ لَهُمْ آخَرُ، وَإِنَّهُمْ لَمْ يُسْبَقُوا بِوَغْمٍ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ. وَإِنَّ لَهُمْ بِنَا رَحِمًا مَاسَّةً وَقَرَابَةً خَاصَّةً نَحْنُ مَأْجُورُونَ عَلَى صِلَتِهَا وَ مَأْزُورُونَ عَلَى قَطِيعَتِهَا. فَارْبَعْ أَبَا الْعَبَّاسِ رَحِمَكَ اللهُ فِيمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ وَيَدِكَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ فَإِنَّا شَرِيكَانِ فِي ذٰلِكَ وَكُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّي بِكَ، وَ لَا يَفِيلَنَّ رَأْيِي فِيكَ.

(وَالسَّلَامُ)

والی بصرہ عبداللہ ابن عباس کے نام:

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بصرہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان اُترتا ہے اور فتنے سر اُٹھاتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو حسنِ سلوک سے خوش رکھو، اور ان کے دلوں سے خوف کی گرہیں کھول دو۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم بنی تمیم سے درشتی کے ساتھ پیش آتے ہو، اور ان پر سختی روا رکھتے ہو۔ بنی تمیم تو وہ ہیں کہ جب بھی ان کا کوئی ستارہ ڈوبتا ہے، تو اس کی جگہ دوسرا اُبھر آتا ہے، اور جاہلیت اور اسلام میں کوئی ان سے جنگ جوئی میں بڑھ نہ سکا۔ اور پھر انہیں ہم سے قرابت کا لگاؤ اور عزیزداری کا تعلق بھی ہے کہ اگر ہم اس کا خیال رکھیں گے تو اجر پائیں گے اور اس کا لحاظ نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ دیکھو۔ ابن عباس! خدا تم پر رحم کرے۔ (رعیت کے بارے میں) تمہارے ہاتھ اور زبان سے جو اچھائی اور بُرائی ہونے والی ہو، اس میں جلد بازی نہ کیا کرو۔ کیونکہ ہم دونوں اس (ذمہ داری) میں برابر کے شریک ہیں۔ تمہیں اس حسنِ ظن کے مطابق ثابت ہونا چاہیئے جو مجھے تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے بارے میں میری رائے غلط ثابت نہ ہونا چاہیئے۔ والسلام!

طلحہ و زبیر کے بصرہ پہنچنے کے بعد بنی تمیم ہی وہ تھے جو انتقام عثمان کی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لینے والے اور اس فتنہ کو ہوا دینے میں پیش پیش تھے۔ اس لیے جب عبداللہ ابن عباس بصرہ کے عامل مقرر ہوئے تو انہوں نے ان کی بدعہدی و عداوت کو دیکھتے ہوئے انہیں بُرے سلوک ہی کا مستحق سمجھا اور ایک حد تک ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ بھی کیا۔ مگر اس قبیلہ میں کچھ لوگ

امیرالمومنین ؑ کے مخلص شیعہ بھی تھے۔ انہوں نے جب ابن عباس کا اپنے قبیلے کے ساتھ یہ رویہ دیکھا، تو جاریۃ ابن قدامہ کے ہاتھ ایک خط حضرت کی خدمت میں تحریر کیا جس میں ابن عباس کے متشددانہ رویہ کی شکایت کی۔ جس پر حضرت نے ابن عباس کو یہ خط تحریر کیا جس میں انہیں اپنی روش کے بدلنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کی ہدایت فرمائی ہے اور انہیں اس قرابت کی طرف متوجہ کیا ہے جو بنی ہاشم و بنی تمیم میں پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بنی ہاشم و بنی تمیم سلسلہ نسب میں الیاس ابن مضر پہ ایک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ مدرکہ ابن الیاس کی اولاد سے ہاشم ہیں۔ اور طابخہ ابن الیاس کی اولاد سے تمیم تھا۔

وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : مکتوب (۱۹)

إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ :-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ دَهَاقِينَ أَهْلِ بَلَدِكَ شَكَوْا مِنْكَ غِلْظَةً وَقَسْوَةً وَاحْتِقَارًا وَجَفْوَةً ، وَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَهُمْ أَهْلًا لِأَنْ يُدْنَوْا لِشِرْكِهِمْ وَلَا أَنْ يُقْصَوْا وَيُجْفَوْا لِعَهْدِهِمْ فَالْبَسْ لَهُمْ جِلْبَابًا مِنَ اللِّينِ تَشُوبُهُ بِطَرَفٍ مِنَ الشِّدَّةِ ، وَدَاوِلْ لَهُمْ بَيْنَ الْقَسْوَةِ وَالرَّأْفَةِ ، وَامْزُجْ لَهُمْ بَيْنَ التَّقْرِيبِ وَالْإِدْنَاءِ ، وَالْإِبْعَادِ وَالْإِقْصَاءِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ

ایک عامل کے نام :

تمہارے شہر کے زمینداروں نے تمہاری سختی، سنگدلی تحقیر آمیز برتاؤ، اور تشدد کے رویہ کی شکایت کی ہے میں نے غور کیا تو وہ شرک کی وجہ سے اس قابل تو نظر نہیں آتے کہ انہیں نزدیک کر لیا جائے، اور معاہدہ کی بنا پر انہیں دور پھینکا اور دھتکارا بھی نہیں جا سکتا۔ لہٰذا ان کے لیے نرمی کا ایسا شعار اختیار کرو، جس میں کہیں کہیں سختی کی بھی جھلک ہو، اور کبھی سختی کر لو اور کبھی نرمی برتو، اور قرب و بعد اور نزدیکی و دوری کو سمو کر بین بین راستہ اختیار کرو۔ انشاء اللہ

یہ لوگ مجوسی تھے اس لیے حضرت کے عامل کا رویہ ان کے ساتھ ویسا نہ تھا جو عام مسلمانوں کے ساتھ تھا جس سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے امیر المومنین کو شکایت کا خط لکھا اور اپنے حکمران کے تشدد کا شکوہ کیا جس کے جواب میں حضرت نے اپنے عامل کو تحریر فرمایا کہ وہ ان سے ایسا برتاؤ کریں کہ جس میں نہ تشدد ہو، اور نہ اتنی نرمی کہ وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر شرانگیزی پر اتر آئیں کیونکہ انہیں پوری ڈھیل دے دی جائے، تو وہ حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں کھو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کر کے ملک کے نظم و نسق میں روڑے اٹکاتے ہیں اور پوری طرح سختی و تشدد کا برتاؤ اس لیے روا نہیں رکھا جا سکتا کہ وہ رعایا میں شمار ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے ان کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۲۰)

إِلَىٰ زِيَادِ بْنِ أَبِيهِ وَهُوَ خَلِيفَةُ عَامِلِهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَلَى الْبَصْرَةِ. وَعَبْدُ اللهِ عَامِلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا وَعَلَىٰ كُوَرِ الْأَهْوَازِ وَفَارِسَ وَكِرْمَانَ) وَإِنِّي أُقْسِمُ بِاللهِ قَسَمًا صَادِقًا لَئِنْ بَلَغَنِي أَنَّكَ خُنْتَ مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا لَأَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شَدَّةً تَدَعُكَ قَلِيلَ الْوَفْرِ ثَقِيلَ الظَّهْرِ، ضَئِيلَ الْأَمْرِ.

(وَالسَّلَامُ)

زیاد ابن ابیہ کے نام:

جب کہ عبداللہ ابن عباس بصرہ، نواحی اہواز اور فارس و کرمان پر حکمران تھے اور یہ بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا۔

میں اللہ کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تم نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کرتے ہوئے کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں ہیر پھیر کیا ہے، تو یاد رکھو کہ میں ایسی مار ماروں گا کہ جو تمہیں تہی دست، بوجھل پیٹھ والا اور بے آبرو کر کے چھوڑے گی۔ والسّلام!

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۲۱)

إِلَيْهِ أَيْضًا:

فَدَعِ الْإِسْرَافَ مُقْتَصِدًا، وَاذْكُرْ فِي الْيَوْمِ غَدًا، وَأَمْسِكْ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُورَتِكَ، وَقَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ.

أَتَرْجُو أَنْ يُعْطِيَكَ اللهُ أَجْرَ الْمُتَوَاضِعِينَ وَأَنْتَ عِنْدَهُ مِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ وَتَطْمَعُ ـ وَأَنْتَ مُتَمَرِّغٌ فِي النَّعِيمِ تَمْنَعُهُ الضَّعِيفَ وَالْأَرْمَلَةَ أَنْ يُوجِبَ لَكَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِينَ وَإِنَّمَا الْمَرْءُ مَجْزِيٌّ بِمَا أَسْلَفَ وَقَادِمٌ عَلَىٰ مَا قَدَّمَ.

وَالسَّلَامُ

زیاد ابن ابیہ کے نام!

میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فضول خرچی سے باز آؤ، آج کے دن کل کو بھول نہ جاؤ۔ صرف ضرورت بھر کے لیے مال روک کر باقی محتاجی کے دن کے لیے آگے بڑھاؤ۔

کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ اللہ تمہیں عجز و انکساری کرنے والوں کا اجر دے گا؟ حالانکہ تم اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہو! اور یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ خیرات کرنے والوں کا ثواب تمہارے لیے قرار دے گا؟ حالانکہ تم عشرت سامانیوں میں لوٹ رہے ہو، اور بیکسوں اور بیواؤں کو محروم کر رکھا ہے۔ انسان اپنے ہی کئے کی جزا پاتا ہے اور جو آگے بھیج چکا ہے وہی آگے بڑھ کر پائے گا۔ والسّلام۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مکتوب (۲۲)

إِلَى عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ) :-

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ مَا انْتَفَعْتُ بِكَلَامٍ بَعْدَ كَلَامِ رَسُولِ اللهِ كَانْتِفَاعِي بِهٰذَا الْكَلَامِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْمَرْءَ قَدْ يَسُرُّهُ دَرْكُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيَفُوتَهُ، وَيَسُوْءُهُ فَوْتُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيُدْرِكَهُ۔ فَلْيَكُنْ سُرُورُكَ بِمَا نِلْتَ مِنْ آخِرَتِكَ۔ وَلْيَكُنْ أَسَفُكَ عَلَى مَا فَاتَكَ مِنْهَا۔ وَمَا نِلْتَ مِنْ دُنْيَاكَ فَلَا تُكْثِرْ فِيهِ فَرَحًا۔ وَمَا فَاتَكَ مِنْهَا فَلَا تَأْسَ عَلَيْهِ جَزَعًا۔ وَلْيَكُنْ هَمُّكَ فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

عبداللہ ابن عباس کے نام:

عبداللہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جتنا فائدہ میں نے اس کلام سے حاصل کیا ہے، اتنا پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کلام کے بعد کسی کلام سے حاصل نہیں کیا۔

انسان کو کبھی ایسی چیز کا پا لینا خوش کرتا ہے جو اس کے ہاتھوں سے جانے والی ہوتی ہی نہیں اور کبھی ایسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا اسے غمگین کر دیتا ہے جو اسے حاصل ہونے والی ہوتی ہی نہیں۔ یہ خوشی اور غم بیکار ہے۔ تمہاری خوشی صرف آخرت کی حاصل کی ہوئی چیز پر ہونا چاہیئے اور اس میں سے کوئی چیز جاتی رہے اس پر رنج ہونا چاہیئے۔ اور جو چیز دنیا سے پا لو، اس پر زیادہ خوش نہ ہو اور جو چیز اس سے جاتی رہے، اس پر بیقرار ہو کر افسوس کرنے نہ لگو بلکہ تمہیں موت کے بعد پیش آنے والے حالات کی طرف اپنی توجہ موڑنا چاہیئے۔

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وصیّت (۲۳)

قَالَهُ قُبَيْلَ مَوْتِهِ عَلَى سَبِيلِ الْوَصِيَّةِ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللهُ

وَصِيَّتِي لَكُمْ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ وَأَوْقِدُوا

جب ابن ملجم نے آپ کے سر اقدس پر ضرب لگائی تو انتقال سے کچھ پہلے آپ نے بطور وصیت ارشاد فرمایا

تم لوگوں سے میری وصیت ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرنا، ان دونوں ستونوں کو قائم کیے رہنا۔ اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھنا۔ بس پھر برائیوں نے

هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ ذَمٌّ أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ - وَالْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ، وَغَدًا مُفَارِقُكُمْ إِنْ أَبْقَ فَأَنَا وَلِيُّ دَمِي وَإِنْ أَفْنَ فَالْفَنَاءُ مِيعَادِي - وَإِنْ أَعْفُ فَالْعَفْوُ لِي قُرْبَةٌ وَهُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ، فَاعْفُوا "أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ" وَاللهِ مَا فَجَأَنِي مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهُ، وَلَا طَالِعٌ أَنْكَرْتُهُ - وَمَا كُنْتُ إِلَّا كَقَارِبٍ وَرَدَ وَطَالِبٍ وَجَدَ وَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ -

(أَقُولُ: وَقَدْ مَضَى بَعْضُ هٰذَا الْكَلَامِ فِيمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْخُطَبِ إِلَّا أَنَّ فِيهِ هٰهُنَا زِيَادَةً أَوْجَبَتْ تَكْرِيرَهُ)

تمہارا پیچھا چھوڑ دیا، میں کل تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لیے (سراپا) عبرت ہوں اور کل کو تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ اگر میں زندہ رہا تو مجھے اپنے خون کا اختیار ہوگا۔ اور اگر مر جاؤں تو موت میری وعدہ گاہ ہے۔ اگر معاف کر دوں تو یہ میرے لیے رضائے الٰہی کا باعث ہے اور تمہارے لیے بھی نیکی ہوگی "کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔" خدا کی قسم یہ موت کا ناگہانی حادثہ ایسا نہیں ہے کہ میں اسے ناپسند جانتا ہوں اور نہ یہ ایسا سانحہ ہے کہ میں اسے بُرا جانتا ہوں۔ میری مثال بس اس شخص کی سی ہے جو رات بھر پانی کی تلاش میں چلے اور صبح ہوتے چشمہ پر پہنچ جائے اور اس ڈھونڈنے والے کے مانند ہوں جو مقصد کو پا لے، اور جو اللہ کے یہاں ہے وہی نیکو کاروں کے لیے بہتر ہے۔"

سیّد رضی کہتے ہیں کہ اس کلام کا کچھ حصّہ خطبات میں گزر چکا ہے۔ مگر یہاں کچھ اضافہ تھا، جس کی وجہ سے دوبارہ درج کرنا ضروری ہوا۔"

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

بِمَا يُعْمَلُ فِي أَمْوَالِهِ كَتَبَهَا بَعْدَ مُنْصَرَفِهِ مِنْ صِفِّينَ :-

هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي مَالِهِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ لِيُولِجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَيُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ -

وصیّت (۲۴)

حضرت کی وصیّت اس امر کے متعلق کہ آپ کے اموال میں کیا عمل درآمد ہوگا ۔۔۔۔ اُسے صفین سے پلٹنے کے بعد تحریر فرمایا۔

یہ وُہ ہے جو خدا کے بندے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب نے اپنے اموال (اوقاف) کے بارے میں حکم دیا ہے محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے تاکہ وہ اس کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کرے اور امن و آسائش عطا فرمائے۔

(منها) وَاِنَّهٗ يَقُوْمُ بِذٰلِكَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ يَاْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ وَيُنْفِقُ فِي الْمَعْرُوْفِ فَاِنْ حَدَثَ بِحَسَنٍ حَدَثٌ وَحُسَيْنٌ حَيٌّ قَامَ بِالْاَمْرِ بَعْدَهٗ وَاَصْدَرَهٗ مَصْدَرَهٗ وَاِنَّ لِبَنِيْ فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ مِثْلَ الَّذِيْ لِبَنِيْ عَلِيٍّ، وَاِنِّيْ اِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذٰلِكَ اِلَى ابْنَيْ فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَقُرْبَةً اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَتَكْرِيْمًا لِحُرْمَتِهٖ وَتَشْرِيْفًا لِوُصْلَتِهٖ وَيَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِيْ يَجْعَلُهٗ اِلَيْهِ اَنْ يَّتْرُكَ الْمَالَ عَلٰى اُصُوْلِهٖ وَيُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهٖ حَيْثُ اُمِرَ بِهٖ وَهُدِيَ لَهٗ، وَاَنْ لَّا يَبِيْعَ مِنْ اَوْلَادِ نَخْلِ هٰذِهِ الْقُرٰى وَدِيَّةً حَتّٰى تُشْكِلَ اَرْضُهَا غِرَاسًا وَمَنْ كَانَ مِنْ اِمَائِيَ اللَّاتِيْ اَطُوْفُ عَلَيْهِنَّ لَهَا وَلَدٌ اَوْ هِيَ حَامِلٌ فَتُمْسَكُ عَلٰى وَلَدِهَا وَهِيَ مِنْ حَظِّهٖ فَاِنْ مَاتَ وَلَدُهَا وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ عَتِيْقَةٌ قَدْ اَفْرَجَ عَنْهَا الرِّقَّ وَحَرَّرَهَا الْعِتْقُ۔

قَالَ الرَّضِيُّ (قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ: اَنْ لَّا يَبِيْعَ مِنْ نَخْلِهَا وَدِيَّةً۔ اَلْوَدِيَّةُ الْفَسِيْلَةُ وَجَمْعُهَا وَدِيٌّ۔ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اس وصیت کا ایک حصہ یہ ہے: حسن ابن علیؑ اس کے متولی ہوں گے جو اس مال سے مناسب طریقہ پر روزی لیں گے اور امورِ خیر میں صرف کریں گے۔ اگر حسنؑ کو کچھ ہو جائے اور حسینؑ زندہ ہوں، تو وہ ان کے بعد اس کو سنبھال لیں گے، اور انہی کی راہ پر چلائیں گے۔ علیؑ کے اوقاف میں جتنا حصہ فرزندانِ علیؑ کا ہے، اُتنا ہی اولاد فاطمہؑ کا ہے۔ بیشک میں نے صرف اللہ کی رضا مندی رسولؐ کے تقرب، انؐ کی عزت و حرمت کے اعزاز اور ان کی قرابت کے احترام کے پیشِ نظر اس کی تولیت فاطمہؑ کے دونوں فرزندوں سے مخصوص کی ہے اور جو اس جائداد کا متولی ہو اس پر یہ پابندی عائد ہو گی کہ وہ مال کو اس کی اصلی حالت پر رہنے دے اور اس کے پھلوں کو ان مصارف میں جن کے متعلق ہدایت کی گئی ہے تصرف میں لائے اور یہ کہ وہ ان دیہاتوں کے نخلستانوں کی نئی پود کو فروخت نہ کرے۔ یہاں تک کہ ان دیہاتوں کی زمین کا ان نئے درختوں کے جم جانے سے عالم ہی دوسرا ہو جائے اور وہ کنیزیں جو میرے تصرف میں ان میں سے جس کی گود میں بچہ یا پیٹ میں ہے تو وہ بچے کے حق میں روک لی جائے گی اور اس کے حصہ میں شمار ہو گی۔ پھر اگر بچہ مر بھی جائے اور وہ زندہ ہو، تو بھی وہ آزاد ہو گی۔ اس سے غلامی چھٹ گئی ہے اور آزادی اُسے حاصل ہو چکی ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس وصیت میں حضرتؑ کا ارشاد ان لا یبیع من نخلھا ودیہ میں ودیہ کے معنی کھجور کے چھوٹے درخت کے ہیں اور اس کی جمع ودی آتی ہے اور آپ کا یہ ارشاد و حتی تشکل ارضھا غراسا زمین

حَتّٰی تُشْکِلَ اَرْضُھَا غِرَاسًا ھُوَ مِنْ اَفْصَحِ الْکَلَامِ وَالْمُرَادُ بِہٖ اَنَّ الْاَرْضَ یَکْثُرُ فِیْھَا غِرَاسُ النَّخْلِ حَتّٰی یَرَاھَا النَّاظِرُ عَلٰی غَیْرِ تِلْکَ الصِّفَۃِ الَّتِیْ عَرَفَھَا بِھَا فَیُشْکِلُ عَلَیْہِ اَمْرُھَا وَیَحْسَبُھَا غَیْرَھَا۔

درختوں کے جم جانے سے مشتبہ ہو جائے) اس سے مراد یہ ہے کہ جب زمین میں کھجوروں کے پیڑ کثرت سے اُگ آتے ہیں تو دیکھنے والے نے جس صورت میں اسے پہلے دیکھا تھا، اب دوسری صورت میں دیکھنے کی وجہ سے اسے اشتباہ ہو جائے گا، اور اُسے دوسری زمین خیال کرے گا

امیرالمومنین علیہ السّلام کی زندگی ایک مزدور اور کاشتکار کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپ دوسروں کے کھیتوں میں کام کرتے اور بنجر اور افتادہ زمینوں میں آب رسانی کے وسائل مہیا کر کے انہیں آباد کرتے اور کاشت کے قابل بنا کر ان میں باغات لگاتے اور چونکہ یہ زمینیں آپ کی آباد کردہ ہوتی تھیں اس لیے آپ کی ملکیت میں داخل تھیں۔ مگر آپ نے کبھی مال پر نظر نہ کی اور ان زمینوں کو وقف قرار دے کر اپنے حقوق ملکیت کو اُٹھا لیا۔ البتہ قرابت پیغمبرؐ کا لحاظ کرتے ہوئے ان اوقاف کی تولیت یکے بعد دیگرے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے سپرد کی۔ لیکن ان کے حقوق میں کوئی امتیاز گوارا نہیں کیا، بلکہ دوسری اولاد کی طرح انہیں بھی صرف اتنا حق دیا کہ وہ گزارے بھر کا لے سکتے ہیں۔ اور بقیہ عامۂ مسلمین کے مفاد اور امور خیر میں صرف کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں :۔

قد علم کل احد ان علیا علیہ السلام استخرج عیونا کثیرۃ بکد یمینہ بالمدینۃ وینبع و سویعۃ واحیا بھا مواتا کثیرا ثم اخرجھا عن ملکہ وتصدق بھا علی المسلمین ولم یمت وشیٔ منھا فی ملکہ۔ (شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص۱۴۳)

سب کو معلوم ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے مدینہ اور ینبع اور سویعہ میں بہت سے چشمے کھود کر نکالے اور بہت سی افتادہ زمینوں کو آباد کیا، اور پھر ان سے اپنا قبضہ اُٹھا لیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، اور وہ اس حالت میں دنیا سے اُٹھے کہ کوئی چیز آپ کی ملکیت میں نہ تھی۔"

(وَمِنْ وَصِیَّۃٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ) وصیّت (۲۵)

کَانَ یَکْتُبُھَا لِمَنْ یَّسْتَعْمِلُہٗ عَلَی الصَّدَقَاتِ وَاِنَّمَا ذَکَرْنَا ھُنَا جُمَلًا لِیُعْلَمَ بِھَا اَنَّہٗ کَانَ یُقِیْمُ عِمَادَ الْحَقِّ وَیَشْرَعُ اَمْثِلَۃَ الْعَدْلِ فِیْ صَغِیْرِ الْاُمُوْرِ وَکَبِیْرِھَا وَ

جن کارندوں کو زکواۃ و صدقات کے وصول کرنے پر مقرر کرتے تھے، ان کے لیے یہ ہدایت نامہ تحریر فرماتے تھے اور ہم نے اس کے چند ٹکڑے یہاں پر اس لیے درج کیے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ آپ ہمیشہ حق کے ستون کھڑے کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے اور پوشیدہ و ظاہر امور

وَدَقِيقِهَا وَجَلِيلِهَا)
انْطَلِقْ عَلَى تَقْوَى اللهِ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ ۔ وَلَا تُرَوِّعَنَّ
مُسْلِمًا وَلَا تَجْتَازَنَّ عَلَيْهِ
كَارِهًا، وَلَا تَأْخُذَنَّ مِنْهُ أَكْثَرَ
مِنْ حَقِّ اللهِ فِي مَالِهِ ، فَإِذَا
قَدِمْتَ عَلَى الْحَيِّ فَانْزِلْ
بِمَائِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُخَالِطَ
أَبْيَاتَهُمْ ، ثُمَّ امْضِ إِلَيْهِمْ
بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ حَتَّى تَقُومَ
بَيْنَهُمْ فَتُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ ، وَلَا
تُخْدِجْ بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ ، ثُمَّ تَقُولُ :
عِبَادَ اللهِ أَرْسَلَنِي إِلَيْكُمْ وَلِيُّ
اللهِ وَخَلِيفَتُهُ لِآخُذَ مِنْكُمْ
حَقَّ اللهِ فِي أَمْوَالِكُمْ ، فَهَلْ
لِلهِ فِي أَمْوَالِكُمْ مِنْ حَقٍّ فَتُؤَدُّوهُ
إِلَى وَلِيِّهِ ؟ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ لَا
فَلَا تُرَاجِعْهُ ، وَإِنْ أَنْعَمَ لَكَ
مُنْعِمٌ فَانْطَلِقْ مَعَهُ مِنْ غَيْرِ
أَنْ تُخِيفَهُ أَوْ تُوعِدَهُ أَوْ
تَعْسِفَهُ أَوْ تُرْهِقَهُ ، فَخُذْ
مَا أَعْطَاكَ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ
فَإِنْ كَانَ لَهُ مَاشِيَةٌ أَوْ إِبِلٌ
فَلَا تَدْخُلْهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ فَإِنَّ
أَكْثَرَهَا لَهُ ، فَإِذَا أَتَيْتَهَا

میں عدل کے نمونے قائم فرماتے تھے۔
اللہ وحدہٗ لاشریک کا خوف دل میں لیے ہوئے
چل کھڑے ہو، اور دیکھو! کسی مسلمان کو خوفزدہ نہ کرنا اور
اس (کے املاک) پر اس طرح سے نہ گزرنا کہ اسے ناگوار
گزرے اور جتنا اس کے مال میں اللہ کا حق نکلتا ہو اس
سے زائد نہ لینا۔ جب کسی قبیلے کی طرف جانا تو لوگوں کے
گھروں میں گھسنے کے بجائے پہلے ان کے کنوؤں پر جا اُترنا
پھر سکون و وقار کے ساتھ ان کی طرف بڑھنا یہاں تک کہ
جب ان میں جاکر کھڑے ہو جاؤ۔ تو ان پر سلام کرنا اور
آداب و تسلیم میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھنا اس کے بعد ان سے
کہنا کہ اے اللہ کے بندو! مجھے اللہ کے ولی اور اس
کے خلیفہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اگر تمہارے مال
میں اللہ کا کوئی حق نکلتا ہے تو اسے وصول کروں لہذا
تمہارے مال میں اللہ کا کوئی واجب الادا حق ہے کہ
جسے اللہ کے ولی تک پہنچاؤ؟ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ
نہیں تو پھر اس سے دُہرا کر نہ پوچھنا اور اگر کوئی ہاں کہنے
والا ہاں کہے، تو اسے ڈرائے دھمکائے یا اس پر سختی
و تشدد کیے بغیر اس کے ساتھ ہو لینا اور جو سونا یا چاندی
(درہم و دینار) وہ دے لے لینا اور اگر اس کے پاس
گلے۔ بکری یا اونٹ ہوں تو ان کے غول میں اس کی
اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا کیونکہ ان میں زیادہ حصہ تو
اسی کا ہے۔ اور جب (اجازت کے بعد) ان تک جانا تو
یہ انداز اختیار نہ کرنا کہ جیسے تمہیں اس پر پورا قابو ہے
اور تمہیں اس پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے دیکھو نہ کسی
جانور کو بھڑکانا، نہ ڈرانا اور نہ اس کے بارے میں اپنے

فَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهَا دُخُولَ مُتَسَلِّطٍ
عَلَيْهِ وَلَا عَنِيفٍ بِهِ ، وَلَا
تُنَفِّرَنَّ بَهِيمَةً وَلَا تُفْزِعَنَّهَا
تَسُوءَنَّ صَاحِبَهَا فِيهَا وَاصْدَعِ
الْمَالَ صَدْعَيْنِ ثُمَّ خَيِّرْهُ ، فَإِذَا
اخْتَارَ فَلَا تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ
ثُمَّ اصْدَعِ الْبَاقِيَ صَدْعَيْنِ
ثُمَّ خَيِّرْهُ ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا
تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ ، فَلَا تَزَالُ
كَذٰلِكَ حَتّٰى يَبْقٰى مَا فِيهِ وَفَاءٌ
لِحَقِّ اللهِ فِي مَالِهِ فَاقْبِضْ
حَقَّ اللهِ مِنْهُ - فَإِنِ اسْتَقَالَكَ
فَاَقِلْهُ ثُمَّ اخْلِطْهُمَا ثُمَّ اصْنَعْ
مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتَ أَوَّلًا حَتّٰى
تَأْخُذَ حَقَّ اللهِ فِي مَالِهِ - وَلَا
تَأْخُذَنَّ عَوْدًا وَلَا هَرِمَةً وَلَا
مَكْسُورَةً وَلَا مَهْلُوسَةً وَلَا ذَاتَ
عَوَارٍ ، وَلَا تَأْمَنَنَّ عَلَيْهَا إِلَّا مَنْ
تَثِقُ بِدِينِهِ رَافِقًا بِمَالِ الْمُسْلِمِينَ .
حَتّٰى يُوَصِّلَهُ إِلٰى وَلِيِّهِمْ فَيَقْسِمَهُ
بَيْنَهُمْ وَلَا تُوَكِّلْ بِهَا إِلَّا نَاصِحًا
شَفِيقًا وَأَمِينًا حَفِيظًا غَيْرَ
مُعَنِّفٍ وَلَا مُجْحِفٍ ، وَلَا مُلْغِبٍ
وَلَا مُتْعِبٍ ، ثُمَّ احْدُرْ إِلَيْنَا
مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ نُصَيِّرْهُ

غلط رویّہ سے مالک کو رنجیدہ کرنا۔ جتنا مال ہو اس کے دو
حصّے کر دینا اور مالک کو یہ اختیار دینا کہ وُہ جونسا حصّہ چاہے
پسند کرلے اور جب وُہ کوئی سا حصّہ منتخب کرلے تو اس
کے انتخاب سے تعرض نہ کرنا۔ پھر بقیہ حصّے کے دو حصّے کر دینا
اور مالک کو اختیار دینا کہ وُہ جو حصّہ چاہے لے لے اور
اور جب وُہ ایک حصّہ منتخب کرلے تو اس کے انتخاب پر
معترض نہ ہونا، یونہی ایسا ہی کرتے رہنا یہاں تک کہ بس
اتنا رہ جائے جتنے سے اس مال میں جو اللہ کا حق ہے
وُہ پورا ہو جائے تو اُسے بس تم اپنے قبضہ میں کر لینا اور
اس پر بھی اگر وُہ پہلے انتخاب کو مسترد کرکے دوبارہ انتخاب
کرنا چاہیئے، تو اُسے اس کا موقع دو اور دونوں حصّوں کو ملا
کر پھر نئے سرے سے وُہی کرو جس طرح پہلے کیا تھا۔ یہاں
تک کہ اس کے مال سے اللہ کا حق لے لو۔ ہاں دیکھو!
کوئی بوڑھا بالکل پھونس اُونٹ اور جس کی کمر شکستہ یا پیر
ٹوٹا ہوا ہو، یا بیماری کا مارا ہوا یا عیب دار ہو، نہ لینا
اور انہیں کسی ایسے شخص کی امانت میں سونپنا جس کی دینداری
پر تم کو اعتماد ہو کہ جو مسلمانوں کے مال کی نگہداشت کرتا ہوا
ان کے امیر تک پہنچا دے تاکہ وہ اس مال کو مسلمانوں
میں بانٹ دے۔ کسی ایسے ہی شخص کے سپرد کرنا جو خیر خواہ
خدا ترس، امانتدار اور نگران ہو کہ نہ تو ان پر سختی کرے،
اور نہ دوڑا دوڑا کر انہیں لاغر و خستہ کرے، نہ انہیں تھکا
مارے اور نہ تعب و مشقت میں ڈالے۔ پھر جو کچھ تمہارے
پاس جمع ہو اُسے جلد سے جلد ہماری طرف بھیجتے رہنا تاکہ
ہم جہاں جہاں اللہ کا حکم ہے اُسے کام میں لائیں جب
تمہارا امین اس مال کو اپنی تحویل میں لے لے، تو اُسے

حَيْثُ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ - فَاِذَا اَخَذَهَا
اَمِيْنُكَ فَاَوْعِزْ اِلَيْهِ اَنْ لَّا يَحُوْلَ بَيْنَ
نَاقَةٍ وَبَيْنَ فَصِيْلِهَا وَلَا يَمْصُرَ
لَبَنَهَا فَيَضُرَّ ذٰلِكَ بِوَلَدِهَا ، وَلَا
يَجْهَدَنَّهَا رُكُوْبًا - وَلْيَعْدِلْ بَيْنَ
صَوَاحِبَاتِهَا فِيْ ذٰلِكَ وَ بَيْنَهَا
وَلْيُرَفِّهْ عَلَى اللَّاغِبِ - وَلْيَسْتَاْنِ
بِالنَّقِبِ وَالظَّالِعِ - وَلْيُوْرِدْهَا مَا
تَمُرُّ بِهٖ مِنَ الْغُدُرِ وَلَا يَعْدِلْ
بِهَا عَنْ نَبْتِ الْاَرْضِ اِلٰى جَوَادِّ
الطُّرُقِ ، وَلْيُرَوِّحْهَا فِي السَّاعَاتِ
وَلْيُمْهِلْهَا عِنْدَ النِّطَافِ وَ
الْاَعْشَابِ حَتّٰى تَاْتِيَنَا بِاِذْنِ
اللّٰهِ بُدَّنًا مُنْقِيَاتٍ غَيْرَ
مُتْعَبَاتٍ وَلَا مَجْهُوْدَاتٍ ،
لِنَقْسِمَهَا عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَ
سُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
اٰلِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَعْظَمُ لِاَجْرِكَ
وَ اَقْرَبُ لِرُشْدِكَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ -

فہمائش کرنا کہ وُہ اونٹنی اور اس کے دودھ پیتے بچے کو الگ
الگ نہ رکھے اور نہ اس کا سارے کا سارا دودھ دُہ لیا کرے
کہ بچے کے لیے ضرر رسانی کا باعث بن جائے اور اس پر
سواری کرکے اُسے ہلکان نہ کر ڈالے۔ اس بیں اور اس
کے ساتھ کی دوسری اونٹنیوں میں (سواری کرنے اور دوہنے
میں) انصاف و مساوات سے کام لے تھکے ماندے اونٹ
کو ستانے کا موقع دے، اور جس کے کھر گھس گئے ہوں
یا پیر لنگ کرنے لگے ہوں اُسے آہستگی اور نرمی سے لے
چلے اور ان کی گزر گاہوں میں جو تالاب پڑیں وہاں انہیں
پانی پینے کے لیے اتارے اور زمین کی ہریالی سے اُن
کا رُخ موڑ کر (بے آب و گیاہ) راستوں پہ نہ لے چلے اور
وقتاً فوقتاً انہیں راحت پہنچاتا رہے اور جہاں تھوڑا بہت
پانی یا گھاس سبزہ ہو انہیں کچھ دیر کے لیے مہلت دے
تاکہ جب وُہ ہمارے پاس پہنچیں تو وُہ بحکم خدا موٹے
تازے ہوں اور ان کی ہڈیوں کا گودا بڑھ چکا ہو، وُہ تھکے ماندے
اور خستہ حال نہ ہوں تاکہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق انہیں تقسیم
کریں۔ بیشک یہ تمہارے لیے بڑے ثواب کا باعث اور
منزل ہدایت تک پہنچنے کا ذریعہ ہوگا۔ انشاء اللہ

مکتوب (۲۶)

(۲۶) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اِلٰى بَعْضِ عُمَّالِهٖ وَقَدْ بَعَثَهٗ عَلَى
الصَّدَقَةِ -

اٰمُرُهٗ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِيْ سَرَآئِرِ اَمْرِهٖ

ایک کارندے کے نام کہ جسے زکواۃ اکٹھا کرنے کے
لیے بھیجا تھا، یہ عہدنامہ تحریر فرمایا۔

میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وُہ اپنے پوشیدہ ارادوں

وَخَفِيَّاتِ عَمَلِهِ، حَيْثُ لَا شَهِيدَ غَيْرُهُ وَلَا وَكِيلَ دُونَهُ. وَآمُرُهُ أَنْ لَا يَعْمَلَ بِشَيْءٍ مِنْ طَاعَةِ اللهِ فِيمَا ظَهَرَ فَيُخَالِفَ إِلَى غَيْرِهِ فِيمَا أَسَرَّ وَمَنْ لَمْ يَخْتَلِفْ سِرُّهُ وَعَلَانِيَتُهُ وَفِعْلُهُ وَمَقَالَتُهُ فَقَدْ أَدَّى الْأَمَانَةَ وَأَخْلَصَ الْعِبَادَةَ.

وَآمُرُهُ أَنْ لَا يَجْبَهَهُمْ وَلَا يَعْضَهَهُمْ، وَلَا يَرْغَبَ عَنْهُمْ تَفَضُّلًا بِالْإِمَارَةِ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّهُمُ الْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ وَالْأَعْوَانُ عَلَى اسْتِخْرَاجِ الْحُقُوقِ.

وَإِنَّ لَكَ فِي هٰذِهِ الصَّدَقَةِ نَصِيبًا مَفْرُوضًا وَحَقًّا مَعْلُومًا وَشُرَكَاءَ أَهْلَ مَسْكَنَةٍ وَضُعَفَاءَ ذَوِي فَاقَةٍ، وَإِنَّا مُوَفُّوكَ حَقَّكَ فَوَفِّهِمْ حُقُوقَهُمْ، وَإِلَّا تَفْعَلْ فَإِنَّكَ مِنْ أَكْثَرِ النَّاسِ خُصُومًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبُؤْسًا لِمَنْ خَصْمُهُ عِنْدَ اللهِ الْفُقَرَاءُ وَالْمَسَاكِينُ وَالسَّائِلُونَ وَالْمَدْفُوعُونَ وَالْغَارِمُ وَابْنُ السَّبِيلِ: وَمَنِ اسْتَهَانَ بِالْأَمَانَةِ وَرَتَعَ فِي الْخِيَانَةِ وَلَمْ يُنَزِّهْ نَفْسَهُ وَدِينَهُ عَنْهَا فَقَدْ أَحَلَّ بِنَفْسِهِ فِي الدُّنْيَا الْخِزْيَ وَهُوَ فِي

اور مخفی کاموں میں اللہ سے ڈرتے رہیں جہاں نہ اللہ کے علاوہ کوئی گواہ ہوگا اور نہ اس کے ماسوا کوئی نگران ہے اور انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ ظاہر میں اللہ کا کوئی ایسا فرمان بجا نہ لائیں کہ ان کے چھپے ہوئے اعمال اس سے مختلف ہوں۔ اور جس شخص کا باطن و ظاہر اور کردار و گفتار مختلف نہ ہو، اس نے امانتداری کا فرض انجام دیا اور اللہ کی عبادت میں خلوص سے کام لیا۔"

اور میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگوں کو آزردہ نہ کریں اور نہ انہیں پریشان کریں، اور نہ ان سے اپنے عہدے کی برتری کی وجہ سے بے رخی برتیں کیونکہ وہ دینی بھائی اور زکواۃ و صدقات کے برآمد کرنے میں معین و مددگار ہیں۔"

یہ معلوم ہے کہ اس زکواۃ میں تمہارا بھی معین حصہ اور جانا پہچانا ہوا حق ہے اور اس میں بیچارے مسکین اور فاقہ کش لوگ بھی تمہارے شریک ہیں، اور ہم تمہارا حق پورا پورا ادا کرتے ہیں، تو تم بھی ان کا حق پورا پورا ادا کرو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ روزِ قیامت تمہارے ہی دشمن سب سے زیادہ ہوں گے، اور وائے بدبختی اس شخص کی جس کے خلاف اللہ کے حضور فریق بن کر کھڑے ہونے والے فقیر، نادار، سائل، دھتکارے ہوئے لوگ قرضدار اور (بے خرچ) مسافر ہوں۔ یاد رکھو! کہ جو شخص امانت کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اسے ٹھکرا دے اور خیانت کی چراگاہوں میں چرتا پھرے اور اپنے کو اور اپنے دین کو اس کی آلودگی سے نہ بچائے، تو اس نے دنیا میں بھی اپنے کو ذلتوں اور خواریوں میں ڈالا، اور آخرت میں بھی رسوا و ذلیل ہوگا

الْآخِرَةِ أَذَلُّ وَأَخْزَى ـ وَإِنَّ أَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْأُمَّةِ، وَأَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ الْأَئِمَّةِ ـ (وَالسَّلَامُ)

سب سے بڑی خیانت اُمت کی خیانت ہے، اور سب سے بڑی فریب کاری پیشوائے دین کو دغا دینا ہے۔ والسّلام!

(وَمِنْ عَهْدٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

عہد نامہ (۲۷)

إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ حِينَ قَلَّدَهُ مِصْرَ:

محمد ابن ابی بکر کے نام جب کہ انہیں مصر کی حکومت سپرد کی!

فَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ، وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ حَتَّى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ لَهُمْ وَلَا يَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ بِهِمْ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يُسَائِلُكُمْ مَعْشَرَ عِبَادِهِ عَنِ الصَّغِيرَةِ مِنْ أَعْمَالِكُمْ وَالْكَبِيرَةِ وَالظَّاهِرَةِ وَالْمَسْتُورَةِ فَإِنْ يُعَذِّبْ فَأَنْتُمْ أَظْلَمُ، وَإِنْ يَعْفُ فَهُوَ أَكْرَمُ ـ

لوگوں سے تواضع کے ساتھ ملنا، ان سے نرمی کا برتاؤ کرنا، کشادہ روئی سے پیش آنا اور سب کو ایک نظر سے دیکھنا تاکہ بڑے لوگ تم سے اپنی ناحق طرف داری کی امید نہ رکھیں اور چھوٹے لوگ تمہارے عدل و انصاف سے ان (بڑوں) کے مقابلہ میں ناامید نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اے اللہ کے بندو! اللہ تمہارے چھوٹے، بڑے، کھلے، ڈھکے اعمال کی تم سے باز پرس کرے گا، اور اس کے بعد اگر وہ عذاب کرے تو یہ تمہارے خود ظلم کا نتیجہ ہے، اور اگر وہ معاف کر دے تو وہ اُس کے کرم کا تقاضا ہے۔"

وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللهِ أَنَّ الْمُتَّقِينَ ذَهَبُوا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا وَآجِلِ الْآخِرَةِ فَشَارَكُوا أَهْلَ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ وَلَمْ يُشَارِكْهُمْ أَهْلُ الدُّنْيَا فِي آخِرَتِهِمْ سَكَنُوا الدُّنْيَا بِأَفْضَلِ مَا سُكِنَتْ، وَأَكَلُوهَا بِأَفْضَلِ مَا أُكِلَتْ فَحَظُوا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظِيَ بِهِ الْمُتْرَفُونَ وَأَخَذُوا مِنْهَا مَا أَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ،

خدا کے بندو! انہیں جاننا چاہیئے کہ پرہیزگاروں نے جانے والی دنیا اور آنے والی آخرت دونوں کے فائدے اٹھائے۔ وہ دنیا والوں کے ساتھ ان کی دنیا میں شریک رہے، مگر دنیا دار ان کی آخرت میں حصہ نہ لے سکے۔ وہ دنیا میں بہترین طریقہ پر رہے اور اچھے سے اچھا کھایا اور اس طرح وہ ان تمام چیزوں سے بہرہ یاب ہوئے جو عیش پسند لوگوں کو حاصل تھیں اور وہ سب کچھ حاصل کیا کہ جو سرکش و متکبر لوگوں کو حاصل تھا۔ پھر وہ منزل مقصود پر پہنچانے والے زاد کا سر و سامان اور نفع کا سودا کر کے دنیا سے

المتکبرون ثم انقلبوا عنها بالزاد
المبلغ والمتجر الرابح۔ أصابوا
لذة زهد الدنیا في دنیاهم، و
تیقنوا أنهم جیران الله غدا
في آخرتهم۔ لا ترد لهم دعوة و
لا ینقص لهم نصیب من لذة
فاحذروا عباد الله الموت و
قربه، وأعدوا له عدته، فإنه
یأتي بأمر عظیم و خطب جلیل
بخیر لا یکون معه خیرا ابدا فمن
أقرب إلی الجنة من عاملها؟
ومن أقرب إلی النار من عاملها
وأنتم طرداء الموت إن
أقمتم له أخذکم، وإن
فررتم منه أدرککم، وهو
ألزم لکم من ظلکم۔ الموت
معقود بنواصیکم والدنیا تطوی
من خلفکم فاحذروا نارا
قعرها بعید، وحرها شدیدا
وعذابها جدید۔ دار لیس
فیها رحمة، ولا تسمع
فیها دعوة ولا تفرج فیها
کربة۔ وإن استطعتم أن
یشتد خوفکم من الله وأن
یحسن ظنکم به فاجمعوا بینهما

روانہ ہوئے۔ انہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے ترک
دنیا کی لذّت چکھی۔ اور یہ یقین رکھا کہ وُہ کل اللہ کے پڑوس
میں ہوں گے جہاں نہ ان کی کوئی آواز ٹھکرائی جائے گی، نہ
ان کے حظ ونصیب میں کمی ہوگی۔ تو اللہ کے بندو! موت
اور اس کی آمد سے ڈرو، اور اس کے لیے سروسامان
فراہم کرو۔ وُہ آئے گی اور ایک بڑے حادثے اور عظیم سانحے
کے ساتھ آئے گی۔ جس میں یا تو بھلائی ہی بھلائی ہوگی کہ برائی
کا اس میں کبھی گزر نہ ہوگا۔ یا ایسی برائی ہوگی کہ جس میں کبھی
بھلائی کا شائبہ نہ آئے گا۔ کون ہے؟ جو جنت کے کام
کرنے والے سے زیادہ جنت کے قریب ہو اور کون ہے
جو دوزخ کے کام کرنے والے سے زیادہ دوزخ کے
نزدیک ہو؟ تم وُہ شکار ہو، جس کا موت پیچھا کئے ہوئے
ہے۔ اگر تم ٹھہرے رہو گے جب بھی تمہیں گرفت میں لے لے
گی، اور اگر اس سے بھاگو گے جب بھی وُہ تمہیں پا لے گی وُہ
تو تمہارے سایہ سے بھی زیادہ تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔
موت تمہاری پیشانی کے بالوں سے جکڑ کر باندھ دی گئی ہے
اور دنیا تمہارے عقب سے تہہ کی جا رہی ہے لہٰذا جہنم کی
اس آگ سے ڈرو جس کا گہراؤ دور تک چلا گیا ہے جس کی
تپش بے پناہ ہے اور جس کا عذاب ہمیشہ نیا اور تازہ رہتا
ہے۔ وُہ ایسا گھر ہے جس میں رحم وکرم کا سوال ہی نہیں
نہ اس میں کوئی فریاد سُنی جاتی ہے اور نہ کرب واذیت سے
چھٹکارا ملتا ہے۔ اگر یہ کر سکو کہ تم اللہ کا زیادہ سے زیادہ
خوف بھی رکھو اور اس سے اچھی امید بھی وابستہ رکھو، تو
ان دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کر لو۔ کیونکہ بندے
کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی امید بھی ہوتی ہے جتنا

فَإِنَّ الْعَبْدَ إِنَّمَا يَكُونُ حُسْنُ ظَنِّهِ
بِرَبِّهِ عَلَى قَدْرِ خَوْفِهِ مِنْ رَبِّهِ،
وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ ظَنًّا بِاللهِ
أَشَدُّهُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ۔

وَاعْلَمْ يَا مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنِّي
قَدْ وَلَّيْتُكَ أَعْظَمَ أَجْنَادِي فِي نَفْسِي
أَهْلَ مِصْرَ، فَأَنْتَ مَحْقُوقٌ أَنْ
تُخَالِفَ عَلَى نَفْسِكَ، وَأَنْ تُنَافِحَ
عَنْ دِينِكَ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَكَ إِلَّا
سَاعَةٌ مِنَ الدَّهْرِ، وَلَا تُسْخِطِ
اللهَ بِرِضَا أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ فَإِنَّ
فِي اللهِ خَلَفًا مِنْ غَيْرِهِ وَلَيْسَ مِنَ
اللهِ خَلَفٌ فِي غَيْرِهِ۔ صَلِّ الصَّلَاةَ
لِوَقْتِهَا الْمُوَقَّتِ لَهَا، وَلَا تُعَجِّلْ
وَقْتَهَا لِفَرَاغٍ وَلَا تُؤَخِّرْهَا عَنْ
وَقْتِهَا لِاشْتِغَالٍ وَاعْلَمْ أَنَّ كُلَّ
شَيْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِصَلَاتِكَ۔

(وَمِنْهُ) فَإِنَّهُ لَا سَوَاءٌ إِمَامُ
الْهُدَى وَإِمَامُ الرَّدَى، وَوَلِيُّ النَّبِيِّ وَعَدُوُّ
النَّبِيِّ وَلَقَدْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ: إِنِّي لَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي مُؤْمِنًا
وَلَا مُشْرِكًا۔ أَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَمْنَعُهُ اللهُ بِإِيمَانِهِ
وَأَمَّا الْمُشْرِكُ فَيَقْمَعُهُ اللهُ بِشِرْكِهِ، وَلَكِنِّي
أَخَافُ عَلَيْكُمْ كُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ عَالِمِ اللِّسَانِ
يَقُولُ مَا تَعْرِفُونَ وَيَفْعَلُ مَا تُنْكِرُونَ۔

کہ اس کا ڈر ہوتا ہے، اور جو سب سے زیادہ اللہ سے زیادہ اللہ سے امید رکھتا ہے وہی سب سے زیادہ اس سے خائف ہوتا ہے۔"

اے محمدؐ ابن ابی بکر! اس بات کو جان لو کہ میں نے تمہیں مصر والوں پر کہ جو میری سب سے بڑی سپاہ ہیں، حکمران بنایا ہے۔ اب تم سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ تم اپنے نفس کی خلاف ورزی کرنا، اور اپنے دین کے لیے سینہ سپر رہنا اگرچہ تمہیں زمانہ میں ایک ہی گھڑی کا موقع حاصل ہو اور مخلوقات میں سے کسی کو خوش کرنے کے لیے اللہ کو ناراض نہ کرنا کیونکہ اوروں کا عوض تو اللہ میں مل سکتا ہے مگر اللہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ نماز کو اس کے مقررہ وقت پر ادا کرنا اور فرصت ہونے کی وجہ سے قبل از وقت نہ پڑھ لینا، اور نہ مشغولیت کی وجہ سے اسے پیچھے ڈال دینا یاد رکھو! کہ تمہارا ہر عمل نماز کے تابع ہے۔

اس عہد نامہ کا ایک حصہ یہ ہے: ہدایت کا امام اور ہلاکت کا پیشوا، پیغمبر کا دوست اور پیغمبر کا دشمن برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں نہ مومن سے کھٹکا ہے، اور نہ مشرک سے۔ کیونکہ مومن کی اللہ اس کے ایمان کی وجہ سے (گمراہ کرنے سے) حفاظت کرے گا، اور مشرک کو اس کے شرک کی وجہ سے ذلیل وخوار کرے گا۔ (کہ کوئی اس کی بات پر کان نہ دھریگا) بلکہ مجھے تمہارے لیے ہر اس شخص سے اندیشہ ہے کہ جو دل سے منافق، اور زبان سے عالم ہے۔ کہتا وہ ہے جسے تم اچھا سمجھتے ہو، اور کرتا وہ ہے جسے تم برا جانتے ہو

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۲۸)

إِلَىٰ مُعَاوِيَةَ جَوَابًا۔

وَهُوَ مِنْ مَحَاسِنِ الْكُتُبِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ أَتَانِي كِتَابُكَ تَذْكُرُ فِيهِ اصْطِفَاءَ اللهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِدِينِهِ وَتَأْيِيدَهُ إِيَّاهُ بِمَنْ أَيَّدَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَقَدْ خَبَأَ لَنَا الدَّهْرُ مِنْكَ عَجَبًا إِذْ طَفِقْتَ تُخْبِرُنَا بِنِعْمَتِهِ عَلَيْنَا فِي نَبِيِّنَا فَكُنْتَ فِي ذٰلِكَ كَنَاقِلِ التَّمْرِ إِلَىٰ هَجَرَ أَوْ دَاعِي مُسَدِّدِهِ إِلَى النِّضَالِ وَزَعَمْتَ أَنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَذَكَرْتَ أَمْرًا إِنْ تَمَّ اعْتَزَلَكَ كُلُّهُ، وَإِنْ نَقَصَ لَمْ يَلْحَقْكَ ثُلْمَتُهُ۔ وَمَا أَنْتَ وَالْفَاضِلَ وَالْمَفْضُولَ وَالسَّائِسَ وَالْمَسُوسَ؟ وَمَا لِلطُّلَقَاءِ وَأَبْنَاءِ الطُّلَقَاءِ وَالتَّمْيِيزَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ وَتَرْتِيبَ دَرَجَاتِهِمْ وَتَعْرِيفَ طَبَقَاتِهِمْ هَيْهَاتَ لَقَدْ حَنَّ قِدْحٌ لَيْسَ مِنْهَا، وَطَفِقَ يَحْكُمُ فِيهَا مَنْ عَلَيْهِ الْحُكْمُ لَهَا۔ أَلَا تَرْبَعُ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ عَلَىٰ ظَلْعِكَ وَتَعْرِفُ قُصُورَ ذَرْعِكَ، وَتَتَأَخَّرُ حَيْثُ أَخَّرَكَ الْقَدَرُ فَمَا عَلَيْكَ غَلَبَةُ الْمَغْلُوبِ

۲ خبأ: اخفاہ اللہ تعالیٰ عنا

معاویہ کے نام!

یہ مکتوب امیرالمومنینؑ کے بہترین مکتوبات میں سے ہے۔

تمہارا خط پہنچا، تم نے اس میں یہ ذکر کیا ہے، کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دین کے لیے منتخب فرمایا، اور تائید و نصرت کرنے والے ساتھیوں کے ذریعہ ان کو قوت و توانائی بخشی۔ زمانہ نے تمہارے عجائبات پر اب تک پردہ ہی ڈالے رکھا تھا جو یوں ظاہر ہو رہے ہیں کہ تم ہمیں ہی خبر دے رہے ہو، ان احسانات کی جو خود ہمیں پر ہوئے ہیں اور اس نعمت کی جو ہمارے رسول کے ذریعہ سے ہمیں پر ہوئی ہے اس طرح تم ویسے ٹھہرے جیسے ہجر کی طرف کھجوریں لاد کر لے جانے والا یا اپنے استاد کو تیر اندازی کے مقابلے کی دعوت دینے والا۔ تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسلام میں سب سے افضل فلاں اور فلاں (ابوبکر و عمرؓ) ہیں۔ یہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر صحیح ہو تو تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں اور غلط ہو تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور بھلا کہاں تم اور کہاں یہ بحث، کون افضل ہے اور کون غیر افضل ہے اور کون غیر افضل، اور کون حاکم ہے اور کون رعایا! بھلا آزاد کردہ لوگوں اور ان کے بیٹوں کو یہ حق کہاں سے ہو سکتا ہے کہ وہ مہاجرین اولین کے درمیان امتیاز کرنے، ان کے درجے ٹھہرانے اور ان کے طبقے پہچنوانے بیٹھیں۔ کتنا نامناسب ہے کہ جوئے کے تیروں میں نقلی تیر آواز دینے لگے اور کسی معاملہ میں وہ فیصلہ کرنے بیٹھے جس کے خود خلاف۔ بہر حال اس میں فیصلہ ہونا ہے

وَ لَا بَكَ ظَفَرُ الظَّافِرِ وَ إِنَّكَ لَذَهَّابٌ فِي التِّيهِ رَوَّاغٌ عَنِ الْقَصْدِ۔ أَلَا تَرَى۔ غَيْرَ مُخْبِرٍ لَكَ وَ لٰكِنْ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ أُحَدِّثُ ۔ أَنَّ قَوْمًا اسْتُشْهِدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ الْأَنْصَارِ وَ لِكُلٍّ فَضْلٌ حَتّٰى إِذَا اسْتُشْهِدَ شَهِيدُنَا قِيلَ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ ، وَ خَصَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ بِسَبْعِينَ تَكْبِيرَةً عِنْدَ صَلَاتِهٖ عَلَيْهِ۔ أَوَلَا تَرَى أَنَّ قَوْمًا قُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔ وَ لِكُلٍّ فَضْلٌ ۔ حَتّٰى إِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَا فُعِلَ بِوَاحِدِهِمْ قِيلَ الطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ وَ ذُو الْجَنَاحَيْنِ، وَ لَوْ لَا مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ تَزْكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهُ لَذَكَرَ ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَمَّةً تَعْرِفُهَا قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ وَ لَا تَمُجُّهَا آذَانُ السَّامِعِينَ فَدَعْ عَنْكَ مَنْ مَالَتْ بِهِ الرَّمِيَّةُ فَإِنَّا صَنَائِعُ رَبِّنَا ۔ لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيمُ عِزِّنَا وَ لَا عَادِيُّ طَوْلِنَا عَلَى قَوْمِكَ أَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِأَنْفُسِنَا فَنَكَحْنَا وَ أَنْكَحْنَا فِعْلَ الْأَكْفَاءِ وَ لَسْتُمْ هُنَاكَ ۔ وَ أَنّٰى يَكُونُ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ وَ مِنَّا النَّبِيُّ وَ مِنْكُمُ الْمُكَذِّبُ،

اے شخص، تو اپنے بیروں کے لنگ کو دیکھتے ہوئے اپنی حد پر ٹھہرتا کیوں نہیں، اور اپنی کوتہ دستی کو سمجھتا کیوں نہیں پیچھے ہٹ کر رکتا وہیں جہاں قضا و قدر کا فیصلہ تجھے پیچھے ہٹا چکا ہے۔ آخر تجھے کسی مغلوب کی شکست سے اور کسی فاتح کی کامرانی سے سروکار ہی کیا ہے! تمہیں محسوس ہونا چاہیئے کہ تم حیرت و سرگشتگی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہو اور راہِ راست سے منحرف ہو۔ آخر تم نہیں دیکھتے اور یہ میں جو کہتا ہوں، تمہیں کوئی اطلاع دینا نہیں ہے، بلکہ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنا ہے۔ کہ مہاجرین و انصار کا ایک گروہ خدا کی راہ میں شہید ہوا، اور سب کے لیے فضیلت کا ایک درجہ ہے۔ مگر جب ہم میں سے شہید نے جامِ شہادت پیا، تو اُسے سیّد الشہداء کہا گیا اور پیغمبرؐ نے صرف اُسے یہ خصوصیّت بخشی کہ اس کی نمازِ جنازہ میں ستّر تکبیریں کہیں اور کیا نہیں دیکھتے کہ بہت لوگوں کے ہاتھ خدا کی راہ میں کاٹے گئے اور ہر ایک کے لیے ایک حد تک فضیلت ہے۔ مگر جب ہمارے آدمی کے لیے یہی ہوا جو اوروں کے ساتھ ہو چکا تھا، تو اُسے الطیار فی الجنّۃ (جنّت میں پرواز کرنے والا) اور ذوالجناحین (دو پروں والا) کہا گیا اور اگر خداوند عالم نے خود ستائی سے روکا نہ ہوتا تو بیان کرنے والا اپنے بھی وہ فضائل بیان کرتا کہ مومنوں کے دل جن کا اعتراف کرتے ہیں اور سننے والوں کے کان انہیں اپنے سے الگ نہیں کرنا چاہتے۔ ایسوں کا ذکر کیوں کرو جن کا تیر نشانوں سے خطا کرنے والا ہے۔ ہم وہ ہیں جو براہ راست اللہ سے نعمتیں لے کر پروان چڑھے ہیں اور دوسرے ہمارے احسان پروردہ ہیں۔ ہم نے

وَمِنَّا أَسَدُ اللهِ وَمِنْكُمْ أَسَدُ الْأَحْلَافِ
وَمِنَّا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
وَمِنْكُمْ صِبْيَةُ النَّارِ، وَمِنَّا
خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ وَمِنْكُمْ
الْحَمَّالَةُ الْحَطَبِ فِي كَثِيرٍ مِمَّا لَنَا
وَعَلَيْكُمْ۔

فَإِسْلَامُنَا مَا قَدْ سُمِعَ، وَ
جَاهِلِيَّتُنَا لَا تُدْفَعُ، وَكِتَابُ اللهِ
يَجْمَعُ لَنَا مَا شَذَّ عَنَّا وَهُوَ قَوْلُهُ:
"وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ" وَقَوْلُهُ تَعَالَى:
"إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ
اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ
آمَنُوا وَاللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ"، فَنَحْنُ
مَرَّةً أَوْلَى بِالْقَرَابَةِ، وَتَارَةً
أَوْلَى بِالطَّاعَةِ۔ وَلَمَّا احْتَجَّ
الْمُهَاجِرُونَ عَلَى الْأَنْصَارِ يَوْمَ
السَّقِيفَةِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ فَلَجُوا عَلَيْهِمْ، فَإِنْ
يَكُنِ الْفَلَجُ بِهِ فَالْحَقُّ لَنَا دُونَكُمْ
وَإِنْ يَكُنْ بِغَيْرِهِ فَالْأَنْصَارُ عَلَى
دَعْوَاهُمْ وَزَعَمْتَ أَنِّي لِكُلِّ الْخُلَفَاءِ
حَسَدْتُ وَعَلَى كُلِّهِمْ بَغَيْتُ، فَإِنْ
يَكُنْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ فَلَيْسَتِ الْجِنَايَةُ
عَلَيْكَ فَيَكُونَ الْعُذْرُ إِلَيْكَ:

اپنی نسلاً بعد نسل چلی آنے والی عزت اور تمہارے خاندان پر قدیمی برتری کے باوجود کوئی خیال نہ کیا، اور تم سے میل جول رکھا، اور برابر والوں کی طرح رشتے دیئے لیے حالانکہ تم اس منزلت پہ نہ تھے اور ہو کیسے سکتے ہو جب کہ ہم میں نبی اور تم میں جھٹلانے والا ہم میں اسد اللہ اور تم میں اسد الاحلاف ہم میں دو سردار جوانان اہل جنت اور تم میں جہنمی لڑکے ہم میں سردار زنان عالمیان، اور تم میں حمالۃ الحطب اور ایسی ہی بہت باتیں جو ہماری بلندی اور تمہاری پستی کی آئینہ دار ہیں۔

چنانچہ ہمارا ظہور اسلام کے بعد کا دور بھی وہ ہے جس کی شہرت ہے اور جاہلیت کے دور کا بھی ہمارا امتیاز ناقابل انکار ہے اور اس کے بعد جو رہ جائے، وہ اللہ کی کتاب جامع الفاظ میں ہمارے لیے بتا دیتی ہے ارشاد الٰہی ہے: "قرابت دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں" دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا ہے: ابراہیمؑ کے زیادہ حقدار وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان والوں کا سرپرست ہے۔" تو ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے اور سقیفہ کے دن جب مہاجرین نے رسولؐ کی قرابت کو استدلال میں پیش کیا تو انصار کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے تو ان کی کامیابی اگر قرابت کی وجہ سے تھی۔ تو پھر یہ خلافت ہمارا حق ہے نہ کہ ان کا اور اگر استحقاق کا کچھ اور معیار ہے تو انصار کا دعویٰ اپنے مقام پر برقرار رہتا ہے اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے سب خلفاء

"وَتِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا".
وَقُلْتَ إِنِّي كُنْتُ أُقَادُ كَمَا يُقَادُ
الْجَمَلُ الْمَخْشُوشُ حَتَّى أُبَايِعَ وَلَعَمْرُ
اللهِ لَقَدْ أَرَدْتَ أَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتَ
وَأَنْ تَفْضَحَ فَافْتَضَحْتَ. وَمَا
عَلَى الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاضَةٍ فِي أَنْ
يَكُونَ مَظْلُومًا مَا لَمْ يَكُنْ شَاكًّا
فِي دِينِهِ وَلَا مُرْتَابًا بِيَقِينِهِ وَهٰذِهِ
حُجَّتِي إِلَى غَيْرِكَ قَصْدُهَا، وَلٰكِنِّي
أَطْلَقْتُ لَكَ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا سَنَحَ
مِنْ ذِكْرِهَا.

ثُمَّ ذَكَرْتَ مَا كَانَ مِنْ أَمْرِي وَ
أَمْرِ عُثْمَانَ فَلَكَ أَنْ تُجَابَ عَنْ هٰذِهِ
لِرَحِمِكَ مِنْهُ فَأَيُّنَا كَانَ أَعْدَى
لَهُ وَأَهْدَى إِلَى مَقَاتِلِهِ. أَمَنْ بَذَلَ
لَهُ نُصْرَتَهُ فَاسْتَقْعَدَهُ وَاسْتَكَفَّهُ
أَمَّنِ اسْتَنْصَرَهُ فَتَرَاخَى عَنْهُ وَبَثَّ
الْمَنُونَ إِلَيْهِ حَتَّى أَتَى قَدَرُهُ عَلَيْهِ
كَلَّا وَاللهِ لَقَدْ عَلِمَ اللهُ الْمُعَوِّقِينَ
مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ
إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا
وَمَا كُنْتُ لِأَعْتَذِرَ مِنْ أَنِّي كُنْتُ أَنْقِمُ
عَلَيْهِ أَحْدَاثًا، فَإِنْ كَانَ الذَّنْبُ إِلَيْهِ
إِرْشَادِي وَهِدَايَتِي لَهُ فَرُبَّ مَلُومٍ
لَا ذَنْبَ لَهُ:

پر حسد کیا اور ان کے خلاف شورشیں کھڑی کیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس سے میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم سے معذرت کروں۔ (بقول شاعر)

" یہ ایسی خطا ہے جس سے تم پر کوئی حرف نہیں آتا۔"

اور تم نے لکھا ہے کہ مجھے بیعت کے لیے یوں کھینچ کر لایا جاتا تھا جس طرح نکیل پڑے اونٹ کو کھینچا جاتا ہے تو خالق کی ہستی کی قسم! تم اترے تو برائی کرنے پہ تھے، کہ تعریف کرنے لگے۔ چاہا تو یہ تھا کہ مجھے رسوا کرو کہ خود ہی رسوا ہو گئے۔ بھلا مسلمان آدمی کے لیے اس میں کون سی عیب کی بات ہے کہ وہ مظلوم ہو جب کہ وہ نہ اپنے دین میں شک کرتا ہو، نہ اس کا یقین ڈانواں ڈول ہو۔ اور میری اس دلیل کا تعلق اگرچہ دوسروں سے ہے مگر جتنا بیان یہاں مناسب تھا تم سے کر دیا۔

پھر تم نے میرے اور عثمان کے معاملہ کا ذکر کیا ہے تو وہاں اس میں تمہیں حق پہنچتا ہے کہ تمہیں جواب دیا جائے کیونکہ تمہاری ان سے قرابت ہوتی ہے۔ اچھا تو پھر (سچ سچ) بتاؤ کہ ہم دونوں میں ان کے ساتھ زیادہ دشمنی کرنے والا، اور ان کے قتل کا سر و سامان کرنے والا کون تھا وہ کہ جس نے اپنی امداد کی پیش کش کی، اور انہوں نے اسے بٹھا دیا اور روک دیا، یا وہ کہ جس سے انہوں نے مدد چاہی اور وہ ٹال گیا، اور ان کے لیے موت کے اسباب مہیا کیے۔ یہاں تک کہ ان کے مقدر کی موت نے انہیں آگھیرا ہرگز نہیں! خدا کی قسم! (وہ پہلا زیادہ دشمن ہرگز قرار نہیں پا سکتا)۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو جنگ سے دوسروں کو روکنے والے ہیں اور اپنے بھائی

وَقَدْ يَسْتَفِيدُ الظِّنَّةَ الْمُتَنَصِّحُ؛
وَمَا اَرَدْتُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔ وَذَكَرْتَ اَنَّهُ لَيْسَ لِيْ وَلِاَصْحَابِيْ عِنْدَكَ اِلَّا السَّيْفُ - وَلَقَدْ اَضْحَكْتَ بَعْدَ اسْتِعْبَارٍ، مَتٰى اُلْفِيَتْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْاَعْدَاءِ نَاكِلِيْنَ وَبِالسُّيُوْفِ مُخَوَّفِيْنَ؛ لَبِّثْ قَلِيْلًا يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ. فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ، وَيَقْرُبُ مِنْكَ مَا تَسْتَبْعِدُ، وَاَنَا مُرْقِلٌ نَحْوَكَ فِيْ جَحْفَلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ شَدِيْدٍ زِحَامُهُمْ سَاطِعٍ قَتَامُهُمْ مُتَسَرْبِلِيْنَ سَرَابِيْلَ الْمَوْتِ اَحَبُّ اللِّقَاءِ اِلَيْهِمْ لِقَاءُ رَبِّهِمْ، قَدْ صَحِبَتْهُمْ ذُرِّيَّةٌ بَدْرِيَّةٌ وَسُيُوْفٌ هَاشِمِيَّةٌ، قَدْ عَرَفْتَ مَوَاقِعَ نِصَالِهَا فِيْ اَخِيْكَ وَخَالِكَ وَجَدِّكَ وَاَهْلِكَ:
"وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ".

بندوں سے کہنے والے ہیں کہ آؤ ہماری طرف آؤ، اور خود بھی جنگ کے موقع پر برائے نام ٹھہرتے ہیں

بیشک میں اس چیز کے لیے معذرت کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ میں ان کی بعض بدعتوں کو ناپسند کرتا تھا۔ اگر میری خطا یہی ہے کہ میں انہیں صحیح راہ دکھاتا تھا اور ہدایت کرتا تھا، تو اکثر ناکردہ گناہ ملامتوں کا نشانہ بن جایا کرتے ہیں، اور کبھی نصیحت کرنے والے کو بدگمانی کا مرکز بن جانا پڑتا ہے۔ میں نے تو جہاں تک بن پڑا یہی چاہا کہ اصلاح حال ہو جائے اور مجھے توفیق حاصل ہونا ہے تو صرف اللہ سے۔ اسی پر میرا بھروسا ہے اور اسی سے لو لگاتا ہوں۔

تم نے مجھے لکھا ہے کہ "میرے، اور میرے ساتھیوں کے لیے تمہارے پاس بس تلوار ہے"۔ یہ کہہ کر تو تم روتوں کو بھی ہنسانے لگے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے اولاد عبدالمطلب کو کب دشمن سے پیٹھ پھراتے ہوئے پایا، اور کب تلواروں سے خوفزدہ ہوتے دیکھا۔ (اگر یہی ارادہ ہے تو پھر بقول شاعر) "تھوڑی دیر دم لو کہ حمل میدان جنگ میں پہنچ لے"۔ عنقریب جسے تم طلب کر رہے ہو، وہ خود تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہوگا۔ اور جسے دور سمجھ رہے ہو وہ قریب پہنچے گا۔ میں تمہاری طرف مہاجرین و انصار اور اچھے طریقے سے ان کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین کا لشکر جرار لے کر عنقریب اڑتا ہوا آ رہا ہوں۔ ایسا لشکر کہ جس میں بے پناہ ہجوم اور پھیلا ہوا گرد و غبار ہوگا۔ وہ موت کے کفن پہنے ہوئے ہوں گے۔ ہر ملاقات سے زیادہ انہیں لقائے پروردگار محبوب ہو گی۔ ان کے ساتھ شہدائے بدر کی

اولاد اور ہاشمی تلواریں ہوں گی کہ جن کی تیز دھار کی کاٹ تم اپنے ماموں، بھائی نانا اور کنبہ والوں میں دیکھ چکے ہو وُہ ظالموں سے اب بھی دور نہیں ہیں۔"

٭ ٭ ٭ ٭

اے امیر المومنین علیہ السلام کا یہ مکتوب معاویہ کے اس خط کے جواب میں ہے جو اس نے ابوامامہ باہلی کے ہاتھ حضرت کے پاس کے پاس کوفہ بھیجا تھا اور اس میں بعض ان باتوں کا بھی جواب ہے جو اس نے ابومسلم خولانی کے ہاتھ بھجوائے ہوئے خط میں تحریر کی تھیں۔"

معاویہ نے ابوامامہ کے خط میں بعثت پیغمبرؐ اور ان کے وحی و رسالت پر فائز ہونے کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا کہ گویا یہ چیزیں امیرالمومنینؑ کے لیے انجانی اور ان سمجھی ہیں، اور آپ اس کے بتانے اور سمجھانے کے محتاج ہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اجنبی گھر والوں کو ان کے گھر کا نقشہ بتانے بیٹھے اور ان کی دیکھی بھالی ہوئی چیزوں سے آگاہ کرنے لگے چنانچہ حضرت نے اس کی روش پر تعجب کرتے ہوئے اسے اس شخص کے مانند قرار دیا ہے جو ہجر کی طرف کھجوریں لاد کر لے گیا تھا۔ حالانکہ خود ہجر میں بڑی کثرت سے کھجور پیدا ہوتی تھی۔

یہ ایک مثل ہے کہ جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی اپنے سے زیادہ جاننے والے اور واقف کار کو بتانے بیٹھ جائے اس مثل کا واقعہ یہ ہے کہ ہجر سے کہ جو بحرین کے نزدیک ایک شہر ایک شخص بصرہ میں خرید و فروخت کے لیے آیا اور مال فروخت کرنے کے بعد جب خریدنے کے لیے بازار کا جائزہ لیا، تو کھجوروں کے علاوہ اُسے کوئی چیز ارزاں نظر نہ آئی۔ لہذا اس نے کھجوروں ہی کے خریدنے کا فیصلہ کیا، اور جب کھجوریں لاد کر ہجر پہنچا تو وہاں کی کثرت وارزانی کی وجہ سے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ فی الحال انہیں ذخیرہ کر کے رکھ دے، اور جب ان کا بھاؤ چڑھے، تو انہیں فروخت کرے۔ مگر اُن کا بھاؤ دن بدن گھٹتا گیا یہاں تک کہ اس انتظار میں وُہ تمام گل سڑ گئیں، اور اس کے پلے گٹھلیوں کے علاوہ کچھ نہ پڑا۔ بہر حال معاویہ نے پیغمبرؐ کے مبعوث برسالت ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد خلفائے ثلاثہ کے محامد و فضائل اور ان کے مراتب و مدارج پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا۔

فکان افضلہم مرتبۃ و اعلاھم عند اللہ والمسلمین منزلۃ الخلیفۃ الاول الذی جمع الکلمۃ ولم الدعوۃ وقاتل اھل الردۃ ثم الخلیفۃ الثانی الذی فتح الفتوح و مصر الامصار واذل رقاب المشرکین

صحابہ میں سب سے افضل اور اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک سب سے رفیع المنزلت خلیفۂ اوّل تھے جنھوں نے سب کو ایک آواز پر جمع کیا۔ انتشار کو مٹایا اور اہل ردہ سے جنگ و قتال کیا۔ ان کے بعد خلیفۂ ثانی کا درجہ ہے جنھوں نے فتوحات حاصل کیں، شہروں کو آباد کیا، اور مشرکین کی

ثم الخليفة الثالث المظلوم الذی نشر الملة وطبق الآفاق بالکلمۃ الحنیفیۃ۔

(شرح ابن ابی الحدید۔ ج ۳ ص ۴۲۸)

گردنوں کو ذلیل کیا۔ پھر خلیفہ ثالث کا درجہ ہے جو مظلوم و ستم رسیدہ تھے انہوں نے ملّت کو فروغ دیا، اور کلمۂ حق پھیلایا:۔

معاویہ کے اس سازِ بے آہنگ کے چھیڑنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان باتوں سے آپ کے احساسات کو مجروح اور جذبات کو مشتعل کر کے آپ کے قلم یا زبان سے ایسی بات اگلوائے کہ جس سے اصحاب ثلاثہ کی مذمت و تنقیص ہوتی ہو اور پھر اُسے اچھال کر شام و عراق کے باشندوں کو آپ کے خلاف بھڑکائے۔ اگرچہ وہ اہل شام کے ذہنوں میں پہلے یہ بٹھا چکا تھا کہ علی ابن ابی طالب نے عثمان کے خلاف لوگوں کو اکسایا، طلحہ و زبیر کو قتل کرایا، اُم المومنین کو گھر سے بے گھر کیا اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا، اور وہ اصل واقعات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان بے بنیاد باتوں پر یقین کئے بیٹھے تھے۔ پھر بھی محاذِ اختلاف کو مضبوط کرنے کے لیے اس نے ضروری سمجھا کہ انہیں یہ ذہن نشین کرائے کہ حضرت اصحاب ثلاثہ کی فضیلت سے انکاری اور ان سے دشمنی و عناد رکھتے ہیں اور سند میں آپ کی تحریر کو پیش کرے اور اس کے ذریعہ سے اہل عراق کو بھی ورغلائے کیونکہ ان کی کثرت ان خلفاء کے ماحول سے متاثر اور ان کی فضیلت و برتری کی قائل تھی۔ مگر امیر المومنینؑ نے اس کے مقصد کو بھانپ کر ایسا جواب دیا کہ جس سے اس کی زبان میں گرہ لگ جائے اور کسی کے سامنے اُسے پیش کرنے کی جرائت نہ کر سکے، چنانچہ اس کی اسلام دشمنی اور بمجبوری اطاعت قبول کرنے کی وجہ سے اس کی پست مرتبگی کو ظاہر کرتے ہوئے اسے اپنی حد پر ٹھہرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور ان مہاجرین کے درجات مقرر کرنے اور ان کے طبقات پہچنوانے سے متنبہ کیا ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں اس لحاظ سے بہر صورت فوقیت رکھتے تھے کہ انہوں نے ہجرت میں پیشقدمی کی اور یہ چونکہ طلیق و آزاد کردہ، اور مہاجرین سے دور کا بھی واسطہ نہ رکھتا تھا، اس لیے مسئلہ زیر بحث میں اس کی حیثیت وہی قرار دی ہے جو جوئے کے تیروں میں نقلی تیر کی ہوتی ہے اور یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے، جہاں کوئی شخص ایسے لوگوں پر فخر کرے کہ جن سے اُسے کوئی لگاؤ نہ ہو۔ رہا اس کا یہ دعوی کہ فلاں اور فلاں افضل ہیں تو حضرت نے لفظ زَعَمتَ سے واضح کر دیا کہ یہ اس کا ذاتی خیال ہے جسے حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، کیونکہ یہ لفظ اسی موقع پر استعمال ہوتا ہے، جہاں کسی غلط اور خلاف واقع چیز کا ادعا کیا جائے:۔

اس دعوائے افضلیت کو زعم باطل قرار دینے کے بعد بنی ہاشم کے ان خصوصیات و امتیازات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کہ جو دوسروں کے مقابلہ میں ان کے کمالات کی بلند حیثیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے پیغمبرؐ کے ساتھ شریک ہو کر شہادت کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے بلند سے بلند درجات پائے۔ مگر حسن کارکردگی کی وجہ سے جو امتیاز حضرت حمزہ کو حاصل ہوا، وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا چنانچہ پیغمبرؐ نے انہیں سید الشہداء کے لقب سے یاد کیا۔ اور چودہ مرتبہ ان پر نماز جنازہ پڑھی کہ جس سے تکبیروں کی مجموعی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔ اسی طرح مختلف جنگوں میں مجاہدین کے ہاتھ قطع ہوئے، چنانچہ

جنگ بدر میں حبیب ابن لیساف اور معاذ ابن جبل کے اور جنگ اُحد میں عمرو ابن جموح سلمی اور عبید اللہ ابن عتیک کے ہاتھ کاٹے گئے مگر جب جنگ موتہ میں حضرت جعفر ابن ابی طالب کے ہاتھ قطع ہوئے تو پیغمبرؐ نے انہیں یہ خصوصیت بخشی، کہ انہیں الطیار فی الجنۃ اور ذوالجناحین کے لقب سے یاد کیا۔ بنی ہاشم کے امتیاز خصوصی کے بعد اپنے ان فضائل و کمالات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن سے تاریخ و حدیث کے دامن چھلک رہے ہیں اور جن کی صحت شک و شبہات سے آلودہ نہ ہو سکی۔ چنانچہ محدثین کا قول ہے۔

ما جاء لاحد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الفضائل بالاسانید الحسان ما جاء لعلی ابن ابی طالب (استیعاب ج ۲ ص ۴۷۹)

جتنی قابل وثوق ذرائع سے علی ابن ابی طالب کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئی ہیں، پیغمبرؐ کے صحابہ میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی نہیں آئیں۔"

ان فضائل مخصوصہ اہل بیت میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے۔ جس کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے کہ نحن صنائع اللہ والناس بعد صنائع لنا۔ یہ وہ معراج فضیلت ہے کہ جس کی بلندیوں تک بلند سے بلند شخصیت کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی اور ہر منزلت اس کے سامنے پست و سرنگوں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید اس جملہ کی عظمت و رفعت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے معانی و مطالب کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں:۔

یقول لیس من البشر علینا نعمۃ بل اللہ تعالیٰ ھو الذی انعم علینا فلیس بیننا وبینہ واسطۃ والناس باسرھم صنائعنا فنحن الواسطۃ بینھم و بین اللہ تعالیٰ وھذا مقام جلیل ظاھرہ ما سمعت وباطنہ انھم عبید اللہ وان النّاس عبیدھم۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۴۵۱)

حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم پر کسی بشر کا احسان نہیں بلکہ خداوند عالم نے ہمیں تمام نعمتیں براہ راست دی ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں ہے اور تمام لوگ ہمارے احسان پروردہ اور ساختہ و پرداختہ ہیں اور ہم اللہ اور مخلوقات کے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ ایک عظیم منزلت اور جلیل مقام ہے۔ ان الفاظ کا ظاہر مفہوم وہی ہے جو تمہارے گوش گذار ہو چکا ہے۔ لیکن ان کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں، اور تمام لوگ ہمارے بندے اور حلقہ بگوش ہیں۔"

لہٰذا جب یہ فیضان الٰہی کی منزل اوّل اور مخلوق کے لیے سرچشمۂ نعمات ٹھہرے تو مخلوقات میں سے کسی کو ان کی سطح پر نہیں لایا جا سکتا اور نہ دوسروں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کے قائم کرنے سے کسی کو ان کا ہم پایہ تصوّر کیا جا سکتا ہے چہ جائیکہ وہ افراد کہ جو ان کے کمالات و خصوصیات سے ایک متضاد حیثیت رکھتے ہوں، اور ہر موقعہ پر حق و صداقت سے ٹکرانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السّلام معاویہ کے سامنے تصویر کے دونوں رُخ رکھتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ ہم میں سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور جھٹلانے والوں میں پیش پیش تمہارا باپ ابوسفیان تھا۔ ہم میں سے حضرت حمزہ تھے جنہیں پیغمبرؐ نے اسد اللہ کا لقب دیا اور تمہارا نانا عتبہ ابن ربیعہ اسد الاحلاف ہونے پر نازاں تھا چنانچہ جب جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضؓ اور عتبہ ابن ربیعہ آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہ رضؓ نے کہا۔ انا حمزۃ ابن عبد المطلب اسد اللہ واسد رسولہ (میں حمزہ ابن عبد المطلب ہوں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا شیر ہے) جس پر عتبہ نے کہا۔ انا اسد الحلفاء (میں ہم سوگند جماعت کا شیر ہوں) اور اسد الاحلاف بھی روایت ہوا ہے مقصد اس کا یہ تھا کہ وہ حلف اٹھانے والی جماعت کا سردار تھا اس حلف کا واقعہ یہ ہے کہ جب بنی عبد مناف کو قبائلِ عرب میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوئی، تو انہوں نے چاہا کہ بنی عبد الدار کے ہاتھوں میں جو خانۂ کعبہ کے منصب ہیں وہ ان سے لے لیے جائیں اور انہیں تمام عہدوں سے الگ کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں بنی عبد مناف نے بنی اسد ابن عبد العزیٰ، بنی تیم، بنی زہرہ اور بنی حارث کو اپنے ساتھ ملا لیا اور باہم عہد و پیمان کیا اور اس عہد کو استوار کرنے کے لیے عطر میں اپنے ہاتھ ڈبو کر حلف اٹھایا کہ وہ ایک دوسرے کی نصرت و امداد کریں گے جس کی وجہ سے یہ قبائل حلفاء مطیبین کہلاتے ہیں اور دوسری طرف بنی عبد الدار، بنی مخزوم، بنی سہم اور بنی عدی نے بھی حلف اٹھایا کہ وہ بنی عبد مناف اور ان کے حلیف قبائل کا مقابلہ کریں گے۔ یہ قبائل احلاف کہلاتے ہیں۔ عتبہ نے حلفاء مطیبین کا اپنے کو سردار گمان کیا ہے۔ بعض شارحین نے اس سے ابوسفیان مراد لیا ہے چونکہ اس نے جنگِ خندق میں رسولؐ سے لڑنے کے لیے مختلف قبائل سے حلف لیا تھا اور بعض نے اس سے اسد ابن عبد العزیٰ مراد لیا ہے، لیکن یہ قول چنداں وزن نہیں رکھتا کیونکہ یہاں روئے سخن معاویہ سے ہے اور اس سے معاویہ پر کوئی زد نہیں پڑتی جب کہ بنی عبد مناف بھی اس حلف میں شامل تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں اور یہ پیغمبر کی حدیث "الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ" کی طرف اشارہ ہے اور تم میں سے جہنمی لڑکے ہیں یہ عتبہ ابن معیط کے لڑکوں کی طرف اشارہ ہے کہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دیتے ہوئے پیغمبرؐ نے عتبہ سے کہا تھا کہ لک ولھم النار (تیرے اور تیرے لڑکوں کے لیے جہنم ہے) پھر فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بہترین زنانِ عالمیان فاطمۃ الزہراؑ ہیں اور تم میں سے حمالۃ الحطب اس سے معاویہ کی پھوپھی ام جمیل بنت حرب مراد ہے کہ جو ابولہب کے گھر میں تھی۔ یہ کانٹے جمع کر کے رسول اللہ کی راہ میں بچھایا کرتی تھی قرآن مجید میں ابولہب کے ساتھ اس کا بھی تذکرہ ان لفظوں میں ہے،

سیصلی نارا ذات لھب وامراتہ حمالۃ الحطب۔ — وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی لکڑیوں کا بوجھ اٹھائے پھرتی ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ جو شخص پند و نصیحت میں مبالغہ سے کام لیتا ہے، تو اس کے ذاتی اغراض و مقاصد کا لگاؤ سمجھا جاتا ہے۔ خواہ وہ نصیحتیں کتنی ہی نیک نیتی و بے غرضی پر مبنی ہوں۔ یہ مصرع ایسے ہی مواقع پر بطور مثل استعمال ہوتا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے ؎۔

ولم سقت فی آثارکم من نصیحۃ ۔ وقد یستفید الظنۃ المتنصح

۳؎ یہ مصرع حمل ابن بدر کا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے ؎

لبث قلیلا یلحق الھیجاء حمل ۔ ما احسن الموت اذا الموت نزل

"تھوڑی دیر دم لو کہ حمل میدانِ جنگ میں پہنچ لے ۔ موت وارد ہونے کے وقت کتنی حسین دلکش ہوتی ہے"

اس کا واقعہ ہے کہ مالک ابن زہیر نے حمل کو جنگ کی دھمکی دی جس کے جواب میں اس نے یہ شعر پڑھا اور پھر مالک پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ جب مالک کے بھائی نے یہ دیکھا تو اس نے قصاص میں حمل اور اس کے بھائی حذیفہ کو مار دیا چنانچہ اس نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے ۔

شفیت النفس من حمل ابن بدر ۔ وسیفی من حذیفۃ قد شفانی

"میں نے حمل ابن بدر سے بدلہ لیکر اپنے نفس کا اضطراب دور کیا ۔ اور میری تلوار نے حذیفہ کو قتل کر کے مجھے تسکین دی"

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۲۹)

اِلٰی اَهْلِ الْبَصْرَةِ :

وَقَدْ كَانَ مِنِ انْتِشَارِ حَبْلِكُمْ وَ شِقَاقِكُمْ مَا لَمْ تَغْبَوْا عَنْهُ ، فَعَفَوْتُ عَنْ مُجْرِمِكُمْ ، وَرَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ مُدْبِرِكُمْ ، وَقَبِلْتُ مِنْ مُقْبِلِكُمْ فَاِنْ خَطَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ الْمُرْدِيَةُ وَسَفَهُ الْاٰرَاءِ الْجَائِرَةِ اِلٰی مُنَابَذَتِيْ وَخِلَافِيْ فَهَا اَنَا ذَا قَدْ قَرَّبْتُ جِيَادِيْ وَرَحَلْتُ رِكَابِيْ ، وَلَئِنْ اَلْجَاْتُمُوْنِيْ اِلَى الْمَسِيْرِ اِلَيْكُمْ لَاُوْقِعَنَّ بِكُمْ وَقْعَةً لَا يَكُوْنُ يَوْمُ الْجَمَلِ اِلَيْهَا اِلَّا كَلَعْقَةِ لَاعِقٍ ، مَعَ اَنِّيْ عَارِفٌ لِذِي الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلَهٗ وَلِذِي النَّصِيْحَةِ حَقَّهٗ ، غَيْرَ مُتَجَاوِزٍ مُتَّهَمًا اِلٰی بَرِيْءٍ ، وَلَا

اہل بصرہ کی طرف :

تمہاری تفرقہ پردازی و شورش انگیزی کی جو حالت تھی اس کو تم خود سمجھ سکتے ہو، لیکن میں نے تمہارے مجرموں سے درگزر کیا، پیٹھ پھرانے والوں سے تلوار روک لی اور بڑھ کر آنے والوں کے لیے میں نے ہاتھ پھیلا دیئے اب اگر پھر تباہ کن اقدامات اور کج فہمیوں سے پیدا ہونے والے سفیہانہ خیالات نے تمہیں عہد شکنی اور میری مخالفت کی راہ پر ڈالا، تو سن لو! کہ میں نے اپنے گھوڑوں کو قریب کر لیا ہے اور اونٹوں پر پالان کس لیے ہیں، اور تم نے مجھے حرکت کرنے پر مجبور کیا، تو تم میں اس طرح معرکہ آرائی کروں گا کہ اس کے سامنے جنگ جمل کی حقیقت بس یہ رہ جائے گی، جیسے کوئی زبان سے کوئی چیز چاٹ لے۔ پھر بھی جو تم میں فرماں بردار ہیں، ان کے فضل و شرف اور خیر خواہی کرنے والے کے حق کو میں پہچانتا ہوں، اور میرے یہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ مجرموں کے ساتھ بے گناہ اور عہد شکنوں کے ساتھ وفادار

نَاكِثًا اِلٰى وَرٰى۔

بھی لپیٹ میں آجائیں۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۳۰)

اِلٰى مُعَاوِيَةَ:

معاویہ کے نام!

فَاتَّقِ اللّٰهَ فِيْمَا لَدَيْكَ، وَانْظُرْ فِيْ حَقِّهٖ عَلَيْكَ، وَارْجِعْ اِلٰى مَعْرِفَةِ مَالَا تُعْذَرُ بِجَهَالَتِهٖ، فَاِنَّ لِلطَّاعَةِ اَعْلَامًا وَاضِحَةً، وَسُبُلًا نَيِّرَةً، وَمَحَجَّةً نَهْجَةً وَغَايَةً مَطْلُوبَةً يَرِدُهَا الْاَكْيَاسُ وَيُخَالِفُهَا الْاَنْكَاسُ۔ مَنْ نَكَبَ عَنْهَا جَارَ عَنِ الْحَقِّ وَخَبَطَ فِي التِّيْهِ وَغَيَّرَ اللّٰهُ نِعْمَتَهٗ، وَاَحَلَّ بِهٖ نِقْمَتَهٗ، فَنَفْسَكَ نَفْسَكَ فَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَكَ سَبِيْلَكَ وَحَيْثُ تَنَاهَتْ بِكَ اُمُوْرُكَ فَقَدْ اَجْرَيْتَ اِلٰى غَايَةِ خُسْرٍ وَمَحَلَّةِ كُفْرٍ، وَاِنَّ نَفْسَكَ قَدْ اَوْلَجَتْكَ شَرًّا وَاَقْحَمَتْكَ غَيًّا، وَاَوْرَدَتْكَ الْمَهَالِكَ وَاَوْعَرَتْ عَلَيْكَ الْمَسَالِكَ۔

جو دنیا کا سازو سامان تمہارے پاس ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اس کے حق کو پیش نظر رکھو ان حقوق کو پہچانو جن سے لاعلمی میں تمہارا کوئی عذر سنا نہ جائے گا۔ کیونکہ اطاعت کے لیے واضح نشان، روشن راہیں سیدھی شاہراہیں اور ایک منزل مقصود موجود ہے۔ عقلمند و دانا ان کی طرف بڑھتے ہیں اور سفلے اور کمینے ان سے کترا جاتے ہیں جو ان سے منہ پھیر لیتا ہے وہ حق سے بے راہ ہو جاتا ہے اور گمراہیوں میں بھٹکنے لگتا ہے اس اللہ سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے، اور اس پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے۔ لہٰذا اپنا بچاؤ کرو۔ اللہ نے تمہیں راستہ دکھا دیا ہے، اور وہ منزل بتا دی ہے کہ جہاں تمہارے معاملات کو پہنچنا ہے تم زیاں کاری کی منزل اور کفر کے مقام کی طرف بگٹٹ دوڑے جا رہے ہو۔ تمہارے نفس نے تمہیں برائیوں میں دھکیل دیا ہے، اور گمراہیوں میں جھونک دیا ہے اور مہلکوں میں لا اتارا ہے اور راستوں کو تمہارے لیے دشوار گزار بنا دیا ہے۔"

* * * *

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وصیت نامہ (۳۱)

لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، كَتَبَهَا اِلَيْهِ بِحَاضِرِيْنَ مُنْصَرِفًا مِّنْ صِفِّيْنَ۔

"صفین سے پلٹتے ہوئے جب مقام حاضرین میں منزل کی تو امام حسن علیہ السلام کے لیے یہ وصیت نامہ تحریر فرمایا:۔

مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ۔ الْمُقِرِّ لِلزَّمَانِ۔ الْمُدْبِرِ الْعُمُرِ، الْمُسْتَسْلِمِ لِلدَّهْرِ

یہ وصیت ہے اس باپ کی جو فنا ہونے والا، اور

الذّامّ للدّنيا، السّاكن مساكن الموتى والظّاعن عنها غدًا. إلى المولود المؤمّل ما لا يدرك، السّالك سبيل من قد هلك، غرض الأسقام ورهينة الأيّام ورميّة المصائب. وعبد الدّنيا. وتاجر الغرور. وغريم المنايا وأسير الموت وحليف الهموم. وقرين الأحزان ونصب الآفات وصريع الشّهوات وخليفة الأموات.

أمّا بعد فإنّ فيما تبيّنت من إدبار الدّنيا عنّي وجموح الدّهر عليّ وإقبال الآخرة إليّ ما يزعني عن ذكر من سواي، والاهتمام بما ورائي غير أنّي حيث تفرّد بي دون هموم النّاس همّ نفسي، فصدفني رأيي وصرفني عن هواي، وصرّح لي محض أمري فأفضى بي إلى جدّ لا يكون فيه لعب، وصدق لا يشوبه كذب. ووجدتك بعضي، بل وجدتك كلّي حتّى كأنّ شيئًا لو أصابك أصابني وكأنّ الموت لو أتاك أتاني، فعناني من أمرك ما يعنيني من أمر نفسي فكتبت إليك مستظهرًا به إن أنا بقيت لك أو فنيت.

فإنّي أوصيك بتقوى الله أي بنيّ

زمانہ (کی چیرہ دستیوں) کا اقرار کرنے والا ہے۔ جس کی عمر پیٹھ پھرائے ہوئے ہے۔ اور جو زمانہ کی سختیوں سے لاچار ہے اور دنیا کی برائیوں کو محسوس کر چکا ہے، اور مرنے والوں کے گھروں میں مقیم اور کل کو یہاں سے رخت سفر باندھ لینے والا ہے۔ اس بیٹے کے نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزومند، جادۂ عدم کا راہ سپار، بیماریوں کا ہدف، زمانہ کے ہاتھ گروی، مصیبتوں کا نشانہ، دنیا کا پابند، اور اس کی فریب کاریوں کا تاجر، موت کا قرضدار، اجل کا قیدی، غموں کا حلیف، حزن و ملال کا ساتھی، آفتوں میں مبتلا، نفس سے عاجز اور مرنے والوں کا جانشین ہے:۔

بعدہ، تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے دنیا کی روگردانی زمانہ کی منہ زوری اور آخرت کی پیش قدمی سے جو حقیقت پہچانی ہے وہ اس امر کے لیے کافی ہے کہ مجھے دوسرے تذکروں اور اپنی فکر کے علاوہ دوسری کوئی فکر نہ ہو مگر اسی وقت جب کہ دوسروں کے فکر و اندیشہ کو چھوڑ کر میں اپنی ہی دھن میں کھویا ہوا تھا اور میری عقل و بصیرت نے مجھے خواہشوں سے منحرف و روگرداں کر دیا اور میرا معاملہ کھل کر میرے سامنے آگیا، اور مجھے واقعی حقیقت اور بے لاگ صداقت تک پہنچا دیا۔

میں نے دیکھا کہ تم میرا ہی ایک ٹکڑا ہو، بلکہ جو میں ہوں وہی تم ہو، یہاں تک کہ اگر تم پر کوئی آفت آئے تو گویا مجھ پر آئی ہے اور تمہیں موت آئے تو گویا مجھے آئی ہے اس سے مجھے تمہارا اتنا ہی خیال ہوا، جتنا اپنا ہو سکتا ہے لہٰذا میں نے یہ وصیت نامہ تمہاری رہنمائی میں اسے معین سمجھتے ہوئے تحریر کیا ہے خواہ اس کے بعد میں زندہ

وَلُزُومِ أَمْرِهِ، وَعِمَارَةِ قَلْبِكَ بِذِكْرِهِ،
وَالِاعْتِصَامِ بِحَبْلِهِ. وَأَيُّ سَبَبٍ أَوْثَقُ
مِنْ سَبَبٍ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللهِ إِنْ أَنْتَ
أَخَذْتَ بِهِ، أَحْيِ قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ
وَأَمِتْهُ بِالزَّهَادَةِ وَقَوِّهِ بِالْيَقِينِ،
وَنَوِّرْهُ بِالْحِكْمَةِ، وَذَلِّلْهُ بِذِكْرِ الْمَوْتِ
وَقَرِّرْهُ بِالْفَنَاءِ وَبَصِّرْهُ فَجَائِعَ الدُّنْيَا
وَحَذِّرْهُ صَوْلَةَ الدَّهْرِ وَفُحْشَ تَقَلُّبِ
اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ، وَاعْرِضْ عَلَيْهِ
أَخْبَارَ الْمَاضِينَ، وَذَكِّرْهُ بِمَا أَصَابَ
مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنَ الْأَوَّلِينَ، وَسِرْ فِي
دِيَارِهِمْ وَآثَارِهِمْ فَانْظُرْ فِيمَا فَعَلُوا
وَعَمَّا انْتَقَلُوا وَأَيْنَ حَلُّوا وَنَزَلُوا،
فَإِنَّكَ تَجِدُهُمْ قَدِ انْتَقَلُوا عَنِ الْأَحِبَّةِ،
وَحَلُّوا دِيَارَ الْغُرْبَةِ، وَكَأَنَّكَ عَنْ قَلِيلٍ
قَدْ صِرْتَ كَأَحَدِهِمْ. فَأَصْلِحْ مَثْوَاكَ
وَلَا تَبِعْ آخِرَتَكَ بِدُنْيَاكَ وَدَعِ الْقَوْلَ
فِيمَا لَا تَعْرِفُ وَالْخِطَابَ فِيمَا لَمْ
تُكَلَّفْ. وَأَمْسِكْ عَنْ طَرِيقٍ إِذَا
خِفْتَ ضَلَالَتَهُ فَإِنَّ الْكَفَّ عِنْدَ حَيْرَةِ
الضَّلَالِ خَيْرٌ مِنْ رُكُوبِ الْأَهْوَالِ وَ
أْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ تَكُنْ مِنْ أَهْلِهِ، وَ
أَنْكِرِ الْمُنْكَرَ بِيَدِكَ وَلِسَانِكَ وَبَايِنْ
مَنْ فَعَلَهُ بِجُهْدِكَ. وَجَاهِدْ فِي
اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَلَا تَأْخُذْكَ فِي اللهِ لَوْمَةُ

رہوں، یا دنیا سے اُٹھ جاؤں۔
میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا
اس کے احکام کی پابندی کرنا، اس کے ذکر سے قلب کو
آباد رکھنا، اور اسی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا تمہارے
اور اللہ کے درمیان جو رشتہ ہے اس سے زیادہ مضبوط رشتہ ہو بھی کیا سکتا
ہے بشرطیکہ مضبوطی سے اسے تھامے رہو۔ وعظ و پند سے دل کو
زندہ رکھنا، اور زہد سے اس کی خواہشوں کو مردہ۔ یقین
سے اُسے سہارا دینا اور حکمت سے اسے پُرنور بنانا
موت کی یاد سے اُسے قابو میں کرنا۔ فنا کے اقرار پر
اُسے ٹھہرانا۔ دنیا کے حادثے اس کے سامنے لانا۔
گردش روزگار سے اسے ڈرانا۔ گذرے ہوؤں کے
واقعات اس کے سامنے رکھنا۔ تمہارے پہلے والے لوگوں
پر جو بیتی ہے اُسے یاد دلانا۔ ان کے گھروں اور کھنڈروں
میں چلنا پھرنا، اور دیکھنا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا، کہاں سے
کوچ کیا، کہاں اترے ہیں اور کہاں ٹھہرے ہیں۔ دیکھو گے تو
تمہیں صاف نظر آئے گا کہ وہ دوستوں سے منہ موڑ کر چل
دیئے ہیں، اور پردیس کے گھر میں جا کر اترے ہیں، اور وہ
وقت دور نہیں کہ تمہارا شمار بھی ان میں ہونے لگے۔ لہٰذا
اپنی اصل منزل کا انتظام کرو۔ اور اپنی آخرت کا دنیا سے
سودا نہ کرو جو چیز جانتے نہیں ہو، اس کے متعلق بات نہ
کرو، اور جس چیز کا تم سے تعلق نہیں ہے اس کے بارے میں
زبان نہ ہلاؤ۔ جس راہ میں بھٹک جانے کا اندیشہ ہو اس راہ
میں قدم نہ اٹھاؤ، کیونکہ بھٹکنے کی سرگردانیاں دیکھ کر قدم
روک لینا خطرات مول لینے سے بہتر ہے۔ نیکی کی تلقین
کرو تاکہ خود بھی اہل خیر میں محسوب ہو۔ ہاتھ اور زبان کے

لائمٍ۔ وَخُضِ الغَمَرَاتِ لِلحَقِّ حَيثُ كَانَ، وَتَفَقَّهْ فِي الدِّينِ، وَعَوِّدْ نَفسَكَ التَّصَبُّرَ عَلَى المَكرُوهِ وَنِعمَ الخُلُقُ التَّصَبُّرُ فِي الحَقِّ۔ وَألجِئْ نَفسَكَ فِي الأُمُورِ كُلِّهَا إلَى إلٰهِكَ فَإنَّكَ تُلجِئُهَا إلَى كَهفٍ حَرِيزٍ، وَمَانِعٍ عَزِيزٍ۔ وَأخلِصْ فِي المَسألَةِ لِرَبِّكَ فَإنَّ بِيَدِهِ العَطَاءَ وَالحِرمَانَ وَأكثِرِ الاستِخَارَةَ وَتَفَهَّمْ وَصِيَّتِي وَلَا تَذهَبَنَّ عَنهَا صَفحًا فَإنَّ خَيرَ القَولِ مَا نَفَعَ۔ وَاعلَمْ أنَّهُ لَا خَيرَ فِي عِلمٍ لَا يَنفَعُ، وَلَا يُنتَفَعُ بِعِلمٍ لَا يَحِقُّ تَعَلُّمُهُ۔

أيْ بُنَيَّ إنِّي لَمَّا رَأيتُنِي قَد بَلَغتُ سِنًّا، وَرَأيتُنِي أزدَادُ وَهنًا بَادَرتُ بِوَصِيَّتِي إلَيكَ، وَأورَدتُ خِصَالًا مِنهَا قَبلَ أن يَعجَلَ بِي أجَلِي دُونَ أن أُفضِيَ إلَيكَ بِمَا فِي نَفسِي، وَأن أنقُصَ فِي رَأيِي كَمَا نَقَصتُ فِي جِسمِي أو يَسبِقَنِي إلَيكَ بَعضُ غَلَبَاتِ الهَوَى وَفِتَنِ الدُّنيَا، فَتَكُونَ كَالصَّعبِ النَّفُورِ، وَإنَّمَا قَلبُ الحَدَثِ كَالأرضِ الخَالِيَةِ مَا أُلقِيَ فِيهَا مِن شَيءٍ قَبِلَتهُ۔ فَبَادَرتُكَ بِالأدَبِ قَبلَ أن يَقسُوَ قَلبُكَ وَيَشتَغِلَ لُبُّكَ لِتَستَقبِلَ بِجِدِّ رَأيِكَ مِنَ الأمرِ مَا قَد كَفَاكَ

ذریعہ برائی کو روکتے رہو۔ جہاں تک ہو سکے بُروں سے الگ رہو۔ خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو اور اس کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اثر نہ لو حق جہاں ہو سختیوں میں پھاند کر اس تک پہنچ جاؤ۔ دین میں سوجھ بوجھ پیدا کرو۔ سختیوں کو جھیل لے جانے کے خوگر بنو حق کی راہ میں صبر و شکیبائی بہترین سیرت ہے۔ ہر معاملہ میں اپنے کو اللہ کے حوالے کردو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تم اپنے کو ایک مضبوط پناہ گاہ اور قوی محافظ کے سپرد کردو گے۔ صرف اپنے پروردگار سے سوال کرو، کیونکہ دینا اور نہ دینا بس اُسی کے اختیار میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنے اللہ سے بھلائی کے طالب ہو۔ میری وصیت کو سمجھو اور اس سے روگردانی نہ کرو۔ اچھی بات وہی ہے۔ جو فائدہ دے اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو فائدہ رساں نہ ہو اور جس علم کا سیکھنا سزاوار نہ ہو اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھایا جاسکتا۔

اے فرزند! جب میں نے دیکھا کہ کافی عمر تک پہنچ چکا ہوں اور دن بدن ضعف بڑھتا جا رہا ہے تو میں نے وصیت کرنے میں جلدی کی اور اس میں کچھ اہم مضامین درج کئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت میری طرف سبقت کر جائے اور دل کی بات دل ہی میں رہ جائے یا بدن کی طرح عقل و رائے بھی کمزور پڑ جائے یا وصیت سے پہلے ہی تم پر کچھ خواہشات کا تسلط ہو جائے، یا دنیا کے جھمیلے تمہیں گھیر لیں کہ تم بھڑک اٹھنے والے منہ زور اونٹ کی طرح ہو جاؤ۔ کیونکہ کم سن کا دل اس خالی زمین کے مانند ہوتا ہے، جس میں جو بیج ڈالا جاتا ہے اسے قبول کر لیتی ہے۔ لہذا قبل اس کے کہ تمہارا دل سخت ہو جائے اور

أَهْلُ التَّجَارِبِ بُغْيَتَهُ وَتَجْرِبَتَهُ، فَتَكُونَ قَدْ كُفِيتَ مَؤُونَةَ الطَّلَبِ، وَعُوفِيتَ مِنْ عِلَاجِ التَّجْرِبَةِ. فَأَتَاكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا قَدْ كُنَّا نَأْتِيهِ، وَاسْتَبَانَ لَكَ مَا رُبَّمَا أَظْلَمَ عَلَيْنَا مِنْهُ.

أَيْ بُنَيَّ إِنِّي وَإِنْ لَمْ أَكُنْ عُمِّرْتُ عُمُرَ مَنْ كَانَ قَبْلِي فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ وَفَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ، وَسِرْتُ فِي آثَارِهِمْ حَتَّى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ. بَلْ كَأَنِّي بِمَا انْتَهَى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ عُمِّرْتُ مَعَ أَوَّلِهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ، فَعَرَفْتُ صَفْوَ ذٰلِكَ مِنْ كَدَرِهِ، وَنَفْعَهُ مِنْ ضَرَرِهِ، فَاسْتَخْلَصْتُ لَكَ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ نَخِيلَهُ، وَتَوَخَّيْتُ لَكَ جَمِيلَهُ، وَصَرَفْتُ عَنْكَ مَجْهُولَهُ، وَرَأَيْتُ حَيْثُ عَنَانِي مِنْ أَمْرِكَ مَا يَعْنِي الْوَالِدَ الشَّفِيقَ وَأَجْمَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ أَدَبِكَ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ وَأَنْتَ مُقْبِلُ الْعُمُرِ وَمُقْتَبَلُ الدَّهْرِ، ذُو نِيَّةٍ سَلِيمَةٍ وَنَفْسٍ صَافِيَةٍ، وَأَنْ أَبْتَدِئَكَ بِتَعْلِيمِ كِتَابِ اللهِ وَتَأْوِيلِهِ، وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ وَأَحْكَامِهِ، وَحَلَالِهِ وَحَرَامِهِ وَلَا أُجَاوِزُ ذٰلِكَ بِكَ إِلَى غَيْرِهِ. ثُمَّ أَشْفَقْتُ أَنْ يَلْتَبِسَ عَلَيْكَ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيهِ مِنْ أَهْوَائِهِمْ وَآرَائِهِمْ مِثْلَ الَّذِي الْتَبَسَ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ إِحْكَامُ ذٰلِكَ

تمہارا ذہن دوسری باتوں میں لگ جائے۔ میں نے تعلیم دینے کے لیے قدم اٹھایا تاکہ تم عقل سلیم کے ذریعہ ان چیزوں کے قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ کہ جن کی آزمائش اور تجربہ کی زحمت سے تجربہ کاروں نے تمہیں بچا لیا ہے اس طرح تم تلاش کی زحمت سے مستغنی اور تجربہ کی کلفتوں سے آسودہ ہو جاؤ گے اور تجربہ و علم کی وہ باتیں (بے تعب ومشقت) تم تک پہنچ رہی ہیں کہ جن پر ہم مطلع ہوئے اور پھر وہ چیزیں بھی اُجاگر ہو کر تمہارے سامنے آ رہی ہیں کہ جن میں سے کچھ ممکن ہے۔ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہوں۔

اے فرزند! اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھیں، پھر بھی میں نے ان کی کارگزاریوں کو دیکھا، ان کے حالات و واقعات میں غور کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیر و سیاحت کی، یہاں تک کہ گویا میں بھی انہی میں کا ایک ہو چکا ہوں۔ بلکہ ان سب کے حالات و معلومات جو مجھ تک پہنچ گئے ہیں ان کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے ان کے اوّل سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ چنانچہ میں نے صاف کو گندلے اور نفع کو نقصان سے الگ کر کے پہچان لیا ہے اور اب سب کا نچوڑ تمہارے لیے مخصوص کر رہا ہوں اور میں نے خوبیوں کو چن چن کر تمہارے لیے سمیٹ دیا ہے اور بے معنی چیزوں کو تم سے جدا رکھا ہے۔ اور چونکہ مجھے تمہاری ہر بات کا اتنا ہی خیال ہے جتنا ایک شفیق باپ کو ہونا چاہیے اور تمہاری اخلاقی تربیت بھی بہ پیش نظر ہے لہٰذا مناسب سمجھا ہے کہ یہ تعلیم و تربیت اس حالت میں ہو

عَلَى مَا كَرِهْتُ مِنْ تَنْبِيهِكَ لَهُ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ إِسْلَامِكَ إِلَى أَمْرٍ لَا آمَنُ عَلَيْكَ بِهِ الْهَلَكَةَ. وَرَجَوْتُ أَنْ يُوَفِّقَكَ اللهُ فِيهِ لِرُشْدِكَ، وَأَنْ يَهْدِيَكَ لِقَصْدِكَ، فَعَهِدْتُ إِلَيْكَ وَصِيَّتِي هٰذِهِ.

وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ أَحَبَّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِهِ إِلَيَّ مِنْ وَصِيَّتِي تَقْوَى اللهِ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَى مَا فَرَضَهُ اللهُ عَلَيْكَ، وَالْأَخْذُ بِمَا مَضَى عَلَيْهِ الْأَوَّلُونَ مِنْ آبَائِكَ، وَالصَّالِحُونَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَدَعُوا أَنْ نَظَرُوا لِأَنْفُسِهِمْ كَمَا أَنْتَ نَاظِرٌ، وَفَكَّرُوا كَمَا أَنْتَ مُفَكِّرٌ، ثُمَّ رَدَّهُمْ آخِرُ ذٰلِكَ إِلَى الْأَخْذِ بِمَا عَرَفُوا وَالْإِمْسَاكِ عَمَّا لَمْ يُكَلَّفُوا. فَإِنْ أَبَتْ نَفْسُكَ أَنْ تَقْبَلَ ذٰلِكَ دُونَ أَنْ تَعْلَمَ كَمَا عَلِمُوا فَلْيَكُنْ طَلَبُكَ ذٰلِكَ بِتَفَهُّمٍ وَتَعَلُّمٍ، لَا بِتَوَرُّطِ الشُّبُهَاتِ وَعُلُوِّ الْخُصُومَاتِ. وَابْدَأْ قَبْلَ نَظَرِكَ فِي ذٰلِكَ بِالْاِسْتِعَانَةِ بِإِلٰهِكَ وَالرَّغْبَةِ إِلَيْهِ فِي تَوْفِيقِكَ، وَتَرْكِ كُلِّ شَائِبَةٍ أَوْلَجَتْكَ فِي شُبْهَةٍ، أَوْ أَسْلَمَتْكَ إِلَى ضَلَالَةٍ. فَإِذَا أَيْقَنْتَ أَنْ قَدْ صَفَا قَلْبُكَ فَخَشَعَ، وَتَمَّ رَأْيُكَ فَاجْتَمَعَ، وَكَانَ هَمُّكَ فِي ذٰلِكَ هَمًّا وَاحِدًا، فَانْظُرْ فِيمَا فَسَّرْتُ لَكَ. وَإِنْ أَنْتَ لَمْ يَجْتَمِعْ لَكَ مَا تُحِبُّ مِنْ نَفْسِكَ،

کہ تم نوعمر اور بساطِ دہر پہ تازہ وارد ہو، اور تمہاری نیت کھری اور نفس پاکیزہ ہے اور میں نے چاہا تھا کہ پہلے کتاب خدا احکامِ شرع اور حلال و حرام کی تعلیم دوں، اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا رُخ نہ کروں۔ لیکن یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں وہ چیزیں جن میں لوگوں کے عقائد اور مذہبی خیالات میں اختلاف ہے، تم پر اسی طرح مشتبہ نہ ہو جائیں۔ جیسے ان پر مشتبہ ہو گئی ہیں۔ باوجودیکہ ان غلط عقائد کا تذکرہ تم سے مجھے ناپسند تھا۔ مگر اس پہلو کو مضبوط کر دینا تمہارے لیے مجھے بہتر معلوم ہوا۔ اس سے کہ تمہیں ایسی صورت حال کے سپرد کر دوں جس میں مجھے تمہارے لیے ہلاکت و تباہی کا خطرہ ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت کی توفیق دے گا۔ اور صحیح راستے کی راہنمائی کرے گا۔ ان وجوہ سے تمہیں یہ وصیت نامہ لکھتا ہوں۔

بیٹا یاد رکھو کہ میری اس وصیت سے جن چیزوں کی تمہیں پابندی کرنا ہے ان میں سب سے زیادہ میری نظر میں جس چیز کی اہمیت ہے وہ اللہ کا تقویٰ ہے اور یہ کہ جو فرائض اللہ کی طرف سے تم پر عائد ہیں ان پر اکتفا کرو، اور جس راہ پر تمہارے آباؤ اجداد اور تمہارے گھرانے کے افراد چلتے رہے ہیں اسی پر چلتے رہو۔ کیونکہ جس طرح تم اپنے لیے نظر و فکر کر سکتے ہو انہوں نے اس نظر و فکر میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ مگر انتہائی غور و فکر نے بھی ان کو اسی نتیجہ تک پہنچایا، کہ جو انہیں اپنے فرائض معلوم ہوں۔ ان پر اکتفا کریں اور غیر متعلق چیزوں سے قدم روک لیں۔ لیکن اگر تمہارا نفس اس کے لیے تیار نہ ہو کہ بغیر ذاتی تحقیق سے علم حاصل کیے ہوئے جس طرح انہوں نے حاصل کیا تھا، ان باتوں کو قبول کرے تو بہرحال

وَ فَرَاغِ نَظَرِكَ وَ فِكْرِكَ فَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنَّمَا تَخْبِطُ الْعَشْوَاءَ، وَ تَتَوَرَّطُ الظَّلْمَاءَ. وَ لَيْسَ طَالِبُ الدِّينِ مَنْ خَبَطَ أَوْ خَلَطَ، وَ الْإِمْسَاكُ عَنْ ذٰلِكَ أَمْثَلُ.

فَتَفَهَّمْ يَا بُنَيَّ وَصِيَّتِي، وَ اعْلَمْ أَنَّ مَالِكَ الْمَوْتِ هُوَ مَالِكُ الْحَيَاةِ، وَ أَنَّ الْخَالِقَ هُوَ الْمُمِيتُ، وَ أَنَّ الْمُفْنِيَ هُوَ الْمُعِيدُ، وَ أَنَّ الْمُبْتَلِيَ هُوَ الْمُعَافِي، وَ أَنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ لِتَسْتَقِرَّ إِلَّا عَلَى مَا جَعَلَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ النَّعْمَاءِ، وَ الْإِبْتِلَاءِ، وَ الْجَزَاءِ فِي الْمَعَادِ أَوْ مَا شَاءَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ عَلَى جَهَالَتِكَ بِهٖ فَإِنَّكَ أَوَّلُ مَا خُلِقْتَ جَاهِلًا ثُمَّ عُلِّمْتَ. وَ مَا أَكْثَرَ مَا تَجْهَلُ مِنَ الْأَمْرِ وَ يَتَحَيَّرُ فِيهِ رَأْيُكَ وَ يَضِلُّ فِيهِ بَصَرُكَ، ثُمَّ تُبْصِرُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ. فَاعْتَصِمْ بِالَّذِي خَلَقَكَ وَ رَزَقَكَ وَ سَوَّاكَ، وَ لْيَكُنْ لَهُ تَعَبُّدُكَ وَ إِلَيْهِ رَغْبَتُكَ وَ مِنْهُ شَفَقَتُكَ.

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ أَحَدًا لَمْ يُنْبِئْ عَنِ اللّٰهِ كَمَا أَنْبَأَ عَنْهُ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ، فَارْضَ بِهٖ رَائِدًا، وَ إِلَى النَّجَاةِ قَائِدًا، فَإِنِّي لَمْ آلُكَ نَصِيحَةً. وَ إِنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ فِي النَّظَرِ لِنَفْسِكَ وَ إِنِ اجْتَهَدْتَ مَبْلَغَ نَظَرِي لَكَ.

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّهُ لَوْ كَانَ لِرَبِّكَ شَرِيكٌ

یہ لازم ہے کہ تمہارے طلب کا انداز سیکھنے اور سمجھنے کا ہو نہ شبہات میں پھاند پڑنے اور بحث و نزاع میں اُلجھنے کا اور اس فکر و نظر کو شروع کرنے سے پہلے اللہ سے مدد کے خواستگار رہو، اور اس سے توفیق و تائید کی دُعا کرو، اور ہر اس وہم کے شائبہ سے اپنا دامن بچاؤ کہ جو تمہیں شبہ میں ڈال دے، یا گمراہی میں چھوڑ دے، اور جب یہ یقین ہو جائے کہ اب تمہارا دل صاف ہو گیا ہے اور اس میں اثر لینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے اور ذہن پورے طور پر یکسوئی کے ساتھ تیار ہے، اور تمہارا ذوق و شوق ایک نقطہ پر جم گیا ہے تو پھر ان مسائل پر غور کرو جو میں نے تمہارے سامنے بیان کئے ہیں، لیکن تمہارے حسب منشا دل کی یکسوئی اور اور نظر و فکر کی آسودگی حاصل نہیں ہوئی ہے تو سمجھ لو کہ تم ابھی اس وادی میں شب کور اونٹنی کی طرح ہاتھ پیر مار رہے ہو، اور جو دین (کی حقیقت) کا طلب گار ہو وہ تاریکی میں ہاتھ پاؤں نہیں مارتا اور نہ غلط مبحث کرتا ہے۔ اس حالت میں قدم نہ رکھنا اس وادی میں بہتر ہے۔

اب اے فرزند! میری وصیت کو سمجھو، اور یہ یقین رکھو کہ جس کے ہاتھ میں موت ہے، اسی کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے اور جو پیدا کرنے والا ہے وہی مارنے والا بھی ہے اور جو نیست و نابود کرنے والا ہے، وہی دوبارہ پلٹانے والا بھی ہے اور جو بیمار ڈالنے والا ہے وہ ہی صحت عطا کرنے والا بھی ہے اور بہر حال دنیا کا نظام وہی رہے گا، جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ نعمتوں کا دینا ابتلا و آزمائش میں ڈالنا، اور آخرت میں جزا دینا یا وہ کہ جو اس کی مشیت میں گزر چکا ہے اور

لَأَتَتْكَ رُسُلُهُ، وَلَرَأَيْتَ آثَارَ مُلْكِهِ وَ سُلْطَانِهِ، وَلَعَرَفْتَ أَفْعَالَهُ وَصِفَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُ إِلٰهٌ وَاحِدٌ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ. لَا يُضَادُّهُ فِي مُلْكِهِ أَحَدٌ، وَلَا يَزُولُ أَبَدًا وَلَمْ يَزَلْ أَوَّلٌ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ بِلَا أَوَّلِيَّةٍ، وَآخِرٌ بَعْدَ الْأَشْيَاءِ بِلَا نِهَايَةٍ عَظُمَ عَنْ أَنْ تَثْبُتَ رُبُوبِيَّتُهُ بِإِحَاطَةِ قَلْبٍ أَوْ بَصَرٍ فَإِذَا عَرَفْتَ ذٰلِكَ فَافْعَلْ كَمَا يَنْبَغِي لِمِثْلِكَ أَنْ يَفْعَلَهُ فِي صِغَرِ خَطَرِهِ، وَقِلَّةِ مَقْدِرَتِهِ، وَكَثْرَةِ عَجْزِهِ، وَعَظِيمِ حَاجَتِهِ إِلَى رَبِّهِ فِي طَلَبِ طَاعَتِهِ وَالْخَشْيَةِ مِنْ عُقُوبَتِهِ وَالشَّفَقَةِ مِنْ سُخْطِهِ. فَإِنَّهُ لَمْ يَأْمُرْكَ إِلَّا بِحَسَنٍ وَلَمْ يَنْهَكَ إِلَّا عَنْ قَبِيحٍ.

يَا بُنَيَّ إِنِّي قَدْ أَنْبَأْتُكَ عَنِ الدُّنْيَا وَحَالِهَا وَزَوَالِهَا وَانْتِقَالِهَا، وَأَنْبَأْتُكَ عَنِ الْآخِرَةِ وَمَا أُعِدَّ لِأَهْلِهَا فِيهَا، وَ ضَرَبْتُ لَكَ فِيهِمَا الْأَمْثَالَ لِتَعْتَبِرَ بِهَا وَ تَحْذُوَ عَلَيْهَا. إِنَّمَا مَثَلُ مَنْ خَبَرَ الدُّنْيَا كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفْرٍ نَبَا بِهِمْ مَنْزِلٌ جَدِيبٌ فَأَمُّوا مَنْزِلًا خَصِيبًا وَجَنَابًا مَرِيعًا فَاحْتَمَلُوا وَعْثَاءَ الطَّرِيقِ وَفِرَاقَ الصَّدِيقِ وَخُشُونَةَ السَّفَرِ، وَجُشُوبَةَ الْمَطْعَمِ لِيَأْتُوا سَعَةَ دَارِهِمْ وَمَنْزِلَ قَرَارِهِمْ، فَلَيْسَ يَجِدُونَ لِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ أَلَمًا، وَلَا يَرَوْنَ نَفَقَةً فِيهِ مَغْرَمًا، وَلَا شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ

ہم اُسے نہیں جانتے تو جو چیز اس میں کی تمہاری سمجھ میں نہ آئے، تو اسے اپنی لاعلمی پر محمول کرو۔ کیونکہ جب تم پہلے پہل پیدا ہوئے تھے، تو کچھ نہ جانتے تھے بعد میں تمہیں سکھایا گیا اور ابھی کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے تم بے خبر ہو کہ ان میں پہلے تمہارا ذہن پریشان ہوتا ہے اور نظر بھٹکتی ہے اور پھر انہیں جان لیتے ہو لہٰذا اُسی کا دامن تھامو، جس نے تمہیں پیدا کیا، اور رزق دیا، اور ٹھیک ٹھاک بنایا۔ اُسی کی بس پرستش کرو، اسی کی طلب ہو اسی کا ڈر ہو۔

اے فرزند! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی ایک نے بھی اللہ سبحانہ کی تعلیمات کو ایسا پیش نہیں کیا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ لہٰذا ان کو بطیب خاطر اپنا پیشوا، اور نجات کا رہبر مانو۔ میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی، اور تم کوشش کے باوجود اپنے سود و بہبود پر اس حد تک نظر نہیں کر سکتے، جس تک میں تمہارے لیے سوچ سکتا ہوں۔

اے فرزند! یقین کرو، کہ اگر تمہارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے، اور اس کی سلطنت و فرمانروائی کے بھی آثار دکھائی دیتے اور اس کے افعال و صفات بھی کچھ معلوم ہوتے مگر وہ ایک اکیلا خدا ہے، جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے اس کے ملک میں کوئی اس سے "ٹکر" نہیں لے سکتا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ بغیر کسی نقطہ آغاز کے تمام چیزوں سے پہلے ہے، اور بغیر کسی انتہائی حد کے سب چیزوں کے بعد ہے۔ وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کی

مِمَّا قَرَّبَهُمْ مِنْ مَنْزِلِهِمْ، وَأَدْنَاهُمْ مِنْ مَحَلِّهِمْ. وَمَثَلُ مَنِ اغْتَرَّ بِهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوا بِمَنْزِلٍ خَصِيبٍ فَنَبَا بِهِمْ إِلَى مَنْزِلٍ جَدِيبٍ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِمْ وَلَا أَفْظَعَ عِنْدَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ مَا كَانُوا فِيهِ إِلَى مَا يَهْجُمُونَ عَلَيْهِ وَيَصِيرُونَ إِلَيْهِ.

يَا بُنَيَّ اجْعَلْ نَفْسَكَ مِيزَاناً فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ غَيْرِكَ، فَأَحْبِبْ لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ، وَاكْرَهْ لَهُ مَا تَكْرَهُ لَهَا، وَلَا تَظْلِمْ كَمَا لَا تُحِبُّ أَنْ تُظْلَمَ، وَأَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ أَنْ يُحْسَنَ إِلَيْكَ. وَاسْتَقْبِحْ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَسْتَقْبِحُهُ مِنْ غَيْرِكَ، وَارْضَ مِنَ النَّاسِ بِمَا تَرْضَاهُ لَهُمْ مِنْ نَفْسِكَ وَلَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ وَإِنْ قَلَّ مَا تَعْلَمُ، وَلَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَكَ.

وَاعْلَمْ أَنَّ الْإِعْجَابَ ضِدُّ الصَّوَابِ وَآفَةُ الْأَلْبَابِ. فَاسْعَ فِي كَدْحِكَ وَلَا تَكُنْ خَازِناً لِغَيْرِكَ وَإِذَا أَنْتَ هُدِيتَ لِقَصْدِكَ فَكُنْ أَخْشَعَ مَا تَكُونُ لِرَبِّكَ.

وَاعْلَمْ أَنَّ أَمَامَكَ طَرِيقاً ذَا مَسَافَةٍ بَعِيدَةٍ وَمَشَقَّةٍ شَدِيدَةٍ. وَأَنَّهُ لَا غِنَى لَكَ فِيهِ عَنْ حُسْنِ الِارْتِيَادِ. وَقَدْرِ بَلَاغِكَ مِنَ الزَّادِ مَعَ خِفَّةِ الظَّهْرِ. فَلَا تَحْمِلَنَّ عَلَى ظَهْرِكَ فَوْقَ طَاقَتِكَ فَيَكُونَ ثِقْلُ ذَلِكَ وَبَالاً عَلَيْكَ. وَإِذَا وَجَدْتَ

ربوبیت کا اثبات قلب بانگاہ کے گھیرے میں آجانے سے وابستہ ہو جب تم یہ جان چکے، تو پھر عمل کرو۔ ویسا جو تم ایسی مخلوق کو اپنی پست منزلت کم مقدرت اور بڑھی ہوئی عاجزی، اور اس کی اطاعت کی جستجو اور اس کی سزا کے خوف اور اس کی ناراضگی کے اندیشہ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف بہت بڑی احتیاج کے ہوتے ہوئے کرنا چاہیے اس نے تمہیں انہی چیزوں کا حکم دیا ہے جو اچھی ہیں اور انہی چیزوں سے منع کیا ہے جو بری ہیں۔"

اے فرزند! میں نے تمہیں دنیا اور اس کی حالت اور اس کی بے ثباتی و ناپائیداری سے خبردار کر دیا ہے اور آخرت اور آخرت والوں کے لیے جو سرو سامان عشرت مہیا ہے اس سے بھی آگاہ کر دیا ہے اور ان دونوں کی مثالیں بھی تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ ان سے عبرت حاصل کرو اور ان کے تقاضے پر عمل کرو۔ جن لوگوں نے دنیا کو خوب سمجھ لیا ہے۔ ان کی مثال ان مسافروں کی سی ہے جن کا قحط زدہ منزل سے دل اچاٹ ہوا، اور انہوں نے ایک سرسبز و شاداب مقام اور ایک تر و تازہ و پربہار جگہ کا رخ کیا تو انہوں نے راستے کی دشواریوں کو جھیلا، دوستوں کی جدائی برداشت کی سفر کی صعوبتیں گوارا کیں، اور کھانے کی بدمزگیوں پر صبر کیا تاکہ اپنی منزل کی پہنائی اور دائمی قرارگاہ تک پہنچ جائیں۔ اس مقصد کی دھن میں انہیں ان سب چیزوں سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور جتنا بھی خرچ ہو جائے اس میں نقصان معلوم نہیں ہوتا۔ انہیں اب سب سے زیادہ وہی چیز مرغوب ہے جو انہیں منزل کے قریب اور مقصد سے نزدیک کر دے اور اس کے برخلاف ان لوگوں کی مثال

مِنْ اَهْلِ الْفَاقَةِ مَنْ يَحْمِلُ لَكَ زَادَكَ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَيُوَافِيْكَ بِهٖ غَدًا حَيْثُ
تَحْتَاجُ اِلَيْهِ فَاغْتَنِمْهُ وَحَمِّلْهُ اِيَّاهُ۔
وَاَكْثِرْ مِنْ تَزْوِيْدِهٖ وَاَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ
فَلَعَلَّكَ تَطْلُبُهٗ فَلَا تَجِدُهٗ۔ وَاغْتَنِمْ
مَنِ اسْتَقْرَضَكَ فِيْ حَالِ غِنَاكَ لِيَجْعَلَ
قَضَاءَهٗ لَكَ فِيْ يَوْمِ عُسْرَتِكَ۔
وَاعْلَمْ اَنَّ اَمَامَكَ عَقَبَةً كَؤُوْدًا،
الْمُخِفُّ فِيْهَا اَحْسَنُ حَالًا مِّنَ الْمُثْقِلِ،
وَالْمُبْطِئُ عَلَيْهَا اَقْبَحُ حَالًا مِّنَ الْمُسْرِعِ،
وَاَنَّ مَهْبِطَكَ بِهَا لَا مَحَالَةَ عَلٰى جَنَّةٍ
اَوْ عَلٰى نَارٍ فَارْتَدْ لِنَفْسِكَ قَبْلَ نُزُوْلِكَ
وَوَطِّئِ الْمَنْزِلَ قَبْلَ حُلُوْلِكَ، فَلَيْسَ
بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٌ، وَلَا اِلَى الدُّنْيَا
مُنْصَرَفٌ۔ وَاعْلَمْ اَنَّ الَّذِيْ بِيَدِهٖ
خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ اَذِنَ
لَكَ فِي الدُّعَآءِ وَتَكَفَّلَ لَكَ بِالْاِجَابَةِ
وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْاَلَهٗ لِيُعْطِيَكَ وَتَسْتَرْحِمَهٗ
لِيَرْحَمَكَ وَلَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ
مَنْ يَحْجُبُهٗ عَنْكَ، وَلَمْ يُلْجِئْكَ اِلٰى
مَنْ يَشْفَعُ لَكَ اِلَيْهِ، وَلَمْ يَمْنَعْكَ
اِنْ اَسَأْتَ مِنَ التَّوْبَةِ، وَلَمْ يُعَاجِلْكَ
بِالنِّقْمَةِ، وَلَمْ يُعَيِّرْكَ بِالْاِنَابَةِ
وَلَمْ يَفْضَحْكَ حَيْثُ الْفَضِيْحَةُ بِكَ
اَوْلٰى وَلَمْ يُشَدِّدْ عَلَيْكَ فِيْ قَبُوْلِ الْاِنَابَةِ

جنھوں نے دنیا سے فریب کھایا ان لوگوں کی سی ہے کہ
جو ایک شاداب سبزہ زار میں ہوں اور وہاں سے وہ
دل برداشتہ ہو جائیں اور اس جگہ کا رخ کر لیں جو خشک سالیوں
سے تباہ ہو۔ ان کے نزدیک سخت ترین حادثہ یہ ہو گا۔
کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ کر ادھر جائیں کہ جہاں انہیں
اچانک پہنچنا ہے اور بہر صورت وہاں جانا ہے۔

اے فرزند! اپنے اور دوسرے کے درمیان ہر
معاملہ میں اپنی ذات کو میزان قرار دو، جو اپنے لیے پسند کرتے
ہو، وہی دوسروں کے لیے پسند کرو، اور جو اپنے لیے
نہیں چاہتے۔ اُسے دوسروں کے لیے بھی نہ چاہو۔ جس
طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو یونہی دوسروں پر
بھی زیادتی نہ کرو، اور جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تمہارے
ساتھ حسن سلوک ہو، یونہی دوسروں کے ساتھ بھی حسن سلوک
سے پیش آؤ۔ دوسروں کی جس چیز کو بُرا سمجھتے ہو۔ اُسے
اپنے میں بھی ہو تو بُرا سمجھو، اور لوگوں کے ساتھ جو تمہارا
رویہ ہو اسی رویہ کو اپنے لیے بھی درست سمجھو۔ جو بات
نہیں جانتے اس کے بارے میں زبان نہ ہلاؤ۔ اگرچہ تمہارے
معلومات کم ہوں۔ دوسروں کے لیے وہ بات نہ کہو جو
اپنے لیے سُننا گوارا نہیں کرتے یاد رکھو! کہ خود پسندی صحیح
طریقہ کار کے خلاف اور عقل کی تباہی کا سبب ہے۔
روزی کمانے میں دوڑ دھوپ کرو اور دوسروں کے
خزانچی نہ بنو۔ اور اگر سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق تمہارے
شامل حال ہو جائے تو انتہائی درجہ تک بس اپنے پروردگار
کے سامنے تذلّل اختیار کرو۔ دیکھو تمہارے سامنے ایک
دشوار گزار اور دور دراز راستہ ہے جس کے لیے بہترین زاد

وَلَمْ يُنَاقِشْكَ بِالْجَرِيْمَةِ، وَلَمْ يُؤْيِسْكَ
مِنَ الرَّحْمَةِ۔ بَلْ جَعَلَ نُزُوْعَكَ عَنِ
الذَّنْبِ حَسَنَةً، وَحَسَبَ سَيِّئَتَكَ
وَاحِدَةً وَحَسَبَ حَسَنَتَكَ عَشْرًا،
وَفَتَحَ لَكَ بَابَ الْمَتَابِ۔ فَإِذَا نَادَيْتَهُ
سَمِعَ نِدَآءَكَ وَإِذَا نَاجَيْتَهُ عَلِمَ
نَجْوَاكَ فَأَفْضَيْتَ إِلَيْهِ بِحَاجَتِكَ
وَأَبْثَثْتَهُ ذَاتَ نَفْسِكَ، وَشَكَوْتَ
إِلَيْهِ هُمُوْمَكَ، وَاسْتَكْشَفْتَهُ
كُرُوْبَكَ، وَاسْتَعَنْتَهُ عَلَى أُمُوْرِكَ،
وَسَأَلْتَهُ مِنْ خَزَآئِنِ رَحْمَتِهِ مَا لَا
يَقْدِرُ عَلَى إِعْطَآئِهِ غَيْرُهُ مِنْ زِيَادَةِ
الْأَعْمَارِ وَصِحَّةِ الْأَبْدَانِ وَسَعَةِ
الْأَرْزَاقِ۔ ثُمَّ جَعَلَ فِيْ يَدَيْكَ
مَفَاتِيْحَ خَزَآئِنِهِ بِمَا أَذِنَ لَكَ مِنْ
مَسْأَلَتِهِ فَمَتَى شِئْتَ اسْتَفْتَحْتَ
بِالدُّعَآءِ أَبْوَابَ نِعْمَتِهِ، وَاسْتَمْطَرْتَ
شَآبِيْبَ رَحْمَتِهِ فَلَا يُقَنِّطَنَّكَ
إِبْطَآءُ إِجَابَتِهِ فَإِنَّ الْعَطِيَّةَ عَلَى
قَدْرِ النِّيَّةِ ۔ وَرُبَّمَا أُخِّرَتْ عَنْكَ
الْإِجَابَةُ لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ أَعْظَمَ
لِأَجْرِ السَّآئِلِ وَأَجْزَلَ لِعَطَآءِ
الْآمِلِ۔ وَرُبَّمَا سَأَلْتَ الشَّيْءَ
فَلَا تُؤْتَاهُ وَأُوْتِيْتَ خَيْرًا مِنْهُ
عَاجِلًا أَوْ آجِلًا، أَوْ صُرِفَ عَنْكَ

کی تلاش اور بقدرِ کفایت توشہ کی فراہمی اس کے علاوہ
سبکباری ضروری ہے۔ لہٰذا اپنی طاقت سے زیادہ اپنی
پیٹھ پر بوجھ نہ لادو۔ کہ اس کا بار تمہارے لیے وبالِ جان
جائے گا۔ اور جب ایسے فاقہ کش لوگ مل جائیں کہ جو تمہارا
توشہ اٹھا کر میدانِ حشر میں پہنچا دیں۔ اور کل کو جب کہ تمہیں اس
کی ضرورت پڑے گی، تمہارے حوالے کر دیں تو اسے غنیمت
جانو اور جتنا ہو سکے اس کی پشت پر رکھ دو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے
کہ پھر تم ایسے شخص کو ڈھونڈو اور نہ پاؤ اور جو تمہاری دولت
مندی کی حالت میں تم سے قرض مانگ رہا ہے اس وعدہ
پر کہ تمہاری تنگدستی کے وقت ادا کر دے گا۔ تو اُسے
غنیمت جانو۔

یاد رکھو! تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے
جس میں ہلکا پھلکا آدمی گراں بار آدمی سے کہیں اچھی حالت
میں ہو گا۔ اور سُست رفتار تیز قدم دوڑنے والے کی بہ
نسبت بُری حالت میں ہو گا۔ اور اس راہ میں لامحالہ تمہاری
منزل جنت ہو گی یا دوزخ لہٰذا اترنے سے پہلے جگہ
منتخب کر لو، اور پڑاؤ ڈالنے سے پہلے اس جگہ کو ٹھیک
ٹھاک کر لو، کیونکہ موت کے بعد خوشنودی حاصل کرنے
کا موقع نہ ہو گا۔ اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کی کوئی صورت
ہو گی۔ یقین رکھو کہ جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان و زمین
کے خزانے ہیں اس نے تمہیں سوال کرنے کی اجازت دے
رکھی ہے، اور قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے اور حکم دیا ہے
کہ تم مانگو تاکہ وہ دے رحم کی درخواست کرو تاکہ وہ رحم
کرے۔ اس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان
کھڑے نہیں کیے جو تمہیں روکتے ہوں، نہ تمہیں اس پر

لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ. فَلَرُبَّ أَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَهُ فِيهِ هَلَاكُ دِينِكَ لَوْ أُوتِيتَهُ، فَلْتَكُنْ مَسْأَلَتُكَ فِيمَا يَبْقَى لَكَ جَمَالُهُ، وَيُنْفَى عَنْكَ وَبَالُهُ. فَالْمَالُ لَا يَبْقَى لَكَ وَلَا تَبْقَى لَهُ.

وَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنَّمَا خُلِقْتَ لِلْآخِرَةِ لَا لِلدُّنْيَا، وَلِلْفَنَاءِ لَا لِلْبَقَاءِ، وَلِلْمَوْتِ لَا لِلْحَيَاةِ، وَأَنَّكَ فِي مَنْزِلِ قُلْعَةٍ وَدَارِ بُلْغَةٍ، وَطَرِيقٍ إِلَى الْآخِرَةِ، وَأَنَّكَ طَرِيدُ الْمَوْتِ الَّذِي لَا يَنْجُو مِنْهُ هَارِبُهُ، وَلَا بُدَّ أَنَّهُ مُدْرِكُهُ، فَكُنْ مِنْهُ عَلَى حَذَرِ أَنْ يُدْرِكَكَ وَأَنْتَ عَلَى حَالٍ سَيِّئَةٍ قَدْ كُنْتَ تُحَدِّثُ نَفْسَكَ مِنْهَا بِالتَّوْبَةِ فَيَحُولَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ ذَلِكَ، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ أَهْلَكْتَ نَفْسَكَ.

يَا بُنَيَّ أَكْثِرْ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَذِكْرِ مَا تَهْجُمُ عَلَيْهِ وَتُفْضِي بَعْدَ الْمَوْتِ إِلَيْهِ، حَتَّى يَأْتِيَكَ وَقَدْ أَخَذْتَ مِنْهُ حِذْرَكَ، وَشَدَدْتَ لَهُ أَزْرَكَ، وَلَا يَأْتِيَكَ بَغْتَةً فَيَبْهَرَكَ.

مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں سفارش کے لیے لاؤ تب ہی کام ہو اور تم نے گناہ کیے ہوں، تو اس نے تمہارے لیے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا) نہ ایسے موقعوں پر اس نے تمہیں رسوا کیا کہ جہاں تمہیں رسوا ہی ہونا چاہیئے تھا اور نہ اس نے توبہ کے قبول کرنے میں (کڑی شرطیں لگا کر) تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے۔ نہ گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔ بلکہ اس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور برائی ایک ہو تو اُسے ایک (برائی) اور نیکی ایک ہو تو اسے دس (نیکیوں) کے برابر ٹھہرایا ہے۔ اس نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے، جب بھی اسے پکارو وہ تمہاری سنتا ہے، اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے کچھ کہو، وہ جان لیتا ہے۔ تم اسی سے مرادیں مانگتے ہو اور اسی کے سامنے دل کے بھید کھولتے ہو۔ اسی سے اپنے دُکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد مانگتے ہو اور اس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ جیسے عمروں میں درازی جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت اور اس پر اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کے کھولنے والی کنجیاں دے دی ہیں اس طرح کہ تمہیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا۔ اس طرح جب تم چاہو دُعا

وَإِيَّاكَ أَنْ تَغْتَرَّ بِمَا تَرَى مِنْ إِخْلَادِ أَهْلِ الدُّنْيَا إِلَيْهَا، وَتَكَالُبِهِمْ عَلَيْهَا، فَقَدْ نَبَّأَكَ اللهُ عَنْهَا، وَنَعَتَتْ لَكَ نَفْسَهَا، وَتَكَشَّفَتْ لَكَ عَنْ مَسَاوِيهَا، فَإِنَّمَا أَهْلُهَا كِلَابٌ عَاوِيَةٌ، وَسِبَاعٌ ضَارِيَةٌ، يَهِرُّ بَعْضُهَا بَعْضًا وَيَأْكُلُ عَزِيزُهَا ذَلِيلَهَا وَيَقْهَرُ كَبِيرُهَا صَغِيرَهَا نَعَمٌ مُعَقَّلَةٌ، وَأُخْرَى مُهْمَلَةٌ قَدْ أَضَلَّتْ عُقُولَهَا وَرَكِبَتْ مَجْهُولَهَا سُرُوحُ عَاهَةٍ بِوَادٍ وَعْثٍ۔ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ يُقِيمُهَا، وَلَا مُسِيمٌ يُسِيمُهَا۔ سَلَكَتْ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيقَ الْعَمَى، وَأَخَذَتْ بِأَبْصَارِهِمْ عَنْ مَنَارِ الْهُدَى، فَتَاهُوا فِي حَيْرَتِهَا، وَغَرِقُوا فِي نِعْمَتِهَا، وَاتَّخَذُوهَا رَبًّا فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَلَعِبُوا بِهَا وَنَسُوا مَا وَرَاءَهَا۔

رُوَيْدًا يُسْفِرُ الظَّلَامُ كَأَنْ قَدْ وَرَدَتِ الْأَظْعَانُ يُوشِكُ مَنْ أَسْرَعَ أَنْ يَلْحَقَ وَاعْلَمْ أَنَّ مَنْ كَانَتْ مَطِيَّتُهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَإِنَّهُ يُسَارُ بِهِ وَإِنْ

کے ذریعہ اس کی نعمت کے دروازوں کو کھلوا لو، اس کی رحمت کے جھالوں کو برسا لو۔ ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو، تو اس سے ناامید نہ ہو۔ اس لیے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لیے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو، اور امیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو، اور وہ حاصل نہیں ہوتی۔ مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیز تمہیں مل جاتی ہے یا تمہارے کسی بہتر مفاد کے پیش نظر تمہیں اس سے محروم کر دیا جاتا ہے اس لیے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمہیں دے دی جائیں، تو تمہارا دین تباہ ہو جائے۔ لہٰذا تمہیں بس وہ چیز طلب کرنا چاہیئے جس کا جمال پائیدار ہو اور جس کا وبال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو۔ رہا دنیا کا مال، تو نہ یہ تمہارے لیے رہے گا اور نہ تم اس کے لیے رہو گے۔

یاد رکھو! تم آخرت کے لیے پیدا ہوئے ہو نہ کہ دنیا کے لیے، فنا کے لیے خلق ہوئے ہو، نہ بقا کے لیے موت کے لیے بنے ہو نہ حیات کے لیے، تم ایک ایسی منزل میں ہو جس کا کوئی ٹھکانہ ٹھیک نہیں اور ایک ایسے گھر میں ہو جو آخرت کا ساز و سامان مہیا کرنے کے لیے ہے، اور صرف منزل آخرت کی گزرگاہ ہے۔ تم وہ ہو جس کا موت پیچھا کیے ہوئے ہے جس سے بھاگنے والا چھٹکارا نہیں پاتا کتنا ہی کوئی چاہے، اس کے ہاتھ سے نہیں نکل سکتا اور وہ بہرحال اسے پا لیتی ہے۔ لہٰذا ڈرو اس سے کہ موت تمہیں ایسے گناہوں کے عالم میں آ جائے جن سے توبہ کے خیالات تم دل میں لاتے تھے۔ مگر وہ تمہارے

كَانَ وَاقِفًا ، وَيَقْطَعُ الْمَسَافَةَ
وَاِنْ كَانَ مُقِيمًا وَادِعًا . وَ
اعْلَمْ يَقِينًا اَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ
أَمَلَكَ وَلَنْ تَعْدُوَ اَجَلَكَ وَ
اَنَّكَ فِي سَبِيلِ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ
فَخَفِّضْ فِي الطَّلَبِ ، وَاَجْمِلْ
فِي الْمُكْتَسَبِ فَاِنَّهُ رُبَّ طَلَبٍ
قَدْ جَرَّ اِلَى حَرَبٍ فَلَيْسَ كُلُّ
طَالِبٍ بِمَرْزُوقٍ ، وَلَا كُلُّ
مُجْمِلٍ بِمَحْرُومٍ . وَاَكْرِمْ
نَفْسَكَ عَنْ كُلِّ دَنِيَّةٍ وَاِنْ
سَاقَتْكَ اِلَى الرَّغَائِبِ فَاِنَّكَ لَنْ
تَعْتَاضَ بِمَا تَبْذُلُ مِنْ نَفْسِكَ
عِوَضًا وَلَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ
وَقَدْ جَعَلَكَ اللهُ حُرًّا . وَمَا
خَيْرُ خَيْرٍ لَا يُنَالُ اِلَّا بِشَرٍّ ، وَ
يُسْرٍ لَا يُنَالُ اِلَّا بِعُسْرٍ . وَ
اِيَّاكَ اَنْ تُوجِفَ بِكَ مَطَايَا
الطَّمَعِ فَتُورِدَكَ مَنَاهِلَ
الْهَلَكَةِ . وَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ
لَا يَكُونَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللهِ ذُو
نِعْمَةٍ فَافْعَلْ . فَاِنَّكَ مُدْرِكٌ
قِسْمَكَ وَآخِذٌ سَهْمَكَ وَ
اِنَّ الْيَسِيرَ مِنَ اللهِ سُبْحَانَهُ
اَعْظَمُ وَاَكْرَمُ مِنَ الْكَثِيرِ مِنْ

اور توبہ کے درمیان حائل ہو جائے۔ ایسا ہوا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا۔

اے فرزند! موت کو اور اس منزل کو جس پر تمہیں اچانک وارد ہونا ہے اور جہاں موت کے بعد پہنچنا ہے ہر وقت یاد رکھنا چاہیئے تاکہ جب وہ آئے تو تم اپنا حفاظتی سر و سامان مکمل اور اس کے لیے اپنی قوت مضبوط کر چکے ہو، اور وہ اچانک تم پر نہ ٹوٹ پڑے کہ تمہیں بے دست و پا کر دے خبردار! دنیا داروں کی دنیا پرستی اور ان کی حرص و طمع جو تمہیں دکھائی دیتی ہے وہ تمہیں فریب نہ دے۔ اس لیے کہ اللہ نے اس کا وصف خوب بیان کر دیا ہے اور اپنی برائیوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اس (دنیا) کے گرویدہ بھونکنے والے کتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے پر غراتے ہیں۔ طاقتور کمزور کو نگلے لیتا ہے اور بڑا چھوٹے کو کچل رہا ہے۔ ان میں کچھ چوپائے بندھے ہوئے اور کچھ چھٹے ہوئے ہیں جنھوں نے اپنی عقلیں کھو دی ہیں اور انجانے راستے پر سوار ہو لیے ہیں۔ یہ دشوار گزار وادیوں میں آفتوں کی چراگاہ میں چھٹے ہوئے ہیں۔ نہ ان کا کوئی گلہ بان ہے جو ان کی رکھوالی کرے، نہ کوئی چرواہا ہے جو انہیں چرائے۔ دنیا نے ان کو گمراہی کے راستے پر لگا دیا ہے، اور ہدایت کے مینار سے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں۔ یہ اس کی گمراہیوں میں سرگرداں اور اس کی نعمتوں میں غلطاں ہیں، اور اسے ہی اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ دنیا ان سے کھیل رہی ہے، اور یہ دنیا سے کھیل رہے ہیں اور اس کے آگے کی منزل کو بھولے ہوئے ہیں

خَلْقِهِ وَإِنْ كَانَ كُلٌّ مِّنْهُ. وَ تَلَافِيكَ مَا فَرَطَ مِنْ صَمْتِكَ أَيْسَرُ مِنْ إِدْرَاكِكَ مَا فَاتَ مِنْ مَنْطِقِكَ، وَحِفْظُ مَا فِي الْوِعَاءِ بِشَدِّ الْوِكَاءِ وَحِفْظُ مَا فِي يَدَيْكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ طَلَبِ مَا فِي يَدِ غَيْرِكَ. وَمَرَارَةُ الْيَأْسِ خَيْرٌ مِّنَ الطَّلَبِ إِلَى النَّاسِ. وَ الْحِرْفَةُ مَعَ الْعِفَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْغِنَى مَعَ الْفُجُورِ. وَالْمَرْءُ أَحْفَظُ لِسِرِّهِ. وَرُبَّ سَاعٍ فِيمَا يَضُرُّهُ. مَنْ أَكْثَرَ أَهْجَرَ وَمَنْ تَفَكَّرَ أَبْصَرَ. قَارِنْ أَهْلَ الْخَيْرِ تَكُنْ مِّنْهُمْ. وَ بَايِنْ أَهْلَ الشَّرِّ تَبِنْ عَنْهُمْ. بِئْسَ الطَّعَامُ الْحَرَامُ. وَ ظُلْمُ الضَّعِيفِ أَفْحَشُ الظُّلْمِ. إِذَا كَانَ الرِّفْقُ خُرْقًا كَانَ الْخُرْقُ رِفْقًا. رُبَّمَا كَانَ الدَّوَاءُ دَاءً وَالدَّاءُ دَوَاءً وَرُبَّمَا نَصَحَ غَيْرُ النَّاصِحِ وَغَشَّ الْمُسْتَنْصَحُ وَإِيَّاكَ وَاتِّكَالَكَ عَلَى الْمُنَى فَإِنَّهَا بَضَائِعُ النَّوْكَى، وَ الْعَقْلُ حِفْظُ التَّجَارِبِ. وَخَيْرُ مَا جَرَّبْتَ مَا وَعَظَكَ. بَادِرِ

ٹھہرو! اندھیرا چھٹنے دو۔ گویا (میدان حشر میں) سواریاں اُتر ہی پڑی ہیں۔ تیز قدم چلنے والوں کے لیے وُہ وقت دور نہیں کہ اپنے قافلہ سے مل جائیں، اور معلوم ہونا چاہیئے کہ جو شخص لیل و نہار کے مرکب پر سوار ہے وُہ اگرچہ ایک جگہ پر قیام کئے ہوئے ہے مگر مسافت طے کئے جا رہا ہے اور یہ یقین کیساتھ جانے رہو کہ تم اپنی آرزوؤں کو پورا کبھی نہیں کر سکتے، اور جتنی زندگی لے کر آئے ہو اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور تم بھی اپنے پہلے والوں کی راہ پر ہو، لہٰذا طلب میں نرم رفتاری اور کسب معاش میں میانہ روی سے کام لو کیونکہ اکثر طلب کا نتیجہ مال کا گنوانا ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ رزق کی تلاش میں لگا رہنے والا کامیاب ہی ہو، اور کدو کاوش میں اعتدال سے کام لینے والا محروم ہی رہے۔ ہر ذلت سے اپنے نفس کو بلند تر سمجھو اگرچہ وُہ تمہاری من مانی چیزوں تک تمہیں پہنچا دے کیونکہ اپنے نفس کی عزت جو کھو دو گے، اس کا بدل کوئی حاصل نہ کر سکو گے دوسروں کے غلام نہ بن جاؤ جب کہ اللہ نے تمہیں آزاد بنایا ہے اس بھلائی میں کوئی بہتری نہیں جو برائی کے ذریعہ حاصل ہو اور اس آرام و آسائش میں کوئی بہتری نہیں جس کے لیے (ذلت کی) دشواریاں جھیلنا پڑیں۔

خبردار! تمہیں طمع و حرص کی تیز رو سواریاں ہلاکت کے گھاٹ پر نہ لا اتاریں۔ اگر ہو سکے تو یہ کرو کہ اپنے اور اللہ کے درمیان کسی ولی نعمت کو واسطہ نہ بننے دو کیونکہ تم اپنا حصہ اور اپنی قسمت کا پا کر رہو گے، وہ تھوڑا جو اللہ سے بے منت خلق ملے اس بہت سے کہیں بہتر ہے، جو مخلوق کے ہاتھوں سے ملے اگرچہ حقیقتاً

الفُرصَةُ قَبلَ اَن تَكُونَ غُصَّةً
لَيسَ كُلُّ طَالِبٍ يُصِيبُ ، وَلَا
كُلُّ غَائِبٍ يَؤُوبُ - وَمِنَ الفَسَادِ
اِضَاعَةُ الزَّادِ وَ مَفسَدَةُ المَعَادِ.
وَلِكُلِّ اَمرٍ عَاقِبَةٌ - سَوفَ
يَأتِيكَ مَا قُدِّرَ لَكَ - التَّاجِرُ
مُخَاطِرٌ - وَرُبَّ يَسِيرٍ أَنمَى مِن
كَثِيرٍ - لَا خَيرَ فِي مُعِينٍ مَهِينٍ
وَلَا فِي صَدِيقٍ ظَنِينٍ - سَاهِلِ
الدَّهرَ مَا ذَلَّ لَكَ قُعُودُهُ - وَ
لَا تُخَاطِر بِشَيءٍ رَجَاءَ اَكثَرَ مِنهُ-
وَاِيَّاكَ اَن تَجمَحَ بِكَ مَطِيَّةُ
اللَّجَاجِ - اِحمِل نَفسَكَ مِن
اَخِيكَ عِندَ صَرمِهِ عَلَى الصِّلَةِ
وَعِندَ صُدُودِهِ عَلَى اللُّطفِ وَ
المُقَارَبَةِ ، وَعِندَ جُمُودِهِ عَلَى
البَذلِ ، وَعِندَ تَبَاعُدِهِ عَلَى
الدُّنُوِّ ، وَعِندَ شِدَّتِهِ عَلَى اللِّينِ
وَعِندَ جُرمِهِ عَلَى العُذرِ حَتّٰى
كَاَنَّكَ لَهُ عَبدٌ وَ كَاَنَّهُ ذُو
نِعمَةٍ عَلَيكَ -

وَاِيَّاكَ اَن تَضَعَ ذٰلِكَ فِي
غَيرِ مَوضِعِهِ اَو اَن تَفعَلَهُ
بِغَيرِ اَهلِهِ - لَا تَتَّخِذَنَّ عَدُوَّ
صَدِيقِكَ صَدِيقًا فَتُعَادِيَ

جو ملتا ہے اللہ ہی کی طرف سے ملتا ہے بے محل خاموشی
کا تدارک بے موقعہ گفتگو سے آسان ہے۔ برتن میں جو ہے
اس کی حفاظت یونہی ہو گی کہ مُنہ بند رکھو" اور جو کچھ تمہارے
ہاتھ میں ہے اس کو محفوظ رکھنا دوسروں کے آگے دستِ
طلب بڑھانے سے مجھے زیادہ پسند ہے یاس کی تلخی سہہ
لینا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے پاک
دامنی کے ساتھ محنت مزدوری کر لینا فسق و فجور میں گھری
ہوئی دولت مندی سے بہتر ہے انسان خود ہی اپنے راز کو خوب چھپا سکتا ہے
بہت سے لوگ ایسی چیز کے لیے کوشاں ہوتے ہیں، جو ان
کے لیے ضرر رساں ثابت ہوتی ہے، جو زیادہ بولتا ہے
وُہ بے معنی باتیں کرنے لگتا ہے۔ سوچ بچار سے قدم
اٹھانے والا (صحیح راستہ) دیکھ لیتا ہے نیکوں سے میل جول
رکھو گے۔ تو تم بھی نیک ہو جاؤ گے، بروں سے بچے رہو
گے تو ان (کے اثرات) سے محفوظ رہو گے، بدترین کھانا
وُہ ہے جو حرام ہو۔ اور بدترین ظلم وُہ ہے جو کسی کمزور
و ناتواں پر کیا جائے۔ جہاں نرمی سے کام لینا نامناسب
ہو وہاں سخت گیری ہی نرمی ہے۔ کبھی کبھی دوا بیماری اور
بیماری دوا بن جایا کرتی ہے۔ کبھی بدخواہ بھلائی کی راہ سوجھا
دیا کرتا ہے اور دوست فریب دے جاتا ہے۔ خبردار!
امیدوں کے سہارے پر نہ بیٹھنا کیونکہ امیدیں احمقوں کا
سرمایہ ہوتی ہیں۔ تجربہ وہ ہے جو پند و نصیحت دے فرصت
کا موقع غنیمت جانو۔ قبل اس کے کہ وُہ رنج و اندوہ کا
سبب بن جائے۔ ہر طلب و سعی کرنے والا مقصد کو پا نہیں
لیا کرتا اور ہر جانے والا پلٹ کر نہیں آیا کرتا۔ توشہ کا کھو دینا

صَدِيقَكَ. وَامْحَضْ أَخَاكَ
النَّصِيحَةَ حَسَنَةً كَانَتْ أَوْ قَبِيحَةً
وَتَجَرَّعِ الْغَيْظَ فَإِنِّي لَمْ أَرَ جُرْعَةً
أَحْلَى مِنْهَا عَاقِبَةً وَلَا أَلَذَّ مَغَبَّةً
وَلِنْ لِمَنْ غَالَظَكَ فَإِنَّهُ يُوشِكُ
أَنْ يَلِينَ لَكَ. وَخُذْ عَلَى عَدُوِّكَ
بِالْفَضْلِ فَإِنَّهُ أَحْلَى الظَّفَرَيْنِ
وَإِنْ أَرَدْتَ قَطِيعَةَ أَخِيكَ
فَاسْتَبْقِ لَهُ مِنْ نَفْسِكَ بَقِيَّةً
يَرْجِعُ إِلَيْهَا إِنْ بَدَا لَهُ ذٰلِكَ
يَوْمًا مَا. وَمَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا
فَصَدِّقْ ظَنَّهُ. وَلَا تُضِيعَنَّ حَقَّ
أَخِيكَ اتِّكَالًا عَلَى مَا بَيْنَكَ وَ
بَيْنَهُ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكَ بِأَخٍ مَنْ
أَضَعْتَ حَقَّهُ. وَلَا يَكُنْ أَهْلُكَ
أَشْقَى الْخَلْقِ بِكَ وَلَا تَرْغَبَنَّ فِيمَنْ
زَهِدَ فِيكَ وَلَا يَكُونَنَّ أَخُوكَ
أَقْوَى عَلَى قَطِيعَتِكَ مِنْكَ عَلَى
صِلَتِهِ وَلَا تَكُونَنَّ عَلَى الْإِسَاءَةِ
أَقْوَى مِنْكَ عَلَى الْإِحْسَانِ، وَلَا
يَكْبُرَنَّ عَلَيْكَ ظُلْمُ مَنْ ظَلَمَكَ
فَإِنَّهُ يَسْعَى فِي مَضَرَّتِهِ وَنَفْعِكَ
وَلَيْسَ جَزَاءُ مَنْ سَرَّكَ أَنْ تَسُوءَهُ.
وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّ الرِّزْقَ
رِزْقَانِ رِزْقٌ تَطْلُبُهُ، وَرِزْقٌ

اور عاقبت بگاڑ لینا بربادی و تباہ کاری ہے ہر چیز کا
ایک نتیجہ و ثمرہ ہوا کرتا ہے۔ جو تمہارے مقدر میں ہے وہ
تم تک پہنچ کر رہے گا۔ تاجر اپنے کو خطروں میں ڈالا ہی کرتا
ہے۔ کبھی تھوڑا مال مال فراواں سے زیادہ بابرکت ثابت
ہوتا ہے، پست طینت مددگار میں کوئی بھلائی نہیں اور
نہ بدگمان دوست میں جب تک زمانہ کی سواری تمہارے
قابو میں ہے اس سے نباہ کرتے رہو۔ زیادہ کی امیدیں
اپنے کو خطروں میں نہ ڈالو۔ خبردار! کہیں دشمنی و عناد کی سواریاں
تم سے منہ زوری نہ کرنے لگیں۔ اپنے کو اپنے بھائی
کے لیے اس پر آمادہ کرو کہ جب وہ دوستی توڑے تو تم
اسے جوڑو، وہ منہ پھیرے تو تم آگے بڑھو اور لطف و
مہربانی سے پیش آؤ۔ وہ تمہارے لیے کنجوسی کرے تم
اس پر خرچ کرو، وہ دوری اختیار کرے تو تم اس کے
نزدیک ہونے کی کوشش کرو، وہ سختی کرتا رہے اور
تم نرمی کرو۔ وہ خطا کا مرتکب ہو اور تم اس کے لیے عذر
تلاش کرو، یہاں تک کہ گویا تم اس کے غلام اور وہ تمہارا آقائے
نعمت ہے۔

مگر خبردار یہ برتاؤ بے محل نہ ہو، اور نا اہل سے یہ
رویہ نہ اختیار کرو۔ اپنے دوست کے دشمن کو دوست نہ
بناؤ۔ ورنہ اس دوست کے دشمن قرار پاؤ گے۔ دوست
کو کھری کھری نصیحت کی باتیں سناؤ خواہ اسے اچھی لگیں یا بری
غصہ کے کڑوے گھونٹ پی جاؤ۔ کیونکہ میں نے نتیجہ کے
لحاظ سے اس سے زیادہ خوش مزہ و شیریں گھونٹ نہیں
پائے، جو شخص تم سے سختی کے ساتھ پیش آئے اس
سے نرمی کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ اس رویہ سے وہ خود ہی

يَطْلُبُكَ فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَأْتِهِ أَتَاكَ

مَا أَقْبَحَ الْخُضُوعَ عِنْدَ الْحَاجَةِ

وَالْجَفَاءَ عِنْدَ الْغِنَى؟ إِنَّ لَكَ مِنْ

دُنْيَاكَ مَا أَصْلَحْتَ بِهِ مَثْوَاكَ.

وَإِنْ جَزِعْتَ عَلَى مَا تَفَلَّتَ مِنْ

يَدَيْكَ فَاجْزَعْ عَلَى كُلِّ مَا لَمْ

يَصِلْ إِلَيْكَ اسْتَدِلَّ عَلَى مَا لَمْ

يَكُنْ بِمَا قَدْ كَانَ فَإِنَّ الْأُمُورَ

أَشْبَاهٌ. وَلَا تَكُونَنَّ مِمَّنْ لَا تَنْفَعُهُ

الْعِظَةُ إِلَّا إِذَا بَالَغْتَ فِي إِيلَامِهِ

فَإِنَّ الْعَاقِلَ يَتَّعِظُ بِالْآدَابِ

وَالْبَهَائِمُ لَا تَتَّعِظُ إِلَّا بِالضَّرْبِ.

اِطْرَحْ عَنْكَ وَارِدَاتِ

الْهُمُومِ بِعَزَائِمِ الصَّبْرِ وَحُسْنِ

الْيَقِينِ. مَنْ تَرَكَ الْقَصْدَ جَارَ

وَالصَّاحِبُ مُنَاسِبٌ وَالصَّدِيقُ

مَنْ صَدَقَ غَيْبُهُ. وَالْهَوَى

شَرِيكُ الْعَنَاءِ. رُبَّ قَرِيبٍ

أَبْعَدُ مِنْ بَعِيدٍ، وَأَقْرَبُ مِنْ

قَرِيبٍ" وَالْغَرِيبُ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ

حَبِيبٌ. مَنْ تَعَدَّى الْحَقَّ ضَاقَ

مَذْهَبُهُ وَمَنِ اقْتَصَرَ عَلَى قَدْرِهِ

كَانَ أَبْقَى لَهُ. وَأَوْثَقُ سَبَبٍ

أَخَذْتَ بِهِ سَبَبٌ بَيْنَكَ وَ

بَيْنَ اللهِ. وَمَنْ لَمْ يُبَالِكَ فَهُوَ

نرم پڑ جائے گا۔ دشمن پر لطف و کرم کے ذریعہ سے راہ
چارہ و تدبیر مسدود کرو۔ کیونکہ دو قسم کی کامیابیوں میں یہ
زیادہ مزے کی کامیابی ہے، اپنے کسی دوست سے تعلقات
قطع کرنا چاہو، تو اپنے دل میں اتنی جگہ رہنے دو کہ اگر اس
کا رویہ بدلے تو اس کے لیے گنجائش ہو۔ جو تم سے حسن
ظن رکھے، اس کے حسن ظن کو سچا ثابت کرو۔ باہمی روابط کی
بناء پر اپنے کسی بھائی کی حق تلفی نہ کرو۔ کیونکہ پھر وہ بھائی کہاں
رہا جس کا حق تم تلف کرو۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ تمہارے گھر
والے تمہارے ہاتھوں دنیا جہاں میں سب سے زیادہ
بدبخت ہو جائیں۔ جو تم سے تعلقات قائم رکھنا پسند ہی
نہ کرتا ہو، اس کے خواہ مخواہ پیچھے نہ پڑو۔ تمہارا دوست
قطع تعلق کرے، تو تم رشتہ محبت جوڑنے میں اس پر بازی
لے جاؤ، اور وہ برائی سے پیش آئے تو تم حسن سلوک
میں اس سے بڑھ جاؤ۔ ظالم کا ظلم تم پر گراں نہ گزرے
کیونکہ وہ اپنے نقصان اور تمہارے فائدہ کے لیے سرگرم
عمل ہے اور جو تمہاری خوشی کا باعث ہو اس کا صلہ یہ
نہیں کہ اُس سے برائی کرو۔

اے فرزند! یقین رکھو کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے
ایک وہ جس کی تم جستجو کرتے ہو، اور ایک وہ جو تمہاری
جستجو میں لگا ہوا ہے۔ اگر تم اس کی طرف نہ جاؤ گے تو بھی
وہ تم تک آ کر رہے گا۔ ضرورت پڑنے پر گڑگڑانا اور مطلب
نکل جانے پر کج خلقی سے پیش آنا کتنی بری عادت ہے
دنیا سے بس اتنا ہی اپنا سمجھو جس سے اپنی عقبیٰ کی منزل
سنوار سکو۔ اگر تم ہر اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتی
رہے، واویلا مچاتے ہو، تو پھر ہر اس چیز پر رنج و افسوس

عَدُوَّكَ قَدْ يَكُونُ الْيَأْسُ إِدْرَاكاً
إِذَا كَانَ الطَّمَعُ هَلَاكاً۔ لَيْسَ كُلُّ
عَوْرَةٍ تَظْهَرُ وَلَا كُلُّ فُرْصَةٍ تُصَابُ
وَرُبَّمَا أَخْطَأَ الْبَصِيرُ قَصْدَهُ
وَأَصَابَ الْأَعْمَى رُشْدَهُ ۔ أَخِّرِ
الشَّرَّ فَإِنَّكَ إِذَا شِئْتَ تَعَجَّلْتَهُ۔
وَقَطِيعَةُ الْجَاهِلِ تَعْدِلُ صِلَةَ
الْعَاقِلِ مَنْ أَمِنَ الزَّمَانَ خَانَهُ،
وَمَنْ أَعْظَمَهُ أَهَانَهُ لَيْسَ
كُلُّ مَنْ رَمَى أَصَابَ۔ إِذَا تَغَيَّرَ
السُّلْطَانُ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ سَلْ
عَنِ الرَّفِيقِ قَبْلَ الطَّرِيقِ وَ
عَنِ الْجَارِ قَبْلَ الدَّارِ إِيَّاكَ أَنْ
تَذْكُرَ فِي الْكَلَامِ مَا يَكُونُ
مُضْحِكاً وَإِنْ حَكَيْتَ ذٰلِكَ
عَنْ غَيْرِكَ وَإِيَّاكَ وَمُشَاوَرَةَ
النِّسَاءِ فَإِنَّ رَأْيَهُنَّ إِلَى أَفْنٍ
وَعَزْمَهُنَّ إِلَى وَهْنٍ وَاكْفُفْ
عَلَيْهِنَّ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ بِحِجَابِكَ
إِيَّاهُنَّ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحِجَابِ
أَبْقَى عَلَيْهِنَّ وَلَيْسَ خُرُوجُهُنَّ
بِأَشَدَّ مِنْ إِدْخَالِكَ مَنْ لَا
يُوثَقُ بِهِ عَلَيْهِنَّ، وَإِنِ
اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَعْرِفْنَ
غَيْرَكَ فَافْعَلْ وَلَا تُمَلِّكِ

کرو کہ جو تمہیں نہیں ملی۔ موجودہ حالات سے بعد کے آنے
والے حالات کا قیاس کرو۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ کہ جن
پر نصیحت اس وقت تک کارگر نہیں ہوتی جب تک انہیں
پوری طرح تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ کیونکہ عقلمند باتوں
سے مان جاتے ہیں، اور حیوان لاتوں کے بغیر نہیں مانا
کرتے، ٹوٹ پڑنے والے غم و اندوہ کو صبر کی پختگی اور حسن
یقین سے دور کرو، جو درمیانی راستہ چھوڑ دیتا ہے وہ بے
راہ ہو جاتا ہے۔ دوست بمنزلہ عزیز کے ہوتا سچا دوست
وہ ہے جو پیٹھ پیچھے بھی دوستی کو نباہے ہوا و ہوس سے
زحمت میں پڑنا لازمی ہے۔ بہت سے قریبی بیگانوں سے
بھی زیادہ بے تعلق ہوتے ہیں، اور بہت سے بیگانے
قریبیوں سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں پردیسی وہ ہے
جس کا کوئی دوست نہ ہو، جو حق سے تجاوز کر جاتا ہے اس
کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے۔ جو اپنی حیثیت سے آگے نہیں
بڑھتا اس کی منزلت برقرار رہتی ہے تمہارے ہاتھوں
میں سب سے زیادہ مضبوط وسیلہ وہ ہے جو تمہارے اور
اور اللہ کے درمیان ہے جو تمہاری پروا نہیں کرتا وہ تمہارا
دشمن ہے۔ جب حرص و طمع تباہی کا سبب ہو تو مایوسی ہی
میں کامرانی ہے۔ ہر عیب ظاہر نہیں ہوا کرتا۔ فرصت کا
موقع بار بار نہیں ملا کرتا کبھی آنکھوں والا صحیح راہ کھو دیتا ہے
اور اندھا صحیح راستہ پا لیتا ہے۔ برائی کو پس پشت ڈالتے رہو
کیونکہ جب چاہو گے اس کی طرف بڑھ سکتے ہو، جاہل سے
علاقہ توڑنا عقلمند سے رشتہ جوڑنے کے برابر ہے جو دنیا
پر اعتماد کر کے مطمئن ہو جاتا ہے، دنیا اسے دغا دے
جاتی ہے، اور جو اسے عظمت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے

الْمَرْأَةَ مِنْ أَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا
فَإِنَّ الْمَرْأَةَ رَيْحَانَةٌ وَ لَيْسَتْ
بِقَهْرَمَانَةٍ وَلَا تَعْدُ بِكَرَامَتِهَا
نَفْسَهَا ، وَلَا تُطْمِعْهَا فِي أَنْ
تَشْفَعَ بِغَيْرِهَا - وَإِيَّاكَ وَالتَّغَايُرَ
فِي غَيْرِ مَوْضِعِ غَيْرَةٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ
يَدْعُوا الصَّحِيحَةَ إِلَى السُّقْمِ
وَالْبَرِيئَةَ إِلَى الرِّيَبِ - وَ
اجْعَلْ لِكُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ
خَدَمِكَ عَمَلًا تَأْخُذُهُ بِهِ
فَإِنَّهُ أَحْرٰى أَنْ لَا
يَتَوَاكَلُوا فِي خِدْمَتِكَ
وَ أَكْرِمْ عَشِيرَتَكَ فَإِنَّهُمْ
جَنَاحُكَ الَّذِي بِهِ
تَطِيرُ وَ أَصْلُكَ
الَّذِي إِلَيْهِ
تَصِيرُ ، وَ
يَدُكَ الَّتِي
بِهَا تَصُولُ -
أَسْتَوْدِعُ اللّٰهُ
دِينَكَ وَ
دُنْيَاكَ - وَ
أَسْأَلُهُ خَيْرَ
الْقَضَاءِ لَكَ فِي
الْعَاجِلَةِ وَالْآجِلَةِ

وُہ اسے پست و ذلیل کرتی ہے ہر تیر انداز کا نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھا کرتا۔ جب حکومت بدلتی ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے راستے سے پہلے شریک سفر اور گھر سے پہلے ہمسایہ کے متعلق پوچھ گچھ کرلو۔ خبردار! اپنی گفتگو میں ہنسانے والی باتیں نہ لاؤ۔ اگرچہ وُہ نقل قول کی حیثیت سے ہوں۔ عورتوں سے ہرگز مشورہ نہ لو۔ کیونکہ ان کی رائے کمزور اور ارادہ سُست ہوتا ہے۔ انہیں پردہ میں بٹھا کر ان کی آنکھوں کو تاک جھانک سے روکو، کیونکہ پردہ کی سختی ان کی عزت وآبرو کو برقرار رکھنے والی ہے ان کا گھروں سے نکلنا اس سے زیادہ خطرناک نہیں ہوتا جتنا کسی ناقابل اعتماد کو گھر میں بس آنے دینا، اور اگر بن پڑے تو ایسا کرو کہ تمہارے علاوہ کسی اور کو وُہ پہچانتی ہی نہ ہوں۔ عورت کو اس کے ذاتی امور کے علاوہ دوسرے اختیارات نہ سونپو کیونکہ عورت ایک پھول ہے، وُہ کارفرما اور حکمران نہیں ہے۔ اس کا پاس ولحاظ اس کی ذات سے آگے نہ بڑھاؤ اور یہ حوصلہ پیدا نہ ہونے دو کہ وُہ دوسروں کی سفارش کرنے لگے بے محل شبہ بدگمانی کا اظہار نہ کرو کہ اس سے نیک چلن اور پاکباز عورت بھی بے راہی و بدکرداری کی راہ دیکھ لیتی ہے۔ اپنے خدمت گزاروں میں ہر شخص کے لیے ایک کام معین کر دو جس کی جواب دہی اس سے کر سکو۔ اس طریق کار سے وُہ تمہارے کاموں کو ایک دوسرے پر نہیں ٹالیں گے۔ اپنے قوم قبیلے کا احترام کرو۔ کیونکہ وُہ تمہارے ایسے پَر و بال ہیں کہ جن سے تم پرواز کرتے ہو اور ایسی بنیادیں ہیں جن کا تم سہارا لیتے ہو۔ اور تمہارے وُہ دست و بازو ہیں جن سے حملہ کرتے ہو۔ میں تمہارے دین اور تمہاری دُنیا

وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

(وَالسَّلَامُ)

کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں، اور اس سے حال و مستقبل اور اور دنیا و آخرت میں تمہارے لیے بھلائی کے فیصلہ کا خواستگار ہوں۔ والسلام

لے ابن میثم نے جعفر ابن بابویہ قمی علیہ الرحمۃ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نے یہ وصیت نامہ محمد ابن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تحریر فرمایا، اور علامہ رضی نے تحریر کیا ہے کہ اس سے مراد مخاطب امام حسن علیہ السلام ہیں۔ بہرصورت مخاطب خواہ امام حسنؑ ہوں، یا محمدؒ ابن حنفیہ یہ منشور امامت تمام نوع انسانی کے لیے درس ہدایت ہے کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے سعادت وکامرانی کی راہیں کھل سکتی ہیں۔ اور انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلے جادہ ہدایت پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اس میں دنیا و آخرت کو سنوارنے، اخلاقی شعور کو ابھارنے اور معیشت و معاشرت کو سدھارنے کے وہ بنیادی اصول درج ہیں۔ جن کی نظیر پیش کرنے سے علماء و فلاسفر کے ضخیم دفتر قاصر ہیں۔ اس کے حقائق آگیں مواعظ انسانیت کے بھولے ہوئے درس کو یاد دلانے، حسن معاشرت کے مٹے ہوئے نقوش کو تازہ کرنے کو اور اخلاقی رفعتوں کو ابھارنے کے لیے قوی محرک ہیں۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۳۲)

إِلَىٰ مُعَاوِيَةَ:-

وَأَرْدَيْتَ جِيلًا مِّنَ النَّاسِ كَثِيرًا خَدَعْتَهُمْ بِغَيِّكَ، وَأَلْقَيْتَهُمْ فِي مَوْجِ بَحْرِكَ تَغْشَاهُمُ الظُّلُمَاتُ وَتَتَلَاطَمُ بِهِمُ الشُّبُهَاتُ فَجَازُوا عَنْ وِجْهَتِهِمْ وَنَكَصُوا عَلَىٰ أَعْقَابِهِمْ وَتَوَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ. وَعَوَّلُوا عَلَىٰ أَحْسَابِهِمْ إِلَّا مَنْ فَاءَ مِنْ أَهْلِ الْبَصَائِرِ فَإِنَّهُمْ فَارَقُوكَ بَعْدَ مَعْرِفَتِكَ، وَهَرَبُوا إِلَى اللهِ مِنْ مُوَازَرَتِكَ إِذْ حَمَلْتَهُمْ عَلَى الصَّعْبِ وَعَدَلْتَ بِهِمْ عَنِ الْقَصْدِ فَاتَّقِ اللهَ

معاویہ کے نام:

تم نے لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو تباہ کر دیا ہے اپنی گمراہی سے انہیں فریب دیا ہے۔ اور انہیں اپنے سمندر کی موجوں میں ڈال دیا ہے۔ ان پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں اور شبہات کی لہریں انہیں تھپیڑے دے رہی ہیں جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے بے راہ ہو گئے الٹے پیروں پھر گئے، پیٹھ پھیر کر چلتے بنے، اور اپنے حسب و نسب پر بھروسہ کر بیٹھے، سوا کچھ اہل بصیرت کے جو پلٹ آئے اور تمہیں جان لینے کے بعد تم سے علیحدہ ہو گئے اور تمہاری نصرت و امداد سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف تیزی سے چل پڑے جبکہ تم نے انہیں دشواریوں میں مبتلا کر دیا تھا اور اعتدال کی راہ سے ہٹا دیا تھا۔

يَامُعَاوِيَةُ فِي نَفْسِكَ وَجَاذِبِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ، فَإِنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ عَنْكَ وَالْآخِرَةُ قَرِيبَةٌ مِّنْكَ۔ (وَالسَّلَامُ)

اے معاویہ! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور اپنی مہار شیطان کے ہاتھ سے چھین لو کیونکہ دنیا تم سے بہر حال قطع ہو جائے گی، اور آخرت تمہارے قریب پہنچ چکی ہے۔ والسلام۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۳۳)

إِلَى قُثَمَ بْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى مَكَّةَ):

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ عَيْنِي بِالْمَغْرِبِ كَتَبَ إِلَيَّ يُعْلِمُنِي أَنَّهُ وُجِّهَ إِلَى الْمَوْسِمِ أُنَاسٌ مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ الْعُمْيِ الْقُلُوبِ الصُّمِّ الْأَسْمَاعِ، الْكُمْهِ الْأَبْصَارِ، الَّذِينَ يَلْتَمِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ، وَيُطِيعُونَ الْمَخْلُوقَ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، وَيَحْتَلِبُونَ الدُّنْيَا دَرَّهَا بِالدِّينِ، وَيَشْتَرُونَ عَاجِلَهَا بِآجِلِ الْأَبْرَارِ وَالْمُتَّقِينَ۔ وَلَنْ يَفُوزَ بِالْخَيْرِ إِلَّا عَامِلُهُ وَلَا يُجْزَى جَزَاءَ الشَّرِّ إِلَّا فَاعِلُهُ۔ فَأَقِمْ عَلَى مَا فِي يَدَيْكَ قِيَامَ الْحَازِمِ الصَّلِيبِ وَالنَّاصِحِ اللَّبِيبِ، وَالتَّابِعِ لِسُلْطَانِهِ الْمُطِيعِ لِإِمَامِهِ۔ وَإِيَّاكَ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ وَلَا تَكُنْ عِنْدَ النَّعْمَاءِ بَطِرًا وَلَا عِنْدَ الْبَأْسَاءِ فَشِلًا، وَالسَّلَامُ۔

والیٔ مکہ قثم ابن عباس کے نام!۔

مغربی علاقہ کے میرے جاسوس نے مجھے تحریر کیا ہے کہ کچھ شام کے لوگوں کو (مکہ) حج کے لیے روانہ کیا گیا ہے جو دل کے اندھے، کانوں کے بہرے اور آنکھوں کی روشنی سے محروم ہیں جو حق کو باطل کی راہ سے ڈھونڈتے ہیں، اور اللہ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت ہیں، اور دین کے بہانے دنیا (کے تھنوں) سے دودھ دوہتے ہیں اور اور نیکوں اور پرہیز گاروں کے اجر آخرت کو ہاتھوں سے دے کر دنیا کا سودا کر لیتے ہیں۔ دیکھو! بھلائی اسی کے حصہ میں آتی ہے۔ جو اس پر عمل کرتا ہے اور برا بدلہ اسی کو ملتا ہے جو برے کام کرتا ہے لہٰذا تم اپنے فرائض منصبی کو اس شخص کی طرح ادا کرو جو بافہم، پختہ کار، خیر خواہ اور دانشمند ہو، اور اپنے حاکم کا فرماں بردار اور اپنے امام کا مطیع رہے اور خبردار! کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ تمہیں معذرت کرنے کی ضرورت پیش آئے اور نعمتوں کی فراوانی کے وقت کبھی اتراؤ نہیں اور سختیوں کے موقعہ پر بودا پن نہ دکھاؤ۔ والسلام۔

لے معاویہ نے کچھ لوگوں کو حاجیوں کے بھیس میں مکہ روانہ کیا تاکہ وہاں کی خاموش فضا میں سنسنی پیدا کریں، اور تقویٰ و ورع کی نمائش سے عوام کا اعتماد حاصل کر کے ان کے یہ ذہن نشین کر دیں کہ علی ابن ابی طالب نے حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا، اور آخر انہیں قتل کرا کے دم لیا۔ اور اس طرح حضرت کو ان کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر عوام کو ان سے بدظن کریں، اور امیر شام کے کردار کی بلندی، اخلاق کی عظمت اور داد و دہش کے تذکروں سے لوگوں کو اس کی طرف مائل کریں۔ مگر حضرت نے جن لوگوں کو شام میں حالات کا جائزہ لینے اور خبر رسانی کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ انہوں نے جب آپ کو اطلاع دی تو آپ نے والی مکہ قثم ابن عباس کو ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور ان کی شورش انگیزیوں کے انسداد کے لیے یہ مکتوب تحریر فرمایا:-

---

مکتوب (۳۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ:-
لَمَّا بَلَغَهُ تَوَجُّدُهُ مِنْ عَزْلِهِ بِالْأَشْتَرِ عَنْ مِصْرَ، ثُمَّ تُوُفِّيَ الْأَشْتَرُ فِي تَوَجُّهِهِ إِلَى مِصْرَ قَبْلَ وُصُولِهِ إِلَيْهَا)۔

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي مَوْجِدَتُكَ مِنْ تَسْرِيحِ الْأَشْتَرِ إِلَى عَمَلِكَ وَ إِنِّي لَمْ أَفْعَلْ ذٰلِكَ اسْتِبْطَاءً لَكَ فِي الْجُهْدِ وَلَا ازْدِيَادًا فِي الْجِدِّ وَ لَوْ نَزَعْتُ مَا تَحْتَ يَدِكَ مِنْ سُلْطَانِكَ لَوَلَّيْتُكَ مَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكَ مَؤُونَةً وَأَعْجَبُ إِلَيْكَ وِلَايَةً۔

إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي كُنْتُ وَلَّيْتُهُ أَمْرَ مِصْرَ كَانَ لَنَا رَجُلًا لَنَا نَاصِحًا وَعَلَى

محمد ابن ابی بکر کے نام!

اس موقع پر جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ مصر کی حکومت سے اپنی معزولی اور مالک اشتر کے تقرر کی وجہ سے رنجیدہ ہیں اور پھر مصر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں انتقال فرما گئے، تو آپ نے محمد کو تحریر فرمایا۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہاری جگہ پر اشتر کو بھیجنے سے تمہیں ملال ہوا ہے تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے یہ تبدیلی اس لیے نہیں کی تھی کہ تمہیں کام میں کمزور اور ڈھیلا پایا ہو۔ اور اگر تمہیں اس منصب حکومت سے جو تمہارے ہاتھ میں تھا میں نے ہٹایا تھا تو تمہیں کسی ایسی جگہ کی حکومت سپرد کرتا جس میں تمہیں زحمت کم ہو، اور وہ تمہیں پسند بھی زیادہ آئے۔

بلاشبہ جس شخص کو میں نے مصر کا والی بنایا تھا وہ ہمارا خیر خواہ، اور دشمنوں کے لیے سخت گیر تھا خدا اس پر رحمت کرے اس نے زندگی کے دن پورے کر لیے اور موت سے ہم کنار ہو گیا اس حالت میں کہ ہم اس سے رضامند ہیں خدا کی رضامندیاں بھی اُسے نصیب ہوں اور اسے بیش از بیش ثواب عطا کرے اب تم دشمن

عَدُوِّنَا شَدِيدًا نَاقِمًا - فَرَحِمَهُ اللّٰهُ فَلَقَدِ اسْتَكْمَلَ أَيَّامَهُ وَلَاقَى حِمَامَهُ وَنَحْنُ عَنْهُ رَاضُونَ - أَوْلَاهُ اللّٰهُ رِضْوَانَهُ وَضَاعَفَ الثَّوَابَ لَهُ . فَاصْحِرْ لِعَدُوِّكَ وَامْضِ عَلٰى بَصِيرَتِكَ ، وَشَمِّرْ لِحَرْبِ مَنْ حَارَبَكَ ، وَادْعُ إِلٰى سَبِيلِ رَبِّكَ ، وَأَكْثِرِ الِاسْتِعَانَةَ بِاللّٰهِ يَكْفِكَ مَا أَهَمَّكَ ، وَيُعِنْكَ عَلٰى مَا يُنْزِلُ بِكَ ، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ -

کے مقابلہ کے لیے باہر نکل کھڑے ہو اور اپنی بصیرت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور جو تم سے لڑنے اس سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دعوت دو اور زیادہ سے زیادہ اللہ سے مدد مانگو کہ وہ تمہاری مہمات میں کفایت کرے گا اور مصیبتوں میں تمہاری مدد کرے گا انشاءاللہ۔

مکتوب (۳۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ بَعْدَ مَقْتَلِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ :-

مصر میں محمد ابن ابی بکر کے شہید ہو جانے کے بعد عبداللہ ابن عباس کے نام۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مِصْرَ قَدِ افْتُتِحَتْ وَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَدِ اسْتُشْهِدَ فَعِنْدَ اللّٰهِ نَحْتَسِبُهُ وَلَدًا نَاصِحًا وَعَامِلًا كَادِحًا وَسَيْفًا قَاطِعًا وَرُكْنًا دَافِعًا - وَ قَدْ كُنْتُ حَثَثْتُ النَّاسَ عَلٰى لَحَاقِهِ وَ أَمَرْتُهُمْ بِغِيَاثِهِ قَبْلَ الْوَقْعَةِ ، وَدَعَوْتُهُمْ سِرًّا وَجَهْرًا وَعَوْدًا وَبَدْءًا ، فَمِنْهُمُ الْآتِي كَارِهًا ، وَمِنْهُمُ الْمُعْتَلُّ كَاذِبًا ، وَمِنْهُمُ الْقَاعِدُ خَاذِلًا وَأَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَرَجًا عَاجِلًا ، فَوَاللّٰهِ لَوْلَا طَمَعِي عِنْدَ لِقَائِي عَدُوِّي فِي الشَّهَادَةِ وَتَوْطِينِي نَفْسِي عَلَى الْمَنِيَّةِ لَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَبْقٰى مَعَ هٰؤُلَاءِ يَوْمًا وَاحِدًا وَلَا أَلْتَقِيَ بِهِمْ أَبَدًا -

مصر کو دشمنوں نے فتح کر لیا، اور محمد ابن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے۔ ہم اللہ ہی سے اجر چاہتے ہیں اس فرزند کے مارے جانے پر کہ جو ہمارا خیرخواہ سرگرم کارکن تیغ براں اور دفاع کا ستون تھا، اور میں نے لوگوں کو ان کی مدد کو جانے کی دعوت دی تھی۔ اور اس حادثہ سے پہلے ان کی فریاد کو پہنچنے کا حکم دیا تھا اور لوگوں کو علانیہ اور پوشیدہ بار بار پکارا تھا مگر ہوا یہ کہ کچھ آئے بھی تو بادل ناخواستہ، اور کچھ حیلے حوالے کرنے لگے اور کچھ نے جھوٹ بہانے کر کے عدم تعاون کیا۔ میں اللہ سے یہ چاہتا ہوں، کہ وہ مجھے ان کے ہاتھوں سے جلد چھٹکارا دے۔ خدا کی قسم اگر دشمن کا سامنا کرتے وقت مجھے شہادت کی تمنا نہ ہوتی اور اپنے کو موت پر آمادہ نہ کر چکا ہوتا، تو میں ان کے ساتھ ایک دن بھی رہنا پسند نہ کرتا اور انہیں ساتھ لے کر کبھی دشمن کی جنگ کو نہ نکلتا۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۳۶)

إِلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي ذِكْرِ جَيْشٍ أَنْفَذَهُ إِلَى بَعْضِ الْأَعْدَاءِ وَهُوَ جَوَابُ كِتَابٍ كَتَبَهُ إِلَيْهِ عَقِيلٌ)

جو امیرالمومنینؑ نے اپنے بھائی عقیل ابن ابی طالب کے خط کے جواب میں لکھا ہے جس میں کسی دشمن کی طرف بھیجی ہوئی ایک فوج کا ذکر کیا ہے۔

فَسَرَّحْتُ إِلَيْهِ جَيْشًا كَثِيفًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَلَمَّا بَلَغَهُ ذٰلِكَ شَمَّرَ هَارِبًا وَنَكَصَ نَادِمًا فَلَحِقُوهُ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ وَقَدْ طَفَّلَتِ الشَّمْسُ لِلْإِيَابِ فَاقْتَتَلُوا شَيْئًا كَلَا وَلَا، فَمَا كَانَ إِلَّا كَمَوْقِفِ سَاعَةٍ حَتّٰى نَجَا جَرِيضًا بَعْدَ مَا أُخِذَ مِنْهُ بِالْمُخَنَّقِ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُ غَيْرُ الرَّمَقِ فَلَأْيًا بِلَأْيٍ مَا نَجَا، فَدَعْ عَنْكَ قُرَيْشًا وَتَرْكَاضَهُمْ فِي الضَّلَالِ، وَتَجْوَالَهُمْ فِي الشِّقَاقِ، وَجِمَاحَهُمْ فِي التِّيهِ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى حَرْبِي كَإِجْمَاعِهِمْ عَلٰى حَرْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي فَجَزَتْ قُرَيْشًا عَنِّي الْجَوَازِي، فَقَدْ قَطَعُوا رَحِمِي، وَسَلَبُونِي سُلْطَانَ ابْنِ أُمِّي وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ عَنْهُ مِنْ رَأْيِي فِي الْقِتَالِ فَإِنَّ رَأْيِي فِي قِتَالِ الْمُحِلِّينَ حَتّٰى أَلْقَى اللّٰهَ لَا يَزِيدُنِي كَثْرَةُ النَّاسِ حَوْلِي عِزَّةً، وَلَا تَفَرُّقُهُمْ عَنِّي وَحْشَةً. وَلَا تَحْسَبَنَّ ابْنَ أَبِيكَ ـ وَلَوْ أَسْلَمَهُ النَّاسُ ـ

میں نے اس کی طرف مسلمانوں کی ایک بھاری فوج روانہ کی تھی۔ جب اس کو پتہ چلا، تو وہ دامن گردان کر بھاگ کھڑا ہوا اور پشیمان ہو کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا کہ ہماری فوج نے اسے ایک راستہ میں جا لیا اور نہ ہونے کے برابر کچھ جھڑپیں ہوئی ہوں گی، اور گھڑی بھر ٹھہرا ہو گا کہ بھاگ کر جان بچا لے گیا جب کہ اسے گلے سے پکڑا جا چکا تھا اور آخری سانسوں کے سوا اس میں کچھ باقی نہ رہ گیا تھا اس طرح بڑی مشکل سے وہ بچ نکلا۔

تم قریش کے گمراہی میں دوڑ لگانے، سرکشی میں جولانیاں کرنے اور ضلالت میں منہ زوری دکھانے کی باتیں چھوڑ دو۔ انہوں نے مجھ سے جنگ کرنے میں اسی طرح ایکا کیا ہے۔ جس طرح وہ مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے کے لیے ایکا کئے ہوئے تھے، خدا کرے ان کی کرنی ان کے سامنے آئے انہوں نے میرے رشتے کا کوئی لحاظ نہ کیا اور میرے ماں جائے کی حکومت مجھ سے چھین لی اور جو تم نے جنگ کے بارے میں میری رائے دریافت کی ہے، تو میری آخر دم تک رائے یہی رہے گی، کہ جن لوگوں نے جنگ کو جائز قرار دے لیا ہے ان سے جنگ کرنا چاہیئے اپنے گرد لوگوں کا جمگھٹا دیکھ کر میری ہمت نہیں بڑھتی اور نہ ان کے چھٹ جانے سے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے، دیکھو! اپنے بھائی کے متعلق

مُتَضَرِّعًا مُتَخَشِّعًا، وَلَا مُقِرًّا لِلضَّيْمِ وَاهِنًا، وَلَا سَلِسَ الزِّمَامِ لِلْقَائِدِ، وَلَا وَطِیءَ الظَّهْرِ لِلرَّاكِبِ الْمُتَقَعِّدِ، وَلٰكِنَّهُ كَمَا قَالَ أَخُو بَنِي سُلَيْمٍ:

فَإِنْ تَسْأَلِينِي كَيْفَ أَنْتَ فَإِنَّنِي صَبُورٌ عَلَى رَيْبِ الزَّمَانِ صَلِيبُ
يَعِزُّ عَلَيَّ أَنْ تُرَى بِي كَآبَةٌ فَيَشْمَتَ عَادٍ أَوْ يُسَاءَ حَبِيبُ۔

* * *

چاہے کتنا ہی لوگ اس کا ساتھ چھوڑ دیں۔ یہ خیال کبھی نہ کرنا کہ وہ بے ہمت و ہراساں ہو جائے گا۔ یا کمزوری دکھاتے ہوئے ذلت کے آگے جھکے گا یا نہار کھینچنے والے ہاتھ میں باسانی اپنی مہار دے دے گا۔ یا سوار ہونے والے کے لیے اپنی پُشت کو مرکب بننے دے گا۔ بلکہ وہ تو ایسا ہے جیسا قبیلۂ بنی سلیم والے نے کہا ہے؛

اگر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیسے ہو تو سُنو! کہ میں زمانہ کی سختیاں جھیل لے جانے میں بڑا مضبوط ہوں مجھے یہ گوارا نہیں کہ مجھ میں حزن و غم کے آثار دکھائی پڑیں کہ دشمن خوش ہونے لگیں، اور دوستوں کو رنج پہنچے۔

لے تحکیم کے بعد جب معاویہ نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو ضحاک ابن قیس فہری کو چار ہزار کے لشکر کے ہمراہ حضرت کے مقبوضہ شہروں پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ حضرت کو جب اس کی غارت گریوں کا علم ہوا تو آپ نے اہل کوفہ کو اس کے مقابلہ کے لیے اُبھارا۔ مگر انہوں نے حیلے بہانے شروع کر دیے۔ آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار جنگجوؤں کو لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے، اور دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے مقام تدمر میں اس کو جالیا دونوں فریق میں کچھ ہی جھڑپیں ہوئی تھیں کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا اور وہ اس سے فائدہ اُٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عقیل ابن ابی طالب مکہ میں عمرہ بجالانے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ضحاک حیرہ پر حملہ کرنے کے بعد صحیح و سالم بچ نکلا ہے، اور اہل کوفہ جنگ سے جی چھوڑ بیٹھے ہیں اور ان کی تمام سرگرمیاں ختم ہو گئی ہیں، تو آپ نے نصرت و امداد کی پیش کش کرتے ہوئے عبید الرحمٰن ابن عبید ازدی کے ہاتھ ایک مکتوب حضرت کی خدمت میں روانہ کیا جس کے جواب میں حضرت نے یہ مکتوب تحریر فرمایا ہے جس میں اہل کوفہ کے رویہ کا شکوہ اور ضحاک کے فرار کا تذکرہ کیا ہے۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۳۷)

إِلَى مُعَاوِيَةَ۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا أَشَدَّ لُزُومَكَ لِلْأَهْوَاءِ الْمُبْتَدَعَةِ وَالْحَيْرَةِ الْمُتَّبَعَةِ، مَعَ تَضْيِيعِ الْحَقَائِقِ وَاطِّرَاحِ الْوَثَائِقِ

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

اللہ اکبر! تم نفسانی خواہشوں اور زحمت و تعب میں ڈالنے والی حیرت و سرگشتگی سے کس بُری طرح چپٹے ہوئے ہو۔ اور ساتھ ہی حقائق کو برباد کر دیا ہے اور ان دلائل کو ٹھکرا دیا ہے۔

الَّتِيْ هِيَ لِلّٰهِ طِلْبَةٌ، وَعَلٰى عِبَادِهٖ حُجَّةٌ. فَاَمَّا اِكْثَارُكَ الْحِجَاجَ فِيْ عُثْمَانَ وَقَتَلَتِهٖ فَاِنَّكَ اِنَّمَا نَصَرْتَ عُثْمَانَ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَكَ وَخَذَلْتَهٗ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَهٗ. وَالسَّلَامُ

جو اللہ کو مطلوب اور بندوں پر حجت ہیں۔ تمہارا عثمان اور ان کے قاتلوں کے بارے میں جھگڑا بڑھانا کیا معنی رکھتا ہے جب[1] کہ تم نے عثمان کی اس وقت مدد کی جب وہ مدد خود تمہاری ذات کے لیے تھی اور اس وقت انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ جب تمہاری مدد ان کے حق میں مفید ہو سکتی تھی۔ والسلام

---

[1] اس میں گنجائش انکار نہیں کہ معاویہ نے حضرت عثمان کے قتل ہونے کے بعد ان کی نصرت کا دعویٰ کیا اور جب وہ محاصرہ کے دنوں میں اس سے مدد مانگ رہے تھے اور خطوط پر خطوط لکھ رہے تھے۔ اس وقت اس نے کروٹ لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ البتہ کہنے کو اس نے یزید ابن اسد قسری کے زیر کمان ایک دستہ مدینہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ لیکن اسے یہ حکم دے دیا تھا کہ وہ مدینہ کے قریب وادی ذی خشب میں ٹھہرا رہے اور حالات خواہ کیسے ہی نازک ہو جائیں، وہ مدینہ میں داخل نہ ہو چنانچہ وہ وادیٔ ذی خشب میں آکر ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان قتل کر دیے گئے، اور وہ اپنا دستہ لے کر واپس ہو گیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ معاویہ یہی چاہتا تھا کہ حضرت عثمان قتل ہو جائیں اور وہ ان کے خون کے نام پر ہنگامہ آرائی کرے اور ان شورش انگیزیوں کے ذریعہ سے اپنی بیعت کے لیے راستہ ہموار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ ان کے محاصرہ کے دنوں میں اس نے ان کی مدد و نصرت کی، اور نہ اقتدار حاصل کر لینے کے بعد قاتلین عثمان کی تلاش ضروری سمجھی۔

---

(۳۸) مکتوب (وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اِلٰى اَهْلِ مِصْرَ لَمَّا وَلّٰى عَلَيْهِمُ الْاَشْتَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

اہل مصر کے نام جب کہ مالک اشتر کو وہاں کا حاکم بنایا

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ غَضِبُوْا لِلّٰهِ حِيْنَ عُصِيَ فِيْ اَرْضِهٖ وَذُهِبَ بِحَقِّهٖ، فَضَرَبَ الْجَوْرُ سُرَادِقَهٗ عَلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ وَالْمُقِيْمِ وَالظَّاعِنِ، فَلَا مَعْرُوْفٌ يُّسْتَرَاحُ اِلَيْهِ، وَلَا مُنْكَرٌ يُّتَنَاهٰى عَنْهُ.

خدا کے بندے علی امیر المومنین ؑ کی طرف سے ان لوگوں کے نام جو اللہ کے لیے غضب ناک ہوئے اس وقت زمین میں اللہ کی نافرمانی اور اس کے حق کی بربادی ہو رہی تھی اور ظلم نے اپنے شامیانے ہر اچھے برے مقامی اور پردیسی پر تان رکھے تھے۔ نہ نیکی کا چلن تھا اور نہ برائی سے بچا جاتا تھا۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے اللہ کے بندوں

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ عَبْداً مِنْ عِبَادِ اللهِ لَا يَنَامُ أَيَّامَ الْخَوْفِ، وَلَا يَنْكُلُ عَنِ الْأَعْدَاءِ سَاعَاتِ الرَّوْعِ. أَشَدَّ عَلَى الْفُجَّارِ مِنْ حَرِيقِ النَّارِ، وَهُوَ مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ أَخُو مَذْحِجٍ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا أَمْرَهُ فِيمَا طَابَقَ الْحَقَّ فَإِنَّهُ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ لَا كَلِيلُ الظُّبَةِ وَلَا نَابِي الضَّرِيبَةِ، فَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ تُقِيمُوا فَأَقِيمُوا فَإِنَّهُ لَا يُقْدِمُ وَلَا يُحْجِمُ وَلَا يُؤَخِّرُ وَلَا يُقَدِّمُ إِلَّا عَنْ أَمْرِي، وَقَدْ آثَرْتُكُمْ بِهِ عَلَى نَفْسِي لِنَصِيحَتِهِ لَكُمْ وَشِدَّةِ شَكِيمَتِهِ عَلَى عَدُوِّكُمْ۔

میں سے ایک بندہ تمہاری طرف بھیجا ہے جو خطرے کے دنوں میں سوتا نہیں اور خوف کی گھڑیوں میں دشمن سے ہراساں نہیں ہوتا اور فاجروں کے لیے جلانے والی آگ سے بھی زیادہ سخت ہے وہ مالک ابن حارث مذحجی ہیں ۔ ان کی بات کو سنو اور ان کے ہر اس حکم کو جو حق کے مطابق ہو ۔ مانو کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں کہ جس کی نہ دھار کند ہوتی ہے اور نہ اس کا وار خالی جاتا ہے اگر وہ تمہیں دشمنوں کی طرف بڑھنے کے لیے کہیں تو بڑھو اور ٹھہرنے کے لیے کہیں تو ٹھہرے رہو، کیونکہ وہ میرے حکم کے بغیر نہ آگے بڑھیں گے نہ پیچھے ہٹیں گے ۔ نہ کسی کو پیچھے ہٹاتے ہیں ۔ اور نہ آگے بڑھاتے ہیں ۔ میں نے ان کے بارے میں تمہیں خود اپنے اوپر ترجیح دی ہے ۔ اس خیال سے کہ تمہارے خیر خواہ اور دشمنوں کے لیے سخت گیر ثابت ہوں گے ۔"

* * *

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) — مکتوب (۳۹)

(إِلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ) :-

فَإِنَّكَ قَدْ جَعَلْتَ دِينَكَ تَبَعاً لِدُنْيَا امْرِئٍ ظَاهِرٍ غَيُّهُ مَهْتُوكٍ سِتْرُهُ يَشِينُ الْكَرِيمَ بِمَجْلِسِهِ وَيُسَفِّهُ الْحَلِيمَ بِخِلْطَتِهِ، فَاتَّبَعْتَ أَثَرَهُ وَطَلَبْتَ فَضْلَهُ اتِّبَاعَ الْكَلْبِ لِلضِّرْغَامِ يَلُوذُ إِلَى مَخَالِبِهِ وَيَنْتَظِرُ مَا يُلْقَى إِلَيْهِ مِنْ فَضْلِ فَرِيسَتِهِ، فَأَذْهَبْتَ دُنْيَاكَ وَآخِرَتَكَ، وَلَوْ بِالْحَقِّ أَخَذْتَ أَدْرَكْتَ مَا طَلَبْتَ فَإِنْ

عمرو ابن عاص کے نام :

تم نے اپنے دین کو ایک ایسے شخص کی دنیا کے پیچھے لگا دیا ہے جس کی گمراہی ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے جس کا پردہ چاک ہے جو اپنے پاس بٹھا کر شریف انسان کو بھی داغدار اور سنجیدہ اور بردبار شخص کو بیوقوف بناتا ہے ۔ تم اس کے پیچھے لگ گئے اور اس کے بچے کھچے ٹکڑوں کے خواہشمند ہو گئے، جس طرح کتا شیر کے پیچھے ہو لیتا ہے اس کے پنجوں کو امید بھری نظروں سے دیکھتا ہوا اور اس انتظار میں کہ اس کے شکار کے بچے کھچے حصہ میں سے کچھ آگے پڑ جائے ۔ اس طرح تم

تُمَكِّنِّي اللهُ مِنْكَ وَ مِنِ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَجْزِكُمَا بِمَا قَدَّمْتُمَا، وَإِنْ تَعْجِزَ أَوْ تَبْقَيَا فَمَا أَمَامَكُمَا شَرٌّ لَكُمَا۔

وَالسَّلَامُ

نے اپنی دنیا وآخرت دونوں کو گنوا دیا۔ حالانکہ اگر حق کے پابند رہتے تو بھی تم اپنی مراد کو پا لیتے۔ اب اگر اللہ نے مجھے تم پر اور فرزند ابوسفیان پر غلبہ دیا تو میں تم دونوں کو تمہارے کرتوتوں کا مزا چکھا دوں گا، اور اگر تم میری گرفت میں نہ آئے اور میرے بعد زندہ رہے تو جو تمہیں اس کے بعد درپیش ہوگا وہ تمہارے لیے بہت برا ہوگا۔ والسلام

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴۰)

إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ:-

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ رَبَّكَ وَعَصَيْتَ إِمَامَكَ وَأَخْزَيْتَ أَمَانَتَكَ۔

بَلَغَنِي أَنَّكَ جَرَّدْتَ الْأَرْضَ فَأَخَذْتَ مَا تَحْتَ قَدَمَيْكَ وَأَكَلْتَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ، فَارْفَعْ إِلَيَّ حِسَابَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ حِسَابَ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ۔

ایک عامل کے نام!

مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی اطلاع ملی ہے کہ اگر تم اس کے مرتکب ہوئے ہو تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا، اپنے امام کی نافرمانی کی، اور اپنی امانت داری کو بھی ذلیل و رسوا کیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے (بیت المال کی) زمین کو صفا چٹ میدان کر دیا ہے اور جو کچھ تمہارے پاؤں تلے تھا اس پر قبضہ جما لیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا، اسے نوش جان کر لیا ہے تو تم ذرا اپنا حساب مجھے بھیج دو اور یقین رکھو کہ انسانوں کی حساب فہمی سے اللہ کا حساب کہیں زیادہ سخت ہوگا والسلام۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴۱)

إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ:-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَكْتُكَ فِي أَمَانَتِي وَجَعَلْتُكَ شِعَارِي وَبِطَانَتِي۔ وَلَمْ يَكُنْ رَجُلٌ مِنْ

ایک عامل کے نام!

میں نے تمہیں اپنی امانت میں شریک کیا تھا اور تمہیں اپنا بالکل مخصوص آدمی قرار دیا تھا اور تم سے زیادہ ہمدردی

أَهْلِي أَوْثَقَ مِنْكَ فِي نَفْسِي لِمُوَاسَاتِي
وَمُوَازَرَتِي، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ إِلَيَّ.
فَلَمَّا رَأَيْتَ الزَّمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ
كَلِبَ، وَالْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ، وَأَمَانَةَ
النَّاسِ قَدْ خَزِيَتْ، وَهٰذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ
فَنَكَتْ وَشَغَرَتْ قَلَبْتَ لِابْنِ عَمِّكَ
ظَهْرَ الْمِجَنِّ فَفَارَقْتَهُ مَعَ الْمُفَارِقِينَ،
وَخَذَلْتَهُ مَعَ الْخَاذِلِينَ وَخُنْتَهُ مَعَ
الْخَائِنِينَ، فَلَا ابْنَ عَمِّكَ آسَيْتَ، وَ
لَا الْأَمَانَةَ أَدَّيْتَ. وَكَأَنَّكَ لَمْ
تَكُنِ اللّٰهَ تُرِيدُ بِجِهَادِكَ وَكَأَنَّكَ
لَمْ تَكُنْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكَ وَكَأَنَّكَ
إِنَّمَا كُنْتَ تَكِيدُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ عَنْ
دُنْيَاهُمْ وَتَنْوِي غِرَّتَهُمْ عَنْ فَيْئِهِمْ.
فَلَمَّا أَمْكَنَتْكَ الشِّدَّةُ فِي خِيَانَةِ
الْأُمَّةِ أَسْرَعْتَ الْكَرَّةَ، وَعَاجَلْتَ
الْوَثْبَةَ، وَاخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ
عَلَيْهِ مِنْ أَمْوَالِهِمُ الْمَصُونَةِ
لِأَرَامِلِهِمْ وَأَيْتَامِهِمُ اخْتِطَافَ
الذِّئْبِ الْأَزَلِّ دَامِيَةَ الْمِعْزَى الْكَسِيرَةِ
فَحَمَلْتَهُ إِلَى الْحِجَازِ رَحِيبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهِ
غَيْرَ مُتَأَثِّمٍ مِنْ أَخْذِهِ كَأَنَّكَ — لَا
أَبَا لِغَيْرِكَ. حَدَرْتَ إِلَى أَهْلِكَ تُرَاثًا
مِنْ أَبِيكَ وَأُمِّكَ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ!
أَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ؟ أَوَمَا تَخَافُ نِقَاشَ

مددگاری اور امانت داری کے لحاظ سے میرے قوم قبیلہ
میں میرے بھروسے کا کوئی آدمی نہ تھا۔ لیکن جب تم نے
دیکھا کہ زمانہ تمہارے چچازاد بھائی کے خلاف حملہ آور ہے
اور دشمن بپھرا ہوا ہے۔ امانتیں لٹ رہی ہیں اور امّت
بے راہ اور منتشر و پراگندہ ہو چکی ہے تو تم نے بھی اپنے
ابن عم سے رُخ موڑ لیا، اور ساتھ چھوڑ دینے والوں کے
ساتھ تم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور خیانت کرنے والوں میں
داخل ہو کر تم بھی خائن ہو گئے۔ اس طرح نہ تم نے اپنے
چچازاد بھائی کے ساتھ ہمدردی ہی کا خیال کیا، نہ امانت
داری کے فرض کا احساس کیا۔ گویا اپنے جہاد سے تمہارا
مدّعا خدا کی رضامندی نہ تھا اور گویا تم اپنے پروردگار کی
طرف سے کوئی روشن دلیل نہ رکھتے تھے اور اس اُمّت کے
ساتھ اس کی دنیا بٹورنے کے لیے چال چل رہے تھے اور
اس کا مال چھین لینے کے لیے غفلت کا موقع تاک رہے تھے
چنانچہ جب امّت کے مال میں بھرپور خیانت کرنے کا موقع
تمہیں ملا، تو جھٹ سے دھاوا بول دیا اور جلدی سے کود
پڑے اور جتنا بن پڑا اس مال پر جو بیواؤں اور یتیموں کے
لیے محفوظ رکھا گیا تھا۔ یوں جھپٹ پڑے، جس طرح پھرتیلا
بھیڑیا زخمی اور لاچار بکری کو اچک لیتا ہے اور تم نے
بڑے خوش خوش اسے حجاز روانہ کر دیا، اور اسے لے جانے
میں گناہ کا احساس تمہارے لیے سدِّ راہ نہ ہوا، خدا تمہارے
دشمنوں کا بُرا کرے، گویا یہ تمہارے ماں باپ کا ترکہ تھا۔
جسے لے کر تم نے اپنے گھر والوں کی طرف روانہ کر دیا۔
اللہ اکبر! کیا تمہارا قیامت پر ایمان نہیں؟ کیا حساب کتاب
کی چھان بین کا ذرا بھی ڈر نہیں؟ اے وہ شخص جسے ہم

الحِسَابِ ؟ اَيُّهَا المَعْدُودُ كَانَ عِنْدَنَا مِنْ ذَوِي الاَلْبَابِ كَيْفَ تُسِيغُ شَرَابًا وَطَعَامًا وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّكَ تَاكُلُ حَرَامًا وَتَشْرَبُ حَرَامًا ، وَتَبْتَاعُ الاِمَاءَ وَتَنْكِحُ النِّسَاءَ مِنْ مَالِ الْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدِيْنَ الَّذِيْنَ اَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْاَمْوَالَ وَاَحْرَزَ بِهِمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ - فَاتَّقِ اللهَ وَارْدُدْ اِلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اَمْوَالَهُمْ ، فَاِنَّكَ اِنْ لَمْ تَفْعَلْ ثُمَّ اَمْكَنَنِي اللهُ مِنْكَ لَاُعْذِرَنَّ اِلَى اللهِ فِيْكَ ، وَلَاَضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِي الَّذِي مَا ضَرَبْتُ بِهِ اَحَدًا اِلَّا دَخَلَ النَّارَ - وَاللهِ لَوْ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِي فَعَلْتَ مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِي هَوَادَةٌ وَلَا ظَفِرَا مِنِّي بِاِرَادَةٍ حَتّٰى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُمَا وَاُزِيْحَ الْبَاطِلَ مِنْ مَظْلَمَتِهِمَا وَاُقْسِمُ بِاللهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ مَا يَسُرُّنِي اَنَّ مَا اَخَذْتَ مِنْ اَمْوَالِهِمْ حَلَالٌ لِي اَتْرُكُهُ مِيْرَاثًا لِمَنْ بَعْدِي فَضَحِّ رُوَيْدًا فَكَاَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدٰى وَدُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرٰى وَعُرِضَتْ عَلَيْكَ اَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِي يُنَادِي الظَّالِمُ فِيْهِ بِالْحَسْرَةِ وَيَتَمَنَّى الْمُضَيِّعُ الرَّجْعَةَ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ -

ہوشمندوں میں شمار کرتے تھے، کیونکر وہ کھانا اور پینا تمہیں خوش گوار معلوم ہوتا ہے جس کے متعلق جانتے ہو کہ حرام کھا رہے ہو اور حرام پی رہے ہو تم ان یتیموں، مسکینوں، مومنوں اور مجاہدوں کے مال سے جسے اللہ نے ان کا حق قرار دیا تھا اور ان کے ذریعہ سے ان شہروں کی حفاظت کی تھی، کنیزیں خریدتے ہو، اور عورتوں سے بیاہ رچاتے ہو، اب اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں کا مال انہیں واپس کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور پھر اللہ نے مجھے تم پر قابو دے دیا، تو میں تمہارے بارے میں اللہ کے سامنے اپنے کو سرخرو کروں گا اور اپنی اس تلوار سے تمہیں ضرب لگاؤں گا۔ جس کا وار میں نے جس کسی پر بھی لگایا، وہ سیدھا دوزخ میں گیا۔ خدا کی قسم اگر حسنؑ و حسینؑ بھی وہ کرتے جو تم نے کیا ہے۔ تو میں ان سے بھی کوئی رعایت نہ کرتا اور نہ وہ مجھ سے اپنی کوئی خواہش منوا سکتے، یہاں تک کہ میں ان سے حق کو پلٹا لیتا اور ان کے ظلم سے پیدا ہونے والے غلط نتائج کو مٹا دیتا میں رب العالمین کی قسم کھاتا ہوں کہ میرے لیے یہ کوئی دل خوش کن بات نہ تھی کہ وہ مال جو تم نے ہتھیا لیا، میرے لیے حلال ہوتا، اور میں اسے بعد والوں کے لیے بطور ترکہ چھوڑ جاتا، ذرا سنبھلو اور سمجھو کہ تم عمر کی آخری حد تک پہنچ چکے ہو اور مٹی کے نیچے سونپ دیئے گئے ہو، اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے پیش ہیں، اس مقام پر کہ جہاں ظالم واحسرتا کی صدا بلند کرتا ہوگا، اور عمر کو برباد کرنے والے دنیا کی طرف پلٹنے کی آرزو کر رہے ہوں گے۔ حالانکہ اب گریز کا کوئی موقع نہ ہوگا۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴۲)

إِلَى عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيِّ وَكَانَ عَامِلَهُ عَلَى الْبَحْرَيْنِ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِيَّ مَكَانَهُ)۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي قَدْ وَلَّيْتُ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِيَّ عَلَى الْبَحْرَيْنِ، وَنَزَعْتُ يَدَكَ بِلَا ذَمٍّ لَكَ وَلَا تَثْرِيبٍ عَلَيْكَ. فَلَقَدْ أَحْسَنْتَ الْوِلَايَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ. فَأَقْبِلْ غَيْرَ ظَنِينٍ وَلَا مَلُومٍ وَلَا مُتَّهَمٍ وَلَا مَأْثُومٍ۔ فَقَدْ أَرَدْتُ الْمَسِيرَ إِلَى ظَلَمَةِ أَهْلِ الشَّامِ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَشْهَدَ مَعِي فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى جِهَادِ الْعَدُوِّ وَإِقَامَةِ عَمُودِ الدِّينِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ۔

حاکم بحرین عمر ابن ابی سلمہ مخزومی کے نام جب انہیں معزول کر کے نعمان ابن عجلان زرقی کو ان کی جگہ پر مقرر فرمایا!

میں نے نعمان ابن عجلان زرقی کو بحرین کی حکومت دی ہے، اور تمہیں اس سے بے دخل کر دیا ہے۔ مگر یہ اس لیے نہیں کہ تمہیں نااہل سمجھا گیا ہوں اور تم پر کوئی الزام عائد ہوتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے حکومت کو بڑے اچھے اسلوب سے چلایا، اور امانت کو پورا پورا ادا کیا۔ لہٰذا تم میرے پاس چلے آؤ۔ نہ تم سے کوئی بدگمانی ہے، نہ ملامت کی جاسکتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے شام کے ستمگاروں کی طرف قدم بڑھانے کا ارادہ کیا ہے، اور چاہا ہے کہ تم میرے ساتھ رہو۔ کیونکہ تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دشمن سے لڑنے اور دین کا ستون گاڑنے میں مدد لے سکتا ہوں انشاء اللہ۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴۳)

إِلَى مَصْقَلَةَ بْنِ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى أَرْدَشِيرَ خُرَّهَ):-

بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ، فَقَدْ أَسْخَطْتَ إِلٰهَكَ وَأَغْضَبْتَ إِمَامَكَ: أَنَّكَ تَقْسِمُ فَيْءَ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي حَازَتْهُ رِمَاحُهُمْ وَخُيُولُهُمْ وَأُرِيقَتْ عَلَيْهِ دِمَاؤُهُمْ فِيمَنِ اعْتَامَكَ

مصقلہ ابن ہبیرہ شیبانی کے نام جو آپ کی طرف سے اردشیر خرہ کا حاکم تھا۔

مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی خبر ملی ہے۔ جو اگر تم نے کیا ہے تو اپنے خدا کو ناراض کیا، اور اپنے امام کو بھی غضبناک کیا۔ وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس مال غنیمت کو کہ جسے ان کے نیزوں (کی انیوں) اور گھوڑوں (کی ٹاپوں) نے جمع کیا تھا، اور جس پر ان کے خون بہائے گئے تھے۔ تم اپنی

مِنْ أَعْرَابِ قَوْمِكَ فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَئِنْ كَانَ ذٰلِكَ حَقًّا لَتَجِدَنَّ بِكَ عَلَيَّ هَوَانًا، وَلَتَخِفَّنَّ عِنْدِي مِيزَانًا فَلَا تَسْتَهِنْ بِحَقِّ رَبِّكَ وَلَا تُصْلِحْ دُنْيَاكَ بِمَحْقِ دِينِكَ فَتَكُونَ مِنَ الْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا۔

أَلَا وَإِنَّ حَقَّ مَنْ قِبَلَكَ وَقِبَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِي قِسْمَةِ هٰذَا الْفَيْءِ سَوَاءٌ يَرِدُونَ عِنْدِي عَلَيْهِ وَيَصْدُرُونَ عَنْهُ۔

قوم کے ان بدوؤں میں بانٹ رہے ہو جو تمہارے ہوا خواہ ہیں اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اگر یہ صحیح ثابت ہوا، تو تم میری نظروں میں ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارا پلہ ہلکا ہو جائے گا۔ اپنے پروردگار کے حق کو سبک نہ سمجھو اور دین کو بگاڑ کر دنیا کو نہ سنوارو ورنہ عمل کے اعتبار سے خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

دیکھو! وہ مسلمان جو میرے اور تمہارے پاس ہیں، اس مال کی تقسیم میں برابر کے حصہ دار ہیں، اسی اصول پر وہ اس مال کو میرے پاس لینے کے لیے آتے ہیں، اور لے کر چلے جاتے ہیں۔

مکتوب (۴۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى زِيَادِ بْنِ أَبِيهِ وَقَدْ بَلَغَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْهِ يُرِيدُ خَدِيعَتَهُ بِاسْتِلْحَاقِهِ

وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لُبَّكَ وَيَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ، فَاحْذَرْهُ فَإِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ يَأْتِي الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ لِيَقْتَحِمَ غَفْلَتَهُ وَيَسْتَلِبَ غِرَّتَهُ۔

وَقَدْ كَانَ مِنْ أَبِي سُفْيَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلْتَةٌ مِنْ حَدِيثِ النَّفْسِ وَنَزْغَةٌ مِنْ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ لَا يَثْبُتُ بِهَا نَسَبٌ وَلَا

زیاد ابن ابیہ کے نام:

جب حضرت کو یہ معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر اپنے خاندان میں منسلک کر لینے سے اُسے چکمہ دینا چاہا ہے، تو آپ نے زیاد کو تحریر کیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے تمہاری طرف خط لکھ کر تمہاری عقل کو پھسلانا اور تمہاری دھار کو کند کرنا چاہا ہے تم اس سے ہوشیار رہو، کیونکہ وہ شیطان ہے جو مومن کے آگے پیچھے اور داہنے بائیں جانب سے آتا ہے تاکہ اسے غافل پا کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس کی عقل پر چھاپہ مارے

واقعہ یہ ہے کہ عمر (ابن خطاب) کے زمانہ میں ابوسفیان کے منہ سے بے سوچے سمجھے ایک بات نکل گئی تھی جو شیطانی وسوسوں سے ایک وسوسہ تھی، جس سے نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ

يُسْتَحَقُّ بِهَا إِرْثٌ وَالْمُتَعَلِّقُ بِهَا كَالْوَاغِلِ الْمُدَفَّعِ وَالنَّوْطِ الْمُذَبْذَبِ. (فَلَمَّا قَرَأَ زِيَادُ الْكِتَابَ قَالَ شَهِدَ بِهَا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَلَمْ يَزَلْ فِي نَفْسِهِ حَتَّى ادَّعَاهُ مُعَاوِيَةُ)

قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَلْوَاغِلُ، هُوَ الَّذِي يَهْجُمُ عَلَى الشَّرْبِ لِيَشْرَبَ مَعَهُمْ، وَلَيْسَ مِنْهُمْ فَلَا يَزَالُ مُدَفَّعًا مُحَاجَزًا وَالنَّوْطُ الْمُذَبْذَبُ هُوَ مَا يُنَاطُ بِرَحْلِ الرَّاكِبِ مِنْ قَعْبٍ أَوْ قَدَحٍ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ فَهُوَ أَبَدًا يَتَقَلْقَلُ إِذَا حَثَّ ظَهْرَهُ وَاسْتَعْجَلَ سَيْرَهُ) ۞

وارث ہونے حق پہنچتا ہے تو جو شخص اس بات کا سہارا کر بیٹھے وہ ایسا ہے۔ جیسے بزم مے نوشی میں بن بلائے آنے والا کہ اسے دھکے دے کر نکال باہر کیا جاتا ہے یا زین فرس میں لٹکے ہوئے اس پیالے کے مانند کہ جو ادھر سے ادھر تھرکتا رہتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ زیاد نے جب یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ رب کعبہ کی قسم انہوں نے اس بات کی گواہی دے دی، چنانچہ یہ چیز اس کے دل میں رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اس کے اپنے بھائی ہونے کا ادّعا کر دیا) امیرالمومنینؑ نے جو لفظ "الواغل" فرمایا ہے تو یہ اس شخص کو کہتے ہیں جو مے خواروں کی مجلس میں بن بلائے پہنچ جائے تاکہ ان کے ساتھ پی سکے، حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ایسا شخص ہمیشہ دھتکارا اور روکا جاتا ہے اور لکڑی کے پیالہ یا جام یا اس سے ملتے جلتے ظرف کو کہا جاتا ہے، کہ جو مسافر کے سامان سے بندھا رہتا ہے اور جب سوار سواری کو چلاتا اور تیز ہنکاتا ہے۔ تو وہ برابر ادھر سے ادھر جنبش کھاتا رہتا ہے!

۱؎ حضرتِ عمر نے زیاد کو یمن کی ایک مہم پر روانہ کیا۔ جب وہ اس مہم کو سر کرنے کے بعد پلٹا، تو ایک اجتماع میں (کہ جس میں امیرالمومنینؑ حضرتِ عمر، عمرو ابن عاص اور ابوسفیان بھی موجود تھے) ایک خطبہ دیا جس سے متاثر ہو کر عمرو نے کہا۔

لله ابو هذا الغلام لو كان قرشيا لساق العرب بعصاه۔ — اس جوان کا کیا کہنا، اگر یہ قریش میں سے ہوتا تمام عرب کو اپنے عصا سے ہنکا لے جاتا۔

جس پر ابوسفیان نے کہا کہ یہ قریش ہی کا ایک فرد ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا باپ کون ہے۔ عمرو ابن عاص نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ کہا کہ وہ میں ہوں۔ چنانچہ تاریخ اس پر متفق ہے کہ زیاد کی ماں سمیہ جو حارث ابن کلدہ کی کنیز اور عبید نامی ایک غلام کے نکاح میں تھی۔ طائف کے محلہ حارۃ البغایا میں بدنام زندگی گزارتی تھی، اور اخلاق باختہ لوگ اس کے ہاں آیا جایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ابوسفیان بھی ابومریم سلولی کے ذریعہ اس کے ہاں پہنچ گیا جس کے نتیجہ میں زیاد کی ولادت ہوئی بہر حال جب عمرو نے

ابوسفیان کی زبانی یہ سُنا تو اس نے کہا کہ پھر اسے ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ اُس نے حضرت عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ان کا ڈر ہے۔ ورنہ آج اسے اپنا بیٹا قرار دے دیتا۔ اگرچہ اُسے یہ جُرأت نہ ہوئی، مگر معاویہ کو جب اقتدار حاصل ہوا تو اس نے اس سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کیونکہ معاویہ کو تو ایسے لوگوں کی ضرورت تھی ہی کہ جو ہوشیار و زیرک اور جوڑ توڑ کرنے میں ماہر ہوں۔ بہرصورت جب امیرالمومنینؑ کو اس خط و کتابت کی اطلاع ہوئی تو آپ نے زیاد کو یہ خط لکھا جس میں اُسے معاویہ کے ورغلانے سے خبردار کیا ہے تاکہ وہ اس کے فریب میں نہ آئے۔ مگر وُہ اس کے بہکانے میں آگیا، اور معاویہ سے جا کر مل گیا، اور اس نے اُسے اپنا بھائی قرار دے کر نسبی اعتبار سے ملحق کر لیا۔ حالانکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان الولد للفراش وللزانی الحجر۔ | بچّہ شوہر کا متصوّر ہو گا، اور زانی کے لیے سنگساری و محرومی ہے۔

* * *

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴۵)

إِلَىٰ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ عَامِلُهٗ عَلَى الْبَصْرَةِ وَقَدْ بَلَغَهٗ أَنَّهٗ دُعِيَ إِلَىٰ وَلِيمَةِ قَوْمٍ مِنْ أَهْلِهَا فَمَضَىٰ إِلَيْهَا۔

جب حضرت کو یہ خبر پہنچی کہ والی بصرہ عثمان ابن حنیف کو وہاں کے لوگوں نے کھانے کی دعوت دی ہے اور وہ اس میں شریک ہوئے ہیں تو انہیں تحریر فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ فَقَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّ رَجُلًا مِنْ فِتْيَةِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ دَعَاكَ إِلَىٰ مَأْدُبَةٍ فَأَسْرَعْتَ إِلَيْهَا تُسْتَطَابُ لَكَ الْأَلْوَانُ وَتُنْقَلُ إِلَيْكَ الْجِفَانُ، وَمَا ظَنَنْتُ أَنَّكَ تُجِيبُ إِلَىٰ طَعَامِ قَوْمٍ عَائِلُهُمْ مَجْفُوٌّ وَغَنِيُّهُمْ مَدْعُوٌّ۔ فَانْظُرْ إِلَىٰ مَا تَقْضَمُهٗ مِنْ هٰذَا الْمَقْضَمِ، فَمَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ عِلْمُهٗ فَالْفِظْهُ وَمَا أَيْقَنْتَ بِطِيْبِ وُجُوْهِهٖ فَنَلْ مِنْهُ۔

اے ابن حنیف! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لیے چن چن کر لائے جا رہے تھے، اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف بڑھائے جا رہے تھے۔ مجھے امید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کر لو گے کہ جن کے یہاں سے فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں، اور دولت مند مدعو ہوں، جو لقمے چباتے ہو، انہیں دیکھ لیا کرو، اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جس کے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا

أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَأْمُومٍ إِمَاماً يَقْتَدِي بِهِ وَيَسْتَضِيءُ بِنُورِ عِلْمِهِ. أَلَا وَإِنَّ إِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفَى مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ، وَمِنْ طُعْمِهِ بِقُرْصَيْهِ. أَلَا وَإِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى ذٰلِكَ وَلٰكِنْ أَعِينُونِي بِوَرَعٍ وَاجْتِهَادٍ، وَعِفَّةٍ وَسَدَادٍ. فَوَاللهِ مَا كَنَزْتُ مِنْ دُنْيَاكُمْ تِبْراً، وَلَا ادَّخَرْتُ مِنْ غَنَائِمِهَا وَفْراً، وَلَا أَعْدَدْتُ لِبَالِي ثَوْبِي طِمْراً. بَلَى كَانَتْ فِي أَيْدِينَا فَدَكٌ مِنْ كُلِّ مَا أَظَلَّتْهُ السَّمَاءُ، فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوسُ آخَرِينَ. وَنِعْمَ الْحَكَمُ اللهُ. وَمَا أَصْنَعُ بِفَدَكٍ وَغَيْرِ فَدَكٍ وَالنَّفْسُ مَظَانُّهَا فِي غَدٍ جَدَثٌ تَنْقَطِعُ فِي ظُلْمَتِهِ آثَارُهَا، وَتَغِيبُ أَخْبَارُهَا، وَحُفْرَةٌ لَوْ زِيدَ فِي فُسْحَتِهَا وَأَوْسَعَتْ يَدَا حَافِرِهَا لَأَضْغَطَهَا الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ، وَسَدَّ فُرَجَهَا التُّرَابُ الْمُتَرَاكِمُ. وَإِنَّمَا هِيَ نَفْسِي أَرُوضُهَا بِالتَّقْوَى لِتَأْتِيَ آمِنَةً يَوْمَ الْخَوْفِ الْأَكْبَرِ، وَتَثْبُتَ عَلَى جَوَانِبِ الْمَزْلَقِ. وَلَوْ شِئْتُ لَاهْتَدَيْتُ الطَّرِيقَ إِلَى مُصَفَّى هٰذَا الْعَسَلِ، وَلُبَابِ هٰذَا

ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے، اور جس کے نورِ علم سے کسبِ ضیا کرتا ہے۔ دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تمہارے بس کی یہ بات نہیں۔ لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری سعی و کوشش پاکدامانی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔ خدا کی قسم میں نے تمہاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا اور نہ اس کے مال و متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں اور نہ ان پرانے کپڑوں کے بدلہ میں (جو پہنے ہوئے ہوں) اور کوئی پرانا کپڑا میں نے مہیا کیا ہے۔ بے شک اس آسمان کے سایہ تلے لے دے کر ایک فدک ہمارے ہاتھوں میں تھا اس پر بھی کچھ لوگوں کے منہ سے رال ٹپکی، اور دوسرے فریق نے اس کے جانے کی پروا نہ کی اور بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔ بھلا میں فدک یا فدک کے علاوہ کسی اور چیز کو لے کر کروں ہی گا کیا جب کہ نفس کی منزل کل قبر قرار پانے والی ہے کہ جس کی اندھیاریوں میں اس کے نشانات مٹ جائیں گے اور اس کی خبریں ناپید ہو جائیں گی۔ وہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اس کا پھیلاؤ بڑھا بھی دیا جائے اور گورکن کے ہاتھ اسے کشادہ بھی رکھیں، جب بھی پتھر اور کنکر اس کو تنگ کر دیں گے اور مسلسل مٹی کے ڈالے جانے سے اس کی دراڑیں بند ہو جائیں گی۔ میری توجہ تو صرف اس طرف ہے کہ میں تقویٰ الٰہی کے ذریعہ اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں تاکہ اس دن کہ جب خوف حد سے بڑھ جائے گا، وہ مطمئن رہے اور پھسلنے کی جگہوں پر مضبوطی سے جما رہے۔ اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑوں کے

اَلْقَمْحِ وَنَسَائِجِ هٰذَا الْقَزِّ ، وَلٰكِنْ
هَيْهَاتَ اَنْ يَّغْلِبَنِيْ هَوَایَ وَيَقُوْدَنِيْ
جَشَعِيْ اِلٰى تَخَيُّرِ الْاَطْعِمَةِ ۔ وَلَعَلَّ
بِالْحِجَازِ اَوِ الْيَمَامَةِ مَنْ لَا طَمَعَ لَهٗ فِي
الْقُرْصِ وَلَا عَهْدَ لَهٗ بِالشِّبَعِ ، اَوْ
اَبِيْتَ مِبْطَانًا وَحَوْلِيْ بُطُوْنٌ غَرْثٰى
وَاَكْبَادٌ حَرّٰى ؟ اَوْ اَكُوْنَ كَمَا قَالَ الْقَائِلُ ۔

وَحَسْبُكَ دَاءً اَنْ تَبِيْتَ بِبِطْنَةٍ
وَحَوْلَكَ اَكْبَادٌ تَحِنُّ اِلَى الْقِدِّ

ءَ اَ اَقْنَعُ مِنْ نَفْسِيْ بِاَنْ يُّقَالَ
اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا اُشَارِكُهُمْ فِيْ
مَكَارِهِ الدَّهْرِ ، اَوْ اَكُوْنَ اُسْوَةً لَّهُمْ
فِيْ جُشُوْبَةِ الْعَيْشِ ۔ فَمَا خُلِقْتُ
لِيَشْغَلَنِيْ اَكْلُ الطَّيِّبَاتِ كَالْبَهِيْمَةِ
الْمَرْبُوْطَةِ هَمُّهَا عَلَفُهَا ، اَوِ
الْمُرْسَلَةِ شُغُلُهَا تَقَمُّمُهَا ، تَكْتَرِشُ
مِنْ اَعْلَافِهَا وَتَلْهُوْ عَمَّا يُرَادُ بِهَا ۔
اَوْ اُتْرَكَ سُدًى ، اَوْ اُهْمَلَ عَابِثًا ،
اَوْ اَجُرَّ حَبْلَ الضَّلَالَةِ ، اَوْ اَعْتَسِفَ
طَرِيْقَ الْمَتَاهَةِ ۔ وَكَاَنِّيْ بِقَائِلِكُمْ
يَقُوْلُ اِذَا كَانَ هٰذَا قُوْتَ ابْنِ اَبِيْ
طَالِبٍ فَقَدْ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ عَنْ
قِتَالِ الْاَقْرَانِ وَمُنَازَلَةِ الشُّجْعَانِ ۔
اَلَا وَاِنَّ الشَّجَرَةَ الْبَرِّيَّةَ اَصْلَبُ
عُوْدًا ، وَالرَّوَائِعَ الْخَضِرَةَ اَرَقُّ

لیے ذرائع مہیا کرسکتا تھا۔ لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے کہ خواہشیں مجھے مغلوب بنالیں، اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانوں کے چن لینے کی دعوت دے جب کہ حجاز و یمامہ میں شاید ایسے لوگ ہوں کہ جنھیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی آس نہ ہو۔ اور نہ انھیں پیٹ بھر کر کھانا کبھی نصیب نہ ہوا ہو۔ کیا میں شکم سیر ہو کر پڑا رہا کروں؟ درآنحالیکہ میرے گرد و پیش بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر تڑپتے ہوں یا میں ویسا ہو جاؤں جیسا کہنے والے نے کہا ہے، کہ تمہاری بیماری یہ کیا کم ہے کہ تم پیٹ بھر کر لمبی تان لو اور تمہارے گرد کچھ ایسے جگر ہوں جو سوکھے چمڑے کو ترس رہے ہوں، کیا میں اسی میں مگن رہوں کہ مجھے امیرالمومنینؑ کہا جاتا ہے۔ مگر میں زمانہ کی سختیوں میں مومنوں کا شریک و ہمدم اور زندگی کی بدمزگیوں میں ان کے لیے نمونہ نہ بنوں۔ میں اس لیے تو پیدا نہیں ہوا ہوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں، اس بندھے ہوئے چوپایہ کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر لگی رہتی ہے یا اس کھلے ہوئے جانور کی طرح کہ جس کا کام منہ مارنا ہوتا ہے۔ وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور جو اس سے مقصد پیش نظر ہوتا ہے اس سے غافل رہتا ہے کیا میں بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہوں؟ یا بیکار کھلے بندوں رہا کر دیا گیا ہوں کہ گمراہی کی رسیوں کو کھینچتا رہوں اور بھٹکنے کی جگہوں میں منہ اٹھائے پھرتا رہوں۔

میں سمجھتا ہوں تم میں سے کوئی کہے گا کہ جب ابن ابی طالبؑ کی خوراک یہ ہے، تو ضعف و ناتوانائی نے اسے حریفوں سے بھڑنے اور دلیروں سے ٹکرانے سے بٹھا دیا ہوگا۔ مگر یاد رکھو کہ جنگل کے درخت کی لکڑی مضبوط

جُلُوْدًا، وَالنَّبَاتَاتِ الْبَدَوِيَّةَ أَقْوَى وُقُوْدًا وَ أَبْطَأُ خُمُوْدًا، وَأَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَالصِّنْوِ مِنَ الصِّنْوِ وَ الذِّرَاعِ مِنَ الْعَضُدِ. وَاللّٰهِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِيْ لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا، وَلَوْ أَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ إِلَيْهَا، وَ سَأَجْهَدُ فِيْ أَنْ أُطَهِّرَ الْأَرْضَ مِنْ هٰذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوْسِ وَالْجِسْمِ الْمَرْكُوْسِ حَتّٰى تَخْرُجَ الْمَدَرَةُ مِنْ بَيْنِ حَبِّ الْحَصِيْدِ.

إِلَيْكِ عَنِّيْ يَا دُنْيَا فَحَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ، قَدِ انْسَلَلْتُ مِنْ مَخَالِبِكِ، وَأَفْلَتُّ مِنْ حَبَائِلِكِ، وَاجْتَنَبْتُ الذَّهَابَ فِيْ مَدَاحِضِكِ. أَيْنَ الْقُرُوْنُ الَّذِيْنَ غَرَرْتِهِمْ بِمَدَاعِبِكِ؟ أَيْنَ الْأُمَمُ الَّذِيْنَ فَتَنْتِهِمْ بِزَخَارِفِكِ؟ هَا هُمْ رَهَائِنُ الْقُبُوْرِ، وَمَضَامِيْنُ اللُّحُوْدِ. وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتِ شَخْصًا مَرْئِيًّا وَقَالَبًا حِسِّيًّا لَأَقَمْتُ عَلَيْكِ حُدُوْدَ اللّٰهِ فِيْ عِبَادٍ غَرَرْتِهِمْ بِالْأَمَانِيِّ، وَأُمَمٍ أَلْقَيْتِهِمْ فِي الْمَهَاوِيْ، وَمُلُوْكٍ أَسْلَمْتِهِمْ إِلَى التَّلَفِ، وَأَوْرَدْتِهِمْ مَوَارِدَ الْبَلَاءِ، إِذْ لَا وِرْدَ وَلَا صَدَرَ. هَيْهَاتَ مَنْ وَطِئَ

ہوتی ہے۔ اور تر و تازہ پیڑوں کی چھال کمزور اور پتلی ہوتی ہے اور صحرائی جھاڑ کا ایندھن زیادہ بھڑکتا ہے اور دیر میں بجھتا ہے۔ مجھے رسول سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ خدا کی قسم اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بھڑنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤں گا اور موقع پاتے ہی ان کی گردنیں دبوچ لینے کے لیے لپک کر آگے بڑھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس الٹی کھوپڑی والے بے ہنگم ڈھانچے (معاویہ) سے زمین کو پاک کردوں تاکہ کھلیان کے دانوں سے کنکر نکل جائے۔

اے دنیا میرا پیچھا چھوڑ دے۔ تیری باگ ڈور تیرے کاندھے پر ہے۔ میں تیرے پنجوں سے نکل چکا ہوں تیرے پھندوں سے باہر ہو چکا ہوں، اور تیری پھسلنے کی جگہوں میں بڑھنے سے قدم روک رکھے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں تو نے کھیل تفریح کی باتوں سے چکمے دیئے کدھر ہیں وہ جماعتیں جنہیں تو نے اپنی آرائشوں سے ورغلائے رکھا؟ وہ قبروں میں جکڑے ہوئے اور خاک لحد میں دبکے پڑے ہیں، اگر تو دکھائی دینے والا مجسمہ اور سامنے آنے والا ڈھانچہ ہوتی، تو بخدا میں تجھ پر اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں جاری کرتا کہ تو نے بندوں کو امیدیں دلا دلا کر بہکایا، قوموں کو (ہلاکت کے) گڑھوں میں لا پھینکا اور تاجداروں کو تباہیوں کے حوالے کر دیا اور سختیوں کے گھاٹ پر لا اتارا جن پر اس کے بعد نہ سیراب ہونے کے لیے اترا جائے گا اور نہ سیراب ہو کر پلٹا جائے گا۔ پناہ بخدا جو تیری پھسلن پر قدم رکھے گا وہ ضرور پھسلے گا جو تیری موجوں پر سوار ہوگا، وہ ضرور

دحضك زلق، ومن ركب لججك
غرق، ومن ازور عن حبالك وفق
والسالم منك لا يبالي إن ضاق
به مناخه والدنيا عنده كيوم
حان انسلاخه. اعزبي عني
فوالله لا أذل لك فتستذليني
ولا أسلس لك فتقوديني. وايم
الله يميناً أستثني فيها بمشيئة
الله لأروضن نفسي رياضة تهش
معها إلى القرص إذا قدرت عليه
مطعوماً، وتقنع بالملح مأدوماً
ولأدعن مقلتي كعين ماء نضب
معينها مستفرغة دموعها
أتمتلئ السائمة من رعيها فتبرك
وتشبع الربيضة من عشبها
فتربض ويأكل علي من زاده
فيهجع، قرت إذاً عينه إذا اقتدى
بعد السنين المتطاولة بالبهيمة
الهاملة والسائمة المرعية.

طوبى لنفس أدت إلى ربها
فرضها، وعركت بجنبها بؤسها و
هجرت في الليل غمضها حتى إذا
غلب الكرى عليها افترشت أرضها
وتوسدت كفها في معشر أسهر
عيونهم خوف معادهم، وتجافت

ڈوبے گا، اور جو تیرے پھندوں سے بچ کر رہے گا، وہ
توفیق سے ہمکنار ہوگا۔ تجھ سے دامن چھڑا لینے والا پروا
نہیں کرتا۔ اگرچہ دُنیا کی وسعتیں اس کے لیے تنگ ہو جائیں
اس کے نزدیک تو دنیا ایک دن کے برابر ہے کہ جو ختم ہوا
چاہتا ہے۔ مجھ سے دُور ہو، میں تیرے قابو میں آنے والا
نہیں کہ تو مجھے ذلتوں میں جھونک دے اور نہ میں تیرے
سامنے اپنی باگ ڈھیلی چھوڑنے والا ہوں کہ تو مجھے ہنکا لے
جائے، میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں ایسی قسم جس میں اللہ کی
مشیّت کے علاوہ کسی چیز کا استثناء نہیں کرتا کہ میں اپنے
نفس کو ایسا سدھاؤں گا، کہ وہ کھانے میں ایک روٹی کے
ملنے پر خوش ہو جائے اور اس کے ساتھ صرف نمک پر قناعت
کرلے اور اپنی آنکھوں کا سوتا اس طرح خالی کر دوں گا جس
طرح وہ چشمۂ آب جس کا پانی تہ نشین ہو چکا ہو۔ کیا جس
طرح بکریاں پیٹ بھر لینے کے بعد سینہ کے بل بیٹھ جاتی ہیں
اور سیر ہو کر اپنے باڑے میں گھس جاتی ہیں، اُسی طرح علی بھی
اپنے پاس کا کھانا کھالے اور بس سو جائے اس کی آنکھیں بے
نور ہو جائیں۔ اگر وہ زندگی کے طویل سال گذارنے کے بعد
کھلے ہوئے چوپاؤں اور چرنے والے جانوروں کی پیروی
کرنے لگے۔"

خوشا نصیب اس شخص کے کہ جس نے اللہ کے فرائض
کو پورا کیا۔ سختی اور مصیبت میں صبر کیے پڑا رہا، راتوں کو اپنی
آنکھوں کو بیدار رکھا اور جب نیند کا غلبہ ہوا، تو ہاتھ کو تکیہ
بنا کر ان لوگوں کے ساتھ فرش خاک پر پڑ رہا کہ جن کی آنکھیں
خوف حشر سے بیدار، پہلو بچھونوں سے الگ اور ہونٹ
یاد خدا میں زمزمہ سنج رہتے ہیں، اور کثرت استغفار سے

عَنْ مَضَاجِعِہِمْ جُنُوبُہُمْ۔ وَھَمْھَمَتْ بِذِکْرِ رَبِّہِمْ شِفَاھُھُمْ، وَتَقَشَّعَتْ بِطُوْلِ اِسْتِغْفَارِھِمْ ذُنُوْبُھُمْ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ فَاتَّقِ اللّٰہَ یَا ابْنَ حُنَیْفٍ وَلْتَکْفُفْ اَقْرَاصُکَ لِیَکُوْنَ مِنَ النَّارِ خَلَاصُکَ

جن کے گناہ چھٹ گئے ہیں۔ یہی اللہ کا گروہ ہے۔ اور بیشک اللہ کا گروہ ہی کامران ہونے والا ہے۔ اے ابن حنیف! اللہ سے ڈرو، اور اپنی ہی روٹیوں پر قناعت کرو، تاکہ جہنم کی آگ سے چھٹکارا پا سکو

۱ے فدک مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب مقام تھا جو یہودیوں کی ملکیت تھا اور انہی سے ۷ھ ہجری میں یہ علاقہ پیغمبر اسلام کو صلح کے طور پر حاصل ہوا۔ اس مصالحت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب انہیں فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کی طاقت کا صحیح صحیح اندازہ ہوا تو ان کے جنگجویانہ حوصلے پست ہو گئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ پیغمبر خدا نے کچھ یہودیوں کو پناہ طلب کرنے پر چھوڑ دیا ہے انہوں نے بھی رسول خدا کو پیغام صلح بھیج کر خواہش کی کہ ان سے فدک کا علاقہ لے لیا جائے۔ اور ان کی سرزمین کو جنگ کی آماجگاہ نہ بنایا جائے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم نے ان کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے انہیں امان دے دی۔ اور یہ علاقہ آپ کی خصوصی ملکیت قرار پا گیا، جس میں کسی اور کا دخل نہ تھا، اور نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ دوسرے مسلمانوں کا انہی اموال میں حصہ ہوتا ہے کہ جنھیں جہاد کے نتیجہ میں بطور غنیمت انہوں نے حاصل کیا ہو۔ اور جو مال بغیر فوج کشی کے حاصل ہوا ہو، وہ مال فے کہلاتا ہے جو صرف پیغمبر کا حق ہوتا ہے جس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے :۔

وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علیٰ من یشاء و اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔

جو مال اللہ نے اپنے رسول کو ان لوگوں سے بغیر جنگ کے دلوایا کہ جس کے لیے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ (اس میں تمہارا کوئی حق نہیں)، بلکہ اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا کرتا ہے ۔

اور اس بارے میں کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا کہ فدک فوج کشی کے بغیر حاصل ہوا، اس لیے یہ آنحضرت کی ذاتی جائیداد تھی۔ جس میں کسی دوسرے کا استحقاق نہیں تھا۔ چنانچہ مورخ طبری تحریر کرتے ہیں :۔

وکانت فدک خالصۃ لرسول صلی اللہ علیہ وسلم لانہم لو یجلبوا علیہا بخیل ولا رکاب (طبری ص۳۰۲ ج ۲)

فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص تھا۔ کیونکہ اس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ ۔

اور امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وکانت فدک لرسول اللہ خالصۃ لانہ لم یوجف المسلمون علیھا بخیل ولا رکاب (فتوح البلدان ص۳۶)

فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوصی ملکیت تھا۔ کیونکہ اس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ ۔

اور یہ بھی مسلم حیثیت سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے اپنی زندگی میں یہ علاقہ جناب سیدہ کو بطور ہبہ عطا کر دیا تھا چنانچہ ملا

علی متقی تحریر کرتے ہیں کہ:

عن ابی سعید الخدری قال لما نزل وآت ذا القربیٰ حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک۔

(کنز العمال ج ۲ ص۱۵۸)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب آیۂ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوا، تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے فاطمہ فدک تمہارا حصہ ہے۔

جب حضرت ابوبکر برسر اقتدار آئے تو انہوں نے حکومت کی بعض مصلحتوں کے پیش نظر جناب سیدہ کو بے دخل کر دیا، اور فدک ان کے قبضہ سے نکال لیا۔ چنانچہ ابن حجر تحریر کرتے ہیں۔

ان ابابکر انتزع من فاطمۃ فدک (صواعق محرقہ ص۳۲)

ابوبکر نے جناب سیدہؑ کے ہاتھ سے فدک چھین لیا

جناب سیدہؑ نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور حضرت ابوبکر سے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے فدک پر قبضہ کر لیا ہے حالانکہ رسول صلی اللہ اپنی زندگی میں مجھے ہبہ فرما چکے تھے۔ جس پر ابوبکر نے جناب سیدہ سے ہبہ کے گواہ طلب کیے۔ چنانچہ امیرالمومنین اور امّ ایمن نے ان کے حق میں گواہی دی۔ مگر حضرت ابوبکر کے نزدیک یہ شہادت قابل تسلیم نہیں سمجھی گئی اور جناب سیدہؑ کے دعویٰ کو غلط بیانی پر محمول کرتے ہوئے خارج کر دیا گیا۔ چنانچہ امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں۔

قالت فاطمۃ لابی بکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل لی فدک فاعطنی ایاھا وشھد لھا علی ابن ابی طالب فسألھا شاھدًا آخر فشھدت لھا ام ایمن فقال قد علمت یا بنت رسول اللہ انہ لا تجوز الا شھادۃ رجلین او رجل وامرأتین۔

(فتوح البلدان ص ۳۸)

حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک مجھے دیا تھا، لہٰذا وہ میرے حوالے کرو۔ اور امیرالمومنین نے ان کے حق میں گواہی دی۔ حضرت ابوبکر نے دوسرے گواہ کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ دوسری گواہی ام ایمن نے دی جس پر ابوبکر نے کہا۔ اے دخترِ رسولؐ تم جانتی ہو کہ گواہی کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونا چاہئیں۔

ان شواہد کے بعد اس میں قطعاً گنجائش انکار نہیں رہتی کہ فدک پیغمبرؐ کی مخصوص ملکیت تھا اور انہوں نے اپنی زندگی میں جناب سیدہ کو قبضہ دلا کر ہبہ کی تکمیل کر دی تھی۔ لیکن حضرت ابوبکر نے اس کا قبضہ چھین کر آپ کو بے دخل کر دیا اور اس سلسلہ میں حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی اس وجہ سے مسترد کر دی کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے نصاب شہادت مکمل نہیں ہوتا

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فدک پر جناب سیدہ کا قبضہ مسلّم ہے جیسا کہ حضرت نے بھی اس مکتوب میں بلیٰ کانت فی ایدینا فدک سے اس کی صراحت کی ہے، تو حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا سے ان کے دعویٰ پر ثبوت طلب کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ جب کہ بار ثبوت اس کے ذمہ نہیں ہوتا جس کا قبضہ ہو؟ بلکہ جو اس کے خلاف دعویٰ کرے ثبوت کا بہم پہنچانا بھی اس کے ذمہ ہوتا ہے کیونکہ قبضہ خود ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر پر یہ امر عائد ہوتا تھا۔ کہ وہ اپنے تصرف کے جواز پر کوئی ثبوت پیش کرتے اور درصورتیکہ وہ اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہ لا سکے، جناب سیدہ کا

قبضہ ان کی صحیح ملکیت کا ثبوت ہوگا اور اس صورت میں ان سے کسی اور ثبوت اور مشاہدہ کا مطالبہ کرنا بنیادی طور پر غلط ہوگا۔

حیرت اس پر ہوتی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے سامنے اسی نوعیت کے اور قضایا پیش ہوتے ہیں تو وہ محض دعوے کی بنا پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیتے ہیں نہ اس سے ثبوت طلب کیا جاتا ہے اور نہ گواہیوں کا مطالبہ ہوتا ہے چنانچہ امام بخاری تحریر کرتے ہیں:۔

عن جابر ابن عبد الله يقول قال لی رسول الله لو قد جاء مال البحرين لقد اعطيتك هكذا وهكذا ثلاثا فلو يقدم مال البحرين حتى قبض رسول الله فلما جاء مال البحرين قدم على ابی بكر امر ابو بكر مناديا فنادى كان له عند النبی دين او عدة فليأتنی قال جابر فجئت ابا بكر فاخبرته ان النبی قال لو جاء مال البحرين اعطيتك هكذا وهكذا ثلاثا قال فاعطانی۔

(صحیح بخاری جلد ۲ جزو ۷، ۲ صفحہ ۱۹)

جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا دوں گا۔ مگر وفات پیغمبرؐ تک وہ مال نہ آیا، اور جب ابوبکر کے زمانہ میں آیا، تو وہ ان کے پاس گئے، اور ابوبکر نے اعلان کرایا کہ جس کا رسولؐ اللہ پر قرض ہو یا انہوں نے کسی سے وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان سے واقعہ بیان کیا کہ پیغمبرؐ نے بحرین کا مال آنے پر مجھے اتنا اور اتنا دینے کا وعدہ کیا تھا جس پر انہوں نے عطا کر دیا۔

اسی حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی نے تحریر کیا ہے:۔

هذا الخبر فيه دلالة على قبول الخبر العدل من الصحابة ولو جر ذلك نفعا لنفسه لان ابا بكر لم يلتمس من جابر شاهدا على صحة دعوه۔

یہ خبر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ میں سے ایک عادل کی بھی خبر قبول کی جا سکتی ہے اگرچہ وہ خود اسی کے فائدے کے لیے کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ابوبکر نے جابر سے ان کے دعوے کی صحت پر کوئی گواہ طلب نہیں کیا۔

اگر حسن ظن پر بنا کرتے ہوئے بغیر کسی شاہد اور بینہ کے جابر کو مال دے دینا جائز تھا تو اسی حسن ظن کی بنا پر جناب سیدہؑ کے دعویٰ کی تصدیق کرنے میں کیا چیز مانع تھی جب کہ جابر کے متعلق یہ خوش اعتقادی ہو سکتی ہے کہ وہ غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے۔ تو جناب سیدہ کے متعلق یہ خوش اعتقادی کیوں نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک قطعہ زمین کی خاطر رسول اللہ پر افترا نہیں باندھ سکتیں۔ اوّلاً آپ کی مسلمہ صداقت و دیانت ہی اس کے لیے کافی تھی کہ آپ کو ان کے دعوے میں سچا سمجھا جاتا چہ جائیکہ حضرت علیؑ اور ام ایمن کی گواہی بھی ان کے حق میں موجود ہو اور یہ کہنا کہ ان دو گواہیوں سے جناب سیدہ کے حق میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ قرآن نے شہادت کا اصول یہ مقرر کیا ہے کہ؛

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا

اپنے مردوں میں سے دو کی گواہی لیا کرو، اور اگر دو مرد نہ

وجلین فرجل وامراتان - ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں "۔

اگر یہ اصول ہمہ گیر اور عام تھا تو ہر موقع پر اس کا لحاظ ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ بعض موارد پر اس کی پابندی نظر نہیں آتی چنانچہ جب ایک اعرابی نے ناقہ کے معاملہ میں آنحضرتؐ سے جھگڑا کیا، تو خزیمہ ابن ثابت نے پیغمبرؐ کے حق میں گواہی دی اور اس ایک گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا گیا۔ کیونکہ جن کے حق میں یہ گواہی تھی، ان کی دیانت و صداقت میں کوئی شبہ نہ تھا اس لیے نہ آیہ شہادت کے عموم میں کچھ رخنہ پڑا، اور نہ اسے آئین شہادت کے خلاف سمجھا گیا۔ تو اگر یہاں پیغمبرؐ کی صداقت کے پیش نظر ان کے حق میں ایک گواہی کافی سمجھی گئی، تو کیا جناب سیدہ کی اخلاقی عظمت اور راست گفتاری کی بناء پر حضرت علی و ام ایمن کی گواہی کو ان کے حق میں کافی نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس آیت میں حصر نہیں کیا گیا کہ ان دو صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت اثبات مدعا کے لیے نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمۃ نے احقاق الحق باب المطاعن میں تحریر کیا ہے "معترض کا یہ کہنا کہ ام ایمن کی گواہی سے نصاب شہادت نامکمل رہتا ہے یہ اس بناء پر غلط ہے کہ بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک گواہ اور حلف سے بھی حکم لگانا جائز ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا حکم منسوخ قرار دیا جائے کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے حکم لگایا جا سکتا ہے اور ان کی گواہی سند و حجت ہے۔ مگر اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اگر شہادت کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو تو وہ قبول نہیں ہے اور نہ اس کی بناء پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ کہا جائے کہ اس کا مفہوم (لازمی معنی) یہی نکلتا ہے۔ لیکن (ہر مورد میں) مفہوم حجت نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس مفہوم کو برطرف کیا جا سکتا ہے جبکہ حدیث میں اس مفہوم کے خلاف صراحت موجود ہے اور مفہوم کو برطرف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت منسوخ ہو جائے دوسرے یہ کہ آیت میں دو مردوں یا ایک مرد اور عورتوں کی گواہی میں اختیار دیا گیا ہے اور اگر از روئے حدیث ان دو شقوں میں ایک شق کا اور اضافہ ہو جائے اور وہ یہ کہ ایک گواہی اور قسم سے بھی فیصلہ ہو سکتا ہے، تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ قرآنی آیت کا حکم منسوخ ہو جائے "۔

بہر حال اس جواب سے یہ امر واضح ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے اس کا محتاج نہیں کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پیش کرے۔ بلکہ اگر ایک شاہد کے ساتھ حلف اٹھائے تو اسے اس کے دعویٰ میں بجا سمجھتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ملا علی متقی تحریر کرتے ہیں "

ان رسول اللہ و ابا بکر و عمر و عثمان کانوا یقضون بشہادۃ الواحد ویمین المدعی۔ (کنز العمال جلد ۴ ص۶) — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان ایک گواہی اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔

جب ایک گواہ اور قسم پر فیصلے ہوتے تھے تو اگر حضرت ابوبکر کی نظر میں نصاب شہادت نامکمل تھا، تو وہ جناب سیدہ سے قسم لے لیتے اور ان کے حق میں فیصلہ کر دیتے مگر یہاں تو مقصد ہی یہ تھا کہ جناب سیدہ کی صداقت کو مجروح کیا جائے تاکہ آئندہ کسی منزل پر ان کی تصدیق کا سوال ہی پیدا نہ ہو "۔

بہرصورت جب اس طرح جناب فاطمہ کا دعویٰ مسترد کر دیا گیا اور فدک کو ہبۂ رسولؐ نہ سمجھا گیا، تو آپ نے میراث کی رُو سے اس کا مطالبہ کیا کہ اگر تم یہ نہیں مانتے کہ پیغمبرؐ نے مجھے ہبہ کیا تھا تو اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ فدک پیغمبرؐ کی مخصوص ملکیت تھا اور میں ان کی تنہا وارث ہوں۔ چنانچہ عبدالکریم شہرستانی تحریر کرتے ہیں:

ودعوی فاطمة علیها السلام وراثة تارة و تملکا اخری حتی دفعت عن ذلك بالروایة المشهورة عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناه صدقة۔

(کتاب الملل والنحل ص۹)

جناب فاطمہ علیہا السلام نے ایک دفعہ وراثت کی رو سے دعویٰ کیا اور ایک دفعہ ملکیت کی رو سے مگر آپ کو اس سے محروم کر دیا گیا۔ اس مشہور روایت کی وجہ سے جو پیغمبرؐ سے مروی ہے کہ "آپ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، بلکہ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

اس قول کا جسے حدیث رسولؐ کہہ کر پیش کیا گیا، حضرت ابوبکر کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا اور نہ صحابہ میں سے کسی اور نے اسے سُنا تھا چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تحریر کیا ہے کہ:

اختلفوا فی میراثه فما وجدوا عند احد من ذلك علما فقال ابوبکر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناه صدقة۔

(تاریخ الخلفاء ص۵۲)

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی میراث کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا۔ اور کسی کے پاس اس کے متعلق کوئی اطلاع نہ تھی۔ البتہ ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔ بلکہ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

عقل یہ تسلیم کرنے سے انکاری ہے کہ پیغمبرؐ ان افراد کو جو آپ کے وارث سمجھے جا سکتے تھے یہ تک نہ بتائیں کہ وہ وارث نہیں ہوں گے اور ایک اجنبی کو کہ جسے آنحضرتؐ کی وراثت سے دور کا بھی لگاؤ نہ تھا یہ بتا جائیں کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہے پھر یہ روایت اس وقت منظرِ عام پر لائی جاتی ہے کہ جب فدک کا مقدمہ آپ کی عدالت میں دائر ہو چکا تھا اور وہ خود اس میں ایک فریق مخالف کی حیثیت رکھتے تھے، تو ایسی صورت میں ان کا اپنی تائید میں ایسی روایت پیش کرنا جو صرف انہی سے سُنی گئی ہو، کیونکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابوبکر کی جلالت قدر کے پیش نظر اس روایت پر اعتماد کرنا چاہیئے تو اگر ان کی عظمت و منزلت کی بنا پر اس روایت پر وثوق کیا جا سکتا ہے تو کیا جناب سیدہ کی دیانت در استبازی کے پیش نظر ان کے دعویٰ ہبہ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا، جب کہ امیر المومنینؑ اور ام ایمن کی شہادت بھی ان کے حق میں ہو۔ اور اگر اس سلسلہ میں مزید شہادت کی ضرورت محسوس کی گئی ہو، تو اس روایت کے لیے بھی شہادت طلب کی جا سکتی ہے۔ جب کہ یہ روایت قرآن کے عموی حکم وراثت کے بھی مخالف ہے اور ایسی روایت جو روایۃً کمزور اور درایۃً مقدوح و مجروح ہو، قرآن کے عموی حکم وراثت کی مخصص کیونکر قرار پا سکتی ہے جبکہ قرآن میں انبیاء کی وراثت کا صراحۃً تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

وورث سلیمان داؤد۔ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

دوسرے موقع پر جناب زکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی ارشاد ہے:۔

انی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقرا فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب واجعلہ رب رضیا۔

میں اپنے بعد اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے کہ میری بیوی بے اولاد ہے (اے اللہ!) تو مجھ کو اپنی طرف سے ایک ولی عطا فرما جو میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو، اور اے اللہ تو اُسے پسندیدہ قرار دے۔

٭ ٭ ٭

ان آیات میں ورثہ سے مال ہی کا ورثہ مراد ہے۔ اور اُسے معنی مجازی پر محمول کرتے ہوئے علم و نبوت کا ورثہ مراد لینا نہ صرف بعید بلکہ واقعیت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ علم و نبوت ورثہ میں ملنے والی چیزیں نہیں ہیں اور نہ ان میں بطور ورثہ منتقل ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اگر یہ ورثہ میں منتقل ہوا کریں، تو پھر تمام انبیاء کی اولاد کو نبی ہونا چاہیئے تھا۔ اس تفریق کے کوئی معنی نہیں کہ بعض انبیاء کی اولاد کو ورثہ نبوت ملے اور بعض کو اس سے محروم کر دیا جائے۔ حیرت ہے کہ نبوت کے بطور ورثہ منتقل ہونے کا نظریہ ان لوگوں کی طرف سے پیش ہوتا ہے کہ جو ہمیشہ سے شیعوں پر یہ اعتراض کرتے چلے آتے ہیں کہ انہوں نے امامت وخلافت کو ایک موروثی چیز قرار دے کر اسے ایک ہی خاندان میں منحصر کر دیا ہے۔ تو کیا یہاں ورثہ نبوت مراد لینے سے نبوت ایک موروثی چیز بن کر نہ رہ جائے گی؟

اگر حضرت ابوبکر کی نظر میں اس حدیث کی رُو سے پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہو سکتا تھا تو اس وقت یہ حدیث کہاں تھی کہ جب حضرت فاطمہؑ کا حق وراثت تسلیم کرتے ہوئے دستاویز تحریر کر دی تھی۔ چنانچہ صاحب سیرۃ حلبیہ سبط ابن جوزی سے نقل کرتے ہیں۔

ان فاطمۃ جاءت الی ابی بکر وھو علی المنبر فقالت یا ابا بکر فی کتاب اللہ ان ترثک ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر ابوبکر باکیا ثم نزل وکتب لھا بفدک ودخل علیہ عمر فقال ما ھذا فقال کتاب کتبت لفاطمۃ میراثھا من ابیھا قال فما ذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ۔

(سیرت حلبیہ، ج ۳ ص۳۶۱)

حضرت ابوبکر منبر پر تھے کہ جناب فاطمہ تشریف لائیں اور فرمایا کہ قرآن میں یہ تو ہو کہ تمہاری بیٹی تمہاری وارث بنے اور میں اپنے باپ کا ورثہ نہ پاؤں اس پر حضرت ابوبکر رونے لگے اور منبر سے نیچے اتر آئے اور حضرت فاطمہ کو دستاویز لکھ دی۔ اتنے میں حضرت عمر آئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے حضرت فاطمہؑ کے لیے میراث کا نوشتہ لکھ دیا ہے کہ جو انہیں ان کے باپ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ پھر مسلمانوں پر کیا صرف کرو گے جب کہ عرب تم سے جنگ کے لیے آمادہ ہیں، اور یہ کہہ کر حضرت عمر نے وہ تحریر چاک کر ڈالی

اس طرز عمل کو دیکھنے کے بعد ہر صاحب بصیرت بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ روایت خود ساختہ اور غلط ہے اور

صرف فدک پر تصرف حاصل کرنے کے لیے گڑھ لی گئی تھی۔ چنانچہ جناب سیدہ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس طرح اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا کہ حضرت ابو بکر و عمر کے بارے میں وصیت فرما دی، کہ یہ دونوں ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ جناب سیدہؑ کی اس ناراضگی کو جذبات پر محمول کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو کم کرنا کسی صحیح جذبہ کی بنا پر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ ناراضگی جذبات کے ماتحت ہوتی۔ تو امیر المومنینؑ حضرت زہراؑ کی اس بے محل ناراضگی کو روکتے۔ مگر کوئی تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ جناب امیرؑ نے اس ناراضگی کو بے محل سمجھا ہو، اور پھر آپ کی ناراضگی ذاتی رنجش اور جذبات کے نتیجہ میں ہو کیسے سکتی تھی۔ جب کہ ان کی خوشنودی و ناخوشنودی عین منشائے الٰہی کے مطابق ہوتی تھی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس کا شاہد ہے۔

یا فاطمۃ ان اللہ یغضب لغضبک و یرضی لرضاک۔

اے فاطمہؑ (صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا) اللہ تمہارے غضب سے غضبناک اور تمہاری خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے۔"

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴۶)

إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ

ایک عامل کے نام :-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى إِقَامَةِ الدِّينِ، وَأَقْمَعُ بِهِ نَخْوَةَ الْأَثِيمِ، وَأَسُدُّ بِهِ لَهَاةَ الثَّغْرِ الْمَخُوفِ. فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ عَلَى مَا أَهَمَّكَ، وَاخْلِطِ الشِّدَّةَ بِضِغْثٍ مِنَ اللِّينِ، وَارْفُقْ مَا كَانَ الرِّفْقُ أَرْفَقَ، وَاعْتَزِمْ بِالشِّدَّةِ حِينَ لَا يُغْنِي عَنْكَ إِلَّا الشِّدَّةُ. وَاخْفِضْ لِلرَّعِيَّةِ جَنَاحَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ، وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ. وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ، وَالْإِشَارَةِ وَالتَّحِيَّةِ، حَتَّى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ، وَلَا يَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ، وَالسَّلَامُ.

تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دین کے قیام میں مدد لیتا ہوں، اور گنہگاروں کی نخوت توڑتا ہوں، اور خطرناک سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں۔ پیش آنے والی مہمات میں اللہ سے مدد مانگو۔ (رعیت کے بارے میں) سختی کے ساتھ کچھ نرمی کی آمیزش کئے رہو۔ جہاں تک نرمی مناسب ہو نرمی برتو، اور جب سختی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو سختی کرو۔ رعیت سے خوش خلقی اور کشادہ روئی سے پیش آؤ۔ ان سے اپنا رویہ نرم رکھو۔ اور کنکھیوں اور نظر بھر کر دیکھنے اور اشارہ اور سلام کرنے میں برابری کرو تاکہ بڑے لوگ تم سے بے راہ روی کی توقع نہ رکھیں، اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہوں والسلام۔

وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وصیت (۴۷)

لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا ضَرَبَهُ

جب آپ کو ابن ملجم لعنہ اللہ ضربت لگا چکا تو آپ نے

ابنُ مُلجَمٍ لعنہُ اللہُ :-

أُوْصِيْكُمَا بِتَقْوَى اللهِ وَاَنْ لَا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَاِنْ بَغَتْكُمَا وَلَا تَأْسَفَا عَلٰى شَيْءٍ مِّنْهَا زُوِيَ عَنْكُمَا وَقُوْلَا بِالْحَقِّ وَاعْمَلَا لِلْاَجْرِ۔ وَكُوْنَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمَظْلُوْمِ عَوْنًا۔

أُوْصِيْكُمَا وَجَمِيْعَ وَلَدِيْ وَاَهْلِيْ وَمَنْ بَلَغَهٗ كِتَابِيْ بِتَقْوَى اللهِ وَنَظْمِ اَمْرِكُمْ، وَصَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ جَدَّكُمَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ" وَاللهَ اللهَ فِي الْاَيْتَامِ فَلَا تُغِبُّوْا اَفْوَاهَهُمْ وَلَا يَضِيْعُوْا بِحَضْرَتِكُمْ۔ وَاللهَ اللهَ فِيْ جِيْرَانِكُمْ فَاِنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ مَا زَالَ يُوْصِيْ بِهِمْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهُمْ۔ وَاللهَ اللهَ فِي الْقُرْاٰنِ لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهٖ غَيْرُكُمْ وَاللهَ اللهَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا عَمُوْدُ دِيْنِكُمْ وَاللهَ اللهَ فِيْ بَيْتِ رَبِّكُمْ لَا تُخَلُّوْهُ مَا بَقِيْتُمْ فَاِنَّهٗ اِنْ تُرِكَ لَمْ تُنَاظَرُوْا وَاللهَ اللهَ فِي الْجِهَادِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ۔ وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَالتَّبَاذُلِ۔ وَاِيَّاكُمْ وَالتَّدَابُرَ وَالتَّقَاطُعَ۔ لَا تَتْرُكُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ

حسن اور حسین علیہما السلام سے فرمایا !

میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے خواہشمند نہ ہونا، اگرچہ وہ تمہارے پیچھے لگے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے جو کہنا حق کے لیے کہنا، اور جو کرنا ثواب کے لیے کرنا۔ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔

میں تم کو، اپنی تمام اولاد کو، اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے۔ (دیکھو) یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام و دہن کے لیے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبرؐ نے برابر ہدایت کی ہے اور آپؐ اس حد تک ان کے لیے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے، جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا اور تم کو لازم

فَيُوَلّٰى عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ ثُمَّ تَدْعُونَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ ۔ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُلْفِيَنَّكُمْ تَخُوضُونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ، خَوْضًا تَقُولُونَ قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا لَا تَقْتُلُنَّ بِي إِلَّا قَاتِلِي ۔

أُنْظُرُوا إِذَا أَنَا مُتُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هٰذِهِ فَاضْرِبُوهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ، وَلَا يُمَثَّلُ بِالرَّجُلِ

فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

إِيَّاكُمْ وَالْمُثْلَةَ وَ لَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ ۔

ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا ۔ اور خبردار ایک دوسرے کی طرف سے پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بدکردار تم پر مسلط ہو جائیں گے ۔ پھر دُعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی ۔"

(پھر ارشاد فرمایا) اے عبدالمطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیرالمومنین ؑ قتل ہوگئے، امیرالمومنین ؑ قتل ہوگئے، کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو ۔

دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو! جب میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو ۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴۸)

إِلٰى مُعَاوِيَةَ :-

وَإِنَّ الْبَغْيَ وَالزُّورَ يُذِيعَانِ بِالْمَرْءِ فِي دِينِهِ وَدُنْيَاهُ وَيُبْدِيَانِ خَلَلَهُ عِنْدَ مَنْ يَعِيبُهُ ۔ وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّكَ غَيْرُ مُدْرِكٍ مَا قُضِيَ فَوَاتُهُ ۔ وَقَدْ رَامَ أَقْوَامٌ أَمْرًا بِغَيْرِ الْحَقِّ فَتَأَوَّلُوا عَلَى اللّٰهِ فَأَكْذَبَهُمْ

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام! ۔

یاد رکھو! سرکشی اور دروغ گوئی انسان کو دین و دنیا میں رسوا کر دیتی ہے اور نکتہ چینی کرنے والے کے سامنے اس کی خامیاں کھول دیتی ہے تم جانتے ہو کہ جس چیز کا ہاتھ سے جانا ہی طے ہے، اُسے تم پا نہیں سکتے ۔ بہت سے لوگوں نے بغیر کسی حق کے کسی مقصد کو چاہا اور منشاء الٰہی کے خلاف تاویلیں کرنے لگے، تو اللہ نے انہیں جھٹلا دیا ۔ لہٰذا تم بھی اس

فَاحْذَرْ يَوْمًا يَغْتَبِطُ فِيْهِ مَنْ اَحْمَدَ عَاقِبَةَ عَمَلِهِ، وَيَنْدَمُ مَنْ اَمْكَنَ الشَّيْطٰنَ مِنْ قِيَادِهٖ فَلَمْ يُجَاذِبْهُ وَقَدْ دَعَوْتَنَا اِلٰى حُكْمِ الْقُرْاٰنِ وَلَسْتَ مِنْ اَهْلِهٖ وَلَسْنَا اِيَّاكَ اَجَبْنَا، لٰكِنَّا اَجَبْنَا الْقُرْاٰنَ فِيْ حُكْمِهٖ۔

وَالسَّلَامُ

اس دن سے ڈرو جس میں وہی شخص خوش ہوگا جس نے اپنے اعمال کے نتیجہ کو بہتر بنا لیا ہو اور وہ شخص نادم و شرمسار ہوگا جس نے اپنی باگ ڈور شیطان کو تھما دی اور اس کے ہاتھ سے اُسے نہ چھیننا چاہا اور تم نے ہمیں قرآن کے فیصلہ کی طرف دعوت دی۔ حالانکہ تم قرآن کے اہل نہیں تھے تو ہم نے تمہاری آواز پر لبیک نہیں کہی، بلکہ قرآن کے حکم پر لبیک کہی۔ والسّلام!

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۴۹)

اِلٰى مُعَاوِيَةَ اَيْضًا:۔

معاویہ کے نام:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا مَشْغَلَةٌ عَنْ غَيْرِهَا، وَلَمْ يُصِبْ صَاحِبُهَا مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا فَتَحَتْ لَهٗ حِرْصًا عَلَيْهَا وَلَهَجًا بِهَا، وَلَنْ يَسْتَغْنِيَ صَاحِبُهَا بِمَا نَالَ فِيْهَا عَمَّا لَمْ يَبْلُغْهُ مِنْهَا وَمِنْ وَّرَآءِ ذٰلِكَ فِرَاقُ مَا جَمَعَ وَنَقْضُ مَا اَبْرَمَ وَلَوِ اعْتَبَرْتَ بِمَا مَضٰى حَفِظْتَ مَا بَقِيَ۔ وَالسَّلَامُ۔

دنیا آخرت سے رو گرداں کر دینے والی ہے اور جب دنیادار اس سے کچھ تھوڑا بہت پا لیتا ہے تو وہ اس کے لیے اپنی حرص و شیفتگی کے دروازے کھول دیتی ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ اب جتنی دولت مل گئی اس پر اکتفا کرے، اور جو ہاتھ نہیں آیا اس سے بے نیاز رہے۔ حالانکہ نتیجہ میں جو کچھ جمع کیا ہے اس سے جدائی اور جو کچھ بندوبست کیا ہے اس کی شکست لازمی ہے اور اگر تم گزشتہ حالات سے عبرت حاصل کرو تو باقی عمر کی حفاظت کر سکو گے۔ والسّلام!

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۵۰)

اِلٰى اُمَرَآئِهٖ عَلَى الْجُيُوْشِ:۔

سرداران لشکر کے نام:

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى اَصْحَابِ الْمَسَالِحِ:

خدا کے بندے علی امیرالمومنینؑ کا خط چھاؤنیوں کے سالاروں کی طرف:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ حَقًّا عَلَى الْوَالِيْ اَنْ لَّا يُغَيِّرَهٗ عَلٰى رَعِيَّتِهٖ فَضْلٌ نَالَهٗ وَلَا

حاکم پر فرض ہے کہ جس برتری کو اس نے پایا ہے اور جس فارغ البالی کی منزل پر پہنچا ہے، وہ اس کے رویہ میں

طَوْلٌ خُصَّ بِهٖ، وَاَنْ يَّزِيْدَهٗ مَا قَسَمَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ نِّعَمِهٖ دُنُوًّا مِّنْ عِبَادِهٖ وَعَطْفًا عَلٰۤى اِخْوَانِهٖ اَلَا وَ اِنَّ لَكُمْ عِنْدِیْۤ اَنْ لَّاۤ اَحْتَجِزَ دُوْنَكُمْ سِرًّا اِلَّا فِیْ حَرْبٍ، وَلَاۤ اَطْوِیَ دُوْنَكُمْ اَمْرًا اِلَّا فِیْ حُكْمٍ. وَلَاۤ اُؤَخِّرَ لَكُمْ حَقًّا عَنْ مَّحَلِّهٖ، وَلَاۤ اَقِفَ بِهٖ دُوْنَ مَقْطَعِهٖ، وَاَنْ تَكُوْنُوْا عِنْدِیْ فِی الْحَقِّ سَوَآءً، فَاِذَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ وَجَبَتْ لِلّٰهِ عَلَیْكُمُ النِّعْمَةُ وَلِیْ عَلَیْكُمُ الطَّاعَةُ وَاَنْ لَّا تَنْكُصُوْا عَنْ دَعْوَةٍ، وَلَا تُفَرِّطُوْا فِیْ صَلَاحٍ وَّاَنْ تَخُوْضُوا الْغَمَرَاتِ اِلَى الْحَقِّ. فَاِنْ اَنْتُمْ لَمْ تَسْتَقِیْمُوْا لِیْ عَلٰى ذٰلِكَ لَمْ یَكُنْ اَحَدٌ اَهْوَنَ عَلَیَّ مِمَّنِ اعْوَجَّ مِنْكُمْ، ثُمَّ اُعْظِمُ لَهُ الْعُقُوْبَةَ، وَلَا یَجِدُ فِیْهَا عِنْدِیْ رُخْصَةً. فَخُذُوْا هٰذَا مِنْ اُمَرَآئِكُمْ وَاَعْطُوْهُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ مَا یُصْلِحُ اللّٰهُ بِهٖ اَمْرَكُمْ.

جو رعایا کے ساتھ ہے تبدیلی پیدا نہ کرے۔ بلکہ اللہ نے جو نعمت اس کے نصیب میں کی ہے وہ اسے بندگانِ خدا سے نزدیکی اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی میں اضافہ ہی کا باعث ہو ہاں! مجھ پر تمہارا یہ بھی حق ہے کہ جنگ کی حالت کے علاوہ کوئی راز تم سے پردہ میں نہ رکھوں اور حکمِ شرعی کے سوا دوسرے امور میں تمہاری رائے مشورہ سے پہلوتہی نہ کروں اور تمہارے کسی حق کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کروں اور اسے انجام تک پہنچائے بغیر دم نہ لوں۔ اور یہ کہ حق میں تم میرے نزدیک سب برابر سمجھے جاؤ۔ جب میرا برتاؤ یہ ہو تو تم پر اللہ کے احسان کا شکر لازم ہے اور میری اطاعت بھی اور یہ کہ کسی پکار پہ قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ اور نیک کاموں میں کوتاہی نہ کرو، اور حق تک پہنچنے کے لیے سختیوں کا مقابلہ کرو۔ اور اگر تم اس رویہ پر برقرار نہ رہو تو پھر تم میں سے بے راہ ہو جانے والوں سے زیادہ کوئی میری نظر میں ذلیل نہ ہو گا پھر اسے سزا بھی سخت دوں گا، اور وہ اس بارے میں مجھ سے کوئی رعایت نہ پائے گا۔ تم اپنے (ماتحت) سرداروں سے یہی عہد و پیمان لو، اور (اپنی طرف سے بھی) ایسے حقوق کی پیش کش کرو کہ جس سے اللہ تمہارے معاملات کو سلجھا دے والسلام۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۵۱)

(اِلٰى عُمَّالِهٖ عَلَى الْخَرَاجِ)

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰۤى اَصْحَابِ الْخَرَاجِ.

خراج کے تحصیلداروں کے نام:

خدا کے بندے علی امیر المومنین کا خط خراج وصول کرنے والوں کی طرف۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مَنْ لَمْ يَحْذَرْ مَا هُوَ صَائِرٌ إِلَيْهِ لَمْ يُقَدِّمْ لِنَفْسِهِ مَا يُحْرِزُهَا وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا كُلِّفْتُمْ يَسِيرٌ وَأَنَّ ثَوَابَهُ كَثِيرٌ۔ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيمَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ عِقَابٌ يُخَافُ لَكَانَ فِي ثَوَابِ اجْتِنَابِهِ مَا لَا عُذْرَ فِي تَرْكِ طَلَبِهِ فَأَنْصِفُوا النَّاسَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ وَاصْبِرُوا لِحَوَائِجِهِمْ فَإِنَّكُمْ خُزَّانُ الرَّعِيَّةِ وَوُكَلَاءُ الْأُمَّةِ وَسُفَرَاءُ الْأَئِمَّةِ۔ وَلَا تُحْشِمُوا أَحَدًا عَنْ حَاجَتِهِ، وَلَا تَحْبِسُوهُ عَنْ طَلِبَتِهِ وَلَا تَبِيعُنَّ لِلنَّاسِ فِي الْخَرَاجِ كِسْوَةَ شِتَاءٍ وَلَا صَيْفٍ، وَلَا دَابَّةً يَعْتَمِلُونَ عَلَيْهَا وَلَا عَبْدًا، وَلَا تَضْرِبُنَّ أَحَدًا سَوْطًا لِمَكَانِ دِرْهَمٍ، وَلَا تَمَسُّنَّ مَالَ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مُصَلٍّ وَلَا مُعَاهَدٍ، إِلَّا أَنْ تَجِدُوا فَرَسًا أَوْ سِلَاحًا يُعْدَى بِهِ عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَدَعَ ذٰلِكَ فِي أَيْدِي أَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ فَيَكُونَ شَوْكَةً عَلَيْهِ۔ وَلَا تَدَّخِرُوا أَنْفُسَكُمْ نَصِيحَةً، وَلَا الْجُنْدَ حُسْنَ سِيرَةٍ وَلَا الرَّعِيَّةَ مَعُونَةً، وَلَا دِينَ اللّٰهِ قُوَّةً۔ وَأَبْلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا اسْتَوْجَبَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ قَدِ اصْطَنَعَ عِنْدَنَا وَعِنْدَكُمْ أَنْ نَشْكُرَهُ بِجُهْدِنَا وَأَنْ نَنْصُرَهُ بِمَا بَلَغَتْ قُوَّتُنَا، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

جو شخص اپنے انجام کار سے خائف نہیں ہوتا وہ اپنے نفس کے بچاؤ کے لیے کوئی سر و سامان فراہم نہیں کر سکتا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جو فرائض تم پر عائد کیے گئے ہیں، وہ کم ہیں اور ان کا ثواب زیادہ ہے۔ خدا نے ظلم و سرکشی سے جو روکا ہے اس پر سزا کا خوف نہ بھی ہوتا جب بھی اس سے بچنے کا ثواب ایسا ہے کہ اس کی طلب سے بے نیاز ہونے میں کوئی عذر نہیں کیا جا سکتا۔ لوگوں سے عدل و انصاف کا رویہ اختیار کرو، اور ان کی خواہشوں پر صبر و تحمل سے کام لو اس لیے کہ تم رعیت کے خزینہ دار، امت کے نمائندے اور اقتدار اعلیٰ کے فرستادہ ہو۔ کسی سے اس کی ضرورت کو قطع نہ کرو اور اس کے مقصد میں روڑے نہ اٹکاؤ اور لوگوں سے خراج وصول کرنے کے لیے ان کے جاڑے یا گرمی کے کپڑوں اور مویشیوں کو جن سے وہ کام لیتے ہوں، اور ان کے غلاموں کو فروخت نہ کرو، اور کسی کو پیسہ کی خاطر کوڑے نہ لگاؤ اور کسی مسلمان یا ذمی کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ، مگر یہ کہ اس کے پاس گھوڑا یا ہتھیار ہو کہ جو اہل اسلام کے خلاف استعمال ہونے والا ہو اس لیے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس کو دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں رہنے دے کہ جو مسلمانوں پر غلبہ کا سبب بن جائے اور اپنوں کی خیر خواہی فوج سے نیک برتاؤ، رعیت کی امداد اور دین خدا کو مضبوط کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ اللہ کی راہ میں جو تمہارا فرض ہے اسے سر انجام دو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے اپنے احسانات کے بدلہ میں ہم سے اور تم سے یہ چاہا ہے کہ ہم مقدور بھر اس کا شکر اور طاقت بھر اس کی نصرت کریں اور ہماری قوت و طاقت بھی تو خدا ہی کی طرف سے ہے۔"

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۵۲)

إِلَى أُمَرَاءِ الْبِلَادِ فِي مَعْنَى الصَّلٰوةِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَصَلُّوا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ حَتّٰى تَفِيءَ الشَّمْسُ مِثْلَ مَرْبِضِ الْعَنْزِ وَصَلُّوا بِهِمُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ حَيَّةٌ فِي عُضْوٍ مِنَ النَّهَارِ حِيْنَ يُسَارُ فِيهَا فَرْسَخَانِ۔ وَصَلُّوا بِهِمُ الْمَغْرِبَ حِيْنَ يُفْطِرُ الصَّائِمُ وَيَدْفَعُ الْحَاجُّ إِلٰى مِنًى وَصَلُّوا بِهِمُ الْعِشَاءَ حِيْنَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ۔ وَصَلُّوا بِهِمُ الْغَدَاةَ وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ وَصَلُّوا بِهِمْ صَلَاةَ أَضْعَفِهِمْ وَلَا تَكُونُوا فَتَّانِيْنَ۔

نماز کے بارے میں مختلف شہروں کے حکمرانوں کے نام!

ظہر کی نماز پڑھاؤ اس وقت تک کہ سورج اتنا جھک جائے کہ بکریوں کے باڑے کی دیوار کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت تک پڑھا دینا چاہئیے کہ سورج ابھی روشن اور زندہ ہو اور دن ابھی اتنا باقی ہو کہ چھ میل کی مسافت طے کی جا سکے اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھاؤ کہ جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور حاجی عرفات سے واپس جاتے ہیں اور عشاء کی نماز مغرب کی سرخی غائب ہونے سے رات کے ایک تہائی حصہ تک پڑھا دو، اور صبح کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب آدمی اپنے ہمراہی کا چہرہ پہچان لے اور نماز اتنی مختصر پڑھاؤ جو ان میں سے سب کمزور آدمی پہ بھی بار نہ ہو اور لوگوں کے لیے صبر آزما نہ بن جاؤ۔

* * *

(وَمِنْ عَهْدٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) عہد نامہ (۵۳)

كَتَبَهُ لِلْأَشْتَرِ النَّخَعِيِّ لَمَّا وَلَّاهُ عَلٰى مِصْرَ وَأَعْمَالِهَا حِيْنَ اضْطَرَبَ أَمْرُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ أَطْوَلُ عَهْدٍ وَأَجْمَعُ كُتُبِهِ لِلْمَحَاسِنِ:۔

اس دستاویز کو (مالک) اشتر نخعی رحمۃ اللہ کے لیے تحریر فرمایا۔ جب کہ محمدؐ ابن ابی بکر کے حالات بگڑ جانے پر انہیں مصر اور اس کے اطراف کی حکومت سپرد کی۔ یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیر المومنینؑ کے توقیعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِيٌّ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْأَشْتَرَ فِي عَهْدِهِ إِلَيْهِ حِيْنَ وَلَّاهُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ ہے وہ فرمان جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ نے مالک ابن حارث اشتر کو جب مصر کا انہیں والی بنایا تاکہ وہ خراج جمع کریں، دشمنوں سے

مِصْرَ: جِبَايَةَ خَرَاجِهَا، وَجِهَادَ عَدُوِّهَا، وَاسْتِصْلاَحَ أَهْلِهَا، وَعِمَارَةَ بِلاَدِهَا۔ أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللهِ، وَإِيْثَارِ طَاعَتِهِ، وَاتِّبَاعِ مَا أَمَرَ بِهِ فِي كِتَابِهِ: مِنْ فَرَائِضِهِ وَسُنَنِهِ، الَّتِي لاَ يَسْعَدُ أَحَدٌ إِلاَّ بِاتِّبَاعِهَا، وَلاَ يَشْقَى إِلاَّ مَعَ جُحُودِهَا وَإِضَاعَتِهَا، وَأَنْ يَنْصُرَ اللهَ سُبْحَانَهُ بِقَلْبِهِ وَيَدِهِ وَلِسَانِهِ، فَإِنَّهُ جَلَّ اسْمُهُ قَدْ تَكَفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَصَرَهُ، وَإِعْزَازِ مَنْ أَعَزَّهُ۔

وَأَمَرَهُ أَنْ يَكْسِرَ نَفْسَهُ مِنَ الشَّهَوَاتِ، وَيَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمَحَاتِ، فَإِنَّ النَّفْسَ أَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلاَّ مَا رَحِمَ اللهُ۔

ثُمَّ اعْلَمْ يَا مَالِكُ أَنِّي قَدْ وَجَّهْتُكَ إِلَى بِلاَدٍ قَدْ جَرَتْ عَلَيْهَا دُوَلٌ قَبْلَكَ مِنْ عَدْلٍ وَجَوْرٍ۔ وَأَنَّ النَّاسَ يَنْظُرُونَ مِنْ أُمُورِكَ فِي مِثْلِ مَا كُنْتَ تَنْظُرُ فِيهِ مِنْ أُمُورِ الْوُلاَةِ قَبْلَكَ، وَيَقُولُونَ فِيكَ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِيهِمْ۔ وَإِنَّمَا يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحِينَ بِمَا يُجْرِي اللهُ لَهُمْ عَلَى أَلْسُنِ عِبَادِهِ۔ فَلْيَكُنْ أَحَبَّ الذَّخَائِرِ إِلَيْكَ ذَخِيرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ۔ فَامْلِكْ هَوَاكَ، وَشُحَّ بِنَفْسِكَ عَمَّا لاَ يَحِلُّ لَكَ، فَإِنَّ الشُّحَّ بِالنَّفْسِ الْإِنْصَافُ مِنْهَا فِيمَا أَحَبَّتْ أَوْ كَرِهَتْ۔ وَأَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ

لڑیں، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کریں

انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے، اُن کا اتباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامنگیر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اس کی نصرت کرے گا، وُہ اس کی مدد کرے گا، اور جو اس کی حمایت کے لیے کھڑا ہو گا، وُہ اُسے عزت و سرفرازی بخشے گا۔

ان کے علاوہ انہیں حکم ہے کہ وُہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اس کی منہ زوریوں کے وقت اُسے روکیں، کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ مگر یہ کہ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو۔

اے مالک! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں ان علاقوں کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم سے پہلے عادل اور ظالم کئی حکومتیں گزر چکی ہیں اور لوگ تمہارے طرز عمل کو اسی نظر سے دیکھیں گے، جس نظر سے تم اپنے اگلے حکمرانوں کے طور طریقے کو دیکھتے رہے ہو اور تمہارے بارے میں بھی وہی کہیں گے جو تم ان حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہو۔ یہ یاد رکھو، کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے اسی نیک نامی سے جو انہیں بندگان الٰہی میں خدا نے دے رکھی ہے۔ لہٰذا ہر ذخیرے سے زیادہ پسند تمہیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہیئے۔ تم اپنی خواہشوں پر قابو رکھو، اور جو مشاغل تمہارے لیے حلال نہیں ہیں ان میں صرف کرنے سے اپنے نفس کے ساتھ بُخل کرو کیونکہ نفس کے ساتھ بُخل کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا ہے۔ چاہے وُہ

لِلرَّعِيَّةِ وَالْمَحَبَّةَ لَهُمْ وَاللُّطْفَ بِهِمْ. وَلَا
تَكُونَنَّ عَلَيْهِمْ سَبُعاً ضَارِياً تَغْتَنِمُ أَكْلَهُمْ
فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ إِمَّا أَخٌ لَكَ فِي الدِّينِ
وَإِمَّا نَظِيرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ يَفْرُطُ مِنْهُمُ
الزَّلَلُ، وَتَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ، وَيُؤْتَى عَلَى
أَيْدِيهِمْ فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَاءِ فَأَعْطِهِمْ
مِنْ عَفْوِكَ وَصَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِي
تُحِبُّ أَنْ يُعْطِيَكَ اللهُ مِنْ عَفْوِهِ وَ
صَفْحِهِ، فَإِنَّكَ فَوْقَهُمْ، وَوَالِي الْأَمْرِ
عَلَيْكَ فَوْقَكَ، وَاللهُ فَوْقَ مَنْ وَلَّاكَ،
وَقَدِ اسْتَكْفَاكَ أَمْرَهُمْ وَابْتَلَاكَ بِهِمْ
وَلَا تَنْصِبَنَّ نَفْسَكَ لِحَرْبِ اللهِ فَإِنَّهُ
لَا يَدَيْ لَكَ بِنِقْمَتِهِ، وَلَا غِنَى بِكَ عَنْ
عَفْوِهِ وَرَحْمَتِهِ. وَلَا تَنْدَمَنَّ عَلَى عَفْوٍ.
وَلَا تَبْجَحَنَّ بِعُقُوبَةٍ، وَلَا تُسْرِعَنَّ إِلَى
بَادِرَةٍ وَجَدْتَ مِنْهَا مَنْدُوحَةً، وَلَا
تَقُولَنَّ إِنِّي مُؤَمَّرٌ آمُرُ فَأُطَاعُ فَإِنَّ
ذٰلِكَ إِدْغَالٌ فِي الْقَلْبِ، وَمَنْهَكَةٌ
لِلدِّينِ، وَتَقَرُّبٌ مِنَ الْغِيَرِ، وَإِذَا
أَحْدَثَ لَكَ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ سُلْطَانِكَ
أُبَّهَةً أَوْ مَخِيلَةً فَانْظُرْ إِلَى عِظَمِ
مُلْكِ اللهِ فَوْقَكَ وَقُدْرَتِهِ مِنْكَ عَلَى
مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ نَفْسِكَ فَإِنَّ
ذٰلِكَ يُطَامِنُ إِلَيْكَ مِنْ طِمَاحِكَ،
وَيَكُفُّ عَنْكَ مِنْ غَرْبِكَ وَيَفِيءُ

خود اُسے پسند کرے یا ناپسند۔ رعایا کے لیے اپنے دل کے
اندر رحم و رافت اور لطف و محبت کو جگہ دو۔ ان کے لیے پھاڑ
کھانے والا درندہ بن جاؤ کہ انہیں نگل جانا غنیمت سمجھتے
ہو۔ اس لیے کہ رعایا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو تمہارے
دینی بھائی اور دوسرے تمہارے جیسی مخلوق خدا۔ ان کی لغزشیں
بھی ہوں گی۔ خطاؤں سے بھی انہیں سابقہ پڑے گا اور ان کے
ہاتھوں سے جان بوجھ کر یا بھولے چوکے سے غلطیاں بھی ہوں
گی۔ تم ان سے اسی طرح عفو و درگزر سے کام لینا جس طرح اللہ
سے اپنے لیے عفو و درگزر کو پسند کرتے ہو۔ اس لیے
کہ تم ان پر حاکم ہو اور تمہارے اوپر تمہارا امام حاکم ہے
اور جس (امام) نے تمہیں والی بنایا ہے اس کے اوپر اللہ۔
ہے اور اس نے تم سے ان لوگوں کے معاملات کی انجام
دہی چاہی ہے اور ان کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی ہے
اور دیکھو، خبردار! اللہ سے مقابلہ کے لیے نہ اترنا۔ اس لیے
کہ اس کے غضب کے سامنے تم بے بس ہو، اور اس کے عفو و
رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ تمہیں کسی کو معاف کر دینے
پر پچھتانا، اور سزا دینے پر اترانا نہ چاہیے۔ غصہ میں جلد
بازی سے کام نہ لو۔ جب کہ اس کے ٹال دینے کی گنجائش
ہو۔ کبھی یہ نہ کہنا کہ میں حاکم بنایا گیا ہوں، لہٰذا میرے حکم کے
آگے سر تسلیم خم ہونا چاہیے، کیونکہ یہ دل میں فساد پیدا کرنے
دین کو کمزور بنانے اور بربادیوں کو قریب لانے کا سبب
ہے اور کبھی حکومت کی وجہ سے تم میں تمکنت یا غرور پیدا
ہو تو اپنے سے بالاتر اللہ کے ملک کی عظمت کو دیکھو اور
خیال کرو کہ وہ تم پر وہ قدرت رکھتا ہے کہ جو خود تم اپنے
آپ پر نہیں رکھتے۔ یہ چیز تمہاری رعونت و سرکشی کو دبا دے

اِلَیْکَ بِمَا عَزَبَ عَنْکَ مِنْ عَقْلِکَ۔

وَاِیَّاکَ وَمُسَامَاۃَ اللّٰہِ فِیْ عَظَمَتِہٖ وَالتَّشَبُّہَ بِہٖ فِیْ جَبَرُوْتِہٖ، فَاِنَّ اللّٰہَ یُذِلُّ کُلَّ جَبَّارٍ، وَیُھِیْنُ کُلَّ مُخْتَالٍ. اَنْصِفِ اللّٰہَ وَاَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَّفْسِکَ. وَمِنْ خَاصَّۃِ اَھْلِکَ وَمَنْ لَّکَ فِیْہِ ھَوًی مِّنْ رَّعِیَّتِکَ، فَاِنَّکَ اِلَّا تَفْعَلْ تَظْلِمْ، وَمَنْ ظَلَمَ عِبَادَ اللّٰہِ کَانَ اللّٰہُ خَصْمَہٗ دُوْنَ عِبَادِہٖ، وَمَنْ خَاصَمَہُ اللّٰہُ اَدْحَضَ حُجَّتَہٗ، وَکَانَ لِلّٰہِ حَرْبًا حَتّٰی یَنْزِعَ اَوْ یَتُوْبَ. وَلَیْسَ شَیْءٌ اَدْعٰی اِلٰی تَغْیِیْرِ نِعْمَۃِ اللّٰہِ وَتَعْجِیْلِ نِقْمَتِہٖ مِنْ اِقَامَۃٍ عَلٰی ظُلْمٍ، فَاِنَّ اللّٰہَ یَسْمَعُ دَعْوَۃَ الْمُضْطَھَدِیْنَ وَھُوَ لِلظَّالِمِیْنَ بِالْمِرْصَادِ.

وَلْیَکُنْ اَحَبُّ الْاُمُوْرِ اِلَیْکَ اَوْسَطَھَا فِی الْحَقِّ، وَاَعَمَّھَا فِی الْعَدْلِ، وَاَجْمَعَھَا لِرِضَی الرَّعِیَّۃِ، فَاِنَّ سُخْطَ الْعَامَّۃِ یُجْحِفُ بِرِضَی الْخَاصَّۃِ، وَاِنَّ سُخْطَ الْخَاصَّۃِ یُغْتَفَرُ مَعَ رِضَی الْعَامَّۃِ. وَلَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ الرَّعِیَّۃِ اَثْقَلَ عَلَی الْوَالِیْ مَؤُوْنَۃً فِی الرَّخَاءِ، وَاَقَلَّ مَعُوْنَۃً لَّہٗ فِی الْبَلَاءِ، وَاَکْرَہَ لِلْاِنْصَافِ، وَاَسْاَلَ بِالْاِلْحَافِ، وَ

گی، اور تمہاری طغیانی کو روک دے گی، اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو پلٹا دے گی"۔

خبردار! کبھی اللہ کے ساتھ اس کی عظمت میں نہ ٹکراؤ اور اس کی شان و جبروت سے ملنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ اللہ ہر جبار و سرکش کو نیچا دکھاتا ہے اور ہر مغرور کے سر کو جھکا دیتا ہے۔

اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں سے اپنے دل پسند افراد کے معاملے میں حقوق اللہ اور حقوق الناس کے متعلق بھی انصاف کرنا۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ظالم ٹھہرو گے۔ اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔ تو بندوں کے بجائے اللہ اس کا حریف و دشمن بن جاتا ہے اور جس کا وہ حریف و دشمن ہو، اس کی ہر دلیل کو کچل دے گا، اور وہ اللہ سے برسرپیکار رہے گا۔ یہاں تک کہ باز آئے اور توبہ کر لے۔ اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی اس کی عقوبتوں کو جلد بلاوا دینے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار سنتا ہے اور ظالموں کے لیے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہیے جو حق کے اعتبار سے بہترین، انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو، کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے، اور خاص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے نظر انداز کی جا سکتی ہے۔ اور یہ یاد رکھو! کہ رعیت میں خاص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوش حالی کے وقت حاکم پر بوجھ

أَقَلَّ شُكْرًا عِنْدَ الْإِعْطَاءِ۔ وَأَبْطَأَ عُذْرًا عِنْدَ الْمَنْعِ، وَأَضْعَفَ صَبْرًا عِنْدَ مُلِمَّاتِ الدَّهْرِ مِنْ أَهْلِ الْخَاصَّةِ وَإِنَّمَا عِمَادُ الدِّيْنِ وَجِمَاعُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْعُدَّةُ لِلْأَعْدَاءِ الْعَامَّةُ مِنَ الْأُمَّةِ فَلْيَكُنْ صِغْوُكَ لَهُمْ وَمَيْلُكَ مَعَهُمْ۔

وَلْيَكُنْ أَبْعَدُ رَعِيَّتِكَ مِنْكَ وَأَشْنَؤُهُمْ عِنْدَكَ أَطْلَبُهُمْ لِمَعَايِبِ النَّاسِ فَإِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوْبًا الْوَالِي أَحَقُّ مَنْ سَتَرَهَا۔ فَلَا تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيْرُ مَا ظَهَرَ لَكَ، وَاللهُ يَحْكُمُ عَلٰى مَا غَابَ عَنْكَ۔ فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَا اسْتَطَعْتَ يَسْتُرِ اللهُ مِنْكَ مَا تُحِبُّ سَتْرَهُ مِنْ رَعِيَّتِكَ۔ أَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عُقْدَةَ كُلِّ حِقْدٍ۔ وَاقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وِتْرٍ وَتَغَابَ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَصِحُّ لَكَ وَلَا تَعْجَلَنَّ إِلٰى تَصْدِيْقِ سَاعٍ فَإِنَّ السَّاعِيَ غَاشٌّ وَإِنْ تَشَبَّهَ بِالنَّاصِحِيْنَ۔

وَلَا تُدْخِلَنَّ فِيْ مَشُوْرَتِكَ بَخِيْلًا يَعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ وَيَعِدُكَ الْفَقْرَ، وَلَا جَبَانًا يُضْعِفُكَ عَنِ

بننے والا، مصیبت کے وقت امداد سے کترا جانے والا، انصاف پر ناک بھوں چڑھانے والا، طلب و سوال کے موقعہ پر پیچھے پھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا، بخشش پر کم شکر گزار ہونے والا، محروم کر دیئے جانے پر بمشکل عذر سننے والا اور زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو اور دین کا مضبوط سہارا، مسلمانوں کی قوت اور دشمن کے مقابلہ میں سامان دفاع یہی امّت کے عوام ہوتے ہیں لہٰذا تمہاری پوری توجہ اور تمہارا پورا رُخ انہی کی جانب ہونا چاہیئے۔

اور تمہاری رعایا میں تم سے سب سے زیادہ دُور اور سب سے زیادہ تمہیں ناپسند وُہ ہونا چاہیئے، جو لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ لگا رہتا ہو، کیونکہ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ حاکم کے لیے انتہائی شایان یہ ہے کہ ان پر پردہ ڈالے۔ لہٰذا جو عیب تمہاری نظروں سے اوجھل ہوں انہیں نہ اچھالنا۔ کیونکہ تمہارا کام انہی عیبوں کو مٹانا ہے کہ جو تمہارے اُوپر ظاہر ہوں، اور جو چھپے ڈھکے ہوں۔ ان کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے اس لیے جہاں تک بن پڑے عیبوں کو چھپاؤ تاکہ اللہ بھی تمہارے ان عیوب کی پردہ پوشی کرے جنہیں تم رعیّت سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو، لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو اور دشمنی کی ہر رسّی کاٹ دو، اور ہر ایسے رویہ سے جو تمہارے لیے مناسب نہیں بے خبر بن جاؤ اور چغل خور کی جھٹ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ۔ کیونکہ وُہ فریب کار ہوتا ہے۔ اگرچہ خیر خواہوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا کہ وُہ تمہیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا، اور فقر و افلاس کا خطرہ

الْأُمُورِ، وَلَا حَرِيصاً يُزَيِّنُ لَكَ الشَّرَهَ بِالْجَوْرِ، فَإِنَّ الْبُخْلَ وَالْجُبْنَ وَالْحِرْصَ غَرَائِزُ شَتَّى يَجْمَعُهَا سُوءُ الظَّنِّ بِاللهِ. إِنَّ شَرَّ وُزَرَائِكَ مَنْ كَانَ لِلْأَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزِيراً وَمَنْ شَرِكَهُمْ فِي الْآثَامِ فَلَا يَكُونَنَّ لَكَ بِطَانَةً فَإِنَّهُمْ أَعْوَانُ الْأَثَمَةِ وَإِخْوَانُ الظَّلَمَةِ، وَأَنْتَ وَاجِدٌ مِنْهُمْ خَيْرَ الْخَلَفِ مِمَّنْ لَهُ مِثْلُ آرَائِهِمْ وَنَفَاذِهِمْ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ مِثْلُ آصَارِهِمْ وَأَوْزَارِهِمْ مِمَّنْ لَمْ يُعَاوِنْ ظَالِماً عَلَى ظُلْمِهِ وَلَا آثِماً عَلَى إِثْمِهِ. أُولَئِكَ أَخَفُّ عَلَيْكَ مَؤُونَةً وَأَحْسَنُ لَكَ مَعُونَةً وَأَحْنَى عَلَيْكَ عَطْفاً، وَأَقَلُّ لِغَيْرِكَ إِلْفاً فَاتَّخِذْ أُولَئِكَ خَاصَّةً لِخَلَوَاتِكَ وَحَفَلَاتِكَ، ثُمَّ لْيَكُنْ آثَرُهُمْ عِنْدَكَ أَقْوَلَهُمْ بِمُرِّ الْحَقِّ لَكَ، وَأَقَلَّهُمْ مُسَاعَدَةً فِيمَا يَكُونُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللهُ لِأَوْلِيَائِهِ وَاقِعاً ذَلِكَ مِنْ هَوَاكَ حَيْثُ وَقَعَ، وَالْصَقْ بِأَهْلِ الْوَرَعِ وَالصِّدْقِ، ثُمَّ رُضْهُمْ عَلَى أَنْ لَا يُطْرُوكَ وَلَا يَبْجَحُوكَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْإِطْرَاءِ تُحْدِثُ الزَّهْوَ وَتُدْنِي مِنَ الْعِزَّةِ.

دلائے گا۔ اور نہ کسی بزدل سے مہمات میں مشورہ لینا کہ وہ تمہاری ہمت پست کر دے گا۔ اور نہ کسی لالچی سے مشورہ کرنا کہ وہ ظلم کی راہ سے مال بٹورنے کو تمہاری نظروں میں سج دے گا۔ یاد رکھو! کہ بخل، بزدلی، اور حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر اللہ سے بدگمانی ان سب میں شریک ہے تمہارے لیے سب سے بدتر وزیر وہ ہو گا، جو تم سے پہلے بدکرداروں کا وزیر اور گناہوں میں ان کا شریک رہ چکا ہے اس قسم کے لوگوں کو تمہارے مخصوصین میں سے نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ گنہگاروں کے معاون اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں۔ ان کی جگہ تمہیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو تدبیر و رائے اور کارکردگی کے اعتبار سے ان کے مثل ہوں گے مگر ان کی طرح گناہوں کی گرانباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں جنہوں نے نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو۔ اور نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو ان کا بوجھ تم پر ہلکا ہو گا اور یہ تمہارے بہترین معاون ثابت ہوں گے اور تمہاری طرف محبت سے جھکنے والے ہوں گے، اور تمہارے علاوہ دوسروں سے ربط ضبط نہ رکھیں گے انہی کو تم خلوت و جلوت میں اپنا مصاحب خاص ٹھہرانا پھر تمہارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہیے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں اور ان چیزوں میں کہ جنہیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لیے ناپسند کرتا ہے تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں۔ پرہیزگاروں اور راستبازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا۔ پھر انہیں اس کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر تمہاری تعریف کر کے تمہیں

وَلَا يَكُونَنَّ الْمُحْسِنُ وَالْمُسِيءُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَةٍ سَوَاءٍ، فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ تَزْهِيدًا لِأَهْلِ الْإِحْسَانِ فِي الْإِحْسَانِ، وَتَدْرِيبًا لِأَهْلِ الْإِسَاءَةِ عَلَى الْإِسَاءَةِ. وَأَلْزِمْ كُلًّا مِنْهُمْ مَا أَلْزَمَ نَفْسَهُ. وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِأَدْعَى إِلَى حُسْنِ ظَنِّ رَاعٍ بِرَعِيَّتِهِ مِنْ إِحْسَانِهِ إِلَيْهِمْ، وَتَخْفِيفِهِ الْمَؤُونَاتِ عَلَيْهِمْ، وَتَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ إِيَّاهُمْ عَلَى مَا لَيْسَ لَهُ قِبَلَهُمْ. فَلْيَكُنْ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ أَمْرٌ يَجْتَمِعُ لَكَ بِهِ حُسْنُ الظَّنِّ بِرَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ يَقْطَعُ عَنْكَ نَصَبًا طَوِيلًا. وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ حَسُنَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ، وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ سَاءَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ سَاءَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ.

وَلَا تَنْقُضْ سُنَّةً صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُورُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَاجْتَمَعَتْ بِهَا الْأُلْفَةُ، وَصَلَحَتْ عَلَيْهَا الرَّعِيَّةُ. وَلَا تُحْدِثَنَّ سُنَّةً تَضُرُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاضِي تِلْكَ السُّنَنِ، فَيَكُونَ الْأَجْرُ لِمَنْ سَنَّهَا، وَالْوِزْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا. وَأَكْثِرْ مُدَارَسَةَ الْعُلَمَاءِ، وَمُنَاقَشَةَ الْحُكَمَاءِ، فِي تَثْبِيتِ مَا صَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ بِلَادِكَ، وَإِقَامَةِ مَا اسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ.

خوش نہ کریں۔ کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے۔ اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے اور تمہارے نزدیک نیکوکار اور بدکردار دونوں برابر نہ ہوں اس لیے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے بے رغبت کرنا اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو، جس کا وہ مستحق ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہیے جب کہ وہ ان سے حسنِ سلوک کرتا ہوں اور ان پر بوجھ نہ لادے اور انہیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے۔ جو ان کے بس میں نہ ہوں۔ تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ اس حسنِ سلوک سے تمہیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے۔ کیونکہ یہ اعتماد تمہاری طویل اندرونی الجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ تمہارے اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمہارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔

اور دیکھو! اس اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس امت کے بزرگ چلتے رہے ہیں اور جس سے اتحاد و یکجہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہے اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں کو ثواب تو ملتا رہے گا، مگر انہیں ختم کر دینے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا اور اپنے شہروں کے اصلاحی امور کو مستحکم کرنے اور ان چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے علماء و حکماء کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا۔"

وَاعْلَمْ اَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَا يَصْلُحُ بَعْضُهَا اِلَّا بِبَعْضٍ، وَلَا غِنَى بِبَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ۔ فَمِنْهَا جُنُوْدُ اللّٰهِ۔ وَمِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ وَمِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ وَمِنْهَا عُمَّالُ الْاِنْصَافِ وَالرِّفْقِ۔ وَمِنْهَا اَهْلُ الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُسْلِمَةِ النَّاسِ۔ وَمِنْهَا التُّجَّارُ وَاَهْلُ الصِّنَاعَاتِ۔ وَمِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلٰى مِنْ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ وَكُلًّا قَدْ سَمَّى اللّٰهُ سَهْمَهٗ لَهٗ، وَوَضَعَ عَلٰى حَدِّهٖ فَرِيْضَتَهٗ فِيْ كِتَابِهٖ اَوْ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَهْدًا مِنْهُ عِنْدَنَا مَحْفُوْظًا۔

فَالْجُنُوْدُ بِاِذْنِ اللّٰهِ حُصُوْنُ الرَّعِيَّةِ، وَزَيْنُ الْوُلَاةِ، وَعِزُّ الدِّيْنِ، وَسُبُلُ الْاَمْنِ، وَلَيْسَ تَقُوْمُ الرَّعِيَّةُ اِلَّا بِهِمْ۔ ثُمَّ لَا قِوَامَ لِلْجُنُوْدِ اِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ الَّذِيْ يَقْوَوْنَ بِهٖ عَلٰى جِهَادِ عَدُوِّهِمْ، وَيَعْتَمِدُوْنَ عَلَيْهِ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ وَيَكُوْنُ مِنْ وَرَاۤءِ حَاجَتِهِمْ ثُمَّ لَا قِوَامَ لِهٰذَيْنِ الصِّنْفَيْنِ اِلَّا بِالصِّنْفِ الثَّالِثِ مِنَ الْقُضَاةِ وَالْعُمَّالِ وَالْكُتَّابِ لِمَا يُحْكِمُوْنَ مِنَ الْمَعَاقِدِ وَيَجْمَعُوْنَ مِنَ الْمَنَافِعِ، وَيُؤْتَمَنُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ الْاُمُوْرِ وَعَوَامِّهَا وَلَا قِوَامَ لَهُمْ جَمِيْعًا اِلَّا بِالتُّجَّارِ وَذَوِي

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں جن کی سود و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے تیسرا انصاف کرنے والے قضاۃ کا ہے۔ چوتھا حکومت کے وہ عمال جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے پانچواں خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا چھٹا تجارت پیشہ و اہل حرفہ کا ساتواں فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب سے پست ہے اور اللہ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبوی میں اس کی حد بندی کر دی ہے اور وہ (مکمل) دستور ہمارے پاس محفوظ ہے

(پہلا طبقہ) فوجی دستے یہ بحکم خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ، فرمانرواؤں کی زینت، دین و مذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں۔ رعیت کا نظم و نسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اس کے لیے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو درست بناتے اور ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں۔ پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقا کے لیے تیسرے طبقے کی ضروریات ہے کہ جو قضاۃ، عمال اور منشیان دفاتر کا ہے کہ جن کے ذریعے باہمی معاہدوں کی مضبوطی اور خراج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں ان کے ذریعہ وثوق و اطمینان حاصل کیا جاتا ہے اور سب کا دارومدار سوداگروں اور صناعوں پر ہے کہ وہ ان کی ضروریات کو فراہم کرتے ہیں بازار لگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے ان کی ضروریات کو مہیا کر

الصِّنَاعَاتِ فِيمَا يَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ مِنْ مَرَافِقِهِمْ، وَيُقِيمُونَهُ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ. وَيَكْفُونَهُمْ مِنَ التَّرَفُّقِ بِأَيْدِيهِمْ مَا لَا يَبْلُغُهُ رِفْقُ غَيْرِهِمْ
ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ أَهْلِ الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ الَّذِينَ يَحِقُّ رِفْدُهُمْ وَمَعُونَتُهُمْ وَفِي اللهِ لِكُلٍّ سَعَةٌ، وَلِكُلٍّ عَلَى الْوَالِي حَقٌّ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهُ. وَلَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِي مِنْ حَقِيقَةِ مَا أَلْزَمَهُ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا بِالِاهْتِمَامِ وَالِاسْتِعَانَةِ بِاللهِ وَتَوْطِينِ نَفْسِهِ عَلَى لُزُومِ الْحَقِّ، وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ فِيمَا خَفَّ عَلَيْهِ أَوْ ثَقُلَ. فَوَلِّ مِنْ جُنُودِكَ أَنْصَحَهُمْ فِي نَفْسِكَ لِلهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِإِمَامِكَ، وَأَنْقَاهُمْ جَيْبًا، وَأَفْضَلَهُمْ حِلْمًا مِمَّنْ يُبْطِئُ عَنِ الْغَضَبِ وَيَسْتَرِيحُ إِلَى الْعُذْرِ، وَيَرْأَفُ بِالضُّعَفَاءِ وَيَنْبُو عَلَى الْأَقْوِيَاءِ، وَمِمَّنْ لَا يُثِيرُهُ الْعُنْفُ وَلَا يَقْعُدُ بِهِ الضَّعْفُ. ثُمَّ الْصَقْ بِذَوِي الْأَحْسَابِ وَأَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ وَالسَّوَابِقِ الْحَسَنَةِ. ثُمَّ أَهْلِ النَّجْدَةِ وَالشَّجَاعَةِ وَالسَّخَاءِ وَالسَّمَاحَةِ فَإِنَّهُمْ جِمَاعٌ مِنَ الْكَرَمِ، وَشُعَبٌ مِنَ الْعُرْفِ. ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ أُمُورِهِمْ مَا يَتَفَقَّدُهُ الْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا، وَلَا يَتَفَاقَمَنَّ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ قَوَّيْتَهُمْ بِهِ. وَلَا تَحْقِرَنَّ لُطْفًا تَعَاهَدْتَهُمْ بِهِ وَإِنْ قَلَّ

انہیں خود مہیا کرتے سے آسودہ کر دیتے ہیں اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالے نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے کہ وہ ان کے لیے اتنا مہیا کرے جو ان کی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے ان تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا مگر اسی صورت میں کہ پوری طرح کوشش کرے اور اللہ سے مدد مانگے اور اپنے کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور چاہے اس کی طبیعت پر آسان ہو یا دشوار بہر حال اس کو برداشت کرے فوج کا سردار اس کو بنانا جو اپنے اللہ کا اور اپنے رسول کا اور تمہارے امام کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو سب سے زیادہ پاک دامن ہو اور بردباری میں نمایاں ہو۔ جلد غصہ میں نہ آجاتا ہو۔ عذر معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو۔ کمزوروں پر رحم کھاتا ہو اور طاقتوروں کے سامنے اکڑ جاتا ہو، نہ بدخوئی اسے جوش میں لے آتی ہو اور نہ پست ہمتی اسے بٹھا دیتی ہو۔ پھر ایسا ہونا چاہیے کہ تم بلند خاندان، نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور ہمت و شجاعت اور جود و سخاوت کے مالکوں سے اپنا ربط و ضبط بڑھاؤ کیونکہ یہی لوگ بزرگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ پھر ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو کہ جو ان کی تقویت کا سبب ہو تو اسے بڑا نہ سمجھنا، اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا (کہ اسے چھوڑ بیٹھو) کیونکہ اس حسن سلوک سے ان کی خیر خواہی کا جذبہ ابھرے گا اور حسن اعتماد میں اضافہ ہوگا اور اس خیال سے کہ تم نے ان کی بڑی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے کہیں ان کی چھوٹی ضرورتوں سے

فَإِنَّهُ دَاعِيَةٌ لَهُمْ إِلَى بَذْلِ النَّصِيحَةِ
لَكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ بِكَ ۔ وَلَا تَدَعْ تَفَقُّدَ
لَطِيفِ أُمُورِهِمُ اتِّكَالًا عَلَى جَسِيمِهَا فَإِنَّ
لِلْيَسِيرِ مِنْ لُطْفِكَ مَوْضِعًا يَنْتَفِعُونَ بِهِ ۔
وَلِلْجَسِيمِ مَوْقِعًا لَا يَسْتَغْنُونَ عَنْهُ ۔

وَلْيَكُنْ آثَرُ رُؤُوسِ جُنْدِكَ عِنْدَكَ
مَنْ وَاسَاهُمْ فِي مَعُونَتِهِ ، وَأَفْضَلَ
عَلَيْهِمْ مِنْ جِدَتِهِ بِمَا يَسَعُهُمْ وَيَسَعُ
مَنْ وَرَاءَهُمْ مِنْ خُلُوفِ أَهْلِيهِمْ حَتَّى
يَكُونَ هَمُّهُمْ هَمًّا وَاحِدًا فِي جِهَادِ
الْعَدُوِّ ۔ فَإِنَّ عَطْفَكَ عَلَيْهِمْ يَعْطِفُ
قُلُوبَهُمْ عَلَيْكَ ۔ وَإِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةِ
عَيْنِ الْوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي
الْبِلَادِ ، وَظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ ۔ وَ
إِنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ إِلَّا بِسَلَامَةِ
صُدُورِهِمْ ، وَلَا تَصِحُّ نَصِيحَتُهُمْ
إِلَّا بِحِيطَتِهِمْ عَلَى وُلَاةِ أُمُورِهِمْ وَ
قِلَّةِ اسْتِثْقَالِ دُوَلِهِمْ ، وَتَرْكِ
اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مُدَّتِهِمْ ۔ فَافْسَحْ
فِي آمَالِهِمْ ، وَوَاصِلْ فِي حُسْنِ الثَّنَاءِ
عَلَيْهِمْ ، وَتَعْدِيدِ مَا أَبْلَى ذَوُو الْبَلَاءِ
مِنْهُمْ ۔ فَإِنَّ كَثْرَةَ الذِّكْرِ لِحُسْنِ أَفْعَالِهِمْ
تَهُزُّ الشُّجَاعَ وَتُحَرِّضُ النَّاكِلَ إِنْ شَاءَ
اللهُ ۔ ثُمَّ اعْرِفْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا
أَبْلَى ، وَلَا تُضِيفَنَّ بَلَاءَ امْرِئٍ إِلَى

آنکھ بند نہ کر لینا۔ کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بات بھی اپنی
جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے۔ اور وہ بڑی ضرورتیں اپنی جگہ۔
اہمیت رکھتی ہیں، اور فوجی سرداروں میں تمہارے یہاں وہ
بلند منزلت سمجھا جائے۔ جو فوجیوں کی اعانت میں برابر کا حصہ
لیتا ہو۔ اور اپنے روپے پیسے سے اتنا سلوک کرتا ہو کہ جس
سے ان کا اور ان کے پیچھے رہ جانے والے بال بچوں کا
بخوبی گزارا ہو سکتا ہو۔ تاکہ وہ ساری فکروں سے بے فکر
ہو کر پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کریں۔ اس لیے
کہ فوجی سرداروں کے ساتھ تمہارا مہربانی سے پیش آنا ان کے
دلوں کو تمہاری طرف موڑ دے گا

حکمرانوں کے لیے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس
میں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے اور رعایا کی
محبت ظاہر ہوتی رہے اور ان کی محبت اسی وقت ظاہر ہوا
کرتی ہے کہ جب ان کے دلوں میں میل نہ ہو، اور ان کی خیر خواہی
اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد
حفاظت کے لیے گھیرا ڈالے رہیں۔ ان کا اقتدار سر پڑا بوجھ نہ
سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمہ کے لیے گھڑیاں گنیں
لہٰذا ان کی امیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا انہیں اچھے
لفظوں سے سراہتے رہنا اور ان کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا
اس لیے کہ ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش
میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے۔ انشاء
اللہ جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اسے پہچانتے رہنا
اور ایک کا کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کر دینا اور
اس کی حسن کارکردگی کا صلہ دینے میں کمی نہ کرنا اور کبھی ایسا
نہ کرنا کہ کسی شخص کی بلندی و رفعت کی وجہ سے اس کے

غَيْرِهِ، وَلَا تُقَصِّرَنَّ بِهِ دُونَ غَايَةِ بَلَائِهِ، وَلَا يَدْعُوَنَّكَ شَرَفُ امْرِئٍ إِلَى أَنْ تُعْظِمَ مِنْ بَلَائِهِ مَا كَانَ صَغِيرًا وَلَا ضَعَةُ امْرِئٍ إِلَى أَنْ تَسْتَصْغِرَ مِنْ بَلَائِهِ مَا كَانَ عَظِيمًا۔

وَارْدُدْ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ مَا يُضْلِعُكَ مِنَ الْخُطُوبِ وَيَشْتَبِهُ عَلَيْكَ مِنَ الْأُمُورِ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لِقَوْمٍ أَحَبَّ إِرْشَادَهُمْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ؛ فَالرَّدُّ إِلَى اللّٰهِ الْأَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهِ وَالرَّدُّ إِلَى الرَّسُولِ الْأَخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَامِعَةِ غَيْرِ الْمُفَرِّقَةِ۔

ثُمَّ اخْتَرْ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ أَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِي نَفْسِكَ مِمَّنْ لَا تَضِيقُ بِهِ الْأُمُورُ، وَلَا تُمَحِّكُهُ الْخُصُومُ، وَلَا يَتَمَادَى فِي الزَّلَّةِ، وَلَا يَحْصَرُ مِنَ الْفَيْءِ إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ، وَلَا تُشْرِفُ نَفْسُهُ عَلَى طَمَعٍ، وَلَا يَكْتَفِي بِأَدْنَى فَهْمٍ دُونَ أَقْصَاهُ، وَأَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ وَآخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَأَقَلَّهُمْ تَبَرُّمًا بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ، وَأَصْبَرَهُمْ عَلَى تَكَشُّفِ الْأُمُورِ، وَأَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّضَاحِ الْحُكْمِ

معمولی کام کو بڑا سمجھ لو اور کسی کے بڑے کام کو اس کے خود پست ہونے کی وجہ سے معمولی قرار دے لو۔

جب ایسی مشکلیں تمہیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات کہ جو مشتبہ ہو جائیں تو ان میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو، کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے ان کے لیے فرمایا ہے "اے ایمان دارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں اور اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو" تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ان متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں۔

پھر یہ کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو واقعات کی پیچیدگیوں سے ضیق میں نہ پڑ جاتا ہو، اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویہ سے غصہ میں آتا ہو۔ نہ اپنے کسی غلط نقطۂ نظر پر اڑا رہتا ہو، نہ حق کو پہچان کر اس کے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو، نہ اس کا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو، اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کئے ہوئے سرسری طور پر کسی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو۔ شک و شبہہ کے موقع پر قدم روک لیتا ہو، اور دلیل و حجت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو، فریقین کی بحثا بحثی سے اکتا نہ جاتا ہو۔ معاملات کی تحقیق میں بڑے صبر و ضبط سے کام لیتا ہو۔ اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو، تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو۔ وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور تاننا جنبہ داری

مِمَّنْ لَا يَزْدَهِيهِ إِطْرَاءٌ وَلَا يَسْتَمِيلُهُ
إِغْرَاءٌ. وَأُولٰئِكَ قَلِيلٌ. ثُمَّ أَكْثِرْ
تَعَاهُدَ قَضَائِهِ وَافْسَحْ لَهُ فِي الْبَذْلِ مَا
يُزِيلُ عِلَّتَهُ، وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى
النَّاسِ، وَأَعْطِهِ مِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْكَ
مَا لَا يَطْمَعُ فِيهِ غَيْرُهُ مِنْ خَاصَّتِكَ
لِيَأْمَنَ بِذٰلِكَ اغْتِيَالَ الرِّجَالِ لَهُ عِنْدَكَ.
فَانْظُرْ فِي ذٰلِكَ نَظَرًا بَلِيغًا، فَإِنَّ
هٰذَا الدِّينَ قَدْ كَانَ أَسِيرًا فِي أَيْدِي
الْأَشْرَارِ يُعْمَلُ فِيهِ بِالْهَوٰى، وَتُطْلَبُ
بِهِ الدُّنْيَا.

ثُمَّ انْظُرْ فِي أُمُورِ عُمَّالِكَ

فَاسْتَعْمِلْهُمُ اخْتِبَارًا، وَلَا تُوَلِّهِمْ
مُحَابَاةً وَأَثَرَةً، فَإِنَّهُمَا جِمَاعٌ مِنْ
شُعَبِ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ، وَتَوَخَّ مِنْهُمْ
أَهْلَ التَّجْرِبَةِ وَالْحَيَاءِ مِنْ أَهْلِ
الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ وَالْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ
الْمُتَقَدِّمَةِ، فَإِنَّهُمْ أَكْرَمُ أَخْلَاقًا، وَ
أَصَحُّ أَعْرَاضًا وَأَقَلُّ فِي الْمَطَامِعِ
إِشْرَافًا، وَأَبْلَغُ فِي عَوَاقِبِ الْأُمُورِ
نَظَرًا ثُمَّ أَسْبِغْ عَلَيْهِمُ الْأَرْزَاقَ
فَإِنَّ ذٰلِكَ قُوَّةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِصْلَاحِ
أَنْفُسِهِمْ، وَغِنًى لَهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَا
تَحْتَ أَيْدِيهِمْ وَحُجَّةٌ عَلَيْهِمْ إِنْ
خَالَفُوا أَمْرَكَ أَوْ ثَلَمُوا أَمَانَتَكَ ثُمَّ

پر آمادہ نہ کر دے۔ اگرچہ ایسے لوگ کم ہی ملتے ہیں۔ پھر یہ
کہ تم خود ان کے فیصلوں کا بار بار جائزہ لیتے رہنا۔ دل
کھول کر انہیں اتنا دینا کہ جو ان کے ہر عذر کو غیر مسموع بنا دے
اور لوگوں کی انہیں کوئی احتیاج نہ رہے۔ اپنے ہاں
انہیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمہارے دربار رس لوگ
انہیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں، تاکہ وہ تمہارے
التفات کی وجہ سے لوگ کی سازش سے محفوظ رہیں اس بارے
میں انتہائی بالغ نظری سے کام لینا۔ کیونکہ (اس سے پہلے)
یہ دین بدکرداروں کے پنجے میں اسیر رہ چکا ہے جس میں نفسانی
خواہشوں کی کارفرمائی تھی، اور اسے دنیا طلبی کا ایک ذریعہ
بنا لیا گیا تھا۔

پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا ان
کو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا کبھی صرف رعایت اور
جانبداری کی بناء پر انہیں منصب عطا نہ کرنا۔ اس لیے کہ
یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں اور ایسے
لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ و غیرت مند ہوں۔ ایسے
خاندانوں میں سے جو اچھے ہوں۔ اور جن کی خدمات اسلام
کے سلسلہ میں پہلے سے ہوں کیونکہ ایسے لوگ بلند
اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں۔ حرص و
طمع کی طرف کم جھکتے ہیں، اور عواقب و نتائج پر زیادہ نظر
رکھتے ہیں۔ پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا، کیونکہ
اس سے انہیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد
ملے گی، اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے، جو ان
ہاتھوں میں بطور امانت ہو گا۔ اس کے بعد بھی وہ تمہارے
حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں۔ تو

أَعْمَالَهُمْ، وَابْعَثِ الْعُيُونَ مِنْ أَهْلِ الصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ تَعَاهُدَكَ فِي السِّرِّ لِأُمُورِهِمْ حَدْوَةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْأَمَانَةِ وَالرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ. وَتَحَفَّظْ مِنَ الْأَعْوَانِ، فَإِنْ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَسَطَ يَدَهُ إِلَى خِيَانَةٍ اجْتَمَعَتْ بِهَا عَلَيْهِ عِنْدَكَ أَخْبَارُ عُيُونِكَ اكْتَفَيْتَ بِذٰلِكَ شَاهِدًا، فَبَسَطْتَ عَلَيْهِ الْعُقُوبَةَ فِي بَدَنِهِ وَأَخَذْتَهُ بِمَا أَصَابَ مِنْ عَمَلِهِ ثُمَّ نَصَبْتَهُ بِمَقَامِ الْمَذَلَّةِ وَوَسَمْتَهُ بِالْخِيَانَةِ وَقَلَّدْتَهُ عَارَ التُّهَمَةِ.

وَتَفَقَّدْ أَمْرَ الْخَرَاجِ بِمَا يُصْلِحُ أَهْلَهُ، فَإِنَّ فِي صَلَاحِهِ وَصَلَاحِهِمْ صَلَاحًا لِمَنْ سِوَاهُمْ، وَلَا صَلَاحَ لِمَنْ سِوَاهُمْ إِلَّا بِهِمْ لِأَنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ عِيَالٌ عَلَى الْخَرَاجِ وَأَهْلِهِ. وَلْيَكُنْ نَظَرُكَ فِي عِمَارَةِ الْأَرْضِ أَبْلَغَ مِنْ نَظَرِكَ فِي اسْتِجْلَابِ الْخَرَاجِ لِأَنَّ ذٰلِكَ لَا يُدْرَكُ إِلَّا بِالْعِمَارَةِ وَمَنْ طَلَبَ الْخَرَاجَ بِغَيْرِ عِمَارَةٍ أَخْرَبَ الْبِلَادَ وَأَهْلَكَ الْعِبَادَ. وَلَمْ يَسْتَقِمْ أَمْرُهُ إِلَّا قَلِيلًا فَإِنْ شَكَوْا ثِقَلًا أَوْ عِلَّةً أَوِ انْقِطَاعَ شِرْبٍ أَوْ بَالَّةٍ أَوْ إِحَالَةَ أَرْضٍ اغْتَمَرَهَا غَرَقٌ أَوْ

تمہاری حجت ان پر قائم ہوگی۔ پھر ان کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچے اور وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی انہیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہوگی۔ خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا۔ اگر ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں، تو شہادت کے لیے بس اسے کافی سمجھنا اسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے، اسے واپس لینا اور اسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا، اور خیانت کی رسوائیوں کے ساتھ اسے روشناس کرانا اور ننگ و رسوائی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دینا۔

مالگذاری کے معاملہ میں مالگذاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ باج اور باجگزاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کیے جا سکتے ہیں سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں۔ اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو آباد کیے بغیر خراج چاہتا ہے، وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے اور اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔

اب اگر وہ خراج کی گرانباری یا کسی آفت ناگہانی یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث اس کے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کرنا

أَجْحَفَ بِهَا عَطَشٌ خَفَّفْتَ عَنْهُمْ بِمَا تَرْجُوا أَنْ يَصْلُحَ بِهِ أَمْرُهُمْ، وَلَا يَثْقُلَنَّ عَلَيْكَ شَيْءٌ خَفَّفْتَ بِهِ الْمَؤُونَةَ عَنْهُمْ فَإِنَّهُ ذُخْرٌ يَعُودُونَ بِهِ عَلَيْكَ فِي عِمَارَةِ بِلَادِكَ وَتَزْيِينِ وِلَايَتِكَ مَعَ اسْتِجْلَابِكَ حُسْنَ ثَنَائِهِمْ وَتَبَجُّحِكَ بِاسْتِفَاضَةِ الْعَدْلِ فِيهِمْ مُعْتَمِداً فَضْلَ قُوَّتِهِمْ بِمَا ذَخَرْتَ عِنْدَهُمْ مِنْ إِجْمَامِكَ لَهُمْ وَالثِّقَةَ مِنْهُمْ بِمَا عَوَّدْتَهُمْ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ فِي رِفْقِكَ بِهِمْ فَرُبَّمَا حَدَثَ مِنَ الْأُمُورِ مَا إِذَا عَوَّلْتَ فِيهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدُ احْتَمَلُوهُ طَيِّبَةً أَنْفُسُهُمْ بِهِ، فَإِنَّ الْعُمْرَانَ مُحْتَمِلٌ مَا حَمَّلْتَهُ وَإِنَّمَا يُؤْتَى خَرَابُ الْأَرْضِ مِنْ إِعْوَازِ أَهْلِهَا وَإِنَّمَا يُعْوِزُ أَهْلُهَا لِإِشْرَافِ أَنْفُسِ الْوُلَاةِ عَلَى الْجَمْعِ، وَسُوءِ ظَنِّهِمْ بِالْبَقَاءِ، وَقِلَّةِ انْتِفَاعِهِمْ بِالْعِبَرِ.

ثُمَّ انْظُرْ فِي حَالِ كُتَّابِكَ فَوَلِّ عَلَى أُمُورِكَ خَيْرَهُمْ، وَاخْصُصْ رَسَائِلَكَ الَّتِي تُدْخِلُ فِيهَا مَكَائِدَكَ وَأَسْرَارَكَ بِأَجْمَعِهِمْ لِوُجُودِ صَالِحِ الْأَخْلَاقِ، مِمَّنْ لَا تُبْطِرُهُ الْكَرَامَةُ فَيَجْتَرِئَ بِهَا عَلَيْكَ فِي خِلَافٍ لَكَ بِحَضْرَةِ مَلَإٍ، وَلَا تُقَصِّرُ بِهِ الْغَفْلَةُ عَنْ إِيرَادِ

دو جس سے تمہیں ان کے حالات کے سدھرنے کی توقع ہو، اور ان کے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے اور اس کے ساتھ تم ان سے خراج تحسین اور عدل قائم کرنے کی وجہ سے مسرت بے پایاں بھی حاصل کر سکو گے اور اپنے اس حسن سلوک کی وجہ سے کہ جس کا ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے تم (آڑے وقت پر) ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کر سکو گے اور رحم و رافت کے جلو میں جس سیرت عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے، اس کے سبب سے تمہیں ان پر وثوق و اعتماد ہو سکے گا، اس کے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیب خاطر جھیل لے جائیں گے۔ کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لادو گے، وہ اٹھا لے گا، اور زمین کی تباہی تو اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں اور ان کی تنگ دستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

پھر یہ کہ اپنے منشیان دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا اپنے معاملات ان کے سپرد کرنا جو ان میں بہتر ہوں اور اپنے ان فرامین کو جن میں مخفی تدابیر اور (مملکت کے) رموز و اسرار درج ہوتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ ان کے حوالے کرنا جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں جنہیں اعزاز

مُكَاتَبَاتِ عُمَّالِكَ عَلَيْكَ، وَإِصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَى الصَّوَابِ عَنْكَ وَفِيمَا يَأْخُذُ لَكَ وَيُعْطِي مِنْكَ۔ وَلَا يُضْعِفُ عَقْدًا اعْتَقَدَهُ لَكَ، وَلَا يَعْجِزُ عَنْ إِطْلَاقِ مَا عُقِدَ عَلَيْكَ، وَلَا يَجْهَلُ مَبْلَغَ قَدْرِ نَفْسِهِ فِي الْأُمُورِ، فَإِنَّ الْجَاهِلَ بِقَدْرِ نَفْسِهِ يَكُونُ بِقَدْرِ غَيْرِهِ أَجْهَلَ، ثُمَّ لَا يَكُنِ اخْتِيَارُكَ إِيَّاهُمْ عَلَى فِرَاسَتِكَ وَاسْتِنَامَتِكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ مِنْكَ فَإِنَّ الرِّجَالَ يَتَعَرَّفُونَ لِفِرَاسَاتِ الْوُلَاةِ بِتَصَنُّعِهِمْ وَحُسْنِ خِدْمَتِهِمْ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ النَّصِيحَةِ وَالْأَمَانَةِ شَيْءٌ، وَلٰكِنِ اخْتَبِرْهُمْ بِمَا وَلُوا لِلصَّالِحِينَ قَبْلَكَ فَاعْمِدْ لِأَحْسَنِهِمْ كَانَ فِي الْعَامَّةِ أَثَرًا، وَأَعْرَفِهِمْ بِالْأَمَانَةِ وَجْهًا، فَإِنَّ ذٰلِكَ دَلِيلٌ عَلَى نَصِيحَتِكَ لِلّٰهِ وَلِمَنْ وُلِّيتَ أَمْرَهُ، وَاجْعَلْ لِرَأْسِ كُلِّ أَمْرٍ مِنْ أُمُورِكَ رَأْسًا مِنْهُمْ لَا يَقْهَرُهُ كَبِيرُهَا، وَلَا يَتَشَتَّتُ عَلَيْهِ كَثِيرُهَا وَمَهْمَا كَانَ فِي كُتَّابِكَ مِنْ عَيْبٍ فَتَغَابَيْتَ عَنْهُ أُلْزِمْتَهُ۔

ثُمَّ اسْتَوْصِ بِالتُّجَّارِ وَذَوِي الصِّنَاعَاتِ وَأَوْصِ بِهِمْ خَيْرًا:

کا حاصل ہونا سرکش نہ بنائے کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں اور ایسے بے پروانہ ہوں کہ لین دین کے بارے میں جو تم سے متعلق ہوں تمہارے کارندوں کے خطوط تمہارے سامنے پیش کرنے اور ان کے مناسب جوابات روانہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں اور وہ کہ تمہارے حق میں جو معاہدہ کریں اس میں کوئی خامی نہ رہنے دیں اور نہ تمہارے خلاف کسی سازباز کا توڑ کرنے میں کمزوری دکھائیں اور وہ معاملات میں اپنے صحیح مرتبہ اور مقام سے ناآشنا نہ ہوں کیونکہ جو اپنا صحیح مقام نہیں پہچانتا وہ دوسروں کے قدر و مقام سے اور بھی زیادہ ناواقف ہو گا۔ پھر یہ کہ ان کا انتخاب تمہیں اپنی فراست، خوش اعتمادی اور حسن ظن کی بناء پر نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ لوگ تصنع اور حسن خدمات کے ذریعہ حکمرانوں کی نظروں میں سما کر تعارف کی راہیں نکال لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں ذرا بھی خیر خواہی اور امانت داری کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لیکن تم انہیں ان خدمات سے پرکھو۔ جو تم سے پہلے وہ نیک حاکموں کے ماتحت رہ کر انجام دے چکے ہوں تو جو عوام میں نیک نام اور امانت داری کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہوں ان کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔ اس لیے کہ ایسا کرنا اس کی دلیل ہو گا کہ تم اللہ کے مخلص اور اپنے امام کے خیر خواہ ہو۔ تمہیں محکمۂ تحریر کے ہر شعبہ پر ایک ایک افسر مقرر کرنا چاہیئے۔ جو اس شعبہ کے بڑے سے بڑے کام سے عاجز نہ ہو، اور کام کی زیادتی سے بوکھلا نہ اٹھے۔ یاد رکھو! کہ ان منشیوں میں جو بھی عیب ہو گا۔ اور تم اس سے آنکھ بند رکھو گے، اس کی ذمہ دار تم پر ہو گی۔

الْمُقِيمِ مِنْهُمْ، وَالْمُضْطَرِبِ بِمَالِهِ، وَالْمُتَرَفِّقِ بِبَدَنِهِ، فَإِنَّهُمْ مَوَادُّ الْمَنَافِعِ وَأَسْبَابُ الْمَرَافِقِ وَجُلَّابُهَا مِنَ الْمَبَاعِدِ وَالْمَطَارِحِ، فِي بَرِّكَ وَبَحْرِكَ وَسَهْلِكَ وَجَبَلِكَ، وَحَيْثُ لَا يَلْتَئِمُ النَّاسُ لِمَوَاضِعِهَا وَلَا يَجْتَرِئُونَ عَلَيْهَا. فَإِنَّهُمْ سِلْمٌ لَا تُخَافُ بَائِقَتُهُ، وَصُلْحٌ لَا تُخْشَى غَائِلَتُهُ. وَتَفَقَّدْ أُمُورَهُمْ بِحَضْرَتِكَ وَفِي حَوَاشِي بِلَادِكَ. وَاعْلَمْ مَعَ ذٰلِكَ أَنَّ فِي كَثِيرٍ مِنْهُمْ ضِيقًا فَاحِشًا وَشُحًّا قَبِيحًا، وَاحْتِكَارًا لِلْمَنَافِعِ وَتَحَكُّمًا فِي الْبِيَاعَاتِ، وَذٰلِكَ بَابُ مَضَرَّةٍ لِلْعَامَّةِ وَعَيْبٌ عَلَى الْوُلَاةِ. فَامْنَعْ مِنَ الْاِحْتِكَارِ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنَعَ مِنْهُ، وَلْيَكُنِ الْبَيْعُ بَيْعًا سَمْحًا: بِمَوَازِينِ عَدْلٍ وَأَسْعَارٍ لَا تُجْحِفُ بِالْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعِ، فَمَنْ قَارَفَ حُكْرَةً بَعْدَ نَهْيِكَ إِيَّاهُ فَنَكِّلْ بِهِ، وَعَاقِبْهُ فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ. ثُمَّ اللهَ اللهَ فِي الطَّبَقَةِ السُّفْلَى مِنَ الَّذِينَ لَا حِيلَةَ لَهُمْ وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُحْتَاجِينَ وَأَهْلِ الْبُؤْسَى وَالزَّمْنَى، فَإِنَّ فِي هٰذِهِ الطَّبَقَةِ قَانِعًا وَمُعْتَرًّا، وَاحْفَظْ لِلّٰهِ

پھر تمہیں تاجروں اور صناعوں کے خیال اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمہیں دوسروں کو ان کے متعلق ہدایت کرنا ہے خواہ وہ ایک جگہ رہ کر بیوپار کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت (مزدوری یا دستکاری) سے کمانے والے ہوں کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کے مہیا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان ضروریات کو خشکیوں تریوں، میدانی علاقوں اور پہاڑوں ایسے دور افتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے کہ جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں۔ ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں، تم ان کی خبر گیری کرتے رہنا۔ ہاں! اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں، جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں جو نفع اندوزی کے لیے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ معین کر لیتے ہیں۔ یہ چیز عوام کے لیے نقصان دہ، اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور خرید و فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ بسہولت ہونا چاہیے کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو۔ اس کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب ہو تو اسے مناسب حد تک سزا دینا۔ پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا پسماندہ و افتادہ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی سہارا نہیں

مَا اسْتَحْفَظَكَ مِنْ حَقِّهِ فِيهِمْ، وَ
اجْعَلْ لَهُمْ قِسْماً مِنْ غَلَّاتِ صَوَافِي
الْإِسْلَامِ فِي كُلِّ بَلَدٍ، فَإِنَّ لِلْأَقْصَى
مِنْهُمْ مِثْلَ الَّذِي لِلْأَدْنَى. وَكُلٌّ قَدِ
اسْتُرْعِيتَ حَقَّهُ فَلَا يَشْغَلَنَّكَ عَنْهُمْ
بَطَرٌ، فَإِنَّكَ لَا تُعْذَرُ بِتَضْيِيعِكَ
التَّافِهَ لِإِحْكَامِكَ الْكَثِيرَ الْمُهِمَّ، فَلَا
تُشْخِصْ هَمَّكَ عَنْهُمْ، وَلَا تُصَعِّرْ
خَدَّكَ لَهُمْ، وَتَفَقَّدْ أُمُورَ مَنْ لَا
يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْهُمْ مِمَّنْ تَقْتَحِمُهُ
الْعُيُونُ وَ تَحْقِرُهُ الرِّجَالُ، فَفَرِّغْ
لِأُولَئِكَ ثِقَتَكَ مِنْ أَهْلِ الْخَشْيَةِ
وَالتَّوَاضُعِ، فَلْيَرْفَعْ إِلَيْكَ أُمُورَهُمْ،
ثُمَّ اعْمَلْ فِيهِمْ بِالْإِعْذَارِ إِلَى اللهِ
يَوْمَ تَلْقَاهُ، فَإِنَّ هَؤُلَاءِ مِنْ بَيْنِ
الرَّعِيَّةِ أَحْوَجُ إِلَى الْإِنْصَافِ مِنْ
غَيْرِهِمْ وَكُلٌّ فَأَعْذِرْ إِلَى اللهِ فِي
تَأْدِيَةِ حَقِّهِ إِلَيْهِ. وَتَعَهَّدْ أَهْلَ الْيُتْمِ
وَذَوِي الرِّقَّةِ فِي السِّنِّ مِمَّنْ لَا حِيلَةَ
لَهُ وَلَا يَنْصِبُ لِلْمَسْأَلَةِ نَفْسَهُ، وَ
ذَلِكَ عَلَى الْوُلَاةِ ثَقِيلٌ وَالْحَقُّ كُلُّهُ
ثَقِيلٌ. وَقَدْ يُخَفِّفُهُ اللهُ عَلَى
أَقْوَامٍ طَلَبُوا الْعَاقِبَةَ فَصَبَّرُوا
أَنْفُسَهُمْ وَوَثِقُوا بِصِدْقِ مَوْعُودِ
اللهِ لَهُمْ.

ہونا۔ وہ مسکینوں، محتاجوں، فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے
ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کی
صورت سوال ہوتی ہے۔ اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے
میں اس کے اس حق کی حفاظت کرنا جس کا اس نے تمہیں
ذمہ دار بنایا ہے۔ ان کے لیے ایک حصہ بیت المال سے
معین کر دینا اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو
اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو کیونکہ اس میں دور
والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے اور
تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمہ دار بنائے گئے
ہو۔ لہٰذا تمہیں دولت کی سرمستی ان سے غافل نہ کر دے کیونکہ
کسی معمولی بات کو اس لیے نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ تم نے
بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے۔ لہٰذا اپنی توجہ ان
سے نہ ہٹانا اور نہ تکبر کے ساتھ ان کی طرف سے اپنا رخ پھیرنا
اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں
سکتے جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی اور لوگ
انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے۔ تم ان کے لیے اپنے
کسی بھروسے کے آدمی کو جو خوف خدا رکھنے والا اور متواضع ہو
مقرر کر دینا کہ وہ ان کے حالات تم تک پہنچاتا رہے
پھر ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کرنا جس سے کہ قیامت
کے روز اللہ کے سامنے حجت پیش کر سکو کیونکہ رعیت میں
دوسروں سے زیادہ یہ انصاف کے محتاج ہیں اور یوں تو سب
ہی ایسے ہیں کہ تمہیں ان کے حقوق سے عہدہ برآ ہو کر اللہ کے
سامنے سرخرو ہونا ہے اور دیکھو یتیموں اور سال خوردہ بوڑھوں
کا خیال رکھنا، کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں اور نہ سوال کے
لیے اٹھتے ہیں اور یہی وہ کام ہے جو حکام پر گراں گزرا کرتا ہے

وَاجْعَلْ لِذَوِي الْحَاجَاتِ مِنْكَ
قِسْماً تُفَرِّغُ لَهُمْ فِيهِ شَخْصَكَ،
وَتَجْلِسُ لَهُمْ مَجْلِساً عَامّاً
فَتَتَوَاضَعُ فِيهِ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَكَ وَ
تُقْعِدُ عَنْهُمْ جُنْدَكَ وَأَعْوَانَكَ
مِنْ أَحْرَاسِكَ وَشُرَطِكَ، حَتّٰى
يُكَلِّمَكَ مُتَكَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ
فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ فِي غَيْرِ مَوْطِنٍ لَنْ
تُقَدَّسَ أُمَّةٌ لَا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيفِ
فِيهَا مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ ثُمَّ
احْتَمِلِ الْخُرْقَ مِنْهُمْ وَالْعِيَّ، وَ
نَحِّ عَنْهُمُ الضِّيقَ وَالْأَنَفَ يَبْسُطِ
اللّٰهُ عَلَيْكَ بِذٰلِكَ أَكْنَافَ رَحْمَتِهِ،
وَيُوجِبْ لَكَ ثَوَابَ طَاعَتِهِ. وَ
أَعْطِ مَا أَعْطَيْتَ هَنِيئاً، وَامْنَعْ
فِي إِجْمَالٍ وَإِعْذَارٍ. ثُمَّ أُمُورٌ
مِنْ أُمُورِكَ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ مُبَاشَرَتِهَا،
مِنْهَا إِجَابَةُ عُمَّالِكَ بِمَا يَعْيَى
عَنْهُ كُتَّابُكَ وَمِنْهَا إِصْدَارُ
حَاجَاتِ النَّاسِ يَوْمَ وُرُودِهَا
عَلَيْكَ بِمَا تَحْرَجُ بِهِ صُدُورُ
أَعْوَانِكَ. وَأَمْضِ لِكُلِّ يَوْمٍ عَمَلَهُ
فَإِنَّ لِكُلِّ يَوْمٍ مَا فِيهِ، وَاجْعَلْ
لِنَفْسِكَ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ

ہاں خدا ان لوگوں کے لیے جو عقبیٰ کے طلب گار رہتے ہیں۔ اس کی گرانیوں کو ہلکا کر دیتا ہے وہ اسے اپنی ذات پر جھیل لے جاتے ہیں اور اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجتمندوں کے لیے معین کر دینا جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کے لیے مخصوص ہو جانا اور ان کے لیے ایک عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لیے تواضع و انکساری سے کام لینا اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا تاکہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی موقعوں پر فرماتے سنا ہے کہ "اس قوم میں پاکیزگی نہیں آ سکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا۔" پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں، تو اسے برداشت کرنا اور تنگ دلی اور نخوت کو ان کے مقابلہ میں پاس نہ آنے دینا۔ اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کو پھیلا دے گا، اور اپنی فرماں برداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا اور جو حسن سلوک کرنا اس طرح کہ چہرے پر شکن نہ آنے اور نہ دینا تو اچھے طریقے سے عذر خواہی کر لینا۔

پھر کچھ امور ایسے ہیں کہ جنہیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہئیں۔ ان میں سے ایک حکام کے ان مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمہارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں اور ایک لوگوں کی حاجتیں جب تمہارے سامنے پیش ہوں اور تمہارے عملہ کے ارکان ان سے جی چرائیں تو خود انہیں انجام دینا ہے۔ روز کا کام اسی روز ختم کر دیا کرو، کیونکہ ہر دن

أَفْضَلَ تِلْكَ الْمَوَاقِيتِ وَأَجْزَلَ تِلْكَ الْأَقْسَامِ وَإِنْ كَانَتْ كُلُّهَا لِلّٰهِ إِذَا صَلَحَتْ فِيهَا النِّيَّةُ وَسَلِمَتْ مِنْهَا الرَّعِيَّةُ۔

وَلْيَكُنْ فِي خَاصَّةِ مَا تُخْلِصُ بِهِ لِلّٰهِ دِينَكَ إِقَامَةُ فَرَائِضِهِ الَّتِي هِيَ لَهُ خَاصَّةً، فَأَعْطِ اللّٰهَ مِنْ بَدَنِكَ فِي لَيْلِكَ وَنَهَارِكَ، وَوَفِّ مَا تَقَرَّبْتَ بِهِ إِلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ كَامِلًا غَيْرَ مَثْلُومٍ وَلَا مَنْقُوصٍ بَالِغًا مِنْ بَدَنِكَ مَا بَلَغَ. وَإِذَا أَقَمْتَ فِي صَلَاتِكَ لِلنَّاسِ فَلَا تَكُونَنَّ مُنَفِّرًا وَلَا مُضَيِّعًا، فَإِنَّ فِي النَّاسِ مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَلَهُ الْحَاجَةُ. وَقَدْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَجَّهَنِي إِلَى الْيَمَنِ كَيْفَ أُصَلِّي بِهِمْ فَقَالَ صَلِّ بِهِمْ كَصَلَاةِ أَضْعَفِهِمْ وَكُنْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا۔

وَأَمَّا بَعْدُ فَلَا تُطَوِّلَنَّ احْتِجَابَكَ مِنْ رَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ احْتِجَابَ الْوُلَاةِ عَنِ الرَّعِيَّةِ شُعْبَةٌ مِنَ الضِّيقِ، وَقِلَّةُ عِلْمٍ بِالْأُمُورِ وَالْاِحْتِجَابُ مِنْهُمْ يَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ مَا احْتَجَبُوا دُونَهُ، فَيَصْغُرُ عِنْدَهُمُ الْكَبِيرُ، وَيَعْظُمُ الصَّغِيرُ وَيَقْبُحُ الْحَسَنُ وَيَحْسُنُ الْقَبِيحُ وَيُشَابُ الْحَقُّ

اپنے ہی کام کے لیے مخصوص ہوتا ہے اور اپنے اوقات کا بہتر و افضل حصہ اللہ کی عبادت کے لیے خاص کر دینا۔ اگرچہ وہ تمام کام بھی اللہ ہی کے لیے ہیں جب نیت بخیر ہو اور ان سے رعیت کی خوش حالی ہو۔

ان مخصوص اشغال میں سے کہ جن کے ساتھ تم خلوص کے ساتھ اللہ کے لیے اپنے دینی فریضہ کو ادا کرتے ہو ان واجبات کی انجام دہی ہونا چاہیئے جو اس کی ذات سے مخصوص ہیں تم شب و روز کے اوقات میں اپنی جسمانی طاقتوں کا کچھ حصہ اللہ کے سپرد کر دو اور جو عبادت بھی تقریب الٰہی کی غرض سے بجالانا ایسی ہو کہ نہ اس میں کوئی خلل ہو، اور نہ کوئی نقص چاہے اس میں تمہیں کتنی جسمانی زحمت اٹھانا پڑے اور دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دے کر) لوگوں کو بے زار کر دو، اور نہ ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے اس لیے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ چنانچہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ انہیں نماز کس طرح پڑھاؤں تو فرمایا کہ جیسی ان میں سب سے زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہو سکتی ہے، اور تمہیں مومنوں کے حال پر مہربان ہونا چاہیئے

اس کے بعد یہ خیال رہے کہ رعایا سے عرصہ تک روپوشی اختیار نہ کرنا کیونکہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے اور یہ روپوشی انہیں بھی ان امور پر مطلع ہونے سے روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی، اور چھوٹی چیز بڑی، اچھائی برائی

بِالْبَاطِلِ، وَإِنَّمَا الْوَالِي بَشَرٌ لَا يَعْرِفُ مَا تَوَارَى عَنْهُ النَّاسُ بِهِ مِنَ الْأُمُورِ، وَلَيْسَتْ عَلَى الْحَقِّ سِمَاتٌ تُعْرَفُ بِهَا ضُرُوبُ الصِّدْقِ مِنَ الْكَذِبِ، وَإِنَّمَا أَنْتَ أَحَدُ رَجُلَيْنِ: إِمَّا امْرُؤٌ سَخَتْ نَفْسُكَ بِالْبَذْلِ فِي الْحَقِّ فَفِيمَ احْتِجَابُكَ مِنْ وَاجِبِ حَقٍّ تُعْطِيهِ، أَوْ فِعْلٍ كَرِيمٍ تُسْدِيهِ، أَوْ مُبْتَلًى بِالْمَنْعِ فَمَا أَسْرَعَ كَفَّ النَّاسِ عَنْ مَسْأَلَتِكَ إِذَا أَيِسُوا مِنْ بَذْلِكَ مَعَ أَنَّ أَكْثَرَ حَاجَاتِ النَّاسِ إِلَيْكَ مِمَّا لَا مَؤُونَةَ فِيهِ إِلَيْكَ، وَمِنْ شَكَاةِ مَظْلِمَةٍ، أَوْ طَلَبِ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ.

ثُمَّ إِنَّ لِلْوَالِي خَاصَّةً وَبِطَانَةً فِيهِمُ اسْتِئْثَارٌ وَتَطَاوُلٌ، وَقِلَّةُ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ فَاحْسِمْ مَادَّةَ أُولَئِكَ بِقَطْعِ أَسْبَابِ تِلْكَ الْأَحْوَالِ. وَلَا تُقْطِعَنَّ لِأَحَدٍ مِنْ حَاشِيَتِكَ وَحَامَّتِكَ قَطِيعَةً وَلَا يَطْمَعَنَّ مِنْكَ فِي اعْتِقَادِ عُقْدَةٍ تَضُرُّ بِمَنْ يَلِيهَا مِنَ النَّاسِ فِي شِرْبٍ أَوْ عَمَلٍ مُشْتَرَكٍ يَحْمِلُونَ مَؤُونَتَهُ عَلَى غَيْرِهِمْ، فَيَكُونَ مَهْنَأُ ذَلِكَ لَهُمْ دُونَكَ، وَعَيْبُهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

اور برائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے۔ اور حق باطل کے ساتھ مل جل جاتا ہے اور حکمران بھی آخر ایسا ہی بشر ہوتا ہے۔ جو ناواقف رہے گا ان معاملات سے جو لوگ اس سے پوشیدہ کریں، اور حق کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں ہوا کرتے کہ جس کے ذریعے جھوٹ سے سچ کی قسموں کو الگ کر کے پہچان لیا جائے۔ اور پھر تم دو ہی طرح کے آدمی ہو سکتے ہو۔ یا تو تم ایسے ہو کہ تمہارا نفس حق کی ادائیگی کے لیے آمادہ ہے تو پھر واجب حقوق ادا کرنے اور اچھے کام کر گزرنے سے منہ چھپانے کی ضرورت کیا؛ اور یا تم ایسے ہو کہ لوگوں کو تم سے کورا جواب ہی ملتا ہے تو جب لوگ تمہاری عطا سے مایوس ہو جائیں گے تو خود ہی بہت جلد تم سے مانگنا چھوڑ دیں گے اور پھر یہ کہ لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہوں گی۔ جن سے تمہاری جیب پر کوئی بار نہیں پڑتا۔ جیسے کسی کے ظلم کی شکایت یا کسی معاملہ میں انصاف کا مطالبہ۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ حکام کے کچھ خواص اور سر چڑھے لوگ ہوا کرتے ہیں جن میں خود غرضی دست درازی اور بد معاملگی ہوا کرتی ہے۔ تم کو ان حالات کے پیدا ہونے کی وجوہ ختم کر کے اس گندے مواد کو ختم کر دینا چاہیئے اور دیکھو! اپنے کسی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو جاگیر نہ دینا اور اُسے تم سے توقع نہ بندھنا چاہیئے۔ کسی ایسی زمین پر قبضہ کرنے کی جو آبپاشی یا کسی مشترکہ معاملہ میں اس کے آس پاس کے لوگوں کے لیے ضرر کی باعث ہو، یوں کہ اس کا بوجھ دوسرے پر ڈال دے اس صورت میں اس کے خوشگوار مزے تو اس کے لیے ہوں گے نہ تمہارے لیے مگر اس کا بدنما دھبہ دنیا و آخرت میں تمہارے دامن پر رہ

وَأَلْزِمِ الْحَقَّ مَنْ لَزِمَهُ مِنَ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ، وَكُنْ فِي ذٰلِكَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَاقِعًا ذٰلِكَ مِنْ قَرَابَتِكَ وَخَاصَّتِكَ حَيْثُ وَقَعَ وَابْتَغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَثْقُلُ عَلَيْكَ مِنْهُ فَإِنَّ مَغَبَّةَ ذٰلِكَ مَحْمُودَةٌ۔

وَإِنْ ظَنَّتِ الرَّعِيَّةُ بِكَ حَيْفًا فَأَصْحِرْ لَهُمْ بِعُذْرِكَ، وَاعْدِلْ عَنْكَ ظُنُونَهُمْ بِإِصْحَارِكَ، فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ رِيَاضَةً مِنْكَ لِنَفْسِكَ، وَرِفْقًا بِرَعِيَّتِكَ، وَإِعْذَارًا تَبْلُغُ بِهِ حَاجَتَكَ مِنْ تَقْوِيمِهِمْ عَلَى الْحَقِّ۔

وَلَا تَدْفَعَنَّ صُلْحًا دَعَاكَ إِلَيْهِ عَدُوُّكَ وَلِلّٰهِ فِيهِ رِضًى، فَإِنَّ فِي الصُّلْحِ دَعَةً لِجُنُودِكَ وَرَاحَةً مِنْ هُمُومِكَ وَأَمْنًا لِبِلَادِكَ وَلٰكِنَّ الْحَذَرَ كُلَّ الْحَذَرِ مِنْ عَدُوِّكَ بَعْدَ صُلْحِهِ فَإِنَّ الْعَدُوَّ رُبَّمَا قَارَبَ لِيَتَغَفَّلَ، فَخُذْ بِالْحَزْمِ وَاتَّهِمْ فِي ذٰلِكَ حُسْنَ الظَّنِّ۔ وَإِنْ عَقَدْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ عَدُوِّكَ عُقْدَةً أَوْ أَلْبَسْتَهُ مِنْكَ ذِمَّةً فَحُطْ عَهْدَكَ بِالْوَفَاءِ، وَارْعَ ذِمَّتَكَ بِالْأَمَانَةِ، وَاجْعَلْ نَفْسَكَ جُنَّةً دُونَ مَا أَعْطَيْتَ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ

جائے گا۔

اور جس پر جو حق عائد ہوتا ہو، اس پر اس حق کو نافذ کرنا چاہیے۔ وہ تمہارا اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور اس کے بارے میں تحمل سے کام لینا اور ثواب کے امیدوار رہنا چاہیے اس اس کی زد تمہارے کسی قریبی عزیز یا کسی مصاحب خاص پر کیسی ہی پڑتی ہو اور اس میں تمہاری طبیعت کو جو گرانی محسوس ہو اور اس کے اُخروی نتیجہ کو پیش نظر رکھنا کہ اس کا انجام بہر حال اچھا ہو گا۔

اور اگر رعیت کو تمہارے بارے میں کبھی یہ بدگمانی ہو جائے کہ تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اپنے عُذر کو واضح طور سے پیش کردو، اور عُذر واضح کر کے ان کے خیالات کو بدل دو، اس سے تمہارے نفس کی تربیت ہوگی اور رعایا پر مہربانی ثابت ہوگی اور اس عُذر آوری سے ان کو حق پر استوار کرنے کا مقصد تمہارا پورا ہو گا۔

اگر دشمن ایسی صلح کی تمہیں دعوت دے کہ جس میں اللہ کی رضامندی ہو، تو اسے کبھی ٹھکرا نہ دینا۔ کیونکہ صلح میں تمہارے لشکر کے لیے آرام و راحت خود تمہارے لیے فکروں سے نجات اور شہروں کے لیے امن کا سامان ہے۔ لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنا اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے تاکہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھائے لہٰذا احتیاط کو ملحوظ رکھو، اور اس بارے میں حُسن ظن سے کام نہ لو۔ اور اگر اپنے اور دشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کرو، یا اسے اپنے دامن میں پناہ دو، تو پھر عہد کی پابندی کرو، وعدہ کا لحاظ رکھو۔ اور اپنے قول و قرار کی حفاظت کے لیے اپنی جان کو سپر بنا دو۔ کیونکہ اللہ

شَيْءٌ، اَلنَّاسُ اَشَدُّ عَلَيْهِ اجْتِمَاعًا
مَعَ تَفَرُّقِ اَهْوَائِهِمْ وَ تَشَتُّتِ
آرَائِهِمْ مِنْ تَعْظِيْمِ الْوَفَاءِ بِالْعُهُوْدِ
وَ قَدْ لَزِمَ ذٰلِكَ الْمُشْرِكُوْنَ فِيْمَا
بَيْنَهُمْ دُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ لِمَا اسْتَوْبَلُوْا
مِنْ عَوَاقِبِ الْغَدْرِ. فَلَا تَغْدِرَنَّ
بِذِمَّتِكَ، وَلَا تَخِيْسَنَّ بِعَهْدِكَ،
وَلَا تَخْتِلَنَّ عَدُوَّكَ، فَاِنَّهٗ لَا
يَجْتَرِئُ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا جَاهِلٌ شَقِيٌّ.
وَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ وَ ذِمَّتَهٗ
اَمْنًا اَفْضَاهُ بَيْنَ الْعِبَادِ بِرَحْمَتِهٖ
وَ حَرِيْمًا يَسْكُنُوْنَ اِلٰى مَنَعَتِهٖ وَ
يَسْتَفِيْضُوْنَ اِلٰى جِوَارِهٖ فَلَا اِدْغَالَ
وَلَا مُدَالَسَةَ وَلَا خِدَاعَ فِيْهِ. وَ
لَا تَعْقِدْ عَقْدًا تُجَوِّزُ فِيْهِ الْعِلَلَ،
وَلَا تُعَوِّلَنَّ عَلٰى لَحْنِ قَوْلٍ بَعْدَ
التَّاْكِيْدِ وَ التَّوْثِقَةِ، وَلَا يَدْعُوَنَّكَ
ضِيْقُ اَمْرٍ لَزِمَكَ فِيْهِ عَهْدُ اللّٰهِ
اِلٰى طَلَبِ انْفِسَاخِهٖ بِغَيْرِ الْحَقِّ
فَاِنَّ صَبْرَكَ عَلٰى ضِيْقِ اَمْرٍ تَرْجُوْ
انْفِرَاجَهٗ وَ فَضْلَ عَاقِبَتِهٖ خَيْرٌ
مِنْ غَدْرٍ تَخَافُ تَبِعَتَهٗ وَ اَنْ
تُحِيْطَ بِكَ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ طِلْبَةٌ
فَلَا تَسْتَقِيْلُ فِيْهَا دُنْيَاكَ وَلَا
آخِرَتَكَ.

فرائض میں سے ایفائے عہد کی ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کی اہمیت
پر دنیا اپنے الگ الگ نظریوں اور مختلف رایوں کے باوجود
یکجہتی سے متفق ہو، اور مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے
اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے۔ اس لیے کہ
عہد شکنی کے نتیجہ میں انہوں نے تباہیوں کا اندازہ کیا تھا
لہٰذا اپنے عہد و پیمان میں غداری اور قول و قرار میں بدعہدی
نہ کرنا اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا۔ کیونکہ اللہ پر جرائت
جاہل بدبخت کے علاوہ دوسرا نہیں کر سکتا، اور اللہ نے
عہد و پیمان کی پابندی کو امن کا پیغام قرار دیا ہے کہ جسے
اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے، اور ایسی پناہ
گاہ بنایا ہے کہ جس کے دامن حفاظت میں پناہ لیتے اور
اور اس کے جوار میں منزل کرنے کے لیے وہ تیزی سے بڑھتے ہیں
لہٰذا اس میں کوئی جعلسازی، فریب کاری اور مکاری نہ ہونا
چاہیئے، اور ایسا کوئی معاہدہ کرو ہی نہ، جس میں تاویلوں کی
ضرورت پڑنے کا امکان ہو، اور معاہدہ کے پختہ اور طے
ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ کے دوسرے معنی
نکال کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو، اور اس عہد و پیمان
خداوندی میں کسی دشواری کا محسوس ہونا تمہارے لیے
اس کا باعث نہ ہونا چاہیئے کہ تم اُسے ناحق منسوخ کرنے
کی کوشش کرو۔ کیونکہ ایسی دشواریوں کو جھیل لے جانا کہ جن
سے چھٹکارے کی اور انجام بخیر ہونے کی اُمید ہو۔ اس
بدعہدی کرنے سے بہتر ہے، جس کے بُرے انجام کا تمہیں
خوف اور اس کا اندیشہ ہو کہ اللہ کے یہاں تم سے
اس پر کوئی جواب دہی ہوگی اور اس طرح تمہاری دنیا اور
آخرت دونوں کی تباہی ہوگی۔

إِيَّاكَ وَالدِّمَاءَ وَسَفْكَهَا بِغَيْرِ حِلِّهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ أَدْعَى لِنِقْمَةٍ وَلَا أَعْظَمَ لِتَبِعَةٍ وَلَا أَحْرَى بِزَوَالِ نِعْمَةٍ وَانْقِطَاعِ مُدَّةٍ مِنْ سَفْكِ الدِّمَاءِ بِغَيْرِ حَقِّهَا. وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ مُبْتَدِئٌ بِالْحُكْمِ بَيْنَ الْعِبَادِ فِيمَا تَسَافَكُوا مِنَ الدِّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَلَا تُقَوِّيَنَّ سُلْطَانَكَ بِسَفْكِ دَمٍ حَرَامٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِمَّا يُضْعِفُهُ وَيُوهِنُهُ بَلْ يُزِيلُهُ وَيَنْقُلُهُ وَلَا عُذْرَ لَكَ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا عِنْدِي فِي الْقَتْلِ الْعَمْدِ لِأَنَّ فِيهِ قَوَدَ الْبَدَنِ. وَإِنِ ابْتُلِيتَ بِخَطَإٍ وَأَفْرَطَ عَلَيْكَ سَوْطُكَ أَوْ سَيْفُكَ أَوْ يَدُكَ بِالْعُقُوبَةِ فَإِنَّ فِي الْوَكْزَةِ فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةً فَلَا تَطْمَحَنَّ بِكَ نَخْوَةُ سُلْطَانِكَ عَنْ أَنْ تُؤَدِّيَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ حَقَّهُمْ.

وَإِيَّاكَ وَالْإِعْجَابَ بِنَفْسِكَ وَالثِّقَةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا وَحُبَّ الْإِطْرَاءِ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَوْثَقِ فُرَصِ الشَّيْطَانِ فِي نَفْسِهِ لِيَمْحَقَ مَا يَكُونُ مِنْ إِحْسَانِ الْمُحْسِنِينَ.

وَإِيَّاكَ وَالْمَنَّ عَلَى رَعِيَّتِكَ بِإِحْسَانِكَ، أَوِ التَّزَيُّدَ فِيمَا كَانَ مِنْ

دیکھو! ناحق خونریزیوں سے دامن بچائے رکھنا کیونکہ عذاب الٰہی سے قریب اور پاداش کے لحاظ سے سخت اور نعمتوں کے سلب ہونے اور عمر کے خاتمہ کا سبب ناحق خونریزی سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ سب سے پہلے جو فیصلہ کرے گا، وہ انہیں خونوں کا جو بندگان خدا نے ایک دوسرے کے بہائے ہیں۔ لہٰذا ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ چیز اقتدار کو کمزور اور کھوکھلا کر دینے والی ہوتی ہے بلکہ اس کو بنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی اور جان بوجھ کر قتل کے جرم میں اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر چل سکے گا، نہ میرے سامنے کیونکہ اس میں قصاص ضروری ہے اور اگر غلطی سے تم اس کے مرتکب ہو جاؤ، اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جائے اس لیے کہ کبھی گھونسا اور اس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب ہو جایا کرتی ہے تو ایسی صورت میں اقتدار کے نشہ میں بے خود ہو کر مقتول کا خون بہا اس کے وارثوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کرنا۔

اور دیکھو خود پسندی سے بچتے رہنا اور اپنی جو باتیں اچھی معلوم ہوں ان پر اترانا نہیں اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا، کیونکہ شیطان کو جو مواقع ملا کرتے ہیں۔ ان میں یہ سب سے زیادہ اس کے نزدیک بھروسے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس طرح نیکوکاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

اور رعایا کے ساتھ نیکی کر کے کبھی احسان نہ جتانا اور جو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسے زیادہ سمجھنا اور ان

فِعْلِكَ اَوْ اَنْ تَعِدَهُمْ فَتُتْبِعَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ، فَاِنَّ الْمَنَّ يُبْطِلُ الْاِحْسَانَ، وَالتَّزَيُّدَ يَذْهَبُ بِنُوْرِ الْحَقِّ، وَالْخُلْفَ يُوْجِبُ الْمَقْتَ عِنْدَ اللّٰهِ وَالنَّاسِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔

وَاِيَّاكَ وَالْعَجَلَةَ بِالْاُمُوْرِ قَبْلَ اَوَانِهَا، اَوِ التَّسَاقُطَ فِيْهَا عِنْدَ اِمْكَانِهَا، اَوِ اللَّجَاجَةَ فِيْهَا اِذَا تَنَكَّرَتْ، اَوِ الْوَهْنَ عَنْهَا اِذَا اسْتَوْضَحَتْ۔ فَضَعْ كُلَّ اَمْرٍ مَوْضِعَهُ، وَاَوْقِعْ كُلَّ عَمَلٍ مَوْقِعَهُ۔

وَاِيَّاكَ وَالْاِسْتِئْثَارَ بِمَا النَّاسُ فِيْهِ اُسْوَةٌ، وَالتَّغَابِيَ عَمَّا يُعْنٰى بِهٖ مِمَّا قَدْ وَضَحَ لِلْعُيُوْنِ، فَاِنَّهٗ مَاْخُوْذٌ مِنْكَ لِغَيْرِكَ۔ وَعَمَّا قَلِيْلٍ تَنْكَشِفُ عَنْكَ اَغْطِيَةُ الْاُمُوْرِ، وَيُنْتَصَفُ مِنْكَ لِلْمَظْلُوْمِ۔ اَمْلِكْ حَمِيَّةَ اَنْفِكَ، وَسَوْرَةَ حَدِّكَ، وَسَطْوَةَ يَدِكَ، وَغَرْبَ لِسَانِكَ، وَاحْتَرِسْ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ بِكَفِّ الْبَادِرَةِ، وَتَاْخِيْرِ السَّطْوَةِ، حَتّٰى يَسْكُنَ غَضَبُكَ فَتَمْلِكَ الْاِخْتِيَارَ، وَلَنْ تَحْكُمَ ذٰلِكَ مِنْ نَفْسِكَ حَتّٰى تُكْثِرَ هُمُوْمَكَ بِذِكْرِ الْمَعَادِ اِلٰى رَبِّكَ۔

سے وعدہ کر کے بعد میں وعدہ خلافی نہ کرنا۔ کیونکہ احسان جتانا نیکی کو اکارت کر دیتا ہے اور اپنی بھلائی کو زیادہ خیال کرنا حق کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی چنانچہ اللہ سبحانہ خود فرماتا ہے "خدا کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے کہ تم جو کہو اسے کرو نہیں۔"

اور دیکھو! وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا۔ اور جب اس کا موقع آجائے تو پھر کمزوری نہ دکھانا اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے، تو اس پر مصر نہ ہونا اور جب طریق کار واضح ہو جائے، تو پھر سستی نہ کرنا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھو، اور ہر کام کو اس کے موقع پر انجام دو۔

اور دیکھو! جن چیزوں میں سب لوگوں کا حق برابر ہوتا ہے اسے اپنے لیے مخصوص نہ کر لینا اور قابل لحاظ حقوق سے غفلت نہ برتنا جو نظروں کے سامنے نمایاں ہوں کیونکہ دوسروں کے لیے یہ ذمہ داری تم پر عائد ہے۔ اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور تم سے مظلوم کی دادخواہی کر لی جائے گی۔ دیکھو! غضب کی تندی، سرکشی کے جوش، ہاتھ کی جنبش، اور زبان کی تیزی پر ہمیشہ قابو رکھو۔ اور ان چیزوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لو اور سزا دینے میں دیر کرو، یہاں تک کہ تمہارا غصہ کم ہو جائے اور تم اپنے اوپر قابو پا لو۔ اور کبھی یہ بات تم اپنے نفس میں پورے طور پر پیدا نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف اپنی بازگشت کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ان تصورات کو قائم نہ رکھو۔

وَالْوَاجِبُ عَلَيْكَ أَنْ تَتَذَكَّرَ مَا مَضَى لِمَنْ تَقَدَّمَكَ مِنْ حُكُومَةٍ عَادِلَةٍ، أَوْ سُنَّةٍ فَاضِلَةٍ أَوْ أَثَرٍ عَنْ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، أَوْ فَرِيضَةٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَتَقْتَدِيَ بِمَا شَاهَدْتَهُ مِمَّا عَمِلْنَا بِهِ فِيهَا، وَتَجْتَهِدَ لِنَفْسِكَ فِي اتِّبَاعِ مَا عَهِدْتُ إِلَيْكَ فِي عَهْدِي هٰذَا وَاسْتَوْثَقْتُ بِهِ مِنَ الْحُجَّةِ لِنَفْسِي عَلَيْكَ لِكَيْلَا تَكُونَ لَكَ عِلَّةٌ عِنْدَ تَسَرُّعِ نَفْسِكَ إِلَى هَوَاهَا.

وَأَنَا أَسْأَلُ اللّٰهَ بِسَعَةِ رَحْمَتِهِ وَعَظِيمِ قُدْرَتِهِ عَلَى إِعْطَاءِ كُلِّ رَغْبَةٍ أَنْ يُوَفِّقَنِي وَإِيَّاكَ لِمَا فِيهِ رِضَاهُ مِنَ الْإِقَامَةِ عَلَى الْعُذْرِ الْوَاضِحِ إِلَيْهِ وَإِلَى خَلْقِهِ، مَعَ حُسْنِ الثَّنَاءِ فِي الْعِبَادِ وَجَمِيلِ الْأَثَرِ فِي الْبِلَادِ وَتَمَامِ النِّعْمَةِ وَتَضْعِيفِ الْكَرَامَةِ، وَأَنْ يَخْتِمَ لِي وَلَكَ بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا وَالسَّلَامُ۔[1]

اور تمہیں لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کی چیزوں کو یاد رکھو خواہ کسی عادل حکومت کا طریق کار ہو، یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو یا رسول صلعم کی کوئی حدیث ہو، یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو، تو ان چیزوں کی پیروی کرو جن پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اس عہد نامہ میں درج کی ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے میں نے اپنی حجت تم پر قائم کر دی ہے۔ تاکہ تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہو۔

اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اس سے سوال کرتا ہوں، کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اس کی رضامندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں اور ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک میں اچھے اثرات اور اس کی نعمت میں فراوانی اور روز افزوں عزت کو قائم رکھیں اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو، بیشک ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے والسلام علی رسولہ صلی اللہ علیہ و آلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیماً کثیراً والسلام۔

---

[1] یہ عہد نامہ جسے اسلام کا دستور اساسی کہا جا سکتا ہے۔ اس ہستی کا ترتیب دیا ہوا ہے جو قانون الٰہی کا سب سے بڑا واقف کار اور سب سے زیادہ اس پر عمل پیرا تھا۔ ان اوراق سے امیر المومنینؑ کے طرز جہانبانی کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے پیش نظر صرف قانون الٰہی کا نفاذ اور اصلاح معاشرت تھا۔ نہ امن عامہ میں خلل ڈالنا، نہ لوٹ کھسوٹ سے خزانوں کا منہ بھرنا اور نہ توسیع سلطنت کے لیے جائز و ناجائز وسائل سے آنکھ بند کر کے سعی و کوشش کرنا۔ دنیوی حکومتیں عموماً اس طرح کا قانون بنایا کرتی ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ حکومت کو فائدہ پہنچے اور ہر ایسے قانون کو بدلنے کی کوشش کیا کرتی ہیں جو اس کے مفاد

سے متصادم اور اس کے مقصد کے لیے نقصان رساں ہو۔ مگر اس دستور و آئین کی ہر دفعہ مفادِ عمومی کی نگہبان اور نظامِ اجتماعی کی محافظ ہے۔ اس کے نفاذ و اجرا میں نہ خود غرضی کا لگاؤ ہے، اور نہ مفاد پرستی کا شائبہ۔ اس میں اللہ کے فرائض کی نگہداشت اور بلاتفریق مذہب و ملت حقوقِ انسانیت کی حفاظت اور شکستہ حال و فاقہ کش افراد کی خبر گیری اور پسماندہ و افتادہ طبقہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت ایسے بنیادی اصول ہیں جن سے حق و عدالت کے نشر، امن و سلامتی کے قیام اور رعیت کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں پوری رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

جب ۳۸ھ ہجری میں مالک ابن حارث اشتر رحمۃ اللہ مصر کی حکومت پر فائز ہوئے، تو حضرتؑ نے یہ عہد نامہ ان کے لیے قلمبند فرمایا!

مالک اشتر امیر المومنینؑ کے ان خواص اصحاب میں سے تھے جو استقلال و پامردی کے جوہر دکھا کر کامل وثوق و اعتماد اور اپنے اخلاق و کردار کو حضرت کے اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھال کر انتہائی قرب و اختصاص حاصل کر چکے تھے، جس کا اندازہ حضرت کے ان الفاظ سے کیا ہے کہ "لقد کان لی مثل ما کنت لرسول اللہ" مالک میری نظروں میں ایسے ہی تھے۔ جیسا میں رسول اللہؐ کی نظروں میں تھا۔ چنانچہ انہوں نے بے لوث جذبۂ خدمت سے متاثر ہو کر جنگی مہمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور تمام معرکوں اور مہموں میں حضرتؑ کے دست و بازو ثابت ہوئے، اور ہمت و جرأت کے وہ جوہر دکھائے کہ تمام عرب پر ان کی شجاعت کی دھاک بندھ گئی۔ اس غیر معمولی شجاعت کے ساتھ حلم و بردباری میں بھی بلند امتیاز کے حامل تھے۔ چنانچہ ورام ابن ابی فراس نے اپنے مجموعہ میں تحریر کیا ہے کہ آپ ایک دفعہ ٹاٹ کا پیراہن پہنے اور ٹاٹ ہی کا عمامہ باندھے ہوئے بازار کوفہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک سر پھرے دوکاندار نے آپ کو اس وضع و لباس میں دیکھ کر کچھ گلے سڑے پتے اور شاخیں آپ کے اوپر پھینک دیں۔ مگر اس ناشائستہ حرکت سے آپ کی پیشانی پر نہ بل آیا اور نہ ہی نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا بلکہ خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ گئے کہ ایک شخص نے اس دوکاندار سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ یہ گستاخی تم نے کس کے ساتھ کی ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون تھے کہا کہ یہ مالک اشتر تھے یہ سن کر اس کے ہوش و حواس اڑ گئے اور اسی وقت ان کے پیچھے دوڑا، تاکہ ان سے اس گستاخی و اہانت کی معافی مانگے، چنانچہ تلاش کرتا ہوا ایک مسجد میں پہنچا جہاں وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ آگے بڑھ کر ان کے قدموں پر گر پڑا، اور نہایت الحاح و زاری سے عفو کا طالب ہوا۔ آپ نے اس کے سر کو اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں مسجد میں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بارگاہ خداوندی میں دعائے مغفرت کروں، میں نے تو تمہیں اسی وقت معاف کر دیا تھا اور امید ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف کر دے گا۔ یہ ہے اس نبرد آزما کا عفو و درگزر جس کے نام سے بہادروں کے زہرے آب ہو جاتے تھے اور جس کی تلوار نے شجاعانِ عرب سے اپنا لوہا منوا لیا تھا اور شجاعت کا اصلی جوہر یہی ہے کہ انسان غیظ و غضب کی تلخیوں میں ضبطِ نفس سے کام لے اور ناگواریوں کو صبر و سکون کے ساتھ جھیل لے جائے۔ چنانچہ حضرت کا ارشاد ہے کہ۔

اشجع الناس من غلب ھواہ۔ لوگوں میں بڑھ چڑھ کر شجاع وہ ہے جو ہوا و نفس پر غلبہ پائے۔

بہر حال ان خصوصیات و اوصاف کے علاوہ وہ نظم و انصرام مملکت کی بھی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب مصر میں عثمانی گروہ نے

تخریبی جرائیم پھیلانا شروع کیئے اور شر و فساد سے ملک کے نظم و نسق کو درہم برہم کرنا چاہا، تو حضرت نے محمد ابن ابی بکر کو وہاں کی حکومت سے الگ کر کے آپ ہی کے تقرر کا فیصلہ کیا اگرچہ وُہ اس وقت نصیبین میں گورنر کی حیثیت سے مقیم تھے۔ مگر حضرت نے انہیں طلب فرمایا کہ وہ نصیبین میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے ان کے پاس پہنچیں۔ مالک نے اس فرمان کے بعد شبیب ابن عامر ازدی کو اپنی جگہ پر متعین کیا اور خود امیر المومنین کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت نے انہیں حکومت کا پروانہ لکھ کر مصر روانہ کیا اور اہل مصر کو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا تحریری حکم بھیجا۔ جب معاویہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ مالک اشتر کے تقرر کا علم ہُوا تو وہ چکرا سا گیا، کیونکہ وُہ عمرو ابن عاص سے یہ وعدہ کر چکا تھا کہ وُہ اسے اس کی کار گزاریوں کے صلہ میں مصر کی حکومت دے گا۔ اور اُسے یہ توقع تھی کہ عمرو ابن عاص محمدؒ ابن ابی بکر کو باسانی شکست دے کر ان کے ہاتھ سے اقتدار چھین لے گا۔ مگر مالک اشتر کو مغلوب کر کے مصر کو فتح کرنے کا وُہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے یہ تہیا کر لیا کہ قبل اس کے کہ ان کے ہاتھوں میں اقتدار منتقل ہو، انہیں ٹھکانے لگا دے چنانچہ اس نے شہر عریش کے ایک تعلقہ دار سے یہ ساز باز کی کہ جب مالک مصر جاتے ہوئے عریش سے گزریں، تو وُہ کسی تدبیر سے انہیں ہلاک کر دے اور اس کے عوض اس کی جائداد کا مالیہ واگذار کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مالک اشتر جب اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ عریش پہنچے، تو اس نے بڑی آؤ بھگت کی اور آپ کی مہمان ٹھہرانے پر مصر ہوا، آپ اس کی دعوت کو منظور فرماتے ہوئے اس کے ہاں فروکش ہوئے اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے شہد کے شربت میں زہر کی آمیزش کر کے آپ کے سامنے پیش کیا، جس کے پیتے ہی زہر کا اثر شروع ہو گیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے تلواروں کے سایہ میں کھیلنے والا اور دشمن کی صفوں کو الٹ دینے والا خاموشی سے موت کی آغوش میں سو گیا۔

جب معاویہ کو اپنی اس دسیسہ کاری میں کامیابی کی اطلاع ہوئی، تو وہ مسرت سے جھوم اٹھا اور خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ "الا ان للہ جنوداً من عسل شہد بھی اللہ کا ایک لشکر ہے"۔ اور پھر ایک خطبہ کے دوران میں کہا کہ۔

کان لعلی ابن ابی طالب یمینان فقطعت احدا ھما یوم صفین وھو عمار ابن یاسر وقد قطعت الاخریٰ وھو مالک الاشتر۔

علی ابن ابی طالب کے دو دست راست تھے ایک صفین کے دن کٹ گیا اور وُہ عمار یاسر تھے، اور دوسرا بھی قطع ہو گیا، اور وہ مالک اشتر تھے۔

مکتوب (۵۴)

(۵۴) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ مَعَ عِمْرَانَ ابْنِ الْحُصَيْنِ الْخُزَاعِيِّ ذَكَرَهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْاِسْكَافِيُّ فِيْ كِتَابِ الْمَقَامَاتِ فِيْ مَنَاقِبِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جو عمران ابن حصین خزاعی کے ہاتھ طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا۔ اس خط کو ابو جعفر اسکافی نے اپنی کتاب مقامات میں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل میں ہے ذکر کیا ہے۔

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتُمَا ـ وَاِنْ كَتَمْتُمَا ـ اَنِّيْ لَمْ اُرِدِ النَّاسَ حَتّٰى

چاہے تم کتنا ہی چھپاؤ مگر تم دونوں واقف ہو کہ میں لوگوں

وَلَمْ اُبَایِعْهُمْ حَتّٰی بَایَعُوْنِیْ، وَاِنَّکُمَا مِمَّنْ اَرَادَنِیْ وَبَایَعَنِیْ، وَاِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَایِعْنِیْ لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ وَلَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ، فَاِنْ کُنْتُمَا بَایَعْتُمَانِیْ طَائِعَیْنِ فَارْجِعَا وَتُوْبَا اِلَی اللّٰهِ مِنْ قَرِیْبٍ وَاِنْ کُنْتُمَا بَایَعْتُمَانِیْ کَارِهَیْنِ فَقَدْ جَعَلْتُمَا لِیْ عَلَیْکُمَا السَّبِیْلَ بِاِظْهَارِکُمَا الطَّاعَةَ وَاِسْرَارِکُمَا الْمَعْصِیَةَ، وَلَعَمْرِیْ مَا کُنْتُمَا بِاَحَقِّ الْمُهَاجِرِیْنَ بِالتَّقِیَّةِ وَالْکِتْمَانِ۔ وَاِنَّ دَفْعَکُمَا هٰذَا الْاَمْرَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَدْخُلَا فِیْهِ کَانَ اَوْسَعَ عَلَیْکُمَا مِنْ خُرُوْجِکُمَا مِنْهُ بَعْدَ اِقْرَارِکُمَا بِهٖ۔

وَقَدْ زَعَمْتُمَا اَنِّیْ قَتَلْتُ عُثْمَانَ، فَبَیْنِیْ وَبَیْنَکُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّیْ وَعَنْکُمَا مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ثُمَّ یُلْزَمُ کُلُّ امْرِئٍ بِقَدْرِ مَا احْتَمَلَ۔ فَارْجِعَا اَیُّهَا الشَّیْخَانِ عَنْ رَاْیِکُمَا فَاِنَّ الْاٰنَ اَعْظَمَ اَمْرِکُمَا الْعَارُ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّجْتَمِعَ الْعَارُ وَالنَّارُ۔

وَالسَّلَامُ

کی طرف نہیں بڑھا۔ بلکہ وُہ بڑھ کر میری طرف آئے۔ میں نے اپنا ہاتھ بیعت لینے کے لیے نہیں بڑھایا، بلکہ انہوں نے خود میرے ہاتھ پر بیعت کی، اور تم دونوں بھی انہی لوگوں میں سے ہو کہ جو میری طرف بڑھ کر آئے تھے، اور بیعت کی تھی اور عوام نے میرے ہاتھ پر نہ تسلّط و اقتدار (کے خوف) سے بیعت کی تھی اور نہ مال و دولت کے لالچ میں۔ اب اگر تم دونوں نے اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی۔ تو اس (عہد شکنی) سے پلٹو اور جلد اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، اور اگر ناگواری کے ساتھ بیعت کی تھی تو الطاعت کو ظاہر کر کے اور نافرمانی کو چھپا کر تم نے اپنے خلاف میرے لیے حجت قائم کر دی ہے۔ اور مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ تم قلبی کیفیت پر پردہ ڈالتے اور اسے چھپانے میں دوسرے مہاجرین سے زیادہ سزاوار نہ تھے[2] اور بیعت کرنے سے پہلے اسے رد کرنے کی تمہارے لیے اس سے زیادہ گنجائش تھی کہ اب اقرار کے بعد اس سے نکلنے کی کوشش کرو، اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان مدینہ کے وُہ لوگ جو تم سے بھی اور ہم سے بھی کنارہ کش ہیں گواہی دینے کو موجود ہیں۔ اس کے بعد جس نے جتنا حصّہ لیا ہو اتنے کا اُسے ذمہ دار سمجھا جائے گا۔ بزرگوارو! اپنے اس رویہ سے باز آؤ۔ کیونکہ ابھی تو تم دونوں کے سامنے ننگ و عار ہی کا بڑا مرحلہ ہے، مگر اس کے بعد تو اس ننگ و عار کے ساتھ (دوزخ کی) آگ بھی جمع ہو جائے گی۔ والسلام۔

[1] عمران ابن حصین خزاعی بلند پایہ صحابی، علم و فضل میں ممتاز، اور نقلی احادیث میں بہت محتاط تھے۔ خیبر والے سال ایمان لائے اور پیغمبرؐ کے ساتھ شریک جہاد رہے۔ کوفہ میں منصب قضا پر فائز ہوئے، اور سنہ ۵۲ھ میں بصرہ میں رحلت فرمائی۔

[2] یعنی تم دونوں تو دولت و ثروت اور قوم و قبیلہ والے تھے تمہیں اس دوزخی کی کیا ضرورت تھی کہ قلبی کیفیت کو چھپاتے ہوئے

اطاعت کا اظہار کرتے اور ناگواری و مجبوری سے بیعت کرتے۔ البتہ تمہارے علاوہ کوئی اور کمزور و ناتواں یہ کہتا کہ وہ بیعت پر مجبور تھا، تو کسی حد تک یہ بات تسلیم کی جا سکتی تھی، مگر جب کسی دوسرے نے اپنے مجبور و بے بس ہونے کا اظہار نہیں کیا تو یہ مجبوری تمہارے ہی سر کیوں پڑی کہ اپنی بیعت کو مجبوری کا نتیجہ قرار دو۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۵۵)

اِلٰى مُعَاوِيَةَ:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ قَدْ جَعَلَ الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، وَ ابْتَلٰى فِيْهَا اَهْلَهَا لِيَعْلَمَ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ وَ لَسْنَا لِلدُّنْيَا خُلِقْنَا، وَ لَا بِالسَّعْيِ فِيْهَا اُمِرْنَا، وَ اِنَّمَا وُضِعْنَا فِيْهَا لِنُبْتَلٰى بِهَا، وَ قَدِ ابْتَلَانِي اللّٰهُ بِكَ وَ ابْتَلَاكَ بِيْ فَجَعَلَ اَحَدَنَا حُجَّةً عَلَى الْاٰخَرِ، فَعَدَوْتَ عَلٰى طَلَبِ الدُّنْيَا بِتَاْوِيْلِ الْقُرْاٰنِ فَطَلَبْتَنِيْ بِمَا لَمْ تَجْنِ يَدِيْ وَ لَا لِسَانِيْ وَ عَصَبْتَهٗ اَنْتَ وَ اَهْلُ الشَّامِ بِيْ وَ اَلَّبَ عَالِمُكُمْ جَاهِلَكُمْ، وَ قَائِمُكُمْ قَاعِدَكُمْ۔ فَاتَّقِ اللّٰهَ فِيْ نَفْسِكَ۔ وَ نَازِعِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ۔ وَ اصْرِفْ اِلَى الْاٰخِرَةِ وَجْهَكَ فَهِيَ طَرِيْقُنَا وَ طَرِيْقُكَ۔ وَ احْذَرْ اَنْ يُّصِيْبَكَ اللّٰهُ مِنْهُ بِعَاجِلِ قَارِعَةٍ تَمَسُّ الْاَصْلَ وَ تَقْطَعُ الدَّابِرَ، فَاِنِّيْ اُوْلِيْ لَكَ بِاللّٰهِ اَلِيَّةً غَيْرَ فَاجِرَةٍ لَئِنْ جَمَعَتْنِيْ وَ اِيَّاكَ

معاویہ کے نام!

بعد حمد و صلوٰۃ معلوم ہونا چاہیئے کہ خداوندِ عالم نے دُنیا اس کے بعد کی منزل کے لیے بنائی ہے اور اس میں لوگوں کو آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ ان میں کس کے اعمال بہتر ہیں۔ اور ہم دنیا کے لیے پیدا نہیں کیے گئے اور نہ اس میں تگ و دو کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ہم تو یہاں اس لیے لائے گئے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ ہماری آزمائش ہو۔ چنانچہ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے، اور ایک کو دوسرے پر حجت ٹھہرایا ہے مگر تم قرآن کی (غلط سلط) تاویلیں کرکے دُنیا پر چھاپہ مارنے لگے، اور مجھ سے اس چیز کا مواخذہ کرنے لگے جس میں میرا ہاتھ اور زبان دونوں بے گناہ تھے۔ مگر تم نے اور شامیوں نے مل کر اسے میرے سر منڈھ دیا تم میں کے واقف کاروں نے ناواقفوں کو اور کھڑے ہوؤں نے بیٹھے ہوؤں کو آمادہ پیکار کر دیا۔ اپنے دل میں کچھ اللہ کا خوف کرو، شیطان سے اپنی باگ چھڑانے کی کوشش کرو، اور آخرت کی طرف اپنا رُخ موڑو۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا راستہ وہی ہے اور اس بات سے ڈرو کہ اللہ تمہیں کسی ایسی ناگہانی مصیبت میں نہ جکڑ لے کہ جس سے نہ تمہاری جڑ رہے نہ شاخ۔ میں تم سے قسم کھاتا ہوں ایسی قسم کہ جس کے ٹوٹنے

جوامعُ الأقدارِ لا أزالُ بباحتِكَ حتّى يحكُمَ اللهُ بيننا وَ هُوَ خيرُ الحاكمينَ۔

کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اگر اسباب تقدیر نے مجھے اور تمہیں ایک جگہ جمع کر دیا، تو اس وقت تک تمہارے مقابلہ میں میدان نہیں چھوڑوں گا، جب تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ نہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وصیت (۵۶)

وَصّى بِهَا شُرَيْحَ بْنَ هَانِئٍ لَمَّا جَعَلَهُ عَلَى مُقَدِّمَتِهِ إِلَى الشَّامِ:

اِتَّقِ اللهَ فِي كُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ، وَخَفْ عَلَى نَفْسِكَ الدُّنْيَا الْغَرُورَ، وَلَا تَأْمَنْهَا عَلَى حَالٍ. وَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنْ لَمْ تَرْدَعْ نَفْسَكَ عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا تُحِبُّ مَخَافَةَ مَكْرُوهِهِ سَمَتْ بِكَ الْأَهْوَاءُ إِلَى كَثِيرٍ مِنَ الضَّرَرِ، فَكُنْ لِنَفْسِكَ مَانِعًا رَادِعًا وَلِنَزْوَتِكَ عِنْدَ الْحَفِيظَةِ وَاقِمًا قَامِعًا۔

جب شریح ابن ہانی کو شام جانے والے لشکر کے آگے دستہ (مقدمۃ الجیش) کا سردار مقرر کیا، تو انہیں یہ ہدایت فرمائی۔

صبح و شام برابر اللہ کا خوف رکھنا اور اس فریب کار دنیا سے ڈرتے رہنا اور کسی حالت میں اس سے مطمئن نہ ہونا۔ اگر تم نے کسی ناگواری کے خوف سے اپنے نفس کو بہت دل پسند باتوں سے نہ روکا، تو تمہاری نفسانی خواہشیں تمہیں بہت سے نقصانات میں ڈال دیں گی۔ لہٰذا اپنے نفس کو روکتے ٹوکتے اور غصہ کے وقت اپنی جست و خیز کو دباتے کچلتے رہنا۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۵۷)

إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْبَصْرَةِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي خَرَجْتُ مِنْ حَيِّي هَذَا إِمَّا ظَالِمًا وَإِمَّا مَظْلُومًا، وَإِمَّا بَاغِيًا وَإِمَّا مَبْغِيًّا عَلَيْهِ، وَإِنِّي أُذَكِّرُ اللهَ مَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي هَذَا لَمَّا نَفَرَ إِلَيَّ فَإِنْ كُنْتُ مُحْسِنًا أَعَانَنِي وَإِنْ كُنْتُ

مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت اہل کوفہ کے نام:

بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ دو ہی صورتیں ہیں، یا تو میں اپنے قوم قبیلے کے شہر سے باہر نکلا ہوں یا ظالمانہ حیثیت سے مظلوم کی حیثیت سے ہیں باغی ہوں یا دوسروں نے میرے خلاف بغاوت کی ہے۔ بہر صورت جن جن کے پاس میرا یہ خط پہنچے انہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور

مُسِيئًا اسْتَعْتَبَنِي۔

اگر میں صحیح راہ پر ہوں، تو میری مدد کریں اور اگر میں غلط راستہ پر جا رہا ہوں تو مجھے اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کریں

٭ ٭ ٭

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۵۸)

كَتَبَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيهِ مَا جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صِفِّينَ:

جو مختلف علاقوں کے باشندوں کو صفین کی روئداد سے مطلع کرنے کے لیے تحریر فرمایا۔

وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ۔ وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ۔ لَا نَسْتَزِيدُهُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ وَلَا يَسْتَزِيدُونَنَا، الْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ، فَقُلْنَا تَعَالَوْا نُدَاوِ مَا لَا يُدْرَكُ الْيَوْمَ بِإِطْفَاءِ النَّائِرَةِ وَتَسْكِينِ الْعَامَّةِ، حَتّٰى يَشْتَدَّ الْأَمْرُ وَيَسْتَجْمِعَ، فَنَقْوٰى عَلٰى وَضْعِ الْحَقِّ مَوَاضِعَهُ، فَقَالُوا بَلْ نُدَاوِيهِ بِالْمُكَابَرَةِ، فَأَبَوْا حَتّٰى جَنَحَتِ الْحَرْبُ وَرَكَدَتْ وَوَقَدَتْ نِيرَانُهَا وَحَمِسَتْ فَلَمَّا ضَرَّسَتْنَا وَإِيَّاهُمْ، وَوَضَعَتْ مَخَالِبَهَا فِينَا وَفِيهِمْ، أَجَابُوا عِنْدَ ذٰلِكَ إِلَى الَّذِي دَعَوْنَاهُمْ إِلَيْهِ فَأَجَبْنَاهُمْ إِلٰى مَا دَعَوْا، وَسَارَعْنَاهُمْ إِلٰى مَا طَلَبُوا حَتّٰى اسْتَبَانَتْ

ابتدائی صورتِ حال یہ تھی کہ ہم اور شام والے آمنے سامنے آئے۔ اس حالت میں کہ ہمارا اللہ ایک، نبی ایک، اور دعوتِ اسلام ایک تھی، نہ ہم ایمان باللہ اور اس کے رسولؐ کی تصدیق میں ان سے کچھ زیادتی چاہتے تھے، اور نہ وہ ہم سے اضافہ کے طالب تھے بالکل اتحاد تھا۔ سوا اس اختلاف کے جو ہم میں خونِ عثمان کے بارے میں ہو گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس سے بالکل بری الذمہ تھے تو ہم نے ان سے کہا کہ آؤ فتنہ کی آگ بجھا کر اور لوگوں کا جوش ٹھنڈا کر کے اس مرض کا وقتی مداوا کریں، جس کا پورا استیصال ابھی نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ صورتِ حال استوار و ہموار ہو جائے اور سکون و اطمینان حاصل ہو جائے۔ اس وقت ہمیں اس کی قوت ہو گی، کہ ہم حق کو اس کی جگہ پر رکھ سکیں لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کا علاج جنگ و جدل سے کریں گے اور جب انہوں نے ہماری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو جنگ نے اپنے پر پھیلا دیئے اور جم کر کھڑی ہو گئی اس کے شعلے بھڑک اٹھے اور شدت بڑھ گئی اب جب اس نے ہمیں اور انہیں دانتوں سے کاٹا اور اپنے پنجوں میں جکڑ لیا تو وہ اس بات پر اتر آئے، جس کی طرف ہم خود انہیں بلا چکے تھے۔ چنانچہ ہم نے ان کی پیشکش کو مان لیا، اور

عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ، وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمُ الْمَعْذِرَةُ. فَمَنْ تَمَّ عَلَى ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَهُوَ الَّذِي أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَمَنْ لَجَّ وَتَمَادَى فَهُوَ الرَّاكِسُ الَّذِي رَانَ عَلَى قَلْبِهِ، وَصَارَتْ دَائِرَةُ السَّوْءِ عَلَى رَأْسِهِ.

ان کی خواہش کو جلدی سے قبول کر لیا۔ اس طرح ان پر حجت پورے طور سے واضح ہو گئی اور ان کے لیے کسی عذر کی گنجائش نہ رہی۔ اب ان میں سے جو اپنے عہد پر جما رہے گا، وہ وہ ہو گا، جسے اللہ نے ہلاکت سے بچایا ہے اور جو ہٹ دھرمی کرتے ہوئے گمراہی میں دھنستا جائے گا، تو وہ عہد شکن ہو گا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور زمانہ کے حوادث اس کے سر پر منڈلاتے رہیں گے۔

* * *

مکتوب (۵۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى الْأَسْوَدِ بْنِ قَطِيبَةَ صَاحِبِ حُلْوَانَ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْوَالِيَ إِذَا اخْتَلَفَ هَوَاهُ مَنَعَهُ ذٰلِكَ كَثِيرًا مِنَ الْعَدْلِ. فَلْيَكُنْ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَكَ فِي الْحَقِّ سَوَاءً، فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْجَوْرِ عِوَضٌ مِنَ الْعَدْلِ. فَاجْتَنِبْ مَا تُنْكِرُ أَمْثَالَهُ، وَابْتَذِلْ نَفْسَكَ فِيمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكَ رَاجِيًا ثَوَابَهُ وَمُتَخَوِّفًا عِقَابَهُ. وَاعْلَمْ أَنَّ الدُّنْيَا دَارُ بَلِيَّةٍ لَمْ يَفْرُغْ صَاحِبُهَا فِيهَا قَطُّ سَاعَةً إِلَّا كَانَتْ فَرْغَتُهُ عَلَيْهِ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَأَنَّهُ لَنْ يُغْنِيَكَ عَنِ الْحَقِّ شَيْءٌ أَبَدًا. وَمِنَ الْحَقِّ عَلَيْكَ حِفْظُ نَفْسِكَ وَالِاحْتِسَابُ عَلَى الرَّعِيَّةِ بِجُهْدِكَ، فَإِنَّ الَّذِي يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْ ذٰلِكَ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِي يَصِلُ

اسود ابن قطیبہ والی حلوان کے نام:

دیکھو! جب حاکم کے رجحانات (مختلف اشخاص کے لحاظ سے) مختلف ہوں گے، تو یہ امر اس کو اکثر انصاف پروری سے مانع ہو گا۔ لہٰذا حق کی رو سے سب لوگوں کا معاملہ تمہاری نظروں میں برابر ہو جانا چاہیے کیونکہ ظلم انصاف کا قائم مقام کبھی نہیں ہو سکتا اور دوسروں کے جن کاموں کو تم برا سمجھتے ہو، ان سے اپنا دامن بچا کر رکھو، اور جو کچھ خدا نے تم پر واجب کیا ہے۔ اسے انہماک سے بجا لاتے رہو اور اس کے ثواب کی امید اور سزا کا خوف قائم رکھو، یاد رکھو کہ دنیا آزمائش کا گھر ہے جو بھی اس میں اپنی کوئی گھڑی بے کاری میں گزارے گا تو قیامت کے دن وہ بے کاری اس کے لیے حسرت کا سبب بن جائے گی اور دیکھو کوئی چیز تمہیں حق سے بے نیاز نہیں بنا سکتی اور یہ بھی ایک حق ہے تم پر کہ تم اپنے نفس کی حفاظت کرو اور مقدور بھر رعایا کی نگرانی رکھو اس طرح جو فائدہ تم کو اس سے پہنچے گا، وہ اس فائدہ سے

بِكَ - وَالسَّلَامُ

سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا جو تم سے پہنچے گا۔ والسلام

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۶۰)

إِلَى الْعُمَّالِ الَّذِيْنَ يَطَأُ الْجَيْشُ عَمَلَهُمْ۔

مِنْ عَبْدِ اللهِ عَلِيٍّ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلَى مَنْ مَرَّ بِهِ الْجَيْشُ مِنْ جُبَاةِ الْخَرَاجِ وَعُمَّالِ الْبِلَادِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ قَدْ سَيَّرْتُ جُنُوْدًا هِيَ مَارَّةٌ بِكُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ، وَقَدْ أَوْصَيْتُهُمْ بِمَا يَجِبُ لِلّٰهِ عَلَيْهِمْ مِنْ كَفِّ الْأَذٰى وَصَرْفِ الشَّذٰى۔ وَأَنَا أَبْرَأُ إِلَيْكُمْ وَإِلٰى ذِمَّتِكُمْ مِنْ مَعَرَّةِ الْجَيْشِ إِلَّا مِنْ جَوْعَةِ الْمُضْطَرِّ لَا يَجِدُ عَنْهَا مَذْهَبًا إِلٰى شِبَعِهِ۔ فَنَكِّلُوْا مَنْ تَنَاوَلَ مِنْهُمْ شَيْئًا ظُلْمًا عَنْ ظُلْمِهِمْ۔ وَكُفُّوْا أَيْدِيَ سُفَهَائِكُمْ عَنْ مُضَادَّتِهِمْ وَالتَّعَرُّضِ لَهُمْ فِيْمَا اسْتَثْنَيْنَاهُ مِنْهُمْ۔ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِ الْجَيْشِ فَادْفَعُوْا إِلَيَّ مَظَالِمَكُمْ۔ وَمَا عَرَاكُمْ مِمَّا يَغْلِبُكُمْ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَلَا تُطِيْقُوْنَ دَفْعَهُ إِلَّا بِاللهِ وَبِيْ فَأَنَا أُغَيِّرُهُ بِمَعُوْنَةِ اللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ۔

ان عمال حکومت کی طرف جن کا علاقہ فوج کی گزرگاہ میں پڑتا تھا۔

خُدا کے بندے علی امیرالمومنینؑ کی طرف سے ان خراج جمع کرنے والوں اور شہروں کے عاملوں کو جن کے علاقہ سے فوج گزرے گی۔

بعد حمد و صلوٰۃ معلوم ہو کہ میں نے کچھ فوجیں روانہ کی ہیں جو خُدا نے چاہا تو عنقریب تمہارے علاقہ سے عبور کریں گی۔ میں نے انہیں ہدایت کر دی ہے اس کی، جو اللہ کی طرف سے ان پر لازم ہے، کہ وہ کسی کو ستائیں نہیں اور کسی کو تکلیف نہ دیں اور میں تمہیں اور تمہارے اہل ذمہ کو بتانا چاہتا ہوں کہ فوج والے کوئی دست درازی کریں تو اس سے میں بے تعلق ہوں، سوا اس صورت کے جب کہ کوئی بھوک سے حالت اضطرار میں ہو اور پیٹ بھرنے کی کوئی صورت اُسے نظر نہ آئے اس کے علاوہ ان میں سے کوئی دراز دستی کرے تو تمہیں اس کی اُسے سزا دینا چاہیئے۔ لیکن اپنے سرپھروں کے ہاتھ بھی روکنا کہ وہ ان سے نہ ٹکرائیں اور جس چیز کی ہم نے اجازت دی ہے اس میں ان سے تعرض نہ کریں اور میں تو فوج کے اندر موجود ہی ہوں۔ لہٰذا جو زیادتیاں ہوں یا ایسی سختی تم پر ہو کہ جس کی روک تھام کے لیے تمہیں اللہ کی مدد، اور میری طرف رجوع ہونے کی ضرورت ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ میں انشاءاللہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ٹھیک کر دوں گا۔

مکتوب (۶۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلٰى كُمَيْلِ بْنِ زِيَادٍ النَّخَعِيِّ وَ هُوَ عَامِلُهٗ عَلٰى هِيتَ يُنْكِرُ عَلَيْهِ تَرْكَهٗ دَفْعَ مَنْ يَّجْتَازُ بِهٖ مِنْ جَيْشِ الْعَدُوِّ طَالِبًا الْغَارَةَ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ تَضْيِيعَ الْمَرْءِ مَا وُلِّيَ وَ تَكَلُّفَهٗ مَا كُفِيَ لَعَجْزٌ حَاضِرٌ وَ رَأْيٌ مُتَبَّرٌ۔ وَ إِنَّ تَعَاطِيَكَ الْغَارَةَ عَلٰى أَهْلِ قِرْقِيسِيَا وَ تَعْطِيلَكَ مَسَالِحَكَ الَّتِيْ وَلَّيْنَاكَ لَيْسَ بِهَا مَنْ يَّمْنَعُهَا وَ لَا يَرُدُّ الْجَيْشَ عَنْهَا لَرَأْيٌ شَعَاعٌ۔ فَقَدْ صِرْتَ جِسْرًا لِّمَنْ أَرَادَ الْغَارَةَ مِنْ أَعْدَآئِكَ عَلٰى أَوْلِيَآئِكَ غَيْرَ شَدِيْدِ الْمَنْكِبِ، وَ لَا مَهِيْبِ الْجَانِبِ وَ لَا سَادٍّ ثُغْرَةً، وَ لَا كَاسِرٍ شَوْكَةً وَ لَا مُغْنٍ عَنْ أَهْلِ مِصْرِهٖ، وَ لَا مُجْزٍ عَنْ أَمِيْرِهٖ۔

والیٔ ہیت کمیل ابن زیاد نخعی کے نام:

اس میں ان کے اس طرزِ عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے کہ جب دشمن کی فوجیں لوٹ مار کے قصد سے ان کے علاقہ کی طرف سے گزریں، تو انہوں نے ان کو روکا نہیں

آدمی کا اس کام کو نظر انداز کر دینا کہ جو اُسے سپرد کیا گیا ہے اور جو کام اس کے بجائے دوسروں سے متعلق ہے اس میں خواہ مخواہ کو گھسنا ایک کھلی ہوئی کمزوری اور تباہ کن فکر ہے۔ تمہارا اہل قرقیسیا پر دھاوا بول دینا اور اپنی سرحدوں کو خالی چھوڑ دینا جب کہ وہاں نہ کوئی حفاظت کرنے والا ہے نہ دشمن کی سپاہ کو روکنے والا ہے، ایک پریشان خیالی کا مظاہرہ تھا۔ اس طرح تم اپنے دشمنوں کے لیے پُل بن گئے جو تمہارے دوستوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اس عالم میں کہ نہ تمہارے بازوؤں میں توانائی ہے، نہ تمہارا کچھ رعب و دبدبہ ہے، نہ تم دشمن کا راستہ روکنے والے ہو، نہ اس کا زور توڑنے والے ہو نہ اپنے شہر والوں کے کام آنے والے ہو، اور نہ اپنے امیر کی طرف سے کوئی کام انجام دینے والے ہو۔

* * *

مکتوب (۶۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلٰى أَهْلِ مِصْرَ مَعَ مَالِكٍ الْأَشْتَرِ لَمَّا وَلَّاهُ إِمَارَتَهَا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ

جب مالک اشتر کو مصر کا حاکم تجویز فرمایا، تو ان کے ہاتھ اہل مصر کو بھیجا:

اللہ سبحانہ، نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کا (ان کی بداعمالیوں کی پاداش سے) ڈرانے والا اور تمام

نَذِيْرًا لِّلْعٰلَمِيْنَ وَ مُهَيْمِنًا عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، فَلَمَّا مَضٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَنَازَعَ الْمُسْلِمُوْنَ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ يُلْقٰى فِيْ رُوْعِيْ وَ لَا يَخْطُرُ بِبَالِيْ اَنَّ الْعَرَبَ تُزْعِجُ هٰذَا الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ عَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ، وَ لَا اَنَّهُمْ مُنَحُّوْهُ عَنِّيْ مِنْ بَعْدِهٖ، فَمَا رَاعَنِيْ اِلَّا انْثِيَالُ النَّاسِ عَلٰى فُلَانٍ يُبَايِعُوْنَهٗ، وَ اَمْسَكْتُ يَدِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ عَنِ الْاِسْلَامِ يَدْعُوْنَ اِلٰى مَحْقِ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فَخَشِيْتُ اِنْ لَّمْ اَنْصُرِ الْاِسْلَامَ وَ اَهْلَهٗ اَنْ اَرٰى فِيْهِ ثَلْمًا اَوْ هَدْمًا تَكُوْنُ الْمُصِيْبَةُ بِهٖ عَلَيَّ اَعْظَمَ مِنْ فَوْتِ وِلَايَتِكُمُ الَّتِيْ اِنَّمَا هِيَ مَتَاعُ اَيَّامٍ قَلَائِلَ يَزُوْلُ مِنْهَا مَا كَانَ كَمَا يَزُوْلُ السَّرَابُ اَوْ كَمَا يَتَقَشَّعُ السَّحَابُ فَنَهَضْتُ فِيْ تِلْكَ الْاَحْدَاثِ حَتّٰى زَاحَ الْبَاطِلُ وَ زَهَقَ، وَ اطْمَاَنَّ الدِّيْنُ وَ تَنَهْنَهَ۔

(وَ مِنْهُ) اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْ لَقِيْتُهُمْ وَاحِدًا وَّ هُمْ طِلَاعُ الْاَرْضِ كُلِّهَا مَا بَالَيْتُ وَ لَا اسْتَوْحَشْتُ، وَ اِنِّيْ مِنْ ضَلَالِهِمُ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ، وَ الْهُدَى

رسولوں پر گواہ بنا کر بھیجا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہو گئی، تو ان کے بعد مسلمانوں نے خلافت کے بارے میں کھینچا تانی شروع کر دی۔ اس موقع پر بخدا مجھے یہ کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا اور نہ میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد عرب خلافت کا رُخ ان کے اہل بیت سے موڑ دیں گے اور نہ یہ کہ ان کے بعد اُسے مجھ سے ہٹا دیں گے۔ مگر ایک دم میرے سامنے یہ منظر آیا، کہ لوگ فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے دوڑ پڑے۔ ان حالات میں میں نے اپنا ہاتھ روکے رکھا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مرتد ہونے والے اسلام سے مُرتد ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کو مٹا ڈالنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب میں ڈرا کہ اگر کوئی رخنہ یا خرابی دیکھتے ہوئے میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں گا تو یہ میرے لیے اس سے بڑھ کر مصیبت ہوگی جتنی یہ مصیبت کہ تمہاری یہ حکومت میرے ہاتھ سے چلی جائے جو تھوڑے دنوں کا اثاثہ ہے اس میں کی ہر چیز زائل ہو جائے گی۔ اس طرح جیسے سراب بے حقیقت ثابت ہوتا ہے یا جس طرح بدلی چھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ میں ان بدعتوں کے ہجوم میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہو گیا، اور دین محفوظ ہو کر تباہی سے بچ گیا۔

اسی خط کا ایک حصہ یہ ہے: بخدا اگر میں تن تنہا ان سے مقابلہ کے لیے نکلوں اور زمین کی ساری وسعتیں اُن سے چھلک رہی ہوں، جب بھی میں پروا نہ کروں اور نہ پریشان ہوں اور میں جس گمراہی میں وہ ہیں اور جس ہدایت پر میں ہوں، اس کے متعلق پوری بصیرت اور اپنے پروردگار

الَّذِي أَنَا عَلَيْهِ لَعَلٰى بَصِيرَةٍ مِنْ نَفْسِي وَيَقِينٍ مِنْ رَبِّي - وَإِنِّي إِلٰى لِقَاءِ اللهِ وَحُسْنِ ثَوَابِهِ لَمُنْتَظِرٌ رَاجٍ - وَلٰكِنَّنِي آسٰى أَنْ يَلِيَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سُفَهَاؤُهَا وَفُجَّارُهَا فَيَتَّخِذُوا مَالَ اللهِ دُوَلًا، وَعِبَادَهُ خَوَلًا، وَالصَّالِحِينَ حَرْبًا، وَالْفَاسِقِينَ حِزْبًا، فَإِنَّ مِنْهُمُ الَّذِي قَدْ شَرِبَ فِيكُمُ الْحَرَامَ وَجُلِدَ حَدًّا فِي الْإِسْلَامِ وَإِنَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُسْلِمْ حَتّٰى رُضِخَتْ لَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ الرَّضَائِخُ، فَلَوْلَا ذٰلِكَ مَا أَكْثَرْتُ تَأْلِيبَكُمْ وَتَأْنِيبَكُمْ، وَجَمْعَكُمْ وَتَحْرِيضَكُمْ، وَلَتَرَكْتُكُمْ إِذْ أَبَيْتُمْ وَوَنَيْتُمْ.

أَلَا تَرَوْنَ إِلٰى أَطْرَافِكُمْ قَدِ انْتَقَصَتْ وَإِلٰى أَمْصَارِكُمْ قَدِ افْتُتِحَتْ وَإِلٰى مَمَالِكِكُمْ تُزْوٰى، وَإِلٰى بِلَادِكُمْ تُغْزٰى - انْفِرُوا رَحِمَكُمُ اللهُ إِلٰى قِتَالِ عَدُوِّكُمْ، وَلَا تَثَّاقَلُوا إِلَى الْأَرْضِ فَتُقِرُّوا بِالْخَسْفِ وَتَبُوءُوا بِالذُّلِّ، وَيَكُونَ نَصِيبُكُمُ الْأَخَسَّ وَإِنَّ أَخَا الْحَرْبِ الْأَرِقُ - وَمَنْ نَامَ لَمْ يُنَمْ عَنْهُ -

(وَالسَّلَامُ)

کے فضل و کرم سے یقین رکھتا ہوں، اور میں اللہ کے حضور میں پہنچنے کا مشتاق، اور اس کے حسن ثواب کے لیے دامن امید پھیلائے ہوئے منتظر ہوں۔ مگر مجھے اس کی فکر ہے کہ اس قوم پر حکومت کریں بدمغز اور بدکردار لوگ، اور وہ اللہ کے مال کو اپنی املاک اور اس کے بندوں کو غلام بنالیں نیکوں سے برسرپیکار رہیں اور بدکرداروں کو اپنے جتھے میں رکھیں کیونکہ ان ہی میں بعض کا مشاہدہ تمہیں ہو چکا ہے کہ اس نے تمہارے اندر شراب نوشی کی اور اسلامی حد کے سلسلہ میں اُسے کوڑے لگائے گئے اور ان میں ایسا شخص بھی ہے جو اس وقت تک اسلام نہیں لایا، جبتک اسے آمدنیاں نہیں ہوئیں اگر اس کی فکر مجھے نہ ہوتی تو میں اس طرح تمہیں (جہاد پر) نہ آمادہ نہ کرتا نہ اس طرح جھنجوڑتا نہ تمہیں اکٹھا کرنے اور شوق دلانے کی کوشش کرتا، بلکہ تم سرتابی اور کوتاہی کرتے تو تم کو تمہارے حال پر چھوڑ دیتا۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے شہروں کے حدود (روز بروز) کم ہوتے جا رہے ہیں، اور تمہارے ملک کے مختلف حصوں پر قبضہ کیا جا رہا ہے، تمہاری ملکیتیں چھن رہی ہیں۔ اور تمہارے شہروں پر چڑھائیاں ہو رہی ہیں۔ خدا تم پر رحم کرے۔ اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لیے چل پڑو، اور سست ہو کر زمین سے چمٹے نہ رہو۔ ورنہ یاد رکھو کہ ظلم و ستم سہتے رہو گے اور ذلت میں پڑے رہو گے، اور تمہارا حصہ انتہائی پست ہو گا۔ سنو! جنگ آزما ہوشیار و بیدار رہا کرتا ہے اور جو سو جاتا ہے دشمن اس سے غافل ہو کر سویا نہیں کرتا۔ والسلام۔

۱؎ پیغمبر اکرم نے امیرالمومنین ؑ کے بارے میں هذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم (یہ میرا بھائی، میرا وصی اور

تم لوگوں میں میرا جانشین ہے) اور حجۃ الوداع سے پلٹتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر" من کنت مولاہ فعلی مولاہ " فرما کر نیابت و جانشینی کا مسئلہ طے کر دیا تھا۔ جس کے بعد کسی جدید انتخاب کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ یہ تصور و خیال کیا جا سکتا تھا کہ اہل مدینہ انتخاب کی ضرورت محسوس کریں گے۔ مگر کچھ اقتدار پرست افراد نے ان واضح ارشادات کو اس طرح نظر انداز کر دیا کہ گویا ان کے کان کبھی ان سے آشنا ہوئے ہی نہ تھے اور انتخاب کو اس درجہ ضروری سمجھا کہ تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کو چھوڑ چھاڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور جمہوریت کے نام پر حضرت ابو بکر کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ یہ موقع امیر المومنینؑ کے لیے انتہائی کشمکش کا تھا کیونکہ ایک طرف کچھ مفاد پرست لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ آپ شمشیر بکف میدان میں اتر آئیں اور دوسری طرف آپ یہ دیکھ رہے تھے کہ وہ عرب جو اسلام کی طاقت سے مرعوب ہو کر اسلام لائے تھے، مرتد ہوتے جا رہے ہیں اور مسیلمہ کذاب و طلیحہ ابن خویلد قبیلوں کے قبیلوں کو گمراہی کی طرف پھونک رہے ہیں۔ ان حالات میں اگر خانہ جنگی شروع ہو گئی اور مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے مقابلے میں بے نیام ہو کر نکل آئیں تو ارتداد و نفاق کی قوتیں مل کر اسلام کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیں گی، اس لیے آپ نے جنگ پر وقتی سکوت کو ترجیح دی اور وحدت اسلامی کو برقرار رکھنے کے لیے تلوار کا سہارا لینے کے بجائے خاموشی کے ساتھ احتجاج کافی سمجھا۔ کیونکہ آپ کو ظاہری اقتدار اتنا عزیز نہ تھا۔ جتنی ملت کی فلاح و بہبود عزیز تھی اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کے سدباب اور فتنہ پردازوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لیے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ آپ اپنے حق سے دستبردار ہو کر جنگ کو ہوا نہ دیں اور یہ بقائے ملت و اسلام کے سلسلہ میں اتنا بڑا کارنامہ ہے جس کا تمام فرق اسلامیہ کو اعتراف ہے۔

۲ؔ میں شراب نوشی کرنے والے سے مراد ولید ابن عقبہ ہے۔ جس نے کوفہ میں شراب پی اور نشہ کی حالت میں نماز پڑھائی اور اس کی پاداش میں اسے کوڑے لگائے گئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابو الفرج اصفہانی سے نقل کیا ہے :۔

کان الولید زانیا یشرب الخمر فشرب بالکوفۃ و قام یصلی بھم الصبح فی المسجد الجامع فصلی بھم اربع رکعات ثم التفت الیھم۔ فقال ازیدکم (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۹۲)

ولید بدکار اور شراب خوار تھا۔ اس نے کوفہ میں شراب پی، اور مسجد جامع میں لوگوں کو صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اگر تم چاہو تو کچھ اور بڑھا دوں۔ اور مالی انتفاع کی وجہ سے ایمان لانے والے سے مراد معاویہ ہے کہ جو صرف دنیوی انتفاعات کی وجہ سے اپنا رشتہ اسلام سے جوڑے ہوئے تھا۔

---

(۶۳) مکتوب

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَىٰ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْكُوفَةِ وَقَدْ بَلَغَهُ عَنْهُ تَثْبِيطُهُ النَّاسَ عَنِ الْخُرُوجِ إِلَيْهِ لَمَّا نَدَبَهُمْ لِحَرْبِ

عامل کوفہ ابو موسیٰ اشعری کے نام :

جب حضرت کو خبر پہنچی کہ وہ اہل کوفہ کو جنگ کے سلسلہ میں جب کہ آپ نے انہیں مدد کے لیے بلایا تھا۔

أَصْحَابِ الْجَمَلِ -

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ -

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكَ قَوْلٌ هُوَ لَكَ وَعَلَيْكَ، فَإِذَا قَدِمَ رَسُوْلِيْ عَلَيْكَ فَارْفَعْ ذَيْلَكَ، وَاشْدُدْ مِئْزَرَكَ، وَاخْرُجْ مِنْ جُحْرِكَ، وَانْدُبْ مَنْ مَعَكَ فَإِنْ حَقَّقْتَ فَانْفُذْ، وَإِنْ تَفَشَّلْتَ فَابْعُدْ. وَايْمُ اللّٰهِ لَتُؤْتَيَنَّ مِنْ حَيْثُ أَنْتَ، وَلَا تُتْرَكُ حَتّٰى يُخْلَطَ زُبْدُكَ بِخَاثِرِكَ وَذَائِبُكَ بِجَامِدِكَ، وَحَتّٰى تُعْجَلَ عَنْ قِعْدَتِكَ، وَتَحْذَرَ مِنْ أَمَامِكَ لَحَذَرِكَ مِنْ خَلْفِكَ. وَمَا هِيَ بِالْهُوَيْنٰى الَّتِيْ تَرْجُوْ، وَلٰكِنَّهَا الدَّاهِيَةُ الْكُبْرٰى، يُرْكَبُ جَمَلُهَا وَيُذَلُّ صَعْبُهَا وَيُسَهَّلُ جَبَلُهَا فَاعْقِلْ عَقْلَكَ، وَامْلِكْ أَمْرَكَ وَخُذْ نَصِيْبَكَ وَحَظَّكَ، فَإِنْ كَرِهْتَ فَتَنَحَّ إِلٰى غَيْرِ رَحْبٍ، وَلَا فِيْ نَجَاةٍ فَبِالْحَرِيِّ لَتُكْفَيَنَّ وَأَنْتَ نَائِمٌ حَتّٰى لَا يُقَالَ أَيْنَ فُلَانٌ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مَعَ مُحِقٍّ وَمَا نُبَالِيْ مَا صَنَعَ الْمُلْحِدُوْنَ۔

روک رہا ہے۔"

خدا کے بندے علی امیرالمومنین ع کی طرف سے عبداللہ ابن قیس (ابوموسیٰ) کے نام :-

مجھے تمہاری طرف سے ایسی بات کی خبر ملی ہے۔ جو تمہارے حق میں بھی ہو سکتا ہے اور تمہارے خلاف بھی پڑ سکتی ہے۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو جہاد کے لیے دامن گردان لو، کمر کس لو، اور اپنے بل سے باہر نکل آؤ، اور اپنے ساتھ والوں کو بھی دعوت دو، اور اگر حق تمہارے نزدیک ثابت ہے تو کھڑے ہو، اور اگر بودا پن دکھاتا ہے تو (ہماری نظروں سے) دور ہو جاؤ۔ خدا کی قسم تم گھیر گھار کر لائے جاؤ گے خواہ کہیں بھی ہو، اور چھوڑے نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ تم اپنی دو عملی کی وجہ سے بوکھلا اٹھو گے اور تمہارا سارا تار پود بکھر جائے گا یہاں تک کہ تمہیں اطمینان سے بیٹھنا بھی نصیب نہ ہوگا، اور سامنے سے بھی اسی طرح ڈرو گے جس طرح اپنے پیچھے سے ڈرتے ہو جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے یہ کوئی آسان بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی مصیبت ہے۔ جس کے اونٹ پر بہر حال سوار ہونا پڑے گا۔ اور اس کی دشواریوں کو ہموار کیا جائے گا اور اس پہاڑ کو سر کیا جائے گا۔ لہٰذا اپنی عقل کو ٹھکانے پر لاؤ، اپنے حالات پر قابو حاصل کرو اور اپنا حظ و نصیب لینے کی کوشش کرو، اور اگر یہ ناگوار ہے تو ادھر دفان ہو جہاں نہ تمہارے لیے آؤ بھگت ہے، نہ تمہارے لیے چھٹکارے کی کوئی صورت۔ اب یہی مناسب ہے کہ تمہیں بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ مزے سے سوتے پڑے رہو کوئی یہ بھی تو نہ پوچھے گا کہ فلاں ہے کہاں۔ خدا کی قسم یہ حق پرست کا صحیح اقدام ہے، اور ہمیں بے دینوں کے کرتوتوں کی

وَالسَّلَامُ ۔

کوئی پروا نہیں ہو سکتی ۔ والسلام ۔

۱؎ جب امیر المومنینؑ نے اہل بصرہ کی فتنہ انگیزی کو دبانے کے لیے قدم اٹھانا چاہا، تو امام حسنؑ کے ہاتھ یہ مکتوب عامل کوفہ ابو موسیٰ اشعری کے نام بھیجا جس میں اس کی دورنگی اور متضاد روش پر اسے تہدید و سرزنش کرتے ہوئے اُسے آمادۂ جہاد کرنا چاہا ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو یہ کہتا تھا کہ امیر المومنین امام برحق ہیں اور ان کی بیعت صحیح ہے اور دوسری طرف یہ کہتا تھا۔ کہ ان کے ساتھ ہو کر اہل قبلہ سے جنگ کرنا درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک فتنہ ہے اور اس فتنہ سے الگ تھلگ رہنا چاہیے چنانچہ اس متضاد قول کی طرف حضرتؑ نے "ھولك وعليك" سے اشارہ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ حضرتؑ کو امام برحق سمجھتا ہے، تو پھر ان کے ساتھ ہو کر دشمن سے برسرپیکار ہونا کیوں غلط ہے اور اگر آپ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنا صحیح نہیں ہے، تو آپؑ کو امام برحق سمجھنے کے کیا معنی ۔

بہرحال اس کے جنگ سے روکنے اور قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی کرنے کے باوجود اہل کوفہ جوق در جوق اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرتؑ کی سپاہ میں شامل ہو کر جنگ میں پورا حصہ لیا اور اہل بصرہ کو ایسی شکست دی کہ وہ پھر فتنہ انگیزی کے لیے کھڑے ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔

---

(٦٤) وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ — مکتوب (۶۴)

إِلَى مُعَاوِيَةَ جَوَاباً عَنْ كِتَابِهِ. أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّا كُنَّا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلَى مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْأُلْفَةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَفَرَّقَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَمْسِ أَنَّا آمَنَّا وَكَفَرْتُمْ، وَالْيَوْمَ أَنَّا اسْتَقَمْنَا وَفُتِنْتُمْ وَمَا أَسْلَمَ مُسْلِمُكُمْ إِلَّا كَرْهاً، وَبَعْدَ أَنْ كَانَ أَنْفُ الْإِسْلَامِ كُلُّهُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حِزْباً. وَذَكَرْتَ أَنِّي قَتَلْتُ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ، وَشَرَّدْتُ بِعَائِشَةَ وَنَزَلْتُ بَيْنَ الْمِصْرَيْنِ، وَذٰلِكَ أَمْرٌ غِبْتَ عَنْهُ فَلَا عَلَيْكَ وَلَا

بجواب معاویہ!

جیسا کہ تم نے لکھا ہے (اسلام سے پہلے) ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاق و اتحاد تھا۔ لیکن کل ہم اور تم میں تفرقہ یہ پڑا کہ ہم ایمان لائے اور تم نے کفر اختیار کیا اور آج یہ ہے کہ ہم حق پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں اور تم فتنوں میں پڑ گئے ہو، اور تم میں سے جو بھی اسلام لایا تھا وہ مجبوری سے، اور وہ اس وقت کہ جب تمام (اشراف عرب) اسلام لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ہو چکے تھے تم نے (اپنے خط میں) ذکر کیا ہے کہ میں نے طلحہ و زبیر کو قتل کیا اور عائشہ کو گھر سے نکالا اور (مدینہ چھوڑ کر) کوفہ و بصرہ میں قیام کیا۔ مگر یہ وہ باتیں ہیں جن کا تم سے کوئی واسطہ

العذرُ فيه إليك - وذكرتَ أنك
زائري في المهاجرين والأنصار،
وقد انقطعت الهجرة يوم أُسر
أخوك، فإن كان فيك عجلٌ
فاسترفِهْ، فإني إن أزُرك فذلك
جديرٌ أن يكون الله إنما بعثني
إليك للنقمة منك، وإن
تزرني فكما قال أخو بني أسد:
مستقبلين رياح الصيف تضربهم
بحاصبٍ بين أغوارٍ وجلمودِ!

*

وعندي السيف الذي
أعضضتُه بجدّك وخالك و
أخيك في مقامٍ واحد. وإنك
والله ما علمتُ لأغلفُ القلب
المقاربُ العقل، والأولى أن
يُقال لك إنك رقيتَ سُلّماً
أطلعك مطلعَ سوءٍ عليك لا لك
لأنك نشدت غير ضالّتك، و
رعيت غير سائمتك، وطلبت
أمراً لست من أهله ولا في معدنه
فما أبعد قولك من فعلك، و
قريبٌ ما أشبهت من أعمامٍ
وأخوالٍ حملتهم الشقاوة و
تمنّي الباطل على الجحود بمحمدٍ

نہیں، نہ تم پر کوئی زیادتی ہے اور نہ تم سے عذر خواہی کی
اس میں ضرورت ہے۔

اور تم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تم مہاجرین و انصار کے
جتھے کے ساتھ مجھ سے ملنے (مقابلہ) کو نکلنے والے ہو۔
لیکن ہجرت کا دروازہ تو اسی دن بند ہو گیا تھا جس دن تمہارا
بھائی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اگر جنگ کی تمہیں اتنی ہی جلدی ہے
تو ذرا دم لو، ہو سکتا ہے کہ میں خود تم سے ملنے آجاؤں
اور یہ ٹھیک ہو گا اس اعتبار سے کہ اللہ نے تمہیں سزا
دینے کے لیے مجھے مقرر کیا ہو گا اور اگر تم مجھ سے ملنے
کو آئے، تو وہ ہو گا جو شاعر بنی اسد نے کہا ہے۔

"وہ موسم گرما کی ایسی ہواؤں کا سامنا کر رہے ہیں
جو نشیبوں اور چٹانوں میں ان پر سنگریزوں کی بارش کر
رہی ہیں"

میرے ہاتھ میں وہی تلوار ہے جس کی گزند سے
تمہارے نانا، تمہارے ماموں اور تمہارے بھائی کو ایک
ہی جگہ پہنچا چکا ہوں، خدا کی قسم تم جیسا میں جانتا ہوں
ایسے ہو جس کے دل پر تہیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اور جس کی
عقل بہت محدود ہے۔ تمہارے بارے میں یہی کہنا زیادہ
مناسب ہے کہ تم ایک ایسی سیڑھی پر چڑھ گئے ہو جہاں
پر سے تمہارے لیے برا منظر پیش نظر ہو سکتا ہے جس
میں تمہارا برا ہی ہو گا۔ بھلا نہیں ہو گا۔ کیونکہ غیر کی کھوئی
ہوئی چیز کی جستجو میں ہو، اور دوسرے کے چوپائے چرانے
لگے ہو، اور ایسی چیز کے لیے ہاتھ پیر مار رہے ہو جس
کے نہ تم اہل ہو، اور نہ تمہارا اس سے کوئی بنیادی لگاؤ
ہے۔ تمہارے قول و فعل میں کتنا فرق ہے اور تمہیں اپنے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَصَرَعُوا مَصَارِعَهُمْ حَيْثُ عَلِمْتَ، لَمْ يَدْفَعُوا عَظِيماً، وَلَمْ يَمْنَعُوا حَرِيماً بِوَقْعِ سُيُوفٍ مَا خَلَا مِنْهَا الْوَغَى وَلَمْ تُمَاشِهَا الْهُوَيْنَى۔

وَقَدْ أَكْثَرْتَ فِي قَتَلَةِ عُثْمَانَ فَادْخُلْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ ثُمَّ حَاكِمِ الْقَوْمَ إِلَيَّ أَحْمِلْكَ وَإِيَّاهُمْ عَلَى كِتَابِ اللهِ تَعَالَى۔ وَأَمَّا تِلْكَ الَّتِي تُرِيدُ فَإِنَّهَا خُدْعَةُ الصَّبِيِّ عَنِ اللَّبَنِ فِي أَوَّلِ الْفِصَالِ۔

وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ۔

ان چچاؤں اور ماموؤں سے کتنی قریبی شباہت ہے۔ جنہیں بدبختی و آرزوئے باطل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے انکار پر اُبھارا تھا۔ جس کے انجام میں وہ قتل ہو ہو کر گرے۔ اور جیسا تمہیں معلوم ہے نہ کسی بلا کو وہ ٹال سکے اور نہ اپنے محفوظ احاطہ کی حفاظت کر سکے ان تلواروں کی مار سے جن سے میدان دغا خالی نہیں ہوتا اور جن میں سستی کا گزر نہیں۔

اور تم نے عثمان کے قاتلوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے تو پہلے میری بیعت میں داخل ہو جاؤ جس میں سب داخل ہو چکے ہیں۔ پھر میری عدالت میں ان لوگوں پر مقدمہ دائر کرنا، تو میں کتاب خدا کی رُو سے تمہارا اور ان کا فیصلہ کر دوں گا۔ لیکن یہ جو تم چاہ رہے ہو، تو یہ وہ دھوکا ہے جو بچہ کو دودھ سے روکنے کے لیے دیا جاتا ہے۔ سلام اس پر جو اس کا اہل ہو۔

✽ ✽ ✽

لہ معاویہ نے امیر المومنینؑ کو ایک خط تحریر کیا تھا۔ جس میں باہمی یکجہتی و اتفاق کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ پر طلحہ و زبیر کے قتل اور اُم المومنین عائشہ کو گھر سے بے گھر کرنے کا الزام لگایا، اور مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو مرکز قرار دینے پر اعتراض کیا اور آخر میں جنگ کی دھمکی دیتے ہوئے لکھا کہ میں انصار و مہاجرین کے جتھے کے ساتھ جنگ کے لیے نکلنے والا ہوں، حضرتؑ نے اس کے جواب میں یہ مکتوب اس کے نام لکھا جس میں اس کے دعوٰی اتحاد و یکجہتی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ مانا کہ ہم میں اور تم میں اتحاد ہو گا۔ مگر اسلام کے بعد ہم میں اور تم میں ایسی خلیج حائل ہو چکی ہے جسے پاٹا نہیں جا سکتا، اور ایسا تفرقہ پڑ گیا ہے جسے مٹایا نہیں جا سکتا وہ اس طرح کہ ہم نے پیغمبرؐ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام میں سبقت کی اور تمہاری حالت یہ تھی کہ تم اس وقت کفر و جہالت میں پڑے ہوئے تھے جس سے ہماری اور تمہاری راہیں الگ الگ ہو گئیں۔ البتہ جب اسلام کے قدم جم گئے اور اشراف عرب حلقہ بگوش اسلام ہو چکے، تو تم نے مجبوری کے عالم میں اطاعت قبول کر لی، اور چہروں پر اسلام کی نقاب ڈال کر اپنی جانوں کا تحفظ کر لیا۔ مگر در پردہ اس کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے کے لیے فتنوں کو ہوا دیتے رہے اور ہم نے چونکہ رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا تھا اس لیے راہ حق پر جمے رہے اور کسی مرحلہ پر ہمارے ثبات قدم میں جنبش نہ آئی، لہٰذا تمہارا اسلام لانا بھی ہمیں

تمہارا ہمنوا نہ بنا سکا۔

اب رہا اس کا یہ الزام کہ حضرتؑ نے طلحہ و زبیر کے قتل کا سروسامان کیا تو اگر اس الزام کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ انہوں نے حضرت کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی تھی اور بیعت کو توڑ کر جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا اگر وہ بغاوت کے سلسلہ میں مارے گئے تو ان کا خون رائیگاں سمجھا جائے گا اور قتل کرنے والے پر الزام عائد نہ ہوگا۔ کیونکہ امام برحق کے خلاف بغاوت کرنے والے کی سزا قتل اور اس سے جنگ و قتال بلا شبہ جائز ہے اور اصل واقعہ یہ ہے کہ اس الزام کی کوئی اصلیت ہی نہیں ہے، کیونکہ اپنے ہی گروہ کے ایک فرد کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ چنانچہ صاحب استیعاب تحریر فرماتے ہیں،

رمی مروان طلحۃ بسھم ثم التفت الی ابان ابن عثمان فقال قد کفیناک بعض قتلۃ ابیک

(استیعاب ج ۲ ص ۲۲۳)

مروان نے طلحہ کو تیر سے مارا اور پھر ابان ابن عثمان سے کہا کہ ہم نے تمہارے باپ کے بعض قاتلوں سے بدلہ لے کر تمہیں اس مہم سے سبکدوش کر دیا ہے۔

اور زبیر بصرہ سے پلٹتے ہوئے وادی السباع میں عمرو ابن جرموز کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے۔ جس میں امیر المومنینؑ کا کوئی ایما نہ تھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ اس باغی گروہ کی سربراہ بن کر خود گھر سے نکل کھڑی ہوئی تھیں اور امیر المومنینؑ نے انہیں متعدد دفعہ سمجھایا کہ وہ اپنے موقف کو پہچانیں اور اپنے حدود کار سے قدم باہر نہ نکالیں۔ مگر ان پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔

اسی نوعیت کی یہ نکتہ چینی ہے کہ حضرت نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اس لیے دار الخلافہ بنایا کہ مدینہ بروں کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے اور گندگی کو چھانٹ دیتا ہے اس کا جواب تو بس اتنا ہی ہے کہ وہ خود بھی تو مدینہ کو چھوڑ کر ہمیشہ شام ہی کو اپنا مرکز بنائے رہا تو اس صورت میں اسے حضرت کے مرکز بدلنے پر کیا حق اعتراض پہنچتا ہے، اگر حضرت نے مدینہ کو چھوڑا تو اس کی وجہ شورشیں تھیں، جو ہر طرف سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں جن کی روک تھام کے لیے ایسے ہی مقام کو مرکز قرار دینا مفید ثابت ہو سکتا تھا کہ جہاں سے ہر وقت فوجی امداد حاصل کی جا سکے۔

چنانچہ امیر المومنینؑ نے جنگ جمل کے موقع پر دیکھ لیا تھا کہ اہل کوفہ کی خاصی بڑی اکثریت نے آپ کے ساتھ تعاون کیا ہے لہٰذا اسے فوجی چھاؤنی قرار دے کر بڑی آسانی سے دشمن کا دفاع کیا جا سکتا ہے اور مدینہ نہ فوجی کمک کے اعتبار سے، اور نہ رسد رسانی کے لحاظ سے مفید تھا۔

آخر میں معاویہ کی یہ دھمکی کہ وہ مہاجرین و انصار کے گروہ کے ساتھ نکلنے والا ہے، تو حضرت نے اس کا بڑے لطیف پیرایہ میں یہ جواب دیا ہے کہ اب تم مہاجرین کہاں سے لاؤ گے جب کہ ہجرت کا دروازہ اسی دن بند ہو گیا تھا کہ جب تمہارا بھائی یزید ابن ابی سفیان اسیر ہوا تھا اور یہ فتح مکہ کے موقع پر گرفتار ہوا تھا۔ اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کوئی مہاجر کہلا سکے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لاھجرۃ بعد الفتح "فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے۔"

(وَمِن کِتَابٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ) مکتوب (۶۵)

اِلَیْہِ اَیْضًا:

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اٰنَ لَکَ اَنْ تَنْتَفِعَ بِاللَّمْحِ الْبَاصِرِ مِنْ عِیَانِ الْاُمُوْرِ، فَقَدْ سَلَکْتَ مَدَارِجَ اَسْلَافِکَ بِادِّعَائِکَ الْاَبَاطِیْلَ، وَ اِقْحَامِکَ غُرُوْرَ الْمَیْنِ وَ الْاَکَاذِیْبِ، وَ بِانْتِحَالِکَ مَا قَدْ عَلَا عَنْکَ، وَ ابْتِزَازِکَ لِمَا اخْتُزِنَ دُوْنَکَ، فِرَارًا مِّنَ الْحَقِّ وَ جُحُوْدًا لِّمَا هُوَ اَلْزَمُ لَکَ مِنْ لَّحْمِکَ وَ دَمِکَ، مِمَّا قَدْ وَعَاهُ سَمْعُکَ، وَ مُلِئَ بِهٖ صَدْرُکَ، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ الْمُبِیْنُ، وَ بَعْدَ الْبَیَانِ اِلَّا اللَّبْسُ- فَاحْذَرِ الشُّبْهَةَ وَ اشْتِمَالَهَا عَلٰی لُبْسَتِهَا، فَاِنَّ الْفِتْنَةَ طَالَمَا اَغْدَفَتْ جَلَابِیْبَهَا وَ اَغْشَتِ الْاَبْصَارَ ظُلْمَتُهَا۔ وَ قَدْ اَتَانِیْ کِتَابٌ مِّنْکَ ذُوْ اَفَانِیْنَ مِنَ الْقَوْلِ ضَعُفَتْ قُوَاهَا عَنِ السِّلْمِ، وَ اَسَاطِیْرَ لَمْ یَحُکْهَا مِنْکَ عِلْمٌ وَّ لَا حِلْمٌ، اَصْبَحْتَ مِنْهَا کَالْخَائِضِ فِی الدَّهَاسِ، وَ الْخَابِطِ فِی الدِّیْمَاسِ، وَ تَرَقَّیْتَ اِلٰی مَرْقَبَةٍ بَعِیْدَةِ الْمَرَامِ، نَازِحَةِ الْاَعْلَامِ، تَقْصُرُ دُوْنَهَا الْاَنُوْقُ، وَ

معاویہ کے نام:

اب اس کا وقت ہے کہ روشن حقیقتوں کو دیکھ کر ان سے فائدہ اٹھالو، مگر تم باطل دعوی کرنے کذب و فریب میں لوگوں کو جھونکنے، اپنی حیثیت سے بلند چیز کا ادعا کرنے اور ممنوعہ چیزوں کو ہتھیا لینے میں اپنے بزرگوں کے مسلک پر چل رہے ہو۔ یہ اس لیے کہ حق سے بھاگنا چاہتے ہو اور ان چیزوں سے کہ جو گوشت و خون سے بھی زیادہ تم وخون سے بھی زیادہ تم سے چمٹی ہوئی ہیں اور تمہارے کانوں میں محفوظ اور سینے میں بھری ہوئی ہیں۔ انکار کرنا چاہتے ہو تو حق کو چھوڑنے کے بعد کھلی ہوئی گمراہی اور بیان حقیقت کے نظر انداز کئے جانے کے بعد سراسر فریب کاری کے سوا اور رہ ہی کیا! لہٰذا اشتباہات اور ان کی تلبیس کاریوں سے بچو، کیونکہ فتنے مدت سے دامن لٹکائے ہوئے ہیں، اور ان کے اندھیروں نے آنکھوں کو چوندھیا رکھا ہے۔

تمہارا خط مجھے ملا ہے ایسا کہ جس میں قسم قسم کی بے جوڑ باتیں ہیں جن سے صلح دامن کے مقصد کو کوئی تقویت نہیں پہنچ سکتی اور اس میں ایسے خرافات ہیں کہ جن کے تانے بانے کو علم و دانائی سے نہیں بُنا۔ تم تو ان باتوں کی وجہ سے ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی دلدل میں دھنستا جا رہا ہو اور اندھے کنوئیں میں ہاتھ پیر مار رہا ہو۔ تم اپنے کو اونچا کرکے ایسی بلند بام اور گم کردہ نشاں چوٹی تک لے گئے ہو کہ عقاب بھی وہاں پر نہیں مار سکتا اور ستارہ عیوق کی بلندی سے ٹکر لے رہی ہے۔

يُحَاذِي بِهَا الْعَيُّوقَ ـ وَحَاشَا لِلّٰهِ أَنْ تَلِيَ لِلْمُسْلِمِينَ بَعْدِي صَدَرًا أَوْ وِرْدًا، أَوْ أُجْرِيَ لَكَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ عَقْدًا أَوْ عَهْدًا، فَمِنَ الْآنَ فَتَدَارَكْ نَفْسَكَ وَانْظُرْ لَهَا، فَإِنَّكَ إِنْ فَرَّطْتَ حَتَّى يَنْهَدَ إِلَيْكَ عِبَادُ اللّٰهِ أُرْتِجَتْ عَلَيْكَ الْأُمُورُ وَمُنِعْتَ أَمْرًا هُوَ مِنْكَ الْيَوْمَ مَقْبُولٌ.

(وَالسَّلَامُ)

حاشا وکلا یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ تم میرے با اقتدار ہونے کے بعد مسلمانوں کے حل و عقد کے مالک بنو، یا میں تمہیں کسی ایک شخص پر بھی حکومت کا کوئی پروانہ یا دستاویز لکھ دوں خیر! اب سے سہی۔ اپنے نفس کو بچاؤ اور اس کی دیکھ بھال کرو۔ کیونکہ اگر تم نے اس وقت تک کوتاہی کی کہ جب خدا کے بندے تمہارے مقابلہ کو اُٹھ کھڑے ہوئے پھر تمہاری ساری راہیں بند ہو جائیں گی اور جو صورت تم سے آج قبول کی جا سکتی ہے اس وقت قبول نہ کی جائے گی۔ والسلام

۱؎ جنگ خوارج کے اختتام پر معاویہ نے امیر المومنینؑ کو ایک خط تحریر کیا جس میں حسب عادت الزام تراشی سے کام لیا۔ اس کے جواب میں حضرتؑ نے یہ مکتوب اس کے نام لکھا۔ اس میں جس روشن حقیقت کی طرف معاویہ کو متوجہ کرنا چاہا ہے، وہ یہی خوارج کی جنگ اور اس میں آپ کی نمایاں کامیابی ہے کیونکہ یہ جنگ پیغمبرؐ کی پیشین گوئی کے نتیجہ میں واقع ہوئی تھی اور خود حضرت بھی جنگ کے واقع ہونے سے قبل فرما چکے تھے کہ مجھے اصحاب جمل و صفین کے علاوہ ایک اور گروہ سے بھی لڑنا ہے اور وہ مارقین (دین سے برگشتہ ہونے والے خوارج) کا ہے۔ لہٰذا اس جنگ کا واقع ہونا، اور پیغمبرؐ کی پیشین گوئی کے مطابق ذو الثدیہ کا مارا جانا حضرتؑ کی صداقت کی ایک روشن دلیل تھا۔ اگر معاویہ شخصی نمود اور ملک گیری کی ہوس میں مبتلا نہ ہوتا اور اپنے اسلاف ابو سفیان و عتبہ کی طرح حق سے چشم پوشی نہ کرتا، تو وہ حق کو دیکھ کر اس کی راہ پر آ سکتا تھا۔ مگر وہ اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر ہمیشہ حق و صداقت سے پہلو بچاتا رہا اور ان ارشادات سے جو حضرت کی امامت و وصایت پر روشنی ڈالتے تھے آنکھ بند کئے پڑا رہا۔ حالانکہ حجۃ الوداع میں شریک ہونے کی وجہ سے پیغمبرؐ کا قول من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور غزوۂ تبوک کے موقعہ پر موجود ہونے کی وجہ سے یا علی انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اس سے مخفی نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ حق پوشی و باطل کوشی میں زندگی کے لمحات بسر کرتا رہا۔ یہ کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ صرف ہوس اقتدار اسے حق و انصاف کے کچلنے اور دبانے پر ابھارتی رہی۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۶۶)

إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ ـ وَقَدْ تَقَدَّمَ

عبد اللہ ابن عباس کے نام!

ذِكْرُهٗ بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ :-

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْمَرْءَ لَيَفْرَحُ بِالشَّيْءِ الَّذِیْ لَمْ يَكُنْ لِيَفُوْتَهٗ وَ يَحْزَنُ عَلَى الشَّيْءِ الَّذِیْ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهٗ. فَلَا يَكُنْ اَفْضَلُ مَا نِلْتَ فِیْ نَفْسِكَ مِنْ دُنْيَاكَ بُلُوْغَ لَذَّةٍ اَوْ شِفَاءَ غَيْظٍ وَلٰكِنْ اِطْفَاءَ بَاطِلٍ اَوْ اِحْيَاءَ حَقٍّ وَلْيَكُنْ سُرُوْرُكَ بِمَا قَدَّمْتَ ، وَ اَسَفُكَ عَلٰى مَا خَلَّفْتَ ، وَ هَمُّكَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ۔

یہ خط اس سے پہلے دوسری عبارت میں درج کیا جا چکا ہے

بندہ کبھی اس شے کو پا کر خوش ہونے لگتا ہے جو اس کے ہاتھ سے جانے والی تھی ہی نہیں ۔ اور ایسی چیز کی وجہ سے رنجیدہ ہوتا ہے ۔ جو اُسے ملنے والی ہی نہ تھی لہٰذا لذت کا حصول اور جذبۂ انتقام کو فرو کرنا ہی تمہاری نظروں میں دنیا کی بہترین نعمت نہ ہو ، بلکہ باطل کو مٹانا اور حق کو زندہ کرنا ہو ۔ اور تمہاری خوشی اس ذخیرہ پر ہونا چاہیئے جو تم نے آخرت کے لیے فراہم کیا ہے اور تمہارا رنج اس سرمایہ پر ہونا چاہیئے ۔ جسے صحیح مصرف میں صرف کیے بغیر چھوڑ رہے ہو ۔ اور تمہیں فکر صرف موت کے بعد کی ہونا چاہیئے ۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۶۷)

اِلٰى قُثَمِ بْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهٗ عَلٰى مَكَّةَ .

اَمَّا بَعْدُ فَاَقِمْ لِلنَّاسِ الْحَجَّ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ ، وَاجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ فَاَفْتِ الْمُسْتَفْتِیَ وَعَلِّمِ الْجَاهِلَ وَ ذَاكِرِ الْعَالِمَ ۔ وَلَا يَكُنْ لَكَ اِلَى النَّاسِ سَفِيْرٌ اِلَّا لِسَانُكَ ، وَلَا حَاجِبٌ اِلَّا وَجْهُكَ ، وَلَا تَحْجُبَنَّ ذَا حَاجَةٍ عَنْ لِقَائِكَ بِهَا ، فَاِنَّهَا اِنْ ذِيْدَتْ عَنْ اَبْوَابِكَ فِیْ اَوَّلِ وِرْدِهَا لَمْ تُحْمَدْ فِيْمَا بَعْدُ عَلٰى قَضَائِهَا ۔ وَانْظُرْ اِلٰى مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ

والیٔ مکہ قثم ابن عباس کے نام :

لوگوں کے لئے حج کے قیام کا سر و سامان کرو ۔ اور اللہ کے یادگار دنوں کی یاد دلاؤ ۔ اور لوگوں کے لیے صبح و شام اپنی نشست قرار دو ۔ مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتاؤ جاہل کو تعلیم دو اور عالم سے تبادلۂ خیالات کرو ۔ اور دیکھو لوگوں تک پیغام پہنچانے کے لیے تمہاری زبان کے سوا کوئی سفیر نہ ہونا چاہیئے ، اور تمہارے چہرے کے سوا کوئی تمہارا دربان نہ ہونا چاہیئے اور کسی ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے محروم نہ کرنا اس لیے کہ پہلی دفعہ اگر حاجت تمہارے دروازوں سے ناکام واپس کر دی گئی ۔ تو بعد میں اُسے پورا کر دینے سے بھی تمہاری تعریف نہ ہو گی ۔

مِنْ مَالِ اللّٰهِ فَاصْرِفْهُ إِلٰى مَنْ قِبَلَكَ مِنْ ذَوِي الْعِيَالِ وَالْمَجَاعَةِ مُصِيبًا بِهِ مَوَاضِعَ الْفَاقَةِ وَالْخَلَّاتِ، وَمَا فَضَلَ عَنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ إِلَيْنَا لِنَقْسِمَهُ فِيمَنْ قِبَلَنَا۔

وَمُرْ أَهْلَ مَكَّةَ أَنْ لَا يَأْخُذُوا مِنْ سَاكِنٍ أَجْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: سَوَآءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ. فَالْعَاكِفُ الْمُقِيمُ بِهِ وَالْبَادِي الَّذِي يَحُجُّ إِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِ. وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ لِمَحَابِّهِ۔

(وَالسَّلَامُ)

اور دیکھو! تمہارے پاس جو اللہ کا مال جمع ہو اُسے اپنی طرف کے عیال داروں اور بھوکے ننگوں تک پہنچاؤ۔ اس لحاظ کے ساتھ کہ وہ استحقاق اور احتیاج کے صحیح مرکزوں تک پہنچے، اور جو اُس سے بچ رہے اُسے ہماری طرف بھیج دو۔ تاکہ ہم اُسے ان لوگوں میں بانٹیں۔ جو ہمارے گرد جمع ہیں۔

اور مکہ والوں کو حکم دو کہ وہ باہر سے آکر ٹھہرنے والوں سے کرایہ نہ لیں۔ کیونکہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے کہ اس میں عاکف اور بادی یکساں ہیں۔ عاکف وہ ہے جو اس میں مقیم ہو۔ اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کے لیے آیا ہوں۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔ والسلام۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۶۸)

إِلٰى سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَبْلَ أَيَّامِ خِلَافَتِهِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسُّهَا، قَاتِلٌ سَمُّهَا، فَأَعْرِضْ عَمَّا يُعْجِبُكَ فِيهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكَ مِنْهَا، وَضَعْ عَنْكَ هُمُومَهَا لِمَا أَيْقَنْتَ مِنْ فِرَاقِهَا وَتَصَرُّفِ حَالَاتِهَا، وَكُنْ آنَسَ مَا تَكُونُ بِهَا أَحْذَرَ مَا تَكُونُ مِنْهَا. فَإِنَّ صَاحِبَهَا كُلَّمَا اطْمَأَنَّ فِيهَا إِلٰى سُرُورٍ أَشْخَصَتْهُ عَنْهُ إِلٰى

اپنے زمانہ خلافت سے قبل سلمان فارسی رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمایا تھا۔

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کا زہر مہلک ہوتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں جو چیزیں تمہیں اچھی معلوم ہوں ان سے منہ موڑے رہنا کیونکہ ان میں سے تمہارے ساتھ جانے والی چیزیں بہت کم ہیں۔ اس کی فکروں کو اپنے سے دور رکھو۔ کیونکہ تمہیں اس کے جدا ہو جانے اور اس کے حالات کے پلٹا کھانے کا یقین ہے اور جس وقت اس سے بہت زیادہ وابستگی محسوس کرو، اسی وقت اس سے زیادہ پریشان ہو، کیونکہ جب بھی دنیا دار اس کی مسرت پر مطمئن ہو جاتا ہے تو وہ

مَحْذُورٍ ۔ اَوْ اِلٰی اِیْنَاسٍ اَزَالَتْہُ عَنْہُ اِلٰی اِیْحَاشٍ ۔ وَالسَّلَامُ

اُسے سختیوں میں جھونک دیتی ہے یا اس کے اُنس پر بھروسا کر لیتا ہے، تو وہ اس کے اُنس کو وحشت و ہراس سے بدل دیتی ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

(وَمِنْ کِتَابٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ) مکتوب (۶۹)

اِلَی الْحَارِثِ الْھَمْدَانِیِّ :-

حارث ہمدانی کے نام :

وَ تَمَسَّکْ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ وَ انْتَصِحْہُ ۔ وَ اَحِلَّ حَلَالَہٗ، وَحَرِّمْ حَرَامَہٗ، وَصَدِّقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ وَاعْتَبِرْ بِمَا مَضٰی مِنَ الدُّنْیَا مَا بَقِیَ مِنْھَا فَاِنَّ بَعْضَھَا یُشْبِہُ بَعْضًا، وَاٰخِرَھَا لَاحِقٌ بِاَوَّلِھَا وَکُلُّھَا حَائِلٌ مُفَارِقٌ وَ عَظِّمِ اسْمَ اللّٰہِ اَنْ تَذْکُرَہٗ اِلَّا عَلٰی حَقٍّ وَ اَکْثِرْ ذِکْرَ الْمَوْتِ وَمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ اِلَّا بِشَرْطٍ وَثِیْقٍ. وَاحْذَرْ کُلَّ عَمَلٍ یَرْضَاہُ صَاحِبُہٗ لِنَفْسِہٖ وَیُکْرَہُ لِعَامَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ. وَاحْذَرْ کُلَّ عَمَلٍ یُعْمَلُ بِہٖ فِی السِّرِّ وَ یُسْتَحٰی مِنْہُ فِی الْعَلَانِیَۃِ وَاحْذَرْ کُلَّ عَمَلٍ اِذَا سُئِلَ عَنْہُ صَاحِبُہٗ اَنْکَرَہٗ اَوِ اعْتَذَرَ مِنْہُ وَ لَا تَجْعَلْ عِرْضَکَ غَرَضًا لِنِبَالِ الْقَوْلِ وَلَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِکُلِّ مَا سَمِعْتَ فَکَفٰی بِذٰلِکَ کَذِبًا،

قرآن کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو، اس سے پند و نصیحت حاصل کرو۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو، اور گزشتہ حق کی باتوں کی تصدیق کرو، اور گزری ہوئی دنیا سے باقی دنیا کے بارے میں عبرت حاصل کرو۔ کیونکہ اس کا ہر دور دوسرے دور سے ملتا جلتا ہے اور اس کا آخر بھی اپنے اوّل سے جا ملنے والا ہے اور یہ دنیا سب کی سب فنا ہونے والی اور بچھڑ جانے والی ہے۔ دیکھو! اللہ کی عظمت کے پیش نظر حق بات کے علاوہ اس کے نام کی قسم نہ کھاؤ۔ موت اور موت کے بعد کی منزل کو بہت زیادہ یاد کرو۔ موت کے طلب گار نہ بنو، مگر قابل اطمینان شرائط کے ساتھ اور ہر اس کام سے بچو جو آدمی اپنے لیے پسند کرتا ہو، اور عام مسلمانوں کے لیے اسے ناپسند کرتا ہو۔ ہر اس کام سے دور رہو جو چوری چھپے کیا جا سکتا ہو، مگر علانیہ کرنے میں شرم دامن گیر ہوتی ہو اور ہر اس فعل سے کنارہ کش ہو کہ جب اس کے مرتکب ہونے والے سے جواب طلب کیا جائے تو وہ خود بھی اُسے بُرا قرار دے، یا معذرت کرنے کی ضرورت پڑے۔ اپنی عزت و آبرو کو چہ میگوئیوں کے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو سنو اُسے لوگوں سے واقعہ کی حیثیت سے بیان نہ کرتے

وَلَا تُرَدَّ عَلَى النَّاسِ كُلَّ مَا حَدَّثُوكَ
بِهٖ فَكَفٰى بِذٰلِكَ جَهْلًا ۔ وَاكْظِمِ
الْغَيْظَ وَ تَجَاوَزْ عِنْدَ الْمَقْدِرَةِ،
وَاحْلُمْ عِنْدَ الْغَضَبِ ، وَاصْفَحْ
مَعَ الدَّوْلَةِ تَكُنْ لَكَ الْعَاقِبَةُ وَ
اسْتَصْلِحْ كُلَّ نِعْمَةٍ اَنْعَمَهَا اللّٰهُ
عَلَيْكَ ۔ وَلَا تُضَيِّعَنَّ نِعْمَةً مِنْ
نِعَمِ اللّٰهِ عِنْدَكَ ، وَلْيُرَ عَلَيْكَ
اَثَرُ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْكَ ۔
وَاعْلَمْ اَنَّ اَفْضَلَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اَفْضَلُهُمْ تَقْدِمَةً مِنْ نَفْسِهٖ وَ
أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ ، فَاِنَّكَ مَا تُقَدِّمْ
مِنْ خَيْرٍ يَبْقَ لَكَ ذُخْرُهٗ وَمَا تُؤَخِّرْ
يَكُنْ لِغَيْرِكَ خَيْرُهٗ ۔ وَاحْذَرْ
صَحَابَةَ مَنْ يَفِيلُ رَأْيُهٗ وَ يُنْكَرُ
عَمَلُهٗ فَاِنَّ الصَّاحِبَ مُعْتَبَرٌ
بِصَاحِبِهٖ ۔ وَاسْكُنِ الْاَمْصَارَ
الْعِظَامَ فَاِنَّهَا جِمَاعُ الْمُسْلِمِيْنَ
وَاحْذَرْ مَنَازِلَ الْغَفْلَةِ وَالْجَفَاءِ
وَقِلَّةِ الْاَعْوَانِ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ ۔
وَاقْصُرْ رَأْيَكَ عَلٰى مَا يَعْنِيْكَ ، وَ
اِيَّاكَ وَمَقَاعِدَ الْاَسْوَاقِ فَاِنَّهَا
مَحَاضِرُ الشَّيْطَانِ وَ مَعَارِيْضُ
الْفِتَنِ ۔ وَاَكْثِرْ اَنْ تَنْظُرَ اِلٰى مَنْ
فُضِّلْتَ عَلَيْهِ فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ

پھرو کہ جھوٹا قرار پانے کے لیے اتنا ہی کافی ہوگا۔ اور
لوگوں کو ان کی ہر بات میں جھٹلانے بھی نہ لگو کہ یہ پوری جہالت
ہے۔ غصہ کو ضبط کرو، اور اختیار و اقتدار کے ہوتے
ہوئے عفو و درگزر سے کام لو، اور غصہ کے وقت بردباری
اختیار کرو، اور دولت و اقتدار کے ہوتے ہوئے معاف
کرو، تو انجام کی کامیابی تمہارے ہاتھ رہے گی، اور اللہ
نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں (ان پر شکر بجا لاتے ہوئے)
ان کی بہبودی چاہو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں میں سے
کسی نعمت کو ضائع نہ کرو۔ اور اس نے جو انعامات تمہیں
بخشے ہیں ان کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیئے۔

اور یاد رکھو کہ ایمان والوں میں سب سے افضل
وہ ہے جو اپنی طرف سے اور اپنے اہل و عیال اور مال
کی طرف سے خیرات کرے، کیونکہ تم آخرت کے لیے جو کچھ
بھی بھیج دو گے، وہ ذخیرہ بن کر تمہارے لیے محفوظ رہے گا
اور جو پیچھے چھوڑ جاؤ گے اس سے دوسرے فائدہ
اٹھائیں گے اور اس آدمی کی صحبت سے بچو جس کی رائے
کمزور اور افعال برے ہوں۔ کیونکہ آدمی کا اس کے ساتھی
پر قیاس کیا جاتا ہے۔ بڑے شہروں میں رہائش رکھو کیونکہ
وہ مسلمانوں کے اجتماعی مرکز ہوتے ہیں۔ غفلت اور بیوفائی
کی جگہوں اور ان مقامات سے کہ جہاں اللہ کی اطاعت
میں مددگاروں کی کمی ہو، پرہیز کرو، اور صرف مطلب کی
باتوں میں اپنی فکر پیمائی کو محدود رکھو، اور بازاری اڈوں
میں اٹھنے بیٹھنے سے الگ رہو۔ کیونکہ یہ شیطان کی بیٹھکیں
اور فتنوں کی آماجگاہیں ہوتی ہیں اور جو لوگ تم سے پست
حیثیت کے ہیں۔ انہی کو زیادہ دیکھا کرو کیونکہ یہ تمہارے

اَبْوَابِ الشُّكْرِ۔ وَلَا تُسَافِرْ فِیْ یَوْمِ جُمُعَةٍ حَتّٰی تَشْهَدَ الصَّلٰوةَ اِلَّا فَاصِلًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، اَوْ فِیْ اَمْرٍ تُعْذَرُ بِهٖ۔ وَاَطِعِ اللّٰهَ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِكَ فَاِنَّ طَاعَةَ اللّٰهِ فَاضِلَةٌ عَلٰی مَا سِوَاهَا۔ وَخَادِعْ نَفْسَكَ فِی الْعِبَادَةِ وَارْفُقْ بِهَا وَلَا تَقْهَرْهَا۔ وَخُذْ عَفْوَهَا وَنَشَاطَهَا اِلَّا مَا كَانَ مَكْتُوْبًا عَلَیْكَ مِنَ الْفَرِیْضَةِ فَاِنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ قَضَآئِهَا وَتَعَاهُدِهَا عِنْدَ مَحَلِّهَا۔ وَاِیَّاكَ اَنْ یَّنْزِلَ بِكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ اٰبِقٌ مِّنْ رَّبِّكَ فِیْ طَلَبِ الدُّنْیَا۔ وَاِیَّاكَ وَمُصَاحَبَةَ الْفُسَّاقِ فَاِنَّ الشَّرَّ بِالشَّرِّ مُلْحَقٌ۔ وَوَقِّرِ اللّٰهَ وَاَحْبِبْ اَحِبَّآءَهٗ۔ وَاحْذَرِ الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جُنْدٌ عَظِیْمٌ مِّنْ جُنُوْدِ اِبْلِیْسَ۔ (وَالسَّلَامُ)

لیے شکر کا ایک راستہ ہے۔ جمعہ کے دن نماز میں حاضر ہوئے بغیر سفر نہ کرنا، مگر یہ کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لیے جاتا ہو یا کوئی معذوری در پیش ہو، اور اپنے تمام کاموں میں اللہ کی اطاعت کرو۔ کیونکہ اللہ کی اطاعت دوسری چیزوں پر مقدم ہے۔ اپنے نفس کو بہانے کر کر کے عبادت کی راہ پر لاؤ، اور اس کے ساتھ نرم رویہ رکھو۔ دباؤ سے کام نہ لو۔ جب وہ دوسری فکروں سے فارغ البال اور یکسو ہو، اس وقت اس سے عبادت کا کام لو۔ مگر جو واجب عبادتیں ہیں، ان کی بات دوسری ہے۔ انہیں تو بہرحال ادا کرنا ہے اور وقت پر بجا لانا ہے۔ اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ موت تم پر آپڑے اس حال میں کہ تم اپنے پروردگار سے بھاگے ہوئے دنیا طلبی میں لگے ہو، اور فاسقوں کی صحبت سے بچے رہنا کیونکہ برائی برائی کی طرف بڑھا کرتی ہے اور اللہ کی عظمت و توقیر کا خیال رکھو، اور اس کے دوستوں سے دوستی کرو اور غصے سے ڈرو، کیونکہ یہ شیطان کے لشکروں میں سے ایک بڑا لشکر ہے۔ والسلام

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۷۰)

اِلٰی سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ الْاَنْصَارِیِّ وَهُوَ عَامِلُهٗ عَلَی الْمَدِیْنَةِ فِیْ مَعْنٰی قَوْمٍ مِّنْ اَهْلِهَا لَحِقُوْا بِمُعَاوِیَةَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ رِجَالًا مِّمَّنْ قِبَلَكَ یَتَسَلَّلُوْنَ اِلٰی مُعَاوِیَةَ فَلَا تَاْسَفْ عَلٰی مَا یَفُوْتُكَ مِنْ

والی مدینہ سہل ابن حنیف انصاری کے نام!
مدینے کے کچھ باشندوں کے بارے میں جو معاویہ سے جا کر مل گئے تھے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے یہاں کے کچھ لوگ چپکے چپکے معاویہ کی طرف کھسک رہے ہیں۔ تم اس تعداد پر کہ جو نکل گئی ہے، اور اس کمک پر کہ جو جاتی رہی ہے۔

عَدَدِهِمْ وَيَذْهَبُ عَنْكَ مِنْ مَدَدِهِمْ. فَكَفَى لَهُمْ غَيّاً وَلَكَ مِنْهُمْ شَافِياً فِرَارُهُمْ مِنَ الْهُدَى وَالْحَقِّ وَ إِيضَاعُهُمْ إِلَى الْعَمَى وَالْجَهْلِ، وَ إِنَّمَا هُمْ أَهْلُ دُنْيَا مُقْبِلُونَ عَلَيْهَا وَمُهْطِعُونَ إِلَيْهَا، وَقَدْ عَرَفُوا الْعَدْلَ وَرَأَوْهُ وَسَمِعُوهُ وَوَعَوْهُ وَعَلِمُوا أَنَّ النَّاسَ عِنْدَنَا فِي الْحَقِّ أُسْوَةٌ فَهَرَبُوا إِلَى الْأَثَرَةِ فَبُعْداً لَهُمْ وَسُحْقاً.

إِنَّهُمْ وَاللهِ لَمْ يَنْفِرُوا مِنْ جَوْرٍ وَلَمْ يَلْحَقُوا بِعَدْلٍ. وَإِنَّا لَنَطْمَعُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ أَنْ يُذَلِّلَ اللهُ لَنَا صَعْبَهُ

وَيُسَهِّلَ لَنَا حَزْنَهُ إِنْ شَاءَ اللهُ. وَالسَّلَامُ.

ذرا افسوس نہ کرو، ان کے گمراہ ہو جانے اور تمہارے اس قلق و اندوہ سے چھٹکارا پانے کے لیے یہی بہت ہے کہ وُہ حق و ہدایت کی طرف سے بھاگ رہے ہیں اور جہالت و گمراہی کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ یہ دنیا دار ہیں جو دنیا کی طرف جھک رہے ہیں اور اسی کی طرف تیزی سے لپک رہے ہیں۔ انہوں نے عدل کو پہچانا، دیکھا، سنا اور محفوظ کیا اور اسے خوب سمجھ لیا کہ یہاں حق کے اعتبار سے سب برابر سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے جہاں جنبہ داری اور تخصیص برتی جاتی ہے۔

خُدا کی قسم وُہ ظلم سے نہیں بھاگے اور نہ عدل سے جا کر نہیں چمٹے اور ہم امیدوار ہیں کہ اللہ اس معاملہ کی ہر سختی کو آسان اور اس سنگلاخ زمین کو ہمارے لیے ہموار کرے گا۔ انشاءاللہ والسّلام۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۷۱)

(إِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ الْجَارُودِ الْعَبْدِيِّ وَ قَدْ خَانَ فِي بَعْضِ مَا وَلَّاهُ مِنْ أَعْمَالِهِ).

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ صَلَاحَ أَبِيكَ غَرَّنِي مِنْكَ، وَظَنَنْتُ أَنَّكَ تَتَّبِعُ هَدْيَهُ وَتَسْلُكُ سَبِيلَهُ فَإِذَا أَنْتَ فِيمَا رُقِّيَ إِلَيَّ عَنْكَ لَا تَدَعُ لِهَوَاكَ انْقِيَاداً وَلَا تُبْقِي لِآخِرَتِكَ عَتَاداً، وَتَعْمُرُ دُنْيَاكَ بِخَرَابِ آخِرَتِكَ وَتَصِلُ

منذر ابن جارود عبدی کے نام جب کہ اس نے خیانت کی بعض ان چیزوں میں جن کا انتظام آپ نے اس کے سپرد کیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ تمہارے باپ کی سلامت روی نے مجھے تمہارے بارے میں دھوکا دیا۔ میں یہ خیال کرتا تھا کہ تم بھی ان کی روش کی پیروی کرتے اور ان کی راہ پر چلتے ہو گے۔ مگر اچانک مجھے تمہارے متعلق ایسی اطلاعات ملی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اپنی خواہش نفسانی کی پیروی سے ہاتھ نہیں اٹھاتے اور آخرت کے لیے

عَشِيرَتَكَ بِقَطِيعَةِ دِينِكَ. وَلَئِنْ كَانَ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ حَقّاً لَجَمَلُ أَهْلِكَ وَشِسْعُ نَعْلِكَ خَيْرٌ مِنْكَ. وَمَنْ كَانَ بِصِفَتِكَ فَلَيْسَ بِأَهْلٍ أَنْ يُسَدَّ بِهِ ثَغْرٌ، أَوْ يُنْفَذَ بِهِ أَمْرٌ، أَوْ يُعْلَى لَهُ قَدْرٌ، أَوْ يُشْرَكَ فِي أَمَانَةٍ، أَوْ يُؤْمَنَ عَلَى خِيَانَةٍ، فَأَقْبِلْ إِلَيَّ حِينَ يَصِلُ إِلَيْكَ كِتَابِي هٰذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

(وَالْمُنْذِرُ هٰذَا هُوَ الَّذِي قَالَ فِيهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

إِنَّهُ لَنَظَّارٌ فِي عِطْفَيْهِ
مُخْتَالٌ فِي بُرْدَيْهِ
تَفَّالٌ فِي
شِرَاكَيْهِ!)

کوئی توشہ باقی رکھنا نہیں چاہتے تم اپنی آخرت گنوا کر دُنیا بنا رہے ہو، اور دین سے رشتہ توڑ کر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کر رہے ہو، جو مجھے معلوم ہوا ہے اگر وُہ سچ ہے، تو تمہارے گھر والوں کا اُونٹ اور تمہاری جوتی کا تسمہ بھی تم سے بہتر ہے۔ جو تمہارے طور طریقے کا آدمی ہو وُہ اس لائق نہیں کہ اس کے ذریعہ کسی رخنہ کو پاٹا جائے یا کوئی کام انجام دیا جائے یا اس کا رتبہ بڑھایا جائے اسے امانت میں شریک کیا جائے یا خیانت کی روک تھام کے لیے اس پر اطمینان کیا جائے لہٰذا جب میرا خط ملے تو فوراً میرے پاس حاضر ہو جاؤ انشاء اللہ

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ یہ منذر وہی ہے کہ جس کے بارے میں امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے وُہ ادھر اُدھر اپنے بازوؤں کو بہت دیکھتا ہے، اور اپنی دونوں چادروں میں غرور سے جھومتا ہوا چلتا ہے اور اپنی جوتی کے تسموں پر پھونک مارتا رہتا ہے۔ (کہ کہیں اس پر گرد نہ جم جائے)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۷۲)

(إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ)

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ لَسْتَ بِسَابِقٍ أَجَلَكَ وَلَا مَرْزُوقٍ مَا لَيْسَ لَكَ. وَاعْلَمْ بِأَنَّ الدَّهْرَ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَكَ وَيَوْمٌ عَلَيْكَ وَأَنَّ الدُّنْيَا دَارُ دُوَلٍ، فَمَا كَانَ مِنْهَا لَكَ أَتَاكَ عَلَى ضَعْفِكَ، وَمَا كَانَ مِنْهَا عَلَيْكَ

عبداللہ ابن عباس رحمۃ اللہ کے نام!

تم اپنی زندگی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ اس چیز کو حاصل کر سکتے ہو جو تمہارے مقدر میں نہیں ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ زمانہ دو دنوں پر تقسیم ہے ایک دن تمہارے موافق اور ایک دن تمہارا مخالف اور دنیا مملکتوں کے انقلاب و انتقال کا گھر ہے۔ اس میں جو چیز تمہارے فائدہ کی ہوگی وُہ تمہاری کمزوری و ناتوانی کے باوجود

لَمْ تَدْفَعْهُ بِقُوَّتِكَ۔

پہنچ کر رہے گی اور جو چیز تمہارے نقصان کی ہوگی، اسے تم قوت وطاقت سے بھی نہیں ہٹا سکتے۔

(وَمِن كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۷۳)

إِلَى مُعَاوِيَةَ:-

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي عَلَى التَّرَدُّدِ فِي جَوَابِكَ وَالِاسْتِمَاعِ إِلَى كِتَابِكَ لَمُوَهِّنٌ رَأْيِي وَمُخَطِّئٌ فِرَاسَتِي۔ وَإِنَّكَ إِذْ تُحَاوِلُنِي الْأُمُورَ وَتُرَاجِعُنِي السُّطُورَ كَالْمُسْتَثْقِلِ النَّائِمِ تَكْذِبُهُ أَحْلَامُهُ۔ أَوِ الْمُتَحَيِّرِ الْقَائِمِ يَبْهَظُهُ مَقَامُهُ۔ لَا يَدْرِي أَلَهُ مَا يَأْتِي أَمْ عَلَيْهِ۔ وَلَسْتَ بِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ بِكَ شَبِيهٌ۔ وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَوْلَا بَعْضُ الِاسْتِبْقَاءِ لَوَصَلَتْ إِلَيْكَ مِنِّي قَوَارِعُ تَقْرَعُ الْعَظْمَ وَتَهْلِسُ اللَّحْمَ۔

وَاعْلَمْ أَنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ ثَبَّطَكَ عَنْ أَنْ تُرَاجِعَ أَحْسَنَ أُمُورِكَ وَتَأْذَنَ لِمَقَالِ نَصِيحَتِكَ۔

وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ۔

معاویہ کے نام:

میں تم سے سوال وجواب کے تبادلہ اور تمہارے خطوں کو توجہ کے ساتھ سننے میں اپنے طریقۂ کار کی کمزوری اور اپنی سمجھ کی غلطی کا احساس کر رہا ہوں اور تم اپنی جو خواہشوں کے منوانے کے مجھ سے درپے ہوتے ہو اور مجھ سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری کیے ہوئے ہو تو ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی گہری نیند میں پڑا خواب دیکھ رہا ہو اور بعد میں اس کے خواب بے حقیقت ثابت ہوں یا جیسے کوئی حیرت زدہ منہ اٹھائے کھڑا ہو کہ نہ اس کے لیے جائے رفتن ہو نہ پائے ماندن اور اسے کچھ خبر نہ ہو کہ سامنے آنے والی چیز اسے فائدہ دے گی یا نقصان پہنچائے گی۔ ایسا نہیں کہ تم بالکل ہی یہ شخص ہو۔ بلکہ وہ تمہارے مانند ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کسی حد تک طرح دینا مناسب نہ سمجھتا ہوتا تو میری طرف سے ایسی تباہیوں کا تمہیں سامنا کرنا پڑتا، جو ہڈیوں کو توڑ دیتیں اور جسم پر گوشت کا نام نہ چھوڑتیں۔ اس بات کو خوب سمجھ لو کہ شیطان نے تمہیں اچھے کاموں کی طرف رجوع ہونے اور نصیحت کی باتیں سننے سے روک دیا ہے۔ سلام اس پر جو سلام کے قابل ہے۔

(وَمِنْ حِلْفٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) نوشتہ (۷۴)

كَتَبَهُ بَيْنَ رَبِيعَةَ وَالْيَمَنِ

جو حضرت نے قبیلہ ربیعہ اور اہل یمن کے مابین

(نُقِلَ مِنْ خَطِّ هِشَامِ بْنِ الْكَلْبِيِّ)

هٰذَا مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْيَمَنِ: حَاضِرُهَا وَ بَادِيهَا، وَ رَبِيعَةُ: حَاضِرُهَا وَ بَادِيهَا، أَنَّهُمْ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ يَدْعُونَ إِلَيْهِ وَ يَأْمُرُونَ بِهِ وَ مُجِيبُونَ مَنْ دَعَا إِلَيْهِ وَ أَمَرَ بِهِ. لَا يَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا وَ لَا يَرْضَوْنَ بِهِ بَدَلًا، وَ أَنَّهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ عَلَى مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ وَ تَرَكَهُ. أَنْصَارٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، دَعْوَتُهُمْ وَاحِدَةٌ. لَا يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ لِمَعْتَبَةِ عَاتِبٍ وَ لَا لِغَضَبِ غَاضِبٍ، وَ لَا لِاسْتِذْلَالِ قَوْمٍ قَوْمًا وَ لَا لِمَسَبَّةِ قَوْمٍ قَوْمًا. عَلَى ذٰلِكَ شَاهِدُهُمْ وَ غَائِبُهُمْ، سَفِيهُهُمْ وَ عَالِمُهُمْ، وَ حَلِيمُهُمْ وَ جَاهِلُهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَ مِيثَاقَهُ، إِنَّ عَهْدَ اللّٰهِ كَانَ مَسْئُولًا.

وَ كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ،

بطور معاہدہ تحریر فرمایا (اسے ہشام ابن سائب کلبی کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے)۔

یہ ہے وہ عہد جس پر اہل یمن نے وہ شہری ہوں یا دیہاتی اور قبیلہ ربیعہ نے وہ شہر میں آباد ہوں یا بادیہ نشین اتفاق کیا ہے کہ وہ سب کے سب کتاب اللہ پر ثابت قدم رہیں گے۔ اسی کی طرف دعوت دیں گے اسی کے ساتھ حکم دیں گے اور جو اس کی طرف دعوت دیے گا اور اس کی رُو سے حکم دے گا، اس کی آواز پر لبیک کہیں گے، نہ اس کے عوض کوئی فائدہ چاہیں گے، اور نہ اس کے کسی بدل پر راضی ہوں گے، اور جو کتاب اللہ کے خلاف چلے گا اور اسے چھوڑ دے گا۔ اس کے مقابلہ میں متحد ہو کر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں گے ان کی آواز ایک ہوگی اور وہ کسی سرزنش کرنے والے کی سرزنش کی وجہ سے، کسی غصہ کرنے والے کے غصہ کی وجہ سے اور ایک گروہ کے دوسرے گروہ کو ذلیل کرنے کی وجہ سے اور ایک جماعت کے دوسری جماعت کو گالی دینے سے اس عہد کو نہیں توڑیں گے۔ بلکہ حاضر یا غیر حاضر، کم عقل، عالم، بردبار جاہل سب اس کے پابند رہیں گے۔ پھر اس عہد کی وجہ سے ان پر اللہ کا عہد و پیمان بھی لازم ہو گیا ہے، اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔

(کاتب سطور علی ابن ابی طالب)

مکتوب (۷۵)

(وَ مِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُعَاوِيَةَ فِي أَوَّلِ مَا بُويِعَ لَهُ، ذَكَرَهُ الْوَاقِدِيُّ فِي كِتَابِ الْجَمَلِ)

شروع شروع میں جب آپ کی بیعت کی گئی تو آپ نے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام تحریر فرمایا (اسے

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ :-

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتَ اِعْذَارِيْ فِيْكُمْ وَاِعْرَاضِيْ عَنْكُمْ حَتّٰى كَانَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا دَفْعَ لَهٗ ۔ وَالْحَدِيْثُ طَوِيْلٌ ، وَالْكَلَامُ كَثِيْرٌ ، وَقَدْ اَدْبَرَ مَا اَدْبَرَ وَاَقْبَلَ مَا اَقْبَلَ فَبَايِعْ مَنْ قِبَلَكَ وَاَقْبِلْ اِلَيَّ فِيْ وَفْدٍ مِنْ اَصْحَابِكَ ۔

(وَالسَّلَامُ)

واقدی نے کتاب الجمل میں تحریر کیا ہے)
خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کی طرف سے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

تمہیں معلوم ہے کہ میں نے لوگوں کے بارے میں پورے طور سے حجت ختم کر دی اور تمہارے معاملات سے چشم پوشی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ واقعہ ہو کر رہا کہ جسے ہونا تھا، اور رد کانہ جا سکتا تھا۔ یہ قصہ لمبا ہے اور باتیں بہت ہیں۔ بہر حال جو گزرنا تھا گزر گیا۔ اور جسے آنا تھا، آگیا۔ لہٰذا اُٹھو اور اپنے یہاں کے لوگوں سے میری بیعت حاصل کرو، اور اپنے ساتھیوں کے وفد کے ساتھ میرے پاس پہنچو۔ والسلام۔

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وصیت (۷۶)

لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عِنْدَ اسْتِخْلَافِهٖ اِيَّاهُ عَلَى الْبَصْرَةِ :-

سَعِ النَّاسَ بِوَجْهِكَ وَمَجْلِسِكَ وَحُكْمِكَ ، وَاِيَّاكَ وَالْغَضَبَ فَاِنَّهٗ طَيْرَةٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ ۔ وَاعْلَمْ اَنَّ مَا قَرَّبَكَ مِنَ اللّٰهِ يُبَاعِدُكَ مِنَ النَّارِ ، وَمَا بَاعَدَكَ مِنَ اللّٰهِ يُقَرِّبُكَ مِنَ النَّارِ ۔

عبد اللہ ابن عباس کے نام جب کہ انہیں بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا:

لوگوں سے کشادہ روئی سے پیش آؤ۔ اپنی مجلس میں لوگوں کو راہ دو۔ حکم میں تنگی روا نہ رکھو۔ غصہ سے پرہیز کرو۔ کیونکہ یہ شیطان کے لیے شگون نیک ہے اور اس بات کو جانے رہو کہ جو چیز تمہیں اللہ کے قریب کرتی ہے۔ وہ دوزخ سے دور کرتی ہے اور جو چیز اللہ سے دُور کرتی ہے وہ دوزخ سے قریب کرتی ہے

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ہدایت (۷۷)

لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ لَمَّا بَعَثَهٗ

جو عبد اللہ ابن عباس کو خوارج سے مناظرہ کرنے

لِلْاِحْتِجَاجِ عَلَى الْخَوَارِجِ:
لَاتُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْاٰنِ فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ حَمَّالٌ ذُوْ وُجُوْهٍ تَقُوْلُ وَيَقُوْلُوْنَ وَلٰكِنْ حَاجِجْهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنَّهُمْ لَنْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَحِيْصًا۔

٭ ٭ ٭

کے لیے بھیجتے وقت فرمائی۔
تم ان سے قرآن کی رُو سے بحث نہ کرنا، کیونکہ قرآن بہت سے معانی کا حامل ہوتا ہے اور بہت سی وجہیں رکھتا ہے۔ تم اپنی کہتے رہو گے، وہ اپنی کہتے رہیں گے بلکہ تم حدیث سے ان کے سامنے استدلال کرنا، وہ اس سے گریز کی کوئی راہ نہ پا سکیں گے

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۷۸)

اِلٰى اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ جَوَابًا فِیْ اَمْرِ الْحَكَمَيْنِ ذَكَرَهٗ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْاُمَوِيُّ۔ فِیْ كِتَابِ الْمَغَازِیْ:
فَاِنَّ النَّاسَ قَدْ تَغَيَّرَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ عَنْ كَثِيْرٍ مِّنْ حَظِّهِمْ فَمَالُوْا مَعَ الدُّنْيَا وَ نَطَقُوْا بِالْهَوٰى، وَاِنِّیْ نَزَلْتُ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ مَنْزِلًا مُعْجِبًا اِجْتَمَعَ بِهٖ اَقْوَامٌ اَعْجَبَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ فَاِنِّیْ اُدَاوِیْ مِنْهُمْ قَرْحًا اَخَافُ اَنْ يَكُوْنَ عَلَقًا، وَلَيْسَ رَجُلٌ — فَاعْلَمْ — اَحْرَصَ عَلٰى جَمَاعَةِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاُلْفَتِهَا مِنِّیْ اَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ حُسْنَ الثَّوَابِ وَكَرَمَ الْمَاٰبِ۔
وَسَاَفِیْ بِالَّذِیْ وَاَيْتُ عَلٰى نَفْسِیْ وَاِنْ تَغَيَّرْتَ عَنْ صَالِحِ مَا فَارَقْتَنِیْ

ابو موسیٰ اشعری کے نام!
حکمین کے سلسلہ میں ان کے ایک خط کے جواب میں (اسے سعید ابن یحییٰ اموی نے اپنی کتاب المغازی میں درج کیا ہے)!
کتنے ہی لوگ ہیں جو آخرت کی بہت سی سعادتوں سے محروم ہو کر رہ گئے۔ وہ دنیا کے ساتھ ہو لیے خواہش نفسانی سے بولنے لگے۔ میں اس معاملہ کی وجہ سے ایک حیرت و استعجاب کی منزل میں ہوں کہ جہاں ایسے لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں، جو خود بینی اور خود پسندی میں مبتلا ہیں۔ میں ان کے زخم کا مداوا تو کر رہا ہوں۔ مگر ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں وہ منجمد خون کی صورت اختیار کر کے لاعلاج نہ ہو جائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص بھی امّت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت بندی اور اتحاد باہمی کا خواہشمند نہیں ہے جس سے میری غرض صرف حسن ثواب اور آخرت کی سرفرازی ہے۔ میں نے جو عہد کیا ہے اُسے پورا کر کے رہوں گا۔ اگرچہ تم اس نیک خیال سے کہ جو مجھ سے آخری ملاقات تک تمہارا

عَلَيْهِ ، فَاِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ نَفْعَ مَا اُوْتِيَ مِنَ الْعَقْلِ وَالتَّجْرِبَةِ ، وَاِنِّيْ لَاَعْبُدُ اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلٌ بِبَاطِلٍ وَ اَنْ اُفْسِدَ اَمْرًا قَدْ اَصْلَحَهُ اللّٰهُ فَدَعْ مَالَا تَعْرِفُ فَاِنَّ شِرَارَ النَّاسِ طَائِرُوْنَ اِلَيْكَ بِاَقَاوِيْلِ السُّوْءِ - (وَالسَّلَامُ)

تھا، اب پلٹ جاؤ۔ یقیناً وہ بد بخت ہے کہ جو عقل و تجربہ کے ہوتے ہوئے اس کے فوائد سے محروم رہے۔ میں تو اس بات پر پیچ و تاب کھاتا ہوں کہ کوئی کہنے والا باطل بات کہے، یا کسی ایسے معاملے کو خراب ہونے دوں کہ جسے اللہ درست کر چکا ہو۔ لہٰذا جس بات کو تم نہیں جانتے اس کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ شریر لوگ بری باتیں تم تک پہنچانے کے لیے اڑ کر پہنچا کریں گے۔ والسّلام۔

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) مکتوب (۷۹)

لَمَّا اسْتُخْلِفَ اِلٰى اُمَرَآءِ الْاَجْنَادِ :-

جو ظاہری خلافت پر متمکن ہونے کے بعد فوجی سپہ سالاروں کو تحریر فرمایا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ مَنَعُوا النَّاسَ الْحَقَّ فَاشْتَرَوْهُ ، وَاَخَذُوْهُمْ بِالْبَاطِلِ فَاقْتَدَوْهُ ۔

اگلے لوگوں کو اس بات نے تباہ کیا کہ انہوں نے لوگوں کے حق روک لیے تو انہوں نے (رشوتیں دے دے کر) اسے خریدا، اور انھیں باطل کا پابند بنایا، تو وہ ان کے پیچھے انہی راستوں پر چل کھڑے ہوئے۔

تَمَّ بَابُ الْكُتُبِ بِحَمْدِ اللّٰهِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بَابُ الْمُخْتَارِ مِنْ حِكَمِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ علیہ السلام

امیر المومنین علیہ السّلام کے منتخب حکم و مواعظ کا باب

ویدخل فی ذٰلک المختار من اجوبۃ مسائلہ والکلام القصیر الخارج فی سائر اغراضہ

اس باب میں سوالات کے جوابات اور چھوٹے چھوٹے حکیمانہ جملوں کا انتخاب درج ہے جو مختلف اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُنْ فِي الْفِتْنَةِ كَابْنِ اللَّبُونِ لَا ظَهْرٌ فَيُرْكَبَ، وَلَا ضَرْعٌ فَيُحْلَبَ۔

(۱) فتنہ و فساد میں اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کیے ہوں کہ نہ تو اس کی پیٹھ پر سواری کی جا سکتی ہے اور نہ اس کے تھنوں سے دودھ دوہا جا سکتا ہے۔

لبون دودھ دینے والی اونٹنی کو اور ابن اللبون اس کے دو سالہ بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس عمر میں نہ سواری کے قابل ہوتا ہے، اور نہ اس کے تھن ہی ہوتے ہیں کہ ان سے دودھ دوہا جا سکے۔ اسے ابن اللبون اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دو سال کے عرصہ میں اس کی ماں عموماً دوسرا بچہ دے کر دودھ دینے لگتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو فتنہ و فساد کے موقع پر اس طرح رہنا چاہیئے کہ لوگ اسے ناکارہ سمجھ کر نظر انداز کر دیں اور کسی جماعت میں اس کی شرکت کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ کیونکہ فتنوں اور ہنگاموں میں الگ تھلگ رہنا ہی تباہ کاریوں سے بچا سکتا ہے۔ البتہ جہاں حق و باطل کا ٹکراؤ ہو وہاں پر غیر جانبداری جائز نہیں اور نہ اسے فتنہ و فساد سے تعبیر کیا ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے۔ جیسے جمل و صفین کی جنگوں میں حق کا ساتھ دینا ضروری اور باطل سے نبرد آزما ہونا لازم تھا۔

۲۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَزْرَى بِنَفْسِهِ مَنِ اسْتَشْعَرَ الطَّمَعَ، وَرَضِيَ بِالذُّلِّ مَنْ كَشَفَ عَنْ ضُرِّهِ، وَهَانَتْ

(۲) جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا، اس نے اپنے کو سبک کیا اور جس نے اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلت پر آمادہ ہو گیا، اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہ

عَلَيْهِ نَفْسَهُ مَنْ اَمَّرَ عَلَيْهَا لِسَانَهُ۔

رکھا، اُس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کر لیا۔

۳۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْبُخْلُ عَارٌ، وَالْجُبْنُ مَنْقَصَةٌ، وَالْفَقْرُ يُخْرِسُ الْفَطِنَ عَنْ حُجَّتِهِ، وَالْمُقِلُّ غَرِيْبٌ فِيْ بَلْدَتِهِ، وَالْعَجْزُ آفَةٌ وَالصَّبْرُ شُجَاعَةٌ، وَالزُّهْدُ ثَرْوَةٌ، وَالْوَرَعُ جُنَّةٌ۔

(۳) بخل ننگ وعار ہے، اور بزدلی نقص وعیب ہے اور غربت مرد زیرک و دانا کی زبان کو دلائل کی قوت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے۔ اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے اور عجز و درماندگی مصیبت ہے اور صبر و شکیبائی شجاعت ہے، اور دنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے، اور پرہیزگاری ایک بڑی سپر ہے۔

۴۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: نِعْمَ الْقَرِيْنُ الرِّضَا، وَالْعِلْمُ وِرَاثَةٌ كَرِيْمَةٌ، وَالْآدَابُ حُلَلٌ مُجَدَّدَةٌ، وَالْفِكْرُ مِرْآةٌ صَافِيَةٌ۔

(۴) تسلیم و رضا بہترین مصاحب اور علم شریف ترین میراث ہے اور علمی و عملی اوصاف نو بنو خلعت ہیں اور فکر صاف و شفاف آئینہ ہے۔

۵۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: صَدْرُ الْعَاقِلِ صُنْدُوْقُ سِرِّهِ، وَالْبَشَاشَةُ حِبَالَةُ الْمَوَدَّةِ، وَالْاِحْتِمَالُ قَبْرُ الْعُيُوْبِ۔ (اَوْ)، وَالْمُسَالَمَةُ خِبَاءُ الْعُيُوْبِ۔

(۵) عقلمند کا سینہ اس کے بھیدوں کا مخزن ہوتا ہے۔ اور کشادہ روئی محبت و دوستی کا پھندا ہے اور تحمل و بردباری عیبوں کا مدفن ہے۔ (یا اس فقرہ کے بجائے حضرت نے یہ فرمایا کہ) صلح و صفائی عیبوں کو ڈھانپنے کا ذریعہ ہے۔

۶۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ رَضِيَ عَنْ نَفْسِهِ كَثُرَ السَّاخِطُ عَلَيْهِ، وَالصَّدَقَةُ دَوَاءٌ مُنْجِحٌ، وَاَعْمَالُ الْعِبَادِ فِيْ عَاجِلِهِمْ نُصْبُ اَعْيُنِهِمْ فِيْ آجِلِهِمْ۔

(۶) جو شخص اپنے کو بہت پسند کرتا ہے، وہ دوسروں کو ناپسند ہو جاتا ہے اور صدقہ کامیاب دوا ہے، اور دنیا میں بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔

یہ ارشاد تین جملوں پر مشتمل ہے: پہلے جملہ میں خود پسندی سے پیدا ہونے والے نتائج و اثرات کا ذکر کیا ہے کہ اس سے دوسروں کے دلوں میں نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنی ذات کو نمایاں کرنے

کے یہ بات بات میں اپنی برتری کا مظاہرہ کرتا ہے وہ کبھی عزت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور لوگ اس کی تفوق پسندانہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اسے اتنا بھی سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے، جتنا کچھ وہ ہے چہ جائیکہ جو کچھ وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے وہی کچھ اسے سمجھ لیں۔

دوسرا جملہ صدقہ کے متعلق ہے اور اسے ایک "کامیاب دوا" سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جب انسان صدقہ و خیرات سے محتاجوں اور ناداروں کی مدد کرتا ہے، تو وہ دل کی گہرائیوں سے اس کے لیے دعائے صحت و عافیت کرتے ہیں جو قبولیت حاصل کر کے اس کی شفایابی کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ داووا مرضاکم بالصدقۃ۔ اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو۔

تیسرا جملہ حشر میں اعمال کے بے نقاب ہونے کے متعلق ہے کہ انسان اس دنیا میں جو اچھے اور برے کام کرتا ہے وہ حجاب عنصری کے حائل ہونے کی وجہ سے ظاہری حواس سے ادراک نہیں ہو سکتے۔ مگر آخرت میں جب مادیت کے پردے اٹھا دیئے جائیں گے، تو وہ اس طرح آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گے کہ کسی کے لیے گنجائش انکار نہ رہے گی۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

اس دن لوگ گروہ گروہ (قبروں سے) اٹھ کھڑے ہوں گے تاکہ وہ اپنے اعمال کو دیکھیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

۷۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِعْجَبُوْا لِهٰذَا الْاِنْسَانِ يَنْظُرُ بِشَحْمٍ، وَيَتَكَلَّمُ بِلَحْمٍ، وَيَسْمَعُ بِعَظْمٍ، وَيَتَنَفَّسُ مِنْ خَرْمٍ!

(۷) یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وہ چربی سے دیکھتا ہے، اور گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے اور ہڈی سے سنتا ہے، اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے

۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِذَا اَقْبَلَتِ الدُّنْيَا عَلٰى اَحَدٍ اَعَارَتْهُ مَحَاسِنَ غَيْرِهٖ، وَاِذَا اَدْبَرَتْ عَنْهُ سَلَبَتْهُ مَحَاسِنَ نَفْسِهٖ۔

(۸) جب دنیا (اپنی نعمتوں کو لے کر) کسی کی طرف بڑھتی ہے، تو دوسروں کی خوبیاں بھی اسے عاریت دے دیتی ہے۔ اور جب اس سے رخ موڑ لیتی، تو خود اس کی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے۔"

مقصد یہ ہے کہ جس کا بخت یاور اور دنیا اس سے ساز گار ہوتی ہے، اہل دنیا اس کی کارگزاریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور دوسروں کے کارناموں کا سہرا بھی اس کے سر باندھ دیتے ہیں اور جس کے ہاتھ سے دنیا جاتی رہتی ہے اور ادبار و نحوست کی گھٹا اس پر چھا جاتی ہے اس کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور بھولے سے بھی اس کا نام زبان پر لانا گوارا نہیں کرتے۔

دوستند آنکہ را زمانہ نواخت ۔ دشمنند آنکہ را زمانہ فگند

۹۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خَالِطُوا النَّاسَ مُخَالَطَةً إِنْ مُتُّمْ مَعَهَا بَكَوْا عَلَيْكُمْ وَإِنْ عِشْتُمْ حَنُّوا إِلَيْكُمْ.

(۹) لوگوں سے اس طریقہ سے ملو کہ اگر مر جاؤ تو تم پر روئیں، اور زندہ رہو تو تمہارے مشتاق ہوں۔

جو شخص لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتا ہے، لوگ اس کی طرف دست تعاون بڑھاتے، اس کی عزت و توقیر کرتے اور اس کے مرنے کے بعد اس کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اس طرح مرنجاں مرنج زندگی گزارے کہ کسی کو اس سے شکایت پیدا نہ ہو اور نہ اس سے کسی کو گزند پہنچے تاکہ اسے زندگی میں دوسروں کی ہمدردی حاصل ہو اور مرنے کے بعد بھی اسے اچھے لفظوں سے یاد کیا جائے۔

چناں با نیک و بد سر کن کہ بعد از مردنت عرفی مسلمانت بزمزم شوید و کافر بسوزاندر

۱۰۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا قَدَرْتَ عَلَى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرًا لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ.

(۱۰) دشمن پر قابو پاؤ، تو اس قابو پانے کا شکرانہ اس کو معاف کر دینا قرار دو۔

عفو و درگزر کا محل وہی ہوتا ہے جہاں انتقام پر قدرت ہو، اور جہاں قدرت ہی نہ ہو وہاں انتقام سے ہاتھ اٹھا لینا مجبوری کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر کوئی فضیلت مرتب نہیں ہوتی۔ البتہ قدرت و اقتدار کے ہوتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لینا فضیلت انسانی کا جوہر اور اللہ کی اس بخشی ہوئی نعمت کے مقابلہ میں اظہار شکر ہے۔ کیونکہ شکر کا جذبہ اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے سامنے تذلل و انکسار سے جھکے جس سے اس کے دل میں رحم و رافت کے لطیف جذبات پیدا ہوں گے اور غیظ و غضب کے بھڑکتے ہوئے شعلے ٹھنڈے پڑ جائیں گے جس کے بعد انتقام کا کوئی داعی ہی نہ رہے گا کہ وہ اس قوت و قدرت کو ٹھیک ٹھیک کام میں

لانے کے بجائے اپنے غضب کے فرو کرنے کا ذریعہ قرار دے۔

۱۱۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ اكْتِسَابِ الْإِخْوَانِ وَأَعْجَزُ مِنْهُ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ ظَفِرَ بِهِ مِنْهُمْ۔

(۱۱) لوگوں میں بہت درماندہ وہ ہے جو اپنی عمر میں کچھ بھائی اپنے لیے نہ حاصل کر سکے، اور اس سے بھی زیادہ درماندہ وہ ہے جو پاکر اسے کھو دے۔

خوش اخلاقی و خندہ پیشانی سے دوسروں کو اپنی طرف جذب کرنا، اور شیریں کلامی سے غیروں کو اپنانا کوئی دشوار چیز نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے نہ جسمانی مشقت کی ضرورت اور نہ دماغی کدو کاوش کی حاجت ہوتی ہے اور دوست بنانے کے بعد دوستی اور تعلقات کی خوشگواری کو باقی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے کیونکہ دوستی پیدا کرنے کے لیے پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے مگر اسے باقی رکھنے کے لیے تو کوئی مہم سر کرنا نہیں پڑتی۔ لہٰذا جو شخص ایسی چیز کی بھی نگہداشت نہ کر سکے کہ جسے صرف پیشانی کی سلوٹیں دور کر کے باقی رکھا جا سکتا ہے، اس سے زیادہ عاجز و درماندہ کون ہو سکتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو ہر ایک سے خوش خلقی و خندہ رُوئی سے پیش آنا چاہیے تاکہ لوگ اس سے وابستگی چاہیں اور اس کی دوستی کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔

۱۲۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا وَصَلَتْ إِلَيْكُمْ أَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوا أَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ۔

(۱۲) جب تمہیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انہیں اپنے تک پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔

۱۳۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ ضَيَّعَهُ الْأَقْرَبُ أُتِيحَ لَهُ الْأَبْعَدُ۔

(۱۳) جسے قریبی چھوڑ دیں اُسے بیگانے مل جائیں گے

۱۴۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا كُلُّ مَفْتُونٍ يُعَاتَبُ۔

(۱۴) ہر فتنہ میں پڑ جانے والا قابل عتاب نہیں ہوتا۔

جب سعد ابن ابی وقاص، محمد ابن مسلمہ اور عبد اللہ ابن عمر نے اصحاب جمل کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دینے سے انکار کیا تو اس موقع پر یہ جملہ فرمایا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مجھ سے ایسے منحرف ہو چکے ہیں کہ ان پر نہ میری بات کا کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ ان پر میری عتاب و سرزنش کارگر ثابت ہوتی ہے۔

١٥۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: تَذِلُّ الْاُمُوْرُ لِلْمَقَادِیْرِ حَتّٰی یَکُوْنَ الْحَتْفُ فِی التَّدْبِیْرِ۔

(١٥) سب معاملے تقدیر کے آگے سرنگوں ہیں یہاں تک کہ کبھی تدبیر کے نتیجہ میں موت ہو جاتی ہے۔

١٦۔ وَسُئِلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ "غَیِّرُوا الشَّیْبَ وَلَا تَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ" فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: اِنَّمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ وَالدِّیْنُ قُلٌّ، فَاَمَّا الْاٰنَ وَقَدِ اتَّسَعَ نِطَاقُہٗ۔ وَضَرَبَ بِجِرَانِہٖ فَامْرُؤٌ وَمَا اخْتَارَ۔

(١٦) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے متعلق کہ "بڑھاپے کو (خضاب کے ذریعہ) بدل دو، اور یہود سے مشابہت اختیار نہ کرو"۔ آپؑ سے سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس موقع کے لیے فرمایا تھا۔ جب کہ دین (والے) کم تھے اور اب جب کہ اس کا دامن پھیل چکا ہے، اور سینہ ٹیک کر جم چکا ہے تو ہر شخص کو اختیار ہے۔

مقصد یہ ہے کہ چونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لیے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی جماعتی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے انہیں یہودیوں سے ممتاز رکھا جائے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے خضاب کا حکم دیا کہ جو یہودیوں کے ہاں مرسوم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ مقصد بھی تھا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ضعیف و سن رسیدہ دکھائی نہ دیں۔

١٧۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: فِی الَّذِیْنَ اعْتَزَلُوا الْقِتَالَ مَعَہٗ خَذَلُوا الْحَقَّ وَلَمْ یَنْصُرُوا الْبَاطِلَ۔

(١٧) ان لوگوں کے بارے میں کہ جو آپ کے ہمراہ ہو کر لڑنے سے کنارہ کش رہے، فرمایا: ان لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی نصرت نہیں کی۔

یہ ارشاد ان لوگوں کے متعلق ہے کہ جو اپنے کو غیر جانبدار ظاہر کرتے تھے۔ جیسے عبداللہ ابن عمر، سعد ابن ابی وقاص، ابو موسیٰ اشعری، احنف ابن قیس اور انس ابن مالک وغیرہ۔ بےشک ان لوگوں نے کھل کر باطل کی حمایت نہیں کی۔ مگر حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لینا بھی ایک طرح سے باطل کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس لیے ان کا شمار مخالفین حق کے گروہ ہی میں ہوگا۔

١٨۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: مَنْ جَرٰی فِیْ عِنَانِ اَمَلِہٖ عَثَرَ بِاَجَلِہٖ۔

(١٨) جو شخص امید کی راہ میں بگٹٹ دوڑتا ہے وہ موت سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

١٩۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: اَقِیْلُوْا

(١٩) بامروت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔

ذَوِی الْمُرُوْءَاتِ عَثَرَاتِهِمْ، فَمَا یَعْثُرُ مِنْهُمْ عَاثِرٌ اِلَّا وَیَدُ اللّٰهِ بِیَدِهٖ یَرْفَعُهُ۔

(کیونکہ) ان میں سے جو بھی لغزش کھا کر گرتا ہے تو اللہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسے اوپر اٹھا لیتا ہے۔

۲۰۔ وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ: قُرِنَتِ الْهَیْبَةُ بِالْخَیْبَةِ، وَالْحَیَاءُ بِالْحِرْمَانِ، وَالْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ فَانْتَهِزُوْا فُرَصَ الْخَیْرِ۔

(۲۰) خوف کا نتیجہ ناکامی اور شرم کا نتیجہ محرومی ہے اور فرصت کی گھڑیاں (تیز رو) ابر کی طرح گزر جاتی ہیں۔ لہٰذا بھلائی کے ملے ہوئے موقعوں کو غنیمت جانو۔

عوام میں ایک چیز خواہ کتنی ہی معیوب خیال کی جائے اور تحقیر آمیز نظروں سے دیکھی جائے اگر اس میں کوئی واقعی عیب نہیں ہے تو اس سے شرمانا سراسر نادانی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اکثر ان چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے جو دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا باعث ہوتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص اس خیال سے کہ لوگ اسے جاہل تصور کریں گے کسی اہم اور ضروری بات کے دریافت کرنے میں عار محسوس کرے، تو یہ بے موقع و بے محل خودداری اس کے بے علم و دانش سے محرومی کا سبب بن جائے گی، اس لیے کوئی ہوشمند انسان سیکھنے اور دریافت کرنے میں عار نہیں محسوس کرے گا۔ چنانچہ ایک سن رسیدہ شخص سے کہ جو بڑھاپے کے باوجود تحصیل علم کرتا تھا کہا گیا کہ ما تستحی ان تتعلم علی الکبر "تمہیں بڑھاپے میں پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی"۔ اس نے جواب میں کہا کہ انالا استحی من الجھل علی الکبر فکیف استحی من التعلم علی الکبر "جب مجھے بڑھاپے میں جہالت سے شرم نہیں آئی تو اس بڑھاپے میں پڑھنے سے شرم کیسے آسکتی ہے"۔ البتہ جن چیزوں میں واقعی برائی اور مفسدہ ہو، ان کے ارتکاب سے شرم محسوس کرنا انسانیت اور شرافت کا جوہر ہے جیسے وہ اعمال ناشائستہ کہ جو شرع و عقل اور مذہب و اخلاق کی رو سے مذموم ہیں۔ بہر حال حیاء کی پہلی قسم قبیح اور دوسری قسم حسن ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے۔

الحیاء حیاء ان حیاء عقل و حیاء حمق فحیاء العقل ھو العلم وحیاء الحمق ھو الجھل۔

حیا کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو بتقاضائے عقل ہوتی ہے۔ یہ حیا علم و دانائی ہے۔ اور ایک وہ جو حماقت کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ یہ سراسر جہل و نادانی ہے۔

۲۱۔ وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ: لَنَا حَقٌّ فَاِنْ اُعْطِیْنَاهُ وَاِلَّا رَکِبْنَا اَعْجَازَ الْاِبِلِ وَاِنْ طَالَ السُّرٰی۔

قال الرضی: وھذا من لطیف الکلام وفصیحه، ومعناه انا ان لو

(۲۱) ہمارا ایک حق ہے اگر وہ ہمیں دیا گیا تو ہم لے لیں گے۔ ورنہ ہم اونٹ کے پیچھے والے پٹھوں پر سوار ہوں گے، اگرچہ شب روی طویل ہو۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ بہت عمدہ اور فصیح کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمیں ہمارا حق

نعط حقنا کنا اذلاء، وذلك ان الردیف یرکب عجز البعیر کالعبد والاسیر ومن یجری مجراھما۔

نہ دیا گیا، تو ہم ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور مطلب اس طرح نکلتا ہے کہ اونٹ کے پیچھے کے حصہ پر ردیف بن کر غلام اور قیدی یا اس قسم کے لوگ ہی سوار ہوا کرتے تھے۔

سید رضی علیہ الرحمۃ کے تحریر کردہ معنی کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے حق کا کہ جو امام مفترض الطاعۃ ہونے کی حیثیت سے دوسروں پر واجب ہے اقرار کر لیا گیا اور ہمیں ظاہری خلافت کا موقع دیا گیا تو بہتر ورنہ ہمیں ہر طرح کی مشقتوں اور خواریوں کو برداشت کرنا پڑے گا، اور ہم اس تحقیر و تذلیل کی حالت میں زندگی کا ایک طویل عرصہ گزارنے پر مجبور ہوں گے۔

بعض شارحین نے اس معنی کے علاوہ اور معنی بھی تحریر کئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اگر ہمیں ہمارے مرتبہ سے گرا کر پیچھے ڈال دیا گیا اور دوسروں کو ہم پر مقدم کر دیا گیا، تو ہم صبر سے کام لیتے ہوئے پیچھے ہٹنا گوارا کر لیں گے اور اونٹ کے پٹھے پر سوار ہونے سے یہی مراد ہے، کیونکہ جو اونٹ کے پٹھے پر سوار ہوتا ہے۔ وہ پیچھے ہوتا ہے اور جو پشت پر سوار ہوتا ہے وہ آگے ہوتا ہے اور بعض نے یہ معنی کہے ہیں کہ اگر ہمارا حق دے دیا گیا تو ہم اسے لے لیں گے، اور اگر نہ دیا گیا، تو ہم اس سوار کے مانند نہ ہوں گے کہ جو اپنی سواری کی باگ دوسرے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ کہ وہ جدھر اسے لے جانا چاہے لے جائے۔ بلکہ اپنے مطالبہ حق پر برقرار رہیں گے۔ خواہ مدت درازکیوں نہ گزر جائے اور کبھی اپنے حق سے دستبردار ہو کر غصب کرنے والوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں گے۔

۲۲- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ۔

(۲۲) جسے اس کے اعمال پیچھے ہٹا دیں اسے حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

۲۳- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ وَالتَّنْفِيسُ عَنِ الْمَكْرُوبِ۔

(۲۳) کسی مضطرب کی داد فریاد سننا، اور مصیبت زدہ کو مصیبت سے چھٹکارا دلانا بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے۔

۲۴- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : يَا ابْنَ آدَمَ، إِذَا رَأَيْتَ رَبَّكَ سُبْحَانَهُ يُتَابِعُ عَلَيْكَ نِعَمَهُ وَأَنْتَ تَعْصِيهِ فَاحْذَرْهُ۔

(۲۴) اے آدمؑ کے بیٹے جب تو دیکھے کہ اللہ سبحانہ تجھے پے در پے نعمتیں دے رہا ہے اور تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے تو اس سے ڈرتے رہنا۔

جب کسی کو گناہوں کے باوجود پے در پے نعمتیں حاصل ہو رہی ہوں، تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ

اللہ اس سے خوش ہے اور یہ اس کی خوشنودی و نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ نعمتوں میں زیادتی شکر گزاری کی صورت میں ہوتی ہے۔ اور ناشکری کے نتیجہ میں نعمتوں کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ — اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں دوں گا اور اگر ناشکری کی تو پھر یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے۔

لہٰذا عصیان و ناسپاسی کی صورت میں برابر نعمتوں کا ملنا اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا ثمرہ نہیں ہو سکتا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اس صورت میں اُسے نعمتیں دے کر شبہہ میں ڈال دیا ہے کہ وہ نعمتوں کی فراوانی کو اس کی خوشنودی کا ثمرہ سمجھے۔ کیونکہ جب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ خطاکار عاصی ہے، اور گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھ کر اس کا مرتکب ہو رہا ہے، تو اس اشتباہ کی کیا وجہ کہ وہ اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا تصور کرے، بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایک طرح کی آزمائش اور مہلت ہے تاکہ جب اس کی طغیانی و سرکشی انتہا کو پہنچ جائے تو اُسے دفعتاً گرفت میں لے لیا جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اُسے منتظر رہنا چاہیئے کہ کب اس پر غضب الٰہی کا ورود ہو اور یہ نعمتیں اس سے چھین لی جائیں، اور محرومی و نامرادی کی عقوبتوں میں اُسے جکڑ لیا جائے۔

۲۵۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا أَضْمَرَ أَحَدٌ شَيْئًا إِلَّا ظَهَرَ فِي فَلَتَاتِ لِسَانِهِ، وَصَفَحَاتِ وَجْهِهِ۔

(۲۵) جس کسی نے بھی کوئی بات دل میں چھپا کر رکھنا چاہی وہ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلے ہوئے الفاظ اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ضرور ہو جاتی ہے۔

انسان جن باتوں کو دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے، وہ کسی نہ کسی وقت زبان سے نکل ہی جاتی ہیں، اور چھپانے کی کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عقل مصلحت اندیش اگرچہ انہیں پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے۔ مگر کبھی کسی اور اہم معاملہ میں اُلجھ کر اُدھر سے غافل ہو جاتی ہے اور وہ بے اختیار لفظوں کی صورت میں زبان سے نکل جاتی ہیں اور جب عقل ملتفت ہوتی ہے۔ تو تیر از کمان جستہ واپس پلٹایا نہیں جا سکتا اور اگر یہ صورت نہ بھی پیش آئے اور عقل پورے طور سے متنبہ و ہوشیار رہے، جب بھی وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ چہرے کے خط و خال ذہنی تصورات کے غماز اور قلبی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ چہرے کی سرخی سے شرمندگی کا اور زردی سے خوف کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔

۲۶۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِمْشِ بِدَائِكَ مَا مَشَى بِكَ۔

(۲۶) مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

مقصد یہ ہے کہ جب تک مرض شدت اختیار نہ کرے، اُسے اہمیت نہ دینا چاہیئے کیونکہ اہمیت دینے سے

طبیعت احساس مرض سے متاثر ہو کر اس کے اضافہ کا باعث ہو جایا کرتی ہے۔ اس لیے چلتے پھرتے رہنا اور اپنے کو صحت مند تصور کرنا تحلیل مرض کے علاوہ طبیعت کی قوت مدافعت کو مضمحل ہونے نہیں دیتا اور اس کی قوت معنوی کو برقرار رکھتا ہے اور قوت معنوی چھوٹے موٹے مرض کو خود ہی دبا دیا کرتی ہے بشرطیکہ مرض کے وہم میں مبتلا ہو کر اسے سپر انداختہ ہونے پر مجبور نہ کر دیا جائے۔

۲۷۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَفْضَلُ الزُّهْدِ إِخْفَاءُ الزُّهْدِ۔

(۲۷) بہترین زہد زہد کا مخفی رکھنا ہے۔

۲۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا كُنْتَ فِي إِدْبَارٍ وَالْمَوْتُ فِي إِقْبَالٍ فَمَا أَسْرَعَ الْمُلْتَقَى۔

(۲۸) جب تم (دنیا کو) پیٹھ دکھا رہے ہو، اور موت تمہاری طرف رخ کیے ہوئے بڑھ رہی ہے تو پھر ملاقات میں دیر کیسی؟

۲۹۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَتَرَ حَتّٰى كَأَنَّهُ قَدْ غَفَرَ۔

(۲۹) ڈرو! ڈرو! اس لیے کہ بخدا اس نے اس حد تک تمہاری پردہ پوشی کی ہے، کہ گویا تمہیں بخش دیا ہے۔

۳۰۔ وَسُئِلَ عَنِ الْإِيمَانِ۔ فَقَالَ: اَلْإِيمَانُ عَلٰى أَرْبَعِ دَعَائِمَ: عَلَى الصَّبْرِ، وَالْيَقِينِ، وَالْعَدْلِ، وَالْجِهَادِ، وَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلٰى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الشَّوْقِ وَالشَّفَقِ، وَالزُّهْدِ، وَالتَّرَقُّبِ: فَمَنِ اشْتَاقَ إِلَى الْجَنَّةِ سَلَا عَنِ الشَّهَوَاتِ، وَمَنْ أَشْفَقَ مِنَ النَّارِ اجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ، وَمَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اسْتَهَانَ بِالْمُصِيبَاتِ وَمَنِ ارْتَقَبَ الْمَوْتَ سَارَعَ إِلَى الْخَيْرَاتِ۔ وَالْيَقِينُ مِنْهَا عَلٰى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلٰى تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ وَتَأَوُّلِ الْحِكْمَةِ وَ

(۳۰) حضرت سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا۔ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔ صبر یقین، عدل، اور جہاد۔ پھر صبر کی چار شاخیں ہیں، اشتیاق خوف، دنیا سے بے اعتنائی اور انتظار۔ اس لیے کہ جو جنت کا مشتاق ہو گا، وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے گا وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا اور جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا، وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہو گا، وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا۔ اور یقین کی بھی چار شاخیں ہیں۔ روشن نگاہی، حقیقت رسی، عبرت اندوزی اور اگلوں کا طور طریقہ۔ چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی

وَمَوْعِظَةِ الْعِبْرَةِ، وَسُنَّةِ الْاَوَّلِيْنَ: فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي الْفِطْنَةِ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ، وَمَنْ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ عَرَفَ الْعِبْرَةَ، وَمَنْ عَرَفَ الْعِبْرَةَ فَكَاَنَّمَا كَانَ فِي الْاَوَّلِيْنَ. وَالْعَدْلُ مِنْهَا عَلٰى اَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلٰى غَائِصِ الْفَهْمِ، وَغَوْرِ الْعِلْمِ، وَزُهْرَةِ الْحُكْمِ وَرَسَاخَةِ الْحِلْمِ: فَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ، وَمَنْ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ الْحُكْمِ، وَمَنْ حَلُمَ لَمْ يُفَرِّطْ فِي اَمْرِهٖ وَعَاشَ فِي النَّاسِ حَمِيْدًا. وَالْجِهَادُ مِنْهَا عَلٰى اَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَالصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ وَشَنَاٰنِ الْفَاسِقِيْنَ: فَمَنْ اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ شَدَّ ظُهُوْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَمَنْ نَهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ اَرْغَمَ اُنُوْفَ الْكَافِرِيْنَ، وَمَنْ صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضٰى مَا عَلَيْهِ، وَمَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِيْنَ وَغَضِبَ لِلّٰهِ غَضِبَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

اور جس کے لیے علم و عمل آشکارا ہو جائے گا، وہ عبرت سے آشنا ہوگا اور جو عبرت سے آشنا ہوگا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو اور عدل کی بھی چار شاخیں ہیں: تہوں تک پہنچنے والی فکر اور علمی گہرائی، اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری۔ چنانچہ جس نے غور و فکر کیا، وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا، وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی، اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی اور جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تمام موقعوں پر راست گفتاری اور بدکرداروں سے نفرت۔ چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا، اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی، اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا، اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے فاسقوں کو برا سمجھا اور اللہ کے لیے غضبناک ہوا اللہ بھی اس کیلئے دوسروں پر غضبناک ہوگا اور قیامت کے دن اس کی خوشی کا سامان کرے گا

۳۱۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْكُفْرُ عَلٰى اَرْبَعِ دَعَائِمَ: عَلَى التَّعَمُّقِ، وَالتَّنَازُعِ، وَالزَّيْغِ وَالشِّقَاقِ. فَمَنْ تَعَمَّقَ لَمْ يُنِبْ اِلَى الْحَقِّ، وَمَنْ كَثُرَ نِزَاعُهٗ بِالْجَهْلِ دَامَ عَمَاهُ عَنِ الْحَقِّ، وَمَنْ زَاغَ سَاءَتْ عِنْدَهُ الْحَسَنَةُ، وَحَسُنَتْ عِنْدَهُ السَّيِّئَةُ، وَسَكِرَ سُكْرَ الضَّلَالَةِ، وَمَنْ شَاقَّ وَعُرَتْ عَلَيْهِ طُرُقُهٗ، وَاَعْضَلَ عَلَيْهِ اَمْرُهٗ، وَ

(۳۱) کفر بھی چار ستونوں پر قائم ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی کاوش، جھگڑالو پن، کج روی اور اختلاف تو جو بے جا تعمق و کاوش کرتا ہے، وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا اور جو جہالت کی وجہ سے آئے دن جھگڑے کرتا ہے وہ حق سے ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور جو حق سے منہ موڑ لیتا ہے۔ وہ اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑا رہتا ہے اور جو حق کی خلاف ورزی کرتا ہے، اس کے راستے بہت

ضَاقَ عَلَيْهِ مَخْرَجُهُ ۔ وَالشَّكُّ عَلٰى أَرْبَعِ شُعَبٍ عَلَى التَّمَارِي وَالْهَوْلِ وَالتَّرَدُّدِ وَالِاسْتِسْلَامِ: فَمَنْ جَعَلَ الْمِرَاءَ دِيْنًا لَمْ يُصْبِحْ لَيْلُهُ ۔ وَمَنْ هَالَهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَمَنْ تَرَدَّدَ فِي الرَّيْبِ وَطِئَتْهُ سَنَابِكُ الشَّيَاطِيْنِ وَمَنِ اسْتَسْلَمَ لِهَلَكَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ هَلَكَ فِيْهِمَا ۔

دشوار اور اس کے معاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور بچ کے نکلنے کی راہ اس کے لیے تنگ ہو جاتی ہے، شک کی بھی چار شاخیں ہیں: کٹھ حجتی خوف سرگردانی اور باطل کے آگے جبیں سائی۔ چنانچہ جس نے لڑائی جھگڑے کو اپنا شیوہ بنا لیا، اس کی رات کبھی صبح سے ہمکنار نہیں ہو سکتی اور جس کو سامنے کی چیزوں نے ہول میں ڈال دیا، وہ اُلٹے پیر پلٹ جاتا ہے اور جو شک وشبہہ میں سرگرداں رہتا ہے۔ اُسے شیاطین اپنے پنجوں سے روند ڈالتے ہیں اور جس نے دنیا و آخرت کی تباہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ وہ دو جہاں میں تباہ ہوا۔

قال الرضی: وبعد هذا کلام ترکنا ذکرہ خوف الاطالۃ والخروج عن الغرض المقصود فی هذا الباب ۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ ہم نے طوالت کے خوف اور اس خیال سے کہ اصل مقصد جو اس باب کا ہے فوت نہ ہو، بقیہ کلام کو چھوڑ دیا ہے۔

۳۲ ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاعِلُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنْهُ، وَفَاعِلُ الشَّرِّ شَرٌّ مِّنْهُ ۔

(۳۲) نیک کام کرنے والا خود اس کام سے بہتر اور برائی کا مرتکب ہونے والا خود اس برائی سے بدتر ہے۔

---

۳۳ ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُنْ سَمْحًا وَلَا تَكُنْ مُبَذِّرًا، وَكُنْ مُقَدِّرًا وَلَا تَكُنْ مُقَتِّرًا ۔

(۳۳) سخاوت کرو، لیکن فضول خرچی نہ کرو اور جزرسی کرو، مگر بخل نہیں ۔

---

۳۴ ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَشْرَفُ الْغِنٰى تَرْكُ الْمُنٰى ۔

(۳۴) بہترین دولت مندی یہ ہے کہ تمناؤں کو ترک کرے۔

---

۳۵ ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَسْرَعَ

(۳۵) جو شخص لوگوں کے بارے میں جھٹ سے

إِلَى النَّاسِ بِمَا يَكْرَهُونَ قَالُوا فِيهِ مَا لَا يَعْلَمُونَ۔

ایسی باتیں کہہ دیتا ہے جو انہیں ناگوار گزریں، تو پھر وہ اس کے لیے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جنہیں وہ جانتے نہیں

٣٦۔ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَطَالَ الْأَمَلَ أَسَاءَ الْعَمَلَ۔

(۳۶) جس نے طول طویل امیدیں باندھیں، اس نے اپنے اعمال بگاڑ لیے۔

٣٧۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وقد لقيه عند مسيره الى الشام دهاقين الانبار، فترجّلوا له واشتدوا بين يديه، فقال: مَا هٰذَا الَّذِي صَنَعْتُمُوهُ؟ فقال: خلق منا نعظم به امراءنا، فَقَالَ: وَاللهِ مَا يَنْتَفِعُ بِهٰذَا أُمَرَاؤُكُمْ، وَإِنَّكُمْ لَتَشُقُّونَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ فِي دُنْيَاكُمْ، وَتَشْقَوْنَ بِهِ فِي آخِرَتِكُمْ، وَمَا أَخْسَرَ الْمَشَقَّةَ وَرَاءَهَا الْعِقَابُ، وَأَرْبَحَ الدَّعَةَ مَعَهَا الْأَمَانُ مِنَ النَّارِ۔

(۳۷) امیرالمومنین سے شام کی جانب روانہ ہوتے وقت مقام انبار کے زمینداروں کا سامنا ہوا، تو وہ آپ کو دیکھ کر پیادہ ہو گئے اور آپ کے سامنے دوڑنے لگے، آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا عام طریقہ ہے۔ جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم بجا لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا البتہ تم اس دنیا میں اپنے کو زحمت و مشقت میں ڈالتے ہو، اور آخرت میں اس کی وجہ سے بدبختی مول لیتے ہو، وہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اُخروی ہو، اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے، جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو،

٣٨۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِابْنِهِ الْحَسَنِ: يَا بُنَيَّ، احْفَظْ عَنِّي أَرْبَعًا، وَأَرْبَعًا، لَا يَضُرُّكَ مَا عَمِلْتَ مَعَهُنَّ: إِنَّ أَغْنَى الْغِنَى الْعَقْلُ، وَأَكْبَرَ الْفَقْرِ الْحُمْقُ، وَأَوْحَشَ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ، وَأَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ۔

(۳۸) اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا مجھ سے چار، اور پھر چار باتیں یاد رکھو۔ ان کے ہوتے ہوئے جو کچھ کرو گے، وہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے گا سب سے بڑی ثروت عقل و دانش ہے اور سب سے بڑی ناداری حماقت و بے عقلی ہے اور سب سے بڑی وحشت غرور و خود بینی ہے، اور سب سے بڑا جوہر ذاتی

يَا بُنَيَّ، إِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ
الْأَحْمَقِ فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ
فَيَضُرُّكَ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ
الْبَخِيلِ فَإِنَّهُ يَبْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ
مَا تَكُونُ إِلَيْهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ
الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبِيعُكَ بِالتَّافِهِ،
وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ
كَالسَّرَابِ: يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيدَ،
وَيُبَعِّدُ عَلَيْكَ الْقَرِيبَ۔

حسن اخلاق ہے۔
اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا، تو نقصان پہنچائے گا۔ اور بخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمہیں اس کی مدد کی انتہائی احتیاج ہوگی، وہ تم سے دور بھاگے گا اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا، ورنہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے گا اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لیے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کرکے دکھائے گا

۳۹۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا قُرْبَةَ بِالنَّوَافِلِ إِذَا أَضَرَّتْ بِالْفَرَائِضِ۔

(۳۹) مستحبات سے قربِ الٰہی نہیں حاصل ہو سکتا، جب کہ وہ واجبات میں سدراہ ہوں۔

۴۰۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَآءَ لِسَانِهِ۔ قال الرضی وهذا من المعانی العجيبة الشريفة والمراد به أن العاقل لا يطلق لسانه إلا بعد مشاورة الروية ومؤامرة الفكرة، والاحمق تسبق حذفات لسانه وفلتات كلامه مراجعة فكره ومماخضة رايه فكان لسان العاقل تابع لقلبه، وكأن قلب الاحمق تابع للسانه۔

(۴۰) عقلمند کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے اور بیوقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے۔
سید رضی کہتے ہیں کہ یہ جملہ عجیب و پاکیزہ معنی کا حامل ہے، مقصد یہ ہے کہ عقلمند اس وقت زبان کھولتا ہے، جب دل میں سوچ بچار اور غور و فکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے۔ لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔ اس طرح گویا عقلمند کی زبان اس کے تابع ہے، اور بیوقوف کا دل اس کی زبان کے تابع ہے۔

۴۱۔ وقد روی عنه عليه السلام هذا المعنی بلفظ آخر، وهو قوله: قَلْبُ

(۴۱)۔ یہی مطلب دوسرے لفظوں میں بھی حضرت سے مروی ہے اور وہ یہ کہ "بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہے

الْأَحْمَقِ فِي فِيهِ، وَلِسَانُ الْعَاقِلِ فِي قَلْبِهِ. وَمَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ۔

اور عقلمند کی زبان اس کے دل میں ہے"۔ بہر حال ان دونوں جملوں کا مقصد ایک ہے۔

۴۲۔ وقال لبعض اصحابہ فی علۃ اعتلها: جَعَلَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ شَكْوَاكَ حَطًّا لِسَيِّئَاتِكَ، فَإِنَّ الْمَرَضَ لَا أَجْرَ فِيهِ، وَلٰكِنَّهُ يَحُطُّ السَّيِّئَاتِ وَ يَحُتُّهَا حَتَّ الْأَوْرَاقِ - وَإِنَّمَا الْأَجْرُ فِي الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ، وَالْعَمَلِ بِالْأَيْدِي وَالْأَقْدَامِ، وَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحٰنَهُ يُدْخِلُ بِصِدْقِ النِّيَّةِ وَالسَّرِيرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ۔

قال الرّضی: واقول صدق علیہ السّلام، ان المرض لا اجر فیہ لانہ من قبیل ما یستحق علیہ العوض لان العوض یستحق علی ما کان فی مقابلۃ فعل اللہ تعالیٰ بالعبد من الآلام والامراض وما یجری مجری ذلك، والاجر والثواب یستحقان علیٰ ما کان فی مقابلۃ فعل العبد۔ فبینهما فرق قد بینہ علیہ السّلام کما یقتضیہ علمہ الثاقب ورأیہ الصائب۔

(۴۲) اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا۔ اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ مگر وہ گناہوں کو مٹاتا، اور انہیں اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ ہاں! ثواب اس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاکدامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ حضرت نے سچ فرمایا کہ مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے کیونکہ مرض تو اس قسم کی چیزوں میں سے ہے جن میں عوض کا استحقاق ہوتا ہے۔ اس لیے کہ عوض اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ جو امر عمل میں آئے۔ جیسے دکھ، درد، بیماری وغیرہ۔ اس کے مقابلہ میں اسے ملتا ہے۔ اور اجر و ثواب وہ ہے کہ کسی عمل پر اسے کچھ حاصل ہو۔ لہٰذا عوض اور ہے، اور اجر اور ہے اور اس فرق کو امیرالمومنین علیہ السّلام نے اپنے علم روشن اور رائے صائب کے مطابق بیان فرما دیا ہے۔

* * *

۴۳۔ وقال علیہ السّلام فی ذکر خباب

(۴۳) جناب ابن ارت کے بارے میں فرمایا۔ خدا،

ابن الأرت - يَرْحَمُ اللهُ خَبَّابَ بْنَ الْأَرَتِّ فَلَقَدْ أَسْلَمَ رَاغِباً، وَهَاجَرَ طَائِعاً، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللهِ، وَعَاشَ مُجَاهِداً۔

خباب ابن ارت پر رحمت اپنی شامل حال فرمائے وہ اپنی رضا مندی سے اسلام لائے اور بخوشی ہجرت کی اور ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی۔

حضرت خباب ابن ارت پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین اولین میں سے تھے۔ انہوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں، چلچلاتی دھوپ میں کھڑے کیے گئے، آگ پر لٹائے گئے، مگر کسی طرح پیغمبر اکرمؐ کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآبؐ کے ہمرکاب رہے۔ صفین و نہروان میں امیرالمومنینؑ کا ساتھ دیا۔ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ یہیں پر ۷۳ برس کی عمر میں ۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ امیرالمومنینؑ نے پڑھائی اور بیرون کوفہ دفن ہوئے اور حضرتؑ نے یہ کلمات ترحم ان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمائے۔

---

۴۴ - وقال عليه السلام: طُوبَى لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ، وَعَمِلَ لِلْحِسَابِ، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللهِ۔

(۴۴) خوشا نصیب اس کے جس نے آخرت کو یاد رکھا، حساب و کتاب کے لیے عمل کیا، ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ سے راضی و خوشنود رہا۔

---

۴۵ - وقال عليه السلام: لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُومَ الْمُؤْمِنِ بِسَيْفِي هَذَا عَلَى أَنْ يُبْغِضَنِي مَا أَبْغَضَنِي، وَلَوْ صَبَبْتُ الدُّنْيَا بِجَمَّاتِهَا عَلَى الْمُنَافِقِ عَلَى أَنْ يُحِبَّنِي مَا أَحَبَّنِي، وَذَلِكَ أَنَّهُ قُضِيَ فَانْقَضَى عَلَى لِسَانِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: يَا عَلِيُّ، لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ۔

(۴۵) اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے، تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا، اور اگر تمام متاع دنیا کافر کے آگے ڈھیر کر دوں کہ وہ مجھے دوست رکھے، تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا اس لیے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ہو گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اے علیؑ! کوئی مومن تم سے دشمنی نہ رکھے گا اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا۔

---

۴۶ - وقال عليه السلام: سَيِّئَةٌ تَسُوءُكَ

(۴۶) وہ گناہ جس کا تمہیں رنج ہو اللہ کے نزدیک

خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ ۔ اس نیکی سے کہیں اچھا ہے جو تمہیں خود پسند بنا دے

جو شخص ارتکاب گناہ کے بعد ندامت و پشیمانی محسوس کرے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے وہ گناہ کی عقوبت سے محفوظ اور توبہ کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور جو نیک عمل بجالانے کے بعد دوسروں کے مقابلہ میں برتری محسوس کرتا ہے اور اپنی نیکی پر گھمنڈ کرتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ اب اس کے لیے کوئی کھٹکا نہیں رہا وہ اپنی نیکی کو برباد کر دیتا ہے اور حسن عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو توبہ سے معصیت کے داغ کو صاف کر چکا ہو وہ اس سے بہتر ہو گا جو اپنے غرور کی وجہ سے اپنے کئے کرائے کو ضائع کر چکا ہو اور توبہ کے ثواب سے بھی اس کا دامن خالی ہو۔"

---

۴۷ ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَدْرُ الرَّجُلِ عَلٰى قَدْرِ هِمَّتِهٖ ۔ وَ صِدْقُهٗ عَلٰى قَدْرِ مُرُوْءَتِهٖ ، وَشُجَاعَتُهٗ عَلٰى قَدْرِ أَنَفَتِهٖ ، وَعِفَّتُهٗ عَلٰى قَدْرِ غَيْرَتِهٖ ۔

(۴۷) انسان کی جتنی ہمت ہو، اتنی ہی اس کی قدر و قیمت ہے اور جتنی مروت اور جوانمردی ہو گی اتنی ہی راست گوئی ہو گی، اور جتنی حمیت و خودداری ہو گی اتنی ہی شجاعت ہو گی اور جتنی غیرت ہو گی اتنی ہی پاک دامنی ہو گی۔

---

۴۸ ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلظَّفَرُ بِالْحَزْمِ ۔ وَالْحَزْمُ بِإِجَالَةِ الرَّأْيِ ، وَالرَّأْيُ بِتَحْصِيْنِ الْأَسْرَارِ ۔

(۴۸) کامیابی دور اندیشی سے وابستہ ہے اور دور اندیشی فکر و تدبر کو کام میں لانے سے اور تدبر بھیدوں کو چھپا کر رکھنے سے۔

---

۴۹ ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَحْذَرُوْا صَوْلَةَ الْكَرِيْمِ إِذَا جَاعَ ، وَاللَّئِيْمِ إِذَا شَبِعَ ۔

(۴۹) بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے کے حملہ سے ڈرتے رہو۔

مطلب یہ ہے کہ باعزت و باوقار آدمی کبھی ذلت و توہین گوارا نہیں کرتا۔ اگر اس کی عزت و وقار پر حملہ ہو گا، تو وہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹے گا اور ذلت کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دے گا اور اگر ذلیل و کم ظرف کو اس کی حیثیت سے بڑھا دیا جائے گا، تو اس کا ظرف چھلک اٹھے گا، اور وہ اپنے کو بلند مرتبہ خیال کرتے ہوئے دوسروں کے وقار پر حملہ آور ہو گا۔

۵۰۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: قُلُوْبُ الرِّجَالِ وَحْشِیَّۃٌ، فَمَنْ تَاَلَّفَھَا اَقْبَلَتْ عَلَیْہِ۔

(۵۰) لوگوں کے دل صحرائی جانور ہیں، جو ان کو سدھائے گا، اس کی طرف جھکیں گے۔

اس قول سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ انسانی قلوب اصل فطرت کے لحاظ سے وحشت پسند واقع ہوئے ہیں اور ان میں انس و محبت کا جذبہ ایک اکتسابی جذبہ ہے۔ چنانچہ جب انس و محبت کے دواعی و اسباب پیدا ہوتے ہیں، تو وہ مانوس ہو جاتے ہیں اور جب اس کے دواعی ختم ہو جاتے ہیں یا اس کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو وحشت کی طرف عود کر جاتے ہیں اور پھر بڑی مشکل سے محبت و ائتلاف کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔

مرنجاں دلے را کہ ایں مرغ وحشی زبامے کہ برخواست مشکل نشیند

۵۱۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: عَیْبُکَ مَسْتُوْرٌ مَا اَسْعَدَکَ جَدُّکَ۔

(۵۱) جب تک تمہارے نصیب یاور ہیں تمہارے عیب ڈھکے ہوئے ہیں۔

۵۲۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: اَوْلَی النَّاسِ بِالْعَفْوِ اَقْدَرُھُمْ عَلَی الْعُقُوْبَۃِ۔

(۵۲) معاف کرنا سب سے زیادہ اسے زیب دیتا ہے جو سزا دینے پر قادر ہو۔

۵۳۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: السَّخَاءُ مَا کَانَ ابْتِدَاءً، فَاَمَّا مَا کَانَ عَنْ مَسْاَلَۃٍ فَحَیَاءٌ وَتَذَمُّمٌ۔

(۵۳) سخاوت وہ ہے جو بن مانگے ہو اور مانگے سے دینا یا شرم ہے یا بدگوئی سے بچنا۔

۵۴۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: لَا غِنَی کَالْعَقْلِ، وَلَا فَقْرَ کَالْجَھْلِ، وَلَا مِیْرَاثَ کَالْاَدَبِ، وَلَا ظَھِیْرَ کَالْمُشَاوَرَۃِ۔

(۵۴) عقل سے بڑھ کر کوئی ثروت نہیں اور جہالت سے بڑھ کر کوئی بے مایگی نہیں۔ ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں اور مشورہ سے زیادہ کوئی چیز معین و مددگار نہیں۔

۵۵۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: الصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلَی مَا تَکْرَہُ، وَصَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ۔

(۵۵) صبر دو طرح کا ہوتا ہے، ایک ناگوار باتوں پر صبر، دوسرے پسندیدہ چیزوں سے صبر۔

۵۶۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: اَلْقَنَاعَۃُ مَالٌ لَا یَنْفَدُ۔ قال الرضی: وقد روی ھذا الکلام عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۵۶) قناعت وہ سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہو سکتا۔ "علامہ رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مروی ہے۔"

قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جو میسر ہو اس پر خوش و خرم رہے اور کم ملنے پر کبیدہ خاطر و شاکی نہ ہو اور اگر تھوڑے پر مطمئن نہیں ہوگا تو رشوت، خیانت اور مکر و فریب ایسے محرمات اخلاقی کے ذریعہ اپنے دامن حرص کو بھرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ حرص کا تقاضا ہی یہ ہے کہ جس طرح بن پڑے خواہشات کو پورا کیا جائے اور ان خواہشات کا سلسلہ کہیں پہ رکنے نہیں پاتا، کیونکہ ایک خواہش کا پورا ہونا دوسری خواہش کی تمہید بن جایا کرتا ہے اور جوں جوں انسان کی خواہش کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں، اس کی احتیاج بڑھتی ہی جاتی ہے اس لیے کبھی بھی محتاجی و بے اطمینانی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا اگر اس بڑھتی ہوئی خواہش کو روکا جا سکتا ہے تو وہ صرف قناعت سے کہ جو ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ ہر ضرورت سے مستغنی بنا دیتی ہے اور لازوال سرمایہ ہے جو ہمیشہ کے لیے فارغ البال کر دیتا ہے۔

۵۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْمَالُ مَادَّةُ الشَّهَوَاتِ۔

(۵۸) مال نفسانی خواہشوں کا سرچشمہ ہے۔

۵۹۔ وقال علیہ السلام: مَنْ حَذَّرَكَ كَمَنْ بَشَّرَكَ۔

(۵۹) جو (برائیوں سے) خوف دلائے وہ تمہارے لیے مژدہ سنانے والے کے مانند ہے۔

۶۰۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَللِّسَانُ سَبُعٌ إِنْ خُلِّيَ عَنْهُ عَقَرَ۔

(۶۰) زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے، تو پھاڑ کھائے۔

۶۱۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْمَرْأَةُ عَقْرَبٌ حُلْوَةُ اللِّبْسَةِ۔

(۶۱) عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کے لپٹنے میں بھی مزہ آتا ہے۔

۶۲۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا حُيِّيتَ بِتَحِيَّةٍ فَحَيِّ بِأَحْسَنَ مِنْهَا، وَإِذَا أُسْدِيَتْ إِلَيْكَ يَدٌ فَكَافِئْهَا بِمَا يُرْبِي عَلَيْهَا، وَالْفَضْلُ مَعَ ذٰلِكَ لِلْبَادِي۔

(۶۲) جب تم پر سلام کیا جائے، تو اس سے اچھے طریقہ سے جواب دو۔ اور جب تم پر کوئی احسان کرے تو اس سے بڑھ چڑھ کر بدلہ دو، اگرچہ اس صورت میں بھی فضیلت پہل کرنے والے ہی کے لیے ہوگی۔

۶۳۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: اَلشَّفِیْعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ۔

(۶۳) سفارش کرنے والا امیدوار کے لیے بمنزلہ پر و بال کے ہوتا ہے۔

۶۴۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: اَھْلُ الدُّنْیَا کَرَکْبٍ یُسَارُ بِھِمْ وَ ھُمْ نِیَامٌ۔

(۶۴) دنیا والے ایسے سواروں کے مانند ہیں جو سو رہے ہیں اور سفر جاری ہے۔

۶۵۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: فَقْدُ الْاَحِبَّۃِ غُرْبَۃٌ۔

(۶۵) دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی ہے۔

۶۶۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: فَوْتُ الْحَاجَۃِ اَھْوَنُ مِنْ طَلَبِھَا اِلٰی غَیْرِ اَھْلِھَا۔

(۶۶) مطلب کا ہاتھ سے چلا جانا نااہل کے آگے ہاتھ پھیلانے سے آسان ہے۔

نااہل کے سامنے حاجت پیش کرنے سے جو شرمندگی حاصل ہوتی ہے وہ محرومی کے اندوہ سے کہیں زیادہ روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اس لیے مقصد سے محرومی کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایک دنی و فرومایہ کی زیر باری ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر باحمیت انسان نااہل کے ممنون احسان ہونے سے اپنی حرماں نصیبی کو ترجیح دے گا، اور کسی پست و دنی کے آگے دستِ سوال دراز کرنا گوارا نہ کرے گا۔

۶۷۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: لَا تَسْتَحِ مِنْ اِعْطَاءِ الْقَلِیْلِ، فَاِنَّ الْحِرْمَانَ اَقَلُّ مِنْہُ۔

(۶۷) تھوڑا دینے سے شرماؤ نہیں کیونکہ خالی ہاتھ پھیرنا تو اس سے بھی گری ہوئی بات ہے۔

۶۸۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: اَلْعَفَافُ زِیْنَۃُ الْفَقْرِ، وَالشُّکْرُ زِیْنَۃُ الْغِنٰی۔

(۶۸) عفت فقر کا زیور ہے، اور شکر دولت مندی کی زینت ہے۔

۶۹۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: اِذَا لَمْ یَکُنْ مَا تُرِیْدُ فَلَا تُبَلْ مَا کُنْتَ۔

(۶۹) اگر حسب منشا تمہارا کام نہ بن سکے تو پھر جس حالت میں ہو مگن رہو۔

۷۰۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: لَا تَرَی الْجَاھِلَ

(۷۰) جاہل کو نہ پاؤ گے مگر یا حد سے آگے

إِلَّا مُفْرِطًا أَوْ مُفَرِّطًا۔

بڑھا ہوا، اور یا اس سے بہت پیچھے۔

۷۱۔ وقال علیہ السلام: إِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ۔

(۷۱) جب عقل بڑھتی ہے، تو باتیں کم ہو جاتی ہیں۔

بسیار گوئی پریشان خیالی کا، اور پریشان خیالی عقل کی خامی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور جب انسان کی عقل کامل اور فہم پختہ ہوتا ہے، تو اس کے ذہن اور خیالات میں توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور عقل دوسرے قوائے بدنیہ کی طرح زبان پر بھی تسلّط و اقتدار حاصل کر لیتی ہے جس کے نتیجہ میں زبان عقل کے تقاضوں سے ہٹ کر اور بے سوچے سمجھے کھلنا گوارا نہیں کرتی اور ظاہر ہے کہ سوچ بچار کے بعد جو کلام ہو گا، وہ مختصر اور زوائد سے پاک ہو گا

مرد چوں عقلش بیفزاید بکاہد در سخن تا نیابد فرصت گفتار نکشاید دہن

۷۲۔ وقال علیہ السلام: الدَّهْرُ يُخْلِقُ الْأَبْدَانَ، وَ يُجَدِّدُ الْآمَالَ، وَيُقَرِّبُ الْمَنِيَّةَ، وَ يُبَاعِدُ الْأُمْنِيَّةَ: مَنْ ظَفِرَ بِهِ نَصِبَ، وَمَنْ فَاتَهُ تَعِبَ۔

(۷۲) زمانہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ اور آرزوؤں کو تر و تازہ کرتا ہے۔ موت کو قریب اور آرزوؤں کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ سے کچھ پا لیتا ہے۔ وہ بھی رنج سہتا ہے، اور جو کھو دیتا ہے وہ تو دکھ جھیلتا ہی ہے۔

۷۳۔ وقال علیہ السلام: مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلنَّاسِ إِمَامًا فَلْيَبْدَأْ بِتَعْلِيمِ نَفْسِهِ قَبْلَ تَعْلِيمِ غَيْرِهِ، وَلْيَكُنْ تَأْدِيبُهُ بِسِيرَتِهِ قَبْلَ تَأْدِيبِهِ بِلِسَانِهِ؛ وَمُعَلِّمُ نَفْسِهِ وَمُؤَدِّبُهَا أَحَقُّ بِالْإِجْلَالِ مِنْ مُعَلِّمِ النَّاسِ وَمُؤَدِّبِهِمْ۔

(۷۳) جو لوگوں کا پیشوا بنتا ہے تو اُسے دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنے کو تعلیم دینا چاہیئے اور زبان سے درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت و کردار سے تعلیم دینا چاہیئے۔ اور جو اپنے نفس کی تعلیم و تادیب کر لے، وہ دوسروں کی تعلیم و تادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔"

۷۴۔ وقال علیہ السلام: نَفَسُ الْمَرْءِ خُطَاهُ إِلَى أَجَلِهِ۔

(۷۴) انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو اُسے موت کی طرف بڑھائے لیے جا رہا ہے۔

یعنی جس طرح ایک قدم مٹ کر دوسرے قدم کے لیے جگہ خالی کرتا ہے اور بہ قدم فرسائی منزل کے قرب کا

باعث ہوتی ہے یونہی زندگی کی ہر سانس پہلی سانس کے لیے پیغام فنا بن کر کاروانِ زندگی کو موت کی طرف بڑھائے لیے جاتی ہے۔ گویا جس سانس کی آمد کو پیغام حیات سمجھا جاتا ہے، وہی سانس زندگی کے ایک لمحے کے فنا ہونے کی علامت اور منزل موت سے قرب کا باعث ہوتی ہے کیونکہ ایک سانس کی حیات دوسری سانس کے لیے موت ہے اور انہی فنا بردوش سانسوں کے مجموعے کا نام زندگی ہے ؎

ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے میّت فانی
زندگی نام ہے مر مر کے جیسے جانے کا

۷۵۔ وقال علیہ السلام: كُلُّ مَعْدُودٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ آتٍ۔

(۷۵) جو چیز شمار میں آئے اُسے ختم ہونا چاہیئے اور جسے آنا چاہیئے، وہ آ کر رہے گا

۷۶۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ الْأُمُورَ إِذَا اشْتَبَهَتِ اعْتُبِرَ آخِرُهَا بِأَوَّلِهَا۔

(۷۶) جب کسی کام میں اچھے بُرے کی پہچان نہ رہے، تو آغاز کو دیکھ کر انجام کو پہچان لینا چاہیئے۔

ایک بیج کو دیکھ کر کاشتکار یہ حکم لگا سکتا ہے کہ اس سے کون سا درخت پیدا ہوگا۔ اس کے پھل پھول اور پتے کیسے ہوں گے، اس کا پھیلاؤ اور بڑھاؤ کتنا ہوگا۔ اسی طرح ایک طالب علم کی سعی و کوشش کو دیکھ کر اس کی کامیابی پر، اور دوسرے کی آرام طلبی و غفلت کو دیکھ کر اس کی ناکامی پر حکم لگایا جا سکتا ہے، کیونکہ اوائل اواخر کے اور مقدمات، نتائج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی چیز کا انجام سجھائی نہ دیتا ہو تو اس کی ابتداء کو دیکھا جائے۔ اگر ابتدا بُری ہوگی تو انتہا بھی بُری ہوگی اور اگر ابتداء اچھی ہوگی تو انتہا بھی اچھی ہوگی۔ ؎

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا

۷۷۔ ومن خبر ضرار بن ضمرة الضبائی عند دخوله على معاوية ومسألته له عن امير المؤمنين وقال: فأشهد لقد رأيته في بعض مواقفه وقد ارخى الليل سدوله وهو قائم في محرابه قابض على لحيته يتململ تململ السليم

(۷۷) جب ضرار ابن ضمرۃ ضبائی معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ نے امیر المومنین کے متعلق ان سے سوال کیا، تو انہوں نے کہا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بعض موقعوں پر آپ کو دیکھا جب کہ رات اپنے دامن ظلمت کو پھیلا چکی تھی۔ تو آپ محراب عبادت میں ایستادہ ریش مبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے مارگزیدہ

يبكى بكاء المحزين ويقول:-

يَا دُنْيَا يَا دُنْيَا، إِلَيْكِ عَنِّي! أَبِي تَعَرَّضْتِ؟ أَمْ إِلَيَّ تَشَوَّقْتِ؟ لَا حَانَ حِينُكِ هَيْهَاتَ! غُرِّي غَيْرِي، لَا حَاجَةَ لِي فِيكِ، قَدْ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثاً لَا رَجْعَةَ فِيهَا! فَعَيْشُكِ قَصِيرٌ، وَخَطَرُكِ يَسِيرٌ، وَأَمَلُكِ حَقِيرٌ. آهِ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، وَطُولِ الطَّرِيقِ، وَبُعْدِ السَّفَرِ، وَعَظِيمِ الْمَوْرِدِ-

کی طرح تڑپ رہے تھے اور غم رسیدہ کی طرح رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

اے دنیا! اے دنیا دور ہو مجھ سے۔ کیا میرے سامنے اپنے کو لاتی ہے؟ یا میری دلدادہ و فریفتہ بن کر آئی ہے۔ تیرا وہ وقت نہ آئے (کہ تو مجھے فریب دے سکے) بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے، جا کسی اور کو جل دے مجھے تیری خواہش نہیں ہے، میں تو تین بار تجھے طلاق دے چکا ہوں کہ جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں۔ تیری زندگی تھوڑی، تیری اہمیت بہت ہی کم اور تیری آرزو ذلیل و پست ہے، افسوس زاد راہ تھوڑا، راستہ طویل سفر دور و دراز اور منزل سخت ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ جب معاویہ نے ضرار کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور کہنے لگا کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے وہ واقعاً ایسے ہی تھے، پھر ضرار سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ضرار ان کی مفارقت میں تمہارے رنج و اندوہ کی کیا حالت ہے۔ ضرار نے کہا کہ بس یہ سمجھ لو کہ میرا غم اتنا ہی ہے جتنا اس ماں کا ہوتا ہے کہ جس کی گود میں اس کا اکلوتا بچہ ذبح کر دیا جائے۔

۷۸- ومن كلام له عليه السلام: (للسائل الشامي) لمّا سأله: أكان مسيرنا الى الشام بقضاء من الله وقدر؟ بعد كلام طويل هذا مختاره-

وَيْحَكَ! لَعَلَّكَ ظَنَنْتَ قَضَاءً لَازِماً وَقَدَراً حَاتِماً، وَلَوْ كَانَ (ذٰلِكَ) كَذٰلِكَ لَبَطَلَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ وَسَقَطَ الْوَعْدُ وَالْوَعِيدُ، إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَمَرَ عِبَادَهُ تَخْيِيراً وَنَهَاهُمْ تَحْذِيراً،

(۷۸) ایک شخص نے امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا ہمارا اہل شام سے لڑنے کے لیے جانا قضا و قدر سے تھا؟ تو آپ نے ایک طویل جواب دیا۔ جس کا ایک منتخب حصہ یہ ہے۔

خدا تم پر رحم کرے شاید تم نے حتمی و لازمی قضا و قدر سمجھ لیا ہے (کہ جس کے انجام دینے پر ہم مجبور ہیں) اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ ثواب کا کوئی سوال پیدا ہوتا نہ عذاب کا نہ وعدے کے کچھ معنی رہتے نہ وعید کے۔ خداوند عالم نے تو بندوں کو خود مختار بنا کر مامور کیا ہے اور (عذاب سے)

وَ كَلَّفَ يَسِيْرًا، وَلَمْ يُكَلِّفْ عَسِيْرًا، وَاَعْطٰى عَلَى الْقَلِيْلِ كَثِيْرًا، وَلَمْ يُعْصَ مَغْلُوْبًا، وَلَمْ يُطَعْ مُكْرِهًا، وَ لَمْ يُرْسِلِ الْاَنْبِيَآءَ لَعِبًا، وَلَمْ يُنْزِلِ الْكِتَابَ لِلْعِبَادِ عَبَثًا، وَلَا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔

ڈراتے ہوئے نہی کی ہے اس نے سہل و آسان تکلیف دی ہے اور دشواریوں سے بچائے رکھا ہے وہ تھوڑے کیے پر زیادہ اجر دیتا ہے۔ اس کی نافرمانی اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ دب گیا ہے اور نہ اس کی اطاعت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس نے مجبور کر رکھا ہے اس نے پیغمبروں کو بطور تفریح نہیں بھیجا اور بندوں کے لیے کتابیں بے فائدہ نہیں اتاری ہیں اور نہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو بیکار پیدا کیا ہے، یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے۔ جنھوں نے کفر اختیار کیا، تو افسوس ہے ان پر جنھوں نے کفر اختیار کیا آتش جہنم کے عذاب سے

اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ پھر اس شخص نے کہا کہ وہ کون سی قضاء و قدر تھی جس کی وجہ سے ہمیں جانا پڑا آپ نے کہا کہ قضا کے معنی حکم باری کے ہیں جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ وقضٰی ربّك الا تعبدوا الا ایاہ "اور تمہارے پروردگار نے تو حکم دے دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا" یہاں پر قضٰی بمعنی امر ہے۔

۷۹۔ وقال علیہ السلام: خُذِ الْحِكْمَةَ اَنّٰى كَانَتْ فَاِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُوْنُ فِيْ صَدْرِ الْمُنَافِقِ فَتَلَجْلَجُ فِيْ صَدْرِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ فَتَسْكُنَ اِلٰى صَوَاحِبِهَا فِيْ صَدْرِ الْمُؤْمِنِ۔

(۷۹) حکمت کی بات جہاں کہیں ہو، اسے حاصل کرو، کیونکہ حکمت منافق کے سینہ میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب تک اس (کی زبان) سے نکل کر مومن کے سینہ میں پہنچ کر دوسری حکمتوں کے ساتھ بہل نہیں جاتی تڑپتی رہتی ہے۔

۸۰۔ وقال علیہ السلام: اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَخُذِ الْحِكْمَةَ وَلَوْ مِنْ اَهْلِ النِّفَاقِ۔

(۸۰) حکمت مومن ہی کی گم شدہ چیز ہے اسے حاصل کرو، اگرچہ منافق سے لینا پڑے۔

۸۱۔ وقال علیہ السلام: قِيْمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهٗ۔

(۸۱) ہر شخص کی قیمت وہ ہنر ہے، جو اس شخص میں ہے۔

قال الرضی: وھی الکلمۃ التی لا تصاب لھا قیمۃ، ولا توزن بھا حکمۃ ولا تقرن الیھا کلمۃ۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا انمول جملہ ہے کہ نہ کوئی حکیمانہ بات اس کے ہم وزن ہو سکتی ہے، اور نہ کوئی جملہ اس کا ہم پایہ ہو سکتا ہے۔

۱ انسان کی حقیقی قیمت اس کا جوہر علم وکمال ہے۔ وہ علم وکمال کی جس بلندی پر فائز ہوگا، اسی کے مطابق اس کی قدر ومنزلت ہوگی۔ چنانچہ جوہر شناس نگاہیں شکل وصورت، بلندی قد وقامت اور ظاہری جاہ وحشمت کو نہیں دیکھتیں بلکہ انسان کے ہنر کو دیکھتی ہیں، اور اسی ہنر کے لحاظ سے اس کی قیمت ٹھہراتی ہیں۔ مقصد یہ ہے، کہ انسان کو اکتساب فضائل وتحصیل علم ودانش میں جد وجہد کرنا چاہیئے۔

۸۲۔ وقال علیہ السلام: أُوصِيكُمْ بِخَمْسٍ لَوْ ضَرَبْتُمْ إِلَيْهَا آبَاطَ الْإِبِلِ لَكَانَتْ لِذٰلِكَ أَهْلًا: لَا يَرْجُوَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا رَبَّهُ، وَلَا يَخَافَنَّ إِلَّا ذَنْبَهُ، وَلَا يَسْتَحِيَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ أَنْ يَقُولَ لَا أَعْلَمُ، وَلَا يَسْتَحِيَنَّ أَحَدٌ إِذَا لَمْ يَعْلَمِ الشَّيْءَ أَنْ يَتَعَلَّمَهُ، وَعَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ فَإِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْإِيمَانِ كَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ، وَلَا خَيْرَ فِي جَسَدٍ لَا رَأْسَ مَعَهُ، وَلَا فِي إِيمَانٍ لَا صَبْرَ مَعَهُ۔

(۸۲) تمہیں ایسی پانچ باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ اگر انہیں حاصل کرنے کے لیے اونٹوں کو ایڑ لگا کر تیز ہنکاؤ، تو وہ اسی قابل ہوں گی۔ تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس نہ لگائے، اور اس کے گناہ کے علاوہ کسی شے سے خوف نہ کھائے، اور اگر تم میں سے کسی سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا اور اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا تو اس کے سیکھنے میں شرمائے نہیں، اور صبر وشکیبائی اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے، یونہی ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں۔

ہر کرا صبر نیست ایمان نیست۔

۸۳۔ وقال علیہ السلام: لِرَجُلٍ أَفْرَطَ فِي الثَّنَاءِ عَلَيْهِ، وَكَانَ لَهُ مُتَّهِمًا: أَنَا دُونَ مَا تَقُولُ وَفَوْقَ مَا فِي

(۸۳) ایک شخص نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی حالانکہ وہ آپ سے عقیدت وارادت نہ رکھتا تھا، تو آپ نے فرمایا جو تمہاری زبان پر ہے میں اُس

نَفْسِكَ ۔

سے کم ہوں اور جو تمہارے دل میں ہے اس سے زیادہ ہوں ۔

* * *

۸۴ ۔ وقال علیہ السّلام : بَقِيَّةُ السَّيْفِ أَبْقَى عَدَدًا وَ أَكْثَرُ وَلَدًا ۔

(۸۴) تلوار سے بچے کھچے لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں اور ان کی نسل زیادہ ہوتی ہے ۔

---

۸۵ ۔ وقال علیہ السّلام : مَنْ تَرَكَ قَوْلَ "لَا أَدْرِي" أُصِيبَتْ مَقَاتِلُهُ ۔

(۸۵) جس کی زبان پر کبھی یہ جملہ نہ آئے کہ "میں نہیں جانتا" تو وہ چوٹ کھانے کی جگہوں پر چوٹ کھا کر رہتا ہے

---

۸۶ ۔ وقال علیہ السّلام : رَأْيُ الشَّيْخِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ جَلَدِ الْغُلَامِ وروی. من مشهد الغلام۔

(۸۶) بوڑھے کی رائے مجھے جوان کی ہمت سے زیادہ پسند ہے (ایک روایت میں یوں ہے کہ بوڑھے کی رائے مجھے جوان کے خطرہ میں ڈٹے رہنے سے زیادہ پسند ہے)

* * *

---

۸۷ ۔ وقال علیہ السّلام : عَجِبْتُ لِمَنْ يَقْنَطُ وَ مَعَهُ الْاِسْتِغْفَارُ ۔

(۸۷) اُس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جو توبہ کی گنجائش کے ہوتے ہوئے مایوس ہو جائے ۔

---

۸۸ ۔ وحکی عنہ ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السّلام انہ قال :

كَانَ فِي الْاَرْضِ أَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ وَقَدْ رُفِعَ أَحَدُهُمَا فَدُونَكُمُ الْاٰخَرَ فَتَمَسَّكُوا بِهِ : أَمَّا الْاَمَانُ الَّذِي رُفِعَ فَهُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ وَسَلَّمَ وَ أَمَّا الْاَمَانُ الْبَاقِي فَالْاِسْتِغْفَارُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : (وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

(۸۸) ابو جعفر محمد ابن علی الباقر علیہما السلام نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین ؑ نے فرمایا ۔

دنیا میں عذاب خدا سے دو چیزیں باعث امان تھیں ایک ان میں سے اُٹھ گئی، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے ۔ لہٰذا اسے مضبوطی سے تھامے رہو ۔ وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا " اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے

وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۔

قال الرضی : وهذا من محاسن الاستخراج ولطائف الاستنباط ۔

گا جب تک تم ان میں موجود ہو۔" اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اتارے گا، جب کہ یہ لوگ توبہ و استغفار کر رہے ہوں گے۔

سیّد رضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ بہترین استخراج اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے۔

۸۹۔ وقال علیہ السّلام: مَنْ أَصْلَحَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ أَصْلَحَ اللهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، وَمَنْ أَصْلَحَ أَمْرَ آخِرَتِهِ أَصْلَحَ اللهُ لَهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ وَاعِظٌ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ اللهِ حَافِظٌ ۔

(۸۹) جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو ٹھیک رکھا، تو اللہ اس کے اور لوگوں کے معاملات سلجھائے رکھے گا اور جس نے اپنی آخرت کو سنوار لیا۔ تو خدا اُس کی دنیا بھی سنوار دے گا اور جو خود اپنے کو وعظ و پند کرے، تو اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت ہوتی رہے گی۔

۹۰۔ وقال علیہ السلام: اَلْفَقِيهُ كُلُّ الْفَقِيهِ مَنْ لَمْ يُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ، وَلَمْ يُؤْيِسْهُمْ مِنْ رَوْحِ اللهِ، وَلَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَكْرِ اللهِ ۔

(۹۰) پورا عالم و دانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے ناامید نہ کرے، اور نہ انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کر دے۔

۹۱۔ وقال علیہ السّلام: إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ؛ فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكَمِ ۔

(۹۱) یہ دل بھی اُسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اکتا جاتے ہیں۔ لہٰذا (جب ایسا ہو تو) اُن کے لیے لطیف حکیمانہ نکات تلاش کرو۔

۹۲۔ وقال علیہ السّلام: أَوْضَعُ الْعِلْمِ مَا وَقَفَ عَلَى اللِّسَانِ، وَأَرْفَعُهُ مَا ظَهَرَ فِي الْجَوَارِحِ وَالْأَرْكَانِ ۔

(۹۲) وُہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے، اور وُہ علم بہت بلند مرتبہ ہے جو اعضا و جوارح سے نمودار ہو۔

۹۳۔ وقال علیہ السلام :۔
لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفِتْنَةِ، لِاَنَّهٗ لَیْسَ اَحَدٌ اِلَّا وَھُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰی فِتْنَةٍ، وَلٰکِنْ مَنِ اسْتَعَاذَ فَلْیَسْتَعِذْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ، فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَهٗ یَقُوْلُ: (وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ) وَمَعْنٰی ذٰلِکَ اَنَّهٗ یَخْتَبِرُھُمْ بِالْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ لِیَتَبَیَّنَ السَّاخِطَ لِرِزْقِهٖ، وَالرَّاضِیَ بِقِسْمِهٖ، وَاِنْ کَانَ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمَ بِھِمْ مِنْ اَنْفُسِھِمْ، وَلٰکِنْ لِتَظْھَرَ الْاَفْعَالُ الَّتِیْ بِھَا یُسْتَحَقُّ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ: لِاَنَّ بَعْضَھُمْ یُحِبُّ الذُّکُوْرَ وَیَکْرَہُ الْاِنَاثَ، وَبَعْضَھُمْ یُحِبُّ تَثْمِیْرَ الْمَالِ وَیَکْرَہُ انْثِلَامَ الْحَالِ۔
قال الرضی: وھذا من غریب ما سمع منہ فی التفسیر۔

(۹۳) تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ "اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں" اس لیے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو، بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے اور اس بات کو جانے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اولاد کے ذریعے آزماتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے، کہ کون اپنی روزی پر چین بجبیں ہے اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے، اگرچہ اللہ سبحانہ ان کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے۔ لیکن یہ آزمائش اس لیے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے کیونکہ بعض اولاد نرینہ کو چاہتے ہیں، اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔
سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ان عجیب و غریب باتوں میں سے ہے جو تفسیر کے سلسلہ میں آپ سے وارد ہوئی ہیں۔

۹۴۔ وسئل عن الخیر ما ھو؟ فقال:
لَیْسَ الْخَیْرُ اَنْ یَّکْثُرَ مَالُکَ وَوَلَدُکَ وَلٰکِنَّ الْخَیْرَ اَنْ یَّکْثُرَ عِلْمُکَ وَاَنْ یَّعْظُمَ حِلْمُکَ، وَاَنْ تُبَاھِیَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّکَ، فَاِنْ اَحْسَنْتَ حَمِدْتَ اللّٰہَ، وَاِنْ اَسَاْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللّٰہَ، وَلَا خَیْرَ فِی الدُّنْیَا اِلَّا لِرَجُلَیْنِ: رَجُلٌ اَذْنَبَ ذُنُوْبًا فَھُوَ یَتَدَارَکُھَا بِالتَّوْبَةِ، وَ

(۹۴) آپ سے دریافت کیا گیا، کہ نیکی کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ نیکی یہ نہیں کہ تمہارے مال و اولاد میں فراوانی ہو جائے، بلکہ خوبی یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو، اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو اب اگر اچھا کام کرو۔ تو اللہ کا شکر بجا لاؤ، اور اگر کسی برائی کا ارتکاب کرو۔ تو توبہ و استغفار کرو، اور دنیا میں صرف دو شخصوں کے لیے بھلائی ہے، ایک وہ جو گناہ کرے تو توبہ سے اس کی تلافی کرے اور دوسرا

رَجُلٌ يُسَارِعُ فِي الْخَيْرَاتِ۔

وہ جو نیک کاموں میں تیز گام ہو۔

۹۵۔ وقال علیہ السلام: لَا يَقِلُّ عَمَلٌ مَعَ التَّقْوٰى، وَكَيْفَ يَقِلُّ مَا يُتَقَبَّلُ۔

(۹۵) جو عمل تقویٰ کے ساتھ انجام دیا جائے وہ تھوڑا نہیں سمجھا جا سکتا، اور مقبول ہونے والا عمل تھوڑا کیونکر ہو سکتا ہے؟۔

۹۶۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِالْأَنْبِيَاءِ أَعْلَمُهُمْ بِمَا جَاءُوا بِهِ، ثُمَّ تَلَا: (إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا)، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ مَنْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَ إِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهُ، وَإِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مَنْ عَصَى اللّٰهَ وَإِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهُ۔

(۹۶) انبیاء سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ جو ان کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہوں (پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی) ابراہیم سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو تھی، جو ان کے فرمانبردار تھے۔ اور اب اس نبی اور ایمان لانے والوں کو خصوصیت ہے۔ (پھر فرمایا) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست وہ ہے، جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ اُن سے کوئی قرابت نہ رکھتا ہو، اور ان کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے، اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو۔

۹۷۔ وقد سمع رجلاً من الحروریۃ یتھجد و یقرأ، فقال: نَوْمٌ عَلَى يَقِينٍ خَيْرٌ مِنْ صَلٰوةٍ فِي شَكٍّ۔

(۹۷) ایک خارجی کے متعلق آپ نے سُنا کہ وہ نماز شب پڑھتا ہے، اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو آپ نے فرمایا یقین کی حالت میں سونا شک کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

۹۸۔ وقال علیہ السلام: اِعْقِلُوا الْخَبَرَ إِذَا سَمِعْتُمُوهُ عَقْلَ رِعَايَةٍ لَا عَقْلَ رِوَايَةٍ، فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ، وَ رُعَاتَهُ قَلِيلٌ۔

(۹۸) جب کوئی حدیث سنو تو اُسے عقل کے معیار پر پرکھ لو، صرف نقل الفاظ پر بس نہ کرو، کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں، اور اس میں غور و فکر کرنے والے کم ہیں۔

۹۹۔ وسمع رجلا یقول: (إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَیْهِ رَاجِعُونَ) فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ إِنَّ قَوْلَنَا (إِنَّا لِلّٰهِ) إِقْرَارٌ عَلٰی أَنْفُسِنَا بِالْمُلْكِ؛ وَقَوْلُنَا (وَإِنَّا إِلَیْهِ رَاجِعُونَ) إِقْرَارٌ عَلٰی أَنْفُسِنَا بِالْهُلْكِ۔

(۹۹) ایک شخص کو إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَیْهِ رَاجِعُونَ، (ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اللہ کی طرف پلٹنا ہے) کہتے سُنا تو فرمایا کہ ہمارا یہ کہنا کہ "ہم اللہ کے ہیں"۔ اس کے مالک ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ "ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے"، یہ اپنے لیے فنا کا اقرار ہے۔"

۱۰۰۔ ومدحہ قوم فی وجہہ۔ فقال: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَعْلَمُ بِي مِنْ نَفْسِي، وَأَنَا أَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا خَیْرًا مِمَّا یَظُنُّونَ، وَاغْفِرْ لَنَا مَا لَا یَعْلَمُونَ۔

(۱۰۰) کچھ لوگوں نے آپؑ کے روبرو آپؑ کی مدح وستائش کی، تو فرمایا۔ اے اللہ! تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے، اور ان لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کو میں پہچانتا ہوں۔ اے خدا جو اِن لوگوں کا خیال ہے ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور ان (لغزشوں) کو بخش دے جن کا انہیں علم نہیں۔"

⁂

۱۰۱۔ وقال علیہ السلام: لَا یَسْتَقِیمُ قَضَاءُ الْحَوَائِجِ إِلَّا بِثَلَاثٍ: بِاسْتِصْغَارِهَا لِتَعْظُمَ؛ وَبِاسْتِكْتَامِهَا لِتَظْهَرَ، وَبِتَعْجِیلِهَا لِتَهْنُؤَ۔

(۱۰۱) حاجت روائی تین چیزوں کے بغیر پایدار نہیں ہوتی، اُسے چھوٹا سمجھا جائے تاکہ وُہ بڑی قرار پائے، اسے چھپایا جائے تاکہ وہ خود بخود ظاہر ہو، اور اس میں جلدی کی جائے تاکہ وُہ خوش گوار ہو۔

۱۰۲۔ وقال علیہ السلام، یَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُقَرَّبُ فِیهِ إِلَّا الْمَاحِلُ، وَلَا یُظَرَّفُ فِیهِ إِلَّا الْفَاجِرُ، وَلَا یُضَعَّفُ فِیهِ إِلَّا الْمُنْصِفُ: یَعُدُّونَ الصَّدَقَةَ فِیهِ غُرْمًا؛ وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنًّا؛ وَالْعِبَادَةَ اسْتِطَالَةً عَلَى النَّاسِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ یَكُونُ السُّلْطَانُ

(۱۰۲) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں وہی بارگاہوں میں مقرب ہوگا جو لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا ہو، اور وہی خوش مذاق سمجھا جائے گا، جو فاسق و فاجر ہو اور انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا صدقہ کو لوگ خسارہ، اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے اور عبادت لوگوں پر تفوق جتلانے کے لیے ہوگی۔ ایسے زمانہ میں حکومت کا دارومدار عورتوں کے مشورے، نوخیز لڑکوں کی کارفرمائی

بِمَشُوْرَةِ النِّسَاءِ وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ وَتَدْبِيْرِ الْخِصْيَانِ۔

اور خواجہ سراؤں کی تدبیر و رائے پر ہوگا۔

۱۰۳۔ ورئی علیہ إزار خلق مرقوع فقیل له فی ذٰلك، فقال:-

يَخْشَعُ لَهُ الْقَلْبُ، وَتَذِلُّ بِهِ النَّفْسُ وَيَقْتَدِي بِهِ الْمُؤْمِنُوْنَ إِنَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ، وَسَبِيْلَانِ مُخْتَلِفَانِ: فَمَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَتَوَلَّاهَا أَبْغَضَ الْآخِرَةَ وَعَادَاهَا وَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، وَمَاشٍ بَيْنَهُمَا: كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الْآخَرِ، وَهُمَا بَعْدُ ضَرَّتَانِ۔

(۱۰۳) آپ کے جسم پر ایک بوسیدہ اور پیوند دار جامہ دیکھا گیا، تو آپ سے اس کے بارے میں کہا گیا، آپؑ نے فرمایا! اس سے دل متواضع اور نفس رام ہوتا ہے اور مومن اس کی تاسی کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت آپس میں دو ناساز گار دشمن اور دو جُدا جدا راستے ہیں چنانچہ جو دنیا کو چاہے گا اور اس سے دل لگائے گا، وُہ آخرت سے بیر اور دشمنی رکھے گا۔ وہ دونوں بمنزلہ مشرق و مغرب کے ہیں اور ان دونوں سمتوں کے درمیان چلنے والا جب بھی ایک سے قریب ہوگا، تو دوسرے سے دُور ہونا پڑے گا۔ پھر ان دونوں کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسا دو سوتوں کا ہوتا ہے۔

۱۰۴۔ وعن نوف البكالی، قال: رأيت أمير المؤمنين عليه السلام ذات ليلة وقد خرج من فراشه فنظر فی النجوم فقال لی: يا نوف، أراقد انت أم رامق؟ فقلت: بل رامق، قال: يا نوف.

طُوْبٰى لِلزَّاهِدِيْنَ فِي الدُّنْيَا الرَّاغِبِيْنَ فِي الْآخِرَةِ، أُولٰٓئِكَ قَوْمٌ اتَّخَذُوا الْأَرْضَ بِسَاطًا، وَتُرَابَهَا فِرَاشًا، وَمَاءَهَا طِيْبًا، وَالْقُرْآنَ شِعَارًا وَالدُّعَاءَ دِثَارًا، ثُمَّ قَرَضُوا الدُّنْيَا قَرْضًا عَلٰى مِنْهَاجِ الْمَسِيْحِ۔

(۱۰۴) نوف (ابن فضالہ) بکالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب امیر المومنین علیہ السّلام کو دیکھا کہ وُہ فرش خواب سے اُٹھے، ایک نظر ستاروں پر ڈالی اور پھر فرمایا اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ یا امیر المومنین جاگ رہا ہوں۔ فرمایا! اے نوف!

خوشا نصیب ان کے کہ جنھوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا، اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وُہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوش گوار قرار دیا۔ قرآن کو سینے سے لگایا، اور دعا کو سپر بنایا۔ پھر حضرت مسیح کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ ہو گئے۔

يَا نَوْفُ! إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِي مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُو فِيهَا عَبْدٌ إِلَّا اسْتُجِيبَ لَهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَشَّارًا أَوْ عَرِيفًا أَوْ شُرْطِيًّا، أَوْ صَاحِبَ عَرْطَبَةٍ (وهي الطنبور) أَوْ صَاحِبَ كُوبَةٍ (وهي الطبل) وقد قيل أيضًا: إن العرطبة الطبل والكوبة الطنبور۔

اے نوف! داؤد علیہ السّلام رات کے ایسے ہی حصّہ میں اُٹھے اور فرمایا کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دُعا مانگے مستجاب ہوگی سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا، یا لوگوں کی برائیاں کرنے والا، یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ عرطبہ کے معنی سارنگی، اور کوبہ کے معنی ڈھول کے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ عرطبہ کے معنی ڈھول اور کوبہ کے معنی طنبور کے ہیں۔

* * *

۱۰۵۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْفَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا وَحَدَّ لَكُمْ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا؛ وَنَهَاكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَسَكَتَ لَكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ وَلَمْ يَدَعْهَا نِسْيَانًا فَلَا تَتَكَلَّفُوهَا۔

(۱۰۵) اللہ نے چند فرائض تم پر عائد کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو۔ اور تمہارے حدود کار مقرر کر دیئے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ اس نے چند چیزوں سے تمہیں منع کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو، اور جن چند چیزوں کا اس نے حکم بیان نہیں کیا، انہیں بھولے سے نہیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا خواہ مخواہ انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔

۱۰۶۔ وقال علیہ السلام: لَا يَتْرُكُ النَّاسُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ دِينِهِمْ لِاسْتِصْلَاحِ دُنْيَاهُمْ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُوَ أَضَرُّ مِنْهُ۔

(۱۰۶) جو لوگ اپنی دنیا سنوارنے کے لیے دین سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں، تو خدا اس دنیوی فائدہ سے کہیں زیادہ ان کے لیے نقصان کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے۔

۱۰۷۔ وقال علیہ السلام: رُبَّ عَالِمٍ قَدْ قَتَلَهُ جَهْلُهُ، وَعِلْمُهُ مَعَهُ لَا يَنْفَعُهُ۔

(۱۰۷) بہت سے پڑھے لکھوں کو (دین سے) بے خبری تباہ کر دیتی ہے اور جو علم ان کے پاس ہوتا ہے انہیں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

۱۰۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
لَقَدْ عُلِّقَ بِنِيَاطِ هٰذَا الْإِنْسَانِ
بَضْعَةٌ هِيَ أَعْجَبُ مَا فِيهِ وَ ذٰلِكَ
الْقَلْبُ، وَلَهُ مَوَادُّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ
أَضْدَادٌ مِنْ خِلَافِهَا: فَإِنْ سَنَحَ
لَهُ الرَّجَاءُ أَذَلَّهُ الطَّمَعُ وَإِنْ
هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ أَهْلَكَهُ الْحِرْصُ،
وَإِنْ مَلَكَهُ الْيَأْسُ قَتَلَهُ الْأَسَفُ،
وَإِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اشْتَدَّ بِهِ
الْغَيْظُ، وَإِنْ أَسْعَدَهُ الرِّضَا نَسِيَ
التَّحَفُّظَ وَإِنْ نَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ
الْحَذَرُ، وَإِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْأَمْنُ
اسْتَلَبَتْهُ الْغِرَّةُ، وَإِنْ أَفَادَ
مَالًا أَطْغَاهُ الْغِنَى، وَإِنْ
أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَضَحَهُ الْجَزَعُ،
وَإِنْ عَضَّتْهُ الْفَاقَةُ شَغَلَهُ
الْبَلَاءُ، وَإِنْ جَهَدَهُ الْجُوعُ
قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ وَإِنْ أَفْرَطَ
بِهِ الشِّبَعُ كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ، فَكُلُّ
تَقْصِيرٍ بِهِ مُضِرٌّ،
وَ كُلُّ إِفْرَاطٍ
لَهُ مُفْسِدٌ۔

(۱۰۸) اس انسان سے بھی زیادہ عجیب وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اس کی ایک رگ کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا ہے اور وہ دل ہے جس میں حکمت و دانائی کے ذخیرے ہیں اور اس کے برخلاف بھی صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر اُسے امید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع اسے ذلت میں مبتلا کرتی ہے اور اگر طمع ابھرتی ہے تو اسے حرص تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اگر ناامیدی اس پر چھا جاتی ہے تو حسرت و اندوہ اس کے لیے جان لیوا بن جاتے ہیں اور اگر غضب اس پر طاری ہوتا ہے تو غم و غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے اور اگر خوش و خوشنود ہوتا ہے، تو حفظ ماتقدم کو بھول جاتا ہے اور اگر اچانک اس پر خوف طاری ہوتا ہے، تو فکر و اندیشہ دوسری قسم کے تصورات سے اُسے روک دیتا ہے۔ اگر امن و امان کا دور دورہ ہوتا ہے تو غفلت اس پر قبضہ کر لیتی ہے اور اگر مال و دولت حاصل کر لیتا ہے تو دولتمندی اُسے سرکش بنا دیتی ہے۔ اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے تابی و بے قراری اُسے رُسوا کر دیتی ہے اور اگر فقر و فاقہ کی تکلیف میں مبتلا ہو تو مصیبت و ابتلا اُسے جکڑ لیتی ہے اور اگر بھوک اس پر غلبہ کرتی ہے، تو ناتوانی اُسے اٹھنے نہیں دیتی اور اگر شکم پُری بڑھ جاتی ہے تو یہ شکم پُری اس کے لیے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے کوتاہی اس کے لیے نقصان رساں اور حد سے زیادتی اس کے لیے تباہ کن ہوتی ہے۔

۱۰۹۔ وَقَالَ علیہ السلام: نَحْنُ
النُّمْرُقَةُ الْوُسْطَى بِهَا يَلْحَقُ التَّالِي،

(۱۰۹) ہم (اہلبیت) ہی وہ نقطۂ اعتدال ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے کو اس سے آ کر ملنا ہے اور آگے بڑھ

وَ اِلَیْھَا یَرْجِعُ الْغَالِیْ۔

جانے والے کو اس کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

۱۱۰۔ وقال علیہ السلام: لَا یُقِیْمُ اَمْرَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اِلَّا مَنْ لَّا یُصَانِعُ وَلَا یُضَارِعُ، وَلَا یَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ۔

(۱۱۰) حکم خدا کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو (حق کے معاملہ میں) نرمی نہ برتے عجز و کمزوری کا اظہار نہ کرے اور حرص و طمع کے پیچھے نہ لگ جائے۔

۱۱۱۔ وقال علیہ السلام: وقد توفی سھل بن حنیف الانصاری بالکوفۃ بعد مرجعہ معہ من صفین، وکان احب الناس۔

لَوْ اَحَبَّنِیْ جَبَلٌ لَتَهَافَتَ۔

معنی ذلک ان المحنۃ تغلظ علیہ فتسرع المصائب إلیہ، ولا یفعل ذلک إلا بالأتقیاء الابرار والمصطفین الاخیار، وھذا مثل قولہ علیہ السلام:

(۱۱۱) سہل ابن حنیف انصاری حضرت کو سب لوگوں میں زیادہ عزیز تھے یہ جب آپ کے ہمراہ صفین سے پلٹ کر کوفہ پہنچے تو انتقال فرما گئے جس پر حضرت نے فرمایا۔

اگر پہاڑ بھی مجھے دوست رکھے گا، تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔"

سید رضی فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کی آزمائش کڑی اور سخت ہوتی ہے۔ اس لیے مصیبتیں اس کی طرف لپک کر بڑھتی ہیں اور ایسی آزمائش انہی کی ہوتی ہے، جو پرہیزگار، نیکوکار منتخب و برگزیدہ ہوتے ہیں اور ایسا ہی آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔

۱۱۲۔ مَنْ اَحَبَّنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَلْیَسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا۔

"وقد یؤول ذلک علی معنی آخر لیس ھذا موضع ذکرہ"۔

(۱۱۲) جو ہم اہل بیتؑ سے محبت کرے، اسے جامہ فقر پہننے کے لیے آمادہ رہنا چاہیے۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد کے ایک اور معنی بھی کیے گئے ہیں جس کے ذکر کا یہ محل نہیں ہے۔

شاید اس روایت کے دوسرے معنی یہ ہوں کہ جو ہمیں دوست رکھتا ہے اسے دنیا طلبی کے لیے تگ و دو نہ کرنا چاہیے، خواہ اس کے نتیجہ میں اسے فقر و افلاس سے دوچار ہونا پڑے بلکہ قناعت اختیار کرتے ہوئے دنیا طلبی سے الگ رہنا چاہیے۔

۱۱۳ ـ وقال عليه السلام: لَا مَالَ أَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ، وَلَا وَحْدَةَ أَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ، وَلَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ، وَلَا كَرَمَ كَالتَّقْوَى، وَلَا قَرِينَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ وَلَا مِيرَاثَ كَالْأَدَبِ، وَلَا قَائِدَ كَالتَّوْفِيقِ، وَلَا تِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَلَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ، وَلَا وَرَعَ كَالْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ، وَلَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِي الْحَرَامِ وَلَا عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ، وَلَا عِبَادَةَ كَأَدَاءِ الْفَرَائِضِ، وَلَا إِيمَانَ كَالْحَيَاءِ وَالصَّبْرِ، وَلَا حَسَبَ كَالتَّوَاضُعِ، وَلَا شَرَفَ كَالْعِلْمِ وَلَا عِزَّ كَالْحِلْمِ وَلَا مُظَاهَرَةَ أَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ.

(۱۱۳) عقل سے بڑھ کر کوئی مال سود مند اور خود بینی سے بڑھ کر کوئی تنہائی وحشتناک نہیں اور تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل کی بات نہیں اور کوئی بزرگی تقویٰ کے مثل نہیں اور خوش خلقی سے بہتر کوئی ساتھی اور ادب کے مانند کوئی میراث نہیں اور توفیق کے مانند کوئی پیشرو اور اعمال خیر سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں اور ثواب کا ایسا کوئی نفع نہیں اور کوئی پرہیزگاری شبہات میں توقف سے بڑھ کر نہیں اور حرام کی طرف بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی زہد اور تفکر و پیش بینی سے بڑھ کر کوئی علم نہیں اور ادائے فرائض کے مانند کوئی عبادت اور حیاء و صبر سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں اور فروتنی سے بڑھ کر کوئی سرفرازی اور علم کے مانند کوئی بزرگی و شرافت نہیں علم کے مانند کوئی عزت اور مشورہ سے مضبوط کوئی پشت پناہ نہیں۔

---

۱۱۴ ـ وقال عليه السلام: إِذَا اسْتَوْلَى الصَّلَاحُ عَلَى الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ ثُمَّ أَسَاءَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ لَمْ تَظْهَرْ مِنْهُ خِزْيَةٌ فَقَدْ ظَلَمَ! وَإِذَا اسْتَوْلَى الْفَسَادُ عَلَى الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ فَأَحْسَنَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ فَقَدْ غَرَّرَ.

(۱۱۴) جب دنیا اور اہل دنیا میں نیکی کا چلن ہو، اور پھر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے کہ جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی سوءظن رکھے تو اس نے اس پر ظلم و زیادتی کی اور جب دنیا و اہل دنیا پر شر و فساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے حسن ظن رکھے تو اس نے (خود ہی اپنے کو) خطرے میں ڈالا۔

---

۱۱۵ ـ وقيل له عليه السلام: كيف تجدك يا أمير المؤمنين؟ فقال عليه السلام: كَيْفَ يَكُونُ حَالُ مَنْ يَفْنَى بِبَقَائِهِ، وَيَسْقَمُ بِصِحَّتِهِ،

(۱۱۵) امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپؑ کا حال کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کا حال کیا ہوگا جسے زندگی موت کی طرف لیے جا رہی ہو اور جس کی صحت بیماری کا پیش خیمہ ہو اور جسے اپنی پناہ گاہ سے گرفت میں لے لیا جائے۔

۱۱۶۔ وقال علیہ السلام: كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَمَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَمَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ! وَمَا ابْتَلَى اللّٰهُ أَحَدًا بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ۔

(۱۱۶) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے ہیں اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں ہے۔

۱۱۷۔ وقال علیہ السلام: هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ، مُحِبٌّ غَالٍ وَمُبْغِضٌ قَالٍ۔

(۱۱۷) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوئے۔ ایک وہ چاہنے والا جو حد سے بڑھ جائے اور ایک وہ دشمنی رکھنے والا جو عداوت رکھے۔

۱۱۸۔ وقال علیہ السلام: إِضَاعَةُ الْفُرْصَةِ غُصَّةٌ۔

(۱۱۸) موقع کو ہاتھ سے جانے دینا رنج و اندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

۱۱۹۔ وقال علیہ السلام: مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ، لَيِّنٌ مَسُّهَا، وَالسُّمُّ النَّاقِعُ فِي جَوْفِهَا، يَهْوِي إِلَيْهَا الْغِرُّ الْجَاهِلُ، وَيَحْذَرُهَا ذُو اللُّبِّ الْعَاقِلُ!

(۱۱۹) دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کے اندر زہر ہلاہل بھرا ہوتا ہے، فریب خوردہ جاہل اس کی طرف کھنچتا ہے اور ہوشمند و دانا اس سے بچ کر رہتا ہے۔

۱۲۰۔ وسئل علیہ السلام عن قریش فقال: أَمَّا بَنُو مَخْزُومٍ فَرَيْحَانَةُ قُرَيْشٍ، تُحِبُّ حَدِيثَ رِجَالِهِمْ، وَالنِّكَاحَ فِي نِسَائِهِمْ، وَأَمَّا بَنُو عَبْدِ شَمْسٍ فَأَبْعَدُهَا رَأْيًا، وَأَمْنَعُهَا لِمَا وَرَاءَ ظُهُورِهَا، وَأَمَّا نَحْنُ

(۱۲۰) حضرت سے قریش کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ (قبیلۂ) بنی مخزوم قریش کا مہکتا ہوا پھول ہیں، ان کے مردوں سے گفتگو اور ان کی عورتوں سے شادی پسندیدہ ہے اور بنی عبد شمس دور اندیش اور پیٹھ پیچھے کی اوجھل چیزوں کی پوری روک تھام کرنے والے ہیں لیکن ہم (بنی ہاشم) تو جو ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے

فَاَبْذَلُ لِمَا فِي اَيْدِيْنَا، وَاَسْمَحُ عِنْدَ الْمَوْتِ بِنُفُوْسِنَا، وَهُمْ اَكْثَرُ وَاَمْكَرُ وَاَنْكَرُ، وَنَحْنُ اَفْصَحُ وَاَنْصَحُ وَاَصْبَحُ۔

صرف کر ڈالتے ہیں، اور موت آنے پر جان دیتے ہیں۔ بڑے جوانمرد ہوتے ہیں اور یہ بنی (عبد شمس) گنتی میں زیادہ حیلہ باز اور بد صورت ہوتے ہیں اور ہم خوش گفتار خیر خواہ اور خوب صورت ہوتے ہیں۔

۱۲۱۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: شَتَّانَ مَا بَيْنَ عَمَلَيْنِ۔ عَمَلٌ تَذْهَبُ لَذَّتُهٗ وَتَبْقٰى تَبِعَتُهٗ، وَعَمَلٌ تَذْهَبُ مَؤُوْنَتُهٗ وَيَبْقٰى اَجْرُهٗ۔

(۱۲۱) ان دونوں قسم کے عملوں میں کتنا فرق ہے ایک وہ عمل جس کی لذت مٹ جائے لیکن اس کا وبال رہ جائے، اور ایک وہ جس کی سختی ختم ہو جائے لیکن اس کا اجر و ثواب باقی رہے۔

۱۲۲۔ وتبع جنازة فسمع رجلا يضحك، فقال: كَاَنَّ الْمَوْتَ فِيْهَا عَلٰى غَيْرِنَا كُتِبَ، وَكَاَنَّ الْحَقَّ فِيْهَا عَلٰى غَيْرِنَا وَجَبَ، وَكَاَنَّ الَّذِیْ نَرٰى مِنَ الْاَمْوَاتِ سَفْرٌ عَمَّا قَلِيْلٍ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ! نُبَوِّئُهُمْ اَجْدَاثَهُمْ، وَنَاْكُلُ تُرَاثَهُمْ، (كَاَنَّا مُخَلَّدُوْنَ بَعْدَهُمْ) ثُمَّ قَدْ نَسِيْنَا كُلَّ وَاعِظٍ وَوَاعِظَةٍ وَرُمِيْنَا بِكُلِّ جَائِحَةٍ۔

(۱۲۲) حضرت ایک جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے کہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز سنی جس پر آپ نے فرمایا۔

گویا اس دنیا میں موت ہمارے علاوہ دوسروں کے لیے لکھی گئی ہے اور گویا یہ حق (موت) دوسروں ہی پر لازم ہے اور گویا جن مرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں، وہ مسافر ہیں جو عنقریب ہماری طرف پلٹ آئیں گے۔ ادھر ہم انہیں قبروں میں اتارتے ہیں اُدھر ان کا ترکہ کھانے لگتے ہیں گویا ان کے بعد ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم نے ہر پند و نصیحت کرنے والے کو وہ مرد ہو یا عورت بھلا دیا ہے اور ہر آفت کا نشانہ بن گئے ہیں۔"

۱۲۳۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: طُوْبٰى لِمَنْ ذَلَّ فِيْ نَفْسِهٖ، وَطَابَ كَسْبُهٗ، وَصَلُحَتْ سَرِيْرَتُهٗ، وَحَسُنَتْ خَلِيْقَتُهٗ وَاَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَالِهٖ، وَاَمْسَكَ

(۱۲۳) خوشا نصیب اس کے کہ جس نے اپنے مقام پر فروتنی اختیار کی جس کی کمائی پاک و پاکیزہ نیت نیک اور خصلت و عادت پسندیدہ رہی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں صرف کیا بے کار باتوں

اَلفَضلَ مِن لِسَانِہٖ، وَعَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّہٗ، وَوَسِعَتہُ السُّنَّۃُ، وَلَم یُنسَب اِلَی البِدعَۃِ۔

سے اپنی زبان کو روک لیا، مردم آزاری سے کنارہ کش رہا، سنت اسے ناگوار نہ ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا۔

قال الرضی: اقول: ومن الناس من ینسب ھذا الکلام الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکذلک الذی قبلہ۔

سیّد رضی کہتے ہیں۔

کہ کچھ لوگوں نے اس کلام کو اور اس سے پہلے کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔

۱۲۴۔ وقال علیہ السلام: غَیرَۃُ المَرأَۃِ کُفرٌ وَغَیرَۃُ الرَّجُلِ اِیمَانٌ۔

(۱۲۴) عورت کا غیرت کرنا کفر ہے، اور مرد کا غیور ہونا ایمان ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جب مرد کو چار عورتیں تک کرنے کی اجازت ہے تو عورت کا سوت گوارا نہ کرنا حلال خدا سے ناگواری کا اظہار اور ایک طرح سے حلال کو حرام سمجھنا ہے اور یہ کفر کے ہمپایہ ہے، اور چونکہ عورت کے لیے متعدد شوہر کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے مرد کا اشتراک گوارا نہ کرنا اس کی غیرت کا تقاضا اور حرام خدا کو حرام سمجھنا ہے اور یہ ایمان کے مرادف ہے۔

مرد و عورت میں یہ تفریق اس لیے ہے تاکہ تولید و بقائے نسل انسانی میں کوئی روک پیدا نہ ہو، کیونکہ یہ مقصد اسی صورت میں بدرجۂ اتم حاصل ہو سکتا ہے جب مرد کے لیے تعدد ازدواج کی اجازت ہو، کیونکہ ایک مرد سے ایک ہی زمانہ میں متعدد اولادیں ہو سکتی ہیں اور عورت اس سے معذور و قاصر ہے کہ وہ متعدد مردوں کے عقد میں آنے سے متعدد اولادیں پیدا کر سکے۔ کیونکہ زمانہ حمل میں دوبارہ حمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کے علاوہ اس پر ایسے حالات بھی طاری ہوتے رہتے ہیں کہ مرد کو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ حیض اور رضاعت کا زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے تولید کا سلسلہ رُک جاتا ہے اور اگر متعدد ازواج ہوں گی، تو سلسلہ تولید جاری رہ سکتا ہے کیونکہ متعدد بیویوں میں سے کوئی نہ کوئی بیوی ان عوارض سے خالی ہوگی جس سے نسل انسانی کی ترقی کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا۔ کیونکہ مرد کے لیے ایسے موانع پیدا نہیں ہوتے کہ جو سلسلۂ تولید میں روک بن سکیں، اس لیے خداوند عالم نے مردوں کے لیے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے، اور عورتوں کے لیے یہ صورت جائز نہیں رکھی کہ وہ بوقت واحد متعدد مردوں کے عقد میں آئیں۔ کیونکہ ایک عورت کا کئی شوہر کرنا غیرت و شرافت کے بھی منافی ہے اور اس کے علاوہ ایسی صورت میں نسب کی بھی تمیز نہ ہو سکے گی کہ کون کس کی صلب سے ہے چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ مرد ایک وقت میں چار بیویاں تک کر سکتا ہے اور عورت ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں کر سکتی۔

حضرت نے فرمایا کہ مرد جب متعدد عورتوں سے نکاح کرے گا تو اولاد بہر صورت اسی کی طرف منسوب ہوگی اور اگر عورت کے دو یا دو سے زیادہ شوہر ہوں گے تو یہ معلوم نہ ہوسکے گا کہ کون کس کی اولاد اور کس شوہر سے ہے لہٰذا ایسی صورت میں نسب مشتبہ ہو کر رہ جائے گا اور صحیح باپ کا تعیین نہ ہو سکے گی۔ اور یہ امر اس مولود کے مفاد کے بھی خلاف ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی بحیثیت باپ کے اس کی تربیت کی طرف متوجہ نہ ہوگا جس سے وہ اخلاق و آداب سے بے بہرہ اور تعلیم و تربیت سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔

۱۲۵۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَأَنْسُبَنَّ الْإِسْلَامَ نِسْبَةً لَمْ يَنْسُبْهَا أَحَدٌ قَبْلِي: الْإِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيمُ، وَالتَّسْلِيمُ هُوَ الْيَقِينُ، وَالْيَقِينُ هُوَ التَّصْدِيقُ، وَالتَّصْدِيقُ هُوَ الْإِقْرَارُ، وَالْإِقْرَارُ هُوَ الْأَدَاءُ، وَالْأَدَاءُ هُوَ الْعَمَلُ۔

(۱۲۵) میں اسلام کی ایسی صحیح تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی۔ اسلام سر تسلیم خم کرنا ہے، اور سر تسلیم جھکانا یقین ہے، اور یقین تصدیق ہے، اور تصدیق اعتراف ہے، اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے اور فرض کی بجا آوری عمل ہے۔

۱۲۶۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: عَجِبْتُ لِلْبَخِيلِ يَسْتَعْجِلُ الْفَقْرَ الَّذِي مِنْهُ هَرَبَ، وَيَفُوتُهُ الْغِنَى الَّذِي إِيَّاهُ طَلَبَ، فَيَعِيشُ فِي الدُّنْيَا عَيْشَ الْفُقَرَاءِ، وَيُحَاسَبُ فِي الْآخِرَةِ حِسَابَ الْأَغْنِيَاءِ، وَعَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِي كَانَ بِالْأَمْسِ نُطْفَةً وَيَكُونُ غَداً جِيفَةً، وَعَجِبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي اللهِ وَهُوَ يَرَى خَلْقَ اللهِ، وَعَجِبْتُ لِمَنْ نَسِيَ الْمَوْتَ وَهُوَ يَرَى الْمَوْتَى، وَعَجِبْتُ لِمَنْ أَنْكَرَ النَّشْأَةَ الْأُخْرَى وَهُوَ يَرَى النَّشْأَةَ الْأُولَى، وَعَجِبْتُ لِعَامِرِ دَارِ الْفَنَاءِ وَتَارِكِ دَارِ الْبَقَاءِ۔

(۱۲۶) مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ وہ جس فقر و ناداری سے بھاگنا چاہتا ہے، اس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور جس ثروت و خوش حالی کا طالب ہوتا ہے وہی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے وہ دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں دولت مندوں کا سا اس سے محاسبہ ہوگا، اور مجھے تعجب ہوتا ہے۔ متکبر و مغرور پر کہ جو کل ایک نطفہ تھا، اور کل کو مُردار ہوگا۔ اور مجھے تعجب ہے اس پر کہ جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کائنات کو دیکھتا ہے اور پھر اس کے وجود میں شک کرتا ہے اور تعجب ہے اس پر کہ جو مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور پھر موت کو بھولے ہوئے ہے۔ اور تعجب ہے اس پر کہ جو پہلی پیدائش کو دیکھتا ہے۔ اور پھر دوبارہ اٹھائے جانے سے انکار کرتا ہے اور تعجب ہے اس پر جو سرائے فانی کو آباد کرتا ہے اور منزل جاودانی کو چھوڑ دیتا ہے۔

۱۲۷۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: مَنْ قَصَّرَ فِی الْعَمَلِ ابْتُلِیَ بِالْھَمِّ وَلَا حَاجَۃَ لِلّٰہِ فِیمَنْ لَیْسَ لِلّٰہِ فِی مَالِہٖ وَنَفْسِہٖ نَصِیبٌ۔

(۱۲۷) جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے، وہ رنج و اندوہ میں مبتلا رہتا ہے اور جس کے مال و جان میں اللہ کا کچھ حصہ نہ ہو اللہ کو ایسے کی کوئی ضرورت نہیں۔

۱۲۸۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: تَوَقَّوُا الْبَرْدَ فِی اَوَّلِہٖ، وَتَلَقَّوْہُ فِی اٰخِرِہٖ فَاِنَّہٗ یَفْعَلُ فِی الْاَبْدَانِ کَفِعْلِہٖ فِی الْاَشْجَارِ: اَوَّلُہٗ یُحْرِقُ وَاٰخِرُہٗ یُوْرِقُ۔

(۱۲۸) شروع سردی میں سردی سے احتیاط کرو اور آخر میں اس کا خیر مقدم کرو، کیونکہ سردی جسموں میں وہی کرتی ہے، جو وہ درختوں میں کرتی ہے کہ ابتدا میں درختوں کو جھلس دیتی ہے، اور انتہا میں سرسبز و شاداب کرتی ہے۔

⁂

موسم خزاں میں سردی سے بچاؤ اس لیے ضروری ہے کہ موسم کی تبدیلی سے مزاج میں انحراف پیدا ہو جاتا ہے، اور زکام و نزلہ اور کھانسی وغیرہ کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں، وجہ یہ ہوتی ہے کہ بدن گرمی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں کہ ناگاہ سردی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جس سے دماغ کے مسامات سکڑ جاتے ہیں، اور مزاج میں برودت و یبوست بڑھ جاتی ہے، چنانچہ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد فوراً ٹھنڈے پانی سے نہانا اسی لیے مضر ہے کہ گرم پانی سے مسامات کھل چکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سرد پانی کے اثرات کو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور نتیجہ میں حرارت غریزی کو نقصان پہنچتا ہے، البتہ موسم بہار میں سردی سے بچاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ بدن پہلے ہی سے سردی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں، اس لیے بہار کی معتدل سردی بدن پر ناخوشگوار اثر نہیں ڈالتی، بلکہ سردی کا زور ٹوٹنے سے بدن میں حرارت و رطوبت بڑھ جاتی ہے جس سے نشو و نما میں قوت آتی ہے، حرارت غریزی ابھرتی ہے اور جسم میں نمو، طبیعت میں شگفتگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح عالم نباتات پر بھی تبدیلی موسم کا یہی اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ موسم خزاں میں برودت و یبوست کے غالب آنے سے پتے مرجھا جاتے ہیں، روح نباتی افسردہ ہو جاتی ہے، چمن کی حسن و تازگی مٹ جاتی ہے، اور سبزہ زاروں پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور موسم بہاران کے لیے زندگی کا پیغام لے کر آتا ہے اور بارش اور ہواؤں کے چلنے سے پتے اور شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں اور شجر سرسبز و شاداب اور دشت و صحرا سبزہ پوش ہو جاتے ہیں۔

۱۲۹۔ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: عَظُمَ الْخَالِقُ عِنْدَکَ یُصَغِّرُ الْمَخْلُوقَ فِی عَیْنِکَ۔

(۱۲۹) اللہ کی عظمت کا احساس تمہاری نظروں میں کائنات کو حقیر و پست کر دے۔

١٣٠- وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وقد رجع من صفين فاشرف على القبور بظاهر الكوفة:-

يَا أَهْلَ الدِّيَارِ الْمُوحِشَةِ، وَالْمَحَالِّ الْمُقْفِرَةِ، وَالْقُبُورِ الْمُظْلِمَةِ يَا أَهْلَ التُّرْبَةِ، يَا أَهْلَ الْغُرْبَةِ يَا أَهْلَ الْوَحْدَةِ، يَا أَهْلَ الْوَحْشَةِ! أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ سَابِقٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ لَاحِقٌ؛ أَمَّا الدُّورُ فَقَدْ سُكِنَتْ وَأَمَّا الْأَزْوَاجُ فَقَدْ نُكِحَتْ، وَأَمَّا الْأَمْوَالُ فَقَدْ قُسِمَتْ هٰذَا خَبَرُ مَا عِنْدَنَا فَمَا خَبَرُ مَا عِنْدَكُمْ؟

ثم التفت الى اصحابه فقال:-

أَمَا لَوْ أُذِنَ لَهُمْ فِي الْكَلَامِ لَأَخْبَرُوكُمْ أَنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى-

(۱۳۰) صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ سے باہر قبرستان پر نظر پڑی تو فرمایا:

اے وحشت افزا گھروں، اُجڑے مکانوں اور اندھیری قبروں کے رہنے والو! اے خاک نشینو! اے عالم غربت کے ساکنو! اے تنہائی اور الجھن میں بسر کرنے والو! تم تیز رو ہو جو ہم سے آگے بڑھ گئے ہو اور ہم تمہارے نقش قدم پر چل کر تم سے ملا چاہتے ہیں۔ اب صورت یہ ہے کہ گھروں میں دوسرے بس گئے ہیں۔ بیویوں سے اوروں نے نکاح کر لیے ہیں اور تمہارا مال واسباب تقسیم ہو چکا ہے یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے۔ اب تم کہو کہ تمہارے یہاں کی کیا خبر ہے۔

(پھر حضرت اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا) اگر انہیں بات کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ تمہیں بتائیں گے کہ بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔

١٣١- وقال عليه السلام، وقد سمع رجلا يذم الدنيا:- أَيُّهَا الذَّامُّ لِلدُّنْيَا الْمُغْتَرُّ بِغُرُورِهَا الْمَخْدُوعُ بِأَبَاطِيلِهَا! أَتَغْتَرُّ بِالدُّنْيَا ثُمَّ تَذُمُّهَا، أَنْتَ الْمُتَجَرِّمُ عَلَيْهَا أَمْ هِيَ الْمُتَجَرِّمَةُ عَلَيْكَ؟ مَتَى اسْتَهْوَتْكَ أَمْ مَتَى غَرَّتْكَ؟ أَبِمَصَارِعِ آبَائِكَ مِنَ الْبِلَى؟ أَمْ بِمَضَاجِعِ أُمَّهَاتِكَ تَحْتَ الثَّرٰى؟ كَمْ عَلَّلْتَ بِكَفَّيْكَ؟ وَكَمْ مَرَّضْتَ بِيَدَيْكَ، تَبْغِي لَهُمُ الشِّفَاءَ

(۱۳۱) ایک شخص کو دنیا کی برائی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا! اے دنیا کی برائی کرنے والے! اس کے فریب میں مبتلا ہونے والے! اور اس کی غلط سلط باتوں کے دھوکے میں آنے والے! تم اس پر گرویدہ بھی ہوتے ہو، اور پھر اس کی مذمت بھی کرتے ہو۔ کیا تم دنیا کو مجرم ٹھہرانے کا حق رکھتے ہو، یا وہ تمہیں مجرم ٹھہرائے تو حق بجانب ہے؟ دنیا نے کب تمہارے ہوش و حواس سلب کئے اور کس بات سے فریب دیا؟ کیا ہلاکت و کہنگی سے تمہارے باپ دادا کے بے جان ہو کر گرنے سے یا مٹی کے نیچے تمہاری ماؤں کی خواب گاہوں سے؟ کتنی تم نے بیماروں کی دیکھ بھال

وَتَسْتَوْصِفُ لَهُمُ الْأَطِبَّاءَ، (غَدَاةَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ دَوَاؤُكَ، وَلَا يُجْدِي عَلَيْهِمْ بُكَاؤُكَ) لَمْ يَنْفَعْ أَحَدَهُمْ إِشْفَاقُكَ وَلَمْ تُسْعَفْ بِطِلْبَتِكَ، وَلَمْ تَدْفَعْ عَنْهُ بِقُوَّتِكَ! وَقَدْ مَثَّلَتْ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا نَفْسَكَ! وَبِمَصْرَعِهِ مَصْرَعَكَ. إِنَّ الدُّنْيَا دَارُ صِدْقٍ لِمَنْ صَدَقَهَا، وَدَارُ عَافِيَةٍ لِمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَدَارُ غِنًى لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، وَدَارُ مَوْعِظَةٍ لِمَنِ اتَّعَظَ بِهَا، مَسْجِدُ أَحِبَّاءِ اللهِ وَمُصَلَّى مَلَائِكَةِ اللهِ، وَمَهْبِطُ وَحْيِ اللهِ، وَمَتْجَرُ أَوْلِيَاءِ اللهِ، اكْتَسَبُوا فِيهَا الرَّحْمَةَ، وَرَبِحُوا فِيهَا الْجَنَّةَ، فَمَنْ ذَا يَذُمُّهَا وَقَدْ آذَنَتْ بِبَيْنِهَا وَنَادَتْ بِفِرَاقِهَا وَنَعَتْ نَفْسَهَا أَهْلَهَا فَمَثَّلَتْ لَهُمْ بِبَلَائِهَا الْبَلَاءَ، وَشَوَّقَتْهُمْ بِسُرُورِهَا إِلَى السُّرُورِ؟؟!! رَاحَتْ بِعَافِيَةٍ، وَابْتَكَرَتْ بِفَجِيعَةٍ، تَرْغِيبًا وَتَرْهِيبًا، وَتَخْوِيفًا وَتَحْذِيرًا، فَذَمَّهَا رِجَالٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ، وَحَمِدَهَا آخَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ذَكَّرَتْهُمُ الدُّنْيَا فَتَذَكَّرُوا، وَحَدَّثَتْهُمْ

کی، اور کتنی دفعہ خود تیمارداری کی اس صبح کو کہ جب نہ دوا کارگر ہوتی نظر آتی تھی، اور نہ تمہارا رونا دھونا ان کے لیے کچھ مفید تھا۔ تم ان کے لیے شفا کے خواہشمند تھے اور طبیبوں سے دوا دارو پوچھتے پھرتے تھے ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی تمہارا اندیشہ فائدہ مند ثابت نہ ہو سکا، اور تمہارا مقصد حاصل نہ ہوا، اور اپنی چارہ سازی سے تم موت کو اس بیمار سے نہ ہٹا سکے تو دنیا نے تو اس کے پردے میں خود تمہارا انجام اور اس کے ہلاک ہونے سے خود تمہاری ہلاکت کا نقشہ تمہیں دکھا دیا بلاشبہ دنیا اس شخص کے لیے جو باور کرے، سچائی کا گھر ہے اور جو اس کی ان باتوں کو سمجھے اس کے لیے امن و عافیت کی منزل ہے اور اس سے زادِ راہ حاصل کرلے، اس کے لیے دولتمندی کی منزل ہے اور جو اس سے نصیحت حاصل کرے، اس کے لیے وعظ و نصیحت کا محل ہے۔ وہ دوستانِ خدا کے لیے عبادت کی جگہ، اللہ کے فرشتوں کے لیے نماز پڑھنے کا مقام وحی الٰہی کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے انہوں نے اس میں فضل و رحمت کا سودا کیا اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کیا، تو اب کون ہے جو دنیا کی برائی کرے، جب کہ اس نے اپنے جدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے اور اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے بسنے والوں کی خبر دے دی ہے چنانچہ اس نے اپنی ابتلاء سے ابتلاء کا پتہ دیا ہے اور اپنی مسرتوں سے آخرت کی مسرتوں کا شوق دلایا ہے، وہ رغبت دلانے اور ڈرانے خوفزدہ کرنے اور متنبہ کرنے کے لیے شام کو امن و عافیت کا اور صبح کو درد و اندوہ کا پیغام لے کر آتی ہے تو جن لوگوں نے شرمسار ہو کر صبح کی وہ اس کی برائی کرنے لگے۔

فَصَدَّقُوْا وَ وَعَظَتْهُمْ فَاتَّعَظُوْا۔

اور دوسرے لوگ قیامت کے دن اس کی تعریف کریں گے کہ دنیا نے ان کو آخرت کی یاد دلائی تو انہوں نے یاد رکھا اور اس نے انہیں خبر دی تو انہوں نے تصدیق کی اور اس نے انہیں پند و نصیحت کی، تو انہوں نے نصیحت حاصل کی۔

ہر متکلم و خطیب کی زبان منجھے ہوئے موضوع پر زور بیان دکھایا کرتی ہے اور اگر اُسے موضوعِ سخن بدلنا پڑے تو نہ ذہن کام کرے گا اور نہ زبان کی گویائی ساتھ دے گی، مگر جس کے ذہن میں صلاحیت تصرف اور دماغ میں قوتِ فکر ہو، وُہ جس طرح چاہے کلام کو گردش دے سکتا ہے، اور جس موضوع پر چاہے "قادر الکلامی" کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ زبان جو ہمیشہ دنیا کی مذمت اور اس کی فریب کاریوں کو بے نقاب کرنے میں کھلتی تھی جب اس کی مدح میں کھلتی ہے تو وہی قدرت کلام و قوت استدلال نظر آتی ہے جو اس زبان کا طرۂ امتیاز ہے اور پھر الفاظ کو توصیفی سانچہ میں ڈھالنے سے نظریہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور راہوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود منزلگہ مقصود ایک ہی رہتی ہے۔

۱۳۲۔ وَقَالَ عَلَيْهِ: اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا يُّنَادِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ:- لِدُوْا لِلْمَوْتِ، وَاجْمَعُوْا لِلْفَنَاءِ، وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ۔

(۱۳۲) اللہ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ ندا کرتا ہے کہ موت کے لیے اولاد پیدا کرو، برباد ہونے کے لیے جمع کرو اور تباہ ہونے کے لیے عمارتیں کھڑی کرو۔

۱۳۳۔ وقال علیہ السلام:- اَلدُّنْيَا دَارُ مَمَرٍّ لَا دَارُ مَقَرٍّ، وَالنَّاسُ فِيْهَا رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَاعَ فِيْهَا نَفْسَهٗ فَاَوْبَقَهَا، وَ رَجُلٌ ابْتَاعَ نَفْسَهٗ فَاَعْتَقَهَا۔

(۱۳۳) "دنیا" اصل منزل قرار کے لیے ایک گزرگاہ ہے۔ اس میں دو قسم کے لوگ ہیں: ایک وُہ جنہوں نے اس میں اپنے نفس کو بیچ کر ہلاک کر دیا، اور ایک وُہ جنہوں نے اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

۱۳۴۔ وقال علیہ السلام:- لَا يَكُوْنُ الصَّدِيْقُ صَدِيْقًا حَتّٰى يَحْفَظَ اَخَاهُ فِيْ ثَلَاثٍ:- فِيْ نَكْبَتِهٖ، وَ غَيْبَتِهٖ، وَ وَفَاتِهٖ۔

(۱۳۴) دوست اس وقت تک دوست نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی تین موقعوں پر نگہداشت نہ کرے، مصیبت کے موقع پر اس کے پس پشت اور اس کے مرنے کے بعد:-

١٣٥ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: - مَنْ أُعْطِيَ أَرْبَعًا لَمْ يُحْرَمْ أَرْبَعًا: - مَنْ أُعْطِيَ الدُّعَاءَ لَمْ يُحْرَمِ الْإِجَابَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ التَّوْبَةَ لَمْ يُحْرَمِ الْقَبُوْلَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الْاِسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الشُّكْرَ لَمْ يُحْرَمِ الزِّيَادَةَ. وَتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ كِتَابُ اللّٰهِ، قَالَ اللّٰهُ فِي الدُّعَاءِ: (اُدْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ) وَقَالَ فِي الْاِسْتِغْفَارِ: (وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) وَقَالَ فِي الشُّكْرِ: - (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ) وقال في التوبة (إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ، فَأُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا) -

(۱۳۵) جس شخص کو چار چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا، جو دعا کرے وہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا جسے توبہ کی توفیق ہو، وہ مقبولیت سے ناامید نہیں ہوتا جسے استغفار نصیب ہو، وہ مغفرت سے محروم نہیں ہوتا، اور جو شکر کرے وہ اضافہ سے محروم نہیں ہوتا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے چنانچہ دعا کے متعلق ارشاد الٰہی ہے: "تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔" اور استغفار کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص کوئی برا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت کی دعا مانگے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔" اور شکر کے بارے میں فرمایا ہے "اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر (نعمت میں) اضافہ کروں گا۔" اور توبہ کے لیے فرمایا ہے۔ "اللہ ان ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت کی بناء پر کوئی بری حرکت کر بیٹھیں پھر جلدی سے توبہ کر لیں تو خدا ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

---

١٣٦ - وقال عليه السلام: - اَلصَّلٰوةُ قُرْبَانُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَالْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيْفٍ، وَلِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الْبَدَنِ الصِّيَامُ وَجِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ -

(۱۳۶) نماز ہر پرہیزگار کے لیے باعث تقرب ہے اور حج ہر ضعیف و ناتواں کا جہاد ہے، ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے، اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور عورت کا جہاد شوہر سے حسن معاشرت ہے۔"

---

١٣٧ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: - اِسْتَنْزِلُوا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَةِ -

(۱۳۷) صدقہ کے ذریعہ روزی طلب کرو۔

۱۳۸۔ وقال علیہ السّلام :۔ مَنْ اَیْقَنَ بِالْخَلَفِ جَادَ بِالْعَطِیَّۃِ۔

(۱۳۸) جسے عوض کے ملنے کا یقین ہو، وہ عطیہ دینے میں دریا دلی دکھاتا ہے۔

۱۳۹۔ وقال علیہ السّلام :۔ تَنْزِلُ الْمَعُوْنَۃُ عَلٰی قَدْرِ الْمَؤُوْنَۃِ۔

(۱۳۹) جتنا خرچ ہو۔ اُتنی ہی امداد ملتی ہے۔

۱۴۰۔ وقال علیہ السلام :۔ مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ۔

(۱۴۰) جو میانہ روی اختیار کرتا ہے، وہ محتاج نہیں ہوتا۔

۱۴۱۔ وقال علیہ السلام :۔ قِلَّۃُ الْعِیَالِ اَحَدُ الْیَسَارَیْنِ۔

(۱۴۱) متعلقین کی کمی دو قسموں میں سے ایک قسم کی آسودگی ہے۔

۱۴۲۔ وقال علیہ السلام :۔ اَلتَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ۔

(۱۴۲) میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصّہ ہے۔

۱۴۳۔ وقال علیہ السّلام :۔ اَلْھَمُّ نِصْفُ الْھَرَمِ۔

(۱۴۳) غم آدھا بڑھاپا ہے

۱۴۴۔ وقال علیہ السلام :۔ یَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلٰی قَدْرِ الْمُصِیْبَۃِ، وَمَنْ ضَرَبَ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ عِنْدَ مُصِیْبَتِہٖ حَبِطَ عَمَلُہٗ۔

(۱۴۴) مصیبت کے اندازہ پر (اللہ کی طرف) صبر کی ہمت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارے اس کا عمل اکارت جاتا ہے۔

۱۴۵۔ وقال علیہ السّلام :۔ کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالظَّمَاُ وَکَمْ مِنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ

(۱۴۵) بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں کا ثمرہ بھوک پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور بہت سے عابد شب زندہ دار ایسے ہیں جنہیں عبادت کے نتیجہ میں جاگنے

وَالعَنَاءُ، حَبَّذَا نَوْمُ الْأَكْيَاسِ وَ إِفْطَارُهُمْ۔

اور زحمت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، زیرک و دانا لوگوں کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی قابل ستائش ہوتا ہے

۱۴۶۔ وقال علیہ السلام:۔ سُوسُوا إِيمَانَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَحَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ، وَادْفَعُوا أَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ۔

(۱۴۶) صدقہ سے اپنے ایمان کی نگہداشت اور زکواۃ سے اپنے مال کی حفاظت کرو، اور دعا سے مصیبت و ابتلاء کی لہروں کو دور کرو۔

۱۴۷۔ ومن کلامہ علیہ السّلام لکمیل بن زیاد النخعی۔

قال کمیل بن زیاد: أخذ بیدی أمیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام فاخرجنی الی الجبان فلمّا اصحر تنفس الصعداء، ثم قال:۔

يَا كُمَيْلُ بْنَ زِيَادٍ إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ أَوْعِيَةٌ، فَخَيْرُهَا أَوْعَاهَا، فَاحْفَظْ عَنِّي مَا أَقُولُ لَكَ:۔

اَلنَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَبَّانِيٌّ، وَ مُتَعَلِّمٌ عَلَى سَبِيلِ نَجَاةٍ، وَهَمَجٌ رَعَاعٌ أَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ يَمِيلُونَ مَعَ كُلِّ رِيحٍ، لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِنُورِ الْعِلْمِ وَلَمْ يَلْجَأُوا إِلَى رُكْنٍ وَثِيقٍ۔

يَا كُمَيْلُ، الْعِلْمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَالِ، اَلْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَأَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ (و) الْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ وَالْعِلْمُ يَزْكُوا عَلَى الْإِنْفَاقِ. وَصَنِيعُ الْمَالِ يَزُولُ بِزَوَالِهِ۔

(۱۴۷) کمیل ابن زیاد نخعی کہتے ہیں کہ:
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے میرا ہاتھ پکڑا، اور قبرستان کی طرف لے چلے، جب آبادی سے باہر نکلے، تو ایک لمبی آہ کی۔ پھر فرمایا:
اے کمیل! یہ دل اسرار و حکم کے ظرف ہیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ لہذا تو جو میں تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا۔
دیکھو! تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک عالم ربانی دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار ہے، اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے، اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے۔ نہ انہوں نے نور علم سے کسب ضیا کیا، نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی
اے کمیل! یاد رکھو، کہ علم مال سے بہتر ہے (کیونکہ) علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے، لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں،
اے کمیل! علم کی شناسائی ایک دین ہے کہ جس

يَا كُمَيْلُ بْنَ زِيَادٍ، مَعْرِفَةُ الْعِلْمِ دِيْنٌ يُدَانُ بِهِ، بِهِ يَكْسِبُ الْإِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِي حَيَاتِهِ وَجَمِيْلَ الْأُحْدُوْثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهِ. وَالْعِلْمُ حَاكِمٌ وَالْمَالُ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ۔

يَا كُمَيْلُ هَلَكَ خُزَّانُ الْأَمْوَالِ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَالْعُلَمَاءُ بَاقُوْنَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ، أَعْيَانُهُمْ مَفْقُوْدَةٌ وَأَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوْبِ مَوْجُوْدَةٌ۔ هَا إِنَّ هٰهُنَا لَعِلْمًا جَمًّا (وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى صَدْرِهِ) لَوْ أَصَبْتُ لَهُ حَمَلَةً! بَلٰى أَصَبْتُ لَقِنًا غَيْرَ مَأْمُوْنٍ عَلَيْهِ مُسْتَعْمِلًا آلَةَ الدِّيْنِ لِلدُّنْيَا، وَمُسْتَظْهِرًا بِنِعَمِ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ، وَبِحُجَجِهِ عَلٰى أَوْلِيَائِهِ، أَوْ مُنْقَادًا لِحَمَلَةِ الْحَقِّ لَا بَصِيْرَةَ لَهُ فِيْ أَحْنَائِهِ يَنْقَدِحُ الشَّكُّ فِيْ قَلْبِهِ لِأَوَّلِ عَارِضٍ مِنْ شُبْهَةٍ۔ أَلَا لَا ذَا وَلَا ذَاكَ! أَوْ مَنْهُوْمًا بِاللَّذَّةِ سَلِسَ الْقِيَادِ لِلشَّهْوَةِ، أَوْ مُغْرَمًا بِالْجَمْعِ وَالْإِدِّخَارِ، لَيْسَا مِنْ رُعَاةِ الدِّيْنِ فِيْ شَيْءٍ، أَقْرَبُ شَيْءٍ شَبَهًا بِهِمَا الْأَنْعَامُ السَّائِمَةُ! كَذٰلِكَ يَمُوْتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِيْهِ۔

اَللّٰهُمَّ بَلٰى! لَا تَخْلُو الْأَرْضُ مِنْ قَائِمٍ لِلّٰهِ بِحُجَّةٍ: إِمَّا ظَاهِرًا

کی اقتداء کی جاتی ہے، اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت منواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے، اور مال محکوم۔

اے کمیل! مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں، بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں (اس کے بعد حضرت نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا) دیکھو! یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے کاش اس کے اٹھانے والے مجھے مل جاتے، ہاں ملا، کوئی تو، یا ایسا جو ذہین تو ہے، مگر ناقابل اطمینان ہے اور جو دنیا کے لیے دین کو آلۂ کار بنانے والا ہے اور اللہ کی ان نعمتوں کی وجہ سے اس کے بندوں پر اور اس کی حجتوں کی وجہ سے اس کے دوستوں پر تفوق و برتری جتلانے والا ہے۔ یا جو اربابِ حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے، بس ادھر ذرا سا شبہہ عارض ہوا کہ اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں تو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل ہے یا ایسا شخص ملتا ہے کہ جو لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور با آسانی خواہش نفسانی کی راہ پر کھنچ جانے والا ہے۔ یا ایسا شخص جو جمع آوری و ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہے یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنے والے نہیں ہیں ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے

مَشْهُوْرًا اَوْ خَائِفًا مَغْمُوْرًا لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللهِ وَ بَيِّنَاتُهٗ وَ كَمْ ذَا وَ أَيْنَ اُولٰٓئِكَ) ؟؟
اُولٰٓئِكَ - وَاللهِ - الْاَقَلُّوْنَ عَدَدًا ، وَالْاَعْظَمُوْنَ عِنْدَ اللهِ قَدْرًا - يَحْفَظُ اللهُ بِهِمْ حُجَجَهٗ وَ بَيِّنَاتِهٖ حَتّٰى يُوْدِعُوْهَا نُظَرَاءَهُمْ وَ يَزْرَعُوْهَا فِيْ قُلُوْبِ اَشْبَاهِهِمْ هَجَمَ بِهِمُ الْعِلْمُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْبَصِيْرَةِ ، وَبَاشَرُوْا رُوْحَ الْيَقِيْنِ ، وَاسْتَلَانُوْا مَا اسْتَوْعَرَهُ الْمُتْرَفُوْنَ وَ اَنِسُوْا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُوْنَ ، وَ صَحِبُوا الدُّنْيَا بِاَبْدَانٍ اَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْاَعْلٰى -
اُولٰٓئِكَ خُلَفَاءُ اللهِ فِيْ اَرْضِهٖ وَالدُّعَاةُ اِلٰى دِيْنِهٖ آهِ آهِ شَوْقًا اِلٰى رُؤْيَتِهِمْ ! اِنْصَرِفْ (يَا كُمَيْلُ) اِذَا شِئْتَ -

خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہو جاتا ہے۔
ہاں! مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو، یا خائف و پنہاں تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں؟ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں، اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ایسوں کے دلوں میں انہیں بو دیں۔ علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا اپنے لیے سہل و آسان سمجھ لیا ہے، اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاءِ اعلیٰ سے وابستہ ہیں یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کی دید کے لیے میرے شوق کی فراوانی (پھر حضرت نے کمیل سے فرمایا) اے کمیل! مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

* * *

کمیل ابن زیاد نخعی رحمہ اللہ اسرار امامت کے خزینہ دار اور امیر المومنین کے خواص اصحاب میں سے تھے، علم و فضل میں بلند مرتبہ اور زہد و ورع میں امتیاز خاص کے حامل تھے۔ حضرت کی طرف سے کچھ عرصہ تک ہیت کے عامل رہے ۸۲ھ میں ۹۰ برس کی عمر میں حجاج ابن یوسف ثقفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور بیرون کوفہ دفن ہوئے۔

۱۴۸۔ وقال علیہ السّلام:
اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِہٖ۔

(۱۴۸) انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کی قدر وقیمت کا اندازہ اس کی گفتگو سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی گفتگو اس کی ذہنی داخلاقی حالت کی آئینہ دار ہوتی ہے جس سے اس کے خیالات وجذبات کا بڑی آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ خاموش ہے اس کا عیب وہنر پوشیدہ ہے اور جب اس کی زبان کھلتی ہے تو اس کا جوہر نمایاں ہو جاتا ہے ؎

مرد پنہاں است در زیر زبان خویشتن　　قیمت و قدرش ندانی تا نیاید در سخن

۱۴۹۔ وقال علیہ السلام:۔
هَلَكَ امْرُؤٌ لَمْ يَعْرِفْ قَدْرَهٗ۔

(۱۴۹) جو شخص اپنی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

۱۵۰۔ وقال علیہ السّلام:۔
لرجل سالہ أن یعظہ:۔
لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُو الْاٰخِرَةَ بِغَيْرِ الْعَمَلِ، وَيُرَجِّي التَّوْبَةَ بِطُوْلِ الْاَمَلِ، يَقُوْلُ فِي الدُّنْيَا بِقَوْلِ الزَّاهِدِيْنَ، وَ يَعْمَلُ فِيْهَا بِعَمَلِ الرَّاغِبِيْنَ، اِنْ اُعْطِيَ مِنْهَا لَمْ يَشْبَعْ، وَاِنْ مُنِعَ مِنْهَا لَمْ يَقْنَعْ، يَعْجِزُ عَنْ شُكْرِ مَا اُوْتِيَ، وَ يَبْتَغِي الزِّيَادَةَ فِيْمَا بَقِيَ، يَنْهٰى وَلَا يَنْتَهِي، وَيَاْمُرُ بِمَا لَا يَاْتِي، يُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَا يَعْمَلُ عَمَلَهُمْ، وَيُبْغِضُ الْمُذْنِبِيْنَ وَ هُوَ اَحَدُهُمْ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ ذُنُوْبِهٖ

(۱۵۰) ایک شخص نے آپ سے پند و موعظت کی درخواست کی، تو فرمایا!
تم کو ان لوگوں میں سے نہ ہونا چاہیئے کہ جو عمل کے بغیر حسن انجام کی امید رکھتے ہیں اور امیدیں بڑھا کر توبہ کو تاخیر میں ڈال دیتے ہیں جو دنیا کے بارے میں زاہدوں کی سی باتیں کرتے ہیں مگر ان کے اعمال دنیا طلبوں کے سے ہوتے ہیں۔ اگر دنیا انہیں ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو قناعت نہیں کرتے جو انہیں ملا ہے اس پر شکر سے قاصر رہتے ہیں اور جو بچ رہا اس کے اضافہ کے خواہشمند رہتے ہیں دوسروں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے اور دوسروں کو حکم دیتے ہیں ایسی باتوں کا جنہیں خود بجا نہیں لاتے نیکوں کو دوست رکھتے ہیں۔ مگر ان کے سے اعمال نہیں کرتے اور گنہگاروں سے نفرت وعناد رکھتے ہیں حالانکہ

وَ يُقِيمُ عَلَى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ لَهُ، إِنْ
سَقِمَ ظَلَّ نَادِمًا، وَإِنْ صَحَّ أَمِنَ
لَاهِيًا، يُعْجَبُ بِنَفْسِهِ إِذَا عُوفِيَ وَ
يَقْنَطُ إِذَا ابْتُلِيَ، إِنْ أَصَابَهُ بَلَاءٌ
دَعَا مُضْطَرًّا، وَإِنْ نَالَهُ رَخَاءٌ
أَعْرَضَ مُغْتَرًّا، تَغْلِبُهُ نَفْسُهُ عَلَى
مَا يَظُنُّ، وَلَا يَغْلِبُهَا عَلَى مَا يَسْتَيْقِنُ
يَخَافُ عَلَى غَيْرِهِ بِأَدْنَى مِنْ ذَنْبِهِ، وَ
يَرْجُوا لِنَفْسِهِ بِأَكْثَرَ مِنْ عَمَلِهِ، إِنِ
اسْتَغْنَى بَطِرَ وَ فُتِنَ، وَإِنِ افْتَقَرَ
قَنَطَ وَوَهَنَ، يُقَصِّرُ إِذَا عَمِلَ،
وَيُبَالِغُ إِذَا سَأَلَ، إِنْ عَرَضَتْ
لَهُ شَهْوَةٌ أَسْلَفَ الْمَعْصِيَةَ، وَ
سَوَّفَ التَّوْبَةَ، وَإِنْ عَرَتْهُ مِحْنَةٌ
انْفَرَجَ عَنْ شَرَائِطِ الْمِلَّةِ، يَصِفُ
الْعِبْرَةَ وَلَا يَعْتَبِرُ، وَيُبَالِغُ فِي
الْمَوْعِظَةِ وَلَا يَتَّعِظُ، فَهُوَ بِالْقَوْلِ
مُدِلٌّ، وَمِنَ الْعَمَلِ مُقِلٌّ. يُنَافِسُ
فِيمَا يَفْنَى، وَ يُسَامِحُ فِيمَا يَبْقَى،
يَرَى الْغُنْمَ مَغْرَمًا، وَالْغُرْمَ مَغْنَمًا
يَخْشَى الْمَوْتَ، وَلَا يُبَادِرُ الْفَوْتَ،
يَسْتَعْظِمُ مِنْ مَعْصِيَةِ غَيْرِهِ مَا
يَسْتَقِلُّ أَكْثَرَ مِنْهُ مِنْ نَفْسِهِ، وَ
يَسْتَكْثِرُ مِنْ طَاعَتِهِ مَا يَحْقِرُهُ
مِنْ طَاعَةِ غَيْرِهِ، فَهُوَ عَلَى النَّاسِ

وہ خود انہی میں داخل ہیں اپنے گناہوں کی کثرت کے
باعث موت کو برا سمجھتے ہیں مگر جن گناہوں کی وجہ سے
موت کو ناپسند کرتے ہیں، انہی پر قائم ہیں۔ اگر بیمار پڑتے
ہیں تو پشیمان ہوتے ہیں۔ جب بیماری سے چھٹکارا پاتے ہیں
تو اترانے لگتے ہیں، اور مبتلا ہوتے ہیں تو ان پر مایوسی چھا
جاتی ہے۔ جب کسی سختی وابتلا میں پڑتے ہیں تو لاچار و بے بس
ہو کر دعائیں مانگتے ہیں اور جب فراخ دستی نصیب ہوتی ہے
تو فریب میں مبتلا ہو کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان کا نفس خیالی باتوں
پر انہیں قابو میں لے آتا ہے اور وہ یقینی باتوں پر اسے نہیں دبا لیتے۔ دوسروں
کے لیے ان کے گناہ سے زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اپنے لیے اپنے اعمال سے زیادہ جزا کے
متوقع رہتے ہیں۔ اگر مالدار ہو جاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں
اور فتنہ و گمراہی میں پڑ جاتے ہیں اور اگر فقیر ہو جاتے ہیں تو
ناامید ہو جاتے ہیں اور سستی کرنے لگتے ہیں۔ جب عمل کرتے
ہیں تو اس میں سستی کرتے ہیں اور جب مانگنے پر آتے ہیں تو
اصرار میں حد سے بڑھ جاتے ہیں، اگر ان پر خواہش نفسانی کا غلبہ
ہوتا ہے تو گناہ جلد سے جلد کرتے ہیں اور توبہ کو تعویق میں ڈالتے
رہتے ہیں، اگر کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو جماعت اسلامی
کے خصوصی امتیازات سے الگ ہو جاتے ہیں۔ عبرت کے واقعات
بیان کرتے ہیں مگر خود عبرت حاصل نہیں کرتے اور وعظ و نصیحت
میں زور باندھتے ہیں مگر خود اس نصیحت کا اثر نہیں لیتے چنانچہ
وہ بات کرنے میں تو اونچے رہتے ہیں۔ مگر عمل میں کم ہی کم رہتے
ہیں، فانی چیزوں میں نفسی نفسی کرتے ہیں اور باقی رہنے والی
چیزوں میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں وہ نفع کو نقصان
اور نقصان کو نفع خیال کرتے ہیں۔ موت سے ڈرتے ہیں۔
مگر فرصت کا موقع نکل جانے سے پہلے اعمال میں جلدی نہیں

طَاعِنٌ ، وَلِنَفْسِهٖ مُدَاهِنٌ ، اَللَّهْوُ مَعَ الْاَغْنِيَآءِ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الذِّكْرِ مَعَ الْفُقَرَآءِ ، يَحْكُمُ عَلٰى غَيْرِهٖ لِنَفْسِهٖ ، وَلَا يَحْكُمُ عَلَيْهَا لِغَيْرِهٖ ، وَ يُرْشِدُ غَيْرَهٗ وَ يُغْوِىْ نَفْسَهٗ فَهُوَ يُطَاعُ وَ يَعْصِىْ ، وَ يَسْتَوْفِىْ وَلَا يُوْفِىْ ، وَ يَخْشَى الْخَلْقَ فِىْ غَيْرِ رَبِّهٖ وَلَا يَخْشٰى رَبَّهٗ فِىْ خَلْقِهٖ۔

قال الرضی : ولو لم یکن فی ھذا الکتاب الا ھذا الکلام لکفی (بہ) موعظۃ ناجعۃ وحکمۃ بالغۃ، وبصیرۃ لمبصر، و عبرۃ لناظر مفکر۔

کرتے۔ دُوسرے کے ایسے گناہ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں جس سے بڑے گناہ کو خود اپنے لیے چھوٹا خیال کرتے ہیں اور اپنی ایسی اطاعت کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ جسے دوسرے سے کم سمجھتے ہیں لہٰذا وہ لوگوں پر معترض ہوتے ہیں اور اپنے نفس کی چکنی چپڑی باتوں سے تعریف کرتے ہیں۔ دولتمندوں کے ساتھ طرب و نشاط میں مشغول رہنا انہیں غریبوں کے ساتھ محفلِ ذکر میں شرکت سے زیادہ پسند ہے اپنے حق میں دوسرے کے حق میں اپنے خلاف حکم لگاتے ہیں، لیکن کبھی یہ نہیں کرتے کہ دوسرے کے حق میں اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اوروں کو ہدایت کرتے ہیں اور اپنے کو گمراہی کی راہ پر لگاتے ہیں وُہ اطاعت لیتے ہیں اور خود نافرمانی کرتے ہیں اور حق پورُا پورُا وصُول کر لیتے ہیں مگر خود ادا نہیں کرتے۔ وہ اپنے پروردگار کو نظر انداز کر کے مخلوق سے خوف کھاتے ہیں اور مخلوقات کے بارے میں اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتے سیّد رضی فرماتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں صرف ایک یہی کلام ہوتا، تو کامیاب موعظہ اور مؤثر حکمت اور چشمِ بینا رکھنے والے کے لیے بصیرت اور نظر و فکر کرنے والے کے لیے عبرت کے اعتبار سے بہت کافی تھا۔

۱۵۱۔ وقال علیہ السّلام : لِكُلِّ امْرِئٍ عَاقِبَةٌ حُلْوَةٌ اَوْ مُرَّةٌ۔

(۱۵۱) ہر شخص کا ایک انجام ہے، اب خواہ وُہ شیریں ہو یا تلخ۔

۱۵۲۔ وقال علیہ السلام :۔ لِكُلِّ مُقْبِلٍ اِدْبَارٌ، وَمَا اَدْبَرَ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ۔

(۱۵۲) ہر آنے والے کے لیے پلٹنا ہے، اور جب پلٹ گیا، تو جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

۱۵۳۔ وقال علیہ السّلام : لَا یَعْدَمُ الصَّبُورُ الظَّفَرَ وَاِنْ طَالَ بِہِ الزَّمَانُ۔

(۱۵۳) صبر کرنے والا ظفر و کامرانی سے محروم نہیں ہوتا، چاہے اس میں طویل زمانہ لگ جائے۔

۱۵۴۔ وقال علیہ السّلام : اَلرَّاضِیْ بِفِعْلِ قَوْمٍ کَالدَّاخِلِ فِیْہِ مَعَھُمْ وَعَلٰی کُلِّ دَاخِلٍ فِیْ بَاطِلٍ اِثْمَانِ: اِثْمُ الْعَمَلِ بِہٖ، وَاِثْمُ الرِّضَا بِہٖ۔

(۱۵۴) کسی جماعت کے فعل پر رضامند ہونے والا ایسا ہے جیسے اس کے کام میں شریک ہو۔ اور غلط کام میں شریک ہونے والے پر دو گناہ ہیں۔ ایک اس پر عمل کرنے کا، اور ایک اس پر رضامند ہونے کا۔

۱۵۵۔ وقال علیہ السّلام : اِعْتَصِمُوْا بِالذِّمَمِ فِیْ اَوْتَادِھَا۔

(۱۵۵) عہد و پیمان کی ذمہ داریوں کو ان سے وابستہ کرو جو میخوں کے ایسے (مضبوط) ہوں۔

۱۵۶۔ وقال علیہ السّلام : عَلَیْکُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا تُعْذَرُوْنَ بِجَھَالَتِہٖ۔

(۱۵۶) تم پر اطاعت بھی لازم ہے ان کی جن سے ناواقف رہنے کی بھی تمہیں معافی نہیں۔

خداوند عالم نے اپنے عدل و رحمت سے جس طرح دین کی طرف رہبری و رہنمائی کرنے کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اسی طرح سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کے بعد دین کو تبدیل و تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے امامت کا نفاذ کیا تاکہ ہر امامؑ اپنے اپنے دور میں تعلیمات الٰہیہ کو خواہش پرستی کی زد سے بچا کر اسلام کے صحیح احکام کی رہنمائی کرتا رہے اور جس طرح شریعت کے مبلغ کی معرفت واجب ہے اسی طرح شریعت کے محافظ کی بھی معرفت ضروری ہے اور جاہل کو اس میں معذور نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ منصب امامت پر صدہا ایسے دلائل و شواہد موجود ہیں جن سے کسی بابصیرت کے لیے گنجائش انکار نہیں ہو سکتی چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔

من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاھلیة۔

جو شخص اپنے دور حیات کے امام کو نہ پہچانے اور دنیا سے اُٹھ جائے، اس کی موت کفر و ضلالت کی موت ہے۔

ابن ابی الحدید نے بھی اس ذات سے کہ جس سے ناواقفیت و جہالت عذر مسموع نہیں بن سکتی حضرت کی ذات کو مراد لیا ہے اور ان کی اطاعت کا اعتراف اور منکر امامت کے غیر ناجی ہونے کا اقرار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

من جھل امامة علی علیہ السّلام وانکر صحتھا ولزومھا فھو عند اصحابنا

جو شخص حضرت علی علیہ السّلام کی امامت سے جاہل اور اس کی صحت و لزوم کا منکر ہو وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہمیشہ

مخلد فی النار لا ینفعہ صوم ولا صلوٰۃ لان المعرفۃ بذلک من الاصول الکلیۃ التی ھی ارکان الدین ولکنا لا نسمی منکر امامتہ کافرا بل نسمیہ فاسقا و خارجیا ومارقا ونحو ذلک والشیعۃ تسمیہ کافرا فھذا ھو الفرق بیننا و بینھم وھو فی اللفظ لا فی المعنی۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۳۱۹)

کے لیے جہنمی ہے، نہ اُسے نماز فائدہ دے سکتی ہے نہ روزہ۔ کیونکہ معرفت امامت ان بنیادی اصولوں میں شمار ہوتی ہے جو دین کے مسلّمہ ارکان ہیں۔ البتہ ہم آپ کی امامت کے منکر کو کافر کے نام سے نہیں پکارتے بلکہ اُسے فاسق خارجی اور بے دین وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور شیعہ ایسے شخص کو کافر سے تعبیر کرتے ہیں، اور یہی ہمارے اصحاب اور ان میں فرق ہے۔ مگر صرف لفظی فرق ہے کوئی واقعی اور معنوی فرق نہیں ہے۔

۱۵۷۔ وقال علیہ السلام: قَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ وَقَدْ هُدِيتُمْ إِنِ اهْتَدَيْتُمْ وَأُسْمِعْتُمْ إِنِ اسْتَمَعْتُمْ

(۱۵۷) اگر تم دیکھو، تو تمہیں دکھایا جا چکا ہے اور اگر تم ہدایت حاصل کرو تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے اور اگر سننا چاہو تو تمہیں سنایا جا چکا ہے۔

۱۵۸۔ وقال علیہ السلام: عَاتِبْ أَخَاكَ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَارْدُدْ شَرَّهُ بِالْإِنْعَامِ عَلَيْهِ۔

(۱۵۸) اپنے بھائی کو شرمندہ احسان بنا کر سرزنش کرو اور لطف و کرم کے ذریعہ سے اس کے شر کو دور کرو۔

اگر بُرائی کا جواب بُرائی سے اور گالی کا جواب گالی سے دیا جائے، تو اس سے دشمنی و نزاع کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اگر بُرائی سے پیش آنے والے کے ساتھ نرمی و ملائمت کا رویہ اختیار کیا جائے، تو وہ بھی اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ امام حسن علیہ السلام بازار مدینہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شامی نے آپ کی جاذب نظر شخصیت سے متاثر ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ یہ حسن بن علی (علیہما السلام) ہیں۔ یہ سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور آپ کے قریب آ کر انہیں برا بھلا کہنا شروع کیا۔ مگر آپ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ چپ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں نووارد ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ فرمایا کہ پھر تم میرے ساتھ چلو میرے گھر میں ٹھہرو، اگر تمہیں کوئی حاجت ہو گی تو میں اسے پورا کروں گا، اور مالی امداد کی ضرورت ہو گی تو مالی امداد بھی دوں گا۔ جب اس نے اپنی سخت و درشت باتوں کے جواب میں یہ نرم روی و خوش اخلاقی دیکھی، تو شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے عفو کا طالب ہوا، اور جب آپ سے رخصت ہوا، تو روئے زمین پر ان

سے زیادہ کسی اور کی قدر و منزلت اس کی نگاہ میں نہ تھی۔

اگر مردی احسن الی من اساء

۱۵۹۔ وقال علیہ السلام: مَنْ وَضَعَ نَفْسَهُ مَوَاضِعَ التُّهْمَةِ فَلَا يَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ بِهِ الظَّنَّ۔

(۱۵۹) جو شخص بدنامی کی جگہوں پر اپنے کو لے جائے تو پھر اسے بُرا نہ کہے جو اس سے بدظن ہو۔

۱۶۰۔ وقال علیہ السلام: مَنْ مَلَكَ اسْتَأْثَرَ۔

(۱۶۰) جو اقتدار حاصل کر لیتا ہے جانبداری کرنے ہی لگتا ہے۔

۱۶۱۔ وقال علیہ السلام: مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ هَلَكَ، وَمَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِي عُقُولِهَا۔

(۱۶۱) جو خود رائی سے کام لے گا، وہ تباہ و برباد ہوگا اور جو دوسروں سے مشورہ لے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا۔

۱۶۲۔ وقال علیہ السلام: مَنْ كَتَمَ سِرَّهُ كَانَتِ الْخِيَرَةُ بِيَدِهِ۔

(۱۶۲) جو اپنے راز کو چھپائے رہے گا اُسے پُورا قابو رہے گا۔

۱۶۳۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْفَقْرُ الْمَوْتُ الْأَكْبَرُ۔

(۱۶۳) فقیری سب سے بڑی موت ہے۔

۱۶۴۔ وقال علیہ السلام: مَنْ قَضَى حَقَّ مَنْ لَا يَقْضِي حَقَّهُ، فَقَدْ عَبَدَهُ۔

(۱۶۴) جو ایسے کا حق ادا کرے کہ جو اس کا حق ادا نہ کرتا ہو، تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔

۱۶۵۔ وقال علیہ السلام: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

(۱۶۵) خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

۱۶۶۔ وقال علیہ السلام: لَا یُعَابُ الْمَرْءُ بِتَأْخِیرِ حَقِّہٖ إِنَّمَا یُعَابُ مَنْ أَخَذَ مَا لَیْسَ لَہٗ۔

(۱۶۶) اگر کوئی شخص اپنے حق میں دیر کرے تو اس پر عیب نہیں لگایا جا سکتا۔ بلکہ عیب کی بات یہ ہے کہ انسان دوسرے کے حق پر چھاپا مارے۔

۱۶۷۔ وقال علیہ السلام: اَلْإِعْجَابُ یَمْنَعُ الْاِزْدِیَادَ۔

(۱۶۷) خود پسندی ترقی سے مانع ہوتی ہے۔

جو شخص جویائے کمال ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ابھی وہ کمال سے عاری ہے، اس سے منزل کمال پر فائز ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ لیکن جو شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر وہ تمام و کمال ترقی کے مدارج طے کر چکا ہے وہ حصول کمال کے لیے سعی و طلب کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ بزعم خود کمال کی تمام منزلیں ختم کر چکا ہے اب اُسے کوئی منزل نظر ہی نہیں آتی کہ اس کے لیے تگ و دو کرے۔ چنانچہ یہ خود پسند و برخود غلط انسان ہمیشہ کمال سے محروم ہی رہے گا۔ اور یہ خود پسندی اس کے لیے ترقی کی راہیں مسدود کر دے گی۔

۱۶۸۔ وقال علیہ السلام: اَلْأَمْرُ قَرِیبٌ وَالْاِصْطِحَابُ قَلِیلٌ۔

(۱۶۸) آخرت کا مرحلہ قریب اور (دنیا میں) باہمی رفاقت کی مدت کم ہے۔

۱۶۹۔ وقال علیہ السلام: قَدْ أَضَاءَ الصُّبْحُ لِذِی عَیْنَیْنِ۔

(۱۶۹) آنکھ والے کے لیے صبح روشن ہو چکی ہے۔

۱۷۰۔ وقال علیہ السلام: تَرْکُ الذَّنْبِ أَھْوَنُ مِنْ طَلَبِ الْمَعُونَۃِ۔

(۱۷۰) ترک گناہ کی منزل بعد میں مدد مانگنے سے آسان ہے۔

اول مرتبہ میں گناہ سے باز رہنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا گناہ سے مانوس اور اس کی لذت سے آشنا ہونے کے بعد۔ کیونکہ انسان جس چیز کا خوگر ہو جاتا ہے، اس کے بجالانے میں طبیعت پر بار محسوس نہیں کرتا۔ لیکن اسے چھوڑنے میں لوہے لگ جاتے ہیں اور جوں جوں عادت پختہ ہوتی جاتی ہے، ضمیر کی آواز کمزور پڑ جاتی ہے اور توبہ میں دشواریاں حائل ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ کہہ کر دل کو ڈھارس دیتے رہنا کہ "پھر توبہ کر لیں گے"۔ اکثر بے نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ابتداء میں گناہ سے دستبردار ہونے میں دشواری محسوس ہو رہی ہے تو گناہ کی مدت کو بڑھا لے

جانے کے بعد تو بہ دشوار تر ہو جائے گی۔

۱۷۱۔ وقال علیہ السلام: کَمْ مِنْ اَکْلَۃٍ مَنَعَتْ اَکَلَاتٍ۔

(۱۷۱) بسا اوقات ایک دفعہ کا کھانا بہت دفعہ کے کھانوں سے مانع ہو جاتا ہے۔

یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی شخص ایک فائدہ کے پیچھے اس طرح کھو جائے کہ اسے دوسرے فائدوں سے ہاتھ اٹھا لینا پڑے جس طرح وہ شخص کہ جو ناموافق طبع یا ضرورت سے زیادہ کھائے تو اسے بہت سے کھانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔

۱۷۲۔ وقال علیہ السلام: اَلنَّاسُ اَعْدَآءُ مَا جَهِلُوْا۔

(۱۷۲) لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جسے نہیں جانتے۔

انسان جس علم و فن سے واقف ہوتا ہے اسے بڑی اہمیت دیتا ہے اور جس علم سے عاری ہوتا ہے اسے غیر اہم قرار دے کر اس کی تنقیص و مذمت کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس محفل میں اس علم و فن پر گفتگو ہوتی ہے۔ اسے ناقابل اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس سے وہ ایک طرح کی سبکی محسوس کرتا ہے اور یہ سبکی اس کے لیے اذیت کا باعث ہوتی ہے اور انسان جس چیز سے بھی اذیت محسوس کرے گا اس سے طبعاً نفرت کرے گا اور اس سے بغض رکھے گا۔ چنانچہ افلاطون سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ نہ جاننے والا جاننے والے سے بغض رکھتا ہے مگر جاننے والا نہ جاننے والے سے بغض و عناد نہیں رکھتا؟ اس نے کہا کہ چونکہ نہ جاننے والا اپنے اندر ایک نقص محسوس کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ جاننے والا اس کی جہالت کی بنا پر اسے حقیر و پست سمجھتا ہوگا جس سے متاثر ہو کر وہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جاننے والا چونکہ جہالت کے نقص سے بری ہوتا ہے اس لیے وہ یہ تصور نہیں کرتا کہ نہ جاننے والا اسے حقیر سمجھتا ہوگا۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ وہ اس سے بغض رکھے۔

۱۷۳۔ وقال علیہ السلام: مَنِ اسْتَقْبَلَ وُجُوْهَ الْاٰرَآءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَاۤیَا۔

(۱۷۳) جو شخص مختلف رایوں کا سامنا کرتا ہے وہ خطا و لغزش کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

۱۷۴۔ وقال علیہ السلام: مَنْ اَحَدَّ سِنَانَ الْغَضَبِ لِلّٰهِ قَوِیَ عَلٰی قَتْلِ اَشِدَّآءِ الْبَاطِلِ۔

(۱۷۴) جو شخص اللہ کی خاطر سنان غضب تیز کرتا ہے، وہ باطل کے سورماؤں کے قتل پر توانا ہو جاتا ہے۔

جو شخص محض اللہ کی خاطر باطل سے ٹکر انے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، اُسے خداوند عالم کی طرف سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اور کمزوری و بے سروسامانی کے باوجود باطل قوتیں اس کے عزم میں تزلزل اور ثباتِ قدم میں جنبش پیدا نہیں کر سکتیں اور اگر اس کے اقدام میں ذاتی غرض شریک ہو تو اُسے بڑی آسانی سے اس کے ارادہ سے باز رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سید نعمت جزائری علیہ الرحمہ نے زہر الربیع میں تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے کچھ لوگوں کو ایک درخت کی پرستش کرتے دیکھا تو اس نے جذبۂ دینی سے متاثر ہو کر اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا اور جب تیشہ لے کر آگے بڑھا تو شیطان نے اس کا راستہ روکا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں تاکہ لوگ اس مشرکانہ طریقِ عبادت سے باز رہیں۔ شیطان نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب وہ جانیں اور ان کا کام، مگر وہ اپنے ارادہ پر جما رہا۔ جب شیطان نے دیکھا کہ یہ ایسا کر ہی گزرے گا، تو اس نے کہا کہ اگر تم واپس چلے جاؤ تو میں تمہیں چار درہم ہر روز دیا کروں گا، جو تمہیں بستر کے نیچے سے مل جایا کریں گے یہ سُن کر اس کی نیت ڈانواں ڈول ہونے لگی اور کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ تجربہ کر کے دیکھ لو، اگر ایسا نہ ہوا اور درخت کے کاٹنے کا موقع پھر بھی تمہیں مل سکتا ہے۔ چنانچہ وہ لالچ میں آ کر پلٹ آیا اور دوسرے دن وہ درہم اُسے بستر کے نیچے سے مل گئے۔ مگر دو چار روز کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب وہ پھر طیش میں آیا، اور تیشہ لے کر درخت کی طرف بڑھا کہ شیطان نے آگے بڑھ کر کہا کہ اب تمہارے بس میں نہیں کہ تم اسے کاٹ سکو۔ کیونکہ پہلی دفعہ تم صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے نکلے تھے، اور اب چند پیسوں کی خاطر نکلے ہو۔ لہٰذا تم نے ہاتھ اٹھایا تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔ چنانچہ وہ بے نیل مرام پلٹ آیا۔

۱۷۵۔ وقال علیہ السلام: إِذَا هِبْتَ أَمْرًا فَقَعْ فِيهِ، فَإِنَّ شِدَّةَ تَوَقِّيهِ أَعْظَمُ مِمَّا تَخَافُ مِنْهُ۔

(۱۷۵) جب کسی امر سے دہشت محسوس کرو تو اس میں پھاند پڑو، اس لیے کہ کھٹکا لگا رہنا اس ضرر سے کہ جس کا خوف ہے، زیادہ تکلیف دہ چیز ہے۔

۱۷۶۔ وقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: آلَةُ الرِّيَاسَةِ سَعَةُ الصَّدْرِ۔

(۱۷۶) سربرآوردہ ہونے کا ذریعہ سینہ کی وسعت ہے۔

۱۷۷۔ وقال علیہ السلام: اُزْجُرِ الْمُسِيءَ بِثَوَابِ الْمُحْسِنِ۔

(۱۷۷) بدکار کی سرزنش نیک کو اس کا بدلہ دے کر کرو۔

مقصد یہ ہے کہ اچھوں کو ان کی حسن کار کردگی کا پورا پورا صلہ دینا اور ان کے کارناموں کی بنا پر ان کی قدر افزائی کرنا بُروں کو بھی اچھائی کی راہ پر لگاتا ہے۔ اور یہ چیز اخلاقی مواعظ اور تنبیہ و سرزنش سے زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان طبعاً ان چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جن کے نتیجہ میں اسے فوائد حاصل ہوں اور اس کے کانوں میں مدح و تحسین کے ترانے گونجیں۔

۱۷۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اُحْصُدِ الشَّرَّ مِنْ صَدْرِ غَيْرِكَ بِقَلْعِهِ مِنْ صَدْرِكَ۔

(۱۷۸) دوسرے کے سینہ سے کینہ و شر کی جڑ اس طرح کاٹو کہ خود اپنے سینہ سے اُسے نکال پھینکو۔

اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تم کسی کی طرف سے دل میں کینہ رکھو گے، تو وہ بھی تمہاری طرف سے کینہ رکھے گا۔ لہٰذا اپنے دل کی کدورتوں کو مٹا کر اس کے دل سے بھی کدورت کو مٹا دو۔ کیونکہ دل دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ جب تمہارے آئینہ دل میں کدورت کا زنگ نہ رہے گا، تو اس کے دل سے بھی کدورت جاتی رہے گی اور اسی لیے انسان دوسرے کے دل کی صفائی کا اندازہ اپنے دل کی صفائی سے باسانی کر لیتا ہے چنانچہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب میں کہا "سَلْ قَلْبَكَ" "اپنے دل سے پوچھو"۔ یعنی جتنا تم مجھے دوست رکھتے ہو، اتنا ہی میں تمہیں دوست رکھتا ہوں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ دوسرے کو برائی سے روکو، تو پہلے خود اس برائی سے باز آؤ۔ اس طرح تمہاری نصیحت دوسرے پر اثر انداز ہو سکتی ہے، ورنہ بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔

۱۷۹۔ وقال علیہ السلام: اللَّجَاجَةُ تَسُلُّ الرَّأْيَ۔

(۱۷۹) ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کر دیتی ہے۔

۱۸۰۔ وقال علیہ السلام: الطَّمَعُ رِقٌّ مُؤَبَّدٌ۔

(۱۸۰) لالچ ہمیشہ کی غلامی ہے۔

۱۸۱۔ وقال علیہ السلام: ثَمَرَةُ التَّفْرِيطِ النَّدَامَةُ، وَثَمَرَةُ الْحَزْمِ السَّلَامَةُ۔

(۱۸۱) کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی، اور احتیاط و دور اندیشی کا نتیجہ سلامتی ہے۔

۱۸۲۔ وقال علیہ السلام: لَا خَيْرَ فِي

(۱۸۲) حکیمانہ بات سے خاموشی اختیار کرنے میں

الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ، لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ۔

بھلائی نہیں، جس طرح جہالت کی بات میں کوئی اچھائی نہیں

۱۸۳۔ وقال علیہ السّلام: مَا اخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ إِلَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا ضَلَالَةً۔

(۱۸۳) جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی، تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہوگی۔

۱۸۴۔ وقال علیہ السّلام: مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيتُهُ۔

(۱۸۴) جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے۔ میں نے اس میں کبھی شک نہیں کیا۔

۱۸۵۔ وقال علیہ السّلام: مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ، وَلَا ضَلَلْتُ وَلَا ضُلَّ بِي۔

(۱۸۵) نہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے نہ میں خود گمراہ ہوا، نہ مجھے گمراہ کیا گیا۔

۱۸۶۔ وقال علیہ السّلام: لِلظَّالِمِ الْبَادِي غَدًا بِكَفِّهِ عَضَّةٌ۔

(۱۸۶) ظلم میں پہل کرنے والا کل (ندامت سے) اپنا ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹتا ہوگا۔

۱۸۷۔ وقال علیہ السّلام: الرَّحِيلُ وَشِيكٌ

(۱۸۷) چل چلاؤ قریب ہے۔

۱۸۸۔ وقال علیہ السّلام: مَنْ أَبْدَى صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ۔

(۱۸۸) جو حق سے منہ موڑتا ہے، تباہ ہو جاتا ہے۔

۱۸۹۔ وقال علیہ السّلام: مَنْ لَمْ يُنْجِهِ الصَّبْرُ أَهْلَكَهُ الْجَزَعُ۔

(۱۸۹) جسے صبر رہائی نہیں دلاتا، اُسے بے تابی و بے قراری ہلاک کر دیتی ہے۔

۱۹۰۔ وقال علیہ السّلام: وَاعَجَبَاهُ أَتَكُونُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ؟

(۱۹۰) العجب کیا خلافت کا معیار بس صحابیت اور قرابت ہی ہے"

قال الرضی، وروی له شعر فی هذا المعنی:

فَإِنْ كُنْتَ بِالشُّورَى مَلَكْتَ أُمُورَهُمْ
فَكَيْفَ بِهٰذَا وَالْمُشِيرُونَ غُيَّبُ؟
وَإِنْ كُنْتَ بِالْقُرْبَى حَجَجْتَ خَصِيمَهُمْ
فَغَيْرُكَ أَوْلَى بِالنَّبِيِّ وَأَقْرَبُ

سیّد رضی کہتے ہیں، کہ اس مضمون کے اشعار بھی حضرت سے مروی ہیں جو یہ ہیں۔ اگر تم شوریٰ کے ذریعہ لوگوں کے سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے ہو تو یہ کیسے جب کہ مشورہ دینے کے حقدار افراد غیر حاضر تھے، اور اگر قرابت کی وجہ سے تم اپنے حریف پر غالب آئے ہو تو پھر تمہارے علاوہ دوسرا نبیؐ کا زیادہ حقدار اور ان سے زیادہ قریبی ہے۔

۱۹۱۔ وقال علیه السلام: إِنَّمَا الْمَرْءُ فِي الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا، وَنَهْبٌ تُبَادِرُهُ الْمَصَائِبُ، وَمَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ، وَفِي كُلِّ أَكْلَةٍ غُصَصٌ، وَلَا يَنَالُ الْعَبْدُ نِعْمَةً إِلَّا بِفِرَاقِ أُخْرَى، وَلَا يَسْتَقْبِلُ يَوْماً مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا بِفِرَاقِ آخَرَ مِنْ أَجَلِهِ. فَنَحْنُ أَعْوَانُ الْمَنُونِ، وَأَنْفُسُنَا نَصْبُ الْحُتُوفِ، فَمِنْ أَيْنَ نَرْجُو الْبَقَاءَ وَهٰذَا اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ لَمْ يَرْفَعَا مِنْ شَيْءٍ شَرَفاً إِلَّا أَسْرَعَا الْكَرَّةَ فِي هَدْمِ مَا بَنَيَا.

(۱۹۱) دنیا میں انسان موت کی تیر اندازی کا ہدف اور مصیبت و ابتلاء کی غارت گری کی جولانگاہ ہے جہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے اور جہاں بندہ ایک نعمت اس وقت نہیں پاتا جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے اور اس کی عمر کا ایک دن آتا نہیں جب تک ایک دن اس کی عمر کم نہ ہو جائے ہم موت کے مددگار ہیں اور ہماری جانیں ہلاکت کی زد پر ہیں، تو اس صورت میں ہم کہاں سے بقا کی امید کر سکتے ہیں، جب کہ شب و روز کسی عمارت کو بلند نہیں کرتے مگر یہ کہ حملہ آور ہو کر جو بنایا ہے اسے گراتے اور جو یکجا کیا ہے اسے بکھیرتے ہوتے ہیں۔

۱۹۲۔ وقال علیه السلام: يَا ابْنَ آدَمَ مَا كَسَبْتَ فَوْقَ قُوتِكَ فَأَنْتَ فِيهِ خَازِنٌ لِغَيْرِكَ.

(۱۹۲) اے فرزند آدمؑ! تو نے اپنی غذا سے جو زیادہ کمایا ہے اس میں دوسرے کا خزانچی ہے۔

۱۹۳۔ وقال علیه السلام: إِنَّ لِلْقُلُوبِ شَهْوَةً وَإِقْبَالاً وَإِدْبَاراً، فَأْتُوهَا مِنْ قِبَلِ شَهْوَتِهَا وَإِقْبَالِهَا، فَإِنَّ الْقَلْبَ إِذَا أُكْرِهَ عَمِيَ.

(۱۹۳) دلوں کے لیے رغبت و میلان، آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سے اس وقت کام لو جب ان میں خواہش و میلان ہو، کیونکہ دل کو مجبور کر کے کسی کام پر لگایا جائے تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

۱۹۴۔ وکان علیہ السلام یقُولُ: مَتیٰ اَشْفِی غَیْظِی اِذَا غَضِبْتُ؟ اَحِیْنَ اَعْجِزُ عَنِ الْاِنْتِقَامِ فَیُقَالُ لِی لَوْ صَبَرْتَ؟ اَمْ حِیْنَ اَقْدِرُ عَلَیْہِ فَیُقَالُ لِی لَوْ عَفَوْتَ۔

(۱۹۴) جب غصہ مجھے آئے تو کب اپنے غصہ کو اتاروں کیا اس وقت کہ جب انتقام نہ لے سکوں اور یہ کہا جائے کہ صبر کیجیے۔ یا اس وقت کہ جب انتقام پر قدرت ہو اور کہا جائے کہ بہتر ہے درگزر کیجیے۔

۱۹۵۔ وقال علیہ السلام: وقد مر بقذر علی مزبلۃ: ھٰذَا مَا بَخِلَ بِہِ الْبَاخِلُوْنَ وروی فی خبر آخر انہ قال: ھٰذَا مَا کُنْتُمْ تَتَنَافَسُوْنَ فِیْہِ بِالْاَمْسِ۔

(۱۹۵) آپ کا گزر ہوا ایک گھورے کی طرف سے جس پر غلاظتیں تھیں۔ فرمایا، "یہ وہ ہے جس کے ساتھ بخل کرنے والوں نے بخل کیا تھا" ایک اور روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا: "یہ وہ ہے جس پر تم لوگ کل ایک دوسرے پر رشک کرتے تھے۔

۱۹۶۔ وقال علیہ السلام: لَمْ یَذْھَبْ مِنْ مَالِکَ مَا وَعَظَکَ۔

(۱۹۶) تمہارا وہ مال اکارت نہیں گیا جو تمہارے لیے عبرت و نصیحت کا باعث بن جائے۔

جو شخص مال و دولت کھو کر تجربہ و نصیحت حاصل کرے اُسے ضیاع مال کی فکر نہ کرنا چاہیئے اور مال کے مقابلہ میں تجربہ کو گراں قدر سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ مال تو یوں بھی ضایع ہو جاتا ہے، مگر تجربہ آئندہ کے خطرات سے بچا لے جاتا ہے۔ ایک عالم سے جو مالدار ہونے کے بعد فقیر و نادار ہو چکا تھا، پوچھا گیا کہ تمہارا مال کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے تجربات خرید لیے ہیں جو میرے لیے مال سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں۔ لہٰذا سب کچھ کھو دینے کے بعد بھی میں نقصان میں نہیں رہا۔

۱۹۷۔ وقال علیہ السلام: اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَمَلُّ کَمَا تَمَلُّ الْاَبْدَانُ فَابْتَغُوْا لَھَا طَرَآئِفَ الْحِکْمَۃِ۔

(۱۹۷) یہ دل بھی اسی طرح تھکتے ہیں جس طرح بدن تھکتے ہیں۔ لہٰذا (جب ایسا ہو تو) ان کے لیے لطیف حکیمانہ نکتے تلاش کرو۔

۱۹۸۔ وقال علیہ السلام لما سمع قول الخوارج (لا حکم الا للّٰہ): کَلِمَۃُ حَقٍّ یُرَادُ بِھَا بَاطِلٌ۔

(۱۹۸) جب خوارج کا قول "لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ" (حکم اللہ سے مخصوص ہے) سُنا تو فرمایا: یہ جملہ صحیح ہے مگر جو اس سے مراد لیا جاتا ہے، وہ غلط ہے

۱۹۹۔ وقال علیہ السلام فی صفۃ الغوغاء: هُمُ الَّذِيْنَ إِذَا اجْتَمَعُوْا غَلَبُوْا، وَإِذَا تَفَرَّقُوْا لَمْ يُعْرَفُوْا، وقیل: بل قال علیہ السلام: هُمُ الَّذِيْنَ إِذَا اجْتَمَعُوْا ضَرُّوْا، وَإِذَا تَفَرَّقُوْا نَفَعُوْا، فقیل: قد عرفنا مضرۃ اجتماعھم فما منفعۃ افتراقھم؟ فقال: يَرْجِعُ أَصْحَابُ الْمِهَنِ إِلَى مِهَنِهِمْ، فَيَنْتَفِعُ النَّاسُ بِهِمْ كَرُجُوْعِ الْبَنَّاءِ إِلَى بِنَائِهِ، وَالنَّسَّاجِ إِلَى مَنْسَجِهِ، وَالْخَبَّازِ إِلَى مَخْبَزِهِ۔

(۱۹۹) بازاری آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا: یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ مجتمع ہوں تو چھا جاتے ہیں اور جب منتشر ہوں تو پہچانے نہیں جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جب اکٹھا ہوتے ہیں تو باعث مضرت ہوتے ہیں اور جب منتشر ہو جاتے ہیں تو فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان کے مجتمع ہونے کا نقصان تو معلوم ہے مگر ان کے منتشر ہونے کا فائدہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیشہ ور اپنے اپنے کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو لوگ ان کے ذریعہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے معمار اپنی (زیر تعمیر) عمارت کی طرف جولاہا اپنے کاروبار کی جگہ کی طرف اور نانبائی اپنے تنور کی طرف۔

۲۰۰۔ وقال علیہ السلام، وأتی بجان ومعہ غوغاء فقال: لَا مَرْحَبًا بِوُجُوْهٍ لَا تُرَى إِلَّا عِنْدَ كُلِّ سَوْأَةٍ۔

(۲۰۰) آپ کے سامنے ایک مجرم لایا گیا جس کے ساتھ تماشائیوں کا ہجوم تھا تو آپ نے فرمایا: ان چہروں پر پھٹکار کہ جو ہر رسوائی کے موقع پر ہی نظر آتے ہیں۔

۲۰۱۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ مَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ مَلَكَيْنِ يَحْفَظَانِهِ، فَإِذَا جَاءَ الْقَدَرُ خَلَّيَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ، وَإِنَّ الْأَجَلَ جُنَّةٌ حَصِيْنَةٌ۔

(۲۰۱) ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں، اور جب موت کا وقت آتا ہے تو وہ اس کے اور موت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور بے شک انسان کی مقررہ عمر اس کے لیے ایک مضبوط سپر ہے

۲۰۲۔ وقال علیہ السلام، وقد قال لہ طلحۃ والزبیر: نبایعک علی انا شرکاؤک فی ھذا الامر: لَا، وَلٰكِنَّكُمَا شَرِيْكَانِ فِي الْقُوَّةِ وَالْاِسْتِعَانَةِ، وَعَوْنَانِ عَلَى الْعَجْزِ

(۲۰۲) طلحہ و زبیر نے حضرت سے کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کرتے ہیں کہ اس حکومت میں آپ کے ساتھ شریک رہیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تم تقویت پہنچانے اور ہاتھ بٹانے میں شریک اور عاجزی اور سختی کے

وَالْاَوْدِ۔

موقع پر مددگار ہوگے۔

۲۰۳۔ وقال علیہ السّلام: اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللهَ الَّذِیْ اِنْ قُلْتُمْ سَمِعَ، وَاِنْ اَضْمَرْتُمْ عَلِمَ، وَبَادِرُوا الْمَوْتَ الَّذِیْ اِنْ هَرَبْتُمْ (مِنْهُ) اَدْرَکَکُمْ، وَاِنْ اَقَمْتُمْ اَخَذَکُمْ، وَاِنْ نَسِیْتُمُوْهُ ذَکَرَکُمْ۔

(۲۰۳) اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے، اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے اس موت کی طرف بڑھنے کا سروسامان کرو کہ جس سے بھاگے تو وہ تمہیں پا لے گی اور اگر ٹھہرے، تو وہ تمہیں گرفت میں لے لے گی اور اگر تم اسے بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھے گی۔

۲۰۴۔ وقال علیہ السّلام: لَا یُزَهِّدَنَّكَ فِی الْمَعْرُوْفِ مَنْ لَّا یَشْکُرُهٗ لَكَ، فَقَدْ یَشْکُرُكَ عَلَیْهِ مَنْ لَّا یَسْتَمْتِعُ (بِشَیْءٍ) مِنْهُ، وَقَدْ تُدْرِكُ مِنْ شُکْرِ الشَّاکِرِ اَکْثَرَ مِمَّا اَضَاعَ الْکَافِرُ، وَاللهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔

(۲۰۴) کسی شخص کا تمہارے حسنِ سلوک پر شکرگزار نہ ہونا تمہیں نیکی اور بھلائی سے بددل نہ بنا دے اس لیے کہ بسا اوقات تمہاری اس بھلائی کی وہ قدر کرے گا، جس نے اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور اس ناشکرے نے جتنا تمہارا حق ضائع کیا ہے، اس سے کہیں زیادہ تم ایک قدردان کی قدردانی حاصل کر لوگے اور خدا نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۲۰۵۔ وقال علیہ السّلام: کُلُّ وِعَاءٍ یَضِیْقُ بِمَا جُعِلَ فِیْهِ اِلَّا وِعَاءَ الْعِلْمِ فَاِنَّهٗ یَتَّسِعُ۔

(۲۰۵) ہر ظرف اس سے کہ جو اس میں رکھا جائے تنگ ہوتا جاتا ہے، مگر علم کا ظرف وسیع ہوتا جاتا ہے

۲۰۶۔ وقال علیہ السّلام: اَوَّلُ عِوَضِ الْحَلِیْمِ مِنْ حِلْمِهٖ اَنَّ النَّاسَ اَنْصَارُهٗ عَلَی الْجَاهِلِ۔

(۲۰۶) بردبار کو اپنی بردباری کا پہلا عوض یہ ملتا ہے۔ کہ لوگ جہالت دکھانے والے کے خلاف اس کے طرفدار ہو جاتے ہیں۔

۲۰۷۔ وقال علیہ السّلام: اِنْ لَّمْ تَکُنْ

(۲۰۷) اگر تم بردبار نہیں ہو تو بظاہر بردبار بننے

حِلِیْمًا فَتَحَلَّمْ، فَاِنَّهٗ قَلَّ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ اِلَّا اَوْشَكَ اَنْ یَّكُوْنَ مِنْهُمْ۔

کی کوشش کرو، کیونکہ ایسا کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت سے شباہت اختیار کرے اور ان میں سے نہ ہو جائے

مطلب یہ ہے کہ اگر انسان طبعاً حلیم و بُردبار نہ ہو تو اُسے بُردبار بننے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اس طرح کہ اپنی افتاد طبیعت کے خلاف حلم و بردباری کا مظاہرہ کرے اگرچہ اُسے طبیعت کا رُخ موڑنے میں کچھ زحمت محسوس ہوگی مگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ حلم طبعی خصلت کی صورت اختیار کرے گا اور پھر تکلف کی حاجت نہ رہے گی کیونکہ عادت رفتہ رفتہ طبیعت ثانیہ بن جایا کرتی ہے۔

۲۰۸۔ وقال علیہ السلام: مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ رَبِحَ، وَمَنْ غَفَلَ عَنْهَا خَسِرَ، وَمَنْ خَافَ أَمِنَ، وَمَنِ اعْتَبَرَ اَبْصَرَ وَمَنْ اَبْصَرَ فَهِمَ، وَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ۔

(۲۰۸) جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور جو غفلت کرتا ہے وہ نقصان میں رہتا ہے جو ڈرتا ہے وہ (عذاب سے) محفوظ ہو جاتا ہے اور جو عبرت حاصل کرتا ہے وہ بینا ہو جاتا ہے، اور جو بینا ہوتا ہے وہ بافہم ہو جاتا ہے اور جو بافہم ہوتا ہے، اُسے علم حاصل ہو جاتا ہے۔

۲۰۹۔ وقال علیہ السلام: لَتَعْطِفَنَّ الدُّنْیَا عَلَیْنَا بَعْدَ شِمَاسِهَا عَطْفَ الضَّرُوْسِ عَلٰی وَلَدِهَا۔ وَتَلَا عُقَیْبَ ذٰلِكَ: (وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِیْنَ۔

(۲۰۹) یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکے گی جس طرح کاٹنے والی اونٹنی اپنے بچہ کی طرف جھکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ”ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں، اُن پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انہی کو اس زمین کا) مالک بنائیں۔

یہ ارشاد امام منتظر کے متعلق ہے جو سلسلہ امامت کے آخری فرد ہیں۔ ان کے ظہور کے بعد تمام سلطنتیں اور حکومتیں ختم ہو جائیں گی اور ”لیظہرہ علی الدین کلہ“ کا مکمل نمونہ نگاہوں کے سامنے آجائے گا ؎

ہر کسے را دولتے از آسمان آید پدید
دولتِ آلِ علیؑ آخر زمان آید پدید

۲۱۰۔ وقال علیہ السلام: اِتَّقُوا اللّٰهَ

(۲۱۰) اللہ سے ڈرو اس شخص کے ڈرنے

تَقِيَّةً مَنْ شَمَّرَ تَجْرِيْدًا وَجَدَّ تَشْمِيْرًا، وَكَمَشَ فِيْ مَهَلٍ وَبَادَرَ عَنْ وَجَلٍ، وَنَظَرَ فِيْ كَرَّةِ الْمَوْئِلِ، وَعَاقِبَةِ الْمَصْدَرِ وَمَغَبَّةِ الْمَرْجِعِ۔

کے مانند جس نے دنیا کی وابستگیوں کو چھوڑ کر دامن گردان لیا اور دامن گردان کر کوشش میں لگ گیا اور اچھائیوں کے لیے اس وقفۂ حیات میں تیز گامی کے ساتھ چلا اور خطروں کے پیش نظر اس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا اور اپنی قرارگاہ اور اپنے اعمال کے نتیجہ اور انجام کار کی منزل پر نظر رکھی۔

۲۱۱۔ وقال علیہ السلام: اَلْجُوْدُ حَارِسُ الْاَعْرَاضِ، وَالْحِلْمُ فِدَامُ السَّفِيْهِ، وَالْعَفْوُ زَكَاةُ الظَّفَرِ، وَالسُّلُوُّ عِوَضُكَ مِمَّنْ غَدَرَ، وَالْاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ وَقَدْ خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰى بِرَأْيِهٖ، وَالصَّبْرُ يُنَاضِلُ الْحِدْثَانَ وَالْجَزَعُ مِنْ اَعْوَانِ الزَّمَانِ، وَاَشْرَفُ الْغِنٰى تَرْكُ الْمُنٰى. وَكَمْ مِنْ عَقْلٍ اَسِيْرٍ تَحْتَ هَوٰى اَمِيْرٍ، وَمِنَ التَّوْفِيْقِ حِفْظُ التَّجْرِبَةِ، وَالْمَوَدَّةُ قَرَابَةٌ مُسْتَفَادَةٌ وَلَا تَاْمَنَنَّ مَلُوْلًا۔

(۲۱۱) سخاوت، عزت و آبرو کی پاسبان ہے، بردباری احمق کے منہ کا تسمہ ہے، درگزر کرنا کامیابی کی زکوٰۃ ہے، جو غداری کرے اسے بھول جانا اس کا بدل ہے۔ مشورہ لینا خود صحیح راستہ پا جانا ہے۔ جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کر کے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ اپنے کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ صبر مصائب و حوادث کا مقابلہ کرتا ہے۔ بیتابی و بیقراری زمانہ کے مددگاروں میں سے ہے بہترین دولتمندی آرزوؤں سے ہاتھ اٹھا لینا ہے۔ بہت سی غلام عقلیں امیروں کی ہوا و ہوس کے بارے میں دبی ہوئی ہیں۔ تجربہ و آزمائش کی نگہداشت حسن توفیق کا نتیجہ ہے دوستی و محبت اکتسابی قرابت ہے جو تم سے رنجیدہ و دل تنگ ہو اس پر اطمینان و اعتماد نہ کرو۔

۲۱۲۔ وقال علیہ السلام: عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ اَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهٖ۔

(۲۱۲) انسان کی خود پسندی اس کی عقل کے حریفوں میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حاسد محسود کی کسی خوبی و حسن کو نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح خود پسندی عقل کے جوہر کا ابھرنا اور اس کے خصائص کا نمایاں ہونا گوارا نہیں کرتی۔ جس سے مغرور و خود بین انسان ان عادات و خصائل سے محروم رہتا ہے، جو عقل کے نزدیک پسندیدہ ہوتے ہیں۔

۲۱۳۔ وقال علیہ السلام: أَغْضِ عَلَی الْقَذَی وَإِلَّا لَمْ تَرْضَ أَبَداً۔

(۲۱۳) تکلیف سے چشم پوشی کرو۔ ورنہ کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔

ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خامی و کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ اگر انسان دوسروں کی خامیوں اور کمزوریوں سے متاثر ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کرتا جائے، تو رفتہ رفتہ وہ اپنے دوستوں کو کھو دے گا، اور دنیا میں تنہا اور بے یار و مددگار ہو کر رہ جائے گا۔ جس سے اس کی زندگی تلخ اور الجھنیں بڑھ جائیں گی۔ ایسے موقع پر انسان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ اس معاشرہ میں ایسے فرشتے نہیں مل سکتے کہ جن سے اسے کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہو اسے انہی لوگوں میں رہنا سہنا اور انہی لوگوں میں زندگی گزارنا ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے ان کی کمزوریوں کو نظر انداز کرے، اور ان کی ایذا رسانیوں سے چشم پوشی کرتا رہے۔

۲۱۴۔ وقال علیہ السلام: مَنْ لَانَ عُودُهُ كَثُفَتْ أَغْصَانُهُ۔

(۲۱۴) جس (درخت) کی لکڑی نرم ہو اس کی شاخیں گھنی ہوتی ہیں۔

جو شخص تند خو اور بد مزاج ہو وہ کبھی اپنے ماحول کو خوش گوار بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے ملنے والے بھی اس کے ہاتھوں، نالاں اور اس سے بیزار رہیں گے اور جو خوش خلق اور شیریں زبان ہو، لوگ اس کے قرب کے خواہاں اور اس کی دوستی کے خواہشمند ہوں گے اور وقت پڑنے پر اس کے معاون و مددگار ثابت ہوں گے جس سے وہ اپنی زندگی کو کامیاب بنا لے جا سکتا ہے۔

۲۱۵۔ وقال علیہ السلام: الْخِلَافُ يَهْدِمُ الرَّأْيَ۔

(۲۱۵) مخالفت صحیح رائے کو برباد کر دیتی ہے۔

۲۱۶۔ وقال علیہ السلام: مَنْ نَالَ اسْتَطَالَ۔

(۲۱۶) جو منصب پا لیتا ہے دست درازی کرنے لگتا ہے۔

۲۱۷۔ وقال علیہ السلام: فِي تَقَلُّبِ الْأَحْوَالِ عِلْمُ جَوَاهِرِ الرِّجَالِ۔

(۲۱۷) حالات کے پلٹوں ہی میں مردوں کے جوہر کھلتے ہیں۔

۲۱۸۔ وقال علیہ السلام: حَسَدُ الصَّدِيقِ

(۲۱۸) دوست کا حسد کرنا دوستی کی خامی

مِنْ سُقْمِ الْمَوَدَّةِ۔ | ہے۔

۲۱۹۔ وقال علیہ السلام: أَكْثَرُ مَصَارِعِ الْعُقُولِ تَحْتَ بُرُوقِ الْمَطَامِعِ۔

(۲۱۹) اکثر عقلوں کا ٹھوکر کھا کر گرنا طمع و حرص کی بجلیاں چمکنے پر ہوتا ہے۔

جب انسان طمع و حرص میں پڑ جاتا ہے تو رشوت، چوری، خیانت، سود خواری اور اس قبیل کے دوسرے اخلاقی عیوب اس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور عقل ان باطل خواہشوں کی جگمگاہٹ سے اس طرح خیرہ ہو جاتی ہے کہ اُسے ان قبیح افعال کے عواقب و نتائج نظر ہی نہیں آتے کہ وہ اُسے روک کے ٹوکے اور اس خواب غفلت سے جھنجھوڑے البتہ جب دنیا سے رخت سفر باندھنے پر تیار ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جو کچھ سمیٹا تھا وہ یہیں کے لیے تھا ساتھ نہیں لے جا سکتا، تو اس وقت اس کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

۲۲۰۔ وقال علیہ السلام: لَيْسَ مِنَ الْعَدْلِ الْقَضَاءُ عَلَى الثِّقَةِ بِالظَّنِّ۔

(۲۲۰) یہ انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن و گمان پر اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔

۲۲۱۔ وقال علیہ السلام: بِئْسَ الزَّادُ إِلَى الْمَعَادِ، الْعُدْوَانُ عَلَى الْعِبَادِ۔

(۲۲۱) آخرت! کے لیے بہت بُرا توشہ ہے بندگان خدا پر ظلم و تعدّی کرنا۔

۲۲۲۔ وقال علیہ السلام: مِنْ أَشْرَفِ أَعْمَالِ الْكَرِيمِ غَفْلَتُهُ عَمَّا يَعْلَمُ۔

(۲۲۲) بلند انسان کے بہترین افعال میں سے یہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے چشم پوشی کرے جنہیں وہ جانتا ہے

۲۲۳۔ وقال علیہ السلام: مَنْ كَسَاهُ الْحَيَاءُ ثَوْبَهُ لَمْ يَرَ النَّاسُ عَيْبَهُ۔

(۲۲۳) جس پر حیا نے اپنا لباس پہنا دیا ہے اُس کے عیب لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں آ سکتے۔

جو شخص حیا کے جوہر سے آراستہ ہوتا ہے اس کے لیے حیا ایسے امور کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے جو معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ اس لیے اس میں عیب ہوتا ہی نہیں کہ دوسرے دیکھیں اور اگر کسی امر قبیح کا اس سے ارتکاب ہو بھی جاتا ہے تو حیا کی وجہ سے علانیہ مرتکب نہیں ہوتا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کے عیب پر پڑ سکیں۔

۲۲۴۔ وقال علیہ السلام: بِكَثْرَةِ الصَّمْتِ تَكُونُ الْهَيْبَةُ، وَبِالنَّصَفَةِ يَكْثُرُ الْمُوَاصِلُونَ، وَبِالْإِفْضَالِ تَعْظُمُ الْأَقْدَارُ، وَبِالتَّوَاضُعِ تَتِمُّ النِّعْمَةُ وَبِاحْتِمَالِ الْمُؤَنِ يَجِبُ السُّؤْدَدُ، وَبِالسِّيرَةِ الْعَادِلَةِ يُقْهَرُ الْمُنَاوِئُ، وَبِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيهِ تَكْثُرُ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِ۔

(۲۲۴) زیادہ خاموشی رعب وہیبت کا باعث ہوتی ہے۔ اور انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ لطف وکرم سے قدر ومنزلت بلند ہوتی ہے جھک کر ملنے سے نعمت تمام ہوتی ہے۔ دوسروں کا بوجھ بٹانے سے لازمًا سرداری حاصل ہوتی ہے اور خوش رفتاری سے کینہ ور دشمن مغلوب ہوتا ہے اور سرپھرے آدمی کے مقابلہ میں بردباری کرنے سے اس کے مقابلہ میں اپنے طرفدار زیادہ ہوجاتے ہیں۔

۲۲۵۔ وقال علیہ السلام: اَلْعَجَبُ لِغَفْلَةِ الْحُسَّادِ عَنْ سَلَامَةِ الْأَجْسَادِ۔

(۲۲۵) تعجب ہے کہ حاسد جسمانی تندرستی پر حسد کرنے سے کیوں غافل ہوگئے۔

حاسد دوسروں کے مال وجاہ پر تو حسد کرتا ہے۔ مگر ان کی صحت وتوانائی پر حسد نہیں کرتا حالانکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے زیادہ گرانقدر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دولت وثروت کے اثرات ظاہری طمطراق اور آرام وآسائش کے اسباب سے نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور صحت ایک عمومی چیز قرار پاکر ناقدری کا شکار ہوجاتی ہے اور اسے اتنا بے قدر سمجھا جاتا ہے کہ حاسد بھی اسے حسد کے قابل نہیں۔ چنانچہ ایک دولت مند کو دیکھتا ہے تو اس کے مال ودولت پر اسے حسد ہوتا ہے اور ایک مزدور کو دیکھتا ہے کہ جو سر پہ بوجھ اٹھائے دن بھر چلتا پھرتا ہے تو وہ اس کی نظروں میں قابل حسد نہیں ہوتا۔ گویا صحت وتوانائی اس کے نزدیک حسد کے لائق چیز نہیں ہے کہ اس پر حسد کرے البتہ جب خود بیمار پڑتا ہے تو اسے صحت کی قدروقیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس موقع پر اسے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ قابل حسد یہی صحت تھی جو اب تک اس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

مقصد یہ ہے کہ صحت کو ایک گرانقدر نعمت سمجھنا چاہیئے، اور اس کی حفاظت ونگہداشت کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔

۲۲۶۔ وقال علیہ السلام: اَلطَّامِعُ فِي وِثَاقِ الذُّلِّ۔

(۲۲۶) طمع کرنے والا ذلت کی زنجیروں میں گرفتار رہتا ہے۔

۲۲۷۔ وسئل عن الایمان فقال: اَلْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَإِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَ

(۲۲۷) آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایمان دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور

عَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ ۔

اعضا سے عمل کرنا ہے ۔

۲۲۸۔ وقال علیہ السلام: مَنْ اَصْبَحَ عَلَی الدُّنْیَا حَزِیْنًا فَقَدْ اَصْبَحَ لِقَضَآءِ اللّٰہِ سَاخِطًا، وَمَنْ اَصْبَحَ یَشْکُوْ مُصِیْبَۃً نَزَلَتْ بِہٖ فَقَدْ اَصْبَحَ یَشْکُوْ رَبَّہٗ، وَمَنْ اَتٰی غَنِیًّا فَتَوَاضَعَ (لَہٗ) لِغِنَاہُ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ، وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَھُوَ مِمَّنْ کَانَ یَتَّخِذُ اٰیَاتِ اللّٰہِ ھُزُوًا، وَمَنْ لَھِجَ قَلْبُہٗ بِحُبِّ الدُّنْیَا الْتَاطَ قَلْبُہٗ مِنْھَا بِثَلَاثٍ: ھَمٌّ لَا یُغِبُّہٗ، وَحِرْصٌ لَا یَتْرُکُہٗ، وَاَمَلٌ لَا یُدْرِکُہٗ ۔

(۲۲۸) جو دنیا کے لیے اندوہناک ہو وہ قضا و قدر الٰہی سے ناراض ہے اور جو اس مصیبت پر کہ جس میں مبتلا ہے شکوہ کرے، تو وہ اپنے پروردگار کا شاکی ہے اور جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اس کی دولتمندی کی وجہ سے جھکے تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرے پھر مر کر دوزخ میں داخل ہو تو وہ ایسے ہی لوگوں میں سے ہوگا، جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور جس کا دل دنیا کی محبت میں وارفتہ ہو جائے تو اس کے دل میں دنیا کی یہ تین چیزیں پیوست ہو جاتی ہیں، ایسا غم کہ جو اس سے جدا نہیں ہوتا اور ایسی حرص کہ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور ایسی امید کہ جو بر نہیں آتی ۔

۲۲۹۔ وقال علیہ السلام: کَفٰی بِالْقَنَاعَۃِ مُلْکًا وَبِحُسْنِ الْخُلُقِ نَعِیْمًا وسئل علیہ السلام عن قولہ تعالٰی: فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیَاۃً طَیِّبَۃً، فَقَالَ: ھِیَ الْقَنَاعَۃُ ۔

(۲۲۹) قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی عیش و آرام نہیں ہے۔ حضرت سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ "ہم اس کو پاک و پاکیزہ زندگی دیں گے؟" آپ نے فرمایا کہ وہ قناعت ہے

حسن خلق کو نعمت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح نعمت باعث لذت ہوتی ہے اسی طرح انسان خوش اخلاقی و نرمی سے دوسروں کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اپنے ماحول کو خوش گوار بنا سکتا ہے اور اپنے لیے لذت و راحت کا سامان کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور قناعت کو سرمایہ و جاگیر اس لیے قرار دیا ہے کہ جس طرح ملک و جاگیر احتیاج کو ختم کر دیتی ہے اسی طرح جب انسان قناعت اختیار کر لیتا ہے اور اپنے رزق پر خوش رہتا ہے تو وہ خلق سے مستغنی اور احتیاج سے دور ہوتا ہے ۔

ہر کہ قانع شد بخشک و تر شہ بحر و بر است

۲۳۰۔ وقال علیہ السلام: شَارِکُوا الَّذِیْ

(۲۳۰) جس کی طرف فراخ روزی رخ کیے ہوئے

قَدْ اَقْبَلَ عَلَیْهِ الرِّزْقُ، فَاِنَّهٗ أَخْلَقُ لِلْغِنٰى وَ اَجْدَرُ بِاِقْبَالِ الْحَظِّ عَلَیْهِ۔

ہو اس کے ساتھ شرکت کرو، کیونکہ اس میں دولت حاصل کرنے کا زیادہ امکان، اور خوش نصیبی کا زیادہ قرینہ ہے

۲۳۱۔ وقال علیہ السّلام فی قولہ تعالیٰ: وَاِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ، اَلْعَدْلُ: اَلْاِنْصَافُ، وَالْاِحْسَانُ التَّفَضُّلُ۔

(۲۳۱) خداوند کے ارشاد کے مطابق کہ "اللہ تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے"۔ فرمایا! عدل انصاف ہے اور احسان لطف و کرم۔

۲۳۲۔ وقال علیہ السّلام: مَنْ یُعْطِ بِالْیَدِ الْقَصِیْرَةِ یُعْطَ بِالْیَدِ الطَّوِیْلَةِ۔

قال الرضی: أقول: ومعنی ذٰلك أن ما ینفقه المرء من ماله فی سبیل الخیر والبر وإن کان یسیرًا فإن الله تعالیٰ یجعل الجزاء علیه عظیمًا کثیرًا والیدان ههنا عبارتان عن النعمتین، ففرق علیه السلام بین نعمة العبد ونعمة الرب (تعالیٰ ذکره) فجعل تلك قصیرة وهذه طویلة لأن نعم الله أبدًا تضعف علی نعم المخلوق إضعافًا کثیرة إذ کانت نعم الله أصل النعم کلها، فکل نعمة إلیها ترجع ومنها تنزع۔

(۲۳۲) جو عاجز و قاصر ہاتھ سے دیتا ہے اُسے باقتدار ہاتھ سے ملتا ہے۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے کچھ خیر و نیکی کی راہ میں خرچ کرتا ہے اگرچہ وہ کم ہو، مگر خداوند عالم اس کا اجر بہت زیادہ قرار دیتا ہے اور اس مقام پر دو ہاتھوں سے مراد دو نعمتیں ہیں اور امیرالمومنین علیہ السلام نے بندہ کی نعمت اور پروردگار کی نعمت میں فرق بتایا ہے کہ وُہ تو عجز و قصور کی حامل ہے، اور وہ باقتدار ہے۔ کیونکہ اللہ کی عطاکردہ نعمتیں مخلوق کی دی ہوئی نعمتوں سے ہمیشہ بدرجہا بڑھی چڑھی ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ ہی کی نعمتیں تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہیں۔ لہٰذا ہر نعمت انہی نعمتوں کی طرف پلٹتی ہے، اور انہی سے وجود پاتی ہے۔

۲۳۳۔ وقال علیہ السّلام لابنہ الحسن علیہما السّلام: لَا تَدْعُوَنَّ اِلٰى مُبَارَزَةٍ وَاِنْ دُعِیْتَ اِلَیْهَا فَاَجِبْ فَاِنَّ الدَّاعِیَ بَاغٍ وَالْبَاغِیَ مَصْرُوْعٌ۔

(۲۳۳) اپنے فرزند امام حسنؑ سے فرمایا!۔ کسی کو مقابلہ کے لیے خود نہ للکارو۔ ہاں اگر دوسرا للکارے تو فوراً جواب دو۔ اس لیے کہ جنگ کی خود سے دعوت دینے والا زیادتی کرنے والا ہے، اور زیادتی کرنے والا

تباہ ہوتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر دشمن آمادۂ پیکار ہو اور جنگ میں پہل کرے، تو اس موقع پر اس کی روک تھام کے لیے قدم اٹھانا چاہیئے اور از خود حملہ نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ سراسر ظلم و تعدّی ہے اور جو ظلم و تعدی کا مرتکب ہوگا، وہ اس کی پاداش میں خاک مذلت پر پچھاڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ امیر المومنینؑ ہمیشہ دشمن کے للکارنے پر میدان میں آتے اور خود سے دعوتِ مقابلہ نہ دیتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ۔

ما سمعنا انہ علیہ السلام دعا الی مبارزۃ قط وانما کان یدعی ھو بعینہ او یدعی من یبارز فیخرج الیہ فیقتل۔

(شرح ابن الحدید ج ۴ ص۳۳۴)

ہمارے سننے میں نہیں آیا کہ حضرت نے کبھی کسی کو مقابلہ کے لیے للکارا ہو، بلکہ جب مخصوص طور پر آپ کو دعوت مقابلہ دی جاتی تھی یا عمومی طور پر دشمن للکارتا تھا، تو اس کے مقابلہ میں نکلتے تھے اور اسے قتل کر دیتے تھے۔

۲۳۴۔ وقال علیہ السلام: خِیَارُ خِصَالِ النِّسَاءِ شِرَارُ خِصَالِ الرِّجَالِ: الزَّھْوُ، وَ الْجُبْنُ، وَالْبُخْلُ فَإِذَا کَانَتِ الْمَرْأَۃُ مَزْھُوَّۃً لَمْ تُمَکِّنْ مِنْ نَفْسِھَا، وَإِذَا کَانَتْ بَخِیلَۃً حَفِظَتْ مَالَھَا وَمَالَ بَعْلِھَا، وَإِذَا کَانَتْ جَبَانَۃً فَرِقَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یَعْرِضُ لَھَا۔

(۲۳۴) عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بدترین صفتیں ہیں۔ غرور، بزدلی اور کنجوسی اس لیے کہ عورت جب مغرور ہوگی، تو وہ کسی کو اپنے نفس پر قابو نہ دے گی اور کنجوس ہوگی، تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور بزدل ہوگی، تو وہ ہر اس چیز سے ڈرے گی جو اسے پیش آئے گی۔

۲۳۵۔ وقیل لہ: صف لنا العاقل، فقال علیہ السلام: ھُوَ الَّذِی یَضَعُ الشَّیْءَ مَوَاضِعَہُ، فقیل: فصف لنا الجاھل، فقال: قَدْ فَعَلْتُ۔

قال الرضی: یعنی أن الجاھل ھو الذی لا یضع الشیء مواضعہ فکان ترک صفتہ صفۃ لہ، اذ کان بخلاف وصف العاقل۔

(۲۳۵) آپؑ سے عرض کیا گیا کہ عقلمند کے اوصاف بیان کیجئے۔ فرمایا! عقلمند وہ ہے جو ہر چیز کو اس کے موقع و محل پر رکھے۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ جاہل کا وصف بتائیے، تو فرمایا کہ میں بیان کر چکا۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ جاہل وہ ہے جو کسی چیز کو اس کے موقع و محل پر نہ رکھے۔ گویا حضرت کا اسے نہ بیان کرنا ہی بیان کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے اوصاف عقلمند کے اوصاف کے برعکس ہیں۔

۲۳۶۔ وقال علیہ السلام: وَاللّٰہِ لَدُنْیَاکُمْ هٰذِهِ أَهْوَنُ فِي عَيْنِي مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيرٍ فِي يَدِ مَجْذُومٍ۔

(۲۳۶) خدا کی قسم تمہاری یہ دنیا میری نظروں میں سؤر کی ان انتڑیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے جو کسی کوڑھی کے ہاتھ میں ہوں۔

۲۳۷۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰہَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ وَإِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰہَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيدِ، وَإِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰہَ شُكْراً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْأَحْرَارِ۔

(۲۳۷) ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت و خواہش کے پیش نظر کی یہ سوداگرنے والوں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے از روئے شکر و سپاس گزاری اس کی عبادت کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے۔

۲۳۸۔ وقال علیہ السلام: الْمَرْأَةُ شَرٌّ كُلُّهَا، وَشَرُّ مَا فِيهَا أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهَا۔

(۲۳۸) عورت سراپا برائی ہے اور سب سے بڑی برائی اس میں یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔

۲۳۹۔ وقال علیہ السلام: مَنْ أَطَاعَ التَّوَانِيَ ضَيَّعَ الْحُقُوقَ وَمَنْ أَطَاعَ الْوَاشِيَ ضَيَّعَ الصَّدِيقَ۔

(۲۳۹) جو شخص سستی و کاہلی کرتا ہے، وہ اپنے حقوق کو ضائع و برباد کر دیتا ہے اور جو چغل خور کی بات پر اعتماد کرتا ہے وہ دوست کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتا ہے۔

❊ ❊ ❊

۲۴۰۔ وقال علیہ السلام: الْحَجَرُ الْغَصِيبُ فِي الدَّارِ رَهْنٌ عَلَى خَرَابِهَا۔

قال الرضی ویروی هذا الكلام عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ولا عجب ان یشتبہ الکلامان، لان مستقاهما من قلیب، ومفرغهما من ذنوب۔

(۲۴۰) گھر میں ایک غصبی پتھر کا لگانا اس کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ کلام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہوا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا کہ دونوں کے کلام ایک دوسرے کے مثل ہوں کیونکہ دونوں کا سرچشمہ تو ایک ہی ہے۔

---

۲۴۱ ۔ وقال علیہ السلام: یَوْمُ الْمَظْلُوْمِ عَلَی الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ یَوْمِ الظَّالِمِ عَلَی الْمَظْلُوْمِ۔

(۲۴۱) مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ ہوگا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

دنیا میں ظلم سہہ لینا آسان ہے، مگر آخرت میں اس کی سزا بھگتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ ظلم سہتے کا عرصہ زندگی بھر کیوں نہ ہو، پھر بھی محدود ہے۔ اور ظلم کی پاداش جہنم ہے، جس کا سب سے زیادہ ہولناک پہلو ہے کہ وہاں زندگی ختم نہ ہوگی کہ موت دوزخ کے عذاب سے بچانے جائے چنانچہ ایک ظالم اگر کسی کو قتل کر دیتا ہے۔ تو قتل کے ساتھ ظلم کی حد بھی ختم ہو جائے گی، اور اب اس کی گنجایش نہ ہوگی کہ اس پر مزید ظلم کیا جا سکے مگر اس کی سزا یہ ہے کہ اسے ہمیشہ لیے دوزخ میں ڈالا جائے کہ جہاں وہ اپنے کیے کی سزا بھگتتا رہے۔

پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد ۔۔۔ در گردن او بماند و بر ما بگذشت

---

۲۴۲ ۔ وقال علیہ السلام: اِتَّقِ اللّٰهَ بَعْضَ التُّقٰی وَاِنْ قَلَّ، وَاجْعَلْ بَیْنَكَ وَبَیْنَ اللّٰهِ سِتْرًا وَاِنْ رَقَّ۔

(۲۴۲) اللہ سے کچھ تو ڈرو، چاہے وہ کم ہی ہو اور اپنے اور اللہ کے درمیان کچھ تو پردہ رکھو، چاہے وہ باریک ہی سا ہو۔

---

۲۴۳ ۔ وقال علیہ السلام: اِذَا ازْدَحَمَ الْجَوَابُ خَفِیَ الصَّوَابُ۔

(۲۴۳) جب (ایک سوال کے لیے) جوابات کی بہتات ہو جائے تو صحیح بات چھپ جایا کرتی ہے۔

اگر کسی سوال کے جواب میں ہر گوشہ سے آوازیں بلند ہونے لگیں، تو ہر جواب نئے سوال کا تقاضا بن کر بحث و جدل کا دروازہ کھول دے گا اور جوں جوں جوابات کی کثرت ہوگی اصل حقیقت کی کھوج اور صحیح جواب کی سراغ رسانی مشکل ہو جائے گی۔ کیونکہ ہر شخص اپنے جواب کو صحیح تسلیم کرانے کے لیے ادھر ادھر سے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کرے گا جس سے سارا معاملہ الجھاؤ میں پڑ جائے گا۔ اور یہ خواب کثرت تعبیر سے خواب پریشان ہو کر رہ جائے گا

---

۲۴۴ ۔ وقال علیہ السلام: اِنَّ لِلّٰهِ فِیْ كُلِّ نِعْمَةٍ حَقًّا، فَمَنْ اَدَّاهُ زَادَهٗ مِنْهَا، وَمَنْ قَصَّرَ عَنْهُ خَاطَرَ بِزَوَالِ نِعْمَتِهٖ۔

(۲۴۴) بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہر نعمت میں حق ہے، تو جو اس حق کو ادا کرتا ہے۔ اللہ اس کے لیے نعمت کو اور بڑھاتا ہے، اور جو کوتاہی کرتا ہے وہ موجودہ نعمت کو بھی خطرہ میں ڈالتا ہے۔

۲۴۵۔ وقال علیہ السّلام: إِذَا كَثُرَتِ الْمَقْدُرَةُ قَلَّتِ الشَّهْوَةُ۔

(۲۴۵) جب مقدرت زیادہ ہو جاتی ہے، تو خواہش کم ہو جاتی ہے۔

۲۴۶۔ وقال علیہ السّلام: احْذَرُوا نِفَارَ النِّعَمِ فَمَا كُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُودٍ۔

(۲۴۶) نعمتوں کے زائل ہونے سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ ہر بے قابو ہو کر نکل جانے والی چیز پلٹا نہیں کرتی۔

۲۴۷۔ وقال علیہ السّلام: الْكَرَمُ أَعْطَفُ مِنَ الرَّحِمِ۔

(۲۴۷) جذبۂ کرم رابطۂ قرابت سے زیادہ لطف و مہربانی کا سبب ہوتا ہے۔

۲۴۸۔ وقال علیہ السّلام: مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهُ۔

(۲۴۸) جو تم سے حسن ظن رکھے، اس کے گمان کو سچا ثابت کرو۔

۲۴۹۔ وقال علیہ السّلام: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ مَا أَكْرَهْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهِ۔

(۲۴۹) بہترین عمل وہ ہے جس کے بجا لانے پر تمہیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے۔

۲۵۰۔ وقال علیہ السّلام: عَرَفْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ، وَحَلِّ الْعُقُودِ، (وَنَقْضِ الْهِمَمِ)۔

(۲۵۰) میں نے اللہ سبحانہ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے، اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے۔

ارادوں کے ٹوٹنے اور ہمتوں کے پست ہونے سے خداوند عالم کی ہستی پر اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک کام کے کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ مگر وہ ارادہ فعل سے ہمکنار ہونے سے پہلے ہی بدل جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ارادوں کا ادلنا بدلنا اور ان میں تغیر و انقلاب کا رونما ہونا اس کی دلیل ہے کہ ہمارے ارادوں پر ایک بالادست قوت کارفرما ہے جو انہیں عدم سے وجود اور وجود سے عدم میں لانے کی قوت و طاقت رکھتی ہے، اور یہ امر انسان کے احاطۂ اختیار سے باہر ہے۔ لہٰذا اسے اپنے مافوق ایک طاقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ جو ارادوں میں ردو بدل کرتی رہتی ہے۔

۲۵۱- وقال علیه السلام: مَرَارَةُ الدُّنيا حَلاوَةُ الْآخِرَةِ، وَحَلَاوَةُ الدُّنيا مَرَارَةُ الْآخِرَةِ -

(۲۵۱) دنیا کی تلخی آخرت کی خوشگواری ہے اور دنیا کی خوشگواری آخرت کی تلخی ہے۔

۲۵۲- وقال علیه السلام: فَرَضَ اللهُ الْإِيمَانَ تَطْهِيرًا مِنَ الشِّرْكِ، وَالصَّلوٰةَ تَنْزِيهًا عَنِ الْكِبْرِ، وَالزَّكَاةَ تَسْبِيبًا لِلرِّزْقِ، وَالصِّيَامَ ابْتِلَاءً لِإِخْلَاصِ الْخَلْقِ، وَالْحَجَّ تَقْوِيَةً لِلدِّينِ، وَالْجِهَادَ عِزًّا لِلْإِسْلَامِ، وَالْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ مَصْلَحَةً لِلْعَوَامِّ، وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ رَدْعًا لِلسُّفَهَاءِ، وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنْمَاةً لِلْعَدَدِ، وَالْقِصَاصَ حَقْنًا لِلدِّمَاءِ، وَإِقَامَةَ الْحُدُودِ إِعْظَامًا لِلْمَحَارِمِ، وَتَرْكَ شُرْبِ الْخَمْرِ تَحْصِينًا لِلْعَقْلِ، وَمُجَانَبَةَ السَّرِقَةِ إِيجَابًا لِلْعِفَّةِ، وَتَرْكَ الزِّنَا تَحْصِينًا لِلنَّسَبِ، وَتَرْكَ اللِّوَاطِ تَكْثِيرًا لِلنَّسْلِ، وَالشَّهَادَةَ اسْتِظْهَارًا عَلَى الْمُجَاحَدَاتِ، وَتَرْكَ الْكَذِبِ تَشْرِيفًا لِلصِّدْقِ، وَالسَّلَامَ أَمَانًا مِنَ الْمَخَاوِفِ، وَالْأَمَانَاتِ نِظَامًا لِلْأُمَّةِ، وَالطَّاعَةَ تَعْظِيمًا لِلْإِمَامَةِ -

(۲۵۲) خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا۔ شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لیے، اور نماز کو فرض کیا، رعونت سے بچانے کے لیے، اور زکوٰۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کے لیے، اور روزہ کو مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کے لیے، اور حج کو دین کے تقویت پہنچانے کے لیے، اور جہاد کو اسلام کو سرفرازی بخشنے کے لیے، اور امر بالمعروف کو اصلاح خلائق کے لیے، اور نہی عن المنکر کو سرپھروں کی روک تھام کے لیے اور حقوق قرابت کے ادا کرنے کو (یار و انصار کی) گنتی بڑھانے کے لیے اور قصاص کو خونریزی کے انسداد کے لیے اور حدود شرعیہ کے اجراء کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کے لیے اور شراب خوری کے ترک کو عقل کی حفاظت کے لیے اور چوری سے پرہیز کو پاک بازی کا باعث ہونے کے لیے اور زناکاری سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے کے لیے اور اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کے لیے اور گواہی کو انکار حقوق کے مقابلہ میں ثبوت مہیا کرنے کے لیے اور جھوٹ سے علیحدگی کو سچائی کا شرف آشکارا کرنے کے لیے اور قیام امن کو خطروں سے تحفظ کے لیے اور امانتوں کی حفاظت کو امت کا نظام درست رکھنے کے لیے اور اطاعت کو امامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے۔

احکام شرع کی بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا تذکرہ کرنے سے قبل ایمان کی غرض و غایت کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ ایمان شرعی احکام کے لیے اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی شرع و آئین کی ضرورت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایمان یعنی خالق کے اقرار اور اس کی یگانگت کے اعتراف کا نام ہے اور جب انسان کے قلب و ضمیر میں یہ عقیدہ رچ بس جاتا ہے تو وہ کسی دوسرے کے آگے جھکنا گوارا نہیں کرتا، اور نہ کسی طاقت سے مرعوب و متاثر ہوتا ہے۔ بلکہ ذہنی طور پر تمام بندھنوں سے آزاد ہو کر خود کو خدائے واحد کا حلقہ بگوش تصور کرتا ہے اور اس طرح توحید سے وابستگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دامن شرک کی آلودگیوں سے آلودہ ہونے نہیں پاتا۔

نماز عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے جو قیام و قعود اور رکوع و سجود پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ اعمال غرور و نخوت کے احساسات کو ختم کرنے، کبر و انانیت کو مٹانے اور عجز و فروتنی کے پیدا کرنے کا کامیاب ذریعہ ہیں۔ کیونکہ متکبرانہ افعال و حرکات سے نفس میں تکبر و رعونت کا جذبہ ابھرتا ہے، اور منکسرانہ اعمال سے نفس میں تذلل و خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ ان اعمال کی بجا آوری سے انسان متواضع و منکسر المزاج ہو جاتا ہے چنانچہ وہ عرب کہ جن کے کبر و غرور کا یہ عالم تھا کہ اگر ان کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑتا تھا تو اسے اٹھانے کے لیے جھکنا گوارا نہ کرتے تھے اور چلتے ہوئے جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاتا تھا تو جھک کر اسے درست کرنا عار سمجھتے تھے۔ سجدوں میں اپنے چہرے خاک مذلت پر بچھانے لگے اور نماز جماعت میں دوسروں کے قدموں کی جگہ پر اپنی پیشانیاں رکھنے لگے، اور غرور و عصبیت جاہلیت کو چھوڑ کر اسلام کی صحیح روح سے آشنا ہو گئے۔

زکوٰۃ : یعنی ہر با استطاعت اپنے مال میں سے ایک مقررہ مقدار سال بسال ان لوگوں کو دے کہ جو وسائل حیات سے بالکل محروم یا سال بھر کے آذوقہ کا کوئی ذریعہ نہ رکھتے ہوں یہ اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کی کوئی فرد محتاج و مفلس نہ رہے اور احتیاج و افلاس سے جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان سے محفوظ رہیں اور اس کے علاوہ یہ بھی مقصد ہے کہ دولت چلتی پھرتی اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہے اور چند افراد کے لیے مخصوص ہو کر نہ رہ جائے۔

روزہ : وہ عبادت ہے جس میں ریا کا شائبہ نہیں ہوتا اور نہ حسن نیت کے علاوہ کوئی اور جذبہ کارفرما ہوتا ہے چنانچہ تنہائی میں جبکہ بھوک بے چین کئے ہوئے ہو اور پیاس تڑپا رہی ہو، نہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھتا ہے، نہ پانی کی خواہش بے قابو ہونے دیتی ہے۔ حالانکہ اگر کھا پی لیا جائے تو کوئی پیٹ میں جھانک کر دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ مگر ضمیر کا حسن اور خلوص کا جوہر نیت کو ڈانواڈول نہیں ہونے دیتا اور یہی روزہ کا سب سے بڑا فائدہ ہے کہ اس سے عمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔"

حج : کا مقصد یہ ہے کہ حلقہ بگوشان اسلام اطراف و اکناف عالم سے سمٹ کر ایک مرکز پر جمع ہوں تاکہ اس عالمی اجتماع سے اسلام کی عظمت کا مظاہرہ ہو اور اللہ کی پرستش و عبادت کا ولولہ تازہ اور آپس میں روابط کے قائم کرنے کا موقع حاصل ہو۔

جہاد : کا مقصد یہ ہے کہ جو قومیں اسلام کی راہ میں مزاحم ہوں ان کے خلاف امکانی طاقتوں کے ساتھ جنگ آزما

ہُوا جائے تاکہ اسلام کو فروغ و استحکام حاصل ہو۔ اگرچہ اس راہ میں جان کے لیے خطرات پیدا ہوتے ہیں اور قدم قدم پر مشکلیں حائل ہوتی ہیں مگر راحت ابدی و حیات دائمی کی نوید ان تمام مصیبتوں کو جھیل لے جانے کی ہمت بندھاتی رہتی ہے

امر بالمعروف: اور نہی عن المنکر دوسروں کو صحیح راہ دکھانے اور غلط روی سے باز رکھنے کا ایک موثر ذریعہ ہے اگر کسی قوم میں اس فریضہ کے انجام دینے والے ناپید ہو جاتے ہیں تو پھر اس کو تباہی سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ اور وہ اخلاقی و تمدنی لحاظ سے انتہائی پستیوں میں جا گرتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے اور فرائض کے مقابلہ میں اُسے بڑی اہمیت دی ہے اور اس سے پہلو بچا لے جانے کو "ناقابل تلافی جرم" قرار دیا ہے۔

صلۂ رحمی: یہ ہے کہ انسان اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور کم از کم باہمی سلام و کلام کا سلسلہ قطع نہ کرے تاکہ دلوں میں صفائی پیدا ہو، اور خاندان کی شیرازہ بندی ہو کر یہ بکھرے ہوئے افراد ایک دوسرے کے دست و بازو ثابت ہوں۔

قصاص: یہ ایک حق ہے جو مقتول کے وارثوں کو دیا گیا ہے کہ وہ قتل کے بدلہ میں قتل کا مطالبہ کریں تاکہ پاداش جرم کے خوف سے آئندہ کسی کو قتل کی جرأت نہ ہو سکے، اور وارثوں کے جوش انتقام میں ایک جان سے زیادہ جانوں کے ہلاک ہونے کی نوبت نہ پہنچے۔ بیشک عفو و درگزر اپنے مقام پر فضیلت رکھتا ہے۔ مگر جہاں حقوق بشر کی پامالی اور امن عالم کی تباہی کا سبب بن جائے، اُسے اصلاح نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ اس موقع پر قتل و خونریزی کے انسداد اور حیات انسانی کی بقا کا واحد ذریعہ قصاص ہی ہوگا چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب ط اے عقل والو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے"

اجرائے حدود: کا مقصد یہ ہے کہ محرمات الٰہیہ کے مرتکب ہونے والے کو جرم کی سنگینی کا احساس دلایا جائے تاکہ وہ سزا و عقوبت کے خوف سے منہیات سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔

شراب: ذہنی انتشار، پراگندگیِ حواس اور زوال عقل کا باعث ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان وہ قبیح افعال کر گزرتا ہے جن کی ہوش و حواس کی حالت میں اس سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس کے علاوہ یہ صحت کو تباہ اور طبیعت کو وبائی امراض کی پذیرائی کے لیے مستعد کر دیتی ہے اور بے خوابی، ضعف اعصاب اور نقرس وغیرہ امراض اس کا لازمی خاصہ ہیں اور طمع کو روک کر چوری سے اجتناب کرنا عفت کا باعث ہوگا۔

زنا و لواطت: کو اس لئے حرام کیا گیا ہے کہ نسب محفوظ رہے اور نسل انسانی پھلے پھولے اور بڑھے، کیونکہ زنا سے پیدا ہونے والی اولاد، اولاد ہی نہیں قرار پاتی کہ اس سے نسب ثابت ہوتا۔ اسی لیے اُسے مستحق میراث نہیں قرار دیا جاتا اور خلافِ فطرت افعال سے نسل کے بڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان قبیح افعال کے نتیجہ میں انسان ایسے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے، جو قطع نسل کے ساتھ زندگی کی بربادی کا سبب ہوتی ہیں۔

قانون شہادت: کی اس لیے ضرورت ہے کہ اگر ایک فریق دوسرے فریق کے کسی حق کا انکار کرے، تو شہادت کے ذریعہ اپنے حق کا اثبات کر کے اسے محفوظ کر سکے۔

کذب و دروغ: سے اجتناب کا حکم اس لیے ہے تاکہ اس کی ضد یعنی صداقت کی عظمت و اہمیت نمایاں ہو اور سچائی کے مصالح و منافع کو دیکھ کر جھوٹ سے پیدا ہونے والی اخلاقی کمزوریوں سے بچا جائے۔

سلام[1]: کے معنی امن و صلح پسندی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ صلح پسندانہ روش خطرات سے تحفظ اور جنگ و جدال کی روک تھام کا کامیاب ذریعہ ہے عموماً شارحین نے سلام کو باہمی سلام و دعا کے معنی میں لیا ہے مگر سیاق کلام اور فرائض کے ذیل میں اس کا تذکرہ اس معنی کی تائید نہیں کرتا۔ بہرحال اس معنی کی رو سے سلام خطرات سے تحفظ کا ذریعہ اس طرح ہے کہ اسے امن و سلامتی کا شعار سمجھا جاتا ہے اور جب دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر سلام کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی و دوستی کا اعلان کرتے ہیں جس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

امانت کا تعلق صرف مال ہی سے نہیں بلکہ اپنے متعلقہ امور کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا بھی امانت کے منافی ہے تو جب مسلمان اپنے فرائض و متعلقہ امور کا لحاظ رکھیں گے، تو اس سے نظم و نسق ملت کا مقصد حاصل ہوگا اور جماعت کی شیرازہ بندی پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔

امامت۔ کے اجراء کا مقصد یہ ہے کہ اُمت کی شیرازہ بندی ہو اور اسلام کے احکام تبدیل و تحریف سے محفوظ رہیں کیونکہ اگر اُمت کا کوئی سربراہ اور دین کا کوئی محافظ نہ ہو تو نہ امت کا نظم و نسق باقی رہ سکتا ہے، اور نہ احکام دوسرے کی دستبرد سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب امت پر اس کی اطاعت بھی واجب ہو اس لیے کہ اگر وہ مطاع اور واجب الاطاعت نہ ہوگا، تو وہ نہ عدل و انصاف قائم کر سکتا ہے نہ ظالم سے مظلوم کا حق دلا سکتا ہے، نہ قوانین شریعت کا اجراء و نفاذ کر سکتا ہے، اور نہ دنیا سے فتنہ و فساد کے ختم ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے

۲۵۳۔ وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: أَحْلِفُوا الظَّالِمَ إِذَا أَرَدْتُمْ يَمِينَهُ بِأَنَّهُ بَرِيءٌ مِنْ حَوْلِ اللهِ وَقُوَّتِهِ فَإِنَّهُ إِذَا حَلَفَ

(۲۵۳) آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی ظالم سے قسم لینا ہو تو اس سے اس طرح حلف اٹھواؤ کہ وہ اللہ کی قوت و توانائی سے بری ہے؟ کیونکہ جب وہ اس طرح جھوٹی قسم

---

[1] نہج البلاغہ کے عام نسخوں میں لفظ سلام ہی تحریر ہے مگر ابن میثم نے اسے لفظ "اسلام" قرار دیتے ہوئے اس کی شرح کی ہے۔ اور لفظ سلام بھی روایت کیا ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی نسخہ میں لفظ "اسلام" بھی ہو۔

بِهَا كَاذِبًا عُوجِلَ الْعُقُوْبَةَ) وَإِذَا حَلَفَ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَمْ يُعَاجَلْ؛ لِأَنَّهُ قَدْ وَحَّدَ اللّٰهَ تَعَالٰى۔

کھائے گا، تو جلد اس کی سزا پائے گا اور جب یوں قسم کھائے کہ قسم اس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو جلد اس کی گرفت نہ ہو گی، کیونکہ اس نے اللہ کو وحدت و یکتائی کے ساتھ یاد کیا ہے۔

٭ ٭ ٭

ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے منصور عباسی کے پاس امام جعفر صادق علیہ السلام پر کچھ الزامات عائد کیے جس پر منصور نے حضرت کو طلب کیا کہ فلاں شخص نے آپ کے بارے میں مجھے یہ اور یہ کہا ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ سب جھوٹ ہے اور اس میں ذرا بھر صداقت نہیں، تم اس شخص کو میرے سامنے بلا کر پوچھو۔ چنانچہ اُسے بلا کر پوچھا گیا تو اس نے کہا، کہ میں نے جو کچھ کہا تھا صحیح اور درست تھا حضرت نے فرمایا کہ اگر تم سچ کہتے ہو، تو جس طرح میں تمہیں قسم دلاؤں، تم قسم کھاؤ۔ چنانچہ حضرتؑ نے اُسے یہی قسم دلائی کہ "میں خدا کی قوت و طاقت سے بری ہوں۔" اس قسم کے کھاتے ہی اس پر فالج گرا اور وہ بے حس و حرکت ہو کر رہ گیا۔ اور امام علیہ السلام عزت و احترام کے ساتھ پلٹ آئے۔

۲۵۴۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا ابْنَ آدَمَ كُنْ وَصِيَّ نَفْسِكَ فِيْ مَالِكَ، وَاعْمَلْ فِيْهِ مَا تُؤْثِرُ أَنْ يُعْمَلَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِكَ۔

(۲۵۴) اے فرزند آدمؑ! اپنے مال میں اپنا وصی خود بن، اور جو تو چاہتا ہے کہ تیرے بعد تیرے مال میں سے خیر خیرات کی جائے، وہ خود انجام دے دے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کا کچھ حصہ امور خیر میں صرف کیا جائے تو اُسے موت کا انتظار نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ جیتے جی جہاں صرف کرنا چاہتا ہے، صرف کر جائے اس لیے کہ ہو سکتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث اس کی وصیت پر عمل نہ کریں، یا اُسے وصیت کرنے کا موقع ہی نہ ملے ؎

زر و نعمت اکنوں بدہ کاں تو است ٭ کہ بعد از تو بیروں ز فرمان تو است

۲۵۵۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْحِدَّةُ ضَرْبٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ لِأَنَّ صَاحِبَهَا يَنْدَمُ فَإِنْ لَّمْ يَنْدَمْ فَجُنُوْنُهُ مُسْتَحْكِمٌ۔

(۲۵۵) غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے، کیونکہ غصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اس کی دیوانگی پختہ ہے۔

۲۵۶۔ وقال علیہ السلام: صِحَّةُ الْجَسَدِ مِنْ قِلَّةِ الْحَسَدِ۔

(۲۵۶) حسد کی کمی بدن کی تندرستی کا سبب ہے۔
حسد سے دل میں ایک ایسا زہریلا مواد پیدا ہوتا ہے جو حرارت غریزی کو ختم کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں جسم نڈھال اور روح پژمردہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے حاسد کبھی پھلتا پھولتا نہیں بلکہ حسد کی آنچ میں پگھل پگھل کر ختم ہو جاتا ہے۔

۲۵۷۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: (لكميل بن زياد النخعي): يَا كُمَيْلُ، مُرْ أَهْلَكَ أَنْ يَرُوحُوا فِي كَسْبِ الْمَكَارِمِ، وَيُدْلِجُوا فِي حَاجَةِ مَنْ هُوَ نَائِمٌ، فَوَالَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ مَا مِنْ أَحَدٍ أَوْدَعَ قَلْباً سُرُوراً إِلَّا وَخَلَقَ اللهُ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ السُّرُورِ لُطْفاً، فَإِذَا نَزَلَتْ بِهِ نَائِبَةٌ جَرَى إِلَيْهَا كَالْمَاءِ فِي انْحِدَارِهِ حَتّٰى يَطْرُدَهَا عَنْهُ كَمَا تُطْرَدُ غَرِيبَةُ الْإِبِلِ۔

(۲۵۷) کمیل ابن زیاد نخعی سے فرمایا! اے کمیل! اپنے عزیز و اقارب کو ہدایت کرو کہ وہ اچھی خصلتوں کو حاصل کرنے کے لیے دن کے وقت نکلیں اور رات کو سو جانے والے کی حاجت روائی کو چل کھڑے ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کی قوت شنوائی تمام آوازوں پر حاوی ہے جس کسی نے بھی کسی کے دل کو خوش کیا، تو اللہ اس کے لیے اس سرور سے ایک لطف خاص خلق فرمائے گا کہ جب بھی اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ نشیب میں بہنے والے پانی کی طرح تیزی سے بڑھے اور اجنبی اونٹوں کو ہنکانے کی طرح اس مصیبت کو ہنکا کر دور کر دے۔

۲۵۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا أَمْلَقْتُمْ فَتَاجِرُوا اللهَ بِالصَّدَقَةِ۔

(۲۵۸) جب تنگدست ہو جاؤ، تو صدقہ کے ذریعہ اللہ سے بیوپار کرو۔

۲۵۹۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْوَفَاءُ لِأَهْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللهِ، وَالْغَدْرُ بِأَهْلِ الْغَدْرِ وَفَاءٌ عِنْدَ اللهِ۔

(۲۵۹) غداروں سے وفا کرنا اللہ کے نزدیک غداری ہے، اور غداروں کے ساتھ غداری کرنا اللہ کے نزدیک عین وفا ہے۔

۲۶۰۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَمَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَمَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ۔ وَمَا ابْتَلَى

(۲۶۰) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے

اللهُ سُبْحَانَهُ أَحَدًا بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ).

ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سُن کر فریب میں پڑ گئے اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں۔

قال الرضی: وقد مضی هذا الکلام فیما تقدم، إلا أن فیه هٰهنا زیادة جیدة مفیدة۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام پہلے بھی گزر چکا ہے مگر یہاں اس میں کچھ عمدہ اور مفید اضافہ ہے۔

فصل نذکر فیه شیئًا من اختیار غریب کلامه المحتاج الی التفسیر:

اس میں ہم امیرالمومنین علیہ السلام کا وہ مشکل و دقیق کلام منتخب کرکے درج کریں گے جو محتاج تشریح ہے

۱۔ فی حدیثه علیه السلام: فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ ضَرَبَ يَعْسُوبُ الدِّيْنِ بِذَنَبِهٖ، فَيَجْتَمِعُوْنَ إِلَيْهِ كَمَا يَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيْفِ۔

(۱) جب وہ وقت آئے گا، تو دین کا یعسوب اپنی جگہ پر قرار پائے گا، اور لوگ اس طرح سمٹ کر اس طرف بڑھیں گے جس طرح موسم خریف کے قزع جمع ہو جاتے ہیں۔

قال الرضی: الیعسوب: السید العظیم المالك لامور الناس یومئذ والقزع: قطع الغیم التی لا ماء فیها۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ یعسوب سے وہ بلند مرتبہ سردار مراد ہے جو اس دن لوگوں کے معاملات کا مالک و مختار ہوگا اور قزع ابر کی ان ٹکڑیوں کو کہتے ہیں جن میں پانی نہ ہو۔

یعسوب شہد کی مکھیوں کے سربراہ کو کہتے ہیں اور "یعسوب الدین" (حاکم دین و شریعت) اسے مراد حضرت حجت ؑ ہیں اس لفظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح امیر نحل کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے اور وہ نجاست سے احتراز کرتے ہوئے پھولوں اور شگوفوں سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے اسی طرح حضرت حجت بھی تمام آلودگیوں سے پاک و صاف اور ہر طرح سے طیب و طاہر ہوں گے۔ اس جملہ کے چند معنی کیے گئے ہیں۔

پہلے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت حجت فضائے عالم میں سیر و گردش کے بعد اپنے مرکز پر مقیم ہوں گے کیونکہ امیر نحل دن کا بیشتر حصہ پروانہ میں گزارتا ہے اور جب اپنے جسم کا آخری حصہ کہیں پر ٹکاتا ہے تو وہ اپنی حرکت و پرواز کو ختم کر دیتا ہے

دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت ؑ اپنے رفقاء و انصار کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں گے اس صورت میں ضرب کے معنی چلنے پھرنے کے اور ذنب سے مراد انصار و اتباع ہوں گے۔

تیسرے معنی یہ ہیں کہ جب شمشیر بکف اٹھ کھڑے ہوں گے اس صورت میں ضرب ذنب کے معنی شہد کی مکھی کے ڈسنے کے ہوں گے۔

چوتھے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت" جوش و خروش کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں گے اس صورت میں یہ جملہ غضب و ہیجان کی کیفیت اور حملہ آوری کی ہیئت سے کنایہ ہوگا۔

۲۔ وفی حدیثہ علیہ السلام: هٰذَا الْخَطِیْبُ الشَّحْشَحُ — یرید الماهر بالخطبة الماضی فیها، وکل ماض فی کلام أو سیر فهو شحشح، والشحشح فی غیر هٰذا الموضع البخیل الممسك۔

(۲) یہ خطیب شحشح

سیّد رضی کہتے ہیں کہ شحشح کے معنی خطیب ماہر و شعلہ بیان کے ہیں اور جو زبان آوری یا رفتار میں رواں ہو اُسے شحشح کہا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر اس کے معنی بخیل اور کنجوس کے ہوتے ہیں۔

خطیب ماہر سے مراد صعصعہ ابن صوحان عبدی ہیں جو حضرت کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ امیر المومنینؑ کے اس کے ارشاد سے ان کی خطابت کی رفعت اور قوت کلام کی بلندی کا اندازہ ہو سکتا ہے چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے۔

وکفی صعصعة بها فخرا ان یکون مثل علی علیه السلام یثنی علیه بالمهارة وفصاحة اللسان۔

صعصعہ کے افتخار کے لیے یہ کافی ہے کہ امیر المومنینؑ ایسے (افصح عالم) ان کی مہارت کلام و فصاحت بیان کو سراہتے ہیں

۳۔ وفی حدیثہ علیہ السلام: إِنَّ لِلْخُصُوْمَةِ قُحَمًا۔

یرید بالقحم المهالك: لأنها تقحم أصحابها فی المهالك والمتالف فی الأکثر، ومن ذٰلك "قحمة الاعراب" وهو ان تصیبهم السنة فتتعرق اموالهم فذلك تقحمها فیهم۔ وقیل فیه وَجه آخر، وهو انها تقحمهم بلاد الریف، ای: تحوجهم الی دخول الحضر عند محول البدو۔

(۳) لڑائی جھگڑے کا نتیجہ قحم ہوتے ہیں۔

(سیّد رضی کہتے ہیں کہ) قحم سے تباہیاں مراد ہیں کیونکہ اقحام کے معنی ڈھکیلنے کے ہیں اور) لڑائی جھگڑا عموماً لڑنے جھگڑنے والوں کو مہلکوں اور تباہیوں میں ڈھکیل دیتا ہے اور اسی سے قحمۃ الاعراب (کی لفظ) ماخوذ ہے اور وہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بادیہ نشین عرب خشک سالیوں میں اس طرح مبتلا ہو جائیں۔ کہ ان کے چوپائے صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ جائیں اور یہی اس بلا کا انہیں ڈھکیل دینا ہے۔ اور اس کی ایک اور بھی توجیہ کی گئی ہے اور وہ یہ کہ سختی و شدت چونکہ انہیں شاداب حصوں کی طرف ڈھکیل دیتی ہے۔ یعنی صحرائی زندگی کی سختی و قحط سالی انہیں شہروں میں چلے جانے پر مجبور کر دیتی ہے (اس لیے اسے قحمۃ کہا جاتا ہے)

٤ - وفي حديثه عليه السلام: إِذَا بَلَغَ النِّسَاءُ نَصَّ الحِقَاقِ فَالعَصَبَةُ أَوْلَى
وَيُرْوَى نَصَّ الحَقَائِقِ - والنص: منتهى الأشياء ومبلغ أقصاها كالنص في السير لأنه أقصى ما تقدر عليه الدابة وتقول نصصت الرجل عن الأمر؛ إذا استقصيت مسألته عنه لتستخرج ما عنده فيه. فنص الحقاق يريد به الإدراك لأنه منتهى الصغر والوقت الذي يخرج منه الصغير إلى حد الكبير، وهو من أفصح الكنايات عن هذا الأمر وأغربها. يقول: فإذا بلغ النساء ذلك فالعصبة أولى بالمرأة من أمها إذا كانوا محرمًا مثل الإخوة والأعمام وبتزويجها إن أرادوا ذلك والحقاق محاقة الأم للعصبة في المرأة وهو الجدال والخصومة وقول كل واحد منهما للآخر أنا أحق منك: بهذا؛ يقال منه، حاققته حقاقا، مثل جادلته جدالا. وقد قيل: ان "نص الحقاق" بلوغ العقل، وهو الإدراك؛ لأنه عليه السلام إنما أراد منتهى الأمر الذي تجب فيه الحقوق والأحكام، ومن رواه "نص الحقائق" فإنما

(۴) جب لڑکیاں نص الحقائق کو پہنچ جائیں تو ان کے لیے ددھیالی رشتہ دار زیادہ حق رکھتے ہیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ نص الحقائق کی جگہ نص الحقاق بھی وارد ہوا ہے۔ نص چیزوں کی انتہا اور ان کی آخری حد کو کہتے ہیں۔ جیسے چوپایہ کی وہ انتہائی رفتار کہ جو وہ دوڑ سکتا ہے نص کہلاتی ہے اور یونہی نصصت الرجل عن الامر اس موقع پر کہا جائے گا۔ جب کسی شخص سے پوری طرح پوچھ گچھ کرنے کے بعد اس سے سب کچھ اُگلوا لیا ہو، تو حضرت نے نص الحقاق سے حد کمال تک پہنچنا مراد لیا ہے کہ جو بچپن کی حد آخر اور وہ زمانہ ہوتا ہے کہ کم سن کم سنی کے حدود سے نکل کر بڑوں کی صف میں داخل ہوتا ہے اور یہ بلوغ کے لیے نہایت فصیح اور بہت عجیب کنایہ ہے۔ حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں تو ددھیالی رشتہ دار جب کہ وہ محرم بھی ہوں جیسے بھائی اور چچا، وہ ان کا رشتہ کہیں کرنا چاہیں تو وہ ان کی ماں سے زیادہ رشتہ کے انتخاب کا حق رکھتے ہیں اور حقاق سے (لڑکی کی) ماں کا ددھیالی رشتہ داروں سے جھگڑنا مراد ہے اور ہر ایک کا اپنے کو دوسرے سے زیادہ حق دار ثابت کرنا ہے اور اسی بر وزن ہے یعنی میں نے اس سے لڑائی جھگڑا کیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سے مراد بلوغ عقل اور حد رشد و کمال تک پہنچنا ہے۔ کیونکہ حضرت نے وہ زمانہ مراد لیا ہے کہ جس میں لڑکی پر حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں اور جس نے نص الحقائق کی روایت کی ہے اس نے حقائق کو حقیقت کی جمع لیا ہے۔

یہ مفاد ہے اس کا جو ابو عبیدہ قاسم ابن سلام نے کہا ہے۔

مگر میرے خیال میں اس مقام پر نص الحقاق سے مراد یہ ہے کہ لڑکیاں

أراد جمع حقيقة .

هذا المعنى ما ذكره ابوعبيد (القاسم بن سلام) والذى عندى ان المراد بنص الحقاق ههنا بلوغ المرأة الى الحد الذى يجوز فيه تزويجها وتصرفها فى حقوقها تشبيها بالحقاق من الابل، وهى جمع حقة وحق وهو الذى استكمل ثلاث سنين ودخل فى الرابعة، وعند ذلك يبلغ إلى الحد الذى يتمكن فيه من ركوب ظهره ونصه فى السير، والحقائق ايضاً: جمع حقة. فالروايتان ترجعان الى معنى واحد وهذا اشبه بكلام العرب من المعنى الذى ذكرناه اولاً.

اس حد تک پہنچ جائیں، کہ جس میں ان کے لیے عقد اور اپنے حقوق کا خود استعمال جائز ہوتا ہے۔ اس طرح اسے تین سالہ اونٹنیوں سے تشبیہہ دی گئی ہے اور حقائق حق اور حقہ کی جمع ہے یہ اس اونٹنی اور اونٹ کو کہتے ہیں جو تین سال ختم کرنے کے بعد چوتھے سال میں داخل ہو اور اونٹ اس عمر میں سواری اور تیز دوڑانے کے قابل ہو جاتے ہیں اور حقائق بھی حقہ کی جمع ہے۔ اس بنا پر دونوں روایتوں کے ایک ہی معنے ہوں گے، اور یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں پہلے معنی سے زیادہ اسلوب کلام عرب سے میل کھاتے ہیں

---

۵ - وفى حديثه عليه السلام : إِنَّ الإِيْمَانَ يَبْدُو لُمْظَةً فِي الْقَلْبِ كُلَّمَا ازْدَادَ الإِيْمَانُ ازْدَادَتِ اللُّمْظَةُ ،

واللمظة مثل النكتة أو نحوها من البياض . ومنه قيل : فرس المظ اذا كان بجحفلته شىء من البياض .

۵ ایمان ایک "لمظہ" کی صورت سے دل میں ظاہر ہوتا ہے ۔ جوں جوں ایمان بڑھتا ہے وہ لمظہ بھی بڑھتا جاتا ہے (سید رضی کہتے ہیں کہ) لمظہ سفید نقطہ یا اس کے مانند سفید نشان کو کہتے ہیں، اور اسی سے فرس المظ اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کے نیچے کے ہونٹ پر کچھ سفیدی ہو ۔

---

۶ - وفى حديثه عليه السلام : إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا كَانَ لَهُ الدَّيْنُ الظَّنُونُ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُزَكِّيَهُ لِمَا مَضَى إِذَا قَبَضَهُ فالظنون الذى لا يعلم صاحبه أيقبضه من الذى هو عليه أم لا، فكانه ، الذى يظن به نمرة يرجوه ومرة لا يرجوه . وهذا من افصح الكلام، وكذلك كل أمر تطلبه ولا تدرى على اى شىء انت منه فهو ظنون وعلى ذلك قول الاعشى

مَا يُجْعَلُ الْجُدُّ الظَّنُونُ الَّذِي
جُنِّبَ صَوْبَ اللَّجِبِ الْمَاطِرِ

۶ جو شخص کوئی دین ظنون وصول کرے تو جتنے سال اس پر گزرے ہوں گے ان کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے ۔ (سید رضی کہتے ہیں کہ) دین ظنون وہ قرضہ ہوتا ہے۔ کہ قرض خواہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ وہ اسے وصول ہوگا یا نہیں کبھی امید پیدا ہو، اور کبھی ناامیدی اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔ یوں ہی ہر وہ چیز جس کی تمہیں طلب ہو اور یہ نہ جان سکو کہ تم اسے حاصل کر دگے یا نہیں، وہ ظنون کہلاتی ہے۔ چنانچہ اعشیٰ کا یہ قول اسی معنی کا حامل ہے جس کا مضمون یہ ہے ۔

"وہ جد ظنون جو گرج کر برسنے والے ابر کی بارش سے بھی محروم ہو، دریائے فرات کے مانند نہیں قرار دیا جا سکتا جبکہ وہ

مِثْلَ الْفُرَاتِيِّ إِذَا مَا طَمَا
يَقْذِفُ بِالْبُوصِيِّ وَالْمَاهِرِ

والجد: البئر العادية فی الصحراء) و الظنون: التي لا يعلم هل فيها ماء أم لا۔

ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ اور کشتی اور اچھے تیراک کو ڈھکیل کر دُور پھینک رہا ہو۔

جد اُس پرانے کنوئیں کو کہتے ہیں جو کسی بیابان میں واقع ہو، اور ظنون وُہ ہے کہ جس کے متعلق یہ خبر نہ ہو کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔

۷۔ وفی حدیثہ علیہ السّلام:

انہ شیع جیشاً بغزیہ فقال: اَعْذِبُوا عَنِ النِّسَاءِ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔

ومعناہ اصدفوا عن ذکر النساء وشغل القلب بھن، وامتنعوا من المقاربۃ لھن، لأن ذٰلك يفت في عضد الحمية ويقدح في معاقد العزيمة، ويكسر عن العدو، ويلفت عن الابعاد في الغزو، وكل من امتنع من شيء فقد اعذب منه۔ والعاذب والعذوب: الممتنع من الاكل والشرب۔

(۷) جب آپ نے لڑنے کے لیے لشکر روانہ کیا، تو اُسے رخصت کرتے وقت فرمایا۔

جہاں تک بن پڑے عورتوں سے عاذب رہو۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) اس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کی یاد میں کھو نہ جاؤ، اور ان سے دل لگانے اور ان سے مقاربت کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ چیز بازوئے حمیت میں کمزوری اور عزم کی پختگیوں میں سستی پیدا کرنے والی ہے اور دُشمن کے مقابلہ میں کمزور اور جنگ میں سعی و کوشش سے روگرداں کرنے والی ہے اور جو شخص کسی چیز سے روگرداں کرنے والی ہے اور جو شخص کسی چیز سے منہ پھیرلے، اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ اعذب عنہ (وُہ اس سے الگ ہوگیا)، اور جو کھانا پینا چھوڑ دے اُسے عاذب اور عذوب کہا جاتا ہے۔

۸۔ وفی حدیثہ علیہ السّلام: كَالْيَاسِرِ الْفَالِجِ يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ۔

الیاسرون: هم الذين يتضاربون بالقداح على الجزور، والفالج: القاهر الغالب، يقال: فلج عليهم وفلجهم۔

وقال الراجز:

(۸) وُہ اس یاسر فالج کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے ہی داؤں میں کامیابی کا متوقع ہوتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) یاسرون وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو نحر کی ہوئی اُونٹنی پر جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینکتے ہیں اور فالج کے معنی جیتنے والے کے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے قد فلج علیہم و فلجھم۔ (وُہ ان پر غالب ہوا) چنانچہ مشہور رجز نظم کرنے

لما رایت نالجا قد فلجا۔

والے شاعر کا قول ہے۔
"جب میں نے کسی فالج کو دیکھا کہ اس نے فلج حاصل کی

٭ ٭ ٭

۹۔ وفی حدیثہ علیہ السلام:
كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ۔

ومعنی ذلك أنه اذا عظم الخوف من العدو واشتد عضاض الحرب فزع المسلمون الی قتال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بنفسه، فینزل الله علیهم النصر به۔ ویأمنون مما کانوا یخافونه بمکانه۔

وقوله "اذا احمر الباس، کنایة عن اشتداد الأمر، وقد قیل فی ذلك اقوال احسنها: أنه شبه حمی الحرب بالنار التی تجمع الحرارة والحمرة بفعلها ولونها، ومما یقوی ذلك قول رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد رأی مجتلد الناس یوم حنین وھی حرب ھوازن: "الآن حمی الوطیس" فالوطیس، مستوقد النار، فشبه رسول الله صلی الله علیه وسلم ما استحر من جلاد القوم باحتدام النار وشدة التھابھا۔

(۹) جب احمرار باس ہوتا تھا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بن جاتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی ان سے زیادہ دشمن سے قریب تر نہ ہوتا تھا۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دشمن کا خطرہ بڑھ جاتا تھا اور جنگ سختی سے کاٹنے لگتی تھی تو مسلمان یہ سہارا ڈھونڈنے لگتے تھے کہ رسول اللہ خود بنفس نفیس جنگ کریں تو اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کی وجہ سے ان کی نصرت فرمائے اور آپؐ کی موجودگی کے باعث خوف و خطر کے موقع سے محفوظ رہیں۔

حضرت کا ارشاد جب احمرار باس ہوتا تھا (جس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ جنگ سرخ ہو جاتی تھی) یہ کنایہ ہے جنگ کی شدت و سختی سے اور اس کی توجیہ میں چند اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔ مگر ان میں سب سے بہتر قول یہ ہے، کہ آپ نے جنگ کی تیزی اور گرمی کو آگ سے تشبیہ دی ہے۔ جو اپنے اثر اور رنگ دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سرخی لیے ہوتی ہے، اور اس معنی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے دن قبیلۂ بنی ہوازن کی جنگ میں لوگوں کو جنگ کرتے دیکھا، تو فرمایا! اب وطیس گرم ہو گیا، وطیس اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں آگ جلائی جائے۔ اس مقام پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے میدان کارزار کی گرم بازاری کو آگ کے بھڑکنے اور اس کے لپکوں کی تیزی سے تشبیہ دی ہے۔

انقضی هٰذا الفصل، ورجعنا الی سنن الغرض الاوّل فی هٰذا الباب؛

یہ فصل تمام ہو گئی۔ اب ہم اس باب میں پہلے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں!

۲۶۱۔ وقال علیہ السلام، لما بلغہ اغارۃ اصحاب معاویۃ علی الانبار: فخرج بنفسہ ماشیًا حتّٰی اُتی النخیلۃ فادرکہ الناس، وقالوا یا امیرالمومنین نحن نکفیکھم فقال: مَا تَکْفُوْنَنِیْ اَنْفُسَکُمْ فَکَیْفَ تَکْفُوْنَنِیْ غَیْرَکُمْ؟ اِنْ کَانَتِ الرَّعَایَا قَبْلِیْ لَتَشْکُوْا حَیْفَ رُعَاتِھَا، وَاِنَّنِی الْیَوْمَ لَاَشْکُوْ حَیْفَ رَعِیَّتِیْ، کَاَنَّنِی الْمَقُوْدُ وَھُمُ الْقَادَۃُ اَوِ الْمَوْزُوْعُ وَھُمُ الْوَزَعَۃُ۔

فلما قال علیہ السلام ھٰذا القول فی کلام طویل قد ذکرنا مختارہ فی جملۃ الخطب تقدم الیہ رجلان من اصحابہ فقال احدھما: انی لا املك إلا نفسی واخی فمرنا بامرك یا امیرالمؤمنین ننفذ لہ فقال علیہ السلام: وَاَیْنَ تَقَعَانِ مِمَّا اُرِیْدُ؟

(۲۶۱) جب امیرالمومنین علیہ السّلام کو یہ اطلاع ملی کہ معاویہ کے ساتھیوں نے (شہر) انبار پر دھاوا کیا ہے تو آپ بنفس نفیس پیادہ پا چل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ نخیلہ تک پہنچ گئے، اتنے میں لوگ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے یا امیرالمومنین! ہم دشمن سے نپٹ لیں گے، آپ کے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں، آپ نے فرمایا کہ تم اپنے سے تو میرا بچاؤ کر نہیں سکتے دوسروں سے کیا بچاؤ کرو گے۔ مجھ سے پہلے رعایا اپنے حاکموں کے ظلم و جور کی شکایت کیا کرتی تھی۔ مگر میں آج اپنی رعیت کی زیادتیوں کا گلہ کرتا ہوں، گویا کہ میں رعیت ہوں اور وہ حاکم اور میں حلقہ بگوش ہوں اور وہ فرمانروا۔

(سیّد رضی کہتے ہیں کہ) جب امیرالمومنین علیہ السّلام نے ایک طویل کلام کے ذیل میں کہ جس کا منتخب حصہ ہم خطب میں درج کر چکے ہیں یہ کلمات ارشاد فرمائے تو آپ کے اصحاب میں سے دو شخص اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ مجھے اپنی ذات اور اپنے بھائی کے علاوہ کسی پر اختیار نہیں تو آپ ہمیں حکم دیں ہم اسے بجالائیں گے جس پر حضرت نے فرمایا کہ میں جو چاہتا ہوں، وہ تم دو آدمیوں سے کہاں سرانجام پا سکتا ہے؟

۲۶۲۔ وقیل ان الحارث بن حوط اتاہ فقال: أَتَرانی اظن أَصحاب الجمل کانوا علی ضلالۃ؟

فقال علیہ السلام: یَا حَارِثُ، اِنَّكَ

(۲۶۲) بیان کیا گیا ہے کہ حارث ابن حوط حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا آپ کے خیال میں مجھے اس کا گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اصحاب جمل گمراہ تھے؟

حضرت نے فرمایا کہ اے حارث! تم نے نیچے کی طرف دیکھا،

نَظَرْتَ تَحْتَكَ وَلَمْ تَنْظُرْ فَوْقَكَ فَحِرْتَ! إِنَّكَ لَمْ تَعْرِفِ الْحَقَّ فَتَعْرِفَ مَنْ أَتَاهُ، وَلَمْ تَعْرِفِ الْبَاطِلَ فَتَعْرِفَ مَنْ أَتَاهُ، فقال الحارث: فانی اعتزل مع سعد بن مالك وعبد الله بن عمر؟ فقال علیه السلام: إِنَّ سَعْدًا وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ يَنْصُرَا الْحَقَّ وَلَمْ يَخْذُلَا الْبَاطِلَ۔

اُوپر کی طرف نگاہ نہیں ڈالی، جس کے نتیجہ میں تم حیران و سرگردان ہوگئے ہو، تم حق ہی کو نہیں جانتے کہ حق والوں کو جانو اور باطل ہی کو نہیں پہچانتے کہ باطل کی راہ پر چلنے والوں کو پہچانو۔

حارث نے کہا کہ میں سعد ابن مالک اور عبداللہ ابن عمر کے ساتھ گوشہ گزیں ہو جاؤں گا۔

حضرت نے فرمایا کہ!

سعد اور عبداللہ ابن عمر نے حق کی مدد کی، اور نہ باطل کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔

❊ ❊ ❊

سعد ابن مالک (سعد بن ابی وقاص) اور عبداللہ ابن عمر ان لوگوں میں سے تھے جو امیرالمومنین کی رفاقت و ہمنوائی سے مُنہ موڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ سعد ابن ابی وقاص تو حضرت عثمان کے قتل کے بعد ایک صحرا کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں زندگی گزار دی، اور حضرت کی بیعت نہ کرنا تھی نہ کی اور عبداللہ ابن عمر نے اگرچہ بیعت کر لی تھی۔ مگر جنگوں میں حضرت کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا اور عذر یہ پیش کیا تھا کہ میں عبادت کے لیے گوشہ گزینی اختیار کر چکا ہوں، اب حرب و پیکار سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتا ؎

عذرہائے ایں چنیں نزد خرد ۔۔۔ بیشکے عذرے است بدتر از گناہ

۲۶۳۔ وقال علیہ السلام: صَاحِبُ السُّلْطَانِ كَرَاكِبِ الْأَسَدِ: يُغْبَطُ بِمَوْقِعِهِ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَوْضِعِهِ۔

(۲۶۳) بادشاہ کا ندیم و مصاحب ایسا ہے جیسے شیر پر سوار ہونے والا کہ اس کے مرتبہ پر رشک کیا جاتا ہے، وُہ اپنے موقف سے خوب واقف ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جسے بارگاہ سلطانی میں تقرب حاصل ہوتا ہے لوگ اس کے جاہ و منصب اور عزت و اقبال کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، مگر خود اُسے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں بادشاہ کی نظریں اس سے پھر نہ جائیں اور وُہ ذلت و رسوائی یا موت و تباہی کے گڑھے میں نہ جا پڑے۔ جیسے شیر سوار کہ لوگ اس سے مرعوب ہوتے ہیں اور وُہ اس خطرہ میں گھرا ہوتا ہے کہ کہیں یہ شیر اُسے پھاڑ نہ کھائے یا کسی مہلک گڑھے میں نہ جا گرائے۔

۲۶۴۔ وقال علیہ السلام: أَحْسِنُوا فِي

(۲۶۴) دوسروں کے پسماندگان سے بھلائی کرو۔

عَقِبِ غَيْرِكُمْ تُحْفَظُوا فِي عَقِبِكُمْ۔

تاکہ تمہارے پسماندگان پر بھی نظر شفقت پڑے ۔

---

۲۶۵ ۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ كَلاَمَ الْحُكَمَاءِ إِنْ كَانَ صَوَاباً كَانَ دَوَاءً، وَإِذَا كَانَ خَطَأً كَانَ دَاءً۔

(۲۶۵) جب حکماء کا کلام صحیح ہو تو وہ دوا ہے اور غلط ہو تو سراسر مرض ہے ۔

علمائے مصلحین کا طبقہ اصلاح کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے، اور افساد کا بھی کیونکہ عوام ان کے زیر اثر ہوتے ہیں اور ان کے قول وعمل کو صحیح ومعیاری سمجھتے ہوئے اس سے استناد کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ان کی تعلیم اصلاح کی حامل ہوگی، تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد صلاح ورشد سے آراستہ ہو جائیں گے اور اگر اس میں خرابی ہوگی تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد گمراہی وبے راہروی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب عالم میں فساد رونما ہوتا ہے، تو اس فساد کا اثر ایک دنیا پر پڑتا ہے ۔

---

۲۶۶ ۔ وسألہ رجل ان یعرفہ الایمان فقال علیہ السلام: إِذَا كَانَ الْغَدُ فَأْتِنِي حَتَّى أُخْبِرَكَ عَلَى أَسْمَاعِ النَّاسِ، فَإِنْ نَسِيتَ مَقَالَتِي حَفِظَهَا عَلَيْكَ غَيْرُكَ، فَإِنَّ الْكَلاَمَ كَالشَّارِدَةِ يَنْقُفُهَا هٰذَا وَيُخْطِئُهَا هٰذَا۔

وقد ذکرنا ما أجابہ بہ فیما تقدم من ھذا الباب وھو قولہ "الایمان علی اربع شعب"۔

(۲۶۶) حضرت سے ایک شخص نے سوال کیا، کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کل میرے پاس آنا تاکہ میں تمہیں اس موقع پر بتاؤں کہ دوسرے لوگ بھی سن سکیں کہ اگر تم بھول جاؤ تو دوسرے یاد رکھیں۔ اس لیے کہ کلام بھڑکے ہوئے شکار کے مانند ہوتا ہے کہ ایک کی گرفت میں آجاتا ہے اور دوسرے کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس کے بعد جو جواب دیا وہ آپ کا یہ ارشاد تھا کہ "الایمان علی اربع شعب" (ایمان کی چار قسمیں ہیں)

---

۲۶۷ ۔ وقال علیہ السلام: يَا ابْنَ آدَمَ، لاَ تَحْمِلْ هَمَّ يَوْمِكَ الَّذِي لَمْ يَأْتِكَ عَلَى يَوْمِكَ الَّذِي قَدْ أَتَاكَ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ مِنْ عُمُرِكَ يَأْتِ اللهُ فِيهِ بِرِزْقِكَ۔

(۲۶۷) اے فرزند آدم! اس دن کی فکر کا بار جو ابھی آیا نہیں، آج کے اپنے دن پر نہ ڈال کہ جو آچکا ہے۔ اس لیے کہ اگر ایک دن بھی تیری عمر کا باقی ہوگا، تو اللہ تیرا رزق تجھ تک پہنچائے گا۔

٢٦٨ - وقال عليه السلام: أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَّا، عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَّا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَّا، عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَّا۔

(٢٦٨) اپنے دوست سے بس ایک حد تک محبت کرو کیونکہ شاید کسی دن وہ تمہارا دشمن ہو جائے اور دشمن کی دشمنی بس ایک حد میں رکھو ہو سکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دوست ہو جائے۔

---

٢٦٩ - وقال عليه السلام: النَّاسُ فِي الدُّنْيَا عَامِلَانِ: عَامِلٌ عَمِلَ (فِي الدُّنْيَا) لِلدُّنْيَا قَدْ شَغَلَتْهُ دُنْيَاهُ عَنْ آخِرَتِهِ، يَخْشَى عَلَى مَنْ يَخْلُفُهُ الْفَقْرَ وَيَأْمَنُهُ عَلَى نَفْسِهِ، فَيُفْنِي عُمُرَهُ فِي مَنْفَعَةِ غَيْرِهِ، وَعَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا فَجَاءَهُ الَّذِي لَهُ مِنَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ عَمَلٍ، فَأَحْرَزَ الْحَظَّيْنِ مَعًا، وَمَلَكَ الدَّارَيْنِ جَمِيعًا فَأَصْبَحَ وَجِيهًا عِنْدَ اللهِ، لَا يَسْأَلُ اللهَ حَاجَةً فَيَمْنَعُهُ۔

(٢٦٩) دنیا میں کام کرنے والے دو قسم کے ہیں ایک وہ جو دنیا کے لیے سرگرم عمل رہتا ہے اور اسے دنیا نے آخرت سے روک رکھا ہے۔ وہ اپنے پسماندگان کے لیے فقر و فاقہ کا خوف کرتا ہے مگر اپنی تنگدستی سے مطمئن ہے تو وہ دوسروں کے فائدہ ہی میں پوری عمر بسر کر دیتا ہے اور ایک وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اس کے لیے عمل کرتا ہے تو اسے تگ و دو کیے بغیر دنیا بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں حصول کو سمیٹ لیتا ہے اور دونوں گھروں کا مالک بن جاتا ہے وہ اللہ کے نزدیک باوقار ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی حاجت نہیں مانگتا جو اللہ پوری نہ کرے۔

---

٢٧٠ - وروي أنه ذكر عند عمر بن الخطاب في أيامه حلي الكعبة وكثرته، فقال قوم: لو أخذته فجهزت به جيوش المسلمين كان أعظم للأجر وما تصنع الكعبة بالحلي؟ فهم عمر بذلك، وسأل أمير المؤمنين عليه السلام۔

فقال عليه السلام: إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْوَالُ أَرْبَعَةٌ، أَمْوَالُ الْمُسْلِمِينَ فَقَسَّمَهَا

(٢٧٠) بیان کیا گیا ہے کہ عمر ابن خطاب کے سامنے خانہ کعبہ کے زیورات اور سامان کی کثرت کا ذکر ہوا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ ان زیورات کو لے لیں اور انہیں مسلمانوں کے لشکر پر صرف کر کے ان کی روانگی کا سامان کریں تو زیادہ باعث اجر ہوگا، خانہ کعبہ کو ان زیورات کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ عمر نے اس کا ارادہ کر لیا اور امیر المومنین علیہ السلام سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔

آپ نے فرمایا کہ جب قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو اس وقت چار قسم کے اموال تھے، ایک مسلمانوں

بَيْنَ الْوَرَثَةِ فِي الْفَرَائِضِ وَالْفَيْءُ نَقْسِمُهُ عَلَى مُسْتَحِقِّيْهِ وَالْخُمُسُ فَوَضَعَهُ اللهُ حَيْثُ وَضَعَهُ وَالصَّدَقَاتُ فَجَعَلَهَا اللهُ حَيْثُ جَعَلَهَا، وَكَانَ حَلْيُ الْكَعْبَةِ فِيْهَا يَوْمَئِذٍ، فَتَرَكَهُ اللهُ عَلَى حَالِهِ، وَلَمْ يَتْرُكْهُ نِسْيَانًا، وَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ مَكَانًا، فَاَقِرَّهُ حَيْثُ أَقَرَّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ۔ فقال له عمر: لولاك لا فتضحنا و ترك الحلي بحاله۔

کا ذاتی مال تھا، اُسے آپ نے ان کے وارثوں میں ان کے حصّہ کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ دُوسرا مال غنیمت تھا اُسے اس کے مستحقین پر تقسیم کیا۔ تیسرا مال خُمس تھا، اس مال کے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف مقرر کر دیئے۔ چوتھے زکواۃ و صدقات تھے، انہیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو ان کا مصرف ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے زیورات اس زمانہ میں بھی موجود تھے لیکن اللہ نے ان کو ان کے حال پر رہنے دیا اور ایسا بھولے سے تو نہیں ہُوا، اور نہ ان کا وجود اس پر پوشیدہ تھا۔ لہٰذا آپ بھی انہیں وہیں رہنے دیجئے جہاں اللہ اور اس کے رسُولؐ نے انہیں رکھا ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم رسُوا ہو جاتے اور زیورات ان کی حالت پر رہنے دیا۔

﷽ ﷽ ﷽

۲۷۱۔ وروی انه علیه السلام رفع الیه رجلان سرقا من مال الله احدهما عبد من مال الله، و الآخر من عرض الناس فقال علیه السّلام: أَمَّا هٰذَا فَهُوَ مِنْ مَالِ اللهِ وَلَا حَدَّ عَلَيْهِ، مَالُ اللهِ أَكَلَ بَعْضُهُ بَعْضًا وَ أَمَّا الْآخَرُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ (الشَّدِيْدُ) فَقَطَعَ يَدَهُ۔

(۲۷۱) روایت کی گئی ہے کہ حضرت کے سامنے دو آدمیوں کو پیش کیا گیا جنھوں نے بیت المال میں چوری کی تھی ایک تو ان میں غلام اور خود بیت المال کی ملکیت تھا، اور دوسرا لوگوں میں سے کسی کی ملکیت میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ غلام جو بیت المال کا ہے اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی، کیونکہ اللہ کا مال اللہ کے مال ہی نے کھایا ہے لیکن دوسرے پر حد جاری ہوگی" چنانچہ اس کا ہاتھ قطع کر دیا۔

۲۷۲۔ وقال علیه السلام: لَوْ قَدِ اسْتَوَتْ قَدَمَايَ مِنْ هٰذِهِ الْمَدَاحِضِ لَغَيَّرْتُ أَشْيَاءَ۔

(۲۷۲) اگر ان پھسلنوں سے بچ کر میرے پیر جم گئے تو میں بہت سی چیزوں میں تبدیلی کر دوں گا۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پیغمبر اسلام کے بعد دین میں تغیرات رونما ہونا شروع ہو گئے اور کچھ افراد نے قیاس و رائے سے کام لے کر احکام شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی بنیاد ڈال دی۔ حالانکہ حکم شرعی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا، کہ وہ قرآن و سنت کے واضح احکام کو ٹھکرا کر اپنے قیاسی احکام کا نفاذ کرے۔ چنانچہ قرآن کریم میں طلاق کی یہ واضح

صورت بیان ہوئی ہے کہ الطلاق مرّتٰن طلاق (رجعی کہ جس میں بغیر محلل کے رجوع ہو سکتی ہے) دو مرتبہ ہے، مگر حضرت عمر نے بعض مصالح کے پیش نظر ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح میراث میں عول کا طریقہ رائج کیا اور نماز جنازہ میں چار تکبیروں کو رواج دیا یونہی حضرت عثمان نے نماز جمعہ میں ایک اذان بڑھا دی اور قصر کے موقع پر پوری نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور نماز عید میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا اور اسی طرح کے بے شمار احکام وضع کر لیے گئے جس سے صحیح احکام بھی غلط احکام کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتماد بن گئے۔

امیرالمومنین علیہ السّلام جو شریعت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے وہ ان احکام کے خلاف احتجاج کرتے اور صحابہ کے خلاف اپنی رائے رکھتے تھے چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ:

ولسنا نشك انه كان يذهب فى الاحكام الشرعية والقضايا الى اشياء يخالف فيها اقوال الصّحابة۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۸۳)

ہمارے لیے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ امیرالمومنین شرعی احکام و قضایا میں صحابہ کے خلاف رائے رکھتے تھے۔

جب حضرت ظاہری خلافت پر متمکن ہوئے تو ابھی آپ کے قدم پوری طرح سے جمنے نہ پائے تھے کہ چاروں طرف سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان الجھنوں سے آخر وقت تک چھٹکارا حاصل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تبدیل شدہ احکام میں پوری طرح ترمیم نہ ہو سکی، اور مرکز سے دور علاقوں میں بہت سے غلط سلط احکام رواج پا گئے۔ البتہ وہ طبقہ جو آپ سے وابستہ تھا، وہ آپ سے احکام شریعت کو دریافت کرتا تھا، اور انہیں محفوظ رکھتا جس کی وجہ سے صحیح احکام نابود اور غلط مسائل ہمہ گیر نہ ہو سکے۔

۲۷۳۔ وقال علیہ السلام: اِعْلَمُوْا عِلْمًا يَقِيْنًا اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِلْعَبْدِ۔ وَاِنْ عَظُمَتْ حِيْلَتُهٗ، وَاشْتَدَّتْ طِلْبَتُهٗ وَقَوِيَتْ مَكِيْدَتُهٗ۔ اَكْثَرَ مِمَّا سُمِّيَ لَهٗ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، وَلَمْ يَحُلْ بَيْنَ الْعَبْدِ فِيْ ضَعْفِهٖ وَقِلَّةِ حِيْلَتِهٖ، وَبَيْنَ اَنْ يَّبْلُغَ مَا سُمِّيَ لَهٗ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، وَالْعَارِفُ لِهٰذَا الْعَامِلُ بِهٖ اَعْظَمُ النَّاسِ رَاحَةً فِيْ مَنْفَعَةٍ، وَالتَّارِكُ لَهُ الشَّاكُّ

(۲۷۳) پورے یقین کے ساتھ اس امر کو جانے رہو کہ اللہ سبحانہ نے کسی بندے کے لیے چاہے اس کی تدبیریں بہت زبردست، اس کی جستجو شدید اور اس کی ترکیبیں طاقتور ہوں اس سے زائد رزق قرار دیا جتنا کہ تقدیر الٰہی میں اس کے لیے مقرر ہو چکا ہے اور کسی بندے کے لیے اس کی کمزوری و بے چارگی کی وجہ سے لوح محفوظ میں اس کے مقررہ رزق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا آسودہ و منفعت کی راحتوں میں سب لوگوں سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسے نظر انداز کرنے اور اس میں شک و شبہ کرنے والا سب لوگوں

فِيهِ أَعْظَمُ النَّاسِ شُغُلًا فِي مَضَرَّةٍ، وَرُبَّ مُنْعَمٍ عَلَيْهِ مُسْتَدْرَجٌ بِالنُّعْمَى، وَرُبَّ مُبْتَلًى مَصْنُوعٌ لَهُ بِالْبَلْوَى، فَزِدْ أَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ فِي شُكْرِكَ، وَقَصِّرْ مِنْ عَجَلَتِكَ، وَقِفْ عِنْدَ مُنْتَهَى رِزْقِكَ۔

سے زیادہ زباں کاری میں مبتلا ہے بہت سے وہ جنھیں نعمتیں ملی ہیں، نعمتوں کی بدولت کم کم عذاب کے نزدیک کئے جا رہے ہیں، اور بہت سوں کے ساتھ فقر وفاقہ کے پردہ میں اللہ کا لطف وکرم شامل حال ہے لہٰذا اے سننے والے شکر زیادہ اور جلد بازی کم کر اور جو تیری روزی کی حد ہے اس پر ٹھہرا رہ۔

۲۷۴۔ وقال علیہ السلام: لَا تَجْعَلُوا عِلْمَكُمْ جَهْلًا، وَيَقِينَكُمْ شَكًّا، إِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوا، وَإِذَا تَيَقَّنْتُمْ فَأَقْدِمُوا۔

(۲۷۴) اپنے علم کو جہل اور اپنے یقین کو شک نہ بناؤ جب جان لیا تو عمل کرو، اور جب یقین پیدا ہو گیا تو آگے بڑھو

علم ویقین کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اگر اس کے مطابق عمل ظہور میں نہ آئے تو اُسے علم و یقین سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے یقین ہے کہ فلاں راستہ میں خطرات ہیں اور وہ بے خطر راستہ کو چھوڑ کر اسی پر خطر راستہ میں راہ پیمائی کرے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس راہ کے خطرات پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ اس یقین کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اس راستہ پر چلنے سے احتراز کرتا۔ اسی طرح جو شخص حشر ونشر اور عذاب وثواب پر یقین رکھتا ہو وہ دنیا کی غفلتوں سے مغلوب ہو کر آخرت کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ عذاب وعقاب کے خوف سے عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

۲۷۵۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ الطَّمَعَ مُورِدٌ غَيْرُ مُصْدِرٍ، وَضَامِنٌ غَيْرُ وَفِيٍّ، وَرُبَّمَا شَرِقَ شَارِبُ الْمَاءِ قَبْلَ رِيِّهِ، وَكُلَّمَا عَظُمَ قَدْرُ الشَّيْءِ الْمُتَنَافَسِ فِيهِ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ لِفَقْدِهِ، وَالْأَمَانِيُّ تُعْمِي أَعْيُنَ الْبَصَائِرِ، وَالْحَظُّ يَأْتِي مَنْ لَا يَأْتِيهِ۔

(۲۷۵) طمع گھاٹ پر اُتارتی ہے، مگر سیراب کئے بغیر پلٹا دیتی ہے۔ ذمہ داری کا بوجھ اُٹھاتی ہے مگر اسے پورا نہیں کرتی۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی پینے والے کو پینے سے پہلے ہی اچھو ہو جاتا ہے اور جتنی کسی مرغوب و پسندیدہ چیز کی قدر ومنزلت زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اسے کھو دینے کا رنج زیادہ ہوتا ہے۔ آرزوئیں دیدۂ بصیرت کو اندھا کر دیتی ہیں، اور جو نصیب میں ہوتا ہے پہنچنے کی کوشش کئے بغیر مل جاتا ہے۔

۲۷۶۔ وقال علیہ السلام: اَللّٰهُمَّ إِنِّي

(۲۷۶) اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس

أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ تَحْسُنَ فِي لَامِعَةِ الْعُيُونِ عَلَانِيَتِي، وَتَقْبُحَ فِيمَا أُبْطِنُ لَكَ سَرِيرَتِي، مُحَافِظاً عَلَى رِئَاءِ النَّاسِ مِنْ نَفْسِي بِجَمِيعِ مَا أَنْتَ مُطَّلِعٌ عَلَيْهِ مِنِّي، فَأُبْدِيَ لِلنَّاسِ حُسْنَ ظَاهِرِي، وَأُفْضِيَ إِلَيْكَ بِسُوءِ عَمَلِي، تَقَرُّباً إِلَى عِبَادِكَ، وَتَبَاعُداً مِنْ مَرْضَاتِكَ۔

سے کہ میرا ظاہر لوگوں کی چشم ظاہر بیں بہتر ہو اور جو اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہوں، وہ تیری نظروں میں برا ہو۔ دراں حالیکہ میں لوگوں کے دکھاوے کے لیے اپنے نفس کی ان چیزوں سے نگہداشت کروں۔ کہ جن سب پر تو آگاہ ہے۔ اس طرح لوگوں کے سامنے تو ظاہر کے اچھا ہونے کی نمائش کروں، اور تیرے سامنے اپنی بداعمالیوں کو پیش کرتا رہوں جس کے نتیجہ میں تیرے بندوں سے تقرب حاصل کروں، اور تیری خوشنودیوں سے دور ہی ہوتا چلا جاؤں۔

۲۷۷۔ وقال علیہ السلام: لَا وَالَّذِي أَمْسَيْنَا مِنْهُ فِي غُبْرِ لَيْلَةٍ دَهْمَاءَ تَكْشِرُ عَنْ يَوْمٍ أَغَرَّ مَا كَانَ كَذَا وَكَذَا۔

(۲۷۷) کسی موقع پر قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کی بدولت ہم نے ایسی شب تار کے باقی ماندہ حصہ کو بسر کر دیا جس کے پھٹتے ہی روز درخشاں ظاہر ہوگا ایسا اور ایسا نہیں ہوا۔

۲۷۸۔ وقال علیہ السلام: قَلِيلٌ تَدُومُ عَلَيْهِ أَرْجَى مِنْ كَثِيرٍ مَمْلُولٍ۔ (منہ)

(۲۷۸) وہ تھوڑا عمل جو پابندی سے بجالایا جاتا ہے زیادہ فائدہ مند ہے اس کثیر عمل سے کہ جس سے دل اکتا جائے۔

۲۷۹۔ وقال علیہ السلام: إِذَا أَضَرَّتِ النَّوَافِلُ بِالْفَرَائِضِ فَارْفُضُوهَا۔

(۲۷۹) جب مستحبات فرائض میں سدراہ ہوں، تو انہیں چھوڑ دو۔

۲۸۰۔ وقال علیہ السلام: مَنْ تَذَكَّرَ بُعْدَ السَّفَرِ اسْتَعَدَّ۔

(۲۸۰) جو سفر کی دوری کو پیش نظر رکھتا ہے وہ کمربستہ رہتا ہے۔

۲۸۱۔ وقال علیہ السلام: لَيْسَتِ الرُّؤْيَةُ

(۲۸۱) آنکھوں کا دیکھنا حقیقت میں دیکھنا نہیں۔

كالمعاينة مع الأبصار، فقد تكذب العيون أهلها، ولا يغش العقل من استنصحه۔

کیونکہ آنکھیں کبھی اپنے اشخاص سے غلط بیانی بھی کر جاتی ہیں، اگر عقل اس شخص کو جو اس سے نصیحت چاہے کبھی فریب نہیں دیتی ۔

---

۲۸۲ ۔ وقال علیہ السلام: بينكم وبين الموعظة حجاب من الغرة ۔

(۲۸۲) تمہارے اور پند و نصیحت کے درمیان غفلت کا ایک بڑا پردہ حائل ہے ۔

---

۲۸۳ ۔ وقال علیہ السلام: جاهلكم مزداد، وعالمكم مسوّف ۔

(۲۸۳) تمہارے جاہل دولت زیادہ پا جاتے ہیں اور عالم آئندہ کے توقعات میں مبتلا رکھے جاتے ہیں ۔

---

۲۸۴ ۔ وقال علیہ السلام: قطع العلم عذر المتعللين ۔

(۲۸۴) علم کا حاصل ہو جانا، بہانے کرنے والوں کے عذر کو ختم کر دیتا ہے ۔

---

۲۸۵ ۔ وقال علیہ السلام: كل معاجل يسأل الإنظار، وكل مؤجل يتعلل بالتسويف ۔

(۲۸۵) جسے جلدی سے موت آ جاتی ہے وہ مہلت کا خواہاں ہوتا ہے، اور جسے مہلت زندگی دی گئی ہے وہ ٹال مٹول کرتا رہتا ہے ۔

---

۲۸۶ ۔ وقال علیہ السلام: ما قال الناس لشيء "طوبى له" إلا وقد خبأ له الدهر يوم سوء ۔

(۲۸۶) لوگ کسی شے پر "واہ واہ" نہیں کرتے مگر یہ کہ زمانہ اس کے لیے ایک برا دن چھپائے ہوئے رہے ۔

---

۲۸۷ ۔ وسئل عن القدر فقال: طريق مظلم فلا تسلكوه، وبحر عميق فلا تلجوه، وسر الله فلا تتكلفوه ۔

(۲۸۷) آپ سے قضاؤ قدر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ ایک تاریک راستہ ہے، اس میں قدم نہ اٹھاؤ، ایک گہرا سمندر ہے، اس میں نہ اترو اللہ کا ایک راز ہے، اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ ۔

---

۲۸۸ ۔ وقال علیہ السلام: إذا أرذل الله

(۲۸۸) اللہ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اُسے

۲۸۹۔ وقال علیہ السلام: كَانَ لِيْ فِيْمَا مَضَى اَخٌ فِي اللّٰهِ، وَكَانَ يُعْظِمُهٗ فِيْ عَيْنِيْ صِغَرُ الدُّنْيَا فِيْ عَيْنِهٖ، وَكَانَ خَارِجًا مِنْ سُلْطَانِ بَطْنِهٖ فَلَا يَشْتَهِيْ مَا لَا يَجِدُ وَلَا يُكْثِرُ اِذَا وَجَدَ، وَكَانَ اَكْثَرَ دَهْرِهٖ صَامِتًا، فَاِنْ قَالَ بَذَّ الْقَائِلِيْنَ وَنَقَعَ غَلِيْلَ السَّائِلِيْنَ، وَكَانَ ضَعِيْفًا مُسْتَضْعَفًا! فَاِنْ جَآءَ الْجِدُّ فَهُوَ لَيْثُ غَابٍ وَصِلُّ وَادٍ، لَا يُدْلِيْ بِحُجَّةٍ حَتّٰى يَاْتِيَ قَاضِيًا، وَكَانَ لَا يَلُوْمُ اَحَدًا عَلٰى مَا يَجِدُ الْعُذْرَ فِيْ مِثْلِهٖ حَتّٰى يَسْمَعَ اعْتِذَارَهٗ۔ وَكَانَ لَا يَشْكُوْ وَجَعًا اِلَّا عِنْدَ بُرْئِهٖ، وَكَانَ يَقُوْلُ مَا يَفْعَلُ وَلَا يَقُوْلُ مَا لَا يَفْعَلُ، وَكَانَ اِذَا غُلِبَ عَلَى الْكَلَامِ لَمْ يُغْلَبْ عَلَى السُّكُوْتِ، وَكَانَ عَلٰى مَا يَسْمَعُ اَحْرَصَ مِنْهُ عَلٰى اَنْ يَتَكَلَّمَ، وَكَانَ اِذَا بَدَهَهٗ اَمْرَانِ يَنْظُرُ اَيُّهُمَا اَقْرَبُ اِلَى الْهَوٰى فَخَالَفَهٗ، فَعَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْخَلَائِقِ فَالْزَمُوْهَا وَتَنَافَسُوْا فِيْهَا، فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِيْعُوْهَا فَاعْلَمُوْا اَنَّ اَخْذَ الْقَلِيْلِ خَيْرٌ مِنْ تَرْكِ الْكَثِيْرِ۔

(۲۸۹) عہد ماضی میں میرا ایک دینی بھائی تھا اور وہ میری نظروں میں اس وجہ سے باعزت تھا کہ دنیا اس کی نظروں میں پست و حقیر تھی۔ اس پر پیٹ کے تقاضے مسلط نہ تھے۔ لہٰذا جو چیز اسے میسر نہ تھی اس کی خواہش نہ کرتا تھا اور جو چیز میسر تھی اُسے ضرورت سے زیادہ صرف میں نہ لاتا تھا۔ وہ اکثر اوقات خاموش رہتا تھا اور اگر بولتا تھا تو بولنے والوں کو چپ کر دیتا تھا اور سوال کرنے والوں کی پیاس بجھا دیتا تھا۔ یوں تو وہ عاجز و کمزور تھا، مگر جہاد کا موقع آجائے تو وہ شیر بیشہ اور وادی کا اژدہا تھا وہ جو دلیل و برہان پیش کرتا تھا وہ فیصلہ کن ہوتی تھی۔ وہ ان چیزوں میں کہ جن میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی، کسی کو سرزنش نہ کرتا تھا جب تک کہ اس کے عذر معذرت کو سُن نہ لے وہ کسی درد و تکلیف کا ذکر نہ کرتا تھا، مگر اس وقت کہ جب اس سے چھٹکارا پا لیتا تھا، وہ جو کرتا تھا، وہی کہتا تھا اور جو نہیں کرتا تھا وہ اسے کہتا نہیں تھا، اگر بولنے میں اس پر کبھی غلبہ پا بھی لیا جائے تو خاموشی میں اس پر غلبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ بولنے سے زیادہ سننے کا خواہشمند رہتا تھا اور جب اچانک اس کے سامنے دو چیزیں آ جاتی تھیں تو دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں سے ہوائے نفس کے زیادہ قریب کون ہے تو وہ اس کی مخالفت کرتا تھا۔ لہٰذا تمہیں ان عادات و خصائل کو حاصل کرنا چاہیئے اور ان پر عمل پیرا اور ان کا خواہشمند رہنا چاہیئے اگر ان تمام کا حاصل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہو تو اس بات کو جانے رہو کہ تھوڑی سی چیز حاصل کرنا پورے کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

حضرت نے اس کلام میں جس شخص کو بھائی کے لفظ سے یاد کرتے ہوئے اس کے عادات و خصائل کا تذکرہ کیا ہے

اس سے بعض نے حضرت ابوذر غفاری بعض نے عثمان ابن مظعون اور بعض نے مقداد ابن اسود کو مراد لیا ہے مگر بعید نہیں کہ اس سے کوئی فردِ خاص مراد نہ ہو کیونکہ عرب کا یہ عام طریقہ کلام ہے کہ وہ اپنے کلام میں بھائی یا ساتھی کا ذکر کر جاتے ہیں، اور کوئی معین شخص ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔

۲۹۰۔ وقال علیہ السلام: لَوْ لَمْ یَتَوَعَّدِ اللّٰہُ عَلٰی مَعْصِیَتِہٖ لَکَانَ یَجِبُ اَنْ لَا یُعْصٰی شُکْرًا لِنِعَمِہٖ۔

(۲۹۰) اگر خداوند عالم نے اپنی معصیت کے عذاب سے نہ ڈرایا ہوتا، جب بھی اس کی نعمتوں پر شکر کا تقاضا یہ تھا، کہ اس کی معصیت نہ کی جائے۔

۲۹۱۔ وقال علیہ السلام: وقد عزی الاشعث بن قیس عن ابن لہ:۔

یَا اَشْعَثُ، اِنْ تَحْزَنْ عَلَی ابْنِكَ فَقَدِ اسْتَحَقَّتْ مِنْكَ ذٰلِكَ الرَّحِمُ، وَ اِنْ تَصْبِرْ فَفِی اللّٰہِ مِنْ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ خَلَفٌ۔ یَا اَشْعَثُ، اِنْ صَبَرْتَ جَرٰی عَلَیْكَ الْقَدَرُ وَ اَنْتَ مَاْجُوْرٌ؛ وَ اِنْ جَزِعْتَ جَرٰی عَلَیْكَ الْقَدَرُ وَ اَنْتَ مَاْزُوْرٌ، (یَا اَشْعَثُ) اِبْنُكَ سَرَّكَ وَ ھُوَ بَلَاءٌ وَ فِتْنَۃٌ وَحَزَنَكَ وَ ھُوَ ثَوَابٌ وَ رَحْمَۃٌ۔

(۲۹۱) اشعث ابن قیس کو اس کے بیٹے کا پُرسا دیتے ہوئے فرمایا:۔

اے اشعث! اگر تم اپنے بیٹے پر رنج و ملال کرو تو یہ خون کا رشتہ اس کا سزاوار ہے، اور اگر صبر کرو تو اللہ کے نزدیک ہر مصیبت کا عوض ہے۔ اے اشعث! اگر تم نے صبر کیا تو تقدیرِ الٰہی نافذ ہوگی اس حال میں کہ تم اجر و ثواب کے حقدار ہو گے اور اگر چیخے چلائے، جب بھی حکم قضا جاری ہو کر رہے گا۔ مگر اس حال میں کہ تم پر گناہ کا بوجھ ہوگا تمہارے لیے بیٹا مسرت کا سبب ہوا حالانکہ وہ ایک زحمت و آزمائش تھا اور تمہارے لیے رنج و اندوہ کا سبب ہوا حالانکہ وہ امر نے تمہارے لیے اجر و رحمت کا باعث ہوا ہے۔

۲۹۲۔ وقال علیہ السلام علی قبر رسول اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ ساعۃ دفن:۔

اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِیْلٌ اِلَّا عَنْكَ، وَ اِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِیْحٌ اِلَّا عَلَیْكَ، وَ اِنَّ الْمُصَابَ بِكَ لَجَلِیْلٌ، وَ اِنَّہٗ قَبْلَكَ وَ بَعْدَكَ

(۲۹۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے۔

صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپ کے غم کے اور بیتابی و بیقراری عموماً بری چیز ہے سوائے آپ کی وفات کے اور بلاشبہ آپ کی موت کا صدمہ عظیم ہے، اور آپ سے پہلے اور آپ کے

تَجَلَّلُ ۔

بعد آنے والی ہر مصیبت معمولی ہے ۔

---

۲۹۳ ۔ وقال علیہ السلام : لَا تَصْحَبِ الْمَائِقَ فَإِنَّهُ يُزَيِّنُ لَكَ فِعْلَهُ ، وَيَوَدُّ أَنْ تَكُونَ مِثْلَهُ ۔

(۲۹۳) بے وقوف کی ہم نشینی اختیار نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے سامنے اپنے کاموں کو سج کر پیش کریگا اور یہ چاہے گا کہ تم اُسی کے ایسے ہو جاؤ ۔

بے وقوف انسان اپنے طریق کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست سے بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ اس کا سا طور طریقہ اختیار کرے ، اور جیسا وہ خود ہے ویسا ہی وہ ہو جائے ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا دوست بھی اس جیسا بیوقوف ہو جائے ۔ کیونکہ وہ اپنے کو بیوقوف ہی کب سمجھتا ہے جو یہ چاہے اور اگر سمجھتا ہوتا تو بے وقوف ہی کیوں ہوتا ۔ بلکہ اپنے کو عقلمند اور اپنے طریقہ کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست کو بھی اپنے ہی ایسا "عقلمند" دیکھنا چاہتا ہے ۔ اس لیے وہ اپنی رائے کو سج کر اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا اس سے خواہش مند ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا دوست اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی راہ پر چل پڑے ۔ اس لیے اس سے الگ تھلگ رہنا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے ۔

---

۲۹۴ ۔ وقد سئل عن مسافة ما بين المشرق والمغرب فقال علیہ السلام : مَسِيرَةُ يَوْمٍ لِلشَّمْسِ ۔

(۲۹۴) آپ سے دریافت کیا گیا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟ آپ نے فرمایا " سورج کا ایک دن کا راستہ " ۔

---

۲۹۵ ۔ وقال علیہ السلام : أَصْدِقَاؤُكَ ثَلَاثَةٌ ، وَأَعْدَاؤُكَ ثَلَاثَةٌ فَأَصْدِقَاؤُكَ صَدِيقُكَ ، وَصَدِيقُ صَدِيقِكَ وَعَدُوُّ عَدُوِّكَ وَأَعْدَاؤُكَ عَدُوُّكَ وَعَدُوُّ صَدِيقِكَ ، وَصَدِيقُ عَدُوِّكَ ۔

(۲۹۵) تین قسم کے تمہارے دوست ہیں اور تین قسم کے دشمن ۔ دوست یہ ہیں : تمہارا دوست تمہارے دوست کا دوست اور تمہارے دشمن کا دشمن اور دشمن یہ ہیں ۔ تمہارا دشمن تمہارے دوست کا دشمن اور تمہارے دشمن کا دوست ۔

---

۲۹۶ ۔ وقال علیہ السلام :۔ لرجل راٰہ یسعٰی علی عدو لہ بما فیہ اضرار بنفسہ : إِنَّمَا أَنْتَ كَالطَّاعِنِ

(۲۹۶) حضرت نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو ایسی چیز کے ذریعہ سے نقصان پہنچانے کے درپے ہے جس میں خود اس کو بھی نقصان پہنچے گا ، تو آپ نے فرمایا کہ تم اس

نَفْسَہٗ لِيَقْتُلَ رِدْفَہٗ ۔ | شخص کی مانند ہو جو اپنے پیچھے والے سوار کو قتل کرنے کے لیے اپنے سینہ میں نیزہ مارے۔

٭ ٭ ٭

---

۲۹۷ ۔ وقال علیہ السّلام : مَا أَكْثَرَ الْعِبَرَ وَأَقَلَّ الْاِعْتِبَارَ !

(۲۹۷) نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں، اور ان سے اثر لینا کتنا کم ہے۔

اگر زمانہ کے حوادث و انقلابات پر نظر کی جائے اور گزشتہ لوگوں کے احوال و واردات کو دیکھا اور ان کی سرگزشتوں کو سنا جائے تو ہر گوشہ سے عبرت کی ایک ایسی داستان سُنی جا سکتی ہے جو روح کو خواب غفلت سے جھنجھوڑنے پند و موعظت کرنے اور عبرت و بصیرت دلانے کا پورا سر و سامان رکھتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں ہر چیز کا بننا اور بگڑنا اور پھولوں کا کھلنا اور مرجھانا سبزے کا لہلہانا اور پامال ہونا اور ہر ذرہ کا تغیر و تبدل کی آماجگاہ بننا ایسا درس عبرت ہے جو سیراب زندگی سے جام بقا کے حاصل کرنے کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ان عبرت افزا چیزوں سے بند نہ ہوں سے

کاخ جہاں پُر است ز ذکر گزشتگاں | لیکن کسیکہ گوش دہد، این ندا کم است ؛

---

۲۹۸ ۔ وقال علیہ السّلام : مَنْ بَالَغَ فِي الْخُصُومَةِ أَثِمَ ، وَمَنْ قَصَّرَ فِيهَا ظُلِمَ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ مَنْ خَاصَمَ۔

٭ ٭ ٭

(۲۹۸) جو لڑائی جھگڑے میں حد سے بڑھ جائے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے، اس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں۔ اور جو لڑتا جھگڑتا ہے اس کے لیے مشکل ہوتا ہے کہ خوف خدا قائم رکھے۔

---

۲۹۹ ۔ وقال علیہ السّلام : مَا أَهَمَّنِي ذَنْبٌ أُمْهِلْتُ بَعْدَهُ حَتّٰى أُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ۔ (وَأَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ) ۔

(۲۹۹) وہ گناہ مجھے اندوہناک نہیں کرتا جس کے بعد مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور اللہ سے امن و عافیت کا سوال کروں۔

---

۳۰۰ ۔ وسئل علیہ السّلام : كيف يحاسب اللّٰه الخلق على كثرتهم فقال علیہ السّلام: كَمَا يَرْزُقُهُمْ عَلٰى كَثْرَتِهِمْ ، فقيل: كيف

(۳۰۰) امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ خداوند عالم اس کثیر التعداد مخلوق کا حساب کیونکر لے گا ؟ فرمایا جس طرح اس کی کثرت کے باوجود انہیں روزی پہنچاتا

يحاسبهم ولا يرونه؟ فقال عليه السلام: كَمَا يَرْزُقُهُمْ وَلَا يَرَوْنَهُ۔

ہے۔ پوچھا وہ کیونکر حساب لے گا جب کہ مخلوق اُسے دیکھے گی نہیں؟ فرمایا جس طرح انہیں روزی دیتا ہے اور وہ اُسے دیکھتے نہیں۔

٭ ٭ ٭

۳۰۱۔ وقال علیہ السلام: رَسُولُكَ تَرْجُمَانُ عَقْلِكَ، وَكِتَابُكَ أَبْلَغُ مَا يَنْطِقُ عَنْكَ۔

(۳۰۱) تمہارا قاصد تمہاری عقل کا ترجمان ہے اور تمہاری طرف سے کامیاب ترین ترجمانی کرنے والا تمہارا خط ہے۔

۳۰۲۔ وقال علیہ السلام: مَا الْمُبْتَلَى الَّذِي قَدِ اشْتَدَّ بِهِ الْبَلَاءُ بِأَحْوَجَ إِلَى الدُّعَاءِ مِنَ الْمُعَافَى الَّذِي لَا يَأْمَنُ الْبَلَاءَ۔

(۳۰۲) ایسا شخص جو سختی و مصیبت میں مبتلا ہو، جتنا محتاجِ دعا ہے، اس سے کم وہ محتاج نہیں ہے کہ جو اس وقت خیر و عافیت سے ہے۔ مگر اندیشہ ہے کہ نہ جانے کب مصیبت آجائے۔

۳۰۳۔ وقال علیہ السلام: النَّاسُ أَبْنَاءُ الدُّنْيَا، وَلَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلَى حُبِّ أُمِّهِ۔

(۳۰۳) لوگ اُسی دنیا کی اولاد ہیں اور کسی شخص کو اپنی ماں کی محبت پر لعنت ملامت نہیں کی جا سکتی۔

۳۰۴۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ الْمِسْكِينَ رَسُولُ اللّٰهِ، فَمَنْ مَنَعَهُ فَقَدْ مَنَعَ اللّٰهَ، وَمَنْ أَعْطَاهُ فَقَدْ أَعْطَى اللّٰهَ۔

(۳۰۴) غریب و مسکین اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے تو جس نے اس سے اپنا ہاتھ روکا اس نے خدا سے ہاتھ روکا اور جس نے اسے کچھ دیا اس نے خدا کو دیا

۳۰۵۔ وقال علیہ السلام: مَا زَنَى غَيُورٌ قَطُّ۔

(۳۰۵) غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتا

۳۰۶۔ وقال علیہ السلام: كَفَى بِالْأَجَلِ حَارِسًا۔

(۳۰۶) مدتِ حیات نگہبانی کے لیے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لاکھ آسمان کی بجلیاں کڑکیں، حوادث کے طوفان اُمڈیں، زمین میں زلزلے آئیں اور پہاڑ آپس میں ٹکرائیں، اگر زندگی باقی ہے تو کوئی حادثہ گزند نہیں پہنچا سکتا اور نہ صرصر موت شمع زندگی کو بجھا سکتی ہے کیونکہ موت کا ایک

وقت مقرر ہے اور اس مقررہ وقت تک کوئی چیز سلسلۂ حیات کو قطع نہیں کر سکتی۔ اس لحاظ سے بلاشبہ موت خود زندگی کی محافظ و نگہبان ہے۔ ع

"موت کہتے ہیں جسے ہے پاسبان زندگی"

۳۰۷۔ وقال علیہ السلام: يَنَامُ الرَّجُلُ عَلَى الثُّكْلِ وَلَا يَنَامُ عَلَى الْحَرَبِ!

قال الرضی: ومعنی ذلك انه يصبر على قتل الاولاد ولا يصبر على سلب الاموال۔

(۳۰۷) اولاد کے مرنے پر آدمی کو نیند آجاتی ہے مگر مال کے چھن جانے پر اسے نیند نہیں آتی۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولاد کے مرنے پر صبر کر لیتا ہے مگر مال کے جانے پر صبر نہیں کرتا

۳۰۸۔ وقال علیہ السلام: مَوَدَّةُ الْآبَاءِ قَرَابَةٌ بَيْنَ الْأَبْنَاءِ وَالْقَرَابَةُ إِلَى الْمَوَدَّةِ أَحْوَجُ مِنَ الْمَوَدَّةِ إِلَى الْقَرَابَةِ۔

(۳۰۸) باپوں کی باہمی محبت اولاد کے درمیان ایک قرابت ہوا کرتی ہے اور محبت کو قرابت کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی قرابت کو محبت کی۔

۳۰۹۔ وقال علیہ السلام: اتَّقُوا ظُنُونَ الْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى أَلْسِنَتِهِمْ۔

(۳۰۹) اہل ایمان کے گمان سے ڈرتے رہو کیونکہ خداوند عالم نے حق کو ان کی زبانوں پر قرار دیا ہے۔

۳۱۰۔ وقال علیہ السلام: لَا يَصْدُقُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَكُونَ بِمَا فِي يَدِ اللهِ أَوْثَقَ مِنْهُ بِمَا فِي يَدِهِ۔

(۳۱۰) کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں موجود ہونے والے مال سے اس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے۔

۳۱۱۔ وقال علیہ السلام: لانس بن مالك، وقد كان بعثه الى طلحة والزبير لما جاء الى البصرة يذكرهما شيئا مما سمعه من رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فى معناهما، فلوى عن ذلك، فرجع إليه

(۳۱۱) جب حضرت بصرہ میں وارد ہوئے تو انس ابن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا تھا کہ ان دونوں کو کچھ وہ اقوال یاد دلائیں جو آپؑ کے بارے میں انہوں نے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہیں۔ مگر انہوں نے اس سے پہلوتہی کی، اور جب پلٹ کر آئے تو کہا کہ وہ بات مجھے یاد نہیں رہی اس پر

فقال: إِنِّي أُنْسِيتُ ذٰلِكَ الْأَمْرَ۔ فقال عليه السلام: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللّٰهُ بِهَا بَيْضَاءَ لَامِعَةً لَا تُوَارِيهَا الْعِمَامَةُ۔

حضرتؑ نے فرمایا۔
اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اس کی پاداش میں خداوند عالم ایسے چمکدار داغ میں تمہیں مبتلا کرے، کہ جسے دستار بھی نہ چھپا سکے

قال الرضی: یعنی البرص، فأصاب أنساً هذا الداء فیما بعد فی وجهه فکان لا یری إلّا مبرقعا۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) سفید داغ سے مراد برص ہے چنانچہ انس اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ہمیشہ نقاب پوش دکھائی دیتے تھے۔

علامہ رضی نے اس کلام کے جس مورد و محل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت نے جنگ جمل کے موقع پر انس ابن مالک کو طلحہ وزبیر کے پاس اسی مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں پیغمبر کا قول انکما ستقاتلان علیا وانتما له ظالمان (تم عنقریب علیؑ سے جنگ کرو گے، اور تم ان کے حق میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہوگے) یاد دلائیں، تو انہوں نے پلٹ کر یہ ظاہر کیا کہ وہ اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے تو حضرت نے ان کے لیے یہ کلمات کہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت نے یہ جملہ اس موقع پر فرمایا جب آپ نے پیغمبر صلعم کے اس ارشاد کی تصدیق چاہی کہ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں۔ اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ۔

⁂

چنانچہ متعدد لوگوں نے اس کی گواہی دی۔ مگر انس ابن مالک خاموش رہے جس پر حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم بھی تو غدیر خم کے موقع پر موجود تھے، پھر اس خاموشی کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اب میری یادداشت کام نہیں کرتی۔ جس پر حضرت نے ان کے لیے بددعا فرمائی۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

ذکر قوم ان علیا رضی اللہ عنہ سالہ عن قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فقال کبرت سنی ونسیت فقال علی ان کنت کاذبا فضربک اللہ ببیضاء لامعۃ لا تواریھا العمامہ۔
(المعارف ص۲۵۱)

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے انس ابن مالک سے رسولؐ اللہ کے ارشاد "اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ" کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اسے بھول چکا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو خدا تمہیں ایسے برص میں مبتلا کرے، جسے عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔

ابن ابی الحدید نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے اور سید رضی کے تحریر کردہ واقعہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

فاما ما ذکرہ الرضی من انہ بعث انسا

سید رضی نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت نے

الی طلحة والزبیر فغیر معروف ولو کان قد بعثه لیذکرهما بکلام یختص بهما من رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لما امکنه ان یرجع فیقول انی انسیته لانه ما فارقه متوجها نحوهما الا وقد اقر بمعرفته و ذکره فکیف یرجع بعد ساعة او یوم فیقول انسیته فینکر بعد الاقرار هذا مما لا یقع۔

(شرح ابن الحدید ج ۴ ص ۳۸۸)

انس کو طلحہ و زبیر کی طرف روانہ کیا تھا، ایک غیر معروف واقعہ ہے اگر حضرت نے اس کلام کی یاد دہانی کے لیے انہیں بھیجا ہو تا کہ جو پیغمبرؐ نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا تھا تو یہ بعید ہے کہ وُہ پلٹ کر یہ کہیں کہ میں بھُول گیا تھا کیونکہ جب وہ حضرت سے الگ ہو کر روانہ ہوئے تھے تو اس وقت یہ اقرار کیا تھا کہ پیغمبر کا یہ ارشاد میرے علم میں ہے اور مجھے یاد ہے پھر کس طرح یہ ہو سکتا ہے کہ وُہ ایک گھڑی یا ایک دن کے بعد یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا، اور اقرار کے بعد انکار کریں۔ یہ ایک نہ ہونے والی بات ہے۔"

۳۱۲۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ لِلْقُلُوبِ إِقْبَالًا وَإِدْبَارًا: فَإِذَا أَقْبَلَتْ فَاحْمِلُوهَا عَلَى النَّوَافِلِ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاقْتَصِرُوا بِهَا عَلَى الْفَرَائِضِ۔

(۳۱۲) دل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اچاٹ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب مائل ہوں، اس وقت انہیں مستحبات کی بجا آوری پر آمادہ کرو۔ اور جب اچاٹ ہوں تو واجبات پر اکتفا کرو

۳۱۳۔ وقال علیہ السلام: وَفِي الْقُرْآنِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ، وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ۔

(۳۱۳) قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کے لیے احکام ہیں۔

۳۱۴۔ وقال علیہ السلام: رُدُّوا الْحَجَرَ مِنْ حَيْثُ جَاءَ، فَإِنَّ الشَّرَّ لَا يَدْفَعُهُ إِلَّا الشَّرُّ۔

(۳۱۴) جدھر سے پتھر آئے اُسے اُدھر ہی پلٹا دو کیونکہ سختی کا دفعیہ سختی ہی سے ہو سکتا ہے۔

۳۱۵۔ قال علیہ السلام لکاتبه عبید الله بن ابی رافع: أَلِقْ دَوَاتَكَ، وَأَطِلْ جِلْفَةَ قَلَمِكَ، وَفَرِّجْ بَيْنَ السُّطُورِ، وَقَرْمِطْ بَيْنَ الْحُرُوفِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ أَجْدَرُ بِصَبَاحَةِ الْخَطِّ۔

(۳۱۵) اپنے منشی عبید اللہ بن ابی رافع سے فرمایا: دوات میں صوف ڈالا کرو، اور قلم کی زبان لانبی رکھا کرو، سطروں کے درمیان فاصلہ زیادہ چھوڑا کرو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو کہ یہ خط کی دیدہ زیبی کے لیے مناسب ہے

۳۱۶۔ وقال علیہ السلام: أَنَا يَعْسُوبُ

(۳۱۶) میں اہل ایمان کا یعسوب ہوں اور بدکرداروں

الْمُؤْمِنِيْنَ، وَالْمَالُ يَعْسُوْبُ الْفُجَّارِ۔

قال الرضی: ومعنی ذلك ان المؤمنين يتبعوننی والفجار يتبعون المال كما تتبع النحل يعسوبها وهو رئيسها۔

کا یعسوب مال ہے۔

(سیدؒ رضی فرماتے ہیں کہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے میری پیروی کرتے ہیں اور بدکردار مال و دولت کا اسی طرح اتباع کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی اقتدا کرتی ہیں اور یعسوب اس مکھی کو کہتے ہیں جو ان کی سردار ہوتی ہے۔

۳۱۷۔ وقال له بعض اليهود: ما دفنتم نبيكم حتى اختلفتم فيه، فقال عليه السلام له: إِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِيْهِ، وَلٰكِنَّكُمْ مَا جَفَّتْ أَرْجُلُكُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتّٰى قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ: (اجْعَلْ لَنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ فَقَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ)۔

(۳۱۷) ایک یہودی نے آپ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی کو دفن نہیں کیا تھا کہ ان کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا۔ حضرت نے فرمایا ہم نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا، بلکہ ان کے بعد جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا مگر تم تو وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل سے نکل کر تمہارے پیر خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے کہ ہمارے لیے بھی ایک ایسا خدا بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے خدا ہیں۔ تو موسیٰؑ نے کہا کہ "بیشک تم ایک جاہل قوم ہو۔"

٭ ٭ ٭

اس یہودی کی نکتہ چینی کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو پیش کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو ایک اختلافی امر ثابت کرے۔ مگر حضرت نے لفظ فیہ کے بجائے لفظ عنہ فرما کر اختلاف کا مورد واضح کر دیا کہ وہ اختلاف رسول کی نبوت کے بارے میں نہ تھا بلکہ ان کی نیابت و جانشینی کے سلسلہ میں تھا اور پھر یہودیوں کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو آج پیغمبرؐ کے بعد مسلمانوں کے باہمی اختلاف پر نقد کر رہے ہیں خود ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ کی زندگی ہی میں عقیدہ توحید میں متزلزل ہو گئے تھے چنانچہ جب وہ اہل مصر کی غلامی سے چھٹکارا پا کر دریا کے پار اُترے تو سینا کے بت خانہ میں بچھڑے کی ایک مورتی دیکھ کر حضرت موسیٰ سے کہنے لگے کہ ہمارے لیے بھی ایک ایسی مورتی بنا دیجئے۔ جس پر حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم اب بھی ویسے ہی جاہل ہو، جیسے مصر میں تھے تو جس قوم میں توحید کی تعلیم پانے کے بعد بھی بت پرستی کا جذبہ اتنا ہو کہ وہ ایک بت کو دیکھ کر تڑپنے لگے اور یہ چاہے کہ اس کے لیے بھی ایک بت خانہ بنا دیا جائے، اس کو مسلمانوں کے کسی اختلاف پر تبصرہ کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

۳۱۸۔ وقيل له: بأي شيء غلبت الأقران

(۳۱۸) حضرتؑ سے کہا گیا کہ آپ کس وجہ سے اپنے

فقال علیہ السلام: مَا لَقِيتُ رَجُلاً إِلَّا أَعَانَنِي عَلَى نَفْسِهِ۔

قال الرضی: یومیٔ بذلك الی تمکن هیبته فی القلوب۔

حریفوں پر غالب آتے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا۔

(سیّد رضی فرماتے ہیں کہ) حضرت نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کی ہیبت دلوں پر چھا جاتی تھی۔

جو شخص اپنے حریفوں سے مرعوب ہو جائے، اس کا پسپا ہونا ضروری سا ہو جاتا ہے کیونکہ مقابلہ کے لیے صرف جسمانی طاقت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ دل کا ٹھہراؤ اور حوصلہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے۔ اور جب وہ ہمت ہار دے گا اور یہ خیال دل میں جمائے گا کہ مجھے مغلوب ہی ہونا ہے، تو وہ مغلوب ہو کر رہے گا۔ یہی صورت امیر المومنین کے حریف کی ہوتی تھی کہ وہ ان کی مسلمہ شجاعت سے اس طرح متاثر ہوتا تھا کہ اُسے موت کا یقین ہو جاتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں اس کی قوت معنوی و خود اعتمادی ختم ہو جاتی تھی اور آخر یہ ذہنی تاثر اسے موت کی راہ پر لا کھڑا کرتا تھا۔

۳۱۹۔ وقال علیہ السلام لابنه محمد بن الحنفیه: يَا بُنَيَّ، إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ الْفَقْرَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْهُ فَإِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِلدِّينِ مَدْهَشَةٌ لِلْعَقْلِ دَاعِيَةٌ لِلْمَقْتِ۔

(۳۱۹) اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ سے فرمایا! "اے فرزند! میں تمہارے لیے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں لہٰذا فقر و ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ دین کے نقص، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے۔

۳۲۰۔ وقال علیہ السلام لسائل سأله عن معضلة: سَلْ تَفَقُّهاً، وَلَا تَسْأَلْ تَعَنُّتاً، فَإِنَّ الْجَاهِلَ الْمُتَعَلِّمَ شَبِيهٌ بِالْعَالِمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ الْمُتَعَسِّفَ شَبِيهٌ بِالْجَاهِلِ الْمُتَعَنِّتِ۔

(۳۲۰) ایک شخص نے ایک مشکل مسئلہ آپ سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا۔ سمجھنے کے لیے پوچھو، الجھنے کے لیے نہ پوچھو۔ کیونکہ وہ جاہل جو سیکھنا چاہتا ہے مثل عالم کے ہے اور وہ عالم جو الجھنا چاہتا ہے، وہ مثل جاہل کے ہے۔

۳۲۱۔ وقال علیہ السلام لعبد الله بن العباس، وقد أشار علیه فی شیء لم یوافق رأیه: لَكَ أَنْ تُشِيرَ عَلَيَّ وَأَرَى، فَإِنْ عَصَيْتُكَ فَأَطِعْنِي۔

(۳۲۱) عبد اللہ ابن عباس نے ایک امر میں آپ کو مشورہ دیا جو آپ کے نظریہ کے خلاف تھا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا۔ تمہارا یہ کام ہے کہ مجھے رائے دو۔ اس کے بعد مجھے مصلحت دیکھنا ہے اور اگر میں تمہاری رائے کو نہ مانوں، تو تمہیں میری اطاعت لازم ہے۔

عبداللہ ابن عباس نے امیرالمومنین کو یہ مشورہ دیا تھا کہ طلحہ اور زبیر کو کوفہ کی حکومت کا پروانہ لکھ دیجیے اور معاویہ کو شام کی ولایت پر برقرار رہنے دیجیے، یہاں تک کہ آپ کے قدم مضبوطی سے جم جائیں اور حکومت کو استحکام حاصل ہو جائے۔ جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ میں دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنے دین کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتا لہٰذا تم اپنی بات منوانے کے بجائے میری بات کو سنو اور میری اطاعت کرو۔

۳۲۲۔ وروی انہ علیہ السّلام لما ورد الکوفۃ قادما من صفین مر بالشبامیین فسمع بکاء النّساء علی قتلی صفین وخرج الیہ حرب بن شرحبیل الشبامی وکان من وجوہ قومہ فقال علیہ السّلام لہ: أَتَغْلِبُكُمْ نِسَاؤُكُمْ عَلَى مَا أَسْمَعُ؟ أَلَا تَنْهَوْنَهُنَّ عَنْ هٰذَا الرَّنِينِ، واقبل (حرب) یمشی معہ وھو علیہ السّلام راکب فقال علیہ السّلام: اِرْجِعْ فَإِنَّ مَشْيَ مِثْلِكَ مَعَ مِثْلِي فِتْنَةٌ لِلْوَالِي وَ مَذَلَّةٌ لِلْمُؤْمِنِ۔

(۳۲۲) وارد ہوا ہے کہ جب حضرت صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ پہنچے تو قبیلہ شبام کی آبادی سے ہو کر گزرے۔ جہاں صفین کے کشتوں پر رونے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی اتنے میں حرب ابن شرجیل شبامی جو اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے، حضرت کے پاس آئے تو آپ نے اس سے فرمایا! کیا تمہارا ان عورتوں پر بس نہیں چلتا جو میں رونے کی آوازیں سن رہا ہوں اس رونے چلانے سے تم انہیں منع نہیں کرتے! حرب آگے بڑھ کر حضرت کے ہمرکاب ہو لیے درآں حالیکہ حضرت سوار تھے تو آپ نے فرمایا! پلٹ جاؤ تم ایسے آدمی کا مجھ ایسے کے ساتھ پیادہ چلنا والی کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے ذلت ہے۔

۳۲۳۔ وقال علیہ السلام: وقد مر بقتلی الخوارج یوم النّھروان: بُؤْسًا لَكُمْ، لَقَدْ ضَرَّكُمْ مَنْ غَرَّكُمْ، فقیل لہ: من غرھم یا امیرالمؤمنین؟ فقال: اَلشَّيْطَانُ الْمُضِلُّ وَالْأَنْفُسُ الْأَمَّارَةُ بِالسُّوْءِ، غَرَّتْهُمْ بِالْأَمَانِيِّ، وَفَسَحَتْ لَهُمْ بِالْمَعَاصِي، وَوَعَدَتْهُمُ الْإِظْهَارَ، فَاقْتَحَمَتْ بِهِمُ النَّارَ۔

(۳۲۳) نہروان کے دن خوارج کے کشتوں کی طرف ہو کر گزرے تو فرمایا! تمہارے لیے ہلاکت و تباہی ہو جس نے تمہیں ورغلایا، اس نے تمہیں فریب دیا۔ کہا گیا کہ یا امیرالمومنین کس نے انہیں ورغلایا تھا؟ فرمایا کہ گمراہ کرنے والے شیطان اور برائی پر ابھارنے والے نفس نے کہ جس نے انہیں امیدوں کے فریب میں ڈالا اور گناہوں کا راستہ ان کے لیے کھول دیا فتح و کامرانی کے ان سے وعدے کیے اور اس طرح انہیں دوزخ میں جھونک دیا۔

۳۲۴۔ وقال علیہ السلام: اِتَّقُوا مَعَاصِیَ اللّٰہِ فِی الْخَلَوَاتِ، فَاِنَّ الشَّاھِدَ ھُوَ الْحَاکِمُ۔

(۳۲۴) تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو، کیونکہ جو گواہ ہے وُہی حاکم ہے۔

۳۲۵۔ وقال علیہ السلام لما بلغہ قتل محمد بن أبی بکر: اِنَّ حُزْنَنَا عَلَیْہِ عَلٰی قَدْرِ سُرُوْرِھِمْ بِہٖ۔ اِلَّا أَنَّھُمْ نَقَصُوْا بَغِیْضًا وَّنَقَصْنَا حَبِیْبًا۔

(۳۲۵) جب آپ کو محمد ابن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا، ہمیں ان کے مرنے کا اتنا ہی رنج و قلق ہے جتنی دشمنوں کو اس کی خوشی ہے۔ بلاشبہ ان کا ایک دشمن کم ہوا، اور ہم نے ایک دوست کو کھو دیا۔

۳۲۶۔ وقال علیہ السلام: اَلْعُمُرُ الَّذِیْ اَعْذَرَ اللّٰہُ فِیْہِ اِلَی ابْنِ اٰدَمَ سِتُّوْنَ سَنَۃً۔

(۳۲۶) وُہ عمر کہ جس کے بعد اللہ تعالیٰ آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا، ساٹھ برس کی ہے۔

۳۲۷۔ وقال علیہ السلام: مَا ظَفِرَ مَنْ ظَفِرَ الْاِثْمُ بِہٖ۔ وَالْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوْبٌ۔

(۳۲۷) جس پر گناہ قابو پالے، وُہ کامران نہیں اور شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا "حقیقۃً" مغلوب ہے۔

۳۲۸۔ وقال علیہ السلام: اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ فَرَضَ فِیْٓ اَمْوَالِ الْاَغْنِیَآءِ اَقْوَاتَ الْفُقَرَآءِ: فَمَا جَاعَ فَقِیْرٌ اِلَّا بِمَا مُتِّعَ غَنِیٌّ، وَاللّٰہُ تَعَالٰی سَآئِلُھُمْ عَنْ ذٰلِکَ۔

(۳۲۸) خداوند عالم نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے لہذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لیے کہ دولت مند نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور خدائے بزرگ و برتر ان سے اس کا مواخذہ کرنے والا ہے۔

۳۲۹۔ وقال علیہ السلام: اَلْاِسْتِغْنَآءُ عَنِ الْعُذْرِ اَعَزُّ مِنَ الصِّدْقِ بِہٖ۔

(۳۲۹) سچا عذر پیش کرنے سے یہ زیادہ وقیع ہے کہ عذر کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے فرائض پر اس طرح کاربند ہونا چاہیئے کہ اُسے معذرت پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ معذرت میں ایک گونہ کوتاہی کی جھلک اور ذلت کی نمود ہوتی ہے اگرچہ وُہ صحیح و درست ہی کیوں نہ ہو۔

۳۳۰۔ وقال علیہ السلام: أَقَلُّ مَا یَلْزَمُکُمْ لِلّٰہِ اَنْ لَا تَسْتَعِیْنُوْا بِنِعَمِہٖ عَلٰی مَعَاصِیْہِ۔

(۳۳۰) اللہ کا کم سے کم حق جو تم پر عائد ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی نعمتوں سے گناہوں میں مدد نہ لو۔

کفرانِ نعمت و ناسپاسی کے چند درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان نعمت ہی کی تشخیص نہ کر سکے، جیسے آنکھوں کی روشنی، زبان کی گویائی، کانوں کی شنوائی اور ہاتھ پیروں کی حرکت کو سب اللہ کی بخشی ہوئی نعمتیں ہیں۔ مگر بہت سے لوگوں کو ان کے نعمت ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ان میں شکرگزاری کا جذبہ پیدا ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت کو دیکھے اور سمجھے۔ مگر اس کے مقابلہ میں شکر بجا نہ لائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت بخشنے والے کی مخالفت و نافرمانی کرے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسی کی دی ہوئی نعمتوں کو اطاعت و بندگی میں صرف کرنے کے بجائے اس کی معصیت و نافرمانی میں صرف کرے یہ کفرانِ نعمت کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

۳۳۱۔ وقال علیہ السلام: اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ جَعَلَ الطَّاعَۃَ غَنِیْمَۃَ الْاَکْیَاسِ عِنْدَ تَفْرِیْطِ الْعَجَزَۃِ۔

(۳۳۱) جب کاہل اور ناکارہ افراد عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، تو اللہ کی طرف سے یہ عقلمندوں کے لیے ادائے فرض کا ایک بہترین موقع ہوتا ہے۔

۳۳۲۔ وقال علیہ السلام: اَلسُّلْطَانُ وَزَعَۃُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ۔

(۳۳۲) حکام اللہ کی سرزمین میں اس کے پاسبان ہیں۔

۳۳۳۔ وقال علیہ السلام فی صفۃ المؤمن: اَلْمُؤْمِنُ بِشْرُہٗ فِیْ وَجْھِہٖ وَحُزْنُہٗ فِیْ قَلْبِہٖ، اَوْسَعُ شَیْءٍ صَدْرًا، وَاَذَلُّ شَیْءٍ نَفْسًا، یَکْرَہُ الرِّفْعَۃَ، وَیَشْنَاُ السُّمْعَۃَ، طَوِیْلٌ غَمُّہٗ، بَعِیْدٌ ھَمُّہٗ، کَثِیْرٌ صَمْتُہٗ، مَشْغُوْلٌ وَقْتُہٗ، شَکُوْرٌ صَبُوْرٌ، مَغْمُوْرٌ بِفِکْرَتِہٖ، ضَنِیْنٌ بِخَلَّتِہٖ، سَھْلُ الْخَلِیْقَۃِ، لَیِّنُ الْعَرِیْکَۃِ! نَفْسُہٗ اَصْلَبُ مِنَ الصَّلْدِ، وَھُوَ اَذَلُّ مِنَ الْعَبْدِ۔

(۳۳۳) مومن کے متعلق فرمایا! مومن کے چہرے پر بشاشت اور دل میں غم و اندوہ ہوتا ہے، ہمت اس کی بلند ہے اور اپنے دل میں وہ اپنے کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے سربلندی کو برا سمجھتا ہے اور شہرت سے نفرت کرتا ہے اس کا غم بے پایاں اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ بہت خاموش ہمہ وقت مشغول، شاکر، صابر، فکر میں غرق، دستِ طلب بڑھانے میں بخیل، خوش خلق اور نرم طبیعت ہوتا ہے اور اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت اور خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔

۳۳۴۔ وقال علیہ السلام: لَوْ رَاَی الْعَبْدُ

(۳۳۴) اگر کوئی بندہ مدتِ حیات اور اس کے انجام

الْأَجَلَ وَمَصِيرَهُ لَأَبْغَضَ الْأَمَلَ وَغُرُورَهُ.

کو دیکھے تو امیدوں اور اُن کے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

۳۳۵۔ وقال علیہ السلام: لِكُلِّ امْرِئٍ فِي مَالِهِ شَرِيكَانِ: الْوَارِثُ، وَالْحَوَادِثُ۔

(۳۳۵) ہر شخص کے مال میں دو حصہ دار ہوتے ہیں۔ ایک وارث اور دوسرے حوادث۔

۳۳۶۔ وقال علیہ السلام: الْمَسْؤُولُ حُرٌّ حَتَّى يَعِدَ۔

(۳۳۶) جس سے مانگا جائے وہ اس وقت تک آزاد ہے۔ جب تک وعدہ نہ کرے۔

۳۳۷۔ وقال علیہ السلام: الدَّاعِي بِلَا عَمَلٍ كَالرَّامِي بِلَا وَتَرٍ۔

(۳۳۷) جو عمل نہیں کرتا اور دعا مانگتا ہے، وہ ایسا ہے۔ جیسے بغیر چلّہ کمان کے تیر چلانے والا۔

۳۳۸۔ وقال علیہ السلام: الْعِلْمُ عِلْمَانِ: مَطْبُوعٌ وَمَسْمُوعٌ، وَلَا يَنْفَعُ الْمَسْمُوعُ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَطْبُوعُ۔

(۳۳۸) علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو نفس میں رچ بس جائے اور ایک وہ جو صرف سن لیا گیا ہو اور سنا سنایا علم فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ دل میں راسخ نہ ہو۔

۳۳۹۔ وقال علیہ السلام: صَوَابُ الرَّأْيِ بِالدُّوَلِ: يُقْبِلُ بِإِقْبَالِهَا، وَيَذْهَبُ بِذَهَابِهَا۔

(۳۳۹) اصابت رائے اقبال و دولت سے وابستہ ہے اگر یہ ہے تو وہ بھی ہوتی ہے اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہوتی۔

جب کسی کا بخت یاور اور اقبال اوج و عروج پہ ہوتا ہے تو اس کے قدم خود بخود منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور ذہن و فکر کو صحیح طریق کار کے طے کرنے میں کوئی الجھن نہیں ہوتی اور جس کا اقبال ختم ہونے پر آتا ہے وہ روشنی میں بھی ٹھوکریں کھاتا ہے اور ذہن و فکر کی قوتیں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ جب بنی برمک کا زوال شروع ہوا تو ان میں سے دس آدمی ایک امر میں مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے مگر پوری رد و کد کے بعد بھی کسی صحیح نتیجہ تک نہ پہنچ سکے۔ یہ دیکھ کر یحییٰ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ ہمارے زوال کا پیش خیمہ اور ہمارے ادبار کی علامت ہے کہ ہم دس آدمی بھی کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکیں۔ ورنہ جب ہمارا ابر اقبال بام عروج پر تھا تو ہمارا ایک آدمی ایسی دس دس گتھیوں کو بڑی آسانی سے سلجھا لیتا تھا۔

۳۴۰۔ وقال علیہ السلام: الْعَفَافُ زِينَةُ

(۳۴۰) فقر کی زینت پاکدامنی، اور تونگری کی زینت شکر

الْفَقْرِ، وَالشُّكْرُ زِينَةُ الْغِنَى.

ہے۔

---

۳۴۱ - وقال علیہ السلام: يَوْمُ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُومِ.

(۳۴۱) ظالم کے لیے انصاف کا دن اس سے زیادہ سخت ہوگا، جتنا مظلوم پر ظلم کا دن۔

---

۳۴۲ - وقال علیہ السلام: الْغِنَى الْأَكْبَرُ الْيَأْسُ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ.

(۳۴۲) سب سے بڑی دولت مندی یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھ میں جو ہے اس کی آس نہ رکھی جائے۔

---

۳۴۳ - وقال علیہ السلام: الْأَقَاوِيلُ مَحْفُوظَةٌ، وَالسَّرَائِرُ مَبْلُوَّةٌ، وَكُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ، وَالنَّاسُ مَنْقُوصُونَ مَدْخُولُونَ إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللهُ، سَائِلُهُمْ مُتَعَنِّتٌ، وَمُجِيبُهُمْ مُتَكَلِّفٌ، يَكَادُ أَفْضَلُهُمْ رَأْياً يَرُدُّهُ عَنْ فَضْلِ رَأْيِهِ الرِّضَا وَالسُّخْطُ، وَيَكَادُ أَصْلَبُهُمْ عُوداً تَنْكَؤُهُ اللَّحْظَةُ وَتَسْتَحِيلُهُ الْكَلِمَةُ الْوَاحِدَةُ!

(۳۴۳) گفتگوئیں محفوظ ہیں اور دلوں کے بھید جانچے جانے والے ہیں۔ ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں میں گروی ہے اور لوگوں کے جسموں میں نقص اور عقلوں میں فتور آنے والا ہے مگر وہ کہ جسے اللہ بچائے رکھے۔ ان میں پوچھنے والا الجھانا چاہتا ہے اور جواب دینے والا بے جانے بوجھے جواب کی زحمت اٹھاتا ہے، جو ان میں درست رائے رکھتا ہے اکثر خوشنودی و ناراضگی کے تصورات اُسے صحیح رائے سے موڑ دیتے ہیں اور جو ان میں عقل کے لحاظ سے پختہ ہوتا ہے بہت ممکن ہے کہ ایک نگاہ اُس کے دل پر اثر کر دے اور ایک کلمہ اس میں انقلاب پیدا کر دے۔

---

۳۴۴ - وقال علیہ السلام: مَعَاشِرَ النَّاسِ، اتَّقُوا اللهَ، فَكَمْ مِنْ مُؤَمِّلٍ مَا لَا يَبْلُغُهُ، وَبَانٍ مَا لَا يَسْكُنُهُ، وَجَامِعٍ مَا سَوْفَ يَتْرُكُهُ، وَلَعَلَّهُ مِنْ بَاطِلٍ جَمَعَهُ، وَمِنْ حَقٍّ مَنَعَهُ: أَصَابَهُ حَرَاماً، وَاحْتَمَلَ بِهِ آثَاماً، فَبَاءَ بِوِزْرِهِ وَ

(۳۴۴) اے گروہ مردم! اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ کتنے ہی ایسی باتوں کی امید باندھنے والے ہیں جن تک پہنچتے نہیں اور ایسے گھر تعمیر کرنے والے ہیں جن میں رہنا نصیب نہیں ہوتا اور ایسا مال جمع کرنے والے ہیں جسے چھوڑ جاتے ہیں حالانکہ ہو سکتا ہے کہ اسے غلط طریقہ سے جمع کیا ہو یا کسی کا حق دبا کر حاصل کیا ہو۔ اس طرح اسے بطور حرام پایا ہو

قَدِمَ عَلٰى رَبِّهٖ اٰسِفًا لَاهِفًا، قَدْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ، ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ)

اور اس کی وجہ سے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہو تو اس کا وبال لے کر پلٹے اور اپنے پروردگار کے حضور رنج و افسوس کرتے ہوئے جا پہنچے دنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا اٹھایا۔ یہی تو کھلم کھلا گھاٹا ہے۔

۳۴۵۔ وقال علیہ السلام: مِنَ الْعِصْمَةِ تَعَذُّرُ الْمَعَاصِيْ۔

(۳۴۵) گناہ تک رسائی کا نہ ہونا بھی ایک صورت پاکدامنی کی ہے۔

۳۴۶۔ وقال علیہ السلام: مَاءُ وَجْهِكَ جَامِدٌ يُقْطِرُهُ السُّؤَالُ، فَانْظُرْ عِنْدَ مَنْ تُقْطِرُهُ۔

(۳۴۶) تمہاری آبرو قائم ہے جسے دست سوال دراز کرنا بہا دیتا ہے۔ لہٰذا یہ خیال رہے کہ کس کے آگے اپنی آبرو ریزی کر رہے ہو۔

۳۴۷۔ وقال علیہ السلام: اَلثَّنَاءُ بِاَكْثَرَ مِنَ الْاِسْتِحْقَاقِ مَلَقٌ، وَالتَّقْصِيْرُ عَنِ الْاِسْتِحْقَاقِ عِيٌّ اَوْ حَسَدٌ۔

(۳۴۷) کسی کو اس کے حق سے زیادہ سراہنا چاپلوسی ہے اور حق میں کمی کرنا کوتاہ بیانی ہے یا حسد۔

۳۴۸۔ وقال علیہ السلام: اَشَدُّ الذُّنُوْبِ مَا اسْتَهَانَ بِهٖ صَاحِبُهٗ۔

(۳۴۸) سب سے بھاری گناہ وہ ہے کہ جس کا ارتکاب کرنے والا اسے سبک سمجھے۔

چھوٹے گناہوں میں بے باکی و بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کے معاملہ میں بے پرواسا ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ عادات اسے بڑے بڑے گناہوں کی جرأت دلا دیتی ہے اور پھر وہ بغیر کسی جھجک کے ان کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا چھوٹے گناہوں کو بڑے گناہوں کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے ان سے احتراز کرنا چاہیئے تاکہ بڑے گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت ہی نہ آئے۔

۳۴۹۔ وقال علیہ السلام: مَنْ نَظَرَ فِيْ عَيْبِ نَفْسِهِ اشْتَغَلَ عَنْ عَيْبِ غَيْرِهٖ وَمَنْ رَضِيَ بِرِزْقِ اللّٰهِ لَمْ يَحْزَنْ عَلٰى مَا

(۳۴۹) جو شخص اپنے عیوب پر نظر رکھے گا وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہے گا اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر خوش رہے گا، وہ نہ ملنے والی چیز پر رنجیدہ

فَاتَہٗ ؛ وَمَنْ سَلَّ سَيْفَ الْبَغْيِ قُتِلَ بِہٖ وَمَنْ كَابَدَ الْاُمُوْرَ عَطِبَ وَمَنِ اقْتَحَمَ اللُّجَجَ غَرِقَ ، وَمَنْ دَخَلَ مَدَاخِلَ السُّوْءِ اتُّهِمَ ، وَمَنْ كَثُرَ كَلَامُہٗ كَثُرَ خَطَؤُہٗ ، وَمَنْ كَثُرَ خَطَؤُہٗ قَلَّ حَيَاؤُہٗ ، وَمَنْ قَلَّ حَيَاؤُہٗ قَلَّ وَرَعُہٗ ، وَمَنْ قَلَّ وَرَعُہٗ مَاتَ قَلْبُہٗ ؛ وَمَنْ مَاتَ قَلْبُہٗ دَخَلَ النَّارَ ، وَمَنْ نَظَرَ فِيْ عُيُوْبِ النَّاسِ فَاَنْكَرَهَا ثُمَّ رَضِيَهَا لِنَفْسِہٖ فَذٰلِكَ الْاَحْمَقُ بِعَيْنِہٖ (وَالْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ) وَمَنْ اَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ رَضِيَ مِنَ الدُّنْيَا بِالْيَسِيْرِ وَمَنْ عَلِمَ اَنَّ كَلَامَہٗ مِنْ عَمَلِہٖ قَلَّ كَلَامُہٗ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْہِ ۔

نہیں ہوگا۔ جو ظلم کی تلوار کھینچتا ہے، وہ اسی سے قتل ہوتا ہے جو اہم امور کو زبردستی انجام دینا چاہتا ہے ۔ وہ تباہ و برباد ہوتا ہے، جو اٹھتی ہوئی موجوں میں پھاندتا ہے، وہ ڈوبتا ہے، جو بدنامی کی جگہوں پر جائے گا، وہ بدنام ہوگا، جو زیادہ بولے گا، وہ زیادہ لغزشیں کرے گا اور جس میں حیا کم ہو اس میں تقویٰ کم ہوگا اور جس میں تقویٰ کم ہوگا اس کا دل مردہ ہو جائے گا۔ اور جس کا دل مردہ ہو گیا۔ وہ دوزخ میں جا پڑا۔ جو شخص لوگوں کے عیوب دیکھ کر ناک بھول چڑھائے اور پھر انہیں اپنے لیے چاہے وہ سراسر احمق ہے قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ جو موت کو زیادہ یاد رکھتا ہے وہ تھوڑی سی دنیا پر بھی خوش رہتا ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس کا قول بھی عمل کا ایک جزو ہے، وہ مطلب کی بات کے علاوہ کلام نہیں کرتا ۔

---

۳۵۰ ۔ وقال علیہ السلام : لِلظَّالِمِ مِنَ الرِّجَالِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ : يَظْلِمُ مَنْ فَوْقَہٗ بِالْمَعْصِيَةِ ، وَمَنْ دُوْنَہٗ بِالْغَلَبَةِ . وَ يُظَاهِرُ الْقَوْمَ الظَّلَمَةَ ۔

(۳۵۰) لوگوں میں جو ظالم ہو اس کی تین علامتیں ہیں: وہ ظلم کرتا ہے اپنے سے بالا ہستی کی خلاف ورزی سے، اور اپنے سے پست لوگوں پر قہر و تسلط سے اور ظالموں کی کمک و امداد کرتا ہے ۔

---

۳۵۱ ۔ وقال علیہ السلام : عِنْدَ تَنَاهِي الشِّدَّةِ تَكُوْنُ الْفُرْجَةُ ، وَعِنْدَ تَضَايُقِ حَلَقِ الْبَلَاءِ يَكُوْنُ الرَّخَاءُ ۔

(۳۵۱) جب سختی انتہا کو پہنچ جائے تو کشائش و فراخی ہوگی اور جب ابتلاء و مصیبت کی کڑیاں تنگ ہو جائیں تو راحت و آسائش حاصل ہوتی ہے ۔

---

۳۵۲ ۔ وقال علیہ السلام لبعض اصحابہ : لَا تَجْعَلَنَّ اَكْثَرَ شُغْلِكَ بِاَهْلِكَ وَوَلَدِكَ ،

(۳۵۲) اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا زن و فرزند کی زیادہ فکر میں نہ رہو، اس لیے کہ اگر وہ دوستان

فَإِنْ يَكُنْ أَهْلُكَ وَوَلَدُكَ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَوْلِيَاءَهُ وَإِنْ يَكُونُوا أَعْدَاءَ اللّٰهِ فَمَا هَمُّكَ وَشُغُلُكَ بِأَعْدَاءِ اللّٰهِ۔

خدا ہیں، تو خدا اپنے دوستوں کو برباد نہ ہونے دے گا اور اگر دشمنانِ خدا ہیں، تو تمہیں دشمنانِ خدا کی فکر و اور دھندوں میں پڑنے سے مطلب ہی کیا۔

۳۵۳۔ وقال علیہ السلام: أَكْبَرُ الْعَيْبِ أَنْ تَعِيبَ مَا فِيكَ مِثْلُهُ۔

(۳۵۳) سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس عیب کو برا کہو، جس کے مانند خود تمہارے اندر موجود ہے۔

اس سے بڑھ کر اور عیب کیا ہو سکتا ہے کہ انسان دوسروں کے ان عیوب پر نکتہ چینی کرے جو خود اس کے اندر بھی پائے جاتے ہوں، تقاضائے عدل تو یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے پہلے اپنے عیوب پر نظر کرے اور سوچے کہ عیب، عیب ہے وہ دوسرے کے اندر پایا جائے یا اپنے اندر سے

ہمہ عیب خلق دیدن نہ مروت است و مروی — نگہے بخویشتن کن کہ ہمہ گناہ داری

۳۵۴۔ وهنأ بحضرته رجل رجلا بغلام ولد له فقال له: لِيَهْنِئْكَ الْفَارِسُ فقال علیہ السلام: لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، وَلٰكِنْ قُلْ شَكَرْتَ الْوَاهِبَ، وَبُورِكَ لَكَ فِي الْمَوْهُوبِ، وَبَلَغَ أَشُدَّهُ، وَرُزِقْتَ بِرَّهُ۔

(۳۵۴) حضرت کے سامنے ایک نے دوسرے شخص کو فرزند کے پیدا ہونے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ "شہسوار مبارک ہو" جس پر حضرت نے فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ تم بخشنے والے (خدا) کے شکر گزار ہوئے یہ بخشی ہوئی نعمت تمہیں مبارک ہو، یہ اپنے کمال کو پہنچے اور اس کی نیکی و سعادت تمہیں نصیب ہو

۳۵۵۔ وبنی رجل من عماله بناء فخما فقال علیہ السلام: أَطْلَعَتِ الْوَرِقُ رُءُوسَهَا إِنَّ الْبِنَاءَ يَصِفُ لَكَ الْغِنَى۔

(۳۵۵) حضرت کے عمال میں سے ایک شخص نے ایک بلند عمارت تعمیر کی جس پر آپ نے فرمایا۔ چاندی کے سکوں نے سر نکالا ہے۔ بلاشبہ یہ عمارت تمہاری ثروت کی غمازی کرتی ہے۔

۳۵۶۔ وقیل له علیہ السلام: لو سد علی رجل باب بیته و ترك فیه من أین كان یأتیه رزقه؟ فقال علیہ السلام: مِنْ حَيْثُ يَأْتِيهِ أَجَلُهُ۔

(۳۵۶) حضرت سے کہا گیا کہ اگر کسی شخص کو گھر میں چھوڑ کر اس کا دروازہ بند کر دیا جائے، تو اس کی روزی کدھر سے آئے گی؟ فرمایا!

جدھر سے اس کی موت آئے گی۔

اگر خداوند عالم کی مصلحت اس امر کی مقتضی ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو زندہ رکھے جسے کسی بند جگہ میں محصور کر دیا گیا ہو، تو وہ اس کے لیے سروسامان زندگی مہیا کر کے اسے زندہ رکھنے پر قادر ہے اور جس طرح بند دروازے موت کو نہیں روک سکتے، اسی طرح رزق سے بھی مانع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس قادر مطلق کی قدرت دونوں پر یکساں کارفرما ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو رزق کے معاملہ میں قانع ہونا چاہیئے کیونکہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو گا، اسے بہر صورت ملے گا۔

محار سد در خانہ در بستہ روزی چوں اجل — حرص دارد ایں چنیں آشفتہ خاطر خلق را

۳۵۷۔ وَعَزَّى قَوْمًا عَنْ مَيِّتٍ مَاتَ لَهُمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَيْسَ لَكُمْ بَدَأَ، وَلَا إِلَيْكُمُ انْتَهَى، وَقَدْ كَانَ صَاحِبُكُمْ هٰذَا يُسَافِرُ فَعُدُّوهُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَإِنْ قَدِمَ عَلَيْكُمْ وَإِلَّا قَدِمْتُمْ عَلَيْهِ۔

(۳۵۷) حضرت نے ایک جماعت کو ان کے مرنے والے کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس موت کی ابتدا تم سے نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کی انتہا تم پر ہے۔ یہ تمہارا ساتھی مصروف سفر رہتا تھا۔ اب بھی یہی سمجھو کہ وہ اپنے کسی سفر میں ہے اگر وہ آگیا تو بہتر، ورنہ تم خود اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔

۳۵۸۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَيُّهَا النَّاسُ، لِيَرَكُمُ اللّٰهُ مِنَ النِّعْمَةِ وَجِلِينَ كَمَا يَرَاكُمْ مِنَ النِّقْمَةِ فَرِقِينَ! إِنَّهُ مَنْ وُسِّعَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ اسْتِدْرَاجًا فَقَدْ أَمِنَ مَخُوفًا، وَمَنْ ضُيِّقَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ اخْتِبَارًا فَقَدْ ضَيَّعَ مَأْمُولًا۔

(۳۵۸) اے لوگو! چاہیئے کہ اللہ تم کو نعمت و آسائش کے موقع پر بھی اسی طرح خائف و ترساں دیکھے جس طرح تمہیں عذاب سے ہراساں دیکھتا ہے۔ بیشک جسے فراخ دستی حاصل ہوا اور وہ اسے کم کم عذاب کی طرف بڑھنے کا سبب نہ سمجھے تو اس نے خوفناک چیز سے اپنے کو مطمئن سمجھ لیا اور جو تنگدست ہو اور وہ اسے آزمائش نہ سمجھے تو اس نے اس ثواب کو ضائع کر دیا کہ جس کی امید و آرزو کی جاتی ہے۔

۳۵۹۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا أَسْرَى الرَّغْبَةِ أَقْصِرُوا فَإِنَّ الْمُعَرِّجَ عَلَى الدُّنْيَا لَا يَرُوعُهُ مِنْهَا إِلَّا صَرِيفُ أَنْيَابِ الْحِدْثَانِ۔

(۳۵۹) اے حرص و طمع کے اسیرو! باز آؤ کیونکہ دنیا پر ٹوٹنے والوں کو حوادث زمانہ کے دانت پیسنے ہی کا اندیشہ کرنا چاہیئے۔

أَيُّهَا النَّاسُ، تَوَلَّوْا مِنْ أَنْفُسِكُمْ تَأْدِيبَهَا وَاعْدِلُوا بِهَا عَنْ ضَرَاوَةِ عَادَاتِهَا۔

اے لوگو! خود ہی اپنی اصلاح کا ذمہ لو، اور اپنی عادتوں کے تقاضوں سے مُنہ موڑ لو۔

۳۶۰۔ وقال علیہ السلام: لَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ أَحَدٍ سُوءًا وَأَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مُحْتَمَلًا۔

(۳۶۰) کسی کے مُنہ سے نکلنے والی بات میں اگر اچھائی کا پہلو نکل سکتا ہو، تو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو۔

۳۶۱۔ وقال علیہ السلام: إِذَا كَانَتْ لَكَ إِلَى اللهِ، سُبْحَانَهُ، حَاجَةٌ فَابْدَأْ بِمَسْأَلَةِ الصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ فَإِنَّ اللهَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ حَاجَتَيْنِ فَيَقْضِيَ إِحْدَاهُمَا وَيَمْنَعَ الْأُخْرَى۔

(۳۶۱) جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو، تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو، پھر اپنی حاجت مانگو، کیونکہ خداوند عالم اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ایک پوری کر دے اور ایک روک لے۔

۳۶۲۔ وقال علیہ السلام: مَنْ ضَنَّ بِعِرْضِهِ فَلْيَدَعِ الْمِرَاءَ۔

(۳۶۲) جسے اپنی آبرو عزیز ہو، وہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے۔

۳۶۳۔ وقال علیہ السلام: مِنَ الْخُرْقِ الْمُعَاجَلَةُ قَبْلَ الْإِمْكَانِ وَالْأَنَاةُ بَعْدَ الْفُرْصَةِ۔

(۳۶۳) امکان پیدا ہونے سے پہلے کسی کام میں جلد بازی کرنا اور موقع آنے پر دیر کرنا دونوں حماقت میں داخل ہیں۔

۳۶۴۔ وقال علیہ السلام: لَا تَسْأَلْ عَمَّا لَا يَكُونُ فَفِي الَّذِي قَدْ كَانَ لَكَ شُغُلٌ۔

(۳۶۴) جو بات نہ ہونے والی ہو اس کے متعلق سوال نہ کرو، اس لیے کہ جو ہے، وُہی تمہارے لیے کافی ہے۔

۳۶۵۔ وقال علیہ السلام: الْفِكْرُ مِرْآةٌ صَافِيَةٌ، وَالْاعْتِبَارُ مُنْذِرٌ نَاصِحٌ وَكَفَى أَدَبًا لِنَفْسِكَ تَجَنُّبُكَ مَا كَرِهْتَهُ

(۳۶۵) فکر ایک روشن آئینہ ہے، عبرت اندوزی ایک خیر خواہ متنبہ کرنے والی چیز ہے، نفس کی اصلاح کے لیے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کے لیے بُرا سمجھتے ہو اُن سے بچ کر رہو

۳۶۶ - وقال علیه السلام: اَلْعِلْمُ مَقْرُوْنٌ بِالْعَمَلِ؛ فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ، وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ؛ فَاِنْ اَجَابَهٗ وَاِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ۔

(۳۶۶) علم عمل سے وابستہ ہے۔ لہٰذا جو جانتا ہے وُہ عمل بھی کرتا ہے اور علم عمل کو پکارتا ہے۔ اگر وُہ لبیک کہتا ہے تو بہتر، ورنہ وُہ بھی اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

---

۳۶۷ - وقال علیه السلام: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، مَتَاعُ الدُّنْيَا حُطَامٌ مُوْبِئٌ فَتَجَنَّبُوْا مَرْعَاهُ!! قُلْعَتُهَا اَحْظٰى مِنْ طُمَاْنِيْنَتِهَا، وَبُلْغَتُهَا اَزْكٰى مِنْ ثَرْوَتِهَا. حُكِمَ عَلٰى مُكْثِرٍ بِهَا بِالْفَاقَةِ، وَاُعِيْنَ مَنْ غَنِيَ عَنْهَا بِالرَّاحَةِ. وَمَنْ رَاقَهٗ زِبْرِجُهَا اَعْقَبَتْ نَاظِرَيْهِ كَمَهًا، وَمَنِ اسْتَشْعَرَ الشَّغَفَ بِهَا مَلَاَتْ ضَمِيْرَهٗ اَشْجَانًا. لَهُنَّ رَقْصٌ عَلٰى سُوَيْدَاءِ قَلْبِهٖ هَمٌّ يَشْغَلُهٗ وَهَمٌّ يَحْزُنُهٗ. كَذٰلِكَ حَتّٰى يُؤْخَذَ بِكَظَمِهٖ فَيُلْقٰى بِالْفَضَاءِ مُنْقَطِعًا اَبْهَرَاهُ، هَيِّنًا عَلَى اللّٰهِ فَنَاؤُهٗ، وَعَلَى الْاِخْوَانِ اِلْقَاؤُهٗ! (وَ) اِنَّمَا يَنْظُرُ الْمُؤْمِنُ اِلَى الدُّنْيَا بِعَيْنِ الْاِعْتِبَارِ، وَيَقْتَاتُ مِنْهَا بِبَطْنِ الْاِضْطِرَارِ، وَيَسْمَعُ فِيْهَا بِاُذُنِ الْمَقْتِ وَالْاِبْغَاضِ؛ اِنْ قِيْلَ اَثْرٰى قِيْلَ اَكْدٰى!! وَاِنْ فُرِحَ لَهٗ بِالْبَقَاءِ حُزِنَ لَهٗ بِالْفَنَاءِ! هٰذَا!

(۳۶۷) اے لوگو! دنیا کا ساز و سامان سوکھا سڑا بھوسا ہے جو وبا پیدا کرنے والا ہے لہٰذا اس چراگاہ سے دور رہو کہ جس سے چل چلاؤ باطمینان منزل کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے اور صرف بقدر کفاف لے لینا اس دولت و ثروت سے زیادہ برکت والا ہے اس کے دولت مندوں کے لیے فقر طے ہو چکا ہے اور اس سے بے نیاز رہنے والوں کو راحت کا سہارا دیا گیا ہے۔ جس کو اس کی سج دھج لبھا لیتی ہے، وہ انجام کار اس کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور جو اس کی چاہت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے وُہ اس کے دل کو ایسے غموں سے بھر دیتی ہے جو دل کی گہرائیوں میں تلاطم برپا کرتے ہیں یوں کہ کبھی کوئی فکر اُسے گھیرے رہتی ہے، اور کبھی کوئی اندیشہ اُسے رنجیدہ بنائے رہتا ہے۔ وُہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کا گلا گھوٹا جانے لگتا ہے اور وہ بیابان میں ڈال دیا جاتا ہے اس عالم میں کہ اس کے دل کی دونوں رگیں ٹوٹ چکی ہوتی ہیں۔ اللہ کو اس کا فنا کرنا سہل اور اس کے بھائی بندوں کا اسے قبر میں اتارنا آسان ہو جاتا ہے۔ مومن دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے اتنی ہی غذا حاصل کرتا ہے۔ جتنی پیٹ کی ضرورت مجبور کرتی ہے اور اس کے بارے میں ہر بات کو بغض و عناد کے کانوں سے سنتا ہے اگر کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مالدار ہو گیا ہے تو پھر یہ بھی کہنے میں آتا

وَلَمْ يَأْتِهِمْ يَوْمٌ فِيهِ يُبْلِسُونَ.

ہے کہ نادار ہو گیا ہے اگر زندگی پر خوشی کی جاتی ہے تو مرنے پر غم بھی ہوتا ہے۔ یہ حالت ہے حالانکہ ابھی وہ دن نہیں آیا کہ جس میں پوری پوری مایوسی چھا جائے گی۔

۳۶۸۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَضَعَ الثَّوَابَ عَلَى طَاعَتِهِ، وَالْعِقَابَ عَلَى مَعْصِيَتِهِ ذِيَادَةً لِعِبَادِهِ عَنْ نِقْمَتِهِ وَحِيَاشَةً لَهُمْ إِلَى جَنَّتِهِ.

(۳۶۸) اللہ سبحانہ نے اپنی اطاعت پہ ثواب اور اپنی معصیت پر سزا اس لیے رکھی ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب سے دور کرے، اور جنت کی طرف گھیر کرلے جائے۔

۳۶۹۔ وقال علیہ السلام: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى فِيهِمْ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ وَمِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ، وَمَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ مِنَ الْبِنَاءِ، خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى، سُكَّانُهَا وَعُمَّارُهَا شَرُّ أَهْلِ الْأَرْضِ: مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَإِلَيْهِمْ تَأْوِي الْخَطِيئَةُ، يَرُدُّونَ مَنْ شَذَّ عَنْهَا فِيهَا، وَيَسُوقُونَ مَنْ تَأَخَّرَ عَنْهَا إِلَيْهَا، يَقُولُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: فَبِي حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولَئِكَ فِتْنَةً أَتْرُكُ الْحَلِيمَ فِيهَا حَيْرَانَ وَقَدْ فَعَلَ، وَنَحْنُ نَسْتَقِيلُ اللّٰهَ عَثْرَةَ الْغَفْلَةِ.

(۳۶۹) لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا جب ان میں صرف قرآن کے نقوش اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا، اس وقت مسجدیں تعمیر و زینت کے لحاظ سے آباد اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان میں ٹھہرنے والے اور انہیں آباد کرنے والے تمام اہل زمین میں سب سے بدتر ہوں گے، وہ فتنوں کا سرچشمہ اور گناہوں کا مرکز ہوں گے جو ان فتنوں سے منہ موڑے گا انہیں انہی فتنوں کی طرف پلٹائیں گے اور جو قدم پیچھے ہٹائے گا، انہیں دھکیل کر ان کی طرف لائیں گے۔ ارشاد الٰہی ہے کہ مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ نازل کروں گا جس میں حلیم و بردبار کو حیران و سرگردان چھوڑ دوں گا۔
چنانچہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ ہم اللہ سے غفلت کی ٹھوکروں سے عفو کے خواستگار ہیں۔

۳۷۰۔ وروی أنہ علیہ السلام قلّما اعتدل بہ المنبر إلا قال أمام الخطبة: أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللّٰهَ فَمَا خُلِقَ امْرُؤٌ

(۳۷۰) جب بھی آپ منبر پہ رونق افروز ہوتے تو ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ خطبہ سے پہلے یہ کلمات نہ فرمائیں۔
اے لوگو! اللہ سے ڈرو، کیونکہ کوئی شخص بے کار پیدا

عَبَثاً فَيَلْهُوَ، وَلَا تُرِكَ سُدًى فَيَلْغُوَ! وَمَا دُنْيَاهُ الَّتِي تَحَسَّنَتْ لَهُ بِخَلَفٍ مِنَ الْآخِرَةِ الَّتِي قَبَّحَهَا سُوءُ النَّظَرِ عِنْدَهُ، وَمَا الْمَغْرُورُ الَّذِي ظَفِرَ مِنَ الدُّنْيَا بِأَعْلَى هِمَّتِهِ كَالْآخَرِ الَّذِي ظَفِرَ مِنَ الْآخِرَةِ بِأَدْنَى سُهْمَتِهِ۔

نہیں کیا گیا کہ وہ کھیل کود میں پڑ جائے، اور نہ اسے بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہے کہ بیہودگیاں کرنے لگے اور یہ دنیا جو اس کے لیے آراستہ و پیراستہ ہے اس آخرت کا عوض نہیں ہو سکتی کہ جس کو اس کی غلط نگاہ نے بُری صورت میں پیش کیا ہے وہ فریب خوردہ جو اپنی بلند ہمتی سے دُنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اس دوسرے شخص کے مانند نہیں ہو سکتا جس نے تھوڑا بہت آخرت کا حصّہ حاصل کر لیا ہو۔

* * *

۳۷۱۔ وقال علیه السلام: لَا شَرَفَ أَعْلَى مِنَ الْإِسْلَامِ، وَلَا عِزَّ أَعَزُّ مِنَ التَّقْوَى، وَلَا مَعْقِلَ أَحْسَنُ مِنَ الْوَرَعِ، وَلَا شَفِيعَ أَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ، وَلَا كَنْزَ أَغْنَى مِنَ الْقَنَاعَةِ، وَلَا مَالَ أَذْهَبُ لِلْفَاقَةِ مِنَ الرِّضَا بِالْقُوتِ، وَمَنِ اقْتَصَرَ عَلَى بُلْغَةِ الْكَفَافِ فَقَدِ انْتَظَمَ الرَّاحَةَ وَتَبَوَّأَ خَفْضَ الدَّعَةِ۔ وَالرَّغْبَةُ مِفْتَاحُ النَّصَبِ وَمَطِيَّةُ التَّعَبِ، وَالْحِرْصُ وَالْكِبْرُ وَالْحَسَدُ دَوَاعٍ إِلَى التَّقَحُّمِ فِي الذُّنُوبِ وَالشَّرُّ جَامِعٌ لِمَسَاوِي الْعُيُوبِ۔

(۳۷۱) کوئی شرف اسلام سے بلند تر نہیں، کوئی بزرگی تقویٰ سے زیادہ باوقار نہیں، کوئی پناہ گاہ پرہیزگاری سے بہتر نہیں، کوئی سفارش کرنے والا توبہ سے بڑھ کر کامیاب نہیں کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ بے نیاز کرنے والا نہیں کوئی مال بقدر کفاف پر رضا مندر رہنے سے بڑھ کر فقر و احتیاج کا دور کرنے والا نہیں۔ جو شخص قدر حاجت پر اکتفا کر لیتا ہے وہ آسائش و راحت پا لیتا ہے اور آرام و آسودگی میں منزل بنا لیتا ہے۔ خواہش و رغبت، رنج و تکلیف کی کلید اور مشقت و اندوہ کی سواری ہے۔ حرص، تکبّر اور حسد گناہوں میں پھاند پڑنے کے محرکات ہیں اور بد کرداری تمام برے عیوب کو حاوی ہے۔

۳۷۲۔ وقال علیه السلام لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ: يَا جَابِرُ، قِوَامُ الدِّينِ وَالدُّنْيَا بِأَرْبَعَةٍ: عَالِمٍ مُسْتَعْمِلٍ عِلْمَهُ، وَجَاهِلٍ لَا يَسْتَنْكِفُ أَنْ يَتَعَلَّمَ، وَجَوَادٍ لَا يَبْخَلُ بِمَعْرُوفِهِ، وَفَقِيرٍ لَا يَبِيعُ آخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ؛ فَإِذَا ضَيَّعَ الْعَالِمُ عِلْمَهُ اسْتَنْكَفَ

(۳۷۲) جابر ابن عبداللہ انصاری سے فرمایا اے جابر! چار قسم کے آدمیوں سے دین و دنیا کا قیام ہے (۱) عالم جو اپنے علم کو کام میں لاتا ہو، (۲) جاہل جو علم کے حاصل کرنے میں عار نہ کرتا ہو (۳) سخی جو داد و دہش میں بخل نہ کرتا ہو (۴) اور فقیر جو آخرت کو دنیا کے عوض نہ بیچتا ہو، تو جب عالم اپنے علم کو برباد کرے گا، تو جاہل اُس

الجَاهِلُ اَنْ يَتَعَلَّمَ، وَاِذَا بَخِلَ الْغَنِيُّ بِمَعْرُوفِهِ بَاعَ الْفَقِيْرُ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْيَاهُ - يَا جَابِرُ مَنْ كَثُرَتْ نِعَمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كَثُرَتْ حَوَائِجُ النَّاسِ اِلَيْهِ، فَمَنْ قَامَ لِلّٰهِ فِيْهَا بِمَا يَجِبُ (فِيْهَا) عَرَّضَهَا لِلدَّوَامِ وَالْبَقَاءِ وَمَنْ لَمْ يَقُمْ فِيْهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلزَّوَالِ وَالْفَنَاءِ -

کے سیکھنے میں عار سمجھے گا اور جب دولت مند نیکی و احسان میں بخل کرے گا، تو فقیر اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا

اے جابر! جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی، لوگوں کی حاجتیں بھی اس کے دامن سے زیادہ وابستہ ہوں گی لہٰذا جو شخص ان نعمتوں پر عائد ہونے والے حقوق کو اللہ کی خاطر ادا کرے گا، وہ ان کے لیے دوام و ہمیشگی کا سامان کرے گا اور جو ان واجب حقوق کے ادا کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوگا وہ انہیں فنا و بربادی کی زد پر لے آئے گا۔

---

۳۷۳ - وروى ابن جرير الطبري في تاريخه عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلى الفقيه - وكان ممّن خرج لقتال الحجاج مع ابن الأشعث - انه قال فيما كان يحض به النّاس على الجهاد: إني سمعت عليا عليه السلام يقول يوم لقينا أهل الشّام -

اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ، اِنَّهٗ مَنْ رَاٰى عُدْوَانًا يُعْمَلُ بِهٖ وَمُنْكَرًا يُدْعٰى اِلَيْهِ فَاَنْكَرَهٗ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ سَلِمَ وَبَرِئَ، وَمَنْ اَنْكَرَهٗ بِلِسَانِهٖ فَقَدْ اُجِرَ وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ وَمَنْ اَنْكَرَهٗ بِالسَّيْفِ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَكَلِمَةُ الظّٰلِمِيْنَ هِيَ السُّفْلٰى فَذٰلِكَ الَّذِيْ اَصَابَ سَبِيْلَ الْهُدٰى، وَقَامَ عَلَى الطَّرِيْقِ، وَنَوَّرَ فِيْ قَلْبِهِ الْيَقِيْنُ -

(۳۷۳) ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی الفقیہ سے روایت کی ہے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جو ابن اشعث کے ساتھ حجاج سے لڑنے کے لیے نکلے تھے کہ وہ لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کے لیے کہتے تھے کہ جب اہل شام سے لڑنے کے لیے بڑھے تو میں نے علی علیہ السلام کو فرماتے سنا۔

اے اہل ایمان! جو شخص دیکھے کہ ظلم و عدوان پر عمل ہو رہا ہے اور برائی کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور وہ دل سے اسے برا سمجھے، تو وہ (عذاب سے) محفوظ اور (گناہ سے) بری ہو گیا، اور جو زبان سے اُسے برا کہے وہ ماجور ہے اور صرف دل سے برا سمجھنے والے سے افضل ہے اور جو شخص شمشیر بکف ہو کر اس برائی کے خلاف کھڑا ہو تا کہ اللہ کا بول بالا ہو، اور ظالموں کی بات گر جائے، تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کی راہ کو پا لیا اور سیدھے راستے پر ہو لیا اور اس کے دل میں یقین نے روشنی پھیلا دی۔

۳۷۴ - وفی کلام آخر له یجری هذا المجری: فَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ لِلْمُنْكَرِ بِيَدِهِ وَلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ فَذٰلِكَ الْمُسْتَكْمِلُ لِخِصَالِ الْخَيْرِ، وَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ فَذٰلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَمُضَيِّعٌ خَصْلَةً وَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ وَلِسَانِهِ فَذٰلِكَ الَّذِي ضَيَّعَ أَشْرَفَ الْخَصْلَتَيْنِ مِنَ الثَّلَاثِ وَتَمَسَّكَ بِوَاحِدَةٍ وَمِنْهُمْ تَارِكٌ لِإِنْكَارِ الْمُنْكَرِ بِلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ وَيَدِهِ فَذٰلِكَ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ - وَمَا أَعْمَالُ الْبِرِّ كُلُّهَا وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عِنْدَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ إِلَّا كَنَفْثَةٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ وَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ أَجَلٍ، وَلَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِزْقٍ، وَأَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ إِمَامٍ جَائِرٍ۔

(۳۷۴) اسی انداز پر حضرت کا ایک یہ کلام ہے لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو برائی کو ہاتھ، زبان اور دل سے برا سمجھتا ہے، چنانچہ اس نے اچھی خصلتوں کو پورے طور پر حاصل کر لیا ہے اور ایک وہ ہے جو زبان اور دل سے برا سمجھتا ہے لیکن ہاتھ سے اسے نہیں مٹاتا تو اس نے اچھی خصلتوں میں سے دو خصلتوں سے ربط رکھا اور ایک خصلت کو رائیگاں کر دیا اور ایک وہ ہے جو دل سے برا سمجھتا ہے لیکن اسے مٹانے کے لیے ہاتھ اور زبان کسی سے کام نہیں لیتا۔ اس نے تین خصلتوں میں سے دو عمدہ خصلتوں کو ضائع کر دیا، اور صرف ایک سے وابستہ رہا اور ایک وہ ہے جو نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے اور نہ دل سے برائی کی روک تھام کرتا ہے، یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے،

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام اعمال خیر اور جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں ایسے ہیں، جیسے گہرے دریا میں لعاب دہن کے ریزے ہوں یہ نیکی کا حکم دینا، اور برائی سے روکنا ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے موت قبل از وقت آجائے، یا رزق معین میں کمی ہو جائے اور ان سب سے بہتر وہ حق بات ہے، جو کسی جابر حکمران کے سامنے کہی جائے۔

---

۳۷۵ - وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: سمعت امیر المؤمنین علیه السلام یقول أَوَّلُ مَا تُغْلَبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْجِهَادِ الْجِهَادُ بِأَيْدِيكُمْ ثُمَّ بِأَلْسِنَتِكُمْ ثُمَّ بِقُلُوبِكُمْ فَمَنْ

(۳۷۵) ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے امیر المومنین کو فرماتے سنا کہ!

پہلا جہاد کہ جس سے تم مغلوب ہو جاؤ گے ہاتھ کا جہاد ہے۔ پھر زبان کا، اور پھر دل کا جس نے دل سے بھلائی کو اچھا

لَمْ يَعْرِفْ بِقَلْبِهِ مَعْرُوفاً وَلَمْ يُنْكِرْ مُنْكَراً قُلِبَ فَجُعِلَ أَعْلَاهُ أَسْفَلَهُ، وَأَسْفَلُهُ أَعْلَاهُ۔

اور برائی کو برا نہ سمجھا، اسے الٹ پلٹ کر دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا جائے گا۔

---

۳۷۶ ـ وقال علیہ السلام: إِنَّ الْحَقَّ ثَقِيلٌ مَرِيءٌ، وَإِنَّ الْبَاطِلَ خَفِيفٌ وَبِيءٌ۔

(۳۷۶) حق گراں، مگر خوش گوار ہوتا ہے اور باطل ہلکا، مگر وبا پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

---

۳۷۷ ـ وقال علیہ السلام: لَا تَأْمَنَنَّ عَلَى خَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَذَابَ اللّٰهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ) وَلَا تَيْأَسَنَّ لِشَرِّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ)۔

(۳۷۷) اس امت کے بہترین شخص کے بارے میں بھی اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ "گھاٹا اٹھانے والے لوگ ہی اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو بیٹھے ہیں" اور اس امت کے بدترین آدمی کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ "خدا کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی اور نا امید نہیں ہوتا۔

---

۳۷۸ ـ وقال علیہ السلام: اَلْبُخْلُ جَامِعٌ لِمَسَاوِي الْعُيُوبِ، وَهُوَ زِمَامٌ يُقَادُ بِهِ إِلَى كُلِّ سُوءٍ۔

(۳۷۸) بخل تمام برے عیوب کا مجموعہ ہے اور ایسی مہار ہے، جس سے ہر برائی کی طرف کھینچ کر جایا جا سکتا ہے۔

---

۳۷۹ ـ وقال علیہ السلام: الرِّزْقُ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهُ، وَرِزْقٌ يَطْلُبُكَ فَإِنْ لَمْ تَأْتِهِ أَتَاكَ۔ فَلَا تَحْمِلْ هَمَّ سَنَتِكَ عَلَى هَمِّ يَوْمِكَ كَفَاكَ كُلَّ يَوْمٍ عَلَى مَا فِيهِ، فَإِنْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى سَيُؤْتِيكَ فِي كُلِّ غَدٍ جَدِيدٍ مَا قَسَمَ لَكَ، وَإِنْ لَمْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ

(۳۷۹) رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس کی تلاش میں تم ہو، اور ایک وہ جو تمہاری جستجو میں ہے۔ اگر تم اس تک نہ پہنچ سکو گے، تو وہ تم تک پہنچ کر رہے گا۔ لہٰذا اپنے ایک دن کی فکر پر سال بھر کی فکریں نہ لادو۔ جو ہر دن کا رزق ہے وہ تمہارے لیے کافی ہے، تو اللہ ہر نئے دن جو روزی اس نے تمہارے لیے مقرر کر رکھی ہے وہ تمہیں دے گا اور اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی نہیں ہے تو تمہیں معلوم ہونا

عُمُرِكَ فِيمَا تَصْنَعُ بِالْيَوْمِ لِمَا لَيْسَ لَكَ، وَلَنْ يَسْبِقَكَ إِلَى رِزْقِكَ طَالِبٌ، وَلَنْ يَغْلِبَكَ عَلَيْهِ غَالِبٌ، وَلَنْ يُبْطِئَ عَنْكَ مَا قَدْ قُدِّرَ لَكَ۔

قال الرضی: وقد مضی هذا الکلام فیما تقدم من هذا الباب، إلا انه ههنا أوضح وأشرح، فلذلك کررناه علی القاعدة المقررة فی اول الکتاب۔

چاہیئے کہ کوئی طلبگار تمہارے رزق کی طرف تم سے آگے بڑھ نہیں سکتا اور نہ کوئی غلبہ پانے والا اس میں تم پر غالب آسکتا ہے اور جو تمہارے لیے مقدر ہو چکا ہے، اس کے ملنے میں کبھی تاخیر نہ ہو گی۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام اسی باب میں پہلے بھی درج ہو چکا ہے۔ مگر یہاں کچھ زیادہ وضاحت و تشریح کے ساتھ تھا، اس لیے ہم نے اس کا اعادہ کیا ہے اس قاعدہ کی بنا پر جو کتاب کے دیباچہ میں گزر چکا ہے۔

---

۳۸۰ - وقال علیه السلام: رُبَّ مُسْتَقْبِلٍ يَوْمًا لَيْسَ بِمُسْتَدْبِرِهِ، وَمَغْبُوطٍ فِي أَوَّلِ لَيْلِهِ قَامَتْ بَوَاكِيهِ فِي آخِرِهِ۔

۞ ۞ ۞

(۳۸۰) بہت سے لوگ ایسے دن کا سامنا کرتے ہیں جس سے انہیں پیٹھ پھرانا نہیں ہوتا۔ اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ رات کے پہلے حصہ میں ان پر رشک کیا جاتا ہے اور آخری حصہ میں ان پر رونے والیوں کا کہرام بپا ہوتا ہے

---

۳۸۱ - وقال علیه السلام: الْكَلَامُ فِي وَثَاقِكَ مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهِ فَإِذَا تَكَلَّمْتَ بِهِ صِرْتَ فِي وَثَاقِهِ فَاخْزُنْ لِسَانَكَ كَمَا تَخْزُنُ ذَهَبَكَ وَوَرِقَكَ، فَرُبَّ كَلِمَةٍ سَلَبَتْ نِعْمَةً۔ (وَجَلَبَتْ نِقْمَةً)۔

۞ ۞ ۞

(۳۸۱) کلام تمہارے قید و بند میں ہے جب تک تم نے اسے کہا نہیں ہے اور جب کہہ دیا، تو تم اس کی قید و بند میں ہو۔ لہٰذا اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرو، جس طرح اپنے سونے چاندی کی حفاظت کرتے ہو کیونکہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی بڑی نعمت کو چھین لیتی اور مصیبت کو نازل کر دیتی ہیں۔

---

۳۸۲ - وقال علیه السلام: لَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ بَلْ لَا تَقُلْ كُلَّ مَا تَعْلَمُ فَإِنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَى جَوَارِحِكَ (كُلِّهَا) فَرَائِضَ يَحْتَجُّ بِهَا عَلَيْكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(۳۸۲) جو نہیں جانتے اسے نہ کہو، بلکہ جو جانتے ہو، وہ بھی سب کا سب نہ کہو کیونکہ اللہ سبحانہ نے تمہارے تمام اعضا پر کچھ فرائض عائد کیے ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن تم پر حجت لائے گا۔

۳۸۳ - وقال علیہ السلام: إِحْذَرْ أَنْ يَرَاكَ اللهُ عِنْدَ مَعْصِيَتِهِ وَيَفْقِدَكَ عِنْدَ طَاعَتِهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، وَإِذَا قَوِيْتَ فَاقْوَ عَلٰى طَاعَةِ اللهِ وَإِذَا ضَعُفْتَ فَاضْعُفْ عَنْ مَعْصِيَةِ اللهِ۔

(۳۸۳) اس بات سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہیں اپنی معصیت کے وقت موجود اور اپنی اطاعت کے وقت غیر حاضر پائے تو تمہارا شمار گھاٹا اٹھانے والوں میں ہوگا۔ جب قوی و توانا ثابت ہونا ہو تو اللہ کی اطاعت پر اپنی قوت دکھاؤ اور کمزور بننا ہو، تو اس کی معصیت سے کمزوری دکھاؤ۔

---

۳۸۴ - وقال علیہ السلام: الرُّكُوْنُ إِلَى الدُّنْيَا مَعَ مَا تُعَايِنُ مِنْهَا جَهْلٌ وَالتَّقْصِيْرُ فِيْ حُسْنِ الْعَمَلِ إِذَا وَثِقْتَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ غَبْنٌ وَ الطُّمَأْنِيْنَةُ إِلٰى كُلِّ أَحَدٍ قَبْلَ الْاِخْتِبَارِ عَجْزٌ۔

(۳۸۴) دنیا کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھکنا جہالت ہے اور حسن عمل کے ثواب کا یقین رکھتے ہوئے اس میں کوتاہی کرنا گھاٹا اٹھانا ہے۔ اور پرکھے بغیر ہر ایک پر بھروسا کر لینا عجز و کمزوری ہے۔

---

۳۸۵ - وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مِنْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ أَنَّهُ لَا يُعْصٰى إِلَّا فِيْهَا، وَ لَا يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِتَرْكِهَا۔

(۳۸۵) اللہ کے نزدیک دنیا کی حقارت کے لیے یہی بہت ہے کہ اللہ کی معصیت ہوتی ہے تو اس میں اور اس کے یہاں کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو اسے چھوڑنے سے

---

۳۸۶ - وقال علیہ السلام: مَنْ طَلَبَ شَيْئًا نَالَهُ أَوْ بَعْضَهُ۔

(۳۸۶) جو شخص کسی چیز کو طلب کرے، تو اسے یا اس کے بعض حصہ کو پا لے گا۔ (جوئندہ یابندہ)

---

۳۸۷ - وقال علیہ السلام: مَا خَيْرٌ بِخَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ، وَمَا شَرٌّ بِشَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ وَكُلُّ نَعِيْمٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ فَهُوَ مَحْقُوْرٌ، وَكُلُّ بَلَاءٍ دُوْنَ النَّارِ عَافِيَةٌ۔

(۳۸۷) وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کے بعد دوزخ کی آگ ہو۔ اور وہ برائی برائی نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ جنت کے سامنے ہر نعمت حقیر، اور دوزخ کے مقابلہ میں ہر مصیبت راحت ہے۔

---

۳۸۸ - وقال علیہ السلام: أَلَا وَإِنَّ مِنَ الْبَلَاءِ الْفَاقَةَ، وَأَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ

(۳۸۸) اس بات کو جانتے رہو کہ فقر و فاقہ ایک مصیبت ہے، اور فقر سے زیادہ سخت جسمانی امراض ہیں

الْبَدَنِ؛ وَأَشَدُّ مِنْ مَرَضِ الْبَدَنِ مَرَضُ الْقَلْبِ. أَلَا وَإِنَّ مِنَ النِّعَمِ سَعَةَ الْمَالِ، وَأَفْضَلُ مِنْ سَعَةِ الْمَالِ صِحَّةُ الْبَدَنِ، وَأَفْضَلُ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوَى الْقَلْبِ.

اور جسمانی امراض سے زیادہ سخت دل کا روگ ہے۔ یاد رکھو کہ مال کی فراوانی ایک نعمت ہے اور مال کی فراوانی سے بہتر صحت بدن ہے، اور صحت بدن سے بہتر دل کی پرہیزگاری ہے۔

۳۸۹۔ (وقال علیہ السلام): مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ. وفی روایة أخرى: مَنْ فَاتَهُ حَسَبُ نَفْسِهِ لَمْ يَنْفَعْهُ حَسَبُ آبَائِهِ).

(۳۸۹) جسے عمل پیچھے ہٹائے، اسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا (ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے) جسے ذاتی شرف و منزلت حاصل نہ ہو، اسے آباء و اجداد کی منزلت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

۳۹۰۔ (وقال علیہ السلام): لِلْمُؤْمِنِ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ: فَسَاعَةٌ يُنَاجِي فِيهَا رَبَّهُ؛ وَسَاعَةٌ يَرُمُّ مَعَاشَهُ، وَسَاعَةٌ يُخَلِّي بَيْنَ نَفْسِهِ وَبَيْنَ لَذَّتِهَا فِيمَا يَحِلُّ وَيَجْمُلُ وَلَيْسَ لِلْعَاقِلِ أَنْ يَكُونَ شَاخِصاً إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: مَرَمَّةٍ لِمَعَاشٍ، أَوْ خُطْوَةٍ فِي مَعَادٍ، أَوْ لَذَّةٍ فِي غَيْرِ مُحَرَّمٍ.

(۳۹۰) مومن کے اوقات تین ساعتوں پر منقسم ہوتے ہیں ایک وہ کہ جس میں اپنے پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے اور ایک وہ کہ جس میں اپنے معاش کا سروسامان کرتا ہے اور وہ کہ جس میں حلال و پاکیزہ لذتوں میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتا ہے عقلمند آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ گھر سے دور ہو، مگر تین چیزوں کے لیے معاش کے بندوبست کے لیے یا امر آخرت کی طرف قدم اٹھانے کے لیے، یا ایسی لذت اندوزی کے لیے کہ جو حرام نہ ہو۔

* * *

۳۹۱۔ وقال علیہ السلام: ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُبَصِّرْكَ اللهُ عَوْرَاتِهَا، وَلَا تَغْفُلْ فَلَسْتَ بِمَغْفُولٍ عَنْكَ.

(۳۹۱) دنیا سے بے تعلق رہو، تاکہ اللہ تم میں دنیا کی برائیوں کا احساس پیدا کرے۔ اور غافل نہ ہو اس لیے کہ تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوا جائے گا۔

۳۹۲۔ وقال علیہ السلام: تَكَلَّمُوا تُعْرَفُوا، فَإِنَّ الْمَرْءَ مَخْبُوءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ.

(۳۹۲) بات کرو، تاکہ پہچانے جاؤ کیونکہ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

۳۹۳ - وقال علیہ السلام: خُذْ مِنَ الدُّنْيَا مَا أَتَاكَ، وَتَوَلَّ عَمَّا تَوَلَّى عَنْكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَأَجْمِلْ فِي الطَّلَبِ۔

(۳۹۳) جو دنیا سے تمہیں حاصل ہو اُسے لے لو اور جو چیز رُخ پھیرے اس سے مُنہ موڑے رہو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تحصیل و طلب میں میانہ روی اختیار کرو۔

---

۳۹۴ - وقال علیہ السلام: رُبَّ قَوْلٍ أَنْفَذُ مِنْ صَوْلٍ۔

(۳۹۴) بہت سے کلمے حملہ سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔

---

۳۹۵ - وقال علیہ السلام: كُلُّ مُقْتَصَرٍ عَلَيْهِ كَافٍ۔

(۳۹۵) جس چیز پر قناعت کر لی جائے وہ کافی ہے۔

---

۳۹۶ - وقال علیہ السلام: اَلْمَنِيَّةُ وَلَا الدَّنِيَّةُ! وَالتَّقَلُّلُ وَلَا التَّوَسُّلُ وَمَنْ لَمْ يُعْطَ قَاعِدًا لَمْ يُعْطَ قَائِمًا، وَالدَّهْرُ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَكَ، وَيَوْمٌ عَلَيْكَ فَإِذَا كَانَ لَكَ فَلَا تَبْطَرْ، وَإِذَا كَانَ عَلَيْكَ فَاصْبِرْ۔

(۳۹۶) موت ہو اور ذلت نہ ہو۔ کم ملے اور دوسروں کو وسیلہ بنانا نہ ہو۔ جسے بیٹھے بٹھائے نہیں ملتا اُسے اُٹھنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہو گا زمانہ دو دنوں پر منقسم ہے ایک دن تمہارے موافق اور ایک تمہارے مخالف۔ جب موافق ہو تو اتراؤ نہیں۔ اور جب مخالف ہو تو صبر کرو۔

---

۳۹۷ - (وقال علیہ السلام: نِعْمَ الطِّيبُ الْمِسْكُ خَفِيفٌ مَحْمِلُهُ، عَطِرٌ رِيحُهُ)۔

(۳۹۷) بہترین خوشبو مشک ہے۔ جس کا ظرف ہلکا اور مہک عطر بار ہے۔

---

۳۹۸ - (وقال علیہ السلام: ضَعْ فَخْرَكَ، وَاحْطُطْ كِبْرَكَ، وَاذْكُرْ قَبْرَكَ)۔

(۳۹۸) فخر و سر بلندی کو چھوڑو، تکبر و غرور کو مٹاؤ اور قبر کو یاد رکھو۔

---

۳۹۹ - وقال علیہ السلام: إِنَّ لِلْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ حَقًّا، وَإِنَّ لِلْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ حَقًّا، فَحَقُّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ أَنْ يُطِيعَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ،

(۳۹۹) ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے۔ باپ کا فرزند پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کی معصیت کے ہر بات میں اس کی

إِلَّا فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ، وَحَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحَسِّنَ اسْمَهُ، وَيُحَسِّنَ أَدَبَهُ، وَيُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ)۔

اطاعت کرے اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے، اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے اور قرآن کی اسے تعلیم دے۔

۴۰۰۔ وقال علیہ السلام: اَلْعَيْنُ حَقٌّ، وَ الرُّقَى حَقٌّ، وَالسِّحْرُ حَقٌّ وَالْفَالُ حَقٌّ وَ الطِّيَرَةُ لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَالْعَدْوَى لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَالطِّيبُ نُشْرَةٌ، وَالْعَسَلُ نُشْرَةٌ، وَ الرُّكُوبُ نُشْرَةٌ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْخُضْرَةِ نُشْرَةٌ۔

(۴۰۰) چشم بد، افسوس، سحر اور فال نیک ان سب میں واقعیت ہے۔ البتہ فال بد اور ایک کی بیماری کا دوسرے کو لگ جانا غلط ہے۔ خوشبو سونگھنا، شہد کھانا، سواری کرنا اور سبزے پر نظر کرنا غم و اندوہ اور قلق و اضطراب کو دور کرتا ہے۔

طیرہ کے معنی فال بد اور تفاؤل کے معنی فال نیک کے ہوتے ہیں۔ شرعی لحاظ سے کسی چیز سے برا شگون لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ صرف توہمات کا کرشمہ ہے۔ اس بدشگونی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ کیومرث کے بیٹوں نے رات کے پہلے حصہ میں مرغ کی اذان سنی، اور اتفاق سے اسی رات کو کیومرث کا انتقال ہو گیا جس سے انہیں یہ توہم ہوا کہ مرغ کا بے وقت اذان دینا کسی خبر غم کا پیش خیمہ ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے اس مرغ کو ذبح کر دیا، اور بعد میں مختلف حادثوں کا مختلف چیزوں سے خصوصی تعلق قائم کر لیا گیا۔

البتہ فال نیک لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ جب ہجرت پیغمبرؐ کے بعد قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو آنحضرت کو گرفتار کرے گا، تو اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے تو ابو بریدہ اسلمی اپنے قبیلہ کے ستر آدمیوں کے ہمراہ آپ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور جب ایک منزل پر آمنا سامنا ہوا تو آنحضرتؐ نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا کہ بریدہ ابن خصیب حضرت نے یہ نام سنا تو فرمایا بردامرنا ہمارا معاملہ خوشگوار ہو گیا" پھر پوچھا کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا کہ اسلم سے۔ تو فرمایا کہ سلمنا ہم نے سلامتی پائی" پھر دریافت کیا کہ کس شاخ سے ہو اس نے کہا بنی سہم سے۔ تو فرمایا کہ خرج سھمك تمہارا تیر نکل گیا" بریدہ اس انداز گفتگو اور حسن گفتار سے بہت متاثر ہوا۔ اور پوچھا کہ آپ کون ہیں فرمایا کہ محمدؐ ابن عبد اللہ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سن کر بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔ اشهد انك رسول الله ؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، اور قریش کے انعام سے دستبردار ہو کر دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

۴۰۱۔ وقال علیہ السلام: مُقَارَبَةُ النَّاسِ فِي أَخْلَاقِهِمْ أَمْنٌ مِنْ غَوَائِلِهِمْ۔

(۴۰۱) لوگوں سے ان کے اخلاق و اطوار میں ہم رنگ ہونا ان کے شر سے محفوظ ہو جانا ہے۔

۴۰۲۔ وقال علیہ السلام: لبعض مخاطبیہ ـ وقد تکلم بکلمۃ یستصغر مثلہ عن قول مثلھا: ـ لَقَدْ طِرْتَ شَكِيرًا، وَهَدَرْتَ سَقْبًا ـ قال الرضی، والشکیر ھھنا: اوّل ما ینبت من ریش الطائر قبل ان یقوی ویستحصف والسقب: الصغیر من الابل، ولا یھدر الا بعد أن یستفحل۔

(۴۰۲) ایک ہمکلام ہونے والے سے کہ جس نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک بات کہی تھی، فرمایا تم پر نکلتے ہی اڑنے لگے اور جوان ہونے سے پہلے بلبلانے لگے۔

(سیّد رضی فرماتے ہیں) کہ اس فقرہ میں شکیر سے مراد وہ پر ہیں جو پہلے پہل نکلتے ہیں اور ابھی مضبوط و مستحکم نہیں ہونے پاتے، اور سقب اونٹ کے بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس وقت بلبلاتا ہے جب جوان ہو جاتا ہے۔

۴۰۳۔ وقال علیہ السلام، مَنْ أَوْمَأَ إِلَى مُتَفَاوِتٍ خَذَلَتْهُ الْحِيَلُ ۔

(۴۰۳) جو شخص مختلف چیزوں کا طلب گار ہوتا ہے اس کی ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں "طلب الکل، فوت الکل"۔

۴۰۴۔ وقال علیہ السلام: وَقَدْ سُئِلَ عَنْ مَعْنَى قَوْلِهِمْ (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ) ـ إِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللهِ شَيْئًا، وَلَا نَمْلِكُ إِلَّا مَا مَلَّكَنَا فَمَتَى مَلَّكَنَا مَا هُوَ أَمْلَكُ بِهِ مِنَّا كَلَّفَنَا وَمَتَى أَخَذَهُ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيفَهُ عَنَّا۔

(۴۰۴) حضرت سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ (قوت و توانائی نہیں مگر اللہ کے سبب سے) کے معنے دریافت کئے گئے، تو آپ نے فرمایا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں اس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم انہیں پر اختیار رکھتے ہیں۔ تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم پر شرعی ذمہ داریاں عائد کیں۔ اور جب اس چیز کو واپس لے گا، تو ہم سے اس ذمہ داری کو بھی برطرف کر دے گا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی شے پر مستقلاً تملک و اختیار حاصل نہیں بلکہ یہ حق ملکیت و قوت تصرف قدرت کا بخشا ہوا ایک عطیہ ہے اور جب تک یہ تملک و اختیار باقی رہتا ہے تکلیف شرعی برقرار رہتی ہے اور اسے سلب کر لیا جاتا ہے تو تکلیف بھی برطرف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا تکلیف مالایطاق ہے جو کسی حکیم و دانا کی طرف سے عائد نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے اعضاء و جوارح میں اعمال کے بجالانے کی قوت ودیعت فرمانے کے بعد ان سے تکلیف متعلق کی۔ لہٰذا جب تک یہ قوت باقی رہے گی، ان سے تکلیف کا تعلق رہے گا، اور اس قوت کے سلب کر لینے کے بعد تکلیف بھی برطرف ہو جائے گی، جیسے زکوٰۃ کا فریضہ اسی وقت عائد ہوتا ہے جب

دولت ہو، اور جب وہ دولت کو چھین لے گا تو اس کے نتیجہ میں زکوٰۃ کا وجوب بھی ساقط کر دے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا عقلاً قبیح ہے۔

۴۰۵۔ وقال علیہ السلام: لعمار بن یاسر، وقد سمعہ یراجع المغیرۃ بن شعبۃ کلامًا: دَعْهُ يَا عَمَّارُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ مِنَ الدِّينِ إِلَّا مَا قَارَبَهُ مِنَ الدُّنْيَا، وَعَلَى عَمْدٍ لَبَّسَ عَلَى نَفْسِهِ لِيَجْعَلَ الشُّبُهَاتِ عَاذِرًا لِسَقَطَاتِهِ۔

(۴۰۵) عمار بن یاسر کو جب مغیرہ ابن شعبہ سے سوال و جواب کرتے سنا تو ان سے فرمایا! اے عمار اسے چھوڑ دو اس نے دین سے بس وہ لیا ہے، جو اسے دنیا سے قریب کرے اور اس نے جان بوجھ کر اپنے کو اشتباہ میں ڈال رکھا ہے تاکہ ان شبہات کو اپنی لغزشوں کے لیے بہانہ قرار دے سکے۔

۴۰۶۔ وقال علیہ السلام: مَا أَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْأَغْنِيَاءِ لِلْفُقَرَاءِ طَلَبًا لِمَا عِنْدَ اللّٰهِ! وَأَحْسَنُ مِنْهُ تِيهُ الْفُقَرَاءِ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ اتِّكَالًا عَلَى اللّٰهِ۔

(۴۰۶) اللہ کے یہاں اجر کے لیے دولتمندوں کا فقیروں سے عجز و انکساری برتنا کتنا اچھا ہے، اور اس سے اچھا فقراء کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دولتمندوں کے مقابلہ میں غرور سے پیش آنا ہے۔

۴۰۷۔ وقال علیہ السلام: مَا اسْتَوْدَعَ اللّٰهُ امْرَأً عَقْلًا إِلَّا اسْتَنْقَذَهُ بِهِ يَوْمًا مَا۔

(۴۰۷) اللہ نے کسی شخص کو عقل ودیعت نہیں کی ہے مگر یہ کہ وہ کسی دن اس کے ذریعہ سے اسے تباہی سے بچائے گا۔

۴۰۸۔ وقال علیہ السلام: مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهُ۔

(۴۰۸) جو حق سے ٹکرائے گا، حق اسے پچھاڑ دے گا۔

۴۰۹۔ وقال علیہ السلام: اَلْقَلْبُ مُصْحَفُ الْبَصَرِ۔

(۴۰۹) دل آنکھوں کا صحیفہ ہے۔

۴۱۰۔ وقال علیہ السلام: اَلتُّقٰی رَئِیْسُ الْاَخْلَاقِ۔

(۴۱۰) تقویٰ تمام خصلتوں کا سرتاج ہے۔

۴۱۱۔ وقال علیہ السلام: لَا تَجْعَلَنَّ ذَرَبَ لِسَانِكَ عَلٰی مَنْ اَنْطَقَكَ، وَبَلَاغَةَ قَوْلِكَ عَلٰی مَنْ سَدَّدَكَ۔

(۴۱۱) جس ذات نے تمہیں بولنا سکھایا ہے اُسی کے خلاف اپنی زبان کی تیزی صرف نہ کرو۔ اور جس نے تمہیں راہ پر لگایا ہے، اس کے مقابلے میں فصاحتِ گفتار کا مظاہرہ نہ کرو۔

⁂

۴۱۲۔ وقال علیہ السلام: كَفَاكَ اَدَبًا لِنَفْسِكَ اجْتِنَابُ مَا تَكْرَهُهٗ مِنْ غَيْرِكَ۔

(۴۱۲) تمہارے نفس کی آراستگی کے لیے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو اوروں کے لیے ناپسند کرتے ہو، اس سے خود بھی پرہیز کرو۔

۴۱۳۔ وقال علیہ السلام: مَنْ صَبَرَ صَبْرَ الْاَحْرَارِ، وَاِلَّا سَلَا سُلُوَّ الْاَغْمَارِ۔

(۴۱۳) جوانمردوں کی طرح صبر کرے، نہیں تو سادہ لوحوں کی طرح بھول بھال کر چپ ہو گا۔

۴۱۴۔ وفی خبر آخر انہ علیہ السلام قال للاشعث بن قیس مُعَزِّيًا: اِنْ صَبَرْتَ صَبْرَ الْاَكَارِمِ، وَاِلَّا سَلَوْتَ سُلُوَّ الْبَهَائِمِ۔

(۴۱۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اشعث ابن قیس کو تعزیت دیتے ہوئے فرمایا: اگر بزرگوں کی طرح تم نے صبر کیا تو خیر! ورنہ چوپاؤں کی طرح ایک دن بھول جاؤ گے۔

۴۱۵۔ وقال علیہ السلام فی صفۃ الدنیا: تَغُرُّ وَتَضُرُّ وَتَمُرُّ، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ يَرْضَهَا ثَوَابًا لِاَوْلِيَائِهٖ، وَلَا عِقَابًا لِاَعْدَائِهٖ، وَاِنَّ اَهْلَ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ بَيْنَا هُمْ حَلُّوا اِذْ صَاحَ بِهِمْ سَائِقُهُمْ فَارْتَحَلُوا۔

(۴۱۵) دنیا کے متعلق فرمایا!

دنیا دھوکے باز، نقصان رساں اور رواں دواں ہے اللہ نے اپنے دوستوں کے لیے اسے بطور ثواب پسند نہیں کیا، اور نہ دشمنوں کے لیے اسے بطور سزا پسند کیا۔ اہل دنیا سواروں کے مانند ہیں کہ ابھی انہوں نے منزل کی ہی تھی کہ ہنکانے والے نے انہیں للکارا، اور یہ چل دیئے۔

۴۱۶ - وقال لابنه الحسن علیه السلام: لَا تُخَلِّفَنَّ وَرَاءَكَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا، فَإِنَّكَ تُخَلِّفُهُ لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ: إِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ بِطَاعَةِ اللهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيتَ بِهِ، وَإِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ فَشَقِيَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ، فَكُنْتَ عَوْنًا لَهُ عَلَى مَعْصِيَتِهِ، وَلَيْسَ أَحَدُ هَذَيْنِ حَقِيقًا أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَى نَفْسِكَ.

قال الرضی: ویروی هذا الکلام علی وجه آخر وهو۔

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الَّذِي فِي يَدِكَ مِنَ الدُّنْيَا قَدْ كَانَ لَهُ أَهْلٌ قَبْلَكَ، وَهُوَ صَائِرٌ إِلَى أَهْلٍ بَعْدَكَ، وَإِنَّمَا أَنْتَ جَامِعٌ لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ، رَجُلٍ عَمِلَ فِيمَا جَمَعْتَهُ بِطَاعَةِ اللهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيتَ بِهِ، أَوْ رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ فَشَقِيتَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ، وَلَيْسَ أَحَدُ هَذَيْنِ أَهْلًا أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَى نَفْسِكَ وَلَا أَنْ تَحْمِلَ لَهُ عَلَى ظَهْرِكَ فَارْجُ لِمَنْ مَضَى رَحْمَةَ اللهِ، وَلِمَنْ بَقِيَ رِزْقَ اللهِ۔

(۴۱۶) اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے فرمایا: اے فرزند دنیا کی کوئی چیز اپنے پیچھے نہ چھوڑو۔ اس لیے کہ تم دو میں سے ایک کے لیے چھوڑو گے۔ ایک وہ جو اس مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا تو جو مال تمہارے لیے بدبختی کا سبب بنا وہ اس کے لیے راحت و آرام کا باعث ہوگا یا وہ ہوگا جو اسے خدا کی معصیت میں صرف کرے، تو وہ تمہارے جمع کردہ مال کی وجہ سے بدبخت ہوگا اور اس صورت میں تم خدا کی معصیت میں اس کے معین و مددگار ہو گے، اور ان دونوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو

سیدؒ رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام ایک دوسری صورت میں بھی روایت کیا گیا ہے جو یہ ہے

جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے تم سے پہلے اس کے مالک دوسرے تھے، اور یہ تمہارے بعد دوسروں کی طرف پلٹ جائے گا اور تم دو میں سے ایک کے لیے جمع کرنے والے ہو۔ ایک وہ جو تمہارے جمع کیے ہوئے مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا، تو جو مال تمہارے لیے بدبختی کا سبب ہوا وہ اس کے لیے سعادت و نیک بختی کا سبب ہوگا وہ جو اس مال سے اللہ کی معصیت کرے تو جو تم نے اس کے لیے جمع کیا وہ تمہارے لیے بدبختی کا سبب ہوگا اور ان دونوں میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو اور ان کی وجہ سے اپنی پشت کو گرانبار کرو، جو گزر گیا اس کے لیے اللہ کی رحمت، اور جو باقی رہ گیا ہے اس کے لیے رزق الٰہی کے امیدوار رہو۔

---

۴۱۷ - وقال علیه السلام لقائل قال

(۴۱۷) ایک کہنے والے نے آپ کے سامنے استغفر اللہ

بحضرتہ أَستغفر الله: ثَكِلَتكَ أُمُّكَ أَتَدري مَا الإِستِغفارُ؟ الإِستِغفارُ دَرَجَةُ العِلِّيِّينَ، وَهُوَ اسمٌ وَاقِعٌ عَلَى سِتَّةِ مَعَانٍ: أَوَّلُهَا النَّدَمُ عَلَى مَا مَضَى، وَالثَّانِي: العَزمُ عَلَى تَركِ العَودِ إِلَيهِ أَبَداً وَالثَّالِثُ أَن تُؤَدِّيَ إِلَى المَخلُوقِينَ حُقُوقَهُم حَتَّى تَلقَى اللهَ أَملَسَ لَيسَ عَلَيكَ تَبِعَةٌ، وَالرَّابِعُ: أَن تَعمِدَ إِلَى كُلِّ فَرِيضَةٍ عَلَيكَ ضَيَّعتَهَا فَتُؤَدِّيَ حَقَّهَا، وَالخَامِسُ أَن تَعمِدَ إِلَى اللَّحمِ الَّذِي نَبَتَ عَلَى السُّحتِ فَتُذِيبَهُ بِالأَحزَانِ حَتَّى تُلصِقَ الجِلدَ بِالعَظمِ وَيَنشَأَ بَينَهُمَا لَحمٌ جَدِيدٌ وَالسَّادِسُ: أَن تُذِيقَ الجِسمَ أَلَمَ الطَّاعَةِ كَمَا أَذَقتَهُ حَلَاوَةَ المَعصِيَةِ، فَعِندَ ذٰلِكَ تَقُولُ: أَستَغفِرُ اللهَ۔

کہا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا۔

تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے کچھ معلوم بھی ہے۔ کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے۔ پہلے یہ کہ جو ہو چکا اس پر نادم ہو، دوسرے ہمیشہ کے لیے اس کے ترکب نہ ہونے کا تہیا کرنا، تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک وصاف اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ جو فرائض تم پر عائد ہوئے تھے، اور تم نے انہیں ضائع کر دیا تھا، انہیں اب پورے طور پر بجا لاؤ، پانچویں یہ کہ جو گوشت (اکل) حرام سے نشوونما پاتا رہا ہے، اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ۔ یہاں تک کہ کھال کو ہڈیوں سے ملا دو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو۔ چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو۔ جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے تو اب کہو "استغفر اللہ"۔

۴۱۸۔ وقال علیہ السلام: الحِلمُ عَشِيرَةٌ۔

(۴۱۸) حلم و تحمل ایک پورا قبیلہ ہے۔

۴۱۹۔ وقال علیہ السلام: مِسكِينُ ابنُ آدَمَ: مَكتُومُ الأَجَلِ، مَكنُونُ العِلَلِ، مَحفُوظُ العَمَلِ، تُؤلِمُهُ البَقَّةُ وَتَقتُلُهُ الشَّرقَةُ، وَتُنتِنُهُ العَرقَةُ۔

(۴۱۹) بیچارہ آدمی کتنا بے بس ہے موت اس سے نہاں، بیماریاں اس سے پوشیدہ، اور اس کے اعمال محفوظ ہیں، مچھر کے کاٹنے سے چیخ اٹھتا ہے، اچھو لگنے سے مر جاتا ہے اور پسینہ اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے۔

۴۲۰۔ وروی انہ علیہ السلام کان جالساً فی اصحابہ، فمرت بهم امرأة جميلة

(۴۲۰) وارد ہوا ہے کہ حضرت اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، کہ ان کے سامنے سے ایک

فرمقها القوم بابصارهم فقال علیه السلام:
إنَّ أبصارَ هذِهِ الفُحُولِ طَوامِحُ، وَ إنَّ ذلِكَ سَبَبُ هَبابِها، فَإذا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إلى امْرَأَةٍ تُعْجِبُهُ فَلْيُلامِسْ أَهْلَهُ، فَإنَّما هِيَ امْرَأَةٌ كَامْرَأَةٍ
فقال رجل من الخوارج قاتله الله كافرا ما افقهه، فوثب القوم ليقتلوه فقال علیه السلام: رُوَيْداً إنَّما هُوَ سَبٌّ بِسَبٍّ أَوْ عَفْوٌ عَنْ ذَنْبٍ!

حسین عورت کا گزر ہوا جسے ان لوگوں نے دیکھنا شروع کیا جس پر حضرت نے فرمایا:
ان مردوں کی آنکھیں تاکنے والی ہیں اور یہ نظر بازی ان کی خواہشات کو برانگیختہ کرنے کا سبب ہے لہذا اگر تم میں سے کسی کی نظر ایسی عورت پر پڑے کہ جو اسے اچھی معلوم ہو، تو اسے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ عورت بھی عورت کے مانند ہے۔ یہ سن کر ایک خارجی نے کہا کہ خدا اس کافر کو قتل کرے یہ کتنا بڑا فقیہ ہے۔ یہ سن کر لوگ اسے قتل کرنے اٹھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ٹھہرو! زیادہ سے زیاد گالی کا بدلہ گالی سے ہو سکتا ہے، یا اس کے گناہ ہی سے درگزر کرو۔

۴۲۱۔ وقال علیه السلام: كَفاكَ مِنْ عَقْلِكَ ما أَوْضَحَ لَكَ سُبُلَ غَيِّكَ مِنْ رُشْدِكَ،

(۴۲۱) اتنی عقل تمہارے لیے کافی ہے کہ جو گمراہی کی راہوں کو ہدایت کے راستوں سے الگ کر کے تمہیں دکھا دے

۴۲۲۔ وقال علیه السلام: اِفْعَلُوا الْخَيْرَ وَلا تَحْقِرُوا مِنْهُ شَيْئاً فَإنَّ صَغِيرَهُ كَبِيرٌ وَقَلِيلَهُ كَثِيرٌ، وَ لا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إنَّ أَحَداً أَوْلى بِفِعْلِ الْخَيْرِ مِنِّي فَيَكُونَ وَاللهِ كَذلِكَ. إنَّ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِّ أَهْلاً فَمَهْما تَرَكْتُمُوهُ مِنْهُما كَفاكُمُوهُ أَهْلُهُ۔

(۴۲۲) اچھے کام کرو اور تھوڑی سی بھلائی کو بھی حقیر نہ سمجھو کیونکہ چھوٹی سی نیکی بھی بڑی اور تھوڑی سی بھلائی بھی بہت ہے۔ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اچھے کام کے کرنے میں کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ سزاوار ہے۔ ورنہ خدا کی قسم ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ کچھ نیکی والے ہوتے ہیں اور کچھ برائی والے۔ جب تم نیکی یا بدی کسی ایک کو چھوڑ دو گے، تو تمہارے بجائے اس کے اہل اسے انجام دے کر رہیں گے۔

۴۲۳۔ وقال علیه السلام: مَنْ أَصْلَحَ سَرِيرَتَهُ أَصْلَحَ اللهُ عَلانِيَتَهُ وَمَنْ

(۴۲۳) جو اپنے اندرونی حالات کو درست رکھتا ہے۔ خدا اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے۔ اور جو

عَمِلَ لِدِينِهِ كَفَاهُ اللّٰهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ، وَمَنْ أَحْسَنَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ أَحْسَنَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ.

دین کے لیے سرگرم عمل ہوتا ہے، اللہ اس کے دنیا کے کاموں کو پورا کر دیتا ہے اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان خوش معاملگی رکھتا ہے۔ خدا اس کے اور بندوں کے درمیان کے معاملات ٹھیک کر دیتا ہے۔

* * *

۴۲۴۔ وقال علیہ السلام: اَلْحِلْمُ غِطَاءٌ سَاتِرٌ، وَالْعَقْلُ حُسَامٌ قَاطِعٌ، فَاسْتُرْ خَلَلَ خُلُقِكَ بِحِلْمِكَ، وَقَاتِلْ هَوَاكَ بِعَقْلِكَ.

(۴۲۴) حلم و تحمل ڈھانکنے والا پردہ اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے۔ لہٰذا اپنے اخلاق کے کمزور پہلو کو حلم و بردباری سے چھپاؤ، اور اپنی عقل سے خواہش نفسانی کا مقابلہ کرو۔

۴۲۵۔ وقال علیہ السلام: إِنَّ لِلّٰهِ عِبَاداً يَخْتَصُّهُمُ اللّٰهُ بِالنِّعَمِ لِمَنَافِعِ الْعِبَادِ، فَيُقِرُّهَا فِي أَيْدِيهِمْ مَا بَذَلُوهَا، فَإِذَا مَنَعُوهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ ثُمَّ حَوَّلَهَا إِلَى غَيْرِهِمْ.

(۴۲۵) بندوں کی منفعت رسانی کے لیے اللہ کچھ بندگانِ خدا کو نعمتوں سے مخصوص کر لیتا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ دیتے دلاتے رہتے ہیں، اللہ ان نعمتوں کو ان کے ہاتھوں میں برقرار رکھتا ہے اور جب ان نعمتوں کو روک لیتے ہیں تو اللہ ان سے چھین کر دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

۴۲۶۔ وقال علیہ السلام: لَا يَنْبَغِي لِلْعَبْدِ أَنْ يَثِقَ بِخَصْلَتَيْنِ: الْعَافِيَةِ، وَالْغِنَى، بَيْنَا تَرَاهُ مُعَافًى إِذْ سَقِمَ، وَبَيْنَا تَرَاهُ غَنِيّاً إِذِ افْتَقَرَ.

(۴۲۶) کسی بندے کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دو چیزوں پر بھروسا کرے، ایک صحت اور دوسرے دولت کیونکہ ابھی تم کسی کو تندرست دیکھ رہے تھے، کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیمار پڑ جاتا ہے، اور ابھی تم اسے دولتمند دیکھ رہے تھے کہ فقیر و نادار ہو جاتا ہے۔

* * *

۴۲۷۔ وقال علیہ السلام: مَنْ شَكَا الْحَاجَةَ إِلَى مُؤْمِنٍ فَكَأَنَّهُ شَكَاهَا إِلَى اللّٰهِ، وَمَنْ شَكَاهَا إِلَى كَافِرٍ فَكَأَنَّمَا شَكَا اللّٰهَ.

(۴۲۷) جو شخص اپنی حاجت کا گلہ کسی مرد مومن سے کرتا ہے، گویا اس نے اللہ کے سامنے اپنی شکایت پیش کی۔ اور جو کافر کے سامنے گلہ کرتا ہے، گویا اس نے اپنے اللہ کی شکایت کی۔

۴۲۸ - وقال علیہ السلام: فی بعض الاعیاد: إِنَّمَا هُوَ عِيدٌ لِمَنْ قَبِلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ وَشَكَرَ قِيَامَهُ، وَكُلُّ يَوْمٍ لَا يُعْصَى اللّٰهُ فِيهِ فَهُوَ عِيدٌ۔

(۴۲۸) ایک عید کے موقع پر فرمایا!
عید صرف اس کے لیے ہے جس کے روزوں کو اللہ نے قبول کیا ہو، اور اس کے قیام (نماز) کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو، اور ہر وہ دن کہ جس میں اللہ کی معصیت نہ کی جائے عید کا دن ہے۔

اگر حس وضمیر زندہ ہو تو گناہ کی تکلیف دہ یاد سے اطمینان قلب جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ طمانیت و مسرت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب روح گناہ کے بوجھ سے ہلکی اور دامن معصیت کی آلائش سے پاک ہو اور یہی خوشی زمانہ اور وقت کی پابند نہیں ہوتی بلکہ انسان جس دن چاہے گناہ سے بچ کر اس مسرت سے کیف اندوز ہو سکتا ہے اور یہی مسرت حقیقی مسرت اور عید کا پیغام ہو گی۔ ع

ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی!

---

۴۲۹ - وقال علیہ السلام: إِنَّ أَعْظَمَ الْحَسَرَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَسْرَةُ رَجُلٍ كَسَبَ مَالًا فِي غَيْرِ طَاعَةِ اللّٰهِ فَوَرِثَهُ رَجُلٌ فَأَنْفَقَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ فَدَخَلَ بِهِ الْجَنَّةَ وَدَخَلَ الْأَوَّلُ بِهِ النَّارَ۔

(۴۲۹) قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت اس شخص کی ہو گی جس نے اللہ کی نافرمانی کر کے مال حاصل کیا ہو، اور اس کا وارث وہ شخص ہوا ہو جس نے اسے اللہ کی اطاعت میں صرف کیا ہو کہ یہ تو اس مال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا، اور پہلا اس کی وجہ سے جہنم میں گیا۔

---

۴۳۰ - وقال علیہ السلام: إِنَّ أَخْسَرَ النَّاسِ صَفْقَةً وَأَخْيَبَهُمْ سَعْيًا رَجُلٌ أَخْلَقَ بَدَنَهُ فِي طَلَبِ مَالِهِ، وَلَمْ تُسَاعِدْهُ الْمَقَادِيرُ عَلَى إِرَادَتِهِ، فَخَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا بِحَسْرَتِهِ وَقَدِمَ عَلَى الْآخِرَةِ بِتَبِعَتِهِ۔

(۴۳۰) لین دین میں سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والا اور دوڑ دھوپ میں سب سے زیادہ ناکام ہونے والا وہ شخص ہے جس نے مال کی طلب میں اپنے بدن کو بوسیدہ کر ڈالا ہو۔ مگر تقدیر نے اس کے ارادوں میں اس کا ساتھ نہ دیا ہو۔ لہٰذا وہ دنیا سے بھی حسرت لیے ہوئے گیا، اور آخرت میں بھی اس کی پاداش کا سامنا کیا۔

انسان زندگی بھر تگ و دو کرنے کے باوجود دنیا کی تمام کامرانیوں سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ اگر کہیں سعی و طلب کے نتیجہ میں کامیاب ہوتا ہے، تو اسے بہت سے موقعوں پر ناکامی و نامرادی سے دوچار اور تقدیر کے سامنے درماندہ و سرافگندہ

ہو کر اپنے ارادوں سے دستبردار بھی ہونا پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو بخوبی اس نتیجہ پہ پہنچا جا سکتا ہے کہ جب دنیا طلب و کوشش کے باوجود حاصل نہیں ہوتی، تو اخروی کامرانی بغیر طلب و سعی کے کیونکر حاصل ہو سکتی ہے! ؎

دنیا طلبیدیم و بمقصد نہ رسیدیم　　یارب چہ شود آخرت ناطلبیدہ

---

۴۳۱ - وقال علیه السلام:
الرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ، وَمَطْلُوبٌ؛ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَهُ الْمَوْتُ حَتّٰى يُخْرِجَهُ عَنْهَا، وَمَنْ طَلَبَ الْآخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ رِزْقَهُ مِنْهَا۔

(۴۳۱) رزق دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو خود ڈھونڈتا ہے، اور ایک وہ جسے ڈھونڈا جاتا ہے چنانچہ جو دنیا کا طلبگار ہوتا ہے، موت اس کو ڈھونڈتی ہے۔ یہاں تک کہ دنیا سے اُسے نکال باہر کرتی ہے اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوتا ہے، دنیا خود اُسے تلاش کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اس سے تمام و کمال اپنی روزی حاصل کر لیتا ہے۔

---

۴۳۲ - وقال علیه السلام: إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ هُمُ الَّذِينَ نَظَرُوا إِلَى بَاطِنِ الدُّنْيَا إِذَا نَظَرَ النَّاسُ إِلَى ظَاهِرِهَا، وَاشْتَغَلُوا بِآجِلِهَا إِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِهَا، فَأَمَاتُوا مِنْهَا مَا خَشُوا أَنْ يُمِيتَهُمْ، وَتَرَكُوا مِنْهَا مَا عَلِمُوا أَنَّهُ سَيَتْرُكُهُمْ، وَرَأَوُا اسْتِكْثَارَ غَيْرِهِمْ مِنْهَا اسْتِقْلَالاً، وَدَرَكَهُمْ لَهَا فَوْتاً، أَعْدَاءُ مَا سَالَمَ النَّاسُ، وَسِلْمُ مَا عَادَى النَّاسُ، بِهِمْ عُلِمَ الْكِتَابُ وَبِهِ عَلِمُوا، وَبِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ وَبِهِ قَامُوا، لَا يَرَوْنَ

(۴۳۲) دوستان خدا وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کے باطن پر نظر کرتے ہیں اور جب لوگ اس کی جلد میسر آجانے والی نعمتوں میں کھو جاتے ہیں، تو وہ آخرت میں حاصل ہونے والی چیزوں میں منہمک رہتے ہیں اور جن چیزوں کے متعلق انہیں یہ کھٹکا تھا کہ وہ انہیں تباہ کریں گی، انہیں تباہ کر کے رکھ دیا اور جن چیزوں کے متعلق انہوں نے جان لیا کہ وہ انہیں چھوڑ دینے والی ہیں انہیں انہوں نے خود چھوڑ دیا اور دوسروں کے دنیا زیادہ سمیٹنے کو کم خیال کیا، اور اسے حاصل کرنے کو کھونے کے برابر جانا۔ وہ ان چیزوں کے دشمن ہیں جن سے دوسروں کی دوستی ہے اور ان چیزوں کے دوست ہیں۔ جن سے اوروں کو دشمنی ہے۔ ان کے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوا، اور قرآن کے ذریعہ سے ان کا علم ہوا، اور ان کے ذریعہ سے کتاب خدا محفوظ اور

مَرجُوًّا فَوقَ مَا یَرجُونَ، وَلَا مَخُوفًا فَوقَ مَا یَخَافُونَ۔

وہ اس کے ذریعہ سے برقرار ہیں۔ وہ جس چیز کی امید رکھتے ہیں، اس سے کسی چیز کو بلند نہیں سمجھتے، اور جس چیز سے خائف ہیں اس سے زیادہ کسی شے کو خوفناک نہیں جانتے۔

٭ ٭ ٭

۴۳۳۔ وقال علیہ السلام: اُذکُرُوا انقِطَاعَ اللَّذَّاتِ، وَبَقَاءَ التَّبِعَاتِ۔

(۴۳۳) لذتوں کے ختم ہونے اور پاداشوں کے باقی رہنے کو یاد رکھو۔

۴۳۴۔ وقال علیہ السلام: اُخبُر تَقلِہ۔

قال الرضی: ومن الناس من یروی هذا للرسول صلی الله علیه وآله وسلم ومما یقوی انه من کلام امیر المومنین علیه السلام ما حکاه ثعلب عن ابن الاعرابی قال المامون: لولا أن علیا قال أخبر تقله، لقلت: اقله تخبر۔

٭ ٭ ٭

(۴۳۴) آزماؤ کہ اس سے نفرت کرو۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس فقرے کی جناب رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے، مگر اس کے کلام امیر المومنینؑ ہونے کے موید ات میں سے ہے وہ جسے ثعلب نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ مامون نے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام نے یہ نہ کہا ہوتا کہ "آزماؤ تا کہ اس سے نفرت کرو" تو میں یوں کہتا کہ دشمنی کرو اس سے تا کہ آزماؤ۔

۴۳۵۔ وقال علیہ السلام: وَمَا کَانَ اللہُ لِیَفتَحَ عَلَی عَبدٍ بَابَ الشُّکرِ وَیُغلِقَ عَنہُ بَابَ الزِّیَادَۃِ، وَلَا لِیَفتَحَ عَلَی عَبدٍ بَابَ الدُّعَاءِ وَیُغلِقَ عَنہُ بَابَ الاِجَابَۃِ وَلَا لِیَفتَحَ لِعَبدٍ بَابَ التَّوبَۃِ وَیُغلِقَ عَنہُ بَابَ المَغفِرَۃِ۔

(۴۳۵) ایسا نہیں کہ اللہ کسی بندے کے لیے شکر کا دروازہ کھولے اور (نعمتوں کی) افزائش کا دروازہ بند کر دے اور کسی بندے کے لیے دعا کا دروازہ کھولے اور در قبولیت کو اس کے لیے بند رکھے، اور کسی بندے کے لیے توبہ کا دروازہ کھولے اور مغفرت کا دروازہ اس کے لیے بند کر دے۔

۴۳۶۔ وسئل منہ علیہ السلام: أیھما أفضل: العدل، أو الجود؟ فقال علیہ السلام: اَلعَدلُ یَضَعُ الاُمُورَ مَوَاضِعَھَا، وَالجُودُ یُخرِجُھَا

(۴۳۶) آپ سے دریافت کیا گیا کہ عدل بہتر ہے یا سخاوت؟ فرمایا کہ عدل تمام امور کو ان کے موقع و محل پر رکھتا ہے، اور سخاوت ان کو ان کی حدوں سے باہر کر دیتی ہے

مِنْ جِهَتِهَا، وَالْعَدْلُ سَائِسٌ عَامٌّ، وَ الْجُودُ عَارِضٌ خَاصٌّ، فَالْعَدْلُ أَشْرَفُهُمَا وَ أَفْضَلُهُمَا۔

عدل سب کی نگہداشت کرنے والا ہے، اور سخاوت اسی سے مخصوص ہو گی۔ جسے دیا جائے۔ لہٰذا عدل سخاوت سے بہتر و برتر ہے۔

---

۴۳۸ - وقال علیہ السلام: النَّاسُ أَعْدَاءُ مَا جَهِلُوا۔

(۴۳۸) لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔

---

۴۳۹ - وقال علیہ السلام: الزُّهْدُ كُلُّهُ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ: قَالَ اللهُ سُبْحٰنَهُ۔ (لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ) وَمَنْ لَمْ يَأْسَ عَلَى الْمَاضِي وَلَمْ يَفْرَحْ بِالْآتِي فَقَدْ أَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَيْهِ۔

(۴۳۹) (زہد کی مکمل تعریف قرآن کے دو جملوں میں ہے) ارشاد الٰہی ہے۔ "جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو، اور جو چیز خدا تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں لہٰذا جو شخص جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والی چیز پر اتراتا نہیں، اس نے زہد کو دونوں سمتوں سے سمیٹ لیا۔

---

۴۴۰ - وقال علیہ السلام: مَا أَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَائِمِ الْيَوْمِ۔

(۴۴۰) نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے۔

---

۴۴۱ - وقال علیہ السلام: الْوِلَايَاتُ مَضَامِيرُ الرِّجَالِ۔

(۴۴۱) حکومت لوگوں کے لیے آزمائش کا میدان ہے۔

---

۴۴۲ - وقال علیہ السلام: لَيْسَ بَلَدٌ بِأَحَقَّ (بِكَ) مِنْ بَلَدٍ، خَيْرُ الْبِلَادِ مَا حَمَلَكَ۔

(۴۴۲) تمہارے لیے ایک شہر دوسرے شہر سے زیادہ حقدار نہیں (بلکہ) بہترین شہر وہ ہے جو تمہارا بوجھ اٹھائے۔

---

۴۴۳ - وقال علیہ السلام: وقد جاءہ نعی الأشتر رحمہ اللہ: مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ

(۴۴۳) جب مالک اشتر رحمہ اللہ کی خبر شہادت آئی، تو فرمایا:

(وَاللّٰهِ) لَوْ كَانَ جَبَلًا لَكَانَ فِنْدًا. (وَلَوْ كَانَ حَجَرًا لَكَانَ صَلْدًا) : لَا يَرْتَقِيهِ الْحَافِرُ، وَلَا يُوفِي عَلَيْهِ الطَّائِرُ.

قال الرضی ، والفند : المنفرد مِنَ الْجِبَالِ ۔

مالک! اور مالک کیا شخص تھا. خدا کی قسم اگر وہ پہاڑ ہوتا تو ایک کوہ بلند ہوتا، اور اگر وہ پتھر ہوتا تو ایک سنگ گراں ہوتا کہ نہ تو اس کی بلندیوں تک کوئی سُم پہنچ سکتا اور نہ کوئی پرندہ وہاں تک پر مار سکتا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ فند اس پہاڑ کو کہتے ہیں، جو دوسرے پہاڑوں سے الگ ہو۔

---

۴۴۴ ۔ وقال علیہ السلام: قَلِيلٌ مَدُومٌ عَلَيْهِ خَيْرٌ مِنْ كَثِيرٍ مَمْلُولٍ مِنْهُ ۔

(۴۴۴) وہ تھوڑا سا عمل جس میں ہمیشگی ہو اس زیادہ سے بہتر ہے، جو دل تنگی کا باعث ہو۔

---

۴۴۵ ۔ وقال علیہ السلام: إِذَا كَانَ فِي رَجُلٍ خَلَّةٌ رَائِقَةٌ فَانْتَظِرُوا أَخَوَاتِهَا ۔

(۴۴۵)

اگر کسی آدمی میں عمدہ و پاکیزہ خصلت ہو تو ویسی ہی دوسری خصلتوں کے متوقع رہو۔

انسان میں جو اچھی یا بُری خصلت پائی جاتی ہے، وہ اس کی افتادِ طبیعت کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور اگر طبیعت ایک خصلت کی مقتضی ہے، تو اس خصلت سے ملتے جلتے ہوئے دوسرے خصائل کی بھی مقتضی ہوگی۔ اس لیے کہ طبیعت کے تقاضے دونوں جگہ پر یکساں کارفرما ہوتے ہیں، چنانچہ ایک شخص اگر زکوٰۃ و خمس ادا کرتا ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی طبیعت ممسک و بخیل نہیں۔ لہٰذا اس سے یہ توقع بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسرے امورِ خیر میں بھی خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس سے یہ امید بھی کی جاسکتی ہے، کہ وہ غیبت بھی کرے گا۔ کیونکہ یہ دونوں عادتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

۴۴۶ ۔ وقال علیہ السلام لغالب بن صعصعة أبي الفرزدق، في كلام دار بينهما: مَا فَعَلَتْ إِبِلُكَ الْكَثِيرَةُ؟ قَالَ: ذَعْذَعَتْهَا الْحُقُوقُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فقال علیہ السلام: ذٰلِكَ أَحْمَدُ سُبُلِهَا ۔

(۴۴۶) فرزدق کے باپ غالب ابن صعصعہ سے باہمی گفتگو کے دوران فرمایا!

وہ تمہارے بہت سے اونٹ کیا ہوئے؟ کہا کہ حقوق کی ادائیگی نے انہیں منتشر کر دیا۔ فرمایا کہ: یہ تو ان کا انتہائی اچھا مصرف ہوا۔

۴۴۷۔ وقال علیہ السلام: مَنِ اتَّجَرَ بِغَیْرِ فِقْہٍ فَقَدِ ارْتَطَمَ فِی الرِّبَا۔

(۴۴۷) جو شخص احکام فقہ کے جانے بغیر تجارت کرے گا، وہ ربا میں مبتلا ہو جائے گا۔

۴۴۸۔ وقال علیہ السلام: مَنْ عَظَّمَ صِغَارَ الْمَصَائِبِ ابْتَلَاهُ اللهُ بِکِبَارِهَا۔

(۴۴۸) جو شخص ذرا سی مصیبت کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ اللہ اُسے بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۴۴۹۔ وقال علیہ السلام: مَن کَرُمَتْ عَلَیْہِ نَفْسُہُ ھَانَتْ عَلَیْہِ شَھَوَاتُہُ۔

(۴۴۹) جس کی نظر میں خود اپنے نفس کی عزت ہو گی وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو بے وقعت سمجھے گا۔

۴۵۰۔ وقال علیہ السلام: مَا مَزَحَ امْرُؤٌ مَزْحَۃً إِلَّا مَجَّ مِنْ عَقْلِہِ مَجَّۃً۔

(۴۵۰) کوئی شخص کسی دفعہ ہنسی مذاق نہیں کرتا مگر یہ کہ وُہ اپنی عقل کا ایک حصّہ اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

۴۵۱۔ وقال علیہ السلام: زُھْدُکَ فِی رَاغِبٍ فِیکَ نُقْصَانُ حَظٍّ، وَرَغْبَتُکَ فِی زَاھِدٍ فِیکَ ذُلُّ نَفْسٍ۔

(۴۵۱) جو تمہاری طرف جھکے اس سے بے اعتنائی برتنا اپنے حظ و نصیب میں خسارہ کرنا ہے، اور جو تم سے بے رُخی اختیار کرے، اس کی طرف جھکنا نفس کی ذلت ہے

۴۵۲۔ وقال علیہ السلام: الْغِنَی وَالْفَقْرُ بَعْدَ الْعَرْضِ عَلَی اللهِ۔

(۴۵۲) اصل فقر و غنا (قیامت میں) اللہ کے سامنے پیش ہونے کے بعد ہو گا۔

۴۵۳۔ وقال علیہ السلام: مَا زَالَ الزُّبَیْرُ رَجُلًا مِنَّا أَھْلَ الْبَیْتِ حَتَّی نَشَأَ ابْنُہُ الْمَشْؤُومُ عَبْدُ اللهِ۔

(۴۵۳) زبیر ہمیشہ ہمارے گھر کا آدمی رہا یہاں تک کہ اس کا بدبخت بیٹا عبداللہ نمودار ہوا۔

۴۵۴۔ وقال علیہ السلام: مَا لِابْنِ آدَمَ وَالْفَخْرِ: أَوَّلُہُ نُطْفَۃٌ، وَآخِرُہُ جِیفَۃٌ، وَلَا یَرْزُقُ نَفْسَہُ، وَلَا یَدْفَعُ حَتْفَہُ۔

(۴۵۴)

فرزند آدم کو فخر و مباہات سے کیا ربط، جب کہ اس کی ابتداء نطفہ اور انتہا مردار ہے، وہ نہ اپنے لیے روزی

کا سامان کر سکتا ہے۔ نہ موت کو اپنے سے ہٹا سکتا ہے

اگر انسان اپنی تخلیق کی ابتدائی صورت اور جسمانی شکست و ریخت کے بعد کی حالت کا تصور کرے، تو وہ فخر و غرور کے بجائے اپنی حقارت و پستی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ ایک وقت وہ تھا، کہ صفحہ ہستی پر اس کا نام و نشان بھی نہ تھا کہ خداوند عالم نے نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی جو شکم مادر میں ایک لوتھڑے کی صورت میں رونما ہوا۔ اور غلیظ خون سے پلتا اور نشوونما پاتا رہا اور جب جسمانی تکمیل کے بعد زمین پر قدم رکھا، تو اتنا بے بس اور لاچار کہ نہ بھوک پیاس پر اختیار، نہ مرض و صحت پر قابو، نہ نفع و نقصان ہاتھ میں، اور نہ موت و حیات بس میں، نہ معلوم کب ہاتھ پیروں کی حرکت جواب دے جائے، حس و شعور کی قوتیں ساتھ چھوڑ جائیں، آنکھوں کا نور چھین جائے، اور کانوں کی سماعت سلب ہو جائے، اور کب موت روح کو جسم سے الگ کرے، اور اسے گلنے سڑنے کے لیے چھوڑ جائے، تاکہ چیل، گدھیں اسے نوچیں، یا قبر میں اسے کیڑے کھائیں۔

مابال من اوله نطفة   وجيفة آخره يفخر!

۴۵۵۔ وسئل من أشعر الشعراء؟ فقال عليه السلام: إِنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَجْرُوا فِي حَلْبَةٍ تُعْرَفُ الْغَايَةُ عِنْدَ قَصَبَتِهَا فَإِنْ كَانَ وَلَا بُدَّ فَالْمَلِكُ الضِّلِّيلُ.

(۴۵۵) حضرت سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا کہ شعرا کی دوڑ ایک روش پر نہ تھی کہ گوئے سبقت لے جانے سے ان کی آخری حد کو پہچانا جائے، اور اگر ایک کو ترجیح دینا ہی ہے، تو پھر ملک ضلیل (گمراہ بادشاہ) ہے۔

(يريد امرأ القيس)۔   سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے امراؤ القیس مراد لیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شعراء میں موازنہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ان کے توسن فکر ایک ہی میدان سخن میں جولانیاں دکھائیں اور جب کہ ایک کی روش دوسرے کی روش سے جدا اور ایک کا اسلوب کلام دوسرے کے اسلوب کلام سے مختلف ہے، تو یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ کون میدان ہار گیا اور کون گوئے سبقت لے گیا، چنانچہ مختلف اعتبارات سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور کوئی کسی لحاظ سے اور کوئی کسی لحاظ سے اشعر سمجھا جاتا رہا ہے۔ جیسا کہ مشہور مقولہ ہے کہ:

اشعر العرب امرأ القيس اذا ركب والاعشى اذا رغب والنابغة اذا رهب۔

عرب کا سب سے بڑا شاعر امراؤ القیس ہے جب وہ سوار ہو اور اعشیٰ جب وہ کسی چیز کا خواہشمند ہو اور نابغہ جب اسے خوف و ہراس ہو۔

لیکن اس تقیید کے باوجود امرا القیس حسن تخییل ولطف محاکات اور ان چھوتی تشبیہات اور نادر استعارات کے لحاظ سے طبقہ اولی کے شعراء میں سب سے اونچی سطح پر سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اکثر اشعار عام معیار اخلاق سے گرے ہوئے اور فحش مضامین پر مشتمل ہیں، مگر اس فحش نگاری کے باوجود اس کی فنی عظمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ فن کا صرف فنی زاویۂ نگاہ سے شعر کے حسن و قبح کو دیکھتا ہے اور دوسری حیثیات کو جو فن میں دخیل نہیں ہوتیں نظر انداز کر دیتا ہے۔

بہر حال امرا القیس عرب کا نامور شاعر تھا، اور اس کا باپ حجر کندی سلاطین کندہ کی آخری فرد اور صاحب علم و سپاہ تھا اور بنی تغلب کے مشہور شاعر و سخن ران کلیب اور مہلہل اس کے ماموں ہوتے تھے اس لیے فطری رجحان کے علاوہ یہ اپنے ننھیال کی طرف سے بھی شعر و سخن کا ورثہ دار تھا اور سرزمین نجد کی آزاد فضا اور عیش و تنعم کے گہوارے میں تربیت پانے کی وجہ سے شورہ پشتی و سرمستی اس کے خمیر میں رچ بس گئی تھی۔ چنانچہ حسن و عشق اور نغمہ و شعر کی کیف آور فضاؤں میں پوری طرح کھو گیا۔ باپ نے باز رکھنا چاہا، مگر اس کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اسے الگ کر دیا الگ ہونے کے بعد اس کیلئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ پوری طرح ادا عیش و عشرت دینے پر اتر آیا۔ اور جب اپنے باپ کے مارے جانے کی اسے خبر ہوئی تو اس کے قصاص کے لیے کمربستہ ہوا اور مختلف قبیلوں کے چکر لگائے تاکہ ان سے مدد حاصل کرے اور جب کہیں سے حسب دلخواہ امداد حاصل نہ ہوئی، تو قیصر روم کے ہاں جا پہنچا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں بھی اس نے ایک ناشائستہ حرکت کی جس سے قیصر روم نے اسے ٹھکانے لگانے کے لیے ایک زہر آلودہ پیراہن دیا۔ جس کے پہنتے ہی زہر کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر گیا، اور اسی زہر کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوئی اور انقرہ میں دفن ہوا۔

۴۵۶۔ وقال علیہ السلام: اَلَا حُرٌّ يَدَعُ هٰذِهِ اللُّمَاظَةَ لِأَهْلِهَا، إِنَّهُ لَيْسَ لِأَنْفُسِكُمْ ثَمَنٌ إِلَّا الْجَنَّةَ، فَلَا تَبِيعُوهَا إِلَّا بِهَا۔

(۴۵۶) کیا کوئی جوانمرد ہے جو اس چبائے ہوئے لقمہ (دنیا) کو اس کے اہل کے لیے چھوڑ دے تمہارے نفسوں کی قیمت صرف جنت ہے۔ لہذا جنت کے علاوہ اور کسی قیمت پر انہیں نہ بیچو۔

۴۵۷۔ وقال علیہ السلام: مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبُ عِلْمٍ، وَطَالِبُ دُنْيَا۔

(۴۵۷) دو ایسے خواہشمند ہیں جو سیر نہیں ہوتے طالب علم اور طلبگار دنیا۔

۴۵۸ - وقال علیہ السّلام: اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَیْثُ یَضُرُّكَ عَلَی الْكَذِبِ حَیْثُ یَنْفَعُكَ، وَاَنْ لَّا یَكُوْنَ فِیْ حَدِیْثِكَ فَضْلٌ عَنْ عَمَلِكَ وَاَنْ تَتَّقِیَ اللّٰہَ فِیْ حَدِیْثِ غَیْرِكَ۔

(۴۵۸) ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لیے سچائی باعث نقصان ہو، اُسے جھوٹ پر ترجیح دو۔ خواہ وہ تمہارے فائدہ کا باعث ہو رہا ہو۔ اور تمہاری باتیں، تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو۔

---

۴۵۹ - وقال علیہ السّلام: یَغْلِبُ الْمِقْدَارُ عَلَی التَّقْدِیْرِ حَتّٰی تَكُوْنَ الْاٰفَۃُ فِی التَّدْبِیْرِ۔

قال الرضی: وقد مضی هذا المعنی فیما تقدم بروایۃ تخالف هذه الالفاظ۔

(۴۵۹) تقدیر ٹھیرائے ہوئے اندازے پر غالب آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تباہی و آفت بن جاتی ہے۔"

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ مطلب اس سے مختلف لفظوں میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔

---

۴۶۰ - وقال علیہ السّلام: اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاۃُ تَوْءَمَانِ یُنْتِجُهُمَا عُلُوُّ الْهِمَّۃِ۔

(۴۶۰) بردباری اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور یہ دونوں بلندی ہمّتی کا نتیجہ ہیں۔

---

۴۶۱ - وقال علیہ السّلام: اَلْغِیْبَۃُ جُهْدُ الْعَاجِزِ۔

(۴۶۱) کمزور کا یہی زور چلتا ہے، کہ وہ پیٹھ پیچھے برائی کرے۔"

---

۴۶۲ - وقال علیہ السّلام: رُبَّ مَفْتُوْنٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِیْهِ۔

(۴۶۲) بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔"

* * *

---

۴۶۳ - وقال علیہ السّلام: اَلدُّنْیَا خُلِقَتْ لِغَیْرِهَا، وَلَمْ تُخْلَقْ لِنَفْسِهَا۔

(۴۶۳) دنیا ایک دوسری منزل کے لیے پیدا کی گئی ہے نہ اپنے (بقاو دوام کے) لیے

---

۴۶۴ - وقال علیہ السّلام: اِنَّ لِبَنِیْ

(۴۶۴) بنی امیہ کے لیے ایک مرود (مہلت) کا

أُمَيَّةَ مُرْوَدًا يَجْرُونَ فِيهِ، وَلَوْ قَدِ اخْتَلَفُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ ثُمَّ كَادَتْهُمُ الضِّبَاعُ لَغَلَبَتْهُمْ۔

قال الرضي: والمرود هنا مفعل من الإرواد، وهو الإمهال والإنظار، وهذا من أفصح الكلام وأغربه، فكأنه علیه السلام شبه المهلة التي هم فيها بالمضمار الذي يجرون فيه إلى الغاية، فإذا بلغوا منقطعها انتقض نظامهم بعدها۔

میدان) ہے جس میں وہ دوڑ لگا رہے ہیں۔ جب ان میں باہمی اختلاف رونما ہو تو پھر بجو بھی ان پر حملہ کریں، تو ان پر غالب آجائیں گے۔"

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) مرود ارواد سے مفعل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی مہلت و فرصت دینے کے ہیں اور یہ بہت فصیح اور عجیب و غریب کلام ہے گویا آپؑ نے ان کے زمانہ مہلت کو ایک میدان سے تشبیہ دی ہے جس میں انتہا کی حد تک پہنچنے کے لیے وہ دوڑ رہے ہیں چنانچہ جب اپنی آخری حد تک پہنچ جائیں گے، تو ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ پیشین گوئی بنی امیہ کی سلطنت کے زوال و انقراض کے متعلق ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس سلطنت کی بنیاد معاویہ ابن ابی سفیان نے رکھی، اور نوے برس گیارہ مہینے اور تیرہ دن کے بعد ۱۳۲ھ میں مروان الحمار پر ختم ہوگئی۔ بنی امیہ کا دور ظلم و ستم اور قہر و استبداد کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر تھا۔ اس عہد کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ جن سے اسلام کا دامن داغدار، تاریخ کے اوراق سیاہ اور روح انسانیت مجروح نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنے شخصی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے ہر تباہی و بربادی کو جائز قرار دے لیا تھا مکہ پر فوجوں کی یلغار کی، خانہ کعبہ پر آگ برسائی، مدینہ کو اپنی بہیمانہ خواہشوں کا مرکز بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام سے خون کی ندیاں بہادیں۔ آخر ان سفاکیوں اور خونریزیوں کے نتیجہ میں ہر طرف سے بغاوتیں اور سازشیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے اندرونی خلفشار اور باہمی رزم آرائی نے ان کی بربادی کا راستہ ہموار کر دیا۔ اگرچہ سیاسی اضطراب ان میں پہلے ہی سے شروع ہو چکا تھا مگر ولید ابن یزید کے دور میں کھلم کھلا نزاع کا دروازہ کھل گیا اور ادھر چپکے چپکے بنی عباس نے بھی پر پرزے نکالنا شروع کئے، اور مروان الحمار کے دور میں "خلافت الٰہیہ" کے نام سے ایک تحریک شروع کر دی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے انہیں ابو مسلم خراسانی ایسا امیر سپاہ مل گیا، جو سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے علاوہ فنون حرب میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے خراسان کو مرکز قرار دے کر امویوں کے خلاف ایک جال بچھادیا اور عباسیوں کو برسر اقتدار لانے میں کامیاب ہوگیا۔

یہ شخص ابتداء میں گمنام اور غیر معروف تھا۔ چنانچہ اسی گمنامی و پستی کی بنا پر حضرت نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو "بجو" سے تعبیر کیا ہے کہ جو دنی و فرومایہ لوگوں کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

۴۶۵۔ وقال علیہ السلام فی مدح الانصار:۔
هُمْ وَاللّٰهِ رَبَّوُا الْإِسْلَامَ كَمَا يُرَبَّى الْفِلْوُ مَعَ غَنَائِهِمْ بِأَيْدِيهِمُ السِّبَاطِ وَأَلْسِنَتِهِمُ السِّلَاطِ۔

(۴۶۵) انصار کی مدح و توصیف میں فرمایا خدا کی قسم انہوں نے اپنی خوش حالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی، جس طرح یکسالہ بچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے۔ اپنے کریم ہاتھوں اور تیز زبانوں کے ساتھ۔

۴۶۶۔ وقال علیہ السلام:۔ اَلْعَيْنُ وِكَاءُ السَّهِ۔ قال الرضی:۔ وهذه من الاستعارات العجیبة کأنہ یشبہ السہ بالوعاء، والعین بالوکاء، فاذا أطلق الوکاء لم ینضبط الوعاء۔ وهذا القول فی الأشهر الاظهر من کلام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وقد رواہ قوم لأمیر المؤمنین علیہ السلام، وذکر ذلك المبرد فی کتاب (المقتضب) فی باب (اللفظ بالحروف) وقد تکلمنا علی هذہ الاستعارۃ فی کتابنا الموسوم! بمجازات الآثار النبویۃ)۔

(۴۶۶) "آنکھ عقب کے لیے تسمہ ہے۔"
سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب استعارات میں سے ہے گویا آپ نے عقب کو ظرف سے اور آنکھ کو تسمہ سے تشبیہہ دی ہے اور جب تسمہ کھول دیا جائے تو برتن میں جو کچھ ہوتا ہے۔ رُک نہیں سکتا مشہور و واضح یہ ہے کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مگر کچھ لوگوں نے اسے امیر المومنین علیہ السلام سے بھی روایت کیا ہے چنانچہ مبرد نے اس کا اپنی کتاب "المقتضب" باب اللفظ بالحروف میں ذکر کیا ہے، اور ہم نے اپنی کتاب "مجازات الآثار النبویہ" میں اس استعارہ کے متعلق بحث کی ہے۔"

۴۶۷۔ وقال علیہ السلام فی کلام لہ:۔
وَوَلِيَهُمْ وَالٍ فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، حَتّٰى ضَرَبَ الدِّينُ بِجِرَانِهِ۔

(۴۶۷) ایک کلام کے ضمن میں آپ نے فرمایا!
لوگوں کے امور کا ایک حاکم و فرماں روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے پر چلا، اور دوسروں کو اس راہ پر لگایا۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔

* * * *

۴۶۸۔ وقال علیہ السلام: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعَضُّ الْمُوسِرُ فِيهِ عَلَى مَا فِي يَدَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: (وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ

(۴۶۸) لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا، جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حالانکہ اسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ "آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو"، اس زمانہ میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں

بَيْنَكُمْ) تَنْهَدُ فِيْهِ الْاَشْرَارُ وَتُسْتَذَلُّ الْاَخْيَارُ، وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّوْنَ وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّيْنَ۔

گے، اور نیکو کار ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور اور بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے) خریدنے کو منع کیا ہے۔"

مجبور و مضطر لوگوں سے معاملہ مُوماً اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی احتیاج و ضرورت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر ان سے سستے داموں چیزیں خرید لی جاتی ہیں، اور مہنگے داموں ان کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری و بے بسی سے فائدہ اٹھانے کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا اور نہ آئین اخلاق میں اس کی کوئی گنجائش ہے کہ دوسرے کی اضطراری کیفیت سے نفع اندوزی کی راہیں نکالی جائیں۔

۴۶۹۔ وقال علیہ السلام:۔

يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ:۔ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ، وَبَاهِتٌ مُفْتَرٍ۔

(۴۶۹) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے بڑھ جانے والا، اور دوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔

قال الرضی: وھذا مثل قولہ علیہ السلام:۔ هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ، وَمُبْغِضٌ قَالٍ۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ حضرت کا یہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت میں غلو کرنے والا، اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

۴۷۰۔ وسئل عن التوحید والعدل فقال علیہ السلام:۔

اَلتَّوْحِيْدُ اَنْ لَّا تَتَوَهَّمَهٗ، وَالْعَدْلُ اَنْ لَّا تَتَّهِمَهٗ۔

(۴۷۰) حضرت سے توحید و عدل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند نہ بناؤ اور عدل یہ ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ۔

عقیدہ توحید اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں تنزیہ کی آمیزش نہ ہو۔ یعنی اسے جسم و صورت اور مکان و زمان کے حدود سے بالاتر سمجھتے ہوئے اپنے اوہام و ظنون کا پابند نہ بنایا جائے کیونکہ جسے اوہام و ظنون کا پابند بنایا جائے گا، وہ خدا نہیں ہوگا، بلکہ ذہن انسانی کی پیداوار ہوگا اور ذہنی قوتیں دیکھی بھالی ہوئی چیزوں ہی میں محدود رہتی ہیں۔ لہٰذا انسان جتنا گڑھی ہوئی تمثیلوں اور قوت واہمہ کی خیال آرائیوں سے اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا، اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جائے گا، چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے،

كلما ميزتموه باوهامكم فهو مخلوق مثلكم مردود اليكم۔

جب بھی تم اسے اپنے تصور و وہم کا پابند بناؤ گے وہ خدا نہیں رہے گا بلکہ تمہاری طرح کی مخلوق اور تمہاری ہی طرف پلٹنے والی کوئی چیز ہوگی۔

اور عدل یہ ہے کہ ظلم و قبح کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں ان کی ذات باری سے نفی کی جائے اور اسے ان چیزوں سے متہم نہ کیا جائے کہ جو بری اور بے فائدہ ہیں، اور جنہیں عقل اس کے لیے کسی طرح تجویز نہیں کر سکتی، چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

وتمت كلمة ربك صدقا و عدلا لامبدل لكلماته۔

تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہوئی کوئی چیز اس کی باتوں میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔

۴۷۱۔ وقال عليه السلام:۔ (لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ)۔

(۴۷۱) حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خوبی نہیں جس طرح جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

۴۷۲۔ وقال عليه السلام في دعاء استسقى به:۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ذُلَّلَ السَّحَابِ دُوْنَ صِعَابِهَا۔

(۴۷۲) طلب باراں کی ایک دعا میں فرمایا بار الٰہا ہمیں فرمانبردار ابروں سے سیراب کر نہ ان ابروں سے جو سرکش اور منہ زور ہوں۔

قال الرضي: وهذا من الكلام العجيب الفصاحة، وذلك انه عليه السلام شبه السحائب ذوات الرعود والبوارق والرياح والصواعق بالابل الصعاب التى تقمص برحالها وتقص بركبانها، وشبه السحائب الخالية من تلك الروائع بالابل الذلل التى تحتلب طيعة وتقتعد مسمحة۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب فصاحت پر مشتمل ہے اس طرح کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کڑک چمک ہوا اور بجلی والے بادلوں کو ان اونٹوں سے تشبیہ دی ہے کہ جو اپنی منہ زوری سے زمین پر پیر مار کر پالان پھینک دیتے ہوں اور اپنے سواروں کو گرا دیتے ہوں۔ اور ان خوفناک چیزوں سے خالی ابر کو ان اونٹنیوں سے تشبیہ دی ہے، جو دوہنے میں مطیع ہوں اور سواری کرنے میں سوار کی مرضی کے مطابق چلیں۔

---

۴۷۳ ۔ وقیل لہ علیہ السّلام: لو غیرت شَیْبَکَ یا امیر المؤمنین، فقال علیہ السلام: اَلْخِضَابُ زِیْنَۃٌ وَنَحْنُ قَوْمٌ فِیْ مُصِیْبَۃٍ! (یرید وفاۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)۔

(۴۷۳) حضرت سے کہا گیا کہ اگر آپ سفید بالوں کو (خضاب سے) بدل دیتے، تو بہتر ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لی ہے۔

---

۴۷۴ ۔ وقال علیہ السّلام: مَا الْمُجَاهِدُ الشَّهِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ بِاَعْظَمَ اَجْرًا مِمَّنْ قَدَرَ فَعَفَّ: لَکَادَ الْعَفِیْفُ اَنْ یَّکُوْنَ مَلَکًا مِنَ الْمَلَآئِکَۃِ)۔

(۴۷۴) وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو، اُس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاک دامن رہے۔ کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

---

۴۷۵ ۔ وقال علیہ السّلام:۔ اَلْقَنَاعَۃُ مَالٌ لَا یَنْفَدُ۔

قال الرضی: وقد روی بعضہم ھذا الکلام لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۴۷۵) قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔

(سیدّ رضی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس کلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔)

---

۴۷۶ ۔ وقال علیہ السّلام لزیاد بن ابیہ۔ وقد استخلفہ لعبد اللہ بن العباس علی فارس وأعمالہا، فی کلام طویل کان بینہما نهاہ فیہ عن تقدیم الخراج۔

اِسْتَعْمِلِ الْعَدْلَ، وَاحْذَرِ الْعَسْفَ وَالْحَیْفَ، فَاِنَّ الْعَسْفَ یَعُوْدُ بِالْجَلَآءِ وَالْحَیْفَ یَدْعُوْا اِلَی السَّیْفِ۔

(۴۷۶) جب زیاد ابن ابیہ کو عبد اللہ ابن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور اس کے ملحقہ علاقوں پر عامل مقرر کیا تو ایک باہمی گفتگو کے دوران میں کہ جس میں اسے پیشگی مالگزاری کے وصول کرنے سے روکنا چاہا یہ فرمایا۔

عدل کی روش پر چلو۔ بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشی کرو، کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا، اور ظلم انہیں تلوار اٹھانے کی دعوت دے گا۔

---

۴۷۷ - وقال علیہ السلام: أَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَخَفَّ بِهِ صَاحِبُهُ۔

(۴۷۷) سب سے بھاری گناہ وہ ہے جسے مرتکب ہونے والا سبک سمجھے۔

---

۴۷۸ - وقال علیہ السلام: مَا أَخَذَ اللهُ عَلَى أَهْلِ الْجَهْلِ أَنْ يَتَعَلَّمُوا حَتَّى أَخَذَ عَلَى أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُعَلِّمُوا۔

(۴۷۸) خداوند عالم نے جاہلوں سے اس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک جاننے والوں سے یہ عہد نہیں لیا کہ وہ سکھانے میں دریغ نہ کریں۔

---

۴۷۹ - وقال علیہ السلام: شَرُّ الْإِخْوَانِ مَنْ تُكُلِّفَ لَهُ۔

قال الرضی: لأن التكليف مستلزم للمشقة، وهو شر لازم عن الأخ المتكلف له، فهو شر الأخوان۔

(۴۷۹) بدترین بھائی وہ ہے جس کے لیے زحمت اٹھانا پڑے۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ یہ اس لیے، کہ مقدور سے زیادہ تکلیف، رنج و مشقت کا سبب ہوتی ہے اور جس بھائی کے لیے تکلف کیا جائے اس سے لازمی طور پر زحمت پہنچے گی۔ لہٰذا وہ برا بھائی ہوا۔

❖ ❖ ❖

جس دوستی کی بنیاد محبت و خلوص پر ہو وہ رسمی تکلفات سے بے نیاز کر دیتی ہے اور جس دوستی کے سلسلہ میں تکلفات کی ضرورت محسوس ہو وہ دوستی خام، اور ایسا دوست سچا دوست نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ سچی دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ دوست دوست کے لیے باعث زحمت نہ بنے، اور اگر زحمت کا باعث ہوگا، تو وہ اذیت رساں اور تکلیف دہ ثابت ہوگا، اور یہ ایذا رسانی اس کے بدترین دوست ہونے کی علامت ہے۔

---

۴۸۰ - وقال علیہ السلام: إِذَا احْتَشَمَ الْمُؤْمِنُ أَخَاهُ فَقَدْ فَارَقَهُ۔

قال الرضی: يقال: حشمه و احشمه إذا أغضبه، وقيل: أخجله" واحتشمه" طلب ذلك له، وهو مظنة مفارقته۔

❖ ❖ ❖

(۴۸۰) جب کوئی مومن اپنے کسی بھائی کا احتشام کرے، تو یہ اس سے جدائی کا سبب ہوگا۔

(سیّد رضی کہتے ہیں کہ) حشم و احشام کے معنی ہیں غضبناک کرنا اور ایک معنی ہیں شرمندہ کرنا اور احتشام کے معنی ہیں" اس سے غصہ یا خجالت کا طالب ہونا، اور ایسا کرنے سے جدائی کا امکان غالب ہوتا ہے۔

وهذا حين انتهاء الغاية بنا إلى قطع المختار من كلام أمير المؤمنين عليه السّلام، حامدين لله سبحانه على ما منّ به من توفيقنا لضمّ ما انتشر من أطرافه، وتقريب ما بعد من أقطاره، وتقرّر العزم كما شرطنا أولاً على تفضيل أوراق من البياض في آخر كل باب من الأبواب ليكون لاقتناص الشارد واستلحاق الوارد، وما عسى أن يظهر لنا بعد الغموض، ويقع إلينا بعد الشذوذ، وما توفيقنا إلا بالله: عليه توكلنا، وهو حسبنا ونعم الوكيل۔

وذلك في رجب سنة اربع مائة من الهجرة۔

اب یہ ہمارے پایان کار کی منزل ہے کہ ہم امیر المومنین علیہ السّلام کے منتخب کلام کا سلسلہ ختم کریں۔ ہم اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں شکرگزار ہیں کہ اس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمیں توفیق دی کہ ہم حضرت کے منتشر کلام کو یک جا کریں اور دور دست کلام کو قریب لائیں۔ ہمارا ارادہ ہے جیسا کہ پہلے طے کرچکے ہیں کہ ان ابواب میں سے ہر باب کے آخر میں کچھ سادہ اوراق چھوڑ دیں تاکہ جو کلام اب تک ہاتھ نہیں لگا اُسے قابو میں لاسکیں، اور جو ملے اُسے درج کر دیں۔ شاید ایسا کلام جو اس وقت ہماری نظروں سے اوجھل ہے بعد میں ہمارے لیے ظاہر ہو اور دُور ہونے کے بعد ہمارے دامن میں سمٹ آئے۔ ہمیں توفیق حاصل ہے، تو اللہ سے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے اور وہی ہمارے لیے کافی اور اچھا کارساز ہے۔"

یہ کتاب ماہ رجب سنہ ۴۰۰ھ ہجری میں اختتام کو پہنچی۔

وصلى الله على سيّدنا محمّد خاتم الرّسل، والهادي الى خير السبل وآله الطّاهرين، وأصحابه نجوم اليقين؛

بتائیدایزد وسبحان ترجمہ نہج البلاغہ ظہر روز جمعہ ہیژدہم ماہ رجب سال ہزار و سہ صد و ہفتاد و پنج در بلدہ لاہور پایاں یافت

واسئل الله ان يجعل ذلك لي ولوالدي خير وسيلة الى نيل مثوباته ومرضاته يوم الدّين بمنه وكرمه انه ارحم الرّاحمين؛

ہماری مطبوعات

(۱) توضیح المسائل بڑی ـــــــ (۲) توضیح المسائل چھوٹی ـــــــ
(۳) صحیفہ کاملہ بڑی ـــــــ (۴) صحیفہ کاملہ چھوٹی ـــــــ
(۵) چھوٹی نہج البلاغہ ـــــــ (۶) دروس ہائے نہج البلاغہ ـــــــ
(۷) سرو چمن ـــــــ (۸) نظام زندگی ـــــــ
(۹) جان سخن ـــــــ (۱۰) تاریخ حسن مجتبیٰ ـــــــ
(۱۱) یوم الحسین ـــــــ (۱۲) بہارِ انقلاب ـــــــ
(۱۳) انقلاب اسلامی ایران ـــــــ (۱۴) اقوالِ رہبر ـــــــ
(۱۵) حقوق اور اسلام ـــــــ (۱۶) معدن الجواہر ـــــــ
(۱۷) تعلیم دین حصہ اوّل ـــــــ (۱۸) تعلیم دین حصہ دوم ـــــــ
(۱۹) چہل حدیث ـــــــ (۲۰) الاثناعشریہ ـــــــ
(۲۱) معراج المومن ـــــــ (۲۲) ہدایت النساء ـــــــ
(۲۳) ضرورت امام ـــــــ (۲۴) جہاد اکبر ـــــــ
(۲۵) دستور ایران ـــــــ (۲۶) ارشاد القلوب ـــــــ
(۲۷) خمس پمفلٹ ـــــــ (۲۸) کردار کی روشنی ـــــــ
(۲۹) ہدایا و تحف ـــــــ (۳۰) مبادیات حکومت اسلامی ـــــــ
(۳۱) آیت اللہ خمینی قم سے قم تک ـــــــ (۳۲) دین حق عقل کی روشنی میں ـــــــ

امامیہ پبلیکیشنز ۱۷ نور چیمبرز گنپت روڈ لاہور ۲

لا اله الا الله هو محمد رسول الله

علی ولی الله فاطمة الزهراء

حسن المجتبی حسین الشهید علی

بن الحسین زین العابدین محمد

بن علی باقر العلوم جعفر بن محمد

الصادق موسی بن جعفر

الکاظم علی بن موسی الرضا

محمد بن علی التقی علی بن محمد النقی

حسن بن علی العسکری محمد المهدی القائم